ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند چار سو سڑسٹھ [۴۶۷] بڑے گناہ

اُن کے نقصانات اور اُن کا علاج

الزواجر عن اقتراف الکبائر



مؤلف: علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم: مولانا محمد ظفر اقبال

مکتبہ رحمانیہ

ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ

إِن تَجْتَنِبُوا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ
وَنُدْخِلْكُم مُّدْخَلًا كَرِيمًا

ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ

قرآن وحدیث کی روشنی میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند چار سو سڑسٹھ [467] بڑے گناہ

اُنکے نقصانات اور اُن کا علاج

الزواجر عن اقتراف الکبائر

مؤلف
علامہ ابن حجر مکی ہیتمی رحمۃ اللہ علیہ

مترجم
مولانا محمد ظفر اقبال

مکتبہ رحمانیہ
اقرأ سنٹر غزنی سٹریٹ اردو بازار لاہور
فون: 042-37224228-37355743
MAKTABA-E-REHMANIA

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نام کتاب: ---------- ظاہری اور باطنی کبیرہ گناہ

مترجم: ---------- مولانا محمد ظفر اقبال

ناشر: ---------- مکتبہ رحمانیہ

مطبع: ---------- لطل سٹار پرنٹرز لاہور

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت، طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔

بشری تقاضے سے اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرما دیں۔ ان شاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی کے لیے ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

فہرست

حدیثِ نفس ۲۱

گناہ کبیرہ کی تعریف

کبیرہ گناہ کی پہلی تعریف ۲۸
کبیرہ گناہ کی دوسری تعریف ۲۹
کبیرہ گناہ کی تیسری تعریف ۲۹
کبیرہ گناہ کی چوتھی تعریف ۲۹
کبیرہ گناہ کی پانچویں تعریف ۳۱
کبیرہ گناہ کی چھٹی تعریف ۳۱
کبیرہ گناہ کی ساتویں تعریف ۳۲
کبیرہ گناہ کی آٹھویں تعریف اور علماء کے دیگر اقوال و آراء ۳۲
خاتمہ: تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچنے اور احتیاط کرنے کا بیان ۴۱

باب اول

باطنی کبائر اور ان کے توابع

پہلا کبیرہ گناہ، شرک اکبر ۶۹
چند ضروری تنبیہات ۷۲
دوسری تنبیہ ۷۷
تیسری تنبیہ ۷۸
چوتھی تنبیہ ۷۸
پانچویں تنبیہ ۸۰
چھٹی تنبیہ ۸۶
خاتمہ ۸۹
دوسرا کبیرہ گناہ، شرکِ اصغر یعنی ریا کاری ۹۰
چند ضروری تنبیہات ۹۸
دوسری تنبیہ ۹۹
تیسری تنبیہ ۱۰۱
چوتھی تنبیہ ۱۰۳
پانچویں تنبیہ ۱۰۵
چھٹی تنبیہ ۱۱۰
خاتمہ: اخلاص کے بیان میں ۱۱۱
تیسرا کبیرہ گناہ، غلط چیز کی خاطر ناراض ہونا، کینہ اور حسد ..۱۱۵
چند ضروری تنبیہات ۱۲۴
دوسری تنبیہ ۱۲۷
تیسری تنبیہ ۱۲۸
چوتھی تنبیہ ۱۲۹
پانچویں تنبیہ ۱۳۱
چھٹی تنبیہ ۱۳۱
ساتویں تنبیہ ۱۳۲
آٹھویں تنبیہ ۱۳۳
نویں تنبیہ ۱۳۴
دسویں تنبیہ ۱۳۵
خاتمہ: غصہ پی جانے، درگذر کرنے، بردباری اور اللہ کی

رضا کے لئے محبت کے فضائل کے بیان میں ۱۳۶

چوتھا کبیرہ گناہ، تکبر اور خود پسندی ۱۴۱

چند ضروری تنبیہات ۱۴۷

دوسری تنبیہ ۱۴۷

تیسری تنبیہ ۱۴۹

چوتھی تنبیہ ۱۵۱

پانچویں تنبیہ ۱۵۱

چھٹی تنبیہ ۱۵۲

ساتویں تنبیہ ۱۵۲

خاتمہ: تواضع کے فضائل کے بیان میں ۱۵۳

۵ نمبر سے ۳۸ نمبر تک کبیرہ گناہ ۱۵۷

چند ضروری تنبیہات ۱۶۵

دوسری تنبیہ ۱۶۹

تیسری تنبیہ ۱۷۰

۳۹۔ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو کر نافرمانی کے کاموں میں مشغول رہنا اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا ۱۷۱

تنبیہ ۱۷۴

۴۰۔ اللہ کی رحمت سے مایوسی ۱۷۴

۴۱-۴۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی اور اس کی رحمت سے ناامید ہونا ۱۷۶

تنبیہ ۱۷۶

۴۳۔ دنیا کی خاطر علم حاصل کرنا ۱۷۷

تنبیہ ۱۷۸

۴۴۔ علم کو چھپانا ۱۷۸

تنبیہ ۱۸۰

۴۵۔ علم پر عمل نہ کرنا ۱۸۰

تنبیہ ۱۸۲

۴۶۔ حق یا ضرورت کے بغیر اپنے علم وغیرہ کے متعلق فخریہ دعویٰ کرنا ۱۸۲

تنبیہ ۱۸۳

۴۷۔ علماء کی تحقیر اور بے ادبی ۱۸۳

تنبیہ ۱۸۴

خاتمہ: علم سے متعلق صحیح اور حسن درجے کی احادیث کا بیان ۱۸۴

۴۸ تا ۴۹۔ اللہ تعالیٰ یا نبی علیہ السلام کی طرف جان بوجھ کر جھوٹی نسبت کرنا ۱۸۶

تنبیہ ۱۸۶

۵۰۔ کوئی برا طریقہ ایجاد کرنا ۱۸۷

تنبیہ ۱۸۸

۵۱۔ ترکِ سنت ۱۸۸

تنبیہ ۱۸۹

۵۲۔ تقدیر کی تکذیب ۱۸۹

ملحوظہ ۱۹۱

تنبیہ ۱۹۷

ملحوظہ ۱۹۹

۵۳۔ وعدہ پورا نہ کرنا ۱۹۹

تنبیہ ۲۰۱

۵۴-۵۵۔ ظالموں اور فاسقوں سے محبت اور صالحین سے نفرت ۲۰۲

تنبیہ ۲۰۲

خاتمہ: اللہ کی رضا کیلئے باہم محبت کرنے والوں کے لیے صحیح اور حسن احادیث کا بیان ۲۰۲

۵۶۔ اولیاءِ کرام کو اذیت دینا اور ان کے ساتھ دشمنی کرنا۔ ۲۰۴

تنبیہ ۲۰۵

۵۷۔ زمانے کو برا بھلا کہنا ۲۰۶

تنبیہ ۲۰۶

ملحوظہ ۲۰۷

۵۸۔ وہ کلمہ جس کی خرابی زیادہ ہو اور کہنے والے کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہو ۲۰۷

۵۹۔ ''محسن'' کی احسان فراموشی ۲۰۸

۶۰۔ نبی علیہ السلام کا ذکرِ مبارک سن کر بھی درود وسلام نہ پڑھنا ۲۰۸

تنبیہ ۲۰۹

خاتمہ: درود وسلام کی فضیلت پر صحیح اور حسن درجے کی احادیث کا بیان ۲۰۹

۶۱۔ دل کا ایسا سخت ہو جانا کہ کسی مجبور کو مثلاً کھانا بھی نہ کھلانے دے ۲۱۱

تنبیہ ۲۱۲

۶۲ تا ۶۳۔ کسی کبیرہ گناہ پر راضی ہونا یا کسی بھی طرح کبیرہ گناہ میں تعاون کرنا ۲۱۲

۶۴۔ شر اور بے حیائی کے ساتھ چمٹے رہنا ۲۱۲

۶۵۔ دراہم اور دنانیر کو توڑنا ۲۱۲

۶۶۔ جعلی کرنسی چھاپنا ۲۱۳

باب ثانی

کبائر ظاہرہ کے بیان میں

طہارت سے متعلق گناہوں کا بیان ۲۱۴

برتنوں کا بیان ۲۱۴

۶۷۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا ۲۱۴

چند ضروری تنبیہات ۲۱۴

دوسری تنبیہ ۲۱۴

تیسری تنبیہ ۲۱۵

پیش آنے والے حوادث ۲۱۵

۶۸۔ قرآنِ کریم یا اس کی کوئی آیت یا حرف بھلا دینا ۲۱۵

چند ضروری تنبیہات ۲۱۶

دوسری تنبیہ ۲۱۶

تیسری تنبیہ ۲۱۶

چوتھی تنبیہ ۲۱۶

پانچویں تنبیہ ۲۱۷

۶۹۔ قرآنِ کریم یا دین کے معاملے میں حجت بازی اور جھگڑے کرنا ۲۱۷

تنبیہ ۲۱۸

خاتمہ: قرآنِ کریم سے متعلق چند ضروری امور پر مشتمل احادیث کا بیان ۲۱۹

قضاءِ حاجت کا بیان ۲۲۱

۷۰۔ سرِ راہ پیشاب وغیرہ جسمانی تقاضے کو پورا کرنا ۲۲۱

تنبیہ ۲۲۱

۷۱۔ بدن یا کپڑوں پر پیشاب کی چھینٹوں میں احتیاط نہ کرنا ۲۲۱

تنبیہ ۲۲۳

وضو کا بیان ۲۲۴

۷۲۔ واجباتِ وضو میں سے کسی چیز کو چھوڑ دینا ۲۲۴

تنبیہ ۲۲۴

غسل کا بیان ۲۲۵

۷۳۔ واجباتِ غسل میں سے کسی چیز کا چھوڑ دینا ۲۲۵

تنبیہ ۲۲۵

۷۴۔ بغیر کسی ضرورت اور مجبوری کے ستر کھولنا ۲۲۵
تنبیہ ۲۲۸
حیض کا بیان ۲۲۹
۷۵۔ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنا ۲۲۹
تنبیہ ۲۲۹
نماز کا بیان ۲۲۹
۷۶۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا ۲۲۹
۷۷۔ کسی عذرِ شرعی کے بغیر نماز کو مؤخر یا مقدم کر دینا ۲۳۱
چند ضروری تنبیہات ۲۳۷
دوسری تنبیہ ۲۳۸
تیسری تنبیہ ۲۳۸
۷۸۔ ایسی چھت پر سونا جس کی کوئی منڈیر نہ ہو ۲۳۹
تنبیہ ۲۳۹
۷۹۔ واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کو ترک کرنا ۲۴۰
تنبیہ ۲۴۲
شرائطِ نماز کا بیان ۲۴۲
۸۰۔ بالوں کے ساتھ بال ملانا اور اس عمل کا مطالبہ کرنا .. ۲۴۲
۸۱۔ جسم گودنا اور اس عمل کا مطالبہ کرنا ۲۴۲
۸۲۔ دانت باریک کرنا اور اس عمل کا مطالبہ کرنا ۲۴۲
۸۳۔ چہرے کے بال نوچنا اور اس کا مطالبہ کرنا ۲۴۲
تنبیہ ۲۴۳
۸۴۔ نمازی کے آگے سے گزرنا جبکہ نمازی سترے کی
آڑ میں نماز پڑھ رہا ہو ۲۴۳
تنبیہ ۲۴۴
باجماعت نماز کا بیان ۲۴۴
۸۵۔ کسی بستی کے لوگوں کا ترکِ جماعت پر اتفاق کر لینا۔ ۲۴۴
تنبیہ ۲۴۷
۸۶۔ کسی شخص کا اُن لوگوں کی امامت کرنا جو اس کی امامت
کو ناپسند کرتے ہوں ۲۴۷
تنبیہ ۲۴۸
خاتمہ ۲۴۸
۸۷ تا ۸۸۔ صف توڑنا اور اسے سیدھا نہ رکھنا ۲۴۹
تنبیہ ۲۴۹
۸۹۔ امام سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا ۲۵۰
تنبیہ ۲۵۰
۹۰ تا ۹۲۔ نماز میں آسمان کی طرف نگاہیں بلند کرنا،
دائیں بائیں متوجہ ہونا اور کوکھ پر ہاتھ رکھنا ۲۵۰
تنبیہ ۲۵۲
۹۳ تا ۹۸۔ قبروں کو مسجد بنا لینا، ان پر چراغ جلانا، انہیں بت کی
طرح پوجنا، ان کا طواف کرنا، ان کا استلام کرنا اور ان کی طرف
رخ کر کے نماز پڑھنا ۲۵۲
تنبیہ ۲۵۳
سفر کا بیان ۲۵۴
۹۹۔ انسان کا تنہا سفر کرنا ۲۵۴
تنبیہ ۲۵۴
۱۰۰۔ عورت کا تنہا ایسے راستے سے سفر کرنا جس میں اس
کی عزت کو خطرہ ہو ۲۵۴
تنبیہ ۲۵۵
۱۰۱۔ بدشگونی کی وجہ سے سفر ترک کر کے واپس لوٹ آنا ۔ ۲۵۵
تنبیہ ۲۵۵
نمازِ جمعہ کا بیان ۲۵۶
۱۰۲۔ بلا عذر نمازِ جمعہ ترک کرنا ۲۵۶

تنبیہ ۲۵۶
فائدہ ۲۵۷
۱۰۳۔ جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں جانا ۲۵۷
تنبیہ ۲۵۸
۱۰۴۔ وسط حلقہ میں بیٹھنا ۲۵۸
تنبیہ ۲۵۸
لباس کا بیان ۲۵۹
۱۰۵۔ کسی عاقل بالغ مذکر یا مخنث کا بلا عذر ریشمی لباس پہننا ۲۵۹
۱۰۶۔ کسی عاقل بالغ مرد کا سونے کا زیور یا انگوٹھی کے علاوہ چاندی کا زیور پہننا ۲۶۱
تنبیہ ۲۶۱
چند ضروری فوائد ۲۶۲
۱۰۷۔ مردوں کا عورتوں کی ایسی مشابہت اختیار کرنا جو عرفاً عورتوں کے ساتھ خاص سمجھی جاتی ہو ۲۶۲
تنبیہ ۲۶۳
خاتمہ ۲۶۴
۱۰۸۔ عورت کا ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے اس کا جسم جھلکتا ہو ۲۶۴
تنبیہ ۲۶۵
۱۰۹۔ تکبر کی وجہ سے تہبند، کپڑے یا آستین کو لمبا رکھنا ۲۶۵
۱۱۰۔ چال میں غرور و تکبر پیدا کرنا ۲۶۵
تنبیہ ۲۶۷
۱۱۱۔ بغیر کسی وجہ کے ڈاڑھی وغیرہ پر سیاہ رنگ کا خضاب کرنا ۲۶۷
تنبیہ ۲۶۷
استسقاء کا بیان ۲۶۸
۱۱۲۔ انسان کا بارش ہونے میں ستاروں کی تاثیر کا معتقد ہونا ۲۶۸
تنبیہ ۲۶۸
جنازوں کا بیان ۲۶۸
۱۱۳ تا ۱۱۸۔ رخسار نوچنا، گریبان چاک کرنا، نوحہ کرنا اور سننا، بال نوچنا اور واویلا مچانا ۲۶۸
تنبیہ ۲۷۱
۱۱۹-۱۲۰۔ مردے کی ہڈی توڑنا اور قبر پر بیٹھنا ۲۷۸
تنبیہ ۲۷۹
۱۲۱ تا ۱۲۳۔ عورتوں کا قبرستان جانا، جنازے کی مشایعت کرنا اور قبروں پر مسجد بنانا یا چراغ لگانا ۲۷۹
تنبیہ ۲۸۰
۱۲۴-۱۲۵۔ جھاڑ پھونک کرنا اور تعویذ گنڈے لٹکانا ۲۸۰
تنبیہ ۲۸۱
۱۲۶۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو ناگوار اور ناپسند سمجھنا ۲۸۱
تنبیہ ۲۸۲
زکوٰۃ کا بیان ۲۸۲
۱۲۷-۱۲۸۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا یا بغیر عذر شرعی کے اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا ۲۸۲
چند ضروری تنبیہات ۲۹۱
دوسری تنبیہ ۲۹۲
تیسری تنبیہ ۲۹۲
چوتھی تنبیہ ۲۹۴
پانچویں تنبیہ ۲۹۵
خاتمہ: جود و سخا کی تعریف اور اس کی اہمیت کا بیان ... ۲۹۷

۱۲۹۔قرض خواہ کا مقروض کے تنگدست ہونے کے باوجود اس سے واپسی کا تقاضا کرنا ۳۰۰
تنبیہ ۳۰۱
۱۳۰۔زکوٰۃ وصدقات کے مال میں خیانت کرنا ۳۰۲
تنبیہ ۳۰۳
۱۳۱۔ٹیکس وصولی، جس کا مقصد لوگوں کی حفاظت یا انہی کو لوٹانا نہ ہو ۳۰۳
ملحوظہ ۳۰۵
تنبیہ ۳۰۷
۱۳۲۔مالدار آدمی کا لالچ اور مال میں اضافے کے جذبے سے صدقے کا سوال کرنا ۳۰۸
تنبیہ ۳۱۰
۱۳۳۔مانگنے میں حد سے زیادہ اصرار کرنا ۳۱۱
تنبیہ ۳۱۲
خاتمہ ۳۱۳
۱۳۴۔انسان کا اپنے قریبی رشتہ دار کو اس کے سوال کے باوجود دینے سے انکار کرنا ۳۱۳
تنبیہ ۳۱۴
۱۳۵۔صدقہ کر کے احسان جتانا ۳۱۵
ملحوظہ ۳۱۶
تنبیہ وخاتمہ ۳۱۷
۱۳۶۔ضرورت سے زائد پانی لینے سے لوگوں کو روکنا جبکہ لوگوں کو اس کی ضرورت بھی ہو ۳۱۷
تنبیہ ۳۱۸
۱۳۷۔مخلوق کا احسان نہ ماننا جو کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کو مستلزم ہے ۳۱۸
تنبیہ ۳۱۸
۱۳۸-۱۳۹۔اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کرنا اور اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرنے والے کو کچھ نہ دینا ۳۱۹
تنبیہ ۳۲۰
خاتمہ: صدقہ کے فضائل واحکام واقسام کا بیان ۳۲۱
روزے کا بیان ۳۲۵
۱۴۰-۱۴۱۔رمضان کا کوئی روزہ چھوڑنا یا بلا عذر شرعی توڑنا ۳۲۵
تنبیہ ۳۲۶
۱۴۲۔روزہ چھوڑنے یا توڑنے کے بعد اس کی قضا کرنے میں بھی تاخیر کرنا ۳۲۶
۱۴۳۔عورت کا شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا ۳۲۷
تنبیہ ۳۲۷
۱۴۴۔عیدین اور ایام تشریق کے روزے ۳۲۷
تنبیہ ۳۲۸
خاتمہ: روزے سے متعلق صحیح اور حسن درجے کی احادیث کا بیان ۳۲۸
اعتکاف کا بیان ۳۳۱
۱۴۵-۱۴۷۔ ۳۳۱
حج کا بیان ۳۳۱
۱۴۸۔قدرت کے باوجود مرنے تک حج نہ کرنا ۳۳۱
تنبیہ ۳۳۲
۱۴۹۔حج یا عمرے میں حلال ہونے سے قبل ہی بیوی سے خلوت صحیحہ کر گذرنا ۳۳۲
۱۵۰۔مُحرِم کا خشکی کے جانور شکار کرنا ۳۳۲

تنبیہ ۳۴۳
۱۵۱۔ نفلی حج یا عمرے کے لیے عورت کا اپنے شوہر کی اجازت
کے بغیر احرام باندھنا ۳۴۳
۱۵۲۔ بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنا ۳۴۳
۱۵۳۔ حرم مکہ میں الحاد پھیلانا ۳۴۳
تنبیہ ۳۳۵
خاتمہ: حرم اور اہل حرم کے کچھ فضائل کا بیان ۳۳۷
۱۵۴ تا ۱۵۹۔ اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنا، ان کے ساتھ برا ارادہ
کرنا، اس میں کسی بدعت کو ایجاد کرنا، اس میں کسی بدعتی کو ٹھکانہ
دینا، وہاں کے درخت یا گھاس کاٹنا ۳۴۲
تنبیہ ۳۴۲
خاتمہ: فضائل مدینہ سے متعلق چند احادیث کا بیان ۳۴۲
قربانی کا بیان ۳۴۳
۱۶۰۔ قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنا ۳۴۳
تنبیہ ۳۴۳
۱۶۱۔ قربانی کی کھال بیچنا ۳۴۴
تنبیہ ۳۴۴
شکار اور ذبیحے کا بیان ۳۴۵
۱۶۲ تا ۱۶۶۔ جانور کا مثلہ کرنا، اس کے چہرے پر داغنا، اسے
باندھ کر اس پر نشانہ درست کرنا، کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد
کے لیے اسے قتل کرنا، اسے مارنے اور ذبح کرنے میں اچھا
سلوک نہ کرنا ۳۴۵
تنبیہ ۳۴۶
۱۶۷۔ غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کرنا ۳۴۷
۱۶۸۔ جانوروں کو سائبہ بنا دینا ۳۴۹
تنبیہ ۳۴۹
خاتمہ ۳۴۸
عقیقہ کا بیان ۳۵۰
۱۶۹۔ ''شہنشاہ'' نام رکھنا ۳۵۰
تنبیہ ۳۵۰
کھانے کا بیان ۳۵۰
۱۷۰۔ نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا ۳۵۰
ملحوظہ ۳۵۱
تنبیہ ۳۵۴
۱۷۱ تا ۱۷۳۔ بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور مردار وغیرہ کا
بغیر شدید مجبوری کے استعمال کرنا ۳۵۵
تنبیہ ۳۵۸
۱۷۴۔ جانور کو آگ میں جلانا ۳۵۸
تنبیہ ۳۵۹
۱۷۵ تا ۱۷۷۔ ناپاک، گندی اور نقصان دہ چیز استعمال کرنا ۳۵۹
فرع ۳۶۰
خاتمہ ۳۶۰
تجارت کا بیان ۳۶۱
۱۷۸۔ کسی آزاد آدمی کو غلام ظاہر کر کے بیچ ڈالنا ۳۶۱
تنبیہ ۳۶۱
۱۷۹ تا ۱۸۴۔ سود کھانا، سود کھلانا، اسے تحریر کرنا، گواہی دینا، اس
میں محنت کرنا اور اس پر تعاون کرنا ۳۶۱
تنبیہ ۳۷۲
۱۸۵۔ سود وغیرہ کے لیے حیلے بہانوں سے کام لینا ۳۷۲
تنبیہ ۳۷۲
تجارت کی ممنوعہ اقسام کا بیان ۳۷۳
۱۸۶۔ سانڈ کو روک لینا ۳۷۳

تنبیہ ۳۷۳
۱۸۷۔فاسد تجارتوں اور کمائی کے حرام طریقوں سے مال کھانا ۳۷۴
تنبیہ ۳۷۷
۱۸۸۔ذخیرہ اندوزی ۳۷۸
تنبیہ ۳۸۰
۱۸۹۔بیچنے میں والدہ اور اس کی اولاد کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا ۳۸۱
تنبیہ ۳۸۱
۱۹۰تا۱۹۶۔انگور اور کشمش وغیرہ ایسے آدمی کو فروخت کرنا جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ اس کی شراب بنائے گا، بے ریش لڑکا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جس کے متعلق پتہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ گناہ کرے گا، باندی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اس سے ''کمائی'' کروائے، لکڑی وغیرہ کو آلہ لہو ولعب بنانا، اہل حرب کے لیے اسلحہ بنانا، شراب اور بھنگ ایسے آدمی کو دینا جس کے متعلق پتہ ہو کہ وہ اسے ضرور پیئے گا ۳۸۲
۱۹۷تا۱۹۹۔نجش، دوسرے کی بیع پر بیع کرنا، اور دوسرے کی خریداری پر خریداری کرنا ۳۸۳
۲۰۰۔بیع میں دھوکہ دینا مثلاً جانور کے تھن باندھ کر اس کا دودھ زیادہ ہونے کا دھوکہ دینا ۳۸۴
تنبیہ ۳۸۶
۲۰۱۔جھوٹی قسم کھا کر سامان تجارت بیچنا ۳۹۰
تنبیہ ۳۹۱
۲۰۲۔تجارت میں مکروفریب ۳۹۲
تنبیہ ۳۹۲
۲۰۳۔ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا ۳۹۲
تنبیہ ۳۹۴
قرض کا بیان ۳۹۶
۲۰۴۔وہ قرض جو قرض خواہ کے لیے نفع کھینچ کر لائے ... ۳۹۶
کسی کو مفلس قرار دینے کا بیان ۳۹۶
۲۰۵-۲۰۶۔عدم ادائیگی کی نیت سے قرض لینا یا واپسی کی امید نہ ہونے کے باوجود قرض لینا ۳۹۶
تنبیہ ۳۹۹
۲۰۷۔مالدار آدمی کا قرض خواہ کے تقاضے کے باوجود بلاعذر ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا ۳۹۹
تنبیہ ۴۰۰
پابندی کا بیان ۴۰۰
۲۰۸۔یتیم کا مال ناحق کھانا ۴۰۰
تنبیہ ۴۰۳
خاتمہ: یتیم کی کفالت، اس پر شفقت اور بیواؤں کی خبر گیری کا بیان ۴۰۳
۲۰۹۔کسی حرام کام میں اپنا پیسہ خرچ کرنا ۴۰۵
صلح کا بیان ۴۰۶
۲۱۰۔پڑوسی کو ''خواہ وہ ذمی ہی ہو'' ایذاء پہنچانا ۴۰۶
تنبیہ ۴۱۰
۲۱۱۔تکبر کی وجہ سے ضرورت سے بڑھ کر عمارت تعمیر کرنا ۴۱۱
تنبیہ ۴۱۲
۲۱۴۔زمین کی حدود تبدیل کر دینا ۴۱۳
تنبیہ ۴۱۳
۲۱۳۔کسی نابینا آدمی کو غلط راستے پر لگا دینا ۴۱۳
تنبیہ ۴۱۳
۲۱۴تا۲۱۶۔بند راستے میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف

کرنا، سڑک پر کوئی ایسا کام کرنا جس سے راہگیروں کو دشواری ہو، اور مشترکہ دیوار میں دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر کوئی ایسا تصرف کرنا جو عرفاً قابل قبول نہ ہوتا ہو ۴۱۴

ضمان کا بیان ۴۱۴

۲۱۷۔ضامن کا ذمہ داری لینے کے بعد ادائیگی پر قدرت ہونے کے باوجود ادائیگی نہ کرنا ۴۱۴

شرکت اور وکالت کا بیان ۴۱۴

۲۱۸-۲۱۹۔ایک شریک کا دوسرے شریک سے یا وکیل کا اپنے موکل سے خیانت کرنا ۴۱۴

تنبیہ ۴۱۵

اقرار کا بیان ۴۱۵

۲۲۰۔ورثاء میں سے کسی کے لیے یا کسی اجنبی کے لیے قرض وغیرہ کا جھوٹا اقرار کرنا ۴۱۵

تنبیہ ۴۱۶

۲۲۱۔مریض کا اپنے اوپر واجب قرضوں وغیرہ کا اقرار نہ کرنا ۴۱۶

۲۲۲-۲۲۳۔جھوٹ بول کر کسی کے لیے نسب کا اقرار کرنا یا انکار کرنا ۴۱۶

تنبیہ ۴۱۶

عاریت کا بیان ۴۱۷

۲۲۴ تا ۲۲۶۔عاریۃً لی ہوئی چیز کو بے مقصد جگہ استعمال کرنا، مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو عاریۃً دے دینا، یا طے شدہ مدت کے بعد بھی اسے استعمال کرتے رہنا ۴۱۷

غصب کا بیان ۴۱۷

۲۲۷۔غصب یعنی کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کر لینا ۴۱۷

تنبیہ ۴۱۸

اجارہ کا بیان ۴۲۰

۲۲۸۔مزدور کی اجرت تاخیر سے دینا یا دینے سے انکار کر دینا ۴۲۰

تنبیہ ۴۲۰

بنجر زمین کو آباد کرنا ۴۲۰

۲۲۹۔عرفات یا مزدلفہ میں عمارت تعمیر کرنا ۴۲۰

۲۳۰۔لوگوں کو مباح چیزیں استعمال کرنے سے روکنا ۴۲۱

۲۳۱۔سڑک وغیرہ کا کچھ حصہ کرائے پر دے کر اس کی اجرت حاصل کرنا ۴۲۱

۲۳۲۔کسی مباح پانی پر قبضہ کر لینا اور مسافروں کو دینے سے انکار کرنا ۴۲۱

تنبیہ ۴۲۱

وقف کا بیان ۴۲۱

۲۳۳۔وقف کرنے والے کی شرائط کے خلاف کرنا ۴۲۱

گری پڑی چیز کا بیان ۴۲۲

۲۳۴-۲۳۵۔لقطہ میں شرائط تعریف مکمل ہونے سے پہلے تصرف کرنا اور مالک کا علم ہونے کے بعد بھی اس سے چھپانا ۴۲۲

گرے پڑے بچے کا بیان ۴۲۲

۲۳۶۔گرے پڑے بچے کو اٹھاتے ہوئے کسی کو گواہ نہ بنانا ۴۲۲

وصیت کا بیان ۴۲۲

۲۳۷۔وصیت میں نقصان پہنچانا ۴۲۲

تتمہ ۴۲۳

امانت کا بیان ۴۲۴

۲۳۸ تا ۲۴۰۔امانت، گروی یا کرائے پر لی ہوئی چیزوں میں خیانت کرنا ۴۲۴

تنبیہ ۴۲۸
نکاح کا بیان ۴۲۸
۲۴۱۔نکاح نہ کرنا ۴۲۸
۲۴۲ تا ۲۴۴۔ فتنے کے اندیشے کے باوجود کسی اجنبیہ عورت کو دیکھنا، یا چھونا، یا محرم کے بغیر اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا، اس طرح عورت کا مرد کو دیکھنا وغیرہ............ ۴۲۹
تنبیہ ۴۳۰
۲۴۵ تا ۲۴۷۔ مذکورہ تینوں کام شہوت اور فتنے کی موجودگی میں بے ریش خوبصورت لڑکے سے کرنا............ ۴۳۰
۲۴۸-۲۴۹۔غیبت کرنا یا اس پر خاموش رہنا............ ۴۳۲
چند ضروری تنبیہات ۴۴۲
دوسری تنبیہ ۴۴۵
تیسری تنبیہ ۴۴۸
چوتھی تنبیہ ۴۴۹
پانچویں تنبیہ ۴۵۰
چھٹی تنبیہ ۴۵۲
ساتویں تنبیہ ۴۵۳
آٹھویں تنبیہ ۴۵۴
نویں تنبیہ ۴۵۶
۲۵۰۔ناپسندیدہ القاب سے کسی کو پکارنا............ ۴۵۷
تنبیہ ۴۵۷
۲۵۱۔کسی مسلمان کا تمسخر اور مذاق اڑانا............ ۴۵۷
تنبیہ ۴۵۸
۲۵۲۔چغل خوری ۴۵۸
ملحوظہ ۴۵۹
چند ضروری تنبیہات ۴۶۱
دوسری تنبیہ ۴۶۱
تیسری تنبیہ ۴۶۲
۲۵۳۔دو غلے آدمی کا کلام ۴۶۳
تنبیہ ۴۶۴
۲۵۴۔بہتان باندھنا............ ۴۶۵
تنبیہ ۴۶۵
۲۵۵۔ولی کا اپنی زیر سرپرستی لڑکی کو نکاح کرنے سے روکنا ۴۶۵
۲۵۶۔کسی کے پیغام نکاح پر اپنی طرف سے پیغام نکاح بھیجنا............ ۴۶۶
۲۵۷-۲۵۸۔شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانا............ ۴۶۶
تنبیہ............ ۴۶۶
۲۵۹۔کسی شخص کا اپنے نسبی، رضاعی یا سسرالی محرمات میں سے کسی سے عقد نکاح کر لینا ۴۶۷
۲۶۰ تا ۲۶۲۔ طلاق دینے والے کا حلالہ پر راضی ہونا، مطلقہ عورت کا اس کی اطاعت کرنا اور دوسرے شوہر کا اس پر راضی ہونا............ ۴۶۷
تنبیہ ۴۶۸
۲۶۳-۲۶۴۔مرد کا عورت کے ساتھ اور عورت کا مرد کے ساتھ پوشیدگی کے واقعات لوگوں کے سامنے بیان کرنا ۴۶۹
تنبیہ............ ۴۶۹
۲۶۵۔بیوی یا باندی کی پچھلی شرمگاہ میں ہم بستری کرنا .. ۴۷۰
تنبیہ ۴۷۰
۲۶۶۔کسی اجنبی مرد یا عورت کی موجودگی میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا ۴۷۰

مہر کا بیان ۴۷۱
۲۶۷۔ کسی عورت سے شادی کرتے وقت مہر ادا نہ کرنے کا عزم رکھنا ۴۷۱
تنبیہ ۴۷۱
ولیمہ کا بیان ۴۷۲
۲۶۸۔ کسی ذی روح کی تصویر کشی کرنا ۴۷۲
تنبیہ ۴۷۴
۲۶۹ تا ۲۷۳۔ کسی کے یہاں بلا اجازت کھانا کھانے کے لیے پہنچ جانا، مہمان کا پیٹ بھر جانے کے باوجود بھی کھاتے رہنا، خود اپنے مال میں سے انسان کا ہر وقت کھاتے رہنا جبکہ معلوم بھی ہو کہ اس کا نقصان ہی نقصان ہے، اور کھانے پینے کی چیزوں میں حد سے زیادہ وسعت رکھنا ۴۷۵
تنبیہ ۴۷۷
خاتمہ ۴۷۸
عورتوں کے ساتھ رہن سہن کا بیان ۴۸۱
۲۷۳۔ ظلماً ایک بیوی کو دوسری بیوی پر ترجیح دینا ۴۸۱
تنبیہ ۴۸۲
۲۷۴-۲۷۵۔ شوہر کا بیوی کے کسی حق کو اور بیوی کا شوہر کے کسی حق کو ادا نہ کرنا ۴۸۲
تنبیہ ۴۸۷
۲۷۶-۲۷۸۔ کسی شرعی وجہ کے بغیر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع کلامی اور آمنا سامنا ہونے پر اعراض کرنا اور دلوں میں تغیر پیدا کر لینا ۴۸۷
تنبیہ ۴۹۰
۲۷۹۔ عورت کا اپنے گھر سے معطر ہو کر نکلنا ۴۹۰
تنبیہ ۴۹۱
۲۸۰۔ عورت کا اپنے خاوند کی نافرمان ہو کر اس کی اجازت اور شرعی ضرورت کے بغیر اس کے گھر سے چلی جانا ۴۹۱
تنبیہ ۴۹۸
طلاق کا بیان ۴۹۸
۲۸۱۔ عورت کا اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا ۴۹۸
تنبیہ ۴۹۸
۲۸۲-۲۸۳۔ اپنے گھر میں بے حیائی کو برداشت کرنا اور مردوں اور عورتوں کو جمع کرنا ۴۹۹
تنبیہ ۴۹۹
۲۸۴۔ عورت سے رجوع کرنے سے پہلے ہم بستری کرنا ۵۰۰
ایلاء کا بیان ۵۰۰
۲۸۵۔ بیوی سے ایلاء کر لینا کہ چار مہینے سے زیادہ مدت کیلئے اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالے ۵۰۰
ظہار کا بیان ۵۰۱
۲۸۶۔ بیوی سے ظہار کر لینا ۵۰۱
لعان کا بیان ۵۰۱
۲۸۷-۲۸۸۔ کسی پاکدامن مرد یا عورت پر زنا یا لواطت کی تہمت لگانا اور اس پر خاموش رہنا ۵۰۱
ملحوظہ ۵۰۵
تنبیہ ۵۰۶
۲۸۹ تا ۲۹۱۔ کسی مسلمان کو گالی دینا، اس کی عزت پر حملہ کرنا، اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بننا اور کسی مسلمان پر لعنت کرنا ۵۰۷
تنبیہ ۵۱۰
۲۹۲-۲۹۳۔ انسان کا اپنے نسب سے بیزار ہونا اور اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا ۵۱۳

تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۳
۲۹۴۔ثابت شدہ نسب پر کسی کو طعنہ دینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
۲۹۵۔بدکاری وغیرہ کے ذریعے عورت کا کسی قوم میں
ایسے آدمی کو شامل کرنا جو ان میں سے نہ ہو ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
عدت کا بیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
۲۹۶۔عدت کے اختتام میں خیانت کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
۲۹۷۔عدت گزارنے والی عورت کا اپنی رہائش گاہ سے
کسی شرعی عذر کے بغیر نکلنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
۲۹۸۔جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس کا دوران
عدت سوگ نہ منانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۴
۲۹۹۔استبراءِ رحم سے پہلے باندی سے ہم بستری کرنا ۔۔۔۔۔ ۵۱۵
نفقات کا بیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۵
۳۰۰۔کسی شرعی وجہ کے بغیر بیوی کو نفقہ یا لباس نہ دینا ۔۔۔۔ ۵۱۵
۳۰۱۔اپنے اہل وعیال کو ضائع کر دینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۵
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۵
اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب پر مشتمل احادیث
کا بیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۵
۳۰۲۔والدین یا ان میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرنا ۔۔۔ ۵۱۷
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۱۷
فتاویٰ بلقینی کی اس عبارت پر مصنف کا تبصرہ ۔۔۔۔۔ ۵۲۸
والدین کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل کا بیان ۔۔۔۔۔ ۵۲۸
۳۰۳۔قطع رحمی ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۳۱
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۳۲
صلہ رحمی کی تاکید پر مشتمل احادیث کا بیان ۔۔۔۔۔ ۵۳۶
۳۰۴۔انسان کا اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا آقا
قرار دینا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۳۹
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۰
۳۰۵۔غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۰
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۰
۳۰۶۔غلام کا اپنے آقا کے یہاں سے بھاگ جانا ۔۔۔۔۔ ۵۴۰
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۱
۳۰۷۔کسی آزاد سے خدمت لینا اور اسے غلام بنا لینا ۔۔۔۔۔ ۵۴۱
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۱
۳۰۸ تا ۳۱۲۔غلام کا اپنے آقا کی خدمت سے انکار کرنا، آقا کا
اپنے غلام کی ضروریات پوری نہ کرنا، اسے کسی ایسے کام کا مکلّف
بنانا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، اسے ہمیشہ مارتے رہنا، اسے
خصی کر کے سزا دینا چاہے وہ چھوٹا ہی ہو یا بلا عذر شرعی کسی جانور
کو خصی کرنا اور جانوروں کو آپس میں لڑانا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۱
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۵
جنایات کا بیان ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۷
۳۱۳۔کسی مسلمان یا ذمی کو بلا وجہ قتل کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۴۷
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۵۷
۳۱۴۔خودکشی کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۵۸
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۶۰
۳۱۵-۳۱۶۔قتل یا مقدمات قتل میں قاتل کی مدد کرنا اور
اسے روکنے کی قدرت کے باوجود نہ روکنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۶۱
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۶۱
۳۱۷۔کسی مسلمان یا ذمی کو شرعی جواز کے بغیر مارنا ۔۔۔۔۔ ۵۶۲
تنبیہ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۶۲
۳۱۸-۳۱۹۔کسی مسلمان کو ڈرانا اور اسلحہ وغیرہ کے ذریعے
اس کی طرف اشارہ کرنا ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ ۵۶۳

تنبیہ ۵۶۴

۳۲۰ تا ۳۲۳۔ جادو جس میں کفریہ کلمات نہ ہوں، اسے سیکھنا، سکھانا اور اس کا علم تلاش کرنا ۵۶۴

سحر کی کئی قسمیں ہیں ۵۶۷

تنبیہ ۵۷۳

۳۲۴ تا ۳۳۵۔ کہانت، عرافت، بدشگونی، جادو کیلئے کنکری پھینکنا، ستاروں کو موثر سمجھنا، پرندے سے فال لینا، کسی کاہن کے پاس جانا، کسی عراف، کنکری پھینکنے والے، نجومی، بدشگونی اور فال نکالنے والے کے پاس جانا ۵۷۹

تنبیہ ۵۸۰

باغیوں کا بیان ۵۸۱

۳۳۶۔ حکمران وقت کے خلاف بغیر کسی معقول وجہ کے بغاوت کرنا ۵۸۱

تنبیہ ۵۸۲

۳۳۷۔ دنیوی مقاصد پورے نہ ہونے کی وجہ سے حکمران کی بیعت توڑ دینا ۵۸۲

تنبیہ ۵۸۳

امامت عظمیٰ کا بیان ۵۸۳

۳۳۸ تا ۳۴۰۔ اپنے متعلق خیانت کا یقین ہونے کے باوجود حکمرانی قبول کرنا، اس کا عزم کرنا، اس کی درخواست کرنا، اور اس کے لیے اپنا مال خرچ کرنا ۵۸۳

تنبیہ ۵۸۶

۳۴۱۔ کسی ظالم یا فاسق کو مسلمانوں کے معاملات میں کوئی عہدہ سونپ دینا ۵۸۶

تنبیہ ۵۸۶

۳۴۲۔ کسی نیک آدمی کو معزول کر کے اس کی جگہ کسی ایسے آدمی کو مقرر کر دینا جو نیکی اور درجے میں اس سے کم تر ہو. ۵۸۶

۳۴۳ تا ۳۴۵۔ امام، امیر یا قاضی کا ظلم کرنا، اپنی رعایا کو دھوکہ دینا، اور ان کی اہم ترین ضروریات پوری کرنے کی بجائے ان سے الگ تھلگ رہنا ۵۸۶

تنبیہ ۵۹۰

۳۴۶ تا ۳۵۰۔ سلاطین، امراء اور قاضیوں کا کسی مسلمان یا ذمی وغیرہ پر ظلم کرنا، مظلوم کو مدد پر قدرت کے باوجود تنہا چھوڑ دینا، ظالموں کے یہاں آمد و رفت رکھنا، ان کے ظلم پر راضی ہونا اور ان سے تعاون کرنا اور باطل میں ان کے لیے کوشش کرنا . ۵۹۰

تنبیہ ۵۹۶

۳۵۱۔ کسی فساد کا ارتکاب کرنے والے کو ٹھکانہ دینا ۶۰۲

ارتداد کا بیان ۶۰۲

۳۵۲-۳۵۳۔ کسی مسلمان کو برا بھلا کہتے ہوئے اسے کافر یا اللہ کا دشمن کہنا ۶۰۲

تنبیہ ۶۰۲

شرعی سزاؤں کا بیان ۶۰۳

۳۵۴۔ حدود اللہ میں سفارش کرنا ۶۰۳

تنبیہ ۶۰۳

۳۵۵۔ کسی مسلمان کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرنے کے لیے عیوب کی جستجو کرنا ۶۰۳

تنبیہ ۶۰۴

۳۵۶۔ جلوت میں نیک لوگوں کا طور طریقہ ظاہر کرنا اور خلوت میں حرمتوں کو پامال کرنا ۶۰۵

تنبیہ ۶۰۶

۳۵۷۔ کسی حد شرعی کو قائم کرنے میں چشم پوشی سے کام لینا ۶۰۶

تنبیہ ۶۰۷

۳۵۸۔زنا، اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے ... ۶۰۷
تنبیہ ... ۶۱۸
خاتمہ: شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق احادیث کا بیان . ۶۱۹
۳۵۹ تا ۳۶۱۔لواطت، جانور کے ساتھ بدفعلی، اجنبیہ عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آنا ... ۶۲۱
تنبیہ ... ۶۲۳
دوسری تنبیہ ... ۶۲۶
۳۶۲۔عورت کا عورت سے اپنی خواہش پوری کرنا ... ۶۲۷
۳۶۳ تا ۳۶۸۔مشترکہ باندی سے کسی ایک شریک کا ہم بستری کرنا، شوہر کا اپنی مردہ بیوی سے ہم بستری کرنا، بغیر گواہوں اور بغیر ولی کے نکاح میں یا نکاح متعہ میں، یا نوکری پر رکھی گئی عورت سے ہم بستری کرنا اور کسی عورت کو کسی زانی کے لیے روک کر رکھنا ... ۶۲۷
۳۶۹۔چوری کرنا ... ۶۲۸
تنبیہ ... ۶۲۹
فائدہ ... ۶۲۹
۳۷۰۔ڈاکہ زنی یعنی راستے میں خوف وہراس پھیلانا خواہ قتل یا مال چھیننے کی نوبت نہ آئے ... ۶۳۰
تنبیہ ... ۶۳۳
۳۷۱ تا ۳۸۲۔شراب یا اس کے علاوہ کوئی اور نشہ آور مشروب پینا خواہ ایک قطرہ ہی ہو، ان میں سے کسی ایک کو کشید کرنا یا کشید کروانا، اسے اٹھانا اور اٹھوانا، پینا اور پلانے کا مطالبہ کرنا، بیچنا اور خریدنا یا ان میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا، اس کی قیمت کھانا اور ان میں سے کسی ایک کو روک کر رکھنا، یہی صورتیں شراب کے علاوہ دوسرے نشہ آور مشروبات میں بھی ہیں ... ۶۳۳
تنبیہ ... ۶۴۴
خاتمہ ... ۶۴۶
حملہ کرنے کا بیان ... ۶۴۹
۳۸۳ تا ۳۸۶۔کسی معصوم پر قتل، مال چھیننے، عزت پامال کرنے یا اسے ڈرانے کے ارادے سے حملہ کرنا ... ۶۴۹
تنبیہ ... ۶۵۰
۳۸۷۔کسی کے گھر میں بلا اجازت کسی سوراخ سے جھانک کر دیکھنا ... ۶۵۱
تنبیہ ... ۶۵۲
۳۸۸۔کسی ایسی قوم کی باتیں کان لگا کر سننا جو اس کے مطلع ہونے کو ناپسند کرتے ہوں ... ۶۵۲
تنبیہ ... ۶۵۲
۳۸۹۔مرد یا عورت کا بلوغت کے بعد تک بھی ختنہ نہ کروانا ۶۵۳
جہاد کا بیان ... ۶۵۳
۳۹۰ تا ۳۹۲۔فرضِ عین ہونے کے باوجود جہاد نہ کرنا، سرے سے جہاد ہی کو ترک کر دینا اور سرحدوں کی حفاظت نہ کرنا ۶۵۳
تنبیہ ... ۶۵۵
۳۹۳ تا ۳۹۵۔قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا اور قول وفعل میں تضاد ... ۶۵۵
تنبیہ ... ۶۵۹
فائدہ ... ۶۶۳
۳۹۶۔سلام کا جواب نہ دینا ... ۶۶۵
۳۹۷۔انسان کا فخر یا احساس عظمت میں مبتلا ہو کر اس بات کی خواہش رکھنا کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں ... ۶۶۵
تنبیہ ... ۶۶۵
۳۹۸۔میدان جنگ سے پشت پھیر کر بزدلی سے بھاگ جانا ۶۶۶
تنبیہ ... ۶۶۷

۳۹۹۔طاعون سے گھبرا کر بھاگنا ۶۶۷
تنبیہ ۶۷۰
۴۰۰-۴۰۱۔مال غنیمت میں خیانت کرنا اور اسے چھپانا ۶۷۲
تنبیہ ۶۷۵
امان کا بیان........................ ۶۷۵
۴۰۲ تا ۴۰۴۔امان، ذمہ یا عہد رکھنے والے کو قتل کرنا، دھوکہ
دینا یا ظلم کرنا ۶۷۵
تنبیہ ۶۷۶
۴۰۵۔مسلمانوں کی کوئی خفیہ بات کسی دشمن کو پہنچانا..... ۶۷۷
گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلے کا بیان ۶۷۷
۴۰۶ تا ۴۰۸۔گھوڑے وغیرہ تکبر کے لیے یا گھڑ دوڑ میں جوئے
بازی کے لیے رکھنا، اسی مقصد کے لیے تیر اندازی کرنا، اور سیکھنے
کے بعد تیر اندازی بھلا دینا ۶۷۷
تنبیہ ۶۷۸
قسم کا بیان........................ ۶۷۹
۴۰۹ تا ۴۱۱۔یمین غموس، جھوٹی قسم کھانا اور بکثرت قسمیں کھانا
اگر چہ وہ سچا ہی ہو........................ ۶۷۹
تنبیہ ۶۸۱
۴۱۲ تا ۴۱۴۔امانت کی قسم اٹھانا یا کسی بت وغیرہ کی قسم اٹھانا، یا
لا پرواہی سے یوں کہہ دینا کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں
کافر ہوں گا........................ ۶۸۲
۴۱۵۔اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر جھوٹی قسم کھانا..... ۶۸۳
منت کا بیان........................ ۶۸۳
۴۱۶۔منت کو پورا نہ کرنا ۶۸۳
قضاء کا بیان ۶۸۴
۴۱۷ تا ۴۲۱۔جس شخص کو اپنے متعلق ظلم یا خیانت کا یقین ہو،
اس کا قاضی بننا، اسے قاضی بنایا جانا، اس کا عہدۂ قضا
کی درخواست کرنا اور جہالت یا ظلم کے ساتھ فیصلہ کرنا . ۶۸۴
تنبیہ ۶۸۶
۴۲۲۔باطل پر قائم آدمی کی اعانت اور مدد کرنا ۶۸۷
تنبیہ ۶۸۷
۴۲۳۔قاضی وغیرہ کا لوگوں کو خوش کر کے اللہ کو ناراض کرنا ۶۸۷
تنبیہ ۶۸۸
۴۲۴ تا ۴۲۸۔رشوت لینا اور دینا، راشی اور مرتشی کے درمیان
معاملہ طے کروانا، فیصلہ کروانے کے لیے مال لینا اور دینا جبکہ
اس پر قضاء متعین ہو اور نہ ہی مال خرچ کرنا اس پر لازم ہو ۶۸۸
تنبیہ ۶۸۹
۴۲۹۔اپنی سفارش کی وجہ سے ملنے والا ہدیہ قبول کرنا...... ۶۹۱
تنبیہ ۶۹۱
۴۳۰ تا ۴۳۴۔ باطل پر یا لاعلمی پر جھگڑا کرنا جیسے قاضی کے
وکلاء، یا حق کا مطالبہ کرنا لیکن فریق مخالف کو تنگ کرنے کے
لیے اس میں غلط بیانی یا جھوٹ کا سہارا لینا، اس پر تسلط اور محض
عناداً جھگڑا کرنا، تا کہ فریق مخالف پر غلبہ حاصل کر لے، اسے
توڑنا اور قابل مذمت جھگڑا کرنا ۶۹۱
تنبیہ ۶۹۲
فائدہ ۶۹۳
تقسیم کا بیان ۶۹۴
۴۳۵، ۴۳۶۔تقسیم کنندہ کا تقسیم میں اور قیمت لگانے والے
کا قیمت لگانے میں ظلم کرنا ۶۹۴
تنبیہ ۶۹۴
گواہی کا بیان ۶۹۵
۴۳۷-۴۳۸۔جھوٹی گواہی دینا اور اسے قبول کر لینا ۶۹۵

تنبیہ ۶۹۵
۴۳۹۔ بلا عذر گواہی چھپانا ۶۹۶
تنبیہ ۶۹۶
۴۴۰۔ جھوٹ، جس میں حد شرعی یا ضرر ہو ۶۹۷
تنبیہ ۶۹۹
۴۴۱۔ شرابیوں اور دیگر فاسق لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنا . ۷۰۱
۴۴۲۔ فاسق قراء اور فقہاء کی ہم نشینی اختیار کرنا ۷۰۱
۴۴۳۔ جوئے بازی خواہ مستقل طور پر ہو یا کسی مکروہ یا
حرام کھیل کے ساتھ ملی ہوئی ہو ۷۰۲
تنبیہ ۷۰۳
۴۴۴۔ نردشیر (بارہ ٹانی) سے کھیلنا ۷۰۳
تنبیہ ۷۰۳
۴۴۵۔ شطرنج کھیلنا ۷۰۵
۴۴۶ تا ۴۵۱۔ ستار بجانا اور اسے سننا، بانسری بجانا اور اسے
سننا، ساز بجانا اور اسے سننا ۷۰۸
تنبیہ ۷۰۸
دوسری تنبیہ ۷۱۱
۴۵۲ تا ۴۵۵۔ اشعار میں کسی لڑکے یا عورت کے ساتھ اپنے
عشق کے احوال بیان کرنا، اگر چہ وہ لڑکا غیر معین ہو، عورت
معین ہو، اس میں کوئی فحش بات بھی نہ ہو، یا عورت مبہم ہو اور
اس میں فحش باتیں کی گئی ہوں اور ان اشعار کو پڑھنا ۷۱۶
۴۵۶ تا ۴۵۹۔ وہ شعر جو کسی مسلمان کی ہجو پر مشتمل ہو، گو کہ
سچا ہی ہو، یا بیہودگی یا واضح جھوٹ پر مشتمل ہو اور ایسے اشعار
کو پھیلانا ۷۱۸
۴۶۰ تا ۴۶۱۔ اشعار میں خلاف معمول مبالغہ آرائی سے
کام لینا اور زیادہ تر وقت اسی میں صرف کر کے اسے کمائی
کا ذریعہ بنا لینا ۷۲۱
۴۶۲۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا جس کی وجہ سے اس کے
گناہ نیکیوں پر غالب آجائیں ۷۲۲
۴۶۳۔ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کرنا ۷۲۴
دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق کسی انسان کے حق سے ہو . ۷۳۲
۴۶۴-۴۶۵۔ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہ سے بغض رکھنا یا کسی
ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا ۷۴۳
تنبیہ ۷۴۴
دعویٰ کا بیان ۷۵۱
۴۶۶۔ انسان کا دوسرے کے خلاف ایسی چیز کے متعلق
دعویٰ کرنا جس کے متعلق وہ جانتا ہو کہ وہ اس کی نہیں ہے ۷۵۱
آزادی کا بیان ۷۵۱
۴۶۷۔ کسی آزاد آدمی کو بغیر کسی شرعی وجہ کے اپنا خادم
بنائے رکھنا ۷۵۱
خاتمہ: چار چیزوں کے بیان میں ۷۵۲
امر اول: توبہ کے فضائل اور اس کے متعلقات کا بیان ... ۷۵۲
ملحوظہ ۷۵۴
تتمہ ۷۵۵
امر ثانی: حشر ونشر، حساب وشفاعت اور پل صراط وغیرہ کا بیان،
اس میں چند فصلیں ہیں ۷۵۷
فصل اول، حشر وغیرہ کا بیان ۷۵۷
فصل ثانی: حساب کتاب کا بیان ۷۶۰
فصل ثالث: حوض کوثر، میزان عمل اور پل صراط کا بیان . ۷۶۵
فصل رابع: شفاعت کی اجازت کا بیان ۷۶۸
امر ثالث: جہنم اور اس کے متعلقات کا بیان ۷۷۰
امر رابع: جنت، اس کی نعمتوں اور متعلقات کا بیان ۷۷۶

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حدیثِ نفس

ہر قسم کی حمد وثنا کا مستحق وہ معبودِ حقیقی ہے جس نے مجھ حقیر سمیت کائنات کے ذرے ذرے کو وجود بخشا

اور

صلوٰۃ وسلام اس ذات والا صفات کا تحفہ ہے جن کی امت میں مجھ جیسے گنہگار بھی امیدوارِ شفاعت ہیں۔

امّابعد!

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو پیدا کیا تاکہ اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی جائے، نیکیوں کو پیدا کیا تاکہ ان کے ذریعے اللہ کا قرب حاصل کیا جائے، گناہوں کو پیدا کیا تاکہ ان سے بچا جا سکے، حدود کو مقرر کیا تاکہ ان کی پاسداری کی جائے، کچھ چیزوں کو حلال کیا تاکہ لوگ دنیا کی نعمتوں سے فائدہ اٹھا سکیں، کچھ چیزوں کو حرام کیا تاکہ فرمانبردار اور نافرمانوں میں امتیاز ہو سکے، جنت کو تیار کیا اور اس کی چوڑائی زمین و آسمان کے برابر رکھی تاکہ فرمانبرداروں کو انعام دیا جائے، اور جہنم کو بھڑکایا تاکہ نافرمانوں کو ان کی نافرمانی کی پوری پوری سزا دی جائے، اور توبہ کا دروازہ کھول دیا تاکہ اپنی بارگاہ میں آنے سے کسی کو محروم نہ کیا جائے، اور یہ بھی اسی خدا کی قدرت ہے کہ اس نے ایک گنہگار بندے کے قلم سے ان گناہوں کا تذکرہ کروا دیا جنہیں وہ اپنے بندوں کے حق میں اچھا نہیں سمجھتا اور وہ چاہتا ہے کہ اس کے بندے ان گناہوں سے اجتناب کریں، دراصل یہ اس گنہگار بندے پر اتمامِ حجت ہے کہ نہ صرف یہ کہ تجھے ان باتوں کا علم ہو گیا بلکہ تو نے اپنے قلم سے انہیں لکھا، اپنی آنکھوں سے دیکھا اور قرآن کریم اور نبی علیہ السلام کے فرامین اس حوالے سے تیرے سامنے نکھر کر آ گئے، اور یکجا جمع ہو گئے، اگر تو اب بھی باز نہ آیا تو تیرا کون سا عذر قابل قبول ہو سکتا ہے؟ تیری کون سی حجت تیرا سہارا بن سکتی ہے؟ اور تو کس دلیل کی بنیاد پر اپنے رب سے معافی کی امید اور توقع رکھتا ہے؟

اس کتاب کو پیش کرتے ہوئے اس گنہگار بندے کو ''جو اپنے گناہوں پر اپنے اس مالک کی ستاری سے اپنے آپ کو پردے میں رکھنا چاہتا ہے جس کا ایک نام ہی ستار ہے'' یہ احساس ستا رہا ہے کہ کاش! اس اس موضوع کو نہ چھیڑا ہوتا، کاش! ان گناہوں کا علم حاصل نہ کیا ہوتا، کاش ان یکجا آیاتِ قرآنیہ اور احادیث مبارکہ کا ترجمہ نہ کیا ہوتا تو ناواقفیت اور جہالت کی وجہ سے ایک موہوم سی امید برقرار رہتی اور پروردگار کے سامنے عذر پیش کرنے کا موقع رہتا، لیکن اب جب کہ یہ کتاب پیش کرنے کا موقع آیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے دل میں یہ بات ڈالی ہے کہ اگرچہ تو اپنے گناہوں کی وجہ سے اس بات کا حقدار نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ سے کسی چھوٹی سی توقعات وابستہ کرے، لیکن تجھے اس بات کی بھی اجازت نہیں ہے کہ تو اللہ کی رحمت اور دستگیری سے مایوس

ہو جائے، کیا تو نہیں جانتا کہ تیرا ایک رب ہے جو گناہوں کو معاف کرتا ہے؟ کیا تجھے معلوم نہیں کہ اس ستار کا ''جس نے تیری پردہ پوشی کی'' ایک نام ''غفار'' بھی ہے؟ کیا تجھے اس بات کا یقین نہیں ہے کہ وہ معاف کرنے کو بہت پسند کرتا ہے؟ کیا تجھے اس بات کا علم نہیں ہے کہ وہ تیرے جیسے کروڑوں گنہگاروں کو ''جو سر سے لے کر پاؤں تک گناہوں کی دلدل میں ڈوبے ہوئے ہیں اور ان کی ہر صبح نئے گناہ کے ساتھ طلوع ہوتی ہے'' ایک لمحے میں معاف کر سکتا ہے اور اسے کوئی پرواہ نہ ہوگی؟

دل میں القاء کی گئی ان تمام باتوں پر اس گنہگار بندے کے جسم کا ایک ایک عضو اور جوڑ جوڑ پکار پکار کر یہی کہہ رہا ہے کیوں نہیں پروردگار! کیوں نہیں پروردگار! تو ان تمام چیزوں پر بھی قادر ہے اور ہر اس چیز پر بھی قدرت رکھتا ہے جو ہماری ناقص اور محدود عقل میں آتی ہے اور ہر اس چیز پر بھی قدرت رکھتا ہے جس تک رسائی ہماری محدود عقلوں کو حاصل نہیں ہے، اور اب اس گنہگار کو اس بات پر شرح صدر ہو گیا ہے کہ چونکہ پروردگار عالم کا ہر کام حکمت سے بھرپور ہوتا ہے لہٰذا یقیناً اس میں بھی اس گنہگار کے لئے بیشمار حکمتیں رکھی گئی ہوں گی، اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوا ہے کہ اللہ نے اپنے دین کا کام کسی گنہکار سے بھی لے لیا سو یہ عاجز و ناکارہ بارگاہِ خداوندی میں یہ دعا کرتا ہے کہ پروردگار! میرے گناہ بہت زیادہ اور تیری رحمت اس سے زیادہ وسیع ہے، میرے لئے گناہوں سے بچنا ناممکن ہے لیکن تیرے لئے کوئی کام بھی ناممکن نہیں ہے، مجھ میں نیکی کرنے کی طاقت نہیں ہے اور تو ہی اپنے بندوں کو ہمت اور طاقت عطا کرتا ہے، پروردگار! ان تمام گناہوں سے حفاظت فرما جن کا اس کتاب میں تذکرہ آیا ہے، اور ان تمام گناہوں سے بھی جن کے تذکرے سے یہ کتاب خالی ہے لیکن وہ تیری ناراضگی کا سبب بنتے ہیں، پروردگار! کسی گناہ کی حالت میں موت آنے سے حفاظت فرما، اور اے پروردگار! مرتے دم ایمان اور کلمہ سے محروم نہ فرمانا، دم واپسیں یہ مبارک اور پاکیزہ کلمہ زبان پر جاری فرمانا

''لا الہ الا اللّٰہ، محمد رسول اللّٰہ''

اس کتاب کو قارئین کے مطالعے کے لئے پیش کرنے کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ ان گناہوں سے آگاہی حاصل ہو جائے جنہیں قرآن و سنت میں کبیرہ گناہوں کی فہرست میں شمار کیا گیا ہے، جو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ناراضگی کا سبب بنتے ہیں اور جن کے ارتکاب کی وجہ سے انسان جنت سے دور اور جہنم کے قریب تر ہو جاتا ہے، تاکہ ناواقفیت میں ان گناہوں میں سے کسی گناہ کا ارتکاب نہ ہو جائے اور جو وعیدیں احادیث مبارکہ میں ذکر کی گئی ہیں، انسان ان کا مورد نہ بن جائے، کیونکہ علم ہی جہالت کا علاج ہے، اس ناکارہ نے بہت سے لوگوں کو ناواقفت میں ایسے گناہوں کا مرتکب پایا ہے جو ان کی نگاہوں میں مکھی کے پر کے برابر بھی حیثیت نہیں رکھتے لیکن اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے انہیں حرام قرار دیا ہے، یہ ناکارہ ان لوگوں کا تذکرہ نہیں کر رہا جو دیدہ و دانستہ کسی گناہ کا ارتکاب کرتے ہوں، اس لئے کہ ان لوگوں کی تعداد روز بروز بڑھتی جا رہی ہے، ان سطور کی تحریر کے دوران ایک صاحب نے آکر یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص اپنی خالہ زاد بہن سے شادی کرنے کے بعد اپنی خالہ ہی کے ساتھ ''گناہ'' میں ملوث ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ سائل کا یہ سوال سن کر اس ناکارہ نے سوچا کہ کیا اب لوگوں کی جرأت یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ وہ اپنی خالہ کے ساتھ بھی ایسی گھٹیا حرکت کر سکتے ہیں؟ جبکہ نبی ﷺ کے فرامین میں خالہ کو ماں کے درجے

میں رکھا گیا ہے، یقیناً یہ گناہ اکبر الکبائر میں سے ہے، اللہ تعالیٰ اپنی پناہ میں رکھے۔

کبیرہ گناہوں کے حوالے سے جتنی کتابیں بھی لکھی گئی ہیں، ان میں سب سے زیادہ مفصل اور جامع کتاب ''الزواجر عن اقتراف الکبائر'' ہے، جس کے مصنف علامہ ابن حجر مکیؒ ہیں، اور جس کا ترجمہ اس وقت قارئین کے ہاتھوں میں ہے، اس کتاب میں علامہ ابن حجر مکیؒ نے ۴۶۷ گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے، اور ہر ایک گناہ پر قرآن وحدیث، اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اور اقوالِ تابعین کی روشنی میں مفصل کلام فرمایا ہے، اس کتاب میں ان کا اسلوب یہ ہے کہ ابتداء میں انہوں نے کبیرہ گناہ کی تعریف پر تفصیلی کلام کیا ہے، اور ان تمام تعریفات کو جمع کر دیا ہے جو مختلف علماء نے اس حوالے سے بیان فرمائی ہیں، پھر ایک مضمون تحریر فرمایا ہے جس میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب دی گئی ہے، مختلف آیات وروایات، صحابہ رضی اللہ عنہم کے احوال، قصص اور امثال کے ذریعے اس بات کی کوشش فرمائی ہے کہ پڑھنے والوں کے دل میں گناہوں سے نفرت پیدا ہو جائے، گناہ چھوڑنا آسان ہو جائے، اور انسان توبہ کی طرف مائل ہو جائے۔

پھر علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے کبیرہ گناہوں کو دو قسموں میں تقسیم کر دیا ہے، اور انہیں باطنی کبائر اور ظاہری کبائر کا نام دیا ہے، کیونکہ بعض کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے قلب وباطن سے ہے اور بعض کبیرہ گناہ وہ ہیں جن کا تعلق انسان کے ظاہر اور اعضاء وجوارح سے ہے، چنانچہ علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ نے باطنی کبیرہ گناہوں کی تعداد ۶۶ تک پہنچا دی ہے اور ان پر خوب تفصیلی کلام کیا ہے، وہ پہلے قرآنِ کریم کی متعلقہ آیات کو لیتے ہیں ''جن کا حوالہ حاشیے میں دے دیا گیا ہے'' پھر متعلقہ احادیث کو لیتے ہیں اور اس سلسلے میں صحاح ستہ سے باہر نکل کر وہ طبرانی کی معاجم ثلثہ، بیہقی کی شعب الایمان اور سنن کبریٰ، بزار اور ابو یعلی کی مسند، ابن حبان اور ابن خزیمہ کی صحیح، حاکم کی مستدرک کے ساتھ ساتھ ابن ابی الدنیا، ابوالشیخ اور دیلمی سے بھی روایات لے لیتے ہیں، حاشیے میں ان میں سے صحاح ستہ اور مسند احمد، دارمی اور مؤطا مالک کے حوالہ جات پیش کرنے پر اکتفاء کیا گیا ہے، جو کہ ہمارے سامنے اِس کتاب کے اُس نسخے کے عین مطابق ہے جو بیروت سے طبع ہوا ہے اور اس کی تخریج عبداللطیف حسن عبدالرحمٰن نے کی ہے، پھر وہ اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم، اقوال فقہاء اور ان میں سے اپنی یا اپنے مسلک کی ترجیحی رائے بیان کرتے ہیں اور موقع کی مناسبت سے ''تنبیہ'' کا عنوان قائم کر کے اس پر سیر حاصل گفتگو کرتے ہیں، اور عام طور پر کسی بھی مضمون کا اختتام قصص اور واقعات پر کرتے ہیں۔

باطنی کبائر کے تذکرے کے بعد حضرت مصنف رحمہ اللہ ظاہری کبائر کی طرف متوجہ ہوئے ہیں اور انہوں نے اس ضمن میں آنے والے تمام گناہوں کو فقہی ابواب کی ترتیب پر مرتب کر دیا ہے، گو کہ اس ترتیب میں بعض مقامات پر خلط مبحث بھی ہو گیا ہے اور ایک موضوع میں ان عنوانات کو بھی لے لیا گیا ہے جن کا اس موضوع کے ساتھ کوئی جوڑ نہیں بنتا، مثلاً کتاب الطہارۃ میں قرآن کریم بھول جانے کی وعید اور اس کے بعد خاتمہ کا عنوان قائم کر کے اس میں قرآنِ کریم کی مناسبت سے احادیث وآثار کو جمع کرنا یا مثلاً کتاب النکاح میں غیبت وغیرہ کا بیان لے آنا اور اس جیسی دیگر مثالیں، لیکن اس کے باوجود حضرت مصنف رحمہ اللہ نے جس موضوع پر بھی قلم اٹھایا ہے، اس میں تشنگی کا احساس نہیں رہنے دیا، اسی طرح کئی مقامات پر احادیث کا

تکرار بھی کیا گیا ہے، اور ایسا ہونا ایک مجبوری بھی ہے، کیونکہ بعض اوقات ایسا بھی ہوا ہے کہ ایک ہی حدیث میں کئی گناہوں کو شمار کروایا گیا، مصنف رحمہ اللہ اپنی قائم کردہ ترتیب کے مطابق جب اس کبیرہ گناہ کے بیان میں پہنچے تو اس حدیث کو ذکر فرما دیا، ہر مرتبہ اسے ذکر کرنے کی وجہ سے تکرار پیدا ہو گیا، اس کا حل اس ناکارہ نے یہ نکالا کہ ایسی احادیث کو ایک دو مرتبہ ذکر کرنے کے بعد اگلے مقام پر ان کا حوالہ دے دیا، تاکہ قاری کے ذہن میں حدیث کے وہ الفاظ تازہ ہو جائیں جو وہ پیچھے پڑھ آیا ہے، اور پوری حدیث کو ذکر نہیں کیا تاکہ تکرار بھی نہ ہو، ایسا پوری کتاب میں صرف چند مقامات پر کیا گیا ہے، لیکن اس احتیاط کے ساتھ کہ متعلقہ مقام پر اس کی وضاحت کر دی گئی ہے، اسی طرح بعض جگہوں پر مصنف رحمہ اللہ نے لغوی، صرفی اور نحوی مباحث کو تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے، اکثر مقامات پر اس کی نرم اور سہل تعبیر کر کے اسے عام آدمی کے ذہن کے قریب کرنے کی کوشش کی گئی ہے، لیکن جہاں کوئی فنی بحث اصطلاحات کے ساتھ آئی تو اسے ترک کرنا پڑا، اور ایسی جگہیں بھی پوری کتاب میں چند ایک ہیں اور ان کی بھی نشاندہی کر دی گئی ہے۔

پھر خاتمہ میں مصنف رحمہ اللہ نے توبہ، حشر و نشر، حساب کتاب، پل صراط، میزانِ عمل، جنت اور جہنم سے متعلق آیات و روایات کا ایک خوبصورت گلدستہ جمع کر دیا ہے، یقیناً ایک ہی کتاب میں اتنے مختلف موضوعات اور عنوانات پر اتنا تفصیلی مواد جمع کرنا حضرت مصنف رحمہ اللہ کا عظیم کارنامہ ہے، اور اس کتاب کے قارئین جب ان موضوعات کو پڑھیں گے تو وہ بھی اس رائے سے اتفاق کریں گے کہ یہ عظیم کام اللہ تعالیٰ کی مدد اور توفیق کے بغیر نہیں ہو سکتا تھا، اللہ تعالیٰ حضرت مصنف رحمہ اللہ کو ہماری طرف سے جزائے خیر عطا فرمائے۔

اس کتاب کے مصنف رحمہ اللہ کا پورا نام شیخ الاسلام احمد بن محمد بن محمد بن علی بن حجر ہے، آپ کی پیدائش ۹۰۹ ہجری کے ماہِ رجب میں ہوئی، آپ کی جائے ولادت مصر کا ایک علاقہ ہے جو معروف سائنسدان ابوالہیثم کے نام پر قائم ہے، اسی وجہ سے مصنف کے نام کے ساتھ ''ہیثمی'' کی نسبت بھی لگائی جاتی ہے، جو بعض حضرات کے نزدیک تاء کے ساتھ یعنی ہیتمی زیادہ صحیح ہے، آپ ابن حجر کے نام سے مشہور ہوئے، کیونکہ حجر عربی زبان میں پتھر کو کہتے ہیں، اور پتھر بولتا نہیں ہے، چونکہ مصنف رحمہ اللہ یا ان کے آباؤ اجداد میں سے کوئی بزرگ بہت کم گو تھے، اس لئے انہیں ابن حجر کہا جانے لگا، آپ کے والد صاحب آپ کے بچپن ہی میں فوت ہو گئے تھے، اس لئے آپ کی کفالت آپ کے دادا جان نے کی، آپ نے چھوٹی عمر میں ہی قرآن کریم حفظ کر لیا، اور ابتدائی تعلیم کے بعد جامعہ ازہر میں داخل ہو گئے اور اکابر علماء و مشائخ سے فنون اور حدیث کی کتابیں پڑھیں، چنانچہ علم حدیث میں انہیں شیخ الاسلام زکریا انصاری رحمہ اللہ جیسی عظیم المرتبت ہستی سے شرف تلمذ حاصل ہے، آپ کا انتقال ۹۷۴ھ میں ہوا، اور عمر کے اس مختصر حصے میں آپ نے مختلف موضوعات پر ۴۴ کتابیں تصنیف فرمائیں، جن میں سے ایک کتاب وہ بھی ہے، جس میں مصنف رحمہ اللہ نے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حالاتِ زندگی کو شافعی المسلک ہونے کے باوجود نہایت ادب و احترام سے قلمبند کیا ہے۔

علامہ ابن حجر مکی رحمہ اللہ کی اس کتاب ''الزواجر'' کا ترجمہ کرنے کی تحریک اس ناکارہ کے نہایت مخلص ساتھی محترم جناب

ناصر مقبول نے کی، جو کہ حاجی مقبول الرحمٰن صاحب کے خلف الرشید ہیں، حاجی صاحب محبوب العلماء اور بزرگ شخصیت ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں صحت اور عافیت کے ساتھ تا دیر ہمارے سروں پر سلامت فرمائے اور ان کے زیر سایہ مکتبہ رحمانیہ کو دن دوگنی اور رات چوگنی ترقیات سے مالا مال فرمائے، جب اس ناکارہ کے سامنے محترم جناب ناصر صاحب نے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کی فرمائش کی تو اللہ کا نام لے کر ان کے پرخلوص جذبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کا ارادہ کرلیا، اور الحمدللہ! صرف تین ماہ کے مختصر عرصے میں اللہ تعالیٰ نے اس کتاب کا ترجمہ کرنے کی توفیق عطا فرمادی، یہ ترجمہ طباعت کے تمام مراحل طے کرنے کے بعد اب آپ کے ہاتھوں میں پہنچ رہا ہے، اس ترجمے میں آزاد ترجمانی کو زیادہ ترجیح دی گئی ہے، اگر کسی عبارت کے ترجمے میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو اس ناکارہ کے علاوہ اس کا کوئی اور ذمہ دار نہیں ہے، اس لئے یہ ناکارہ حسب سابق تعمیری آراء اور تنقیدات کا مستحق ومنتظر رہے گا۔

اللہ تعالیٰ اس ترجمے کو اس کتاب کے مصنف، مترجم اور ناشر کی طرف سے قبول فرمائے، ذخیرہ آخرت فرمائے، لوگوں کو اور ان سے پہلے خود کو صغیرہ اور کبیرہ تمام گناہوں سے بچنے کا اہتمام نصیب فرمائے، اس ترجمے کو نافع اور مقبول فرمائے، اور لوگوں کی اور ان سے پہلے خود ہماری ہدایت کا ذریعہ فرمائے۔

آمین

ایں دعا از من و از جملہ جہاں آمین باد

محمد ظفر

۳ ذی الحجہ ۱۴۳۲ھ بروز پیر بعد نماز عشاء

❀❀❀

بسم اللہ الرحمن الرحیم

گناہ کبیرہ کی تعریف

اس سلسلے کی احادیث، کبائر کی تعداد اور دیگر متعلقات

سب سے پہلے تو یہ بات سمجھنی چاہیے کہ علماء کرام کے ایک گروہ نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ گناہوں میں صغیرہ گناہ بھی ہوتے ہیں، اور ان کا کہنا ہے کہ ہر گناہ کبیرہ ہوتا ہے، ان علماء میں استاذ ابواسحق اسفرائنی، قاضی ابوبکر باقلانی، اور امام الحرمین بھی شامل ہیں جیسا کہ کتاب الارشاد میں ہے، نیز المرشد میں ابن القشیری نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے بلکہ ابن فورک نے یہ قول تمام اشاعرہ کا قرار دیتے ہوئے اپنی تفسیر میں اسی کو راجح قرار دیا ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ ''ہمارے نزدیک اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے تمام کام کبائر ہیں، اور یہ جو بعض گناہوں کو صغیرہ اور بعض کو کبیرہ کہہ دیا جاتا ہے تو وہ اپنے سے بڑے گناہ کی نسبت کہا جاتا ہے، پھر انہوں نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۱ جس کے الفاظ یہ ہیں

﴿ اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ ﴾

''اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں روکا گیا ہے۔''

کی اپنے انداز میں تاویل کرتے ہوئے آیت کے ظاہری الفاظ سے دور کا راستہ اختیار کیا ہے، معتزلہ کی رائے میں گناہوں کی دو قسمیں ہیں صغیرہ اور کبیرہ، لیکن یہ صحیح نہیں ہے۔

بعض لوگوں نے ابن فورک کی اس مذکورہ رائے پر علماء کے اتفاق کا دعویٰ بھی کیا ہے، اور اسی پر علامہ تقی سبکی رحمہ اللہ نے بھی اعتماد کیا ہے، قاضی عبدالوہاب فرماتے ہیں کہ کسی گناہ کے متعلق یہ کہنا صحیح نہیں ہے کہ وہ صغیرہ گناہ ہے۔ البتہ اس کا یہ مطلب ہو سکتا ہے کہ کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی نسبت یہ گناہ چھوٹا ہے۔ اس قول کی تائید طبرانی کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے بسند منقطع مروی ہے کہ ایک مرتبہ ان کے سامنے کبیرہ گناہوں کا تذکرہ چل پڑا، تو وہ فرمانے لگے کہ ہر وہ کام جس کی ممانعت آئی ہے وہ کبیرہ گناہ ہے اور ایک روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ہر وہ چیز جس میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی لازم آتی ہو، وہ کبیرہ گناہ ہے۔

اور جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ گناہ دو حصوں میں تقسیم ہیں، کچھ صغیرہ ہیں اور کچھ کبیرہ ہیں۔ یاد رہے کہ علماء کے ان دونوں گروہوں میں معنی کے اعتبار سے کوئی اختلاف نہیں، یہ اختلاف محض لفظی اختلاف ہے جو نام کے سلسلے میں ہے کیونکہ اس

بات پر تمام علماء کا اجماع ہے کہ بعض گناہ ایسے ہیں جو انسان کی عدالت کو مجروح کر دیتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن سے انسان کی عدالت مجروح نہیں ہوتی، پہلے گروہ میں شامل علماء ان گناہوں کو یہ نام نہیں دیتے اور وہ عظمت باری تعالیٰ، اس کی سزاؤں کی شدت اور اس کی بزرگی کی بناء پر اس کی نافرمانی کے کسی کام کو ''صغیرہ'' قرار دینا اچھا نہیں سمجھتے، کیونکہ ہر گناہ اللہ تعالیٰ کی عظمت کو دیکھتے ہوئے کبیرہ ہی ہے، جبکہ جمہور علماء اس طرف نظر نہیں کرتے کیونکہ یہ بات تو سب کو معلوم ہے اور وہ گناہوں کو صغیرہ اور کبیرہ کی طرف تقسیم کرتے ہیں اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے

﴿ وَكَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَالْفُسُوقَ وَالْعِصْيَانَ ﴾ (الحجرات: ۷)

''اور اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے کفر و فسوق اور نافرمانی کو پسند نہیں کیا۔''

اس ارشاد میں باری تعالیٰ نے گناہوں کو تین درجات میں مرتب فرمایا ہے، اور ان میں سے کچھ کو 'فسوق' قرار دیا ہے اور کچھ کو نہیں اسی طرح یہ ارشاد باری تعالیٰ بھی جمہور علماء کی دلیل ہے۔

﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ ﴾ (النجم: ۳۲)

''وہ لوگ جو کبیرہ گناہوں اور بے حیائی کے کاموں سے اجتناب کرتے ہیں، الا یہ کہ نادانی میں کوئی غلطی ہو جائے۔''

اور ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ کبیرہ گناہ سات ہیں، اور ایک روایت میں نو کا عدد آتا ہے، ایک اور صحیح حدیث میں آتا ہے''فلاں سے فلاں تک ان دونوں کے درمیان کے لیے کفارہ ہے جب تک کہ وہ کبائر سے اجتناب کرتا رہے۔ گویا کبیرہ گناہوں کی تخصیص کچھ گناہوں سے ہے۔ اگر سارے گناہ ہی کبیرہ ہوتے تو یہ ترکیب استعمال نہ ہوتی، نیز جس گناہ کی خرابی زیادہ ہو، کبیرہ کہلانے کا بھی زیادہ حقدار وہی ہے، علاوہ ازیں سورۂ نساء کی محولہ بالا آیت نمبر ۳۱ میں تو صراحۃً گناہوں کو کبائر اور صغائر کی طرف تقسیم کیا گیا ہے، اسی لیے امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے درمیان فرق کا انکار کرنا مناسب نہیں ہے، جبکہ وہ احکام شریعت سے معلوم بھی ہیں۔

پھر وہ علماء جو صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کے درمیان فرق کرتے ہیں، ان میں کبیرہ گناہ کی تعریف میں اختلاف رائے ہے اور ہمارے علماء نے اس کی مختلف تعریفات کی ہیں۔

کبیرہ گناہ کی پہلی تعریف

کبیرہ گناہ اس گناہ کو کہتے ہیں جس کا ارتکاب کرنے والے کے لیے خصوصیت کے ساتھ قرآن و سنت میں شدید وعید آئی ہو، یہ تعریف روضہ، اس کی اصل اور دیگر کتابوں میں ہے، بعض متاخرین نے وعید کے ساتھ ''شدید'' کا لفظ حذف کر دیا ہے، گویا ان کی نظر اس طرف گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو بھی وعید آئے گی وہ شدید ہی ہوگی، لہٰذا یہ اس کا وصف لازم ہی ہے اور ''خصوصیت کے ساتھ'' کی قید سے وہ چیزیں نکل گئیں جو عمومی طور پر اس میں شامل ہوں، بعض علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ چونکہ وعید کتاب و سنت میں ہی آسکتی ہے اس لیے تعریف میں اسے بھی صراحۃً ذکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے، لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اس قید کی تصریح تعریفات میں موجود ہے۔

کبیرہ گناہ کی دوسری تعریف

کبیرہ گناہ ہر اس معصیت کو کہتے ہیں جس پر حد واجب ہوتی ہو۔ یہی رائے علامہ بغوی رحمہ اللہ وغیرہ کی ہے، امام رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء کی ذکر کردہ تعریفات میں یہی دو تعریفات عام طور پر زیادہ ملتی ہیں اور وہ اسی دوسری تعریف کو ترجیح دینے میں اپنے میلان کا زیادہ اظہار کرتے ہیں، لیکن علماء کرام نے کبیرہ گناہوں کے حوالے سے جو تفصیلات ذکر کی ہیں، اس کے مطابق پہلی تعریف ہی زیادہ ان تفصیلات کے مطابق ہے، کیونکہ علماء نے بہت سے ایسے گناہوں کو بھی کبیرہ قرار دیا ہے جن میں کوئی حد شرعی واجب نہیں ہوتی مثلاً سود خوری، یتیم کا مال ناحق کھانا، والدین کی نافرمانی، قطع رحمی، جادو، چغلی، جھوٹی گواہی اور گھر میں نامحرم اجنبی کو برداشت کر کے گندگی کا مظاہرہ کرنا وغیرہ۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ پہلی تعریف دوسری تعریف سے زیادہ صحیح ہے، اگرچہ امام رافعی رحمہ اللہ نے دوسری تعریف کے راجح ہونے کی طرف علماء کا میلان ظاہر کیا ہے، اسی سے ''الجامع الصغیر'' کے مصنف اور دوسرے علماء نے لے کر اس دوسری تعریف کو راجح قرار دے کر اس پر جزم ظاہر کیا ہے، پھر میں نے امام اذرعی رحمہ اللہ کی تحریر دیکھی تو انہوں نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے جو میں نے ذکر کی ہے، چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ شیخین کا قول باعث تعجب ہے کہ علماء دوسری تعریف کی طرف زیادہ مائل ہیں اور یہ انتہائی بعید قول ہے۔

البتہ اگر اس کی یہ تاویل کر لی جائے کہ قائل کی مراد ان گناہوں کے علاوہ ہے جن کا گناہ ہونا نص سے ثابت ہے، اگرچہ اس میں حد شرعی واجب نہ ہوتی تو اس کا بُعد ختم ہو جاتا ہے، اور یہ اعتراض بھی ختم ہو جاتا ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں والدین کی نافرمانی اور جھوٹی گواہی کو کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے حالانکہ ان میں کوئی حد شرعی واجب نہیں ہوتی۔

یہ الگ بات ہے کہ اعتراض تو پہلی تعریف پر بھی ہوتا ہے کیونکہ بعض گناہوں کے متعلق معلوم ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہیں، لیکن ان پر کوئی شدید وعید وارد نہیں ہوئی اور عنقریب ابن عبدالسلام کے حوالے سے کبیرہ گناہوں کی ایسی متفقہ اقسام کا تذکرہ آ جائے گا، جن کے متعلق کوئی نص وارد نہیں ہوئی۔

کبیرہ گناہ کی تیسری تعریف

ہر وہ کام جس کی حرمت پر نص قرآن موجود ہو یا اس جیسے کام میں حد شرعی واجب ہوتی ہو، یا کسی ایسے فریضے کو چھوڑ دینا جس کی ادائیگی علی الفور واجب ہو، یا گواہی، روایت اور قسم میں جھوٹ بولنا، امام ہروی رحمہ اللہ نے اپنی کتاب ''اشراف'' میں اور شریح نے ''روضہ'' میں یہ بھی اضافہ کیا ہے کہ ہر وہ قول جو اجماع عام کے خلاف ہو۔

کبیرہ گناہ کی چوتھی تعریف

امام وغیرہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ جرم یا جرأت جس سے یہ پتہ چلتا ہو کہ اس کا ارتکاب کرنے والے کی دین کی طرف توجہ بہت کم ہے، اور دینداری کی کمی انسان کی عدالت کو ختم کر دیتی ہے اور ہر وہ جرم یا جرأت جس سے یہ بات معلوم نہ ہوتی ہو بلکہ اس کا ارتکاب کرنے والے کے متعلق حسن ظن باقی رہتا ہو، وہ اس کی عدالت کا احاطہ نہیں کرتا، یہ تعریف دو متضاد چیزوں کو ایک

دوسرے سے ممتاز کرنے میں بہترین ہے۔اسی وجہ سے المرشد میں ابن قشیری رحمہ اللہ نے اسی کی پیروی کی ہے اور امام سبکی رحمہ اللہ وغیرہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔

نہایہ میں اسی کے ہم معنی قول کو ان الفاظ کے ساتھ لیا گیا ہے کہ کسی شخص سے صادر ہونے والا عمل اگر توہین پر دلالت کرے، دین کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی معافی کی امید اپنے اوپر غالب کرنے کی وجہ سے تو وہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے یا بیوقوفی کی وجہ سے سرزد ہو جائے تو وہ صغیرہ گناہ ہے اور ''دین کی وجہ سے نہیں'' کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص حقیقتاً توہین کا ارادہ کرتا ہے تو یہ کفر ہے، اسی وجہ سے اس تعریف کے آغاز میں اسے توجہ کی کمی سے تعبیر کیا گیا ہے، عدم توجہ سے نہیں' اور کفر بھی اگرچہ سب سے بڑا کبیرہ گناہ ہے لیکن یہاں مراد مسلمان سے صادر ہونے والا گناہ ہے۔

برماوی فرماتے ہیں کہ متاخرین نے امام کی اس تعریف کو راجح قرار دیا ہے کیونکہ یہ تعریف عمدہ اور جامع ہے اور غالباً احادیث میں جن کبیرہ گناہوں کا تذکرہ آتا ہے اور عنقریب ان کی تفصیل اس کتاب میں بھی آ رہی ہے، یہ تعریف ان تمام پر پوری پوری صادق آتی ہے، نیز ان پر بھی جنہیں اس کے ساتھ قیاس کے اعتبار سے شامل کر دیا گیا ہے۔

لیکن ایسا محسوس ہوتا ہے کہ امام برماوی رحمہ اللہ نے امام کی اس تعریف پر علامہ اذرعی رحمہ اللہ کا مناقشہ نہیں دیکھا، وہ یہ فرماتے ہیں کہ امام نے جن گناہوں کو صغیرہ قرار دیا ہے، اگر آپ غور کریں تو ان میں سے بعض کے اطلاق میں آپ بھی توقف کریں گے، یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے یہ بات ابن ابی الدم کے اس اعتراض سے لی ہے جو انہوں نے ''نہایہ'' کے ضابطہ پر کیا ہے کہ وہ قابل اعتراض ہے اور کتاب ''الخادم'' کی تفصیلی عبارت کے ساتھ اسے بیان کیا ہے، علاوہ ازیں اگر آپ امام کے پہلے کلام پر غور کریں تو آپ پر یہ بات واضح ہو جائے گی کہ انہوں نے اسے کبیرہ گناہ کی تعریف قرار نہیں دیا، جبکہ اس کے برخلاف کچھ دوسرے لوگوں نے اس سے یہی سمجھ لیا، کیونکہ یہ تعریف تو گھٹیا قسم کے صغیرہ گناہوں کو بھی شامل ہے جو کبیرہ نہیں ہیں، نیز اس تعریف میں عدالت کو باطل کرنے والے گناہوں کی جو قید لگائی گئی ہے، وہ ان ہی گھٹیا قسم کے صغیرہ گناہوں کے لیے ہے، البتہ یوں کہا جا سکتا ہے کہ یہ تعریف پہلی دو تعریفوں سے زیادہ اپنے افراد کو شامل ہے کیونکہ یہ ان کبیرہ گناہوں کے مفردات پر بھی صادق آتی ہے، جن کا تذکرہ عنقریب آ رہا ہے، لیکن یہ تعریف اپنے اندر دوسروں کو شامل ہونے سے روکتی بھی نہیں ہے، چنانچہ آپ کے علم میں یہ بات آ ہی چکی ہے کہ یہ تعریف گھٹیا قسم کے صغیرہ گناہوں وغیرہ کو بھی شامل ہے، مثلاً صغیرہ گناہوں پر اصرار۔

امام برماوی رحمہ اللہ نے امام رافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے گذشتہ تعریفات کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ بعض محققین کہتے ہیں ان تمام تعریفات کو یکجا کر دینا زیادہ بہتر ہے تاکہ ان تمام کبائر کا احاطہ ہو جائے جن پر نص وارد ہوئی ہے یا جو قیاس میں آتے ہیں، اس لیے کہ بعض گناہوں پر کوئی تعریف صادق نہیں آتی اور بعض پر کوئی تعریف صادق نہیں آتی، لیکن میری رائے یہ ہے کہ اگر کوئی شخص غور وفکر کرے تو امام کی تعریف سے کوئی گناہ نکلتا نہیں ہے۔

صاحب کتاب ''الخادم'' نے امام رافعی کے حوالے سے گزرے ہوئے اعتراض کو نقل کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ تحقیق

بات یہ ہے کہ ان تعریفات میں سے ہر ایک تعریف گناہ کبیرہ کی بعض اقسام کا احاطہ کرتی ہے، ان تمام تعریفات کو ملانے سے ہی کبیرہ گناہ کی تعریف کا ضابطہ معلوم ہوسکتا ہے، اسی وجہ سے امام ماوردی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس پر حدشرعی واجب ہوتی ہو یا اس پر کوئی وعید متوجہ ہوتی ہو، ابن عطیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ہر وہ کام جس میں حدشرعی واجب ہوتی ہو یا جس میں جہنم کی دھمکی دی گئی ہو یا جس پر لعنت وارد ہوئی ہو، اسے کبیرہ گناہ کہتے ہیں اور تقریباً یہی بات علامہ ابن الصلاح وغیرہ نے بھی کہی ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے۔

اور امام کی تعریف کے پہلے جملے پر یہ اعتراض بھی کیا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص چوری کے نصاب سے کم چیز غصب کرنے کا اقدام کرتا ہے تو وہ گناہ صغیرہ کا مرتکب ہوتا ہے لیکن لوگ اس کے متعلق بھی اچھا گمان نہیں رکھتے اس لیے قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے گناہ کبیرہ قرار دیا جائے (حالانکہ امام بھی انہیں کبیرہ گناہ نہیں مانتے) اسی طرح کسی اجنبیہ عورت کو بوسہ دینا صغیرہ گناہ ہے لیکن لوگ ایسا کرنے والے کے متعلق کبھی بھی اچھا گمان نہیں رکھ سکتے؟ اس اعتراض کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ دونوں بالاتفاق صغیرہ گناہ ہیں، البتہ اس کے مقابل ''جس کا بیان آرہا ہے'' کے حوالے سے یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں لہٰذا کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا اور باقی جہاں تک حسن ظن یا بدگمانی کا تعلق ہے تو وہ اس کا ارتکاب کرنے والے کے حوالے سے ہے۔

کبیرہ گناہ کی پانچویں تعریف

ہر وہ گناہ جس میں حدشرعی واجب ہوتی ہو یا اس پر کوئی وعید متوجہ ہوتی ہو، وہ کبیرہ ہے اور جس میں گناہ کم ہوتا ہو وہ صغیرہ ہے۔ یہ تعریف ماوردی نے اپنی کتاب ''الحاوی'' میں ذکر کی ہے۔

کبیرہ گناہ کی چھٹی تعریف

ہر وہ کام جس کی ذات میں حرمت پائی جاتی ہو اور اس کی ذات میں پائی جانے والی خاص جہت کی وجہ سے اس کی ممانعت کی گئی ہو، وہ کبیرہ گناہ ہے، اگر کوئی شخص وہی کام اس طرح کرے کہ اس میں حرمت کی دو یا زیادہ وجوہات اکٹھی ہو جائیں تو اس کام کو ''فاحشہ'' سے تعبیر کیا جاتا ہے مثلاً بدکاری کبیرہ گناہ ہے اور اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری فاحشہ ہے اور صغیرہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کا درجہ اس گناہ سے کم ہو جس پر نص وارد ہوئی ہو، اگر کوئی شخص صغیرہ گناہ کا ارتکاب اس طرح کرتا ہے کہ اس میں حرمت کی دو یا زیادہ وجہیں جمع ہو جائیں تو وہ کبیرہ بن جاتا ہے چنانچہ کسی اجنبی عورت کو بوسہ دینا، اسے چھونا، اس کی ران کے ساتھ اپنی ران لگانا صغیرہ گناہ ہے لیکن پڑوسی کی بیوی کے ساتھ ایسا کرنا کبیرہ گناہ ہے۔ ابن رفعہ وغیرہ نے قاضی حسین کے حوالے سے علامہ حلیمی رحمہ اللہ کا یہی قول نقل کیا ہے اور اس عبارت کی مزید وضاحت اپنے مقام پر آجائے گی، نیز یہ بات بھی آجائے گی کہ ان کے نزدیک مختار مذہب یہی ہے کہ ہر گناہ میں صغیرہ اور کبیرہ دونوں پہلو ہوتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی قرینے کی وجہ سے صغیرہ گناہ بدل کر کبیرہ میں منتقل ہو جاتا ہے اور کبیرہ گناہ ''فاحشہ'' بن جاتا ہے لیکن یہ قاعدہ کفر میں نہیں چلتا کیونکہ وہ تو ''افحش الکبائر'' ہے اور اس کی کوئی قسم صغیرہ نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کی متعدد مثالیں ذکر کی ہیں جو اپنے مقام پر تفصیلی بحث کے ساتھ آرہی ہیں۔

کبیرہ گناہ کی ساتویں تعریف

ہر وہ کام جس کی حرمت کتاب اللہ میں تحریم کے ہی لفظ سے آئی ہو، وہ کبیرہ گناہ ہے اور یہ کل چار چیزیں ہیں، مردار کا گوشت کھانا، خنزیر کا گوشت کھانا، یتیم وغیرہ کا مال ناحق کھانا اور میدان جنگ سے پشت دے کر بھاگ جانا، لیکن اس تعریف کے مطابق کبیرہ گناہوں کو چار گناہوں میں محصور اور محدود کرنے پر علماء نے اعتراض کیا ہے۔

کبیرہ گناہ کی آٹھویں تعریف اور علماء کے دیگر اقوال و آراء

بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کی کوئی ایسی تعریف ہے ہی نہیں جو اس کے تمام افراد کو شامل ہوا اور اس کے ذریعے لوگ کبیرہ گناہ کی شناخت کر سکیں۔ اسی پر ہمارے فقہاء میں سے واحدی نے اپنی کتاب ''البسیط'' میں اعتماد کرتے ہوئے کہا ہے کہ صحیح بات یہی ہے کہ کبیرہ گناہ کی کوئی تعریف ایسی نہیں ہے جس سے لوگوں کو ان کی پہچان ہو جائے، اور اللہ تعالیٰ نے بندوں سے اس کی معرفت اس لیے مخفی رکھی ہے تا کہ وہ ممانعت کے کاموں سے بچنے میں حد سے زیادہ اجتناب کریں تا کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کی امید کی جا سکے۔ اگر ایسا نہ ہو تو لوگ صغیرہ گناہوں کو جائز سمجھ کر ان میں گھس پڑیں، اس کی مختلف نظیروں میں ''صلوٰۃ وسطیٰ'' کی تعیین کا مخفی رکھنا ہے (جس کی پابندی کا خیال رکھنا قرآن کریم کا خصوصی حکم ہے) اسی طرح لیلۃ القدر اور قبولیتِ دعا کی گھڑی کا مخفی رکھنا ہے۔

لیکن ایسا ہے نہیں جیسے علامہ واحدی رحمہ اللہ نے کہا ہے، بلکہ صحیح بات یہ ہے کہ کبیرہ گناہ کی ایک معین تعریف موجود ہے جیسا کہ گذرا، بعد میں میں نے کچھ علماء کی وہ تحریرات بھی دیکھیں جن میں انہوں نے علامہ واحدی کی یہ تقریر نقل تو کی ہے لیکن اس طرح کہ اس پر یہ اعتراض ہلکا ہو جائے، چنانچہ ایک مصنف نے لکھا ہے کہ علامہ واحدی ''جو کہ مفسر قرآن اور شافعی المسلک ہیں'' وغیرہ کا کہنا ہے کہ تمام کبیرہ گناہوں کی تعریف نہیں کی جا سکتی یعنی انہیں منحصر نہیں کیا جا سکتا، علماء نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ بہت سے گناہوں کا وصف ''کبیرہ'' ہونا بیان کیا گیا ہے، بہت سے گناہوں کا صغیرہ اور بہت سے گناہ ایسے بھی ہیں جن کا کوئی بھی وصف بیان نہیں کیا گیا اور اکثر علماء کا کہنا ہے کہ وہ مشہور ہیں، اختلاف اس بات میں ہے کہ ان کی تعیین کسی تعریف اور ضابطے سے ہوگی یا عدد اور شمار کے اعتبار سے۔''

ان تعریفات کے علاوہ ''جو ہم نے اب تک ذکر کی ہیں'' بھی کچھ تعریفات ہیں جو متاخرین وغیرہ نے ذکر کی ہیں، چنانچہ ان میں سے ایک تعریف خواجہ حسن بصری، ابن جبیر، مجاہد اور ضحاک تنبیہ ثانی سے منقول ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہے جس کے مرتکب کو جہنم کی آگ کی دھمکی دی گئی ہو، ایک تعریف امام غزالی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ ہر وہ نافرمانی کا کام جس پر انسان کسی خوف کا شعور یا ندامت کا احساس کیے بغیر محض جری ہو کر اقدام کرے، تو وہ کبیرہ ہے اور وہ کام جو نفس کی بیوقوفی سے ہو جائے اور انسان ہمیشہ اس پر نادم اور شرمسار ہو اور اس سے لذت اٹھاتے ہوئے اس کی طبیعت بوجھل ہو، وہ کبیرہ گناہ نہیں ہے۔

اور امام غزالی رحمہ اللہ ہی نے ایک دوسرے مقام پر فرمایا ہے کہ کبیرہ گناہوں کو اس کی تمام اقسام و جزئیات کے ساتھ

پہچاننے میں کوئی خاص حرص رکھنے کی وجہ نہیں ہے، کیونکہ یہ معرفت سماع کے ذریعے ہی حاصل ہوسکتی ہے اور وہ اس سلسلے میں وارد نہیں ہے، لیکن علائی نے امام غزالی رحمہ اللہ کی اس تعریف پر اعتراض کیا ہے کہ اگر یہ تعریف کبیرہ گناہ کا مکمل ضابطہ ہے تو اسے تسلیم کرنا بہت مشکل ہے کیونکہ اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اگر کوئی شخص مثال کے طور پر زنا کا ارتکاب کرتا ہے اور ساتھ ساتھ اس پر نادم بھی ہوتا ہے تو اس سے اس کی عدالت بھی متاثر نہیں ہوگی اور اسے گناہ کبیرہ بھی نہیں کہا جائے گا حالانکہ بالاتفاق ایسی بات نہیں ہے، البتہ اگر یہ ضابطہ نص قرآنی سے ثابت ہونے والے گناہوں کے علاوہ دوسرے گناہوں کے لیے ہے تو پھر بات قبول کیے جانے کے قریب ہوسکتی ہے۔

جلال الدین بلقینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں محسوس ایسا ہوتا ہے کہ علائی یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ جو شخص بھی کبیرہ گناہ کی تعریف ذکر کرتا ہے، اس میں صرف وہی گناہ شامل ہوتے ہیں جو نص سے ثابت ہوں حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ امام غزالیؒ کا بیان کردہ ضابطہ غیر منصوص گناہوں کے اعتبار سے صحت کے قریب ہے، بالخصوص جبکہ خود علائی نے بھی یہ بات ذکر کی ہے کہ کبیرہ گناہوں کی یہ تعریفات غیر منصوص گناہوں کے لئے ہی ہیں۔

اسی طرح ایک تعریف ابن عبدالسلام نے ذکر کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر آپ صغیرہ اور کبیرہ گناہوں میں فرق معلوم کرنا چاہتے ہیں تو اس گناہ کی برائی نص قرآن میں وارد شدہ گناہوں کی برائیوں کے سامنے رکھ لیجئے، اگر وہ کم ترین کبیرہ گناہ سے گھٹ جائے تو سمجھ لیجئے کہ وہ صغیرہ گناہ ہے ورنہ کبیرہ ہے، اس پر اذرعی نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ پہلے انسان نص قرآن میں وارد شدہ کبیرہ گناہوں کا احاطہ کرے، پھر یہ دیکھے کہ ان میں سب سے کم ترین برائی والا گناہ کون سا ہے، پھر متعلقہ گناہ کو اس پر قیاس کرے، یہ تو بہت مشکل کام ہے۔

جلال بلقینی نے اذرعی کا یہ اعتراض نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اگر اس سلسلے کی صحیح احادیث کو جمع کر لیا جائے تو یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے لیکن حق یہ ہے کہ واقعی طور پر یہ کام مشکل ہے کیونکہ اگر اس سلسلے کی تمام صحیح احادیث کو جمع کرنا بالفرض ممکن بھی ہو، تب بھی ان تمام گناہوں کے مفاسد کا احاطہ کرنا جس سے کم ترین برائی والے گناہ کا پتہ چل سکے انتہائی نادر بلکہ مشکل وناممکن ہے، اس لیے کہ اس پر تو صرف نبی علیہ السلام ہی مطلع ہوسکتے ہیں۔

نیز ابن عبدالسلام کے قول پر یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ کسی شخص کا اللہ تعالیٰ کی شان میں گستاخی کرنا، یا اس کے کسی پیغمبر کی توہین کرنا یا خانہ کعبہ یا مصحف قرآنی پر گندگی مل دینا بھی کبیرہ گناہوں میں سرفہرست ہے حالانکہ نبی علیہ السلام نے ان کے کبیرہ ہونے کی تصریح نہیں فرمائی اور اسے مسترد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ شرک کے تحت شامل ہے جو کہ نص میں وارد شدہ کبیرہ گناہوں میں سب سے پہلے نمبر پر ہے، اس لیے کہ بالاجماع اس سے مراد مطلقاً کفر ہے نہ کہ خصوصیت کے ساتھ شرک۔

شمس برماوی کہتے ہیں کہ اس سب کی بنیاد اس بات پر ہے کہ کبیرہ گناہ کی تعریف کفر وغیرہ سے عام کی جائے، اس معنی کے مطابق نہیں جو امام الحرمین کے حوالے سے پہلے گذر چکا ہے اور میں یہ بات پہلے بیان کر چکا ہوں کہ امام وغیرہ کے کلام کا مقتضی یہ ہے کہ وہ تمام تعریفات جو گذر چکی ہیں، وہ کفر کے علاوہ کے لیے ہیں' اگرچہ اسے بھی کبیرہ قرار دینا صحیح ہے بلکہ وہ تو

احادیث کے مطابق اکبر الکبائر ہے۔

ابن عبدالسلام نے مزید فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پاکدامن عورت کو اس شخص کے لیے زبردستی روکے رکھے جو اس کے ساتھ آ کر بدکاری کرے، یا کسی مسلمان کو اس شخص کے لیے زبردستی روکے رکھے جو اسے آ کر قتل کرے تو اس بات میں کوئی شک نہیں کہ اس کا فساد یتیم کا مال ناحق کھانے سے زیادہ ہے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کفار کو مسلمانوں کی کسی کمزوری کی خبر دے حالانکہ وہ یہ بات بھی جانتا ہے کہ وہ اس کی اس ''رہنمائی کی برکت'' سے مسلمانوں کا استیصال کریں گے، ان کے بیوی بچوں کو قید کریں گے اور ان کے مال کو غنیمت بنائیں گے ان گناہوں کے مفاسد میدان جنگ سے بغیر عذر کے پشت پھیر کر بھاگ جانے کے مفاسد سے بہت زیادہ ہیں، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی دوسرے کی طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کر دیتا ہے حالانکہ وہ جانتا ہے کہ اس کے اس جھوٹ کی وجہ سے وہ قتل بھی ہو سکتا ہے...... ابن عبدالسلام نے اس پر طویل کلام کرتے ہوئے آخر میں کہا ہے کہ بعض علماء نے کبیرہ گناہ کی تعریف کا ضابطہ بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر وہ گناہ جس پر کوئی وعید یا شرعی سزا یا لعنت وارد ہوئی ہو، وہ کبائر میں سے ہے۔ چنانچہ زمین کے راستوں کو تبدیل کر دینا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس کی وجہ سے لعنت وارد ہوتی ہے، اس بناء پر ہر گناہ کے متعلق معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اس کے مفاسد وعید یا حد شرعی یا لعنت والے کام کے مفاسد جیسے ہیں یا اس سے زیادہ تو وہ کبیرہ گناہ ہے۔

ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اس صورت میں یہ شرط بھی ہونی چاہیے کہ صرف اس کی برائی کو نہ دیکھا جائے بلکہ اس کے ساتھ ملے ہوئے دوسرے امر کو بھی دیکھ جائے ورنہ اس میں غلطی کا امکان رہتا ہے، آپ غور کیجئے کہ شراب کی برائی اور مفاسد کے حوالے سے ذہن اسی چیز کی طرف منتقل ہوتا ہے کہ اس سے نشہ اور عقل میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے، اگر ہم صرف اسی برائی کو لے لیں تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ شراب کا ایک قطرہ پینا کبیرہ گناہ نہ ہو کیونکہ اس میں مذکورہ خرابی نہیں پائی جاتی، حالانکہ وہ بھی کبیرہ گناہ ہے اور اس کی وجہ ایک دوسری برائی ہے یعنی اس طرح انسان کو زیادہ مقدار میں شراب پینے کی جرأت پیدا ہو جاتی ہے جس سے مفاسد پیدا ہوتے ہیں، اس برائی کے ملنے سے یہ کبیرہ گناہ بن گیا۔

جلال بلقینی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ابن دقیق العید نے شراب کے ایک قطرے کے حوالے سے جو بات کی ہے، وہ ان سے پہلے ابن عبدالسلام بھی کہہ چکے ہیں اور انہوں نے اسے نقل کرنے کے بعد اپنی کتاب ''القواعد'' میں فرمایا ہے کہ میں اس میں علماء کے بیان کردہ کسی ضابطے سے واقف نہیں ہوں، غالباً اس سے ان کی مراد ایسا ضابطہ ہے جو اعتراض سے محفوظ ہو یا جامع اور نافع ہو۔

کبیرہ گناہ کی دیگر تعریفات میں سے ایک تعریف وہ بھی ہے جو ابن الصلاح نے اپنے فتاویٰ میں جلال بلقینی کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے اسی کو راجح تعریف قرار دیا ہے اور وہ یہ کہ ہر وہ گناہ جو اتنا برا ہو کہ اس پر لفظ ''کبیرہ'' کا اطلاق کرنا صحیح ہو اور اسے علی الاطلاق برا گناہ قرار دیا جا سکے، اس کی کچھ علامات ہیں، مثلاً حد شرعی لاگو ہونا، اس پر جہنم کی دھمکی دینا، اس کے مرتکب کو فاسق قرار دینا اور اس پر لعنت کرنا وغیرہ۔

اس تعریف کی اور اس سے پہلے والی تعریف کی تلخیص شیخ الاسلام بارزی رحمہ اللہ نے ''حاوی'' پر اپنی تفسیر میں کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تحقیقی بات یہ ہے کہ کبیرہ گناہ ہر وہ گناہ ہوتا ہے جس کے ساتھ وعید یا لعنت شامل ہو خواہ وہ نص قرآن سے ثابت ہو یا سنت سے، یا اس کے مفاسد ایسے گناہوں کی طرح یا ان سے بھی زیادہ ہوں جن پر وعید یا لعنت آئی ہے، یا اس کے مرتکب کی دین میں کمزوری پتہ چلتی ہو جیسے کوئی شخص ایسے آدمی کو قتل کر دے جسے وہ معصوم الدم سمجھتا ہو، بعد میں پتہ چلے کہ اس کا قتل تو جائز تھا یا وہ کسی عورت سے ''خلوت'' کرے اور وہ یہ سمجھتا ہو کہ وہ اس کے ساتھ بدکاری کر رہا ہے، بعد میں پتہ چلے کہ وہ اس کی بیوی یا باندی ہے، اور جو بات انہوں نے بعد میں ذکر کی ہے، ابن عبدالسلام اپنی کتاب ''القواعد'' میں بہت پہلے اسے ذکر کر چکے ہیں اور جو بات پہلے ذکر کی ہے اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول سے بھی ہوتی ہے جو ابن جریر نے ان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کبیرہ گناہ ہر وہ گناہ ہے جس پر اللہ نے جہنم کی یا غضب کی یا لعنت اور عذاب کی مہر لگائی ہو۔

یاد رکھیے! گزشتہ صفحات میں کبیرہ گناہ کی جتنی بھی تعریفات ذکر کی گئی ہیں' ان سب کا مقصد صرف اور صرف اتنا ہے کہ بات ذہن کے قریب ہو جائے، ورنہ یہ تعریفات جامع کسی صورت نہیں ہیں اور ایسی چیز کو ضبط کرنا ممکن ہو بھی کیسے سکتا ہے جسے ضبط کرنے میں شریعت ہی نے دلچسپی نہ لی ہو۔

بعض حضرات نے کبیرہ گناہوں کا تعارف کرانے کے لیے اعداد و شمار کا سہارا لیا ہے، تعریفات کا نہیں چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور علماء کی ایک جماعت کی رائے یہ ہے کہ کبیرہ گناہ وہ ہیں جو سورۂ نساء کے آغاز سے اس کی آیت نمبر ۳۱ تک بیان کیے گئے ہیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ کبیرہ گناہ سات ہیں' اور وہ اس کی دلیل میں صحیحین کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ ہلاکت میں ڈالنے والی سات چیزوں سے اجتناب کرو (۱) اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا۔ (۲) جادو (۳) ناحق کسی شخص کو قتل کرنا (۴) یتیم کا مال ناحق کھانا (۵) سود کھانا (۶) میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا (۷) پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا [1] اور صحیحین ہی کی ایک روایت میں یوں بھی ہے کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، جادو، والدین کی نافرمانی اور ناحق قتل کرنا۔ [2] صحیح بخاری میں جھوٹی قسم کا اضافہ بھی مروی ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس وقت صرف ان ہی کبیرہ گناہوں کا تذکرہ فرمایا تھا جن کی ضرورت اس وقت تھی، اس کا مقصد یہ نہیں تھا کہ کبائر کو انہی میں بند کر دیا جائے۔

وہ حضرات جنہوں نے تصریح کی ہے کہ کبائر سات ہی ہیں، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ، عطاء اور عبید بن عمیر بھی شامل ہیں، بعض حصرات نے کبیرہ گناہوں کی تعداد پندرہ، بعض نے چودہ اور بعض نے چار قرار دی ہے۔ یہی قول حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے، ان کا ایک قول تین اور ایک قول دس کا بھی ہے۔ عبدالرزاق اور طبرانی کی روایت کے مطابق حضرت ابن

---

[1] صحیح بخاری۔ کتاب الوصایا، (باب۲۳)، کتاب الطب، باب ۴۸۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان: (۱۴۴)۔ ابوداود: کتاب الوصایا، (باب ۱۰)۔ نسائی: کتاب الوصایا، (باب: ۱۲)۔

[2] بحوالہ سابقہ

عباس رضی اللہ عنہ کے نزدیک اس تعداد کو ستر قرار دینا صحت کے زیادہ قریب ہے، جبکہ ان کے سب سے عظیم شاگرد سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ اپنی انواع واصناف کے اعتبار سے اس تعداد کو سات سو قرار دینا صحت کے زیادہ قریب ہے، بلکہ طبرانی نے تو اسے خود حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، چنانچہ سعید کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد کتنی ہے؟ کیا یہ تعداد سات ہے؟ انہوں نے فرمایا سات کے بجائے یہ تعداد سات سو قرار دینا صحت کے زیادہ قریب ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ تمام شرائط کا لحاظ کر کے اگر توبہ واستغفار کرلیا جائے تو کوئی کبیرہ گناہ برقرار نہیں رہتا اور گناہوں پر اصرار کے ساتھ کوئی گناہ صغیرہ نہیں رہتا۔

دیلمی کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی ایک کتاب میں اپنے اجتہاد سے کبیرہ گناہوں کی تعداد ذکر کی ہے، جو چالیس کے عدد سے تجاوز کر گئی ہے، اس کی وہی تاویل ہے جو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول میں گذری۔ شیخ الاسلام علائی اپنی کتاب ''القواعد'' میں فرماتے ہیں کہ انہوں نے ایک رسالہ تصنیف کیا ہے جس میں ان گناہوں کو جمع کیا ہے جن کے کبیرہ ہونے کی تصریح خود نبی علیہ السلام نے فرمائی ہے اور وہ حسب ذیل ہیں۔

شرک، قتل، زنا اور اس میں سب سے فحش درجہ اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنا ہے، میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا، سود خوری، یتیم کا مال ناحق کھانا، پاکدامن عورتوں پر گناہ کی تہمت لگانا، جادو، کسی مسلمان کی آبرو پر ناحق دست درازی کرنا، جھوٹی گواہی، جھوٹی قسم، چغلی، چوری، شراب نوشی، بیت اللہ الحرام کو حلال سمجھ لینا (اس کی حرمت پامال کرنا) بیعت توڑ دینا، ترک سنت، ہجرت کے بعد دیہاتی زندگی دوبارہ اختیار کرلینا، اللہ کی رحمت سے مایوسی، اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو جانا، مسافر کو اضافی پانی دینے سے انکار کرنا، پیشاب کے قطرات سے اپنا بچاؤ نہ کرنا، والدین کی نافرمانی، انہیں برا بھلا کہنے کا سبب بننا، وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا، یہ کل پچیس گناہ ہوئے، یہ تمام وہ گناہ ہیں جن کے کبیرہ ہونے کی تصریح احادیث میں آئی ہے۔

میری رائے یہ ہے کہ اس میں کچھ اور چیزوں کا بھی اضافہ کیا جاسکتا ہے مثلاً مال غنیمت میں خیانت اور سانڈ کو روکنا، بلکہ بزار کی ایک حدیث میں ''جو عنقریب آرہی ہے'' نبی علیہ السلام نے اسے اکبر الکبائر قرار دیا ہے، اسی طرح بیت اللہ میں الحاد پھیلانا بھی کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ بیہقی کی ایک روایت میں آتا ہے، یہ گناہ بیت اللہ کو حلال سمجھ لینے کے علاوہ ہے جیسا کہ واضح ہے کیونکہ یہ بیت اللہ میں نافرمانی ''اگرچہ وہ خفیہ طور پر ہی ہو'' کے کسی بھی کام پر صادق آتا ہے۔

اس کے بعد میں نے جلال بلقینی کی تحریر دیکھی جس میں انہوں نے مذکورہ تقریر کے بعد فرمایا ہے کہ ان گناہوں کے تذکرے میں کچھ ایسے گناہ بھی رہ گئے ہیں جن کا احادیث میں ذکر آتا ہے، مثلاً سانڈ کو روکنا، جادو سیکھنا، جادو پر عمل کرنا، اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی، مال غنیمت میں خیانت، بغیر عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کرنا لیکن اس کی حدیث ضعیف ہے، اس طرح منصوص علیہ گناہوں کی تعداد تیس گناہوں تک پہنچ جاتی ہے، لیکن سانڈ روکنے والی حدیث کی سند بھی ضعیف ہے اور اس کا نقصان دوسرے کبیرہ گناہوں کے نقصان تک نہیں پہنچتا، البتہ ہم نے اسے یوں ذکر کر دیا کہ حدیث میں اس کا ذکر آیا ہے۔

اس پر یہ اعتراض کیا جا سکتا ہے کہ اس طرح تو احادیث میں ''چوری'' کے کبیرہ گناہ ہونے کی تصریح موجود نہیں ہے، کبیرہ ہونے کی تصریح تو ''غلول'' کے لیے آئی ہے لیکن اس کا معنی مطلقاً چوری نہیں بلکہ مال غنیمت کی چوری ہے، البتہ صحیحین کی حدیث میں یہ ضرور آتا ہے کہ ''جس وقت کوئی چور، چوری کرتا ہے، وہ اس وقت مومن نہیں رہتا۔ ❶ اور نسائی کی روایت میں ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا کرے تو اس نے اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ نکال پھینکا، اگر وہ توبہ کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔ ❷ اسی طرح بیعت توڑ دینے کے متعلق احادیث میں اس کے کبیرہ ہونے کی تصریح نہیں آئی، اس میں تو صرف وعیدِ شدید وارد ہوئی ہے، یہی حال ترک سنت کا بھی ہے۔

حاکم رحمہ اللہ نے مستدرک میں یہ روایت نقل کر کے اسے صحیح علی شرط مسلم قرار دیا ہے کہ فرض نمازیں، جمعہ اور رمضان تمام گناہوں کے کفارات ہیں سوائے تین گناہوں کے۔ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، بیعت توڑ دینا، اور سنت ترک کرنا اور بیعت توڑنے کی وضاحت کرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تم کسی شخص سے اس کے ہاتھ پر بیعت کرو، پھر اس کی مخالفت کر کے اپنی تلوار سے اس کے ساتھ قتال شروع کر دو، اور ترک سنت کی وضاحت اجتماعیت سے نکل جانے سے فرمائی ہے اور اس کی تائید مسند احمد و ابوداؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ جو شخص ایک بالشت برابر بھی دائرہ جماعت سے باہر نکلتا ہے، وہ اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار دیتا ہے۔ ❸ اور اس سے مراد بدعتوں کی پیروی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے۔

اور اس بات کی طرف اشارہ کرنے میں کوئی حرج نہیں کہ ان احادیث کی دو قسمیں ہیں، بعض احادیث وہ ہیں جن میں گناہوں کے کبیرہ یا اکبر الکبائر یا سب سے بڑا گناہ یا مہلک ہونے کی تصریح موجود ہے، اور بعض میں لعنت یا غضب یا شدید دھمکی کا ذکر ہے، پہلی قسم کی احادیث میں صحیحین کی یہ روایت بھی ہے کہ ''کیا میں تمہیں اکبر الکبائر کے متعلق نہ بتاؤں؟'' ایسے گناہ تین ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی گواہی، پہلے نبی علیہ السلام ٹیک لگائے ہوئے تھے، پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور بار بار ''جھوٹی گواہی'' کا لفظ دہرانے لگے، یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کاش! نبی علیہ السلام خاموش ہو جائیں'' ❹ صحیحین ہی کی ایک روایت میں پہلے دو کو کبائر میں شمار کرنے کے بعد ان کے ساتھ قتل کو شمار کیا گیا ہے اور جھوٹی گواہی کو اکبر الکبائر قرار دیا گیا ہے۔

اسی طرح صحیحین میں یہ روایت بھی ہے کہ ایک مرتبہ ایک شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے عظیم گناہ کون سا ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، سائل کا کہنا ہے کہ میں نے عرض کیا واقعی یہ عظیم گناہ ہے، اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے

---

❶ صحیح بخاری: کتاب المظالم، (باب: ۳۰)۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان: (۱۰۰).

❷ نسائی: کتاب السارق، (باب: ۱).

❸ ابو داود: کتاب السنة، (باب: ۲۷)۔ مسند احمد: ۳/ ۳۳۲۔ ۴/ ۱۳۰.

❹ صحیح مسلم: کتاب الایمان: (۱۴۳). ترمذی: کتاب الشهادات، (باب ۳)۔ مسند احمد: ۵/ ۳۷.

ساتھ کھانا کھائے گی، میں نے عرض کیا اس کے بعد کون سا گناہ؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو۔ ❶ نیز صحیحین ہی میں یہ روایت بھی ہے کہ ''کبیرہ گناہوں میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنے والدین کو گالی دے، کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! کیا کوئی شخص اپنے والدین کو بھی گالی دے سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اور وہ اس طرح کہ انسان کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے ماں باپ کو گالی دے دے۔'' ❷

اور صحیح بخاری کی ایک روایت میں اس آخری گناہ کو اکبرالکبائر قرار دیا گیا ہے، بخاری ہی کی ایک روایت میں شرک، والدین کی نافرمانی، قتل اور جھوٹی قسم کو کبائر میں شمار کیا گیا ہے، بخاری کی ایک اور روایت میں شرک، ناحق قتل، یتیم کا مال ناحق کھانا، سود، میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا اور پاکدامن بھولی بھالی مومن عورتوں پر گناہ کی تہمت لگانا مہلکات میں شمار کیا گیا ہے، اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ان سات کے ہمراہ مسلمان والدین کی نافرمانی اور بیت اللہ الحرام کو حلال سمجھنا بھی اسی دائرہ میں قرار دیا گیا ہے، اور عنقریب اس مضمون کی روایات بھی آرہی ہیں کہ پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنا کبیرہ گناہ ہے، اور بزار کی ایک حدیث میں ''جس کے ایک راوی کو شعبہ وغیرہ نے ضعیف اور ابن حبان وغیرہ نے ثقہ قرار دیا ہے'' یہ اضافہ بھی مروی ہے کہ ہجرت کے بعد دیہات کی طرف منتقل ہو جانا، جس کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص دارالاسلام کی طرف ہجرت کرے، جب مال غنیمت میں اس کا حصہ آجائے اور اس پر جہاد واجب ہو جائے تو وہ اسے اپنی گردن سے اتار کر پہلے کی طرح دیہاتی بن جائے، بعض اسلاف نے اس پر سورۂ محمد (ﷺ) کی اس آیت سے استدلال کیا ہے ''بیشک وہ لوگ جو اپنے سامنے ہدایت واضح ہو جانے کے بعد اپنی ایڑیوں کے بل واپس لوٹ کر مرتد ہو گئے۔'' ❸ اسی کے موافق وہ قول بھی ہے جو ابن سیرین نے عبیدہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کبیرہ گناہوں میں یہ بھی ہے کہ کوئی شخص ہجرت کے بعد دیہات میں جا کر مرتد ہو جائے۔

طبرانی کی ایک روایت ''جس میں ایک راوی منکر ہے'' میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں ان گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں جو اکبرالکبائر ہیں؟ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی، اس وقت نبی علیہ السلام گھٹنوں کے گرد ہاتھوں سے ہالہ بنائے ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے وہ ہالہ کھولا اور اپنی زبان کو ایک کنارے سے پکڑ کر فرمایا خبردار! جھوٹی بات، نیز ایک اور روایت ''جس میں ایک مدلس راوی موجود ہے'' میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں ان گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں جو اکبرالکبائر ہیں؟ اللہ کے ساتھی کسی کو شریک ٹھہرانا، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''جو شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے وہ ایک بہت بڑا بہتان باندھتا ہے۔'' ❹ اور والدین کی نافرمانی، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کیا کرو، میری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔'' ❺ اور پہلے نبی علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، اب سمٹ کر بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار! جھوٹی بات۔

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الادب، (باب: ۲۰)۔ صحیح مسلم: کتاب الایمان (۱۴۱)۔

❷ صحیح مسلم: کتاب الایمان (۱٤٥)۔ ترمذی: کتاب البر، (باب: ٤)۔ مسند احمد: ۲/ ١٦٤۔

❸ سورۂ محمد: ۲٥۔ ❹ سورۂ نساء: ٤٨۔ ❺ سورۂ لقمان: ١٤۔

امام احمد رحمہ اللہ نے اپنی مسند میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کبیرہ گناہوں میں بھی سب سے بڑے گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی اور جب کوئی شخص اللہ کے نام پر کوئی مضبوط قسم اٹھاتا ہے اور اس میں مچھر کے ایک پر کے برابر بھی جھوٹ کو شامل کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس شخص کے دل پر قیامت تک کے لیے ایک داغ بنا دیتا ہے۔ ❶ نیز بزار نے ایک ضعیف سند سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اکبرالکبائر گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی، ضرورت سے زائد پانی کسی کو دینے سے انکار کرنا اور سانڈ کو روک لینا، اسی طرح ابن مردویہ نے بھی ایک ضعیف سند یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکبرالکبائر یہ گناہ ہوں گے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا، میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا، والدین کی نافرمانی، پاکدامن عورتوں پر بدکاری کی تہمت لگانا، جادو سیکھنا، سودخوری اور یتیم کا مال کھانا اور ابن ابی حاتم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شراب اکبرالکبائر اور تمام فحش کاموں کی اصل ہے، جو شخص شراب نوشی کرتا ہے، وہ نماز ترک کر دیتا ہے اور اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی پر جا پڑتا ہے۔

نیز یہ بھی مروی ہے کہ اکبرالکبائر میں یہ گناہ بھی ہے کہ انسان ناحق کسی مسلمان آدمی کی عزت پر دست درازی کرے اور اس کی موافقت مسند احمد اور ابوداؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ انسان ناحق کسی کی عزت پر دست درازی کرے۔ ❷ نیز مسند بزار میں ایک ضعیف سند سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ ''جو شخص بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کرتا ہے، وہ کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کرتا ہے۔'' نیز ابن ابی حاتم اور بزار نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا، اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونا، اور یہ اکبرالکبائر میں سے ہے، بعض علماء کی رائے کے مطابق اس حدیث کا موقوف ہونا یعنی قول صحابی زیادہ بہتر ہے اور دارقطنی کی روایت میں ہے کہ وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا کبائر میں سے ہے، ابن ابی حاتم کی رائے میں اس کا بھی موقوف ہونا ہی صحیح ہے۔

دوسری قسم کی احادیث میں صحیح مسلم وغیرہ کی یہ روایت ہے کہ ''تین آدمی ایسے ہیں جن سے اللہ ہم کلام ہوگا، ان پر نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ فرمائے گا، اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو نقصان اور خسارے میں پڑ گئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تکبر سے اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، احسان جتانے والا جو احسان جتائے بغیر کسی کو کچھ نہ دے، اور جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا سامان تجارت بیچنے والا۔ ❸ صحیح مسلم ہی کی ایک روایت میں ان تین آدمیوں کی وضاحت یوں کی گئی ہے بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔

---

❶ مسند احمد: ۳/ ٤٩٥.

❷ ابو داود، کتاب الادب، باب: ۳۵۔ مسند احمد: ۱/ ۱۹۰.

❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۷۱۔ ابو داود، کتاب اللباس، باب: ۲۵.

صحیحین کی ایک روایت میں آتا ہے کہ ایک وہ آدمی جو کسی جنگل میں ہو اور اس کے پاس زائد پانی ہو لیکن وہ مسافر کو دینے سے انکار کر دے، دوسرا وہ آدمی جو نماز عصر کے بعد کسی شخص کے سامان تجارت کی بیع کرتا ہے اور اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ اس نے وہ چیز اتنے میں لی ہے حالانکہ وہ اپنی اس بات میں سچا نہیں ہوتا، اور تیسرا وہ آدمی جو کسی حکمران سے بیعت کرے، اس کی بیعت محض حصول دنیا کے لیے ہو، اگر بادشاہ اس کی مراد پوری کر دے تو وہ بیعت پوری کرتا ہے اور اگر نہ کرے تو وہ بیعت بھی پوری نہیں کرتا۔ ❶ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے بھی ہیں جن سے قیامت کے دن وہ ہم کلام ہوگا، ان کا تزکیہ کرے گا اور نہ ہی ان پر نظر کرم فرمائے گا، کسی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے والدین سے بیزاری اور بے رغبتی ظاہر کرنے والا یا اپنی اولاد سے بیزاری ظاہری کرنے والا۔ اور وہ آدمی جس پر کسی نے احسان کیا ہو، وہ اس کے احسان کی ناشکری کرے اور اس سے بیزاری ظاہری کرنے لگے۔ ❷ یعنی وہ لوگ جنہوں نے اسے آزاد کر کے اس پر احسان کیا ہو، اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے جو شخص اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی شخص سے عقد موالات کرے اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کرے گا۔ ❸ نیز امام بخاری اور امام مسلم رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''چغل خور جنت میں نہیں جائے گا۔ ❹ اور امام احمد رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے عادی شراب خور، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ ❺

امام احمد اور امام بخاری رحمہما اللہ نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ایسے ہیں قیامت کے دن جن سے میں جھگڑا کروں گا، ایک تو وہ آدمی جو میرے نام پر وعدہ کرے پھر مجھے دھوکہ دے، دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر بیچ دے اور اس کی قیمت کھا جائے، اور تیسرا وہ آدمی جو کسی شخص کو مزدوری پر رکھے اور اس سے کام پورا کروا لے لیکن اجرت پوری نہ دے۔ ❻ امام احمد اور نسائی نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے جنت میں والدین کا کوئی نافرمان، عادی شراب خور اور چغل خور نہیں جائے گا۔ ❼ امام احمد اور ابن ماجہ نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ جنت میں والدین کا کوئی نافرمان، عادی شراب خور اور تقدیر کی تکذیب کرنے والا نہیں جائے گا۔ ❽ نیز امام احمد رحمہ اللہ نے ایک ضعیف سند کے ساتھ یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ حسب ذیل پانچ میں سے کوئی ایک شخص بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے گا، عادی شراب خور، جادو کی تصدیق کرنے والا، قطع رحمی کرنے والا، کاہن اور احسان جتانے والا ❾ اور مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی جانور کو غیر اللہ کے

---

❶ صحیح بخاری، کتاب الشهادات، باب: ۲۲۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۷۳.
❷ مسند احمد: ۳/ ۴۴۰.
❸ صحیح مسلم، کتاب العتق: ۱۸.
❹ صحیح بخاری، کتاب الادب، باب: ۵۰۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ۱۶۹.
❺ مسند احمد: ۳/ ۱۴.
❻ صحیح بخاری، کتاب البیوع، باب: ۱۰۶۔ مسند احمد: ۲/ ۳۵۸.
❼ نسائی، کتاب الزکوٰۃ باب: ۶۹. مسند احمد: ۳/ ۲۸.
❽ مسند احمد: ۲/ ۴۴۱.
❾ مسند احمد: ۳/ ۱۴.

نام پر ذبح کرے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے والدین پر لعنت کرے اور اس شخص پر بھی اللہ کی لعنت ہو جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ نہ دے اور اس شخص پر بھی اللہ کی لعنت ہو جو زمین کے راستوں کو تبدیل کر دے۔ ❶

اسی طرح حاکم نے یہ روایت نقل کر کے اس کی تصحیح کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے والدین کا نافرمان، گھر میں گندگی برداشت کرنے والا بے غیرت، اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں۔

یہ وہ احادیث ہیں جن کی طرف شیخ الاسلام علائی وغیرہ نے یہ کہہ کر اشارہ کیا ہے کہ ان میں بعض گناہوں کے کبیرہ ہونے کی تصریح کی گئی ہے اور ان شاء اللہ جب ہم ان کی تفصیلات بیان کریں گے تو ان کے علاوہ بھی بہت سی احادیث کا تذکرہ آجائے گا، یہاں ہمارا مقصد صرف علائی وغیرہ کے اقوال کی اصل بیان کرنا تھا، باقی ہر کبیرہ گناہ اور اس کے متعلق احادیث کی تحقیق ہم ان شاء اللہ عنقریب تفصیل سے بیان کریں گے۔

ابو طالب مکی کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد سترہ ہے، چار کا تعلق دل سے ہے شرک، نافرمانی کے کاموں پر اصرار، ناامیدی اور اللہ کی تدبیر سے بے خوفی، چار کا تعلق زبان سے ہے کسی پاکدامن پر گناہ کی تہمت لگانا، جھوٹی گواہی، جادو، یعنی ہر وہ کلام جو انسان یا اس کے کسی عضو کو تبدیل کر دے اور جھوٹی قسم یعنی وہ کلام جس کے ذریعے کسی حق کو باطل یا باطل کو حق ثابت کیا جائے، اور تین کا تعلق پیٹ سے ہے، یتیم کا مال ناحق کھانا، سود خوری اور ہر نشہ آور مشروب پینا، دو کا تعلق شرمگاہ سے ہے، یعنی بدکاری اور لواطت، دو کا تعلق ہاتھ سے ہے، یعنی قتل اور چوری ایک کا تعلق پاؤں سے ہے یعنی میدان جنگ سے بھاگنا اور ایک کا تعلق پورے جسم سے ہے یعنی والدین کی نافرمانی۔

خاتمہ: تمام کبیرہ اور صغیرہ گناہوں سے بچنے اور احتیاط کرنے کا بیان

یہ بحث شروع میں لانے کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان معاصی اور گناہوں کی چراگاہ میں گھسنے سے روکنے والی بن جائے، جو ہلاکت کا اور دار السلام یعنی جنت سے دوری کا سبب بن جاتے ہیں نیز ان سے ذلت و رسوائی، نقصان اور وبال لازم آتا ہے۔

یاد رکھیے! اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو اپنے نوامیس ربوبیت سمجھا کر اور اپنی وحدانیت اور عظمت پر دلائل قائم کر کے انہیں اپنی معصیت سے بچنے کے لیے متوجہ کیا ہے چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''جب انہوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لے لیا۔'' ❷ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''جب انہوں نے ممانعت کے کاموں میں سرکشی کی راہ اختیار کی تو ہم نے ان کے متعلق حکم دے دیا کہ تم سب ذلیل بندر بن جاؤ۔'' ❸ نیز فرمان ربانی ہے ''اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کی کرتوتوں پر ان کا مواخذہ کرنا شروع کر دیتا تو روئے زمین پر کسی چلنے والے کو نہ چھوڑتا۔'' ❹ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''جو شخص راہ ہدایت واضح ہو جانے کے بعد بھی پیغمبر ﷺ کی مخالفت کرے اور مومنین کے راستے کے علاوہ دوسری راہوں کی پیروی کرنے لگے تو

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الاضاحی، (۴۳)۔ نسائی: کتاب الضحایا، باب: (۳٤)۔ مسند احمد: ۱/ ۱۰۸.

❷ سورۂ زخرف: ٥٥. ❸ سورۂ اعراف: ١٦٦.

❹ سورۂ فاطر: ٤٥.

ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے جس طرح وہ پھر گیا اور اسے جہنم میں پہنچا دیں گے اور وہ برا ٹھکانہ ہے۔'' ❶ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے'' جو شخص کوئی برائی کا کام کرے گا اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ اللہ سے بچنے کے لیے کوئی سرپرست اور مددگار نہ پائے گا۔'' ❷ اس سلسلے کی آیات اس کے علاوہ بھی بہت سی ہیں۔

اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کچھ فرائض متعین کیے ہیں تم انہیں ضائع نہ کرنا، کچھ حدود مقرر کی ہیں ان سے تجاوز نہ کرنا، کچھ چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، تم ان کی حرمت پامال نہ کرنا اور کچھ چیزوں میں سکوت اختیار کر لیا ہے، جس کا منشا بھول چوک نہیں بلکہ محض تم پر شفقت واحسان ہے اس لیے تم ان میں بحث نہ کرنا۔ ❸ نیز صحیحین میں ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا بیشک اللہ تعالیٰ کو غیرت آتی ہے اور مومن کو بھی غیرت آتی ہے، اللہ تعالیٰ کی غیرت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مسلمان اللہ کے حرام کردہ کسی کام کا ارتکاب کرے۔ ❹ اور صحیحین میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہو سکتا اسی لیے تو اس نے ظاہری اور باطنی بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے، اور اللہ تعالیٰ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ہوسکتی۔ ❺

اسی طرح ایک صحیح حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب کوئی مومن کوئی گناہ کر بیٹھتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ داغ لگ جاتا ہے، اگر وہ اس سے توبہ واستغفار کر لے تو اس کا دل صاف ہو جاتا ہے اور اگر توبہ نہ کرے تو اس سیاہی میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے یہاں تک کہ وہ اس کے پورے دل پر چھا جاتی ہے، یہ وہی زنگ ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان الفاظ سے فرمایا ہے'' ہرگز نہیں، بلکہ ان کی حرکتوں کی وجہ سے ان کے دلوں پر زنگ چڑھ گیا ہے۔'' ❻ اور صحیحین میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن کی طرف بھیجتے ہوئے نصیحت فرمائی تھی'' مظلوم کی بد دعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی پردہ حائل نہیں ہوتا۔''

ابن جوزی رحمہ اللہ نے حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا'' جو کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی والدہ ہیں'' کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی وصیت فرمائیے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا معصیت کے تمام کام چھوڑ دو کیونکہ یہ سب سے افضل ہجرت ہے، فرائض کی پابندی کرو کیونکہ یہ سب سے افضل جہاد ہے، کثرت سے اللہ کا ذکر کرو کیونکہ بندہ کثرت ذکر سے زیادہ اللہ کی نگاہوں میں کوئی محبوب عمل نہیں کرتا، اسی طرح حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ سب سے افضل ہجرت کون سی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کی جو گناہوں کو چھوڑ دے، اس مفہوم کی احادیث بہت زیادہ ہیں۔

---

❶ سورۂ نساء: ۱۱۵. ❷ سورۂ نساء: ۱۲۳.

❸ سنن كبرى بيهقى: ۱۰/۱۳ـ مستدرك حاكم: ۲/ ۱۲۲.

❹ صحيح بخارى، كتاب النكاح، باب: ۱۰۷ـ صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۳٦.

❺ صحيح بخارى، كتاب التوحيد، باب: ۱۸ـ صحيح مسلم، كتاب التوبة: ۳۲.

❻ سورۂ مطففين: ۱٤

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ کیا بنو اسرائیل نے اپنا دین ترک کر دیا تھا یعنی اسی بناء پر انہیں مختلف قسم کے دردناک عذاب دیئے گئے مثلاً انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کیا جانا اور انہیں خود اپنے آپ کو قتل کرنے کا حکم دیا جانا؟ انہوں نے فرمایا نہیں، اصل بات یہ ہے کہ جب انہیں کسی چیز کا حکم دیا جاتا وہ اسے ترک کر دیتے، جس چیز سے منع کیا جاتا اسی پر عمل کرتے، یہاں تک کہ وہ اپنے دین سے اس طرح نکل گئے جیسے کوئی شخص اپنی قمیص سے نکل جاتا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ گنہگار آدمی کو مخاطب کرتے ہوئے فرماتے ہیں اے گنہگار آدمی! گناہ کے برے انجام سے بے خوف ہونا اور پے در پے گناہ کرتے چلے جانا گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، اپنے دائیں بائیں بیٹھے ہوئے فرشتوں سے تیرا حیاء نہ کرنا اور گناہ پر برقرار رہنا اصل گناہ سے بھی بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ پر قدرت ملنے کے بعد اس پر خوش ہونا اصل گناہ سے بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ کرنے کے بعد ہنستے رہنا'' حالانکہ تجھے یہ معلوم نہیں کہ اللہ تیرے ساتھ کیا سلوک کرے گا'' اصل گناہ سے بڑا گناہ ہے، تیرا گناہ کا موقع ہاتھ سے نکل جانے پر رنج وغم کا اظہار کرنا اصل گناہ سے بڑا گناہ ہے، جب تو گناہ کر رہا ہو اور ہوا چلنے کی وجہ سے تیرے گھر کا پردہ ہلنے لگے تو تیرا اس سے خوفزدہ ہو جانا اور دل کا اس بات پر مضطرب نہ ہونا کہ اللہ تجھے دیکھ رہا ہے اصل گناہ سے بڑا گناہ ہے، ہائے افسوس! کیا تجھے معلوم ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ایوب علیہ السلام کا جسمانی اور مالی طور پر جو امتحان لیا تھا، اس کی اصل وجہ کیا تھی؟ دراصل بات یہ تھی کہ ایک غریب آدمی نے ان سے ایک ظالم کے خلاف تعاون کی درخواست کی تھی، حضرت ایوب علیہ السلام کسی وجہ سے اس کے ساتھ تعاون نہ کر سکے اور ظالم کو اس ظلم سے نہ روک سکے جس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی آزمائش کی۔

بظاہر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی طرف اس قول کی نسبت صحیح نہیں ہے، بالفرض اگر یہ نسبت صحیح ہو بھی تو اس میں تاویل ضروری ہے، کیونکہ صحیح اور راجح قول کے مطابق انبیاء کرام علیہم السلام نبوت سے پہلے اور بعد میں صغیرہ اور کبیرہ، عمداً اور سہواً ہر گناہ سے معصوم ہوتے ہیں، اس واقعے میں یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ غالباً حضرت ایوب علیہ السلام نے سکوت اس لیے فرمایا ہوگا کہ وہ اس کی مدد کرنے پر قادر نہ ہوں گے۔

بلال بن سعد رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ گناہ کے چھوٹے پن کو نہ دیکھو، یہ دیکھو کہ نافرمانی کس کی کر رہے ہو؟ خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! گناہ چھوڑنا تو بہ طلب کرنے سے زیادہ آسان ہے، محمد بن کعب قرظی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی عبادت ایسی نہیں کی گئی جو ترک معصیت سے زیادہ اللہ کو پسند ہو، اس کی تائید نبی علیہ السلام کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے جو صحیح احادیث میں موجود ہے کہ'' جب میں تمہیں کسی کام کا حکم دوں تو اپنی طاقت کے مطابق اس پر عمل کیا کرو، اور جب کسی چیز سے روکوں تو اس سے اجتناب کیا کرو۔'' [1] اس فرمان میں نبی علیہ السلام نے مامورات میں'' حسب امکان وطاقت'' کی قید لگائی ہے لیکن منہیات میں یہ قید نہیں لگائی جس سے اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ گناہوں کا خطرہ کتنا زیادہ ہے اور اس میں پڑنا کتنا

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الاعتصام، باب: (۲)۔ صحیح مسلم: کتاب الفضائل: ۱۳۰۔ نسائی: کتاب الحج، باب: (۱)۔ مسند احمد: ۲ / ۲۵۸.

قبیح ہے، نیز یہ کہ گناہوں سے بچنے میں اپنی پوری طاقت اور ہمت صرف کرنا واجب ہے چاہے اس کی طاقت ہو یا نہ ہو، بخلاف مامورات کے کہ اس میں عاجز ہونے پر اسے ترک کرنے کی گنجائش موجود ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمہاری نگاہوں میں جوں جوں کوئی گناہ چھوٹا ہوتا جاتا ہے وہ اللہ کی نگاہوں میں بڑا ہوتا جاتا ہے اور جوں جوں تمہاری نگاہوں میں کوئی گناہ بڑا ہوتا جاتا ہے، وہ اللہ کی نگاہوں میں چھوٹا ہوتا جاتا ہے، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! میری مخلوق میں سب سے پہلے ہلاک ہونے والا یعنی نقصان اور خسارے میں پڑنے والا شخص ابلیس ہے کیونکہ اس نے میری نافرمانی کی اور ساتھ ساتھ یہ کہ میری نافرمانی کرنے والے افراد کو تیار کیا، بزرگ فرماتے ہیں کہ معصیت اور نافرمانی کے کام کفر کے قاصد اور ڈاکیے ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جب قلب پر معاصی کی سیاہی چھا جاتی ہے تو وہ کوئی بھی خیر قبول نہیں کرتا بلکہ سخت ہو جاتا ہے اور اس میں سے ہر قسم کی رحمت اور شفقت نکل جاتی ہے، اس لیے وہ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے، اور اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو اپنا دوست بنا لیتا ہے جو اسے گمراہ کر دیتا ہے، اسے طرح طرح کی تسلیاں دیتا اور تمنائیں دلاتا ہے اور کفر سے کم درجے پر اس سے راضی ہی نہیں ہوتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے

> ”یہ لوگ تو اللہ کو چھوڑ کر کچھ عورتوں کو پکار رہے ہیں، اور یہ تو محض اس دھتکارے ہوئے شیطان کو پکار رہے ہیں جس پر اللہ نے لعنت کی ہے اور جس نے یہ کہا تھا کہ میں تیرے بندوں میں سے اپنا مقررہ حصہ ضرور حاصل کروں گا، انہیں گمراہ کروں گا، انہیں امیدیں دلاؤں گا اور انہیں حکم دوں گا تو وہ اللہ کی تخلیق کو بدل ڈالیں گے اور جو شخص اللہ کو چھوڑ کر شیطان کو دوست بنائے گا وہ کھلی اور واضح گمراہی میں پڑ جائے گا، شیطان ان سے وعدے کرتا ہے اور انہیں امیدیں دلاتا ہے حالانکہ شیطان ان سے جو بھی وعدے کرتا ہے وہ محض دھوکہ ہوتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کا ٹھکانہ جہنم ہے اور وہ اس سے کہیں چھٹکارا نہ پائیں گے۔“ (النساء: ۱۱۷۔ ۱۲۱)

اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ”اے لوگو! یقیناً اللہ کا وعدہ سچا ہے، کہیں دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں نہ ڈال دے اور کہیں دھوکہ باز تمہیں اللہ کے متعلق دھوکے میں مبتلا نہ کر دے، یقیناً شیطان تمہارا دشمن ہے، تم اسے دشمن ہی سمجھو، وہ اپنے گروہ کو دعوت دیتا ہے تاکہ وہ سب جہنم کی بھڑکتی آگ میں داخل ہونے والے بن جائیں۔“ ❶

امام احمد رحمہ اللہ نے مسند میں وہب کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے متعلق جو باتیں بیان فرمائی ہیں، ان میں سے ایک بات یہ بھی ہے کہ جب میرا بندہ میری اطاعت کرتا ہے تو میں اس سے راضی ہو جاتا ہوں، اور جب میں اس سے راضی ہو جاتا ہوں، تو اس میں اور اس کے آثار میں برکت ڈال دیتا ہوں اور میری برکتوں کی کوئی انتہا نہیں ہے اور جب کوئی بندہ میری نافرمانی کرتا ہے تو میں اس سے ناراض ہو جاتا ہوں اور جس سے میں ناراض ہو جاؤں اس پر اپنی لعنت نازل کرتا ہوں اور میری لعنت کا اثر اس کی ساتویں پشت تک پہنچتا ہے۔

---

❶ سورۂ فاطر: ۵۔۶.

اس کی تائید اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے ''ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اگر اپنے پیچھے کمزور بچے چھوڑ جائیں اور ان کے متعلق انہیں اندیشہ ہو، انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور بالکل کھری بات کہیں۔'' ❶ اور مفسرین نے ''ملك يوم الدين'' کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ وہ روز جزاء کا مالک ہے اور حدیث میں آتا ہے ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔'' ❷ یعنی جیسا تم کرو گے ویسا ہی تمہارے ساتھ بھی ہوگا، اگر یہ قصاص تم سے نہ لیا گیا تو تمہاری اولاد سے لے لیا جائے گا، اب اگر تمہیں اپنے نابالغ اور محتاج بچوں کے متعلق یہ خوف پیدا ہو جائے کہ تمہارے پیچھے ان کے ساتھ کیا ہوگا تو تم اپنے تمام اعمال میں اللہ سے ڈرو، خاص طور پر دوسروں کی اولاد کے حوالے سے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ تمہاری اولاد کی حفاظت فرمائے گا، اور تمہارے تقویٰ کی برکت سے انہیں وہ خیر اور توفیق عطا فرمائے گا، جس سے موت کے بعد تمہیں آنکھوں کی ٹھنڈک اور دل کا سکون نصیب ہوگا، اور اگر لوگوں کے بیوی بچوں کے حوالے سے تم نے اللہ کا خوف نہ کیا تو یاد رکھنا کہ اس کا مواخذہ تم سے اور تمہاری اولاد دونوں سے کیا جائے گا، اور تم نے جو کچھ کیا ہوگا وہ تمہاری اولاد کے ساتھ بھی کیا جائے گا۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ان بچوں نے تو کوئی جرم نہیں کیا، پھر ان کے آباؤاجداد کی غلطیوں کی سزا انہیں کیوں دی جائے گی اور ان سے کیوں انتقام لیا جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ دراصل یہ انہی آباؤاجداد سے پیدا ہوئے اور انہی کے پیروکار بنے ارشاد باری تعالیٰ ہے ''پاکیزہ جگہ اپنے رب کے حکم سے اپنی پیداوار اگاتی ہے اور وہ جگہ جو گندی ہو اس میں سے گھٹیا چیز ہی نکلتی ہے۔'' ❸ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''باقی رہی دیوار تو وہ شہر کے دو یتیم بچوں کی تھی اور اس دیوار کے نیچے ان دونوں کا خزانہ تھا جبکہ ان دونوں کا باپ نیک آدمی تھا، اس لیے آپ کے رب کا ارادہ ہوا کہ یہ دونوں بچے جوان ہوں اور اپنا خزانہ نکال لیں، یہ آپ کے رب کی شفقت ہے، میں نے یہ کام اپنی مرضی سے نہیں کیا۔'' ❹ بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ شخص ان بچوں کا ساتویں پشت میں نانا تھا۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ہم دیکھتے ہیں بسا اوقات گناہگار لوگوں کی اولاد میں نیک اور نیک لوگوں کی اولاد میں گناہگار بھی تو پیدا ہو جاتے ہیں، چنانچہ اس کی واضح ترین مثال آپ حضرت نوح عَلَیْہِ السَّلَام کے نافرمان بیٹے اور حضرت آدم عَلَیْہِ السَّلَام کے قاتل بیٹے میں دیکھ سکتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایسا اگرچہ کم ہوتا ہے تاہم پھر بھی یہ ایک باطنی معاملہ ہے جسے اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اور اس کا مقصد یہی ہے کہ مخلوق پر اس کی عاجزی ثابت کر دی جائے کہ ان میں سے جو کامل ترین افراد ہیں، وہ بھی اپنے قریب ترین عزیزوں کو ہدایت کی دولت سے مالا مال نہیں کر سکتے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''جسے آپ چاہتے ہیں آپ ہر اس شخص کو ہدایت نہیں دے سکتے۔'' ❺ علاوہ ازیں آیت قرآنی ''ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے۔'' ❻ یہ بتاتی ہے کہ بعض اوقات آباؤاجداد کی وجہ سے ان کی نسلوں کو ان کی کرتوتوں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ

---

❶ سورۂ نساء: ۹۔ ❷ صحيح بخاری: تفسير سورة(۱) باب(۱)۔
❸ سورۂ اعراف: ۵۸۔ ❹ سورۂ كهف: ۸۲۔
❺ سورۂ قصص: ۵۶۔ ❻ سورۂ نساء: ۹۔

آباؤ اجداد کی نیکی سے ان کی نسلوں کو فائدہ ہوتا ہے تاہم ان دونوں صورتوں میں یہ کوئی قاعدہ کلیہ نہیں ہے اس لیے ان دونوں کو برابر فرض کر لینا بھی ضروری نہیں، اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ ایک ایسا آدمی جس کا فاسق ہونا بالکل واضح ہو، اس کے کچھ نیک اعمال ایسے بھی ہوتے ہیں جو عام لوگوں سے مخفی ہوتے ہیں، اور اس کا بدلہ اللہ تعالیٰ اس کی آنے والی نسلوں کو عطا فرما دیتا ہے، اس لیے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹ کا مفہوم متعین کرنا آسان ہو گیا۔

مسند احمد میں یہ روایت آتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ اگر بندہ اللہ کی نافرمانی کا کوئی عمل کرتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والے لوگ اس کی مذمت کرنے والے بن جاتے ہیں اور حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس بات سے بچنے کی کوشش کرو کہ مسلمانوں کے دل تم سے نفرت کرنے لگیں اور تمہیں اس کا پتہ بھی نہ چلے، فضیل کہتے ہیں کہ جو شخص تنہائی میں اللہ کی نافرمانی کے کام کرتا ہے اللہ مسلمانوں کے دل میں اس کی نفرت پیدا کر دیتا ہے اور اسے خبر بھی نہیں ہوتی، ایک مرتبہ امام ابن سیرین رحمہ اللہ کو کسی سے قرض لینا پڑا جس کے نتیجے میں انہیں شدید غم کی کیفیت لاحق ہوئی تو وہ کہنے لگے کہ مجھے اس غم اور پریشانی کا سبب معلوم ہے اور وہ یہ کہ مجھ سے آج سے چالیس سال قبل ایک گناہ سرزد ہو گیا تھا، سلیمان تیمی کہتے ہیں کہ ایک شخص خفیہ طور پر کوئی گناہ کرتا ہے لیکن جب صبح ہوتی ہے تو اس پر ذلت چھائی ہوتی ہے، یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ مجھے اس ''عقلمند آدمی'' پر تعجب ہوتا ہے جو یہ دعا مانگتا ہے کہ اے اللہ! دشمنوں کو مجھ پر ہنسی اڑانے کا موقع نہ دیجئے پھر خود ہی ہر دشمن کو اپنی ہنسی اڑانے کا موقع فراہم کر دیتا ہے، کسی نے ان سے پوچھا کہ یہ کیسے ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، یوں قیامت کے دن ہر دشمن اس پر ہنسے گا۔

مالک بن دینار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جماعت انبیاء علیہم السلام میں سے ایک نبی کی طرف وحی بھیجی کہ اپنی قوم سے کہہ دیجئے میرے دشمنوں کے راستے میں مت داخل ہوں، میرے دشمنوں جیسا لباس مت پہنیں، میرے دشمنوں جیسی سواری مت اختیار کریں اور میرے دشمنوں جیسا کھانا مت کھائیں، ورنہ وہ بھی ان کی طرح میرے دشمنوں میں شامل ہو جائیں گے، حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی کوئی اہمیت نہیں سمجھتے جب ہی اس کی نافرمانی کرتے ہیں، اگر وہ اس کی اہمیت سمجھتے تو ضرور اس سے اجتناب کرتے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ایک کامل آدمی سے اگر کوئی گناہ سرزد ہو جاتا ہے تو وہ اسے بھولتا نہیں ہے بلکہ مسلسل اس سے لرزہ براندام رہتا ہے یہاں تک کہ وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، صحیح بخاری میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مومن آدمی اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کی جڑ میں کھڑا ہوا اور اسے اندیشہ ہو کہ وہ پہاڑ اس پر آ گرے گا، اور گنہگار آدمی اپنے گناہوں کو اس مکھی کی طرح سمجھتا ہے جو اس کی ناک پر بیٹھی ہو اور وہ اشارہ کرے تو وہ مکھی اڑ جائے۔

کعب احبار رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا، وہ بڑا غمگین ہوا، اور اسی پریشانی کے عالم میں وہ کبھی اندر جاتا، کبھی باہر آتا اور کہتا جاتا کہ میں اپنے رب کو کس طرح راضی کروں گا؟ اس کے اس غم اور پریشانی کی بناء پر اسے ''صدیق'' لکھ دیا گیا، عمار بن دادا کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ کہمس نے مجھ سے کہا اے ابوسلمہ! مجھ سے ایک گناہ سرزد

ہو گیا تھا، میں چالیس سال سے اس پر رو رہا ہوں، میں نے ان سے پوچھا کہ وہ گناہ کیا تھا؟ انہوں نے کہا میرا ایک بھائی مجھ سے ملاقات کے لیے آیا، میں نے ایک دانق میں اس کے لیے مچھلی خریدی، جب وہ کھانا کھا چکا تو میں اٹھ کر اپنے ایک پڑوسی کے باغ میں چلا گیا اور وہاں سے مٹی کا ایک ڈھیلا اٹھا لایا، جس سے اس نے اپنے ہاتھ صاف کر لیے، میں اس گناہ پر چالیس سال سے رو رہا ہوں۔

ایک مرتبہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک گورنر کو لکھا کہ اگر اللہ تعالیٰ تمہیں اپنے کسی بندے پر قدرت دے اور تم اس پر ظلم کرنے لگو تو اس بات کو اپنے ذہن میں لے آؤ کہ اللہ تعالیٰ تم پر کتنی قدرت رکھتا ہے، اور یاد رکھنا کہ تم جب بھی کوئی ظلم کرو گے تو بہر حال وہ زائل ہو جائے گا، اور وہ اس طرح کہ زیادہ سے زیادہ مظلوم مر ہی جائے گا، لیکن تم پر دنیا میں اس کی عار اور آخرت میں نار (جہنم کی آگ) باقی رہ جائے گی، اور یہ بھی یاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ ظالم سے مظلوم کا حق لے کر رہے گا اور کسی ایسے شخص پر ظلم کرنے سے اپنے آپ کو بچانا، تمہارے خلاف جس کی مدد صرف اللہ تعالیٰ ہی کر سکتا ہو کیونکہ جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھ لیتا ہے کہ اس کا بندہ صدق دل کے ساتھ اس سے التجا کر رہا ہے تو وہ فوراً اس کی مدد کرتا ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا کو' جب وہ اسے پکارتا ہے'' قبول کرتا ہے اور پریشانی کو دور کرتا ہے۔'' ❶

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو پیدا کیا تو انہوں نے آسمان کی طرف اپنا سر بلند کیا اور پوچھا کہ پروردگار! تو کس کے ساتھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا میں مظلوم کے ساتھ ہوں یہاں تک کہ اس کا حق ادا کر دیا جائے، ایک بزرگ کہتے ہیں اے گنہگارو! اس بات سے دھوکہ میں نہ رہو کہ اللہ کا حلم تم پر بہت دراز ہو گیا ہے اور نافرمانی کی وجہ سے متوجہ ہونے والے اس کے عذاب سے ڈرو، کیونکہ وہ فرماتا ہے ''جب ان لوگوں نے ہمیں غصہ دلایا تو ہم نے ان سے انتقام لیا۔'' ❷

یعقوب قاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں گندمی رنگ کے ایک دراز قد آدمی کو دیکھا، لوگ جس کے پیچھے چل رہے تھے، میں نے کسی سے پوچھا کہ یہ کون ہیں؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ اویس قرنی ہیں، میں بھی ان کے پیچھے ہو لیا اور عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رحمتیں آپ پر نازل ہوں، مجھے کوئی وصیت کیجیے، انہوں نے میری طرف کوئی توجہ نہ کی، میں نے رہنمائی حاصل کرنے کے لیے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رہنمائی فرمائے، میری رہنمائی فرمایئے، وہ میری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے وقت اس کی رحمت تلاش کیا کرو، اور معصیت کے وقت اس کے غصے سے بچا کرو اور اس کے درمیان اپنی امید کو منقطع نہ کرو، پھر وہ مجھے چھوڑ کر چل دیئے اور تورات میں ہے ''اے بنی اسرائیل! میں تم سے محبت کرتا تھا لیکن جب تم نے میری نافرمانی کی تو مجھے تم سے نفرت ہو گئی۔''

عبداللہ بن زید رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ چاندنی رات میں میں قبرستان سے گزر رہا تھا، اچانک میرے سامنے قبر میں سے ایک آدمی نکلا، جو ایک زنجیر کھینچ رہا تھا، پھر ایک دوسرا آدمی سامنے آیا جس نے اس زنجیر کو تھام رکھا تھا، اس نے اسے کھینچ

---

❶ سورۂ نمل: ٦٢۔ ❷ سورۂ زخرف: ٥٥۔

کروا پس قبر میں لوٹا دیا، میں نے سنا کہ وہ آدمی اسے مارتا جارہا تھا اور زنجیر میں بندھا ہوا آدمی کہہ رہا تھا کیا میں نماز نہیں پڑھتا تھا؟ کیا میں غسل جنابت نہیں کرتا تھا؟ کیا میں روزہ نہیں رکھتا تھا؟ اس نے کہا کیوں نہیں، لیکن جب تو تنہائی میں نافرمانی کے کام کرتا تھا تو تجھے اللہ کا دھیان نہیں رہتا تھا، ابراہیم تیمی کہتے ہیں کہ میں بڑی کثرت سے قبرستان جایا کرتا تھا، موت اور اس کی بوسیدگی کو یاد کرتا تھا، ایک مرتبہ رات کے وقت میں ایک قبرستان میں تھا کہ میری آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگیں اور میں سو گیا، اچانک میں نے دیکھا کہ ایک قبر شق ہوئی اور میں نے سنا کہ کوئی کہہ رہا تھا یہ زنجیر پکڑو، اسے اس کے منہ میں ڈال کر اس کی پچھلی شرمگاہ سے نکال لو، اور مردہ یہ کہہ رہا تھا کہ اے پروردگار! کیا میں قرآن کریم کی تلاوت نہیں کرتا تھا؟ میں نے تیرے گھر کا حج نہیں کیا تھا؟ وہ اسی طرح پے در پے نیکی کے کام شمار کرواتا تھا اور کوئی کہنے والا کہہ رہا تھا کہ بظاہر تو یہ سارے کام کرتا تھا لیکن جب تو خلوت میں ہوتا تو کھلم کھلا میری نافرمانی کرتا تھا اور تجھے میرا کوئی دھیان نہیں رہتا تھا۔

عبداللہ بن مدینی رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارا ایک دوست تھا، وہ کہتا ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنی جاگیر کی طرف روانہ ہوا، راستے میں مغرب کی نماز کا وقت ہو گیا، میں ایک قبرستان کے قریب پہنچا، میں نے اسی کے قریب نماز مغرب پڑھی، میں ابھی وہاں بیٹھا ہوا تھا کہ میں نے قبرستان کی جانب سے رونے کی آواز سنی، جس قبر سے مجھے رونے کی آواز آرہی تھی، میں اس کے قریب پہنچا تو مردہ کہہ رہا تھا، ہائے! میں تو نماز روزہ کرتا تھا، یہ دیکھ کر مجھ پر کپکپی طاری ہو گئی، میں نے آس پاس موجود لوگوں کو بلایا تو انہوں نے بھی میری طرح یہ آواز سنی، اس کے بعد میں وہاں سے روانہ ہو کر اپنی جائیداد کی طرف چلا گیا، اگلے دن جب میں واپس آیا تو پہلی جگہ پر ہی پہنچ کر نماز پڑھی اور غروب آفتاب کا انتظار کرنے لگا، جب سورج غروب ہوا اور میں نے نماز مغرب پڑھ لی تو میں نے پھر اسی قبر کی آواز سننے کی کوشش کی، اس وقت بھی وہ مردہ رو رہا تھا اور کہہ رہا تھا، ہائے! میں تو نماز بھی پڑھتا تھا اور روزہ بھی رکھتا تھا، میں اپنے گھر واپس آ گیا اور دو مہینے تک سخت بخار میں مبتلا رہا۔

میں کہتا ہوں کہ ایسا ہی ایک واقعہ میرے ساتھ بھی پیش آیا تھا اور وہ اس طرح کہ بچپن میں میں اپنے والد صاحب کی قبر پر پابندی سے جایا کرتا تھا تاکہ ان کے ایصال ثواب کے لیے قرآن کریم کی تلاوت کرسکوں، ایک مرتبہ میں رمضان کے مہینے میں نماز فجر کے بعد منہ اندھیرے نکلا، بلکہ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے یہ رمضان کے عشرہ اخیرہ اور اس میں بھی شب قدر کی بات ہے، جب میں والد صاحب کی قبر کے قریب جا کر بیٹھا اور قرآن کریم کی تلاوت شروع کی ''اس وقت قبرستان میں میرے علاوہ اور کوئی بھی نہ تھا'' تو مجھے آہ، آہ کی گھبرا دینے والی رونے کی آواز آئی، پھر مجھے ایک قبر سے ''جو چونے وغیرہ سے بنائی گئی تھی اور نہایت سفید تھی'' ایسی آوازیں آنے لگیں کہ میں پریشان ہو گیا، میں نے تلاوت کا سلسلہ بند کیا اور کان لگا کر سننے لگا، مجھے اس قبر کے اندر سے عذاب کی آواز سنائی دی اور وہ مردہ ''جسے عذاب ہو رہا تھا'' اس طرح چیخ و پکار کر رہا تھا کہ اس کی آواز سن کر دل پر دہشت طاری ہوتی تھی، میں کافی دیر تک کان لگائے سنتا رہا، جب صبح کی روشنی پھیل گئی تو ان تمام چیزوں کا احساس مجھ سے مخفی اور پوشیدہ ہو گیا، تھوڑی ہی دیر بعد میرے پاس سے ایک آدمی گزرا، میں نے اس سے پوچھا یہ کس کی قبر ہے؟ اس نے جس آدمی کا نام لیا، میں بچپن میں اسے جانتا تھا، وہ تو ہر وقت مسجد میں رہنے، نمازوں کی ان کے اوقات میں پابندی اور لایعنی

باتوں سے خاموشی میں مشہور تھا، چونکہ میں نے قبر میں اس کے دوسرے حالات کا مشاہدہ کیا تھا اس لیے میری طبیعت پر اس کا بہت بوجھ ہوا کیونکہ میں تو اس کے نیکی کے ان تمام کاموں سے باخبر تھا جو وہ بظاہر کیا کرتا تھا، لیکن بعد میں جب میں نے اس کے حالات سے گہری واقفیت رکھنے والوں سے تحقیق و تفتیش کی تو پتہ چلا کہ وہ سود خور تھا، دراصل وہ تاجر آدمی تھا، جب وہ بوڑھا ہوا تو اس کے پاس کچھ سودی مال موجود تھا، اس کا ظالم نفس اس بات پر آمادہ نہ ہوا کہ اس مال کو چھوڑ دے، بلکہ شیطان نے سودی معاملات میں اسے مبتلا کرنے کے لیے اس کے دل میں مال کی محبت بڑھا دی اور اسے یہ ڈر ہو گیا کہ کہیں اس کا مال کم نہ پڑ جائے، چنانچہ شیطان نے اسے دردناک عذاب میں مبتلا کر دیا اور وہ بھی رمضان بلکہ شب قدر میں۔

جب یہ واقعہ میں نے اپنے شہر کے ایک آدمی کو سنایا تو اس نے مجھ سے کہا کہ اس سے بھی زیادہ تعجب خیز واقعہ عبدالباسط کا ہے جو فلاں قاضی کا قاصد ہے، اتفاق سے میں اس شخص کو بھی جانتا تھا، وہ پہلے بڑے بڑے قاضیوں کا پیغام بر اور قاصد ہوا کرتا تھا، پھر یکایک وہ خوب مالدار ہو گیا، میں نے اپنے مخاطب سے اس کا واقعہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ ایک مرتبہ ہم نے اس کی قبر میں ایک دوسرے مردے کو دفن کرنے کے لیے جب اس کی قبر کھودی تو ہمیں اس کی گردن میں ایک عظیم زنجیر نظر آئی، پھر ہم نے دیکھا تو اس زنجیر میں ایک سیاہ رنگ کا بہت بڑا کتا نظر آیا، جو اسی زنجیر میں اس کے ساتھ بندھا ہوا تھا، وہ اس کے سرہانے کھڑا تھا اور اسے اپنے دانتوں اور پنجوں سے کھرچنے اور نوچنے کا ارادہ کر رہا تھا، ہم پر شدید خوف طاری ہو گیا اور ہم نے جلدی جلدی اس کی قبر میں مٹی بھر دی، پھر ہم نے ایک اور آدمی کو دیکھا کہ جب ہم نے اس کی قبر کھودی تو اس کے جسم میں سوائے اس کی کھوپڑی کے کچھ باقی نہ بچا تھا۔ اور اس میں بھی بڑی بڑی اور چوڑی چوڑی کیلیں ٹھونکی ہوئی نظر آ رہی تھیں، وہ کھوپڑی ایک بہت بڑا دروازہ محسوس ہو رہی تھی، ہمیں اس پر تعجب ہوا اور ہم نے اس پر دوبارہ مٹی ڈال دی۔

بیان کرنے والے یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے ایک آدمی کی قبر کھودی، تو اس کی قبر سے ایک بہت بڑا سانپ نکلا، ہم نے دیکھا کہ وہ مردے کی گردن میں طوق کی طرح لپٹا ہوا تھا، ہم نے اس سانپ کو اس شخص سے دور کرنا چاہا تو اس نے ہم پر ایک پھنکار ماری، قریب تھا کہ ہم سب کے سب اس سے ہلاک ہو جاتے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عذاب قبر سے محفوظ رکھے۔

سلیمان بن عبدالجبار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ایک گناہ سرزد ہو گیا، میں نے اسے بہت معمولی سمجھا، رات کو میں سویا تو خواب میں کسی نے مجھ سے کہا کسی گناہ کو حقیر مت سمجھا کرو اگرچہ وہ صغیرہ ہی ہو، کیونکہ جو گناہ آج تمہارے نزدیک صغیرہ ہے، کل وہ اللہ کے نزدیک کبیرہ گناہ ہوگا۔ علی بن سلیمان انماطی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے خواب میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی زیارت ہوئی، ان کا وہی حلیہ تھا جو لوگوں نے بیان کیا ہے، اس وقت وہ یہ شعر پڑھ رہے تھے ”اگر تم میں وہ لوگ نہ ہوتے جو اپنے اوراد و وظائف کے لیے راتوں کو قیام کرتے ہیں اور بعض وہ لوگ جو تسلسل کے ساتھ روزے رکھتے ہیں تو یہ زمین جادوئی طریقے سے تمہارے نیچے سے سرک جاتی کیونکہ تم لوگ بہت برے ہو کہ اللہ کی اطاعت نہیں کرتے۔“

یاد رکھیے! گناہوں سے روکنے والی سب سے اہم چیز اللہ تعالیٰ کا خوف، اس کے انتقام کا ڈر اور اس کے تسلط و غلبہ کا دھیان ہے، جیسا کہ ارشاد ربانی ہے: ”ان لوگوں کو“ جو نبی علیہ السلام کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں“ اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ انہیں

4/4

کوئی آزمائش آ پہنچے یا انہیں دردناک عذاب آ پکڑے۔"❶

روایات میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ موت وحیات کی کشمکش میں تھا، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا تم اپنے آپ کو کیسا محسوس کر رہے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ سے امید ہے اور اپنے گناہوں سے ڈر لگ رہا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جس مسلمان کے دل میں اس طرح یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں تو اللہ اس کی امید پوری کر دیتا ہے اور اسے اس خوف سے نجات عطا فرما دیتا ہے جس سے وہ ڈر رہا ہوتا ہے۔ وہب بن ورد کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرمایا کرتے تھے جنت الفردوس کی محبت اور جہنم کا خوف مصیبتوں پر صبر کرنے کی طاقت پیدا کرتے ہیں اور انسان کو دنیا کی لذتوں، شہوتوں اور معصیتوں سے دور کرتے ہیں۔

حسن کہتے ہیں بخدا تم سے پہلے ایسی اقوام گزر چکی ہیں کہ اگر ان میں سے کوئی شخص کنکریوں کی تعداد کے برابر بھی سونا خرچ کر دیتا تب بھی اپنے دل میں گناہ کو بہت بڑا سمجھتا تھا، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مخاطب ہو کر پوچھا جو چیز میں سن رہا ہوں، کیا وہ تم بھی سن رہے ہو؟ آسمان چرچرا گئے ہیں اور حق یہی ہے کہ وہ چرچرائیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے آسمانوں میں چار انگل کے برابر بھی کوئی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کوئی فرشتہ بارگاہ خداوندی میں سجدہ ریز یا قیام اور رکوع میں مشغول نہ ہو، اور اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم ہنسنا کم کر دیتے اور کثرت سے رویا کرتے، اور تم اپنے گھر بار چھوڑ کر پہاڑوں کی طرف نکل جاتے، اور اللہ تعالیٰ کے عظیم غلبے اور شدت انتقام کے خوف سے اللہ کی پناہ حاصل کرتے۔❷

بکر بن عبداللہ مزنی رحمہ اللہ کہتے ہیں جو شخص ہنستے ہوئے گناہ کرتا ہے، وہ روتے ہوئے جہنم میں داخل ہوگا، حدیث میں آتا ہے کہ اگر مومن کو وہ تمام عذاب اور سزائیں معلوم ہو جائیں جو اللہ تعالیٰ نے تیار کر رکھی ہیں تو وہ جہنم سے کبھی بے خوف نہ ہو۔ صحیحین میں ہے کہ جب نبی علیہ السلام پر سورۂ شعراء کی آیت نمبر ۲۱۴ نازل ہوئی "جس میں انہیں اپنے قریبی رشتہ داروں کو ڈرانے کا حکم دیا گیا ہے" تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اے اگروہ قریش! اپنے آپ کو اللہ سے خرید لو، میں اللہ سے بچانے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا، اے بنو عبد مناف! میں اللہ تعالیٰ سے بچانے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا، اے پیغمبر خدا کے چچا عباس! میں آپ کو اللہ تعالیٰ سے بچانے میں کسی کام نہیں آ سکتا، اے پیغمبر خدا کی پھوپھی صفیہ! میں اللہ تعالیٰ سے بچانے میں آپ کے کسی کام نہیں آ سکتا، اے فاطمہ بنت محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) مجھ سے میرے مال میں سے جو چاہو مانگ لو، لیکن میں اللہ تعالیٰ سے بچانے میں تمہارے کسی کام نہیں آ سکتا۔❸

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے بارگاہ رسالت میں یہ آیت پڑھی "وہ لوگ جو اللہ کے

---

❶ سورۂ نور: ٦٣.

❷ سنن ترمذی: کتاب الزهد، باب: (٩)۔ ابن ماجه: کتاب الزهد، باب: (١٩)۔ مسند احمد: ٥/ ١٧٣.

❸ صحیح بخاری: کتاب الوصایا، باب: (١١)۔ نسائی: کتاب الوصایا، باب: (٦)۔ مسند احمد: ١/ ٢٠٦.

عطا کردہ مال میں سے لوگوں کو دیتے ہیں اور ان کے دل ڈر رہے ہوتے ہیں کہ انہیں اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔'' ❶ اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا اس سے وہ آدمی مراد ہے جو بدکاری اور چوری کرتا ہے اور شراب پیتا ہے، پھر اللہ سے ڈرتا بھی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں اے بنت ابی بکر! اے بنت صدیق! بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات کرتا ہے، پھر اس بات سے ڈرتا بھی ہے کہ وہ قبول ہوتا ہے یا نہیں؟ ❷

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا اے ابوسعید! ہم ان لوگوں کی ہم نشینی کے متعلق کیا فیصلہ کریں جو ہمیں امید کی باتیں بتاتے ہیں اور ہمارے دل اڑنے لگتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بخدا اگر تم ان لوگوں کی ہم نشینی اختیار کر لو جو تمہیں خوف زدہ کرتے ہوں یہاں تک کہ تم امن اور بے خوفی کو حاصل کر لو یہ اس سے بہت بہتر ہے کہ تم ایسے لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرو جو تمہیں مطمئن رکھتے ہوں، حتیٰ کہ تم خوف میں مبتلا ہو جاؤ، جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور ان کی دنیا سے رخصتی کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے صاحبزادے سے فرمایا ارے بھئی! میرے رخسار کو زمین پر رکھ دو، ہلاکت ہے میرے لیے اور اس سے بڑھ کر کون سی ہلاکت ہوگی اگر اللہ مجھ پر رحم نہ فرمائے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ان سے عرض کیا اے امیر المومنین! یہ کیسا خوف ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اتنی فتوحات اور اتنے شہر عطا فرمائے اور آپ کو یہ یہ کچھ دیا؟ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تو بس یہ چاہتا ہوں کہ نجات پا جاؤں، نہ عذاب ہو اور نہ ثواب۔

امام زین العابدین جب وضو کرنے لگتے تو وضو سے فارغ ہونے کے بعد انہیں کپکپی لگ جاتی، کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا بیوقوفو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ میں کس کے سامنے کھڑے ہونے جا رہا ہوں اور کس سے مناجات کا ارادہ کر رہا ہوں؟ امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا خوف مجھے کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل سے روک دیتا ہے، اور صحیحین میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے جن سات آدمیوں کے متعلق عرش الٰہی کے سائے کا وعدہ فرمایا ہے جبکہ کہیں اور سایہ نہ ہوگا، ان میں ایک آدمی وہ بھی ہے جو تنہائی میں اللہ کو یعنی اس کی وعیدوں اور سزاؤں کو یاد کر کے اپنے گناہوں پر رو پڑے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دو آنکھیں ایسی ہیں جنہیں جہنم کی آگ نہیں چھوئے گی، ایک وہ آنکھ جو آدھی رات کو اللہ کے خوف سے روتی ہو اور دوسری وہ آنکھ جو راہ خدا میں مسلمانوں کے لیے جاگتی رہے۔'' ❸

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن ہر آنکھ آنسو بہاتی ہوگی، سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں کو دیکھ کر جھک جائے، یا وہ آنکھ جو راہ خدا میں مسلمانوں کی حفاظت کے لیے جاگتی رہے، یا وہ آنکھ جس سے مکھی کے سر کے برابر آنسو اللہ کے خوف سے نکل کر بہہ جائے۔ ❹ اسی طرح ترمذی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ

---

❶ سورهٔ مؤمنون: ٦٠.

❷ ابن ماجه: كتاب الزهد، باب: (٢٠)۔ مسند احمد: ٦/ ٢٠٥.

❸ ترمذی: كتاب فضائل الجهاد، باب: (١٢).

❹ در منثور: ١/ ٢٤٧.

سے یہ حدیث نقل کر کے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص ''جو اللہ تعالیٰ کے خوف سے رو پڑے'' اس وقت تک جہنم میں نہیں جائے گا، جب تک دودھ لوٹ کر تھن میں واپس نہ چلا جائے، اور راہ خدا میں لگنے والا گرد و غبار اور جہنم کا دھواں کبھی جمع نہیں ہوسکتا۔ ❶

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک خوف خدا سے ایک آنسو بہانا ایک ہزار دینار صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے، عوف بن عبداللہ کہتے ہیں کہ مجھ تک یہ بات پہنچی ہے کہ خوف خدا کے نتیجے میں انسان کی آنکھ سے بہنے والے آنسو اس کے جسم کے جس حصے پر لگتے ہیں، اللہ اسے جہنم کی آگ پر حرام قرار دے دیتا ہے اور خود نبی علیہ السلام جب رات کو روتے تھے، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک سینے سے ایسی آواز آتی تھی جیسی آواز ہنڈیا کے ابلنے کی ہوتی ہے۔ کندی کہتے ہیں کہ اللہ کے خوف سے بہنے والا ایک آنسو جہنم کی آگ کے کئی سمندر بجھا سکتا ہے، ابن سماک اپنے آپ کو عتاب کرتے ہوئے کہتے ہیں تو بات زاہدوں والی کرتا ہے اور عمل منافقوں والا کرتا ہے اور پھر یہ بھی چاہتا ہے کہ جنت میں داخل ہو جائے، افسوس صد افسوس! جنت کے لیے لوگ ہی دوسرے ہیں' اور ان کے اعمال وہ نہیں ہوتے جو ہم کر رہے ہوتے ہیں۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں امام جعفر صادق رحمہ اللہ کے یہاں حاضر ہوا، اور ان سے عرض کیا اے پیغمبر خدا کے بیٹے! (مراد ان کی نسل میں شامل ہونا ہے) مجھے کوئی وصیت کیجیے؟ انہوں نے فرمایا اے سفیان! جھوٹے آدمی میں مروت نہیں ہوتی، حاسد کو راحت نہیں ملتی، تنگ دل رہنے والے کا کوئی بھائی چارہ نہیں ہوتا اور بداخلاق کو لوگوں کی سرداری نہیں ملتی، میں نے ان سے مزید وصیت کی درخواست کی تو وہ فرمانے لگے، اے سفیان! اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بچو، تم عابد بن جاؤ گے، اپنے حق میں اللہ کی تقسیم پر راضی رہو، تم مسلمان بن جاؤ گے، لوگوں کی ہم نشینی اس طرح اختیار کرو جیسے اپنے لئے ان کی ہم نشینی پسند کرتے ہو، تم مومن بن جاؤ گے، کسی گنہگار کی ہم نشینی مت اختیار کرو، ورنہ وہ تمہیں بھی اپنے گناہ کے طریقے سکھا دے گا، کیونکہ حدیث میں آتا ہے کہ ''انسان اپنے دوست کے دین پر ہوتا ہے، اس لیے تمہیں دیکھ لینا چاہیے کہ کسے دوست بنا رہے ہو؟'' ❷ اور اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ کیا کرو جو اللہ سے ڈرتے ہیں، میں نے ان سے مزید نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا اے سفیان! جو شخص بغیر خاندان کے عزت، اور بغیر سلطنت کے رعب و دبدبہ حاصل کرنا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ گناہ کی ذلت سے نکل کر اللہ کی اطاعت کی طرف آجائے، میں نے ان سے مزید نصیحت کی درخواست کی تو انہوں نے فرمایا مجھے میرے والد نے تین ادب سکھائے ہیں، انہوں نے مجھ سے فرمایا تھا پیارے بیٹے! برے ہم نشین کے ساتھ بیٹھنے والا کبھی محفوظ نہیں رہتا، جو شخص برائی کے راستوں میں داخل ہوتا ہے، اس پر تہمت لگائی جاتی ہے اور جو شخص اپنی زبان پر قابو نہیں رکھتا، وہ نادم رہتا ہے۔

---

❶ ترمذي: كتاب فضائل الجهاد، باب: (٨)۔ نسائي: كتاب الجهاد، باب: (٨).

❷ مسند احمد ٢/ ٥٠٥.

❸ ابوداؤد: كتاب الادب، باب: (١٦)۔ ترمذي: كتاب الزهد، باب: (٤٥)۔ مسند احمد: ٢/ ٣٠٣.

عبداللہ بن مبارک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے وہیب بن ورد سے پوچھا کیا اللہ کی نافرمانی کرنے والے کو عبادت کی لذت محسوس ہوتی ہے؟ انہوں نے فرمایا، نہیں، بلکہ اس شخص کو بھی نہیں جو اللہ کی نافرمانی کا ارادہ کرے۔ امام ابوالفرج ابن جوزی رحمۃ اللہ فرماتے ہیں خوف شہوتوں کو جلانے والی آگ کا نام ہے، اس لیے جتنی شہوات جلیں گی، اس کی فضیلت میں اتنا ہی اضافہ ہوگا، نیز جتنا انسان معصیت سے بچے گا اور نیکی کے کاموں کی طرف راغب ہوگا، اس کی فضیلت اتنی ہی بڑھے گی اور یہ خوف باعثِ فضیلت کیوں نہ ہو جبکہ اسی سے عفت، ورع، تقویٰ مجاہدہ اور نیکی کے وہ کام حاصل ہوتے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے، جیسا کہ متعدد آیات و روایات سے معلوم ہوتا ہے مثلاً ارشاد ربانی ہے ''ہدایت اور رحمت ان لوگوں کے لیے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔'' ❶ اسی طرح ارشاد ہے ''اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے، یہ اس شخص کے لیے ہے جس کے دل میں اپنے رب کی خشیت ہو۔'' ❷ اسی طرح ارشاد ہے ''اگر تم مومن ہو تو صرف مجھ سے ڈرو۔'' ❸ اسی طرح ارشاد ہے ''اور جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر گیا اس کے لیے دو باغ ہیں۔'' ❹ اسی طرح ارشاد ہے ''عنقریب وہ شخص جو خوف رکھتا ہے، نصیحت حاصل کرلے گا۔'' ❺ اسی طرح ارشاد ہے ''اللہ سے اس کے وہی بندے ڈرتے ہیں جو علماء ہیں۔'' ❻ اسی طرح وہ تمام آیات اور احادیث جو علم کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں، وہ خوف کی فضیلت پر بھی دلالت کرتی ہیں کیونکہ خوف علم ہی کا ثمرہ ہے۔

ابن ابی الدنیا نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب اللہ کے خوف سے بندے کے جسم کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں تو اس سے اس کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے خشک درخت کے پتے جھڑ جاتے ہیں، اور نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری عزت کی قسم! میں اپنے بندے پر دو خوف جمع نہیں کروں گا، اور اس کے لیے دو امن بھی جمع نہیں کروں گا، اگر وہ دنیا میں مجھ سے بے خوف رہا تو میں قیامت کے دن اسے خوف میں مبتلا کردوں گا، اور اگر وہ دنیا میں مجھ سے خوف زدہ رہا تو میں قیامت کے دن اسے پرامن رکھوں گا۔

ابوسلیمان دارانی کہتے ہیں کہ ہر وہ دل جس میں خوف خدا نہ ہو، وہ ویران ہے اور ارشاد ربانی ہے ''اللہ کی تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہیں جو خسارے میں پڑنے والے ہیں۔'' ❼ مالک بن دینار کہتے ہیں گناہوں پر رونا گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے ہوا خشک پتے کو اڑا دیتی ہے، ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ اگر قیامت کے دن یہ اعلان ہو جائے کہ سارے انسان جنت میں داخل ہو جائیں سوائے ایک آدمی کے تو مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ ایک آدمی میں ہی نہ ہوں، آپ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو دیکھ لیجئے کہ وہ ساری امت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے افضل ہیں نیز یہ کہ نبی علیہ السلام نے انہیں جنت کی بشارت بھی دی ہے، اس کے باوجود وہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے ''جو منافقین اور فتنوں سے متعلق نبی علیہ السلام کے راز دار

---

❶ سورهٔ اعراف: ۱۵٤. ❷ سورهٔ بینه: ۸. ❸ سورهٔ ال عمران: ۱۷۵.
❹ سورهٔ رحمن: ٤٦. ❺ سورهٔ اعلیٰ: ۱۰. ❻ سورهٔ فاطر: ۲۸.
❼ سورهٔ اعراف: ۹۹.

تھے" یہ پوچھا کرتے تھے کہ کہیں میں منافقین میں تو شامل نہیں ہوں؟ وہ جواب میں قسم کھا کر کہتے بخدا اے امیر المومنین! آپ ان میں سے نہیں ہیں، اب دیکھئے! حضرت عمر رضی اللہ عنہ جیسا شخص اس بات سے ڈرتا ہے کہ کہیں ان کا نفس اس معاملے میں خلط ملط کا شکار نہ ہو جائے، اور ان پر اس کا اتنا غلبہ ہوا کہ وہ یہ سمجھ بیٹھے کہ شاید جنت کا وعدہ ایسی شرائط کے ساتھ مشروط ہو جو ان سے پوری نہ ہوئی ہوں، اور یوں وہ نفس کے دھوکے میں مبتلا نہ ہوئے۔

حسن رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے جدامجد حضرت آدم علیہ السلام جنت سے زمین پر اتارے جانے کے بعد تین سو سال تک اتنا روئے کہ جزیرۂ سراندیپ کی وادیاں ان کے آنسوؤں سے بہہ پڑیں، سراندیپ ہندوستان میں ایک جگہ کا نام ہے جو پوری دنیا میں ایک معتدل علاقہ ہے، حضرت آدم علیہ السلام جنت سے یہیں اتارے گئے تھے تاکہ جنت کی مفارقت کا زیادہ نقصان برداشت نہ کرنا پڑے، اگر وہ کسی غیر معتدل سرد یا گرم علاقے میں اتارے جاتے تو انہیں پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا، وہیب بن ورد کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو ان کے بیٹے کے متعلق سمجھاتے ہوئے فرمایا "میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ کہیں آپ ناواقفوں میں شامل نہ ہو جائیں۔" ❶ تو وہ تین سو سال تک اس طرح روتے رہے کہ ان کے دونوں رخساروں پر رونے کی وجہ سے یوں محسوس ہوتا تھا جیسے چھوٹی چھوٹی نالیاں بن گئی ہوں، وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ حضرت داؤد علیہ السلام اتنا روتے تھے کہ ان کے سامنے کی جگہ ان کے آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی، اور اتنا روتے تھے کہ ان کے آنسوؤں سے گھاس اگنے لگی تھی، اور اتنا روتے تھے کہ ان کی آواز بند ہو جاتی تھی۔

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضرت یحییٰ علیہ السلام اتنا روتے تھے کہ ان کے رخسار چھل گئے تھے، اور ان کی ڈاڑھیں نظر آنے لگی تھیں، ایک مرتبہ ان سے ان کی والدہ نے کہا بیٹا! اگر تم کہو تو میں تمہارے لیے اون کے دو ٹکڑے بنا دوں جن سے تم اپنی ڈاڑھیں دیکھنے والوں سے چھپا سکو، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حامی بھر لی، چنانچہ ان کی والدہ نے ایسا ہی کیا، اس کے بعد جب وہ روتے تو اون کے وہ دونوں ٹکڑے ان کے آنسوؤں سے تر ہو جاتے، ان کی والدہ آ کر انہیں نچوڑ دیتی تھیں، اس طرح ان کے آنسو ان کے بازوؤں پر بہتے تھے، صحیح بخاری میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نہایت کثرت سے آہ و بکا کرنے والے تھے، وہ قرآن کریم کی تلاوت کرتے ہوئے اپنی آنکھوں پر قابو نہیں رکھ پاتے تھے۔ ❷ اور صحیح بخاری ہی میں یہ بھی مروی ہے کہ جب نبی علیہ السلام بیمار ہوئے تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابو بکر رضی اللہ عنہ پر غم اور حزن کا غلبہ رہتا ہے، جب وہ آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو رونے کی وجہ سے ان کی آواز لوگوں تک پہنچ نہ پائے گی۔ ❸

عبداللہ بن عیسیٰ کہتے ہیں کہ مسلسل آہ و بکا کی وجہ سے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے چہرے پر دو سیاہ لکیریں بن گئی تھیں،

---

❶ سورۂ ھود: ٤٦.

❷ صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب: (٨٦).

❸ صحیح بخاری: کتاب الاذان، باب: (٣٩)۔ صحیح مسلم: کتاب الصلوٰۃ (٩٥)

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ سورۂ زمر کی اس آیت ''کیا وہ شخص جو رات کے وقت سجدے اور قیام کی حالت میں اللہ کی فرمانبرداری کرتا ہو، آخرت کا خوف رکھتا ہو، اور اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہو.....'' ❶ کے مصداق حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ ہیں، ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ضرار سے فرمایا کہ میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کیجئے، ضرار نے درخواست کی کہ مجھے اس خدمت سے معاف کر دیجئے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے اصرار کیا، دو مرتبہ تکرار کے بعد ضرار نے کہا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ علوم و معارف کا اتنا وسیع ذخیرہ رکھتے تھے کہ اس کی انتہاء کا ادراک نہیں ہوسکتا تھا، اللہ کی ذات اور اس کے دین کی نصرت کے لیے وہ نہایت قوی تھے، وہ فیصلہ کن بات کہتے تھے اور عادلانہ فیصلہ کرتے تھے، ان کے پہلوؤں سے علم کی نہریں پھوٹتی تھیں، ان کے آس پاس حکمت بولتی تھی، وہ دنیا اور اس کی زیبائش سے وحشت رکھتے تھے، انہیں رات اور اس کی تاریکی سے انس تھا، بخدا ان کے آنسو موسلا دھار بارش کی طرح برستے تھے، وہ زیادہ وقت غور و فکر میں گزارتے تھے، غمگین آدمی کی طرح افسوس سے اپنی ہتھیلیاں ملتے اور اپنے نفس کو مخاطب کرتے تھے، انہیں کھردرا لباس پسند تھا، کھانا جو ملتا وہی خوشی سے کھا لیتے، بخدا جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تو وہ ہمیں جواب دیتے اور جب ہم انہیں دعوت دیتے تو وہ اسے قبول کر لیتے، لیکن بخدا اس قرب کے باوجود ہم ان کی ہیبت کی وجہ سے ان کے سامنے بول نہیں سکتے تھے، اگر وہ مسکراتے تو جیسے لڑی میں پروئے ہوئے موتی ہوں، وہ دینداروں کا احترام کرتے اور مسکینوں سے محبت کرتے تھے، طاقتور آدمی اپنے کسی غلط کام میں ان کی تائید کی توقع نہیں رکھتا تھا، اور مظلوم ان کے عدل و انصاف سے مایوس نہیں ہوتا تھا، اور میں اللہ کی قسم کھا کر گواہی دیتا ہوں کہ میں نے کئی مرتبہ انہیں اس حال میں دیکھا ہے کہ جب رات نے اپنے پردے لٹکا دیئے اور ستارے چھپ گئے تو وہ اپنی محراب میں اپنی ڈاڑھی مٹھی میں جکڑ کر اس طرح مضطرب ہوتے تھے، جیسے سانپ سے ڈسا ہوا شخص ہوتا ہے اور غمزدہ آدمی کی طرح رونے لگتے، مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں اب بھی ان کے الفاظ سن رہا ہوں کہ وہ کہہ رہے ہیں اے ہمارے رب! اے ہمارے رب اور مسلسل اپنی عاجزی کا اظہار کر رہے ہیں، پھر وہ کہہ رہے ہیں اے دنیا! کیا تو مجھ سے چھیڑ چھاڑ کرنا چاہتی ہے، یا تو مجھے شوق دلانا چاہتی ہے، افسوس صد افسوس! جا، میرے علاوہ کسی اور کو دھوکہ دے، میں تجھے تین ایسی طلاقیں دے چکا ہوں جن کے بعد رجوع کا کوئی امکان نہیں ہے، تیری عمر چھوٹی، تیرا عیش حقیر اور تیرا خطرہ بہت بڑا ہے۔ ہائے! سامان سفر تھوڑا ہے، سفر لمبا ہے، اور راستہ اجنبی ہے، یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے، وہ اپنی آنکھوں پر قابو نہ پا سکے اور ان کے آنسو ان کی ڈاڑھی پر بہتے رہے جنہیں وہ اپنی آستین سے پونچھ رہے تھے، اس موقع پر حاضرین بھی ہچکیاں باندھ کر رونے لگے، اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوالحسن پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، بخدا وہ ایسے ہی تھے، اے ضرار! تمہیں ان کی شہادت پر کیسا غم ہوا؟ ضرار نے کہا اس شخص کی طرح جس کا بچہ اس کی گود میں ذبح کر دیا جائے، نہ اس کے آنسو رکتے ہیں اور نہ اس کا غم سکون میں تبدیل ہوتا ہے۔

---

❶ سورۂ زمر: ۹۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اتنا روتے تھے کہ سوکھ کر پرانے مشکیزہ کی طرح ہو گئے تھے، ان کے شاگرد سعید بن جبیر رحمۃ اللہ نے اتنے آنسو بہائے کہ ان کی آنکھیں چندھیا گئیں، عبدالرحمٰن بن یزید رحمۃ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے یزید بن مرثد سے پوچھا کہ کیا بات ہے میں آپ کی آنکھوں کو کبھی خشک نہیں دیکھتا؟ انہوں نے کہا کہ تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا شاید اللہ مجھے اس کے ذریعے سے فائدہ پہنچائے، انہوں نے فرمایا بھائی! اللہ نے مجھے دھمکی دی ہے کہ اگر میں نے اس کی نافرمانی کی تو وہ مجھے جہنم میں قید کردے گا، بخدا اگر اللہ تعالیٰ مجھے صرف یہی دھمکی دے دیتا کہ اس کی نافرمانی کرنے پر وہ مجھے حمام میں قید کر دے گا، تب بھی میری آنکھوں سے آنسو خشک نہیں ہونے چاہیے تھے، میں نے ان سے عرض کیا کہ آپ تنہائی میں بھی اسی طرح رہتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا تم یہ سوال کیوں پوچھ رہے ہو؟ میں نے عرض کیا شاید اللہ مجھے اس کے ذریعے فائدہ پہنچائے، انہوں نے فرمایا بخدا جب میں اپنی بیوی سے اپنی خواہش کی تکمیل کا ارادہ کرتا ہوں تو یہی کیفیت میرے اور اس ارادے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے، میرے سامنے کھانا لا کر رکھا جاتا ہے تو یہی کیفیت میرے اور کھانے کے درمیان حائل ہو جاتی ہے، یہاں تک کہ میری بیوی بچے رونے لگتے ہیں اور انہیں معلوم بھی نہیں ہوتا کہ ہم کیوں رو رہے ہیں؟ اور کئی مرتبہ میری بیوی میرے سامنے ناپسندیدگی کا اظہار بھی کر دیتی ہے اور کہتی ہے ہائے افسوس! دنیا کی اس ساری زندگی میں غم اور پریشانی کو برداشت کرنا پڑے گا، تمہارے ساتھ رہ کر میری آنکھیں ٹھنڈی نہیں ہوں گی۔

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں کہ ثابت بنانی کی آنکھیں دکھنے لگیں تو طبیب نے ان سے کہا کہ اگر آپ ایک چیز کی ضمانت مجھے دے دیں، تو آپ کی آنکھیں صحیح ہو جائیں گی، انہوں نے فرمایا وہ کیا؟ اس نے کہا کہ آپ رونا چھوڑ دیں، انہوں نے فرمایا اس آنکھ میں کون سی خیر ہو سکتی ہے جو روتی نہ ہو، حسن بن عرفہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے شہر واسط میں یزید بن ہارون کو دیکھا، ان کی آنکھیں بڑی خوبصورت تھیں، کچھ عرصے بعد میں نے دوبارہ انہیں دیکھا تو وہ نابینا ہو چکے تھے، میں نے ان سے کہا اے ابو خالد! ان خوبصورت آنکھوں کو کیا ہو گیا؟ انہوں نے کہا کہ ان کی روشنی صبح کے وقت رونے کی وجہ سے زائل ہو گئی، فتح موصلی کا ایک شاگرد ان کے یہاں آیا تو دیکھا کہ وہ رو رہے ہیں، اور ان کے آنسوؤں میں زرد رنگ شامل ہے، اس نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ کی آنکھوں سے خون بہہ رہا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! اس نے وجہ پوچھی تو فرمایا کہ میں اللہ کا واجب حق ادا کرنے میں پیچھے رہ گیا ہوں، پھر ان کے انتقال کے بعد اسی شخص نے انہیں خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے فرمایا اللہ نے مجھے بخش دیا، اس نے پوچھا کہ آپ کے آنسوؤں کا کیا بنا؟ انہوں نے فرمایا انہوں نے مجھے اللہ کا قرب بخشا، اور اللہ نے مجھ سے پوچھا اے فتح! تو کس بات پر روتا تھا؟ میں نے عرض کیا پروردگار! میں تیرا واجب حق ادا کرنے میں پیچھے رہ گیا تھا، اللہ نے پوچھا خون کا کیا معاملہ ہے؟ میں نے عرض کیا اس کی وجہ تیرا خوف تھا، اللہ نے فرمایا اے فتح! اس تمام محنت و مشقت سے تو کیا حاصل کرنا چاہتا تھا، میری عزت کی قسم! تیرے محافظ فرشتے چالیس سال قبل تیرا نامہ اعمال لے کر اوپر چڑھے تھے اور اس میں کوئی گناہ نہ تھا۔

ابن حبان نے اپنی صحیح میں عطاء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں اور عبید بن عمر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت

میں حاضر ہوئے، انہوں نے عبید بن عمر سے فرمایا تمہیں ہم سے ملاقات کا وقت مل گیا؟ عبید نے کہا اماں جان! اس حوالے سے میں وہی بات کہہ سکتا ہوں جو مجھ سے پہلے کوئی کہہ گیا ہے کہ کبھی کبھی ملا کرو، محبت میں اضافہ ہوگا، انہوں نے فرمایا اپنے یہ جھوٹے عذر اپنے پاس ہی رکھو، عبید نے عرض کیا کہ ہمیں نبی علیہ السلام کی کوئی تعجب خیز چیز بتایئے جو آپ سب سے زیادہ قابل تعجب سمجھتی ہوں تو کچھ دیر خاموشی کے بعد انہوں نے فرمایا ایک مرتبہ رات کے وقت نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا عائشہ! اب مجھے چھوڑ دو تا کہ آج رات میں اپنے رب کی عبادت کر دوں، میں نے عرض کیا بخدا مجھے آپ کا قرب اور آپ کی خوشی عزیز ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے اٹھ کر وضو کیا اور نماز پڑھنے کھڑے ہو گئے، نبی علیہ السلام مسلسل روتے رہے یہاں تک کہ ان کی گود تر ہوگئی کیونکہ نبی علیہ السلام بیٹھ کر نماز پڑھ رہے تھے اور اتنا روئے کہ ڈاڑھی مبارک آنسو سے تر ہوگئی، پھر زمین گیلی ہونے لگی، نماز فجر کے وقت حضرت بلال رضی اللہ عنہ نماز کی اطلاع دینے کے لیے حاضر ہوئے، تو نبی علیہ السلام کو روتے ہوئے دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کیوں رو رہے ہیں جبکہ آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشات معاف ہو چکی ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں؟ آج رات مجھ پر ایک ایسی آیت نازل ہوئی ہے کہ اسے پڑھ کر اس میں غور وفکر نہ کرنے والے پر افسوس ہے، پھر نبی علیہ السلام نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۶۴ تلاوت فرمائی۔

یاد رکھیے! آہ و بکا اور رونے کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں، مثلاً غم، تکلیف، گھبراہٹ، خوشی، شکر، یا خوف خدا اور یہ سب سے آخر والا رونا درجہ کے اعتبار سے سب سے بلند اور دار آخرت میں قیمت کے اعتبار سے سب سے مہنگا ہے، باقی ریاکاری اور جھوٹ موٹ رونا تو اس سے اس شخص کے حق میں اللہ کی ناراضگی اور دوری ہی پیدا ہوتی ہے اور اس میں اضافہ ہوتا ہے اور جس آدمی کو یہ معلوم ہی نہیں کہ کاتب تقدیر نے اس کے متعلق کیا لکھا ہے آیا ابدی سعادت یا دائمی بدنصیبی؟ اس کے باوجود وہ محرمات کا ارتکاب کرتا ہو اور منہیات میں اپنے خالق کی نافرمانی کرتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے اوپر زیادہ سے زیادہ روئے، غم اور رنج کا اظہار کرے، ظاہری اور باطنی بے حیائی کے تمام کام چھوڑ دے، گزشتہ نافرمانیوں اور خواہشات کی قباحتوں کو ترک کر کے اللہ کی پناہ میں آ جائے، ہو سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے پکی سچی توبہ کی توفیق عطا فرما دے، اور اسے جہالت اور نافرمانی کے اندھیروں سے نکال کر علم اور فرمانبرداری کی طرف لیجائے پھر ان کا ثمرہ اپنی معرفت اور فتوحات کی شکل میں عطا فرما دے۔

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ جس کا دل سب سے زیادہ نرم ہو گیا، اس کے گناہ سب سے زیادہ کم ہوں گے، حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کی حدیث میں ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کس چیز میں ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی زبان کو روک کر رکھو، تمہارا گھر تمہیں کافی ہونا چاہیے، اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ ❶ اور نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کے متعلق تم سب سے زیادہ جاننے والا اور سب سے زیادہ اس سے ڈرنے والا ہوں۔ ❷ اسی وجہ سے انبیاء و رسل اور علماء و اولیاء پر اللہ تعالیٰ کا خوف غالب رہتا ہے، اور ظالم و سرکش، فراعنہ، بیوقوف، جہلاء اور عام لوگوں پر اللہ کی تدبیر سے

---

❶ ترمذی، كتاب الزهد، باب: ٦١ ـ مسند احمد: ٤/ ١٤٨ .

❷ صحيح بخاری، كتاب الادب، باب: ٧٢ ـ صحيح مسلم، كتاب الفضائل: ١٢٧ .

بے خوفی کا غلبہ ہوتا ہے، اور یوں محسوس ہوتا ہے جیسے ان کا حساب کتاب ہو چکا ہے اور وہ اس سے فراغت حاصل کر چکے ہیں، اس لیے انہیں سزا کا اندیشہ ہے نہ عذاب کی آگ کا ڈر اور نہ ہی دیدار الٰہی کے بعد سے کوئی مایوسی ''ان لوگوں نے اللہ کو بھلا دیا، اللہ نے خود ان سے ان کی ذات کو فراموش کروا دیا، یہ وہی فاسق لوگ ہیں۔'' ❶

صحیح بخاری میں حضرت ام علاء رضی اللہ عنہا ''جو ایک انصاری خاتون ہیں'' سے مروی ہے کہ جب مہاجرین پہلے پہل ہجرت کر کے مدینہ منورہ آئے تو لوگوں نے قرعہ اندازی کر کے ان مہاجرین کو اپنے درمیان بانٹ لیا، ہمارے حصے میں حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ آئے جو مہاجرین میں بڑی فضیلت والے، ان کے اکابرین اور عبادت گزاروں میں سے تھے، وہ غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوئے، ہم نے ان کی تیمارداری کی لیکن وہ فوت ہوگئے، جب ہم نے انہیں کفن کی چادروں میں لپیٹ دیا تو نبی علیہ السلام ہمارے یہاں تشریف لائے، میرے منہ سے یہ جملہ نکل گیا، اے ابوالسائب! تم پر اللہ کی رحمتیں نازل ہوں، میں تمہارے متعلق گواہی دیتی ہوں کہ اللہ نے تمہیں معزز کر دیا، اس پر نبی علیہ السلام نے مجھ سے پوچھا کہ تمہیں کیسے پتہ چلا کہ اللہ نے اسے معزز کر دیا ہے؟ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، مجھے معلوم نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا عثمان پر تو یقین کی کیفیت آ گئی اور بخدا مجھے ان کے متعلق خیر ہی کی امید ہے، گویا نبی علیہ السلام کا ان پر نکیر فرمانا اس وجہ سے تھا کہ انہوں نے نہایت یقین اور اعتماد سے ان کے متعلق شہادت تھی جبکہ ان کے پاس اس کی کوئی قطعی دلیل نہ تھی جس پر وہ اعتماد کر سکتیں، اس لیے مناسب یہ تھا کہ وہ اپنی امید کا اظہار کرتیں، یقین سے کچھ نہ کہتیں جیسا کہ نبی علیہ السلام نے کیا، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے اللہ کا پیغمبر ہونے کے باوجود یہ معلوم نہیں کہ میرے ساتھ کیا ہوگا، حضرت ام علاء رضی اللہ عنہا کہتی ہیں بخدا آج کے بعد میں کسی کی پاکیزگی بیان نہ کروں گی یعنی یقینی طور پر، اور وہ یہ بھی کہتی ہیں کہ میں اس پر بڑی رنجیدہ ہوئی، جب میں سوئی تو خواب میں ایک چشمہ دیکھا جو عثمان کے لیے بہہ رہا تھا، میں بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی اور یہ خواب بیان کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس چشمے سے مراد ان کا عمل ہے، یہ وہی عثمان ہیں جن کے انتقال کے بعد نبی علیہ السلام نے ان کے رخساروں پر بوسہ دیا اور رو پڑے، یہاں تک کہ ان کے آنسو عثمان کے رخسار پر گرنے لگے، لوگ بھی یہ دیکھ کر رونے لگے، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوالسائب! تم اس دنیا سے جا رہے ہو، اور اس حال میں جا رہے ہو کہ دنیا سے کسی طرح آلودہ نہیں ہوئے، نیز نبی علیہ السلام نے انہیں سلف صالح قرار دیا، اور یہ وہ پہلے آدمی ہیں جنہیں جنت البقیع میں دفن کیا گیا۔

آپ اس بات پر غور کیجئے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کے متعلق یقینی گواہی دینے سے کس شدت کے ساتھ منع فرمایا ہے حالانکہ وہ تو غزوۂ بدر میں بھی شریک ہوئے تھے، جن کے متعلق خود نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا ''تمہیں کیا معلوم کہ اللہ نے غزوۂ بدر میں شرکت کرنے والوں کو آسمان سے جھانک کر دیکھا اور فرمایا تم جو چاہو کرتے رہو، میں تمہیں معاف کر چکا'' پھر یہ بھی دیکھیے کہ نبی علیہ السلام نے انہیں بوسہ دیا، روئے، ان کے بہترین اوصاف بیان فرمائے اور یہ کہ وہ دنیا سے ذرا بھی آلودہ

---

❶ سورۂ حشر: ۱۹.

نہیں ہوئے اور یہ کہ وہ سلف صالح ہیں، ان تمام چیزوں پر غور کرنے سے آپ یہ بات سمجھ سکتے ہیں کہ انسان نیکی کے جتنے کام بھی کرتا ہو، اسے اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت برقرار رکھنا چاہیے اور اسے اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے، کیونکہ اللہ پر مخلوق کے حوالے سے کچھ واجب نہیں ہے، ارشاد ربانی ہے ''اے حبیب! (ﷺ) آپ فرمادیجئے کون ہے جو اللہ سے بچانے کی کچھ بھی قدرت رکھتا ہو، اگر وہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کی والدہ اور زمین میں موجود تمام لوگوں کو ختم فرمانے کا ارادہ کرلے......'' ❶

حضرت ام علاء رضی اللہ عنہا پر نبی علیہ السلام کی اس نکیر کی نظیر صحیح مسلم کی وہ روایت ہے جس میں نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بھی نکیر فرمائی ہے، چنانچہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خود کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے انصار کے ایک لڑکے کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی گئی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس کے لیے خوشخبری ہے، یہ جنت کی چڑیوں میں سے ایک چڑیا ہے کہ اس نے شر پایا اور نہ اس پر عمل کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا عائشہ! کیا اس کے علاوہ بات نہیں کہی جاسکتی؟ یاد رکھو! اللہ نے کچھ لوگوں کو جنت کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ اپنے آباؤ اجداد کی پشت میں تھے کہ انہیں اللہ نے جنت کے لیے منتخب فرما لیا تھا، اور کچھ لوگوں کو جہنم کے لیے پیدا کیا ہے اور وہ بھی اپنے آباؤ اجداد کی پشت میں تھے کہ انہیں اللہ نے جہنم کے لیے الگ کر لیا تھا۔ ❷

بعض لوگوں نے اس حدیث سے یہ استدلال کرلیا کہ مومنین کے فوت ہوجانے والے نابالغ بچے جنت میں داخل ہوں گے، یہ بات قطعیت کے ساتھ نہیں کہی جاسکتی، اور بعض علماء نے قرآن وسنت کے مخالف اس غلط قول کا نہایت شدت کے ساتھ انکار کیا ہے اور یہ کہ اس حدیث سے اس دعویٰ پر استدلال نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ اس بات پر اجماع ہے کہ اس حدیث کا ظاہری مفہوم تو ہرگز مراد نہیں ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب اللہ نے نبی علیہ السلام کو قطعیت کے ساتھ یہ نہیں بتایا تھا کہ وہ بچے جنت میں داخل ہوں گے، اس لیے اس پر اس وقت یقین ظاہر کرنا مناسب نہیں تھا گویا نبی علیہ السلام کی یہ نکیر یقین کے اعتبار سے تھی، لیکن بعد میں ''جیسا کہ اس پر نصوص قطعیہ دلالت کرتی ہیں'' اس پر یقین ظاہر کرنے کی نکیر بھی نہیں کی گئی، دراصل یہ اختلاف کفار کے نابالغ فوت ہوجانے والے بچوں کے بارے ہے، اور ان کے متعلق بھی زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ وہ بھی جنت میں داخل ہوں گے، ہوسکتا ہے کہ آئندہ بھی اس موضوع پر کچھ بحث آجائے۔

بہرحال! مسلمانوں کے لیے کیسے مناسب ہے کہ ان کے دل میں خوف خدا نہ ہو جبکہ نبی علیہ السلام اپنے متعلق فرماتے ہیں کہ سورۂ ہود اور اس جیسی دوسری سورتوں سورۂ حاقہ، واقعہ، عم یتساءلون، اذا الشمس کورت اور سورۂ غاشیہ نے میرے بالوں کو سفید کردیا۔ ❸ علماء نے اس کی وجہ یہ بیان فرمائی ہے کہ غالباً ایسا اس لیے ہے کہ ان سورتوں میں نہایت گھبرا دینے والے حالات اور شدید دھمکیاں موجود ہیں، نیز ان میں صرف آخرت ہی کے احوال وعجائب، اس دن کی گھبراہٹ اور ہلاک ہونے والوں

---

❶ سورۂ ہود: ۱۷.

❷ صحیح مسلم: کتاب القدر (۳۰)۔ نسائی: کتاب الجنائز، باب (۵۸)۔ ابن ماجہ: مقدمہ، باب (۱۰)۔ مسند احمد ۶/ ۴۱.

❸ ترمذی: تفسیر سورۂ ۵۶۔ باب ۶.

اور عذاب یافتہ افراد کے احوال بیان کیے گئے ہیں، نیز سورۂ ہود میں نبی علیہ السلام کو دین پر استقامت کا حکم بھی دیا گیا ہے جو کہ ایسا مشکل مقام ہے کہ نبی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور شخص اس پر قائم ہونے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا، یہ ایسے ہی ہے جیسے مقام شکر کہ اللہ تعالیٰ نے انسان پر حواس ظاہرہ و باطنہ کی صورت میں جتنے بھی انعامات برسائے ہیں، ان پر شکر کرنا انسان کو ہر لمحے اور ہر سانس اس مقصد کی طرف متوجہ کرتا رہتا ہے جس کے لیے انسان کو پیدا کیا گیا ہے، یعنی یہ کہ انسان اپنے ہر عضو سے کامل طریقے پر اپنے رب کی عبادت و اطاعت کرے، اسی وجہ سے جب نبی علیہ السلام سے ان کے مجاہدہ، کثرت آہ و بکاء اور خوف و خشیت کے متعلق کوئی شخص پوچھتا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ نے تو آپ کی اگلی پچھلی تمام لغزشات معاف فرما دی ہیں، پھر بھی آپ اتنی محنت کرتے ہیں؟ تو نبی علیہ السلام یہی جواب دیتے کہ کیا میں اللہ کا شکر گزار بندہ نہ بنوں۔'' ❶

اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ ''میں ہر اس شخص کے گناہوں کو سب سے زیادہ معاف کرنے والا ہوں جو توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک اعمال اختیار کر لے، پھر راہ راست پر ہی رہے۔'' ❷ اس سے کچھ لوگ ''جو غور و فکر نہیں کرتے'' یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بڑی امید بندھائی ہے حالانکہ دیکھا جائے تو وہ چار شرائط کے ساتھ مشروط ہے (۱) توبہ (۲) ایمان کامل جیسا کہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان میں مراد ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ❸ (۳) عمل صالح (۴) ہدایت یافتہ لوگوں کے راستے پر چلنا۔ مثلاً اللہ تعالیٰ کا مراقبہ، اس کی ذات کا دھیان، ہمیشہ ذکر و فکر اور مخلوق کی طرف اپنے قال، حال اور دعا و اخلاص سے متوجہ رہے۔

اس کی نظیر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''جو شخص توبہ کر لے، ایمان لے آئے اور نیک اعمال اختیار کر لے تو امید ہے کہ وہ نیک لوگوں میں شامل ہو جائے گا۔'' ❹ کہ اس ارشاد میں ''امید ہے'' سے آپ کو دھوکہ نہیں ہونا چاہیے کہ ایسا ضرور ہی ہوگا کیونکہ ایسا اکثر ہوتو جاتا ہے لیکن ہمیشہ نہیں ہوتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''تم دونوں فرعون سے نرم انداز میں بات کرنا، شاید وہ نصیحت حاصل کر لے یا ڈر جائے۔'' ❺ اور ہر آدمی جانتا ہے کہ فرعون ملعون نے نصیحت حاصل کی اور نہ ہی وہ اللہ سے ڈرا کہ اسے کچھ فائدہ ہوتا، دراصل اللہ تعالیٰ آپ کو اس بات پر متنبہ کرنا چاہتا ہے کہ اگر آپ پکی سچی توبہ کر لیں، ایمان کامل لے آئیں اور نیک اعمال کرنا شروع کر دیں تو آپ اس بات کی امید رکھیں کہ آپ کو کامیابی، ہدایت اور حضرت باری تعالیٰ میں قرب حاصل ہو جائے، اور اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو کر نہ بیٹھ جانا خواہ تم جہاں تک مرضی پہنچ جاؤ، کیونکہ ''اللہ کی تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف ہوتے ہیں جو خسارہ اٹھانے والے ہوں۔'' ❻ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ مستحضر رکھنا ''وہ

---

❶ صحیح بخاری، کتاب التهجد، باب: ٦۔ صحیح مسلم، کتاب المنافقین: ٧٩.

❷ سورۂ طٰہٰ: ٨٢.

❸ صحیح بخاری، کتاب الایمان، باب ٧۔ صحیح مسلم، کتاب الایمان: ٧١.

❹ سورۂ قصص: ٦٧. ❺ سورۂ طٰہٰ: ٤٤. ❻ سورۂ اعراف: ٩٩.

سچوں سے ان کے سچ کے متعلق پوچھے گا۔'' ❷ اسی طرح یہ ارشاد ''اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہے جب وہ ان بستیوں کی پکڑ کرتا ہے جو ظالم ہوں، بیشک اس کی پکڑ نہایت دردناک ہے، بیشک اس میں اس شخص کے لیے نشانی ہے جو آخرت کے عذاب سے ڈر جائے، یہ وہ دن ہوگا جب تمام لوگوں کو جمع کرلیا جائے گا، اور وہ حاضری کا دن ہوگا، اور ہم اس دن کو صرف ایک شمار کی ہوئی مدت کے لیے موخر کر رہے ہیں، یہ دن آئے گا تو کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر بول نہیں سکے گا، سو ان میں سے کچھ بدنصیب ہیں اور کچھ خوش نصیب، جو لوگ بدنصیب ہیں وہ جہنم میں ہوں گے جہاں ان کی چیخ و پکار ہوگی۔'' ❸

اسی طرح یہ ارشاد بھی ذہن میں رکھیے کہ ''تم میں سے ہر ایک کو جہنم میں داخل ہونا ہی پڑے گا، یہ آپ کے رب پر لازم ہے جس کا فیصلہ ہو چکا ہے، پھر ہم اہل تقویٰ کو اس سے نجات عطاء فرما دیں گے اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل پڑا رہنے دیں گے۔ ❹ اسی طرح یہ ارشاد کہ ''ہم نے انہیں ان اعمال تک پہنچا دیا جو وہ کرتے تھے، پھر ہم نے انہیں بکھرا ہوا کوڑا کرکٹ بنا دیا۔'' ❺ اسی طرح یہ ارشاد ہے کہ ''ابلیس نے ان کے متعلق اپنا گمان سچا کر دکھایا کہ وہ سب ہی اس کی پیروی کرنے لگے سوائے مومنوں کے ایک گروہ کے۔'' ❻ اسی طرح یہ ارشاد کہ ''جو شخص ایک ذرے کے برابر بھی نیک عمل کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو شخص ایک ذرے کے برابر بھی برا عمل کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا۔'' ❼ اسی طرح یہ ارشاد ''قسم ہے زمانے کی، یقیناً انسان خسارے میں ہے، سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لے آئیں' نیک اعمال کریں، حق کی تلقین کریں اور صبر کی تلقین کریں۔'' ❽

اب بصیرت کی آنکھوں اور باطنی روشنی سے دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان '' کیونکہ الانسان پر الف لام عموم و استغراق کے لیے ہے'' کے متعلق یہ حکم لگایا ہے کہ وہ خسارے میں ہے سوائے اس آدمی کے جو چار کام کرلے کہ وہی اس خسارے سے بچ سکتا ہے جو ہلاکت تک پہنچا دیتا ہے، (۱) ایمان (۲) عمل صالح (۳) حق کی تلقین یعنی لوگ کتاب و سنت میں بیان کیے گئے آداب و اخلاق، احکام و شرائط کو اختیار کریں اور ان کے اقوال و افعال میں ''خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی'' جب بھی کوئی چیز پائی جائے وہ اس میں مخلص ہوں اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کریں۔ (۴) صبر کی تلقین یعنی نیکیوں پر ثابت قدم رہنا خواہ اس کے لیے کتنی ہی مشقتیں اور مصیبتیں برداشت کرنا پڑیں، معاصی اور ان کی خواہشات اور لذتوں سے بچنا، جس شخص میں یہ چاروں شرائط پائی جائیں، اس کے متعلق بڑی حد تک یہ امید کی جاسکتی ہے کہ وہ خسارے، عار اور ہلاکت سے بچ جائے گا، اللہ تعالیٰ کی ذات تک اس کی رسائی ہو جائے گی، اور وہ اب اور آئندہ اللہ کی رضا مندی حاصل کرلے گا، اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے ہمیں بھی عطا فرمائے۔

کسی عقلمند آدمی کے لیے یہ بات کیسے صحیح ہوسکتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے غلبے اور اس کے انتقام سے بے خوف ہو جائے،

---

❷ سورۂ احزاب: ۸.

❸ سورۂ ہود: ۱۰۲-۱۰۶.

❹ سورۂ مریم: ۷۱-۷۲.

❺ سورۂ فرقان: ۲۳.

❻ سورۂ سبا: ۲۰.

❼ سورۂ زلزال: ۷-۸.

❽ سورۂ عصر مکمل.

حالانکہ اس کا دل تو اللہ تعالیٰ کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہے یعنی اللہ تعالیٰ کے اس ارادے کے درمیان جو وہ لوگوں کی سعادت اور شقاوت کے حوالے سے کرتا ہے، اور دل کو عربی زبان میں ''قلب'' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ قلب کا معنی ہے الٹنا پلٹنا اور دل اس ہنڈیا سے بھی زیادہ شدت کے ساتھ پلٹتا ہے جتنی شدت کے ساتھ ہنڈیا ابل ابل کر پلٹتی ہے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام اکثر اپنے سجدے میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے ''اے دلوں کو بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدمی عطاء فرما'' ❶ اور دلوں کو بدلنے والا اللہ فرماتا ہے ''بیشک ان کے رب کا عذاب بے خوف ہو کر بیٹھ جانے والا نہیں ہے۔'' ❷ اگر اللہ تعالیٰ اپنے عارف اور عالم بندوں پر مہربان نہ ہوتا اور ان کے دلوں کو امید کی کرن سے تازگی نہ بخشتا تو اس کی جہنم کی آگ کے خوف سے ان کے سینے جل کر راکھ ہو جاتے، یہ وہی آگ ہے جسے اللہ نے سلگایا ہے، اللہ نے اپنے قہر اور عدل کو اس پر غالب کیا، اگر اس آگ کے حقائق نمایاں ہو جاتے تو لوگوں کے نفوس پریشان رہ جاتے اور دل ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ جو ''نبی علیہ السلام کے صحابی ہیں'' اللہ کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جو شخص اس بات سے مطمئن رہا کہ موت کے وقت کی پریشانی کیا ہے، اسے موت کے وقت اس میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، عبدالرحمن بن مہدی کہتے ہیں کہ سفیان ثوری رحمہ اللہ کا جب آخری وقت قریب آیا تو وہ رونے لگے، کسی نے ان سے پوچھا اے ابو عبداللہ! کیا آپ سمجھتے ہیں کہ آپ کے گناہ بہت زیادہ ہیں؟ انہوں نے اپنا سر اٹھایا اور زمین سے کوئی چیز اٹھا کر فرمایا بخدا میرے نزدیک میرے گناہ اللہ کی نگاہوں میں اس سے بھی زیادہ حقیر ہیں، مجھے ڈر صرف اس بات کا ہے کہ کہیں موت سے پہلے میرا ایمان سلب نہ ہو جائے۔

عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب میرے والد امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کے انتقال کا وقت قریب آیا تو میں ان کے پاس بیٹھ گیا، میرے ہاتھ میں کپڑے کا ایک ٹکڑا تھا جو ان کے جبڑے باندھنے کے لیے تھا، ان پر غشی طاری ہوگئی، تھوڑی دیر بعد افاقہ ہوا تو وہ کہہ رہے تھے کہ خبردار! دور ہو، میں نے عرض کیا ابا جان! اس وقت میں آپ یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا بیٹا! کیا تمہیں معلوم نہیں؟ میں نے عرض کیا نہیں، فرمایا شیطان عین میرے سامنے کھڑا کہہ رہا ہے، اے احمد! تم مجھ سے بچ کر نکل گئے، میں اس کے جواب میں کہہ رہا ہوں، خبردار! دور ہو، جب تک میں مر نہیں جاتا یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تجھ سے بچ گیا، سہل کہا کرتے تھے کہ مریدوں کو اس بات کا ڈر ہوتا ہے کہ گناہوں میں مبتلا نہ ہو جائیں اور عارف کامل کو اس بات کا اندیشہ ہوتا ہے کہ کہیں کفر میں مبتلا نہ ہو جائے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک نبی نے بارگاہ خداوندی میں بھوک اور بے لباسی کی شکایت کی، تو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ میرے بندے! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں نے تیرے دل کو اپنے ساتھ کفر کرنے سے بچا لیا، کہ اب تم مجھ سے دنیا کا سوال بھی کرتے ہو؟ اس پر انہوں نے مٹی پکڑ کر اپنے سر پر ڈالی اور کہنے لگے پروردگار! کیوں نہیں، میں راضی ہوں، مجھے کفر سے بچا لیجئے، جب عارفین کا یہ حال ہے کہ باوجود قوت ایمانی اور کامل رسوخ کے وہ سوء خاتمہ سے لرزہ براندام رہتے ہیں تو ضعفاء اور کمزور لوگ کیوں نہ ڈریں؟

---

❶ ابن ماجہ، مقدمہ باب: ۱۳۔ ❷ سورۂ معارج: ۲۸۔

علماء کہتے ہیں کہ سوء خاتمہ کی کچھ علامات ہیں جو موت سے پہلے ظاہر ہوتی ہیں، مثلاً بدعت، اس کی تائید نبی علیہ السلام کے اس ارشاد سے بھی ہوتی ہے کہ اہل بدعت جہنم کی آگ میں اہل جہنم کے کتے ہیں۔ ❶ اسی طرح عملی نفاق، یہ وہی چیز ہے جس کی طرف نبی علیہ السلام نے اپنے اس ارشاد سے اشارہ کیا ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بھی بات کرے تو جھوٹ بولے، جب بھی وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے، اور جب بھی اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے اگرچہ وہ نماز روزہ ہی کرتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔ ❷ اسی وجہ سے اسلاف کو اس سے بہت خوف محسوس ہوتا تھا یہاں تک کہ بعض حضرات فرماتے تھے، اگر مجھے اس بات کا یقین ہو جائے کہ میں نفاق سے بری ہوں، تو یہ میرے نزدیک ان تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہے جن پر سورج طلوع ہوتا ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ نفاق کے خشوع سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، کسی نے ان سے پوچھا کہ نفاق کے خشوع سے کیا مراد ہے؟ فرمایا لوگ انسان کے جسم کو خشوع کرتے ہوئے دیکھیں اور دل اس کا گنہگار ہو۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم لوگ ایسے بہت سے کام کرتے ہو جن کی حیثیت تمہاری نگاہوں میں بال سے بھی زیادہ باریک یعنی معمولی ہوتی ہے اور ہم انہیں نبی علیہ السلام کے دور باسعادت میں مہلک چیزوں میں شمار کرتے تھے، شیخ نصر مقدسی ''جو اپنے زمانے میں شوافع کے امام تھے'' حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے نقل کرتے ہیں کہ مجھے میرے حبیب حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چار باتوں کی وصیت فرمائی ہے جو میرے نزدیک دنیا و مافیہا سے زیادہ محبوب ہیں، نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا، اے ابو ذر! کشتی کی تجدید کرتے رہا کرو کیونکہ سمندر (دنیا) بہت گہرا ہے، بوجھ ہلکا رکھا کرو کیونکہ سفر بڑا لمبا ہے، توشہ ساتھ لے لیا کرو کیونکہ گھاٹی طویل ہے، اور عمل کو خالص رکھا کرو کیونکہ پرکھنے والا خوب دیکھنے والا ہے، ایک مرتبہ کسی شخص نے سعید بن جبیر رحمہ اللہ سے ''خشیت'' کے متعلق سوال پوچھا تو انہوں نے فرمایا ''خشیت'' یہ ہے کہ تم اللہ تعالیٰ سے اس طرح ڈرو کہ اس کا خوف تمہارے اور معاصی کے درمیان حائل ہو جائے اور ''دھوکہ'' یہ ہے کہ انسان معصیت کے کاموں میں حد سے آگے بڑھتا جائے اور اللہ تعالیٰ سے بخشش کی امید رکھے۔

ایک مرتبہ ایک آدمی کسی تفریح کی جگہ پہنچا، اس کے دل میں گناہ کا خیال پیدا ہوا اور اس نے یہ سوچا کہ یہاں مجھے کون دیکھ رہا ہے؟ ناگہاں اس کے کانوں میں ایک گھبرا دینے والی آواز پڑی کہ کوئی شخص یہ آیت بار بار پڑھ رہا ہے ''کیا وہی نہیں جانتا جس نے سب کو پیدا کیا اور وہ تو بڑا باریک بین، بڑا باخبر ہے۔'' ❸ سعید بن جبیر رحمہ اللہ اس ارشاد ربانی ''دھوکہ دینے والا تمہیں اللہ کے متعلق دھوکے میں نہ ڈال دے۔'' ❹ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ انسان ہمیشہ گناہوں میں مبتلا رہے اور مغفرت کا متمنی رہے، ایک مرتبہ بشر حافی نے فضیل سے درخواست کی کہ مجھے کوئی نصیحت کر دیجئے، انہوں نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ کا خوف رکھتا ہو، وہ خوف ہر خیر کی طرف اس کی رہنمائی کرتا ہے۔

---

❶ كنز العمال: ١١٢٥.

❷ صحيح بخاري: كتاب الشهادات، باب (٢٨)۔ صحيح مسلم: كتاب الايمان: (١٠٧)۔ ترمذي: كتاب الايمان، باب (١٤).

❸ سورهٔ ملك: ١٤. ❹ سورهٔ لقمان: ٣٣.

ایک مرتبہ ایک آدمی نے طاؤس کی خدمت میں حاضر ہونے کے لیے اجازت طلب کی، ایک بزرگ باہر آئے تو آنے والے نے ان سے پوچھا کہ کیا آپ ہی طاؤس ہیں؟ انہوں نے کہا نہیں، میں ان کا بیٹا ہوں، اس نے کہا کہ اگر آپ ان کے بیٹے ہیں تو سمجھ لیجئے کہ آپ کے والد سٹھیا گئے ہیں، انہوں نے کہا کہ عالم کبھی سٹھیا جانے کی حالت کو نہیں پہنچتا، پھر فرمایا ان کے پاس جانے کے بعد اپنی گفتگو کو مختصر کرنا، چنانچہ وہ اندر داخل ہو گیا، طاؤس نے اس سے فرمایا اگر تم نے کچھ پوچھنا ہے تو اختصار سے کام لے کر پوچھ لو، میں تمہیں اسی مجلس میں تورات، انجیل اور قرآن سکھا دوں گا، اس نے کہا کہ اگر آپ نے مجھے یہ تینوں چیزیں سکھا دیں تو میں آپ سے کچھ اور نہیں پوچھوں گا، انہوں نے فرمایا اللہ سے اس طرح ڈرو کہ اس سے زیادہ تمہاری نگاہوں میں کسی چیز کا ڈر نہ ہو، اور اس طرح امید رکھو، جو خوف سے زیادہ مضبوط ہو اور لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، اور طاؤس کے صاحبزادے کی اس بات کہ ''عالم کبھی سٹھیا جانے کی حالت کو نہیں پہنچتا'' کی تائید سورۂ نحل کی آیت نمبر ۷۰ ❶ کی تفسیر میں عکرمہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ جو شخص حقوق کی ادائیگی کے ساتھ قرآن کریم کی تلاوت کرتا ہے، وہ اس حالت کو نہیں پہنچتا، اس سے علماء کی منجانب اللہ حفاظت ہوتی ہے۔

مجاہد رحمہ اللہ نے سورۂ رحمٰن کی اس آیت ''جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، اس کے لیے دو باغ ہیں۔'' ❷ کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ اس سے مراد وہ شخص ہے جس کے دل میں گناہ کا خیال پیدا ہوا، اچانک اسے اللہ کی یاد آئی اور اللہ کے خوف اور حیاء سے اس نے اس گناہ کا خیال ترک کر دیا، بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک نوجوان بڑا عبادت گزار اور متقی اور مسجد کے ساتھ چمٹا رہنے والا تھا، اس پر ایک عورت فریفتہ ہو گئی اور اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، جب خلوت اور تنہائی ہوئی تو ایک دم اس نوجوان کو اللہ کے سامنے کھڑا ہونا یاد آیا اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا، اس عورت نے اسے گھر سے باہر نکال کر دروازے پر لے جا کر پھینک دیا، اس کا باپ آیا اور اسے اٹھا کر گھر لے گیا، ہوش میں آنے پر اس کا رنگ پیلا پڑ چکا تھا، اور وہ کانپ رہا تھا، یہاں تک کہ اسی حالت میں اس کا انتقال ہو گیا، اس کی تجہیز و تکفین اور تدفین کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر یہ آیت تلاوت فرمائی ''جو شخص اپنے رب کے سامنے کھڑا ہونے سے ڈر گیا، اس کے لیے دو باغ ہیں۔'' ❸ اسی وقت اس کی قبر سے آواز آئی اے عمر! اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ دونوں باغ عطا فرما دیئے ہیں، نیز مجھے اپنی رضا بھی عطا فرما دی ہے۔

یحییٰ بن معاذ کہتے ہیں کہ سب سے بڑا دھوکہ یہ ہے کہ گنہگار آدمی اپنے گناہوں پر نادم ہوئے بغیر معافی کی امید رکھتا ہو، اطاعت کے بغیر قرب خداوندی کی توقع کرتا ہو، عمل کے بغیر جزاء کا منتظر ہو، اور اللہ تعالیٰ پر امیدیں باندھتا ہو اور اس میں حد سے آگے بڑھ جاتا ہو، اور اللہ تعالیٰ کے خوف وخشیت پر سب سے زیادہ ابھارنے والی چیز ''علم'' ہے۔ ارشاد ربانی ہے ''اللہ سے اس کے بندوں میں صرف وہی لوگ ڈرتے ہیں جو علماء ہوں۔'' ❹ اسی وجہ سے علماءِ صحابہ رضی اللہ عنہم پر خوف کا غلبہ رہتا تھا اور

---

❶ ''تم میں سے بعض لوگ وہ ہیں جنہیں عمر کے گھٹیا ترین حصے کی طرف لوٹا دیا جاتا ہے۔''

❷ سورۂ رحمان: ٤٦. ❸ سورۂ رحمان: ٤٦. ❹ سورۂ فاطر: ٢٨.

ان کے بعد کے علماء پر بھی حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے کاش! میں کسی مومن کے سینے پر لگا ہوائی کوئی بال ہوتا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بوقت شہادت یہ فرمارہے تھے کہ اگر عمر کی بخشش نہ ہوئی تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے تھے اے کاش! مرنے کے بعد مجھے دوبارہ زندہ نہ کیا جائے، گوکہ اس قسم کی تمنا پر بظاہر اشکال کیا جاسکتا ہے لیکن اس کا جواب یہ ہے کہ ان حضرات کا منشا حقیقتاً اس کی تمنا کرنا نہ تھا بلکہ اس بات کا اظہار تھا کہ ان پر دوبارہ زندگی کے بعد مواخذہ کا خوف کس قدر غالب ہے، اس کی نظیر وہ واقعہ ہے جو نبی علیہ السلام کے محبوب بن محبوب حضرت اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ کے ساتھ پیش آیا تھا جس میں انہوں نے شہادتین کا اقرار کرنے والے ایک شخص کو یہ سمجھ کر قتل کر دیا تھا کہ اس نے یہ اقرار اپنی جان بچانے کیلئے کیا ہے، حقیقی طور پر اس نے کلمہ نہیں پڑھا، نبی علیہ السلام کو یہ بات معلوم ہوئی تو اس پر ان کی سرزنش فرمائی اور کئی مرتبہ یہ بات فرمائی کہ تم نے اس کا دل چیر کر کیوں نہ دیکھ لیا؟ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس وقت میں تمنا کرنے لگا کہ کاش! میں نے اسلام ہی اس واقعے کے بعد قبول کیا ہوتا، کہ اس واقعے میں حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ کفر کی تمنا نہیں کر رہے، اور نہ ہی حقیقتاً اس واقعے تک اسلام کے مؤخر کرنے کی تمنا کر رہے ہیں، بلکہ ان کا مقصد تو صرف اتنا ہے کہ اسلام ان کے اس عمل کا بھی کفارہ بن جاتا۔

بعض لوگ ''جو علم سے نہایت دور ہیں'' جب اپنے اعمال کو دیکھتے ہیں اور اتفاق سے ان میں سے کسی سے کوئی ایسی بات بھی صادر ہو جاتی ہے جو بظاہر کرامات کے مشابہ ہو تو وہ دلی مسرت کے ساتھ بڑے بڑے دعوے کرنے لگتے ہیں اور سلف صالحین کے طریقے کو ''جو کبھی دعوے نہیں کرتے تھے'' چھوڑ بیٹھتے ہیں، چنانچہ ان ہی میں سے ایک صاحب کا یہ قول بھی منقول ہے میں چاہتا ہوں کہ قیامت جلد از جلد قائم ہو جائے تاکہ میں جہنم کے کنارے اپنا خیمہ نصب کرسکوں، کسی آدمی نے ان سے پوچھا کہ وہ کیوں؟ تو ان صاحب نے جواب دیا میں جانتا ہوں کہ جب جہنم مجھے دیکھے گی تو اس کی آگ بجھ جائے گی، لہٰذا میں مخلوق کے لیے رحمت ثابت ہو جاؤں گا، یہ انتہائی بیہودہ اور واہیات کلام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نار جہنم کی جو اہمیت بیان کی ہے، اس میں اس کی تحقیر لازم آتی ہے، اللہ تعالیٰ نے تو اس کے اوصاف بیان کرتے ہوئے مبالغہ سے کام لے کر فرمایا ہے ''اس آگ سے ڈرو جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہیں۔'' ❶ نیز ارشاد ربانی ہے ''جب جہنم انہیں دور سے دیکھے گی تو وہ اس کا غیظ وغضب اور چنگھاڑ سنیں گے۔'' ❷

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ کی نقل کردہ ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ تمہاری دنیا کی یہ آگ جسے تم جلاتے ہو، جہنم کی آگ کا ۷۰واں جزو ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! ہماری دنیا کی آگ ہی بڑی کافی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جہنم کی آگ اس پر ۶۹ درجہ زائد گرم ہے اور ہر درجہ اس آگ کی طرح گرم ہے۔ ❸ اسی طرح ایک اور صحیح حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس دن اس کے منہ میں ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ ❹ ایک نیک آدمی کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ بیٹھا ہوا تھا، اس کے قریب

---

❶ سورۂ بقرہ: ۲٤. ❷ سورۂ فرقان: ۱۲.

❸ ترمذی، کتاب صفة جهنم، باب:۷۔ موطا مالك، مذكورہ كتاب ۱۔ مسند احمد: ۲/ ۳۱۳.

❹ مستدرك حاكم: ٤/ ٥٩٥.

ہی ایک چراغ رکھا ہوا تھا، اس کے دل میں گناہ کا خیال پیدا ہوا، اس نے اپنے دل سے کہا میں اپنی انگلی اس آگ میں ڈال کر دیکھتا ہوں، اگر تو نے اس پر صبر کر لیا تو میں تیری بات مان کر یہ نافرمانی کا کام کر گزروں گا، یہ کہہ کر اس نے وہ انگلی آگ میں ڈال دی، آگ میں ڈالتے ہی اس کے منہ سے ایک خوفناک چیخ نکلی، تو وہ کہنے لگا اے اللہ کے دشمن! جب تو دنیا کی اس آگ پر صبر نہیں کر سکتا جسے ستر مرتبہ بجھایا گیا ہے تو جہنم کی آگ کو کیسے برداشت کرلے گا؟

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کعب احبار رحمہ اللہ سے فرمایا اے کعب! ہمیں اپنے اللہ کا خوف دلاؤ، کعب رحمہ اللہ کہنے لگے اے امیر المومنین! اگر آپ قیامت کے دن ستر انبیاء کرام علیہم السلام کے اعمال لے کر آئیں تب بھی آپ اس کی ہولناکیوں کے سامنے اپنے اعمال کو حقیر سمجھیں گے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر مدہوشی طاری ہوگئی، کچھ دیر بعد جب افاقہ ہوا تو فرمایا اے کعب! کچھ اور بیان کرو، کعب رحمہ اللہ کہنے لگے اے امیر المومنین! اگر مشرق کی جانب ایک بیل کے نتھنے کے برابر سوراخ جہنم میں سے کھول دیا جائے اور اس وقت کوئی شخص مغرب میں ہو تو اس کا دماغ کھولنے لگے گا یہاں تک کہ اس کی گرمی کی وجہ سے اس کا دماغ بہہ جائے گا، یہ سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر پھر مدہوشی طاری ہوگئی، کچھ دیر بعد جب افاقہ ہوا تو فرمایا اے کعب! کچھ اور بیان کرو، کعب رحمہ اللہ کہنے لگے اے امیر المومنین! قیامت کے دن جہنم اس زور کی چیخ مارے گی کہ کوئی مقرب فرشتہ اور کوئی نبی مرسل ایسا نہ ہوگا جو اپنے گھٹنوں کے بل جھک نہ جائے اور ہر ایک یہی کہتا ہوگا ''رب نفسی نفسی'' آج مجھے اپنے علاوہ کسی کے متعلق نہیں پوچھنا۔

کعب احبار رحمہ اللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جب قیامت کا دن ہوگا تو اللہ تعالیٰ اولین وآخرین کو ایک ٹیلے پر جمع فرمائے گا، ملائکہ اتر کر صفیں باندھ لیں گے، اور اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا، اے جبریل! میرے پاس جہنم کو لے کر آؤ، چنانچہ جبریل اسے لے کر حاضر ہوں گے، اسے ستر ہزار لگاموں میں ڈال کر کھینچا جا رہا ہوگا، جب وہ مخلوق سے ایک سو سال کی مسافت پر رہ جائے گی تو وہ ایسی زور کی چیخ مارے گی جس سے مخلوقات کے دل اڑنے لگیں گے، پھر دوسری مرتبہ چیخ مارے گی تو کوئی ملک مقرب اور نبی مرسل ایسا نہ رہے گا جو اپنے گھٹنوں کے بل جھک نہ جائے، پھر تیسری چیخ مارے گی تو دل اچھل کر حلق میں آجائیں گے، عقلیں حیران پریشان رہ جائیں گی اور ہر شخص اپنے اعمال پر گھبرا رہا ہوگا، حتیٰ کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کہتے ہوں گے مجھے اپنی خلت کی قسم! آج مجھے صرف اپنی فکر ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام کہتے ہوں گے مجھے اپنی مناجات کی قسم! آج مجھے صرف اپنی فکر ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کہتے ہوں گے اے اللہ! تو نے مجھے جتنی عزتوں سے نوازا، ان سب کی قسم! آج میں اپنی والدہ ''جنہوں نے مجھے جنم دیا'' کے متعلق نہیں پوچھوں گا، آج تو مجھے صرف اپنی فکر ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت جبریل علیہ السلام سے پوچھا اے جبریل! کیا بات ہے میں نے کبھی میکائیل کو ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہوں نے بتایا کہ جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے، میکائیل اس وقت سے کبھی نہیں ہنسے اور جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے میری آنکھیں آنسوؤں سے خشک نہیں ہوتیں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں مجھ سے اللہ کی نافرمانی ہوگئی تو وہ مجھے جہنم ہی میں نہ ڈال دے، ایک دن حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ رو رہے تھے، کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو

وہ کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے کہ میں نے جہنم میں داخل ہونا ہے لیکن یہ نہیں بتایا کہ میں وہاں سے نکل بھی جاؤں گا۔

جب ملائکہ، انبیاء کرام علیہم السلام، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ''جو کہ گناہوں کی گندگی سے دور رہتے تھے'' کا یہ حال تھا اور وہ جہنم سے اتنے گھبراتے تھے تو پھر اس دھوکے میں پڑے ہوئے مدعی نے اسے اتنا کم حیثیت کیسے سمجھ لیا؟ اور اس کے نفس نے اسے یہ باور کروا دیا کہ اس کا خیمہ جہنم کی آگ بجھا دے گا اور وہ دوسروں کو تو چھوڑیئے، اپنے متعلق نجات کا یقین کر بیٹھا ہے، حالانکہ قطعی طور پر نجات کا پروانہ تو ان دس لوگوں کو حاصل ہے جنہیں نبی علیہ السلام نے جنت کی بشارت دی تھی، اس کے باوجود ان کے دلوں میں اس قدر خوف تھا جس کا ابھی تذکرہ ہوا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے اے کاش! میں کسی مومن کے سینے پر لگا ہوا کوئی بال ہوتا۔ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے، اگر عمر کی بخشش نہ ہوئی تو اس کے لیے ہلاکت ہے۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں جنت میں جاؤں گا، وہ جہنم میں جائے گا۔

خوف سے ہماری مراد عورتوں جیسا خوف نہیں ہے کہ ایک وقت میں وہ روتی ہیں اور دوسرے وقت میں عمل چھوڑ دیتی ہیں، خوف سے ہماری مراد ایسا خوف ہے جو دل کو سکون بخشے اور انسان کو معاصی سے روکے اور اسے ہمیشہ اللہ کی اطاعت پر ابھارے، یہی خوف نفع بخش ہے، ان احمق لوگوں کا خوف نہیں جو ڈرا دینے والی بات سن کر صرف اتنا کہتے ہیں پروردگار! حفاظت فرما، ہم اللہ کی پناہ میں آتے ہیں اور پھر اپنے گناہوں پر بھی ڈٹے رہتے ہیں، اور شیطان ایسے لوگوں کا مذاق اڑاتا ہے جیسے آپ کسی ایسے آدمی کو دیکھ کر اس کا مذاق اڑاتے ہیں جس پر کوئی درندہ حملہ کرنے والا ہو، اور وہ شخص کسی محفوظ قلعے کے قریب ہو، اس کا دروازہ بھی کھلا ہوا ہو لیکن وہ اس قلعے میں پناہ حاصل کرنے کی بجائے صرف یہ کہتا رہے پروردگار! حفاظت فرما، یہاں تک کہ وہ درندہ اس پر حملہ کر کے اسے چیر پھاڑ دے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا جس نے اپنی جان پر بڑا ظلم کیا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے کہا جب میں مر جاؤں، تو مجھے آگ میں جلا دینا، پھر میری ہڈیوں کو پیس لینا اور انہیں ہوا میں اڑا دینا، بخدا اگر اللہ تعالیٰ کو مجھ پر قدرت حاصل ہوگئی یعنی اگر اس نے مجھے سزا دینے کا ارادہ کر لیا تو وہ مجھے ایسی سزا دے گا کہ کسی اور کو ایسی سزا نہ دی ہوگی، چنانچہ جب وہ مر گیا تو اس کی اولاد نے ویسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ تیرے پاس اس کے جتنے حصے ہیں ان سب کو جمع کر، زمین نے حکم کی تعمیل کی اور وہ بندہ اللہ کے سامنے کھڑا ہو گیا، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کہ تجھے اس حرکت پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے عرض کیا پروردگار! تیرے خوف نے، تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرما دی۔ [1]

صحیح بخاری ہی میں یہ روایت بھی اسی مضمون کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ آپ ہمیں نبی علیہ السلام سے سنی ہوئی کوئی حدیث کیوں نہیں سناتے؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک آدمی کی موت کا وقت قریب آیا، جب وہ زندگی سے مایوس ہو گیا تو اس نے اپنے اہل خانہ کو وصیت کی کہ جب میں

---

[1] صحیح بخاری، کتاب احادیث الانبیاء، باب: ٥٤.

مر جاؤں تو بہت ساری لکڑیاں اکٹھی کر کے آگ جلانا، جب آگ میرے گوشت کو کھا کر میری ہڈیوں تک پہنچ جائے تو انہیں پیس کر جس دن تیز ہوا چل رہی ہو، ہوا میں اڑا دینا۔ اللہ تعالیٰ نے اسے جمع کر کے پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے عرض کیا تیرے خوف کی وجہ سے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اس کی بخشش فرمادی۔ ❶ یہ حدیث سن کر حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے بھی نبی علیہ السلام کو یہی فرماتے ہوئے سنا ہے اور صحیح بخاری میں یہ بھی ہے کہ پہلے زمانے میں ایک آدمی تھا جسے اللہ نے خوب مال و دولت سے نواز رکھا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو اس نے اپنے بیٹوں سے پوچھا کہ میں تمہارا کیسا باپ ثابت ہوا؟ انہوں نے جواب دیا بہترین باپ، اس نے کہا کہ میں نے کبھی کوئی نیکی کا کام نہیں کیا، اس لیے جب میں مر جاؤں تو مجھے آگ میں جلا دینا، پھر میری راکھ کو تیز ہوا والے دن ہوا میں اڑا دینا، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے پاس جمع کر لیا، اور اس سے پوچھا کہ تجھے اس پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ اس نے کہا تیرے خوف نے، اللہ تعالیٰ نے اس پر اپنی رحمت فرمادی۔ ❷

❀❀❀

---

❶ صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب: (٥٤)۔ نسائی، کتاب الجنائز، باب: ١١٧.

❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب: ٢٥۔ مسند احمد: ٣/ ٧٧.

باب اول

باطنی کبائر اور ان کے توابع

پہلا کبیرہ گناہ، شرک اکبر

اس کا تذکرہ سب سے پہلے لانے کی وجہ یہ ہے کہ تمام گناہوں میں سب سے زیادہ خطرناک یہی گناہ ہے، اور اس کا ارتکاب کرنے والا تمام گنہگاروں میں سب سے ذلیل اور حقیر ہوتا ہے اور عام طور پر لوگ اس میں مبتلا ہو ہی جاتے ہیں، اور اس کا ارتکاب بہت آسان ہے، بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ انسان اس میں کسی نہ کسی درجے میں مبتلا نہ ہو، اس لیے اس کی طرف توجہ کرنا زیادہ ترجیح کا مستحق تھا، چنانچہ بعض ائمہ فرماتے ہیں کہ وہ کبیرہ گناہ جن کا تعلق دل سے ہے، اعضاء وجوارح کے گناہوں سے زیادہ بڑے ہیں، کیونکہ یہ سب فسق اور ظلم کو پیدا کرتے ہیں، اور قلبی کبیرہ گناہوں میں ایک اضافی پہلو یہ بھی ہے کہ یہ نیکیوں کو کھا جاتے ہیں اور اس پر مسلسل شدید سزائیں وارد ہونے کا تذکرہ بھی موجود ہے، اسی طرح بعض ائمہ نے باطنی کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی تعداد ساٹھ تک شمار کرنے کے بعد آخر میں یہ تجزیہ پیش کیا ہے کہ ان کبائر کی مذمت بدکاری، چوری، قتل اور شراب نوشی کی مذمت سے بہت زیادہ ہے کیونکہ ان کے مفاسد بہت زیادہ ہیں اور اس کے برے اثرات ہمیشہ رہنے والے ہیں، کیونکہ اس کے اثرات انسان کا حال بن جاتے ہیں اور اس کی یہ ہیئت اس کے قلب وجگر میں راسخ ہو جاتی ہے، بخلاف اعضاء وجوارح کے گناہوں کے آثار کے، کہ یہ بہت جلدی زائل ہو سکتے ہیں اور وہ اس طرح کہ انسان توبہ واستغفار کرلے، نیکی کے کام شروع کردے، جو گناہوں کو مٹا دیا کریں اور وہ مصائب جو اس کے گناہوں کا کفارہ بن سکیں، چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''بیشک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں، یہ نصیحت حاصل کرنے والوں کے لیے نصیحت ہے۔'' [1]

گزشتہ صفحات میں کبیرہ گناہوں کی جو تعریفات ذکر کی گئی ہیں، بظاہر ان میں سے ہر ایک تعریف اس کبیرہ گناہ کی ہے جس کا مقابل ایمان ہے، اسی لیے اکثر علماء نے اس کا شمار کفر کے بعد والے گناہ یعنی قتل سے کیا ہے، ہم اس راستے پر نہیں چلے کیونکہ اس کتاب میں ہمارا مقصد تمام کبیرہ گناہوں کا تفصیلی احاطہ کرنا ہے، نیز یہ کہ ان کے درجات ومراتب بیان کیے جائیں اور ان پر وارد ہونے والی وعیدیں اور دھمکیاں بھی ذکر کی جائیں، اس لیے ہم سب سے پہلے کفر وشرک اور اس کے احکام پر

---

[1] سورۂ هود: ١١٤.

تفصیلی گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

چنانچہ اس سلسلے میں قرآن کریم کی یہ آیت بڑی اہم ہے ''بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا، اس کے گناہ معاف فرمادے گا۔'' ❶ اسی طرح ارشاد ربانی ہے ''بیشک شرک بہت بڑا ظلم ہے۔'' ❷ اسی طرح ارشاد ربانی ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، اللہ اس پر جنت کو حرام قرار دے دیتا ہے اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوتا ہے اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔'' ❶

اور صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا میں تمہیں اکبرالکبائر کے متعلق نہ بتاؤں؟ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اور والدین کی نافرمانی کرنا، پھر نبی علیہ السلام ''جو کہ ٹیک لگائے ہوئے تھے'' سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا خبردار! جھوٹی گواہی، جھوٹی بات، نبی علیہ السلام نے اس آخری گناہ کا اتنی مرتبہ تسلسل سے ذکر فرمایا کہ ہم سوچنے لگے کہ شاید اب نبی علیہ السلام خاموش ہو جائیں۔ ❸ اسی طرح صحیح حدیث میں آتا ہے کہ سات مہلک چیزوں سے بچو، اور ان میں شرک کا بھی ذکر فرمایا۔ ❹ نیز امام احمد، بخاری، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ نے یہ حدیث بھی روایت کی ہے کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور کسی شخص کو قتل کرنا۔ ❺ امام احمد، شیخین، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ کے الفاظ یہ ہیں کہ کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی کو قتل کرنا اور والدین کی نافرمانی کرنا، کیا میں تمہیں اکبرالکبائر کے متعلق نہ بتاؤں؟ وہ جھوٹی بات ہے اور ابوداؤد و نسائی کے الفاظ یہ ہیں کہ کبائر کی تعداد نو ہے جن میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، طبرانی کے الفاظ یہ ہیں سات کبیرہ گناہوں سے بچو، یعنی اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا...... بزار کے الفاظ یہ ہیں کہ اکبرالکبائر یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا...... یہ مضمون مذکورہ کتب حدیث میں متعدد الفاظ اور مختلف اسانید سے مروی ہے۔

نیز امام احمد، ترمذی، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے یہ حدیث بھی نقل کی ہے کہ اکبرالکبائر میں سے یہ بھی ہے کہ کوئی شخص اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، والدین کی نافرمانی کرے اور جھوٹی قسم اٹھائے اور جو شخص اللہ کے نام کی قسم اٹھاتا ہے اور اس میں مکھی کے پر کے برابر جھوٹ کو شامل کر دیتا ہے، اس کے دل پر قیامت تک کے لیے ایک دھبہ لگا دیا جاتا ہے۔ طبرانی میں بھی شرک اور جھوٹی قسم کو اکبرالکبائر میں شمار کیا گیا ہے، نیز طبرانی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ یاد رکھو! اللہ کے دوست وہ لوگ ہیں جو نماز ادا کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں پر پانچ وقت کی جو نماز فرض کر رکھی ہے، اس کی پابندی کرتے ہیں، رمضان کے روزے رکھتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ روزے رکھنا ان پر حق اور لازم ہے، اپنے مال کی زکوٰۃ دل کی خوشی سے ادا کرتے ہیں، لیکن یہ بھی دیکھا جاتا ہے کہ آیا وہ ان کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں جن سے اللہ نے منع فرمایا ہے؟ کسی

---

❶ سورۂ نساء: ٤٨. ❷ سورۂ لقمان: ١٣.
❶ سورۂ مائدہ: ٧٢. ❷ گزشتہ صفحات دیکھیے۔
❸ بحوالہ مذکورہ. ❹ بحوالہ مذکورہ.

نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ نو ہیں جن میں سب سے بڑا گناہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، کسی مومن کو ناحق قتل کرنا، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا، کسی پاکدامن عورت پر تہمت لگانا، جادو کرنا، یتیم کا مال ہڑپ کر جانا، سود خوری، والدین کی نافرمانی کرنا جو کہ مسلمان بھی ہوں، بیت اللہ الحرام ''جو کہ تمہارا قبلہ ہے'' کی حرمت کو پامال کرنا خواہ زندہ ہوں یا مردہ، جو شخص ان کبیرہ گناہوں کے ارتکاب سے بچتا ہو، اور نماز روزہ بھی کرتا ہو، وہ وسط جنت میں حضرت رسول اللہ ﷺ کی رفاقت پائے گا، جس کے دروازوں کے پٹ بھی سونے کے ہوں گے۔

ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے عمر! اٹھ کر جاؤ اور لوگوں میں یہ اعلان کر دو کہ جنت میں مومنین کے علاوہ کوئی داخل نہ ہوگا۔ (1) اس حدیث کو امام احمد، مسلم اور ترمذی نے نقل کیا ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے اسے حسن صحیح قرار دیا ہے، اسی طرح نبی علیہ السلام نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابن عوف! اپنے گھوڑے پر سوار ہو کر یہ اعلان کر دو کہ جنت مومن کے علاوہ کسی کے لیے حلال نہیں۔ (2) اس حدیث کو ابوداؤد نے روایت کیا ہے اور ایک مرتبہ حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے بلال! اٹھ کر یہ اعلان کر دو کہ جنت میں مومن کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا، اور اللہ اس دین کی تائید کسی گنہگار آدمی سے بھی کروالیتا ہے۔ (3) اس حدیث کو امام بخاری رحمہ اللہ نے روایت کیا ہے، اس مضمون کی حدیث صحیحین، مسند احمد، ابوداود اور ابن ماجہ میں دوسرے الفاظ سے بھی مروی ہے۔

اسی طرح نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص اپنے دین کو بدل لے اسے قتل کر دو۔ (6) یہ حدیث امام احمد، بخاری رحمہ اللہ اور اصحاب سنن نے روایت کی ہے، طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اسلام قبول کر لو اگر چہ تمہیں ناگوار ہی گزرتا ہو، بخاری، ابویعلی اور ضیاء نے یہ مضمون روایت کیا ہے کہ میں تمہیں تین باتوں کا حکم دیتا ہوں اور تین باتوں سے روکتا ہوں، حکم اس بات کا دیتا ہوں کہ صرف اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک مت ٹھہراؤ، سب کے سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو، تفرقہ مت پھیلاؤ اور ان لوگوں کی اطاعت کرو جنہیں اللہ نے تمہارا والی بنا دیا ہے۔ اور تین باتوں سے تمہیں روکتا ہوں، قیل وقال سے، مال کو ضائع کرنے سے اور کثرت سوال سے۔ (7) اور یہ بھی مروی ہے کہ اگر کوئی مرد اسلام کو چھوڑ کر مرتد ہو جائے تو اسے اسلام کی دعوت دو، اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ کو قبول کر لو، اور اگر توبہ نہ کرے تو اس کی گردن اڑا دو، اور اگر کوئی عورت

---

(1) صحیح مسلم، کتاب الایمان: (۱۸۲)۔ ابن ماجه، کتاب الاقامة، باب: (۳۵).

(2) ابوداؤد، کتاب الامارة، باب: (۳۳).

(3) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب: (۱۸۲).

(4) صحیح مسلم، کتاب الایمان: (۱۷۸)۔ ترمذی: (۸۷۱)۔ ابن ماجه: (۷۲۰)۔ مسند احمد: ٤/ ۳۱۵.

(5) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب: (۱۸۲).

(6) صحیح بخاری، کتاب الجهاد، باب: (۱٤۹)۔ ابوداود، کتاب الحدود، باب: (۱)۔ ترمذی، کتاب الحدود، باب: (۲۵)۔ نسائی، کتاب التحریم، باب: (۱٤)۔ ابن ماجه، کتاب الحدود، باب: (۲)۔ مسند احمد: ۱/ ۲.

(7) صحیح بخاری، کتاب الزکوة، باب: (۱۸).

اسلام کو چھوڑ کر مرتدہ ہو جائے تو اسے بھی اسلام کی دعوت دو، اگر وہ توبہ کر لے تو اس کی توبہ کو قبول کر لو اور اگر توبہ کرنے سے انکار کردے تو اسے قید کر دو۔ اس حدیث کو طبرانی نے روایت کیا ہے اور اس کے ظاہری الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ وہ عورت جو مرتدہ ہوگئی ہو، اسے قتل نہ کیا جائے لیکن ہمارے (شوافع کے) نزدیک زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ اسے بھی قتل کر دیا جائے کیونکہ یہ حدیث ''جو سنداً بھی صحیح ہے'' کہ ''جو شخص اپنا دین بدل لے اسے قتل کردو۔'' تمام افراد کو شامل ہے اور بیہقی نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ سزا کسی کو نہ دو جو سزا دینا اللہ کے شایان شان ہے یعنی آگ میں جلانا۔ طبرانی نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی توبہ قبول نہیں کرتا جو اسلام لانے کے بعد کافر ہو جائے، یعنی جب تک اپنے کفر پر اصرار کرتا رہے، ابن حبان نے بھی بیہقی والا اضافہ نقل کیا ہے، اور طبرانی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ جس شخص کا دین مسلمانوں کے دین کے خلاف ہو، اس کی گردن اڑادو، اور جب وہ اس بات کی گواہی دینے لگے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں، اس کی طرف ہاتھ بڑھانے کی کوئی سبیل نہیں، الا یہ کہ وہ کوئی جرم کرے اور اس پر اس کی سزا جاری کی جائے۔

چند ضروری تنبیہات

سب سے پہلے تو شرک اور اس کی جملہ اقسام کی وضاحت ہونی چاہیے کیونکہ اس کا وقوع بہت زیادہ ہے، اور لوگوں کی زبان پر اس کا چرچا بھی زیادہ ہے حالانکہ وہ اس کی حقیقت سے ناواقف ہیں، اگر لوگوں کو شرک کی اقسام کا پتہ چل جائے تو ہو سکتا ہے کہ لوگ ان سے اجتناب کر سکیں، تاکہ ان کے اعمال ضائع نہ ہو سکیں اور وہ شدید ترین عذاب میں ہمیشہ کے لیے مبتلا نہ ہو جائیں اور اس کی معرفت حاصل کرنا نہایت ضروری اور اہم ہے کیونکہ جس آدمی سے اس کا ارتکاب ہو جائے، اس کے سارے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں اور ائمہ کی ایک جماعت ''جن میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ بھی شامل ہیں'' کے نزدیک اس شخص پر واجب کی قضاء ضروری ہوگی، جبکہ ان کے شاگردوں نے اس میں توسیع کی ہے اور ان کی مختلف تعبیرات ہیں' اور دیگر مذاہب کے ائمہ نے اس میں نہایت مبالغہ کیا ہے اور یہ رائے بھی اختیار کی ہے کہ ارتداد کی وجہ سے انسان کے اعمال ضائع نہیں ہوتے، لیکن اس کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے، اس اعتبار سے امام شافعی رحمہ اللہ اور دیگر حضرات کے درمیان اختلاف رائے صرف مسئلہ قضاء میں رہ جاتا ہے، گو کہ اکثر لوگ ان کی تقلید نہ کریں تب بھی دین کی حفاظت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ انسان اس میں احتیاط کرے اور جہاں تک ممکن ہو اختلافی صورت کی بھی رعایت کرے خصوصیت کے ساتھ اس اہم ترین مسئلے میں جو دنیا وآخرت میں نہایت تنگ ہے، بلکہ اس سے زیادہ شدید کوئی مسئلہ ہی نہیں ہے، اسی لیے میں نے تمام فقہاء کے اقوال ذکر کر دیئے ہیں خواہ وہ معتمد ہوں یا نہیں، کچھ اور فقہاء کے اقوال بھی ہیں جو میں نے ایک دوسری کتاب میں ذکر کیے ہیں اور اس کا تذکرہ یہاں بھی عنقریب آئے گا۔

بہر حال! کفر و شرک کی ایک قسم تو یہ ہے کہ انسان ماضی بعید یا ماضی قریب میں اس پر اپنے عزم کا اظہار کرے، یا زبان و دل سے اسے کسی چیز پر معلق کر دے اگرچہ بظاہر وہ چیز عقلی طور پر محال ہی ہو، جس سے وہ فوراً کافر ہو جاتا ہے، یا انسان کسی ایسی

چیز کا اعتقاد رکھے جو کفر کو ثابت کرتی ہو، یا اس پر عمل کرے یا زبان سے اس کا اظہار کرے، خواہ وہ اعتقادی طور پر اس کا ارتکاب کرے، یا عناد کی وجہ سے یا استہزاء کی وجہ سے، مثلاً یہ کہ انسان دنیا کے قدیم ''جو ہمیشہ سے ہو اور ہمیشہ رہے'' ہونے کا اعتقاد رکھے خواہ وہ کسی درجے میں بھی ہو، یا ان چیزوں کی نفی کرنا جو اللہ تعالیٰ کے لیے بالاجماع ثابت ہیں، اور دین میں وہ چیزیں بداہۃً معلوم ہیں، جیسے اللہ تعالیٰ کے علم وقدرت وغیرہ میں سے کسی ایک اصل کا انکار کرنا یا یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالیٰ جزئی طور پر چیزوں کو جانتا ہے (کلی طور پر نہیں) یا اللہ تعالیٰ کے لیے کسی ایسی چیز کو ثابت کرنا جو بالاجماع اللہ تعالیٰ کے لیے ثابت نہیں کی گئی مثلاً رنگت وغیرہ یا یہ کہ وہ کائنات سے متصل ہے، یا یہ کہ کائنات سے خارج ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات میں نقص کے پائے جانے کا اعتقاد رکھتا ہو تو اس کی دو صورتیں ہیں یا تو وہ صراحۃً اس کا اعتقاد رکھتا ہوگا یا لازمی طور پر، پہلی صورت میں یہ اعتقاد رکھنا تو بالاجماع کفر ہے اور دوسری صورت کا بھی یہی حکم ہے تاہم اس میں اختلافی رائے بھی موجود ہے، ہمارے نزدیک جس میں سے زیادہ صحیح رائے کفر نہ ہونے کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مجسم یا جوہر ہونے کا علم رکھنا انسان کو کافر نہیں بناتا، الا یہ کہ انسان اس کا عقیدہ رکھتا ہو یا اس کی تصریح کرتا ہو، جیسے انسان کسی مخلوق کے سامنے سجدہ کرے مثلاً سورج کے آگے، جبکہ کوئی ایسا قرینہ بھی نہ ہو جو اس کے عذر پر واضح دلیل بن سکے، یہ قید دیگر بہت سے مسائل میں بھی آئے گی، یہی حکم ہے ہر اس فعل کا جس کے متعلق مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہو چکا ہو کہ یہ کام کسی کافر ہی سے سرزد ہو سکتا ہے اگرچہ وہ زبان سے اسلام کا دعویٰ کرتا ہو، مثلاً عیسائیوں کے ساتھ ان کے گرجا گھروں میں جانا اور زنار باندھنا، یا کوئی ایسا کاغذ گندگی میں ڈال دینا جس پر قرآن کریم کی کوئی آیت لکھی ہوئی ہو یا کوئی علم شرعی درج ہو، یا اس پر اللہ تعالیٰ کا نام ہو یا کسی نبی اور فرشتے ہی کا نام ہو، بلکہ بعض علماء نے تو یہ بھی فرمایا ہے کہ اس میں وہ کاغذ صرف گندگی میں ڈالنا ہی نہیں بلکہ یہ بھی شامل ہے کہ کسی کوڑا کرکٹ یا ایسے گند میں ڈال دے جو ناپاک نہ ہو جیسے مادۂ منویہ، ❶ ناک کی ریزش، تھوک یا مسجد میں کوئی نجاست مل دے خواہ وہ اتنی ہی مقدار میں ہو جو معاف ہو، یا کسی ایسے نبی کی نبوت پر شک کرے جن کی نبوت پر اجماع ہو چکا ہو، حضرت خضر علیہ السلام اور خالد بن سنان علیہ السلام جیسے حضرات اس میں شامل نہیں ہیں یا کسی کتاب کے نزول میں شک کرے مثلاً تورات، انجیل، زبور اور صحف ابراہیم یا قرآن کریم کی کسی ایسی آیت میں شک کرے جو بالاجماع قرآن کا حصہ ہو مثلاً معوذتین۔

یا ایسے شخص کی تکفیر میں جو ایسا قول اختیار کرلے کہ اس سے پوری امت کی گمراہی ثابت ہوتی ہو یا تکفیر صحابہ لازم آتی ہو، یا مکہ مکرمہ، کعبہ، مسجد حرام، ارکان حج اور نماز روزہ کے متعلق شک کا اظہار کرے یا کسی ایسے حکم میں شک کرے جس کا ضروریات دین میں سے ہونا بداہۃً معلوم ہو اور اس پر اجماع ہو چکا ہو، محصول (ٹیکس، چنگی) کی حرمت اور سنتوں کی مشروعیت مثلاً نماز عید، یا کسی حرام کو حلال سمجھے مذکورہ تفصیل کے ساتھ، جیسے بغیر وضو کے نماز پڑھنا، بغیر عذر شرعی کے کسی مسلمان یا ذمی کافر کی ایذاء رسانی کو حلال سمجھنا، یا کسی حلال کو حرام قرار دینے لگے مثلاً تجارت اور نکاح، یا نبی ﷺ کے متعلق یہ بیہودہ گوئی

---

❶ جو کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک طاہر ہے، لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک وہ طاہر نہیں ہے۔ مترجم

کرے کہ ان کا رنگ کالا تھا، یا یہ کہ وہ داڑھی پھوٹنے سے پہلے ہی وصال فرما گئے تھے، یا یہ کہ وہ قریشی، عربی یا انسان ہی نہ تھے، اس لیے کہ نبی علیہ السلام کا کوئی غیر حقیقی وصف بیان کرنا دراصل ان کی تکذیب کرنا ہے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ ہر وہ وصف جس کے نبی علیہ السلام کی ذات میں ثابت ہونے پر علماء کا اجماع ہو، اس کا انکار بھی کفر ہے، جیسے کوئی شخص نبی علیہ السلام کے بعد بھی کسی نبی کی بعثت کا امکان ظاہر کرتا ہو، یا یہ کہتا ہو کہ مجھے معلوم نہیں یہ وہی ہیں جو مکہ میں مبعوث اور مدینہ میں وصال فرما گئے تھے یا کوئی اور ہیں، یا نبوت کے کسبی ہونے کا قائل ہو، یا یہ کہ دل کی صفائی کر کے نبوت کا مرتبہ حاصل کیا جا سکتا ہے، یا یہ کہ ولی نبی سے افضل ہوتا ہے، یا یہ کہ اس پر بھی وحی آتی ہے خواہ وہ نبوت کا مدعی نہ بھی ہو، یا یہ کہ وہ مرنے سے پہلے جنت میں داخل ہو جائے گا، یا نبی علیہ السلام میں کوئی عیب نکالتا ہو، یا کسی اور نبی بلکہ فرشتے میں کوئی عیب نکالتا ہو، یا انہیں برا بھلا کہتا ہو، ان کا کسی بھی طریقے سے مذاق اڑاتا ہو، یا ان کی ذات، نسب، دین اور افعال میں کسی نقص کو ثابت کرتا ہو، یا حقارت اور ان کی شان میں کوتاہی کرتے ہوئے انہیں کسی کم رتبہ چیز سے تشبیہ دیتا ہو، ان کے لیے کسی نقصان کا متمنی ہو، ان کی طرف کسی ایسی چیز کی نسبت کرتا ہو جو ان کے منصب کے شایان شان نہ ہو، یا ان پر اللہ کی طرف سے آنے والی آزمائشوں، امتحانات اور مصائب کو ایسے الفاظ سے بیان کرتا ہو جو بیہودہ اور نامناسب ہوں یا ان پر جائز بشری تقاضوں کی وجہ سے عیب لگاتا ہو، ان تمام صورتوں میں وہ شخص بالاجماع کافر ہو جائے گا اور اسے قتل کر دیا جائے گا۔

اکثر علماء کے نزدیک ایسے شخص کی توبہ بھی قبول نہیں ہوتی، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو محض یہ کہنے پر ''تمہارے ساتھی کے پاس'' جس سے اس کی مراد نبی علیہ السلام کی ذات تھی اور وہ ان کی تنقیص کے ارادے سے یوں کہہ رہا تھا قتل کر دیا تھا اور اس جملے کو نبی علیہ السلام کی شان میں گستاخی قرار دیا تھا، یا کوئی شخص کفر پر راضی ہو جائے گو ضمناً ہی سہی، مثلاً کافر کو مسلمان نہ ہونے کا مشورہ دینا خواہ اس نے اس سے مشورہ نہ بھی کیا ہو، یا یہ کہ کوئی کافر اس سے کہے کہ مجھے کلمہ اسلام کی تلقین کرو اور وہ اس میں ٹال مٹول کرتا رہے، مثلاً خطیب یوں کہہ دے کہ میری تقریر مکمل ہونے تک صبر کرو، بخلاف دعا کے جیسے کوئی شخص یوں کہے کہ اللہ اسے ایمان نہ دے، اللہ اسے کفر پر قائم رکھے یا فلاں مسلمان سے اسے سلب کر لے، یا کسی دوسرے شخص کے لیے کفر کی دعا مانگنا کیونکہ یہ کفر پر راضی ہونے کی علامت ہے، یا کسی مسلمان کو بغیر کسی تاویل کے ''اے کافر'' کہہ کر پکارے کہ یہ اسلام کو کفر کا نام دینا ہے، یا اللہ تعالیٰ یا اس کے کسی نبی کے نام کا مذاق اڑائے مثلاً اس میں تصغیر و تحقیر کا پہلو پیدا کر دے یا اللہ تعالیٰ کے کسی حکم، نہی، وعدہ اور وعید کا مذاق اڑائے مثلاً یوں کہے کہ اگر اللہ مجھے فلاں کام کا حکم دے تو میں اسے کبھی نہیں کروں گا، اگر اللہ نے اس رخ پر قبلہ مقرر کر دیا تو میں اس کی طرف رخ کر کے نماز نہیں پڑھوں گا، اگر اللہ نے مجھے جنت عطاء فرما دی تو میں اس میں داخل نہیں ہوں گا اور اس سے اس کا مقصد محض عناد اور تحقیر ہو، یا یہ کہے کہ اگر مجھے شدید ترین بیماری میں مبتلا ہونے کی وجہ سے نماز چھوڑنا پڑ گئی اور اللہ نے اس پر میرا مواخذہ کیا تو وہ مجھ پر ظلم کرنے والا ہوگا۔

یا کسی مظلوم نے ظالم سے کہا کہ یہ ظلم بھی اللہ کی تقدیر کا حصہ ہے تو وہ ظالم کہنے لگا کہ میں یہ ظلم اللہ کی تقدیر کے بغیر کر رہا ہوں، اگر کوئی فرشتہ یا نبی بھی میرے سامنے آ کر اس کی گواہی دے دے تو میں اس کی تصدیق نہیں کروں گا، اگر فلاں شخص نبی تھا

تو میں اس پر ایمان نہیں رکھتا، اگر نبی علیہ السلام کی بات سچی ہوئی تو ہم نجات پا جائیں گے، کیونکہ اس میں مرتبہ نبوت کی توہین ہے، یا کسی نے اس سے کہا کہ اپنے ناخن تراش لو کہ یہ سنت ہے تو وہ اس کا مذاق اڑاتے ہوئے کہہ دے کہ میں تو نہیں کرتا اگر چہ سنت ہی ہو، یا یوں کہے کہ ''لاحول ولاقوۃ الا باللہ'' بھوک دور نہیں کرسکتا، یہی حکم اس کے علاوہ تمام اورادواذکار کا ہے، یا مؤذن کی تکذیب کرے، اس کی آواز کو گھنٹی کی طرح قرار دے اور مقصد کافروں کے ناقوس سے تشبیہ دینا ہو یا اذان کی تحقیر ہو، یا کسی حرام چیز کو استعمال کرتے ہوئے حقارت و مذاق کی نیت سے اس پر اللہ کا نام لے یعنی بسم اللہ پڑھے، یا استہزاءً یوں کہے کہ میں قیامت سے نہیں ڈرتا، یا اللہ تعالیٰ کی طرف عجز کی نسبت کرتے ہوئے یوں کہے کہ اللہ کسی چور کے پیچھے نہیں جاتا، یا لوگوں کے سامنے علماء، واعظین اور معلمین کی ایسی شکلوں میں شبیہ پیش کرنا جسے دیکھ کر لوگ ہنسیں اور ان کا مذاق اڑائیں، یا حقارت کی نیت سے یوں کہے کہ ثرید کا ایک پیالہ علم سے بہتر ہے، یا کوئی شخص کسی شدید بیماری میں مبتلا ہو گیا یا اس کا بچہ مر گیا اور وہ یوں کہنے لگے کہ اے اللہ! اب اگر تو چاہے تو مجھے اسلام کی حالت میں موت دے دے یا کفر کی حالت میں، یا یوں کہے کہ تو نے میرا بیٹا چھین لیا، اب پیچھے کون سا کام بچ گیا ہے جو تو نے نہیں کیا، یا کسی نے اسے ''اے کافر'' کہہ کر پکارا اور اس نے کفر ہی کی نیت کر کے اسے ہاں میں جواب دے دیا، یا کوئی شخص کفر کی تمنا کرے پھر پیسوں کی خاطر اسلام کی تمنا کرنے لگے، یا کسی ایسی چیز کے حلال ہونے کی تمنا کرے جو کبھی بھی حلال نہیں رہی جیسے قتل، زنا اور ظلم وغیرہ۔

یا اللہ نے جن چیزوں کو حرام قرار دیا ہے، ان میں اللہ کی طرف ظلم کی نسبت کرے، یا کافروں جیسا لباس پہن کر ان کے دین میں اپنی رغبت ظاہر کرے، یا یوں کہے کہ یہودی مسلمانوں سے بہتر ہیں، یہ حکم اس وقت نہیں جب کوئی یوں کہے کہ مجوسیوں سے تو عیسائی اچھے ہیں الا یہ کہ اس کی حقیقت مراد لے، یا چھینک کا جواب ''یرحمک اللہ'' کہہ کر دینے والے کو یوں کہے کہ اسے اس طرح نہ کہو اور مقصد یہ ہو کہ وہ رحمت خداوندی سے مستغنی ہے یا وہ اپنے آپ کو اس سے بہت بڑا سمجھتا ہے کہ کوئی اس سے یوں کہے، یا کوئی غلام یوں کہے کہ میں نماز نہیں پڑھوں گا، اس لیے کہ اس کا ثواب تو میرا آقا لے جائے گا، لیکن اس جملے کے متعلق اختلاف رائے ہے کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ اکثر غلام ناواقف اور جاہل ہوتے ہیں، انہیں ایسے کلام کی ممانعت کا پتہ ہی نہیں ہوتا البتہ اگر وہ احکام شرعیہ سے واقف ہو تو اس میں کوئی اختلاف رائے نہیں ہے۔

یا کسی نے اس سے پوچھا کہ ''ایمان'' کیا ہے؟ اور وہ حقارت سے کہہ دے کہ مجھے معلوم نہیں، یا اپنی بیوی سے یوں کہے کہ تو مجھے اللہ اور اس کے رسول سے بھی زیادہ محبوب ہے اور محبت سے محبت تعظیم مراد لے، صرف قلبی میلان کی صورت میں یہ حکم نہیں ہے جیسا کہ صحیح بخاری کے شارحین نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے، یا وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے صحابی ہونے کا منکر ہو، یا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر گناہ کی تہمت لگاتا ہو کیونکہ اس صورت میں وہ قرآن کریم کی تکذیب کرنے والا ہوگا، یا وہ اس بات کا قائل ہو کہ وہ اپنے افعال کا خود خالق ہے لیکن اس معنی میں نہیں جو معتزلہ کی رائے ہے، یا یوں کہے کہ میں اللہ ہوں اگر چہ مذاق ہی میں کہے، یا واجبات کا انکار کرتے ہوئے یوں کہے کہ میں اللہ کا حق نہیں جانتا، یا یوں کہے کہ اللہ جانتا ہے میں نے یہ کام کیا ہے حالانکہ وہ جھوٹ بول رہا ہو، کیونکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ کی طرف جہالت کی نسبت لازم آتی ہے، یا توہین

کی نیت سے یوں کہے کہ میں تو قرآن، نماز، ذکر وغیرہ سے سیر ہو چکا محشر اور جہنم کیا چیز ہے؟ میں نے کیا عمل کیا ہے حالانکہ اس نے معصیت کا ارتکاب کیا ہو، اہل علم کی مجلس میں یوں کہے کہ میں کس چیز پر عمل کروں یا یوں کہے کہ ہر عالم پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ یہ جملہ تو انبیاء اور ملائکہ علیہم السلام کو بھی شامل ہے، یا کسی عالم کا فتویٰ پھینکتے ہوئے یوں کہے کہ یہ کون سی شریعت ہے؟ اور مقصد تحقیر ہو یا علم کو حقیر سمجھتے ہوئے کسی فقیہ کے متعلق یوں کہے کہ یہ ہے کیا چیز؟ یا روح کے قدیم ہونے کا قائل ہو، یا یوں کہے کہ جب ربوبیت ظاہر ہوتی ہے تو عبودیت زائل ہو جاتی ہے اور مقصد یہ ہو کہ شرعی احکام اس پر متوجہ نہ ہوں، یا یہ دعویٰ کرے کہ اس کی ناسوتی صفات لاہوتی صفات میں فنا ہو گئی ہیں، یا یہ کہ اس کی صفات حق تعالیٰ کی صفات سے تبدیل ہو گئی ہیں، یا یہ کہ وہ اللہ تعالیٰ کو اس دنیا میں اپنے سر کی آنکھوں سے دیکھتا ہے، براہ راست اس سے ہم کلام ہوتا ہے، وہ کسی حسین شکل میں حلول کرتا ہے، اس نے اس سے احکام کا مکلف ہونا ساقط کر دیا ہے، یا دوسروں سے کہتا ہے کہ ان ظاہری عبادتوں کو چھوڑو، یا گانا سننے کو دین کا حصہ سمجھتا ہے یا یہ کہ گانا دلوں میں قرآن سے زیادہ اثر کرتا ہے، یا بندہ بندگی کے بغیر بھی اللہ کا وصال حاصل کر سکتا ہے یا یہ کہ روح بھی اللہ کا نور ہے اور جب ایک نور دوسرے نور سے ملتا ہے تو وہ دونوں متحد ہو جاتے ہیں۔

اس مسئلے کی بہت سی فروعات، ان پر تفصیلی کلام اختلاف آراء اور مذاہب اربعہ کی قیودات رہ گئی ہیں، جن پر تفصیلی کلام میں نے اپنی کتاب ''الاعلام بما یقطع الاسلام'' میں کیا ہے جو ایک مفصل کتاب ہے اور کوئی طالب علم اس سے مستغنی نہیں رہ سکتا، البتہ یہاں اس پر بھی چند جملے کہنا ضروری ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کو ''اے کافر'' کہے تو پیچھے یہ بات گزر چکی ہے کہ شرط پائی جانے کی صورت میں وہ خود کافر ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ستاروں کو مؤثر حقیقی سمجھتے ہوئے یوں کہے کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے تب بھی یہی حکم ہے۔

اس مضمون کی روایت طبرانی نے ان الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے کہتا ہے، اے کافر! تو ان دونوں میں سے کوئی ایک تو کافر ہو کر لوٹتا ہی ہے، یا تو وہ آدمی جسے کافر کہا گیا ہو، وہ واقعی کافر ہو، ورنہ یہ جملہ کہنے والے پر پلٹ جاتا ہے۔ خرائطی، دیلمی اور ابن نجار نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے، جبکہ طبرانی اور بیہقی میں یہ الفاظ بھی مروی ہیں کہ ہر دو مسلمانوں کے درمیان اللہ کی طرف سے ایک پردہ ہوتا ہے، جب ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھی کے متعلق کوئی بیہودہ بات کہتا ہے تو وہ اللہ کے اس پردے کو چاک کر دیتا ہے اور جب یوں کہتا ہے ''اے کافر'' تو ان میں سے کوئی ایک تو کافر ہوتا ہی ہے، نیز طبرانی نے یہ الفاظ بھی نقل کیے ہیں کہ جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی کو ''اے کافر'' کہتا ہے تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور کسی مسلمان پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔

ابوداؤد نے بھی طبرانی کی پہلی محولہ بالا روایت نقل کی ہے۔ [1] نسائی، ابن ماجہ اور حاکم کے الفاظ یہ ہیں جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں اسلام سے بیزار ہوں، اگر وہ جھوٹا ہو تو جیسے کہہ رہا ہوتا ہے وہ ویسے ہی ہو جائے گا، اور اگر سچا ہو تب بھی اسلام کی طرف

[1] ابو داود: ٤٦٨٧.

صحیح سلامت واپس نہیں آئے گا۔ ❶ بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی محولہ بالا الفاظ نقل کیے ہیں۔ ❷ اور طبرانی کے الفاظ یہ ہیں لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرنے والوں کے متعلق اپنی زبان روک کر رکھا کرو، کسی گناہ کی وجہ سے ان کی تکفیر مت کیا کرو، جو شخص کسی ایسے شخص کی تکفیر کرے جو لا الٰہ الا اللہ کا اقرار کرتا ہو تو وہ خود کفر کے زیادہ قریب ہوگا۔ صحیح مسلم، ترمذی اور ابن حبان میں بھی یہ مضمون مروی ہے، صحیح مسلم کے یہ الفاظ بھی ہیں کہ جب بھی اللہ تعالیٰ آسمان سے اپنی برکت یعنی بارش نازل فرماتا ہے تو لوگوں کا ایک گروہ اس میں کفر کا راستہ اختیار کر لیتا ہے، بارش اللہ نازل کرتا ہے اور وہ کہتے ہیں کہ فلاں ستارے کی وجہ سے ہم پر بارش ہوئی ہے۔ ❸ یہی مضمون دیگر کتب حدیث میں بھی مختلف الفاظ سے مروی ہے، شیرازی نے یہ الفاظ بھی روایت کیے ہیں کہ میری امت اس وقت تک دین میں مضبوطی اور جماؤ پر رہے گی جب تک ستارے اسے گمراہ نہ کر دیں۔

دوسری تنبیہ

گزشتہ صفحات میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد گزر چکا ہے ''بیشک اللہ تعالیٰ اس بات کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اور اس کے علاوہ جسے چاہے گا، اس کے گناہ معاف فرما دے گا۔'' ❹ اس آیت سے سورۂ زمر میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی تخصیص ہو جاتی ہے ''اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا، اللہ سب گناہوں کو معاف فرما دے گا، بیشک وہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے۔'' ❺ اور ان دونوں آیتوں کو ملانے سے یہ بات معلوم ہوگئی کہ اس مسئلے میں حق بات وہی ہے جو اہل سنت والجماعت کا موقف ہے اور وہ یہ کہ میت ''جو کہ مومن گنہگار ہو'' اللہ کی مشیت کے تحت ہے، اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی تو اسے عذاب میں مبتلا کر دے گا جیسے چاہے گا، اور بالآخر اسے معاف فرما کر جہنم سے نکال لے گا، وہ اس وقت تک کالا سیاہ ہو چکا ہوگا، پھر وہ نہر حیات میں ڈبکی لگائے گا اور حیرت انگیز طور پر اسے حسن و جمال اور خوبصورتی مل جائے گی، پھر اللہ اسے جنت میں داخل کر دے گا، اور اس کے ایمان اور اعمال صالحہ کی برکت سے اس پر بخشش کے دروازے کھول دے گا، یہ سب باتیں بخاری وغیرہ کی صحیح احادیث سے ثابت ہیں، اور اگر اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی تو اسے ابتداء میں ہی معاف کر دے گا، اور اس سے چشم پوشی کر کے اس کے خلاف دعویٰ کرنے والوں کو اپنے پاس سے راضی کر دے گا اور یوں وہ شخص نجات پانے والوں کے ساتھ جنت میں داخل ہو جائے گا۔

باقی خوارج کا یہ قول کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا کافر ہو جاتا ہے، یا معتزلہ کی یہ رائے کہ وہ یقینی طور پر ہمیشہ ہمیش جہنم میں رہے گا، اور یہ کہ جس طرح فرمانبردار کو سزا دینا جائز نہیں، اسی طرح نافرمان کو معاف کرنا بھی جائز نہیں ہے، یہ سب اللہ تعالیٰ پر افتراء اور ان کے باطل اقوال ہیں، جن سے اللہ بلند و برتر ہے، باقی رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''جو شخص کسی مومن کو

---

❶ نسائي، كتاب الأيمان، باب: ۸۔ ابن ماجه، كتاب الكفارات، باب: ۳۔ مسند احمد: ۵/۳۵۵.

❷ صحيح بخاري، كتاب الادب، باب: ۷۳.

❸ صحيح مسلم، كتاب الايمان: ۱۲۶

❹ سورۂ نساء: ۴۸. ❺ سورۂ زمر: ۵۳.

ارادۃً قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا، اللہ کا غضب اور لعنت اس پر نازل ہوگی، اور اللہ نے اس کے لیے عذاب عظیم تیار کر رکھا ہے۔'' [1] تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص قتل مومن کو حلال سمجھتا ہو، اس کی سزا یہ ہے، اس صورت میں ''خلود'' سے مراد دوسرے کافروں کی طرح جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہنا ہوگا، کیونکہ خلود کا لفظ ''ابد'' کے معنی کو مستلزم نہیں ہوتا جیسا کہ نصوص شرعیہ اور لغت کا مدار اس پر شاہد ہے اور یہ جو بعض حضرات کا قول ہے کہ قاتل کی توبہ قبول نہیں ہوتی، اس سے ان کا مقصد لوگوں کو قتل میں ملوث ہونے سے روکنا اور اس کی نفرت ذہن میں بٹھانا ہے ورنہ کتاب وسنت کی صریح نصوص اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کافر کی طرح قاتل کی توبہ بھی قبول ہو جاتی ہے بلکہ بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔

اسی طرح مرجئہ فرقہ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کی یہ رائے کہ ''ایمان کی موجودگی میں کوئی گناہ نقصان نہیں دیتا جیسے کفر کی موجودگی میں نیکی کا کوئی کام فائدہ نہیں دیتا'' یہ بھی اللہ تعالیٰ پر افتراء اور بہتان ہے، اور جن آیات وروایات سے بظاہر اس رائے کی تائید ہوتی ہے، ان کا ظاہری مفہوم معتبر نہیں ہے کیونکہ اس کے مقابلے میں دیگر قطعی اور واضح نصوص موجود ہیں، اس لیے ہر مسلمان پر یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ نافرمان مومنین کی جماعت جہنم میں جائے گی کیونکہ اس کا انکار کفر ہے۔

تیسری تنبیہ

امام الحرمین نے اصولی علماء کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص کلمہ ارتداد منہ سے نکالے اور یہ سمجھے کہ اس نے توریہ کیا ہے، وہ ظاہری اور باطنی طور پر کافر ہو گیا، پھر امام الحرمین نے بھی اس کی تائید کی ہے اور اگر کسی شخص کے دل میں کوئی وسوسہ پیدا ہوا اور وہ ایمان میں یا ذات باری تعالیٰ کے متعلق تردد کا شکار ہو گیا، یا اس کے دل میں اس کے متعلق کوئی نقص یا نازیبا الفاظ آ جائیں لیکن وہ ان سے شدید الجھن کا شکار ہو، مگر اس کے باوجود ان وساوس کو دور کرنے پر قادر نہ ہو تو اس پر کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ شیطان کی طرف سے ہے، اس لیے اسے دور کرنے پر اللہ تعالیٰ سے مدد کی دعا کیا کرے۔

چوتھی تنبیہ

جو شخص حقیقی طور پر کافر ہو یا مرتد ہو گیا ہو، اس کا دوبارہ اسلام اسی وقت مقبول ہوگا، جب وہ شہادتین یعنی توحید ورسالت کی گواہی کا اقرار کرے، اگرچہ صرف ان میں سے ایک کا وہ اقرار کرتا ہی ہو، اور اگر وہ ''اشهد ان لا الٰہ'' میں اللہ کا نام لینے کی بجائے اس کی کوئی صفت مثلاً باری، رحمان، ملک یا رزاق وغیرہ کو ذکر کر دے تو یہ بھی جائز ہے، اسی طرح یوں کہنا بھی جائز ہے ''ما من الٰہ الا اللہ'' وغیرہ یا یوں کہنا بھی صحیح ہے کہ میں اس پر ایمان لایا جس پر مسلمان ایمان لائے، یا جو آسمان میں ہے، یا جو بادشاہ یا رزاق ہے، بخلاف اس کے کہ کوئی شخص آسمان میں سکونت رکھنے والے کا ذکر کرے، ان دونوں جملوں میں فرق یہ ہے کہ آسمان میں سکونت رکھنے کے جملے سے اللہ تعالیٰ کے لیے جہت ثابت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لیے محال ہے، اور اللہ تعالیٰ کے لیے جہت کا قائل ہونا بہت سے علماء کے نزدیک کفر ہے اور یہ کیسے ممکن ہے کہ کفر پر مشتمل جملے سے اسلام حاصل ہو جائے،

---

[1] سورۂ نساء: ۹۳۔

بخلاف اس جملے کے کہ "جو آسمان میں ہے" کہ یہ جملہ اس حوالے سے صریح نہیں ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ آسمان میں جس کا حکم اور سلطنت چل رہی ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ یہ جملہ الفاظ قرآن کے موافق بھی ہے اور سلف وخلف سب ہی نے اس کی تاویل کی ہے اور ان کے درمیان اس حوالے سے کوئی اختلاف نہیں ہے، البتہ کچھ حنابلہ وغیرہ نے اس میں اختلاف رائے کا اظہار کیا ہے۔

اسلاف واخلاف کے درمیان صرف اس مسئلے میں اختلاف رائے ہے کہ آیا ہم اس تاویل کی تعیین کر دیں اور ظاہری معنی کو اس کی طرف نہ پھیریں، یہی مذہب اخلاف کا ہے، یا یہ کہ اجمالاً اس کی تاویل کر لیں اور کسی چیز کی تعیین نہ کریں بلکہ اس کا حقیقی علم اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دیں، یہی مذہب ہے اسلاف کا، بعض متاخرین ائمہ نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے، جبکہ بعض حضرات نے اس میں کچھ تفصیل ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ اگر تاویل کی تعیین ظاہری معنی کے قریب ہو اور عربی زبان کے قواعد بھی اسے قبول کرنے کی شہادت دیتے ہوں تو اسے قبول کر لینا چاہیے ورنہ اس کا معنی اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دینا اور تفویض کی راہ اختیار کرنا زیادہ بہتر ہے، جو شخص آیات وروایات میں غور کرے گا، انہیں تاویل کا شاہد پائے گا کیونکہ تاویل کے بغیر ان کا ظاہری معنی تناقض اور تضاد کو پیدا کرتا ہے اس لیے اس وہم سے بچنے کے لیے اسی رائے کو اختیار کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے، آپ ذرا غور کریں اس آیت پر "پھر اللہ تعالیٰ عرش پر مستوی ہوا" ❶ پھر اس کے ساتھ اس ارشاد کو ملایئے "ہم انسان کی شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں۔" ❷ "اور وہ تمہارے ساتھ ہے تم جہاں بھی ہو۔" ❸ اس کے ساتھ اس حدیث کو بھی پڑھئے اگر تم کوئی رسی لٹکاؤ تو وہ سیدھی اللہ کے پاس جا پہنچے گی، اب ان نصوص میں سے کسی ایک میں تاویل کرنا بہر حال ضروری ہے، کیونکہ ان کے ظاہری معنی کا قائل ہونا ممکن ہی نہیں ہے اور جب ایک میں تاویل ضروری ہے تو سب ہی میں ضروری ہوگی کیونکہ اس میں تفریق کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، نیز یہ بھی یاد رہے کہ اخلاف اس رائے میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ اسلاف کی بھی ایک جماعت "جن میں امام مالک رحمہ اللہ اور امام جعفر صادق رحمہ اللہ جیسے حضرات بھی ہیں" یہ تاویل کرتی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اس مسئلے میں اہل حق کا مذہب وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا اور ہر شخص پر اس کا اعتقاد رکھنا ضروری ہے، یہ اسی صورت میں ہو سکتا ہے جب کہ اللہ تعالیٰ کو ہر نقص سے "خواہ وہ صراحۃ ہو یا استلزاماً" منزہ سمجھا جائے، بلکہ ہر اس چیز سے بھی جس میں کوئی نقص ہو نہ کمال اور یہ اعتقاد رکھنا بھی ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں، اپنے ارادے، اوصاف، اسماء مبارکہ، اپنے تمام افعال وحرکات میں سب سے کامل کمالات کے ساتھ موصوف ہے۔

توحید کی گواہی کے ساتھ دوسری گواہی رسالت کی ہے، اس میں نبی علیہ السلام کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کرنے کی بجائے احمد یا ابوالقاسم ذکر کرنا یا لفظ رسول کی بجائے نبی لانا بھی صحیح ہے، اور ان دونوں گواہیوں میں ترتیب کا ہونا شرط ہے، لہٰذا اگر کوئی شخص یوں کہہ دے "اشهد ان محمدا رسول الله واشهد ان لا اله الا الله" تو اس سے وہ مسلمان نہیں ہوگا، البتہ عربی زبان میں ہی اس کا اقرار کرنا شرط نہیں، صرف اتنی بات ضروری ہے کہ وہ اپنی زبان سے جو الفاظ ادا کر رہا ہو، اس کا مطلب بھی سمجھتا ہو، پھر

---

❶ سورۂ اعراف: ٥٤۔ ❷ سورۂ ق: ١٦۔ ❸ سورۂ حدید: ٤۔

جس شخص نے اصولی طور پر نبی علیہ السلام کا انکار کر کے کفر کیا ہو، اس کے دوبارہ مسلمان ہونے کے لیے تو شہادتین کا اقرار ہی کافی ہے اور جس شخص نے نبی علیہ السلام کی رسالت کو اہل عرب کے ساتھ مخصوص کر دیا ہو، اس کے لیے یہ اقرار کرنا شرط ہے کہ وہ تمام انس وجن کی طرف اللہ کے پیغمبر تھے، اور گونگے آدمی کا اشارہ زبان سے بولنے کے قائمقام ہے، اور مذکورہ الفاظ کے علاوہ دوسرے الفاظ سے اسلام حاصل نہ ہوگا، جیسے کوئی شخص صرف یہ کہہ دے کہ میں ایمان لایا، میں اس ذات پر ایمان لے آیا جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، میں مسلمان ہوں، میں نبی علیہ السلام کی امت میں سے ہوں، میں ان سے محبت کرتا ہوں، میں مسلمانوں میں سے ہوں، میں مسلمانوں کی طرح ہوں یا یہ کہ ان کا دین برحق ہے بخلاف اس شخص کے جو پہلے سے کسی دین پر نہیں تھا، وہ یوں کہے کہ میں اللہ پر ایمان لایا، میں اللہ کے سامنے فرمانبردار ہوں، اللہ میرا خالق یا میرا رب ہے، پھر دوسری شہادت کا اقرار کرلے تو وہ مسلمان شمار ہوگا، اور ہر ایمان لانے والے کو قیامت کے دن دوبارہ زندگی کا قائل ہونے کی ترغیب دینا بھی مستحب ہے، نیز ان چیزوں کے ساتھ ساتھ آخرت میں ان کے نفع بخش ہونے کے لیے اللہ کی وحدانیت، اس کی کتابوں، رسولوں اور آخرت کے دن کی تصدیق بھی ضروری ہے۔

اگر کوئی شخص دل سے تو تصدیق کرتا ہو لیکن زبان سے اقرار کرنے پر قادر ہونے کے باوجود وہ شہادتین کا زبان سے تلفظ نہ کرتا ہو تو وہ اپنے کفر پر برقرار رہے گا اور جہنم میں ہمیشہ ہمیش رہے گا جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے، لیکن اس پر یہ اعتراض کیا گیا ہے کہ اس سلسلے میں ائمہ اربعہ کا ایک قول یہ بھی ہے کہ اس کا ایمان اسے فائدہ دے گا، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ گنہگار مومن ہے اور اگر وہ زبان سے شہادتین کا اقرار کرتا ہو لیکن دل سے مؤمن نہ ہو تو وہ آخرت میں بالاجماع کافر شمار ہوگا، البتہ دنیا میں اس پر ظاہری اعتبار سے مسلمانوں کے احکام جاری ہوں گے، اگر ایسا شخص کسی مسلمان عورت سے نکاح کرلے، بعد میں اسے تصدیق قلبی کی دولت بھی حاصل ہو جائے تو وہ عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ شخص مکمل مسلمان ہونے کے بعد تجدید نکاح نہ کرلے۔

پانچویں تنبیہ

اہل حق کا مذہب یہ ہے کہ نزع کے وقت کا ایمان نفع بخش نہیں ہوتا، اسی طرح جب عذاب کے فرشتے دکھائی دینے لگیں تب بھی ایمان معتبر نہیں ہوتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''جب انہوں نے ہمارے عذاب کو دیکھ لیا (تو ایمان لے آئے لیکن) ان کے ایمان نے انہیں کوئی فائدہ نہ دیا، یہ اللہ کی وہی عادت ہے جو پہلے سے اس کی اپنے بندوں کے متعلق چلی آرہی ہے اور وہیں کافر خسارے میں پڑے رہ جائیں گے۔'' [1] اس اصول سے صرف حضرت یونس علیہ السلام کی قوم مستثنیٰ رہی ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے ان الفاظ سے فرمایا ہے ''سوائے قوم یونس کے کہ جب وہ ایمان لے آئے تو ہم نے ان سے دنیا کی زندگی میں رسوائی کا عذاب اٹھا دیا، اور انہیں ایک وقت مقررہ تک فائدہ اٹھانے کا موقع دے دیا۔'' [2] وجہ یہ ہے کہ اس آیت میں استثناء

---

[1] سورۃ غافر: ۸۵. [2] سورۃ یونس: ۹۸.

متصل ہے اور وہ عذاب دیکھتے ہی ایمان لے آئے تھے، جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے، اس صورت میں ان کے استثناء کی وجہ یہ ہے کہ یہ ان کے نبی حضرت یونس علیہ السلام کی خصوصیت اور ان کا اعزاز تھا، لہٰذا اس پر کسی دوسرے کو قیاس نہیں کیا جا سکتا، کیا آپ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اللہ تعالیٰ نے یہ اکرام کیا تھا کہ ان کے معزز والدین کو دوبارہ زندگی عطا فرمائی اور وہ ان پر ایمان لائے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے اور امام قرطبی رحمہ اللہ اور ابن ناصر الدین رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے اور اللہ تعالیٰ نے خلاف قانون موت کے بعد ان کا ایمان لانا ان کے لیے فائدہ مند بنا دیا، یہ صرف نبی علیہ السلام کا اعزاز تھا اور یہ اصول ہے کہ خصوصیات پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

بعض حضرات نے نبی علیہ السلام کے والدین کو دوبارہ زندہ کیے جانے سے متعلق حدیث کو تسلیم نہیں کیا اور اس میں خوب لمبی بحث کی ہے جس کی تردید میں نے ''الفتاویٰ'' میں کر دی ہے، جبکہ امام قرطبی اور ابن دحیہ رحمہما اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کے فضائل وخصوصیات دنیا سے وصال تک مسلسل ظاہر ہوتی رہیں، ان ہی میں سے ایک چیز یہ بھی ہے جس سے اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو فضیلت واکرام بخشا، اور نبی علیہ السلام کے والدین کا دوبارہ زندہ ہو کر ان پر ایمان لانا عقلاً یا نقلاً کسی طرح بھی ناممکن نہیں ہے، آخر اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کے ایک مقتول کو بھی تو دوبارہ زندہ کیا تھا اور اس نے اپنے قاتل کے متعلق خبر دی تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی تو مردوں کو زندہ کرتے تھے، تو نبی علیہ السلام کی عزت وفضیلت میں مزید اضافہ کرنے کے لیے ایسا ہونے میں کون سی رکاوٹ ہے اور یہ بات تو صحیح روایات سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ سورج غروب ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی خاطر اسے دوبارہ لوٹا دیا تھا یہاں تک کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے نماز عصر ادا فرمائی، لہٰذا جس طرح اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے اکرام میں سورج کو واپس لوٹا دیا اور وقت نکل جانے کے بعد دوبارہ لوٹا دیا اسی طرح ان ہی کے اکرام میں ان کے والدین کی زندگی اور ایمان کے وقت کو بھی لوٹا دیا، اس پر بعض مفسرین کی اس بات سے کوئی اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو یہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیت ''آپ سے اہل جہنم کے متعلق نہیں پوچھا جائے گا۔'' ❶ نبی علیہ السلام کے والدین کے سلسلے میں نازل ہوئی ہے، ہمیں یہ بات اس لیے تسلیم نہیں ہے کہ اس آیت کے شان نزول کے متعلق کوئی صحیح حدیث ثابت نہیں ہے، بالفرض اگر اسے صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ''اہل جہنم سے کچھ پوچھا نہ جاتا اگر آپ کی کرامت وفضیلت نہ ہوتی۔''

باقی رہی صحیح مسلم کی یہ حدیث کہ ''میرا اور تیرا باپ دونوں جہنم میں ہیں۔'' ❷ تو دراصل نبی علیہ السلام کا یہ فرمان اس مسئلے کا یقینی علم ہونے سے پہلے کا ہے، یا نبی علیہ السلام نے اس دیہاتی کو مطمئن کرنے کے لیے اور اس کی رہنمائی کے لیے یہ بات ارشاد فرمائی ہوگی کیونکہ جب نبی علیہ السلام نے اس سے یہ فرمایا کہ تیرا باپ جہنم میں ہے تو اس کے چہرے کا رنگ متغیر ہو گیا تھا اور علماء امت ومجتہدین نے سورۂ غافر کی محولہ بالا آیت نمبر ۸۵ سے فرعون کے کفر پر اجماع نقل کیا ہے۔

ابن عدی اور طبرانی سے یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پیٹ میں ہی مومن پیدا کیا تھا، اور فرعون کو اس کی ماں کے پیٹ میں ہی کافر پیدا کیا تھا، اور وہ جو سورۂ یونس کی آیت نمبر ۹۰ میں

---

❶ سورۂ بقرہ: ۱۱۹.   ❷ ابو داود: ۴۷۱۸.

غرق ہوتے وقت فرعون کے ایمان لانے کا ذکر ہے تو وہ اس کے لیے نفع بخش نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کے فوراً بعد ہی اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''کیا اب ایمان لا رہا ہے جبکہ اس سے پہلے تو نافرمانیاں کرتا رہا اور قبل ازیں تو فساد پھیلانے والوں میں سے تھا۔'' ❶ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اگرچہ اس نے تکرار کے ساتھ اپنے ایمان لانے کا ذکر کیا لیکن یہ اس وقت تھا جب اس پر اور اس کی قوم پر عذاب نازل ہو چکا تھا، اور یہ بات گزشتہ صفحات میں واضح ہو چکی کہ اس وقت کا ایمان غیر معتبر ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس وقت بھی فرعون کا ایمان محض تقلیدی تھا، کیونکہ وہ یہ کہہ رہا تھا ''میں اس ذات پر ایمان لایا جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔'' ❷ گویا اسے اس بات کا اعتراف تھا کہ وہ کسی خدا کو نہیں جانتا تھا، اس نے تو صرف بنی اسرائیل کو یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ اس کائنات کا کوئی خدا بھی ہے، بس وہ اس سنی سنائی بات پر اعتماد کر کے اس خدا پر ایمان لے آیا تھا جس کے وجود کا بنی اسرائیل اقرار کرتے تھے، یہی تقلید محض ہے، علاوہ ازیں فرعون دہریہ اور خدا کے وجود کا منکر تھا، اس طرح کے باطل اور انتہائی غلط نظریات تقلید محض سے زائل نہیں ہوتے بلکہ ان کے لیے دلیل قطعی کی ضرورت ہوتی ہے، بر سبیل تنزل پھر بھی کسی دہریئے کا اسلام معتبر ہونے میں یہ ضروری ہے کہ وہ اس چیز کے باطل ہونے کا اقرار کرے جس کی وجہ سے اسے کافر قرار دیا گیا تھا، اور فرعون نے خدا کے وجود کا پہلے جو انکار کیا تھا اور اپنی الوہیت کا جو دعویٰ کیا تھا، اس نے اس کے باطل اور غلط ہونے کا اعتراف نہیں کیا۔

باقی فرعون کا ایمان لانے کا دعویٰ کرنا تو اس کے الفاظ سے اس کی مراد واضح نہیں ہوتی، اور جب علماء نے اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ محض یہ کہنے سے کہ ''میں اس ذات پر ایمان لایا جس کے علاوہ کوئی دوسرا معبود نہیں ہے'' ایمان حاصل نہیں ہوتا کیونکہ اس میں احتمال پایا جاتا ہے لہٰذا یہی حکم فرعون کے اس قول کا بھی ہوگا، بالفرض اگر اس دعویٰ کو تسلیم کر بھی لیا جائے تب بھی اس بات پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے کہ رسول پر ایمان لائے بغیر ایمان باللہ بھی معتبر نہیں ہوتا، اس لیے اگر ہم اس بات کو تسلیم کر لیں کہ فرعون اللہ تعالیٰ پر جو ایمان لایا تھا وہ بالکل صحیح تھا، تب بھی وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو ایمان نہیں لایا تھا، اور نہ ہی اس وقت اس کا تذکرہ کیا تھا لہٰذا اس کے ایمان نے اسے کوئی فائدہ نہ پہنچایا، یہی وجہ ہے کہ اگر کوئی کافر ہزاروں مرتبہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کی گواہی دے، تب بھی وہ اس وقت تک مومن نہیں ہوگا جب تک کہ وہ نبی علیہ السلام کی رسالت کی گواہی نہ دے۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہوا کہ فرعون کے جادوگروں نے بھی تو جس وقت ایمان قبول کیا تھا، اس وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام پر ایمان لانے کا اقرار نہیں کیا تھا، اس کے باوجود ان کا ایمان معتبر سمجھا گیا؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے اس لیے کہ فرعون کے جادوگروں نے اس کا تذکرہ کیا تھا اور ان کے الفاظ یہ تھے کہ ''ہم رب العالمین پر ایمان لائے، وہی جو حضرت موسیٰ اور ہارون کا رب ہے'' ❸ اور دوسری بات یہ بھی ہے کہ اس وقت ان کا ایمان لانا حضرت موسیٰ علیہ السلام کا معجزہ دیکھ کر ہوا تھا، یعنی یہ کہ ان کا عصا ان کے بنائے ہوئے سانپوں کو نگل گیا اور کسی پیغمبر کا معجزہ دیکھ کر اللہ پر

---

❶ سورۂ یونس: ۹۱۔ ❷ سورۂ یونس: ۹۰۔

❸ سورۂ اعراف: ۱۲۱۔ ۱۲۲۔

ایمان لانا دراصل اس پیغمبر پر ایمان لانا بھی ہے، اس اعتبار سے وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر بھی صراحتاً ایمان لائے تھے، بخلاف فرعون کے کہ وہ صراحتاً ایمان لایا اور نہ ہی اشارۃً، بلکہ اس نے اپنے الفاظ میں بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بجائے بنی اسرائیل کا ذکر کیا حالانکہ رسول برحق اور عارف باللہ تو وہی تھے، لہٰذا اس میں بھی کسی قدر اشارہ موجود ہے کہ وہ اپنے کفر پر باقی رہا تھا، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ قاضی عبدالصمد حنفی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں تحریر فرمایا ہے کہ انسان کو اس کے ایمان کا فائدہ ہوتا ہے اگرچہ عذاب دکھائی دینے لگے، یہ صوفیاء کا مذہب ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ بہت پرانا مذہب ہے کیونکہ قاضی صاحب مذکور پانچویں صدی ہجری کے اوائل یعنی ۴۳۰ ہجری میں تھے، اور امام ذہبی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ علماء متقدمین اور متاخرین کے درمیان حد فاصل تیسری صدی کا آغاز ہے، جب صوفیاء کا یہ مذہب ہے تو پھر فرعون کے کفر پر اجماع کیسے ہو گیا؟

تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اگر صوفیاء کرام کی اس بات کو صحیح تسلیم کر لیا جائے اور ان کی مخالفت کی صورت میں اجماع منعقد نہ ہو سکے تب بھی ہم پر یہ اعتراض وارد نہیں ہو سکتا اور ہمارے ذکر کردہ اجماع میں اس وجہ سے کوئی خلل واقع نہیں ہوتا، کیونکہ ہم نے اس کے مایوس کن ایمان کی وجہ سے صرف اس کے کفر کا حکم نہیں لگایا، بلکہ اس وجہ سے بھی یہ حکم لگایا ہے کہ اس کا اللہ تعالیٰ پر ایمان لانا ایمان صحیح نہ تھا، پھر ایک درجہ نیچے آ کر ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تو وہ بالکل ایمان لایا ہی نہ تھا، لہٰذا صوفیاء کی اس رائے سے ہماری تقریر پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔

اور اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ امام ابن عربی رحمہ اللہ نے بھی ''فتوحات مکیہ'' میں اضطراری ایمان کا اعتبار کیا ہے اور قرار دیا ہے کہ فرعون مومن تھا، تو ان کی عبارت کا حاصل اور نچوڑ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی امیدوں کے درمیان پانی میں غرقابی حائل ہو گئی تو وہ اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو گیا اور اس محتاجی وذلت کی طرف رجوع ہو گیا جو اسے اس کے باطن نے دی تھی اور اس نے یہ کہہ دیا کہ ''میں اس بات پر ایمان لے آیا کہ اس ذات کے علاوہ کوئی معبود نہیں جس پر بنی اسرائیل ایمان لائے ہیں۔'' تاکہ اشکال دور ہو جائے جیسے فرعون کے جادوگروں نے ایمان لاتے وقت یہ کہا تھا کہ ''ہم رب العالمین پر ایمان لے آئے جو موسیٰ اور ہارون کا رب ہے۔'' یہ بھی رفع شک کے لیے تھا، پھر جب فرعون نے یہ کہا کہ ''میں مسلمانوں میں سے ہوں'' تو اللہ تعالیٰ نے اس پر عتاب کرتے ہوئے اس سے خطاب فرمایا کہ جس چیز کو تو پہلے سے جانتا تھا، اب اسے ظاہر کر رہا ہے۔'' حالانکہ اس سے پہلے تو نافرمان تھا اور اپنے پیروکاروں میں فساد پھیلانے والوں میں سے تھا، سو آج ہم تجھے نجات دیتے ہیں گویا اللہ نے اس کی روح قبض کرنے سے پہلے ہی اسے خوشخبری دے دی تاکہ تو اپنے بعد والوں کے لیے نشانی بن جائے۔'' یعنی تیری نجات بعد والوں کے لیے علامت بن جائے کیونکہ عذاب کا تعلق تو ظاہر سے ہی ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو عذاب سے اس کا نجات پانا دکھا دیا، چنانچہ غرق کی ابتداء عذاب تھی اور اس میں موت خالص شہادت تھی، یہ ساری تقریر اس لیے ہے کہ ''کوئی بھی شخص اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔'' کیونکہ اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر ہوتے ہیں۔'' ❶ اور اعمال کا دارومدار انجام پر ہوتا ہے۔

---

❶ سورۂ یوسف: ۸۷۔

ابن عربی رحمہ اللہ اپنی بات کی وضاحت کرتے ہوئے یہ بھی کہتے ہیں کہ سورۂ غافر کی آیت نمبر ۸۵ میں یہ جو کہا گیا ہے کہ ''انہیں ان کے ایمان نے کوئی فائدہ نہ پہنچایا۔'' تو یہ نہایت واضح کلام ہے کیونکہ اصل نافع تو اللہ ہے، اس لیے انہیں اللہ کے علاوہ کوئی چیز نفع نہیں پہنچاسکتی اور یہ جو ارشاد فرمایا گیا ہے کہ'' پہلے لوگوں میں اللہ کی یہی عادت جاری رہی ہے، تو اس کا مطلب ناامیدی دیکھ لینے کے وقت ایمان کا اعتبار ہے، اور فرعون کی روح جو قبض کی گئی اور اس میں بالکل تاخیر نہیں کی گئی تو وہ اس وجہ سے کہ کہیں وہ اپنے سابقہ دعویٰ کی طرف نہ لوٹ جائے، باقی رہی سورۂ ہود کی آیت نمبر ۹۸ کہ'' اللہ نے انہیں جہنم میں داخل کر دیا'' تو اس میں اس بات کی تصریح نہیں ہے کہ فرعون بھی ان کے ساتھ جہنم میں داخل ہوگا، بلکہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ غافر کی آیت نمبر ۴۶ میں بھی یہ تو فرمایا ہے کہ'' آل فرعون کو سخت ترین عذاب میں داخل کرو'' یہ نہیں فرمایا کہ فرعون کو داخل کرو اور کسی مجبور کا ایمان قبول نہ کرنے سے زیادہ اللہ کی رحمت وسیع ہے، اور اس سے بڑی مجبوری کیا ہوگی جو فرعون کو دریا میں غرق ہوتے وقت لاحق تھی، جبکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ'' وہ کون ہے جو مجبور کی دعا کو قبول کرتا ہے'' جب بھی وہ اسے پکارتا ہے اور کون اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے؟'' ❶ لہٰذا جب اس مجبور نے اللہ کو پکارا تو اللہ نے اس کی دعا قبول فرمالیا ور اس کی تکلیف دور کر دی اور اس پر زیادہ سے زیادہ جو عذاب آیا، وہ پانی میں غرق ہونے کا تھا، یہ امام ابن عربی رحمہ اللہ کی مفصل رائے ہے، سوال یہ ہے کہ کیا ان کی بات کو قبول کیا جائے گا یا مسترد؟ اور پھر اسے قبول یا مسترد کرنے کی وجہ کیا ہے؟

میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ کلام معتبر نہیں ہے، اگرچہ ہم اس کے قائل'' امام ابن عربی'' کی جلالت قدر اور عظمت شان کے معترف ہیں لیکن معصوم ہونا صرف انبیاء کرام علیہم السلام کا خاصہ ہے اور امام مالک رحمہ اللہ وغیرہ فرماتے ہیں کہ سوائے نبی علیہ السلام کے ہر شخص کا قول معتبر بھی ہوسکتا ہے اور غیر معتبر بھی ہوسکتا ہے، علاوہ ازیں خود امام ابن عربی رحمہ اللہ کی بعض کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ فرعون جہنم میں ہامان اور قارون کے ساتھ ہوگا، اور جب ایک ہی امام کا اپنا کلام اختلاف کا شکار ہو جائے تو اس کے اس قول کو لینا چاہیے جو ظاہری دلائل کے موافق ہو اور اس کے مخالف قول کو ترک کر دینا چاہیے، بلکہ آپ کے سامنے اس مضمون کی آیت اور ترمذی شریف کی روایت گزر چکی ہے کہ جب انسان اپنی زندگی سے ناامید ہو جائے تو اس وقت کا ایمان معتبر نہیں ہوتا، لہٰذا اس کے بعد اس تاویل کی طرف توجہ نہیں کی جاسکتی کہ'' اصل نافع تو اللہ ہے'' نیز قرآن وسنت کی اصطلاح میں اشیاء کی اضافت ان کے اسباب کی طرف ہوتی ہے، لہٰذا جب یوں کہا جاتا ہے کہ فلاں شخص کو ایمان فائدہ نہیں دے گا تو اس کا معنی شرعی یہی ہے کہ اس کے ایمان پر باطل اور ناقابل اعتبار ہونے کا حکم لگایا جارہا ہے اور یہ بڑے تعجب ہے کہ اس قول کے قائل نے اللہ تعالیٰ کے نفع پہنچانے کو اسی حالت کے ساتھ مخصوص کر دیا جو کہ نزول عذاب کی حالت تھی، اگر اللہ نے انہیں فائدہ پہنچانا ہی ہوتا تو اس عذاب کے ذریعے ان کی جڑ نہ اکھاڑ پھینکتا۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان'' وہیں کافر لوگ خسارے میں پڑے رہ گئے۔'' ❷ اس بات کی واضح دلیل ہے کہ جس ایمان کا انہوں نے اقرار کیا تھا وہ اس کے باوجود اپنے کفر پر برقرار رہے، ہماری اس رائے کی موافقت میں ائمہ صحابہ وتابعین

---

❶ سورۂ نمل: ٦٢.
❷ سورۂ غافر: ٨٥.

کی تفسیر ہی کافی ہے جو کہ صحیح احادیث اور اسلاف کے اجماع کے عین مطابق ہے اور جب یہ بات ثابت و واضح ہوگئی کہ نا امیدی کی حالت میں ایمان لانا معتبر نہیں ہوتا تو یہ بات خود ثابت ہوگئی کہ فرعون کا ایمان معتبر نہیں تھا، علاوہ ازیں ہم یہ بات پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں کہ اگر اس حالت کا ایمان معتبر فرض کر بھی لیا جائے تب بھی آیت کا تقاضا یہی ہے کہ فرعون کا ایمان معتبر نہ ہو کیونکہ وہ حضرت موسیٰ اور ہارون علیہما السلام پر ایمان نہیں لایا تھا، جبکہ جادوگران دونوں پر بھی ایمان لائے تھے اور اگر کوئی شخص صرف ان جادوگروں کے ان الفاظ پر ہی غور کرلے جو ان کے ایمان کے حوالے سے قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں تو اسے دونوں کے درمیان فرق سمجھ آجائے گا، اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے۔

اور یہ بات تو بہت ہی تعجب خیز ہے کہ ''وہ اس محتاجی وذلت کی طرف رجوع ہوگیا جو اسے اس کے باطن نے دی تھی'' وہ کون سی ذلت اور محتاجی تھی جو باطنی طور پر اس کے اندر پائی جاتی تھی جبکہ وہ رب الارباب کی ربوبیت کا منکر اور اپنے معبود مطلق ہونے کا معتقد تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ایذاء وتکذیب کے درپے رہتا اور ان سے دشمنی کرتا تھا، کیا وہ ابوجہل کے علاوہ کسی اور سے تشبیہ دیئے جانے کے قابل ہے؟ جسے نبی علیہ السلام نے اس آخری امت کا فرعون قرار دیا تھا، اور اگر اس بات کو بھی تسلیم کرلیا جائے کہ باطنی پر وہ ذلیل ومحتاج تھا، تو ایمانِ صحیح کے بغیر اگر اس کا ایمان واسلام معتبر ہوتا تو پھر اس مقام کے مناسب یہ تھا کہ یوں کہا جاتا اب ہم تیری توبہ قبول کرتے ہیں اور تیرا اکرام کرتے ہیں، کیونکہ ایمان کا معتبر اور صحیح ہونا اس بات کو مستلزم ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوجائے اور جس شخص کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی عظیم نعمت مل جائے، اس کے ایمان کو قبول کرنے کے سلسلے میں یوں نہیں کہا جاسکتا'' کیا اب؟ جب کہ اس سے پہلے تو نافرمانیاں کرتا تھا اور تو فساد پھیلانے والوں میں سے تھا'' کیونکہ ہر وہ آدمی جس کے پاس تھوڑا سا بھی شعور ہو، وہ یقینی طور پر یہ فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ خطاب ناراضگی کے اظہار پر مبنی ہے، رضامندی پر نہیں اور ''وکنت من المفسدین'' کی جو تاویل کی گئی ہے، یہ وضاحت اسے بھی تسلیم نہیں کرسکتی، کیونکہ جب کسی کا ایمان معتبر اور صحیح ہو تو اس کی نافرمانی اور پیروکاروں میں فساد پھیلانا سب معاف ہوجاتا ہے، اب یہ کیسے ممکن ہے کہ کسی شخص کے گناہ اس طرح معاف بھی ہوجائیں اور اس سے زجر وتوبیخ کے ایسے شدید الفاظ سے خطاب بھی کیا جائے، اس لیے اس کی وجہ صرف اتنی تھی کہ اپنے غضب کی عظیم نشانیاں قائم کی جائیں، اسے ان قبائح کی یاددہانی کروائی جائے جن کا وہ ارتکاب کرتا رہا ہے، اور انہی کی وجہ سے وہ زندگی کی آخری رمق تک ایمان کا اقرار نہیں کرسکا، لہٰذا اب اسے ایمان کا اقرار کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا خصوصیت کے ساتھ جب کہ وہ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر کی تکذیب بھی کر رہا ہو، اس کی آیات سے عناد برت رہا ہو، اور اس کی بارگاہ سے اعراض کر رہا ہو۔

اور نجات کی تخصیص بدن سے کرنا اس بات پر سب سے بڑا شاہد ہے کہ اس کی وہی تفسیر مراد ہے جس کے جمہور مفسرین قائل ہیں اور تمام معتبر مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ وہ ڈوبتے وقت فرعون کے دعویٰ ایمان کو سچا نہیں سمجھتے بالخصوص جبکہ وہ الوہیت کا بھی دعویدار ہو، اور اس بات کا مدعی ہو کہ اس جیسے کو موت نہیں آسکتی، چنانچہ اسے زمین کے ایک بلند حصے پر پھینک دیا گیا اور اس کی شناخت کے لیے اس کی زرہ اس کے جسم پر ہی رہنے دی گئی، اہل عرب بدن بول کر زرہ مراد لے لیتے تھے اور

فرعون کی ایک خاص زرہ تھی جس سے اس کی شناخت ہوتی تھی، جس کی تائید ایک شاذ قراءت سے بھی ہوتی ہے اور فرعون کے اس زرہ کو بکثرت پہننے کی وجہ یہ ہے کہ اسے اپنی جان کے متعلق بڑا خطرہ تھا، یا اس کا جسم برہنہ تھا جسے ڈھانپنے کے لیے کوئی چیز نہ تھی یا محض اس کا بدن تھا جس میں روح نہ تھی۔

مفسرین کا کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کو سمندر کنارے لاکر بیل کی طرح پھینک دیا، تاکہ وہ اپنے پیچھے آنے والے بنی اسرائیل وغیرہ کے لیے اس بات کی علامت بن جائے کہ فرعون کی طرح جو شخص بھی اللہ کے سامنے تکبر کا مظاہرہ کرے گا، لازماً اسے توڑ پھوڑ دیا جائے گا اور انتہائی ذلت ومحتاجی کے ساتھ اس کا مواخذہ کیا جائے گا تاکہ لوگ اس کے راستے پر چلنے سے بچیں، علاوہ ازیں فرعون کی ساری قوم میں سے صرف اس ہی کو دریا سے نکال پھینکنے میں اللہ تعالیٰ کی عظیم قدرت اور حضرت موسیٰ کی لائی ہوئی تعلیمات کی سچائی کی واضح دلیل موجود ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس مقام کا اختتام ان الفاظ پر کیا ہے ''بہت سے لوگ ہماری نشانیوں سے غافل ہیں۔'' ❶ اس میں نبی علیہ السلام کی امت کو اس بات پر تنبیہ کی گئی ہے کہ وہ ان دلائل سے صرف نظر نہ کریں، بلکہ اس میں غور وفکر سے کام لے کر عبرت حاصل کریں جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''ان لوگوں کے قصص وواقعات میں اہل عقل کے لیے عبرت موجود ہے۔'' ❷

چھٹی تنبیہ

قرآن کریم کی آیات اور نبی علیہ السلام کی احادیث اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ کافروں کو جہنم میں جو عذاب ہوگا، وہ ہمیشہ ہمیش باقی رہے گا، جبکہ اس کے علاوہ دوسری رائے کی تاویل کرنا ضروری ہے جو دیگر آیات وروایات سے ثابت ہوتی ہو، مثلاً ارشاد ربانی ہے ''اہل جہنم، جہنم میں ہمیشہ رہیں گے جب تک آسمان وزمین موجود ہیں الا یہ کہ آپ کا رب جو چاہے، بیشک آپ کا رب جو چاہتا ہے خوب کرسکتا ہے۔'' ❸ اس آیت کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ اہل جہنم کی سزا کی مدت زمین وآسمان کی مدت بقاء کے برابر ہے، الا یہ کہ اس مدت کے حوالے سے اللہ تعالیٰ جو چاہے وہ کرسکتا ہے، گویا وہ اس میں ہمیشہ نہیں رہیں گے، علماء نے اس آیت کی تقریباً بیس توجیہات نقل کی ہیں جن میں سے بعض میں آسمانوں وزمین کے دوام کی قید میں ملحوظ حکمت سے پردہ اٹھایا گیا ہے اور بعض میں استثناء اور اس آیت کے معنی میں ملحوظ حکمت بیان کی گئی ہے۔

چنانچہ پہلی قسم کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ اس آیت میں آسمان وزمین سے مراد جنت کے آسمان وزمین ہیں کیونکہ آسمان کا معنی ہے ہر وہ چیز جو آپ کے اوپر ہو، اور زمین کا معنی ہے ہر وہ چیز جس پر آپ نے قرار پکڑا ہوا ہو، اس اعتبار سے جنت اور جہنم کے لیے آسمان اور زمین ہونا ایک قطعی اور یقینی بات ہے جو کسی پر مخفی نہیں رہ سکتی، یہیں سے اس اعتراض کا جواب بھی معلوم ہوگیا جو بعض لوگ کرتے ہیں کہ آیت قرآنی کو اس تاویل پر محمول کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ یہ تاویل مخاطبین کے لیے مشہور ومعروف نہیں ہے۔

---

❶ سورۂ یونس: ۹۲۔ ❷ سورۂ یوسف: ۱۱۱۔ ❸ سورۂ ھود: ۱۰۷۔

دوسری تاویل یہ ہے کہ اس سے مراد تو دنیا ہی کے آسمان وزمین ہیں لیکن اہل عرب کی عادت کے مطابق یہ محاورہ بول کر اس کا دوام اور ہمیشگی مراد لی گئی ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی کسی سے یوں کہے کہ میں تیرے پاس نہیں آؤں گا، جب تک آسمان وزمین کا دوام ہے یا جب تک رات تاریک ہوتی رہے گی یا جب تک سیلاب بہتا رہے گا، رات اور دن آگے پیچھے آتے رہیں گے، سمندر میں تلاطم آتا رہے گا، یا جب تک پہاڑ کھڑے رہیں گے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اہل عرب سے کلام میں ان کے عرف اور رواج کے مطابق کلام وخطاب کیا ہے، اور یہ الفاظ اہل عرب کے عرف میں دوام اور ہمیشگی کا معنی ادا کرتے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام مخلوقات کی اصل عرش کا نور ہے، اور آسمان وزمین آخرت میں اسی نور کی طرف لوٹ جائیں گے جس سے ان کی تخلیق ہوئی ہے، اس اعتبار سے وہ دائمی ہوئے۔

پھر اس جواب کی ضرورت اس بناء پر ہے کہ جہنمیوں کے جہنم میں رہنے کو آسمان وزمین کے دوام کے ساتھ مقید کرنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جہنم میں صرف اتنی ہی مدت رہیں گے جتنی مدت آسمان وزمین کے وجود سے لے کر معدوم ہونے کے درمیان میں ہے، لیکن بعض حضرات نے اس کا انکار کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ جب تک آسمان وزمین کا دوام ہے، ان کا جہنم میں ہونا باقی رہے گا، تفصیل اس اجمال کی یہ اصول ہے کہ جہاں بھی شرط پائی جائے جو اس مسئلے میں ''دوام'' ہے' وہاں مشروط بھی پایا جائے گا، جو اس مسئلے میں اہل جہنم کا جہنم میں باقی رہنا ہے، لیکن اس کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ جہاں شرط نہ پائی جائے، وہاں مشروط بھی نہ پایا جائے، اس کی نظیر ایسے ہی ہے جیسے آپ یوں کہیں کہ اگر یہ شخص انسان ہے تو حیوان بھی ہوگا، پھر یوں کہیں ''لیکن یہ انسان ہے'' تو اس کا نتیجہ یہ نہیں آئے گا کہ وہ حیوان نہیں ہے، کیونکہ مقدم کی نقیض کا استثناء نہیں آتا، اسی طرح یہاں بھی سمجھ لیجئے کہ ہم یوں کہتے ہیں جب تک آسمان وزمین رہیں گے، ان کی سزا بھی باقی رہے گی، پھر ہم یوں کہتے ہیں کہ یہ دونوں ہمیشہ رہیں گے تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ ان کی سزا بھی ہمیشہ رہے اور اگر یوں کہا جائے ''لیکن وہ دونوں ہمیشہ رہنے والے نہیں'' تو اس سے یہ لازم نہیں آئے گا کہ انہیں ہمیشہ سزا نہ ہوگی۔

کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا نہیں ہونا چاہیے کہ جب اہل جہنم کو ملنے والی سزا ہمیشہ برقرار رہے گی، چاہے آسمان وزمین رہیں یا نہ رہیں تو پھر آسمان وزمین کے دوام کی قید لگانے کا کیا فائدہ؟ کیونکہ اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ اس میں ایک عظیم فائدہ ہے، یعنی اس عذاب کا ہمیشہ ہمیش باقی رہنا جس کی طوالت کی مدت کا احاطہ عقل نہیں کر سکتی، باقی رہی یہ بات کہ کیا اس عذاب کا بھی کوئی اختتام ہوگا یا نہیں؟ تو دوسری واضح ادلہ یعنی آیات قرآنی میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اہل جہنم وہاں ہمیشہ رہیں گے جو اس بات کو مستلزم ہے کہ اس کا کوئی اختتام نہیں ہے۔

اور دوسری قسم کی تاویلات میں سے ایک تاویل یہ ہے کہ اس آیت میں ''فیہا'' سے استثناء کیا گیا ہے کیونکہ اہل جہنم کو آگ سے نکال کر زمہریر (جہنم کے سرد علاقے) میں داخل کر دیا جائے گا اور انہیں کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا، پھر انہیں آگ میں واپس لوٹا دیا جائے گا یوں وہ ان اوقات کو مستثنیٰ کر کے آگ میں ہمیشہ ہی رہیں گے اور گو کہ وہ مستثنیٰ اوقات بھی عذاب ہی ہوں گے لیکن وہ حقیقی طور پر آگ میں تو بہر حال نہیں ہوں گے، یا یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ ''ماشاء'' بمعنی ''من شاء'' کے ہے،

اس صورت میں ''خالدین'' کی ضمیر سے گنہگار مومنین کا استثناء متصل ہوگا، اور یہ استثناء منقطع بھی ہوسکتا ہے اور لفظ ''الا'' بمعنی ''سوی'' کے ہے، یعنی جب تک زمین وآسمان رہیں گے سوائے اس کے جسے آپ کا رب چاہے گا، جو اس پر اضافہ ہوگا۔ یہاں کچھ اور جواب بھی ہیں لیکن ان کے بہت زیادہ بُعد کی وجہ سے میں نے ان سے اعراض کرنا ہی مناسب سمجھا ہے۔

اور مسند احمد کی وہ روایت اس کے منافی نہیں جو امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ جہنم پر ایک دن ایسا ضرور آئے گا جب اس کے دروازے بند کر دیئے جائیں گے اور اس میں ایک شخص بھی نہیں ہوگا، یہ اس وقت ہوگا جب اہل جہنم اس میں کئی حقب رہ چکے ہوں گے، اس لیے کہ اس روایت کی سند میں ایک راوی کے متعلق علماء کا یہ کہنا ہے کہ وہ نا قابل اعتماد اور بڑی کثرت سے جھوٹ بولنے والا تھا، البتہ کئی حضرات نے اسے حدیث کی بجائے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا قول قرار دیا ہے، امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے اسے حضرت عمر، حضرت ابن عباس، حضرت ابن مسعود، حضرت ابو ہریرہ اور حضرت انس رضی اللہ عنہم کی طرف منسوب کیا ہے، یہی رائے حسن بصری اور حماد بن سلمہ رحمہما اللہ کی ہے اور یہی قول علی بن طلحہ اور مفسرین کی ایک بڑی جماعت کا ہے، لیکن اس کی تردید ایک دوسری نقل سے ہو جاتی ہے جو ایک صاحب نے خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے ذکر کی ہے اور وہ یہ کہ ثابت کہتے ہیں کہ میں نے حسن بصری رحمہ اللہ سے اس کے متعلق تحقیق کی تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا، بظاہر وہ تمام لوگ جن کا ابھی تذکرہ ہوا، ان سے اس حوالے سے کوئی چیز بھی صحیح طور پر ثابت نہیں ہے اور بالفرض اگر ثابت بھی ہو تو ان کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس میں ایک بھی گنہگار مومن نہیں ہوگا، باقی کافروں کی جگہیں تو وہ ان کے وجود سے بھرپور ہوں گی، اور وہ وہاں سے کبھی نہیں نکل سکیں گے، جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں اس کا ذکر فرما دیا ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ اپنی تفسیر میں تحریر فرماتے ہیں کچھ لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ کافروں کا عذاب منقطع اور ختم ہو جائے گا اور وہ سورۂ ہود کی محولہ بالا آیت اور سورۂ نبا کی آیت نمبر ۲۳ سے استدلال کرتے ہیں کہ ''جہنمی جہنم میں کئی حقب (غیر معینہ مدت) تک رہیں گے'' اور عقلی دلیل میں یہ کہتے ہیں کہ ظلم کی معصیت متناہی ہے لہٰذا اس پر غیر متناہی سزا دینا ظلم ہوگا؟ تو سورۂ ہود کی آیت پر اعتراض کا جواب تو گزر چکا، اور سورۂ نبا میں جو ''احقاب'' کا ذکر آیا ہے، اس سے عذاب جہنم کی انتہاء ثابت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ بات پیچھے بیان ہو چکی ہے کہ اہل عرب اس قسم کی تعبیرات استعمال کر کے دوام اور ہمیشگی مراد لیتے ہیں اور اس میں ظلم والی بھی کوئی بات نہیں ہے کیونکہ کافر اپنی زندگی کے دوام تک کفر پر پختہ عزم کے ساتھ برقرار رہا لہٰذا سزا بھی دوام کے ساتھ ہی ہوگی، گویا دائمی عذاب دائمی کفر کی وجہ سے دیا جائے گا، جو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ ہوگا۔

اور یہ بھی یاد رکھیے کہ اہل جنت کے بارے جو قید اور استثناء وارد ہوا ہے ''مگر یہ کہ آپ کا رب چاہے'' تو تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ یہاں اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے کیونکہ اسی کے متصل بعد اللہ تعالیٰ نے یہ بھی تو فرمایا ہے کہ ''یہ بخشش ہوگی جو کبھی ختم نہ ہوگی۔'' [1] ابن زید کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں تو بتا دیا ہے کہ وہ اہل جنت کے لیے کیا چاہتا ہے؟

---

[1] سورۂ ہود: ۱۰۸.

''ایسی بخشش جو کبھی ختم نہ ہوگی''، لیکن یہ نہیں بتایا کہ وہ اہل جہنم کے لیے کیا چاہتا ہے۔

خاتمہ

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے خانہ کعبہ سے مخاطب ہو کر فرمایا تو کتنا پاکیزہ ہے اور تیری مہک کتنی پاکیزہ ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے لیکن اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی جان ہے ایک مومن کی حرمت ''جس کا تعلق اس کی جان یا مال سے ہو'' اللہ کی نگاہوں میں تیری حرمت سے بھی زیادہ ہے اور یہ کہ ہم اس کے متعلق خیر ہی کا گمان رکھیں۔ ❶ نیز امام احمد رحمہ اللہ، نسائی، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ جو شخص اس حال میں بارگاہ خداوندی میں حاضر ہو کہ اللہ کی عبادت کرتا ہو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، نماز قائم کرتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہو، اور کبیرہ گناہوں سے بچتا ہو تو اس کے لیے جنت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ کبیرہ گناہوں سے کیا مراد ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا اور کسی مسلمان کو قتل کرنا۔ ❷

اسی طرح نسائی، ابن حبان، حاکم اور بیہقی رحمہم اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مجھ پر ایمان لائے اور اپنے اعضاء پر اسے ظاہر کر کے دکھائے اور ہجرت کرے، میں اس کے لیے ضمانت دیتا ہوں کہ اسے ایک گھر جنت کے نچلے حصے میں ملے گا، ایک درمیان میں اور ایک بالا خانوں میں، اب جو شخص ایسا کر سکتا ہو، اس نے خیر کا کوئی کام چھوڑا نہیں، اور اسے شر سے بھاگنے کی ضرورت نہیں اور جہاں چاہے مرجائے۔ نیز ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا سے اس حال میں جدا ہوا کہ وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ پر اخلاص کے ساتھ ایمان لایا، نماز قائم کی اور زکوٰۃ ادا کرتا رہا تو وہ اس حال میں مرے گا کہ اللہ اس سے راضی ہوگا۔ ❸

اسی طرح امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی مسلمان پر اس کی نیکی کے حوالے سے ظلم نہیں کرتا، اسے دنیا میں نوازتا ہے اور آخرت میں اس کا ثواب عطا فرمائے گا، اور باقی رہا کافر تو اسے اس کی نیکیوں کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے، اسی وجہ سے جب وہ آخرت میں پہنچے گا تو اس کی کوئی نیکی باقی نہ بچی ہوگی جس کا اسے اچھا بدلہ دیا جا سکے۔ ❹ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایمان بغیر عمل کے اور عمل بغیر ایمان کے مقبول نہیں ہوتا، بخاری اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے ایک مرتبہ خواب میں دیکھا جیسے جبریل میرے سرہانے اور میکائیل پائنتی پر ہوں، اور ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا ہے کہ ان کے لیے کوئی مثال بیان کرو، دوسرے نے جواب دیتے ہوئے کہا کہ اپنے کانوں سے سنیے اور دل کی عقل سے محفوظ کیجیے کہ آپ کی اور آپ کی امت کی مثال اس بادشاہ کی سی ہے جس نے ایک محل بنایا، پھر اس میں ایک کمرہ بنا کر ایک قاصد کو بھیجا کہ وہ جا کر لوگوں کو کھانے پر بلا کر لے آئے، کچھ لوگ قاصد کے بلانے پر آ گئے

---

❶ ابن ماجہ: ٣٩٣٢.
❷ نسائی: ٧/ ٨٨۔ مسند احمد: ٥/ ٤١٣.
❸ ابن ماجہ: ٧٠۔ مستدرك حاكم: ٣/ ٣٣٢.
❹ صحيح مسلم، كتاب المنافقين: ٥٦۔ مسند احمد: ٣/ ١٢٣.

اور کچھ نہ آئے، تو اللہ وہ بادشاہ ہے، محل اسلام ہے، کمرہ جنت ہے اور اے محمد! (ﷺ) آپ قاصد ہیں، جو آپ کی دعوت کو قبول کرلے گا وہ اسلام میں داخل ہو جائے گا اور جو اسلام میں داخل ہو گیا وہ جنت میں داخل ہو جائے گا، اور جو جنت میں داخل ہو گیا وہ وہاں کی نعمتیں کھائے گا۔ ❶ اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ توحید پرستوں کو ان کے اعمال کی کمی کے تناسب سے جہنم میں سزا دے گا، پھر انہیں ان کے ایمان کی برکت سے ہمیشہ ہمیش کے لیے جنت میں داخل کردے گا اور امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مجھے دیکھ کر مجھ پر ایمان لایا اس کے لیے ایک مرتبہ خوشخبری ہے اور جو شخص مجھے دیکھے بغیر مجھ پر ایمان لایا، اس کے لیے سات مرتبہ خوشخبری ہے۔ ❷ طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص کامیاب ہو گیا جسے اسلام کی ہدایت مل گئی، اس کی زندگی یا روزی بقدر کفایت تھی اور وہ اس پر قانع رہا اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ❸

دوسرا کبیرہ گناہ، شرکِ اصغر یعنی ریاکاری

ریاکاری کے حرام ہونے پر کتاب وسنت کی گواہیاں موجود ہیں اور اس کی حرمت پر اجماع امت بھی منعقد ہو چکا ہے، چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہے ''وہ لوگ جو ریاکاری کرتے ہیں۔'' ❹ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اور وہ لوگ جو گناہوں کی تدبیریں کرتے ہیں، ان کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' ❺ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس سے ریاکار لوگ مراد ہیں، اسی طرح ارشاد ہے ''اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو بھی شریک نہ ٹھہرائے۔'' ❻ یعنی اپنے عمل میں ریاکاری نہ کرے، یہ آیت انہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی تھی جو اپنی عبادات واعمال پر اجر وتعریف کے طلب گار تھے اور ارشاد ربانی ہے ''ہم تو تمہیں محض اللہ کی رضا کے لیے کھانا کھلاتے ہیں جس پر ہم تم سے کسی جزاء اور شکر گزاری کے اظہار کا تقاضا نہیں کرتے۔'' ❼

اور اس سلسلے میں جو احادیث وارد ہوئی ہیں، ان میں سے ایک تو وہ روایت ہے جو مسند احمد میں نقل کی گئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ جس چیز کا اندیشہ اور خوف ہے، وہ شرک اصغر یعنی ریاکاری ہے، قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ لوگوں کو ان کے اعمال کا بدلہ دے گا تو ان سے فرمائے گا تم ان لوگوں کے پاس چلے جاؤ، جنہیں دکھانے کے لیے تم دنیا میں عمل کرتے تھے اور ذرا دیکھو کہ کیا تمہیں ان کے پاس کوئی بدلہ ملتا ہے؟ ❽ طبرانی میں یہ روایت منقول ہے کہ سب سے کم ترین ریاکار اور اللہ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ محبوب بندے وہ ہیں جو متقی ہوں، نرم دل ہوں اور اپنی عبادات کو مخفی رکھنے اور انہیں ختم ہو جانے والے اغراض ومقاصد سے بچانے میں نہایت مبالغہ سے کام لیتے ہوں، وہ اگر غائب ہو جائیں تو

---

❶ ترمذی، کتاب الادب، باب: (٧٦).
❷ مسند احمد: ٣/ ٧١.
❸ صحیح مسلم، کتاب الایمان: (١٩٢).
❹ سورۂ ماعون: ٧.
❺ سورۂ فاطر: ١٠.
❻ سورۂ کہف: ١١٠.
❼ سورۂ دھر: ٩.
❽ مسند احمد: ٥/ ٢٢٨.

ان کی پوچھ گچھ نہ ہو، موجود ہوں تو لوگ انہیں شناخت کرنے کے لیے تیار نہ ہوں، یہی لوگ ہدایت کے امام اور تاریکی دور کرنے والے چراغ ہیں اور طبرانی ہی میں یہ روایت بھی ہے کہ مخفی شہوت اور ریا کاری شرک ہے، اسی طرح ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق جس چیز کا سب سے زیادہ خطرہ ہے وہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا ہے، میں یہ نہیں کہتا کہ وہ سورج، چاند یا بتوں کی پوجا شروع کر دیں گے بلکہ میری مراد یہ ہے کہ وہ غیر اللہ کے لیے اعمال کریں گے اور شہوت خفیہ میں مبتلا ہوں گے۔ ❶

حکیم ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں شرک کی آمد اس چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ خاموشی سے ہوگی جو کسی چکنے پتھر پر چڑھ رہی ہو۔ ❷ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شرک خفی کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے شخص کی موجودگی کی وجہ سے کوئی نیک عمل کرے، حکیم ترمذی کی مذکورہ روایت میں حاکم اور ابونعیم نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ تمہیں ظلم کی کسی صورت سے محبت یا عدل کی کسی صورت سے نفرت ہو جائے، تو کیا دین میں اللہ کی خاطر محبت اور بغض رکھنے کے علاوہ بھی کوئی صورت ہے؟ ارشاد ربانی ہے ''اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرنا چاہتے ہو تو میری اتباع کرلو، اللہ تم سے خود محبت کرنے لگے گا۔'' ❸

ترمذی اور حاکم نے ریا کے حوالے سے ایک روایت یہ بھی نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے سامنے نزول فرمائے گا یعنی ان کے سامنے اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا جو کہ حرکت اور ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونے اور جہات واجسام کے تمام لوازمات سے منزہ ہوگی، اور اس تجلی کا اظہار اس لیے ہوگا تا کہ اللہ اپنے بندوں کے درمیان فیصلہ فرما دے، اس وقت ہر امت گھٹنوں کے بل جھکی ہوئی ہوگی، سب سے پہلے ایک آدمی کو بلایا جائے گا جس نے اپنے سینے میں قرآن کو جمع کیا ہوگا، ایک آدمی راہ خدا میں شہید ہوا ہوگا اور ایک آدمی بڑا مالدار ہوگا، اللہ تعالیٰ اس قاری سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اس چیز کا علم نہیں بخشا تھا جو میں نے اپنے پیغمبر پر اتاری تھی؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جس چیز کو سیکھا، اس میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں دن رات کھڑا رہتا تھا، (قرآن کریم کی تلاوت کرتا رہتا تھا) اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ بولا، بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تیرے متعلق کہیں کہ فلاں آدمی قاری ہے، سو وہ ہو چکا، پھر مالدار کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا میں نے تجھے اتنی وسعت اور گنجائش نہیں دی تھی کہ تجھے کسی کا محتاج نہیں رہنے دیا؟ وہ عرض کرے گا کیوں نہیں پروردگار! اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے تجھے جو کچھ دیا تھا تو نے اس میں کیا عمل کیا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں صلہ رحمی کرتا تھا، اور صدقہ وخیرات کرتا تھا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا نہیں! بلکہ تیرا مقصد یہ تھا کہ لوگ تیرے متعلق یہ کہیں کہ فلاں بڑا سخی ہے سو وہ کہا جا چکا۔ پھر راہِ خدا میں شہید ہونے والے کو لایا جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تجھے کیوں قتل کیا گیا؟ وہ عرض کرے گا کہ مجھے تیرے راستے میں جہاد کا حکم ملا تھا سو میں نے قتال کیا حتیٰ کہ خود مارا گیا،

---

❶ ابن ماجہ: ۴۲۰۵. ❷ مجمع الزوائد: ۲۲۳/۱۰ ـ حلیۃ الاولیاء: ۳۱/۳.

❸ سورۃ ال عمران: ۳۱.

اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ تو نے جھوٹ بولا، تیرا مقصد تو یہ تھا کہ لوگ یہ کہیں کہ فلاں آدمی بڑا بہادر ہے، سو وہ کہا جا چکا۔ اے ابو ہریرہ! یہ وہ تین لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے پہلے جہنم کو بھڑکائے گا۔ ❶

اسی مضمون کی ایک روایت ترتیب کی تبدیلی کے ساتھ امام احمد، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے بھی نقل کی ہے جس میں مجاہد کا ذکر پہلے ہے، پھر قاری کا اور پھر مالدار کا ذکر ہے، نیز حاکم نے بھی اس مضمون کی روایت الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ ترمذی کی ترتیب پر ہی نقل کی ہے اور حاکم ہی میں یہ الفاظ بھی منقول ہیں تین قسم کے لوگ ہیں جو حساب کے وقت ہلاک ہو جائیں گے، ایک سخی، دوسرا بہادر اور تیسرا عالم۔

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے شرک اصغر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ تمام اگلے پچھلے لوگوں کو ایک ایسے دن میں جمع فرمائے گا جس کے آنے میں کوئی شک نہیں تو اس دن ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ جس شخص نے کسی ایسے عمل میں ''جو اللہ کی رضا کے لیے کیا جاتا ہو'' کسی کو شریک ٹھہرایا ہو، اسے چاہیے کہ اس کے ثواب کا مطالبہ بھی اسی سے کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ شرک کے حوالے سے اپنے تمام شرکاء سے سب سے زیادہ مستغنی ہے۔ ❷ اسی طرح طیالسی اور احمد نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں بہترین مدمقابل ہوں اس شخص کا جو میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرائے، کیونکہ اس کا ہر تھوڑا اور زیادہ عمل اس کے اس شریک کا ہو گا جسے اس نے میرے ساتھ شریک ٹھہرایا ہے، میں اس سے بے نیاز ہوں۔ ❸ نیز امام مسلم اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ قیامت کے دن جب مہر شدہ نامہ اعمال بارگاہ خداوندی میں پیش کیے جائیں گے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرمائے گا کہ اسے قبول کر لو، اور اسے پرے کر دو، فرشتے عرض کریں گے کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم! ہم اس میں بھی اچھے اعمال ہی لکھے دیکھ رہے ہیں' اللہ تعالیٰ فرمائے گا ہاں! یہ بات صحیح ہے، لیکن یہ اعمال میرے علاوہ کسی اور کیلئے تھے اور آج میں صرف وہی اعمال قبول کروں گا جو صرف میری رضا حاصل کرنے کیلئے کیے گئے ہوں۔ ❹ ابن عساکر اور دارقطنی نے بھی اس مضمون کی ایک روایت تقریباً انہی الفاظ کے ساتھ نقل کی ہے۔

عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کی ایک مرسل روایت میں ہے کہ فرشتے اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے کسی بندے کا عمل آسمان پر لے جاتے ہیں، وہ اسے بہت زیادہ سمجھ رہے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس عمل کو لے کر ایسی جگہ پہنچ جاتے ہیں جو اللہ کو اپنی سلطنت میں منظور ہوتی ہے، پھر اللہ ان فرشتوں کی طرف یہ پیغام بھیجتا ہے کہ تم لوگ میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو جبکہ میں اس کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کی بھی نگرانی کرتا ہوں، میرے بندے نے یہ عمل خالص میری رضا کے لیے نہیں

---

❶ ترمذی: ۲۳۸۲.

❷ ترمذی: تفسیر سورة: ۱۸، باب: (٦)۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: (۲۱)۔ مسند احمد: ۱/ ٤.

❸ مسند احمد: ٤/ ۱۲٦.

❹ صحیح مسلم، کتاب الزهد: (٤٦)۔ ابن ماجه، کتاب الزهد، باب: (۲۱)۔ مسند احمد: ۳/ ٤٦٦.

کیا اس لیے تم اسے سجین یعنی جہنم کے رجسٹر میں رکھ دو، اسی طرح بعض اوقات فرشتے کسی بندے کا عمل آسمان پر لے کر چڑھتے ہیں تو وہ اسے بہت تھوڑا اور کم حیثیت سمجھ رہے ہوتے ہیں، یہاں تک کہ وہ اس عمل کو لے کر ایسی جگہ پر پہنچ جاتے ہیں جو اللہ کو اپنی سلطنت میں منظور ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف یہ پیغام بھیجتا ہے کہ تم لوگ میرے بندے کے اعمال کے محافظ ہو، جبکہ میں اس کے دل میں پیدا ہونے والے خیالات کی بھی نگرانی کرتا ہوں، میرے اس بندے نے یہ عمل خالص میری رضا کے لیے کیا تھا اس لیے اسے علیین یعنی نیکو کاروں کے کھاتے میں رکھ دو، اور ابن سعد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک منادی اعلان کرے گا جس شخص نے کوئی عمل غیر اللہ کے لیے کیا ہو، اسے چاہیے کہ اس کا ثواب اسی طلب سے طلب کرے جس کے لیے اس نے عمل کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں اور ترمذی و ابن ماجہ نے اپنی اپنی سنن میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ''جب الحزن'' سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، یہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے خود جہنم بھی روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اس وادی میں وہ قراء داخل ہوں گے جو اپنے اعمال میں ریاکار ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ قراء وہ ہیں جو امراء کو دھوکہ دیتے ہیں (ان سے پیسے بٹورتے ہیں) ❶ اور طبرانی نے اسی مضمون کو ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے جس سے خود جہنم بھی روزانہ چار سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے، اس وادی کو امت مسلمہ کے ریاکاروں کے لیے تیار کیا گیا ہے خواہ وہ حاملین قرآن ہوں، صدقہ وخیرات کرنے والے ہوں، بیت اللہ کا حج کرنے والے ہوں یا راہ خدا میں نکلنے والے ہوں۔

امام احمد اور مسلم رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص شہرت کے لیے کوئی عمل کرتا ہے، اللہ اسے اس شہرت کے حوالے کر دیتا ہے اور جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے، اللہ اسے اس دکھاوے کے حوالے کر دیتا ہے اور جو شخص تنگی کرتا ہے، اللہ قیامت کے دن اس پر تنگی کر دے گا۔ ❷ عقیلی اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے نزدیک اس کے بندوں میں سب سے زیادہ مبغوض وہ بندہ ہے جس کے کپڑے اس کے عمل سے بہتر ہوں اور وہ اس طرح کہ اس کے کپڑے انبیاء کرام علیہم السلام جیسے ہوں اور اس کا عمل ظالموں جیسا ہو، ابو عبدالرحمٰن سلمی اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے دو قسم کی شہرت سے بچو، ایک اون کی اور ایک ریشم کی، قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس شخص کو ہوگا جو لوگوں کو یہ باور کراتا ہو کہ اس میں بڑی خیر ہے، حالانکہ اس میں معمولی سی خیر بھی نہیں ہوتی، ابو نعیم اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے اللہ تعالیٰ نے ہر ریاکار پر جنت کو حرام قرار دے دیا ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زمین بارگاہِ الٰہی میں ان لوگوں کے خلاف فریاد کرتی ہے جو دکھاوے کے لیے اونی لباس پہنتے ہیں۔

ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے سوائے بھوک برداشت کرنے کے کچھ نہیں ملتا، اور کتنے ہی راتوں کو قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں اپنے قیام سے سوائے شب بیداری کے کچھ حاصل

---

❶ ترمذی: ۲۳۸۳۔ ابن ماجہ: ۲۵۶.

❷ صحیح بخاری، کتاب الرقاق، باب: (۳۶)۔ صحیح مسلم، کتاب الزھد: (۴۷)۔ ترمذی: (۱۰۹۷)۔ مسند احمد: ۵/ ۴۵.

نہیں ہوتا۔ ❶ یہی مضمون احمد، طبرانی اور حاکم نے بھی روایت کیا ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کی مہک پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے لیکن جو شخص آخرت کا عمل طلب دنیا کے لیے کرتا ہے وہ اسے محسوس نہیں کرے گا۔ طبرانی، ابو یعلی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص لوگوں کے دیکھنے کی جگہ ہر نماز بہت عمدہ کرکے پڑھتا ہے اور تنہائی میں اسے برے طریقے سے ادا کرتا ہے تو یہ ایک تحقیر ہے جس سے وہ اپنے رب کو بے اہمیت کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص آخرت کے عمل کو خوب مزین کرے لیکن اس کا مقصد اور مطلب آخرت نہ ہو تو آسمان وزمین میں بسنے والی تمام مخلوقات اس پر لعنت کرتی ہیں، ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی قوم آخرت کے لیے کیا جانے والا عمل مزین کرے، لیکن اس کا مقصد دنیا کی خوبصورتی حاصل کرنا ہو تو اس کا ٹھکانہ جہنم ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے جو شخص غیر اللہ کو دکھانے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو وہ اللہ سے بری ہو گیا، اور طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے جو شخص ریاکاری اور شہرت کی خاطر کسی جگہ کھڑا ہو، وہ مسلسل اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے یہاں تک کہ بیٹھ جائے۔

امام احمد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دکھاوے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے، اللہ اسے دکھاوے ہی کے حوالے کر دے گا اور جو شخص شہرت حاصل کرنے کے لیے کوئی عمل کرتا ہے اللہ اسے اس شہرت کے حوالے کر دے گا۔ ❷ اس حدیث کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے کے لیے ظاہر کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے رسوا کر دے گا اور جو شخص اس مقصد کے لیے کوئی نیک عمل کرے تاکہ لوگ اس کی تعظیم کریں حالانکہ وہ نیک نہ ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کو تمام مخلوق کے سامنے نمایاں کر دے گا، نیز امام احمد رحمہ اللہ، شیخین اور ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو ایسی نعمت سے سیراب ظاہر کرے جو اسے نہ دی گئی ہو، وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔ ❸ نیز امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگو! شرک سے بچو کیونکہ اس کی آمد چیونٹی کی آہٹ سے بھی آہستہ ہوتی ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم اس سے کس طرح بچیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یوں کہا کرو، اے اللہ! ہم اس بات سے آپ کی پناہ میں آتے ہیں کہ جان بوجھ کر آپ کے ساتھ کسی چیز کو شریک ٹھہرائیں اور جس چیز کو ہم نہیں جانتے اس پر ہم آپ سے معافی مانگتے ہیں۔ ❹

اسی مضمون کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے فرمایا تم لوگوں (بعد میں آنے والوں) میں شرک چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ آہستگی سے در آئے گا، میں تمہیں ایک چیز بتاتا ہوں اگر تم نے اس پر عمل

---

❶ ابن ماجہ (۱۶۹۰)

❷ صحيح مسلم، كتاب الزهد: (٤٨)۔ ترمذی: (٢٣٨١)۔ ابن ماجه: (٤٢٠٧)۔ مسند احمد: ٣/ ٤٠.

❸ صحيح بخاری، كتاب ثاح، باب: (١٠٦)۔ صحيح مسلم، كتاب اللباس: (١٢٦)۔ ترمذی، كتاب البر، باب: (٨٧)۔ مسند احمد: ٦/ ١٦٧.

❹ مسند احمد: ٤/ ٤٠٣.

کرلیا تو شرک کے چھوٹے اور بڑے تمام درجات تم سے دور ہو جائیں گے اور وہ یہ ہے کہ تم تین دفعہ یہ کلمات کہہ لیا کرو اے اللہ! میں اس بات سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ جان بوجھ کر تیرے ساتھ کسی کو شریک کروں اور جس چیز کو میں نہیں جانتا، اس پر تجھ سے معافی مانگتا ہوں، اسی مضمون کو حکیم ترمذی نے ابن جریج سے بلاغا بھی روایت کیا ہے، گزشتہ صفحات میں یہ حدیث بھی گزر چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق شرک اور شہوت خفیہ کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے، پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفسار پر شرک کی وضاحت ریاکاری سے فرمائی اور شہوت خفیہ کا مطلب یہ بیان فرمایا کہ کوئی شخص صبح کے وقت روزہ رکھنے کے ارادے سے اٹھے گا، پھر اس کے سامنے اس کی خواہشات میں سے کوئی خواہش آ جائے گی اور وہ روزہ چھوڑ دے گا۔ ❶

دیلمی نے اس حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض اوقات انسان کوئی عمل پوشیدگی کے ساتھ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ بھی اسے خفیہ طور پر لکھ لیتا ہے لیکن شیطان اس شخص کے پیچھے مسلسل لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنے اس عمل کا کسی کے سامنے اظہار کر دیتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اسے خفیہ جگہ سے مٹا کر اس کا علی الاعلان ہونا لکھ دیتا ہے، پھر اگر وہ دوبارہ اس کا اظہار کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے خفیہ اور علانیہ ہر جگہ سے مٹا کر اس کا ریاکاری کے لیے ہونا لکھ دیتا ہے، اسی طرح خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شرکاء میں سب سے بہترین ہوں، اس لیے جو شخص میرے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا ہے، وہ میرے شریک کا ہوتا ہے، اے لوگو! اپنے اعمال کو اللہ کے لیے خالص کرلو، کیونکہ اللہ صرف انہی اعمال کو قبول کرے گا، جو خالص اسی کے لیے عمل میں لائے گئے ہوں گے، اور یہ نہ کہا کرو کہ یہ اللہ کے لیے اور صلہ رحمی کے لیے ہے کیونکہ وہ عمل صلہ رحمی کے لیے ہو جائے گا اور اللہ اس میں سے کچھ نہیں لے گا، اسی طرح امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کوئی ایسا علم حاصل کرے جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہو، لیکن وہ اسے محض دنیا کا ساز و سامان حاصل کرنے کے لیے سیکھتا ہے تو وہ قیامت کے دن جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا۔ ❷ امام احمد، حاکم، اور بیہقی رحمہم اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں وہ بات نہ بتاؤں جو میرے نزدیک تمہارے حوالے سے مسیح دجال سے بھی زیادہ خوفناک ہے؟ وہ شرک خفی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے انسان کی خاطر کسی عمل کے لیے کھڑا ہو۔ ❸ اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کی اطاعت کو بندوں کی تعریف کی پسندیدگی سے بچا کر رکھا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے اعمال ضائع ہو جائیں، اسی طرح بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے لوگو! تم اپنے آپ کو ''شرک سرائر'' سے بچاؤ، یعنی کوئی آدمی کھڑا ہو کر نماز پڑھے اور اپنی نماز کو خوب محنت و کوشش کر کے مزین کرے کیونکہ اسے معلوم ہے کہ لوگوں کی نظریں اس پر لگی ہوئی ہیں، یہی شرک سرائر ہے، ایک روایت میں نماز کی بجائے رکوع و سجود کا ذکر ہے، اسی طرح ابونعیم نے بھی چیونٹی کی آہٹ سے زیادہ آہستہ شرک کی آمد والی روایت نقل کی ہے۔ ابن جریر اور نسائی نے اللہ تعالیٰ کے تمام شرکاء سے مستغنی ہونے والی روایت نقل کی

---

❶ مسند احمد: ٤/ ١٢٤.

❷ ابو داؤد، کتاب العلم، باب: ١٢ـ ابن ماجه: ٢٥٢ـ مسند احمد: ٢/ ٣٣٨.

❸ مسند احمد: ٣/ ٣٠.

ہے۔ بیہقی نے بھی قیامت کے دن ریا کار اور شہرت کے طلب گار کے لیے رسوائی والی روایت نقل کی ہے۔

دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے جو شخص اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے ایسی چیز سے مزین کرتا ہے کہ اللہ اس میں دوسری چیز کو جانتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے نفرت کرتا ہے، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے جو شخص اپنے قول اور لباس سے اپنے آپ کو لوگوں کے سامنے تیار کرتا ہے اور اپنے اعمال میں اس کے خلاف کرتا ہے، اس پر اللہ کی، تمام فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہے۔ نیز طیالسی، احمد، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ریا کاری کرتے ہوئے نماز پڑھتا ہے وہ شرک کرتا ہے، جو شخص ریا کاری کرتے ہوئے روزہ رکھتا ہے وہ بھی شرک کرتا ہے اور جو شخص ریا کاری کرتے ہوئے صدقہ کرتا ہے وہ بھی شرک کرتا ہے۔ [1] اسی طرح امام احمد، ابن سعد، یعقوب بن سفیان، بغوی، ابن سکن، باوردی، ابن مندہ، ابن نافع، طبرانی، ابونعیم اور سعید بن منصور نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کوئی خطبہ دینے کے لیے کھڑا ہو اور اس سے اس کا مقصد ریا کاری یا شہرت حاصل کرنا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے ریا کاری اور شہرت کے مقام پر روک لے گا۔ [2] نیز طبرانی نے اسی قسم کے مضمون میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ دنیا میں جس شخص کی دو زبانیں رہی ہوں گی، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن آگ سے اس کی دو زبانیں بنا دے گا۔

اسی طرح طبرانی، ابونعیم، بیہقی، ابن عساکر اور ابن نجار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کی ایک جماعت کو جنت کی طرف روانہ کیے جانے کا حکم دیا جائے گا، جب وہ اس کے قریب پہنچیں گے، اس کی مہک سونگھیں گے، اس کے محلات اور اس میں اہل جنت کے لیے اللہ کی تیار کردہ نعمتوں کو دیکھیں گے تو آواز آئے گی کہ انہیں یہاں سے پھیر کر واپس لے جاؤ، جنت میں ان لوگوں کا کوئی حصہ نہیں ہے، چنانچہ وہ لوگ ایسی حسرت کے ساتھ واپس لوٹیں گے کہ ایسی حسرت کے ساتھ اولین وآخرین میں سے کوئی نہ لوٹا ہوگا، وہ لوگ عرض کریں گے کہ پروردگار! اگر تو ہمیں یہ ثواب اور جنت میں تیار کی گئی نعمتوں کو دکھائے بغیر ہی جہنم میں داخل کر دیتا تو ہمارے لیے جہنم میں جانا زیادہ آسان ہوتا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے بدنصیب لوگو! میں یہی چاہتا تھا، تم لوگ جب خلوت میں ہوتے تو بڑے بڑے گناہوں کے ساتھ مقابلہ کرتے تھے، اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو اپنی عاجزی کا اظہار کرتے تھے، تم اپنے اعمال لوگوں کو دکھانے کے لیے کرتے تھے، اپنے دلوں سے تم مجھے وہ ادا نہیں کرتے تھے، تم لوگوں سے ڈرتے تھے لیکن مجھ سے نہیں ڈرتے تھے، تم لوگوں کو بڑا سمجھتے تھے لیکن مجھے بڑا نہیں سمجھتے تھے، تم نے لوگوں کی خاطر کچھ چیزیں چھوڑی تھیں، میری خاطر نہیں، اس لیے آج میں تمہیں عذاب چکھاؤں گا، اور ثواب سے تو تم محروم ہو ہی گئے ہو۔

اسی طرح ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی ایسے شخص کی پکار نہیں سنتا جو شہرت حاصل کرنا چاہتا ہو، ریا کار ہو، غافل ہو یا کھیل تماشا کرنے والا ہو، اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں کو سنانے کے لیے ایک منادی آواز لگائے گا لوگوں کی عبادت اور پوجا کرنے والے کہاں ہیں؟ اٹھو اور جن لوگوں کے لیے تم اعمال کرتے تھے ان سے

---

[1] مسند احمد: ٤/ ١٢٦. [2] مسند احمد: ٣/ ٥٠٠.

اپنا اجر وصول کرو، کیونکہ میں کوئی ایسا عمل قبول نہیں کرتا جس میں دنیا اور اہل دنیا کی آمیزش ہوگئی ہو، امام ذہبی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کل (قیامت کو) نجات کا سبب کیا چیز ہوگی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم اللہ کو دھوکہ نہ دو، سائل نے پوچھا کہ اللہ کو دھوکہ کیسے دیا جاسکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ اس طرح کہ تم عمل وہ کرو جس کا اللہ اور اس کے رسول نے تمہیں حکم دیا ہے اور مقصد تمہارا غیر اللہ کی خوشنودی ہو، اس لیے ریا کاری سے بچو کیونکہ یہ بھی اللہ کے ساتھ شرک ہے، ریا کار کو قیامت کے دن تمام مخلوقات کے سامنے چار ناموں سے پکارا جائے گا، اے کافر! اے فاجر! اے دھوکہ باز! اور خسارے کا شکار ہونے والے! تیرے عمل ضائع ہو گئے اور تیرا اجر وثواب باطل ہو گیا لہٰذا آج تیرا کوئی حصہ نہیں ہے، او دھوکہ باز! تو اس سے جا کر اپنا ثواب طلب کر جس کے لیے تو عمل کرتا تھا۔

کتاب وسنت سے جو قطعی نصوص آپ کے سامنے پیش کی گئی ہیں، ان سے ریا کاری کی حرمت پر اجماع بھی واضح طور پر ثابت ہو جاتا ہے، اور اسی وجہ سے بڑے بڑے علماء اس کی مذمت پر متفق ہیں، اور ساری امت اس کی حرمت اور اس کے بہت بڑے گناہ ہونے پر متفق ہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا جو گردن جھکائے چلا جا رہا تھا، انہوں نے اس سے فرمایا اے گردن والے صاحب! اپنی گردن اٹھاؤ، خشوع وخضوع گردن میں نہیں ہوتا، وہ تو دل میں ہوتا ہے، اسی طرح حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ مسجد میں سجدہ ریز ہو کر رو رہا تھا، حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تو بڑا بہترین آدمی ہوتا اگر تو یہ کام اپنے گھر میں کرتا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ ریا کار آدمی کی تین علامتیں ہیں، تنہا ہو تو سست ہو، لوگوں کے درمیان ہو تو چست ہو، اور تعریف ہونے پر اس عمل میں اضافہ کر دے اور مذمت ہونے پر اس میں کمی کر دے اور فرمایا انسان کو محض اس کی نیت پر وہ کچھ دے دیا جاتا ہے جو اس کے اعمال پر نہیں دیا جاتا، کیونکہ نیت میں ریا کاری نہیں ہوتی۔ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے پوچھا کہ اگر میں اپنی تلوار سے اللہ کے راستے میں قتال کروں اور میرا مقصد یہ ہو کہ اللہ کی رضا اور لوگوں کی تعریف حاصل ہو جائے تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا تمہیں کچھ نہیں ملے گا، یہ جملہ انہوں نے تین مرتبہ دہرایا اور بتایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرک سے بیزار ہوں، اور متعدد بزرگان دین نے اس جملے کی بھی مذمت فرمائی ہے کہ یہ کام اللہ کی رضا اور فلاں کی خوشی کے لیے ہے کیونکہ اللہ کا کوئی شریک نہیں ہے، اور قتادہ کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص ریا کاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا بندہ میرا مذاق اڑا رہا ہے۔

ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں کہ جو شخص شہرت کا طلب گار ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے سچا نہیں ہے، فضیل کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی ریا کار کو دیکھنا چاہے تو وہ مجھے دیکھ لے، وہ یہ فرمایا کرتے تھے کہ لوگوں کی خاطر کسی عمل کو ترک کر دینا ریا کاری ہے، اور لوگوں کی خاطر کوئی عمل کرنا شرک ہے، اور اخلاص یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ان دونوں سے بچالے، بعض حکماء کا کہنا ہے کہ ریا کاری اور حصول شہرت کے لیے کوئی عمل کرنے والے کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے اپنی تھیلی کنکریوں سے بھر رکھی ہو، اور وہ کسی مارکیٹ میں ان کنکریوں کے ذریعے خریداری کے لیے پہنچ جائے، جب وہ بائع کے سامنے اپنی تھیلی کھولے تو وہ اس کا

مذاق اڑانے لگے اور اسے اس کے منہ پر دے مارے، یعنی اسے اس تھیلی سے کوئی فائدہ نہ پہنچے بلکہ لوگ یہ کہنے لگیں کہ اس کی تھیلی کتنی بھری ہوئی ہے، لیکن اسے اس کے عوض کچھ نہیں ملے گا، بس اسی طرح ریا کاری اور حصول شہرت کے لیے عمل کرنے والا ہوتا ہے کہ اسے اس کے عمل سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا، الٹا لوگ باتیں کرتے ہیں اور آخرت میں اسے کوئی ثواب نہیں ملتا جیسا کہ ارشاد ربانی ہے''ہم نے انہیں ان کے اعمال تک پہنچا دیا جو وہ کرتے رہے تھے اور ہم نے انہیں بکھرا ہوا گرد وغبار بنا دیا۔''[1] یعنی وہ اعمال جن سے انسان کا مقصد غیر اللہ کو خوش کرنا ہو، ان کا ثواب باطل ہو جاتا ہے اور اس کے اعمال اس بکھرے ہوئے گرد وغبار کی طرح ہو جاتے ہیں جو سورج کی شعاعوں میں نظر آتا ہے۔

چند ضروری تنبیہات

سب سے پہلی بات یہ ہے کہ ریا کا لفظ رویت اور سمعہ کا لفظ (بمعنی شہرت) سماع سے لیا گیا ہے، ریا کاری کی تعریف یہ ہے کہ نیک عمل کرنے والا اپنی عبادت سے غیر اللہ کی خوشنودی چاہتا ہو اور وہ اس طرح کہ اس کی یہ خواہش ہو کہ لوگوں کو اس کی عبادت کا حال معلوم ہو جائے، اور وہ اس کے کمال سے واقف ہو جائیں تاکہ اس کے ذریعے ان سے مال ودولت یا عزت ومرتبہ یا تعریف حاصل ہو جائے۔

اس کی مختلف صورتیں ہیں مثلاً چہرے کا پیلا پن اور کمزوری، بالوں کا پراگندہ بنا لینا، شکل وصورت بہت معمولی بنا لینا، آواز پست کر لینا، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ شخص عبادت، غم اور پریشانی، کم کھانے اور اپنے نفس کے معاملات میں لاپرواہ ہونے میں بڑی محنت کر رہا ہے، کیونکہ وہ زیادہ اہم کاموں میں مشغول ہے، اسی طرح مسلسل روزے رکھنا، جاگتے رہنا، دنیا اور اہل دنیا سے اعراض کرنا، لیکن یہ بدنصیب اس بات سے ناواقف ہے کہ اس طرح کے کاموں سے وہ چوروں، ڈاکوؤں اور دیگر جرائم پیشہ افراد سے بھی زیادہ برا ہو جاتا ہے کیونکہ وہ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف تو کرتے ہیں، اپنے دین کے حوالے سے وہ کسی دھوکے کا شکار تو نہیں ہوتے جبکہ یہ بدنصیب ایسا نہیں ہے، اسی طرح نیک لوگوں کی حالت اختیار کر لینا مثلاً چلتے ہوئے سر جھکا لینا، آہستہ آہستہ چلنا، چہرے پر سجدے کے نشانات باقی رکھنا، اونی اور کھردرے معمولی کپڑے پہنا، تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ علماء اور معزز صوفیاء میں سے ہے جبکہ ایسا شخص تو علم اور تصوف کی اصل حقیقت جاننے میں ہی مفلس ہے اور اس دھوکے کا شکار ہونے والے بدنصیب کو یہ بھی معلوم نہیں ہے کہ اس طرح کی دھوکہ بازیوں کے نتیجے میں انسان کی جہاں تک رسائی ہوتی ہے اس پر قبولیت حرام ہوتی ہے۔

اسی طرح ریا کاری کی ایک صورت وعظ ونصیحت بھی ہے، سنتوں کو یاد رکھنے، مشائخ سے ملاقات اور علوم میں اپنی پختگی کا مظاہرہ کرنا بھی اس میں شامل ہے، کیونکہ قولی ریا کی اقسام وانواع حد شمار سے باہر ہیں، یا یہ کہ انسان نماز کے ارکان کو لمبا کرنا شروع کر دے، ان میں خوبصورتی پیدا کرنے لگے، نماز میں خشوع وخضوع کا اظہار کرنے لگے، اسی طرح روزہ اور حج وغیرہ

---

[1] سورۂ فرقان: ۲۳.

عبادات میں ایسا کرنے لگے، اور عملی ریا کی اقسام بھی محدود و منحصر نہیں ہیں۔

بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ریا کار انسان اپنے اندر پختگی اور جماؤ پیدا کرنے کے لیے تنہائی میں بھی نیک کام کرتا ہے تاکہ لوگوں کے سامنے اسے وہ عمل دہرانے میں کوئی مشکل اور پریشانی نہ رہے، ظاہر ہے کہ ایسا وہ اللہ کے خوف اور حیاء کی وجہ سے نہیں کر رہا ہوتا ہے، اسی ریا کاری کا اظہار بعض اوقات آنے جانے والوں اور ملاقات کرنے والوں سے بھی کیا جاتا ہے مثلاً کسی عالم، گورنر، یا نیک آدمی کو اپنی ملاقات کے لیے آنے پر مجبور کرنا تاکہ لوگ اس کی عظمت کے قائل ہو کر یہ سمجھیں کہ بڑے بڑے لوگ اس سے برکت حاصل کرنے کے لیے اس کے پاس آتے ہیں، اسی طرح دوسروں کے سامنے اپنی بڑائی اور فخر ثابت کرنے کے لیے یہ بیان کرنا کہ اس کی ملاقات اتنے زیادہ شیوخ سے ہوئی ہے، یہ ساری صورتیں ریا کاری کی ہیں، جنہیں اختیار کرنے سے انسان کا مقصد عزت و مرتبہ اور شہرت کا حصول ہوتا ہے تاکہ لوگوں کی زبان پر اس کی تعریف جاری ہو جائے اور ساری دنیا کے منافع سمٹ کر اس کے پاس آ جائیں۔

دوسری تنبیہ

شریعت میں جہاں کہیں بھی ''ریا'' کا ذکر آیا ہے، اس سے مراد وہی مذموم ریا ہے جس کی تعریف پیچھے گزر چکی ہے، پھر اگر اس شخص کا مقصد ریا کاری کے علاوہ کچھ بھی نہ ہو تو اس کی عبادت ہی باطل ہے، اور کاش! کہ اسے اس کے علاوہ کوئی اور برائی نہ ملتی لیکن اس کا کیا کیا جائے کہ اس شخص پر اس کا بہت بڑا گناہ ہے اور وہ انتہائی قابل مذمت ہے، جیسا کہ گزشتہ صفحات میں آیات واحادیث مبارکہ سے اس کی تفصیل معلوم ہو چکی اور اس کی حرمت اور اس کے گناہ کبیرہ اور شرک ہونے کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ دراصل اس میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ استہزاء کی صورت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ ابھی اشارۃً گذرا ہے، اور اس اجمال کی وضاحت اس مثال سے کی جاسکتی ہے کہ کسی بادشاہ کا کوئی خادم اس کی خدمت میں کھڑا ہو، اگر اس کا مقصد بادشاہ کی کسی باندی یا بے ریش خوبصورت لڑکے کو دیکھنا ہو تو معمولی سے معمولی عقل رکھنے والا آدمی بھی سمجھ سکتا ہے کہ اس میں وہ خادم بادشاہ کا مذاق اڑا رہا ہے، کیونکہ اس کی اس حرکت سے کسی طرح بھی بادشاہ کا قرب حاصل نہیں ہو سکتا، اور وہ بیوقوف یہ سمجھتا ہے کہ اسے بادشاہ کا بہت زیادہ تقرب حاصل ہے، اس سے بڑھ کر استہزاء کیا ہوگا کہ تم اپنے رب کی عبادت سے اپنے جیسے کسی انسان کو خوش کرنے کا ارادہ کر لو جو اپنی ذات میں خود بہت عاجز ومحتاج ہے، تمہارا کیا فائدہ کرے گا، لیکن اس کے باوجود تمہارا اسے خوش کرنے کے ارادے سے عبادت کرنا اس بات کا غماز ہے کہ وہ شخص تمہارے اغراض ومقاصد کو پورا کرنے پر اللہ تعالیٰ سے زیادہ قادر ہے، اس طرح تم ایک عاجز وکمزور بندے کو اپنے طاقتور اور قادر آقا پر ترجیح دیتے ہو، اسی وجہ سے ریا کو ہلاک کرنے والے کبائر میں شمار کیا گیا ہے اور اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے اسے شرک اصغر قرار دیا ہے۔

نیز اس میں مخلوق کو بھی دھوکہ دینا ہے کیونکہ ریا کار آدمی لوگوں کو یہ دکھا رہا ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا مخلص اور فرمانبردار بندہ ہے، حالانکہ حقیقت اس کے برخلاف ہوتی ہے، بلکہ دنیاوی معاملات میں بھی تلبیس حرام ہے، چنانچہ اگر کوئی شخص کسی کا قرض اس طرح ادا کرے کہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ اس پر احسان کر رہا ہے اور اس طرح اس کی سخاوت کے معتقد ہو جائیں تو وہ

گنہگار ہوگا کیونکہ اس میں دھوکے اور مکروفریب کے ذریعے لوگوں کے دلوں پر اپنا سکہ جمانے کی صورت پائی جا رہی ہے۔

اگر آپ یہ پوچھیں کہ ریا کاری کے شرک اصغر ہونے کی وجہ تو واضح ہوگئی، لیکن اس کے شرک اکبر سے جدا اور الگ ہونے کی وجہ کیا ہے؟ تو یہ بات ایک مثال سے آپ کے سامنے واضح ہو جائے گی اور وہ یہ کہ جب کوئی شخص نماز پڑھتا ہے اور اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ لوگ اسے نیک آدمی کہیں، تو اس شخص کو اس عمل پر ابھارنے والی چیز تو ریا کاری ہے لیکن اس عمل کے دوران کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اللہ کی تعظیم کا ارادہ کر لیتا ہے اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ کسی بھی چیز کا ارادہ نہیں کرتا، ان دونوں صورتوں میں اس سے کوئی کفریہ حرکت صادر نہیں ہوئی بخلاف شرک اکبر کے کہ وہ اس کے بغیر متحقق نہیں ہوسکتا مثلاً یہ کہ انسان غیر اللہ کی تعظیم کے ارادے سے سجدہ کرے، معلوم ہوا کہ ریا کار آدمی میں شرک اس ''واسطے'' سے پیدا ہوا کہ اس نے اپنی نگاہوں میں مخلوق کو اتنا عظیم سمجھ لیا کہ اسے رکوع اور سجدہ کرنے پر مجبور ہوگیا، اور وہ مخلوق من وجہ معظم ہوگئی، یہ بعینہٖ شرک خفی ہے، گو کہ شرک جلی نہ ہو، اور اس کا سبب انتہائی جہالت ہے اور انسان یہ اقدام شیطان کے دھوکے میں آ کر کرتا ہے، اور وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ فلاں شخص ''جو حقیقت میں خود بہت عاجز اور کمزور ہے'' اللہ تعالیٰ سے زیادہ اس کی روزی اور منافع پر قدرت رکھتا ہے، جب ہی تو وہ اپنی توجہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے پھیر کر اس کی طرف کر رہا ہوتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ بھی ایسے شخص کو ان کے حوالے کر دے گا، جیسا کہ احادیث میں گزرا کہ ان لوگوں کے پاس جاؤ جنہیں دکھانے کے لیے تم عمل کرتے تھے اور ان سے اپنا اجر مانگو، اور جن لوگوں کے پاس انہیں بھیجا جائے گا، وہ تو خود اپنے لیے کسی چیز کے مالک نہیں اور وہ بھی آخرت کے دن

''جس دن کوئی مال اور بیٹے فائدہ نہ پہنچا سکیں گے سوائے اس شخص کے جو اللہ تعالیٰ کے پاس قلب سلیم لے کر آئے گا۔'' [1]

''اس دن ماں اپنے بیٹے کا اور بیٹا اپنے باپ کا کچھ بھی بدلہ نہ دے سکے گا، یقیناً اللہ تعالیٰ کا وعدہ برحق ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا کی زندگی تمہیں دھوکے میں مبتلا کر دے اور کہیں ''دھوکہ باز'' تمہیں اللہ کے متعلق دھوکہ نہ دے دے۔'' [2]

بعض اوقات ''ریا'' کا لفظ کسی جائز اور مباح کام پر بھی بولا جاتا ہے مثلاً عبادت کے بغیر عزت اور مرتبے کی خواہش، جیسے کوئی شخص عمدہ لباس اس ارادے سے پہنے کہ لوگ اس کی نظافت اور جمالیاتی حس پر اس کی تعریف کریں، اسی طرح مالداروں پر خرچ کرنا، عبادت اور صدقہ کی نیت سے نہیں، بلکہ اس نیت سے کہ لوگ اسے سخی کہیں، اسی پر اور بہت ساری مثالوں کو قیاس کیا جا سکتا ہے، اس نوع کی ریا کاری حرام نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اس میں دین کے ساتھ تلبیس اور اللہ کے ساتھ استہزاء نہیں ہے جس کی وجہ سے ریا کو حرام قرار دیا گیا ہے، بلکہ خود نبی علیہ السلام بھی جب گھر سے باہر تشریف لانے کا ارادہ فرماتے تو اپنا عمامہ اور بال درست کر لیتے، اور آئینے میں روئے انور پر ایک نظر ڈال لیا کرتے تھے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا عرض کرتیں یا رسول صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی ایسا کر رہے ہیں؟ نبی علیہ السلام فرماتے ہاں! اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ انسان جب گھر سے نکل کر اپنے بھائیوں کے پاس جائے تو ان کے لیے زیب و زینت اختیار کر لے، یہ الگ بات ہے کہ نبی علیہ السلام کے حوالے سے یہ ایک مؤکد عبادت تھی، کیونکہ نبی علیہ السلام دعوت و تبلیغ کی ذمہ داری پر مامور تھے، اور اس کے لیے امکان بھر ضروری

---

[1] سورۂ شعراء: ۸۸۔ ۸۹۔ [2] سورۂ لقمان: ۳۳۔

ہے کہ لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کیے جائیں اس لیے کہ اگر داعی لوگوں کی نظروں سے گر جائے تو وہ اس سے اعراض کرنے لگتے ہیں، اس لیے اس پر اپنے محاسن کو ظاہر کرنا ضروری ہوتا ہے کیونکہ عام لوگوں کی نظریں ظاہر پر ہوتی ہیں، باطن پر نہیں۔ نبی علیہ السلام کا یہی مقصد تھا، یہی حکم ان علماء کا بھی ہے جو زیب و زینت اور خوبصورتی اختیار کرنے کا یہی مقصد رکھتے ہیں۔

تیسری تنبیہ

امام غزالی اور ابن عبدالسلام کے درمیان اس بات میں اختلاف رائے ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کسی عمل میں ریاکاری اور عبادت دونوں کی نیت رکھتا ہو تو اس کا کیا حکم ہے؟ امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے تو یہ ہے کہ اگر اس میں دنیا کا پہلو غالب ہو تو اسے کچھ ثواب نہیں ملے گا، اگر آخرت کا پہلو غالب ہو تو اسے ثواب ملے گا، اور اگر دونوں پہلو برابر ہوں تو دونوں چیزیں ساقط ہو جائیں گی اور اسے ثواب بھی نہیں ملے گا، جبکہ ابن عبدالسلام کی رائے یہ ہے کہ اسے کسی صورت میں ثواب نہیں ملے گا، ان کی دلیل وہ احادیث ہیں جو پیچھے گزر چکی ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ ان احادیث کی تاویل یہ کرتے ہیں کہ جب دونوں پہلو (ریا اور عبادت) برابر ہوں یا ریا کا ارادہ زیادہ غالب ہو تو حدیث کا حکم اس کی طرف متوجہ ہو جائے گا۔ امام غزالی رحمہ اللہ کے کلام میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ ریاکاری گو کہ حرام ہے لیکن اس سے اصل ثواب ختم نہیں ہوتا جبکہ عبادت کا پہلو غالب ہو، اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کو اسے دیکھنا اس عمل میں اس کی ترجیح کا اور اس کے نشاط میں تقویت کا سبب ہو، تب بھی عبادت کو ترک نہیں کیا جا سکتا، اگر صرف اس کا مقصد ریاکاری ہوتا تو وہ کبھی بھی ایسا عمل نہ کرتا، ہم یہ سمجھتے ہیں ''حقیقی علم تو اللہ تعالیٰ ہی کے پاس ہے'' کہ اس سے اصل ثواب ضائع نہیں ہوتا، البتہ ریاکاری کے ارادے کی وجہ سے اتنے تناسب پر اسے سزا ہوگی اور ثواب کی نیت کے تناسب سے اسے ثواب ہوگا۔

لیکن امام غزالی رحمہ اللہ کی یہ بات ان کی اپنی ہی بات کے خلاف ہے جو اس سے کچھ پہلے ہی انہوں نے کہی ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے صدقہ اور نماز وغیرہ میں اجر و ثواب اور لوگوں کی تعریف دونوں چاہتا ہو تو یہی وہ شرک ہے جو اخلاص کی ضد ہے، اور جس کا حکم ہم نے کتاب الاخلاص میں ذکر کیا ہے اور سعید بن مسیب رحمہ اللہ اور عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہم نے جو بات نقل کی ہے وہ بھی اس بات کی دلیل ہے کہ اسے ثواب بالکل نہیں ملے گا، اس طرح ابن عبدالسلام کا کلام راجح ہو جاتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اگر عمل کرنے والے میں مباح درجے کی ریا موجود ہو تو اس سے اس کا ثواب اصالۃً ختم ہو جانے کا تقاضا نہیں پیدا ہوتا، بلکہ جہاں تک اس کا ارادہ عبادت کا ہوا ''خواہ وہ کتنا ہی کمزور ہو'' اسے اس کے تناسب سے اجر و ثواب ملے گا اور اگر وہ ریا حرام کے درجے تک پہنچ جائے تو پھر اس کا ثواب بالکل ختم ہو جانے کا تقاضا بنتا ہے جیسا کہ اس پر وہ بہت سی احادیث دلالت کرتی ہیں جو پیچھے گزر چکی ہیں، باقی رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا'' [1] تو وہ یہاں متوجہ نہیں ہوتا کیونکہ حرام مقصد سے وہ عمل کرنا اجر و ثواب کو ساقط کر دیتا ہے، گویا اس کا وہ نیک عمل رہتا ہی نہیں ہے اس لیے یہ آیت اس شخص کو شامل نہیں ہے۔

---

[1] سورۂ زلزال: ۷.

یاد رکھیے! اگر کوئی شخص کسی عبادت کو اخلاص کے ساتھ سرانجام دے، بعد میں اس پر ریاکار انسان والی کیفیت آنے لگے، اگر وہ عمل کی تکمیل کے بعد ہو تب تو اس کا کوئی اثر نہیں ہوتا کیونکہ اس کی تکمیل اخلاص پر ہوئی ہے لہٰذا بعد میں ظاہر ہونے والی چیز اس پر اثر انداز نہ ہوگی جبکہ بتکلف اس کا اظہار کرنے سے اپنے آپ کو بچائے، اور اگر وہ ریاکاری کے ارادے سے بتکلف اس کا اظہار کرے تو اس کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ نے اسے تفصیل سے بیان کرنے کے بعد اس بات پر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ اس بعد میں طاری ہونے والے ارادے سے اس عمل کا ثواب کیسے باطل ہو سکتا ہے اور یہ رائے دی ہے کہ قیاس کا تقاضا تو یہ بنتا ہے کہ اس کا عمل ''جو کہ مکمل ہو چکا'' اس پر اسے ثواب ملے اور اطاعت الٰہی کے کام میں اس سے جو ریاکاری سرزد ہوئی ''گو کہ عمل سے فراغت کے بعد ہی سہی'' اس پر اسے سزا ملے، بخلاف اس کے کہ اگر عمل کے دوران ہی اس کی نیت ریاکاری میں تبدیل ہو جائے تو اس سے نہ صرف یہ کہ اس کا ثواب ضائع ہو جائے گا بلکہ صرف ریاکاری کا ارادہ ہونے کی صورت میں وہ عمل ہی فاسد ہو جائے گا، اور اگر صرف ریاکاری کا ارادہ تو نہ ہو لیکن یہ ارادہ غالب ضرور ہو تو امام غزالی رحمہ اللہ کو اس بات میں تردد ہے کہ اس سے عبادت کا عمل فاسد ہوگا یا نہیں، جبکہ حارث محاسبی کا میلان اس کے فاسد ہونے کی طرف ہے۔

ہمارے نزدیک اس حوالے سے سب سے زیادہ عمدہ رائے یہ ہے کہ اگر ریاکاری کی اس مقدار کا اثر عمل کے دوران ظاہر نہ ہو، بلکہ اس عمل کا سبب تو دینی رجحان ہو، بس لوگوں کے دیکھنے کی وجہ سے اس کی خوشی میں اضافہ ہو گیا ہو تو اس سے اس کا عمل فاسد نہ ہوگا، کیونکہ اس کی اصل نیت تو باقی ہے جس نے اسے اس عمل کو سرانجام دینے پر مجبور کیا اس لیے وہ عمل فاسد نہ ہوگا، بخلاف اس کے کہ اگر اس کے سامنے لوگ نہ ہوں تو وہ اپنا عمل ہی ختم کر دے، ظاہر ہے کہ اس طرح اس کا عمل فاسد ہو جائے گا، اور اسے اس کا اعادہ کرنا پڑے گا گو کہ وہ فرض ہی ہو۔

اور وہ تمام احادیث ''جو ریاکاری کے حوالے سے نقل کی گئی ہیں'' اس صورت پر محمول ہیں جبکہ انسان کا مقصد کسی بھی نیک عمل سے صرف مخلوق ہی ہو، اور جن روایات میں شرک کا ذکر آیا ہے وہ اس صورت پر محمول ہیں جب کہ ریاکاری اور ثواب کا ارادہ دونوں برابر ہوں، یا ریاکاری کا ارادہ غالب ہو، اور اگر ریاکاری کا ارادہ ثواب کے ارادے سے ضعیف اور کمزور ہو تو عمل کا ثواب مکمل ختم نہیں ہوگا، اور اس طرح مثلاً نماز فاسد نہ ہوگی اور اگر ابتداءِ نماز میں ہی وہ ریاکاری کو شامل کر لے اور سلام پھیرنے تک اس کی ریاکاری برقرار رہے تو اس مسئلے میں دو رائیں نہیں ہیں کہ وہ شخص اپنی نماز کی قضاء کرے گا اور پڑھی گئی نماز کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور اگر نماز کے دوران ہی اسے اپنی ریاکاری پر ندامت ہوئی اور اس نے استغفار کر لیا تو ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی نماز پھر بھی نہیں ہوئی اور وہ نئے سرے سے نماز پڑھے گا، ایک گروہ کا کہنا ہے کہ اس کا پورا عمل لغو ہو گیا سوائے تکبیر تحریمہ کے کہ وہ مکمل ہو جاتی ہے اور ایک گروہ کی رائے یہ ہے کہ اس پر کوئی چیز لازم نہیں آئے گی بلکہ وہ اپنے اس عمل کو مکمل کر لے کیونکہ اصل اعتبار تو انجام کا ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص اپنے عمل کا آغاز اخلاص سے اور اختتام ریاکاری پر کرے تو اس کا عمل فاسد ہو جائے گا۔

آخری دونوں قول بالخصوص ان میں سے بھی پہلا قول فقہی قیاس کے دائرے سے خارج ہے، نیز یہ قول بھی کہ جب عمل کا

اختتام اخلاص پر ہوتو وہ صحیح ہوتا ہے کیونکہ ریا کاری کی برائی نیت میں اثر کرتی ہے، فقہی قیاس کے مطابق صحیح بات یہ ہے کہ اگر عمل کے آغاز ہی میں انسان کے لیے اسے اختیار کرنے کا سبب محض ریا کاری ہو، کوئی ثواب اور حکم الٰہی کی تعمیل نہ ہوتو اس کا آغاز منعقد ہی نہیں ہوتا اور اس کا مابعد صحیح نہیں ہوتا کیونکہ اس کی نیت غیر یقینی ہے اور اگر وہ اکیلا ہوتو کبھی نماز نہ پڑھے اور اگر یہ صورت ہو کہ وہ لوگوں کی غیر موجودگی میں بھی نماز پڑھتا ہو اور صحیح طریقے سے اس کے ارکان ادا کرتا ہو، لیکن لوگوں کی تعریف میں بھی اسے رغبت ہوتو دو سبب اکٹھے ہو گئے، اب اگر وہ عمل صدقہ وغیرہ ہے تو اس نے ریا کاری کے سبب کو ترجیح دے کر معصیت کا ارتکاب کیا اور ثواب کی جانب کو ترجیح دے کر نیکی کا کام کیا، اور اصول یہ ہے کہ ''جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی گناہ کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔'' ❶ گویا صحیح ارادے کے تناسب سے وہ ثواب کا حقدار ہوگا اور برے ارادے کے تناسب سے سزا کا، اور ان میں سے کوئی ایک دوسرے کو ختم نہیں کر سکتا، نفلی نمازوں کا وہی حکم ہے جو صدقہ وخیرات کا ذکر کیا گیا اور یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کی نماز فاسد ہے یا اس کی اقتداء باطل ہے۔

اور اگر یہ دو سبب کسی فرض میں جمع ہو جائیں لیکن ان میں سے کوئی بھی مستقل نہ ہو بلکہ ان دونوں نے مل کر اسے عمل پر مجبور کیا ہوتو اس سے اس کا واجب ادا نہیں ہوگا اور اگر ان دونوں میں سے ہر ایک مستقل ہو اور وہ اس طرح کہ اگر ریا کاری کا سبب نہ پایا جائے تو وہ فرض ادا کر لے اور اگر فرض کا سبب نہ پایا جائے تو وہ ریا کاری کے لئے نماز پڑھ لے، یہ صورت محل نظر ہے اور اس میں متعدد احتمالات ہو سکتے ہیں مثلاً یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ واجب تو وہ نماز ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو اور وہ پائی نہیں جا رہی، اور یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اصل واجب تو حکم کی تعمیل ہے جس کا سبب ایک مستقل بالذات چیز ہو اور وہ پائی جا رہی ہے لہٰذا کسی دوسری چیز کے اس کے ساتھ ملنے سے فرض ساقط نہیں ہوگا اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی غصب کے مکان میں نماز پڑھنا۔ ❷ اور اگر یہ ریا کاری نماز کی ذات میں نہ ہو بلکہ مثلاً اس کی طرف جلدی کرنے کے حوالے سے ہوتو اس کا صحیح ہونا قطعی اور یقینی ہے، اس لیے کہ نماز کے اصل سبب میں اس کے منافی کوئی چیز معارض نہیں ہے، یہ اس ریا کا حکم ہے جس کی وجہ سے انسان اپنے آپ کو عمل پر آمادہ کرتا ہے، باقی لوگوں کے دیکھنے پر صرف خوش ہو جانا جس کا اثر عمل پر کچھ بھی نہ ہو، اسے نماز فاسد ہونے کا ذریعہ قرار دینا بعید از عقل بات ہے، بظاہر فقہی قوانین کے مناسب یہی بات معلوم ہوتی ہے لیکن فی ذاتہ یہ مسئلہ بہت مشکل ہے کیونکہ فقہاء نے فقہی کتابوں میں اس کا کوئی تذکرہ نہیں کیا، جن لوگوں نے اس پر بحث کی ہے، وہ فقہاء کے قوانین کو مدنظر نہیں رکھ سکے، بلکہ ان کی اولین ترجیح یہ تھی کہ معمولی چیزوں سے عبادات کے فاسد ہونے پر دلوں کی صفائی اور اخلاص کے مطالبہ کو اہم سمجھا جائے۔

چوتھی تنبیہ

ریا کاری کے متعدد درجات ہیں جو قباحت میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، ان میں سب سے زیادہ قبیح ریا وہ ہے جس

---

❶ سورۃ الزلزال: ۷۔۸۔ ❷ کہ شرائط نماز پائی جائیں تو نماز صحیح تو ہو جائے گی لیکن مقبول نہیں ہوگی۔

کا تعلق ایمان سے ہو، یہ منافقین کی حالت ہے جن کی مذمت کثرت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کی ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے ''منافقین جہنم میں سب سے نچلے طبقے میں ہوں گے۔'' ❶ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا دور گزرنے کے بعد یہ لوگ کم ہوگئے، البتہ قباحت میں ان جیسے لوگ بڑھتے رہے ہیں مثلاً ایسی بدعتوں کے معتقدین جو کفر تک پہنچادیں جیسے حشر کا انکار، یا اللہ تعالیٰ کے جزئیات سے واقف ہونے کا انکار، یا مطلقہ عورت کے مباح ہونے کا اعتقاد رکھنا گو کہ زبان سے وہ اس کی مخالفت ہی کرتے ہوں، ان لوگوں کے احوال سے زیادہ قبیح کوئی چیز نہیں ہے، ان کے بعد دوسرا درجہ ان لوگوں کا ہے جو واجب عبادات کے اصول میں ریا کاری کرتے ہیں جیسے خلوت اور تنہائی میں انسان ترکِ عمل کا عادی ہو اور لوگوں کے سامنے مذمت کے خوف سے اس پر عمل کرلیا کرے، اس صورت کی قباحت بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ یہ اس شخص کی انتہائی جہالت کی علامت ہے اور وہ اسے ناراضگی کے اعلیٰ درجے کے ساتھ ادا کررہا ہے۔

اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جو نوافل میں ریا کاری کرتے ہیں جیسے کوئی شخص تنہائی میں نوافل اس لیے ادا کرتا ہو کہ اس کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ لوگوں کے سامنے بھی وہ ادا نہ کرے، البتہ تنہائی میں اس پر سستی آجاتی ہو اور اسے اس کے ثواب کی کوئی خاص رغبت نہ ہو، اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جو اوصاف عبادات سے ریا کاری کرتے ہیں جیسے نماز کے ارکان کو خوب لمبا کرنا، اس میں خشوع وخضوع کا مظاہرہ کرنا، لوگوں کے سامنے اس کی خوب اچھی طرح تکمیل کرنا اور تنہائی میں صرف اس کے واجبات پورے کرنے پر اکتفاء کرلینا تو یہ بھی ممنوع ہے کیونکہ اس میں بھی پہلی صورت کی طرح مخلوق کو خالق پر مقدم کرنا، ہے اور بعض اوقات شیطان انسان کے دماغ میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ وہ ایسا اس لیے کررہا ہے تاکہ لوگ اس پر انگلیاں نہ اٹھائیں، حالانکہ اگر وہ سچا ہو تو خلوت میں بھی انسان ان کمالات کے فوت ہوجانے سے اپنے آپ کو بچائے، اس لیے قرینہ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ اس کا سبب صرف مخلوق کی طرف دیکھنا ہے اس امید سے کہ وہ اس کی تعریف کریں گے۔

اسی وجہ سے ریا کار کے بھی مختلف درجات ہیں، ان میں سب سے قبیح درجہ یہ ہے کہ انسان ریا کاری کے ذریعے کسی معصیت پر قدرت حاصل کرنا چاہتا ہو جیسے کوئی شخص ورع وتقویٰ کا مظاہرہ اس لیے کرے کہ لوگوں کی نظروں میں مشہور ہوجائے تاکہ اسے مختلف مناقب اور وصایا کا ذمہ دار بنا دیا جائے، لوگ اس کے پاس اپنی امانتیں رکھوانے لگیں، یا متفرق صدقات اس کے حوالے کیے جانے لگیں اور ان سب صورتوں میں اس کا مقصد خیانت ہو، یا جیسے کوئی شخص اس نیت سے وعظ ونصیحت، اور تعلیم وتعلم میں مشغول ہو کہ اسے کسی عورت یا غلام تک رسائی حاصل ہوجائے، یہ لوگ اللہ کے نزدیک ریا کاروں میں سب سے زیادہ بدترین ہیں کیونکہ ان لوگوں نے اپنے رب کی اطاعت کو اس کی نافرمانی تک پہنچنے کے لیے سیڑھی بنالیا اور ان کی عاقبت برباد ہوگئی۔

اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جن پر کسی معصیت یا خیانت کا الزام ہو اور وہ اس الزام کو دور کرنے کے لیے اطاعت کے کام اور صدقہ وخیرات اعلانیہ طور پر کرنے لگے، اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جو کسی مباح چیز کو حاصل کرنا چاہتے ہوں

---

❶ سورۂ نساء: ۱۴۵.

جیسے نکاح یا مال و دولت وغیرہ، اس کے بعد ان لوگوں کا درجہ ہے جن کا اپنی عبادت اور ورع وتقویٰ کے اظہار سے مقصد یہ ہو کہ لوگ اسے حقیر نہ سمجھیں اور اسے بری نظروں سے نہ دیکھیں، یا یہ کہ لوگ اسے بھی نیکو کاروں میں شمار کریں لیکن تنہائی میں وہ کچھ نہ کرتا ہو، یہ سب صورتیں ریا کاری کے مختلف درجات اور ریا کار انسان کے مختلف مراتب ہیں۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ سب لوگ اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور ناراضگی میں رہتے ہیں، اور ریا کاری شدید ترین مہلکات میں سے ہے۔

پانچویں تنبیہ

اس مضمون کی حدیث گزشتہ صفحات میں گزر چکی ہے کہ شرک کی آمد چیونٹی کی آہٹ سے بھی زیادہ آہستگی اور مخفی طریقے سے ہوتی ہے، اور ریا کاری ایسی چیز ہے جس میں ناواقف عبادت گزار تو رہے ایک طرف، بڑے بڑے علماء پھسل جاتے ہیں اور دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں، تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ ریا کاری یا تو جلی اور واضح ہوگی یعنی ریا کاری ہی انسان کو عمل پر آمادہ کرے یا پھر وہ خفی اور پوشیدہ ہوگی یعنی انسان کو عمل پر تو آمادہ نہ کرے لیکن اس کی مشقت میں کمی کر دے، جیسے ایک شخص کا ہر رات تہجد پڑھنے کا معمول ہو جس کے لیے وہ طبیعت پر دشواری اور مشقت برداشت کرتا ہو لیکن اگر اس کے یہاں کوئی مہمان آ جائے یا کسی کو اس کی تہجد گذاری کا علم ہو جائے تو یہ بوجھ کم ہو جائے اور اس کی طبیعت میں نشاط پیدا ہو جائے لیکن اس کے باوجود وہ عمل اللہ ہی کے لیے کرتا ہو، کیونکہ اگر ثواب کی امید نہ ہوتی تو وہ کبھی بھی نماز نہ پڑھتا، اس کی علامت یہ ہے کہ وہ اس وقت بھی تہجد پڑھتا ہے جبکہ اسے کوئی دیکھ نہیں رہا ہوتا۔

اس سے بھی زیادہ خفی صورت یہ ہے کہ انسان کو اس سے سہولت ملے اور نہ ہی تخفیف، اس کے باوجود اس کے دل میں ریا کاری اس طرح چھپی ہوئی ہو جیسے پتھر میں آگ چھپی ہوئی ہوتی ہے، اس کا علم صرف علامات ہی سے ممکن ہے اور اس کی سب سے واضح علامت یہ ہے کہ انسان کو اپنی عبادت وطاعت پر لوگوں کے آگاہ ہونے سے خوشی ہو، چنانچہ بہت سے مخلص بندے ریا کاری کی مذمت اور ناپسندیدگی بیان کرتے ہیں اور کوئی ایسی چیز نہیں ہوتی جو ابتداءً یا ہمیشہ انہیں عمل پر مجبور کرے، لیکن اگر لوگوں کو اس کے متعلق پتہ چل جائے تو وہ خوش بھی ہوتے ہیں اور ان کے دلوں میں عبادت کی شدت نرمی سے تبدیل ہو جاتی ہے، یہ خوشی بھی ''ریاءِ خفی'' کی دلیل ہے کیونکہ اگر اس کا دل لوگوں کی طرف بالکل متوجہ نہ ہوتا تو ان کے دیکھنے پر اسے کوئی خوشی بھی نہیں ہونی چاہیے گویا ناپسندیدگی کے باوجود لوگوں کے آگاہ ہو جانے کی وجہ سے ساکن میں حرکت پیدا ہوگئی اور ریاءِ خفی کے لیے غذا فراہم ہوگئی اور اس صورت میں وہ ان تکلفات کو اختیار کرنے لگتا ہے جو اس کی طرف لوگوں کے متوجہ ہونے کا سبب بن جاتے ہیں گو کہ یہ اظہار اشارۃً ہی ہو جیسے کمزوری، آواز کا پست کرنا، ہونٹوں کا خشک ہونا، اونگھ کا غلبہ ہونا جو اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے رات کا طویل حصہ تہجد میں گزارا ہے۔

اس سے بھی زیادہ مخفی درجہ یہ ہے کہ انسان یہ چاہتا ہو کہ لوگ اسے دیکھیں اور نہ اسے اس سے خوشی ہوتی ہو، لیکن اسے یہ چیز ضرور پسند ہو کہ لوگ اسے سلام کرنے میں پہل کریں، اس کی تعظیم کریں، اس کی تعریف کریں اور اس کی ضروریات پوری کریں، اس کے معاملات میں چشم پوشی کریں اور اس کے آنے پر جگہ کشادہ کر دیا کریں، اور اگر ان میں سے کسی میں کوتاہی ہو تو

اس کی طبیعت پر بوجھ ہو، گویا اس کا نفس اس کے مقابلے میں احترام کا مطالبہ کرتا ہو، چنانچہ بالفرض اگر وہ شخص نیک کام نہ کرے تو اس کا نفس اس احترام کا مطالبہ بھی نہ کرے تو یہ بھی ریا کاری کے شائبے سے خالی نہیں ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان میں سے ہر صورت انسان کا اجر وثواب ضائع ہونے کا سبب بن سکتی ہے اور ریا کاری کی اس آفت سے سوائے صدیقین کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ قراء سے فرمائے گا کیا لوگ تمہارے لیے چیزوں کی قیمتوں میں کمی نہیں کر دیتے تھے؟ کیا لوگ تمہیں سلام کرنے میں پہل نہیں کرتے تھے؟ کیا لوگ تمہاری ضروریات پوری نہیں کرتے تھے؟ تمہارے لیے کوئی اجر نہیں ہے، تم اپنا اجر پورا پورا وصول کر چکے ہو، اسی وجہ سے مخلص لوگ ہمیشہ ریا کاری سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور عام لوگوں کو اپنے گناہ چھپانے کی جتنی خواہش ہوتی ہے، اس سے کہیں زیادہ انہیں اپنی نیکیاں مخفی رکھنے کی خواہش ہوتی ہے جس کا صرف اور صرف یہ مقصد ہوتا ہے کہ ان کا عمل خالص رہے اور قیامت کے دن اللہ ساری مخلوق کے سامنے انہیں اس کا بدلہ عطا فرمائے، کیونکہ وہ یہ بات جانتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ صرف خالص عمل کو ہی قبول فرمائے گا اور وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ قیامت کے دن کی تنگدستی اور حاجت مندی کتنی شدید ہوگی کہ اس دن کوئی مال اور کوئی اولاد کام نہ آئے گی، سوائے اس شخص کے جو قلب سلیم لے کر آئے گا، کوئی باپ اپنی اولاد کا اور کوئی اولاد اپنے باپ کا بدلہ نہ دے سکے گی، صدیقین کو بھی اپنی فکر ہوگی اور ہر شخص کی زبان پر ''نفسی نفسی'' ہوگا، جب صدیقین کا یہ حال ہوگا تو عام لوگوں کا کیا بنے گا؟

اور ہر وہ شخص جو دیوانوں، بچوں اور دوسرے لوگوں کے دیکھنے میں فرق کرتا ہو، اس میں کسی نہ کسی درجے کی ریا کاری پائی جاتی ہے، اس لیے کہ اگر اسے اس بات کا کامل یقین ہوتا کہ اصل نفع نقصان پہنچانے والی ذات اللہ کی ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور اس کے علاوہ جو بھی ہے، وہ ہر چیز سے عاجز ہے تو اس کی نگاہوں میں چھوٹے اور بڑے سب برابر ہوتے اور کسی چھوٹے بڑے کی موجودگی سے اسے کوئی فرق نہ پڑتا، البتہ یہ ضرور ہے کہ ریا کاری کا ہر شائبہ عمل کو فاسد اور ضائع کرنے والا نہیں ہوتا۔

بلکہ نیکی پر خوش ہونا بعض اوقات محمود بھی ہوتا ہے جیسے کسی شخص کو اس بات کا دھیان ہو کہ اللہ نے اس کے نیک عمل سے لوگوں کو اس لیے آگاہ کیا ہے کہ اس پر اللہ کی مہربانی ظاہر ہو جائے کیونکہ اپنی ذات کی حد تک تو وہ نیکی اور گناہ دونوں کو چھپاتا ہے، پھر اللہ اگر اس کی نافرمانی کو چھپا کر اس کی اطاعت کو ظاہر کر دیتا ہے تو اس سے بڑھ کر مہربانی اور کیا ہوگی گویا اس کی خوشی اللہ کی اس مہربانی اور لطف وکرم کو دیکھ کر ہے، لوگوں کی تعریف اور دلوں میں اس کی عزت پیدا ہونے کی وجہ سے نہیں، اور ارشاد ربانی ہے ''اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم آپ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے تو اسی پر انہیں خوش ہونا چاہیے'' [1] یا وہ یہ سمجھتا ہو کہ جب اللہ تعالیٰ نے دنیا میں اس کے گناہوں کی پردہ پوشی فرمائی اور اس کی اچھی حالت کو ظاہر فرمایا ہے تو امید ہے کہ آخرت میں بھی اس کے ساتھ یہی معاملہ کرے گا، کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ دنیا میں بندے کے جس گناہ کی پردہ پوشی فرماتا ہے، آخرت میں بھی اس کی پردہ پوشی فرمائے گا، یا وہ یہ سمجھتا ہو کہ جب لوگ اسے نیک کام کرتے ہوئے دیکھیں گے تو خود بھی

---

[1] سورۂ یونس: ۵۸.

اس کی اقتداء کرنے لگیں گے جس سے اس کے اجر وثواب میں اضافہ ہو جائے گا، ایک تو بعد میں ظاہر ہونے والے عمل کا اجر اور ایک ابتداء میں اسے مخفی رکھنے کے ارادے کا ثواب اور نیکی کے کام میں جتنے لوگ بھی اس کے اقتداء کریں گے، ان کے اجر ثواب میں کوئی کمی کیے بغیر ان کے برابر اجر وثواب اسے بھی عطاء کیا جائے گا، ظاہری بات ہے کہ جس شخص کو اس بات کی توقع ہو، اس کی خوشی بجا ہے کیونکہ یہ بات یقینی اور واضح ہے کہ انسان کو منافع کی اطلاع ملنے پر خوشی ہوتی ہے یا وہ اس بات پر خوش ہو کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایسے کام کی توفیق بخشی ہے جس پر لوگ اس کی تعریف اور اس سے محبت ہی کریں گے، اللہ نے اسے ان لوگوں میں شامل نہیں کیا جو خود بھی گنہگار ہوتے ہیں اور فرمانبرداروں کا مذاق بھی اڑاتے ہیں، اس خوشی کی علامت یہ ہے کہ انسان کسی دوسرے آدمی کی اسی عمل پر لوگوں کی تعریف سے اتنا ہی خوش ہو جتنا وہ اپنی تعریف پر ہوتا ہے۔

اور بعض اوقات یہ خوشی مذموم ہوتی ہے جیسے کوئی شخص اس وجہ سے خوش ہو کہ لوگوں کے دلوں میں اس کی عزت بن گئی ہے، تاکہ لوگ اس کی تعظیم وتکریم کریں اور اس کی ضروریات پوری کرنے کے لیے تیار رہیں، یہ ناپسندیدہ ہے، اسی وجہ سے عمل کو چھپانے میں اخلاص کا فائدہ اور ریاکاری سے نجات ہے جبکہ اس کے اظہار میں گو کہ خیر کے کاموں میں لوگوں کی اقتداء اور ترغیب کا فائدہ بھی ہے لیکن اس کے ساتھ ساتھ اس میں ریاکاری کا پہلو بھی ممکن ہے اللہ تعالیٰ نے دونوں گروہوں کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا ہے ''اگر تم صدقات وخیرات ظاہر کر کے دو تو کیا ہی خوب ہے اور اگر پوشیدہ طور پر فقراء کو دے دو تو وہ تمہارے لیے زیادہ بہتر ہے۔'' ❶ البتہ پوشیدگی کے ساتھ صدقہ کرنے کی اللہ تعالیٰ نے زیادہ تعریف فرمائی ہے کیونکہ اس میں اس آفت عظیمہ سے سلامتی پائی جاتی ہے جس سے بچنے والے بہت کم ہیں' اور کبھی کبھار اس کا اظہار بھی قابل تعریف ہو جاتا ہے جبکہ اسے چھپانا ممکن نہ ہو، جیسے جہاد، حج، جمعہ اور جماعت وغیرہ اور اس میں بھی اظہار دوسروں کو ترغیب دینے کے لیے ہو، اس شرط کے ساتھ کہ اس میں ریاکاری کا کوئی شائبہ بھی نہ ہو۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب انسان کا عمل ان عوارض سے پاک ہو، اس کے اظہار میں کسی کی ایذاء رسانی بھی نہ ہو، اور اس میں لوگوں کو اس نیک عمل کی ترغیب دینا اور اقتداء کی طرف بلانا ہو'' کیونکہ وہ علماء اور صلحاء میں سے ہے جن کی اقتداء کرنے کے لیے سب ہی لوگ لپکتے ہیں'' تو وہاں اس عمل کا اظہار افضل ہے کیونکہ انبیاء کرام علیہم السلام اور ان کے علمی جانشینوں کا یہی مقام ومرتبہ ہے، اور اس وجہ سے بھی کہ اس کا نفع متعدی یعنی دوسروں تک پہنچنے والا ہے اور اس وجہ سے بھی کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص کوئی اچھا طریقہ ایجاد کرتا ہے، اسے اس کا ثواب ملتا ہے اور قیامت تک اس طریقے پر عمل کرنے والوں کا ثواب بھی اسے ملتا رہے گا۔ ❷ اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اسے مخفی رکھنا زیادہ افضل ہے، جن حضرات نے مخفی رکھنے کو مطلقاً افضل قرار دیا ہے، ان کے اس اطلاق کو اسی تفصیل پر محمول کیا جائے گا، البتہ اس کے اظہار کا مرتبہ ایسا ہے کہ جہاں اچھے

---

❶ سورۂ بقرہ: ۲۷۱۔

❷ صحیح مسلم، کتاب، العلم: (۱۵)۔ نسائی، کتاب الزکوۃ، باب: (٦٤)۔ ابن ماجه، مقدمه، باب: (١٤)۔ مسند احمد: ٤/ ٣٥٧۔

اچھے عباد وزہاد کے قدم ڈگمگا جاتے ہیں کیونکہ اس طرح وہ طاقتور لوگوں کی مشابہت اختیار کررہے ہوتے ہیں جبکہ ان کے دلوں میں اخلاص اچھی طرح راسخ نہیں ہوتا، نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ریاکاری کی وجہ سے ان کا اجر وثواب ضائع ہوجاتا ہے، اور اسے سمجھنے کے لیے بڑی دقت نظر اور باریک بینی کی ضرورت ہوتی ہے۔

اس میں تحقیق کرنے کے لیے علامت یہ ہے کہ جو شخص کوئی عمل کرنے کے لئے آمادہ ہو اور وہ اپنے دل میں یہ یقین رکھتا ہو کہ اگر اس کے ہم عصر لوگوں میں سے کوئی شخص ایسا ہی کام کرنے کے لیے تیار ہوجائے گا تو اسے کوئی فرق نہیں پڑے گا، تب تو اسے مخلص سمجھنا چاہیے اور اگر ایسا نہ ہو تو وہ ریاکار ہے، اس لیے کہ اگر اس کی نظر مخلوق پر نہ ہوتی تو وہ اپنے آپ کو کسی دوسرے پر کبھی بھی ترجیح نہ دیتا، کیونکہ اسے معلوم تھا کہ دوسرے لوگ اس کی کفایت کررہے ہیں، اس لیے انسان کو نفس کے دھوکوں سے بچنا چاہیے کیونکہ نفس انسانی بڑا دھوکہ باز ہے اور شیطان بھی گھات لگائے بیٹھا ہے، اور انسان کے دل پر جاہ ومنصب کی محبت بھی غالب آجاتی ہے، اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ ظاہری اعمال آفتوں اور خطرات سے بچتے ہیں، اس لیے اسلامتی اسی میں ہے کہ اعمال کو مخفی رکھا جائے، البتہ فراغت کے بعد اس عمل کا اظہار ضروری ہو تو کیا جاسکتا ہے، لیکن اس میں خطرہ بہت زیادہ ہے کیونکہ بعض اوقات بیان کرتے ہوئے اس میں مبالغہ آرائی ہوجاتی ہے اور نفس کو اپنے دعوی کے اظہار میں لذت حاصل ہوتی ہے اور اس اعتبار سے اس کا درجہ کم ہے کہ جو عمل اخلاص کے ساتھ ہو چکا، بعد کی ریاکاری کی وجہ سے وہ ضائع نہیں ہوگا۔

بہت سارے لوگ ریاکاری کے اندیشے سے عبادات ہی کو ترک کردیتے ہیں، ظاہر ہے کہ اس حرکت کی تعریف کسی صورت نہیں کی جاسکتی، کیونکہ اعمال کا تعلق یا تو بدن کے ساتھ ہوتا ہے، غیر کے ساتھ ان کا تعلق ہوتا ہے اور نہ ہی ان کی اپنی ذات میں کوئی لذت ہوتی ہے جیسے نماز، روزہ اور حج، اگر ایسے اعمال کی ابتداء ہی میں محض لوگوں کو دکھانا سبب ہو تو یہ معصیت ہے، اسے ترک کرنا ضروری ہے اور اس کیفیت پر برقرار رہنے کی کوئی رخصت نہیں ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی نیت سبب ہو لیکن درمیان میں ریاکاری بھی آجائے تو وہ اس عمل کو شروع کرلے اور اس عارض کو دور کرنے کے لیے خوب مجاہدہ کرے اور اگر یہ ریاکاری عمل کے درمیان پیدا ہو تو زبردستی اپنے نفس کو اخلاص کی طرف پلٹنے پر مجبور کرے یہاں تک کہ اسے مکمل کرلے، کیونکہ شیطان پہلے تو یہ چاہے گا کہ آپ اسے ترک کردیں، لیکن جب آپ اس کی نافرمانی کرکے پختہ عزم کرلیں گے اور اس عمل کو شروع کردیں گے، تو وہ آپ کو ریاکاری کی دعوت دے گا، جب آپ اس سے بھی اعراض کرکے مجاہدہ کریں گے تو آپ کے فارغ ہونے کے بعد شیطان آپ کو شرمسار کرے گا اور کہے گا کہ تو تو ریاکار ہے اور اللہ تجھے اس عمل سے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا تاکہ آپ آئندہ وہ عمل دوبارہ نہ کرسکیں جس سے اس کا مقصد حاصل ہوجائے گا اس لیے اس سے خوب بچ کر رہیں کیونکہ اس سے بڑھ کر مکار کوئی نہیں ہے، اور اللہ تعالیٰ کی حیاء اپنے دل میں ہمیشہ رکھو۔

بعض اوقات ریاکاری کے درجات کا تعلق مخلوق کے ساتھ ہوتا ہے، اس میں آفات اور خطرے بڑھتے جاتے ہیں، اس میں سب سے بڑی چیز خلافت ہے، پھر قضاء کا عہدہ ہے، پھر وعظ ونصیحت اور تدریس وافتاء ہے، پھر مال ودولت کو خرچ کرنا ہے، جو شخص دنیا کی طرف مائل نہ ہو، لالچ اسے اپنی طرف نہ کھینچے، اللہ کے حوالے سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی

پرواہ نہ کرے، دنیا اور اہل دنیا تمام چیزوں سے اعراض کرے، حق ہی کے لیے متحرک اور ساکن ہو، تو وہ دنیوی اور اخروی ولایتوں کا مستحق ہے اور جس میں ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو مذکورہ اقسام کی ولایتوں کا اسے حاصل ہونا نقصان دہ ہوگا اس لیے انسان کو چاہیے کہ اس سے بچے اور دھوکے کا شکار نہ ہو، کیونکہ اس کا نفس تو اسے یہی سمجھائے گا کہ وہ اس میں عدل وانصاف کر سکے گا، اس کے حقوق ادا کرے گا اور ریا اور لالچ کے شائبے کی طرف بھی مائل نہیں ہوگا لیکن یہ سب جھوٹی باتیں ہیں، ان سے خوب احتیاط کی ضرورت ہے کیونکہ نفس کے نزدیک جاہ ومنصب سے زیادہ لذیذ کوئی چیز نہیں ہے جس کی محبت بسا اوقات انسان کو ہلاک کر دیتی ہے، اسی وجہ سے جب ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے نماز فجر سے فراغت کے بعد لوگوں کو وعظ ونصیحت کرنے کی اجازت مانگی تو انہوں نے اسے اجازت نہیں دی، وہ کہنے لگا کہ آپ مجھے لوگوں کی خیر خواہی سے روک رہے ہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اندیشہ ہے کہ تو پھول کر ثریا ستارے تک جا پہنچے گا۔

ہم کسی سے بھی یہ نہیں کہتے کہ وہ وعظ ونصیحت ہی چھوڑ دے کیونکہ اس کام میں اپنی ذات کے اعتبار سے کوئی برائی نہیں، اصل آفت تو جب آتی ہے کہ انسان اس کا اظہار کرنے لگے، اگر اس وقت ریا کاری کا معمولی سا بھی شائبہ پیدا ہو جائے تو یہی آفت ہے، اس لیے ہم یہ کہتے ہیں کہ وعظ ونصیحت کرے لیکن اخلاص کے ساتھ اسے سرانجام دینے کے لیے اور اسے ریا کے خطرات سے بچانے کے لیے خوب مجاہدہ کرے، اب امور کی تین قسمیں ہیں۔

(۱) عہدے اور مناصب، سب سے بڑی آفت انہی میں ہے، اس لیے ضعفاء اور کمزور لوگوں کو تو یہ بالکل ترک کر دینے چاہئیں۔

(۲) عبادات وغیرہ، انہیں کمزور لوگوں کو چھوڑنے کی اجازت ہے اور نہ طاقتوروں کو، البتہ وہ ریا کاری سے بچنے کے لیے مجاہدہ کرتے رہیں۔

(۳) علوم کے حصول کی طرف متوجہ ہونا، یہ مذکورہ دونوں درجوں کے درمیان ایک متوسط درجہ ہے تاہم یہ بھی پہلے درجے کے زیادہ مشابہ اور آفات کے زیادہ قریب ہے، اس لیے کمزور آدمی کے حق میں اس سے بھی احتیاط ہی زیادہ بہتر ہے، یہاں ایک چوتھا درجہ بھی آجاتا ہے اور وہ ہے مال کو جمع اور خرچ کرنا، سو بعض علماء نے اسے ذکر ونوافل میں مشغول ہونے سے زیادہ افضل قرار دیا ہے، جبکہ بعض کی رائے اس کے برعکس ہے، سچی بات یہ ہے کہ اس میں بھی بڑی آفتیں ہیں مثلاً لوگوں کی تعریف کا متمنی ہونا، لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرنا، اپنے آپ کو عطاء اور بخشش کے ذریعے ممتاز کر لینا، اب جو آدمی ان آفات سے بچ جائے، اس کے لیے تو مال کو جمع کر کے خرچ کرنا ہی زیادہ افضل ہے، اس لیے کہ اس میں مستحقین کی کفایت اور ان سے حسن سلوک کر کے اپنے رب کا قرب حاصل کرنا ہے، اور جو شخص ان آفات سے نہ بچ سکے اس کے لیے عبادات میں مشغول رہنا اور اس کے آداب کی تکمیل میں اپنی جدوجہد کرنا ہی زیادہ افضل ہے۔

ایک عالم کے اپنے علم میں اخلاص کے علامت یہ ہے کہ اگر اس سے اچھا کوئی واعظ ظاہر ہو جائے جو علم میں اس سے زیادہ رسوخ اور گہرائی رکھتا ہو اور لوگ اس کی بات کو زیادہ قبول کرتے ہوں تو وہ اس سے حسد کرنے کی بجائے خوش ہو، البتہ

رشک کرنے میں کوئی حرج نہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ اپنے لیے بھی اسی جیسے علم کی تمنا کرنے لگے اور یہ کہ اگر بڑے لوگ اس کی مجلس میں آنے لگیں تو وہ اپنے کلام میں کوئی تبدیلی پیدا نہ کرے بلکہ تمام لوگوں کو ایک ہی نظر سے برابر دیکھے اور راستوں میں لوگوں کے اپنے پیچھے چلنے کو اچھا نہ سمجھنے لگے۔

چھٹی تنبیہ

گذشتہ صفحات میں جو آیات واحادیث اور اکابرین کے اقوال آپ کے سامنے آئے ہیں، ان سے یہ بات تو آپ پر واضح ہو چکی کہ ریاکاری اعمال کو ضائع کر دینے والی چیز ہے، یہ اللہ کی ناراضگی، لعنت اور پھٹکار کا سبب ہے، اور یہ کہ ریا تباہ کن کبیرہ گناہوں میں سے ہے تو جس چیز کے اوصاف یہ ہوں، ہر شخص کو اس سے بچنے کے لیے خوب مجاہدے، شدید مشقتوں کی برداشت اور شہوات وخواہشات کو توڑنے والی چیزوں کو اختیار کرنے کی کس قدر ضرورت ہوگی اور کوئی شخص اس ضرورت سے مستغنی نہیں ہوسکتا سوائے اس آدمی کے جسے قلب سلیم عطا کیا گیا ہو، جو صاف ستھرا ہو اور اغراض اور مخلوقات کی طرف کن اکھیوں سے دیکھنے کے شائبے سے بھی پاک ہو، اور ہر وقت اس کا دل اللہ کی یاد میں ڈوبا رہتا ہو لیکن ایسے لوگ بہت کم ہیں، ورنہ اکثر لوگوں کی فطرت یہی ہے، اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے بچہ کہ وہ کمزور عقل لے کر پیدا ہوتا ہے، اس کی آنکھیں مخلوق کے سامنے پھیل جاتی ہیں، اور اسے ان کے حوالے سے بڑی لالچ ہوتی ہے، جب وہ لوگوں کو ایک دوسرے کے ساتھ تصنع اور بناوٹ کرتے ہوئے دیکھتا ہے تو فطری طور پر اس کے دل میں بھی تصنع کی محبت پیدا ہو جاتی ہے اور وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس میں راسخ ہو جاتی ہے لیکن جب اس کی عقل حد کمال کو پہنچتی ہے اور اسے حق کی اتباع نصیب ہوتی ہے، اور وہ سمجھ لیتا ہے کہ یہ ایک تباہ کن مرض ہے تو اسے دوا اور علاج کی ضرورت محسوس ہوتی ہے، جو اس بیماری کو دور کر دے، اس کی رگیں کاٹ دے اور لوگوں کی تعریف اور مرتبے کی محبت اور لوگوں کو دستیاب نعمتوں کی لالچ کی جڑیں اکھاڑ پھینکے۔

سو اس کا نفع بخش علاج یہی ہے کہ انسان اس سے بیزاری ظاہر کر کے منہ موڑ لے اس لیے کہ اس میں نقصان ہی نقصان ہے، دل کا خلوص فوت ہو جاتا ہے، دنیا میں نیکیوں کی توفیق سے اور آخرت میں بلند مرتبے سے محرومی حصہ میں آتی ہے، اللہ کی شدید ناراضگی، سزا اور ظاہری رسوائی اس کے علاوہ ہوگی کیونکہ قیامت کے دن ریاکار سے تمام مخلوق کے سامنے پکار کر کہا جائے گا اے فاجر! اے دھوکہ باز! اے ریاکار! کیا تجھے اس بات سے شرم نہیں آتی کہ تو نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے بدلے دنیا کی زندگی کا سامان خریدا، تو نے بندوں کے دلوں کو اپنے تابع کرنا چاہا، تو نے اللہ تعالیٰ کی نظر اور اس کی اطاعت کا مذاق اڑایا، اللہ کو ناراض کر کے تو نے بندوں کی محبت حاصل کرنا چاہی، تو نے اللہ کی نگاہوں میں معیوب ہو کر لوگوں کے سامنے اپنے آپ کو مزین کر لیا، اور اللہ تعالیٰ سے دور ہو کر ان کا قرب حاصل کر لیا۔

اگر ریاکاری میں صرف عبادات ضائع ہو جانے کے علاوہ کوئی اور خامی نہ بھی ہوتی تب بھی اس کی نحوست اور نقصان کے لیے بہت کافی تھی، کیونکہ انسان کو آخرت میں ایسی عبادات کی ضرورت پڑے گی جس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے ورنہ اسے جہنم میں داخل کر دیا جائے گا، اور جو شخص اللہ تعالیٰ کو ناراض کر کے مخلوق کی رضامندی حاصل کرنا چاہتا ہے، اللہ

تعالیٰ اس سے ناراض ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں مخلوق کی رضامندی تو حاصل ہو ہی نہیں سکتی، کیونکہ انسان کچھ لوگوں کو راضی کرے گا تو کچھ دوسرے ناراض ہو جائیں گے، پھر اللہ کی ناراضگی مول لے کر لوگوں کی تعریف حاصل کرنے کو ترجیح دینے کا کیا فائدہ؟ جبکہ ان کی تعریف اسے کوئی فائدہ پہنچا سکتی ہے اور نہ کوئی نقصان دور کر سکتی ہے، یہ کام تو صرف اللہ کے اختیار میں ہے اس لیے اس بات کا مستحق وہی ہے کہ صرف وہی مقصود ہو، کیونکہ دینے اور نہ دینے کے حوالے سے لوگوں کے دل اس کے تابع ہیں، چنانچہ اللہ کے علاوہ کوئی رازق، کوئی دینے والا، کوئی نفع نقصان پہنچانے والا نہیں ہے اور مخلوق سے اپنی امیدیں وابستہ کرنے والا ذلت ورسوائی سے خالی نہیں ہوتا، اس لیے اللہ تعالیٰ کے پاس جو کچھ موجود ہے، اسے ایک جھوٹی امید اور فاسد خیالات ''جو کبھی صحیح ہوتے ہیں اور کبھی غلط'' کی بناء پر کیسے چھوڑا جا سکتا ہے؟ علاوہ ازیں اگر لوگوں کو بھی ان کی ریاکاری کا پتہ چل جائے تو وہ بھی اسے دھتکار دیں اور اس سے ناراض ہو جائیں۔

جو شخص نگاہ بصیرت سے اس بات پر غور کرے گا، مخلوق میں اس کی رغبت ختم ہو جائے گی اور وہ سچے دل سے اعمال کی طرف متوجہ ہوگا، یہ اس کا علمی علاج ہے، اس کا ایک عملی علاج بھی ہے اور وہ یہ کہ انسان اپنی عبادات کو مخفی رکھنے کی ایسی عادت بنا لے جیسے اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے تاکہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے علم پر قناعت کرے اور اس کا نفس غیر اللہ کے علم کا مطالبہ نہ کرے، اور اس اخفاء میں تکلف سے کام لے گو کہ ابتداء میں اسے مشقت ہی ہو، کیونکہ جو شخص ایک مخصوص وقت تک جماؤ کے ساتھ کسی کام میں تکلف کرتا ہے، اس کی مشقت اس سے زائل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کی اس طرح مدد کرتا ہے جو اس کی ترقی کا سبب بن جاتی ہے، ارشاد ربانی ہے ''اللہ تعالیٰ کسی بھی قوم کی حالت اس وقت تک نہیں بدلتا جب تک وہ خود اپنی حالت تبدیل نہ کریں۔'' ❶ چنانچہ بندہ مجاہدہ کرے اور رب کریم کا دروازہ کھٹکھٹائے تو اللہ تعالیٰ اسے ہدایت اور کامیابی نصیب فرما دے گا، کیونکہ اللہ نیکی کرنے والوں کا اجر ضائع نہیں فرماتا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''اگر ایک نیکی بھی ہوئی تو اللہ اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اجر عظیم عطا فرمائے گا۔'' ❷

خاتمہ: اخلاص کے بیان میں

اس عظیم کبیرہ گناہ پر اللہ کی مدد اور توفیق سے خاصا طویل کلام ہو گیا جس میں اس کے متعلقات کا بھی ذکر آ گیا، اگرچہ اب بھی دوسرے حضرات نے ریاکاری اور اس کے متعلقات پر جتنا تفصیلی کلام کیا ہے مثلاً امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء میں، تو اس کی نسبت یہ بہت مختصر ہے، پھر بھی ہم چاہتے ہیں کہ اس بحث کا اختتام ان آیات واحادیث کے تذکرے پر کیا جائے جو اخلاص کی مدح، مخلصین کے ثواب اور ان کے لیے تیار کی گئی نعمتوں پر دلالت کرتی ہوں تاکہ لوگ اخلاص کے حصول اور ریاکاری سے دور رہنے کیلئے جدوجہد سے کام لیں، اس لیے کہ کوئی بھی چیز مکمل طور پر اسی وقت پہنچانی جاتی ہے جب اس کی ضد بھی بیان کی جائے۔

چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''انہیں تو یہی حکم دیا گیا تھا کہ وہ اللہ کی عبادت کریں، دین کو اسی کے لیے خالص رکھتے ہوئے اور

---

❶ سورۂ رعد: ۱۱۔ ❷ سورۂ نساء: ۴۰۔

سب سے یکسو ہو کر، اور یہ کہ نماز قائم کریں، زکوٰۃ ادا کریں اور یہی مضبوط دین ہے۔'' ❶ اور ارشاد باری تعالیٰ ہے ''تم اپنے سینوں کی باتوں کو چھپاؤ یا ظاہر کرو، اللہ سب جانتا ہے۔'' ❷

شیخین یعنی امام بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ تمام اعمال کا دارومدار ہی نیت پر ہے اور ہر انسان کو وہی ملے گا جس کی اس نے نیت کی ہوگی، چنانچہ جس شخص کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول کی طرف ہوئی تو اس کی ہجرت اللہ اور اس کے رسول ہی کی طرف سمجھی جائے گی، اور جس شخص کی ہجرت دنیا کے حصول یا کسی عورت سے نکاح کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اسی چیز کی طرف سمجھی جائے گی جس کی خاطر اس نے ہجرت کی۔ ❸ اسی طرح شیخین ہی کی روایت ہے کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملے کے ارادے سے روانہ ہوگا، جب وہ مقام بیداء میں پہنچے گا، تو اول سے لے کر آخر تک سارے لشکر کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، راوی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس پورے لشکر کو کیوں دھنسا دیا جائے گا، جبکہ ان میں بازاری لوگ بھی شامل ہوں گے، اور وہ بھی جنہیں زبردستی اس میں شامل کیا گیا ہوگا؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا لشکر تو پورے کا پورا ہی دھنسا دیا جائے گا، البتہ انہیں دوبارہ زندگی ان کی نیتوں پر دی جائے گی ❹ یہ بھی شیخین کی ہی روایت ہے کہ اب جہاد اور نیت باقی ہے ❺ نیز شیخین نے یہ بھی روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے اس آدمی کا حکم پوچھا جو بہادری دکھانے کے لئے قتال کرتا ہے یا اپنی قوم کی حمیت میں آکر قتال کرتا ہے یا دکھاوے کے لئے، ان میں سے اللہ کے راستے میں کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے راستے میں وہ ہوتا ہے جو محض اعلاءِ کلمۃ اللہ کی خاطر قتال کرتا ہے ❻ اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مؤمن کی نیت اس کے عمل سے بہتر ہے اور منافق کا عمل اس کی نیت سے بہتر ہے، اور ہر شخص اپنی نیت کے مطابق ہی عمل کرتا ہے چنانچہ جب کوئی مؤمن کوئی عمل کرتا ہے تو اس کے دل میں ایک نور روشن ہو جاتا ہے۔

حکیم ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے افضل عمل سچی نیت ہے، ابن مبارک نے یہ روایت نقل کی ہے اللہ تعالیٰ آخرت کی نیت پر دنیا بھی دے دیتا ہے، اور دنیا کی نیت پر آخرت نہیں دیتا، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے اچھی نیت انسان کو جنت میں داخل کرا دیتی ہے، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سچی نیت عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے، جب بندہ اپنی نیت میں سچا ہو تو عرشِ الٰہی حرکت میں آجاتا ہے اور اس کی بخشش ہو جاتی ہے، اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے یہ بات قابل تعجب ہے کہ میری امت کے کچھ لوگ قریش کے ایک آدمی ''جو امام مہدی ہوں گے'' کو پکڑنے کے ارادے سے بیت اللہ پر حملہ کرنے کا ارادہ کریں گے کیونکہ اس نے بیت اللہ میں پناہ لے رکھی ہوگی، جب وہ لوگ مقامِ بیداء میں پہنچیں گے تو ان سب کو زمین میں دھنسا دیا جائے گا، ان میں اپنی مرضی سے، اور زبردستی شامل کیے جانے والے لوگ بھی ہوں گے اور مسافر

---

❶ سورۂ بینہ: ٥. ❷ آل عمران: ٢٩.

❸ صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب: (١)۔ صحیح مسلم، کتاب الامارۃ: (١٥٥).

❹ صحیح بخاری: کتاب الحج، باب: (٤٩)۔ صحیح مسلم: کتاب الفتن: (٤)۔

❺ صحیح بخاری: کتاب الأیمان، باب (٤١)۔ صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، (٨٥)۔

❻ صحیح بخاری: کتاب العلم، باب (٤٥)، صحیح مسلم: کتاب الامارۃ، (١٥٠)۔

8

بھی، وہ سب کے سب ایک ہی جگہ ہلاک ہو جائیں گے اور انہیں مختلف جگہوں سے اٹھایا جائے گا، اللہ انہیں ان کی نیتوں پر اٹھائے گا۔ [1]

امام احمد رحمہ اللہ اور بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم پر عذاب نازل کرنے کا ارادہ فرمالیتا ہے تو وہ عذاب اس قوم میں موجود سب لوگوں پر آ جاتا ہے، پھر انہیں ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا [2] ابن ابی الدنیا اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے دین کو خالص کرو، تھوڑا عمل بھی تمہارے لیے کافی ہو جائے گا، دار قطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے اعمال کو اللہ کے لئے خالص کرلو، اس لئے کہ اللہ صرف اسی عمل کو قبول کرتا ہے جو خالصۃً اسی کے لئے کیا گیا ہو، دیلمی میں اس پر یہ اضافہ نقل کیا گیا ہے کہ یوں مت کہا کرو کہ یہ اللہ کے لئے ہے اور رحم کے لئے ہے، طبرانی نے اس پر یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ وہ عمل اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے کیا گیا ہو، طبرانی نے اسی مضمون کی ایک اور روایت بھی نقل کی ہے کہ عبادت اللہ کے لئے خالص کرو، پانچ نمازیں ادا کرو، اپنے مال کی زکوٰۃ اپنے دل کی خوشی سے ادا کرو، ماہِ رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج کرو اور اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ، ابن عدی اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک ذات کے لئے عمل کرو، وہ تمام ذاتوں سے تمہاری کفایت فرمالے گا، ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اعمال کی مثال برتن کی سی ہے، اگر اس کا نچلا حصہ عمدہ ہوگا تو اوپر والا بھی عمدہ ہوگا [3] ابن عسا کر نے اس کے شروع میں ''اعمال کا دارومدار انجام پر ہے'' کا اور آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جب اس کا اوپر والا حصہ گندہ ہوگا تو نیچے والا بھی گندہ ہوگا، ایک صحیح روایت میں اس کے شروع میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دنیا میں جو کچھ باقی بچا ہے وہ امتحان اور آزمائش ہے۔ [4]

اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ اور ابن ماجہ رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور دولتوں کو نہیں دیکھتا، بلکہ وہ تو تمہارے دلوں اور اعمال کو دیکھتا ہے [5] ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بندہ علی الاعلان نماز پڑھتا ہے تو خوب اچھی طرح، اور خلوت میں پڑھتا ہے تو خوب اچھی طرح، اس کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ میرا حقیقی بندہ ہے [6] امام رافعی رحمہ اللہ نے بھی یہ حدیث نقل کی ہے، البتہ اس کے آخر میں یہ جملہ ہے کہ میرے بندے نے خوب کیا، ابو یعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نیکی کا کمال یہ ہے کہ تم خلوت میں بھی جلوت والے اعمال کرو، کسی انسان کا ایسی جگہ پر نفلی نماز پڑھنا جہاں اسے کوئی دیکھ نہ رہا ہو، لوگوں کے سامنے نماز پڑھنے سے پچیس درجے افضل ہے، ابن مبارک نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ مخلص لوگوں کے لئے خوشخبری ہے، یہ لوگ ہدایت کے چراغ ہیں، ان کی وجہ سے ہر تاریک فتنہ دور ہو جاتا ہے، ابن حبان نے

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الفتن، (۸)۔ مسند احمد: ۱۰۵/۶۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الصوم، باب، (٦)۔ مسند احمد: ۳۹۲/۲۔

[3] ابن ماجه: کتاب الزهد، باب، (۲۰)، مسند احمد: ۹٤/٤۔

[4] بحوالہ مذکورہ۔

[5] صحیح مسلم: کتاب البر، (۳۳)۔ ابن ماجه: کتاب الزهد، باب (۹)۔ مسند احمد: ۲۸۵/۲۔

[6] ابن ماجه: (٤٢٠٠)۔

یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی بندہ مخفی طور پر اللہ کی بارگاہ میں سجدہ کرنے سے جو قرب حاصل کرتا ہے، اس سے زیادہ کوئی افضل طریقہ نہیں ہے جس سے بندہ اللہ کا قرب حاصل کر سکے، ابن حبان ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جس چیز کے متعلق تم اس بات کو ناپسند سمجھو کہ لوگ تم سے وہ بات سرزد ہوتے ہوئے دیکھیں تو خلوت میں بھی اس کام کو مت کرنا، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص چالیس دن تک خلوص کے ساتھ اللہ کی عبادت کرے، اس کے دل سے حکمت کے سوتے پھوٹ کر اس کی زبان پر جاری ہو جائیں گے۔

ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے جو شخص چاہے کہ اس کے اور اس کے دل کے درمیان کوئی چیز حائل نہ ہو، اسے ایسا ہی کرنا چاہئے ❶ اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پوشیدگی کے ساتھ عمل کرنا علانیہ طور پر عمل کرنے سے زیادہ افضل ہے، البتہ جس شخص کا مقصد اقتداء ہو تو اس کے لئے علی الاعلان افضل ہے، بخاری، ابویعلی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر تم میں سے کوئی شخص کسی ایسی بند چٹان میں عمل کرتا ہو جس کا کوئی دروازہ ہو اور نہ سوراخ، تب بھی اس کا عمل باہر نکل جائے گا خواہ وہ کوئی سا بھی عمل ہو ❷ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے اور اللہ کے درمیان اچھے تعلقات رکھے، اللہ اس کے اور لوگوں کے درمیان تعلقات میں اس کی کفایت فرماتا ہے اور جو اپنے مخفی حالات کی اصلاح کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کے علانیہ حالات کی بھی اصلاح فرما دیتا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بندہ جس عمل کو بھی چھپاتا ہے، اللہ اسے اس کی چادر ضرور پہنائے گا، اچھا عمل ہوا تو اچھی چادر اور برا ہوا تو بری، اسی مضمون کی ایک روایت ابونعیم نے بھی نقل کی ہے، نیز حکیم ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کیا تم جانتے ہو کہ مؤمن کون ہوتا ہے؟ مؤمن وہ ہوتا ہے جو اس وقت تک نہیں مرتا جب تک کہ اللہ اس کے جسم کو اپنے پسندیدہ کاموں سے بھرپور نہ فرما دے، اگر کوئی بندہ اپنے گھر کے سترویں کمرے میں چھپ کر اللہ سے ڈرتا ہو، اس طرح کہ ستر میں سے ہر کمرے پر لوہے کا دروازہ لگا ہوا ہو، اللہ تعالیٰ اسے اس کے عمل کی چادر ضرور پہناتا ہے، یہاں تک کہ لوگ اس کے متعلق باتیں کرنے لگتے ہیں اور خوب کرتے ہیں، لوگوں نے پوچھا وہ کس طرح؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر متقی آدمی کو اس بات پر قدرت ہو کہ اپنے آپ کو مزید چھپا لے تو وہ ایسا ہی کرتا ہے، یہی حال گنہگار آدمی کا ہے کہ لوگ اس کے متعلق بھی باتیں کرنے لگتے ہیں اور اگر اسے اپنے گناہوں میں مزید اضافے کا امکان مل جائے تو وہ ایسا ہی کرتا ہے۔

قبل ازیں طبرانی کی جو روایت ذکر کی گئی ہے، وہ ابن جریر نے بھی روایت کی ہے، کسی بزرگ سے ایک آدمی نے یہ سوال پوچھا کہ مخلص کون ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا مخلص وہ ہوتا ہے جو اپنی نیکیوں کو اسی طرح چھپاتا ہو جیسے اپنے گناہوں کو چھپاتا ہے، اسی طرح ایک اور بزرگ سے کسی نے پوچھا کہ اخلاص کی انتہا کیا چیز ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ کہ تم لوگوں کی تعریف کو پسند نہ کرو۔

---

❶ یہ حدیث سنن ابوداؤد میں نہیں مل سکی، البتہ کنز العمال میں موجود ہے، حوالہ کے لیے ملاحظہ ہو حدیث نمبر: ۵۲۷۲۔

❷ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے، البتہ مسند احمد میں ہے: ۲۸/۳۔

تیسرا کبیرہ گناہ، غلط چیز کی خاطر ناراض ہونا، کینہ اور حسد

یہ تینوں چیزیں ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہیں، کیونکہ حسد نتیجہ ہے کینہ پروری کا، اور کینہ نتیجہ ہے غصے کا تو اس اعتبار سے یہ ایک ہی خصلت ہوئی، اس لئے میں نے عنوان میں ان تینوں کو جمع کر دیا کیونکہ ان میں سے ایک کی مذمت دوسرے کی مذمت کو مستلزم ہے، کیونکہ فرع کی مذمت اصل کی مذمت کو مستلزم ہے، یہی حکم اس کے برعکس صورت کا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اس وقت کو یاد کیجئے جب کافروں نے اپنے دلوں میں زمانۂ جاہلیت کی سی ضد قائم کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر اور مؤمنین پر سکینہ نازل فرما دیا، اور کلمۂ تقویٰ ان پر لازم کر دیا کیونکہ وہی اس کے زیادہ حقدار اور اہل تھے ❶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی ضد بازی پر ''جو غلط اور باطل کی خاطر ناراضگی اور غصے کی وجہ سے تھی'' ان کی مذمت فرمائی ہے اور مؤمنین پر جو سکینہ اور اطمینان نازل فرمایا اس پر ان کی تعریف فرمائی ہے، اسی سے کلمۂ تقویٰ کو مضبوطی سے تھامنا لازم آتا ہے، اور یہ بھی واضح فرما دیا ہے کہ مؤمنین ہی تقویٰ کے زیادہ حقدار اور اس کے اہل ہیں، اسی طرح ارشاد ربانی ہے ''کیا یہ لوگوں سے اس بات پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں عطاء فرمایا ہے۔'' ❷

ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غصہ شیطان کی طرف سے ہوتا ہے اور شیطان کو آگ سے پیدا کیا گیا ہے اور آگ کو پانی بجھاتا ہے، لہٰذا جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے چاہئے کہ غسل کر لے، نیز ابن ابی الدنیا اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غصے سے اجتناب کیا کرو، ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ اعوذ باللہ کہہ لے تو اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے گا، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے تو اسے سکوت اختیار کرنا چاہئے ❸ خرائطی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تمہیں غصہ آئے تو بیٹھ جایا کرو، امام احمد رحمہ اللہ، ابوداؤد رحمہ اللہ اور ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ کھڑا ہو تو اسے چاہئے کہ بیٹھ جائے، اگر غصہ دور ہو جائے تو بہت اچھا، ورنہ لیٹ جائے ❹ یہی مضمون ابوالشیخ اور دیلمی نے بھی نقل کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے، اور سب سے زیادہ بردبار وہ ہے جو دشمن پر قادر ہونے کے بعد اسے معاف کر دے، ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم کا ایک دروازہ ہے جس سے صرف وہی داخل ہوگا جس کا غصہ اللہ کی نافرمانی کے کام پر ٹھنڈا رہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں سب سے زیادہ طاقتور آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ تم میں سب سے زیادہ طاقتور وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر سب سے زیادہ قابو رکھنے والا ہو، ابن ابی الدنیا نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ غصہ نحوست ہے اور نرمی برکت ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں لوگوں کے امور واخلاق کے متعلق بتاتا ہوں، بعض

---

❶ الفتح: ٢٦۔ ❷ النساء: ٥٤۔

❸ مسند احمد: ١٥٢/٥۔ اتحاف السادة المتقين: ٢٣/٨۔

❹ ابو داؤد: ٤٧٨١۔ مسند احمد: ١٥٢/٥۔ مجمع الزوائد: ٧٠/٨۔

لوگوں کو غصہ بھی جلدی آتا ہے اور کافور بھی جلدی ہو جاتا ہے، اس کا معاملہ برابر سرابر ہے، نہ اس کے حق میں ہے اور نہ اس کے خلاف، بعض لوگوں کو غصہ دیر سے آتا ہے اور جلدی ختم ہو جاتا ہے، یہ اس کے حق میں اچھا ہے، اس کے خلاف نہیں ہے، اسی طرح بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے حقوق کا تقاضا بھی کرتے ہیں اور اپنے فرائض کا بھی تقاضا کرتے ہیں، یہ بھی اس کے حق میں ہے اور نہ اس کے خلاف اور بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے حقوق کا تقاضا تو کرتے ہیں لیکن اپنے فرائض کو ادا نہیں کرتے، یہ اس کے خلاف ہے، اس کے حق میں نہیں، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے بڑا پہلوان وہ ہے جسے کسی بات پر غصہ آئے اور اس کا غصہ نہایت شدید ہو جائے، اس کا چہرہ سرخ ہو جائے اور اس کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں تو وہ اپنے غصے کو پچھاڑ دے [1] اور ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ بڑے بڑے پتھر اٹھانا قوت و طاقت ہے، اصل طاقت تو یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص غصے سے لبریز ہو جائے، پھر اس پر غالب آ جائے۔

امام احمد رحمہ اللہ اور شیخین رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پہلوان وہ نہیں ہے جو کسی کو پچھاڑ دے، اصل پہلوان تو وہ ہے جو غصے کے وقت اپنے اوپر قابو رکھے [2] عسکری اور ابن نجار نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی یہ روایت نقل کی ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ ''رقوب'' کسے کہتے ہیں؟ رقوب وہ شخص ہوتا ہے جس کی اولاد ہو اور اس نے ان میں سے کسی کو آگے نہ بھیجا ہو، کیا تم جانتے ہو کہ ''صعلوک'' کسے کہتے ہیں؟ یہ وہ شخص ہوتا ہے جس کے پاس مال ہو لیکن وہ اس میں سے کچھ بھی آگے نہ بھیجے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے غصے کو دور کرتا ہے، اللہ اس سے اپنا عذاب دور کر دیتا ہے اور جو شخص اپنی زبان کی حفاظت کرتا ہے، اللہ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرماتا ہے۔

امام احمد، بخاری، ترمذی اور ابو یعلی رحمہم اللہ نے نقل کیا ہے کہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے نبی علیہ السلام سے جب وصیت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے ان میں سے ہر ایک کو یہی نصیحت فرمائی کہ غصہ نہ کیا کرو [3] ایک روایت میں اس کی وجہ بھی بیان فرمائی گئی ہے کہ غصہ فساد پھیلانے والی چیز ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ راوی نے عرض کیا یا رسول اللہ! مجھے کسی کام کا حکم دیجئے لیکن وہ مختصر ہو، نبی علیہ السلام نے فرمایا غصہ نہ کیا کرو، راوی نے پھر نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے وہی بات دہرادی، طبرانی کی روایت میں ہے کہ غصہ نہ کیا کرو، تمہیں جنت مل جائے گی، حکیم ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے معاویہ بن حیدہ! غصہ نہ کیا کرو، کیونکہ غصہ ایمان کو اس طرح برباد کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو برباد کر دیتا ہے، یہی مضمون بیہقی اور ابن عساکر نے بھی نقل کیا ہے، حکیم ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غصہ جہنم کی آگ سے داغنے والا آلہ ہے جسے اللہ تعالیٰ انسان کے دل کی اس رگ پر رکھ دے گا جس پر دل معلق ہوتا ہے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ جب اسے غصہ آتا ہے تو اس کی آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، اس کے چہرے کا رنگ بدل جاتا ہے اور اس کی رگیں پھول جاتی ہیں، خرائطی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم

---

[1] مسند احمد: ٥/٣٦٧۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب: ١٠٢۔ صحیح مسلم: کتاب البر: ١٠٦۔ مسند احمد: ١/٣٨٢۔

[3] صحیح بخاری: کتاب الادب، باب: ٧٦۔ ترمذی: کتاب البر، باب: ٧٣۔ مسند احمد: ٢/١٧٥۔

اپنے آپ کو بغض سے بچاؤ کیونکہ یہ (دین کو) مونڈ دینے والی چیز ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جس شخص کو غصہ آئے اور وہ اس وقت مجھے یاد کرلے تو جب مجھے غصہ آئے گا، میں اسے یاد رکھوں گا، اور ان لوگوں میں شامل نہ کروں گا جنہیں میں مٹا دوں گا، ابن شاہین نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو غصہ آئے اور وہ یوں کہہ لے ''**اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم**'' تو اس کا غصہ دور ہو جائے، امام احمد، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کو سخت غصہ آیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں ایک ایسا کلمہ جانتا ہوں جو اگر غصے میں بھرا ہوا یہ آدمی کہہ لے تو اس کا غصہ کافور ہو جائے، اور وہ کلمہ یہ ہے ''**اللھم انی اعوذبك من الشیطن الرجیم**'' [1] جبکہ امام احمد اور حاکم نے یہ دعاء بھی نقل کی ہے

اَللّٰھُمَّ مُطْفِئَ الْکَبِیْرِ، وَمُکَبِّرَ الصَّغِیْرِ، اَطْفِئْھَا عَنِّیْ [2]

''اے بڑے کو بجھانے والے اور چھوٹے کو بڑا کرنے والے اللہ! اس غصے کو مجھ سے بجھا دے۔''

اور خرائطی نے حضرت ام ہانی رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ دعاء نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا تم یوں کہہ لیا کرو اے اللہ! اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رب! میرے گناہ کو معاف فرما، میرے دل کے غصے کو دور فرما اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے محفوظ فرما، حضرت سلیمان علیہ السلام فرماتے تھے پیارے بیٹے! کثرتِ غصہ سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ غصے کی کثرت ایک بردبار آدمی کے دل کو بھی ہلکا کر دیتی ہے، عکرمہ نے اس آیت ''اور سردار اور عورتوں سے الگ رہنے والا'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ سردار ''جو سید کا ترجمہ ہے'' سے مراد وہ شخص ہے جو غصے سے مغلوب نہ ہوتا ہو، ایک مرتبہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ غصہ نہ کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا بھائی! میں بھی ایک انسان ہوں، میرے اندر اتنی طاقت نہیں ہے کہ غصہ نہ کروں، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے فرمایا پھر مال جمع نہ کرنا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہاں! یہ ممکن ہے، حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں اے ابن آدم! جب تو غضب ناک ہوگا تو کودے گا اور جب کودے گا تو ہوسکتا ہے کہ جہنم میں ہی جا پڑے۔

ذوالقرنین کے حوالے سے بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ان کی ملاقات کسی فرشتے سے ہوئی، انہوں نے اس سے پوچھا مجھے کوئی ایسا علم سکھا دو جس سے میرے ایمان اور یقین میں اضافہ ہو جائے، اس نے کہا کہ غصہ نہ کیا کرو، کیونکہ ابن آدم جس وقت غصہ میں ہوتا ہے، اس وقت شیطان کو انسان پر سب سے زیادہ قدرت ہوتی ہے، اس لئے تم غصہ پی کر اپنا غصہ دور کر لیا کرو، اور وقار کے ساتھ سکون اختیار کیا کرو، اور جلد بازی سے بچو کیونکہ جب تم جلد بازی کرو گے تو تم اپنے حصے میں غلطی کر جاؤ گے، اور قریب و دور ہر شخص کے لئے آسان اور نرم ہو جاؤ، اور ظالم و سرکش مت بنو، وہب بن منبہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک راہب اپنے گرجے میں عبادت کرتا تھا، شیطان نے اسے گمراہ کرنے کا ارادہ کیا، لیکن جب وہ عاجز آگیا تو گرجے کے باہر سے دروازہ کھولنے کے لئے اسے آوازیں دینے لگا تاہم وہ پھر بھی خاموش رہا، شیطان نے کچھ سوچ کر کہا کہ میں مسیح ہوں، اس آواز پر وہ راہب دروازے پر آیا اور اس سے پوچھا کہ اگر تو مسیح ہے تو میں کیا کروں؟ اگر تو واقعی مسیح ہے تو کیا تو نے ہمیں قیامت

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٢٤٠۔ [2] مسند احمد: ٥/ ٣٧٠۔

تک عبادت کرنے، اور اس میں محنت کرنے کا حکم نہیں دیا تھا اور ہم سے قیامت کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ اگر آج تو میرے پاس اس کے علاوہ کوئی اور بات لے کر آیا ہے تو میں اسے قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوں، تب اس نے راہب کو بتایا کہ وہ شیطان ہے اور اسے گمراہ کرنے کے لئے آیا تھا، لیکن اس میں کامیاب نہیں ہو سکا، پھر شیطان نے اس راہب سے کہا کہ تم مجھ سے جو چاہو پوچھ سکتے ہو، میں تمہیں ضرور بتاؤں گا، اس راہب نے کہا کہ میں تجھ سے کچھ نہیں پوچھنا چاہتا، پھر جب شیطان پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو راہب نے اسے آواز دے کر بلایا اور اس سے کہا کہ مجھے یہ بتاؤ کہ بنی آدم کی کون سی عادات انہی کے خلاف تمہاری سب سے زیادہ معاون ہوتی ہیں؟ اس نے کہا مزاج کی تیزی، جب کوئی شخص حدت کا شکار ہوتا ہے تو ہم اسے یوں الٹ پلٹ کرتے ہیں جیسے بچے گیند کو الٹ پلٹ کرتے ہیں۔

امام جعفر صادق رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غصہ ہر برائی کی کنجی ہے، بعض انصار فرماتے ہیں کہ حماقت کی بنیاد مزاج کی تیزی ہے اور اس کا قائد غصہ ہے، جو شخص جہالت پر راضی ہو جاتا ہے وہ حلم سے مستغنی ہو جاتا ہے، جبکہ حلم باعث زینت اور منفعت ہے، اور جہالت عیب اور نقصان ہے، اور کسی احمق کے جواب میں خاموش رہنا سعادت مندی ہے، مجاہد کہتے ہیں کہ شیطان یہ کہتا ہے ابن آدم مجھے جس چیز میں عاجز کرنا چاہے کر لے، لیکن تین چیزوں میں وہ مجھے ہرگز عاجز نہیں کر سکتے، چنانچہ جب ان میں سے کوئی شخص نشے کی حالت میں ہوتا ہے تو ہم اسے اس کی ناک کی ہڈی سے پکڑ لیتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں اسے ہانک کر لے جاتے ہیں، اور جو ہم چاہتے ہیں وہ وہی عمل سرانجام دیتے ہیں، اسی طرح جب وہ غصے میں آتا ہے تو وہ اتنا کچھ کہہ دیتا ہے جس کا اسے پتہ نہیں چلتا، اور وہ کچھ کر گذرتا ہے جس پر اسے بعد میں نادم ہونا پڑتا ہے، اسی طرح جب وہ اپنے پاس موجود چیز میں بخل کرتا ہے تو ہم اسے ان چیزوں کی امید دلاتے ہیں جن پر اسے قدرت نہیں ہوتی، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ غصے کے وقت انسان کی بردباری اور لالچ کے وقت اس کی امانتداری کو دیکھا کرو، جب تک اسے غصہ نہ آئے تمہیں اس کے حلم کا علم نہیں ہو سکتا اور جب تک اس میں لالچ نہ ہو، تمہیں اس کی امانتداری کا علم نہیں ہو سکتا۔

ایک مرتبہ عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک گورنر کو خط میں لکھا کہ اپنے غصے پر خود کو سزا نہ دیا کرو، بلکہ اسے روک کر رکھا کرو، جب غصہ ٹھنڈا ہو جائے تو اس کے جرم کے تناسب سے سزا دے دیا کرو، اور اس میں بھی پندرہ کوڑوں سے آگے نہ بڑھنا، ایک مرتبہ ایک قریشی آدمی نے ان سے تلخی کے ساتھ بات کی، انہوں نے کافی عرصے تک اسے چھوڑے رکھا، پھر فرمایا شیطان نے مجھے خلیفہ کی عزت کا بہانہ بنا کر بھکانے کی کوشش کی تھی، کہ میں آج تجھ سے بدلہ لے لوں تاکہ کل تو مجھ سے اس کا بدلہ لے لے، ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ جس شخص کو سب سے کم غصہ آتا ہو، وہ لوگوں میں سب سے زیادہ عقلمند ہوتا ہے، اگر یہ دنیا کے لئے ہو تو مکر و فریب ہے اور اگر آخرت کے لئے ہو تو علم و حکمت ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے خطبے میں فرمایا کرتے تھے وہ شخص کامیاب ہو گیا جو خواہشاتِ نفسانی، لالچ اور غصے سے محفوظ رہا، ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ جو شخص اپنی خواہشات اور غصے کی پیروی کرتا ہے، یہ دونوں چیزیں اسے جہنم کی طرف ہانک دیتی ہیں، حسن بصری فرماتے ہیں کہ مسلمان کی علامات حسب ذیل ہیں۔ (۱) دین میں مضبوطی (۲) نرمی میں احتیاط

(۳) یقین میں ایمان (۴) بردباری میں علم (۵) نرمی میں عقلمندی (۶) حق میں عطاء کرنا (۷) مالداری میں میانہ روی (۸) تنگدستی میں تجمل (۹) قدرت میں احسان (۱۰) شدت کے وقت صبر (۱۱) اس پر غصہ غالب نہ آئے (۱۲) اس میں ضد بازی نہ ہو (۱۳) اس پر شہوت غالب نہ ہو (۱۴) اسے اس کا پیٹ رسوا نہ کرے (۱۵) اس کی حرص اسے ذلیل نہ کردے (۱۶) مظلوم کی مدد کرے (۱۷) کمزور پر رحم کھائے (۱۸) بخل نہ کرے (۱۹) فضول خرچی اور اسراف نہ کرے اور خرچ میں حد سے زیادہ کمی بھی نہ کرے (۲۰) اس پر ظلم ہو تو معاف کردے اور جاہل سے درگذر کرے (۲۱) اس کا نفس اپنی طرف سے مشقت میں ہو اور لوگ اس کی طرف سے آسانی میں ہوں۔

وہب کہتے ہیں کہ کفر کے چار ارکان ہیں غصہ، شہوت، وعدہ خلافی اور لالچ، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بعض وہ لوگ جنہوں نے نبی علیہ السلام کے دست حق پرست پر اسلام قبول کرلیا تھا، نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد غصے سے مغلوب ہوکر وہ اسلام چھوڑ کر مرتد ہوگئے اور کفر کی حالت میں ہی مرگئے، اس سے آپ غصے کے نقصان کا اندازہ کرلیجئے، ایک مرتبہ ایک نبی نے اپنے متبعین سے فرمایا تم میں سے کون شخص اس بات پر مجھے ضمانت دیتا ہے کہ وہ غصہ نہیں کرے گا، جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے گا وہ میرا خلیفہ ہوگا اور جنت میں میرے ساتھ میرے درجے میں ہوگا، ایک نوجوان نے اپنے آپ کو پیش کردیا، انہوں نے اپنی بات دوبارہ دہرائی اور اس نوجوان نے پھر اپنے آپ کو پیش کردیا اور اس وعدے کو پورا کرکے دکھایا، چنانچہ ان کے وصال کے بعد وہ ان کا خلیفہ بن گیا، یہ وہی شخص ہے جس کا نام ذوالکفل تھا، اور اسے یہ نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس نے اپنے متعلق یہ ضمانت دی تھی کہ غصہ نہیں کرے گا اور پھر اسے پورا کرکے دکھایا تھا اور بعض حضرات اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ اس نے شب بیداری اور ہمیشہ روزہ رکھنے کی ضمانت دی تھی اور اسے پورا کرکے دکھایا تھا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ پندرہ شعبان کی رات اپنے بندوں کو جھانک کر دیکھتا ہے اور بخشش مانگنے والوں کی بخشش فرمادیتا ہے، اور رحم طلب کرنے والوں پر رحم فرمادیتا ہے اور کینہ رکھنے والوں کو پیچھے کردیتا ہے اور وہ ویسے کے ویسے ہی رہ جاتے ہیں، بیہقی ہی کی ایک دوسری روایت میں یوں ہے کہ مؤمنین کی مغفرت فرمادیتا ہے اور کافروں کو مہلت دے دیتا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بندوں کے اعمال ہر جمعہ میں ایک مرتبہ پیر کے دن اور ایک مرتبہ جمعرات کے دن پیش کیے جاتے ہیں اور ہر بندۂ مؤمن کی مغفرت کردی جاتی ہے سوائے اس شخص کے جس کی اپنی بھائی سے کوئی عداوت چل رہی ہو اور یوں کہہ دیا جاتا ہے کہ ان دونوں کو اس وقت تک چھوڑے رکھو جب تک یہ رجوع نہ کرلیں [1] طبرانی میں قطع رحمی کرنے والے کا بھی ذکر ہے، یہی مضمون امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن عساکر وخطیب نے بھی نقل کیا ہے، ابن خزیمہ اور بیہقی نے شعبان کی پندرہویں شب میں والدین کے نافرمان آدمی کی بخشش نہ ہونے کا بھی تذکرہ کیا ہے، جبکہ بزار نے مشرک کا بھی استثناء ذکر کیا ہے، جو کہ ابن حبان، طبرانی، ابن شاہین، بیہقی اور ابن عساکر نے بھی کیا ہے، امام احمد اور نسائی نے قاتل اور عداوت رکھنے والے دو آدمیوں کا تذکرہ کیا ہے۔

---

[1] صحیح مسلم: کتاب البر: ۱۱۔

ابن ماجہ نے یہ حدیث نقل کی ہے کہ حسد نیکیوں کو ایسے کھا جاتا ہے جیسے آگ لکڑیوں کو کھا جاتی ہے، صدقہ گناہوں کو ایسے بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، نماز مؤمن کا نور ہے اور روزہ ڈھال ہے ❶ یعنی جہنم کی آگ سے بچاؤ اور حفاظت کرنے والی چیز ہے، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسد دو آدمیوں میں جائز ہوسکتا تھا ایک وہ آدمی جسے اللہ نے قرآن عطاء فرمایا، وہ اس پر قائم رہا، اس کے حلال کو حلال سمجھا اور اس کے حرام کو حرام سمجھا اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے مال عطاء فرمایا، اس نے اپنے اقرباء اور قریبی رشتہ داروں سے صلہ رحمی کی اور اللہ کی اطاعت والے اعمال کرتا رہا، اور انسان اس جیسا ہونے کی تمنا کرے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسد ایمان کو اسی طرح برباد کر دیتا ہے جیسے ایلوا شہد کو برباد کر دیتا ہے، ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے اگر تم حسد کرو تو حد سے آگے نہ بڑھو، جب گمان کرو تو تفتیش مت کرو اور جب شگون لو تو آگے بڑھ جایا کرو اور اللہ پر توکل کیا کرو۔

امام احمد، ترمذی اور ضیاء مقدسی رحمہم اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پہلے لوگوں کی بیماری حسد تم میں بھی سرایت کر جائے گی اور بغض تو مونڈ دینے والی چیز ہے لیکن بالوں کو نہیں بلکہ دین کو، اس ذات کی قسم! جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے تم جنت میں اس وقت تک داخل نہیں ہو سکتے جب تک ایمان نہ لے آؤ، اور تمہارا ایمان اس وقت تک کامل نہ ہوگا جب تک ایک دوسرے سے محبت نہ کرنے لگو، کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتا دوں جو اگر تم کرنے لگو تو ایک دوسرے سے محبت کرنے لگو؟ آپس میں سلام پھیلایا کرو ❷ ابن صصری کی روایت میں حسد کے ساتھ خیانت کو بھی نیکیاں کھا جانے والی چیز شمار کیا گیا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسد کرنے والا، چغل خور اور کاہن مجھ سے ہے اور نہ میں اس سے ہوں، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر انسان حاسد ہوتا ہے لیکن اسے اس کا حسد اس وقت تک نقصان نہیں پہنچاتا جب تک کہ وہ زبان سے اس کا اظہار یا ہاتھ سے عمل کر کے نہ دکھائے، ایک اور روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ حسد کے حوالے سے بھی بعض لوگ بعض دوسرے افراد سے زیادہ افضل ہوتے ہیں، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگ اس وقت تک خیر پر رہیں گے جب تک وہ ایک دوسرے سے حسد نہ کریں گے، حاکم اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابلیس کہتا ہے، کوشش کرو کہ بنو آدم سرکشی اور حسد پر آ جائیں، کیونکہ یہ دونوں چیزیں اللہ کے نزدیک شرک کے برابر ہیں، امام احمد، بخاری، ترمذی، ابن ماجہ، حاکم اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی گناہ بغاوت اور قطع رحمی سے زیادہ دنیا میں جلدی سزا اور آخرت میں اس کے لئے ذخیرہ کی گئی سزا کے ساتھ اس بات کا مستحق نہیں ہے ❸ ابن عدی اور ابن نجار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بغاوت سے بچو کیونکہ بغاوت کی سزا سے زیادہ خطرناک سزا کوئی نہیں ہے۔ ابن لال نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر کوئی پہاڑ دوسرے پہاڑ کے خلاف بغاوت کرے تو ان میں سے بغاوت کرنے والے کو ریزہ ریزہ کر دیا جائے گا، ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے کسی بھائی کی کسی مصیبت پر خوشی کا اظہار نہ کیا کرو، ہوسکتا ہے کہ اللہ اسے عافیت عطاء فرما دے اور تمہیں اس میں مبتلا کر دے۔ ❹

---

❶ ابن ماجہ: (۴۲۱۰)۔ ❷ ترمذی: کتاب القیمة، باب (۵۶)۔ مسند احمد: ۱/۱۶۵۔

❸ ابو داؤد: کتاب الادب، باب (۴۴) ترمذی: کتاب القمیة، باب (۵۷) ابن ماجہ: کتاب الزھد، باب (۲۳) مسند احمد: ۵/۳۸۔

❹ ترمذی: (۲۵۰۶)۔

امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں میں سب سے بدترین مرتبہ اس شخص کا ہے جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کی خاطر برباد کر دے، یہی مضمون امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ میں، اور ابن ماجہ اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، سجزی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو خواہشات نفسانی سے بچاؤ کیونکہ خواہشات انسان کو اندھا بہرا کر دیتی ہیں، طبرانی اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آسمان کے سائبان تلے اللہ کے علاوہ جتنے معبودانِ باطلہ کی عبادت کی جاتی ہے، ان میں اللہ کے نزدیک اتباع کی جانے والی خواہشات سے بڑھ کر کوئی چیز نہیں ہے اور نبی علیہ السلام نے حسد، اس کے اسباب اور ثمرات کی ممانعت کرتے ہوئے فرمایا ہے ایک دوسرے کو نامناسب القاب مت دیا کرو، قطع تعلقی نہ کیا کرو اور اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہا کرو، اور کسی مسلمان کے لئے جائز نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی سے قطع تعلقی رکھے۔ ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی ابھی اس کشادہ جگہ سے ایک جنتی آدمی آئے گا، تھوڑی ہی دیر بعد ایک انصاری آدمی وہاں سے نمودار ہوا جس کی ڈاڑھی سے وضو کا پانی ٹپک رہا تھا، اور اس نے بائیں ہاتھ میں اپنے جوتے سنبھال رکھے تھے، اور اس نے آ کر نبی علیہ السلام کو سلام کیا، اگلے دن نبی علیہ السلام نے پھر وہی بات ارشاد فرمائی اور وہاں سے پھر وہی انصاری آدمی آیا، تیسرے دن بھی ایسا ہی ہوا، اس دن جب نبی علیہ السلام نے مجلس برخاست کی تو حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ اس انصاری کے پیچھے چلے اور اس سے کہا کہ میں نے بڑے اصرار اور تکرار سے قسمیں دے کر اپنے والد صاحب کو اس بات پر آمادہ کیا ہے کہ میں تین دن تک گھر نہیں آؤں گا، اگر آپ تین دن تک مجھے اپنے یہاں ٹھہرا لیں تو بڑی مہربانی ہو؟ اس انصاری نے حامی بھر لی، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے تین راتیں اس کے ساتھ گذاریں، اور کسی رات بھی انہیں قیام کے لئے اٹھتے ہوئے نہیں دیکھا، صرف اتنا ہوتا تھا کہ جب وہ نیند سے بیدار ہو کر بستر پر کروٹ بدلتے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے اور تکبیر کہتے تھے، اور نماز کھڑی ہونے تک نہیں اٹھتے تھے، البتہ میں نے انہیں ہمیشہ خیر ہی کی بات کہتے ہوئے سنا، جب تین دن گذر گئے اور میں ان کے عمل کو حقیر سمجھنے کے قریب تھا تو میں نے ان سے کہا بندۂ خدا! میری اپنے والد صاحب کے ساتھ کوئی ناراضگی یا قطع تعلقی نہیں تھی، لیکن میں نے نبی علیہ السلام کو تین مرتبہ ایک جنتی کے آنے کی اطلاع دیتے ہوئے سنا تھا اور تینوں مرتبہ آپ ہی آئے تھے، اس لئے میری خواہش ہوئی کہ میں آپ کے یہاں رک کر آپ کے اعمال دیکھوں اور ان میں آپ کی اقتداء کروں لیکن میں نے تو آپ کو کوئی بڑا عمل کرتے ہوئے نہیں دیکھا پھر آپ اس مقام پر کیسے پہنچ گئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ تم نے جو دیکھا ہے وہی ہے، پھر جب میں پیٹھ پھیر کر جانے لگا تو انہوں نے مجھے بلا کر کہا تم نے جو دیکھا ہے وہی ہے، البتہ میں اپنے دل میں کسی مسلمان کے متعلق دھوکہ نہیں رکھتا، جس شخص کو اللہ نے کوئی خیر عطا فرما رکھی ہو، میں کسی پر اس سے حسد نہیں کرتا، حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے آپ اس مقام تک پہنچے ❷ یہ روایت نسائی نے بھی سند صحیح کے ساتھ ذکر کی ہے، ابویعلی اور بزار نے بھی ایسی روایت ذکر کی ہے اور اس نامعلوم آدمی کا نام سعد رضی اللہ عنہ نقل کیا ہے، بیہقی نے یہ روایت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے بھی نقل کی ہے، البتہ اس میں حضرت

---

❶ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب: (٥٧)۔ صحیح مسلم: کتاب البر: (٢٣)۔ ❷ مسند احمد: ٣٦٠/٤۔

سعد بن مالک رضی اللہ عنہ کے نام کی بھی تصریح ہے اور ان کی یہ دعاء بھی مذکور ہے ’’اے اللہ! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطاء فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطاء فرما، اور ہمیں جہنم کے عذاب سے محفوظ فرما، اے اللہ! دنیا و آخرت میں ہمارے تمام اہم امور میں ہماری کفایت فرما، اے اللہ! ہم تجھ سے ہر خیر کا سوال کرتے ہیں اور ہر شر سے تیری پناہ مانگتے ہیں۔‘‘

ایک حدیث میں آتا ہے قریب تھا کہ فقر و فاقہ کفر کا سبب بن جائے اور قریب تھا کہ حسد تقدیر پر غالب آ جائے، ایک اور حدیث میں ہے کہ میری امت بھی عنقریب دوسری امتوں کی بیماری میں مبتلا ہو جائے گی، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے جب اس کی وضاحت پوچھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تکبر، فخر، مال کی کثرت کی خواہش، دنیا میں آگے بڑھنے کا مقابلہ، ایک دوسرے سے بغض اور حسد، یہاں تک کہ وہ بغاوت پر پہنچ جائے، پھر ہرج ہوگا یعنی قتل کی کثرت، ایک اور حدیث میں ہے کہ مجھے اپنی امت کے متعلق سب سے زیادہ اس چیز کا اندیشہ ہے کہ ان میں مال کی ریل پیل ہو جائے گی جس کی وجہ سے وہ ایک دوسرے سے حسد کرنے لگیں گے اور پھر قتل و غارت گری کریں گے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا ہے کہ اپنی ضروریات کی تکمیل میں ’’اخفاء‘‘ سے مدد لیا کرو، کیونکہ ہر وہ شخص جس کے پاس کوئی نعمت ہو، لوگ اس سے حسد کرتے ہی ہیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ کی نعمتوں کے کچھ دشمن بھی ہوتے ہیں، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے استفسار پر نبی علیہ السلام نے بتایا یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی نعمتوں پر لوگوں سے حسد کرتے ہیں، ایک اور حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا چھ قسم کے لوگ ایسے ہیں جو حساب کتاب سے ایک سال پہلے ہی جہنم میں داخل ہو جائیں گے، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے استفسار پر نبی علیہ السلام نے اس کی وضاحت اِن لوگوں سے فرمائی ظلم سے حکومت کرنے والے امراء، عصبیت کا شکار اہل عرب، تکبر میں مبتلا کسان، خیانت کے مریض تجار، جہالت کا شکار دیہاتی، اور حسد میں مبتلا علماء۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام جلدی کر کے اپنے رب کے پاس پہنچے تو انہوں نے عرش کے سائے میں ایک آدمی کو دیکھا، انہیں اس کی جگہ پر رشک ہوا، اور وہ کہنے لگے کہ یہ تو اپنے رب کی نگاہوں میں بڑا معزز آدمی ہے، چنانچہ انہوں نے اللہ تعالیٰ سے اس آدمی کا نام پوچھا، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس کا نام تو نہیں بتایا البتہ یہ ضرور فرمایا کہ میں آپ کو اس کے تین عمل بتاتا ہوں، لوگوں کو اللہ نے اپنے فضل سے جو کچھ عطاء فرمایا ہوتا، یہ شخص ان سے حسد نہیں کرتا تھا، اپنے والدین کی نافرمانی نہیں کرتا تھا اور چغل خوری نہیں کرتا تھا، حضرت زکریا علیہ السلام کے حوالے سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حاسد میری نعمتوں کا دشمن ہے، میرے فیصلے پر ناراض اور میری تقسیم پر خوش نہیں ہے، جو میں نے اپنے بندوں کے درمیان فرمائی ہے، بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ سب سے پہلا گناہ جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی، وہ حسد ہے کہ ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے کے حکم پر حسد کا مظاہرہ کیا، تو اس حسد نے اسے اللہ کی نافرمانی پر مجبور کر دیا، ایک بزرگ نے کسی حکمران کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچاؤ، کیونکہ یہ پہلا گناہ ہے جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کی گئی تھی، پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ’’اس وقت کو یاد کیجیے جب ہم نے فرشتوں کو حکم دیا کہ آدم کو سجدہ کرو‘‘ [1] اور اپنے آپ کو حرص سے بچاؤ کیونکہ اسی

---

[1] البقرة: ٣٤۔

نے انہیں جنت سے نکلوایا تھا، اللہ نے انہیں زمین و آسمان کے برابر چوڑائی رکھنے والی جنت میں ٹھہرایا کہ اس میں ایک درخت کے علاوہ جو چاہیں کھائیں، لیکن حرص نے انہیں اس درخت کا پھل کھلا دیا، اور اللہ تعالیٰ نے انہیں جنت سے زمین پر اتار دیا۔ پھر انہوں نے یہ آیت تلاوت کی ''تم دونوں کے دونوں جنت سے اتر جاؤ'' ❶ اور اپنے آپ کو حسد سے بچاؤ کیونکہ یہی وہ چیز ہے جس نے حضرت آدم علیہ السلام کے بیٹے کو اس بات پر برانگیختہ کیا تھا کہ اپنے بھائی کو قتل کر دے، پھر انہوں نے اس مضمون پر مشتمل آیت ❷ تلاوت فرمائی۔

اس کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے کہ قاتل کی بہن ''جو مقتول کی بیوی بنتی'' مقتول کی بہن ''جو قاتل کی بیوی بنتی'' سے زیادہ خوبصورت تھی، کیونکہ حضرت حوا علیہا السلام کے یہاں بیس مرتبہ ولادت ہوئی، ہر مرتبہ ایک لڑکا اور ایک لڑکی پیدا ہوئے، حضرت آدم علیہ السلام ایک مرتبہ پیدا ہونے والی لڑکی کا نکاح دوسری مرتبہ پیدا ہونے والے لڑکے سے کر دیتے تھے، جب قابیل نے دیکھا کہ اسکے بھائی کی بیوی زیادہ خوبصورت ہے تو وہ اس سے حسد کرنے لگا اور بالآخر اسے قتل کر دیا، ان بزرگوں نے اس حکمران کو نصیحت کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ جب نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کا ذکر آ جائے تو خاموش ہو جاؤ، جب تقدیر کا ذکر آ جائے تو خاموش ہو جاؤ اور جب ستاروں کا ذکر آ جائے تو خاموش ہو جاؤ۔

ایک نیک آدمی بادشاہ کے پاس جا کر بیٹھتا، اسے نصیحت کرتا اور کہتا تھا کہ نیکی کرنے والے کی نیکی کی وجہ سے اس پر احسان کیا کرو، کیونکہ برے کو اس کی برائی ہی کافی ہو جاتی ہے، اتفاق کی بات کہ کسی جاہل آدمی کو بادشاہ کے ساتھ اس کے قرب پر حسد ہو گیا اور وہ اسے قتل کرنے کے حیلے سوچنے لگا، بالآخر وہ بادشاہ کے پاس گیا اور کہنے لگا کہ فلاں آدمی تو آپ کے متعلق یہ سمجھتا ہے کہ آپ کے جسم سے بدبو آتی ہے جس کی علامت یہ ہے کہ جب وہ آپ کے قریب آئے گا تو اپنا ہاتھ اپنی ناک پر رکھ لے گا تاکہ آپ کے پسینے کی بدبو نہ سونگھنی پڑے، بادشاہ نے اس سے کہا کہ اب تو تو واپس جا، میں خود تحقیق کروں گا، چنانچہ وہ چلا گیا اور گھر جاتے ہی اس نیک آدمی کے لئے دعوت کا اہتمام کر کے اسے بلا لیا اور کھانے میں اسے لہسن کھلایا، وہ آدمی کھانے سے فارغ ہو کر بادشاہ کے یہاں چلا گیا اور حسب معمول اسے نصیحت کی، بادشاہ نے اسے اپنے قریب بلایا، جب وہ بادشاہ کے قریب ہوا تو اس احتیاط کے لئے بادشاہ کو لہسن کی بدبو سے ایذاء نہ پہنچے، اس نے اپنا ہاتھ اپنی ناک پر رکھ لیا، بادشاہ نے اپنے دل میں سوچا کہ اس نے واقعی سچ بولا تھا۔

اس بادشاہ کی عادت تھی کہ جب بھی اپنے کسی ماتحت کو خط لکھتا تو اس میں انعام و اکرام کا حکم دیتا تھا، اس مرتبہ اس نے اپنے ایک گورنر کو خط لکھا کہ جب تمہارے پاس میرا یہ خط لانے والا آدمی پہنچے تو تم اسے ذبح کر کے اس کی کھال اتار لینا، اور اس میں بھوسہ بھر کر میرے پاس بھیج دینا، وہ نیک آدمی خط لے کر جب بادشاہ کے پاس سے نکلا تو راستے میں وہی حاسد اور سازشی آدمی مل گیا، اس نے پوچھا کہ یہ خط کیسا ہے؟ اس نے جواب دیا کہ بادشاہ نے میرے لیے انعام و اکرام کا خط لکھا ہے، وہ حاسد کہنے لگا کہ یہ خط آپ مجھے ہدیہ کر دیں، اس نے وہ خط اسے دے دیا، حاسد نے وہ خط لیا اور متعلقہ گورنر کے پاس پہنچ گیا،

---

❶ طہ: ۱۲۳۔ ❷ المائدۃ: ۲۷۔

گورنر نے خط پڑھ کر کہا کہ تم جو خط لے کر آئے ہو، اس میں لکھا ہے کہ میں تمہیں ذبح کر کے تمہاری کھال اتارلوں، اس پر حاسد پریشان ہو کر کہنے لگا بادشاہ نے یہ حکم میرے لیے نہیں لکھا اس لئے آپ میرے معاملے میں احتیاط کیجئے، میں بادشاہ کے پاس دوبارہ جاتا ہوں، گورنر نے کہا کہ بادشاہ کا خط واپس نہیں لوٹایا جاتا، چنانچہ اس نے اسے ذبح کر کے اس کی کھال اتاری اور اس میں بھوسہ بھر کر اسے بادشاہ کے پاس بھیج دیا، اتفاق سے کچھ عرصے بعد وہ نیک آدمی پھر بادشاہ کے پاس آیا اور حسب عادت اسے نصیحتیں کیں، بادشاہ کو اسے زندہ دیکھ کر تعجب ہوا اور وہ کہنے لگا کہ اس خط کا کیا بنا؟ اس نے کہا کہ مجھے فلاں آدمی راستے میں ملا تھا، اس نے مجھ سے ہدیئے کے طور پر اس کا مطالبہ کیا، سو میں نے اسے وہ خط دے دیا، بادشاہ نے اسے بتایا کہ اس کے بقول تمہیں میرے پسینے کی بدبو آتی ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے تو یہ بات کبھی نہیں کہی، بادشاہ نے کہا کہ پھر تم نے اپنی ناک اور منہ پر ہاتھ کیوں رکھا تھا؟ اس نے کہا کہ اس شخص نے مجھے لہسن کھلایا تھا، مجھے یہ بات اچھی نہ لگی کہ اس کی بدبو آپ کو سونگھنا پڑے، بادشاہ نے اس کی تصدیق کرتے ہوئے کہا کہ اب تم اپنے ٹھکانے پر واپس چلے جاؤ کیونکہ برائی کرنے والے کو اس کی برائی کافی ہوگئی۔

ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے کبھی کسی سے دنیا کی کسی چیز پر حسد نہیں کیا، کیونکہ اگر وہ شخص جنتی ہو تو میں دنیا کی چیزوں میں اس پر کیسے حسد کر سکتا ہوں کیونکہ وہ تو جنت میں بڑی حقیر چیز ہے، اور اگر وہ جہنمی ہو تب بھی میں اس سے کیونکر حسد کروں جبکہ وہ جہنم میں جائے گا، حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انسان موت کا ذکر جتنی کثرت کے ساتھ کرتا ہے، اس کی خوشی اور اس کا حسد اتنا ہی کم ہو جاتا ہے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں ہر شخص کو راضی کر سکتا ہوں سوائے نعمتوں پر حسد کرنے والے کے، کیونکہ وہ نعمت کے زوال کے بغیر راضی ہی نہیں ہوتا، ایک دیہاتی کہتا ہے کہ میں نے حاسد سے بڑھ کر کسی ظالم کو نہیں دیکھا جو مظلوم کے ساتھ حد درجہ مشابہ ہو، کیونکہ وہ تم پر ہونے والے انعامات کو اپنے لیے عذاب سمجھتا ہے، حسن کہتے ہیں کہ اے ابن آدم! اپنے بھائی سے حسد نہ کیا کر، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے جو کچھ عطاء فرمایا ہے اگر وہ اس کے اکرام میں ہے تو تو اس شخص سے حسد نہ کر جس کا اکرام اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اور اگر کسی اور وجہ سے ہو تو اس شخص پر کیوں حسد کرتا ہے جس کا ٹھکانہ جہنم ہے؟ ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ حاسد کو لوگوں کی مجلسوں میں مذمت اور رسوائی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا، فرشتوں کی طرف سے لعنت اور نفرت کے سوا کچھ نہیں ملتا، مخلوق سے گھبراہٹ اور پریشانی کے علاوہ کچھ نہیں ملتا، نزع کے وقت شدت اور مشکل کے علاوہ کچھ نہیں ملتا اور قیامت کے دن رسوائی اور سزا کے سوا کچھ نہ ملے گا۔

چند ضروری تنبیہات

گذشتہ صفحات میں یہ بات گذر چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے غصے کو آگ سے پیدا کیا ہے اور اسے انسان کی فطرت کا حصہ بنا دیا ہے، جب بھی انسان کے کسی مقصد پر زد پڑتی ہے تو وہ آگ مشتعل ہو جاتی ہے یہاں تک کہ اس کا خون کھولنے لگتا ہے اور دل سے پھیل کر جسم کی باقی رگوں میں پہنچ جاتا ہے اور جس طرح ابلتا ہوا پانی اوپر کی جانب اچھلتا ہے، اسی طرح یہ بھی اچھلتا ہے، اس کا چہرہ اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، اور جسم کی کھال بھی اس کے پیچھے خون کی سرخی کا پتہ دے رہی ہوتی ہے، یہ تو اس

صورت میں ہوتا ہے کہ جب اسے مغضوب علیہ پر قدرت کا شعور حاصل ہو، ورنہ اگر مغضوب علیہ کی طاقت اس کی طاقت سے زیادہ ہو، اور وہ اس سے انتقام لینے پر قادر نہ ہو تو اس کا خون جسم کے ظاہری حصے سے دل کے اندرونی حصے کی طرف منتقل ہو جاتا ہے، اور یہ خوف کی حالت بن جاتی ہے جس سے اس کے چہرے کا رنگ زرد پڑ جاتا ہے، یا اگر وہ دونوں برابر ہوں اور اسے مغضوب علیہ سے انتقام لینے میں تردد ہو تو اس کا خون انقباض اور انبساط کی درمیانی حالت میں ہوتا ہے اس لئے کبھی اس کا رنگ سرخ ہوتا ہے، کبھی زرد اور وہ اضطراب کا شکار رہتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ قوتِ غضب کا محل دل ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ انتقام لینے کی خواہش میں اس کا خون جوش مارتا ہے، اور غصہ کی یہ طاقت اس وقت متوجہ ہوتی ہے جب کہ وہ تکلیف دہ چیز کو رونما ہونے سے پہلے ہی ختم کرنا چاہے یا اگر وہ رونما ہو ہی جائے تو اس کے بعد انتقام لے کر تشفی کرنا چاہے، گویا انتقام ہی اصل لذت اور اسے سہارا دینے والی چیز ہے۔

پھر اس غصے میں حد سے زیادہ کمی ہونا ''مثلاً یہ کہ انسان میں غصہ کی کیفیت ہی نہ رہے یا کمزور ہو جائے'' بہت مذموم ہے اس لئے کہ اس طرح تو غیرت وحمیت ہی ختم ہو جاتی ہے، اور جس شخص میں غیرت ومروت نہ ہو، وہ کسی طرح بھی کمال کی کسی نوع کا اہل نہیں ہو سکتا اور وہ عورتوں بلکہ جانوروں کے زیادہ مشابہ ہے، یہی مطلب ہے امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول کا کہ جس شخص کو غصہ دلایا جائے اور وہ غصے میں نہ آئے تو وہ گدھا ہے اور جس شخص کو راضی کیا جائے اور وہ راضی نہ ہو تو وہ شیطان ہے، اور اس غیرت وحمیت پر تو اللہ تعالیٰ نے صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی تعریف کی ہے اور فرمایا کہ ''وہ مؤمنین پر نرم اور کافروں پر سخت ہوتے ہیں'' ❶ اسی طرح ارشاد ہے ''وہ کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں'' ❷ نیز فرمایا ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! کافروں اور منافقوں سے جہاد کیجئے اور ان پر سختی کیجئے'' ❸ دراصل غصے میں حد سے زیادہ کمی کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان کی ان چیزوں میں غیرت کم ہو جاتی ہے جن میں غیرت ہونی چاہئے مثلاً اپنی بہن یا بیوی سے کسی کے چھیڑ چھاڑ کرنے پر، گھٹیا لوگوں سے ذلت اٹھانے پر اور نفس کی ذلت پر، یہ سب بھی اس کے علاوہ قباحتیں اور قابل مذمت چیزیں ہیں۔

ایک مرتبہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہوتا ہے، میں ان سے بھی زیادہ غیرت مند ہوں، اور اللہ تعالیٰ مجھ سے بھی زیادہ، اور اسی وجہ سے تو اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے ❹ اسی طرح امام احمد، شیخین اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ سے بڑھ کر کوئی غیرت مند نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے اس نے بے حیائی کے کاموں کو حرام قرار دیا ہے خواہ وہ ظاہری ہوں یا باطنی، اللہ سے زیادہ کسی کو اپنی تعریف پسند نہیں ہو سکتی، اسی وجہ سے اس نے خود اپنی تعریف کی ہے اور اللہ سے زیادہ کسی کو عذر کرنا پسندیدہ نہیں ہو سکتا، اسی وجہ سے اس نے کتابیں نازل کیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کو بھیجا ہے ❺ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غیرت ایمان کا حصہ ہے، امام احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ

---

❶ المائدة: ٥٤۔ ❷ الفتح: ٢٩۔ ❸ التوبة: ٧٣۔

❹ صحيح بخاري: كتاب النكاح، باب: (١٠٧)۔ صحيح مسلم: كتاب اللعان: (١٦)۔

❺ صحيح بخاري: كتاب التوحيد، باب: (١٥)۔ صحيح مسلم: كتاب التوبة: (٣٢)۔ ترمذي: كتاب الدعوات، باب: (٩٦)۔

روایت نقل کی ہے کہ غیرت کی بعض صورتیں اللہ کو پسند اور بعض ناپسند ہیں، اسی طرح فخر کی بعض صورتیں اللہ کو پسند اور بعض ناپسند ہیں، چنانچہ اللہ جس غیرت کو پسند کرتا ہے اس کا تعلق شک سے ہے اور جس غیرت کو ناپسند کرتا ہے وہ اس صورت میں ہے جبکہ کوئی شک نہ ہو، وہ فخر جو اللہ کو پسند ہے وہ قتال اور صدقہ وخیرات کے وقت ہے اور جس صورت کو اللہ ناپسند کرتا ہے وہ انسان کا گناہوں پر فخر کرنا ہے [1] طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے غیور لوگوں کو پسند کرتا ہے، اللہ تعالیٰ مسلمان کے لیے غیرت کھاتا ہے اس لیے مسلمان کو بھی غیرت مند ہونا چاہیے۔

اور اس قوت کے اظہار میں حد سے زیادہ آگے بڑھ جانا بھی نہایت مذموم ہے، اور وہ اس طرح کہ انسان پر غصہ اتنا غالب آجائے کہ عقل ودین کی سوجھ بوجھ سے ہی نکل جائے، اور اس وقت اس میں کوئی فکر، بصیرت اور اختیار باقی نہ رہے، بلکہ ایک طرح سے وہ مجبور ہو جائے یا تو فطری عادتوں کی وجہ سے، یا عادی امور کی وجہ سے یا ان دونوں سے مرکب ہو، اس طرح کہ اس کی فطرت ہی جلدی غصے میں آجانے پر آمادہ رہتی ہو، یا وہ اسے کمال اور بہادری سمجھتا ہو اور اس کی تعریف اس کے ذہن میں راسخ ہو جائے، اور ظاہر ہے کہ جب غصے کی آگ بھڑکتی ہے اور اس کے جذبات مشتعل ہوتے ہیں تو وہ انسان کو ہر نصیحت سے اندھا بہرا کر دیتے ہیں، بلکہ سمجھانے بجھانے اور نصیحت کرنے سے اس میں مزید اضافہ ہو جاتا ہے، کیونکہ اس وقت اس کی عقل کا نور بجھ چکا ہوتا ہے، غصے کی حالت میں اس کی اصل حالت محو ہو جاتی ہے، اور اس کا غصہ اس کے دماغ پر چھا جاتا ہے جو کہ سوچ بچار کا مرکز ہے، اس وقت اس کی آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے اور اسے تاریکی کے علاوہ کچھ نظر نہیں آتا، بلکہ بعض اوقات اس اشتعال میں اتنا اضافہ ہو جاتا ہے کہ دل کی وہ رطوبت ہی ختم ہو جاتی ہے جس سے انسان کی زندگی قائم ہوتی ہے اور اس کے نتیجے میں انسان کی موت ہی واقع ہو جاتی ہے۔

ظاہری طور پر غصے کے جو آثار نمایاں ہوتے ہیں ان میں اس کا رنگ بدل جانا ہے جیسا کہ گذرا، اور جسمانی اعضاء پر شدید کپکپی طاری ہو جانا، افعال وحرکات کا نظم وضبط سے خارج ہو جانا، حرکت اور کلام میں اضطراب کا پیدا ہو جانا جس کی وجہ سے انسان کے جبڑوں پر جھاگ غالب آجاتا ہے، آنکھوں کے حلقے سرخ ہو جاتے ہیں، نتھنے پھولنے لگتے ہیں، اور طبیعت بدل جاتی ہے، اگر کوئی شخص غصے کی حالت میں اپنی تصویر دیکھ لے تو اس کی بدنمائی دیکھ کر شرمندگی کے مارے وہ خود ہی ٹھنڈا ہو جائے، جبکہ باطنی قباحت ظاہری قباحت سے زیادہ اہم ہے، کیونکہ ظاہر باطن کا عنوان ہے، ظاہر کی قباحت باطن کی قباحت سے پیدا ہوتی ہے، اور ظاہر کی تبدیلی باطن کی تبدیلی کا نتیجہ ہوتی ہے، یہ اثر تو جسم میں ظاہر ہوتا ہے، زبان پر اس کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ بیہودہ باتیں کہنے لگتی ہے مثلاً ایسی گالیاں اور بے حیائی کی باتیں جن سے عقلمند آدمی کو ویسے ہی شرم آتی ہے بلکہ خود اس کا غصہ جب ٹھنڈا پڑ جائے تو اسے بھی شرمندگی ہوتی ہے، علاوہ ازیں اس کی گفتگو میں ترتیب نہیں رہتی، اس کے الفاظ لڑکھڑانے لگتے ہیں، اور تعبیر میں اس کے حواس جواب دے جاتے ہیں، اعضاء پر اس کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قدرت رکھنے کی صورت میں مار دھاڑ سے لے کر قتل وغارت گری تک جا پہنچتا ہے، اور اگر وہ انتقام لینے پر قادر نہ ہو تو اس کا غصہ خود اسی پر ظاہر ہونے لگتا

---

[1] ابو داوٗد: كتاب الجهاد، باب: (١٠٤)۔ نسائي: كتاب الزكوة، باب: (٦٦)۔ ابن ماجه: كتاب النكاح، باب: (٥٦)۔ مسنداحمد: ٤٥٥/٥۔

ہے چنانچہ وہ اپنے کپڑے پھاڑ لیتا ہے، اپنے آپ کو پیٹنے لگتا ہے جانوروں اور جمادات کو مارنے لگتا ہے، مدہوش اور مجنون، پریشان دشمن سے دست درازی کرتا ہے، اور کئی مرتبہ غصے سے مغلوب ہو کر وہ حرکت کرنے کے قابل نہیں رہتا اور اس پر بے ہوشی بھی طاری ہو جاتی ہے۔

دل پر اس کا اثر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مغضوب علیہ سے کینہ اور حسد پیدا ہو جاتا ہے، اس کی پریشانی پر وہ خوشی کا اظہار اور اس کی خوشی پر غمگینی کا اظہار کرتا ہے، نیز وہ اس کے راز فاش کرنے، اس کا پردہ چاک کرنے اور اس کا مذاق اڑانے کا عزم کر لیتا ہے، کمال یہ ہے کہ یہ قوت اعتدال میں رہے، اس میں افراط وتفریط نہ ہو، اور عقل و دین کے تابع ہو، جہاں غیرت وحمیت کا اظہار ضروری ہو وہاں یہ قوت ابھر آئے، اور جہاں حلم و بردباری بہتر ہو وہاں یہ قوت دب جائے، یہی وہ استقامت ہے جس کا اللہ نے اپنے بندوں کو مکلف بنایا ہے، اور یہی وہ درمیانہ راستہ ہے جس کی نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے تعریف فرمائی ہے چنانچہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا ارشاد ہے "تمام امور میں سب سے بہتر وہ ہیں جو کہ معتدل اور درمیانے ہوں" [1] اب جو شخص افراط وتفریط کا شکار ہو تو اسے اپنا معالجہ کرنا چاہئے، یہاں تک کہ وہ صراط مستقیم تک پہنچ جائے یا اس کے قریب ہو جائے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے "تم اس بات کی استطاعت ہرگز نہیں رکھتے کہ عورتوں کے درمیان عدل وانصاف کر سکو، اگرچہ تمہاری اس کی خواہش بھی ہو، لہذا ان سے مکمل طور پر اعراض بھی نہ کرو کہ انہیں لٹکی ہوئی عورتوں کی طرح چھوڑ دو" [2] اور جو شخص مکمل طور پر نیکی کا کام کرنے سے عاجز ہو، اس کے لیے مناسب نہیں ہے کہ مکمل طور پر برائی میں ملوث ہو جائے، کیونکہ شر کی بعض صورتیں بعض دوسری صورتوں سے ہلکی ہوتی ہیں اور خیر کی کچھ صورتیں دوسری بعض صورتوں سے افضل ہوتی ہیں، اور اللہ اپنے فضل سے ہر عمل کرنے والے کو اس کی امید کے مطابق عطا فرما دیتا ہے اور اس کے ارادے کے لیے اسباب مہیا فرما دیتا ہے۔

دوسری تنبیہ

اگر غصے کا محل اور اس کی وجہ باطل ہو تو وہ قابل مذمت ہے ورنہ قابل تعریف، اسی بناء پر نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو بھی غصہ آتا تھا لیکن صرف اللہ کی رضا کے لیے، چنانچہ شیخین کی روایت ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ! فلاں شخص نماز کو طویل کر دیتا ہے جس کی وجہ سے میں صبح کی نماز باجماعت ادا کرنے سے رہ جاتا ہوں، میں نے وعظ ونصیحت کے دوران اس دن سے زیادہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کو کبھی غصے میں نہ دیکھا تھا، نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے فرمایا اے لوگو! تم میں سے بعض لوگ دوسروں کو متنفر کرنے کا سبب بن رہے ہیں، اس لیے تم میں سے جو شخص لوگوں کی امامت کرتا ہو اسے نماز مختصر کرنی چاہئے، کیونکہ اس کے پیچھے چھوٹے بڑے اور ضرورت مند ہر طرح کے لوگ ہوتے ہیں [3] حضرت عائشہ رَضِیَ اللہُ عَنْہَا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کسی سفر سے واپس آئے، اس وقت میں نے اپنے گھر کے دروازے پر تصویریں لگے ہوئے ایک باریک پردے کو لٹکا لیا تھا، نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے جب اس

---

[1] سنن کبری: ۲۷۳/۳۔ اتحاف السادة المتقين: ۲٤٦/٦۔

[2] النساء: ۱۲۹۔

[3] صحيح بخاری: كتاب العلم، باب: ۲۸۔ صحيح مسلم: كتاب الصلوة: ۱۸۲۔

پردے کو دیکھا تو اس میں لگی ہوئی تصویروں کو خراب کر دیا اور اپنے دست مبارک سے اسے پھینک دیا، اور فرمایا اے عائشہ! قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ کی طرح تخلیق کر کے اس مشابہت اختیار کرتے ہیں ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے قبلہ کی جانب دیوار پر ناک کی ریزش لگی ہوئی دیکھی، نبی علیہ السلام کو یہ بات اتنی ناگوار گذری کہ غصے کے آثار چہرہ مبارک پر نظر آنے لگے، پھر نبی علیہ السلام نے اٹھ کر اسے اپنے دست مبارک سے صاف کر دیا، اور فرمایا جب تم میں سے کوئی شخص نماز میں کھڑا ہوتا ہے تو وہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہوتا ہے یا یہ فرمایا کہ اس کا رب اس کے اور قبلے کے درمیان ہوتا ہے اس لیے تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی جانب نہ تھوکا کرے، بلکہ بائیں جانب یا اپنے پاؤں کے نیچے تھوکے، یا مسجد کے باہر تھوکے، پھر نبی علیہ السلام نے اپنی چادر کا کونا پکڑا اور اس میں تھوک پھینک کر کپڑے کو مل لیا اور فرمایا کہ یا اس طرح کر لیا کرے۔ ❷

تیسری تنبیہ

کچھ لوگوں کا یہ خیال ہے کہ ریاضت و مجاہدہ انسان کے غصہ کی اس کیفیت کو مکمل طور پر ختم کر سکتا ہے، جبکہ بعض دوسرے حضرات کی رائے یہ ہے کہ غصہ علاج کو بالکل قبول نہیں کرتا، امام غزالی رحمہ اللہ نے جس بات کو اپنی تحقیق کے طور پر ذکر کیا ہے، اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب تک انسان میں یہ صلاحیت ہے کہ وہ کسی چیز کو پسند کرے اور کسی چیز کو ناپسند کرے، اس وقت تک وہ غصے سے خالی نہیں ہوسکتا، پھر جن چیزوں کو وہ پسند کرتا ہے اگر وہ اس کی ضرورت ہوں مثلاً غذاء، رہائش، لباس اور جسم کی صحت تو اس کے نہ ہونے سے انسان کو غصہ آئے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے، اور اگر وہ غیر ضروری چیزیں ہوں مثلاً عہدہ ومنصب، شہرت، مجلسوں کی صدارت، علم اور مال کی کثرت پر فخر وغیرہ تو یہ ممکن ہے کہ زہد وغیرہ کی برکت سے انسان کو ان چیزوں پر غصہ نہ آئے، اگر چہ اپنی عادت کی وجہ سے اور اصل مقاصد سے ناواقفی کی بناء پر وہ انہیں محبوب رکھے، اکثر لوگوں کا غصہ اسی قسم کی چیزوں پر ہوتا ہے۔

یا وہ چیزیں بعض لوگوں کے حق میں ضروری ہوں مثلاً علماء کے لیے کتابیں اور مختلف پیشوں سے وابستہ افراد کے آلات، اس قسم کی چیزیں فوت ہو جانے پر صرف وہی شخص غصے میں آتا ہے جو ان چیزوں کی طرف مجبور ہو، دوسرے لوگوں کو اس پر غصہ نہیں آتا۔

جب یہ بات سمجھ میں آ گئی تو اب یہ سمجھئے کہ پہلی قسم کا غصہ زائل ہونے میں ریاضت و مجاہدہ کا قطعاً کوئی عمل دخل نہیں ہے، کیونکہ یہ ایک فطری مسئلہ ہے، بلکہ ایک حد تک اسے استعمال کرنے پر شریعت اور عقل نے اسے مستحسن قرار دیا ہے، اور یہ مجاہدہ، بتکلف بردباری کا ایک عرصے تک اظہار کرنے کی صورت میں ممکن ہے، یہاں تک کہ حلم اور بردباری کی صفت اس میں راسخ ہو جائے، اسی طرح تیسری قسم کا بھی یہی حکم ہے کیونکہ جس شخص کے حق میں وہ چیزیں ضروری ہیں، ان کے فوت ہو جانے پر وہ غصہ

❶ صحیح بخاری: کتاب اللباس، باب: (۹۱)۔ نسائی: کتاب الزینة، باب: (۱۱۲)۔ مسند احمد: ۳٦/٦۔

❷ صحیح بخاری: کتاب الصلوة، باب: (۳٤)۔ صحیح مسلم: کتاب المساجد: (۵۰)۔

کے لیے مجبور ہوگا لہٰذا مجاہدے کے ذریعے اسے زائل کرنا بھی ممکن نہیں ہے البتہ پہلی صورت کی طرح اسے بھی کم کیا جا سکتا ہے، البتہ دوسری قسم کا غصہ مجاہدہ کے ذریعے مکمل طور پر زائل کرنا ممکن ہے کیونکہ دل سے ان چیزوں کی محبت نکالنا ممکن ہے اس لیے کہ یہ چیزیں انسان کی مجبوری نہیں ہیں، نیز یہ کہ انسان کا وطن حقیقی قبر اور اس کا ٹھکانہ آخرت ہے، دنیا تو بقدر ضرورت توشہ حاصل کرنے کی جگہ ہے، توشہ کی مقدار کے علاوہ جو کچھ ہے وہ اس کے وطن اور ٹھکانے میں پہنچ کر اس کے لیے وبال بن جائے گا اس لیے اس سے بے رغبتی کا اظہار کرے اور اس کی محبت دل سے مٹا دے، البتہ ریاضت و مجاہدہ کے ذریعے اس کی جڑ اکھاڑ پھینکنا بہت نادر و نایاب ہے چنانچہ آپ صرف نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر ہی غور کر لیجیے کہ اے اللہ! میں بھی ایک انسان ہی ہوں، جیسے دوسرے لوگوں کو غصہ آتا ہے مجھے بھی آتا ہے اس لیے میں نے جس مسلمان کو بھی برا بھلا کہا ہو یا لعنت کی ہو، یا اسے مارا ہو تو اسے میری طرف سے اس کے لیے پاکیزگی اور قیامت کے دن اپنے قرب کا ذریعہ بنا دے۔ [1]

ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! آپ غصے یا خوشی کی حالت میں جو کچھ کہتے ہیں کیا میں وہ لکھ لیا کروں؟ نبی علیہ السلام نے اپنی زبان کی طرف اشارہ کر کے فرمایا لکھ لیا کرو، کیونکہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے اس سے حق بات کے علاوہ کچھ نہیں نکلتا، نبی علیہ السلام نے یہ نہیں فرمایا کہ میں غصہ نہیں کرتا، بلکہ یہ فرمایا کہ غصہ مجھے حق کے دائرے سے نکلنے نہیں دیتا یعنی میں غصے کے تقاضے پر عمل نہیں کرتا، حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی علیہ السلام دنیا کی خاطر غصہ میں نہیں آتے تھے، اور جب وہ حق کی خاطر غصے میں آتے تو کوئی چیز ان کے سامنے ٹھہر نہیں سکتی تھی، یہاں تک کہ نبی علیہ السلام اس سے بدلہ لے لیتے، خلاصہ کلام یہ کہ غصے کے اثرات سے نجات حاصل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ یہی ہے کہ وہ اس کی آفتوں اور مصیبتوں کو پہچان کر دل سے دنیا کی محبت مٹا دے، اور جن چیزوں کی بناء پر انسان غصے میں مبتلا ہوتا ہے، ان میں سب سے اہم چیز خود پسندی، مزاح اور مذاق، استہزاء، لوگوں کو عار دلانا، ریاکاری، دھوکہ اور مال و جاہ کی لالچ کی شدت ہے، یہ تمام چیزیں شرعی طور پر گھٹیا اور قابل مذمت اخلاق ہیں، اور ان سب کے ہوتے ہوئے غصے سے نجات حاصل کرنا ممکن نہیں ہے، اس لیے اسے دور کرنے کے لیے مجاہدہ اور ریاضت کی ضرورت ہے تا کہ انسان اچھے اخلاق سے مزین ہو سکے۔

چوتھی تنبیہ

گذشتہ صفحات میں ذکر کردہ احادیث سے غضب کا علاج اور اس کا ہیجان دور کرنے کی چیزیں معلوم ہو چکی ہیں جن کا خلاصہ دو چیزیں ہیں علم اور عمل، علم کے ذریعے اس کا علاج یہ ہے کہ غصہ پی جانے، معاف کر دینے اور بردباری کے حوالے سے جو فضائل احادیث میں آتے ہیں، اور جن کا بیان عنقریب یہاں بھی آ رہا ہے، انہیں سوچے، اس طرح اسے اللہ کے تیار کردہ ثواب کی رغبت ہوگی، اور اس کا غصہ اور رسوائی کی طرف لے جانے والی چیز زائل ہو جائے گی، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کی پٹائی کا حکم دیا، اس نے ان کے سامنے یہ آیت پڑھی "درگذر کا راستہ اختیار کیجیے، اچھی بات کا حکم دیجیے اور

[1] مسند احمد: ۲/ ٤٩٣۔

جاہلوں سے اعراض کیجیے'' ❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس آیت کو پڑھ کر غور کرنے کے بعد اسے چھوڑ دیا، کیونکہ وہ کتاب اللہ سے بہت واقفیت رکھتے تھے اور اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے، ایسا ہی ایک واقعہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کا بھی ہے۔

نیز اس بات پر غور وفکر کرے کہ اس کی قدرت سے زیادہ اللہ کی قدرت عظیم ہے، اگر اس نے اپنے غصے پر عمل کر لیا تو اللہ بھی اپنے غصے کے مطابق عمل کر سکتا ہے حالانکہ اسے قیامت کے دن معافی کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی، اسی مناسبت سے پیچھے یہ حدیث گذر چکی ہے کہ اے ابن آدم! جب تجھے غصہ آئے تو مجھے یاد کر لیا کر، جس وقت مجھے غصہ آئے گا میں تجھے یاد رکھوں گا اور جن لوگوں کو میں مٹادوں گا تجھے ان میں شامل نہ کروں گا، نیز اپنے آپ کو اس طرح انتقام کے انجام سے ڈرائے کہ جس سے وہ انتقام لے گا، وہ اس کی عزت کو پامال کر سکتا ہے، اس کے عیوب کو ظاہر کر سکتا ہے اور اس کی مصیبت پر خوش ہو سکتا ہے، پھر غصہ کے وقت اپنے چہرے کی بدصورتی پر تفکر کرے، غصے کی برائی بھی سامنے رکھے اور یہ کہ غصہ کرنے والا آدمی حملہ آور کتے کے مشابہ ہوتا ہے اور بردبار آدمی انبیاء واولیاء کے مشابہ ہوتا ہے، او پھر یہ سوچے کہ ان دونوں مشابہتوں میں کتنا فرق ہے، نیز یہ کہ شیطان کے وسوسے پر کان نہ دھرے جو کہ انسان کے غصے میں مزید ہیجان پیدا کرتے ہیں، پھر جو شخص غصے میں رہتا ہے اس کی خواہش یہ ہوتی ہے کہ جیسے وہ چاہتا ہے ہر چیز ویسے ہی چلے، وہ اللہ کی مرضی کو فراموش کر دیتا ہے، اور جو شخص اس گھمنڈ میں مبتلا ہو جائے وہ اللہ کے عذاب اور اس کے غضب سے بے خوف نہ ہو، جو کہ اس کے غصے اور انتقام سے بہت زیادہ عظیم ہے۔

اور عملی طریقہ ''جس سے غصے کا علاج ہو سکے'' یہ ہے کہ انسان شیطان مردود کے شر سے اللہ کی پناہ میں آ جائے، اور اپنی ناک پکڑ کر یوں کہے اے نبی کریم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رب اللہ! میرے گناہ معاف فرما، میرے دل کے غصے کو دور فرما، اور مجھے گمراہ کن فتنوں سے نجات عطاء فرما، پھر یہ دعاء کر کے بیٹھ جائے، تھوڑی دیر بعد لیٹ جائے تا کہ زمین کے قریب ہو جائے جس سے اس کی تخلیق ہوئی ہے تا کہ اپنی اصل کا حقیر اور اپنے نفس کا ذلیل ہونا اس کی سمجھ میں آ جائے، اور اس کی حرکت ''جس سے حرارت پیدا ہوئی اور حرارت سے غصہ پیدا ہوا'' میں سکون آ جائے جیسا کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ غصہ ایک چنگاری ہے جو دل میں جلتی ہے، کیا تم یہ نہیں دیکھتے کہ غصے کی حالت میں انسان کی رگیں پھول جاتی ہیں اور آنکھیں سرخ ہو جاتی ہیں، جب تم میں سے کسی شخص کو یہ کیفیت محسوس ہو تو اسے بیٹھ جانا چاہئے، اگر بیٹھا ہو تو لیٹ جانا چاہئے، پھر بھی اگر غصے کی حالت برقرار رہے تو اسے ٹھنڈے پانی سے وضو یا غسل کر لینا چاہئے، کیونکہ آگ کو پانی ہی بجھا سکتا ہے، اس مضمون کو مختلف الفاظ کے ساتھ بہت سی احادیث میں روایت کیا گیا ہے، چنانچہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو غصہ آیا تو انہوں نے پنے اوپر پانی کے چھینٹے مارے اور فرمایا کہ غصہ شیطانی اثر ہے اور یہ چیز غصے کو دور کر دیتی ہے، ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے کسی شخص کو ''غالباً جن کا نام حضرت بلال رضی اللہ عنہ تھا'' ان کی والدہ کے حوالے سے کوئی ایسا جملہ کہا جس میں ان کو عار دلانا تھی، تو نبی علیہ السلام نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ پر ناراضگی کا اظہار فرمایا اور ارشاد فرمایا اے ابوذر! اپنا سر اٹھا کر آسمان اور اس کے عظیم خالق کو

---

❶ الاعراف: ۱۹۹۔

دیکھو، اور پھر اس بات کا یقین کرلو کہ تم کسی سرخ اور کالے سے افضل نہیں ہو الا یہ کہ علم میں فضیلت حاصل کرلو، پھر فرمایا جب تمہیں غصہ آیا کرے تو اگر کھڑے ہو تو بیٹھ جایا کرو، بیٹھے ہو تو ٹیک لگالیا کرو اور اگر ٹیک لگائے ہو تو لیٹ جایا کرو۔

پانچویں تنبیہ

اگر کوئی شخص تم پر کوئی ظلم کرے مثلاً غیبت، تہمت اور جاسوسی وغیرہ کے ذریعے تو تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم بھی اس کے ساتھ اسی طرح پیش آؤ، کیونکہ قصاص تو صرف ان چیزوں میں ہوسکتا ہے جہاں مماثلت ہو، البتہ ہمارے ائمہ نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ اس کے بدلے میں جواب دیتے ہوئے کوئی ایسا لفظ ذکر کیا جاسکتا ہے جس سے کوئی شخص بھی خالی نہ ہو مثلاً اسے ''احمق'' کہہ دے، مطرف کہتے ہیں کہ ہر انسان اپنی ذات اور اپنے رب کے درمیان احمق ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض لوگ دوسروں کی نسبت حماقت میں کم ہوتے ہیں، اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے حوالے سے تمام لوگ احمق ہیں، یا اسے ''جاہل'' کہہ دے کیونکہ ہر انسان میں کچھ نہ کچھ جہالت ضرور پائی جاتی ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ الفاظ بھی کہے جاسکتے ہیں ''اے بداخلاق، اے بے حیا چہرے والے، اے عیب دار اعضاء والے، کیونکہ یہ چیزیں اس میں موجود ہیں (تب ہی تو وہ غیبت اور جاسوسی کررہا ہے) اسی طرح یہ الفاظ کہ اگر تجھ میں ذرا بھی حیاء ہوتی تو تو یہ بات کبھی نہ کہتا، جو کام تو نے کیا ہے وہ میری نگاہوں میں بڑا حقیر ہے، اللہ تجھے رسوا کرے اور تجھ سے انتقام لے۔

باقی رہی قذف یعنی تہمت اور والدین کو برا بھلا کہنے جیسی چیزیں تو وہ بالاتفاق حرام ہیں، البتہ صحیح اور سچ کلام کے ساتھ مخاطب کو جواب دینا جائز ہے جس کی دلیل یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو سخت سست کہا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بھی انہیں جواب دیا یہاں تک کہ وہ ان پر غالب آگئیں اور یہ واقعہ نبی علیہ السلام کی موجودگی میں پیش آیا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ ہے بھی تو اپنے والد کی صاحبزادی، افضل تو یہی ہے کہ اسے بھی ترک کردے لیکن اپنی ذات کے اعتبار سے یہ جائز ہے کیونکہ جواب نہ دینے کی صورت میں دوسرا آدمی زیادہ آگے بڑھ سکتا ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے غصے کے حوالے سے لوگوں کی جو تقسیم فرمائی ہے، ان میں سب سے زیادہ بہتر اس شخص کو قرار دیا ہے جسے غصہ دیر سے آئے اور وہ جلد ہی راضی ہو جائے اور اس کے برعکس آدمی کو سب سے بدترین قرار دیا ہے۔

چھٹی تنبیہ

یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ غصے کا نتیجہ کینہ اور حسد کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے، اس کی وضاحت یہ ہے کہ جب کوئی شخص انتقام لینے سے عاجز ہو جائے اور فی الحال اپنے غصے کو پی جانے پر مجبور ہو تو وہ اسے اپنے سینے میں چھپا لیتا ہے، یوں وہ حسد اور کینہ بن جاتا ہے اور انسان کے دل میں ہمیشہ کے لئے اس کی نفرت اور طبیعت پر بوجھ پیدا ہو جاتا ہے یہی کینہ ہے اور حسد بھی اسی کے ثمرات ونتائج میں سے ہے، کہ انسان دوسرے کی نعمت زائل ہونے کی تمنا کرنے لگتا ہے، اس کی مصیبت پر خوش ہوتا ہے، اس کی تکلیف پر راحت محسوس کرتا ہے، اس سے قطع کلامی اور قطع تعلقی کر لیتا ہے، اس کے متعلق اپنی زبان کو بے مہابا چلاتا

ہے، اس کا استہزاء اور مذاق اڑاتا ہے، اس کا حق مثلاً صلہ رحمی وغیرہ روک لیتا ہے اور ان میں سے ہر چیز سخت گناہ اور حرام ہے، اور کینہ کا سب سے کم ترین درجہ یہ ہے کہ انسان دین میں نقص پیدا کرنے والی ان آفتوں سے احتراز کرے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے مؤمن کینہ پرور نہیں ہوتا۔

ساتویں تنبیہ

عنقریب آپ حسد کا معنی معلوم کر چکے ہیں جس سے پتہ چلتا ہے کہ حسد صرف نعمت پر ہی ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ آپ دوسرے آدمی کے حق میں اس نعمت کو اچھا نہ سمجھیں بلکہ اس کے زوال کی تمنا کریں، البتہ اگر آپ اپنے لیے بھی ویسی ہی نعمت کی خواہش رکھیں اور اس شخص کے پاس بھی وہ نعمت باقی رہے تو یہ رشک ہے، اسے غبطہ اور منافسہ بھی کہا جاتا ہے، کبھی کبھار اس پر لفظ حسد کا اطلاق بھی کر دیا جاتا ہے، جیسا کہ یہ حدیث گذر چکی ''حسد جائز نہیں مگر دو صورتوں میں'' اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ مؤمن رشک کرتا ہے اور منافق حسد کرتا ہے، جب یہ بات واضح ہو چکی تو اب یہ بھی سمجھ لیجئے، کہ پہلی صورت (حسد) تو بالکل حرام اور ہر حال میں اللہ کی نافرمانی ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی گنہگار آدمی سے کسی نعمت کے زوال کی اس لئے تمنا کرے کہ وہ فساد کا آلہ ہے اور اس طرح مخلوق کو تکلیف ہوتی ہے اور اگر اس کی حالت صحیح ہوتی تو وہ کبھی اس کے زوال کی تمنا نہ کرتا تو اس میں حرمت باقی نہیں رہتی، کیونکہ وہ نعمت ہونے کی حیثیت سے اس کے زوال کی تمنا نہیں کر رہا بلکہ آلۂ فساد و ایذاء رسانی ہونے کی وجہ سے اس کی تمنا کر رہا ہے۔

حسد کی حرمت، اس کے فسق اور گناہِ کبیرہ ہونے کی دلیل وہ تمام روایات ہیں جو ہم گذشتہ صفحات میں ذکر کر چکے ہیں، اور حسد کی آفات میں سے ایک آفت یہ ہے کہ اس میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے پر ناراضگی کا اظہار ہے، کہ اللہ کے فیصلے کے مطابق دوسرے شخص پر جو انعام ہوا اس میں آپ کا تو کوئی نقصان نہیں، ارشادِ ربانی ہے ''اگر تمہیں کوئی بھلائی حاصل ہو تو وہ انہیں بری لگتی ہے اور اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے تو وہ اس سے خوش ہو جاتے ہیں'' ❶ ''بہت سے اہل کتاب کی خواہش ہے کہ کسی طرح وہ تمہیں ایمان لانے کے بعد کفر کی طرف واپس لوٹا دیں، یہ ان کی طرف سے حسد کی بناء پر ہوتا ہے'' ❷ اسی طرح ارشاد ہے ''ان لوگوں کی خواہش ہے کہ جس طرح انہوں نے کفر اختیار کیا ہے تم بھی ان کی طرح کافر ہو جاؤ، اور اس طرح تم سب برابر ہو جاؤ'' ❸ اسی طرح ارشاد ہے ''کیا یہ لوگوں سے ان چیزوں پر حسد کرتے ہیں جو اللہ نے لوگوں کو اپنے فضل سے عطاء فرمائی ہیں'' ❹ اور دوسری چیز یعنی رشک اور غبطہ تو وہ حرام نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات وہ واجب، مستحب اور مباح بھی ہوتا ہے، جیسا کہ ارشاد ہے ''منافسہ کرنے والوں کو اسی میں منافسہ کرنا چاہیے'' ❺ اسی طرح ارشاد ہے ''ایک دوسرے سے مسابقت کیا کرو اپنے رب کی مغفرت حاصل کرنے میں'' ❻ اور مسابقت کسی چیز کے فوت ہونے کا تقاضا کرتی ہے مثلاً دو غلام ہوں جو اپنے آقا کی خدمت کرنے میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش کرتے ہوں تاکہ آگے بڑھنے والے کو حصہ مل جائے۔

---

❶ آل عمران: ۱۲۰۔ ❷ البقرة: ۱۰۹۔ ❸ النساء: ۸۹۔
❹ النساء: ٥٤۔ ❺ المطففين: ٢٦۔ ❻ الحديد: ٢١۔

چنانچہ جن چیزوں میں مسابقت واجب ہے اس کا تعلق دینی نعمتوں کے ساتھ ہے مثلاً ایمان، فرض نماز اور زکوۃ وغیرہ کہ انسان پر واجب ہے کہ اس شخص کی طرح ہونے کو پسند کرے جوان پر قائم اور عمل کر رہا ہو، ورنہ معصیت پر راضی ہونا لازم آئے گا جو کہ حرام ہے، جن چیزوں میں مسابقت مستحب ہے، اس کا تعلق فضائل کے ساتھ ہے مثلاً علوم، اور نیکیوں میں مال کا خرچ کرنا اور مباح کا تعلق جائز کاموں کے ساتھ ہے مثلاً نکاح وغیرہ، البتہ مباح کاموں میں مسابقت کا درجہ فضائل سے کم اور زہد و رضا اور توکل کے خلاف ہے، گو کہ انسان اس سے گنہگار نہیں ہوتا لیکن بلند مقامات سے محروم بھی ہو جاتا ہے، البتہ یہاں ایک نکتہ بھی سمجھ لینا ضروری ہے ورنہ انسان لاشعوری طور پر حسد میں مبتلا ہو سکتا ہے جو کہ حرام ہے اور وہ یہ کہ جو شخص دوسرے انسان جیسی نعمت ملنے سے مایوس ہو چکا ہو تو لازمی بات ہے کہ اس کا اپنے متعلق یہ گمان بھی ہوگا کہ وہ اس دوسرے انسان سے کم تر ہے اور اس کی خواہش ہوگی کہ یہ نقص اور کمی اس سے زائل ہو جائے، جو اس صورت میں ممکن ہے کہ نعمت والے کے ساتھ اسے برابری حاصل ہو جائے، یا نعمت والے کے پاس بھی وہ نعمت نہ رہے، اب مذکورہ مثال میں یہ فرض کیا جا چکا ہے کہ وہ مساوات اور برابری سے مایوس ہو چکا ہے، لہٰذا اب دوسرے آدمی سے بھی اس نعمت کے زوال کی خواہش باقی رہ جاتی ہے کیونکہ اسی طرح نعمت والے کی برتری اور اس کی کم تری ختم ہو سکتی ہے اس لئے اس میں اگر یہ صورت ہو کہ یہ شخص نعمت والے سے اگر نعمت زائل کرنے پر قادر ہوتا تو ایسا ہی کرتا، اس صورت میں یہ شخص حاسد ہوگا اور قابل مذمت حسد کا شکار ہوگا، اور اگر اسے اتنا تقویٰ حاصل ہو جو قدرت کے باوجود بھی اسے ایسا کرنے پر مجبور نہ کرے تو اس میں کوئی گناہ نہیں کیونکہ یہ ایک فطری امر ہے جو کسی شخص سے جدا نہیں ہو سکتا، غالباً یہی مطلب ہے اس حدیث کا جو پیچھے گذری کہ ہر انسان حاسد ہوتا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جو کسی مسلمان سے جدا نہیں ہو سکتیں حسد، بدگمانی اور فال نکالنا، حالانکہ انسان کے پاس اس سے نکلنے کا راستہ بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ جب تمہیں کسی سے حسد ہو تو اس کے مطابق عمل نہ کرو، اور جو شخص کسی دوسرے کے ساتھ نعمتوں میں برابری چاہتا ہو لیکن حاصل نہ کر سکے تو یہ بات بہت بعید ہے کہ اس کے دل میں اس کے زوال کی خواہش نہ ہو بالخصوص جبکہ وہ اس کا ہم عمر اور ہم عصر بھی ہو، اور منافسہ کی یہی وہ حد ہے جو حسد کے مشابہ ہے اس لئے بڑی احتیاط کی ضرورت ہے الا یہ کہ کسی شخص کا ایمان قوی ہو اور تقویٰ میں اس کے قدم مضبوطی سے جم چکے ہوں، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب تک انسان اس کے تقاضے پر عمل نہ کرے تو امید ہے کہ اس کی معافی ہو جائے گی اور انسان کا خود اسے ناپسند سمجھنا ہی اس کا کفارہ بن جائے گا۔

آٹھویں تنبیہ

حسد کی ماہیت اور اس کے احکام تو آپ کو معلوم ہو چکے، اب اس کے مراتب اور درجات معلوم کیجئے، کہ یا تو وہ دوسرے آدمی سے نعمت کے زوال کی محبت ہوگی، اگرچہ حاسد کو بھی وہ نعمت نہ مل سکے تو یہ حسد کا سب سے اونچا درجہ ہے، یا اس کی خواہش ہوگی کہ وہ نعمت یا اس جیسی نعمت حاسد کو مل جائے، ورنہ کم از کم نعمت والے سے تو زائل ہو جائے تاکہ وہ اس سے ممتاز نہ رہ سکے، یا اس چیز کی خواہش تو نہ ہو لیکن اسکے زائل ہونے کو اچھا سمجھتا ہو، یہ آخری صورت معاف ہو جائے گی جبکہ اس کا تعلق دنیا کے

ساتھ ہو، اور دین کے حوالے سے ہو تو مطلوب ہے۔

نویں تنبیہ

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ حسد دل کے انتہائی اہم امراض میں سے ایک مرض ہے، اور قلبی امراض کا علاج علم کے بغیر نہیں ہوسکتا، حسد کی بیماری میں نفع بخش علم یہ ہے کہ آپ اس بات کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں کہ یہ دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے نقصان دہ ہے، اور محسود یعنی جس سے حسد کیا جارہا ہے اسے دینی یا دنیوی اعتبار سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، اس لئے کہ صرف حسد سے نعمت زائل نہیں ہوتی، ورنہ کسی شخص پر اللہ کی کوئی نعمت باقی نہ رہ پاتی حتیٰ کہ ایمان بھی، کیونکہ کافر چاہتے ہیں کہ اہل ایمان سے یہ نعمت زائل ہوجائے بلکہ محسود آپ کے حسد سے دینی اعتبار سے فائدہ میں رہتا ہے کیونکہ آپ کی طرف سے وہ مظلوم ہے بالخصوص اس وقت جبکہ آپ غیبت کے ذریعے یا اس کی بے عزتی وغیرہ کے ذریعے اپنے حسد کو بیرونی طور پر ظاہر کردیں، اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ اپنی نیکیاں اس حسد کی وجہ سے محسود کو پلیٹ میں رکھ کر پیش کردیتے ہیں اور قیامت کے دن نعمتوں سے محرومی اور مفلسی کے ساتھ پیشی ہوگی، جیسا کہ دنیا میں محرومی رہی کیونکہ محسود آپ کے غم سے محفوظ رہا اور آپ غمگین رہے، جب آپ کی بصیرت پر پڑا ہوا پردہ اٹھے گا، دل کا زنگ دور ہوگا اور آپ خود اپنے دشمن، اور اپنے دشمن کے دوست نہ ہوئے اور آپ نے غور کیا تو آپ حسد کو بالکل ہی چھوڑ دیں گے اور آپ کو یہ اندیشہ لاحق ہوگا کہ کہیں اس میں مبتلا ہوکر آپ کسی بہت بڑی پریشانی میں مبتلا نہ ہوجائیں، اور وہ بہت بڑی پریشانی یہ ہے کہ آپ اللہ کے فیصلے پر ناراض ہیں، اور اس کی تقسیم اور اس کے عدل وانصاف کو پسند نہیں کرتے، بارگاہِ الٰہی میں اس سے بڑا جرم اور کیا ہوگا اور کیونکر نہ ہو جبکہ اس طرح آپ انبیاء علیہم السلام، اولیاء اور علماء کے گروہ سے جدا ہوجاتے ہیں کیونکہ وہ تو اس بات پر خوش ہوتے ہیں کہ اللہ کے بندوں کو خیر اور بھلائی حاصل ہو، اور ابلیس وشیاطین کے شریک ہوجاتے ہیں جو اس بات کی خواہش رکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر تکلیفیں آئیں اور ان سے نعمتیں چھین لی جائیں، یہی وہ قلبی خباثتیں اور گندگیاں ہیں جو آپ کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتی ہیں جیسے آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

پھر دنیوی نقصانات اس پر مستزاد ہیں مثلاً آپ کا مسلسل غم اور پریشانی میں گھرا رہنا، جب بھی آپ اپنے محسود کو دیکھتے ہیں تو پتہ چلتا ہے کہ اس کی نعمتوں میں اضافہ ہورہا ہے اور آپ کی نعمتوں میں کمی ہورہی ہے، یہ حسد کی ایک بہت بڑی آفت ہے کہ ہمیشہ غم اور پریشانی اور تنگ دلی آپ کے ساتھ رہتی ہے، اگر فرض کرلیا جائے کہ آپ دوبارہ زندہ ہونے اور حساب کتاب پر یقین نہیں رکھتے تب بھی احتیاط اسی میں ہے کہ آپ حسد چھوڑ دیں تاکہ ان دنیوی سزاؤں سے محفوظ رہیں جو اخروی سزاؤں سے پہلے ہیں، اس لئے اگر آپ کوئی ایسا کام کرتے ہیں جس سے آپ کو دنیا وآخرت میں نقصان ہوتا ہے اور آپ کے دشمن کو فائدہ ہوتا ہے تو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ خود اپنی ذات کے دشمن ہیں، اور اپنے دشمن کے دوست اور اس طرح آپ حال اور استقبال میں خالق اور مخلوق کے سامنے قابل مذمت ٹھہرتے ہیں۔

باقی وہ عمل جو اس مرض میں نافع ہوسکتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ اپنے آپ کو محسود کے ساتھ اس کے برخلاف کرنے پر مجبور

کریں جس کا تقاضا حسد کر رہا ہے چنانچہ مذمت کے مقابلے میں اس کی تعریف کریں، تکبر کے مقابلے میں تواضع، اور نرمی نہ کرنے کے مقابلے میں نرمی برتیں، اس طرح حسد کی بیماری کمزور پڑ جائے گی اور جوں جوں آپ اس عمل میں بڑھتے جائیں گے، حسد بھی کم ہوتا جائے گا یہاں تک کہ ختم ہو جائے گا۔

دسویں تنبیہ

اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ فطری طور پر انسان ہر اس شخص سے نفرت کرتا ہے جس سے اسے کوئی ایذاء پہنچتی ہو، اور عام طور پر اس کے نزدیک اس شخص کی اچھی اور بری حالت برابر نہیں ہوتی، یہیں سے شیطان نفس کے ساتھ مقابلہ کر کے اسے حسد کی طرف لے جاتا ہے، پھر جب نفس اس کی بات مان لیتا ہے تو کبھی اپنے قول یا اختیاری فعل سے اس کا اظہار بھی کر دیتا ہے، اور کبھی اسے اپنے دل میں چھپا لیتا ہے اور وہ اس طرح کہ اس سے نعمت زائل ہونے کی تمنا کرتا ہے جس کی وجہ سے وہ گنہگار ہوتا ہے کیونکہ حسد کی معصیت کا تعلق دل کے ساتھ ہے، اور اس سے توبہ کرنے کی یہ شرط نہیں ہے کہ انسان محسود سے اس کی اجازت لے لے کیونکہ یہ ایک باطنی معاملہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی بھی مطلع نہیں ہو سکتا، اور اگر آپ اپنے ظاہر کو روکیں اور دل میں اس بات کی کراہت کو لازم کرلیں جو فطری طور پر اس میں راسخ ہے یعنی نعمت کے زوال کی خواہش، گویا کہ آپ نے اپنے آپ کو اپنی طبعی اور فطری چیز پر ڈانٹا تو عقلی اعتبار سے وہ کراہت اور ناپسندیدگی طبعی میلان کے مقابلے میں آ گئی، باقی رہی یہ صورت کہ انسان کی طبیعت ہی بدل جائے حتیٰ کہ اس کے نزدیک ایذاء پہنچانے والے اور احسان کرنے والے دونوں برابر ہو جائیں اور ان کی نعمت پر خوشی اور تکلیف پر غمی دونوں برابر ہو جائیں تو یہ ایک ایسی چیز ہے جسے انسانی فطرت تسلیم کرنے سے انکار کرتی ہے، اور ایسا اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک کہ انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں مستغرق نہ ہو جائے، اور اس میں اتنا محو ہو جائے کہ ساری مخلوق کو ایک ہی نظر یعنی رحمت کی نظر سے دیکھنے لگے اور اگر بالفرض یہ حالت کسی کو نصیب ہو بھی جائے تو ہمیشہ نہیں رہ سکتی بلکہ یہ حالت تو بجلی کی طرح ہوتی ہے، اس کے بعد دل پھر اپنی فطرت پر لوٹ جاتا ہے اور شیطان اس میں وسوسے پیدا کرنا شروع کر دیتا ہے، اگر وہ اس کے ساتھ حسد سے دلی ناپسندیدگی کو بھی شامل کر لے تو اس نے اپنی ذمہ داری کو پورا کر دیا۔

بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جب تک حسد کے اثرات انسانی جسم کے اعضاء و جوارح پر نمایاں نہ ہوں، اس وقت تک انسان گنہگار نہیں ہوتا اور اس کے لئے وہ اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن سے کوئی مومن خالی نہیں ہوتا، البتہ اس کے لئے ان سے نکلنے کا راستہ موجود ہے، چنانچہ حسد سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان اس کے تقاضے پر عمل نہ کرے لیکن یہ قول ضعیف یا شاذ ہے اور صحیح بات وہی ہے جو گذر چکی کہ حسد مطلقاً حرام ہے، اور باقی رہی یہ حدیث تو اگر سند کے اعتبار سے یہ صحیح ہو تو پھر اس کا صحیح مطلب وہی ہوگا جو بیان ہو چکا کہ وہ دینی اور عقلی اعتبار سے اسے ناپسند سمجھے جس کے مقابلے میں دشمن کی نعمت زائل ہونے کی طبعی محبت ہے، یہی ناپسندیدگی اسے بغاوت اور ایذاء رسانی سے روکے گی' بہر حال! حاسد اور اس کے گناہ سے متعلق صحیح اور صریح احادیث گذر چکی ہیں، اور یہ کہ حسد کی حقیقت دل کے ساتھ وابستہ ہے، اور یہ کیونکر ممکن ہے

کہ کوئی شخص کسی مسلمان کا برا چاہے اور دل میں اس کی نفرت بھی نہ ہو اور اسے جائز قرار دے دیا جائے؟

خاتمہ: غصہ پی جانے، درگذر کرنے، بردباری اور اللہ کی رضا کے لئے محبت کے فضائل کے بیان میں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور وہ لوگ جو غصہ پی جاتے ہیں اور لوگوں سے درگذر کرتے ہیں، اور اللہ نیکی کرنے والوں کو پسند فرماتا ہے'' ❶ نیز ''درگذر کا راستہ اختیار کیجئے، بھلائی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے'' ❷ نیز ''نیکی اور بدی برابر نہیں ہو سکتے، آپ اچھے طریقے سے دفاع کیجئے، تو وہ شخص کہ جس کے اور آپ کے درمیان عداوت ہے، وہ ایسے ہو جائے گا جیسے گرم جوش دوست ہو، اور یہ صرف انہی کو مل سکتا ہے جو صبر کرتے ہیں اور صرف انہی لوگوں کو حاصل ہو سکتا ہے جو بڑے حصے والے ہیں'' ❸ نیز ''جو شخص صبر کرے اور لوگوں کو معاف کر دے تو یہ کام بڑے صبر آزما امور میں سے ہے'' ❹ نیز ''بہترین طریقے سے درگذر کیجئے'' ❺ نیز ''انہیں چاہیے کہ معاف کر دیا کریں اور درگذر کیا کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہیں معاف کر دے'' ❻ نیز ''اپنے بازو مؤمنین کے لئے جھکا دیجئے'' ❼ نیز ''اگر آپ ترش رو اور سخت دل ہوتے تو یہ لوگ آپ کے پاس سے بھاگ جاتے'' ❽ اس کے علاوہ اس سلسلے کی اور بھی بہت سی آیات ہیں جو مشہور و معروف ہیں۔

امام بخاری رحمہ اللہ اور مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نرم دل ہے اور ہر چیز میں نرمی کو پسند کرتا ہے، اس لئے تم آسانیاں پیدا کیا کرو، مشکلات مت پیدا کیا کرو، خوشخبری دلایا کرو اور نفرت نہ دلایا کرو ❾ اسی طرح یہ روایت کہ نبی علیہ السلام کو جب کبھی دو چیزوں کے درمیان اختیار دیا گیا تو انہوں نے ان میں سے زیادہ آسان کو ترجیح دی، بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو، اور اگر وہ گناہ ہوتا تو نبی علیہ السلام تمام لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے تھے ❿ اور یہ روایت کہ نبی علیہ السلام نے کبھی بھی کسی چیز میں اپنی ذات کے لئے انتقام نہیں لیا، اِلاّ یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محرمات کو پامال کیا جاتا تب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے لئے انتقام لیتے تھے ⓫ اور یہ روایت کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کیا آپ پر غزوۂ احد سے زیادہ سخت دن بھی کوئی گذرا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے تمہاری قوم کی طرف سے بڑے سخت دنوں کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور سب سے زیادہ تکلیف کا سامنا مجھے عقبہ کے دن کرنا پڑا تھا جب میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل بن عبد کلال کے سامنے پیش کیا تھا لیکن اس نے مجھے میری توقع کے مطابق جواب نہیں دیا، میں وہاں سے روانہ ہوا تو غم کے آثار میرے چہرے پر نمایاں تھے، مجھے کچھ ہوش نہ تھا یہاں تک کہ میں ''قرنِ ثعالب'' تک پہنچ گیا، میں نے سر اٹھایا تو اچانک پتہ چلا کہ ایک بادل مجھ پر

---

❶ آل عمران: ۱۳٤۔ ❷ الأعراف: ۱۹۹۔ ❸ فصلت: ۳٤-۳۵۔
❹ الشورى: ٤۳۔ ❺ الحجر: ۸۵۔ ❻ النور: ۲۲۔
❼ الحجر: ۸۸۔ ❽ آل عمران: ۱۵۹۔
❾ صحيح بخاري: كتاب الاستتابة، باب: (٤)۔ صحيح مسلم: كتاب البر: (٤٧)۔
❿ صحيح بخاري: كتاب المناقب، باب: (۲۳)۔ صحيح مسلم: كتاب الفضائل: (۷۷)۔
⓫ بحوالہ مذکورہ۔

سایہ فگن ہے، بغور دیکھنے پر مجھے اس میں جبریل علیہ السلام نظر آئے، انہوں نے مجھے پکار کر کہا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم کی باتیں اور ان کا جواب سنا ہے اور آپ کے پاس پہاڑوں کے ذمہ دار فرشتے کو بھیجا ہے تا کہ ان لوگوں کے متعلق اسے جو چاہیں حکم دیں، چنانچہ ملک الجبال نے پکار کر مجھے سلام کیا اور کہنے لگا اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ نے آپ کی قوم کی باتیں سنی ہیں، میں ملک الجبال ہوں، مجھے میرے رب نے آپ کے پاس اس لئے بھیجا ہے کہ آپ مجھے جو چاہیں حکم دیں، اب اگر آپ چاہیں تو میں دونوں پہاڑوں کے درمیان کی جگہ ملا کر انہیں پیس دوں؟ میں نے اسے جواب دیا نہیں، بلکہ مجھے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نسل سے ایسے لوگوں کو نکالے گا جو صرف اللہ ہی کی عبادت کریں گے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہرائیں گے۔'' ❶

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ چلا جا رہا تھا، اس وقت نبی علیہ السلام نے موٹے حاشیے والی ایک نجرانی چادر اوڑھ رکھی تھی، راستے میں نبی علیہ السلام کو ایک دیہاتی مل گیا، اس نے نبی علیہ السلام کو ان کی چادر سے پکڑ کر نہایت سختی سے کھینچا، میں نے نبی علیہ السلام کی گردن پر دیکھا کہ شدت کے ساتھ کھینچے جانے کی وجہ سے اس پر چادر کے کنارے کے نشان پڑ گئے ہیں، پھر وہ دیہاتی کہنے لگا کہ اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ کا جو مال آپ کے پاس ہے، اس میں سے میرے لئے کچھ دیئے جانے کا حکم دیجئے، نبی علیہ السلام نے پلٹ کر اس کی طرف دیکھا اور مسکرا کر اسے کچھ دینے کا حکم دے دیا ❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آج بھی وہ منظر گویا میری نگاہوں کے سامنے ہے کہ نبی علیہ السلام ایک پیغمبر کا حال بیان کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ انہیں ان کی قوم نے اتنا مارا کہ انہیں لہولہان کر دیا، اس کے باوجود وہ اپنے چہرے سے خون پونچھتے ہوئے کہتے جا رہے تھے اے اللہ! میری قوم کی مغفرت فرما دے کیونکہ وہ جانتے نہیں ہیں ❸ قبیلۂ عبدالقیس کے سردار سے نبی علیہ السلام نے فرمایا تم میں دو عادتیں ایسی ہیں جو اللہ کو پسند ہیں بردباری اور وقار۔ ❹

اسی طرح نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس چیز میں بھی نرمی پیدا ہو جائے، وہ اسے آراستہ کر دیتی ہے اور جس چیز سے بھی چھین لی جائے اسے بدنما کر دیتی ہے ❺ نیز جو شخص نرمی سے محروم رہا وہ ساری بھلائی سے محروم رہا ❻ نیز یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ احسان کو فرض قرار دیا ہے اس لیے جب تم (اللہ کی رضا کے لیے، حق کے ساتھ بھی) کسی کو قتل کرو تو بھلے طریقے سے، اور جب کسی جانور کو ذبح کرو تو بھلے طریقے سے اور تمہیں چاہئے کہ اپنی چھری تیز کر لو اور اپنے جانور کو آرام پہنچاؤ ❼ اور یہ روایت کہ نبی علیہ السلام نے کبھی کسی چیز کو اپنے ہاتھ سے نہیں مارا، نہ کسی عورت اور خادم کو، الا یہ کہ راہ خدا میں جہاد کر رہے ہوں، اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی علیہ السلام سے کوئی گستاخی کی گئی ہو تو نبی علیہ السلام نے اس سے انتقام لیا ہو الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کے محارم کی پردہ دری

---

❶ صحیح بخاری: كتاب بدء الخلق، باب: (۷)۔ صحیح مسلم: كتاب الجهاد: (۱۱۱)۔

❷ صحیح بخاری: كتاب اللباس، باب: (۷)۔ صحیح مسلم: كتاب الزكوٰة: (۱۲۸)۔

❸ صحیح بخاری: كتاب احاديث الانبياء، باب: (٥٤)۔ صحیح مسلم: كتاب الجهاد: (۱۰٤)۔

❹ صحیح مسلم: كتاب الايمان: (۲۵)۔ ابو داوٗد: كتاب الادب، باب: (۱٤۹)۔

❺ صحیح مسلم: كتاب البر: (۷۸)۔ ابو داوٗد: كتاب الادب، باب: (۱۰)۔

❻ بحوالہ مذکورہ۔ ❼ صحیح مسلم: كتاب الصيد: (۵۷)۔ ابو داوٗد: كتاب الأضاحي: باب (۱۱)۔

کی جائے، تب نبی علیہ السلام اللہ کی رضا کے لیے انتقام لیتے تھے۔ ❶

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! میرے کچھ قریبی رشتہ دار ہیں، میں ان سے صلہ رحمی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے رشتہ توڑتے ہیں، میں ان کے ساتھ بھلائی کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے برائی کرتے ہیں، اور میں ان سے درگذر کرتا ہوں لیکن وہ مجھ سے جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ ویسا ہی کرتے ہو جیسے تم نے بیان کیا تو گویا تم ان پر گرم گرم راکھ پھینک رہے ہو اور تم جب تک اپنی اس روش پر قائم رہو گے، اللہ کی طرف سے ایک مددگار تمہارے ساتھ لگا رہے گا ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ذوالخویصرہ نے مسجد میں پیشاب کر دیا اور لوگ اٹھ کر اسے مارنے کے لیے دوڑے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے چھوڑ دو اور پیشاب کی جگہ پر پانی کا ایک ڈول بہا دو کیونکہ تم آسانی کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، مشکل میں ڈالنے والے بنا کر نہیں بھیجے گئے، ❸ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کر کے اسے حسن قرار دیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے خطاب کرتے ہوئے فرمایا کیا میں تمہیں اس شخص کے متعلق نہ بتاؤں جو آگ پر حرام ہوگا یا آگ جس پر حرام ہوگی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ! نبی علیہ السلام نے فرمایا جہنم کی آگ ہر اس شخص پر حرام ہوگی جو قریب ہو، آسان ہو، نرم اور سہل ہو۔ ❹

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے بہترین لوگ وہ ہوں گے جن کے مزاج میں حدت ہوگی لیکن جب انہیں غصہ آئے گا تو وہ واپس لوٹ آئیں گے، حدت میری امت کے بہترین لوگوں پر طاری ہوگی، ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حدت حاملین قرآن کو لاحق ہوا کرے گی اس قرآن کی عزت کی وجہ سے جو ان کے پیٹوں میں ہوگا، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حدت میری امت کے نیک اور صالح لوگوں میں ہی ہوگی، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان تحمل و بردباری کی بدولت روزہ دار اور شب زندہ دار کا درجہ حاصل کر لیتا ہے اور بعض اوقات اسے جبار لکھ دیا جاتا ہے حالانکہ وہ اپنے اہل خانہ کے علاوہ کسی کا مالک نہیں ہوتا، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بردبار آدمی دنیا میں بھی سردار ہوتا ہے اور آخرت میں بھی سردار ہوگا، قریب تھا کہ بردبار آدمی نبی ہو جاتا، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص بردبار نہیں ہے جو بھلائی کے ساتھ پیش نہیں آتا جس کے لیے معاشرت ضروری ہو، یہاں تک کہ اللہ اس کے لیے نکلنے کا راستہ بنا دے، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حلم اور بردباری سے زیادہ باعث زینت کوئی چیز نہیں، اور نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے راستے میں جتنا مجھے ستایا گیا ہے، اتنا کسی اور کو نہیں ستایا گیا۔

امام احمد رحمہ اللہ اور طبرانی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص نے کوئی ایسا گھونٹ نہیں بھرا جو اللہ کے نزدیک غصے کے اس گھونٹ سے زیادہ افضل ہو جو کسی بندے نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے پی لیا ہو ❺ یہی مضمون ابن ماجہ نے بھی

---

❶ صحيح مسلم: كتاب الفضائل: (٧٧) ابو داؤد: كتاب الادب باب (٤)

❷ مسند احمد: ٢/ ٣٠٠۔ ❸ صحيح بخاري: كتاب الوضوء، باب: ٥٨۔

❹ ترمذي: كتاب القيمة، باب: ٤٥۔ ❺ مسند احمد: ١/ ٣٢٧۔

نقل کیا ہے اور ابن ابی الدنیا نے اس کے آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے غصہ پی لیتا ہے، اللہ اس کے پیٹ کو ایمان سے لبریز کر دیتا ہے، ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس وقت اپنا غصہ پی لے جبکہ وہ اسے نافذ کرنے پر بھی قدرت رکھتا ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے دل کو امن وایمان سے لبریز کر دیتا ہے، جو شخص قدرت کے باوجود محض تواضع کی وجہ سے خوبصورت لباس ترک کر دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عزت کا قیمتی لباس پہنائے گا، اور جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے کسی کا نکاح کروادے، اللہ تعالیٰ اسے بادشاہی کا تاج پہنائے گا [1] سنن اربعہ میں غصہ پی جانے والے کا انعام یہ بیان کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تمام مخلوق کے سامنے اسے یہ اختیار دے گا کہ وہ جس حور عین کو پسند کرلے گا اللہ اس سے اس کا نکاح کروادے گا۔ [2]

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے غصے کو روک کر رکھے، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کے لیے اللہ تعالیٰ کی محبت واجب ہے جسے کسی بات پر غصہ آئے اور وہ بردباری اختیار کرلے، ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برتری حاصل کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ جو شخص تم سے جہالت سے پیش آئے اس سے بردباری کرو، اور جو تمہیں محروم رکھے اسے عطا کرو، ابن سنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی چیز کی دوسری چیز کی طرف اس سے زیادہ افضل نسبت نہیں کی گئی جتنی حلم کی علم کے ساتھ ہے، ابن شاہین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جہالت کے ذریعے کبھی کسی چیز کو عزت نہیں دی، اور بردباری کے ذریعے کبھی کسی کو ذلیل نہیں کیا، اور صدقہ کرنے سے کبھی مال کم نہیں ہوتا، دیلمی نے یہ رایت نقل کی ہے کہ دو چیزیں بڑی عجیب ہیں ایک تو حکمت کی بات جو کسی بیوقوف کے منہ سے نکلے، او دوسرا بیوقوفی کا جملہ جو کسی بردبار آدمی کے منہ سے نکلے، لہٰذا اسے معاف کر دیا کرو کیونکہ لغزشوں کا شکار ہوئے بغیر کوئی شخص بردبار نہیں بن سکتا اور تجربہ کار ہوئے بغیر کوئی شخص عقل مند نہیں ہوسکتا، یہی مضمون عسکری نے بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص زمین والوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر آسمان والا بھی رحم نہیں کرتا، ایک روایت میں یوں ہے کہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا، جو دوسروں کو معاف نہیں کرتا اسے بھی معاف نہیں کیا جاتا، جو متوجہ ہو کر توبہ نہیں کرتا اللہ بھی اس پر توجہ نہیں کرتا، اللہ تو اپنے بندوں میں سے ان لوگوں پر رحم کرتے ہیں جو خود رحم کرتے ہیں، وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر رحم نہ کرے اور ہمارے بڑوں کا حق نہ پہچانے، نیز وہ شخص ہم میں سے نہیں جو ہمیں دھوکہ دے، نیز یہ فرمان کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک دوسرے مسلمانوں کے لیے وہی پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، نیز یہ فرمان کہ برکت ہمارے بڑوں میں ہے، دولابی، ابونعیم اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ناکام ہوا اور خسارے میں پڑ گیا جس کے دل میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کے لیے رحم کا جذبہ نہیں رکھا، امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رحم کرنے والوں پر رحمان بھی رحم کرتا ہے، تم زمین والوں پر رحم

---

[1] ابو داوٗد: کتاب الادب، باب: ۳۔ [2] مسند احمد: ۴۳۸/۳۔

کرو، آسمان والا تم پر رحم کرے گا ❶ آخری تین حضرات نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ رحم کا لفظ رحمان کے نام سے نکلا ہے اس لیے جو اسے جوڑے گا اللہ اسے جوڑے گا اور جو اسے توڑے گا اللہ اسے توڑے گا ❷ امام احمدؒ، شیخینؒ، ابو داؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو کسی پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا ❸ امام احمدؒ، ابو داؤدؒ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رحم کا جذبہ صرف اسی شخص سے چھینا جاتا ہے جو بدبخت ہو ❹ امام احمدؒ، ابونعیم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم لوگوں پر رحم کرو، تم پر بھی رحم کیا جائے گا، ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو کسی بات کو سنتے ہیں اور اس پر عمل نہیں کرتے، اور ہلاکت ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنے گناہوں پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ وہ جانتے بھی ہیں۔ ❺

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں کسی انسان کے عیوب کو چھپائے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کی پردہ پوشی فرمائے گا ❻ ابن ماجہ نے اسی مضمون کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب نمایاں کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب نمایاں فرمائے گا یہاں تک کہ اسے اس کے گھر میں بیٹھے بیٹھے رسوا کر دے گا۔ ❼

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو خصلتیں جس شخص میں بھی ہوں، اللہ اسے شاکر و صابر لکھ دے گا اور جس میں نہ ہوں اللہ اسے صابر و شاکر نہیں لکھے گا، جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھ کر اس کی اقتداء کرے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھ کر اپنے اوپر ہونے والے انعامات پر اللہ کی حمد بیان کرے، اللہ تعالیٰ اسے شاکر و صابر لکھ دے گا اور جو شخص دین کے معاملے میں اپنے سے نیچے والے کو دیکھے اور دنیا کے معاملے میں اپنے سے اوپر والے کو دیکھ کر خود کو وہ نعمتیں حاصل نہ ہونے پر افسوس کرے، اللہ اسے شاکر و صابر نہیں لکھے گا ❽ یہی مضمون امام احمد اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے لوگوں کی مدارات کا حکم دے کر بھیجا گیا ہے، عقل کی بنیاد مدارات ہے، اور دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں بھی نیکی والے ہی ہوں گے، یہ مضمون دیلمی، اور ابن ابی الدنیا نے بھی نقل کیا ہے، ابن حبان، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں کی مدارات کرنا صدقہ ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر کسی شخص کے سامنے کسی مؤمن کو ذلیل کیا جا رہا ہو اور وہ قدرت کے باوجود اس کی مدد نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن تمام گواہوں کے سامنے ذلیل فرمائے گا ❾ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے جلال کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا کروں گا جبکہ میرے سائے کے علاوہ کہیں سایہ نہیں ہے ❿ ترمذی نے یہ روایت نقل کر کے اسے حسن قرار دیا ہے کہ میرے جلال کی خاطر

---

❶ ابو داوٗد: کتاب الادب، باب: ٥٨۔ ترمذی: کتاب البر، باب: ١٦۔
❷ بحوالہ مذکورہ۔
❸ صحیح بخاری: کتاب الادب، باب: ١٨۔ صحیح مسلم: کتاب الفضائل: ٦٥۔
❹ مسند احمد: ٢/٣٠١۔
❺ مسند احمد: ٢/١٦٥۔
❻ صحیح مسلم: کتاب البر: ٧١۔
❼ ابن ماجہ: کتاب الحدود، باب: ٥۔
❽ ترمذی: کتاب القیمۃ، باب: ٥٨۔
❾ مسند احمد: ٣/٤٨٧۔
❿ صحیح مسلم: کتاب البر: ٣٨۔

ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے ❶ امام مالک رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ان لوگوں کے لیے میری محبت واجب ہے جو میری خاطر ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری خاطر آپس میں بیٹھتے ہیں، میری خاطر ایک دوسرے سے ملاقات کرتے اور ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں ❷ اور ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جب کوئی شخص اپنے کسی بھائی سے محبت کرتا ہو تو اسے چاہئے کہ وہ اپنے بھائی کو بتا دے۔ ❸

چوتھا کبیرہ گناہ، تکبر اور خود پسندی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''عنقریب میں اپنی نشانیاں ان لوگوں سے پھیر دوں گا جو زمین میں ناحق تکبر کرتے ہیں'' ❹ نیز ''ہر متکبر سرکش ناکام ہو گیا'' ❺ نیز ''اسی طرح اللہ تعالیٰ ہر متکبر اور ظالم کے دل پر مہر لگا دیتا ہے'' ❻ نیز ''اللہ تعالیٰ تکبر کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا'' ❼ نیز ''بیشک جو لوگ میری عبادت سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب وہ ذلیل ہو کر جہنم میں داخل ہوں گے'' ❽ اس کے علاوہ بھی تکبر کی مذمت میں بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی سر کے بالوں میں کنگھی کر کے، قیمتی جوڑا پہن کر، اپنی چال میں فخر پیدا کر کے خود پسندی میں مبتلا چلا جا رہا تھا کہ اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا ❾ یہی مضمون ایک دوسری سند سے امام بخاری رحمہ اللہ نے دوسری جگہ بھی نقل کیا ہے، امام احمد کی روایت میں دو سبز چادروں کا ذکر ہے، اور ایک صحیح روایت میں سرخ ریشمی جوڑے کا ذکر ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند نہیں کرتا جو تکبر کی وجہ سے زمین پر اپنا تہبند کھینچتا ہوا جا رہا ہو، وہ شخص جنت میں داخل نہ ہو گا جس کے دل میں ایک ذرہ برابر بھی تکبر ہو، ایک آدمی نے پوچھا کہ بعض اوقات انسان اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اس کے کپڑے اور جوتے عمدہ ہوں (تو کیا یہ بھی تکبر ہے؟) نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ خوبصورت ہے اور خوبصورتی کو پسند کرتا ہے، تکبر کا مطلب ہے حق بات کو تسلیم کرنے سے انکار کر دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا، ❿ یہ مضمون اور اس سے پہلے والی احادیث کا مضمون دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض اوقات انسان مسلسل تکبر کرتا اور خود پسندی میں مبتلا رہتا ہے یہاں تک کہ اسے ''جباروں'' میں لکھ دیا جاتا ہے اور اسے بھی وہی مصیبتیں پیش آئیں گی جو ان لوگوں کو پیش آئیں گی ⓫ نسائی اور ترمذی

---

❶ ترمذی: کتاب الزھد، باب: (۵۳)۔

❷ مؤطا: کتاب الشعر: (۱۶)۔ مسند احمد: ۲۲۹/۵۔ ❸ مسند احمد: ۱۳۰/۴۔

❹ الأعراف: ۱۴۶۔ ❺ ابراھیم: ۱۵۔ ❻ غافر: ۳۵۔

❼ النمل: ۲۳۔ ❽ غافر: ۶۰۔

❾ صحیح بخاری: کتاب احادیث الانبیاء، باب: ۵۴۔ صحیح مسلم: کتاب اللباس: ۴۹۔

❿ صحیح مسلم: کتاب الایمان: (۱۴۷)۔ ⓫ ترمذی: کتاب البر، باب: (۶۱)۔

نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن متکبروں کو انسانوں کی شکل میں چھوٹی چھوٹی چیونٹیوں کی طرح پیش کیا جائے گا، ان پر ہر طرف سے ذلت چھا جائے گی، انہیں جہنم کے ایک قید خانے میں ''جسے بولس کہا جاتا ہوگا'' لے جایا جائے گا جہاں آ گوں کی آ گ ان پر چھا جائے گی، انہیں اہل جہنم کی پیپ پلائی جائے گی جسے ''طینۃ الخبال'' کہا جاتا ہے، ترمذی ہی میں یہ روایت مختلف الفاظ سے بھی مروی ہے، حاکم نے یہ روایت نقل کر کے اسے صحیح مسلم کی شرط پر قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کبریائی میری چادر ہے، جو شخص میری چادر کے بارے مجھ سے جھگڑا کرے گا میں اسے توڑ کر رکھ دوں گا، ایک دوسری روایت میں یہ ہے کہ کبریائی میری چادر ہے اور عظمت (یا عزت) میرا تہبند، جو شخص ان دونوں کے حوالے سے مجھ سے جھگڑا کرے گا، میں اسے جہنم میں ڈال دوں گا [1] یہ مضمون امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

امام احمد، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بھی اپنے آپ کو بہت بڑا سمجھتا ہو اور اپنی چال میں تکبر ظاہر کرتا ہو تو جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا، اللہ اس سے سخت ناراض ہوگا [2] بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم سب بنی آدم ہو، اور آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا، وہ لوگ باز آ جائیں جو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرتے ہیں، ورنہ وہ اللہ کی نگاہوں میں بکری کے حقیر بچے سے بھی زیادہ حقیر ہوں گے، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچاؤ، کیونکہ ابلیس کو تکبر ہی نے اس بات پر مجبور کیا تھا کہ وہ آدم علیہ السلام کو سجدہ نہ کرے، اور اپنے آپ کو حرص سے بچاؤ، کیونکہ آدم علیہ السلام کو حرص نے ممنوعہ درخت کا پھل کھانے پر ابھارا تھا، اور اپنے آپ کو حسد سے بھی بچاؤ کیونکہ آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو حسد ہی کی وجہ سے قتل کیا تھا، اور یہ تمام گناہوں کی جڑ ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو تکبر سے بچاؤ کیونکہ بعض اوقات انسان نے عباء زیب تن کر رکھی ہوتی ہے اور اس میں تکبر موجود ہوتا ہے۔

امام احمد، شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کیا میں تمہیں اہل جہنم کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہر وہ تنگ دل اور مال کو جمع کر کے کسی کو نہ دینے والا، جو تندخو اور متکبر ہو [3] طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اپنے گھر میں ستر سال کا ہو، اور اپنی چال اور دیکھنے میں بیس سال کا نوجوان بنتا ہو، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بیہودہ بکنے والے، بے جا خوش ہونے والے اور اترانے والے لوگوں کو پسند نہیں کرتا، اور صحیح سند سے یہ حدیث ثابت ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرو تو مجھے تمہارے متعلق اس سے بھی بڑی چیز کا اندیشہ ہے اور وہ ہے خود پسندی [4] ابونعیم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تکبر سے براءت کی علامت یہ ہے کہ انسان اون کا لباس پہنے، مسلمان فقراء کی ہم نشینی اختیار کرے، گدھے پر سواری کرے اور بکریوں کی رسی باندھے، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنا سامان خود اٹھاتا ہے وہ تکبر سے بری ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ فخر اور تکبر اونٹ والوں میں ہوتا ہے اور سکون و وقار بکری والوں میں ہوتا ہے۔ [5]

---

[1] مسند احمد: ۳۷٦/۲۔
[2] ابن ماجه: كتاب الزهد، باب: ١٦۔
[3] مسند احمد: ۱٦۹/۲۔
[4] اتحاف: ٤٠٨/٨۔ الترغيب والترهيب: ٥٧١/٣۔
[5] مسند احمد: ٤٧٢/٢۔

امام مسلم اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام ہوگا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا، اور نہ ہی ان پر نظر کرم فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا ایک وہ بوڑھا جو بدکاری کرے، دوسرا وہ بادشاہ جو جھوٹا ہو اور تیسرا وہ فقیر جو متکبر ہو [1] نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ایسے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے ایک قسم کھا کر تجارت کرنے والا، دوسرا متکبر فقیر، تیسرا بوڑھا بدکار اور چوتھا ظالم بادشاہ [2] ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے سامنے جہنم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین قسم کے لوگ پیش کیے گئے ایک وہ حکمران جو زبردستی مسلط ہو جائے، دوسرا وہ مالدار آدمی جو مال میں اللہ کا حق ادا نہ کرے اور تیسرا متکبر فقیر، طبرانی نے متکبر فقیر، بڈھے زانی کے ساتھ جس تیسرے آدمی کو حدیث میں نقل کیا ہے وہ وہ شخص ہے جو اللہ پر اپنے عمل کا احسان جتاتا ہے، تکبر کی چال چلنے والے کے زمین میں دھنس جانے کا واقعہ طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بیس سال کے اس نوجوان کو پسند کرتا ہے جو عاجزی اور تواضع میں اسی سال کے بوڑھے کی طرح ہو اور ساٹھ سال کے اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو بیس سال والے جوان کے مشابہ بنتا ہو، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگ جس چیز کو بھی اٹھاتے ہیں، اللہ اسے پست ضرور کرتا ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ خود پسندی ستر سال کے اعمال کو ضائع کر دیتی ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر خود پسندی انسانی شکل میں ظاہر ہوتی تو وہ ایک بہت برا آدمی ہوتا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے صحیح سند کے ساتھ مسند میں اور امام بیہقی رحمہ اللہ نے شعب الایمان میں اپنی سند کے ساتھ ابوسلمہ بن عبد الرحمٰن کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ مروہ پہاڑی پر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما اور ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ملاقات ہوگئی، وہ دونوں کچھ دیر آپس میں باتیں کرتے رہے، پھر حضرت عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما تو چلے گئے اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کھڑے رونے لگے، لوگوں نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے کہ انہوں نے (عبد اللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما) مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کے دل میں ایک رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، اللہ تعالیٰ اسے اس کے چہرے کے بل جہنم میں اوندھا کر کے ڈال دے گا [3] جس حدیث میں نبی علیہ السلام نے لوگوں کو اپنے آباؤ اجداد پر فخر کرنے سے رکنے کی تلقین فرمائی ہے، اس کے آخر میں ابوداؤد اور ترمذی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے زمانہ جاہلیت کی نخوت اور آباؤ اجداد پر فخر کرنے کو دور کر دیا ہے، اب یا تو انسان متقی مؤمن ہوگا یا گنہگار بدنصیب، تمام انسان حضرت آدم علیہ السلام کی اولاد ہیں اور حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا گیا تھا [4]

ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے جن وانس اور پرندوں اور جانوروں کو نکلنے کا حکم دیا چنانچہ ان کے ساتھ دو لاکھ انسان اور دو لاکھ جنات روانہ ہوئے، حضرت سلیمان علیہ السلام پہلے تو انہیں لے کر اتنی بلندی پر گئے کہ آسمانوں میں فرشتوں کی تسبیحات کی

---

[1] صحیح مسلم: کتاب الایمان: (۱۷۲)۔ مسند احمد: ۲/ ۴۸۰۔

[2] نسائی: کتاب الزکوٰۃ، باب: (۷۷)۔ مسند احمد: ۵/ ۱۷۶۔

[3] مسند احمد: ۲/ ۱۶۴۔

[4] ابو داؤد: کتاب الادب، باب: (۱۱۱)۔ مسند احمد: ۲/ ۵۲۴۔

آوازیں سنائی دینے لگیں، پھراتنی پستی اور نشیب میں پہنچے کہ ان کے قدم سمندر سے چھونے لگے، اس وقت ان کے کانوں میں ایک آواز آئی کہ اگر تمہارے ''ساتھی'' کے دل میں ایک ذرے کے برابر بھی تکبر ہوتو اسے زمین میں اتنا دھنسادوں جو میری عطا کردہ بلندی سے بھی زیادہ ہو، زید بن اسلم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی خدمت میں حاضر ہوا، وہاں سے عبداللہ بن واقد کا گذر ہوا جس نے نئے کپڑے پہنے ہوئے تھے، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا بیٹا! اپنا تہبند اوپر کرلو، کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر نظر کرم نہیں فرمائے گا جو اپنا تہبند تکبر کی وجہ سے زمین پر کھینچتا ہے۔

ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی پر لعاب دہن ٹپکایا اور اس پر انگلی رکھ کر فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! کیا تو مجھے عاجز کرسکتا ہے جبکہ میں نے تجھے اس جیسی چیز سے پیدا کیا ہے، جب میں نے تجھے برابر کردیا تو تو دو چادریں پہن کر چلتا ہے، زمین کو روندتا جاتا ہے، مال جمع کر کے رکھتا ہے، کسی کو دیتا نہیں ہے، اور جب تیری روح ہنسلی کی ہڈیوں میں پہنچ جاتی ہے تو تو کہنے لگتا ہے کہ میں اتنا صدقہ کرتا ہوں، حالانکہ تب صدقہ کا وقت کہاں رہتا ہے؟ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کے دو کان ہوں گے، ان سے وہ سنتی ہوگی، دو آنکھیں ہوں گی جن سے وہ دیکھتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ یہ کہہ رہی ہوگی کہ مجھے تین آدمیوں پر مسلط کیا گیا ہے، ہر متکبر سرکش، اللہ کے ساتھ کسی دوسرے کو معبود بنانے والا، اور تصویر ساز لوگ ❶

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ایک مرتبہ جنت اور جہنم کے درمیان مباحثہ ہوا، جہنم کہنے لگی کہ مجھے متکبروں اور جباروں سے ترجیح دی گئی ہے، اور جنت کہنے لگی کہ میرا کیا معاملہ ہے، مجھ میں تو صرف کمزور، بے حیثیت اور عاجز لوگ داخل ہوں گے، اللہ تعالیٰ نے جنت سے فرمایا تو میری رحمت ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے رحم کروں گا، اور جہنم سے فرمایا تو میرا عذاب ہے، میں اپنے بندوں میں سے جس پر چاہوں گا تیرے ذریعے عذاب نازل کردوں گا اور تم دونوں میں سے ہر ایک کو بھردوں گا ❷ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ وہ بندہ بہت برا ہے جو بخل اور تکبر کرے اور بلند و برتر خدا کو بھول جائے، وہ بندہ بہت برا ہے جو تکبر کرے اور حد سے آگے بڑھ جائے اور جبار اعلیٰ کو بھول جائے، وہ بندہ بہت برا ہے جو بھول جائے اور لہو ولعب میں پڑ جائے اور قبر اور اس کی بوسیدگی کو فراموش کردے، وہ بندہ بہت برا ہے جو سرکشی پر اتر آئے اور اپنی ابتداء اور انتہاء کو بھول جائے، وہ بندہ بہت برا ہے جو دین کو خواہشات نفسانی سے خراب کردے، وہ بندہ بہت برا ہے جسے لالچ آگے کھینچے، وہ بندہ بہت برا ہے جسے خواہشات نفسانی گمراہ کردیں، اور وہ بندہ بہت برا ہے جو دنیا میں راغب اور دوسروں کو ذلیل کرتا ہو ❸ اور نبی علیہ السلام نے فرمایا جب میری امت تکبر کی چال چلنے لگے اور فارس و روم کے لوگ ان کی خدمت کرنے لگیں تو انہیں ایک دوسرے پر مسلط کردیا جائے گا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا تین چیزیں ہلاکت میں ڈالنے والی

---

❶ ترمذی: کتاب صفة جهنم، باب: (١)۔

❷ صحيح بخاری: کتاب التوحيد، باب: (٢٥)۔ صحيح مسلم: کتاب الجنة: (٣٤)۔ ❸ ترمذی: ٢٤٤٨۔

ہیں، وہ بخل جس کی اطاعت کی جائے، وہ نفسانی خواہشات جن کی پیروی کی جائے، اور انسان کا خود پسندی میں مبتلا ہونا۔

امام احمد نے مسند میں، امام بخاری نے ادب المفرد میں اور حاکم نے اپنی متدرک میں یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب حضرت نوح علیہ السلام کے وصال کا وقت قریب آیا تو انہوں نے اپنے دو بیٹوں کو بلا کر فرمایا میں تمہیں دو باتوں کا حکم دیتا ہوں اور دو باتوں سے روکتا ہوں، میں تمہیں شرک اور تکبر سے روکتا ہوں، اور لا الہ الا اللہ کا حکم دیتا ہوں کیونکہ اگر آسمان وزمین اور ان میں موجود تمام چیزیں میزان عمل کے ایک پلڑے میں رکھ دی جائیں اور دوسرے پلڑے میں لا الہ الا اللہ کو رکھ دیا جائے تو یہ دوسرا پلڑا بھاری ہو جائے گا اور اگر آسمان وزمین ایک حلقے کی شکل میں ہوتے اور ان پر لا الہ الا اللہ کو رکھا جاتا تو یہ دونوں ریزہ ریزہ ہو جاتے، اور میں تمہیں "سبحان اللہ وبحمدہ" کہنے کا حکم دیتا ہوں، کیونکہ یہ ہر چیز کی نماز ہے، اور اسی کے ذریعے ہر چیز کو رزق ملتا ہے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جسے اللہ نے اپنی کتاب کا علم عطاء فرمایا، پھر اس کی موت ظالم ہونے کی حالت میں نہیں آئی، حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کے حوالے سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ بازار سے گذر رہے تھے اور انہوں نے لکڑیوں کا ایک گٹھا اٹھا رکھا تھا، کسی نے ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ گٹھا اٹھانے پر کس چیز نے مجبور کیا جبکہ اللہ نے آپ کو اس سے بے نیاز کر رکھا ہے؟ انہوں نے فرمایا میں اپنے دل سے تکبر کو دور کرنا چاہتا ہوں کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی تکبر ہوگا، یہ روایت طبرانی نے سند حسن کے ساتھ ذکر کی ہے۔

کریب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کو لے کر ابولہب کی گلی سے گذر رہا تھا (اس وقت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نابینا ہو چکے تھے) وہ کہنے لگے کہ اے کریب! کیا ہم فلاں فلاں جگہ پر پہنچ گئے ہیں؟ میں نے عرض کیا کہ آپ اس وقت وہیں پر ہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے (میرے والد) حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث سنائی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کے ساتھ اسی جگہ پر تھا، کہ ایک آدمی سامنے سے آیا، وہ اپنی دو چادروں میں بڑے نازکی چال چلتے ہوئے اپنی دونوں جانب دیکھتا جا رہا تھا، اسے اپنا آپ بہت اچھا لگا اور وہ خود پسندی میں مبتلا ہو گیا، اچانک اللہ تعالیٰ نے اسے اس جگہ زمین میں دھنسا دیا، اب وہ قیامت تک زمین میں دھنستا ہی رہے گا، یہ روایت ابویعلی نے نقل کی ہے۔

اور نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قیامت کے دن نشست کے اعتبار سے مجھ سے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے ہوں، اور تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ اور قیامت کے دن نشست کے اعتبار سے مجھ سے سب سے زیادہ دور وہ لوگ ہوں گے جو بتکلف کثرت کے ساتھ کلام کرتے ہیں، بتکلف فصیح وبلیغ بننے کی کوشش کرتے ہیں اور "متفیہقون" پھر صحابہ رضی اللہ عنہم کے استفسار پر نبی علیہ السلام نے اس کی وضاحت "متکبرین" سے فرمائی [1] محمد بن واسع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں بلال بن ابی بردہ کے پاس گیا اور ان سے کہا اے بلال! مجھے آپ کے والد نے اپنے والد کے حوالے سے یہ حدیث سنائی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جہنم میں ایک وادی ہے جسے "ھبہب" کہا جاتا ہے، اللہ

[1] ترمذی: کتاب البر، باب: (۷۱)۔ مسند احمد: ۱۹۳/۴۔

تعالیٰ پر حق ہے کہ اس میں ہر متکبر اور سرکش انسان کو ٹھہرائے، اس لیے اے بلال! تم اپنے آپ کو اس میں ٹھہرنے والوں میں شامل ہونے سے بچانا، یہ روایت ابو یعلی اور طبرانی نے نقل کی ہے اور حاکم نے اس کی تصحیح کی ہے اور ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جہنم میں کچھ قید خانے ایسے ہیں جن میں متکبروں کو داخل کر کے ان پر آگ کو بند کر دیا جائے گا، اور نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کی روح اس کے جسم سے اس حال میں جدا ہو کہ وہ تین چیزوں سے بری ہو وہ جنت میں داخل ہوگا تکبر، قرض اور مال غنیمت میں خیانت، یہ روایت ترمذی، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے نقل کی ہے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مسلمانوں میں سے کسی کو بھی حقیر مت سمجھا کرو، کیونکہ حقیر ترین مسلمان بھی اللہ کے نزدیک بہت بڑا ہے، وہب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو پیدا کیا تو اس پر ایک نظر ڈال کر فرمایا تو ہر متکبر پر حرام ہے، احنف کہتے ہیں کہ ابن آدم پر تعجب ہوتا ہے کہ وہ تکبر کرتا ہے حالانکہ وہ پیشاب کے راستے سے دو مرتبہ نکلا ہے، حسن کہتے ہیں کہ ابن آدم پر تعجب ہے کہ وہ ہر روز دن میں ایک یا دو مرتبہ تو لازماً اپنے ہاتھ سے اپنی گندگی کو صاف کرتا ہے، پھر آسمان وزمین کے جبار کا مقابلہ کرتا ہے، کسی نے سلیمان سے پوچھا کہ وہ گناہ بتائیے جس کے ساتھ کوئی نیکی فائدہ نہیں پہنچا سکتی؟ تو انہوں نے ''تکبر'' کا نام لیا، حسن نے ایک گورنر کو دیکھا جو ناز واتراہٹ کی چال چل رہا تھا، حسن اسے دیکھ کر کہنے لگے افسوس صد افسوس اس شخص پر جو اپنی ناک اونچی کیے، اپنا رخ پھیرے اور اپنے رخسار ٹیڑھے کیے ہوئے ہے اور اپنے دونوں جانب دیکھ رہا ہے، اے بیوقوف! تو اپنے دونوں پہلوؤں میں کیا دیکھ رہا ہے؟ وہ نعمتیں جن کا شکر ادا نہیں کیا گیا، جو تجھے یاد نہیں، اس میں اللہ کے حکم پر عمل نہیں کیا گیا، اور نہ ہی اس میں اللہ کے حقوق ادا کیے گئے ہیں، اس گورنر نے جب یہ بات سنی تو وہ معذرت کرتا ہوا ان کے پاس آیا، انہوں نے اس سے فرمایا مجھ سے معذرت نہ کرو، اپنے رب سے توبہ کرو، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد نہیں سنا ''تم زمین میں اترا کر مت چلو، بیشک تم زمین کو پھاڑ نہیں سکتے اور پہاڑوں کی بلندی تک پہنچ نہیں سکتے'' [1]

مسند خلافت پر رونق افروز ہونے سے پہلے ایک مرتبہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ ناز کی چال چل رہے تھے تو طاؤس نے ان کے پہلو میں اپنی انگلی چبھوئی، اور فرمایا یہ اس شخص کی چال نہیں ہے جس کے پیٹ میں کوئی خیر ہو، عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے معذرت کرتے ہوئے کہا چچا جان! میرے جسم کے ہر عضو نے مجھے اس چال پر مارا حتی کہ میں نے اسے سیکھ لیا، ایک مرتبہ محمد بن واسع نے اپنے ایک بیٹے کو ناز وانداز کی چال چلتے ہوئے دیکھا تو اس سے فرمایا کیا تو جانتا ہے کہ تیری حقیقت کیا ہے؟ تیری ماں کو میں نے دو سو درہم میں خریدا تھا، تیرے باپ کا جہاں تک تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ مسلمانوں میں اس جیسے افراد زیادہ نہ رکھے، ایک مرتبہ مطرف نے مہلب کو ریشمی جبے میں ناز کی چال چلتے ہوئے دیکھا تو فرمایا بندہ خدا! یہ چال اللہ اور اس کے رسول کو ناپسند ہے، مہلب نے ان سے پوچھا کیا آپ مجھے نہیں پہچانتے؟ مطرف نے کہا کیوں نہیں، میں تجھے پہچانتا ہوں، تیری ابتداء ایک قطرہ ناپاک ہے اور تیری انتہاء ایک گندی لاش ہے، اور تو ان دونوں کے درمیان گندگی اٹھائے پھر رہا ہے، اس پر مہلب نے اپنی وہ چال ترک کر دی۔

---

[1] الاسراء: ۳۷۔

چند ضروری تنبیہات

مذکورہ چیزوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے اس کی تصریح کی ہے، باب اللباس میں اس کی مزید تفصیل آ جائے گی اور اس کے لیے انہوں نے ان بعض احادیث سے استدلال کیا ہے جو پیچھے گذر چکی ہیں مثلاً یہ حدیث کہ جس شخص کے دل میں ایک ذرے برابر بھی تکبر ہو گا وہ جنت میں داخل نہ ہو گا، اسی طرح ناز کی چال چلنے والے کو دھنسا دینے والی حدیث، اور تفسیر قرطبی میں اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''وہ عورتیں اپنے پاؤں زمین پر نہ ماریں'' ❶ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اگر عورت یہ کام اپنی زینت کا اظہار کرنے اور مردوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لیے کرے تو یہ حرام ہے، اسی طرح اگر کوئی مرد خود پسندی میں مبتلا ہو کر اپنا پاؤں زمین پر مارتا ہے تو یہ بھی حرام ہے کیونکہ عجب یعنی خود پسندی کبیرہ گناہ ہے۔

دوسری تنبیہ

تکبر یا تو اللہ تعالیٰ کے سامنے ہو گا اور یہ تکبر کی تمام اقسام میں سب سے زیادہ برا ہے جیسے فرعون اور نمرود کا تکبر کہ ان دونوں نے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہونے میں اپنے لیے عار اور شرم محسوس کی اور ربوبیت کا دعویٰ کر بیٹھے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو لوگ میری عبادت کرنے سے تکبر کرتے ہیں، عنقریب وہ جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے'' ❷ اور ''حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو تو اس بات سے ہرگز عار نہیں آتی کہ وہ اللہ کے بندے ہیں'' ❸ یا یہ تکبر پیغمبر خدا کے سامنے ہو گا کہ انسان تکبر، عناد اور جہالت کی وجہ سے ان کی پیروی کرنے سے انکار کر دے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے کفار مکہ اور دوسری قوموں کے احوال بیان کیے ہیں، یا اس تکبر کا اظہار بندوں کے سامنے ہو گا کہ انسان اپنے آپ کو بہت بڑا اور دوسروں کو حقیر اور کمتر سمجھنے لگے، ان کی بات ماننے سے انکار کر دے یا اپنے آپ کو اونچا سمجھتے ہوئے ان سے برابری کو عیب سمجھے، یہ صورت اگرچہ پہلی دو صورتوں سے کمتر ہے لیکن اس کا گناہ بھی بہت زیادہ ہے کیونکہ کبریائی اور عظمت اس خدا کے شایان شان ہے جو حقیقی بادشاہ، قادر اور قوی ہے، بندے کے شایانِ شان نہیں جو کہ عاجز اور ضعیف ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے کوئی شخص کسی بادشاہ کا تاج پکڑے اور اس کے تخت پر جا بیٹھے، اس سے زیادہ ناراضگی اور فوری سزا کا مستحق اور کون ہو سکتا ہے، اسی وجہ سے گذشتہ احادیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان گذر چکا کہ جو شخص عظمت اور کبریائی کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے ساتھ جھگڑا کرے گا، اللہ اسے تباہ کر دے گا، کیونکہ یہ دونوں صفتیں اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہیں، اور ان میں جھگڑنے والا اللہ تعالیٰ کی صفات میں جھگڑنے والا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے سامنے تکبر کا اظہار کرنا اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی کے لائق نہیں، جو شخص ان کے سامنے تکبر کا اظہار کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے مجرم ہوتا ہے کیونکہ جو شخص بادشاہ کے کسی خاص غلام کو ذلیل کرتا ہے، گویا وہ بادشاہ سے اس کے کچھ معاملات میں جھگڑا کرتا ہے، گو کہ اس کی قباحت اس شخص کے برابر نہ ہو جو بادشاہ کے تخت پر بیٹھنے

---

❶ النور: ۳۱۔ ❷ غافر: ۶۰۔ ❸ النساء: ۱۷۲۔

والے کی ہے، اور اس تکبر کی اپنی اقسام کے ساتھ یہ ایک لازمی خصوصیت ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ کے احکامات کی مخالفت کرتا ہے، کیونکہ متکبر ''جس میں محض اپنی خواہش نفسانی اور تعصب کی بناء پر دینی مسائل میں باہم جھگڑنے والے بھی شامل ہیں'' کا نفس دوسرے سے کسی بات کو سن کر قبول کرنے سے انکار کرتا ہے، گوکہ وہ بالکل واضح بات ہو، بلکہ اس کا تکبر اسے لغو اور باطل ظاہر کرنے میں مبالغہ سے کام لیتا ہے، اس طرح وہ اس شخص کی حدود میں شامل ہو جاتا ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اور کافر لوگ کہتے ہیں کہ اس قرآن کو مت سنا کرو، اور اس میں شور مچایا کرو، شاید کہ تم غالب آ جاؤ'' ❶ اور ''جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈرا کرو تو اسے گناہ کی برتری پکڑ لیتی ہے، سو اس کے لیے جہنم کافی ہے اور وہ بہت برا ٹھکانہ ہے'' ❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ جب اس سے کہا جائے اللہ سے ڈرو تو وہ کہہ دے کہ تم اپنی فکر کرو، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی سے فرمایا دائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرو، اس نے تکبر کرتے ہوئے کہا کہ میں اس کی طاقت نہیں رکھتا، اس پر اس کا ہاتھ شل ہو گیا اور وہ اسے اپنے منہ تک اٹھانے کے قابل ہی نہ رہا۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ مخلوق کے سامنے تکبر کا اظہار کرنا انسان کو خالق کے سامنے تکبر کا اظہار کرنے پر بھی ابھارتا ہے، آپ اس بات پر غور کر لیجئے کہ شیطان نے جب، حضرت آدم علیہ السلام کے سامنے تکبر کا مظاہرہ کیا اور ان سے حسد کرتے ہوئے کہنے لگا کہ ''میں اس سے بہتر ہوں'' ❸ تو اسی چیز نے اسے اللہ کے سامنے بھی تکبر کا مظاہرہ کرنے پر جری کر دیا چنانچہ اس نے اللہ کے حکم کی مخالفت کی اور ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو گیا، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے تکبر کی علامت حق بات کو رد کر دینا اور لوگوں کو حقیر سمجھنا قرار دی ہے۔

پھر انسان کو تکبر پر آمادہ کرنے والی چیز انسان کے دماغ میں اس بات کا بیٹھ جانا ہے کہ وہ دوسروں سے علم، عمل، نسب، مال، جمال، مرتبہ، طاقت یا کثرت پیروکار میں مکمل طور پر ممتاز اور جدا ہے، اس لیے ان علماء کی طرف تکبر بہت تیزی کے ساتھ بڑھتا ہے جنہیں نور توفیق میسر نہ ہو، اور وہ دوسروں کو جانوروں کی طرح سمجھنے لگتے ہیں، اور لوگوں کے ان حقوق کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے لگتے ہیں جن کا شریعت نے ان سے مطالبہ کیا ہے مثلاً سلام، تیمارداری، اور خندہ پیشانی سے ملاقات، جبکہ خود اپنی خواہش یہ ہوتی ہے کہ لوگ اس کے حقوق کی ادائیگی میں معمولی سی کوتاہی بھی نہ کریں، اس لیے کہ انہیں اپنی برتری پسند ہے، ایسا کرنے والا ''اجہل الجاہلین'' ہے، اس لیے کہ اس بیچارے کو اپنی حیثیت کا پتہ ہے اور نہ اپنے رب کے مرتبے کا، اس کا انجام خطرناک ہو سکتا ہے کیونکہ علم کی شان تو یہ ہے کہ انسان میں مزید خوف اور تواضع پیدا ہو، اس وجہ سے کہ علم کے ذریعے اللہ تعالیٰ اس پر اتمام حجت کر چکا، لیکن اب بھی اگر وہ اللہ کی نعمتوں کا شکر ادا کرنے میں کوتاہی کرتا ہو تو اس کا سبب یہ ہے کہ اس کے علم کا مقصد یا تو محض دنیا کو حاصل کرنا تھا، یا یہ کہ اس کی نیت خالص نہیں تھی، اور وہ اس میں صحیح طریقے سے داخل نہیں ہوا تھا لہٰذا یہ بدترین نتائج حاصل ہوئے، اسی طرح وہ علماء بھی ''جن کی شہرت ہر طرف ہو'' خاص طور پر ان میں سے بھی جو زیادہ نیک ہوں، ان کی طرف بھی تکبر بڑی تیزی سے بڑھتا ہے، لیکن چونکہ لوگ ان کے پاس اپنی ضروریات کی تکمیل کے سلسلے میں بکثرت

---

❶ فصلت: ٢٦۔ ❷ البقرة: ٢٠٦۔ ❸ الأعراف: ١٢۔

آتے رہتے ہیں، اور وہ ان کے اکرام میں بے حد مبالغہ بھی کرتے ہیں لہٰذا وہ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ وہ لوگوں سے زیادہ بلند اور اس بات کے حقدار ہیں کہ لوگ ان سے نیچے ہوں کیونکہ دوسرے لوگ بظاہر ان کے اعمال کو نہیں پہنچتے، حالانکہ وہ یہ بات نہیں جانتے کہ بعض اوقات یہ سوچ ان کے اعمال سلب ہونے کا سبب بن جاتی ہے، چنانچہ یہ واقعہ بیان کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک دھتکارا ہوا شخص تھا، ایک مرتبہ وہ کسی عابد کی مجلس میں بیٹھ گیا تا کہ اس سے فائدہ حاصل کرے لیکن اس عابد نے اپنی مجلس میں اس کے آنے پر ناگواری کا اظہار کیا اور اسے بھگا دیا، اللہ تعالیٰ نے اس زمانے کے پیغمبر پر یہ وحی بھیجی کہ اس دھتکارے ہوئے آدمی کی بخشش ہوگئی اور اس عابد کے اعمال ضائع ہو گئے، گویا ایک عام جاہل جب تواضع اختیار کر کے اللہ کے خوف اور ہیبت سے عاجزی اور ذلت کا اظہار کرتا ہے تو گویا اپنے دل سے اللہ کی اطاعت کرتا ہے اس لیے وہ متکبر عالم اور خود پسند عابد سے کہیں زیادہ فرمانبردار ہوتا ہے۔

بعض لوگوں میں حماقت اور بیوقوفی اس درجے تک پہنچ جاتی ہے کہ اگر انہیں کوئی شخص تکلیف پہنچاتا ہے تو وہ اسے دھمکی دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس کا انجام تم اپنی آنکھوں سے دیکھو گے، پھر اگر اس تکلیف پہنچانے والے پر کوئی مصیبت آ جائے تو وہ اسے اپنی کرامت سمجھنے لگتے ہیں، ان پر جہالت کا غلبہ اور اپنی ذات کی عظمت کا خبط سوار ہو جاتا ہے اور وہ خود پسندی، تکبر اور اللہ تعالیٰ کے متعلق دھوکے کا شکار ہو جاتے ہیں، قبل ازیں کچھ بدنصیب ایسے بھی گذرے ہیں جنہوں نے انبیاء کرام علیہم السلام کو شہید کیا اور دنیا میں وہ فوری سزا پائے بغیر مر گئے تو اس جاہل کا کیا مقام و مرتبہ ہے؟ جب ان دو قسموں کا تکبر واضح ہو گیا جو دین اور دنیا کے اعتبار سے ظاہر ہیں، تو بقیہ چیزوں کا تکبر خود بخود واضح ہو گیا چنانچہ اپنے نسب پر تکبر کرنے والا اس شخص کو ''جس کا نسب اس کی طرح نہ ہو'' اپنے غلام کی طرح سمجھتا ہے، اسی طرح حسن و جمال کا بھی حکم ہے جس کا عورتوں میں بکثرت رجحان ہوتا ہے، اسی طرح مال پر تکبر کرنا ہے جس کا مظاہرہ دنیاداروں میں بکثرت ہوتا رہتا ہے، اسی طرح پیروکاروں اور فوج کے اوپر تکبر کرنا ہے جیسا کہ بادشاہوں میں ہوتا ہے۔

اور جو چیز انسان کے تکبر میں مزید اضافے اور اس کی آگ بھڑکانے کا سبب بنتی ہے وہ خود پسندی، کینہ، حسد اور ریاء ہے، کیونکہ تکبر ایک باطنی عادت ہے اس لیے کہ یہ اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور اپنی حیثیت کو دوسرے سے برتر دیکھنا ہے اور اس کا حقیقی سبب عجب ہے یعنی انسان کو اپنا علم یا اپنا عمل یا اپنی اور کوئی چیز دوسروں سے اچھی لگنے لگے، اور عجب کے علاوہ جو چیزیں ہم نے ذکر کی ہیں، وہ تکبر کے محض ظاہری اسباب ہیں۔

تیسری تنبیہ

یہ بات طے شدہ ہے کہ ہر انسان کو تکبر اور اس کے قبیح نتائج سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، کیونکہ یہ مہلکات میں سے ہے اور مخلوق میں کوئی شخص بھی ایسا نہیں ہے جو اس کے اثرات سے مکمل طور پر خالی ہو، اور اس کا ازالہ فرض عین ہے جو صرف خواہش اور تمنا کرنے سے حاصل نہیں ہوگا بلکہ اسے جڑ سے اکھاڑ پھینکنے والی ادویات کے استعمال اور علاج معالجے سے ممکن ہوگا، اور وہ اس طرح کہ انسان سب سے پہلے تو اپنی معرفت حاصل کرے اور غور کرے کہ اس کی ابتداء کے متعلق کن حقیر، ذلیل اور

گھٹیا چیزوں کی طرف اشارہ کیا گیا ہے یعنی مٹی اور مادہ منویہ، اس کا درمیان یہ ہے کہ اسے علوم ومعارف اور مناصب ومراتب کے حصول کا اہل بنایا گیا، اس کی انتہاء زوال اور فناء ہے، پھر پہلی ابتداء پر لوٹایا جانا، پھر میدان حشر میں پیش کیا جانا اور پھر جنت یا جہنم میں جانا ہے، ان اشارات کے لیے سب سے واضح آیات یہ ہیں ''انسان مارا جائے کہ کتنا ناشکرا ہے، وہ دیکھے کہ اللہ نے اسے کس چیز سے پیدا کیا ہے، ایک نطفے سے اللہ نے اسے پیدا کیا، پھر اس کا اندازہ کیا، پھر اس کے لیے راستہ آسان کیا، پھر اسے موت دے کر قبر میں اتارا، پھر جب چاہے گا اسے دوبارہ زندہ کردے گا، ہرگز نہیں جب وہ فیصلہ کرلے گا اس چیز کا جسے اس نے طے کرلیا، پھر انسان اپنے کھانے پر بھی غور کرے'' ❶ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا......'' ❷

جو شخص اس بات کو سوچ لے، اس کی نظائر پر غور کرلے اور آیات قرآنیہ جس بات کی طرف اشارہ کررہی ہیں، اسے سمجھ لے تو اسے پتہ چل جائے کہ وہ ہر ذلیل اور حقیر سے زیادہ خود ذلیل اور حقیر ہے اور یہ کہ ذلت اور تواضع ہی اس کے مناسب ہے، اور یہ کہ انسان اپنے رب کو پہچانے تاکہ اسے اس بات کا یقین ہوجائے کہ عظمت اور کبریائی اس کے نہیں، صرف اللہ ہی کے شایان شان ہے، انسان کے لیے تو صرف ایک لمحے کے لیے خوشی مناسب نہیں ہے چہ جائے کہ فخر وتکبر، جبکہ اس کی ابتداء اور درمیان واضح ہے، اور اگر انسان کو اپنے انجام کے متعلق پتہ چل جائے تو بہت سی صورتوں میں ممکن ہے کہ انسان اس بات کو ترجیح دینے لگے کہ کاش! وہ جانور بن جاتا چاہے وہ جانور کتا ہی ہو، خاص طور پر اس صورت میں جبکہ اللہ کے علم میں اس کا اہل جہنم میں سے ہونا طے ہو، اور اگر دنیا والے کسی جہنمی کی صورت دیکھ لیں تو وہ اس کی بدصورتی دیکھ کر بے ہوش ہوجائیں اور اس کی بدبو سے مرجائیں، تو جس شخص کا یہ انجام ہو ''الا یہ کہ اللہ تعالیٰ کسی کو معاف فرمادے'' وہ کیسے تکبر کرسکتا ہے کیسے وہ اپنے آپ کو کچھ سمجھتا ہے، اور وہ کون سا بندہ ہے جس سے کوئی گناہ سرزد نہ ہوا ہو اور وہ سزا کا مستحق نہ ہو، ان چیزوں پر حقیقت پسندی کے ساتھ غور کرنے سے انسان کی نظر اپنے علم وعمل، منصب اور جاہ ومال پر نہیں جائے گی، وہ ہر چیز کو چھوڑ کر اللہ کی طرف بھاگے گا، وہ تواضع اختیار کرے گا اور اسے معلوم ہوگا کہ وہ ہر چیز سے زیادہ حقیر اور ذلیل ہے، بھلا انسان کیونکر تکبر کرے جبکہ یہ بھی ممکن ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک شقی ہو۔

اور جس چیز سے انسان میں کامل تکبر کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے پتہ چلتا ہے کہ اسے اس کے نفس نے مزین کر دکھایا ہے، وہ یہ ہے کہ انسان اپنے کسی ہم عصر سے کسی مسئلے میں مناظرہ کرنے اور اس کے ہاتھ پر حق ظاہر ہونے سے اپنے آپ کو منزہ قرار دے، اور اگر وہ اسے قبول کرنے پر مطمئن ہو، اس کی قدردانی اور فضیلت کا معترف ہو اور اس بات کو علی الاعلان بیان کرے کہ اس کے ساتھی کے ہاتھ پر حق ظاہر ہوگیا ہے اور یہی رویہ اس کا ہر مناظر کے ساتھ ہو تو تکبر سے بری ہونے کے لیے یہ اس کے حق میں واضح قرینے ہیں اور اگر ان میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے دل میں تکبر چھپا ہوا ہے، لہٰذا اس کا علاج مذکورہ طریقے سے ضروری ہوگا یہاں تک کہ اس کی رگیں کٹ جائیں، اور اس کا طریقہ یہ بھی

---

❶ عبس: ۱۷-۲۴۔ ❷ الانسان: ۱۔

ہے کہ اپنے ہم عصر لوگوں کو مجالس میں اپنے سے مقدم کرے، لیکن اس طرح کہ کسی پر یہ ظاہر نہ ہو کہ وہ اپنی تواضع کا اظہار کر رہا ہے، مثال کے طور پر ان کی صف چھوڑ کر پیچھے جا بیٹھے اور چہرے پر ناگواری کے آثار ہوں تو یہ بعینہ تکبر ہے، اسی طرح تکبر کا ایک علاج یہ بھی ہے کہ فقراء کی دعوت قبول کر لیا کرے، ان سے گفتگو کیا کرے، ان کے پاس بیٹھا کرے، اپنی اور ان کی ضروریات کی تکمیل کے لیے بازار جایا کرے، اپنے سامان کے ساتھ دوسروں کا سامان بھی اٹھا کر ان کا بوجھ ہلکا کرے، خلوت اور جلوت میں ہمیشہ ایک جیسا رہے، ورنہ وہ متکبر ہوگا یا ریاکار، اور یہ دونوں ہی قلبی بیماریاں ہیں، اور اس کے اسباب تباہ کن ہیں اگر بروقت ان کا تدارک نہ کر لیا جائے، لوگ طبابت اور ڈاکٹری کے پیچھے پڑ کر اجسام کا علاج کر رہے ہیں، حالانکہ آخرت کی سلامتی دلوں کی سلامتی کے ساتھ وابستہ ہے، جیسا کہ ارشاد ہے "سوائے اس شخص کے جو اللہ کے پاس قلب سلیم لے کر آیا ہو" [1]

چوتھی تنبیہ

احادیث میں عجب کی جو مذمت اور اس کے مہلکات میں سے ہونے کا تذکرہ پیچھے گذر چکا ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی مذمت کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ "غزوہ حنین کے دن کو یاد کرو جبکہ تمہاری کثرت تعداد نے تمہیں عجب میں مبتلا کر دیا تھا، پھر وہ کثرت تمہارے کسی کام نہ آسکی" [2] نیز ارشاد ہے "وہ یہ سمجھتے ہیں کہ وہ نیکی کا کام کر رہے ہیں" [3] کئی مرتبہ انسان اپنے عمل پر عجب کا شکار ہو جاتا ہے جس میں وہ صحیح یا غلط ہو سکتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہلاکت دو چیزوں میں ہے مایوسی اور عجب، وجہ یہ ہے کہ مایوس آدمی اعمال کے نفع بخش ہونے کی امید نہیں رکھتا جس کا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ انسان اعمال کو ترک کر دیتا ہے، اور خود پسند آدمی یہ سمجھتا ہے کہ وہ کامیاب ہے اور اپنی مراد کو پہنچ چکا ہے لہٰذا اسے عمل کی ضرورت نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ "اپنے نفس کا تزکیہ بیان نہ کیا کرو، کیونکہ اللہ جانتا ہے کہ کون اس سے ڈرتا ہے" [4] اپنے نفس کا تزکیہ بیان کرنے میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان اپنے آپ کو نیک سمجھے اور یہی معنی ہے عجب کا، مطرف کہتے ہیں کہ میرے نزدیک رات بھر سونا اور صبح کو ندامت کے ساتھ اٹھنا ساری رات قیام کر کے صبح کو خود پسندی میں مبتلا ہونے سے بہت بہتر ہے، ایک مرتبہ بشر بن منصور نے اپنی نماز خاصی طویل کر دی، انہیں احساس ہوا کہ شاید کسی نے انہیں دیکھ لیا ہے، انہوں نے سلام پھیرنے کے بعد اپنے اندازے کے مطابق اس شخص سے کہا کہ تم نے جو میری حالت دیکھی ہے، اس پر حیران مت ہونا کیونکہ ابلیس ملعون نے بھی فرشتوں کے ساتھ ایک طویل عرصے تک اللہ کی عبادت کی تھی، پھر اس کا جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔

پانچویں تنبیہ

عجب کی آفات بہت زیادہ ہیں جن میں سے اہم ترین آفت تو تکبر ہی کا پیدا ہونا ہے جیسا کہ گذر چکا، لہٰذا تکبر کی جو آفات ہوں گی وہ عجب میں بھی ہوں گی کیونکہ وہ اصل ہے، یہ معاملہ تو بندوں کے ساتھ ہے، اور جب کوئی شخص اللہ تعالیٰ کے

---

[1] الشعراء: ۸۹۔ [2] التوبة: ۲۵۔
[3] الكهف: ۱۰۴۔ [4] النجم: ۳۲۔

حوالے سے خود پسندی کا شکار ہوتا ہے تو وہ گناہوں کو فراموش کر بیٹھتا ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتا ہے کہ ان پر اس کا مواخذہ نہیں ہوگا اسی لیے وہ اس کے قابل مذمت پہلوؤں سے بچنے اور ان کا تدارک کرنے کی کوشش ہی نہیں کرتا، وہ اپنی عبادت کو بہت اہم اور بڑا سمجھتا ہے، اور انہیں اللہ پر احسان رکھتا ہے، یوں اس کی آفات کی تحقیق سے وہ آنکھیں چراتا ہے اور اپنے تمام یا اکثر عمل ضائع کر دیتا ہے، کیونکہ کوئی بھی عمل جب تک تکبر وریا کاری وغیرہ کے شائبے سے بھی پاک نہ ہو، وہ نفع بخش نہیں ہوتا، اور نفس کو اس پاکی اور صفائی پر مجبور کرنے والی چیز ''خوف'' ہوتی ہے جبکہ خود پسند آدمی کو تو اس کے نفس نے اس کے رب کے متعلق دھوکے میں ڈال رکھا ہوتا ہے اور وہ اس کی سزا اور تدبیر سے بے خوف ہو جاتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ اس کے اعمال کی وجہ سے اللہ پر اس کا حق متوجہ ہو گیا ہے، اور وہ اپنی رائے، عقل اور علم کو ہی اچھا سمجھنے لگتا ہے، اسی لیے کسی دوسرے کو علم وعمل میں کوئی مقام حاصل ہونے پر اس کا نفس بے اطمینان ہو جاتا ہے اور کوئی وعظ ونصیحت سننے کے لیے تیار نہیں ہوتا، کیونکہ وہ تو دوسروں کو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے، اس سے معلوم ہوا کہ عجب اس وصف کی وجہ سے پیدا ہوتا ہے جو اپنی ذات کے اعتبار سے تو کمال ہوتا ہے لیکن جب تک انسان کو اس کے سلب ہونے کا خوف ہو، وہ خود پسند نہیں ہوگا، اسی طرح اگر وہ اس وجہ سے اس پر خوش ہو کہ یہ اس پر اللہ کا احسان ہے تب بھی یہ عجب نہیں، البتہ اگر وہ اس وجہ سے خوش ہو کہ وہی اس کمال سے موصوف ہے اور اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہ کرے تو یہ عجب ہے، پھر اگر اس کے ساتھ یہ توقع بھی شامل ہو جائے کہ اس پر اسے جزاء بھی ملے گی اور اس کا یہ گمان ہو کہ اللہ پر اس کا حق واجب ہو گیا ہے اور یہ کہ اللہ کی نگاہوں میں اس کا خاص مقام ومرتبہ ہے تو اسے ''مدل'' کہتے ہیں اور یہ عجب سے ایک درجہ آگے بڑھ کر ہے۔

چھٹی تنبیہ

گذشتہ صفحات میں ذکر کی گئی ہماری تقریر سے آپ کو تکبر اور عجب کے درمیان فرق معلوم ہو گیا ہوگا، اس اجمال کی وضاحت یہ ہے کہ تکبر یا تو باطنی ہوگا جو کہ نفس کی ایک خصلت ہے، تکبر کا لفظ اسی پر بولے جانے کا زیادہ حقدار ہے، یا ظاہری ہوگا یعنی وہ اعمال جو اعضاء وجوارح سے ظاہر ہوں، وہ اس خصلت کے ثمرات اور نتائج ہوتے ہیں اور ان کے ظہور کے وقت انہیں تکبر کہا جاتا ہے، اور جب وہ نتائج ظاہر نہ ہوں تو یوں کہا جاتا ہے کہ اس کے دل میں کبر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اصل چیز تو وہ نفس کی خصلت ہے جو اپنے آپ کو ''متکبر علیہ'' سے برتر دیکھنا چاہتی ہے گویا تکبر میں متکبر علیہ اور متکبر بہ دونوں کا ہونا ضروری ہے اور یہیں سے تکبر اور عجب میں فرق ہو جاتا ہے کیونکہ وہ ''معجب بہ'' کے علاوہ کسی چیز کا تقاضا نہیں کرتا حتی کہ اگر فرض کرلیا جائے کہ وہ ہمیشہ اکیلا ہی رہے گا تو ممکن ہے کہ وہ عجب میں مبتلا ہو جائے لیکن کبر میں نہیں ہوسکتا، اور صرف کسی چیز کو زیادہ اہم اور بڑا سمجھنا تکبر کا تقاضا نہیں کرتا الا یہ کہ وہاں کوئی انسان موجود جس سے وہ اپنے آپ کو برتر سمجھے۔

ساتویں تنبیہ

عجب کا علاج بھی یقینی طور پر ضروری ہے اور ہر بیماری کا علاج اس کی ضد سے ہوتا ہے، اور عجب کی علت خالص جہالت ہے، اور اس کی شفاء اس چیز پر نظر کرنا ہے جس کا کوئی بھی انکار نہیں کرسکتا اور وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی نے تمہارے لیے علم وعمل کو

مقدر فرمایا، اسی نے تمہیں اس کی توفیق دے کر تم پر احسان کیا، اسی نے تمہیں عمدہ نسب، مال اور مرتبے والا بنایا، پھر ایسی چیز پر خود پسندی میں مبتلا ہونا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے جس کا انجام انسان کے قبضے میں ہے اور نہ ابتداء، رہی یہ بات کہ انسان ہی ان نعمتوں کا محل ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کیونکہ کسی چیز کو ایجاد کرنے میں محل کا کوئی عمل دخل نہیں ہوتا، نیز اس کا سبب ہونا بھی نظروں کو نیچے لانے والی بات ہے جبکہ انسان اس بات پر غور کرلے کہ اسباب میں تو کوئی تاثیر نہیں ہوتی، تاثیر تو ان اسباب کے موجد اور منعم کی ہے، اس لیے انسان کا ان چیزوں پر خود پسندی میں مبتلا ہونا مناسب نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے عطاء فرما کر اسے دوسروں پر ترجیح دی ہے، یہ محض اس کی مہربانی اور سخاوت ہے، اس کا استحقاق نہیں۔

اگر وہ یہ کہے کہ اللہ تعالیٰ کو باطنی طور پر میرے اندر قابل تعریف صفات کا اگر علم نہ ہوتا تو کبھی بھی وہ مجھے ان نعمتوں میں دوسروں پر ترجیح نہ دیتا تو اس سے کہا جائے گا کہ وہ صفات بھی تو اللہ تعالیٰ کا احسان اور اسی کی پیدا کردہ ہیں، علاوہ ازیں جب تک انسان کو اپنے خاتمے اور انجام کا علم نہ ہو، اس کے لیے کسی بھی طرح عجب میں مبتلا ہونا کیونکر جائز ہوسکتا ہے کیونکہ ابلیس سے بڑا کوئی عابد نہیں ہوسکتا، اپنے زمانے میں بلعم بن باعوراء سے بڑا عالم کوئی نہ تھا، خواجہ ابوطالب سے زیادہ نبی علیہ السلام کا کوئی قریبی مہربان نہ تھا، اور جنت اور مکہ مکرمہ سے زیادہ معزز کوئی جگہ نہیں ہے، لیکن آپ جانتے ہیں کہ ان لوگوں کا کیا انجام ہوا، اور جنت میں حضرت آدم علیہ السلام کے ساتھ اور مکہ مکرمہ میں کفار مکہ کے ساتھ کیا ہوا، اس لیے اپنے آپ کو نسب، علم یا عمل وغیرہ کے ذریعے دھوکے میں مبتلا کر کے خود پسندی سے احتیاط کرو، اور یہ تمام تفصیل اس وقت ہے جب کہ آپ خود پسندی میں حق بجانب ہوں، لیکن اکثر خود پسندی میں مبتلا انسان باطل پر ہوتا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "کیا وہ شخص جس کے لیے اس کی بدعملی کو مزین کردیا گیا ہو اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگے، تو اللہ جسے چاہتا ہے ہدایت عطا فرما دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے گمراہ کردیتا ہے" ❶ اور نبی علیہ السلام پیشین گوئی فرما چکے ہیں کہ اس امت کے آخر میں اس کا بہت غلبہ ہوگا، چنانچہ تمام بدعتی اور گمراہ لوگ اپنی رائے پر اصرار کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنی فاسد آراء پر خود پسندی کا شکار ہوتے ہیں، اسی چیز نے سابقہ امتوں کو ہلاک کردیا تھا کہ وہ فرقوں میں بٹ گئے، اور ہر شخص اپنی رائے کو اچھا سمجھنے لگا، جیسا کہ ارشاد ہے "ہر گروہ اس چیز پر خوش ہے جو اس کے پاس ہے سو آپ انہیں ایک مقررہ وقت تک ان کی گمراہی میں چھوڑے رکھیں، کیا وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ہم جو انہیں مال اور بیٹے عطا فرماتے ہیں تو ان کے لیے بھلائیوں میں جلدی کرتے ہیں؟ بلکہ وہ شعور ہی نہیں رکھتے" ❷ یعنی یہ ناراضگی کے لیے بھی ہوسکتا ہے اور ڈھیل دینے کے لیے بھی، جیسا کہ ارشاد ہے "ہم انہیں ڈھیل دیں گے جہاں سے وہ جانتے نہیں، اور میں انہیں مہلت دوں گا، بیشک میری تدبیر بہت مضبوط ہے" ❸

خاتمہ: تواضع کے فضائل کے بیان میں

غرور و تکبر اور عجب کی مذمت، اس کی آفات اور نتائج کی وضاحت آپ کے سامنے آگئی، یہ تمام تفصیل اس بات کا

---

❶ فاطر: ۸۔ ❷ المؤمنون: ۵۳-۵۶۔ ❸ الأعراف: ۱۸۲-۱۸۳۔

تقاضا کرتی ہے کہ اب تواضع کے فضائل اور اس کے بلند مرتبہ مقاصد کا بھی ذکر کیا جائے کیونکہ اشیاء کو ان کی ضد سے پہچانا جاتا ہے، چنانچہ امام مسلم، ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ پر یہ وحی بھیجی ہے کہ تواضع اختیار کرو، یہاں تک کہ کوئی شخص دوسرے پر فخر نہ کرے، اور کوئی شخص دوسرے پر ظلم نہ کرے [1] امام مسلم اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کبھی کم نہیں ہوتا، درگذر کرنے سے اللہ بندے کی عزت میں مزید اضافہ ہی کرتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ اسے بلندی ضرور عطا فرماتا ہے [2] ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تواضع بندے کی رفعت میں ہی اضافہ کرتی ہے، اس لیے تواضع اختیار کرو، اللہ تمہیں رفعتیں عطا فرمائے، درگذر کرنا بندے کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے اس لیے درگذر کیا کرو، اللہ تمہیں عزت عطا فرمائے، اور صدقہ مال کی کثرت میں اضافہ ہی کرتا ہے اس لیے صدقہ ادا کیا کرو، اللہ تعالیٰ تم پر رحم فرمائے۔

طبرانی نے سند صحیح حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو بغیر نقص کے تواضع اختیار کرے، اور دست سوال دراز کیے بغیر اپنے آپ کو ذلیل سمجھے، وہ مال خرچ کرے جسے اس نے معصیت کے بغیر جمع کیا ہو، مسکینوں اور بے اہمیت سمجھے جانے والے لوگوں پر رحم کرے، اہل فقہ وحکمت کی مجالس میں شرکت کرے، اور خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جس کی کمائی حلال ہو، اس کا باطن اچھا ہو، اس کا ظاہر قابل عزت ہو، اور وہ لوگوں کو اپنے شر اور تکلیف سے بچاتا ہو، اور خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جو اپنے علم پر عمل کرے، زائد مال کو خرچ کرے، اور بیکار باتوں سے اپنے آپ کو روک کر رکھے، خرائطی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بندہ تواضع کرتا ہے تو اللہ اسے ساتویں آسمان تک بلندی عطا فرماتا ہے، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک درجہ تواضع کرتا ہے اللہ اسے ایک درجہ بلند کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسے علیین میں پہنچا دیتا ہے [3] اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے سامنے ایک درجہ تکبر کرتا ہے، اللہ اسے ایک درجہ پست کر دیتا ہے حتیٰ کہ اسے اسفل سافلین میں پہنچا دیتا ہے، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی رضا کے لیے تواضع میں یہ بات بھی شامل ہے کہ انسان اپنے سے کم مرتبہ آدمی کے لیے مجالس کی صدارت پر راضی ہو جائے، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تواضع اختیار کرو اور مساکین کی ہم نشینی اختیار کیا کرو، تم اللہ کے بڑے بندوں میں شامل ہو جاؤ گے اور تکبر سے نکل جاؤ گے، طبرانی اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چیز کا مالک اپنی چیز کو اٹھانے کا زیادہ حقدار ہے، الا یہ کہ وہ اتنا بیمار ہو کہ اسے اٹھانے سے بھی عاجز ہو، تب اس کے مسلمان بھائی کو اس کی مدد کرنی چاہئے، بہت سے پرانے کپڑے پہننے والے کمزور لوگ ایسے ہیں جو اگر اللہ کے نام پر قسم اٹھالیں تو اللہ انہیں اس قسم میں ضرور سچا کر دے۔

ابونعیم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص متکبر نہیں ہے جس کا خادم اس کے ساتھ کھاتا ہو، وہ بازاروں میں

---

1. صحیح مسلم: کتاب الجنة: ٦٤۔ ابو داوٗد: کتاب الادب، باب: ٤٠۔ ابن ماجه: کتاب الزهد، باب: ١٦۔
2. صحیح مسلم: کتاب البر: ٦٩۔ ترمذی: کتاب البر، باب: ٨٢۔
3. ابن ماجه: کتاب الزهد، باب: ١٦۔

گدھے پر سواری کر لیتا ہو، اور بکری کو باندھ کر اس کا دودھ دوہ لیتا ہو، طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر انسان کے سر میں ایک لگام ہوتی ہے جو ایک فرشتے کے ہاتھ میں رہتی ہے، اگر وہ تواضع اختیار کرے تو فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی لگام بلند کر دو اور اگر وہ تکبر میں مبتلا ہو تو اس فرشتے سے کہا جاتا ہے کہ اس کی لگام کو پست کر دو، ابن مندہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تنگ اور کھردرے کپڑے پہنا کرو تا کہ تم میں فخر اور عزت کے گھسنے کی جگہ ہی نہ رہے، امام احمدؒ ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عمدہ کپڑے پہننے کو ترک کرنا ایمان کا حصہ ہے [1] عبد بن حمید' طبرانی اور ضیاء نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وقار، میانہ روی اور اچھا رویہ اجزاء نبوت میں سے ۲۴واں جزو ہے، ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! تواضع اختیار کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ تواضع کرنے والوں کو پسند کرتا ہے، اور تکبر کرنے والوں کو ناپسند کرتا ہے، ابن نجار نے تواضع کرنے والے کے لیے بلندی کے ساتھ یہ جملے مزید نقل کیے ہیں کہ تواضع کرنے والا اپنے آپ کو ضعیف سمجھتا ہے اور وہ لوگوں کی نظروں میں عظیم ہوتا ہے، اور تکبر کرنے والا لوگوں کی نگاہوں میں حقیر ہوتا ہے اور اپنی نظروں میں بہت بڑا، یہاں تک کہ وہ لوگوں کے سامنے کتے اور خنزیر سے بھی زیادہ ذلیل ہو جاتا ہے، ابوالشیخ نے یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ لوگ اللہ تعالیٰ کے پردے کے نیچے اپنے اعمال سرانجام دے رہے ہیں، جب اللہ کسی بندے کو رسوا کرنے کا ارادہ کر لے تو اللہ اسے اپنے پردے کے نیچے سے نکال کر اس کے گناہوں کو ظاہر کر دیتا ہے۔

ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میری مخلوق کے سامنے نرم ہو جائے اور میری رضا کے لیے تواضع اختیار کرے، اور میری زمین میں تکبر نہ کرے، تو میں اسے اتنا بلند کرتا ہوں کہ اسے علیین میں پہنچا دیتا ہوں، ابن صصری اور دیلمی نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے، خرائطی' حسن بن سفیان' ابن لال اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر آدمی کے سر میں دو زنجیریں ہوتی ہیں، ایک زنجیر ساتویں آسمان تک جاتی ہے اور دوسری ساتویں زمین میں، اگر بندہ تواضع اختیار کرے تو اللہ اسے زنجیر کے ذریعے ساتویں آسمان پر بلندی عطا فرما دیتا ہے اور اگر وہ تکبر کرے تو اللہ اسے زنجیر کے ذریعے ساتویں زمین تک پست کر دیتا ہے، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنا سر بلند کرتا ہے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اسے جھکا دے گا، اور جو شخص دنیا میں تواضع اختیار کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجے گا جو اسے سارے مجمع میں چست و چالاک رکھے گا اور اس سے کہے گا کہ اے نیک بندے! اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے میرے پاس آ جا، کیونکہ تو ان لوگوں میں سے ہے جن پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص عمدہ چہرے والا، ایسے نسب والا جو معیوب نہ ہو اور متواضع ہو وہ قیامت کے دن اللہ کے خاص بندوں میں سے ہوگا، خطیب نے یہ روایت ''جسے ابن جوزی نے موضوعات میں شمار کیا ہے'' نقل کی ہے کہ یہ بھی تواضع کا حصہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کا جھوٹا پی لے، جو شخص اپنے بھائی کا پس خوردہ پی لے اس کے ستر درجات بلند کر دیئے جاتے ہیں، ستر گناہ مٹا دیئے جاتے ہیں اور اس کے لیے ستر نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں، ابوعلی ذہبی اور ابن نجار نے یہ روایت نقل کی

[1] ابو داؤد: کتاب الترجل، باب: ۲۔ ابن ماجہ: کتاب الزھد، باب: ٤۔

ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے زیب وزینت کو ترک کر دے، کھردرے کپڑوں کو تواضع کی وجہ سے اور اللہ کی رضا حاصل کرنے کی نیت سے ترجیح دے، تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جنت کے نفیس اور قیمتی فرش بدلے میں عطاء فرمائے۔

طارق کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ شام کی طرف روانہ ہوئے، ان کے ساتھ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ بھی تھے، راستے میں ایک جگہ آئی جہاں پانی کھڑا تھا، اس وقت حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی اونٹنی پر سوار تھے وہ اس سے اترے، اپنے موزے اتارے، انہیں اپنے کندھے پر رکھا اور اونٹنی کی لگام پکڑ کر پانی میں گھس پڑے، یہ دیکھ کر حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ امیر المؤمنین! یہ آپ کیا کر رہے ہیں؟ مجھے یہ بات اچھی نہیں لگ رہی کہ اہل شہر آپ کو دیکھ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا افسوس! ابوعبیدہ اگر یہ بات تمہارے علاوہ کسی اور نے کہی ہوتی تو میں اسے امت مرحومہ کے لیے عبرت بنا دیتا، ہم لوگ پہلے ذلیل تھے، اللہ نے ہمیں اسلام کے ذریعے عزت عطا فرمائی، اب اگر ہم کسی اور طریقے سے عزت حاصل کرنے کی کوشش کریں گے تو اللہ ہمیں ذلیل کر دے گا، ایک حدیث کے بیان کرنے والے راوی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام قباء میں ہمارے یہاں تشریف لائے ہوئے تھے، اس دن نبی علیہ السلام روزے سے تھے، ہم لوگ افطاری کے وقت نبی علیہ السلام کی خدمت میں دودھ لے کر حاضر ہوئے، ہم نے اس میں تھوڑا سا شہد ملا لیا تھا، نبی علیہ السلام نے وہ برتن اٹھا کر اسے چکھا اور شہد کی حلاوت محسوس کی تو پوچھا یہ کیا ہے؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہم نے اس میں تھوڑا سا شہد ملا لیا تھا، نبی علیہ السلام نے وہ برتن نیچے رکھ دیا اور فرمایا میں اسے حرام تو نہیں کرتا لیکن جو شخص اللہ کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلند کر دیتا ہے اور جو شخص تکبر کرتا ہے اللہ اسے پست کر دیتا ہے، جو شخص میانہ روی اختیار کرتا ہے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے، جو شخص فضول خرچی کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے تنگدست کر دیتا ہے اور جو شخص کثرت سے اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ اس سے محبت کرتا ہے، یہ روایت بزار نے نقل کی ہے، بعض محدثین نے اس حدیث کی سند پر کلام کیا ہے تاہم اس کی متعدد اسناد موجود ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ کسی گھر میں بیٹھے کھانا کھا رہے تھے کہ ایک سائل دروازے پر آیا، وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا تھا اس لیے لوگ اس کے اندر آنے کو اچھا نہیں سمجھ رہے تھے، نبی علیہ السلام نے اسے اندر آنے کی اجازت دے دی، وہ اندر آیا تو نبی علیہ السلام نے اسے اپنے قریب ہی بٹھا لیا، پھر اس سے فرمایا کھاؤ، قریش کے ایک آدمی کو یہ بات ناگوار گذری اور وہ اس سے بدمزہ ہوا، وہ شخص اس وقت تک نہیں مرا جب تک کوڑھ کے مرض میں مبتلا نہ ہو گیا، جیسا کہ احیاء العلوم میں منقول ہے اور دوسرے لوگوں نے اس کی سند پر اعتراض کیا ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اسلام کی طرف ہدایت عطا فرماتا ہے، اسے شکل وصورت کا حسن عطا فرماتا ہے، اسے ایسی جگہ پر رکھتا ہے جو معیوب نہ ہو اور اس کے ساتھ ساتھ اسے تواضع کی دولت سے بھی مالا مال کر دے تو یہ اللہ کا انتخاب ہے، طبرانی نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ چار چیزیں صرف اسی شخص کو عطا فرماتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے خاموشی جو کہ عبادت کا آغاز ہے، اللہ پر بھروسہ، تواضع اور دنیا سے بے رغبتی، یہ روایت طبرانی اور حاکم نے بھی ذکر کی ہے البتہ اس میں ذکر اللہ اور کم چلنے کا ذکر ہے۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کھانا کھا رہے تھے کہ ایک سیاہ رنگ کا آدمی آیا، جس پر چیچک کے داغ پڑے ہوئے تھے، وہ جس آدمی کے پاس بھی بیٹھتا وہ اس کے پہلو سے اٹھ کر دائیں بائیں ہو جاتا، نبی علیہ السلام نے اسے اپنے پہلو میں بٹھالیا، یہ حدیث بھی احیاء العلوم میں ہے اور اس پر بھی سابقہ اعتراض ہے، ایک اور حدیث میں ''جو سند کے اعتبار سے غریب ہے'' مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا بات ہے کہ مجھے تم پر عبادت کی حلاوت نظر نہیں آتی؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا کہ عبادت کی حلاوت کیا ہوتی ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تواضع، ایک اور غریب حدیث میں ہے کہ جب تم میری امت کے کسی متواضع آدمی کو دیکھو تو تم بھی اس کے ساتھ تواضع سے پیش آؤ اور جب کسی متکبر کو دیکھو تو اس سے تکبر کا اظہار کرو کیونکہ یہ اس کے لیے ذلت اور رسوائی ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ سب سے افضل عبادت تواضع ہے، فضیل کہتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ حق کے آگے جھک جاؤ اور اس کے فرمانبردار بن جاؤ، اور اگر حق بات کسی بڑے سے بڑے جاہل سے بھی سنو تو اسے قبول کرلو، حضرت سلیمان علیہ السلام کا یہ معمول تھا کہ جب صبح ہوتی تو وہ لوگوں کے چہرے دیکھتے، حتی کہ مساکین کے پاس جا کر بیٹھ جاتے اور فرماتے کہ ایک مسکین دوسرے مسکینوں کے ساتھ آ کر بیٹھ گیا ہے، حسن کہتے ہیں کہ تواضع یہ ہے کہ تم اپنے گھر سے نکلو تو جس مسلمان سے بھی تمہاری ملاقات ہو، اسے اپنے سے افضل سمجھو، مجاہد کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جودی پہاڑ کو حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی کے لیے دوسرے پہاڑوں پر اس لیے ترجیح دی کہ اس نے دوسروں کی نسبت عاجزی اور تواضع اختیار کی، اسی طرح غار حراء کو نبی علیہ السلام کی عبادت کے لیے ترجیح اس لیے دی گئی کہ اس نے زیادہ تواضع کا اظہار کیا، اور اللہ تعالیٰ نے ساری مخلوق میں نبی علیہ السلام کے قلب مطہر کو اپنی وحی کے لیے منتخب فرمایا کیونکہ نبی علیہ السلام کا قلب مطہر تواضع میں ساری مخلوق سے آگے بڑھا ہوا تھا، کسی بزرگ کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے صفا پہاڑی کے قریب ایک آدمی کو ایک خچر پر سوار دیکھا، اس کے سامنے کچھ لڑکے تھے، جو لوگوں کو تنگ کر رہے تھے، کچھ عرصے بعد میں نے اسی آدمی کو بغداد میں اس حال میں دیکھا کہ وہ ننگے سر، ننگے جسم ہے اور اس کے بال بڑھ چکے ہیں، میں نے اس سے اس حالت کو پہنچنے کی وجہ پوچھی تو اس نے جواب دیا کہ میں نے ایسی جگہ سر اٹھایا جہاں لوگ تواضع کرتے تھے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہاں لوگ سر اٹھاتے ہیں وہاں اللہ نے مجھے پست کر دیا۔

۵ نمبر سے ۳۸ نمبر تک کبیرہ گناہ

۵ سے لے کر ۳۸ نمبر تک کبیرہ گناہ حسب ذیل ہیں۔

(۵) دھوکہ (۶) نفاق (۷) سرکشی (۸) مخلوق سے تکبر اور حقارت کی وجہ سے اعراض کرنا (۹) بیکار کاموں میں مشغول ہونا (۱۰) لالچ (۱۱) تنگدستی کا اندیشہ (۱۲) تقدیر کے فیصلوں پر ناراضگی (۱۳) مالداروں کو دیکھ کر ان کی مالداری کی وجہ سے ان کی تعظیم کرنا (۱۴) فقراء کا ان کے فقر کی وجہ سے مذاق اڑانا (۱۵) حرص (۱۶) دنیا میں ایک دوسرے پر سبقت لے جانے کی کوشش اور اس پر فخر (۱۷) مخلوقات کی خاطر ایسی چیز سے اپنے آپ کو مزین کرنا جس سے زینت حاصل کرنا حرام ہے

(۱۸) دین کے معاملے میں چشم پوشی (۱۹) ایسی چیز پر تعریف کا خواہش مند ہونا جو اس کا اپنا فعل نہ ہو (۲۰) اپنے عیوب کو چھوڑ کر لوگوں کے عیوب میں مشغول ہو جانا (۲۱) نعمتوں کو فراموش کر دینا (۲۲) اللہ کے دین کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے غیرت وحمیت (۲۳) شکر ادا نہ کرنا (۲۴) اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہونا (۲۵) حقوق اللہ کو کم تر سمجھنا (۲۶) اللہ کے بندوں کا مذاق اڑانا اور انہیں حقیر سمجھنا (۲۷) خواہشات نفسانی کی پیروی اور حق بات سے اعراض کرنا (۲۸) مکر وفریب (۲۹) دنیوی زندگی کی خواہش (۳۰) حق کے ساتھ عناد (۳۱) مسلمان کے متعلق بدگمانی (۳۲) اپنی خواہش کے برخلاف یا کسی ناپسندیدہ شخص کے ہاتھ پر حق ظاہر ہو تو اسے قبول نہ کرنا (۳۳) معصیت پر خوش ہونا (۳۴) معصیت پر اصرار کرنا (۳۵) نیکی کے کاموں پر اپنی تعریف کی محبت رکھنا (۳۶) دنیوی زندگی پر راضی اور مطمئن ہو جانا (۳۷) اللہ تعالیٰ اور دار آخرت کو بھلا دینا (۳۸) نفس کی خاطر غصے میں آ جانا اور باطل پر انتقام لینے کے لیے تل جانا۔

یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہئے کہ ان مذکورہ گناہوں کو باطنی کبیرہ گناہوں میں شامل کرنے کی تصریح ہمارے بعض متأخرین علماء کے کلام میں موجود ہے جو فقہ ومعرفت، علم وعمل، سالکین کی ہدایت اور مریدین کی تربیت، ظاہری کرامات اور بلند مرتبہ اخلاق کے جامع تھے، اور انہوں نے مذکورہ گناہوں پر گفتگو کے آغاز میں یہ فرمایا ہے کہ باطنی کبیرہ گناہوں کی معرفت حاصل کرنا ہر مکلف پر ضروری ہے تاکہ اسے دور کرنے کے لیے علاج معالجہ کر سکے کیونکہ جس شخص کے دل میں ان میں سے کوئی ایک بیماری بھی ہوئی تو اللہ سے وہ قلب سلیم کے ساتھ نہیں ملے گا، پھر انہوں نے مذکورہ گناہ شمار کروائے ہیں اور آخر میں فرمایا ہے کہ اس قسم کے گناہوں پر انسان کی مذمت چوری، بدکاری اور شراب نوشی جیسے بدنی کبیرہ گناہوں سے زیادہ ہونی چاہئے کیونکہ ان کا فساد عظیم اور اثر ہمیشہ رہنے والا ہے، بخلاف اعضاء وجوارح کے گناہوں کے کہ وہ بہت جلدی زائل ہو جاتے ہیں، توبہ واستغفار اور نیکیوں اور مصیبتوں سے بھی ان کا ازالہ اور کفارہ ہو جاتا ہے۔

رسول اکرم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ جسم میں گوشت کا ایک لوتھڑا ایسا ہے جو اگر ٹھیک ہو جائے تو سارا جسم ٹھیک ہو جائے اور وہ اگر خراب ہو جائے تو سارا جسم خراب ہو جائے، یاد رکھو! وہ گوشت کا لوتھڑا دل ہے [1] دل تمام اعضاء کا بادشاہ ہے اور تمام اعضاء اس کا لشکر اور اس کے تابع ہیں، جب بادشاہ ہی خراب ہو تو سارا لشکر خود بخود خراب ہو جائے گا، اور جب بادشاہ صحیح ہوگا تو سارا لشکر خود بخود صحیح ہو جائے گا جیسا کہ یہی مضمون حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے، اس لیے جس شخص کو ان امراض سے محفوظ دل نصیب ہو جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے، اور جسے اپنے دل میں ان میں سے کسی بیماری کا احساس ہوتا ہو تو اس پر اس کا علاج ضروری ہے تا آنکہ وہ زائل ہو جائے، اگر وہ علاج نہیں کرتا تو گنہگار ہوگا۔

مذکورہ تمام گناہوں کو کبیرہ قرار دینا معرفت واخلاق اور تصوف کے حاملین علماء کے طریقے کے مطابق ہے جن میں مذکورہ فقیہہ بھی شامل ہیں، اسی وجہ سے وہ اپنے ہی ہم مذہب دیگر شوافع کے برخلاف چلے ہیں، تاہم اس میں سے بعض گناہ تو وہ

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الایمان، باب: (۳۹)۔ صحیح مسلم: کتاب الساقاة: (۱۰۷)۔ ابن ماجه: کتاب الفتن، باب: (۱٤)۔ دارمی: کتاب البیوع، باب: (۱)۔

ہیں جن پر تفصیلی نظر گزشتہ صفحات میں ڈالی جا چکی ہے جیسے حسد، کینہ، ریا، شہرت کی طلب، تکبر اور عجب وغیرہ، اور بہت سارے گناہ وہ ہیں جن پر ''کبیرہ گناہ'' کا اطلاق کرنا قابل تعجب نہیں ہے، جیسا کہ عنقریب احادیث کے حوالے سے آپ کے سامنے آئے گا، البتہ سرکشی اپنے فقہی اصطلاحی معنی کے اعتبار سے فقہاء کے نزدیک گناہ کبیرہ نہیں ہے بلکہ صغیرہ گناہ ہے، اور بعض گناہوں پر کلام اپنے موقع محل کی مناسبت سے آ جائے گا مثلاً بخل اور کنجوسی کا تذکرہ ترک زکوٰۃ میں آ جائے گا اور بدگمانی کا ذکر غیبت کے بیان میں آ جائے گا۔

ہمارے وہ علماء جنہوں نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ دنیوی زندگی پر ہی خوش اور مطمئن ہو جانا حرام ہے، ان میں امام بغوی رحمہ اللہ بھی ہیں، غالباً انہوں نے یہ بات یہیں سے اخذ کی ہے، پھر انہوں نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ ایسے قبیح نتائج تک پہنچانے والی چیز ہے جس کا نقصان زیادہ اور جس کے شعلے بھڑکتے ہوئے ہیں، اس لیے کہ یہ بات تو واضح ہے کہ دنیوی زندگی پر ہی خوش ہونے کی حرمت اسی وقت ہوگی جبکہ وہ فخر وغرور، تکبر اور اپنے ہم عصر لوگوں کی عزت پر دست درازی کی وجہ سے ہو، باقی اس وجہ سے خوش ہونا کہ اس کی وجہ سے انسان اپنی عزت بچا سکتا ہے، اپنی اور اپنے اہل خانہ کی لوگوں کی دست برد سے حفاظت کر سکتا ہے، یا کسی محتاج کی غم خواری کر سکتا ہے تو یہ خوشی قابل تعریف ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ یہ اللہ کا فضل وکرم ہے، سو انہیں چاہئے کہ اس پر خوش ہوں، یہ ان چیزوں سے بہت بہتر ہے جو یہ جمع کرتے ہیں'' [1]

پھر مذکورہ تمام گناہوں کی اصل بداخلاقی اور فساد قلب ہے اس لیے سب سے پہلے ہم اس کے حوالے سے مذمت پر مشتمل احادیث کا تذکرہ کرتے ہیں، پھر مذکورہ گناہوں کے حوالے سے بھی کچھ بات کریں گے، چنانچہ حارث اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بداخلاقی اعمال کو اس طرح خراب کر دیتی ہے جیسے سرکہ شہد کو خراب کر دیتا ہے، ابن مندہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بداخلاقی نحوست ہے، عورتوں کی اطاعت ندامت ہے، اور حسنِ ملکیت بڑھوتری اور اضافہ ہے، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بداخلاقی نحوست ہے، اور تم میں سب سے بدترین لوگ وہ ہیں جن کے اخلاق برے ہوں، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر تمہیں یہ خبر سننے کو ملے کہ پہاڑ اپنی جگہ سے ہل گیا ہے تو اسے سچا سمجھ لیا کرو، اور جب یہ خبر سننے کو ملے کہ ایک آدمی اپنے اخلاق سے پیچھے ہٹ گیا ہے تو اس خبر کو سچا مت سمجھو کیونکہ وہ پھر اسی خصلت کی طرف لوٹ جائے گا جو اس کی فطرت میں رکھ دی گئی ہے [2] خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر گناہ کی توبہ ہے سوائے بداخلاق آدمی کے، کہ وہ گناہ سے توبہ نہیں کرتا بلکہ اس سے بھی بدتر گناہ میں مبتلا ہو جاتا ہے، یہی مضمون صابونی نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد، طبرانی اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اصل نحوست تو بداخلاقی ہے [3] خرائطی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر بداخلاقی انسانی شکل میں ہوتی جو لوگوں میں چلتی پھرتی تو وہ ایک بہت برا آدمی ہوتا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے فحش گو نہیں بنایا، حارث، ابن سنی اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کے اخلاق برے ہوں وہ اپنے آپ کو عذاب دیتا ہے، جس شخص کے غم زیادہ ہو جائیں اس کا جسم

---

[1] یونس: ۵۸۔ [2] مسند احمد: ٦/٤٤٣۔ [3] مسند احمد: ٦/٨٥۔

بیمار ہو جاتا ہے، اور جو شخص لوگوں سے جھگڑا کرتا ہے اس کی عزت ختم اور اس کی مروت ساقط ہو جاتی ہے۔

ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں کوئی بد اخلاق آدمی نہیں جائے گا ❶ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگ ایسے ہیں جیسے کانیں، اور باپ کی عادتیں اولاد کی طرف منتقل ہوتی ہیں اور بد اخلاقی ایسے ہے جیسے بری رگ، اور نبی علیہ السلام نماز کے آغاز میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے اے اللہ! اچھے اخلاق کی طرف میری رہنمائی فرما کیونکہ اچھے اخلاق کی طرف میری رہنمائی صرف تو ہی کر سکتا ہے، اور برے اخلاق کو مجھ سے دور فرما کیونکہ برے اخلاق کو تو ہی مجھ سے دور کر سکتا ہے، نیز یہ حدیث کہ اچھے اخلاق دنیا و آخرت کی بھلائیوں کو لے اڑے، نیز یہ حدیث کہ حسن اخلاق کے ذریعے انسان صائم النہار اور شب زندہ دار آدمی کا درجہ حاصل کر لیتا ہے، اور اسے آخرت کے درجات اور بلندیٔ منازل نصیب ہو جاتی ہے، نیز یہ حدیث کہ بد خلقی ایسا گناہ ہے جس کی بخشش نہیں ہوتی، نیز یہ حدیث کہ بعض اوقات انسان اپنی بد اخلاقی کی وجہ سے جہنم کے سب سے نچلے درجے میں جا پہنچتا ہے، نیز یہ حدیث کہ اچھے اخلاق گناہوں کو اس طرح پگھلا دیتے ہیں جیسے سورج کی تمازت کھال کو پگھلا دیتی ہے نیز یہ حدیث کہ قیامت کے دن مجلس کے اعتبار سے نبی علیہ السلام کے سب سے زیادہ قریب وہ لوگ ہوں گے جن کے اخلاق اچھے تھے، اور یہ کہ حسن اخلاق تمام اعمال میں سب سے افضل اور میزان عمل میں تولے جانے والے اعمال میں سب سے بھاری چیز ہے۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام کے اخلاق قرآن کے عین مطابق تھے، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''درگزر کی راہ اختیار کیجئے، بھلائی کا حکم دیجئے اور جاہلوں سے اعراض کیجئے'' ❷ پھر فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ تم اس شخص سے صلہ رحمی کرو جو تم سے قطع تعلقی کرے، اس شخص کو دو جو تمہیں محروم رکھے اور اس سے درگذر کرو جو تم پر ظلم کرے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے وہ گروہ جو زبان سے اسلام لے آیا ہے اور ابھی اس کے دل میں ایمان داخل نہیں ہوا، مسلمانوں کی مذمت نہ کیا کرو، ان کے عیوب کے پیچھے مت پڑا کرو، کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب کے پیچھے پڑتا ہے، اللہ اس کا پردہ چاک کر دے گا، اور اس کے عیوب ظاہر کر دے گا اگر چہ وہ اپنے گھر کے کسی مخفی حصے میں چھپ جائے، یہ مضمون ابو یعلیٰ، بیہقی، اور حکیم ترمذی نے بھی نقل کیا ہے البتہ حکیم ترمذی نے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا مؤمن پر اللہ کا کوئی پردہ ہوتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا مؤمن پر اللہ کے پردے شمار سے بھی زیادہ ہیں، مؤمن جب گناہ کرتا ہے تو ایک ایک کر کے وہ پردے چاک کرنا شروع کر دیتا ہے، حتی کہ اس پر کوئی پردہ باقی نہیں رہتا، پھر بھی اللہ تعالیٰ اپنے فرشتوں سے فرماتا ہے کہ میرے بندے کو لوگوں سے چھپا لو، کیونکہ وہ اسے عار دلاتے ہیں، غیرت نہیں دلاتے، چنانچہ فرشتے اسے اپنے پروں سے چھپا لیتے ہیں، اگر اس کے بعد بھی وہ مسلسل گناہ کرتا رہے تو فرشتے کہتے ہیں کہ پروردگار! یہ شخص ہم پر غالب آ گیا ہے اور اس نے ہمیں تنگ کر دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق فرشتوں کو حکم دیتا ہے اسے چھوڑ دو، اس کے بعد اگر وہ کسی تاریک کمرے میں، تاریک رات میں، کسی سوراخ میں چھپ کر بھی کوئی گناہ کرتا ہے تو

---

❶ ترمذی: (١٩٤٦)، ابن ماجه: (٣٦٩١)۔ ❷ الأعراف: ١٩٩۔

اللہ اس کے عیوب کو ظاہر کر دیتا ہے۔

دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں سے تعریف کا خواہش مند ہونا انسان کو اندھا بہرا کر دیتا ہے، تمام اور خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے کسی بندے کو بلا کر اسے اپنے سامنے کھڑا کرے گا اور اس سے اس کے جاہ ومنزلت کے متعلق ویسے ہی پوچھے گا جیسے مال کے متعلق پوچھے گا، ابن نجار نے یہ روایت کی ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے، درحقیقت وہ اپنے رب کے ساتھ بدگمانی کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے ''بہت زیادہ بدگمانی کرنے سے بچو۔'' [1] طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں سے اعراض کرو، کیا تم یہ بات نہیں دیکھتے کہ اگر تم لوگوں میں شک تلاش کرنے لگے تو انہیں خراب کر دو گے یا خرابی کے قریب پہنچا دو گے، ابن قانع اور ابن مبارک نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ پھسلنے والی پہاڑی جس پر علماء ثابت قدم نہیں رہ پاتے، طمع ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزوں سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، لالچ سے جہاں لالچ کی کوئی جگہ نہ ہو، لالچ کی جگہ سے جو فطری عادت تک پہنچ جائے، اور اس فطری عادت سے جو لالچ کی جگہ پہنچا دے، اللہ سے اس طمع سے پناہ مانگا کرو جو فطری عادت تک پہنچا دے، اور اس فطری عادت سے جو لالچ کی جگہ پہنچا دے، یہی مضمون امام احمد' طبرانی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے، نیز طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو طمع سے بچاؤ، کیونکہ وہ موجودہ فقر وفاقہ ہے اور اپنے آپ کو ایسی چیز سے بچاؤ جس سے بعد میں معذرت کرنا پڑے، حاکم نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ ان چیزوں سے اپنے آپ کو ناامید کر لو جو لوگوں کے پاس ہیں، اور اس طرح نماز پڑھا کرو جیسے رخصتی والی نماز ہو، ابن عساکر اور بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بوڑھے آدمی کا دل ہمیشہ دو چیزوں پر جوان رہتا ہے ایک تو دنیا کی محبت اور دوسری لمبی امیدیں۔ [2]

ابونعیم اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہیں اسامہ پر تعجب نہیں ہوتا جس نے ایک مہینے کی مدت کے لیے ایک چیز خریدی ہے، اسامہ بڑی لمبی امیدیں رکھتے ہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جب بھی میری پلکیں جھپکتی ہیں تو مجھے اس چیز کا گمان ہوتا ہے کہ میری پلکیں آپس میں ملنے نہ پائیں گی کہ اللہ تعالیٰ میری روح قبض کر لے گا، نیز جب بھی میری آنکھیں اوپر کو اٹھتی ہیں تو مجھے اس چیز کا گمان ہوتا ہے کہ انہیں نیچے کرنے سے پہلے ہی میری روح قبض ہو جائے گی، جب بھی میں کوئی لقمہ اٹھاتا ہوں تو مجھے اس چیز کا گمان ہوتا ہے کہ میں اسے نگلنے نہ پاؤں گا کہ موت کے منہ میں جا پہنچوں گا، اے بنی آدم! اگر تم عقل وشعور رکھتے ہو تو اپنے آپ کو مردوں میں شمار کیا کرو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جس چیز کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے وہ پورا ہونے والا ہے اور تم اللہ کو عاجز نہیں کر سکتے، ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے اپنی امت کے متعلق سب سے زیادہ اندیشہ خواہشات نفسانی اور لمبی امیدوں سے ہے۔

ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ایسی بات نہ ہوتی کہ میرے بندہ مؤمن کے حق میں عجب کی

---

[1] الحجرات: ۱۲۔ [2] صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب: (۵)۔

نسبت گناہ زیادہ بہتر ہے تو میں کبھی اپنے مؤمن بندے کو گناہ کرنے کے لیے نہ چھوڑتا، یہی مضمون دیلمی نے بھی نقل کیا ہے، دار قطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ خیر یہ نہیں ہے کہ بندہ اپنی زبان سے کوئی بات کہنے کا فیصلہ کرلے اور اس کے دل میں عجب ہو، ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کا سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو اپنے دین کے حوالے سے خود پسند ہو، اپنے عمل میں ریاکار ہو، اپنی حجت بازی میں جھگڑالو ہو اور یہ کہ ریاکاری شرک ہے۔ ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مرکر راحت حاصل کرلے وہ مردہ نہیں ہے، اصل مردہ وہ ہے جو زندوں میں مردہ ہو۔

حاکم، شیخین، ابو داؤد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ہر دھوکہ باز کے لیے ایک جھنڈا نصب کیا جائے گا اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ ہے [1] طیالسی اور احمد نے اس جھنڈے کا سرین کے پاس نصب ہونے کا ذکر کیا ہے، اور صحیح مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ نقل کیا گیا ہے کہ عمومی حکمران کے دھوکے سے بڑا کوئی دھوکہ نہیں ہے، امام احمد اور ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگ اس وقت تک ہرگز ہلاک نہ ہوں گے جب تک وہ اپنی طرف سے معذرت کرتے رہیں گے [2] بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مکر وفریب جہنم میں ہوں گے، ابو داؤد کی روایت میں خیانت کا بھی ذکر ہے [3] ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی مؤمن کو نقصان پہنچائے یا اس کے ساتھ مکر کرے [4] ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی کی بیوی یا غلام کو اس کے خلاف بھڑکائے وہ ہم میں سے نہیں ہے [5] طبرانی اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے، اور دھوکہ وفریب جہنم میں ہوں گے، رافعی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں جو کسی مسلمان کو دھوکہ دے، یا اسے نقصان پہنچائے یا اسے دھوکہ دے، ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں کوئی کمینہ، بخیل اور احسان جتانے والا شخص داخل نہ ہوگا۔ [6]

ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کے سامنے اس کا کوئی مسلمان بھائی اس گناہ پر معذرت کرے جس کا اس سے ارتکاب ہوگیا ہو لیکن وہ اس کی معذرت قبول نہ کرے تو کل قیامت کے دن وہ حوض کوثر پر نہ پہنچ سکے گا، ابونعیم نے اس مضمون میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ خواہ معذرت کرنے والا حق پر ہو یا باطل پر، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چھ چیزیں ہیں جو اعمال کو ضائع کردیتی ہیں مخلوق کے عیوب میں مشغول رہنا، دل کی سختی، دنیا کی محبت، حیاء کی قلت، لمبی امیدیں اور ایسا ظلم جور کنے میں نہ آتا ہو، ابوالشیخ اور ابن عساکر نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ آٹھ قسم کے لوگ ہیں جو قیامت کے دن اللہ کی مخلوق میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہوں گے جھوٹے، متکبر، اپنے بھائیوں کے لیے اپنے سینوں میں بغض رکھنے والے اور سامنے ہونے پر اخلاق کا مظاہر کرنے والے، اللہ اور رسول کی دعوت ملنے پر سست روی اور شیطانی کاموں کی دعوت ملنے پر

---

1. صحیح بخاری: کتاب الجزیة، باب: (۲۲)۔ صحیح مسلم: کتاب الجهاد: (۸)۔ ابو داوٗد: کتاب الجهاد، باب: (۱۵۰)۔ مسند احمد: ۱/۴۱۱۔
2. ابو داوٗد: (۴۳۴۷)۔ مسند احمد: ۴/۲۶۰۔
3. ابو داوٗد: کتاب الجهاد، باب: (۹۲)۔
4. ترمذی: کتاب البر، باب: (۲۷)۔
5. ابو داوٗد: کتاب الادب، باب: (۱۲۶)۔
6. ترمذی: کتاب البر، باب: (۴۱)۔

تیزی سے لپکنے والے، وہ لوگ جن کے سامنے جب بھی دنیا کی کوئی طمع آتی تو وہ قسمیں کھا کر اسے اپنے لیے حلال کر لیتے تھے اگرچہ وہ حق پر نہ ہوتے، چغل خوری کرنے والے، دوستوں کے درمیان جدائی ڈالنے والے اور بے عیب لوگوں میں کمزوریاں تلاش کرنے والے، یہ وہ لوگ ہوں گے جن سے رحمٰن نفرت کرے گا۔

ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا میں تمہیں تمام لوگوں میں بدترین آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو اکیلا کھائے، مہمان کو کچھ نہ دے، اکیلا سفر کرے اور اپنے غلام کو مارے، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدترین آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو لوگوں سے نفرت کرتا ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جس کے شر سے لوگ ڈرتے ہوں اور جس سے خیر کی توقع نہ ہو، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو اپنی آخرت کو دوسرے کی دنیا کے عوض بیچ دے، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو دین کے عوض دنیا کھانے لگے، ابن عدی' ابونعیم' بیہقی' خطیب' ابن عساکر اور ابن نجار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے ابن آدم! تیرے پاس اتنا تو موجود ہے جو تیری کفایت کر سکتا ہے اور تو اتنا مانگتا ہے جو تجھے سرکشی میں مبتلا کر دے، اے ابن آدم! تھوڑے پر تو قناعت نہیں کرتا اور زیادہ سے تیرا پیٹ نہیں بھرتا، اے ابن آدم! جب تو اس حال میں صبح کرے کہ تجھے جسمانی طور پر عافیت نصیب ہو، تو اپنے قبیلے میں امن وامان سے ہو، تیرے پاس اس دن کی روزی موجود ہو تو ساری دنیا تیرے پاس جمع ہو گئی، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے اپنی تقسیم پر راضی کر دیتا ہے اور اس میں اس کے لیے برکت ڈال دیتا ہے۔

ہناد اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص ایسے آدمی کو دیکھے جسے مال اور جسم میں اس پر فضیلت دی گئی ہو تو اسے اس شخص پر بھی نظر کرنی چاہئے جو مال اور جسم میں اس سے کم ہو، یہی مضمون امام احمد اور شیخین نے بھی نقل کیا ہے، حکیم ترمذی اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ خیر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے نفس میں غنیٰ اور دل میں تقویٰ ڈال دیتا ہے، اور جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس کا فقر و فاقہ اس کی آنکھوں کے سامنے لے آتا ہے۔ ابن لال نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تمہارے لیے اتنی چیز کافی ہونی چاہئے جس سے گزارہ ہو جائے، کیونکہ اس کے بعد انسان چار گز کے ایک گڑھے میں چلا جائے گا اور بالآخر اس کا معاملہ آخرت کی طرف لوٹا دیا جائے گا، امام احمد اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے نزدیک تم میں سب سے زیادہ محبوب اور قریب ترین وہ شخص ہو گا جو مجھ سے اسی حال پر آ کر ملے جس پر وہ مجھ سے جدا ہوا تھا [1] دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مؤمنین میں سب سے بہتر آدمی وہ ہے جو قناعت پسند ہو، اور سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو لالچی ہو۔

ابن شاہین او ابن عساکر نے سند غریب کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں بکری کا ایک بچہ تھا جسے اس کی ماں دودھ پلاتی تھی اور اس کا پیٹ بھر جاتا تھا، ایک مرتبہ وہ وہاں سے بھاگا اور کسی دوسری بکری کا دودھ پیا لیکن سیراب نہ ہو

[1] مسند احمد: ۱۹۶/۱۔

سکا، اس پر اللہ نے اس قوم کے پیغمبر کے پاس وحی بھیجی کہ بکری کے اس بچے کی مثال اس قوم کی سی ہے جو تمہارے بعد آئے گی، ان میں سے ایک ایک آدمی کو اتنا دیا جائے گا جو پوری قوم اور قبیلے کو کافی ہو جائے لیکن وہ پھر بھی سیراب نہ ہوگا، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے رزق کی مقدار پر ناراض ہو، اس کے شکوے پھیلے ہوئے ہوں، اور اس میں صبر کا جذبہ نہ ہو تو اس کا کوئی عمل اللہ کے پاس چڑھ کر نہیں جاتا اور جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اللہ اس سے ناراض ہوگا، ابویعلیٰ خطیب اور ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کے پاس مال تھوڑا ہو، اھل وعیال زیادہ ہوں، نماز اچھی ہو اور وہ مسلمانوں کی غیبت نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن وہ اس حال میں آئے گا کہ وہ اور میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے، ترمذی، ابن سعد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرمایا اے عائشہ! اگر تم یہ چاہتی ہو کہ مجھ سے آ ملو تو تمہارے لیے دنیا میں سے صرف اتنا کافی ہونا چاہیے جتنا ایک مسافر کا توشہ ہوتا ہے، اور اپنے آپ کو مالداروں کی ہم نشینی سے بچاؤ، اور اپنے کپڑوں کو پرانا ہونے کے بعد بھی اس وقت تک نہ چھوڑو جب تک اس میں پیوند نہ لگا لو۔ ❶

ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے نزدیک میرے بندوں کی سب سے زیادہ پسندیدہ عبادت خیر خواہی ہے، بیشتر محدثین نے مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک موقع پر نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ یہ بات فرمائی دین تو سراسر خیر خواہی کا نام ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس کے لیے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کی کتاب، اس کے پیغمبر، مسلمانوں کے حکمرانوں اور عام لوگوں کے لیے ❷ ابن نجار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص قیامت کے دن پانچ چیزیں لے کر آیا، اس کا چہرہ جنت سے نہیں پھیرا جائے گا اللہ کے لیے خیر خواہی، اس کے دین، اس کی کتاب، اس کے رسول اور جماعت مسلمین کے لیے خیر خواہی، دارقطنی اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مسلمان اپنے دین میں اس وقت تک گنجائش کا حامل رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے خلوص کے ساتھ خیر خواہ ہو، جب وہ اس راستے سے ہٹ جاتا ہے تو اس سے توفیق سلب کر لی جاتی ہے، مسلم اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص عصبیت کی تائید کے لیے یا عصبیت کی خاطر غصے میں آکر صرف ضد بازی کے جھنڈے تلے قتل ہو جاتا ہے تو اس کا قتل زمانہ جاہلیت کی موت پر ہوا ❸ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت کی دعوت دے، وہ شخص ہم میں سے نہیں جو عصبیت کی وجہ سے قتال کرے اور وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو عصبیت پر مر جائے ❹

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص لوگوں کی ناراضگی کے بدلے اللہ کی رضا حاصل کرنے کی کوشش کرتا

---

❶ ترمذی: كتاب اللباس، باب: (۳۸)۔

❷ صحیح بخاری: كتاب الایمان، باب: (٤٢)۔ صحيح مسلم: كتاب الایمان: (٩٥)۔ ابو داوٗد: کتاب الادب، باب: (٩٥)۔ ترمذی: كتاب البر، باب: (١٧)۔

❸ صحیح مسلم: كتاب الامارة: (٥٧)۔ نسائی: كتاب التحريم، باب: (٢٨)۔ ابن ماجه: كتاب الفتن، باب: (٧)۔ مسند احمد: ٣٠٦/٢۔

❹ ابو داوٗد: ٥١٢١۔

ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی تکلیفوں سے بچالیتا ہے اور جو شخص اللہ کی ناراضگی کے بدلے لوگوں کی رضامندی تلاش کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کے حوالے کر دیتا ہے ❶ بیہقی نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ تین خصلتیں ایسی ہیں کہ اگر انسان میں ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو اس سے بہتر کتا ہوتا ہے وہ ورع وتقوی جو انسان کو محارم سے روکے، وہ حلم اور بردباری جس سے جاہل کی جہالت کا جواب دیا جائے، اور وہ حسن اخلاق جس کے ذریعے انسان لوگوں میں زندگی گذارے، ابوالشیخ اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں میری امت کے ساتھ لازم وملزوم ہیں، بدگمانی، حسد اور فال نکالنا اس لیے جب تم بدگمان ہو تو اس کی تحقیق نہ کیا کرو، جب حسد پیدا ہو تو اللہ سے بخشش طلب کیا کرو، اور جب فال نکالنے کا موقع آئے تو آگے بڑھ جایا کرو، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں کسی کے لیے رخصت نہیں ہے والدین کے ساتھ حسن سلوک خواہ وہ مسلمان ہوں یا کافر، وعدہ پورا کرنا خواہ کسی مسلمان سے کیا ہو یا کافر سے، اور امانت ادا کرنا خواہ مسلمان کی ہو یا کافر کی، اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں گا میں اس پر غالب آ جاؤں گا، ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر کوئی وعدہ کیا ہو پھر دھوکہ دے دیا ہو، دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا ہو، اور تیسرا وہ آدمی جس نے کوئی مزدور اجرت پر رکھا، اس سے کام تو پورا لے لیا لیکن اس کا حق پورا ادا نہ کیا ہو۔ ❷

چند ضروری تنبیہات

یہ بات تو سب ہی کو معلوم اور متعین ہے کہ شیطان انسان کا کھلا دشمن ہے، اور انسان کے جسمانی اعضاء میں سب سے معزز عضو اس کا دل ہے، اس لیے شیطان انسانی جسم کے صرف ظاہری فساد پر قناعت نہیں کرتا، بلکہ اصولی طور پر اس کا اس کے علاوہ کوئی مقصد نہیں کہ وہ اس اشرف عضو کو فساد میں مبتلا کر دے، اس لیے ہر مکلف پر واجب علی العین ہے کہ اپنے دل کو شیطان کے فساد سے بچائے، لیکن انسان کی یہاں تک پہنچ اس وقت تک نہیں ہو سکتی جب تک کہ اسے دل میں شیطان کے داخل ہونے کے راستے معلوم نہ ہو جائیں اور واجب تک جس چیز کے ذریعے رسائی ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے اس لیے اس کی معرفت بھی واجب ہے، چنانچہ معلوم ہونا چاہئے کہ انسان کے دل میں شیطان کے داخل ہونے کے راستے انسان کی صفات ہیں، جو بہت زیادہ ہیں اور ان میں سے زیادہ اہم حسد اور حرص ہیں کیونکہ جب بندے میں کسی چیز کی حرص موجود ہو تو وہ اسے اندھا اور بہرا کر دیتی ہے، جیسا کہ حدیث کے حوالے سے بھی گذرا، اور نور بصیرت ہی ان راستوں کا ادراک کر سکتا ہے، جب حرص اور حسد نے اس نور پر پردے ڈال رکھے ہوں تو انسان کو نظر نہیں آتا، یہیں سے شیطان کو موقع مل جاتا ہے اور وہ انسان کے دل میں داخل ہونے کا راستہ بنا لیتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی کشتی میں شیطان بھی تھا، حضرت نوح علیہ السلام نے جب اسے دیکھا تو فرمایا تو اس کشتی میں کیوں گھس آیا؟ وہ کہنے لگا تاکہ آپ کے ساتھیوں کے دلوں میں گھس جاؤں، اور وہ میرے ساتھ ہو جائیں اور آپ

---

❶ ترمذی: ۲٤١٤۔ ❷ ابن ماجہ: کتاب الرھون، باب: ٤۔ مسند احمد: ٢/٣٥٨۔

کے ساتھ ان کے صرف جسم رہ جائیں، حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے فرمایا اے دشمنِ خدا! یہاں سے نکل جا کہ تو مردود ہے، وہ کہنے لگا کہ پانچ چیزیں ہیں جن کے ذریعے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں، میں آپ کو ان میں سے تین باتیں بتا دیتا ہوں، دو باتیں نہیں بتاؤں گا، اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام پر وحی نازل فرمائی کہ اس سے کہو وہ دو باتیں تمہیں بتا دے، تین باتوں کی تمہیں ضرورت نہیں ہے، حضرت نوح علیہ السلام نے اس سے وہ دو باتیں پوچھیں تو اس نے کہا وہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو مجھ سے کبھی غلط بیانی نہیں کرتیں، وہ دو خصلتیں ایسی ہیں جو مجھ سے کبھی وعدہ خلافی نہیں کرتیں، اور انہی سے میں لوگوں کو ہلاک کرتا ہوں ایک حرص اور دوسری حسد، کہ حسد ہی کی وجہ سے مجھ پر لعنت کی گئی اور مجھے شیطان مردود قرار دیا گیا، اور حرص کے ذریعے میں نے حضرت آدم علیہ السلام سے اپنی حاجت اور ضرورت پوری کی کیونکہ ان کے لیے ایک درخت کے علاوہ پوری جنت کو حلال قرار دے دیا گیا تھا لیکن وہ اس پر جم نہ سکے۔

اسی طرح ان صفات میں سے اہم ترین صفت غصہ اور شہوت بھی ہے، چنانچہ غصے کی وجہ سے انسان کی عقل کمزور پڑ جاتی ہے اور شیطان اس شخص سے ایسے ہی کھیلتا ہے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں، بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ ابلیس نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے بارگاہ الٰہی میں توبہ قبول کیے جانے کی سفارش کروائی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سفارش کر دی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! اس سے کہہ دو کہ حضرت آدم علیہ السلام کی قبر کو سجدہ کر لو، شیطان نے غصے میں آ کر کہا کہ میں نے ان کی زندگی میں انہیں سجدہ نہیں کیا تھا، مرنے کے بعد انہیں کیونکر سجدہ کروں گا، البتہ چونکہ آپ نے بارگاہ الٰہی میں میری سفارش کی ہے اس لیے آپ کا مجھ پر حق ہے، تین چیزوں کے وقت مجھے یاد رکھیے گا میں آپ کو ان میں ہلاک نہیں کروں گا، جس وقت آپ کو غصہ آئے تو مجھے یاد رکھئے گا کیونکہ میں آپ کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہوں، جس وقت آپ کو میدان جنگ سے لوگوں کے فرار کا سامنا کرنا پڑے، کیونکہ اس وقت میں ابن آدم کو اس کی اولاد، بیوی اور اہل خانہ کی یاد دلاتا ہوں یہاں تک کہ وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ جاتا ہے، اور جس وقت آپ کسی اجنبی عورت کے ساتھ بیٹھے ہوں کیونکہ اس وقت میں اس کا قاصد بن کر آپ کے پاس اور آپ کا قاصد بن کر اس کے پاس جاتا ہوں۔

اسی طرح ان صفات میں سے اہم ترین صفت دل میں دنیوی زندگی اور اس کے متعلقات کی محبت ہے، تب شیطان اس میں اپنی جڑیں مضبوط کر لیتا ہے اور اس کے سامنے لہو ولعب، اللہ، اس کی آیات، رسول اور اس کی سنتوں سے ناطہ توڑنے کے وہ دروازے کھول دیتا ہے جس سے وہ اس شخص کے سامنے ہمیشہ رہنے کی خواہش کو مزین کر دیتا ہے یہاں تک کہ اسی غفلت اور نقص کی حالت میں اس کے پاس موت کا پیغام آ جاتا ہے اور وہ اپنے بہترین اوقات کو بیکار کاموں میں گذار دیتا ہے اور بسا اوقات اس کا خاتمہ بھی اچھی حالت میں نہیں ہوتا، اسی طرح ان صفات میں سے اہم ترین صفت کھانے پینے کی محبت بھی ہے، کیونکہ سیرابی ''خواہ حلال اور پاکیزہ چیز ہی کے ذریعے ہو'' شہوتوں کو تقویت دیتی ہے اور شہوت شیطان کا اسلحہ ہے اسی وجہ سے ایک مرتبہ حضرت یحییٰ علیہ السلام نے شیطان کو دیکھا، اس کے پاس ہر چیز کی زبان موجود تھی، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو وہ کہنے لگا کہ یہ وہ شہوات ہیں جن سے میں ابن آدم کو شکار کرتا ہوں، حضرت یحییٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا میں

بھی ان میں سے کسی چیز کا شکار ہو سکتا ہوں؟ اس نے کہا کہ جب کبھی آپ سیراب ہو کر کھانا کھاتے ہیں تو ہم آپ پر نماز اور ذکر میں بوجھ پیدا کر دیتے ہیں، انہوں نے پوچھا کیا اس کے علاوہ کوئی اور بات بھی ہے؟ اس نے کہا نہیں، تو انہوں نے فرمایا میں اللہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ آج کے بعد سے میں کبھی بھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھاؤں گا، یہ سن کر ابلیس کہنے لگا بخدا! آج کے بعد میں کسی مسلمان کو کبھی نصیحت نہیں کروں گا۔

اسی طرح ان صفات میں سے اہم ترین صفت لالچ بھی ہے، کیونکہ جب لالچ انسان کے دل پر غالب آ جاتی ہے تو شیطان اس کے سامنے تزین اور تصنع کو بنا سنوار کر پیش کرتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی اس خواہش اور لالچ کو اپنے معبود کی طرح اہمیت دینے لگتا ہے، اور وہ اسی ادھیڑ بن میں رہتا ہے کہ کس طرح وہ اپنی اس خواہش کی تکمیل کر سکتا ہے گو کہ اس کے لیے اسے اللہ کو ناراض ہی کرنا پڑے، اسی طرح ان صفات میں سے اہم ترین صفت جلد بازی اور معاملات میں ثابت قدمی کو ترک کر دینا بھی ہے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ ''انسان بڑا جلد باز ہے'' ❶ اور حدیث میں آتا ہے کہ جلد بازی شیطان کی جانب سے ہوتی ہے اور وقار اللہ کی طرف سے ہوتا ہے ❷ اور عجلت کے شیطان کی جانب سے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ جلد بازی کے وقت شیطان اپنا شر اس طرح انسان کی طرف منتقل کر دیتا ہے کہ اسے خبر بھی نہیں ہوتی، جبکہ کسی عمل کا اقدام کرتے وقت سوچ بچار کرنے والے کو اس میں بصیرت حاصل ہو جاتی ہے، جب تک انسان کو یہ بصیرت حاصل نہ ہو، اس کے لیے جلد بازی کرنا مناسب نہیں ہے، الّا یہ کہ کوئی بہت ضروری اور فوری اہمیت کا کام ہو تو اس میں بہت زیادہ سوچ بچار کی گنجائش نہیں رہتی۔

اسی طرح ان صفات میں سے اہم ترین صفت مال ہے جبکہ وہ ضرورت سے زائد ہو جائے، اور اس صورت میں وہ شیطان کا ٹھکانہ بن جاتا ہے کیونکہ جس کے پاس ضرورت سے زائد مال نہ ہو، اس کا دل فارغ رہتا ہے، پھر اگر اسے کسی طرح صرف سو دینار بھی حاصل ہو جائیں تو اس کے دل میں دس ایسی خواہشات جنم لیتی ہیں جن میں سے ہر شہوت سو دینار کا تقاضا کرتی ہے اور یوں اسے مزید نو سو دینار کی ضرورت پیش آ جاتی ہے، جب کہ ان سو دیناروں کے حاصل ہونے سے پہلے وہ مستغنی تھا، سو دینار ملنے کے بعد وہ یہ سمجھا کہ اس کی احتیاج ختم ہو گئی، حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی احتیاج مزید بڑھ گئی کہ اس نے اگلے نو سو دینار سے گھر کی خریداری کرنی ہے یا کچھ اور سامان خریدنا ہے، پھر ان میں سے ہر چیز کچھ اور چیزوں کا تقاضا کرتی ہے اور یہ سلسلہ چلتا چلا جاتا ہے جس کی کوئی انتہاء نہیں ہوتی اور بالآخر انسان ہاویہ میں گر جاتا ہے اور اس کا انجام جہنم کا گہرا گڑھا بن جاتا ہے، جب شیاطین صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پر قابو پانے میں ہر طرح ناکام ہو گئے تو انہوں نے اپنے گرو ابلیس سے فریاد کی، اس نے انہیں تسلی دیتے ہوئے کہا کہ تھوڑا سا صبر کرو، عنقریب دنیا ان کے ہاتھوں فتح ہو جائے گی پھر تم ان سے اپنی ضروریات کی تکمیل کر سکو گے۔

اسی طرح ان صفات میں سے ایک اہم صفت بخل اور فقر و فاقہ کا اندیشہ بھی ہے، کیونکہ یہی چیز انسان کو صدقہ و خیرات کرنے اور نیکی کے کاموں میں خرچ کرنے سے روکتی ہے، اور انسان کو کنجوسی، اور ہاتھ روک کر رکھنے پر آمادہ کرتی ہے، مال کو

---

❶ الاسراء: ۱۱۔ ❷ ترمذی: کتاب البر، باب: (٦٦)۔

جمع کر کر کے رکھنے والوں ہی کے لیے قرآن کریم میں عذاب الیم کی دھمکی دی گئی ہے، سفیان کہتے ہیں کہ شیطان کے پاس کئی ہتھیار ہیں، مثلاً فقر و فاقہ کا اندیشہ، جب انسان اس اندیشے سے متاثر ہو جاتا ہے تو وہ باطل میں پڑ جاتا ہے، خواہشات کی زبان بولنے لگتا ہے اور اپنے رب کے ساتھ بدگمان ہو جاتا ہے، اور بخل کی آفات میں یہ بھی ہے کہ انسان مال جمع کرنے کے لیے ہر وقت بازاروں کے چکر لگاتا رہتا ہے، اور بازاروں ہی میں شیطان اپنے گھونسلے بناتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب ابلیس کو زمین پر اتارا گیا تو وہ کہنے لگا پروردگار! میرے لیے کوئی گھر مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا حمام، اس نے کہا پروردگار! میرے لیے کوئی مجلس یعنی بیٹھنے کی جگہ مقرر کر دے، اللہ نے فرمایا بازار، اس نے کہا پروردگار! میرے لیے کوئی مؤذن مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا گانے بجانے کے آلات، اس نے کہا پروردگار! میرے لیے کوئی کھانا مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا جس پر اللہ کا نام نہ لیا جائے، اس نے کہا پروردگار! میرے لیے کوئی قرآن مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا شعر، اس نے کہا پروردگار! میرے لیے کوئی حدیث مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا جھوٹ، اس نے کہا پروردگار! میرے لیے شکار کرنے کا کوئی ذریعہ مقرر فرما دے، اللہ نے فرمایا عورتیں۔

اسی طرح ان صفات میں سے ایک اور صفت مختلف مذاہب اور اپنی خواہشات کا تعصب رکھنا ہے، فریق مقابل سے کینہ پروری اور انہیں نظر حقارت سے دیکھنا ہے، یہ وہ چیز ہے جو عام لوگ تو رہے ایک طرف، بڑے بڑے عبادت گذاروں اور علماء کو ہلاک کر دیتی ہے، کیونکہ لوگوں کے عیوب بیان کرنے اور انہیں طعنہ دینے کی مصروفیت انسان کی فطرت میں شامل ہے، پھر جب شیطان اس کے ذہن وخیال پر اس چیز کو مسلط کر دیتا ہے کہ یہی حق ہے تو وہ اس میں مزید آگے بڑھ جاتا ہے، وہ یہ سمجھ رہا ہوتا ہے کہ وہ دین کی خدمت کر رہا ہے حالانکہ اس طرح وہ شیطان کی خدمت کر رہا ہوتا ہے، اور اگر وہ اپنے نفس کی اصلاح کی طرف متوجہ ہوا اور اس کے اخلاق اسی شخصیت کی طرح ہوں جس کے لیے وہ اپنے تعصب کا اظہار کر رہا ہے تو یہ بالکل صحیح اور برحق ہے لیکن جو شخص کسی امام کی خاطر اپنے تعصب کا اظہار کرے اور اس کی سیرت پر عمل نہ کرتا ہو تو قیامت کے دن وہی امام اس سے جھگڑنے والا اور اسے ڈانٹنے والا ہوگا، چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے ”باوجود یکہ وہ جگر گوشہ رسول تھیں“ فرما دیا تھا کہ تم عمل کرتی رہو، کیونکہ میں تمہیں اللہ کے یہاں بچانے میں ذرا بھی کام نہ آؤں گا۔ اس لیے اے مخاطب! تم پر بھی لازم ہے کہ اپنے ظاہر اور باطن کی اصلاح کرو، دوسروں کی فکر میں نہ رہو الا یہ کہ شریعت نے تمہیں اس کا مکلف بنایا ہو مثلاً امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وغیرہ۔

اسی طرح ان صفات میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ عوام کو اور علوم سے مناسبت نہ رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات اور ایسے معاملات میں غور وفکر کی دعوت دی جائے جہاں تک ان کی عقل وفکر کی رسائی نہ ہو، ظاہر ہے کہ اس سے وہ گمراہ ہی ہوں گے کیونکہ اس کے ذریعے وہ اصول دین میں شکوک وشبہات کا شکار ہو جائیں گے بلکہ بسا اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ایسے تصورات قائم کر لیتے ہیں جن سے اللہ پاک ہے، یوں وہ کافر یا بدعتی بن جاتے ہیں اور اپنی حماقت اور کم عقلی سے اس پر بڑے خوش اور مطمئن ہوتے ہیں اور جو شخص جتنا بڑا احمق ہوتا ہے وہ اپنے نظریے اور خیالات میں اتنا ہی پختہ

اور مضبوط ہوتا ہے، اور جو شخص جتنا بڑا عقلمند ہوتا ہے وہ اتنا ہی اپنے آپ کو اور اپنے نظریات کو متہم سمجھتا ہے اور علماء سے سوال کرنے میں آگے بڑھتا ہے۔

اسی طرح ان صفات میں سے ایک صفت مسلمانوں کے ساتھ بدگمانی بھی ہے، ارشاد ربانی ہے ''اے ایمان والو! بہت زیادہ گمان کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ'' ❶ اور جو شخص محض گمان کی بنیاد پر کسی شخص کے متعلق برائی کا حکم لگاتا ہے تو شیطان اسے اس کی تحقیر، اس کے حقوق ادا نہ کرنے، اس کا اکرام کرنے میں سستی اور اس کی عزت وآبرو پر زبان درازی پر آمادہ کرتا ہے، اور یہ سب چیزیں تباہ کن ہیں، چنانچہ جس شخص نے نبی علیہ السلام کو ان کی زوجہ محترمہ حضرت صفیہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے دیکھا تھا، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا یہ تمہاری ماں ہیں، اس پر جب اس نے تعجب کا اظہار کیا تو نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا شیطان انسان کے جسم میں خون کی طرح دوڑتا ہے اس لیے مجھے اندیشہ ہے کہ کہیں وہ تمہارے دلوں میں کوئی چیز نہ ڈال دے، گویا نبی علیہ السلام نے انہیں تہمت سے بچنے کا طریقہ سکھایا تاکہ کوئی متقی عالم یہ سمجھ کر اپنے احوال میں کوتاہی سے کام نہ لے کہ وہ ہمیشہ خوش گمانی سے ہی کام لیتا ہے، یہ بہت بڑی لغزش ہے کیونکہ سب سے بڑے متقی، پرہیزگار اور عالم کی تنقیص کرنے والے بھی لازماً ہوتے ہیں، لہٰذا دشمنوں اور شریر لوگوں کی تہمت سے بچنا ہر ایک کے لیے ضروری ہے، اور ہر وہ آدمی جسے آپ لوگوں کے ساتھ بدگمانی کرتے ہوئے دیکھیں اور ان کے عیوب نمایاں کرنے کی کوشش میں مصروف دیکھیں تو سمجھ لیجئے کہ یہ اس کے خبث باطن اور بری عادات واطوار کی علامت ہے، کیونکہ مؤمن تو اپنی سلامت باطن کی وجہ سے لوگوں کے عذر تلاش کرلیتا ہے اور منافق اپنی باطنی خباثت کی وجہ سے لوگوں کے عیوب تلاش کرتا ہے، یہ چند راستے ہیں جن کے ذریعے شیطان انسان کے دلوں میں داخل ہوتا ہے اور باقیوں کو یہیں سے سمجھا جاسکتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ انسان میں جتنی بھی مذموم صفات ہیں، وہ سب کی سب شیطان کا ہتھیار ہیں، انہی سے شیطان اسے گمراہ کرنے اور بہکانے میں مدد لیتا ہے اس لیے تم اللہ کی پناہ حاصل کرو اور اس کے مکروفریب سے بچو تاکہ اللہ تمہیں اپنی مہربانی سے نجات عطا فرمادے، اللہ کا ذکر اپنی سرگوشی بنالو، آخرت کو اپنا معاون اور مددگار بنالو اور اس پر دوام اختیار کرو، انشاء اللہ ان مہلکات سے بچ جاؤ گے۔

دوسری تنبیہ

ہم نے امام موصوف کے حوالے سے جن کبائر کا تذکرہ گذشتہ صفحات میں کیا تھا، آپ کے سامنے ان کبائر کا بیان اور ان کے عظیم نقصانات کا تذکرہ آ گیا، اگر آپ غور وفکر سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ امام موصوف کا تفرد نہیں ہے بلکہ انہوں نے مذکورہ گناہوں کو جو کبائر کی فہرست میں شامل کیا ہے تو اس کا ماخذ بھی بڑے علماء اور بزرگان دین کے اقوال ہیں، اس لیے اپنے دل میں مذکورہ گناہوں میں سے کسی ایک کو بھی پیدا نہ ہونے دو، ورنہ یہ تمہارے باطن بلکہ ظاہر کو بھی خراب کردیں گے۔

---

❶ الحجرات: ۱۲۔

تیسری تنبیہ

مذکورہ تمام کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کا خلاصہ بداخلاقی ہے اور ان سے اجتناب کا خلاصہ حسن اخلاق ہے اور حسن اخلاق کا نتیجہ قوتِ عقل کا معتدل اور حکمت کا کامل ہونا ہے، تب انسان کی قوت غضبیہ اور قوت شہویہ بھی حد اعتدال میں رہتی ہے، اور ان میں سے ہر ایک عقل وشرع کے تابع رہتا ہے، پھر یہ اعتدال یا تو اللہ تعالیٰ کی مہربانی اور فطری کمال کی بناء پر ہوتا ہے یا اس کے اسباب مثلاً مجاہدہ اور ریاضت کو اختیار کر کے حاصل ہوتا ہے اور وہ اس طرح کہ انسان اپنے آپ کو ہر اس عمل کے لیے تیار کرے جو اس میں حسن اخلاق پیدا کر دے اور بدخلقی کے مخالف ہو، اس لیے کہ نفس انسانی اپنے رب سے مانوس ہوتا ہے اور نہ اس کے ذکر سے اسے الفت ہوتی ہے تا آنکہ نفس کی بری عادتیں چھوٹ جائیں اور ابتدائی طور پر خلوت اور تنہائی میں اپنی خواہشات کو ترک کرے، تاکہ کانوں اور آنکھوں کی مانوس چیزوں سے انسیت اور الفت ختم ہو جائے، پھر اس خلوت میں ذکر ودعاء کو اپنی عادت بنالے، یہاں تک کہ اللہ اور اس کی یاد کا انس اور اس کی الفت اس پر غالب آ جائے، گو کہ ابتداء میں اسے کچھ دشواری ہوگی لیکن پھر اسے یہ اللہ کی سب سے بڑی نعمت معلوم ہوگی۔

بعض اوقات بڑے بڑے گناہ ترک کر کے اپنے نفس سے معمولی سا مجاہدہ کروا کر بعض لوگ یہ سمجھ بیٹھتے ہیں کہ انہوں نے اپنے نفس کی تہذیب کر لی اور اس کے اخلاق کو عمدہ کر لیا، یہ کیونکر ممکن ہے جبکہ اس میں کاملین کی صفات اور مؤمنین کے اخلاق ابھی تک پیدا نہیں ہوئے، چنانچہ ارشاد ربانی ہے کہ ''اصل مؤمن تو وہ لوگ ہیں کہ جب ان کے سامنے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے ان کے دل کانپ اٹھتے ہیں اور جب اللہ کی آیتیں ان کے سامنے تلاوت کی جاتی ہیں تو ان کے ایمان میں اور بھی اضافہ ہو جاتا ہے'' ❶ نیز ارشاد ہے ''مؤمنین کامیاب ہو گئے، یہ وہ لوگ ہیں جو اپنی نمازوں میں خشوع وخضوع رکھتے ہیں...... یہی لوگ وارث ہیں جو جنت الفردوس کے وارث ہوں گے اور اس میں ہمیشہ رہیں گے'' ❷ نیز ارشاد ہے ''توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے...... اور ایمان والوں کو خوش خبری سنا دیجئے'' ❸ نیز یہ ارشاد کہ ''رحمان کے حقیقی بندے وہ ہیں جو زمین پر عاجزی کے ساتھ چلتے ہیں......'' ❹

اس لیے جس شخص پر اپنے نفس کی حالت واضح نہ ہو رہی ہو، اسے چاہئے کہ ان آیات اور ان جیسی آیات پر اپنے آپ کو پیش کرے، ان تمام صفات کا پایا جانا حسن اخلاق کی علامت ہے اور ان کا نہ پایا جانا بداخلاقی کی علامت ہے، اور بعض صفات کا پایا جانا بعض کی دلیل ہے، نبی علیہ السلام نے حسن اخلاق کے مجموعے کی طرف اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے کہ مؤمن اپنے بھائی کے لیے بھی وہی پسند کرتا ہے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے، انہوں نے مہمان اور پڑوسی کے اکرام کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ مؤمن کو چاہئے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، اور یہ کہ جب تم کسی مؤمن کو خاموش اور باوقار دیکھو تو اس کا قرب اختیار کرو کیونکہ اس پر حکمت کی باتیں الہام کی جاتی ہیں، اور یہ کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کی طرف ایسی نظر سے

---

❶ الأنفال: ٢۔ ❷ المؤمنون: ١-١١۔
❸ التوبة: ١١٢۔ ❹ الفرقان: ٦٣۔

اشارہ کرے جس سے اسے ایذاء پہنچتی ہو، اور یہ کہ کسی مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کو ڈرانا جائز نہیں ہے، اور یہ کہ دو مسلمان جب کسی جگہ پر بیٹھتے ہیں تو ان کے لیے حلال نہیں ہوتا کہ ان میں سے کوئی بھی اپنے بھائی کی کسی ایسی بات کو فاش کر دے جو اسے ناگوار گذرے، اور بعض حضرات نے اخلاق حسنہ کی علامات یوں جمع کی ہیں کہ انسان باحیاء ہو، دوسروں کو کم سے کم تکلیف پہنچائے، زیادہ تر بہتری اور اصلاح کے کاموں میں مشغول رہتا ہو، زبان کا سچا ہو، کم گو ہو، اعمال صالحہ کی کثرت کرتا ہو، بیکار کاموں میں مشغولیت بہت کم رکھتا ہو، لغزشات سے بچتا ہو، نیکوکار ہو، خدا تک رسائی رکھتا ہو، باوقار ہو، صابر وشاکر ہو، اللہ کی تقسیم پر راضی اور بردبار ہو، مہربان اور نرم دل ہو، اپنی عفت وعصمت کی حفاظت کرنے والا ہو، لوگوں کے عیوب بیان کرنے والا نہ ہو، گالی گلوچ نہ کرتا ہو، چغل خور اور غیبت کرنے والا نہ ہو، جلد باز اور کینہ پرور نہ ہو، بخیل اور حاسد نہ ہو، ہشاش بشاش رہتا ہو، اللہ ہی کے لیے محبت اور نفرت کرتا ہو، اور اللہ ہی کے لیے خوش اور ناراض ہوتا ہو، یہ ہے حسن اخلاق کا ایک جامع خلاصہ، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی ان اخلاق حسنہ سے متصف فرمائے۔

۳۹۔ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو کر نافرمانی کے کاموں میں مشغول رہنا اور اللہ کی رحمت پر بھروسہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ کی تدبیر سے صرف وہی لوگ بے خوف رہ سکتے ہیں جو فاسق ہوں'' [1] اسی طرح ارشاد ہے ''یہ تمہارا وہ گھٹیا گمان ہے جو تم نے اپنے رب کے ساتھ کیا اور تم نقصان اٹھانے والوں میں سے ہو گئے'' [2] ایک حدیث میں ہے کہ جب تم دیکھو کہ اللہ کسی بندے کو اس کی خواہش اور پسند کے مطابق ہر چیز دیتا چلا جائے اور وہ پھر بھی اپنی نافرمانی پر قائم رہے، تو یہ اللہ کی طرف سے ڈھیل ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''جب انہوں نے ان چیزوں کو بھلا دیا جن سے انہیں نصیحت کی گئی تھی تو ہم نے ان پر ہر چیز کے دروازے کھول دیئے، یہاں تک کہ جب وہ ان چیزوں پر اترانے لگے جو انہیں دی گئیں تو ہم نے اچانک انہیں پکڑ لیا اور وہ ناامید رہ گئے'' [3] یعنی وہ نجات اور ہر خیر سے محروم ہو گئے، اور مسلسل نعمتوں سے دھوکے میں رہنے کی وجہ سے انہیں حسرت، غم اور رسوائی کا سامنا ہوگا، اسی وجہ سے حسن کہتے ہیں کہ جس شخص پر اللہ نے وسعتوں کے دروازے کھول دیئے ہوں اور وہ انہیں اللہ کی تدبیر نہ سمجھے تو اس کے پاس عقل نام کی کوئی چیز نہیں ہے، اور جو لوگ اللہ کا شکر ادا نہیں کرتے ان کے متعلق فرمایا کہ رب کعبہ کی قسم! اللہ نے ان کے ساتھ تدبیر کی، پہلے ان کی ضروریات پوری کی گئی ہیں، پھر انہیں پکڑ لیا جائے گا، منقول ہے کہ جب ابلیس کے متعلق اللہ تعالیٰ کی تدبیر سامنے آئی تو جبرئیل اور میکائیل رونے لگے، اللہ تعالیٰ نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگے پروردگار! ہم تیری تدبیر سے بے خوف نہیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسی طرح رہنا اور میری تدبیر سے بے خوف نہ ہونا۔

اسی وجہ سے نبی علیہ السلام کثرت کے ساتھ یہ دعا کیا کرتے تھے اے دلوں کو بدلنے والے! میرے دل کو اپنے دین پر ثابت قدمی عطاء فرما [4] اور ایک روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا آپ کو بھی ڈر لگتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا

---

[1] الأعراف: ٩٩۔ [2] فصلت: ٢٣۔ [3] الانعام: ٤٤۔ مسند احمد: ١٤٥/٤۔

[4] صحيح بخاري: كتاب التوحيد، باب: ١١۔ ترمذي: كتاب القدر، باب: ٧۔ مسند احمد: ١٨٢/٤۔

تمام دل رحمان کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں، وہ انہیں جیسے چاہتا ہے پلٹتا رہتا ہے [1] دو انگلیوں کا قریب ترین مفہوم یہ ہے کہ اس کے خیر اور شر کے ارادے کے درمیان تمام دل ہیں، اور وہ ہوا سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ ان میں تصرف کرتا ہے، چاہے قبول کرے چاہے رد کرے، اور پسند کرے یا ناپسند کرے، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے ''یاد رکھو! کہ اللہ بندے اور اس کے دل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے'' [2] یعنی بندے اور اس کی عقل کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتی کہ اسے پتہ بھی نہیں چلتا کہ وہ کیا کر رہا ہے، یہ بات امام تفسیر مجاہد نے کہی ہے، اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے بھی ہوتی ہے کہ ''اس میں اس شخص کے لیے نصیحت ہے جس کے پاس دل ہو'' [3] یعنی عقل ہو، جبکہ امام طبرانی رحمہ اللہ کی ترجیح اس رائے کی طرف ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ وہ ان کے دلوں پر خود ان سے زیادہ ملکیت اور قابو رکھتا ہے اور جب وہ چاہتا ہے ان دونوں کے درمیان حائل ہو جاتا ہے حتی کہ کوئی شخص اس کی مشیت کے بغیر کچھ بھی حاصل نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے راسخ فی العلم لوگوں کی تعریف کرتے ہوئے ان کی اس دعا کا ذکر فرمایا ہے ''اے ہمارے رب! ہمیں ہدایت دینے کے بعد ہمارے دلوں کو ٹیڑھا نہ کیجئے گا اور ہمیں اپنے پاس سے خصوصی رحمت عطا فرما، بیشک تو خوب عطا فرمانے والا ہے'' [4] یہ بات معلوم ہونی چاہئے کہ اس آیت میں معتزلہ کی تردید کے لیے واضح دلیل اور حجت موجود ہے اور حقیقت اہل سنت والجماعت کی رائے میں ہی ہے اور وہ یہ کہ کجی اور ہدایت اللہ ہی کی تخلیق اور ارادے سے ہوتی ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ دل کبھی خیر کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی شر کی طرف، کبھی ایمان کی طرف مائل ہوتا ہے اور کبھی کفر کی طرف، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ دل ان میں سے کسی ایک چیز کی طرف مائل ہو اور اس کا کوئی داعیہ موجود نہ ہو، اگر وہ داعیہ کفر کا ہو تو یہی رسوائی، کجی، زنگ، مہر، دل کی سختی اور بوجھ ہے جیسا کہ قرآن میں اسے انہی الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، اور اگر وہ داعیہ ایمان کا ہو تو اس کے متعلق قرآن کریم میں توفیق، رہنمائی، ہدایت، درستگی، ثابت قدمی اور عصمت جیسے الفاظ آتے ہیں، مذکورہ حدیث میں رحمان کی جن دو انگلیوں کا ذکر کیا گیا ہے، اس سے یہی دو داعیے مراد ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی تدبیر سے بے خوف رہنے سے بچانے کے لیے آپ کو نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے کہ بعض اوقات تم میں سے کوئی شخص اہل جنت والے اعمال سرانجام دے رہا ہوتا ہے یہاں تک کہ اس کے اور جنت کے درمیان صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر اس کا نامۂ اعمال غالب آ جاتا ہے اور وہ اہل جہنم والے اعمال سرانجام دے کر جہنم میں داخل ہو جاتا ہے [5] اور بخاری شریف کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اعمال کا دارومدار خاتمہ پر ہے [6] لیکن انسان کو اپنے نامۂ اعمال پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہیں جانا چاہئے، چنانچہ جب صحابہ رضی اللہ عنہم نے یہ بات سنی تو انہوں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ! پھر عمل کا کیا فائدہ؟ کیا ہم اپنے نامۂ اعمال پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا عمل کا فائدہ کیوں نہیں،

---

[1] صحیح مسلم: کتاب القدر: ۱۷۔ مسند احمد: ۱۶۸/۲۔
[2] الأنفال: ۲٤۔
[3] ق: ۳۷۔
[4] آل عمران: ۸۔
[5] صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب: ۲۸۔ صحیح مسلم: کتاب القدر: ۱۔
[6] صحیح بخاری: کتاب القدر، باب: ۵۔ مسند احمد: ۳۳۵/۵۔

تم عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر شخص جس مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے اس کے لیے وہی اعمال آسان کیے جائیں گے، پھر نبی عَلَیْہِ السَّلَام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''جو شخص تقوی اختیار کرے، اور نیکی کی تصدیق کرے تو ہم اس کے لیے نیکی کے کام آسان کر دیں گے، اور جو شخص بخل سے کام لے، استغناء ظاہر کرے اور نیکی کی تکذیب کرے، تو ہم اس کے لیے گناہ کے کام آسان کر دیں گے'' [1] اس واقعے پر بھی غور کیجئے جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے سامنے بنی اسرائیل کے ایک عالم بلعم بن باعوراء کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ وہ اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہو گیا اور دنیا کی فانی اور گھٹیا چیزوں کو جنت کی ہمیشہ رہنے والی نعمتوں پر ترجیح دی اور یوں اپنی خواہشات کا پیروکار بن کر گمراہ ہو گیا، اس کی زبان اس کے سینے پر لٹک آئی، وہ کتے کی طرح ہانپنے لگا، اور اللہ نے اس سے ایمان اور علم ومعرفت سب کچھ سلب کر لیا۔

یہی حال برصیصا عابد کا ہوا کہ اس نے اتنی عبادت کی جس کی عام انسانوں میں طاقت نہیں ہوتی لیکن کفر پر مر گیا، ابن سقاء بغداد کے مشہور فضلاء اور عقلمند لوگوں میں سے تھا، اس نے کسی ولی پر کوئی عیب لگایا، اس ولی کے منہ سے بددعا نکلی اور وہ بغداد چھوڑ کر قسطنطنیہ چلا گیا، وہاں وہ ایک عورت کے عشق میں مبتلا ہوا اور اس کی خاطر عیسائیت کو اختیار کر لیا، کچھ عرصے بعد وہ بیمار ہو گیا تو لوگوں نے اسے سرراہ ڈال دیا، اتفاق سے ایک دن اس کے پاس سے ایک آدمی گذرا جو اسے جانتا تھا، اس نے اس سے اس حالت میں پہنچنے کے اسباب دریافت کیے تو اس نے اپنی آزمائش کا حال بیان کیا، اپنے عیسائی ہونے کا بھی ذکر کیا اور یہ کہ اب وہ قرآن کریم کا ایک حرف بھی سوچنا چاہتا ہے تو اس کے پاس اتنی طاقت بھی نہیں ہے اور نہ ہی دل میں اس کے الفاظ آتے ہیں، وہ گذرنے والا شخص کہتا ہے کہ تھوڑے ہی عرصے بعد ایک مرتبہ پھر میں اس کے پاس سے گذرا تو دیکھا کہ اس پر نزع کی کیفیت طاری ہے اور اس کا چہرہ مشرق کی جانب ہے، میں جب بھی اس کا چہرہ قبلہ رخ کرتا وہ پھر مشرق کی طرف ہو جاتا اور مسلسل یہی ہوتا رہا حتی کہ اس کی روح نکل گئی۔

مصر میں ایک مؤذن تھا جس کے چہرے پر خیر وصلاح کے آثار نمایاں تھے، ایک دن مسجد کے مینار سے اس کی نظر ایک عیسائی عورت پر پڑی، وہ اس پر فریفتہ ہو گیا اور اس کے پاس جا کر اپنی خواہش کا اظہار کرنے لگا، اس عورت نے انکار کر دیا، اس مؤذن نے اسے نکاح کی پیشکش کی تو وہ کہنے لگی کہ تو مسلمان ہے، میرا باپ اس نکاح پر راضی نہ ہوگا، اس نے عیسائیت قبول کرنے پر آمادگی ظاہر کی تو اس عورت نے اسے تسلی دی کہ اب اس کا باپ راضی ہو جائے گا، چنانچہ اس نے عیسائیت کو اختیار کر لیا، اور ان لوگوں نے اس سے وعدہ کر لیا کہ اس عورت سے اس کی شادی کر دیں گے، اسی دوران وہ کسی کام سے گھر کی چھت پر چڑھا، اچانک اس کا پاؤں پھسلا اور وہ گرتے ہی مر گیا، دین کا رہا اور نہ ہی عورت ملی، اسی وجہ سے علماء فرماتے ہیں کہ جب یہ بات طے ہے کہ ہدایت پھیری جا سکتی ہے، استقامت اللہ کی مشیت پر موقوف ہوتی ہے، انجام کا پتہ نہیں ہے اور اللہ کا ارادہ معلوم نہیں ہے تو اپنے ایمان، نماز اور نیکی کے دوسرے کاموں پر انسان کو گھمنڈ میں مبتلا نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ تو محض اللہ کا فضل وکرم ہے، یہ بھی تو ممکن ہے کہ وہ اسے سلب کر لے اور انسان ندامت کے گڑھے میں جا گرے جہاں ندامت کوئی فائدہ نہ پہنچا سکے۔

---

[1] اللیل: ۵-۱۰۔

تنبیہ

اس گناہ کو متفقہ طور پر علماء نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اس لیے کہ اس پر جو شدید وعید وارد ہوئی ہے، وہ گذشتہ صفحات میں آپ کے سامنے آ گئی ہے بلکہ اسے اکبر الکبائر بھی قرار دیا گیا ہے چنانچہ ابن ابی حاتم اور بزار نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی علیہ السلام سے کبیرہ گناہوں کے متعلق سوال کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، اللہ کی رحمت سے ناامید ہونا، اور اللہ کی تدبیر سے بے خوف ہونا اور یہ اکبر الکبائر ہے، بعض حضرات کے نزدیک اس روایت کا موقوف یعنی قولِ صحابی ہونا راجح ہے، اور اس کے اکبر الکبائر ہونے کی تصریح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے بھی کی ہے جیسا کہ عبدالرزاق اور طبرانی نے روایت نقل کی ہے۔

یاد رکھئے! مکر کا حقیقی معنی اللہ تعالیٰ کی ذات میں محال اور ناممکن ہے، باقی رہا اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد کہ ''انہوں نے مکر کیا اور اللہ نے بھی ''مکر'' کیا، اور اللہ بہترین ''مکر'' کرنے والا ہے'' ❶ تو اس آیت میں اللہ تعالیٰ کے لیے ''مکر'' کا لفظ ان لوگوں کے مقابلے میں بولا گیا ہے اور مقابلہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے اس لفظ کا اطلاق جائز نہیں ہے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کے مناسب ذکر کیے گئے الفاظ بھی بیان کیے جائیں، بعض لوگوں نے اس کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ وصف مقابلہ کے بغیر بھی آیا ہے، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''کیا وہ لوگ اللہ کے ''مکر'' سے بے خوف ہو گئے'' ❷ علاوہ ازیں لغوی اعتبار سے اللہ تعالیٰ کے لیے اس لفظ کا اطلاق صحیح ہے کیونکہ لغت میں ''مکر'' کا معنی ہوتا ہے چھپانا، چنانچہ ''مکر اللیل'' کا محاورہ اس وقت بولا جاتا ہے کہ رات نے اپنی تاریکی سے سب چیزوں کو ڈھانپ لیا ہو، اس لفظ کا اطلاق حیلہ، دھوکہ اور خباثت پر بھی ہوتا ہے، اسی اعتبار سے بعض لغوی حضرات نے اسے فساد پھیلانے کی سعی قرار دینے سے بھی تعبیر کیا ہے، اور بعض حضرات کا یہ کہنا ہے کہ مکر کا معنی ہے کسی آدمی کو اس کے ارادے سے کسی حیلے کے ذریعے پھیر دینا، یہ آخری صورت قابل تعریف بھی ہو سکتی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ اسے خیر کی طرف پھیرنے کے لیے کوئی حیلہ کرے، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا کہ ''اللہ تعالیٰ بہترین ''مکر'' کرنے والا ہے'' ❸ اور بعض اوقات یہ صورت قابل مذمت بھی ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ وہ اسے برائی کے کام کی طرف پھیر دے، اور اسی پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد محمول ہے کہ ''برا مکر کرنے والوں کا مکر انہی پر الٹ جاتا ہے''۔ ❹

۴۰۔ اللہ کی رحمت سے مایوسی

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اللہ کی رحمت سے صرف وہی لوگ مایوس ہوتے ہیں جو کافر لوگ ہوتے ہیں'' ❺ اسی طرح ارشاد ہے ''اے نبی! صلی اللہ علیہ وسلم، آپ فرما دیجئے کہ اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا، اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو، بیشک اللہ سب گناہوں کو معاف فرما سکتا ہے، بیشک وہ بڑا بخشنے والا بڑا مہربان ہے'' ❻ اسی طرح ارشاد ہے کہ ''میری

❶ آل عمران: ٥٤۔ ❷ الأعراف: ٩٩۔ ❸ آل عمران: ٥٤۔
❹ فاطر: ٤٣۔ ❺ یوسف: ٨٧۔ ❻ الزمر: ٥٣۔

رحمت ہر چیز سے زیادہ وسیع ہے'' [1]

ایک حدیث میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی سو رحمتیں ہیں، ان میں سے ہر رحمت اتنی وسیع ہے کہ زمین و آسمان کو بھر دے۔ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے صرف ایک رحمت تمام جن وانس اور جانوروں کے درمیان اتاری ہے، اسی ایک رحمت کے ذریعے وہ ایک دوسرے پر شفقت اور مہربانی کرتے ہیں، اور اسی کے ذریعے وحشی جانور اور پرندے تک اپنی اولاد پر رحم کرتے ہیں، اور باقی ننانوے رحمتیں اللہ نے اپنے پاس رکھ چھوڑی ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا [2] ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! جب تک تو مجھ سے دعا کرتا رہے گا اور مجھ سے امید رکھے گا، میں تیرے سارے گناہوں کو معاف کرتا رہوں گا اور مجھے کوئی پرواہ نہ ہوگی، اے ابن آدم! اگر تیرے گناہ آسمان کی بلندیوں تک پہنچ جائیں، پھر تو مجھ سے معافی مانگے تو میں تیرے سارے گناہ معاف کر دوں گا، اے ابن آدم! اگر تو زمین بھر کر گناہوں کا ارتکاب کر بیٹھے، پھر تو مجھ سے اس طرح ملاقات کرے کہ میرے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو تو میں زمین بھر کر مغفرت کے ساتھ تجھ سے ملاقات کروں گا۔ [3]

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے ہی سند حسن کے ساتھ مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک نوجوان کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ نزع کی کیفیت میں مبتلا تھا، نبی علیہ السلام نے اس سے اس کی کیفیت پوچھی، وہ کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے اللہ سے امید اور اپنے گناہوں سے ڈر ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے دل میں اس طرح یہ دو چیزیں جمع ہو جائیں اللہ اسے اس کی امید کے مطابق عطا فرما دیتا ہے اور جس چیز سے وہ ڈر رہا ہو، اللہ اسے اس سے محفوظ اور بے خوف کر دیتا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں بتا سکتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سب سے پہلے مؤمنین سے کیا کہے گا اور وہ اس سے کیا کہیں گے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ مؤمنین سے فرمائے گا کیا تمہیں میری ملاقات پسند تھی؟ وہ عرض کریں گے جی پروردگار! اللہ تعالیٰ اس کی وجہ پوچھے گا، وہ عرض کریں گے کہ ہمیں تیری معافی اور بخشش کی امید تھی، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں نے تمہارے لیے اپنی مغفرت کو واجب کر دیا۔ [4]

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اپنے بندے کے اس گمان کے پاس ہوتا ہوں جو وہ میرے متعلق رکھتا ہے اور میں اس کے ساتھ ہی ہوتا ہوں جب وہ مجھے یاد کرتا ہے [5] ابو داؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسن ظن بھی حسن عبادت کا حصہ ہے [6] یہ مضمون ترمذی اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت

---

[1] الأعراف: ١٥٦۔

[2] صحیح بخاری: کتاب الرقاق، باب: (١٩)۔ صحیح مسلم: کتاب التوبة: (١٨)۔

[3] ترمذی: (٣٥٤٠)۔ مسند احمد: ١٧٢/٥۔

[4] مسند احمد: ٢٣٨/٥۔

[5] صحیح بخاری: کتاب التوحید، باب: (١٥)۔ صحیح مسلم: کتاب التوبة: (١)۔

[6] ابو داوٗد: کتاب الادب، باب: (٨١)۔

جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو ان کے وصال سے صرف تین دن قبل یہ فرماتے ہوئے سنا تھا کہ تم میں سے کسی شخص کو جب بھی موت آئے، وہ اللہ کے ساتھ حسن ظن رکھتا ہو ❶ امام احمد، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر بندہ میرے ساتھ اچھا گمان رکھتا ہے تو اس کی مرضی اور اگر برا گمان رکھتا ہے تو اس کی مرضی یعنی اسے وہی ملے گا ❷ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک بندے کو جہنم میں داخل کرنے کا حکم دے دیا، جب وہ جہنم کے کنارے پہنچ کر کھڑا ہوا تو اس نے پیچھے مڑ کر کہا پروردگار! میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں تیرے ساتھ حسن ظن رکھتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اسے واپس لے آؤ، میں اپنے بندے کے گمان کے قریب ہوتا ہوں۔

۴۱-۴۲۔ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی اور اس کی رحمت سے ناامید ہونا

دیلمی اور ابن ماجہ نے اپنی تفسیر میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ بدگمانی اکبر الکبائر ہے ❸ اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور اپنے رب کی رحمت سے گمراہ لوگوں کے علاوہ اور کون ناامید ہوسکتا ہے'' ❹

تنبیہ

ان دونوں کبیرہ گناہوں کو ''اللہ کی رحمت سے مایوس ہونا'' سے الگ شمار کرنے والے جلال بلقینی وغیرہ ہیں، یوں محسوس ہوتا ہے کہ انہوں نے ان تینوں کے درمیان تلازم پر نظر نہیں کی، اسی وجہ سے ابوزرعہ نے ''ایاس'' کا معنی ''ناامیدی'' بیان کی ہے، بظاہر لفظ ''قنوط'' میں ایاس سے زیادہ ناامیدی اور مبالغہ پایا جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے ''اگر انسان کو شر پہنچے تو وہ مایوس اور ناامید ہو جاتا ہے'' ❺ اور اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ بدگمانی میں ان دونوں سے بھی زیادہ مبالغہ ہے کیونکہ بدگمانی کرنے والا انسان اللہ تعالیٰ کے لیے ایسی چیز کو تجویز کرتا ہے جو اس کے کرم وسخاوت کے شایان شان نہیں۔

اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ یہ بات تو اس اجماع کے منافی ہے جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کے استحباب پر منعقد ہو چکا ہے، رہا تندرست آدمی تو اس میں علماء کا اختلاف رائے ہے چنانچہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ انسان پر خوف کا غلبہ ہونا امید کے غالب ہونے سے زیادہ بہتر ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں ان دونوں کے برابر ہونے کو ترجیح دی ہے اور امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر ناامیدی کی بیماری سے اطمینان ہو تو امید بہتر ہے اور اگر تدبیر سے بے خوف ہو تو اس کے لیے خوف زیادہ بہتر ہے، میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہاں دو چیزوں پر گفتگو کی جاسکتی ہے، ان میں سے ایک تو وہ آدمی ہے جس کے لیے رحمت اور عذاب دونوں کا وقوع ممکن ہے، یہی وہ شخص ہے جس کے متعلق فقہاء نے کلام کیا ہے، اب اگر وہ بیمار ہو تو اس کے لیے امید کا پہلو غالب ہونا مستحب ہے، اور اگر وہ تندرست ہو تو اس میں وہی اختلاف رائے ہے جو پیچھے گذرا، اور دوسرا وہ آدمی جو مسلمان ہونے کے باوجود رحمت کی ہر قسم سے مایوس ہو چکا ہو، ہم اسی شخص کے متعلق گفتگو کر رہے ہیں، یہ

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الجنة: (۸۱)۔ ❷ مسند احمد: ۲/۲۵۱۔
❸ فتح الباری: ۱۰/۴۱۱۔ ❹ الحجر: ۵۶۔ ❺ فصلت: ۴۹۔

ناامیدی بالاتفاق کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ ان نصوص قطعیہ کی تکذیب کو مستلزم ہے جن کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں، پھر اس ناامیدی کے ساتھ اس سے بھی زیادہ ایک شدید حالت شامل ہو جاتی ہے اور وہ اس کی یہ پختہ سوچ ہے کہ اللہ کی رحمت اس کی طرف متوجہ نہیں ہوگی، اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس میں انسان کا یہ خیال بھی شامل ہو جاتا ہے کہ اللہ اسے سخت عذاب دے گا، بدگمانی سے یہاں ہماری مراد یہی ہے۔

۴۳۔ دنیا کی خاطر علم حاصل کرنا

امام ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ایسا علم "جس سے اللہ کی رضا حاصل کی جا سکتی ہو" صرف اس مقصد کے لیے حاصل کرے کہ دنیاوی ساز و سامان حاصل کر سکے، وہ قیامت کے دن جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا [1] اور ریا کاری کی بحث میں یہ حدیث گذر چکی ہے کہ تین آدمیوں کو ریا کاری کی وجہ سے جہنم میں ڈال دیا جائے گا، ان میں سے ایک عالم بھی ہوگا، ترمذی، ابن ابی الدنیا، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس لیے علم حاصل کرے کہ علماء سے مناظرہ کرے گا یا بیوقوف لوگوں سے جھگڑا کرے گا یا اس کے ذریعے لوگوں کے رخ اپنی طرف پھیرے گا، اللہ اسے جہنم میں داخل کرے گا [2] یہی مضمون ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

ایک منقطع سند سے مروی ہے کہ جو شخص غیر اللہ کے لیے علم حاصل کرے یا اس سے غیر اللہ کا ارادہ کرے، اسے چاہئے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، ابن ماجہ نے مضبوط راویوں پر مشتمل ایک سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب میری امت کے کچھ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں گے، قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس اس لیے جاتے ہیں کہ ان کی دنیا میں اپنا حصہ وصول کرلیں اور اپنا دین ان سے بچالیں، حالانکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے قتاد [3] سے کانٹوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہوسکتا، امام ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کلام کا ہیر پھیر اس لیے سیکھے تاکہ لوگوں کے دل اس کے ذریعے قابو کرسکے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے اس کا کوئی نفل اور فرض قبول نہیں کرے گا۔ [4]

عبدالرزاق نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے موقوفاً نقل کیا ہے کہ اس وقت تمہاری کیا کیفیت ہوگی جب تم پر ایسی آزمائش آجائے گی جس میں بچے بڑے ہو جائیں گے اور بڑے بوڑھے ہو جائیں گے، اور اسے سنت بنالیا جائے اس طرح کہ اگر کسی دن کوئی تبدیلی ہو جائے تو لوگ اس پر تعجب کا اظہار کرنے لگیں، لوگوں نے پوچھا یہ کب ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تمہارے امانت دار کم ہو جائیں، مالداروں کی کثرت ہو جائے، فقہاء کم ہو جائیں اور قراء کی کثرت ہو جائے، غیر اللہ کے لیے فقہ حاصل کی جانے لگے اور آخرت والے اعمال سے دنیا کا حصول کیا جانے لگے، یہی مضمون حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے۔

---

[1] ابو داوُد: کتاب العلم، باب: ۱۲۔ مسند احمد: ۳۳۸/۲۔

[2] ترمذی: کتاب العلم، باب: ٦۔

[3] قتاد ایک درخت ہے جس کے کانٹے سوئی کی طرح ہوتے ہیں۔

[4] ابو داوُد: کتاب الادب، باب: ۸٦۔

12
12

تنبیہ

ریا کاری ''جس کا تذکرہ اس سے پہلے ہو چکا ہے'' بہت سے متاخرین نے ''دنیا کی خاطر علم حاصل کرنے'' کو اس سے الگ شمار کیا ہے، غالباً ان کی نظر اس سے متعلق وارد ہونے والی شدید وعید کی طرف گئی ہے اسی لیے انہوں نے اسے ریا کاری سے جدا کر لیا ہے اور اس بات پر نظر نہیں کی کہ یہ صورت اسے اور دوسری بہت سی صورتوں کو شامل ہے۔

۴۴۔ علم کو چھپانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بیشک وہ لوگ جو ہماری نازل کردہ واضح نشانیوں اور ہدایت کی باتوں کو ''بعد اس کے کہ ہم انہیں لوگوں کے سامنے کتاب میں واضح کر چکے'' چھپاتے ہیں تو یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی ان پر لعنت کرتے ہیں'' ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ یہ آیت یہود ونصاریٰ کے متعلق نازل ہوئی ہے، بعض نے صرف یہودیوں کا نام لیا ہے کیونکہ وہ تورات میں بیان کردہ اوصاف نبی علیہ السلام سے چھپاتے تھے، اور بعض حضرات نے اس آیت کو اس کے عموم پر رکھا ہے اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، کسی مخصوص سبب اور شان نزول کا نہیں، اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ کسی حکم کو وصف مناسب پر مرتب کرنا اس کے علت ہونے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور کتمان دین ایک ایسا کام ہے جو لعنت کا واقعی مستحق ہے لہذا جب وصف عام ہے تو حکم بھی عام ہوگا، اور اس عموم کی تصریح بھی صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی ایک جماعت نے کی ہے جن میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بھی شامل ہیں، کہ وہ اس آیت سے اس بات پر استدلال کرتی ہیں کہ نبی علیہ السلام نے اپنے اوپر نازل ہونے والی وحی میں سے کچھ بھی نہیں چھپایا، اسی طرح حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ اس آیت سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر یہ اور اس جیسی آیات نہ ہوتیں تو وہ کبھی بھی کثرت کے ساتھ احادیث بیان نہ کرتے، اور ''کتم'' کا لفظی معنی یہ ہے کہ ایسی چیز کا اظہار نہ کرنا جسے ظاہر کرنے کی ضرورت ہو اور اس کی نظیر یہ آیت ہے ''بیشک وہ لوگ جو کتاب میں نازل کردہ احکام الٰہی کو چھپاتے ہیں اور اس کے بدلے تھوڑی سی قیمت خرید لیتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جو اپنے پیٹوں میں صرف جہنم کی آگ بھر رہے ہیں...... '' ❷ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''اس وقت کو یاد کیجئے جب اللہ نے اہل کتاب سے یہ معاہدہ کیا کہ تم لوگوں کے سامنے بیان کرو گے اور کچھ نہ چھپاؤ گے...... '' ❸

یہ دونوں آیتیں بھی اگرچہ یہودیوں کے متعلق ہی نازل ہوئی ہیں کیونکہ وہ نبی علیہ السلام کے اوصاف کو چھپایا کرتے تھے لیکن یہاں بھی الفاظ کے عموم کا اعتبار ہے جیسا کہ گذر چکا، ''بینات'' سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام پر نازل ہونے والی وحی اور کتابیں ہیں، ''ھدیٰ'' سے مراد نقلی اور عقلی دلائل ہیں، بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ یہ آیت اس بات کی دلیل ہے کہ جس شخص کو اصول دین عقلی دلائل کے ساتھ ان لوگوں کے سامنے بیان کرنے کی صلاحیت حاصل ہو جنہیں اس کی ضرورت ہو، پھر وہ انہیں چھوڑ دے یا ضرورت کے باوجود وہ احکام شریعت میں سے کسی چیز کو چھپائے، تو اسے بھی یہ وعید شامل ہے، اور ''لعنت'' کا لغوی معنی دوری

---

❶ البقرة: ۱۵۹۔ ❷ البقرة: ۱۷۴ - ۱۷۵۔ ❸ آل عمران: ۱۸۷۔

ہے اور شریعت کی نظر میں اس کا معنی ہے اللہ کی رحمت سے دوری، ''لاعنون'' سے مراد زمین کے چوپائے اور کیڑے مکوڑے ہیں، زجاج نے اس سے ملائکہ اور مؤمنین مراد لیے ہیں، اور حسن بصری نے سارے بندے مراد لیے ہیں، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ کتمان علم بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہے اس لیے کہ اس پر اللہ تعالیٰ نے لعنت کا حکم متوجہ کیا ہے، اس سلسلے کی بہت سی احادیث کتابوں میں منقول ہیں۔

چنانچہ ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابوھریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص سے کسی علم کی بات کو پوچھا گیا جسے وہ جانتا تھا لیکن اس نے اسے چھپایا، تو اس کے منہ میں قیامت کے دن آگ کی لگام ڈالی جائے گی [1] یہ مضمون ابو یعلی نے بھی نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جو شخص بغیر علم کے قرآن کے متعلق کوئی بات کرتا ہے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے منہ میں آگ کی لگام پڑی ہوئی ہوگی، یہ مضمون دیگر کتب حدیث میں بھی موجود ہے، ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اس امت کے پچھلے لوگ پہلوں پر لعنت کرنے لگیں اس وقت جو شخص کوئی حدیث چھپائے گا، اس نے اللہ کے نازل کردہ حکم کو چھپایا [2] اور طبرانی رحمہ اللہ نے ابن ابی لہیعہ کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کی مثال جو علم حاصل کرے اور اسے آگے بیان نہ کرے، اس خزانے کی سی ہے جسے جمع کر کے اس میں سے کچھ خرچ نہ کیا جائے، اور طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ علم کے معاملے میں خیر خواہی کا رویہ اختیار کرو، کیونکہ اپنے علم میں خیانت کرنے سے زیادہ سخت ہے اور اللہ تعالیٰ تم سے پوچھ گچھ کرنے والا ہے۔

معجم کبیر میں طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے خطبہ ارشاد فرمایا اور مسلمانوں کے کئی گروہوں کی تعریف فرمائی، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ ان لوگوں کا کیا مسئلہ ہے جو اپنے پڑوسیوں کو دین کی بات سمجھائیں اور نہ سکھائیں، انہیں نیکی کا حکم دیں اور نہ ہی برائی سے روکیں، اور ان لوگوں کا کیا مسئلہ ہے جو اپنے پڑوسیوں سے دین کی بات سمجھیں اور نہ سیکھیں، اور نہ ہی نصیحت حاصل کریں، بخدا لوگ اپنے پڑوسیوں کو دین کی تعلیم دیں، انہیں سمجھائیں، انہیں نصیحت کریں اور اچھی باتوں کا حکم دیں، اور لوگ اپنے پڑوسیوں سے دین کی تعلیم اور سمجھ بوجھ حاصل کریں اور نصیحت حاصل کریں ورنہ میں انہیں بہت جلد سزا دوں گا، پھر نبی علیہ السلام منبر سے نیچے اتر آئے، لوگ اس موضوع پر آپس میں بات کرنے لگے کہ نبی علیہ السلام نے ان سے کن لوگوں کو مراد لیا ہے؟ بعض لوگوں نے اشعریین کو اس فرمان کی مراد قرار دیا، اور کہنے لگے کہ وہ فقیہ لوگ ہیں، اور ان کے پڑوسی سخت گیر دیہاتی لوگ ہیں، یہ بات اشعریین تک پہنچی تو وہ لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے یارسول اللہ! آپ نے ہمارا تذکرہ خیر کے ساتھ بھی فرمایا اور شر کے ساتھ بھی، ہمارا کیا بنے گا؟ نبی علیہ السلام نے وہی بات دوبارہ ارشاد فرمائی، وہ کہنے لگے یارسول اللہ! کیا آپ ہمارے علاوہ کسی اور کو نصیحت کرنا چاہتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے پھر وہی بات فرمائی، تین مرتبہ یہی تکرار ہونے کے بعد وہ لوگ کہنے لگے کہ ہمیں ایک سال کی مہلت دے دیجئے، چنانچہ نبی علیہ السلام

---

1. ابو داؤد: کتاب العلم، باب: ۹، ترمذی: کتاب العلم، باب: ۳۔ ابن ماجہ: مقدمہ، باب: ۲۴۔ مسند احمد: ۳۱/۱۔
2. ابن ماجہ: مقدمہ، باب: ۲۴۔

نے انہیں تعلیم وتعلم کے لیے ایک سال کی مہلت دے دی، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''بنی اسرائیل کے ان لوگوں پر جو کافر ہو گئے، داؤد اور عیسیٰ بن مریم کی زبانی ان پر لعنت کی گئی، جس کی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے تجاوز کرنے والے لوگ تھے'' ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح متعدد متاخرین نے کی ہے، غالباً انہوں نے اس سلسلے کی ان وعیدوں پر نظر کی ہے جو ابھی مذکور ہوئیں، لیکن یہ حکم علی الاطلاق صحیح نہیں ہے، کیونکہ بعض اوقات علم کو چھپانا ضروری ہوتا ہے اور بعض اوقات ظاہر کرنا، اسی طرح کبھی مستحب بھی ہوتا ہے چنانچہ جہاں ''طالب'' کی عقل بات سمجھنے کی متحمل نہ ہو اور اسے وہ بات بتانے سے فتنے کا اندیشہ ہو اس سے اس بات کو چھپانا واجب ہے، بصورت دیگر اسے بیان کرنا ضروری ہے اور جب تک وہ کسی ممنوع کام کا سبب نہ بنے اس وقت تک وہ مستحب رہتا ہے۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تعلیم وسیلہ ہے علم کا، لہذا واجب میں واجب، فرض عین میں فرض عین اور فرض کفایہ میں فرض کفایہ، مستحب میں مستحب اور حرام میں حرام ہوگی، چنانچہ بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ کافر کو قرآن کریم کی تعلیم دینا جائز نہیں ہے اور نہ ہی کوئی علم سکھانا، یہاں تک کہ وہ مسلمان ہو جائے، اسی طرح بدعتی آدمی کو تعلیم دینا تا کہ وہ جھگڑے، کسی حجت باز آدمی کو تعلیم دینا کہ اہل حق سے حجت بازی کرے، کسی فریق کو اس کے مدمقابل کے خلاف کوئی ایسا راستہ سمجھانا جس سے وہ اس کا مال ہتھیا سکے، بادشاہ کو ایسی تاویلات سکھانا جس سے وہ رعایا کو نقصان پہنچا سکے، بیوقوف لوگوں میں رخصت کی باتیں بیان کرنا کہ وہ گناہ کے کاموں اور واجبات کے ترک میں اسے اپنا راستہ بنالیں جائز نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا حکمت کی بات اس شخص سے مت روکو جو اس کا اہل ہو کہ یہ ان پر ظلم ہے، اور کسی نا اہل کے سامنے مت بیان کرو کہ یہ ان پر ظلم ہے، نیز ارشاد ہے کہ خنزیروں کی گردنوں میں موتی نہ لٹکاؤ، مطلب یہ ہے کہ نا اہل آدمی کو فقہ کی تعلیم نہ دو۔

یہ احکام جو کافر کے حوالے سے بیان ہوئے، ہمارے قواعد کے مطابق صحت سے بہت دور ہیں کیونکہ اس کے اسلام کی امید تو کی جاسکتی ہے اس لیے اسے قرآن کریم کی تعلیم دینا جائز ہے، نیز دوسرے علوم کا بھی یہی حکم ہے، باقی جن دو حدیثوں کا تذکرہ ہوا، اس مضمون کی روایت سنن ابن ماجہ میں بھی ہے کہ حصول علم ہر مسلمان پر فرض ہے، اور علم کی بات کسی نا اہل کو بتانے والا ایسے ہے جیسے خنزیروں کی گردن میں جواہرات، موتی اور سونا لٹکانے والا۔ ❷

۴۵۔ علم پر عمل نہ کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام یہ دعا مانگا کرتے تھے اے اللہ! میں ایسے علم سے جو نفع بخش نہ ہو، ایسے دل سے جس میں خشوع نہ ہو، ایسے نفس سے جو سیراب نہ ہو، اور ایسی دعا سے جو قبول نہ ہو، آپ کی پناہ میں آتا ہوں ❸

---

❶ المائدۃ: ۷۸۔ ❷ ابن ماجہ: مقدمہ، باب: ۱۷۔

❸ صحیح مسلم: کتاب الذکر: (۷۳)۔ ابو داؤد: کتاب الوتر، باب: (۳۲)۔ ترمذی: کتاب الدعوات، باب: (۶۸)۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم پھینک دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ انہیں لے کر ایسے گھومے گا جیسے گدھا اپنی چکی کے گرد گھومتا ہے، یہ دیکھ کر سب اہل جہنم اکٹھے ہو کر اس کے پاس آئیں گے اور اس سے کہیں گے کہ اے فلاں! یہ تیرے ساتھ کیا ہوا؟ کیا تو وہی نہیں ہے جو نیکی کا ہمیں حکم دیتا تھا اور برائی سے ہمیں روکتا تھا؟ وہ جواب دے گا کہ میں تمہیں تو نیکی کا حکم دیتا تھا لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا اور تمہیں تو برائی سے روکتا تھا لیکن خود اس سے نہیں رکتا تھا۔ ❶

طبرانی اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم کے وہ فرشتے جنہیں ''زبانیہ'' کہا جاتا ہے، بت پرستوں سے زیادہ تیزی کے ساتھ فاسق قراء کی طرف لپکیں گے، وہ کہیں گے کہ بت پرستوں کو چھوڑ کر آغاز ہم سے کیا جا رہا ہے؟ اس پر انہیں جواب دیا جائے گا کہ جاننے والا نہ جاننے والے کی طرح نہیں ہوتا، امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کا قرآن پر ایمان نہیں ہے جو اس کی حرام کردہ چیزوں کو حلال سمجھے ❷ نیز ترمذی ہی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن کوئی انسان اس وقت تک اپنے قدم آگے نہیں بڑھا سکے گا جب تک اس سے یہ نہ پوچھ لیا جائے کہ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں خرچ کی؟ اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے جسم کو کن کاموں میں لگائے رکھا؟ ❸ طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جنت میں سے کچھ لوگ اہل جہنم کے پاس جا کر ان سے پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیوں داخل ہوئے؟ بخدا ہم تو جنت میں انہی باتوں کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں جو ہم نے تم سے سیکھی تھی؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم صرف کہتے تھے، عمل نہیں کرتے تھے، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حسن کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ہر انسان جو بھی خطبہ دیتا ہے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے یہ ضرور پوچھے گا کہ اس سے اس کا مقصد کیا تھا؟ جعفر کہتے ہیں کہ مالک بن دینار جب بھی یہ حدیث بیان کرتے تھے تو وہ رو پڑتے تھے اور جب طبیعت سنبھلتی تو فرماتے کہ تم یہ سمجھتے ہو کہ تم سے کلام کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی ہو جاتی ہیں، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ اس سے میرا مقصد کیا تھا؟

بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ! سب سے بدترین آدمی کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! معاف فرما، خیر کے متعلق پوچھا کرو، شر کے متعلق نہ پوچھا کرو، لوگوں میں سب سے بدترین لوگ بدترین علماء ہیں، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کی مثال ''جو لوگوں کو خیر کی باتوں کی تعلیم دیتا ہے اور اپنے آپ کو بھلا دیتا ہے'' چراغ کی سی ہے جو لوگوں کے لیے روشنی پیدا کرتا ہے اور اپنے آپ کو جلا دیتا ہے اور ایک ضعیف سند سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ ہر علم انسان کے لیے وبال کا سبب ہے سوائے اس شخص کے جو اس پر عمل کرے، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب اس عالم کو ہو گا جسے اس کے علم سے فائدہ نہ پہنچا ہو، بزار اور طبرانی نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے مجھے شرائع اسلام کی تعلیم دینے کے لیے

---

❶ صحیح بخاری: کتاب بدء الخلق، باب: (۱)۔ صحیح مسلم: کتاب الزهد: (۵۱)۔ مسند احمد: ۵/۲۰۵۔

❷ ترمذی: کتاب ثواب القرآن، باب: (۲۰)۔ ❸ ترمذی: القیمة، باب: (۱)۔

بنو قیس کے ایک قبیلے کی طرف بھیجا، وہاں پہنچ کر پتہ چلا کہ وہ تو وحشی اونٹوں جیسی ایک قوم ہے جن کی آنکھیں اوپر کو اٹھی ہوتی ہیں، انہیں اونٹ بکری کے علاوہ کوئی غم نہ تھا، چنانچہ کچھ عرصے بعد میں واپس نبی علیہ السلام کی خدمت میں روانہ ہوگیا، نبی علیہ السلام نے مجھ سے کارگذاری پوچھی، میں نے سارا واقعہ اور قوم کی غفلت کے متعلق بتایا، نبی علیہ السلام نے فرمایا عمار! کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ تعجب کی بات نہ بتاؤں؟ وہ لوگ جو ایسی باتیں جانتے ہیں جو اس قوم کے لوگ نہیں جانتے، پھر ان کی طرح غفلت میں پڑ جاتے ہیں۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے اپنی امت کے متعلق کسی مؤمن یا مشرک سے اندیشہ نہیں ہے، مؤمن کی حفاظت تو اس کا ایمان کرلے گا، باقی رہا مشرک تو اس کا کفر اس کا قلع قمع کردے گا، لیکن مجھے تمہارے متعلق زبان دان منافقوں سے اندیشہ ہے، جو وہ بات کہے گا جسے تم بھی نیکی سمجھتے ہو اور وہ کرے گا جسے تم ناپسند کرتے ہو، امام احمد رحمہ اللہ اور بیہقی رحمہ اللہ نے منصور بن زاذان سے نقل کیا ہے کہ مجھے بتایا گیا ہے جہنم میں ایک آدمی کو ڈالا جائے گا، اس کی بدبو سے جہنمی بھی پریشان ہو جائیں گے، لوگ اس سے کہیں گے ارے کم بخت! جس پریشانی اور مصیبت میں ہم مبتلا ہیں تو کون سا عمل کرتا تھا جو تجھے ہماری سزا کافی نہ ہوئی کہ ہمیں تیری وجہ سے اور تیری بدبو کی وجہ سے اذیت میں مبتلا ہونا پڑا؟ وہ جواب دے گا کہ میں عالم تھا اور اپنے علم سے خود ہی فائدہ نہیں اٹھاتا تھا۔ [1]

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث سے نمایاں ہو جاتا ہے جو اس حوالے سے ابھی گذری ہیں جن میں سخت وعیدیں بھی ذکر کی گئی ہیں، اگر آپ یہ اعتراض کریں کہ ان احادیث میں یہ شدت ترک واجبات یا محرمات کے ارتکاب کی وجہ سے ہے، محض علم پر عمل نہ کرنے کی وجہ سے نہیں ہے، گوکہ مندوبات اور مکروہات میں ہی ہو، اب اگر اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح تسلیم بھی کرلی جائے تب بھی اسے ترک نماز وغیرہ سے الگ کبیرہ شمار کرنا صحیح نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جان بوجھ کر گناہ کرنا ناواقفی میں گناہ کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے، اس کی نظیر یہ ہے کہ حرم مکہ میں گناہ کا ارتکاب ''مکہ مکرمہ کی حرمت کی وجہ سے'' زیادہ بڑا گناہ ہے، گوکہ وہ گناہ صغیرہ ہی ہو، اسی طرح اگر کوئی عالم کسی صغیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اسے جو معارف وعلوم حاصل ہیں، ان کی نسبت سے یہ زیادہ بڑا گناہ ہے۔

۴۶۔حق یا ضرورت کے بغیر اپنے علم وغیرہ کے متعلق فخریہ دعویٰ کرنا

طبرانی نے معجم اوسط میں اور بزار نے اپنی مسند میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسلام غالب آجائے گا، تاجروں کا تجارت کے سلسلے میں سمندری سفر بڑھ جائے گا اور گھوڑے اللہ کے راستے میں گھس پڑیں گے، پھر ایک قوم ظاہر ہوگی، وہ لوگ قرآن پڑھتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ہم میں سب سے بڑا قاری کون ہے؟ سب سے بڑا عالم کون ہے؟

---

[1] مسند احمد: ۳۷۵/۱۔

سب سے بڑا فقیہہ کون ہے؟ پھر اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا ان لوگوں میں کوئی خیر ہو سکتی ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی کو زیادہ علم ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ تم ہی میں سے (تمہاری نسل میں سے) ہوں گے اور یہی لوگ جہنم کا ایندھن ہوں گے، اسی طرح طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ میں کھڑے ہوئے اور تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! کیا میں نے تیرا پیغام پہنچا دیا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''جو آہ وزاری کر رہے تھے'' کھڑے ہو کر کہنے لگے بخدا جی ہاں! آپ نے ترغیب بھی دی، محنت بھی کی اور خیر خواہی بھی فرمائی، اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا ایمان ضرور غالب آئے گا حتی کہ کفر اپنے ٹھکانوں کی طرف لوٹ جائے گا اور سمندروں میں اسلام گھس جائے گا، پھر ایک زمانہ لوگوں پر ایسا ضرور آئے گا جس میں وہ قرآن سیکھیں اور پڑھیں گے اور یوں کہیں گے کہ ہم نے تو قرآن پڑھ رکھا ہے اور اس کا علم ہمارے پاس ہے، ہم سے بہتر کون ہو سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا ان لوگوں میں کوئی خیر ہو سکتی ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ فرمایا وہ تم ہی میں سے ہوں گے اور وہ جہنم کا ایندھن ہوں گے، اور طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں عالم ہوں تو وہ جاہل ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو مذکورہ قیود کے ساتھ کبائر میں شمار کرنے کی بنیاد وہ احادیث ہیں جن سے اس کا کبیرہ ہونا واضح ہو جاتا ہے اور یہ بعید از قیاس بھی نہیں کیونکہ جب علماء نے شلوار کو ٹخنوں سے نیچے لٹکانے کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے تو اسے بطریق اولی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا جا سکتا ہے کیونکہ یہ زیادہ قبیح اور فحش ہے، اور ''حق یا ضرورت کے بغیر'' کی قید میں نے اس لیے لگائی ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے شہر میں داخل ہو جہاں کے لوگ اس کے علم ومعرفت سے واقف نہ ہوں، اسے قصداً ان کے سامنے اس بات کو ذکر کرنے کی اجازت ہے، تاکہ لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں، اسی کی نظیر حضرت یوسف علیہ السلام کا یہ فرمان ہے ''مجھے زمین کے خزانوں کا نگران مقرر کر دیجیے، بیشک میں حفاظت کرنے والا اور جاننے والا ہوں'' ❶ اسی طرح اگر کوئی معاند یا جاہل اس کے علم کا انکار کرتا ہو تو اسے بھی اپنے علم کا ذکر کرنے کی اجازت ہے۔

۴۷۔ علماء کی تحقیر اور بے ادبی

طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن کی تحقیر کوئی منافق ہی کر سکتا ہے، اسلام میں سفید بالوں والا آدمی، علم رکھنے والا، اور انصاف پسند حکمران، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے بڑوں کی عزت نہ کرے، ہمارے چھوٹوں پر شفقت نہ کرے اور ہمارے علماء کا حق نہ پہچانے ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ علم حاصل کرو، اور علم کے لیے سکینہ اور وقار حاصل کرو، اور جن سے یہ چیزیں حاصل کرو ان کے سامنے عاجزی اختیار کیا کرو، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام یہ دعاء فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! مجھے ایسا زمانہ نہ ملے جس

❶ یوسف: ۵۵۔ ❷ مسند احمد: ۵/۳۲۳۔

میں علم والے کی اتباع نہ کی جائے گی، بردبار اور حلیم آدمی کی حیاء نہ رہے گی، ان کے دل عجمیوں جیسے ہوں گے اور ان کی زبانیں عربوں جیسی ہوں گی [1] اور سند صحیح سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ برکت تمہارے بڑوں کے ساتھ ہے۔

تنبیہ

پہلی اور بعد میں ذکر کی جانے والی احادیث سے اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی دلیل حاصل ہوتی ہے اور گو کہ علماء نے کبائر میں اس کا تذکرہ نہیں کیا ہے لیکن یہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے کیونکہ جب علماء اور غیر علماء میں غیبت کے حوالے سے فرق موجود ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا تو یہاں بھی یہ فرق ملحوظ خاطر رکھنا ضروری ہوگا اور عنقریب اولیاء کرام کی ایذاء رسانی کا تذکرہ بھی آئے گا جو کہ اس باب میں صریح دلیل ہے کیونکہ اولیاء کرام بھی حقیقت میں باعمل علماء ہی ہوتے ہیں۔

خاتمہ: علم سے متعلق صحیح اور حسن درجے کی احادیث کا بیان

نبی اکرم ﷺ کے بہت سے ارشادات اس حوالے سے موجود ہیں مثلاً جس شخص کے ساتھ اللہ تعالیٰ خیر کا ارادہ فرما لیتا ہے، اسے دین کی سمجھ بوجھ عطا کر دیتا ہے، ایک حدیث میں یہ اضافہ ہے کہ اسے ہدایت کی باتوں کا الہام فرماتا ہے، نیز یہ کہ افضل ترین عبادت فقہ ہے، اور افضل ترین دین تقویٰ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ علم کی فضیلت عبادت سے زیادہ ہے، اور تمہارا سب سے بہترین دین تقویٰ ہے، اور جو شخص حصول علم کے سلسلے میں کسی راستے پر چل پڑتا ہے، اللہ اس کی برکت سے اس کے لیے جنت کا راستہ آسان کر دیتا ہے، فرشتے طالب علم کے اس عمل پر خوش ہو کر اس کے لیے اپنے پر زمین پر بچھا دیتے ہیں، عالم کے لیے زمین و آسمان کی تمام مخلوقات حتیٰ کہ سمندر کی مچھلیاں بھی استغفار کرتی ہیں، عالم کی فضیلت عابد پر ایسے ہی ہے جیسے چاند کو تمام ستاروں پر فضیلت حاصل ہے، علماء کرام انبیاء علیہم السلام کے ورثہ ہیں، اور انبیاء کرام درہم و دینار کی وراثت نہیں چھوڑتے، وہ تو علم کی وراثت چھوڑتے ہیں، سو جو شخص علم حاصل کر لیتا ہے وہ اس وراثت کا بڑا حصہ حاصل کر لیتا ہے۔

ایک مرتبہ حضرت صفوان بن عسال رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے عرض کیا یا رسول اللہ! میں حصول علم کے لیے حاضر ہوا ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا حصول علم کے لیے آنے والے کو خوش آمدید! طالب علم کو فرشتے اپنے پروں سے ڈھانپ لیتے ہیں، پھر وہ ایک دوسرے پر چڑھے جاتے ہیں حتیٰ کہ آسمان دنیا پر پہنچ جاتے ہیں اور یہ طالب علم سے ان کی محبت کا اظہار ہوتا ہے نیز یہ فرمان کہ اے ابو ذر! صبح کے وقت تم کتاب اللہ کی کوئی آیت سیکھ لو، یہ تمہارے حق میں سو رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے اور یہ کہ صبح کے وقت تم علم کا کوئی باب حاصل کر لو' چاہے اس پر عمل ہو یا نہ ہو' وہ تمہارے حق میں ایک ہزار رکعت نماز پڑھنے سے بہتر ہے، دنیا ملعون ہے اور اس میں موجود تمام چیزیں بھی ملعون ہیں سوائے اللہ کے ذکر یا جو اس کے قریب ہو اور عالم اور متعلم نیز یہ فرمان کہ مؤمن کو اس کے مرنے کے بعد جو نیکیاں پہنچ سکتی ہیں، ان میں سے وہ علم ہے جو اس نے پھیلایا ہو، یا وہ نیک اولاد جو اس نے اپنے پیچھے چھوڑی ہو، یا وہ قرآن کریم کا نسخہ جو اس نے وراثت میں چھوڑا ہو، یا وہ مسجد جو اس نے تعمیر کروائی ہو، یا وہ

---

[1] مسند احمد: ۵/ ۳۴۰۔

مسافر خانہ جو اس نے بنوایا ہو، یا وہ نہر جو اس نے جاری کروائی ہو، یا وہ مال جو اس نے اپنی صحت اور زندگی میں صدقہ کیا ہو اور وہ اسے اس کی موت کے بعد مل جائے۔

نیز یہ فرمان کہ انسان اپنے پیچھے جو چیزیں چھوڑ کر جاتا ہے ان میں سب سے بہترین چیزیں تین ہیں، وہ نیک اولاد جو اس کے لیے دعا کرے، وہ صدقہ جاریہ جس کا ثواب کرنے والے کو ملتا رہے، اور وہ علم جس پر اس کے پیچھے عمل کیا جاتا رہے، نیز یہ فرمان کہ اس امت کے علماء دو قسم کے لوگ ہیں، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے علم عطا کیا ہو، وہ اسے لوگوں پر خرچ کرتا ہو، اس پر کوئی لالچ رکھے اور نہ ہی اس کے بدلے کوئی قیمت خریدے، یہ تو وہ شخص ہے جس کے لیے سمندر کی مچھلیاں، خشکی کے جانور اور فضا کے پرندے بھی استغفار کرتے ہیں، اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے علم عطا کیا ہو اور وہ اسے اللہ کے بندوں کے سامنے بیان کرنے میں کنجوسی کرے اس پر لالچ رکھتا ہو اور اس کے بدلے میں کوئی قیمت وصول کرتا ہو، یہ وہ آدمی ہے قیامت کے دن جس کے منہ میں آگ کی لگام ڈالی جائے گی اور ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ یہ وہ شخص ہے جسے اللہ نے علم عطا فرمایا تھا، اس نے اس میں کنجوسی کی، اس پر لالچ کی بنیاد رکھی، اور قیمت وصول کی، یہ اعلان اس وقت تک ہوتا رہے گا جب تک حساب کتاب ختم نہ ہو جائے گا، نیز یہ فرمان کہ عالم کی عابد پر فضیلت ایسے ہی ہے جیسے میری فضیلت تم میں سے کسی ادنی آدمی پر، نیز یہ فرمان کہ اللہ تعالی، اس کے فرشتے، اور زمین و آسمان کی تمام مخلوقات حتی کہ چیونٹیاں اپنے بلوں میں، اور مچھلیاں پانی میں لوگوں کو خیر کی تعلیم دینے والے پر درود پڑھتے ہیں یعنی اس کے حق میں خیر و برکت کا سبب بنتے ہیں، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن علماء سے فرمائے گا کہ میں نے تمہارے اندر اپنا علم اور حلم صرف اس لیے رکھا تھا کہ میں تمہارے گناہوں کو معاف کرنا چاہتا تھا اور مجھے کوئی پرواہ نہیں ہے۔

نیز یہ فرمان کہ اصل علم تو دو طرح کا ہی ہے، ایک وہ جو دل میں ہو، یہ علم نفع بخش ہے اور دوسرا وہ جو زبان پر ہو، وہ ابن آدم پر اللہ کی طرف سے حجت ہے، نیز یہ فرمان کہ جو شخص مسجد کی طرف روانہ ہو اور اس کا مقصد صرف اور صرف خیر کی تعلیم حاصل کرنا یا دینا ہو، اسے اس حاجی کے برابر اجر و ثواب ملے گا جس کا حج مکمل ہوا ہو، نیز یہ فرمان کہ جو شخص حصول علم کے لیے نکلے وہ اللہ کے راستے میں ہوتا ہے یہاں تک کہ واپس لوٹ آئے، نیز یہ فرمان کہ جو شخص حصول علم کے لیے روانہ ہو اور اس کا مقصد صرف اللہ کی رضا مندی ہو، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت تک ایک دروازہ کھول دیتا ہے، فرشتے اس کے لیے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور آسمانوں کے فرشتے اور سمندر کی مچھلیاں اس کے حق میں دعا کرتی ہیں، بیہقی نے وراثتِ انبیاء کی حدیث میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ کسی عالم کی موت ایک ایسی مصیبت ہے جس کی تلافی نہیں ہو سکتی، ایسا سوراخ ہے جو کبھی پر نہیں ہو سکتا، وہ ایک ستارہ تھا جو بجھ گیا، نیز یہ فرمان کہ پورے قبیلے کا مر جانا ایک عالم کے مر جانے سے ہلکا ہے، نیز یہ فرمان کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو تر و تازگی عطا فرمائے جو میری باتیں سنے، انہیں یاد کرے، پھر انہیں اسی طرح آگے پہنچا دے جیسے سنا تھا، کیونکہ بہت سے لوگ جو فقہ کی بات اٹھائے ہوتے ہیں، وہ اپنے سے زیادہ سمجھدار تک بات پہنچا دیتے ہیں، نیز یہ فرمان کہ تین چیزیں ایسی ہیں جن میں مسلمان کا دل خیانت نہیں کر سکتا اللہ کے لیے اخلاص کے ساتھ عمل کرنا، حکمرانوں کی خیر خواہی، اور اجتماعیت کے ساتھ چمٹے رہنا کیونکہ ان کی دعائیں ضائع نہیں ہوتیں، نیز یہ فرمان کہ جس شخص کی نیت دنیا ہی ہو، اللہ تعالیٰ اس شخص کے معاملات کو متفرق کر دے گا،

اس کا فقر و فاقہ اس کی آنکھوں کے سامنے نمایاں کر دے گا اور دنیا سے بھی اسے وہی ملے گا جو اس کے لیے لکھ دیا گیا ہوگا، اور جس شخص کی نیت ہی آخرت ہو، اللہ تعالیٰ اس کے معاملات کو جمع کر دے گا اور اس کے دل کو غنا سے بھرپور کر دے گا اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہو کر آئے گی، نیز یہ فرمان کہ نیکی کی طرف رہنمائی کرنے والا نیکی کرنے والے ہی کی طرح ہے۔

۴۸ تا ۴۹۔ اللہ تعالیٰ یا نبی علیہ السلام کی طرف جان بوجھ کر جھوٹی نسبت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''قیامت کے دن آپ ان لوگوں کو ''جنہوں نے اللہ کی طرف جھوٹی نسبت کی'' دیکھیں گے کہ ان کے چہرے سیاہ پڑ چکے ہیں'' (1) حسن کہتے ہیں یہ وہ لوگ ہوں گے جو کہتے ہیں ہم چاہیں تو کریں اور چاہیں تو نہ کریں، شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے، اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے (2) یہ حدیث اتنی زیادہ مختلف اسناد سے مروی ہے جو تواتر کی حد تک پہنچ چکی ہیں، مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص میرے حوالے سے کوئی حدیث بیان کرے، اسے معلوم بھی ہو کہ وہ جھوٹ بول رہا ہے تو وہ دو میں سے ایک جھوٹا ہے (3) طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے اللہ! میرے خلفاء پر رحم فرما، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ کے خلفاء کون ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ جو میرے بعد آئیں گے، میری احادیث نقل کریں گے اور لوگوں کو ان کی تعلیم دیا کریں گے، طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اکبر الکبائر میں یہ بات بھی شامل ہے کہ میری طرف انسان اس بات کی نسبت کرے جو میں نے نہ کہی ہو۔

طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی کچھ لوگ اللہ کی کتاب کی خاطر جمع ہوں، اور ایک دوسرے سے اس کا تبادلہ کریں، وہ سب اللہ کے مہمان بن جاتے ہیں اور فرشتے انہیں گھیر لیتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس مجلس سے اٹھ جائیں یا کسی اور بات میں مشغول ہو جائیں، اور جب کوئی عالم حصول علم کے لیے نکلتا ہے اس اندیشے سے کہ کہیں علم حاصل ہونے سے پہلے اس کی موت ہی واقع نہ ہو جائے، یا اسے لکھ لیتا ہے اس اندیشے سے کہ کہیں وہ مٹ کر ضائع ہی نہ ہو جائے، تو وہ اس شخص کی طرح ہوتا ہے جو صبح شام اللہ کے راستے میں جہاد کے لئے نکلتا ہو، اور جس شخص کو اس کے عمل نے پیچھے رکھا ہو، اس کا نسب اسے آگے نہیں لے جائے گا، اس ضمن میں جو اچھے یا برے طریقے کے ایجاد کرنے والے کے حوالے سے احادیث منقول ہیں، وہ بھی اس میں شامل کی جا سکتی ہیں۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح بہت سے علماء نے کی ہے اور یہ واضح بات ہے بلکہ شیخ ابو محمد جوینی نے تو یہاں تک کہہ دیا ہے کہ نبی علیہ السلام کی طرف جھوٹی نسبت کرنا کفر ہے، یہی رائے بعض متاخرین کی بھی ہے اور اس بات میں کوئی شک بھی نہیں ہے کہ کسی حرام کو حلال کہنے میں یا کسی حلال کو حرام کہنے میں اللہ تعالیٰ یا نبی علیہ السلام کی طرف جھوٹی نسبت کرنا کفر ہے،

---

(1) الزمر: ٦٠ (2) صحیح بخاری: کتاب العلم، باب (٣٨)

(3) ترمذی: کتاب العلم، باب (٩)، مسند احمد: ١٤/٥

لیکن ہم نے اسے کبیرہ گناہوں کی فہرست میں جو شمار کیا ہے تو ہماری گفتگو حلال وحرام کے علاوہ دوسری صورتوں میں ہے، جلال بلقینی کہتے ہیں کہ اس سلسلے کی احادیث میں بڑی شدت کے ساتھ وعید آئی ہے جنہیں علماء نے حد تواتر کے قریب پہنچایا ہے، بزار کہتے ہیں کہ یہ حدیث مرفوعاً چالیس صحابہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، بعض نے یہ تعداد اسی بیان کی ہے اور طبرانی اور ابن مندہ نے ستاسی صحابہ رضی اللہ عنہ سے اس روایت کے منقول ہونے کا تذکرہ کیا ہے جن میں عشرہ مبشرہ بھی شامل ہیں۔

۵۰۔کوئی براطریقہ ایجاد کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ دن کے آغاز میں نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک قوم کے لوگ آئے، انہوں نے کوئی لباس نہیں پہنا ہوا تھا بلکہ صرف چیتے کی کھال اوڑھے ہوئے تھے جو انہوں نے سر سے کاٹ کر پہن لی تھی، وہ تلواریں گردنوں میں لٹکائے ہوئے تھے، ان میں سے اکثر بلکہ سب ہی کا تعلق قبیلۂ مضر سے تھا، نبی علیہ السلام نے ان کی تنگدستی اور فقر و فاقہ دیکھا تو نبی علیہ السلام کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور وہ گھر میں تشریف لے گئے، تھوڑی دیر بعد باہر تشریف لائے تو حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا، انہوں نے اذان دی، اقامت کہی اور نبی علیہ السلام نے نماز پڑھائی، پھر خطبہ دیتے ہوئے سورۂ نساء کی پہلی آیت تلاوت فرمائی، اور سورۂ حشر کی آیت نمبر ۱۸ بھی تلاوت فرمائی، اور فرمایا انسان اپنے دینار میں سے صدقہ کرے، اپنے درہم میں سے، اپنے کپڑے میں سے، گندم کے صاع میں سے اور کھجور کے صاع میں سے صدقہ کرے، حتیٰ کہ یہ بھی فرمایا اگرچہ کھجور ہی کا ایک ٹکڑا ہو، چنانچہ ایک انصاری آدمی ایک تھیلی لے کر آیا جسے اٹھانے سے اس کے ہاتھ عاجز آ چکے تھے، اس کے بعد لوگوں کا تانتا بندھ گیا، حتیٰ کہ میں نے کھانے اور کپڑوں سے لدے ہوئے دو اونٹ دیکھ لیے، اور نبی علیہ السلام کا چہرۂ مبارک یوں چمکنے لگا جیسے سنہری ورق ہو اور فرمایا جو شخص اسلام میں کوئی اچھا عمل اور طریقہ ایجاد کرے، اسے اس کا بھی اجر ملے گا اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا اجر بھی ملے گا اور عمل کرنے والوں کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جو شخص اسلام میں کوئی براطریقہ ایجاد کرے اس پر اس کا بھی وبال ہوگا، اس پر عمل کرنے والوں کا بھی وبال ہوگا اور عمل کرنے والوں کے وبال میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ ❶

اسی طرح ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص میری کسی ایسی سنت کو زندہ کرے جو میرے بعد متروک ہوگئی ہو، اسے ان تمام لوگوں کے برابر بھی اجر ملے گا جو اس پر عمل کریں گے اور ان کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور جو شخص کسی گمراہی پر مبنی بدعت کو ایجاد کرے جو اللہ اور اس کے رسول کو پسند نہ ہو، اسے اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کے برابر گناہ ہوگا، اور ان کے گناہ میں کسی قسم کی کمی واقع نہ ہوگی ❷ نیز صحیح حدیث سے یہ بھی ثابت ہے کہ جو شخص کسی بھی چیز کی طرف دعوت دیتا ہے وہ قیامت کے دن اپنی دعوت کے ساتھ چمٹا کھڑا ہوگا جس چیز کی طرف بھی اس نے دعوت دی ہو، اگرچہ کسی آدمی نے کسی آدمی کو دعوت دی ہو ❸ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ خیر بہت سے خزانے ہیں، ان خزانوں کی کچھ کنجیاں ہیں، وہ شخص

---

❶ صحیح مسلم: کتاب الزکوة (۷۰)، مسند احمد: ٤/۳٥۸

❷ ترمذی: کتاب العلم، باب (۱٦) ❸ ابن ماجه: مقدمه، باب (۱٤)

بڑا خوش نصیب ہے جسے اللہ نے خیر کی چابی بنایا ہو اور شر کے لیے تالا بنایا ہو، اور ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جسے اللہ نے شر کی کنجی بنایا ہو اور خیر کے لے تالا بنا دیا ہو۔ ❶

تنبیہ

احادیثِ صحیحہ میں اس حوالے سے جو شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں، ان سے اس گناہ کا کبیرہ ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور وہ شدید وعید ان گناہوں کا کئی گنا بڑھ جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس طرح عذاب میں بھی کئی گنا اضافہ ہو جائے گا جسے حساب کتاب کے دائرے میں لانا بہت مشکل ہے۔

۵۱۔ ترکِ سنت

حاکم نے مستدرک میں اجماع کے حجت ہونے پر دلیل دیتے ہوئے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک فرض نماز اگلی فرض نماز تک ان تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے جو ان دونوں کے درمیان ہوئے ہوں، نیز ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے، سوائے تین چیزوں کے اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، نکثِ صفقہ اور ترکِ سنت، ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانے کا مطلب تو ہم سمجھ گئے، نکثِ صفقہ اور ترکِ سنت سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا "نکثِ صفقہ" کا مطلب یہ ہے کہ تم کسی آدمی سے اپنے دائیں ہاتھ سے بیعت کر لو، پھر اس کی مخالفت کرنے لگو اور اسے اپنی تلوار سے قتل کر دو، اور ترکِ سنت سے مراد مسلمانوں کی جماعت سے خروج اور نکل جانا ہے، اس کی تائید احمد اور ابوداؤد کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے کہ جو شخص ایک بالشت برابر بھی مسلمانوں کی جماعت سے نکلتا ہے، وہ اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار پھینکتا ہے ❷ جلال بلقینی فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بدعت اور بدعتی کی پیروی کرنا ہے۔

صحیح سند سے یہ روایت بھی منقول ہے کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی بدعت کو ایجاد کرے ❸ نیز یہ روایت کہ چھ قسم کے آدمی ہیں جن پر اللہ نے اور ہر مستجاب الدعوات نبی نے لعنت کی ہے۔ کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والا، تقدیر خداوندی کی تکذیب کرنے والا، میری امت پر زبردستی مسلط ہو جانے والا جو ان لوگوں کو ذلیل کرنے لگے جنہیں اللہ نے عزت دے رکھی ہو اور ان لوگوں کو معزز بنانے لگے جو اللہ کی نگاہوں میں ذلیل ہیں، اللہ کی حرام قرار دی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھنے والا، میری اولاد کے حوالے سے اللہ نے جس چیز کو حرام قرار دیا ہے اسے حلال سمجھنے والا، اور میری سنت کا تارک ❹ اور یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ جو شخص میری سنت سے اعراض کرے، اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ❺

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی امت اپنے نبی کے پیچھے اس کے دین میں کوئی بدعت ایجاد کرتی ہے تو اللہ

---

❶ ابن ماجہ: مقدمہ، باب (۱۹)

❷ مسند احمد: ۳۳۲/۳ ❸ مسند ربیع بن حبیب: ۱۳/۱

❹ موارد الظمآن: ۵۲ ❺ صحیح بخاری: کتاب النکاح، باب (۱)

اس سے اتنی مقدار میں سنت کو چھین لیتا ہے، اسی طرح طبرانی اور ابن ابی عاصم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آسمان کے سائے تلے اللہ کے علاوہ جتنے معبودان باطلہ کی پوجا کی جاتی ہے، اللہ کی نگاہوں میں خواہشاتِ نفسانی کی اتباع سے بڑا کوئی معبود نہیں ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو شیخ الاسلام صلاح علائی نے اپنی کتاب ''القواعد'' میں اور جلال بلقینی وغیرہ نے صراحۃً کبائر میں شمار کیا ہے، اور یہاں سنت سے مراد وہ چیزیں ہیں جن پر اہل سنت والجماعت کے دونوں اماموں شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ اور شیخ ابومنصور ماتریدی رحمہ اللہ نے سنت ہونے کا قول اختیار کیا ہو، اور بدعت سے مراد وہ چیزیں ہیں جنہیں کسی بدعت میں مبتلا فرقے نے اختیار کر رکھا ہو اور وہ فرقہ مذکورہ دونوں اماموں کے عقائد کے برخلاف ہو، بدعتی فرقوں اور بدعت کی مذمت کے حوالے سے بہت سی صحیح احادیث موجود ہیں، مثلاً یہ حدیث کہ جو شخص ہمارے اس دین میں کوئی ایسی چیز ایجاد کرے جو اس میں شامل نہ ہو تو وہ مردود ہے [1] نیز یہ حدیث کہ بہترین حدیث کتاب اللہ ہے اور بہترین طریقہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ ہے، بدترین امور نوایجاد چیزیں ہیں، اور ہر بدعت گمراہی ہے، مجھے تمہارے متعلق پیٹ اور شرمگاہ کی گمراہ کن خواہشات میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہے نیز گمراہ کن نفسانی تمناؤں کا، اس لیے تم اپنے آپ کو نوایجاد چیزوں سے بچاؤ، کیونکہ ہر نوایجاد چیز گمراہی ہے، اللہ تعالیٰ ہر بدعتی سے توبہ کو روک لیتا ہے یہاں تک کہ وہ اپنی بدعت کو ترک کر دے۔

ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ بدعتی آدمی کا کوئی روزہ، حج وعمرہ، جہاد اور کوئی فرض ونفل قبول نہیں کرتا، وہ شخص اسلام سے اس طرح نکل جاتا ہے جیسے گندھے ہوئے آٹے میں سے بال، میں تمہیں ایک ایسی نمایاں شریعت پر چھوڑ کر جا رہا ہوں جس کی رات بھی دن کی طرح روشن ہے، اس سے کجی اختیار کرنے والا وہی ہوسکتا ہے جو ہلاک ہونے والا ہو، ہر عمل کی ایک تیزی ہوتی ہے، اور ہر تیزی کا ایک اختتام ہوتا ہے، جس شخص کی تیزی میری سنتوں کی طرف ہو وہ ہدایت پا گیا، اور جس شخص کی تیزی اس کے علاوہ کسی اور چیز کی طرف ہو وہ ہلاک ہوگیا، مجھے اپنی امت کے متعلق تین چیزوں کا اندیشہ ہے، عالم کی لغزش، اتباع کی جانے والی خواہشات، اور کسی ظالم کا فیصلہ، اسی طرح حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ منقول ہے کہ ایک مرتبہ وہ کسی واعظ کے پاس جا کر کھڑے ہوئے اور اس سے فرمایا تو نے ایک گمراہ کن بدعت ایجاد کی ہے یا پھر تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے زیادہ ہدایت یافتہ ہوگیا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سن کر وہاں موجود تمام لوگ منتشر ہو گئے اور ایک آدمی بھی وہاں نہ رہا، بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ وہ واعظ جھوٹ اور من گھڑت واقعات پر مشتمل وہ قصے اور واقعات بیان کر رہا ہوگا جو جاہل واعظین عام طور پر بیان کرتے ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کی یاد اور اس کی آیات کی معرفت پر مشتمل وعظ گوئی تو مطلوب ہے اور افضل ترین عبادت ہے۔

۵۲۔ تقدیر کی تکذیب

معتزلہ ''جو اسلام کی پہلی صدی کے آخر میں ایک فرقہ گزرا ہے، اس سے وابستہ لوگوں'' کا یہ کہنا ہے کہ انسان اپنے افعال

---

[1] صحیح بخاری: کتاب الاعتصام، باب (۲۰)

کا خود خالق ہے، اللہ تعالیٰ نہیں، یہ لوگ تقدیر کا انکار کرتے ہیں اسی وجہ سے انہیں ''قدریہ'' بھی کہا جاتا ہے، ان کے اس گمانِ فاسد کی تردید ان احادیث اور اقوالِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے ہو جاتی ہے جو عنقریب آئیں گے، اور ان لوگوں کے پاس کوئی دلیل نہیں ہے سوائے ان کی فاسد عقلوں کے، اور یہ لوگ اپنی ناپسندیدہ عادت سے مجبور ہو کر صریح اور قطعی نصوص ترک کر دیتے ہیں، صرف یہی نہیں بلکہ یہ قبر میں فرشتوں کے سوالات، عذابِ قبر، پل صراط، میزانِ عمل، حوضِ کوثر اور آخرت میں اپنی آنکھوں سے اللہ تعالیٰ کے دیدار کا بھی انکار کرتے ہیں۔

ہم جو چیز ثابت کرنا چاہتے ہیں، اس پر ہماری دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''ہم نے ہر چیز کو تقدیر کے ساتھ پیدا کیا ہے ❶ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت ''قدریہ'' کے متعلق نازل ہوئی ہے، اس کی تائید صحیح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق کفارِ مکہ نبی علیہ السلام کے پاس تقدیر کے مسئلے میں جھگڑتے ہوئے آئے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی ❷ ایک دوسری روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ نجران کا سب سے بڑا عالم نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ سمجھتے ہیں کہ معاصی بھی تقدیر کے تحت آتے ہیں حالانکہ بات ایسی نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ اللہ سے جھگڑا کرنے والے ہو، پھر مذکورہ آیت نازل ہوئی، صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین کی تخلیق سے پچاس ہزار سال پہلے تمام مخلوقات کی تقادیر لکھ دی تھیں ❸ طاؤس کہتے ہیں کہ مجھے جتنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی بھی زیارت نصیب ہوئی، وہ سب یہی کہتے تھے کہ ہر چیز اللہ کی تقدیر کے تحت ہے، میں نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر چیز تقدیر سے ہوتی ہے حتیٰ کہ بیوقوفی اور عقلمندی بھی ❹ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان منقول ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک اللہ پر ایمان لانے والا نہیں ہو سکتا جب تک چار چیزوں پر ایمان نہ لے آئے، اس بات کی گواہی دے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں جسے اللہ نے حق کے ساتھ بھیجا ہے، مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے پر یقین رکھے اور تقدیر پر ایمان لائے۔ ❺

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ جبری فرقے سے تعلق رکھنے والے لوگ کہتے ہیں کہ قدری وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ طاعت اور معصیت میرے فعل ہیں اور اس طرح وہ تقدیر کے منکر ہیں، جبکہ معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ جبری فرقے سے تعلق رکھنے والے ہی قدری ہیں کیونکہ وہ یہ کہتے ہیں کہ خیر اور شر ہر چیز اللہ تعالیٰ نے میرے لیے مقدر فرما دی ہے اور وہ تقدیر کو ثابت کرتے ہیں، اور یہ دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ اہل سنت والجماعت ''جو یہ کہتے ہیں کہ افعال اللہ کی طرف سے خلق اور بندے کی طرف سے کسب ہوتے ہیں'' قدری نہیں ہیں، اس سے زمخشری کی اس رائے کی تردید بھی ہو جاتی ہے کہ قدریہ ہی اہلِ سنت والجماعت ہیں، ظاہر ہے کہ یہ رائے صحیح نہیں ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں تحقیقی بات یہ ہے ''قدری'' اس شخص کو کہتے ہیں جو تقدیر کا منکر ہو اور دنیا میں رونما ہونے

---

❶ القمر: ٤٩
❷ صحيح مسلم: القدر (١٩)
❸ صحيح مسلم: القدر (١٦)
❹ صحيح مسلم: القدر (١٨)
❺ ترمذی: القدر باب (١٠)

والے واقعات کا سلسلہ ستاروں سے جوڑتا ہو کیونکہ ابھی یہ روایت ذکر کی گئی ہے کہ قریش کے لوگوں نے مسئلہ تقدیر میں جھگڑا کیا تھا اوران کا مذہب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بندوں کو نیکی اور بدی دونوں کا اختیار دے رکھا ہے اور وہ بندے میں اسے پیدا کرنے پر قادر ہے، اور وہ اس بات پر بھی قادر ہے کہ کسی فقیر کو کھانا کھلائے، جب ہی تو انہوں نے یہ کہا تھا ''کیا ہم اس شخص کو کھانا کھلائیں جسے اگر اللہ کھلانا چاہے تو خود کھلا سکتا ہے'' ❶ باقی رہا نبی علیہ السلام کا یہ فرمان کہ اس امت کے مجوسی ''قدریہ'' ہیں ❷ تو اگر امت سے مراد امتِ دعوت ہو تو نبی علیہ السلام کے زمانے میں قدریہ سے مراد مشرکین ہوں گے جو حوادث پر اللہ تعالیٰ کی قدرت کے منکر تھے، اس صورت میں معتزلہ اس آیت کے عموم میں شامل نہیں ہوں گے اور اگر امت سے مراد امتِ اجابت ہو تو اس حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ قدریہ کی ان کی طرف نسبت ایسے ہی ہے جیسے مجوسیوں کی نسبت اگلی امتوں کی طرف، کہ وہ شبہات کے اعتبار سے کمزورترین امت اور عقل کے سب سے زیادہ مخالف قوم تھی، اسی طرح اس امت میں قدریہ ہیں، اوران کے اس طرح ہونے سے ان کے کفر کا یقینی ہونا ثابت نہیں ہوتا، تو بہر حال! حق یہی ہے کہ قدری اس شخص کو کہتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کا منکر ہو۔

ملحوظہ

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے سورۂ قمر کی آیت نمبر ۴۹ ﴿اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ﴾ ❸ میں لفظِ کل کے اعراب پر تفصیلی بحث کی ہے اوراس کے مطابق آیت کا معنی متعین کیا ہے، چونکہ آدھے صفحے پر مشتمل یہ عبارت خالصۃً علمی مسئلے سے متعلق ہے اس لیے اس کا ترجمہ نہیں کیا جا رہا کیونکہ عام آدمی کے لیے اس دقیق مسئلے کا سمجھنا ممکن نہیں ہے۔

اہلِ سنت والجماعت کا یہ کہنا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمام چیزوں کی تقدیر مقرر فرمائی ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ان کی تقدیر، احوال، زمانے اوراس کے متعلق پیش آنے والی ساری چیزوں کا ان کے وجود میں آنے سے پہلے علم ہوتا ہے، پھر وہ اپنے علم کے مطابق ان چیزوں کو وجود عطا کرتا ہے اور عالمِ علوی وسفلی میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو اس کے علم، قدرت اور ارادے کے بغیر پیدا ہو جائے، مخلوق کا ان انواع واقسام میں کوئی اکتساب اور اضافت ونسبت شامل نہیں ہے اور یہ سب چیزیں انہیں اسی وقت حاصل ہوتی ہیں جب اللہ ان کے لیے انہیں آسان کردے، انہیں قدرت دے دے اوران کے دل میں ڈال دے، اس کے علاوہ کوئی معبود ہے اور نہ کوئی خالق جیسا کہ کتاب وسنت کے دلائل اس پر موجود ہیں، ایسا نہیں ہے جیسا کہ قدریہ وغیرہ نے بہتان باندھا ہے کہ اعمال ہماری طرف لوٹتے ہیں اور طے شدہ مدتیں دوسروں کے ہاتھ میں ہیں۔

مروی ہے کہ جب کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ ہمارے متعلق گناہ کا فیصلہ لکھ دیتا ہے، پھر ہمیں اس پر عذاب بھی دیتا ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن تم لوگ اللہ سے جھگڑا کرنے والے ہو گے ❹ اسی طرح ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو تقدیر کی تکذیب کرنے والے

---

❶ یس: ٤٧ ❷ ابو داؤد (٤٦٩١)
❸ القمر: ٤٩ ❹ تفسیر قرطبی: ١٤٨/١٧

ہیں، یہ لوگ اگر بیمار ہو جائیں تو تم ان کی عیادت کو نہ جاؤ، اگر مر جائیں تو ان کے جنازوں میں شرکت نہ کرو، اور اگر تم سے آمنا سامنا ہو جائے تو انہیں سلام مت کرو ❶ اسی طرح نبی علیہ السلام کا یہ فرمان کہ میری امت میں دو گروہ ایسے ہوں گے جن کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہوگا، مرجئہ اور قدریہ ❷ اس حدیث میں ''مرجئہ'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ ایمان کے ہوتے ہوئے کسی گناہ کا کوئی نقصان نہیں ہوتا جیسے کفر کے ہوتے ہوئے کسی نیکی کا فائدہ نہیں ہوتا، اور قدریہ کو اللہ سے جھگڑنے والے کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ اس بات میں جھگڑتے ہیں کہ اللہ کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ بندے کے لیے پہلے تو معصیت کی تقدیر لکھے، پھر اس پر اسے عذاب بھی دے۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ تمام مخلوقات کو جمع کرے گا تو ایک منادی کو یہ نداء لگانے کا حکم دے گا ''جسے تمام اولین و آخرین سنیں گے'' کہ اللہ سے جھگڑنے والے لوگ کہاں ہیں؟ اس پر قدریہ فرقے کے لوگ آگے بڑھیں گے اور انہیں جہنم کی طرف لے جائے جانے کا حکم ہوگا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ''سقر کا عذاب چکھو، ہم نے ہر چیز کو تقدیر سے پیدا کیا ہے ❸ یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، اسی وجہ سے حسن کہتے ہیں کہ بخدا اگر کوئی ''قدری'' شخص اتنے روزے رکھے کہ رسی بن جائے اور اتنی نمازیں پڑھے کہ کیل بن جائے، تب بھی اللہ اسے چہرے کے بل ''سقر'' میں جھونک دے گا، پھر اس کے سامنے مذکورہ آیت کی تلاوت کی جائے گی۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ نے تمہیں اور جو کچھ تم عمل کرتے ہو سب کو پیدا کیا ہے'' ❹ اس آیت میں بھی اس دعویٰ کی دلیل موجود ہے کہ بندوں کے تمام افعال اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں، اسی طرح ارشادِ باری ہے ''پھر اللہ نے انسان کو بدی اور تقویٰ کا الہام کیا'' ❺ اور الہام کا معنیٰ ہے دل میں کسی چیز کو ڈال دینا، یعنی گناہ اور نیکی انسان کے دل میں ڈالنے والا اللہ ہے لہٰذا وہی ان دونوں کا خالق بھی ہے۔ ایک حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے ایک قوم پر احسان کیا تو ان کے دل میں خیر کا الہام کیا اور انہیں اپنی رحمت میں داخل کر لیا، اور ایک قوم کی آزمائش کی، انہیں رسوا کر دیا اور ان کے افعال پر ان کی مذمت کی اور اس کے علاوہ وہ کسی اور چیز کی استطاعت بھی نہیں رکھتے تو اللہ نے انہیں سزا دی اور وہ اس میں عادل ہے ''اللہ سے ان کاموں کے متعلق کوئی نہیں پوچھ سکتا جو وہ کرتا ہے اور لوگوں سے پوچھا جائے گا'' ❻ اسی طرح ارشاد ہے ''اللہ جس شخص کو ہدایت دینا چاہتا ہے، اس کے سینے کو اسلام کے لیے کھول دیتا ہے، اور جسے گمراہ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے، اس کے سینے کو تنگ کر دیتا ہے'' ❼ یہ آیات قدریہ کی گمراہی اور ان کے راہِ راست سے انحراف کی واضح دلیلیں ہیں۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا ان کی امت میں قدریہ اور مرجئہ رہے ہیں، اللہ تعالیٰ نے ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی زبانی قدریہ اور مرجئہ پر لعنت فرمائی ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما

---

❶ ابن ماجه (۹۲) ❷ ترمذی (۲۱٤۹)، ابن ماجه (٦۲)
❸ القمر: ٤۸-٤۹ ❹ الصفت: ۹٦ ❺ الشمس: ۸
❻ الانبياء: ۲۳ ❼ الأنعام: ۱۲۵

13

سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر امت کے مجوسی رہے ہیں اور اس امت کے مجوسی وہ لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ تقدیر کچھ نہیں ہے اور معاملات از خود پیدا ہوتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما لوگوں سے فرماتے تھے کہ اگر ایسے لوگوں سے تمہاری ملاقات ہو تو انہیں بتا دینا کہ میں ان سے بری ہوں اور وہ مجھ سے بری ہیں، اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں عبداللہ کی جان ہے اگر کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کر دے تو اللہ اسے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک وہ ہر اچھی بری تقدیر کے اللہ کی طرف سے ہونے پر ایمان نہ لے آئے۔ اسی طرح ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص تقدیر کی تکذیب کرے، وہ میری لائی ہوئی شریعت کا انکار کرتا ہے، ابو یعلیٰ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اچھی بری تقدیر پر ایمان نہ رکھے، میں اس سے بری ہوں۔

طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ کے فیصلے پر راضی نہ ہو اور اللہ کی تقدیر پر ایمان نہ رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اللہ کے علاوہ کسی اور کو اپنا معبود بنالے، نیز یہ روایت کہ تقدیر نظامِ توحید ہے، جو شخص اللہ کو ایک مانتا ہو اور تقدیر پر ایمان رکھتا ہو تو اس نے مضبوط رسی تھام لی، نیز یہ روایت کہ ابن آدم کے چار کام طے ہو چکے، اس کی صورت، سیرت، رزق اور مدتِ عمر، نیز یہ روایت کہ جب اللہ کسی بندے کے لیے کج روی کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس پر ساری تدبیریں مخفی کر دیتا ہے، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی احتیاط تقدیر سے نہیں بچا سکتی، ابن عدی اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یحییٰ علیہ السلام کو ان کی والدہ کے پیٹ میں ہی مؤمن پیدا کیا تھا اور فرعون کو اس کی ماں کے پیٹ میں ہی کافر پیدا کیا تھا، طبرانی نے معجم صغیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اصل نیک بخت وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں نیک بخت ہو، اور بدنصیب وہ ہے جو اپنی ماں کے پیٹ میں ہی بدنصیب ہو۔

امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بندے کے متعلق پانچ چیزیں لکھ کر فارغ ہو چکا، اس کی عمر، اس کا رزق، اس کا اثر، اس کی قبر اور یہ کہ وہ شقی ہے یا سعید [1] امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے زمین و آسمان کی تخلیق سے پچاس ہزار سال قبل مخلوق کی تقدیر لکھ دی تھی، اس وقت اللہ کا عرش پانی پر تھا [2] ابو نعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر ابن آدم اپنے رزق سے اس طرح بھاگے جیسے موت سے بھاگتا ہے تب بھی وہ اسے اسی طرح مل جائے گا جیسے موت انسان پر آ کر رہتی ہے، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر تمہارے حق میں اسرافیل، جبرئیل، میکائیل اور حاملینِ عرش فرشتے دعا کریں اور میں بھی ان میں شامل ہو جاؤں تب بھی تمہاری شادی تک اس عورت سے ہوگی جو اللہ نے تمہارے لیے لکھ دی ہوگی، دار قطنی اور ابو نعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس سے زیادہ کسب نہیں کر سکتا جو اللہ نے اس کے حق میں لکھی دیا ہے خواہ وہ کوئی مصیبت ہو یا موت، اور اس نے معیشت اور عمل کی تقسیم بھی فرما دی ہے اور لوگ اس میں ایک انتہاء کی طرف چل رہے ہیں۔

ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے جو کچھ پیش آنا تھا، وہ سب اس وقت لکھ دیا گیا تھا جب کہ ابھی حضرت آدم علیہ السلام

---

[1] مسند احمد: ۱۹۷/۵ [2] صحیح مسلم: القدر (۱۶)

اپنی تخلیق کے مرحلے میں تھے ❶ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے غموں میں اضافہ نہ کرو، جو تقدیر میں لکھا جا چکا ہے وہ ہو کر رہے گا اور جو رزق تمہیں ملنا ہے وہ تمہارے پاس پہنچ کر رہے گا، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے فیصلے اور تقدیر کو نافذ کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اہل عقل کی عقلوں کو سلب کر لیتا ہے، جب وہ اپنا فیصلہ نافذ کر لیتا ہے تو ان کی عقلیں ان کی طرف لوٹا دیتا ہے اور ندامت باقی رہ جاتی ہے، یہی مضمون خطیب اور سلمی نے بھی نقل کیا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ کسی چیز کو پیدا کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو اسے کوئی چیز روک نہیں سکتی ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عمل کرتے رہو، کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی چیز آسان کی جائے گی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہوگا عمل کرتے رہو کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی بات آسان کی جائے گی جس کی طرف اس کی رہنمائی کی گئی ہوگی. اللہ تعالیٰ نے جس شخص کو دو میں سے کسی ایک درجے کے لیے پیدا کیا ہو، اسے اسی پر عمل کی توفیق دے گا۔ امام احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، ابن حبان وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ سب آسمان و زمین والوں کو عذاب میں مبتلا کر دے تو وہ ان پر ظلم کرنے والا نہ ہوگا اور اگر ان پر رحم کرے تو اس کی رحمت ان کے اعمال سے بہتر ہوگی، اور اگر تم احد پہاڑ کے برابر سونا بھی راہِ خدا میں خرچ کر دو تو اللہ تمہاری طرف سے اس وقت تک قبول نہیں کرے گا جب تک تم تقدیر پر ایمان نہ لے آؤ، تم اس بات کا یقین کر لو کہ تمہیں جو چیز پیش آئی ہے وہ تم سے چوک نہیں سکتی تھی اور جو چیز تم سے چوک گئی ہے وہ تمہیں پہنچ نہیں سکتی تھی، اگر تم اس کے علاوہ کسی اور نظریے پر مرے تو تم جہنم میں داخل ہوگے۔ ❸

امام احمد، شیخین اور سنن اربعہ کے مصنفین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر سانس لینے والے ذی روح کا ٹھکانہ جنت یا جہنم میں لکھا جا چکا ہے اور یہ بھی کہ وہ شقی ہے یا سعید، کسی نے پوچھا کیا ہم اس پر بھروسہ کر کے نہ بیٹھ جائیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، عمل کرتے رہو، بھروسہ کر کے مت بیٹھ رہو کیونکہ ہر شخص کے لیے وہی چیز آسان کی جائے گی جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا ہوگا، نیک بخت لوگوں کے لیے سعادت والے کام آسان کیے جائیں گے اور بدبختوں کے لیے بدبختی والے اعمال آسان کیے جائیں گے ❹ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص تقدیر کے متعلق کوئی بات کرتا ہے، قیامت کے دن اس سے اس کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، اور جو شخص اس کے متعلق کوئی بات نہ کرے اس سے پوچھ گچھ نہ ہوگی۔ ❺ امام احمد، مسلم اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ طاقتور مؤمن اللہ کے نزدیک کمزور مؤمن سے زیادہ بہتر اور پسندیدہ ہے اور سب ہی میں خیر ہے، جو چیز تمہیں فائدہ دے اس کی حرص کرو، اللہ سے مدد مانگو اور عاجز نہ ہو جاؤ، اگر تمہیں کوئی مصیبت پیش آ جائے تو یوں نہ کہا کرو اگر میں نے ایسا ایسا کر لیا ہوتا، بلکہ یوں کہہ کرو کہ اللہ نے جو تقدیر بنائی اور جو چاہا وہ ہو گیا کیونکہ ''اگر مگر'' کا چکر شیطانی عمل کا

❶ ابن ماجه: الطب، باب (٤٥)

❷ صحيح مسلم: النكاح (١٣٣)

❸ ابو داؤد (٤٦٩٩)، ابن ماجه (٧٧)، مسند احمد: ١٨٥/٥

❹ صحيح بخاري: تفسير سورهٔ (٩٢)، باب (٣)، مسند احمد: ٢٩/١

❺ ابن ماجه: مقدمه، باب (١٠)، مسند احمد: ٩٠/٢

دروازہ کھولتا ہے۔ ❶

امام بخاری اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے ابو ہریرہ! جو چیز تمہارے سامنے آنے والی ہے، اسے لکھ کر قلم خشک ہو چکے۔ ❷ عقیلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے داعی اور مبلغ بنا کر بھیجا گیا ہے، ہدایت میں سے کچھ بھی میرے اختیار میں نہیں ہے اور ابلیس کو مزین کر کے پیدا کیا گیا ہے لیکن اسے بھی گمراہی میں سے کسی چیز کا اختیار نہیں ہے۔ ❸ امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نطفہ پر بیالیس راتوں کا عرصہ گزر جاتا ہے تو اللہ اس کے پاس ایک فرشتہ بھیجتا ہے جو اس کی صورت بناتا ہے۔ اس کے کان، آنکھیں، کھال، چربی اور ہڈیاں بناتا ہے، پھر پوچھتا ہے کہ پروردگار! یہ مذکر ہوگا یا مؤنث؟ تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ کر لیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے، پھر پوچھتا ہے کہ پروردگار! اس کی عمر کتنی ہوگی؟ تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ کر لیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے، پھر پوچھتا ہے کہ پروردگار! اس کا رزق کتنا ہوگا؟ تیرا رب جو چاہتا ہے فیصلہ کر لیتا ہے اور فرشتہ اسے لکھ لیتا ہے، پھر فرشتہ ایک صحیفہ نکالتا ہے اور گزشتہ چیزوں میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی۔ ❹ امام احمد اور مسلم نے یہ روایت دوسرے الفاظ کے ساتھ بھی نقل کی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ، امام ترمذی رحمہ اللہ اور نسائی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام دو کتابیں اپنے دستِ مبارک میں لے کر باہر نکلے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کتابیں کیسی ہیں؟ یہ ایک کتاب ہے جو رب العٰلمین کی طرف سے ہے، اس میں اہلِ جنت کے، ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام درج ہیں، اب ان ناموں میں کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی اور یہ دوسری کتاب ہے جو رب العٰلمین کی طرف سے ہے، اس میں اہلِ جہنم، ان کے آباؤ اجداد اور قبائل کے نام درج ہیں اور ان میں بھی کسی صورت کوئی کمی بیشی نہیں ہوسکتی، اس لیے تم سیدھی راہ پر چلو اور نیکی کے قریب رہو کیونکہ جنتی آدمی کا خاتمہ اہلِ جنت کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی بھی عمل کرتا رہے اور جہنمی آدمی کا خاتمہ اہلِ جہنم کے اعمال پر ہوگا خواہ وہ کوئی بھی عمل کرتا رہے، تمہارا رب اپنے بندوں سے فارغ ہو چکا ہے، ایک گروہ جنت میں ہوگا اور ایک گروہ جہنم کی بھڑکتی آگ میں ہوگا۔ ❺

خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نیکی کے کام کرتے رہو اور جب مغلوب ہو جاؤ تو اللہ کی تقدیر، ''اگر مگر'' کے چکر میں نہ پڑو کیونکہ جو شخص اس چکر میں پڑتا ہے وہ شیطانی عمل میں مبتلا ہو جاتا ہے، امام مالک، احمد، ابو داؤد اور ترمذی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر اپنا داہنا ہاتھ پھیر کر اس میں سے ان کی اولاد نکالی اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور یہ اہلِ جنت والے اعمال کریں گے، پھر دوبارہ ان کی پشت پر ہاتھ پھیر کر اس میں سے ان کی مزید اولاد نکالی اور فرمایا یہ جہنمی ہیں اور یہ اہلِ جہنم والے اعمال کریں گے۔ ❻ اور ایک روایت میں ہے کہ جب اللہ کسی بندے کو

---

❶ صحیح مسلم: القدر (٣٤)، مسند احمد: ٢/٣٦٦ ❷ صحیح بخاری: النكاح، باب (٨)، نسائی: النكاح، باب (٤)

❸ در منثور: ٥/١٣٤ ❹ صحیح مسلم: القدر (٣)

❺ صحیح بخاری: بدء الخلق، باب (٦)، صحیح مسلم: القدر (١)، ابو داؤد: السنة باب (١٦)، ترمذی: القدر، باب (٤)، مسند احمد: ١/٣٨٢

❻ ترمذی: القدر، باب (٨)، مسند احمد: ٢/١٦٧

جنت کے لیے پیدا کرتا ہے تو اہلِ جنت کے اعمال میں اسے استعمال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ایسے ہی کسی عمل پر فوت ہو جاتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے، اور جس کسی بندے کو جہنم کے لیے پیدا کرتا ہے تو اسے اہلِ جہنم کے اعمال میں استعمال کرتا ہے یہاں تک کہ وہ ایسے ہی کسی عمل پر مرجاتا ہے اور جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ احمد، ابوداؤد اور ترمذی کی روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کیا، پھر ان کی پشت سے ایک مخلوق نکالی اور فرمایا یہ جنتی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں، اور یہ جہنمی ہیں اور مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ ❶

حضرت آدم وموسیٰ علیہما السلام کے مکالمے پر مشتمل حدیث امام احمد، شیخین، ابوداؤ د، ترمذی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے، اس کے الفاظ ابوداؤد کی ایک روایت میں یوں ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنے رب سے درخواست کی کہ انہیں حضرت آدم علیہ السلام کی زیارت کروادے، اللہ تعالیٰ نے ان کی یہ درخواست قبول کر لی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت آدم علیہ السلام سے کہا کہ آپ ہی ہمارے والد حضرت آدم علیہ السلام ہیں؟ آپ ہی وہ ہیں کہ اللہ نے آپ کے اندر اپنی روح پھونکی، آپ کو تمام چیزوں کے نام سکھائے اور ملائکہ کو حکم دیا تو انہوں نے آپ کو سجدہ کیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا جی ہاں! حضرت موسیٰ علیہ السلام کہنے لگے تو پھر آپ کو اس بات پر کس چیز نے آمادہ کیا کہ آپ نے ہمیں اور خود اپنے آپ کو بھی جنت سے نکلوا دیا؟ حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا تم کون ہو؟ انہوں نے بتایا کہ میں موسیٰ ہوں، حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ کیا تم ہی بنی اسرائیل کے وہ نبی ہو کہ اللہ نے پردہ کے پیچھے رہ کر تم سے کلام کیا اور اپنے اور تمہارے درمیان کوئی قاصد نہیں رکھا؟ انہوں نے کہا جی ہاں! حضرت آدم علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم نے یہ بات لکھی ہوئی نہیں دیکھی کہ یہ بات میری پیدائش سے پہلے کتابِ تقدیر میں لکھی جا چکی تھی؟ انہوں نے کہا جی ہاں! دیکھی ہے تو حضرت آدم علیہ السلام نے فرمایا پھر تم مجھے ایسی چیز پر کیوں ملامت کرتے ہو جس کا فیصلہ اللہ نے پہلے سے کر لیا تھا؟ یہ کہہ کر حضرت آدم علیہ السلام، حضرت موسیٰ علیہ السلام پر غالب آگئے۔ ❷

اور قدریہ فرقے کے حوالے سے بھی متعدد احادیث مروی ہیں جن میں سے کچھ گزر چکی ہیں اور کچھ ان کے علاوہ ہیں، مثلاً شیخین اور نسائی کی ایک روایت میں منکرینِ تقدیر کے متعلق فرمایا گیا ہے کہ وہ دجال کے شیعہ ہیں، اور اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ ان کا حشر دجال کے ساتھ کرے۔ ❸ امام احمد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب میری امت میں کچھ ایسی اقوام آئیں گی جو تقدیر کی تکذیب کرتی ہوں گی۔ ❹ ابونعیم اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں قیامت کے دن میری شفاعت نصیب نہیں ہوگی مرجئہ اور قدریہ۔ نیز طبرانی ہی نے معجم اوسط میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جو میرے پاس حوضِ کوثر پر آسکیں گے اور نہ ہی جنت میں داخل ہوں گے، قدریہ اور مرجئہ۔ خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے میں تمہیں قسم دیتا ہوں کہ تقدیر کے متعلق بحث مباحثہ نہ کیا کرو، ابن عدی نے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ آخر زمانے میں تقدیر کے متعلق وہی شخص بحث کرے گا جو میری امت میں سب سے

---

❶ مسند احمد: ٤/٨٦ ❷ ابو داؤد: السنه، باب (١٦)

❸ ابو داؤد بحوالۂ مذکورہ، مسند احمد: ٢/٨٦ ❹ مسند احمد: ١/٣٠

بدترین آدمی ہوگا۔ احمد، ابوداؤد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ منکرین تقدیر کے ساتھ ہم نشینی مت اختیار کیا کرو۔ [1] ابن ابی عاصم، طبرانی اور ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انکارِ تقدیر سے بچا کرو کیونکہ یہ عیسائیت کا ایک شعبہ ہے۔ ابویعلیٰ، ابن عدی اور خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے اپنے بعد اپنی امت پر دو خصلتوں کا اندیشہ ہے، تقدیر کی تکذیب اور ستاروں کی تصدیق۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ قرار دینے کی تصریح کئی علماء نے کی ہے اور وہ احادیث جن کا تذکرہ گزشتہ صفحات میں ہوا، اس سلسلے میں نص صریح ہیں، گو کہ یہ گناہ بھی ترکِ سنت میں داخل ہے لیکن الگ سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی قباحت بہت زیادہ ہے اور اس میں اہل سنت والجماعت اور دوسرے گروہوں کے درمیان اختلافِ رائے بھی ہے، اور خلقِ افعال کا مسئلہ علمِ کلام کی اہم ترین مباحث میں سے ہے، اس سلسلے میں اہل سنت والجماعت کے دلائل تو گزر چکے۔ معتزلہ کی سب سے پہلی دلیل سورۂ نساء کی آیت نمبر ۷۸، ۷۹ ہے کہ ''اگر انہیں کوئی اچھائی پہنچے تو وہ کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے، اور اگر کوئی برائی پہنچے تو کہہ دیتے ہیں کہ یہ آپ کی طرف سے ہے، آپ فرما دیجیے کہ سب چیزیں ہی اللہ کی طرف سے ہیں''...... معتزلہ کے امام ابوعلی جبائی کا کہنا ہے کہ یہ بات تو ثابت ہے کہ ''سیئہ'' کا لفظ کبھی مصیبت اور آزمائش پر بولا جاتا ہے اور کبھی گناہ اور معصیت پر، پھر اللہ تعالیٰ نے سیئہ کی نسبت پہلے اپنی طرف کی ہے، پھر بندے کی طرف کی ہے اور ان دونوں کے درمیان تطبیق کی ضرورت ہے چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ جب لفظِ سیئہ پہلے معنیٰ کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہو تو دوسرے معنیٰ کے اعتبار سے اس کی نسبت بندے کی طرف ہونی چاہیے تاکہ قریب قریب واقع ان دونوں آیتوں میں تعارض نہ رہے۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ ابوعلی جبائی کی تقریر کے مطابق نیکی اور بدی دونوں بندے کے فعل ہیں تو پھر اللہ تعالیٰ نے ''حسنہ'' کی نسبت اپنی طرف کیوں کی اور سیئہ کی نسبت اپنی طرف کیوں نہ کی؟ تو اس کا جواب وہ یہ دیتے ہیں کہ ''حسنہ'' بھی اگرچہ بندے کا فعل ہے لیکن چونکہ وہ اللہ تعالیٰ کے آسان کرنے اور مہربانی کی وجہ سے ہوا ہے اس لیے اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت صحیح ہے، باقی رہا لفظ سیئہ تو اس کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف نہیں کی جاسکتی کہ اللہ نے اسے کیا ہے نہ اس کا ارادہ اور حکم دیا ہے، لہٰذا اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت ختم ہوگئی۔

ابوعلی جبائی کی یہ تقریر صحیح نہیں ہے کیونکہ سیئہ اور حسنہ سے مراد طاعت اور معصیت نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے انعامات اور امتحانات مراد ہیں، اور یہ دونوں بندے کے افعال نہیں، اور اس کی دلیل یہ ہے کہ قرآن نے اس کی تعبیر کے لیے لفظِ ''اصاب'' اختیار کیا ہے، اور آیت کا شانِ نزول یہ ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو منافقین یہودیوں سے کہنے لگے کہ جب سے یہ صاحب اور ان کے ساتھی یہاں آئے ہیں، ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہمارے پھلوں اور کھیتوں کی پیداوار میں مسلسل کمی ہو رہی ہے، وہ لوگ نعمتوں کو اللہ کی طرف اور آزمائشوں کو نبی علیہ السلام کی طرف منسوب کرتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان کی اس فاسد گفتگو کے متعلق یہ آیت نازل فرمائی اور اس کی تردید اس جملے سے فرمائی ''آپ کہہ دیجیے کہ ہر چیز ہی اللہ کی طرف سے ہے۔'' [2] یہ

---

[1] ابو داؤد: السنة، باب (١٦)، مسند احمد: ١/ ٣٠ [2] النساء: ٧٨

اس کے مصدرِ اصلی کی وضاحت ہے، پھر سبب کی وضاحت کرتے ہوئے نبی علیہ السلام کو مخاطب کیا اور دوسروں کو مراد لیا کہ ''آپ کو جو حسنہ پہنچے'' یعنی نعمت جیسے شادابی اور مدد ''تو وہ اللہ کی طرف سے ہے'' یعنی محض اس کا فضل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق نہیں ہے، اور آپ کو جو سیئہ پہنچے یعنی آزمائش جیسے ''قحط سالی اور شکست'' تو وہ آپ کی جانب سے ہے'' یعنی نفس کی معصیت کی وجہ سے ہے، تو یہ اللہ کی جانب سے ہے لیکن نفس کے گناہ کی وجہ سے اس کے لیے سزا ہے، اس آیت کا صحیح مفہوم یہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا تھا ''جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وہی ہے جو مجھے شفا دیتا ہے۔'' [1] اس آیت میں انہوں نے مرض کی نسبت اپنی طرف اور شفاء کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی ہے، گو کہ شفا اور مرض دونوں کا خالق اللہ تعالیٰ ہی ہے لیکن حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ادب کی رعایت کرتے ہوئے ان دونوں میں فرق کیا کیونکہ جب خصوصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف کسی چیز کی نسبت کرنا ہو تو بڑھیا چیز کا انتخاب کیا جاتا ہے، گھٹیا چیز کا نہیں، چنانچہ یوں تو کہا جاتا ہے ''اے آسمان و زمین میں تدبیر کرنے والے'' لیکن یہ کوئی نہیں کہتا اے جوؤں اور گبریلوں میں تدبیر کرنے والے! اسی طرح یہاں بھی ہے، جب یہ بات واضح ہوگئی تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ ہماری تقریر کے مطابق تو یہ آیتِ قرآنی بلاغت کے اس اعلیٰ مقام پر فائز ہے جو اس کے شایانِ شان ہے اور اگر معتزلہ کی رائے کو لیا جائے تو نظمِ قرآن میں خلل پیدا ہو جاتا ہے، اور بلاوجہ اور بلاضرورت اسلوبِ قرآن تبدیل ہو جاتا ہے اور اس کے لیے بہت تکلف سے کام لینا پڑتا ہے جس کے لیے عظمتِ قرآن تیار نہیں، پھر آیتِ مذکورہ میں لفظِ ''اصاب'' بھی ہماری رائے کی دلیل ہے، بالفرض اگر سیئہ اور حسنہ سے وہی مراد ہو جو معتزلہ کی رائے ہے تب بھی یہ آیت ان کی دلیل نہیں بن سکتی، بلکہ یہ تو ان کے خلاف حجت ہے کیونکہ یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے پیدا کرنے سے انسان کو حاصل ہوتا ہے کیونکہ وہ بھی تو ایک حسنہ ہے، اور تمام مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ''احسن قول'' جس کا تذکرہ سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۳۳ میں ہے سے مراد کلمۂ شہادت ہے، اور یہی تفسیر ہے لفظِ ''احسان'' کی، جب ایمان ''حسنہ'' ہوا اور ہر حسنہ اللہ کی طرف سے ہوتا ہے تو ثابت ہو گیا کہ ایمان بھی اللہ کی طرف سے ہے جبکہ وہ اس کے قائل نہیں ہیں۔

کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ ''اللہ کی طرف سے ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کا حسن اور اس کی ضد یعنی کفر کی برائی پہچاننے کے لیے اس کی رہنمائی کی اور اس کے لیے اسے مقدر فرمایا کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ آپ کے نزدیک تو ایمان اور کفر کی تمام شرائط مشترکہ ہیں، اور آپ کی رائے کے مطابق انسان اپنے اختیار سے انہیں وجود عطا کرتا ہے، اللہ کی قدرت کا اس میں کوئی عمل دخل نہیں ہے، اور یہ بات اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کے مخالف ہے ''تمہیں جو حسنہ پہنچے، وہ اللہ کی طرف سے ہے'' اس لیے اس آیت میں آپ کی رائے باطل ہو جاتی ہے۔ جب اس آیت سے یہ بات ثابت ہو گئی کہ ایمان اللہ کی طرف سے ہے تو یہ بات خود ثابت ہو گئی کہ کفر بھی اللہ کی طرف سے ہے، پھر اس پہلو پر بھی غور کیا جائے کہ اگر بندے کو کفر ایجاد کرنے پر قدرت دے دی جائے تو یہ قدرت ایمان کے ایجاد کی صلاحیت رکھتی ہوگی یا نہیں، اگر یہ قدرت

---

[1] الشعراء: ۸۰

ایمان ایجاد کرنے کی صلاحیت رکھتی ہو تو یہ قول واپس آ جائے گا کہ بندے کا ایمان اس کی طرف سے ہے اور آیت مذکورہ سے اس کا بطلان ثابت ہو گیا ہے اور اگر یہ قدرت ایمان ایجاد کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتی تو اس سے یہ لازم آئے گا کہ کسی چیز پر قدرت رکھنے والا اس کی ضد پر قدرت نہیں رکھتا اور یہ ان کے نزدیک بھی محال ہے، تو ثابت ہو گیا کہ جب ایمان بندے کی طرف سے نہیں ہے تو کفر بھی اس کی طرف سے نہیں ہے۔

نیز اس پہلو پر بھی غور کیا جائے کہ جب بندہ ایمان ایجاد نہیں کرسکتا تو کفر بطریق اولیٰ ایجاد نہیں کرسکتا اس لیے کہ مستقل ایجاد اسی چیز کی ہوسکتی ہے جس سے اپنا مقصد حاصل کرنا ممکن ہو اور دنیا میں کوئی عقلمند بھی ایسا نہیں ہے جو جہالت اور گمراہی حاصل کرنا چاہے گا چنانچہ بندہ جب اپنے افعال کو ایجاد کرے گا اور اس کا مقصد صرف حقیقی علم حاصل کرنا ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ حق ہی کو حاصل کرے اور جب ایمان ہی اصل مقصود و مطلوب ہے اور وہ اس کے ایجاد کرنے سے موجود نہیں ہوسکتا تو جہالت اور کفر بطریق اولیٰ ایجاد نہیں ہوسکتا۔

ملحوظہ

اس کے بعد مصنف نے ابوعلی جبائی اور دیگر معتزلہ کی تردید میں سورۂ نساء کی مذکورہ بالا آیت کے ایک اور لفظ ''فمن نفسك'' پر قراءت کی علمی بحث کی ہے جس میں معتزلہ کی تردید کرتے ہوئے مصنف کے الفاظ کچھ زیادہ ہی سخت ہو گئے ہیں، ہم ان کا سہل ترین ترجمہ کر بھی لیں تب بھی یہ علمی بحث عوامی سمجھ سے بالاتر ہے اس لیے اس کا ترجمہ ''جس کی مقدار زیادہ نہیں'' ترک کیا جارہا ہے۔

۵۳۔ وعدہ پورا نہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وعدہ پورا کیا کرو، کیونکہ وعدے کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی'' ❶ اسی طرح ارشاد ہے کہ ''اے اہلِ ایمان! وعدے پورے کیا کرو'' ❷ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ وعدے ہیں جن کا تعلق ان چیزوں سے ہے جو اللہ نے حلال کی ہیں یا حرام کی ہیں، یا فرض کی ہیں، یا تمام چیزوں میں جو حد بندی فرمائی ہے، یہی رائے مجاہد کی بھی ہے، اسی وجہ سے ضحاک کہتے ہیں کہ ''وعدوں'' سے مراد وہ باتیں ہیں جنہیں پورا کرنے کا اللہ تعالیٰ نے اس امت سے وعدہ کیا ہے مثلاً حلال وحرام اور فرائض وغیرہ، یہ تفسیر ابن جریج کی اس تفسیر سے زیادہ بہتر ہے جس کے مطابق یہ آیت اہلِ کتاب کے حوالے سے نازل ہوئی ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے وہ لوگو جو پہلی کتابوں پر ایمان لائے ہو، ان وعدوں کو پورا کرو جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے میں نے تم سے لیے تھے، یہ سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۷ کی طرف اشارہ ہے، اسی طرح یہ تفسیر قتادہ کی اس تفسیر سے بھی زیادہ اہم اور اولیٰ ہے جس کے مطابق اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے وہ حلف مراد لیا ہے جو انہوں نے زمانۂ جاہلیت میں ایک دوسرے سے لیا تھا، اس آیت کا صحیح مفہوم اور مطلب یہ ہے کہ تم لوگ ایمان لاکر اللہ تعالیٰ کے اوامر و نواہی میں اس کی اطاعت کرنے کے حوالے سے مختلف قسم کے وعدے کر چکے ہو، سو ان وعدوں کو پورا کرو۔

---

❶ الاسراء: ٣٤ ❷ المائدة: ١

ابن شہاب زہری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو نجران بھیجتے ہوئے جو خط لکھ کر دیا تھا، وہ خط میں نے پڑھا ہے، اس کے شروع میں یہ لکھا تھا کہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بیان ہے، پھر سورۂ مائدہ کی مذکورہ آیت لکھی ہوئی تھی، تو اصل مقصود وہ کرنے یا نہ کرنے کے کام ہیں جن کا بندوں کو مکلّف بنایا گیا ہے، اس آیت میں ان کے لیے ''عقود'' کا لفظ اس لیے لایا گیا ہے کہ انہیں اللہ تعالیٰ نے مضبوطی سے باندھا ہے لہٰذا اب انہیں کوئی کھول نہیں سکتا، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ''عقود'' سے مراد وہ معاملات ہیں جو لوگ آپس میں طے کرتے ہیں، اور ہم نے جس قول کو ترجیح دی ہے یعنی یہ کہ آیت میں عقود کا لفظ عام ہے، اس کی دلیل یہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ نے اس آیت سے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ عید کے دن روزہ رکھنے کی منت ماننا صحیح ہے، اس کی تائید قرآن کریم کی اس آیت سے کی ہے ''وہ لوگ منت کو پورا کرتے ہیں ❶ نیز اس آیت سے کہ ''وہ لوگ جب کسی سے وعدہ کرتے ہیں تو اپنے وعدے کو پورا کرتے ہیں۔'' ❷ نیز اس حدیث سے کہ اپنی منت کو پورا کرو، اور امام صاحب رحمہ اللہ نے اسی آیت سے خیارِ مجلس کی نفی کی ہے کیونکہ عقد تو منعقد ہو چکا، تینوں طلاقوں کو جمع کرنے کی حرمت بھی اسی آیت سے ثابت کی ہے کیونکہ نکاح ایک عقد ہے، اسے ختم کرنا حرام ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''عقود کو پورا کرو'' ایک طلاق کے ذریعے اس آیت پر عمل ترک ہونے پر اجماع ہو چکا ہے لہٰذا اسے اصل پر باقی رکھتے ہوئے ایک سے زائد طلاق میں آیت کے حکم پر عمل کرنا ضروری ہوگا۔

جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ ان تینوں مسائل میں امام صاحب رحمہ اللہ سے اختلافِ رائے رکھتے ہیں، کیونکہ اس عموم کی تخصیص صحیح احادیث سے ہو جاتی ہے چنانچہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اللہ کی نافرمانی کے کام میں منت نہیں ہوتی ❸ نیز یہ فرمان کہ بائع اور مشتری کو اس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں ❹ اور قیاسِ جلی سے بھی امام شافعی رحمہ اللہ استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ اگر تینوں طلاقوں کو جمع کرنا حرام ہوتا تو وہ نافذ بھی نہ ہوتیں، لیکن جب بالاجماع وہ نافذ ہو جاتی ہیں تو یہی اس کے حلال ہونے کی دلیل ہے، کیونکہ عقود کے نفاذ میں اصل یہ ہے کہ وہ ان کے حلال ہونے کا تقاضا کرتا ہے، علاوہ ازیں اس سلسلے میں ایک صحیح حدیث بھی موجود ہے اور وہ یہ کہ لعان کرنے والے ایک شخص نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دیں، وہ یہ سمجھتا تھا کہ وہ نافذ ہو جائیں گی اور نبی علیہ السلام نے اسے اس سے منع بھی نہیں فرمایا، اگر تین طلاقوں کو جمع کرنا حرام ہوتا تو گویا اس نے حرام کا ارتکاب کیا لہٰذا نبی علیہ السلام کے لیے اس کی ممانعت کرنا ضروری ہوا، لیکن چونکہ نبی علیہ السلام نے اس کی ممانعت نہیں فرمائی لہٰذا یہ اس کے مباح ہونے کی دلیل ہے، یہاں کوئی شخص یہ نہیں کہہ سکتا کہ نبی علیہ السلام کے ممانعت نہ فرمانے کی وجہ یہ تھی کہ یہ ایک لغو کام تھا، کیونکہ ہم اس بات کی طرف اشارہ کر چکے ہیں کہ یہ واقع میں لغو ہو سکتا ہے لیکن اس کے خیال میں تو لغو نہیں تھا جب ہی تو اس نے تین طلاقیں دے دیں، اور یہ اس بات کی بھی دلیل ہے کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کے درمیان یہ بات متعارف تھی کہ تین طلاقیں دینا حرام نہیں ہے۔

---

❶ الدهر: ٧ ❷ البقرة: ١٧٧ ❸ نسائي: الأيمان، باب (٤١)، مسند احمد: ٤/٤٣٣

❹ صحيح بخاري: البيوع، باب (١٩) صحيح مسلم: البيوع (٤٣)

وعدے کی پابندی پر اور اسے وفا نہ کرنے کے کبیرہ گناہ ہونے پر دلیل میں اس حدیث کو بھی پیش کیا جا سکتا ہے جو صحیح بخاری و مسلم دونوں میں موجود ہے کہ چار چیزیں ہیں، وہ جس شخص میں بھی پائی جائیں گی وہ پکا منافق ہوگا اور جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک خصلت بھی پائی جائے گی، اس میں نفاق کی ایک خصلت پائی جائے گی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے، اور جب جھگڑا کرے تو گالی اور بدزبانی پر اتر آئے ❶ ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ہر دھوکے باز کا ایک جھنڈا ہوگا اور اعلان کیا جائے گا کہ یہ فلاں شخص کی دھوکے بازی ہے۔ ❷ بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا، ایک وہ شخص جس نے میرے نام پر کسی سے وعدہ کیا، پھر عہد شکنی کی، دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا گیا اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی مزدور سے کام پورا کروالیا اور اسے اس کی اجرت نہیں دی۔ ❸

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح کئی علماء نے کی ہے گو کہ علماء کی تعبیرات اور الفاظ مختلف ہیں لیکن مطلب سب کا ایک ہی ہے تاہم دونوں صورتوں میں اسے کبائر میں شمار کرنے میں اشکال پیش آتا ہے، کیونکہ ہمارے مذہب میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ وعدہ پورا کرنا مستحب ہے، واجب نہیں جبکہ ''عہد'' میں واجبات اور محرمات دونوں شامل ہوتے ہیں۔ اور مندوب و مستحب کی مخالفت کا جواز ہوتا ہے اور واجب وحرام کبھی کبیرہ ہوتے ہیں اور کبھی صغیرہ، پھر وعدہ پورا نہ کرنے پر کبیرہ گناہ کا اطلاق کیسے کیا جا سکتا ہے؟ اگر وعدہ پورا نہ کرنے سے مراد یہ ہو کہ اس کے ذریعے جس چیز میں خلل پیدا ہوتا ہے وہ کبیرہ گناہ ہے تو پھر اسے مستقل کبیرہ گناہ شمار کرنا مناسب نہیں ہو سکتا، اس لیے کہ اس کا وجود تو دوسرے کبائر کے ضمن میں ہی ہوا، اس اشکال کا جواب بعض حضرات نے یہ دیا ہے کہ اس کا کبیرہ نہ ہونا تو واضح ہے لیکن وعدہ پورا نہ کرنے سے مراد وہ شخص ہے جو منت مان کر اسے پورا نہیں کرتا اور منت میں شرعی حکم واجب ہونے کا متوجہ ہوتا ہے اور عہد پورا نہ کرنے کو ایک مخصوص چیز پر محمول کیا جائے گا اور وہ یہ کہ اگر کوئی شخص کسی امام سے بیعت کرتا ہے، پھر بغیر کسی وجہ اور تاویل کے اس سے بغاوت کا ارادہ کرتا ہے تو یہ کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ صحیحین کی اس روایت سے ثابت ہوتا ہے جو پیچھے گزر چکی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہم کلام ہوگا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا...... وہ آدمی جو کسی امام سے بیعت کرے، اس کا مقصد صرف دنیا کا حصول ہو، اگر وہ اسے اس کی خواہشات کے مطابق دیتا رہے تو وہ اس کا وفادار رہے اور اگر نہ دے تو وفادار بھی نہ رہے، ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرتا ہو کہ اسے جہنم سے ہٹا بچا کر جنت میں داخل کر دیا جائے تو اسے چاہیے کہ جب اس کی موت آئے تو وہ اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اور وہ لوگوں کے پاس وہی لے کر آئے جو وہ اپنے پاس

---

❶ صحیح بخاری: الایمان، باب (٢٤)، صحیح مسلم: الایمان (١٠٦)

❷ حوالہ گذر چکا ❸ حوالہ گذر چکا

لائے جانے کو پسند کرتا ہو اور جو شخص کسی حکمران سے بیعت کر کے اسے اپنے ہاتھ کا معاملہ اور دل کا ثمرہ دے دے تو جہاں تک ممکن ہو اس کی اطاعت کرے، پھر اگر کوئی اس سے جھگڑنے کے لیے آئے تو دوسرے کی گردن اڑا دو [1] نیز اس میں وہ بات بھی شامل ہے جو عنقریب کتاب الجہاد میں آ رہی ہے کہ جو شخص کسی حربی کو امن دے دے، پھر اسے دھوکے سے قتل کر دے تو یہ کبیرہ گناہ ہے، اور ہاتھ کے معاملے سے بھی یہی مراد ہے۔

۵۴-۵۵۔ظالموں اور فاسقوں سے محبت اور صالحین سے نفرت

طبرانی نے یہ روایت معاجم ثلثہ میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین چیزیں برحق ہیں، جس شخص کا اسلام میں حصہ ہو، اللہ اسے اس شخص کی طرح نہیں بنائے گا جس کا اس میں کوئی حصہ نہ ہو، اللہ تعالیٰ جس بندے سے دوستی کر لے، یہ نہیں ہو سکتا کہ اسے دوسروں کے حوالے کر دے، اور جو شخص جس قوم کے ساتھ محبت کرتا ہے اس کا حشر انہیں کے ساتھ ہوگا، یہ مضمون امام احمد نے بھی نقل کیا ہے البتہ اس میں اسلام کے تین حصے بھی نقل کیے گئے ہیں یعنی نماز، روزہ اور زکوٰۃ۔ حاکم نے شرکِ خفی کی آمد چیونٹی کی آہٹ سے بھی آہستگی پر دلالت کرنے والی جو روایت نقل کی ہے، اس میں یہ بھی ہے کہ اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ انسان ظلم کی کسی چیز کو پسند کرنے لگے یا عدل وانصاف کی کسی چیز کو ناپسند کرنے لگے، کیا دین حب فی اللہ اور بغض فی اللہ کے علاوہ بھی کسی اور چیز کا نام ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجیے کہ اگر تم اللہ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا'' [2] اسی طرح ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم کسی مؤمن کے علاوہ دوسرے کی ہم نشینی اختیار نہ کرو، اور تمہارا کھانا متقی آدمی کے علاوہ کوئی نہ کھائے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ قرار دینے کی دلیل وہ روایات ہیں جو پیچھے گزر چکی ہیں یا عنقریب آئیں گی مثلاً یہ کہ انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے وہ محبت کرتا ہے خواہ وہ ان جیسے اعمال نہ کرتا ہو، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ بظاہر فاسق لوگوں سے محبت ان کے فسق کی وجہ سے اور صالحین سے نفرت ان کے تقویٰ وصلاح کی وجہ سے ہوتی ہے اور ظاہر ہے کہ فسق کی محبت بھی فسق کی طرح کبیرہ گناہ ہے، یہی حکم صالحین سے نفرت کا ہے کیونکہ فاسقوں سے محبت اور صالحین سے نفرت اس بات کی دلیل ہے کہ اس نے اسلام کا قلادہ اتار دیا ہے اور اسے اسلام سے ہی بغض ہے اور اسلام سے بغض کفر ہے، اور اس کا ذریعہ بننے والا گناہ، کبیرہ ہوگا۔

خاتمہ: اللہ کی رضا کیلئے باہم محبت کرنے والوں کے لیے صحیح اور حسن احادیث کا بیان

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ تین چیزیں ہیں وہ جس آدمی میں بھی پائی جائیں، اسے ایمان کی حلاوت محسوس ہوگی، ایک تو وہ آدمی کہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اس کی نگاہوں میں دوسری تمام چیزوں سے زیادہ محبوب ہو جائیں، دوسرا وہ

---

[1] صحیح مسلم: الامارة (٤٦)، نسائی: البیعة (٢٥)، ابن ماجه: الفتن (٩)

[2] آل عمران : ٣١

آدمی جو کسی شخص سے محض اللہ کی رضا کے لئے محبت کرتا ہو اور تیسرا وہ آدمی جو کفر سے نجات پانے کے بعد اس میں واپس جانے کو اسی طرح ناپسند سمجھتا ہو جیسے آگ میں پھینکے جانے کو ناپسند کرتا ہے [1] ایک روایت میں ہے کہ انسان اللہ ہی کی رضا کے لیے دوسروں سے محبت یا نفرت رکھے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے جلال وعظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے کہاں ہیں؟ آج میں انہیں اپنے سائے میں جگہ دوں گا جبکہ آج میرے سائے کے علاوہ کہیں سایہ نہیں ہے [2] نیز یہ روایت کہ جب بھی دو آدمی اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں تو اللہ ان سے ایک دوسرے کی نسبت بھی بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ [3] نیز یہ روایت کہ اللہ کے نزدیک تمام ساتھیوں میں سب سے بہترین وہ ہے جو اپنے ساتھی کے حق میں بہترین ہو، اور سب سے بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں بہترین ہو، نیز یہ روایت کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میری محبت ان لوگوں کے لیے واجب ہو چکی ہے جو میری وجہ سے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، میری وجہ سے ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھتے ہیں، میری وجہ سے ایک دوسرے سے ملاقات کرتے ہیں اور میری وجہ سے ایک دوسرے پر خرچ کرتے ہیں۔ [4]

نیز یہ روایت کہ میرے جلال وعظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والوں کے لیے نور کے منبر ہوں گے جن پر انبیاء اور شہداء بھی رشک کریں گے۔ [5] نیز یہ روایت کہ قیامت کے دن عرش کے دائیں جانب ''اور اللہ کے دونوں ہاتھ ہی داہنے ہیں'' کچھ لوگ بیٹھے ہوں گے جو نور کے منبر پر جلوہ افروز ہوں گے، اور ان کے چہرے بھی نورانی ہوں گے، وہ انبیاء، شہداء اور صدیقین نہ ہوں گے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کے جلال وعظمت کی خاطر ایک دوسرے سے محبت کرنے والے ہیں، ایک روایت میں اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جس وقت سب لوگ خوفزدہ ہوں گے، یہ خوف زدہ نہ ہوں گے اور جس وقت سب لوگ غمگین ہوں گے، یہ غمگین نہ ہوں گے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''یاد رکھو! اللہ کے دوستوں پر کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔'' [6] ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے اپنے گھٹنوں کے بل جھک کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمارے سامنے ان کا حلیہ بیان کیجیے تاکہ ہم انہیں پہچان سکیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، یہ لوگ مختلف قبیلوں اور مختلف شہروں سے تعلق رکھتے ہوں گے اور صرف اللہ کا ذکر کرنے کے لیے جمع ہوتے ہوں گے۔ ایک روایت کے شروع میں یہ الفاظ ہیں کہ وہ مختلف گروہوں اور مختلف قبائل سے تعلق رکھنے والے لوگ ہیں، ان کے درمیان کوئی قریبی رشتہ داریاں نہ تھیں، یہ لوگ محض اللہ کی رضا کے لیے سچی محبت کرتے تھے۔

---

1. صحیح بخاری: الایمان (۹)، صحیح مسلم: الایمان (٦٦)
2. صحیح مسلم: البر (۳۸)، ترمذی: الزهد (٥٣)
3. ترغیب و ترهیب: ١٦/٤
4. مؤطا: الشعر (١٦)، مسند احمد: ٢٢٩/٥
5. ترمذی (٢٣٩٠)
6. یونس: ٦٢

ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ قیامت کب آئے گی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے قیامت کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے؟ اس نے عرض کیا کہ تیاری تو کچھ نہیں کی البتہ میں اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت کرتا ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم اسی کے ساتھ ہو گے جس سے تم محبت کرتے ہو، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان سن کر ہمیں جتنی خوشی ہوئی اس سے پہلے کبھی کسی بات پر نہیں ہوئی تھی، اور میں نبی علیہ السلام اور حضرات ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے محبت کرتا ہوں لہٰذا مجھے امید ہے کہ ان کے ساتھ محبت کی وجہ سے میں ان کے ساتھ ہوں گا۔ ❶

۵۶۔ اولیاءِ کرام کو اذیت دینا اور ان کے ساتھ دشمنی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ’’اور وہ لوگ جو بغیر کسی جرم کے مؤمن مردوں اور عورتوں کو ایذاء پہنچاتے ہیں، وہ بہتان اور کھلے گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔‘‘ ❷ نیز ارشاد ہے ’’مؤمنین کے لیے اپنے بازو جھکا دیجیے۔‘‘ ❸ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نقل کیا ہے جو شخص میرے کسی ولی کی توہین کرتا ہے وہ مجھ سے جنگ کا کھلم کھلا اعلان کرتا ہے، اور میں نے جو کام کرنے ہوتے ہیں ان میں سے کسی میں مجھے اتنا تردد نہیں ہوتا جتنا تردد مجھے اپنے اس مؤمن بندے کی روح قبض کرنے پر ہوتا ہے جو موت کو ناپسند کرتا ہے اور میں اس کے برا سمجھنے کو اچھا نہیں سمجھتا لیکن اس کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں ہے اور دنیا سے بے رغبتی جیسی کوئی چیز ایسی نہیں ہے جس سے بندہ میرا قرب حاصل کر سکے اور میں نے جو چیزیں بندے پر فرض کر رکھی ہیں، ان کی ادائیگی جیسی عبادت کوئی نہیں ہے۔ ❹

ایک دوسری روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ بندہ نوافل کے ذریعے مسلسل میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت کرنے لگتا ہوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان بن جاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے، اس کی آنکھیں بن جاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے، اس کے ہاتھ بن جاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کے پاؤں بن جاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے، اگر وہ مجھ سے مانگتا ہے تو میں اسے عطا کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ چاہتا ہے تو میں اسے پناہ ضرور دیتا ہوں۔ ❺ ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ ابوسفیان (قبولِ اسلام سے پہلے) حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ، صہیب رومی رضی اللہ عنہ اور بلال کے پاس کچھ لوگوں کے ساتھ آئے، حضرت سلمان رضی اللہ عنہ وغیرہ کہنے لگے کہ ابھی تک اللہ کی تلواروں نے اللہ کے دشمنوں سے پورا پورا حق وصول نہیں کیا ہے یعنی ابھی بھی بہت سے دشمن باقی ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان سے فرمانے لگے کیا آپ لوگ یہ بات قریش کے ایک سردار اور بڑے آدمی سے کہہ رہے ہیں؟ پھر انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر یہ سارا واقعہ عرض کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر! شاید آپ نے انہیں (سلمان رضی اللہ عنہ وغیرہ) کو ناراض کر دیا ہے، اگر آپ نے انہیں ناراض کیا تو گویا اپنے رب کو ناراض کر لیا، اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ان لوگوں کے پاس گئے اور کہنے لگے

---

❶ صحيح بخاري: الأدب (٩٦)، صحيح مسلم: البر (١٦٥)
❷ الأحزاب: ٥٨
❸ الحجر: ٨٨
❹ صحيح بخاري: الرقاق (٣٨)، مسند احمد: ٦/٢٥٦
❺ صحيح بخاري: الرقاق (٣٨)

بھائیو! شاید میں نے آپ کو ناراض کر دیا ہے؟ وہ کہنے لگے نہیں! بھائی جان! اللہ تعالیٰ آپ کی مغفرت فرمائے۔ ❶

فقراء اور خصوصیت کے ساتھ وہ فقراء صحابہ "جنھوں نے ایمان کی طرف سبقت حاصل کی" کے احترام کی اہمیت اس بات سے مزید نمایاں ہو جاتی ہے کہ ایک مرتبہ مشرکین نے فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے ساتھ بیٹھنے سے انکار کرتے ہوئے نبی علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ انہیں اپنے پاس سے بھگا دیجیے کیونکہ ہم اس بات کو اچھا نہیں سمجھتے کہ آپ کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہوں، اگر آپ نے انہیں اپنے پاس سے بھگا دیا تو بڑے بڑے معزز رؤساء اور سردار آپ پر ایمان لے آئیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی "ان لوگوں کو اپنے پاس سے مت دھتکاریئے جو صبح وشام اپنے رب کو پکارتے ہیں اور صرف اس کی رضا حاصل کرنا چاہتے ہیں۔" ❷ جب مشرکین اس بات سے مایوس ہو گئے تو انہوں نے ایک نئی درخواست پیش کی کہ نبی علیہ السلام ایک دن مشرکین کے لیے وقف کر دیں اور ایک دن صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کے لیے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا آپ اپنی آنکھیں ان سے نہ پھیریں کہ دنیوی زندگانی کو آپ چاہنے لگیں۔" ❸ پھر اللہ تعالیٰ نے ایک مالدار اور ایک فقیہ کی مثال بیان فرمائی، اس سب کا مقصد یہ تھا کہ فقراءِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین کی اہمیت اور ان کی تعظیم واحترام کو ثابت کیا جا سکے۔

اسی وجہ سے نبی علیہ السلام فقراء صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اور ان میں بھی خصوصیت کے ساتھ اصحاب صفہ کی بہت تعظیم فرماتے تھے، اصحاب صفہ سے مراد وہ فقراء مہاجرین ہیں جنھوں نے نبی علیہ السلام کے ہمراہ مکہ مکرمہ سے ہجرت کی، یہ لوگ مسجد کے ایک چبوترے پر ہی رہتے تھے اور ہجرت کرنے والے لوگ بھی آ آ کر ان میں شامل ہوتے رہتے تھے جس کی وجہ سے ان کی تعداد بڑھ جاتی تھی، ان لوگوں کا فقر و فاقہ اور صبر و برداشت بہت زیادہ تھا، اس لیے وہ اس بات کے مستحق تھے کہ نبی علیہ السلام انہیں اپنے دروازے سے نہ دھتکاریں، اپنے احباب کے درمیان ان کی علی الاعلان تعریف کریں، کیونکہ مساجد ان کا ٹھکانہ ہیں، اللہ ان کا مطلوب و مولیٰ ہے، بھوک ان کا کھانا ہے، جب لوگ سو جاتے ہیں تو شب بیداری ان کا سالن ہوتی ہے، فقر و فاقہ ان کا شعار ہے، مسکنت اور حیاء ان کے جسم سے لگا ہوا کپڑا ہے، ان کا فقر و فاقہ وہ عام فقر نہیں ہے جس کا معنی مطلقاً اللہ تعالیٰ کی ضرورت اور حاجت ہے کیونکہ یہ تو ہر مخلوق کا وصف ہے، چنانچہ ارشادِ ربانی ہے "اے لوگو! تم سب کے سب اللہ کی طرف احتیاج رکھتے ہو۔" ❹ بلکہ ان کا فقر وہ خاص فقر ہے جو اولیاءِ کرام کا شعار ہے یعنی دل کو غیر اللہ کے تعلق سے خالی کر لینا اور اپنی ہر حرکت و سکون میں اس کی موجودگی کا یقین رکھنا۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی بہت سے علماء نے تصریح کی ہے اور اس سے زیادہ سخت وعید کیا ہو سکتی ہے کہ بندہ اللہ تعالیٰ سے جنگ کے لیے تیار ہو جاتا ہے اور یہ وعید صرف دو چیزوں پر آئی ہے جن میں سے ایک سود خوری ہے اور ایک اولیاءِ کرام سے دشمنی ہے، اور اللہ جس شخص سے دشمنی کرنے لگے وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا، بلکہ یقینی بات ہے کہ اس کا خاتمہ کفر

---

❶ صحیح مسلم: فضائل الصحابة (١٧٠) ❷ الأنعام: ٥٢

❸ الكهف: ٢٨ ❹ فاطر: ١٥

پر ہوگا۔ زرکشی نے بھی اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے، فتاویٰ بدیعی میں ہے کہ جو شخص کسی عالم کی توہین کرتا ہے اس کی بیوی کو طلاق ہو جاتی ہے، گویا انہوں نے اسے ارتداد کی طرح سمجھا ہے، ابن عساکر نے کہا ہے کہ یاد رکھو! علماء کا گوشت بڑا زہریلا ہوتا ہے اور ان کی شان میں کوتاہی کرنے پر اللہ کی عادت بھی سب کو معلوم ہے، جو شخص علماء کے عیوب بیان کرنے کے لیے اپنی زبان چلاتا ہے اللہ اسے موت سے پہلے دل کی موت دے دیتا ہے۔

۵۷۔ زمانے کو برا بھلا کہنا

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، حالانکہ زمانہ تو میں خود ہوں، دن و رات میرے ہی ہاتھ میں ہیں، اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں جب چاہتا ہوں انہیں اپنی طرف کھینچ لیتا ہوں۔ ❶ مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص زمانے کو برا بھلا نہ کہے کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔ ❷ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ انگور کو ''کرم'' نہ کہا کرو، اور یوں نہ کہا کرو زمانے کی خرابی، کیونکہ اللہ ہی زمانہ ہے۔ ❸ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنے بندے سے قرض مانگا لیکن اس نے مجھے قرض نہ دیا، اور میرا بندہ مجھے بے خبری میں برا بھلا کہہ جاتا ہے، وہ کہتا ہے ہائے زمانہ، ہائے زمانہ، حالانکہ زمانہ تو میں ہی ہوں۔ اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زمانے کو برا بھلا مت کہا کرو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ہی زمانہ ہوں، دن اور رات کو میں ہی بدلتا ہوں اور ایک کے بعد دوسرے بادشاہوں کو لاتا ہوں۔

تنبیہ

سرسری طور پر تو ان احادیث کی روشنی میں اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنا واضح اور نمایاں بات ہے، خاص طور پر اس جملے کی روشنی میں کہ ''بندہ مجھے برا بھلا کہتا ہے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ نے زمانے کو برا بھلا کہنا اپنے آپ کو برا بھلا کہنا قرار دیا ہے اور یہ کفر ہے، اور جو چیز کفر کا سبب بنے اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہو، لیکن ہمارے ائمہ کا کلام اس کا انکار کرتا ہے اور وہ اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ یہ مکروہ ہے، حرام نہیں، چہ جائیکہ کبیرہ گناہ ہو، صحیح بات یہ ہے کہ اس اجمال میں کچھ تفصیل ہے اور وہ یہ کہ جو شخص زمانے کو برا بھلا کہتا ہے، اگر اس سے اس کی مراد زمانہ ہی ہو تو اس کی کراہت میں کوئی کلام نہیں ہے، اور اگر اس سے اس کی مراد اللہ تعالیٰ ہو تو اس کے کفر ہونے میں کوئی کلام نہیں اور اگر وہ مطلقاً ہو تو یہ محل تردد ہے کیونکہ اس میں کفر ہونے اور نہ ہونے دونوں کا احتمال موجود ہے، ہمارے ائمہ کا ظاہری کلام یہاں بھی کراہت ہی کا ہے، کیونکہ اس جملے سے ذہن میں فوری طور پر زمانے ہی کا تصور آتا ہے، اللہ تعالیٰ پر اس لفظ کا اطلاق مجازی طور پر ہی ہوتا ہے۔

---

❶ صحیح بخاری: تفسیر سورۃ ٤٥ (١)، صحیح مسلم: الألفاظ (١)، مسند احمد: ٢/٢٣٨

❷ صحیح مسلم: الألفاظ (٥)

❸ صحیح بخاری: الأدب (١٠١)

اسی وجہ سے اس حدیث کا معنی بیان کرتے ہوئے محدثین نے فرمایا ہے کہ جب کسی آدمی پر کوئی مصیبت یا پریشانی آتی یا اسے کسی ناگوار چیز کا سامنا کرنا پڑتا تو عرب کے لوگ زمانے کو برا بھلا کہنے لگتے تھے، کیونکہ ان کا یہ اعتقاد ہوتا تھا کہ اسے جو مصیبت آئی ہے، وہ زمانے کا فعل ہے۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے عرب کے لوگ ستاروں سے بارش طلب کرتے تھے اور یوں کہتے تھے کہ ہم پر فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے بارش ہوئی ہے، اور وہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ اس کا فاعل وہ ستارے ہی ہیں، گویا اس جملے میں فاعل پر لعنت ہے اور کسی بھی چیز کا فاعل اللہ کے علاوہ کوئی اور ہو نہیں سکتا اس لیے نبی علیہ السلام نے لوگوں کو زمانے کو برا بھلا کہنے سے منع فرما دیا۔

ملحوظہ

اس کے بعد مصنف نے "انا الدھر" میں را کے ضمہ اور فتحہ پر بحث کی ہے اور ابن داؤد کی طرف راء کے فتحہ کی نسبت کر کے اس کی تردید کی ہے اور ابن داؤد کی اس دلیل کہ "دہر" اللہ تعالیٰ کے ناموں میں سے کوئی نام نہیں ہے کا جواب یہ دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف اس کی نسبت مجازی ہے، ہم نے اس علمی بحث کا خلاصہ اپنے الفاظ میں یہاں ذکر کر دیا ہے۔

۵۸۔ وہ کلمہ جس کی خرابی زیادہ ہو اور کہنے والے کو اس کی کوئی پرواہ نہ ہو

بعض متأخرین نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور یہ بعید از قیاس بھی نہیں ہے اور اس کی دلیل صحیحین کی وہ روایت ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بعض اوقات اپنے منہ سے انسان کوئی ایسا کلمہ نکال دیتا ہے جس کی حقیقت اسے معلوم نہیں ہوتی اور اس کی وجہ سے وہ اتنے فاصلے سے جہنم میں گر پڑتا ہے جتنا مشرق اور مغرب کے درمیان ہے۔ ❶ نیز یہ فرمان بھی منقول ہے کہ بعض اوقات انسان اللہ تعالیٰ کی رضامندی پر مشتمل کوئی ایسا جملہ بول دیتا ہے کہ اسے یہ معلوم نہیں ہوتا کہ وہ جملہ وہاں تک پہنچ جائے گا، اللہ اس ایک کلمے کی وجہ سے اس شخص کے حق میں قیامت تک کے لیے اپنی رضامندی اور خوشنودی کا فیصلہ لکھ دیتا ہے، اور بعض اوقات انسان اللہ کی ناراضگی پر مشتمل کوئی ایسا جملہ بول دیتا ہے کہ اسے اس بات کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ وہ جملہ وہاں تک پہنچ جائے گا، اللہ اس ایک جملے کی وجہ سے اس کے لیے قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے۔ ❷

بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ ایسے ہی ہے جیسے بادشاہوں اور حکمرانوں کے سامنے کلام کرنا کہ کبھی اس سے عمومی خیر مل جاتی ہے اور کبھی عمومی شر، اسی میں وہ کلمہ بھی شامل ہے جس میں سنت کی مذمت ہو یا بدعت کی تقویت ہو، یا ابطالِ حق ہو یا تحقیق باطل ہو، یا خون بہانا ہو یا عزت و آبرو اور مال میں سے کسی کو زبردستی اپنے لیے حلال سمجھنا ہو یا کسی کی بے عزتی کرنا ہو، یا قطع رحمی ہو، یا مسلمانوں کے درمیان عہد شکنی یا دھوکے بازی کرنا ہو یا میاں بیوی کے درمیان جدائی پیدا کرنا ہو وغیر ذالک۔

---

❶ صحیح بخاری: الرقاق (۲۳)، صحیح مسلم: الزھد (۵۰)

❷ بحوالۂ مذکورہ

۵۹۔ ''محسن'' کی احسان فراموشی

بعض لوگوں نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے لیکن یہ بعید از قیاس ہے، اس کی صرف یہی صورت ممکن ہوسکتی ہے کہ ''محسن'' سے مراد ذات باری تعالیٰ ہو کیونکہ محسن حقیقی تو وہی ہے اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسے اس محسن کی ناشکری پر محمول کیا جائے جس کی رعایت رکھنا ضروری ہو جیسے شوہر، اور اس پر اس حدیث سے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت پر نظرِ کرم نہیں فرمائے گا جو اپنے شوہر کا شکریہ ادا نہیں کرتی حالانکہ وہ اس سے مستغنی نہیں رہ سکتی ❶ نیز اس حدیث سے بھی جس میں نبی علیہ السلام نے شوہر کی ناشکری کو عورتوں کی اکثریت کے جہنم میں لے جانے کا سبب قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ اگر کوئی شخص عورت سے ساری زندگی اچھا سلوک کرتا رہے، پھر اسے اپنے شوہر کی کوئی بات نظر آ جائے تو وہ فوراً کہہ دیتی ہے کہ میں نے تجھ سے کبھی بھلائی دیکھی ہی نہیں۔ ❷

اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان دونوں حدیثوں میں شدید وعید موجود ہے اس لیے خاوند کی نعمتوں کی ناشکری کبیرہ گناہ ہونے میں کوئی استبعاد نہیں ہے، البتہ بعض حضرات نے اس پر اس حدیث سے جو استدلال کیا ہے کہ وہ شخص اللہ کا شکر گزار نہیں ہوسکتا جو بندوں کا شکریہ ادا نہ کرے۔ ❸ تو واضح بات ہے کہ اس میں اس کے کبیرہ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے کیونکہ اس میں کبیرہ ہونے کی کوئی علامت نہیں ہے، نیز اس سلسلے میں ان کی رائے یہ بھی ہے کہ شکر بدلہ دے کر بھی ہوسکتا ہے اور تعریف یا دعا کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے اور اس کی دلیل ترمذی اور ابن حبان کی یہ روایت ہے کہ جس شخص کو کوئی بخشش ملے تو اسے چاہیے کہ اگر اس کے پاس کچھ موجود ہو تو اس کا بدلہ دے، جسے دینے کے لیے کچھ نہ ملے وہ اس کی تعریف ہی کر دے کیونکہ تعریف کرنا بھی شکریہ ادا کرنا ہی ہے، اور جو شخص چھپا لے وہ کفر یعنی ناشکری کرتا ہے۔ ❹ لیکن اس استدلال کی تائید کہیں سے نہیں مل سکی اس لیے صحیح وجہ وہی ہے جو ہم نے ذکر کی ہے۔

۶۰۔ نبی علیہ السلام کا ذکرِ مبارک سن کر بھی درود و سلام نہ پڑھنا

حاکم نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے لوگوں کو منبر کے قریب جمع ہونے کا حکم دیا، حضرت کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ حاضر ہو گئے، نبی علیہ السلام منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے تو فرمایا آمین، دوسری اور تیسری سیڑھی پر بھی آمین کہا، جب نبی علیہ السلام منبر سے نیچے اترے تو ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے وہ بات سنی ہے جو اب سے پہلے کبھی نہیں سنی تھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا دراصل میرے پاس جبریل آئے تھے، انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جو ماہِ رمضان کو پائے، پھر بھی اس کی بخشش نہ ہو سکے، اس پر میں نے آمین کہا، جب میں

---

❶ سنن کبری: ۷/۲۹٤، مستدرك: ۲/۱۹۰

❷ صحیح بخاری: الایمان (۲۱)، صحیح مسلم: الکسوف (۱۷)

❸ ابوداؤد: الادب (۱۱)، ترمذی: البر (۳۵)

❹ ترمذی: البر (۸۷)

14

دوسری سیڑھی پر چڑھا تو وہ کہنے لگے کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جس کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے، میں نے اس پر بھی آمین کہا، جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کا بڑھاپا پائے اور پھر بھی جنت میں داخل نہ ہو سکے، میں نے اس پر بھی آمین کہا، یہ روایت الفاظ اور ترتیب کی معمولی سی تبدیلی کے ساتھ ابن حبان، طبرانی، ابن خزیمہ اور ترمذی نے بھی نقل کی ہے۔

طبرانی نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہوا اور اس نے مجھ پر درود پڑھنے میں خطا کی، وہ جنت کے راستے میں خطا کا شکار ہو جائے گا، یہ روایت بھی حافظ منذری، ابن ابی عاصم، ابن ماجہ اور طبرانی نے مختلف اسناد سے نقل کی ہے، ایک اور روایت میں نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اصل بخیل وہ ہے جس کے سامنے میرا تذکرہ کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے۔ ❶ ابن ابی عاصم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے تو وہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی وجہ ان احادیث کے ظاہر سے صراحۃً سمجھ میں آ رہی ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس پر شدید وعید کا ذکر فرمایا ہے مثلاً جہنم میں داخل ہونا، جبریل اور نبی علیہ السلام کی جانب سے بار بار اس کے لیے رحمت سے دوری کی بددعا کرنا، نبی علیہ السلام کی طرف سے اس کے لیے ذلت اور حقارت اور بخل بلکہ سب لوگوں سے زیادہ بخیل ہونے کو ذکر کرنا یہ سب چیزیں انتہائی شدید وعید میں شامل ہیں، لہٰذا یہ کبیرہ گناہ ہونا ان تمام وعیدوں کا تقاضا بنتا ہے، لیکن یہ اس صورت میں ہے جبکہ چاروں فقہوں کے ائمہ کے اس قول کو لیا جائے کہ نبی علیہ السلام پر "جب بھی ان کا تذکرہ کیا جائے" درود پڑھنا واجب ہے اور یہی ان احادیث کی تصریح بھی ہے، لیکن اگر عدمِ وجوب کا قول اختیار کیا جائے جس پر علماء کی اکثریت مائل ہے تو ان صحیح احادیث کی روشنی میں اس پر عمل کرنا بہت مشکل ہو جاتا ہے، اس صورت میں زیادہ سے زیادہ یہ ہو سکتا ہے کہ اس وعید کو اس شخص پر محمول کیا جائے جو بے احترامی کی وجہ سے نبی علیہ السلام پر درود نہ پڑھے مثلاً کسی لہو و لعب میں مشغول ہونے کی وجہ سے درود شریف ترک کر دے، ظاہر ہے کہ اس کا کبیرہ ہونا بعید از قیاس نہیں ہے، اور اس صورت میں یہ بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ ان احادیث اور عدمِ وجوب کے قائلین کے درمیان کوئی تعارض اور اختلاف نہیں ہے، اسے خوب سمجھ لیجیے کہ آپ کو اس کا تذکرہ کہیں اور نہ ملے گا۔

خاتمہ: درود و سلام کی فضیلت پر صحیح اور حسن درجے کی احادیث کا بیان

اس سلسلے کی تمام تفصیلات میں نے اپنی کتاب "الدر المنضود فی فضائل الصلوٰۃ والسلام علی صاحب المقام المحمود" میں جمع کر دی ہیں، چند احادیث یہاں بھی ذکر کی جا رہی ہیں چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص ایک مرتبہ مجھ پر درود پڑھتا ہے،

---

❶ ترمذی: الدعوات (۱۰۰)، مسند احمد: ۱/۲۰۱

14
14

اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، نیز یہ روایت کہ جس شخص کے سامنے میرا تذکرہ ہو، اسے چاہیے کہ مجھ پر درود پڑھے، نیز یہ روایت کہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، دس گناہ معاف فرما دیتا ہے اور دس درجات بلند کر دیتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مجھ پر دس مرتبہ درود پڑھتا ہے اللہ اس پر سو رحمتیں نازل فرماتا ہے اور جو شخص مجھ پر سو مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان نفاق سے براءت اور جہنم کی آگ سے براءت لکھ دے گا اور قیامت کے دن اسے شہداء کے ساتھ ٹھہرائے گا، نیز یہ روایت کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام نے مجھ سے کہا کیا میں آپ کو خوشخبری نہ سناؤں؟ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص ایک مرتبہ آپ پر درود پڑھے گا میں اس پر رحمت نازل کروں گا اور جو آپ پر سلام پڑھے گا میں اس پر سلامتی نازل کروں گا، اس پر میں نے بارگاہِ خداوندی میں سجدۂ شکر ادا کیا۔

نسائی، طبرانی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں سے جو شخص خلوصِ دل کے ساتھ مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھتا ہے، اللہ اس کی برکت سے اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، اس کے دس درجات بلند کرے گا، دس نیکیاں لکھے گا اور دس گناہ معاف فرمائے گا، نیز یہ روایت کہ جب تم مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنو تو وہی کلمات دہراؤ جو وہ کہہ رہا ہو، پھر مجھ پر درود بھیجو کیونکہ جو شخص مجھ پر ایک مرتبہ درود پڑھے، اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرمائے گا، پھر اللہ سے میرے لیے وسیلے کی دعا کرو جو جنت میں ایک ایسے مقام کا نام ہے جو اللہ کے بندوں میں سے صرف ایک ہی بندے کے شایانِ شان ہے اور مجھے امید ہے کہ وہ بندہ میں ہی ہوں گا تو جو شخص اللہ تعالیٰ سے میرے لیے وسیلے کی دعا کرے گا اس کے لیے میری شفاعت واجب ہوگئی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں کہ جو شخص نبی علیہ السلام پر ایک مرتبہ درود پڑھے، اللہ اور اس کے فرشتے اس پر ستر رحمتیں نازل کرتے ہیں، چونکہ ایسی بات اپنی رائے کی بنیاد پر نہیں کہی جاسکتی اس لیے یہ حکماً مرفوع حدیث ہے، نیز یہ روایت کہ جمعہ والے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ ابھی ابھی جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے تھے اور انہوں نے اللہ کا یہ پیغام دیا ہے کہ روئے زمین پر جو مسلمان بھی آپ پر ایک مرتبہ درود پڑھے گا، میں اور میرے ملائکہ اس پر دس رحمتیں نازل کریں گے، نیز یہ روایت کہ اللہ کے کچھ فرشتے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں، وہ مجھے میری امت کا سلام پہنچاتے ہیں خواہ وہ لوگ کہیں بھی ہوں، اس لیے تم مجھ پر درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ تک پہنچایا جاتا ہے، نیز یہ روایت کہ جو شخص مجھ پر سلام بھیجتا ہے، اللہ میری روح یعنی قوت گویائی کو واپس لوٹا دیتا ہے اور میں اسے سلام کا جواب دیتا ہوں۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میری قبر پر ایک فرشتہ مقرر فرما دیا ہے اور اسے ساری مخلوق کی آواز سننے کی صلاحیت بھی دے دی ہے، اب قیامت تک جو شخص بھی مجھ پر درود پڑھے گا، وہ فرشتہ اسے اس شخص اور اس کے باپ کے نام سے مجھ تک پہنچا دے گا کہ فلاں بن فلاں نے آپ پر درود بھیجا ہے، ایک روایت میں ہے کہ قیامت کے دن تمام لوگوں سے زیادہ میرے قریب وہ ہوگا جو مجھ پر سب سے زیادہ درود پڑھتا ہوگا، ایک روایت میں ہے کہ جو شخص مجھ پر درود پڑھتا ہے تو فرشتے اس وقت تک اس پر نزولِ رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں جب تک وہ درود پڑھتا رہتا ہے، اب انسان کی مرضی ہے کہ کم پڑھے یا زیادہ۔ ایک روایت میں ہے کہ جب رات کا چوتھائی حصہ گزر جاتا تو نبی علیہ السلام کھڑے ہو کر فرماتے اے لوگو! اللہ کو یاد

رکھا کرو، قیامت آ گئی، اس کے پیچھے ایک اور ہولناکی بھی آ رہی ہے، موت اپنی تمام ترسختیوں کے ساتھ آ گئی ہے، حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! میں کثرت سے آپ پر درود پڑھتا ہوں، اس کی کتنی مقدار مقرر کروں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جتنی تمہاری مرضی، میں نے عرض کیا تمام اوراد میں چوتھائی مقدار، نبی علیہ السلام نے فرمایا جیسے تمہاری مرضی اور اگر تم اس میں اضافہ کرلو تو یہ تمہارے حق میں بہتر ہے، میں نے ''نصف'' مقدار عرض کی، نبی علیہ السلام نے پھر وہی جواب دیا، میں نے عرض کیا کہ میں اپنے تمام اوراد کو آپ پر درود پڑھنا قرار دے لیتا ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس طرح تمہارے غم اور پریشانی کی کفایت کی جائے گی اور تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

ایک روایت میں ہے کہ جس مسلمان کے پاس صدقہ میں دینے کے لیے کچھ نہ ہو، اسے اپنی دعا میں یوں کہنا چاہیے اے اللہ! محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر اپنی رحمت نازل فرما جو تیرے بندے اور تیرے پیغمبر ہیں، اور ہر مؤمن مرد وعورت اور مسلمان مرد وعورت پر بھی اپنی رحمت نازل فرما کیونکہ یہ تزکیہ کا سبب ہے، ایک روایت میں ہے کہ کوئی مؤمن خیر سے سیراب نہیں ہوتا یہاں تک کہ اس کی انتہاء جنت پر ہو جاتی ہے، جمعہ کے دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ یہ حاضری کا دن ہے جس میں ملائکہ حاضری دیتے ہیں اور مجھ پر جو شخص بھی درود پڑھتا ہے، مجھ پر اس کا مکمل درود ضرور پیش کیا جاتا ہے، حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا موت کے بعد بھی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دے رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے جسم کھائے۔ ایک روایت میں ہے کہ تمہارا سب سے افضل دن جمعہ ہے، اسی دن حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق ہوئی، اسی دن ان کی روح قبض کی گئی، اسی دن صور پھونکا جائے گا، اسی دن بے ہوشی ہوگی اس لیے اس دن مجھ پر کثرت سے درود پڑھا کرو کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جائے گا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! ہمارا درود آپ کے سامنے کیسے پیش کیا جائے گا جب کہ آپ تو زیر خاک ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے زمین پر اس بات کو حرام قرار دے رکھا ہے کہ وہ انبیاء کے اجسام کو کھائے۔ طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص یوں کہے ((جزی الله عنا محمداً ما هو اهله)) اس نے ستر ہزار فرشتوں کو ایک ہزار دنوں کے لیے تھکاوٹ میں مبتلا کر دیا، اور ابویعلیٰ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ دو بندے جو آپس میں محبت کرتے ہیں، جب ان کی ملاقات ہو تو وہ دونوں نبی علیہ السلام پر درود پڑھیں، ان کے جدا ہونے سے پہلے ان کے اگلے پچھلے سارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

۶۱۔ دل کا ایسا سخت ہو جانا کہ کسی مجبور کو مثلاً کھانا بھی نہ کھلانے دے

حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت کے رحم دل لوگوں سے نیکی طلب کیا کرو، ان کے پہلوؤں میں تم زندگی گزار سکو گے، ایسے لوگوں سے طلب نہ کیا کرو جن کے دل سخت ہو چکے کیونکہ ان پر لعنت برستی رہتی ہے، اے علی! اللہ نے نیکی کو پیدا کر کے کچھ لوگ اس کے اہل بھی بنائے ہیں، اللہ ان سے محبت کرتا ہے، ان کے دلوں میں اس کی محبت پیدا کی ہے اور نیکی کے طلب گار اس کی طرف یوں ہی متوجہ ہوتے ہیں جیسے پانی خشک زمین کی طرف متوجہ ہوتا ہے تاکہ زمین آباد ہو سکے اور دنیا میں نیکی کرنے والے آخرت میں بھی اہلِ معروف ہوں گے، یہ مضمون خرائطی نے مکارم الاخلاق

میں بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ قرار دینا ان دونوں حدیثوں سے صراحۃً ثابت ہوتا ہے کیونکہ لعنت اور اللہ کی ناراضگی کبیرہ گناہ ہونے کی علامت ہے، البتہ ان حدیثوں میں دل کی سختی کو اس صورت پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے جو انسان کو نیکی کے کاموں سے روکنے لگے جیسا کہ عنوان میں مثال دی گئی ہے۔

۶۲ تا ۶۳۔کسی کبیرہ گناہ پر راضی ہونا یا کسی بھی طرح کبیرہ گناہ میں تعاون کرنا

ان دونوں کا کبیرہ گناہ ہونا واضح ہے اور اس پر تفصیلی کلام امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنے کے موضوع کے ضمن میں آئے گا۔ انشاء اللہ

۶۴۔شر اور بے حیائی کے ساتھ چمٹے رہنا

شیخین نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک لوگوں میں سب سے بدترین آدمی باعتبار مرتبے کے وہ ہوگا جسے لوگوں نے اس کی بے حیائی سے ڈر کر چھوڑ دیا ہو۔ ❶ ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حیاء ایمان کا حصہ ہے اور ایمان جنت میں ہوگا، بے حیائی جفا ہے اور جفا جہنم میں ہوگی۔ ❷ اور احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بے حیائی اور بے ہودگی کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں اور اسلام کے اعتبار سے سب سے اچھا آدمی وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ ❸

۶۵۔دراہم اور دنانیر کو توڑنا

بعض حضرات نے اسے بھی کبائر میں شمار کیا ہے اور اس پر انہوں نے سورۂ نمل کی آیت نمبر ۴۸ سے استدلال کیا ہے کہ شہر میں نو گروہ تھے جو زمین میں فساد پھیلاتے تھے اور اصلاح نہیں کرتے تھے، مفسرین نے زید بن اسلم سے اس کی تفسیر میں نقل کیا ہے کہ وہ لوگ دراہم کو توڑتے تھے، اسی طرح ابو داؤد کی یہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے مسلمانوں کے درمیان سکہ رائج الوقت کو بلا ضرورت توڑنے سے منع فرمایا ہے۔ ❹ لیکن اس سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے، کبیرہ ہونا تو دور کی بات اس کی حرمت ہی محل نظر ہے، زیادہ سے زیادہ یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب کہ اسے توڑنے سے اس کی قیمت میں کمی واقع ہوتی ہو، ورنہ نہیں اور حدیث کو بھی اسی صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

---

❶ صحيح بخاری: الأدب (٤٨)، صحيح مسلم: البر (٧٣)

❷ ترمذی: البر (٦٤)، مسند احمد: ٢/٥٠١

❸ مسند احمد: ٥/٨٩

❹ أبو داؤد: البيوع (٤٨)، مسند احمد: ٣/٤١٩

٦٦۔ جعلی کرنسی چھاپنا:

گو کہ اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے تو نہیں گزری، البتہ اسے کبائر میں شمار کرنا بھی واضح ہے اور اس کے دلائل وہ تمام روایات ہیں جو کتاب البیوع میں دھوکہ دہی کی حرمت پر آئیں گی، نیز اس میں لوگوں کا مال باطل طریقے سے بھی کھانا ہے کیونکہ کیمیائی طریقوں سے سکے ڈھالنے میں منہمک رہنے والے بھی جانتے ہیں کہ وہ کوئی اچھا کام نہیں کر رہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ ان سے برکت اٹھا لیتا ہے لہٰذا ان کے عیوب پر کوئی پردہ نہیں رہتا، ان کے آثار قابل تعریف نہیں رہتے، اور انہیں کسی جگہ قرار نہیں رہتا بلکہ ان پر ذلت اور مسکنت ڈال دی جاتی ہے کیونکہ ان کا مقصد خالصۃً دنیا کی محبت اور ناجائز طریقوں سے اس کا حصول ہے، وہ مسلمانوں کو دھوکہ دینے اور ان کا مال ضائع کرنے پر راضی اور مطمئن ہیں، یہ گھٹیا پیشہ اختیار کرنے والے مختلف تدابیر اختیار کرتے رہتے ہیں اس کے باوجود ان کا فقر و فاقہ ہی روز افزوں ہوتا رہتا ہے۔

❀❀❀

باب ثانی

کبائرِ ظاہرہ کے بیان میں

میں ان ظاہری کبائر کو فقہی ابواب پر مرتب کرنا چاہتا ہوں تاکہ ان کی تفصیلات حاصل کرنا آسان ہو جائے۔

طہارت سے متعلق گناہوں کا بیان

برتنوں کا بیان

۶۷۔ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا

مسلم اور ابن ماجہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص سونے چاندی کے برتنوں میں کھاتا پیتا ہے، وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔ [1] طبرانی نے اس میں یہ اضافہ نقل کیا ہے الاّ یہ کہ وہ توبہ کرلے، نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے سونے چاندی کے برتن میں کھانے پینے سے منع فرمایا ہے۔

چند ضروری تنبیہات

ہمارے بعض ائمہ نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، غالباً اس کی دلیل یہ حدیثیں ہیں جن میں یہ دھمکی دی گئی ہے کہ سونے چاندی کے برتنوں میں کھانا پینا گویا اپنے پیٹ میں جہنم کے انگارے بھرنا ہے اور یہ شدید وعید ہے، بعد میں جب میں نے شیخ الاسلام صلاح الدین علائی کی تحریر دیکھی تو انہوں نے بھی اسے کبیرہ قرار دینے کی وہی وجہ صراحۃً ذکر کی ہے جو میں نے ذکر کی ہے، دمیری نے اپنے ''منظومہ'' میں ایک جماعت کا یہی قول نقل کیا ہے:

وعد منهن ذووا الأعمال　　　آنية النقدين في استعمال

لیکن اذرعی کی رائے یہ ہے کہ یہ گناہِ صغیرہ ہے اور انہوں نے اسے جمہور کی رائے قرار دیا ہے۔

دوسری تنبیہ

احادیث میں کھانے پینے کا ذکر مثال کے طور پر کیا گیا ہے، اسی لیے محدثین نے سونے چاندی کے برتنوں کے استعمال

---

[1] صحيح مسلم: اللباس (١)، ابن ماجه: الأشربة (١٧)

کی تمام صورتوں کو اس میں شامل کیا ہے جیسے آلاتِ لہو ولعب بنانا، اور ''برتن'' سے مراد ہر وہ چیز ہے جو ایسے کام میں استعمال میں ہو جس کے لیے عرفاً اسے وضع کیا گیا ہو، چنانچہ اس میں سرمہ دانی، سلائی، دانتوں میں خلال کرنے والی چیز، اور کانوں سے میل نکالنے والی چیز بھی شامل ہے، البتہ اگر کسی شخص کی آنکھ میں تکلیف ہو اور کوئی عادل طبیب اس سے یوں کہہ دے کہ سونے چاندی کی سلائی سے سرمہ لگانا آپ کو فائدہ پہنچا سکتا ہے تو اس کے لیے بوقتِ ضرورت اسے استعمال کرنا جائز ہے، اس میں خالص سونے اور چاندی کا برتن ہونا بھی شرط نہیں ہے بلکہ اگر تانبے وغیرہ کے برتن پر اس طرح سونا چاندی چڑھا دیا گیا ہو کہ اس کی اصل حقیقت چھپ گئی ہو تو اس کا استعمال بھی حرام ہوگا اور یہ سونے چاندی کے برتنوں ہی کے حکم میں ہوگا۔

اور اس کی حرمت کی اصل وجہ سونے چاندی کی ذات اور فخر وغرور ہے، اسی وجہ سے اگر سونے چاندی کے برتن پر اس طرح تانبا چڑھا دیا جائے کہ اس کی ذات ہی چھپ جائے تو اس کا استعمال جائز ہے (کیونکہ اس کی ذات نمایاں نہیں ہے) اسی طرح اگر سونے چاندی کے برتن کو زنگ لگ جائے اور وہ زنگ اس پر پوری طرح چھا جائے تو اس کا استعمال بھی جائز ہے کیونکہ حرمت کی علت یعنی فخر وغرور نہیں پائی جارہی، اور قیمتی اور نفیس برتنوں مثلاً یاقوت اور موتیوں سے بنے ہوئے برتن استعمال کرنا جائز ہے کیونکہ اس کی ذات ہی نہیں پائی جارہی، اور صرف فخر وغرور کو نہیں دیکھا جائے گا کیونکہ وہ اکیلا کافی نہیں ہوسکتا، علاوہ ازیں اس کی حقیقت صرف خواص ہی جان سکتے ہیں، بخلاف سونے اور چاندی کے کہ اس کی حقیقت کسی سے بھی مخفی نہیں ہوتی۔

تیسری تنبیہ

ان چیزوں کی حرمت میں مرد وعورت اور مکلفین وغیر مکلفین کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے چنانچہ عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بچے کو چاندی کے برتن (مثلاً فیڈر وغیرہ) میں کوئی مشروب پلائے، اس حرمت سے چاندی کا وہ حلقہ مستثنیٰ ہے جو عرفِ عام میں زینت کی علامت ہو کہ یہ جائز مع الکراہۃ ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام کے پیالے میں چاندی کا حلقہ تھا لیکن اس حرام استعمال میں خانۂ کعبہ کے میزابِ رحمت سے گرنے والے پانی کو ہاتھ یا منہ لگا کر پینا شامل نہیں ہے کیونکہ عرفِ عام میں اسے استعمال نہیں کہا جاتا، اسی طرح کسی مرصع چھت کے نیچے بیٹھنا بھی اس میں شامل نہیں ہے، اور سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے کے لیے حلت کا حیلہ یہ ہے کہ اس برتن کا مشروب بائیں ہاتھ یا کسی اور برتن میں ڈال دے، پھر اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لے کیونکہ اس صورت میں اسے سونے چاندی کے برتن استعمال کرنے والا نہیں کہا جاسکتا، البتہ یہ حیلہ بلا واسطہ برتن استعمال کرنے کی حرمت کو ختم کرسکتا ہے، نفسِ برتن کے استعمال کی حرمت ختم کرنے کا کوئی حیلہ نہیں ہے۔

پیش آنے والے حوادث

۶۸۔ قرآنِ کریم یا اس کی کوئی آیت یا حرف بھلا دینا

ترمذی اور نسائی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے سامنے میری امت کے اجر وثواب کو پیش کیا گیا حتیٰ کہ وہ تنکا بھی جو انسان مسجد سے نکال کر پھینک دیتا ہے، اسی طرح میرے سامنے میری

امت کے گناہ پیش کیے گئے تو مجھے اس سے بڑا کوئی گناہ نظر نہیں آیا کہ انسان کو قرآن کی کوئی سورت یا آیت سکھائی گئی ہو، پھر اس نے اسے بھلا دیا ہو۔ ❶ ابوداؤد نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم پڑھتا ہو، پھر اسے بھلا دیتا ہو، وہ قیامت کے دن اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ کوڑھ کے مرض میں مبتلا ہوگا۔ ❷ محمد بن نصر کی روایت میں اسے بہت بڑا گناہ قرار دیا گیا ہے، اور کوڑھ کے مرض والی روایت ابن ابی شیبہ اور محمد بن نصر نے بھی نقل کی ہے۔

چند ضروری تنبیہات

قرآنِ کریم بھلا دینے کو کبیرہ گناہ قرار دینا امام رافعی رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے کے مطابق ہے تاہم انہوں نے پہلی روایت کی سند پر اعتراض کیا ہے، جسے مصنف نے تفصیل سے بیان کیا ہے، لیکن محض علمی بحث ہونے کی بناء پر اسے محدثین کے لیے اصل کتاب کے حوالے کیا جا رہا ہے۔

دوسری تنبیہ

سندِ حدیث پر امام رافعی رحمہ اللہ کے اعتراض کے باوجود ان کی کتاب ''الروضہ'' سے اس گناہ کا کبیرہ ہونا ہی ثابت ہوتا کیونکہ انہوں نے اس کے حکم پر کوئی اعتراض نہیں کیا، ان کی کتاب کا اختصار کرنے والوں کی بھی یہی رائے ہے، یہیں سے صلاح علائی کا یہ قول بھی واضح ہو جاتا ہے کہ علامہ نووی فرماتے ہیں میری ترجیح یہی ہے کہ قرآن کریم کو بھلا دینا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس سلسلے کی احادیث موجود ہیں، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ امام رافعی رحمہ اللہ کو ان کے قول پر برقرار رکھتے ہیں اور یہ ان کے اعتماد کی دلیل ہے، گو کہ یہ اعتماد اس حدیث کی بناء پر نہیں ہے جس پر امام رافعی رحمہ اللہ نے اعتراض کیا ہے بلکہ صرف اس مسئلے میں ان کا اعتماد بیان کرنا ہے۔

تیسری تنبیہ

خطابی نے ابوعبیدہ کے حوالے سے ''اجذم'' کا معنی ''ہاتھ کٹا'' بیان کیا ہے، ابن قتیبہ نے اس کا معنی بیان کیا ہے کوڑھی، ابن اعرابی نے اس کا معنی بیان کیا ہے کہ اس شخص کے لیے اس میں کوئی حجت اور کوئی خیر نہیں، یہی قول سوید بن غفلہ کے حوالے سے بھی منقول ہے۔

چوتھی تنبیہ

جلال بلقینی اور زرکشی وغیرہ کا کہنا ہے کہ اس گناہ کا کبیرہ ہونا اس صورت میں ہے جبکہ انسان نے محض سستی اور غفلت کی وجہ سے قرآن بھلا دیا ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر انسان پر مدہوشی یا ایسی کوئی بیماری آ جائے جو تلاوتِ قرآن سے مانع ہو تو اس صورت میں اس کا گناہ گار نہ ہونا واضح ہوگا کیونکہ اس صورت میں وہ مجبور ہوگا اور اسے اس میں کوئی اختیار نہ ہوگا، البتہ اگر انسان کسی ایسی چیز میں مشغول ہو جائے جس کی موجودگی میں بھی تلاوتِ قرآن ممکن ہو گو کہ وہ کام بھی ضروری اور اہم ہو تو یہ کوئی

---

❶ ابو داؤد: الصلوۃ (١٦)، ترمذی: ثواب القرآن (١٩) ❷ ابو داؤد: الوتر (٢١)

ایسی وجہ نہیں ہے کہ انسان قرآنِ کریم ہی بھلا دے، یہیں سے علماء کا یہ قول بھی لیا گیا ہے کہ قرآن کریم کی صرف ایک آیت کا بھلا دینا بھی کبیرہ گناہ ہے، اور یہ بھی اسی شخص پر محمول ہے جس نے اسے خوب اچھی طرح یاد کیا ہو، پھر اس کی غلطیاں بہت زیادہ ہو جائیں، اس کے لیے ضروری ہے کہ جس صفت پر اس نے اسے یاد کیا تھا اسی پر برقرار رہے اور اس کے لیے اسے اپنے حافظے سے محو کرنا ہی حرام ہوگا، باقی رہا اپنے حافظے میں اضافہ کرنا تو یہ بات اچھی ہے لیکن اس کے نہ ہونے سے اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا۔

امام نووی رحمہ اللہ کے شیخ اور ابن الصلاح کے شاگرد ابو شامہ نے قرآن کریم بھول جانے کی مذمت پر مشتمل احادیث کو ترکِ عمل پر محمول کیا ہے کیونکہ نسیان کا معنی ترک بھی ہوتا ہے اور اس کے لیے انہوں نے سورۂ طٰہٰ کی آیت نمبر ۱۱۵ سے بھی استدلال کیا ہے اور مزید کہا ہے کہ قیامت کے دن قرآنِ کریم کی دو حالتیں ہوں گی، ایک تو اس شخص کے حق میں شفاعت جس نے اسے پڑھا اور اس پر عمل ترک نہیں کیا، اور دوسری اس شخص کی شکایت جس نے اسے کم اہمیت سمجھ کر ترک کر دیا اور اس پر عمل نہیں کیا، ابو شامہ کا یہ خیال بعید از قیاس بھی نہیں ہے کہ احادیثِ مذکورہ میں نسیان سے مراد ترکِ عمل ہے، اور عنقریب کتاب الصلوٰۃ میں صحیح بخاری کی ایک حدیث آ رہی ہے جس میں اس شخص کے لیے شدید وعید موجود ہے جس نے قرآن حاصل کیا، پھر اسے ترک کر دیا اور فرض نماز چھوڑ کر سوتا رہا، یہ بھی نسیان کے حوالے سے ظاہر ہے۔

پانچویں تنبیہ

امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کوئی شخص یہ اعتراض نہ کرے کہ پورا قرآن حفظ کرنا تو ہر شخص پر واجب نہیں ہے، پھر حفظِ قرآن سے غفلت کی مذمت کیسے کی جا سکتی ہے؟ کیونکہ اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم حفظ کر لیتا ہے اس کا رتبہ اور مقام خود اس کی ذات اور قوم میں بلند ہو جاتا ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ اس نے نبوت کو اپنے دونوں پہلوؤں کے درمیان سمیٹ لیا ہے اور اب وہ اس قابل ہو گیا ہے کہ اس کے متعلق یوں کہا جا سکے کہ وہ اہل اللہ اور اللہ کے خاص بندوں میں سے ہے، جب یہ صورتِ حال ہو تو پھر اپنے دینی مقام و مرتبہ میں خلل پیدا کرنے والے کے لیے سخت سزا سنانا بالکل مناسب ہے اور اس کا اس طرح مؤاخذہ کرنا جس طرح کسی اور کا نہ ہو، بالکل صحیح ہے، نیز قرآنِ کریم دہرانے کو چھوڑ دینا جہالت کا سبب بنتا ہے۔

۶۹۔ قرآنِ کریم یا دین کے معاملے میں حجت بازی اور جھگڑے کرنا

طیالسی اور بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قرآنِ کریم کے متعلق جھگڑا نہ کیا کرو کیونکہ قرآن میں جھگڑا کرنا کفر ہے، یہ مضمون حاکم اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے، سجزی نے حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے قرآن میں جھگڑنے سے منع فرمایا ہے، انہی کی ایک روایت میں ہے کہ قرآن میں جھگڑا چھوڑ دو، کیونکہ تم سے پہلی امتیں اسی وقت ملعون قرار دی گئیں جب انہوں نے اپنی کتابوں میں اختلاف کیا، قرآن میں جھگڑنا کفر ہے۔

دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قرآن میں مت جھگڑو اور کتاب اللہ کے ایک حصے کی دوسرے حصے سے تکذیب نہ کرو، بخدا

مؤمن قرآن کے ذریعے جھگڑتا ہے تو غالب آجاتا ہے اور منافق اس کے ذریعے جھگڑتا ہے تو مغلوب ہو جاتا ہے، طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کچھ لوگوں کے پاس تشریف لائے جو قرآن کریم کے حوالے سے جھگڑ رہے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اے قوم! اسی وجہ سے تم سے پہلی امتیں ہلاک ہوئی تھیں، قرآن کا ایک حصہ دوسرے کی تصدیق کرتا ہے اس لیے اس کے ایک حصے کی دوسرے حصے سے تکذیب نہ کیا کرو۔

طبرانی نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے دروازے پر بیٹھے ہوئے تھے اور آپس میں مذاکرہ کر رہے تھے، کوئی اپنی طرف کسی آیت کو کھینچ رہا تھا اور کوئی کسی آیت کو، اسی اثناء میں نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے، یوں محسوس ہوتا تھا جیسے نبی علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر انار نچوڑ دیا گیا ہو اور فرمایا اے لوگو! کیا تم یہی پیغام دے کر بھیجے گئے ہو یا تمہیں یہی حکم دیا گیا ہے؟ میرے بعد کافر نہ ہو جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں مارنے لگو، صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ کوئی بھی قوم ہدایت پر ہونے کے بعد اسی وقت گمراہ ہوئی جب انہیں جھگڑوں میں ڈال دیا گیا، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت پڑھی ''یہ لوگ آپ کے لیے کوئی مثال بیان نہیں کرتے سوائے جھگڑے کے۔'' ❶ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی نگاہوں میں سب سے زیادہ مبغوض وہ آدمی ہے جو نہایت جھگڑالو ہو اور اپنے فریق مقابل سے حجت بازی کرتا ہو۔ ❷ نیز صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ہے امور تین طرح کے ہوتے ہیں، ایک وہ امر جس کا صحیح اور ہدایت پر ہونا آپ کے لیے واضح ہو چکا ہو، اس کی اتباع کیجیے، ایک وہ امر جس کا گمراہی پر ہونا آپ کے لیے واضح ہو، اس سے اجتناب کیجیے، اور ایک وہ امر جس میں اختلاف ہو تو اسے اس کے جاننے والے کے حوالے کر دیجیے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کئی صحابہ کہتے ہیں ایک دن نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے، اس وقت ہم لوگ دین کے کسی معاملے پر جھگڑ رہے تھے، نبی علیہ السلام اتنے سخت غضب ناک ہوئے کہ اس سے پہلے ایسے غضب ناک کبھی نہ ہوئے تھے، پھر ہمیں ڈانٹتے ہوئے فرمایا اے امتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم! رک جاؤ، تم سے پہلے لوگ اسی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے، جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ اس کی خیر تھوڑی ہے، جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ مؤمن جھگڑا کرنے والا نہیں ہوتا، جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ جھگڑنے والے کا خسارہ پورا ہو چکا ہوتا ہے، جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ مسلسل جھگڑتا رہے، جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ جھگڑالو آدمی کی سفارش میں قیامت کے دن نہیں کروں گا، جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ حق پر ہونے کے باوجود جو شخص جھگڑا ترک کر دے، میں اس کے لیے جنت میں تین گھروں کا ضامن ہوں ایک نچلے حصے میں، ایک درمیان میں اور ایک اوپر، اور جھگڑا چھوڑ دو کیونکہ بتوں کی عبادت چھوڑنے کے بعد میرے رب نے مجھے سب سے پہلے جو حکم دیا ہے وہ جھگڑا چھوڑنے کا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو مجھ سے پہلے کسی نے کبیرہ قرار دیا ہو، اس کی تصریح میری نظروں سے نہیں گزری لیکن آپ دیکھ ہی رہے ہیں

---

❶ الزخرف: ۵۸ ❷ صحیح بخاری: تفسیر سورۃ (۲)، باب (۳۷)، صحیح مسلم: العلم (۵)

کہ یہ احادیث واضح طور پر اس کے کبیرہ ہونے کی دلیل ہیں، گو کہ آخری حدیث ضعیف ہے لیکن بخاری کی حدیث سے اس کی تائید ہو جاتی ہے، اور بہت سے علماء نے بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں مباشرت کرنے کو اسی کی نظیر شمار کیا ہے اور بعض احادیث میں اس پر کفر کا لفظ بولا گیا ہے، اسی طرح یہاں بھی کہا جا سکتا ہے کہ لڑائی جھگڑے کو کفر قرار دینا اس بات کی واضح علامت ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے بلکہ یہ بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں مباشرت کی نسبت کفر کے زیادہ قریب ہے کیونکہ قرآنِ کریم میں جھگڑا اگر انسان کو اس عقیدے تک پہنچا دے کہ قرآنِ کریم میں حقیقی تعارض پایا جاتا ہے یا اس کی عبارت میں کوئی خلل پایا جاتا ہے تو یہ کفرِ حقیقی ہے، اور اگر یہ جھگڑا اس حد تک تو آگے نہ بڑھے لیکن تناقض وتعارض یا خلل کا وہم پیدا کر دے، یا کوئی اور شبہ دل میں ڈال دے تو اگرچہ یہ کفرِ حقیقی نہیں ہے لیکن اس کے کبیرہ گناہ ہونے میں بھی کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے کیونکہ دین میں اس کا نقصان بہت زیادہ ہے، اور یہ ملحدین کے راستے تک پہنچانے کا سبب ہے۔

ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں کسی شخص نے لوگوں کے دلوں میں قرآن کریم کی مختلف آیات کے حوالے سے شکوک وشبہات پیدا کرنا شروع کر دیئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اسے کوڑوں کی سزا دی اور اسے مدینہ منورہ سے جلاوطن کر دیا کیونکہ انہیں یہ دروازہ کھل جانے کی صورت میں اندیشہ تھا کہ اس طرح لوگوں کے عقیدۂ قرآن میں خرابی پیدا ہو جائے گی، خلاصۂ کلام یہ کہ قرآنِ کریم میں جھگڑنے کی صورت میں کفر لازم آئے گا یا دین کے حوالے سے نقصانِ عظیم، گویا یہ جھگڑا کفر تک پہنچائے گا یا کم از کم گناہِ کبیرہ تو ضرور ہوگا۔ واللہ اعلم

خاتمہ: قرآنِ کریم سے متعلق چند ضروری امور پر مشتمل احادیث کا بیان

امام احمد، بخاری، ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قرآنِ کریم کو دہراتے رہا کرو کیونکہ اس ذات کی قسم جس کے دستِ قدرت میں میری جان ہے، قرآن کریم مردوں کے سینوں سے اس اونٹ سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ نکل جاتا ہے جو اپنی رسی چھڑا کر بھاگ جائے۔ [1] یہ مضمون طبرانی اور حاکم اور خطیب نے بھی نقل کیا ہے۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص تین دن سے کم وقت میں قرآن پڑھتا ہے وہ قرآن نہیں سمجھا، وجہ اس کی یہ ہے کہ اتنی مدت میں انسان اس کے معانی پر غور نہیں کرتا، طبرانی، دارقطنی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قرآنِ کریم کو اسی وقت چھوا کرو جب تم طہارت کی حالت میں ہو۔ یہ مضمون ابوداؤد اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے، امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے تم میں سے کوئی شخص یہ نہ کہے کہ میں فلاں آیت بھول گیا، گیا بلکہ یوں کہے کہ اسے فلاں آیت بھلا دی گئی ہے۔ [2] نیز یہ روایت کہ نبی علیہ السلام نے دشمن کی سرزمین میں قرآنِ کریم کا نسخہ لے جانے سے منع فرمایا ہے۔ [3] ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص قرآن پر ایمان رکھنے والا نہیں ہو سکتا جو اس کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھنے لگے۔ [4] بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو

---

[1] صحیح بخاری: فضائل القرآن (۲۳)، مسند احمد: ۱/۳۸۲

[2] صحیح مسلم: المسافرین (۲۳۰)

[3] صحیح بخاری: الجهاد (۱۲۹)، صحیح مسلم: الامارة (۹۲)

[4] ترمذی: ثواب القرآن (۲۰)

شخص اس لیے قرآن پڑھے کہ اس کے ذریعے لوگوں کا مال کھا سکے گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ محض ہڈیوں کا ڈھانچہ ہوگا جس پر ذرا بھی گوشت نہ ہوگا، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے ایک آدمی کو قرآنِ کریم سکھایا،، اس نے مجھے ہدیہ کے طور پر ایک کمان بھیجی، میں نے نبی علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم نے وہ کمان لے لی تو تم نے آگ کی کمان لے لی، یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے، ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص قرآنِ کریم پر اجرت وصول کرے، گویا اس نے اپنی نیکیاں دنیا ہی میں وصول کرنے کی جلدی کی اور قرآن اس سے قیامت کے دن جھگڑا کرے گا۔

علماء کی ایک جماعت نے اس احادیث کے ظاہری معنی کو لیا ہے اور تعلیمِ قرآن پر اجرت لینے کو حرام قرار دیا ہے، اور اکثر علماء نے اسے جائز قرار دیا ہے، اور اس کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ سب سے زیادہ بہتر چیز جس پر اجرت لینا تمہارے لیے برحق ہوسکتا ہے وہ کتاب اللہ ہے۔ ❶ محمد بن نصر نے عمیر بن ہانی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم آپ کی تلاوتِ قرآن میں وہ لذت محسوس کرتے ہیں جو اپنی تلاوت میں محسوس نہیں کرتے جبکہ ہم تنہائی میں ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اسے گہرائی کے ساتھ پڑھتا ہوں اور تم اسے سرسری طور پر پڑھتے ہو، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے اس کا مطلب پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میں قرآن پڑھتا ہوں، اس میں تدبر کرتا ہوں اور اس پر عمل کرتا ہوں، اور تم اس طرح پڑھتے ہو، نبی علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کو گزارتے ہوئے اشارہ کیا، سجزی ابن سنی اور دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حاملینِ قرآن تین طرح کے لوگ ہیں، ایک وہ آدمی جس نے اسے تجارت بنالیا، دوسرا وہ آدمی جو اسے تفریح بنالے حتیٰ کہ وہ منبر پر اس کے لیے باجوں سے بھی زیادہ تفریح کا سبب ہو اور وہ یہ کہے بخدا میں اس میں لحن کروں گا اور نہ ہی اس میں کوئی حرف میرا عیب بیان کرے گا، یہ میری امت کا بدترین گروہ ہوگا اور تیسرا وہ آدمی ہے جس نے قرآن کو اپنے پیٹ میں رکھا، اپنے دل میں ڈال کر اپنے دل کو محراب بنالیا، لوگ اس سے عافیت میں ہوں، اور اس کا نفس اس کی طرف سے آزمائشوں میں ہو، یہ لوگ میری امت میں سرخ رنگ کے خالص سونے سے بھی کم ہوں گے، بیہقی نے اس روایت کو مزید واضح کیا ہے کہ قرآن کریم پڑھنے والے لوگ تین قسم کے ہیں، ایک وہ آدمی جو قرآن پڑھے، اور اسے سامانِ تجارت بنا کر لوگوں کے دل اپنی طرف مائل کرے، دوسرا وہ آدمی جو قرآن پڑھے، اس کے حروف کو قائم کرے لیکن اس کی حدود کو ضائع کردے، قرآن پڑھنے والوں میں ایسے لوگوں کی تعداد زیادہ ہوگی، اللہ ان کی تعداد نہ بڑھائے، تیسرا وہ آدمی جو قرآن پڑھے اور قرآنی علاج اپنی قلبی بیماریوں پر رکھے، قرآن کے ذریعے اپنی رات کو بیدار رکھے، دن کو پیاسا رکھے، مسجد میں کھڑا رہے، اپنی چادر کے نیچے اسے چھپا کر رکھے، یہ وہ لوگ ہیں جن کے ذریعے اللہ بلاؤں کو دور کرتا ہے، دشمنوں کو سزا دیتا ہے اور آسمان سے بارش برساتا ہے، بخدا قراء کے گروہ میں یہ لوگ سرخ رنگ کے خالص سونے سے بھی زیادہ نایاب ہوں گے۔

---

❶ صحیح بخاری: الاجارة (١٦)، ابن ماجه: التجارات (٨)

قضاءِ حاجت کا بیان

۷۰۔ سرِ راہ پیشاب وغیرہ جسمانی تقاضے کو پورا کرنا

طبرانی اور بیہقی وغیرہ نے ابن سیرین سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ آپ نے ہمیں ہر چیز کے متعلق بتایا ہے، کیا یہ ممکن ہے کہ آپ ہمیں قضاءِ حاجت کے متعلق کچھ بتائیں؟ انہوں نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی راستے میں گندگی پھیلاتا ہے، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کو ان کے راستوں کے حوالے سے اذیت دیتا ہے، اس پر ان کی لعنت ثابت ہو جاتی ہے، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی ایسی نہر کے کنارے قضاءِ حاجت کرے جس سے لوگ وضو کرتے اور پانی پیتے ہوں، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین لعنت زدہ کاموں سے اپنے آپ کو بچاؤ، کسی نے نبی علیہ السلام سے اس کی وضاحت پوچھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ یہ ہے کہ تم میں سے کوئی شخص قضاءِ حاجت کے لیے ایسی جگہ بیٹھے جہاں لوگ سایہ حاصل کرتے ہیں، یا جو راستہ ہو، یا جمع شدہ پانی میں۔ [1] یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف کتابوں میں نقل کی گئی ہے اور ''سائے کی جگہ'' سے مراد وہ جگہ ہے جسے لوگ ستانے یا رات گزارنے کے لیے استعمال کرتے ہوں، مطلقاً سائے دار جگہ مراد نہیں کیونکہ نبی علیہ السلام کا درختوں کے گنجان حصے کے نیچے قضاءِ حاجت کرنا ثابت ہے، اور اس کا سایہ دار جگہ ہونا یقینی ہے، ابن ماجہ کی ایک روایت میں ہے کہ راستے کے بیچوں بیچ دورانِ سفر رات کے وقت پڑاؤ ڈالنے اور وہاں نماز پڑھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ وہ سانپوں اور بچھوؤں کا ٹھکانہ ہوتا ہے اور وہاں قضاءِ حاجت سے بھی بچا کرو کیونکہ یہ لعنت کا سبب ہے۔ [2]

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنا مذکورہ احادیث کا تقاضا ہے کیونکہ اس میں کبیرہ گناہ کی علامت موجود ہے یعنی اس پر ''لعنت'' کا وارد ہونا، لیکن ہمارے ائمہ اس رائے کی طرف مائل نہیں ہیں کیوں کہ وہ پہلی حدیث کو ضعیف سمجھتے ہیں، اصل میں ان کے درمیان اختلاف اس بات میں ہے کہ کیا یہ صغیرہ گناہ ہے یا مکروہ؟ زیادہ صحیح قول یہی ہے کہ یہ مکروہ ہے، لیکن یہ احادیث سرِ راہ پیشاب وغیرہ کی حرمت کو ترجیح دیتی ہیں جیسا کہ کتاب ''العدۃ'' کے مصنف کی بھی یہی رائے ہے اور اس کی وجہ ایذاءِ مسلم ہے، باقی قضاءِ حاجت کے آداب میں سے ایک ادب کے طور پر اسے بھی لینا تو یہ حرمت تک نہیں پہنچ سکتا لہٰذا اس کے دو پہلو ہوئے۔

۷۱۔ بدن یا کپڑوں پر پیشاب کی چھینٹوں میں احتیاط نہ کرنا

شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا دو قبروں کے پاس سے گزر ہوا، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان

[1] ابو داؤد: الطھارۃ (۱٤)، مسند احمد: ۱/۲۹۹

[2] ابن ماجہ: الطھارۃ (۲۱)، مسند احمد: ۳/۳۰۵

دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی مشکل کام کی وجہ سے انہیں عذاب نہیں ہو رہا ہے، البتہ وہ بڑا گناہ ہے، ان میں سے ایک آدمی تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ ❶ یہ روایت مختلف الفاظ کے ساتھ دوسری کتب حدیث میں بھی موجود ہے، ایک روایت میں ہے کہ اکثر عذابِ قبر پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر ہوتا ہے اس لیے پیشاب کی چھینٹوں سے بچا کرو۔ ایک روایت میں ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچ کرو کیونکہ قبر میں سب سے پہلے اسی کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ احمد اور طبرانی کی ایک روایت میں حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام میرے اور ایک دوسرے آدمی کے درمیان چل رہے تھے کہ دو قبروں پر سے گزر ہوا، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان دونوں قبروں میں دفن مردوں کو عذاب ہو رہا ہے، تم میرے پاس درخت کی ایک ٹہنی لے کر آؤ، میں اور میرا ساتھی بھاگتے ہوئے گئے اور ایک ٹہنی لے آئے، نبی علیہ السلام نے اسے دو حصوں میں تقسیم کر کے ایک ٹکڑا ایک قبر پر اور دوسرا دوسری قبر پر رکھ دیا اور فرمایا ہوسکتا ہے کہ ان ٹہنیوں کے تر رہنے تک ان کے عذاب میں تخفیف رہے۔ ❷

مسند احمد اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ سخت گرمی کے دن نبی علیہ السلام بقیع غرقد میں سے گزر رہے تھے، کچھ لوگ بھی نبی علیہ السلام کے پیچھے چل رہے تھے، نبی علیہ السلام نے جب لوگوں کے جوتوں آواز سنی تو طبیعت پر بوجھ ہوا، اور نبی علیہ السلام وہیں بیٹھ گئے یہاں تک کہ سب لوگوں کو اپنے آگے بھیج دیا، ان لوگوں کے آگے جانے کے بعد نبی علیہ السلام دوبارہ گزرتے ہوئے دو قبروں کے پاس پہنچے اور فرمایا آج تم نے یہاں کن لوگوں کو دفن کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا فلاں فلاں آدمی کو، پھر کہنے لگے اے اللہ کے نبی! اس سوال کی وجہ کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ انہیں عذاب ہو رہا ہے، ان میں سے ایک تو پیشاب کی چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا، اور دوسرا چغل خوری کیا کرتا تھا، پھر نبی علیہ السلام نے ایک تر شاخ لے کر اس کے دو ٹکرے کیے اور دونوں قبروں پر ایک ایک ٹکڑا رکھ دیا، لوگوں نے اس کی وجہ پوچھی تو فرمایا تا کہ ان کے عذاب میں تخفیف ہو جائے، لوگوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! انہیں کب تک عذاب ہوتا رہے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ غیب کی بات ہے جسے اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا، اگر تمہارے دلوں میں برداشت ہوتی اور تم اپنی طرف سے باتوں میں اضافہ نہ کر لیتے تو تم بھی وہی آوازیں سن سکتے جو میں سن رہا ہوں۔ ❸ یہ مضمون ابن حبان نے بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

ابن ابی الدنیا، طبرانی، اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جو اپنی تکلیف کی وجہ سے اہل جہنم کو بھی تکلیف میں مبتلا کر دیں گے، وہ حمیم اور جحیم کے درمیان دوڑتے ہوں گے، ہلاکت اور بربادی کو پکارتے ہوں گے، اہلِ جہنم انہیں دیکھ کر ایک دوسرے سے کہیں گے انہیں کیا مصیبت ہے؟ ہم تو پہلے ہی تکلیف میں مبتلا ہیں اور یہ ہمیں مزید ایذاء پہنچا رہے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان میں سے ایک آدمی تو وہ ہوگا جس پر چنگاریوں کا تابوت بند کر دیا جائے گا، ایک آدمی وہ ہوگا جو اپنا گوشت کھا رہا ہوگا، تابوت والے سے لوگ کہیں گے اس بدنصیب کو کیا ہوا؟ یہ ہماری مصیبتوں میں مزید اضافہ کر رہا ہے۔ وہ

---

❶ صحيح بخاري: الوضوء (٥٥)، صحيح مسلم: الطهارة (١١١)

❷ مسند احمد: ١٧٢/٤ ❸ ابن ماجه: الطهارة (٢٦)، مسند احمد: ٢٢٥/١

جواب دے گا کہ جب یہ بدنصیب مرا تھا تو اس کی گردن پر لوگوں کا مال تھا جسے ادا کرنے کے لیے اس کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، پھر اپنی انتڑیاں کھینچنے والے سے بھی لوگ وہی جملہ کہیں گے، وہ جواب دے گا کہ یہ بدنصیب اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ پیشاب کی چھینٹیں کہاں کہاں پڑ رہی ہیں اور یہ انہیں دھوتا بھی نہ تھا...... مکمل حدیث غیبت کے بیان میں آئے گی۔ امام احمد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ بنی اسرائیل کے ایک آدمی کے ساتھ کیا ہوا تھا؟ بنی اسرائیل کے لوگوں کی عادت تھی کہ جب ان کے جسم پر پیشاب کی چھینٹیں پڑ جاتی تھیں تو وہ اس جگہ کو قینچی سے کھرچ لیتے تھے، ایک آدمی نے انہیں منع کیا تو اسے عذابِ قبر میں مبتلا کر دیا گیا۔ [1]

تنبیہ

ان احادیث سے آپ یہ بات معلوم کر چکے ہوں گے کہ ان میں اس گناہ کے کبیرہ ہونے کی تصریح موجود ہے، ہمارے ائمہ کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور ان سب سے پہلے امام بخاری رحمہ اللہ نے بھی یہی رائے قائم کی ہے کیونکہ مذکورہ روایت پر انہوں نے یہ عنوان قائم کیا ہے کہ کبائر میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچے۔

امام خطابی نے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد ((وما یعذبان فی کبیر)) کی وضاحت کرتے ہوئے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ ان دونوں قبروں میں دفن مردوں کو کسی ایسے کام پر عذاب نہیں ہو رہا جس سے بچنا ان کے لیے دشوار تھا، یا اگر وہ کام کرنا یعنی پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا چاہتے تو ان کے لیے کوئی مشقت ہوتی یا چغل خوری چھوڑنے میں انہیں کوئی دشواری ہوتی، نبی علیہ السلام کی یہ مراد نہیں ہے کہ یہ دونوں کبیرہ گناہ نہیں ہیں، یا یہ کہ ان کا گناہ بہت معمولی اور ہلکا ہے۔

اور ان احادیث میں ان حضرات کے اس قول پر واضح دلیل موجود ہے کہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچنا ضروری اور واجب ہے، خواہ چند قدم چل کر ہو، یا شرمگاہ کو جھاڑ کر ہو، یا کھانس کر، ہر انسان کی ایک عادت ہوتی ہے جس کے بغیر پیشاب کے بچے ہوئے قطرات خارج نہیں ہوتے، اس لیے ہر انسان کو اپنی عادت کے مطابق عمل کرنا چاہیے، یہاں ان سب کا ذکر کرنا مناسب نہیں ہے، اسی طرح ہر انسان کے لیے ضروری ہے کہ پائخانہ کرنے کے بعد اس کا محل دھونے میں خوب مبالغہ کرے اور اپنے اس عضو کو ڈھیلا چھوڑ دے، بہت سے لوگ اس احتیاط کو مدنظر رکھے بغیر نجاست کے ساتھ نماز پڑھ لیتے ہیں جس پر وہ ان احادیث میں مذکور شدید وعید کے مستحق ہو جاتے ہیں کیونکہ جب یہ وعید پیشاب پر مرتب ہو سکتی ہے تو پائخانہ پر بطریقِ اولیٰ یہ وعید مرتب ہوگی کیونکہ اس میں گندگی زیادہ ہے۔

ائمہ نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ابن ابی زید مالکی کو کسی شخص نے خواب میں دیکھا تو ان سے پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ انہوں نے جواب دیا معاف کر دیا، سائل نے پوچھا کس وجہ سے؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں نے اپنے رسالے میں باب الاستنجاء میں یہ لکھا تھا کہ انسان پائخانہ کے بعد اپنے عضو کو تھوڑا سا ڈھیلا چھوڑ دے، یاد رہے کہ یہ قول سب سے پہلے انہوں نے ہی اختیار کیا تھا۔

---

[1] نسائی: الطهارة (٢٥)، مسند احمد: ٤/١٩٦

وضو کا بیان

۴۷۔ واجباتِ وضو میں سے کسی چیز کو چھوڑ دینا

طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص پانی سے اپنی انگلیوں کا خلال نہ کرے، اللہ قیامت کے دن اس کی انگلیوں میں آگ کا خلال کرے گا، نیز معجم اوسط میں مرفوعاً مروی ہے کہ اپنی انگلیوں کو پانی سے دھونے میں خوب مبالغہ کیا کرو، ورنہ انہیں جلانے کے لیے آگ میں خوب مبالغہ کیا جائے گا، نیز معجم کبیر ہی میں موقوفاً مروی ہے کہ پانچوں انگلیوں کا خلال کیا کرو تاکہ اللہ انہیں آگ سے بھرپور نہ کردے، شیخین وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا جس نے اپنی ایڑیاں اچھی طرح نہ دھوئی تھیں، تو فرمایا ایڑیوں کے لیے جہنم کی آگ سے ہلاکت ہے۔ ❶ یہ مضمون مختلف محدثین نے مختلف الفاظ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابوالہیثم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے مجھے وضو کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے ابوالہیثم! پاؤں کی گہرائی تک دھونا، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے نماز میں سورۂ روم کی تلاوت شروع کی تو درمیان میں اشتباہ لاحق ہوگیا، نبی علیہ السلام نے نماز سے فارغ ہوکر فرمایا شیطان نے ہم پر قرأت کو مشتبہ کردیا ان لوگوں کی وجہ سے جو وضو کیے بغیر نماز پڑھنے آجاتے ہیں، اس لیے جب تم نماز پڑھنے آیا کرو تو اچھی طرح وضو کیا کرو۔ ❷ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کی نماز مکمل نہیں ہوتی جو اچھی طرح وضو نہ کرے جیسا کہ اللہ نے حکم دیا ہے کہ پہلے چہرہ دھوئے، دونوں ہاتھ کہنیوں تک دھوئے، سر پر مسح کرے اور دونوں پاؤں ٹخنوں تک دھوئے۔ ❸ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام گھر سے باہر نکل کر ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا میری امت میں سے ''خلال کرنے والے'' لوگ کیا خوب ہیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ! خلال کرنے والوں سے کون لوگ مراد ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وضو میں خلال کرنے والے اور کھانے کے بعد خلال کرنے والے۔ ❹ وضو میں خلال سے مراد یہ ہے کہ کلی کرے، ناک میں پانی ڈالے اور انگلیوں کا خلال کرے، اور کھانے سے فارغ ہوکر خلال کرنے کی اہمیت یہ ہے کہ فرشتوں کو اس سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں گزرتی کہ انسان کے دانتوں کے درمیان کھانے کے ذرات پھنسے ہوں اور وہ نماز پڑھنے کھڑا ہوجائے۔

تنبیہ

ان احادیث سے واجباتِ وضو مثلاً ہاتھ اور پاؤں دھونے میں سے کسی حصے کو چھوڑنے پر شدید وعید واضح طور پر معلوم ہوتی ہے، بقیہ واجبات کو اسی پر قیاس کیا جاسکتا ہے اور اسی دھمکی کی وجہ سے یہ گناہ کبائر میں شمار کیا گیا ہے گو کہ میری نظروں سے کوئی ایسی تحریر نہیں گزری جس میں مجھ سے پہلے کسی نے اسے کبائر میں شمار کیا ہو۔

---

❶ صحیح بخاری: العلم (٣)، صحیح مسلم: الطهارة (٢٥) ❷ مسند احمد: ٤٧١/٣

❸ ابن ماجه: الطهارة (٥٧) ❹ مسند احمد: ٤١٦/٥

غسل کا بیان

۷۳۔واجباتِ غسل میں سے کسی چیز کا چھوڑ دینا

ابن ابی شیبہ، احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن جریر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے جسم میں بال برابر جگہ بھی جنابت کی حالت میں ایسی چھوڑ دے جسے اس نے دھویا نہ ہو، اس کے ساتھ جہنم میں ایسا ایسا کیا جائے گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے میں اپنے سر کے بالوں کا دشمن ہوگیا ہوں۔ یاد رہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اپنے بال خوب اچھی طرح کٹوا دیتے تھے۔ ❶ (گویا ٹنڈ کروالیتے تھے) ابن جریر نے مرفوعاً اور موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے، بیہقی کی ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے لہٰذا بالوں کو خوب اچھی طرح تر کیا کرو اور جسم کی کھال کو اچھی طرح صاف کیا کرو۔ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے عائشہ! ہر بال کے نیچے جنابت ہوتی ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ سے ڈرا کرو اور غسل اچھی طرح کیا کرو کیونکہ یہ وہ امانت ہے جس کا تم نے ذمہ لیا ہے اور وہ راز ہے جو تم نے امانت رکھا ہے۔

تنبیہ

ان احادیث میں واجباتِ غسل کے ترک پر جو شدید وعید بیان کی گئی ہے، وہ آپ دیکھ ہی رہے ہیں لہٰذا اسے کبائر میں شمار کرنے کی وجہ بھی واضح ہوگئی، نیز اس میں یہ پہلو بھی ہے کہ غسل نامکمل ہونے کی صورت میں نماز صحیح نہ ہوگی۔

۷۴۔بغیر کسی ضرورت اور مجبوری کے ستر کھولنا

ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دو آدمی پیشاب وغیرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے سے باتیں نہ کیا کریں کہ ان میں سے ہر ایک دوسرے کی شرمگاہ کو بھی دیکھ سکتا ہو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اس سے ناراض ہوتا ہے۔ ❷ یہ مضمون ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے، ابن سکن اور ابن قطان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب دو آدمی پیشاب وغیرہ کر رہے ہوں تو ان میں سے ہر ایک کو اپنے ساتھی سے چھپ کر بیٹھنا چاہیے، امام احمد، اصحابِ سنن، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرو سوائے اپنی بیوی یا باندی کے، کسی نے پوچھا کہ اگر لوگ ایک دوسرے کے ساتھ بیٹھے ہوں تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر بھی اگر ممکن ہو کہ تمہیں کوئی نہ دیکھے تو تمہیں ایسا ہی کرنا چاہیے، کسی نے پوچھا اگر ہم میں سے کوئی اکیلا ہو تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تو لوگوں سے زیادہ اللہ تعالیٰ اس بات کا حق دار ہے کہ اس سے حیا کی جائے۔ ❸ امام احمد، ابوداؤد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت حیا اور پردے والا ہے، وہ حیا اور پردے کو پسند کرتا ہے، اس لیے جب تم میں سے کوئی شخص غسل کرے تو اسے پردہ کرنا چاہیے۔ ❹ حاکم نے حضرت جبار بن صخر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہمیں اس بات سے

---

❶ ابو داؤد: الطهارة (۹۷)، ابن ماجه: الطهارة (۱۰۶)، مسند احمد: ۹۴/۱
❷ ابن ماجه (۳۴۲)
❸ صحيح بخاري: الغسل (۲۰)، ترمذي: الأدب (۲۲)، ابن ماجه: النكاح (۲۸)
❹ ابو داؤد: الحمام

منع کیا گیا ہے کہ کوئی ہماری شرمگاہیں دیکھے، طبرانی نے حضرت عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے برہنہ حالت میں پیدل چلنے سے روکا گیا ہے۔

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو برہنہ کرنے سے بچایا کرو، کیونکہ تمہارے ساتھ وہ بھی ہوتے ہیں جو تم سے کبھی جدا نہیں ہوتے الا یہ کہ انسان قضاءِ حاجت کر رہا ہو یا اپنی بیوی سے اپنی خواہش پوری کر رہا ہو، اس لیے تم ان سے حیا اور ان کا اکرام کیا کرو۔ ❶ پردے کے حوالے سے روایات دیگر محدثین نے بھی مذکورہ مضمون میں نقل کی ہیں، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پانی یعنی حمام میں تہبند کے بغیر داخل نہ ہوا کرو کیونکہ پانی کی بھی دو آنکھیں ہوتی ہیں، عبدالرزاق نے ابن جریج سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام گھر سے باہر نکلے تو ایک مزدور کے پاس سے گزرے جو مکمل برہنہ ہو کر غسل کر رہا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں اپنے رب سے حیا کرتا ہوا نہیں دیکھ رہا، اپنی مزدوری پکڑو، ہمیں تمہاری ضرورت نہیں ہے۔ نسائی، ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ تہبند کے بغیر حمام میں داخل نہ ہو، جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنی بیوی کو حمام میں نہ جانے دے۔ ❷ ابن ماجہ اور ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب عجم کی سرزمین تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائے گی اور تم وہاں پر ایسے کمرے پاؤ گے جنہیں لوگ حمامات کہتے ہوں گے، اس میں مرد بھی تہبند کے بغیر داخل نہ ہوں، اور عورتوں کو اس میں جانے سے روکو الا یہ کہ کوئی عورت بیمار ہو یا نفاس کی حالت میں ہو۔ ❸

ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے ابتداء میں مردوں اور عورتوں کو حمام میں داخل ہونے سے روک دیا تھا، بعد میں مردوں کو تہبند کے ساتھ حمام میں جانے کی رخصت دے دی لیکن عورتوں کو اجازت نہیں دی۔ ❹ ایک صحیح روایت میں ہے کہ حمام میری امت کی عورتوں پر حرام ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے اپنے مہمان کا اکرام کرنا چاہیے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، اور تمہاری عورتوں میں سے جو اللہ تعالیٰ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو اسے چاہیے کہ وہ حمام میں نہ جائے، اور یہ بھی صحیح ہے کہ عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ نے اسی وجہ سے عورتوں کو حمام میں جانے سے روک دیا تھا، ایک اور صحیح روایت میں ہے ان کمروں سے بچو جنہیں حمام کہا جاتا ہے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! حمام میں جانے سے میل کچیل دور ہو جاتا ہے اور مریض کو فائدہ ہوتا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جو وہاں جائے اسے پردہ کرنا چاہیے، طبرانی نے اس کے شروع میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ سب سے بدترین گھر حمام ہیں جہاں آوازیں بلند کی جاتی ہیں اور ستر کھولے جاتے ہیں۔

ایک اور صحیح روایت میں ہے کہ ایک مرتبہ حمص یا شام کی کچھ عورتیں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی خدمت میں حاضر ہوئیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے ان سے پوچھا کیا تم ہی وہ خواتین ہو جن میں سے کچھ عورتیں حمام میں داخل ہوتی ہیں؟ میں نے

---

❶ ترمذی: الأدب (٤٢) ❷ ترمذی: الأدب (٤٣)، مسند احمد: ٣٣٩/٣

❸ ابو داؤد: الحمام (١)، ابن ماجه: الأدب (٣٨) ❹ ابو داؤد: الحمام (٣)

نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو عورت بھی اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اپنے کپڑے اتارتی ہے وہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان موجود پردے کو چاک کر دیتی ہے، ایسی ہی ایک روایت حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے بھی مروی ہے، ایک روایت میں ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے حمام کے متعلق پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے بعد حمام ہوں گے، لیکن عورتوں کے لیے حمام میں کوئی خیر نہیں ہے، انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ! اگر عورت تہبند کے ساتھ حمام میں داخل ہو تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر بھی نہیں اگرچہ وہ تہبند، قمیص اور دوپٹے کے ساتھ ہی جائے، اور جو عورت بھی اپنے شوہر کے گھر کے علاوہ کسی اور جگہ اپنا دوپٹہ اتارتی ہے، وہ اپنے اور اپنے رب کے درمیان پردہ چاک کر دیتی ہے، اس مضمون کی ایک روایت طبرانی نے بھی نقل کی ہے۔

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حمام ایک ایسا گھر ہے جو انسان کا پردہ نہیں کرتا، اور ایسا پانی ہے جو پاکیزگی نہیں دیتا، کسی مرد کیلئے تولیے کے بغیر اس میں داخل ہونا حلال نہیں ہے، میں مسلمانوں کو حکم دیتا ہوں کہ اپنی عورتوں کو آزمائش میں مبتلا نہ کریں، پھر یہ آیت تلاوت فرمائی ''مرد عورتوں پر ذمہ دار ہیں۔'' [1] اپنی عورتوں کو تعلیم دو اور انہیں تسبیح کا حکم دو، اصحابِ سنن نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے بدترین گھر حمام ہے جس میں آوازیں بلند کی جاتی ہیں اور ستر برہنہ کیے جاتے ہیں۔ ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں اپنی امت کے مردوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ تہبند کے بغیر حمام میں داخل نہ ہوں، اور میں اپنی امت کی عورتوں کو اللہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ وہ حمام میں نہ جایا کریں۔ شیرازی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص حمام میں تہبند کے بغیر داخل ہو، اس پر اللہ اور فرشتوں کی لعنت ہو، جبکہ حکیم ترمذی، ابن سنی اور ابن عساکر نے اس سے بالکل مختلف روایت نقل کی ہے کہ سب سے اچھا وہ گھر جس میں کوئی مسلمان داخل ہوتا ہے، حمام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب مسلمان اس میں داخل ہوتا ہے تو اللہ سے جنت کا سوال کرتا ہے اور جہنم سے پناہ مانگتا ہے، اور سب سے برا وہ گھر جس میں کوئی مسلمان داخل ہوتا ہے، حجلۂ عروسی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ انسان کو دنیا کی رغبت دلاتا اور آخرت کو بھلاتا ہے۔

عقیلی، طبرانی، ابن عدی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے پہلا وہ شخص جو حمام میں داخل ہوا اور اس کے لیے بال صاف کرنے کا پاؤڈر رکھا گیا وہ حضرت سلیمان علیہ السلام ہیں، جب وہ حمام میں داخل ہوئے اور اس کی گرمی محسوس کی تو کہنے لگے افسوس اللہ کے عذاب سے، افسوس اس سے پہلے کہ افسوس کا موقع نہ رہے، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آخری زمانہ آئے گا تو میری امت کے مردوں پر تہبند کے ساتھ حمام میں جانا بھی حرام ہوگا، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! وہ کیوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ برہنہ لوگوں پر داخل ہوں گے، یاد رکھو! دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر اللہ کی لعنت ہے۔ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ناف اور گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ستر ہے، دار قطنی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دونوں گھٹنوں کے درمیان کا حصہ ستر میں شامل ہے، اور ناف کے نیچے کا حصہ بھی ستر ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے مسلمان آدمی کی شرمگاہ ستر ہے، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنی ران کو چھپاؤ، کیونکہ ران شرمگاہ ہے۔ ابو داؤد،

---

[1] النساء: ۳٤

ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنی ران کسی کے سامنے مت کھولا کرو اور کسی زندہ یا مردہ آدمی کی ران کو مت دیکھا کرو۔ ❶ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرد کے سامنے دوسرے مرد کا ستر ایسے ہی ہے جیسے کسی عورت کا ستر مرد کے سامنے، اور کسی عورت کا دوسری عورت کے سامنے ستر ایسے ہی ہے جیسے کسی عورت کا ستر مرد کے سامنے۔

تنبیہ

''اللہ کی ناراضگی'' کا تقاضا یہ ہے کہ کشف عورت گناہِ کبیرہ ہو، کیونکہ مباح کام پر اللہ کی ناراضگی مرتب نہیں ہوتی، اور حمام میں جانے کے حوالے سے جو احادیث ذکر کی گئی ہیں، ان سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ اپنی بیوی یا باندی کے علاوہ کسی اور کے سامنے چھوٹی یا بڑی شرمگاہ کو برہنہ کرنا گناہِ کبیرہ ہے، اور ہمارے حضرات میں سے ابراہیم بن محمد عقبی نے بھی اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ بڑی شرمگاہ کو لوگوں کے سامنے برہنہ کرنا فسق ہے اور چھوٹی شرمگاہ کو حمام وغیرہ میں برہنہ کرنا فسق ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کا کلام بھی اسی کا تقاضا کرتا ہے کیونکہ طبقات عبادی میں ہے کہ امام مزنی نے امام شافعی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ وہ شخص جو حمام میں برہنہ دکھائی دے، اس کی گواہی قبول نہ کی جائے کیونکہ سترِ عورت فرض ہے، تو حیدی نے ''البصائر'' میں بھی یونہی نقل کیا ہے اور ان کا فیصلہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ ایسا کرنے سے اس پر فسق کا حکم لگا دیا جائے اور کبیرہ گناہ کی یہی شان ہوتی ہے، یہ حکم ''ادب القضاء'' کے عین مطابق ہے کہ زکریا ساجی کہتے ہیں تہبند کے بغیر حمام میں داخل ہونے والے، یا تہبند کے بغیر نہر میں غوطہ لگانے والے کی گواہی قبول نہیں ہوگی، حداد کا کہنا ہے کہ یہ حکم اس صورت میں بھی متوجہ ہوگا جبکہ اس کی شرمگاہ دیکھنے والا کوئی بھی موجود نہ ہو کیونکہ یہ مروت کے خلاف ہے۔

ابن سراقہ نے ''ادب الشاہد'' میں بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس سے انسان کی گواہی ساقط ہو جاتی ہے، البتہ انھوں نے ''بلاضرورت'' کی قید لگائی ہے۔ ''فتاوی شاشی'' میں ہے کہ حمام میں کشفِ ستر انسان کی عدالت کو مجروح کر دیتا ہے، ابن برہان نے اس میں ''لوگوں کے سامنے'' کی قید لگائی ہے، لیکن ''روضہ'' اور اس کی اصل میں کشفِ ستر کو صغیرہ گناہ قرار دیا ہے، حناطی کا فتویٰ بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ جو شخص تہبند کے بغیر حمام میں داخل ہو وہ فاسق ہو جاتا ہے جبکہ وہ اسے اپنی عادت بنالے، اس عبارت میں فسق کو تکرار اور عادت کے ساتھ مقید کرنا اس بات کی واضح علامت ہے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے، بعض لوگوں نے اس کے صغیرہ ہونے کو اس صورت پر محمول کیا ہے کہ جب انسان تنہائی میں کشفِ عورت کرے گو کہ کسی کے دیکھنے کا اندیشہ نہ ہو کیونکہ تنہائی میں بھی سترِ عورت واجب ہے، خلاصۂ کلام یہ کہ قابلِ اعتماد مذہب کے مطابق یہ صغیرہ گناہ ہے لیکن لوگوں کی موجودگی میں ایسا کرنے سے انسان کی عدالت اور مروت ختم ہو جاتی ہے اور یہ انسان کی لاپرواہی کی علامت ہوتی ہے جس کی وجہ سے اس کی شہادت باطل ہو جاتی ہے اور ممانعت میں یہ فسق کی طرح ہے۔

باقی رہی وہ حدیث جس میں دیکھنے اور دکھانے والے دونوں پر لعنت کی گئی ہے، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کی شرمگاہ کی طرف دیکھنا کبیرہ گناہ ہے اور اسے برہنہ کرنا بھی کبیرہ ہے کیونکہ یہ بات گزر چکی ہے کہ لعنت بھیجنا کبیرہ گناہ کی علامات میں سے

---

❶ ابوداؤد: الجنائز (۲۸)، ابن ماجہ: الجنائز (۸)

ہے، اوراس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ارادۃً کسی اجنبی عورت یا بے ریش لڑکے کو بلاضرورت دیکھتے رہنا فسق ہے۔

حیض کا بیان

۷۵۔ حائضہ عورت کے ساتھ مباشرت کرنا

ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی حائضہ عورت کی اگلی شرمگاہ میں، یا کسی پاک عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آئے یا کسی کاہن کے پاس جائے تو اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔ ❶

تنبیہ

''زیادۃ الروضہ'' میں محاملی سے اور ''المجموع'' میں امام شافعی رحمہ اللہ سے اس گناہ کا کبیرہ ہونا ہی نقل کیا گیا ہے، جلال بلقینی کی رائے یہ ہے کہ اس حدیث سے استدلال کرنا صحیح نہیں ہے اس لیے کہ امام بخاری رحمہ اللہ نے اسے ضعیف قرار دیا ہے، لہٰذا اس حدیث سے اس کا گناہِ کبیرہ ہونا ثابت کرنا صحیح نہیں ہے، البتہ اس میں اس تاویل کا احتمال رہتا ہے کہ کوئی شخص اس کام کو حلال سمجھتا ہو تو ظاہر ہے کہ یہ کام بالاجماع حرام ہے اور اسے حلال سمجھنے والا کافر ہے، شیخ صلاح الدین علائی فرماتے ہیں کہ ایام کی حالت میں عورت سے مباشرت کرنے پر احادیث میں لعنت کے الفاظ آئے ہیں لیکن میں اب تک ان سے واقف نہیں ہوسکا، لیکن علماء کا ایک گروہ اسے کبیرہ گناہ ہی قرار دیتا ہے جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزرا۔

نماز کا بیان

۷۶۔ جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا

اللہ تعالیٰ نے اہلِ جہنم کا حال بیان کرتے ہوئے ان کے اس باہمی سوال جواب کا بھی تذکرہ فرمایا ہے کہ ''تمہیں کس چیز نے جہنم کی بھڑکتی ہوئی آگ میں پہنچادیا؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم نماز نہیں پڑھتے تھے، مسکینوں کو کھانا نہیں کھلاتے تھے اور بےکار بحث میں مبتلا رہنے والوں کے ساتھ ہم بھی مشغول رہتے تھے۔'' ❷ اور امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان اور کفر کے درمیان حدفاصل نماز کو ترک کردینا ہے۔ ❸ یہ مضمون مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے جان بوجھ کر نماز چھوڑی اس نے علی الاعلان کفر کیا، ایک روایت میں ہے کہ انسان اور کفر کے درمیان فرق صرف ترکِ صلوٰۃ سے ہی ہوجاتا ہے کہ جب انسان نماز چھوڑتا ہے گویا وہ کفر و شرک کرتا ہے، ایک اور روایت میں ہے کہ اسلام کی رسیاں اور دین کے قواعد تین چیزیں ہیں جن پر اسلام کی بنیاد ہے، جو شخص ان میں سے کوئی ایک چیز

---

❶ ترمذي: الطهارة (١٠٢)، ابن ماجه: الطهارة (١٢٢)، مسند احمد: ٢/٤٠٨

❷ المدثر: ٤٢-٤٥ ❸ مسند احمد: ٣/٣٨٩

بھی چھوڑ دے، وہ اس چیز کا منکر اور مباح الدم ہوگا (اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہ ہوگا) اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، فرض نماز اور ماہِ رمضان کے روزے، طبرانی وغیرہ نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے سات چیزوں کی وصیت کی ہے، انہوں نے فرمایا ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں جلا دیا جائے یا تمہیں سولی پر لٹکا دیا جائے، جان بوجھ کر نماز مت چھوڑو، کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑے وہ ملتِ اسلامیہ سے خارج ہو گیا، معصیت پر سواری مت کرو کیونکہ وہ اللہ کی ناراضگی کا سبب ہے، اور شراب نوشی مت کرو کیونکہ وہ تمام گناہوں کی جڑ ہے۔

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین اعمال میں سے کسی عمل کے چھوڑنے کو کفر نہیں سمجھتے تھے سوائے نماز کے۔ [1] بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے جس کے پاس کوئی نماز نہ ہو اور اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جس کا وضو نہ ہو، طبرانی نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ دین میں نماز کا مقام ایسے ہے جیسے جسم میں سر کا مقام ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت کی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہرانا اگرچہ تمہارے ٹکڑے کر دیئے جائیں یا تمہیں آگ میں جلا دیا جائے، اور کسی فرض نماز کو جان بوجھ کر مت ترک کرنا کیونکہ جان بوجھ کر نماز ترک کرنے والے سے اللہ کی ذمہ داری اٹھ جاتی ہے اور شراب مت پینا کیونکہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ [2] بزار وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب میری بینائی ضائع ہو گئی اور پتلی صحیح رہی تو کسی نے مجھ سے کہا کہ ہم آپ کا علاج کر دیتے ہیں لیکن آپ کو چند دن تک نماز چھوڑنا پڑے گی، میں نے انکار کر دیا کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص نماز چھوڑ دے وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! مجھے کوئی ایسا عمل سکھا دیجیے جب میں اس کے مطابق کرنے لگوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں سزا میں مبتلا کیا جائے اور آگ میں جلا دیا جائے، اپنے والدین کی اطاعت کرو اگرچہ وہ تمہیں تمہارے مال اور تمہاری ملکیت میں موجود ہر چیز سے نکال دیں، اور جان بوجھ کر نماز نہ چھوڑو، کیونکہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، اس سے اللہ کی ذمہ داری اٹھ جاتی ہے، ایک روایت میں اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ شراب نہ پیو کیونکہ وہ ہر برائی کی جڑ ہے، معصیت سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ اس سے اللہ کی ناراضگی نازل ہوتی ہے، میدانِ جنگ سے منہ پھیر کر بھاگنے سے بچو اگرچہ سب لوگ مارے جائیں، اگر لوگوں میں موت کی وبائی بیماری پھیل جائے تو تم ثابت قدم رہو، اپنے اہلِ خانہ پر حسبِ استطاعت خرچ کرتے رہو، انہیں ادب سکھانے کے لیے ان سے لاٹھی اٹھا کر نہ رکھ دو، اور ان کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرتے رہو۔

---

[1] ترمذی: الایمان (۹)

[2] ابن ماجہ: الفتن (۲۳)

ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، اللہ تعالیٰ اس کا نام جہنم کے دروازے پر ان لوگوں میں لکھ دے گا جو اس میں داخل ہوں گے۔ طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص نماز چھوڑ دے، اس کے اہل خانہ اور مال و دولت تباہ و برباد ہو گیا۔ حاکم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بخدا اے گروہِ قریش! تم لوگ نماز قائم کرتے رہو اور زکوٰۃ ادا کرتے رہو، ورنہ میں تمہارے پاس ایک ایسے آدمی کو بھیجوں گا جو دین کی خاطر تمہاری گردنیں مار دے گا۔ امام احمد نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے چار چیزیں ایسی ہیں جنہیں اللہ نے اسلام میں فرض قرار دے رکھا ہے، جو شخص ان میں سے تین کام کرلے تب بھی وہ اس کے کچھ کام نہ آئیں گے یہاں تک کہ وہ ان سب پر عمل کرنے لگے، نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیت اللہ۔ اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے، اللہ اس کے اعمال کو ضائع کر دیتا ہے اور اللہ کی ذمہ داری اس سے اٹھ جاتی ہے یہاں تک کہ وہ اللہ کی طرف رجوع کر کے اس سے توبہ کرلے۔ اسی طرح ترکِ نماز کے کفر ہونے کی روایات مختلف الفاظ و اسانید سے مروی ہیں اور نبی علیہ السلام کے دورِ باسعادت سے لے کر اب تک تمام اہلِ علم کا بھی اس پر اتفاق ہے کہ بغیر کسی شرعی عذر کے جان بوجھ کر نماز چھوڑ دینا یہاں تک کہ اس کا وقت ہی ختم ہو جائے، کفر ہے۔

۷۷۔ کسی عذرِ شرعی کے بغیر نماز کو مؤخر یا مقدم کر دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ان کے بعد ایسے نااہل افراد جانشین ہو گئے جنہوں نے نماز کو ضائع کر دیا اور اپنی خواہشات کی پیروی کرنے لگے، عنقریب یہ لوگ گمراہی سے دوچار ہوں گے۔'' ❶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''نماز کو ضائع کرنے'' سے یہ مراد نہیں ہے کہ انہوں نے نماز کو بالکل ہی ترک کر دیا تھا بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نماز کو اس کے وقت سے مؤخر کر دیتے تھے، سعید بن مسیب اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ انسان ظہر کی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک عصر کا وقت نہ آ جائے، اسی طرح کوئی نماز اس وقت تک نہ پڑھے جب تک اگلی نماز کا وقت نہ آ جائے، سو جو شخص اس حال میں مرے کہ وہ اسی عادت پر مصر ہو اور اس نے توبہ بھی نہ کی ہو، اللہ نے اسے ''غی'' کی دھمکی دی ہے جو کہ جہنم کی ایک ایسی وادی ہے جس کی گہرائی بہت زیادہ ہے اور اس کی سزا بہت زیادہ سخت ہے۔ نیز ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے اہل ایمان! تمہارے اموال اور اولاد تمہیں اللہ کے ذکر سے غافل نہ کر دیں، جو شخص ایسا کرے گا تو وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' ❷ مفسرین کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ اس آیت میں ''ذکر اللہ'' سے مراد پانچوں نمازیں ہیں، جو شخص نماز کے وقت میں اپنے مال کی تجارت یا اولاد میں مشغول رہے وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگا، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ قیامت کے دن انسان کے اعمال میں سب سے پہلے جس چیز کا محاسبہ کیا جائے گا وہ اس کی نماز ہوگی، اگر وہ صحیح رہی تو وہ انسان کامیاب ہوگا اور اگر نامکمل رہی تو وہ نقصان اور خسارے میں رہا۔

---

❶ مریم: ۵۹ ❷ المنافقون: ۹

اسی طرح ارشادِ باری تعالیٰ ہے ''ہلاکت ہے ان نمازیوں کے لیے جو اپنی نماز سے غفلت کرتے ہیں۔'' ❶ نبی علیہ السلام نے اس کا مصداق ان لوگوں کو قرار دیا ہے جو نماز کو اس کے وقتِ مقررہ سے مؤخر کر دیتے ہیں، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''بے شک نماز مؤمنین پر وقت مقررہ میں فرض کی گئی ہے۔'' ❷ امام احمد، طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے نماز کا ذکر فرمایا اور اسی اثناء میں یہ بھی فرمایا کہ جو شخص نماز کی پابندی کرے، وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور، برہان اور نجات کا سبب ہوگی اور جو شخص نماز کی پابندی نہ کرے، وہ اس کے لیے نور، برہان اور حجت نہ ہوگی اور وہ قیامت کے دن قارون، فرعون، ہامان اور ابی بن خلف کے ساتھ ہوگا۔ ❸

بعض علماء فرماتے ہیں کہ ان لوگوں کے ساتھ بے نمازی آدمی کے حشر کی وجہ یہ ہے کہ اگر وہ اپنے مال کی وجہ سے نماز نہیں پڑھتا تو وہ قارون کے مشابہہ ہوا لہٰذا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا، اگر اپنی مملوکات میں مشغول ہو تو وہ فرعون کے مشابہہ ہوا لہٰذا اس کا حشر اسی کے ساتھ ہوگا، اگر اپنی وزارت میں مشغول ہو تو وہ ہامان کے مشابہہ ہوا لہٰذا اس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا اور اگر وہ اپنی تجارت میں مشغول ہو کر نماز ترک کر دے تو وہ ابی بن خلف کے مشابہہ ہوا جو کہ کفارِ مکہ میں ایک تاجر تھا، لہٰذا اس کا حشر اس کے ساتھ ہوگا۔

ابو یعلیٰ نے مصعب بن سعد کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے اپنے والد (حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ) سے عرض کیا کہ ابا جان! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ لوگ جو نماز میں سہو کا شکار ہوتے ہیں۔'' تو ہم میں سے کون ہے جو نماز میں نہیں بھولتا اور اپنے آپ سے باتیں نہیں کرتا (اسے وسوسے نہیں آتے) انہوں نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے، اس کا مطلب وقتِ نماز کو ضائع کر دینا ہے اور ''ویل'' کا معنیٰ عذاب کی شدت ہے اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ جہنم کی ایک وادی کا نام ہے جس میں اگر دنیا کے پہاڑ چلا دیئے جائیں تو اس کی گرمی کی شدت سے وہ سب پگھل جائیں، یہ ان لوگوں کا ٹھکانہ ہے جو نماز میں غفلت کرتے ہیں اور اسے اس کے وقتِ مقررہ سے مؤخر کر دیتے ہیں، الا یہ کہ وہ اللہ سے توبہ کر لیں اور اس کوتاہی پر ندامت کا اظہار کریں۔

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بغیر کسی عذر کے دو نمازوں کو اکٹھا کرتا ہے، اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کیا، کتبِ ستہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جس شخص کی نمازِ عصر فوت ہو جائے، گویا اس کے اہلِ خانہ اور مال و دولت تباہ ہو گیا۔ ❹ ابن خزیمہ نے امام مالک رحمہ اللہ سے اس کا معنیٰ وقت نکل جانا بیان کیا ہے، مسلم اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ نماز یعنی نمازِ عصر تم سے پہلے لوگوں پر پیش کی گئی تھی لیکن انہوں نے اسے ضائع کر دیا، اب تم میں سے جو شخص اس کی پابندی کرے گا اسے دو گنا اجر ملے گا اور اس کے بعد کوئی نماز نہیں ہے یہاں تک کہ ستارے طلوع ہو جائیں۔ ❺ امام احمد،

---

❶ الماعون: ٤-٥ ❷ النساء:١٠٣ ❸ مسند احمد: ١٢٩/٢

❹ صحیح بخاری: المواقیت (١٤)، صحیح مسلم: المساجد (٢٠٠)، ابو داؤد: الصلوة (٥)، ترمذی: المواقیت (١٤)، نسائی: الصلوة (١٧)، ابن ماجه: الصلوة (٦)

❺ صحیح مسلم: المسافرین (٢٩٢)، نسائی: المواقیت (١٤)

بخاری اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص نے نمازِ عصر چھوڑ دی، اس کے اعمال ضائع ہو گئے۔ ❶ یہ مضمون ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق، طبرانی، شافعی اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ فجر کی نماز پڑھ کر ہماری طرف متوجہ ہو کر فرماتے تھے کہ تم میں سے کسی نے آج رات کوئی خواب دیکھا ہے؟ اگر کسی نے کوئی خواب دیکھا ہوتا تو عرض کر دیتا تھا اور آپ ﷺ خدا کی مشیت کے موافق اس کی تعبیر دے دیتے تھے۔

چنانچہ حسب دستور ایک روز حضور ﷺ نے ہم سے پوچھا تم میں سے کسی نے کوئی خواب دیکھا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں، آپ ﷺ نے فرمایا میں نے آج رات خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور میرے ہاتھ پکڑ کر مجھے پاک زمین (بیت المقدس) کی طرف لے گئے، وہاں ایک شخص بیٹھا ہوا تھا اور ایک آدمی کھڑا ہوا تھا جس کے ہاتھ میں لوہے کا آنکڑا تھا، کھڑا ہوا آدمی بیٹھے ہوئے آدمی کے منہ میں وہ آنکڑا ڈال کر ایک طرف سے اس کا جبڑا چیر کر گدی سے ملا دیتا تھا اور پھر دوسرے جبڑے کو بھی اسی طرح چیر کر گدی سے ملا دیتا تھا، اتنے میں پہلا جبڑا صحیح ہو جاتا تھا اور وہ دوبارہ پھر اسی طرح چیرتا تھا میں نے دریافت کیا یہ کیا بات ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا آگے چلو، ہم آگے چل دیئے، ایک جگہ پہنچ کر دیکھا کہ ایک شخص چت لیٹا ہے اور ایک اور آدمی اس کے سر پر پتھر لئے کھڑا ہے اور پتھر سے اس کے سر کو کچل رہا ہے، جب اس کے سر پر پتھر مارتا ہے تو پتھر لڑک جاتا ہے اور وہ آدمی پتھر لینے چلا جاتا ہے، اتنے میں اس کا سر جڑ جاتا ہے اور مارنے والا آدمی پھر واپس آ کر اس کو مارتا ہے، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چل دیئے، ایک جگہ دیکھا کہ تنور کی طرح ایک گڑھا ہے جس کا منہ تنگ ہے اور اندر سے کشادہ ہے، برہنہ مرد وعورت اس میں موجود ہیں اور آگ بھی اس میں جل رہی ہے جب آگ (تنور کے کناروں کے) قریب آ جاتی ہے تو وہ لوگ اوپر اٹھ آتے ہیں اور باہر نکلنے کے قریب ہو جاتے ہیں اور جب آگ نیچے ہو جاتی ہے تو سب لوگ اندر ہو جاتے ہیں۔ میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ ان دونوں آدمیوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چل دیئے اور ایک خون کی ندی پر پہنچے جس کے اندر ایک آدمی کھڑا تھا اور ندی کے کنارہ پر ایک اور آدمی موجود تھا جس کے آگے پتھر رکھے ہوئے تھے، اندر والا آدمی جب باہر نکلنے کے لئے آگے بڑھتا تھا تو باہر والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مار کر پیچھے ہٹا دیتا تھا اور اصلی جگہ تک پہنچا دیتا تھا، دوبارہ پھر اندر والا آدمی نکلنا چاہتا تھا اور باہر والا آدمی اس کے منہ پر پتھر مارتا تھا اور اصلی جگہ تک پلٹا دیتا تھا، میں نے پوچھا کہ یہ کون ہے؟ ان دونوں شخصوں نے کہا کہ آگے چلو، ہم آگے چل دیئے۔

ایک جگہ دیکھا کہ ایک درخت کے نیچے جڑ کے پاس ایک بوڑھا آدمی اور کچھ لڑکے موجود ہیں اور درخت کے قریب ایک اور آدمی ہے جس کے سامنے آگ موجود ہے اور وہ آگ جلا رہا ہے میرے دونوں ساتھی مجھے اس درخت کے اوپر چڑھا لے گئے اور ایک مکان میں داخل کیا، جس سے بہتر اور عمدہ میں نے کبھی کوئی مکان نہیں دیکھا گھر کے اندر مرد بھی تھے اور عورتیں بھی، بوڑھے بھی جوان بھی اور بچے بھی اس کے بعد وہ دونوں ساتھی مجھے اس مکان سے نکال کر درخت کے اوپر چڑھا کر لے گئے میں ایک شہر میں پہنچا جس کی تعمیر میں ایک اینٹ سونے کی اور ایک اینٹ چاندی کی استعمال کی گئی تھی، ہم نے دروازے پر پہنچ کر

اسے کھٹکھٹایا، دروازہ کھلا اور ہم اندر داخل ہوئے تو ایسے لوگوں سے ملاقات ہوئی جن کا آدھا حصہ تو انتہائی حسین وجمیل تھا اور آدھا دھڑ انتہائی قبیح تھا، ان دونوں نے ان لوگوں سے کہا کہ جا کر اس نہر میں غوطہ لگاؤ، وہاں ایک چھوٹی سی نہر بہہ رہی تھی، جس کا پانی انتہائی سفید تھا، انہوں نے جا کر اس میں غوطہ لگایا، جب واپس آئے تو وہ قباحت ختم ہو چکی تھی اور وہ انتہائی خوبصورت ہو چکے تھے، پھر ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ یہ جنت عدن ہے اور وہ آپ کا ٹھکانہ ہے، میں نے نظر اٹھا کر دیکھا تو سفید رنگ کا ایک محل نظر آیا، میں نے ان دونوں سے کہا کہ اللہ تمہیں برکتیں دے، مجھے چھوڑ دو کہ میں اس میں داخل ہو جاؤں، انہوں نے کہا ابھی نہیں، البتہ آپ اس میں جائیں گے ضرور، میں نے کہا کہ تم دونوں نے مجھے رات بھر گھمایا اب جو کچھ میں نے دیکھا ہے اس کی تفصیل تو بیان کرو انہوں نے کہا کہ اچھا ہم بتاتے ہیں۔

جس شخص کے تم نے گل پھڑے چرتے ہوئے دیکھا تھا وہ جھوٹا آدمی تھا کہ جھوٹی باتیں بنا کر لوگوں سے کہتا تھا اور لوگ اس سے سیکھ کر اوروں سے نقل کرتے تھے یہاں تک کہ سارے جہان میں وہ جھوٹ مشہور ہو جاتا تھا، قیامت تک اس پر یہ عذاب رہے گا اور جس شخص کا سر کچلتے ہوئے تم نے دیکھا ہے اس شخص کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کا علم عطا کیا تھا لیکن وہ فرض نماز سے غافل ہو کر رات کو سو جاتا تھا اور دن کو اس پر عمل نہ کرتا تھا قیامت تک اس پر یہی عذاب رہے گا اور جن لوگوں کو تم نے گڑھے میں دیکھا تھا وہ لوگ زنا کار تھے اور جس شخص کو تم نے خون کی نہر میں دیکھا تھا وہ شخص سود خور تھا اور درخت کی جڑ کے پاس جس بوڑھے مرد کو تم نے بیٹھا دیکھا تھا وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے اور وہ لڑکے لوگوں کی وہ اولادیں تھیں جو بالغ ہونے سے قبل مر گئے تھے اور جو شخص بیٹھا آگ بھڑکا رہا تھا وہ مالک داروغہ دوزخ تھا، کسی مسلمان نے پوچھا یا رسول اللہ! وہاں مشرکین کی اولاد تھی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اور وہ لوگ جن کا آدھا دھڑ حسین اور آدھا بدصورت تھا، یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے اچھے اور برے دونوں طرح کے عمل کیے تھے، اللہ نے ان سے درگذر فرمایا۔

امام احمد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس بات کا یقین رکھتا ہو کہ نماز برحق اور واجب ہے اور وہ اسے ادا بھی کرتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ ❷ اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے پھر اس روایت کے مختلف طرق واسانید سے نقل ہونے والے الفاظ شاملِ کتاب کیے ہیں جو اس عنوان کے شروع میں ذکر ہو چکی کہ قیامت کے دن انسان کے تمام اعمال میں سب سے پہلے نماز کا حساب ہوگا، وہ مکمل ہوئی تو انسان کامیاب ہوگا، ورنہ نوافل سے اس کی تکمیل کی جائے گی، یہی معاملہ تمام فرض عبادات میں ہوگا، ہم تکرار سے بچنے کے لیے دوبارہ ان احادیث کا ترجمہ نقل نہیں کر رہے ہیں۔

طیالسی، طبرانی اور ضیاء مقدسی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ جبریل میرے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ پیغام لے کر آئے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے آپ کی امت پر پانچ نمازیں فرض کی ہیں، جو شخص وضو، اوقاتِ نماز، رکوع اور سجود کے ساتھ انہیں پورا کرے، اس کے لیے وعدہ ہے کہ میں اسے جنت میں داخل کروں گا اور جو شخص اس میں کمی کوتاہی کے ساتھ مجھ سے ملاقات کرے گا، میرے پاس اس کے لیے کوئی وعدہ نہیں ہے، میں چاہوں گا تو اسے عذاب دے

---

❶ مسند احمد: ۵/ ۳۵۰ ❷ مسند احمد: ۱/ ۶۰

دوں گا اور چاہوں گا تو اس پر رحم کردوں گا، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نماز شیطان کا چہرہ سیاہ کرتی ہے، صدقہ اس کی کمر توڑ دیتا ہے، اللہ کی رضا کے لیے ایک دوسرے سے محبت کرنا اور علم کی خاطر مودت رکھنا اس کی جڑ کاٹ دیتا ہے، اور جب تم لوگ یہ کام کرتے ہو تو وہ تم سے اتنا دور ہو جاتا ہے جیسے سورج طلوع ہونے کی جگہ، غروب ہونے کی جگہ سے دور ہے، ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ سے ڈرو، پانچوں نمازیں پڑھو، مہینے بھر کے روزے رکھو، اپنے مالوں کی زکوٰۃ ادا کرو، اور جب میں تمہیں کوئی حکم دوں تو اس کی اطاعت کرو تو تم اپنے رب کی جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ❶

امام احمد، شیخین، ابوداؤد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے نزدیک تمام اعمال میں سب سے زیادہ پسندیدہ عمل وقتِ مقررہ پر نماز پڑھنا ہے، پھر والدین کی فرمانبرداری، پھر جہاد فی سبیل اللہ ❷ بیہقی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ! اسلام میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وقتِ مقررہ پر نماز پڑھنا، جو شخص نماز ترک کردے اس کے دین کا کوئی اعتبار نہیں ہے اور نماز دین کا ستون ہے، یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا اور کسی نے انہیں نماز کی یاددہانی کرائی تو انہوں نے فرمایا اس شخص کا اسلام میں کوئی حصہ نہیں ہے جس نے نماز ضائع کردی، یہ کہہ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھی جبکہ ان کے زخموں سے اس وقت بھی خون بہہ رہا تھا، ذہبی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جب بندہ اول وقت میں نماز پڑھتا ہے تو وہ نماز آسمان کی طرف بلند ہوتی ہے، اس وقت اس کا ایک نور ہوتا ہے یہاں تک کہ وہ عرش تک پہنچ جاتی ہے، وہاں پہنچنے کے بعد وہ قیامت تک نمازی کے حق میں استغفار کرتی رہے گی، اور یہ دعا کرتی رہے گی کہ جس طرح تو نے میری حفاظت کی، اللہ بھی تیری حفاظت کرے اور جب انسان نماز کو اس کے وقتِ مقررہ کے علاوہ پڑھتا ہے تو وہ آسمان کی طرف اس طرح بلند ہوتی ہے کہ اس کی ایک ظلمت ہوتی ہے، جب وہ آسمان پر پہنچتی ہے تو اسے اس طرح لپیٹ دیا جاتا ہے جیسے لوگ کپڑا لپیٹ لیتے ہیں اور اسے نمازی کے منہ پر دے کر مار دیا جاتا ہے۔

امام ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ایسے ہیں جن کی نماز اللہ قبول نہیں کرتا، ان میں نبی علیہ السلام نے اس شخص کا ذکر بھی کیا جو نماز کو اس کا وقت فوت ہونے کے بعد ادا کرے۔ ❸ بعض حضرات کہتے ہیں کہ ایک حدیث میں آتا ہے جو شخص نماز کی پابندی کرے، اللہ اسے پانچ خصلتیں عطا فرماتا ہے، اس سے زندگی کی تنگی ختم ہو جاتی ہے، عذابِ قبر اٹھا لیا جاتا ہے، اس کا نامۂ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، وہ پل صراط پر بجلی کی طرح سے گزر جائے گا، اور جنت میں وہ بلا حساب داخل ہوگا، اور جو شخص نماز میں غفلت کرتا ہے اللہ اسے پندرہ قسم کی سزاؤں میں مبتلا کر دیتا ہے، جن میں سے پانچ کا تعلق دنیا سے ہے، تین کا تعلق موت سے ہے، تین کا تعلق قبر سے ہے، اور تین کا تعلق قبر سے نکلنے کے ساتھ ہے، چنانچہ وہ سزائیں جن کا تعلق دنیا سے ہے، ان میں سے پہلی سزا یہ ہے کہ اس کی عمر میں سے برکت ختم ہو جاتی ہے، دوسری یہ ہے

❶ ترمذی: الجمعة (٨٠) ❷ صحیح بخاری: الأدب (١)، مسند احمد: ٢/٣٢

❸ ابو داؤد: الصلوة (٦٢)، ابن ماجه: الاقامة (٤٣)

کہ اس کے چہرے سے نیک لوگوں کی علامت مٹا دی جاتی ہے، تیسری یہ کہ وہ کوئی بھی عمل کرے اللہ اسے اس پر کوئی ثواب نہیں دیتا، چوتھی یہ کہ آسمان کی طرف اس کی کوئی دعا بلند نہیں ہوتی، اور پانچویں یہ کہ نیک لوگوں کی دعاؤں میں اس کا کوئی حصہ نہیں رہتا اور وہ سزائیں جو اسے موت کے وقت ملتی ہیں ان میں سے پہلی سزا یہ ہے کہ وہ ذلیل ہو کر مرے گا، دوسری سزا یہ ہے کہ وہ بھوک کی حالت میں مرے گا اور تیسری سزا یہ ہے کہ وہ پیاس کی حالت میں مرے گا، اگر اسے دنیا بھر کے سمندروں کا پانی پلا دیا جائے تب بھی اس کی پیاس نہیں بجھے گی، اور وہ سزائیں جو قبر میں اس کا حصہ ہوں گی، ان میں سے پہلی سزا یہ ہے کہ اس کی قبر تنگ ہو جائے گی یہاں تک کہ اس کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جائیں گی، دوسری سزا یہ ہے کہ اس کی قبر میں آگ بھڑکا دی جائے گی اور وہ دن رات ان چنگاریوں پر لوٹ پوٹ ہوتا رہے گا، تیسری سزا یہ ہے کہ اس کی قبر میں اس پر ایک اژدہا مسلط کر دیا جائے گا جس کا نام ''شجاع اقرع'' ہوگا، اس کی آنکھیں آگ کی، اور اس کے ناخن لوہے کے ہوں گے، اس کا ہر ناخن ایک دن کی مسافت پر پھیلا ہوگا، اس کی آواز بادلوں جیسی گرج دار ہوگی، وہ مردے سے ہم کلام ہو کر کہے گا کہ میرے رب نے مجھے حکم دیا ہے کہ تجھے نمازِ فجر ضائع کرنے پر طلوعِ آفتاب کے بعد تک مارتا رہوں، نمازِ ظہر ضائع کرنے پر عصر تک، نمازِ عصر ضائع کرنے پر مغرب تک، نمازِ مغرب ضائع کرنے پر عشاء تک اور نمازِ عشاء ضائع کرنے پر فجر تک مارتا رہوں، چنانچہ جب بھی وہ اسے ایک ضرب لگائے گا، وہ زمین میں ستر گز تک دھنس جائے گا اور قیامت تک یونہی عذابِ قبر میں مبتلا رہے گا، اور وہ سزائیں جو اسے قبر سے نکلنے کے بعد دی جائیں گی تو وہ حساب کتاب میں سختی، اللہ کی ناراضگی اور جہنم میں داخل ہونا ہے۔

اور ایک روایت میں ہے کہ بے نمازی آدمی قیامت کے دن آئے گا تو اس کے چہرے پر تین سطریں لکھی ہوں گی، پہلی سطر میں لکھا ہوگا اے حق اللہ کو ضائع کرنے والے! دوسری سطر میں لکھا ہوگا اے اللہ کی ناراضگی کے ساتھ مخصوص! تیسری سطر میں لکھا ہوگا جس طرح تو نے دنیا میں اللہ کے حق کو ضائع کیا، آج تو اللہ کی رحمت سے مایوس ہے، اور اس حدیث میں جو اعداد کی تفصیل بیان کی گئی ہے وہ پوری پندرہ نہیں بلکہ چودہ ہے، معلوم ہوتا ہے کہ شاید راوی پندرہویں چیز بھول گئے ہیں۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر اللہ تعالیٰ کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا، اللہ اسے جہنم میں لے جانے کا حکم دے گا، وہ عرض کرے گا پروردگار! یہ حکم کس وجہ سے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا نمازوں کو ان کے اوقاتِ مقررہ سے مؤخر کرنے اور میرے نام کی جھوٹی قسمیں کھانے کی وجہ سے، بعض حضرات نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا یہ دعا کرو کہ اے اللہ! ہم میں کوئی شقی اور محروم نہ رکھنا، تھوڑی دیر بعد فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ شقی اور محروم کون ہے؟ صحابہ نے پوچھا یا رسول اللہ! وہ کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تارکِ نماز۔

بیان کیا جاتا ہے کہ بنی اسرائیل کی ایک عورت حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس آئی، اور کہنے لگی کہ اے اللہ کے نبی! میں نے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے، اب میں اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں، آپ اللہ سے دعا کر دیجیے کہ وہ میرا گناہ معاف فرما دے اور میری توبہ قبول کر لے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے پوچھا تو نے کیا گناہ کیا تھا؟ وہ کہنے لگی اے اللہ کے نبی! مجھ سے بدکاری سرزد ہوئی جس کے نتیجے میں میرے یہاں بچہ پیدا ہوا اور میں نے اسے قتل کر دیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے

فرمایا او فاجرہ عورت! یہاں سے چلی جا، کہیں ایسا نہ ہو کہ آسمان سے آگ اترے اور تیری نحوست سے ہمیں بھی جلا دے، وہ عورت شکستہ دل ہو کر وہاں سے چلی گئی، اسی وقت حضرت جبریل علیہ السلام آ گئے اور کہنے لگے موسیٰ! آپ کا رب فرماتا ہے کہ آپ نے توبہ کر کے آنے والی اس عورت کو کیوں واپس لوٹا دیا؟ اے موسیٰ! کیا آپ کو اس سے بدتر آدمی نہیں ملا؟ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا جبریل! اس عورت سے بدتر کون ہوسکتا ہے؟ انہوں نے فرمایا جو جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے۔

ایک صاحب کا واقعہ نقل کیا گیا ہے کہ اس نے اپنی فوت ہو جانے والی ایک بہن کو قبر میں دفن کیا، دورانِ تدفین اس کی جیب میں سے ایک بٹوہ ''جو پیسوں سے بھرا ہوا تھا'' نکل کر گر گیا، لیکن اسے پتہ نہیں چلا، جب وہ قبرستان سے چلا گیا تو کافی دیر بعد اسے بٹوے کا خیال آیا، وہ اپنی بہن کی قبر پر واپس آیا، اس وقت تک سب لوگ جا چکے تھے، اس نے اس کی قبر کھولی تو دیکھا کہ اس کی قبر آگ کے شعلوں سے بھری ہوئی ہے، اس نے جلدی سے اس پر دوبارہ مٹی ڈالی اور روتا چیختا ہوا، اپنی والدہ کے پاس آیا اور کہنے لگا امی جان! یہ بتایئے کہ میری بہن کیا کام کرتی تھی؟ والدہ نے اس سے سوال کرنے کی وجہ پوچھی، اس نے سارا واقعہ بتا دیا، اس کی والدہ رو کر کہنے لگی بیٹے! تیری بہن نماز میں سستی کرتی تھی اور اسے وقتِ مقررہ سے مؤخر کر دیتی تھی، یہ تو حال ہے ان لوگوں کا جو نماز کو وقتِ مقررہ سے مؤخر کر دیتے ہیں، جو سرے سے نماز پڑھتے ہی نہیں ہیں ان کا کیا حال ہوگا؟

چند ضروری تنبیہات

نماز کو چھوڑ دینا اور اسے وقتِ مقررہ سے مقدم یا مؤخر کر دینا ''جبکہ کسی شرعی عذر کے بغیر ہو'' مذکورہ تمام احادیث و آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ کبیرہ گناہ ہے، بعض لوگوں نے اس میں ''اعادہ کے بغیر'' کی قید بھی لگائی ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ اگر وہ وقت کے اندر ہی نماز کا اعادہ کر بھی لیتا ہے تب بھی وہ دین کے ساتھ مذاق کرنے والوں اور اسے سنجیدگی کے ساتھ نہ اپنانے والوں میں شامل ہوگا، اسی طرح اسنوی کا یہ قول بھی برمحل نہیں ہے جس میں انہوں نے کہا ہے کہ نماز کو اس کے وقتِ مقررہ سے مقدم کرنے کو گناہِ کبیرہ قرار دینا تحقیقی بات نہیں ہے کیونکہ اگر وہ شخص اس کے جواز کا اعتقاد رکھتا ہو تو اس میں کوئی کلام ہی نہیں، اور اگر وہ عدمِ جواز سے واقف ہے پھر بھی وقتِ مقررہ سے پہلے نماز پڑھ لیتا ہے تو اس کی نماز فاسد ہوگی، پھر اگر وہ وقتِ مقررہ میں بھی نماز پڑھ لیتا ہے تو حرمت واقع ہو چکی، اس لیے اسے حرمت سے ہی تعبیر کرنا چاہیے اور اگر وقتِ مقررہ میں نہیں پڑھتا تو اس کی یہ نافرمانی تاخیر اور فاسد نماز کی وجہ سے ہوگی، اسنوی کا یہ کلام اذرعی کو بھی پسند نہیں ہے اسی وجہ سے وہ کہتے ہیں کہ اسنوی کے اس کلام میں حد سے زیادہ خلط مبحث ہے، اس لیے کہ نماز کو اس کے وقتِ مقررہ پر مقدم کرنے کا اس کے علاوہ کوئی اور مطلب ہے ہی نہیں کہ اسے وقت داخل نہ ہونے کا اور نماز جائز نہ ہونے کا علم ہو، پھر بھی وہ نماز پڑھ لے، یہی تمام علمائے کرام کا مسلک ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ گناہِ کبیرہ اور دین کے ساتھ مذاق ہے خواہ بعد میں اس کی قضا کرے یا نہ کرے۔

کتاب ''التہذیب'' میں ایک ضعیف روایت یہ بھی بیان کی گئی ہے کہ کسی ایک نماز کو چھوڑ دینا یہاں تک کہ اس کا وقت ہی نکل جائے، کبیرہ گناہ نہیں ہے، اس سے اس کی گواہی ناقابلِ اعتبار ہو جاتی ہے جبکہ وہ اسے اپنی عادت بنا لے، حلیمی کہتے ہیں

کہ ترکِ نماز کبیرہ گناہ ہے، اور اگر وہ نماز چھوڑنے کو اپنی عادت بنالے تو وہ ''فاحشہ'' ہے اور اگر وہ نماز تو قائم کرے لیکن اس کے حقوق مثلاً خشوع وخضوع وغیرہ ادا نہ کرے جیسے انگلیاں چٹخانا، کن اکھیوں سے دیکھنا، لوگوں کی باتیں توجہ سے سننا، کنکریاں برابر کرنا یا بار بار ڈاڑھی کو چھیڑنا تو یہ صغیرہ گناہ ہے۔ اذرعی کہتے ہیں کہ دوسرے حضرات نے ان چیزوں کو مکروہات میں شمار کیا ہے، باقی صحیح تر قول کے مطابق خشوع سنت ہے، لہٰذا اس میں کوئی حرمت نہیں ہے۔

دوسری تنبیہ

صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین اور بعد میں آنے والے علماء کے درمیان اس بات میں اختلافِ رائے ہے کہ تارکِ نماز کے کفر کا کیا حکم ہے؟ سابقہ احادیث میں اس بات کی تصریح گزر چکی ہے کہ یہ کفر وشرک ہے، ملتِ اسلامیہ سے خروج ہے، اللہ اور اس کے رسول کی ذمہ داری سے نکل جانا ہے، اس سے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، بے نمازی کا کوئی دین نہیں ہے اور یہ کہ اس کا کوئی ایمان نہیں ہے، ان تمام دھمکیوں کے ظاہری معنیٰ کو صحابہ وتابعین اور بعد کے بہت سے علماء نے لے کر یہ مؤقف اختیار کیا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دے یہاں تک کہ اس کا پورا وقت ہی نکل جائے، وہ کافر اور مباح الدم ہو گیا، ان حضرات میں حضرت عمر، عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبل، ابو ہریرہ، ابن مسعود، ابن عباس، جابر اور حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہم اجمعین بھی شامل ہیں، صحابہ کے علاوہ امام احمد، اسحاق بن راہویہ، عبداللہ بن مبارک، نخعی، حکم بن عیینہ، ایوب سختیانی، ابو داؤد طیالسی، ابوبکر بن ابی شیبہ اور زہیر بن حرب رحمہم اللہ وغیرہ بھی شامل ہیں، یہ تمام ائمہ تارکِ نماز کے کفر کے قائل ہیں اور اسے مباح الدم قرار دیتے ہیں، ابن حزم اور محمد بن نصر مروزی نے یہی تفصیل نقل کی ہے۔ بعض دیگر حضرات اس سے اختلافِ رائے رکھتے ہیں چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ اگرچہ تارکِ نماز کے کافر ہونے کے قائل نہیں بشرطیکہ وہ ترکِ نماز کو حلال نہ سمجھتا ہو، لیکن وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ اسے صرف ایک نماز ترک کرنے پر بھی قتل کیا جا سکتا ہے چنانچہ جب انسان کو وقتِ مقررہ پر نماز پڑھنے کا حکم دیا جائے حتیٰ کہ وقت نکل جائے اور وہ نماز نہ پڑھے، پھر دوبارہ اس سے نماز پڑھنے کے لیے کہا جائے اور وہ انکار کر دے تو تلوار سے اس کی گردن اڑا دی جائے۔

تیسری تنبیہ

ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ اپنے بچوں کو اس وقت سے نماز پڑھنے کا حکم دیا کرو جب وہ سات سال کے ہوں، اور نماز چھوڑنے پر انہیں مارا کرو جبکہ وہ دس سال کے ہوں اور ان کے سونے کے بستر الگ کر دیا کرو۔ [1] خطابی کہتے ہیں کہ یہ حدیث تارکِ نماز کو سخت سزا دینے پر دلالت کرتی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے بعض شاگرد اسی حدیث سے ترکِ نماز پر وجوب قتل کے لیے استدلال کرتے ہیں، اور کہتے ہیں کہ جب نابالغ ہونے کی صورت میں بچہ ''ضرب'' کا مستحق ہو سکتا ہے تو بالغ ہونے کے بعد وہ اس سے زیادہ سخت سزا کا مستحق ہوگا اور ضرب کے بعد قتل سے زیادہ سخت سزا کوئی نہیں ہے لیکن یہ استدلال محلِ نظر ہے۔

---

[1] ابو داؤد: الصلوۃ (٢٦)، مسند احمد: ٢/ ١٨٠

بعض لوگوں نے تارکِ نماز کو قتل کرنے کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ تارکِ نماز تمام انبیاء، ملائکہ اور مؤمنین کا مجرم ہے اس لیے کہ تشہد میں اس پر یہ کہنا واجب ہے ''السلام علینا وعلی عباد اللہ الصالحین'' اس عمومی جرم کی سزا قتل کے علاوہ کوئی اور نہیں ہو سکتی، لیکن سب سے بہتر بات یہ ہے کہ تارکِ نماز کے قتل پر ان احادیثِ صحیحہ سے استدلال کیا جائے جو پیچھے گزر چکی ہیں، رہی یہ بات کہ ترکِ زکوٰۃ پر انسان کو قتل کیوں نہیں کیا جاتا تو اس کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ مقاتلہ کے ذریعے وصول کی جاسکتی ہے، ترکِ روزہ پر قتل کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا گیا کہ اسے قید کر کے اور کھانے پینے کی چیزیں اس سے روک کر روزہ رکھوانا ممکن ہے، کیونکہ جب اسے معلوم ہوگا کہ اس کے پاس کھانے پینے کا کوئی راستہ ہی نہیں ہے تو وہ بہر حال روزہ رکھنے ہی کو ترجیح دے گا، اسی طرح ترکِ حج پر قتل کا حکم اس لیے نہیں دیا گیا کہ حج فوری طور پر واجب نہیں ہوتا، اس کی قضاء ممکن ہے، نماز کی یہ صورت حال نہیں لہٰذا اس کے علاوہ کوئی اور سزا ترکِ نماز کے مناسب نہیں ہے۔

۷۸۔ ایسی چھت پر سونا جس کی کوئی منڈیر نہ ہو

ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ایسے گھر کی چھت پر سوئے جس کے گرد کوئی منڈیر نہ ہو، اس سے اللہ کی ذمہ داری اٹھ جاتی ہے۔ ❶ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے لوگوں کو ایسی چھت پر سونے سے منع فرمایا ہے جس کی منڈیر نہ بنائی گئی ہو۔ ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص رات کے وقت ہم پر تیر اندازی کرے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کی کوئی چار دیواری نہ ہو اور وہ اس سے گر کر مر جائے تو اس کا خون رائیگاں گیا۔

ابو عمران جونی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ فارس میں تھے، ہمارے امیر کا نام زہیر بن عبداللہ تھا، انہوں نے ایک چھت پر ''جس کے گرد کوئی منڈیر نہ تھی، ایک آدمی کو دیکھا تو انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تم نے اس حوالے سے کوئی حدیث سنی ہے؟ میں نے کہا نہیں، انہوں نے کہا کہ مجھے ایک صحابی نے بتایا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ایسی چھت پر سوئے جس کے گرد کوئی منڈیر نہ ہو اور اس کا پاؤں الٹ جائے تو اس سے اللہ کی ذمہ داری اٹھ جاتی ہے اور جو شخص سمندر کے ہیجان میں مبتلا ہونے کے دنوں میں سمندری سفر پر روانہ ہو تو اس سے بھی اللہ کی ذمہ داری اٹھ جاتی ہے۔ ❸ یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ انہوں نے اسے نیند سے بیدار کیا اور اسے یہ حدیث سنائی۔

تنبیہ

ان احادیث سے استنباط کرتے ہوئے متاخرین میں سے کئی حضرات نے یہ رائے اختیار کر لی ہے کہ منڈیر کے بغیر چھت پر سونا کبیرہ گناہوں میں سے ہے لیکن یہ استنباط صحیح نہیں ہے کیونکہ یہاں ذمہ داری اٹھ جانا اس معنیٰ میں نہیں ہے، البتہ اس شخص کو خود اسی کے حوالے اس لیے کیا گیا ہے کہ اس نے ایک ایسے کام کا ارتکاب کیا ہے جو عام طور پر لوگوں کی ہلاکت کا سبب بن جاتا ہے لیکن یہ اس کے گناہِ کبیرہ ہونے تو بڑی دور کی بات، حرام ہونے کا تقاضا بھی نہیں کرتا، چنانچہ اس سلسلے میں صحیح قول یہی

❶ ابو داؤد: (۵۰۴۱) ❷ ترمذی: الأدب (۷۲) ❸ مسند احمد: ۷۹/۵

ہے کہ یہ مکروہِ تنزیہی ہے اور جن لوگوں نے اسے کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، اگر ان کے قیاس کو سامنے رکھا جائے تو پھر سمندر کے ہیجان میں ہونے پر سمندری سفر کا کبیرہ ہونا بطریق اولیٰ ہوگا کیونکہ یہ حرام ہے لہٰذا اس کا کبیرہ ہونا بھی قابلِ تعجب نہیں، کہ یہ اپنے آپ کو جان بوجھ کر ہلاکت میں ڈالنے کے مترادف ہے لہٰذا ذمہ داری بری ہونے کا مطلب یہ ہے کہ جب وہ مرے گا تو اسے اس حد سے تجاوز کرنے کی وجہ سے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا بخلاف غیر محفوظ چھت پر سونے کے، کیونکہ سمندری سفر کی طرح اس میں ہلاکت کا غالب گمان نہیں ہوتا جیسا کہ اس کا مشاہدہ بھی کیا جاتا ہے۔

۷۹۔ واجباتِ نماز میں سے کسی واجب کو ترک کرنا

ترمذی، دارقطنی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کی نماز کافی نہیں ہوتی جو رکوع وسجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہ رکھے۔ ❶ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے کوے کی طرح ٹھونگیں مارنے، جانوروں کی طرح اپنے بازو بچھانے اور مسجد میں اونٹ کی طرح اپنی جگہ متعین کر لینے سے منع فرمایا ہے۔ ❷ یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سب سے بدترین چوری یہ ہے کہ انسان نماز میں چوری کرے، صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ! نماز میں چوری کیسے ہوسکتی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نماز میں چوری یہ ہے کہ انسان رکوع وسجود کو مکمل نہ کرے، یا یہ فرمایا کہ وہ رکوع وسجود میں اپنی کمر کو سیدھا نہ کرے۔ ❸ ایک روایت میں اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے کہ لوگوں میں سب سے زیادہ بخیل وہ ہے جو سلام میں بخل کرے۔ امام احمد، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حلقۂ چشم سے اپنے پیچھے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع وسجود میں اپنی کمر سیدھ نہیں رکھتا تھا، نماز سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام نے فرمایا اے گروہِ مسلمین! اس شخص کی نماز نہیں ہوتی جو رکوع وسجود میں اپنی کمر سیدھی نہ رکھے۔ ❶

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی نماز کو دیکھتا بھی نہیں جو نماز کے دوران رکوع وسجود میں اپنی پشت کو سیدھا نہ رکھے، طبرانی، ابو یعلیٰ اور ابن خزیمہ نے حضرت ابوعبداللہ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا جو رکوع مکمل نہیں کر رہا تھا اور سجدے میں ٹھونگیں مار رہا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ شخص اسی حال پر مرگیا تو ملتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نہ مرے گا، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کی مثال جو رکوع مکمل نہیں کرتا اور سجدے میں ٹھونگیں مارتا ہے اس شخص کی سی ہے جو بھوکا ہو اور اس کے باوجود صرف ایک یا دو کھجوریں کھائے جو اس کے کسی بھی کام نہ آسکیں، ابو صالح کہتے ہیں کہ میں نے ابوعبداللہ سے پوچھا کہ یہ حدیث نبی علیہ السلام سے کس نے نقل کی ہے؟ انہوں نے کہا عساکرِ اسلام کے سپہ سالاروں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ، خالد بن ولید رضی اللہ عنہ اور شرحبیل بن حسنہ رضی اللہ عنہ نے نبی سے براہِ راست یہ حدیث سنی ہے۔

---

❶ ترمذی: المواقیت (۸۱)، ابن ماجہ: الاقامۃ (۱٦)

❷ ابو داؤد: الصلوۃ (۱٤٤)، نسائی: التطبیق (٥٥)، ابن ماجہ: الاقامۃ (۲۰٤)

❸ مسند احمد: ٥٦/۳ ❶ ابن ماجہ: الاقامۃ (۱٦)، مسند احمد: ۲۳/٤

ابو القاسم اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بعض اوقات ساٹھ سال تک نماز پڑھتا رہتا ہے اور اس کی ایک نماز بھی قبول نہیں ہوتی، وہ رکوع مکمل کرتا ہے تو سجدہ مکمل نہیں کرتا اور سجدہ مکمل کرتا ہے تو رکوع مکمل نہیں کرتا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے فرمایا اگر تم میں سے کسی آدمی کے پاس یہ بکری کا بچہ ہو تو وہ اس کے جسم کے کسی حصے کو کاٹنا پسند نہیں کرے گا، پھر تم اپنی نماز کے اعضاء کو کس طرح کاٹ دیتے ہو؟ جو کہ محض اللہ کے لیے پڑھی جاتی ہے، تم اپنی نماز کو مکمل کیا کرو کیونکہ اللہ تعالیٰ کامل کے علاوہ کچھ قبول نہیں کرتا۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک آدمی کو نماز پڑھتے ہوئے دیکھا، وہ رکوع اور سجود کو مکمل نہیں کررہا تھا، حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تیری نماز نہیں ہوئی، اور اگر تیری موت نماز کو اسی طرح ادا کرتے کرتے ہو جاتی تو تو فطرتِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے برخلاف مرتا، ابو داؤد نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اس پوچھا تو کب سے اس طرح نماز پڑھ رہا ہے؟ اس نے کہا چالیس سال سے، انہوں نے فرمایا تو نے چالیس سال سے کوئی نماز نہیں پڑھی۔

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص وضو کرے اور اچھی طرح وضو کرے، پھر نماز کے لیے کھڑا ہو تو رکوع وسجود اور قرأت کو مکمل کرے تو نماز کہتی ہے اللہ تیری حفاظت کرے جیسے تو نے میری حفاظت کی، پھر اس نماز کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے تو اس کا ایک نور اور روشنی ہوتی ہے، اور اس کے لیے آسمانوں کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ کے پاس پہنچ جاتی ہے اور نمازی کے حق میں سفارش کرتی ہے، اور اگر وہ رکوع وسجود اور قرأت کو مکمل نہ کرے تو نماز کہتی ہے اللہ تجھے ضائع کرے جیسے تو نے مجھے ضائع کیا، پھر اسے آسمان پر لے جایا جاتا ہے تو اس پر ظلمت چھائی ہوتی ہے اور آسمان کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور اسے کپڑے کی طرح لپیٹ کر نمازی کے منہ پر دے مارا جاتا ہے، یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نماز پڑھ کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے نبی علیہ السلام کو سلام کیا، نبی علیہ السلام نے اسے جواب دے کر فرمایا واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھو کیونکہ تمہاری نماز نہیں ہوئی، اس نے واپس جا کر دوبارہ نماز پڑھی اور آکر نبی علیہ السلام کو سلام کیا، نبی علیہ السلام نے پھر وہی بات ارشاد فرمائی، تیسری مرتبہ جب ایسا ہوا تو وہ کہنے لگا مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ مجھ میں کون سا عیب بیان فرمارہے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کسی کی نماز مکمل نہیں ہوسکتی یہاں تک کہ اچھی طرح وضو کرے جیسے اللہ نے حکم دیا ہے، پھر چہرہ دھوئے اور کہنیوں تک ہاتھ دھوئے، سر کا مسح کرے اور ٹخنوں تک پاؤں دھوئے، پھر تکبیر کہے، اللہ کی تحمید وتمجید بیان کرے اور اللہ کے حکم اور اپنی آسانی کے مطابق اس میں قرآن کی تلاوت کرے، پھر تکبیر کہہ کر رکوع میں جائے اور دونوں ہتھیلیاں دونوں گھٹنوں پر رکھ لے حتیٰ کہ اس کے تمام جوڑ اور اعضاء اپنی جگہ پر سکون ہو جائیں، پھر سمع اللہ لمن حمدہ کہہ کر سیدھا کھڑا ہو جائے حتیٰ کہ ہر ہڈی اپنے ٹھکانے پر پہنچ جائے اور اس کی کمر سیدھی ہو جائے، پھر تکبیر کہہ کر سجدہ کرے اور اپنی پیشانی کو زمین پر ٹکائے حتیٰ کہ اس کے تمام جوڑ اور اعضاء اپنی جگہ پر سکون ہو جائیں پھر تکبیر کہہ کر

سر اٹھائے اور سیدھا ہو کر اپنی پچھلی شرمگاہ پر بیٹھ جائے اور کمر سیدھی رکھے، اس طرح ساری نماز پڑھ کر فارغ ہو جائے، طریقۂ نماز بیان کرنے کے بعد نبی علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے کسی کی نماز اس وقت تک مکمل نہیں ہوتی جب تک وہ یہ سارے کام نہ کر لے، اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نماز تین برابر حصوں میں سے ایک حصہ ہے، وضو ایک تہائی، رکوع ایک تہائی اور سجدہ ایک تہائی ہے سو جو شخص اسے اس کے حق کے ساتھ ادا کرے اس کی جانب سے نماز اور اس کے سارے اعمال کو قبول کر لیا جائے گا اور جس شخص کی نماز اس پر لوٹا دی گئی اس کے سارے اعمال اس پر لوٹا دیئے جائیں گے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی وجہ واضح ہے، گو کہ میری نظروں سے اس کی تصریح نہیں گزری تاہم ان احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز کے کسی ایسے واجب کو ترک کرنا جو متفق علیہ ہو وہ ترک نماز کو مستلزم ہے اور یہ کہ وہ کبیرہ گناہ ہے، یہی حکم اس واجب کا بھی ہے جس کے وجوب میں علماء کا اختلافِ رائے ہو کہ اسے ترک کرنا بھی ترکِ نماز کو مستلزم ہے اور اس میں بھی یہی وعید ہے۔

شرائطِ نماز کا بیان

۸۰۔ بالوں کے ساتھ بال ملانا اور اس عمل کا مطالبہ کرنا

۸۱۔ جسم گودنا اور اس عمل کا مطالبہ کرنا

۸۲۔ دانت باریک کرنا اور اس عمل کا مطالبہ کرنا

۸۳۔ چہرے کے بال نوچنا اور اس کا مطالبہ کرنا

شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو بال ملانے والی اور ملوانے والی پر، جسم گودنے والی اور گدوانے والی پر۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے اس عورت پر لعنت فرمائی جو جسم گودے یا گدوائے، چہرے سے بال نچوائے اور حسن کے لیے دانت باریک کروائے اور اللہ کی تخلیق میں تبدیلی پیدا کرے، ایک عورت نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس مسئلے پر تکرار کی تو انہوں نے فرمایا میں اس پر لعنت کیوں نہ کروں جس پر نبی علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے اور قرآنِ کریم میں ہے کہ ''پیغمبر خدا تمہیں جو دے دیں وہ لے لو اور جس سے روک دیں اس سے رک جاؤ۔'' ❷ ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بغیر کسی بیماری کے بال ملانے والی اور یہ عمل کروانے والی،

---

❶ صحیح بخاری: اللباس (۸۳)، صحیح مسلم: اللباس (۱۱۵)

❷ الحشر: ۷

چہرے سے بال نوچنے والی اور یہ عمل کروانے والی، جسم گودنے والی اور یہ عمل کروانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ ❶
شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انصار کی ایک عورت نے اپنی بیٹی کی شادی کی، کچھ عرصے بعد بیماری کی وجہ سے اس لڑکی کے سر کے بال جھڑنے لگے، وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئی اور یہ بات ذکر کر کے کہنے لگی کہ اس کے شوہر نے مجھ سے کہا ہے کہ اس کے بالوں میں دوسرے بال ملا دوں، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا ایسا نہ کرنا کیونکہ بال ملانے والی عورتوں پر لعنت کی گئی ہے۔ ❷

یہ بھی روایات میں آتا ہے کہ جس سال حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حج کے لیے تشریف لے گئے تو منبر پر کھڑے ہوئے اور بالوں کا ایک گچھا ہاتھ میں پکڑ کر فرمایا اے اہلِ مدینہ! تمہارے علماء کہاں ہیں؟ میں نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو اس کی ممانعت کرتے ہوئے سنا ہے، نبی علیہ السلام یہ بھی فرماتے تھے کہ بنی اسرائیل اسی وقت ہلاک ہوئے تھے جب ان کی عورتوں نے اس طرح کرنا شروع کر دیا تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے اسے نبی علیہ السلام کے حوالے سے ''جھوٹ'' قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ میں نہیں سمجھتا کہ یہ کام یہودیوں کے علاوہ کوئی اور کرتا ہوگا، ایک روایت میں ہے کہ اس طرح بالوں کا ایک گچھا نکال کر ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا بنی اسرائیل کی عورتیں اپنے سر کے بالوں میں یہی طرح کرتی تھیں چنانچہ ان پر لعنت کی گئی اور ان پر مساجد کو حرام قرار دے دیا گیا۔

اس کے بعد مصنف نے حدیث میں آنے والے الفاظ کی وضاحت کی ہے جنہیں ہم ترجمے میں واضح کر چکے ہیں، اس لیے اسے دہرانے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے۔

تنبیہ

ان سب گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا علامہ بلقینی وغیرہ کی متابعت میں ہے، اور یہ ظاہر ہے کیونکہ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ کبیرہ گناہ کی علامت یہ ہے کہ اس پر لعنت کی گئی ہو، اور یہ تمام احادیث صحیح ہیں، لیکن ہمارے بہت سے ائمہ مطلق طور پر اسے کبیرہ گناہ قرار نہیں دیتے، بلکہ ان کی رائے یہ ہے کہ جسم گودنے اور چہرے سے بال نوچنے کے علاوہ دوسری چیزیں اس وقت حرام ہوں گی جبکہ شوہر یا آقا کی اجازت نہ ہو، لیکن اس قول پر اعتراض ہوتا ہے کہ انصاری عورت کے واقعہ میں نبی علیہ السلام نے اس عورت کو منع فرما دیا تھا حالانکہ اس نے نبی علیہ السلام کو یہ بھی بتایا تھا کہ اس کے شوہر نے اسے ایسا کرنے کے لیے کہا ہے۔

۸۴۔ نمازی کے آگے سے گزرنا جبکہ نمازی سترے کی آڑ میں نماز پڑھ رہا ہو

کتب ستہ کے مصنفین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر نمازی کے آگے سے گزرنے والے کو پتہ چل جائے کہ اس پر کتنا گناہ ہوتا ہے تو وہ اس کے آگے سے گزرنے پر چالیس سال تک کھڑا رہنے کو بہتر سمجھے گا۔ ❸ ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی سو سال تک کھڑا رہے یہ اس بات سے بہت بہتر ہے کہ اپنے اس بھائی کے آگے

---

❶ ابو داؤد: الترجل (٥)

❷ صحیح بخاری: النکاح (٩٤)، مسند احمد: ١١٦/٦

❸ صحیح بخاری: الصلوة (١٠١)، صحیح مسلم: الصلوة (٢٦١)، مسند احمد: ١٦٩/٤

سے گزرے جونماز پڑھ رہا ہو، صحیح سند کے ساتھ یہ روایت بھی ثابت ہے کہ اگر تم میں سے کسی آدمی کو پتہ چل جائے کہ اپنے اس بھائی کے آگے سے گزرنے پر ''جو کہ اپنے رب سے مناجات کر رہا ہو'' کیا سزا ہے تو اس کی نگاہوں میں اس جگہ پر سو سال تک کھڑا رہنا زیادہ بہتر ہو اس قدم سے جو وہ آگے بڑھانا چاہتا ہے، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی سترہ کی آڑ میں نماز پڑھ رہا ہو اور کوئی شخص اس کے آگے سے بڑھنا چاہے تو اسے چاہیے کہ اسے اپنے آگے گزرنے سے روکے، اگر وہ نہ مانے تو اس سے لڑے کیونکہ وہ شیطان ہے۔ [1] اور ابن عبدالبر نے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان کے لیے راکھ کا ڈھیر بن جانا ''جسے بکھیر دیا جائے'' اس بات سے بہت بہتر ہے کہ وہ جان بوجھ کر کسی نمازی کے آگے سے گزرے۔

تنبیہ:

ہمارے بعض علماء نے بھی اسے کبیرہ گناہوں میں قرار دیا ہے، غالباً ان کا ماخذ وہ احادیث ہیں جو ابھی آپ کے سامنے ذکر ہوئیں، کہ ان میں شدید وعید موجود ہے، اس سے یہ بات بھی سمجھ میں آتی ہے کہ تکبیر تحریمہ کہنے کی شرط یہ ہے کہ انسان کسی سترہ کی آڑ میں نماز پڑھے، ہمارے نزدیک یہ سترہ دیوار، ستون یا کوئی لاٹھی اور جمع شدہ سامان کچھ بھی ہو سکتا ہے اگر اس کے پاس کچھ بھی نہ ہو تو جائے نماز ہی بچھا لے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو دائیں یا بائیں لمبائی میں ایک لکیر ہی کھینچ لے، اور اس کے نمازی سے قریب ہونے کی شرط یہ ہے کہ تین گز سے زیادہ درمیانی فاصلہ نہ ہو، ان میں سے ایک کا طول ایک گز کے دو تہائی کے برابر ہو، انسان راستے میں کھڑا نہ ہو جیسے طواف کے وقت مطاف میں کھڑا ہونا، اور یہ کہ اس کے آگے صف میں گنجائش نہ ہو اگر چہ اس سے دور ہی ہو، اگر ان شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی نہ پائی جائے تو نمازی کے آگے سے گزرنا حرام نہیں، مکروہ ہو گا، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ سجدے کی جگہ سے گزرنا حرام ہے، اسی پر ہمارے علماء کی ایک جماعت قائم ہے۔

باجماعت نماز کا بیان

۸۵۔ کسی بستی کے لوگوں کا ترکِ جماعت پر اتفاق کر لینا

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ میں نے یہ ارادہ کر لیا کہ نماز کھڑی کرنے کا حکم دوں، پھر ایک آدمی کو حکم دوں کہ وہ لوگوں کو نماز پڑھا دے، پھر اپنے ساتھ چند آدمیوں کو لے کر جاؤں جن کے پاس لکڑیوں کے گٹھے ہوں، اور ان لوگوں کے پاس پہنچوں جو جماعت کی نماز میں شریک نہیں ہوتے اور ان پر ان کے گھروں کو آگ لگا دوں۔ [2]

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی کسی بستی یا دیہات میں تین آدمی ہوں اور وہ نماز باجماعت ادا نہ کریں تو ان پر شیطان غالب آ جاتا ہے اس لیے تم جماعت کو اپنے اوپر لازم کر لو، کیونکہ بھیڑیا اکیلی بکری کو

---

[1] صحیح بخاری: بدء الخلق (۱۱)، صحیح مسلم: الصلوٰۃ (۲۵۸)

[2] صحیح مسلم: المساجد (۲۵۱)، ابوداؤد: الصلوٰۃ (۴۶)، ترمذی: الصلوٰۃ (۴۸)

کھا جاتا ہے۔ ❶ رزین نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ انسان کا بھیڑیا شیطان ہے، وہ جب بھی اسے اکیلا دیکھتا ہے کھا جاتا ہے، حاکم نے مستدرک حاکم میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے، ایک وہ آدمی جو کسی قوم کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور لوگ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسری وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، اور تیسرا وہ آدمی جو ''حی علی الصلوٰة اور حی علی الفلاح'' کی آواز سنے اور پھر اس پکار پر لبیک نہ کہے۔

شیخین وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص اس بات کو پسند کرے کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے مسلمان ہونے کی حالت میں ملاقات کرے تو اسے چاہیے کہ جب بھی اذان ہو، ان نمازوں کی پابندی کرے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے سننِ ہدی کو مشروع کیا ہے اور یہ نمازیں سنن ہدی میں سے ہیں، اور اگر تم اپنے گھروں میں نماز پڑھنے لگو جیسے اپنے گھر میں بیٹھنے والا یہ شخص پڑھتا ہے تو تم اپنے نبی کی سنتوں کے تارک ہو گے اور اگر تم اپنے نبی کی سنتوں کے تارک ہو گئے تو تم گمراہ ہو جاؤ گے، نیز یہ روایت کہ جو شخص بھی وضو کرے اور خوب اچھی طرح وضو کرے پھر ان مساجد میں سے کسی مسجد کی طرف روانہ ہو، اس کے ہر قدم کے بدلے ''جو وہ اٹھاتا ہے'' اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک نیکی لکھ دیتا ہے، اس کے ذریعے ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، اور ایک گناہ معاف کر دیتا ہے، ہم نے وہ وقت دیکھا ہے کہ جب باجماعت نماز سے صرف وہی آدمی پیچھے رہتا تھا جس کا منافق ہونا سب ہی کو معلوم ہوتا تھا، اور کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک آدمی کو دو آدمیوں کے سہارے لا کر صف میں کھڑا کر دیا جاتا تھا، اس مضمون کی ایک روایت ابوداؤد نے بھی نقل کی ہے۔

امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جفا اور کامل جفا، کفر اور نفاق ہے یہ بات کہ انسان اللہ کی منادی کو نداء دیتے ہوئے سنے اور پھر اس کی پکار پر لبیک نہ کہے۔ ❷ طبرانی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ کسی مؤمن کے لیے بدبختی اور خسارے میں یہی بات کافی ہے کہ انسان مؤذن کو اذان دیتے ہوئے سنے اور اس کی پکار پر لبیک نہ کہے، جماعت میں شریک نہ ہونے والوں کے گھروں کو آگ لگا دینے کی روایت مختلف محدثین نے مختلف الفاظ سے نقل کی ہیں، ان میں سے ایک روایت پہلے گزر چکی ہے، اس سلسلے میں امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مسجد میں تشریف لائے تو لوگوں کی تعداد میں کمی نظر آئی، نبی علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا میں سوچ رہا ہوں کہ کسی شخص کو لوگوں کا امام بنا دوں اور خود مسجد سے نکلوں، پھر مجھے جو بھی آدمی نماز سے پیچھے رہ کر اپنے گھر میں بیٹھا نظر آئے، میں اس کے گھر کو آگ لگا دوں، یہ سن کر حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ! میرے اور مسجد کے درمیان بہت سے باغات اور درخت حائل ہیں (میں نابینا ہوں) ہر وقت مجھے نماز کے لیے لانے والا کوئی رہبر نہیں مل سکتا، کیا مجھے اپنے گھر میں نماز پڑھنے کی اجازت ہے؟ نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم اقامت (اذان) کی آواز سنتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر نماز میں شرکت کے لیے آیا کرو، صحیح مسلم میں یہ ہے کہ پہلے نبی علیہ السلام نے انہیں رخصت دے دی تھی، بعد میں مذکورہ سوال و جواب ہوئے اور نبی علیہ السلام نے یہ

---

❶ مسند احمد: ۵/۱۹۶ ❷ مسند احمد: ۳/۴۳۹

رخصت ختم کردی، ابوداؤد کی روایت میں ہے انہوں نے یہ عذر بیان کیا ہے کہ مدینہ منورہ میں کیڑے مکوڑے اور درندے بہت کثرت سے ہیں، میری نظر بہت کمزور اور گھر بہت دور ہے۔

ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگ جماعت چھوڑنے سے باز آجائیں، ورنہ میں ان کے گھروں کو آگ لگادوں گا۔ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس حال میں اذان کی آواز سنے کہ وہ فارغ اور تندرست ہو اور پھر بھی مؤذن کی پکار پر لبیک نہ کہے تو اس کی نماز نہیں ہوئی۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مؤذن کو نماز کے لیے بلاتے ہوئے سنے اور اس کی اتباع کرنے سے اسے کوئی عذر بھی مانع نہ ہو کسی نے پوچھا کہ عذر سے کیا مراد ہے؟ تو فرمایا خوف یا بیماری، تو اس کی وہ نماز قبول نہ ہوگی جو وہ پڑھے گا، یعنی اپنے گھر میں پڑھی جانے والی نماز قبول نہ ہوگی۔ ابراہیم تیمی اس ارشادِ باری تعالیٰ کی وضاحت میں کہتے ہیں ''جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور لوگوں کو سجدہ کرنے کی دعوت دی جائے گی تو وہ سجدے کرنے کی طاقت ہی اپنے اندر نہ پائیں گے، آنکھیں ان کی جھکی ہوئی اور ذلت ان کے چہرے پر چھائی ہوگی، کیونکہ انہیں اس وقت سجدے کی دعوت دی جاتی تھی جب وہ بالکل تندرست ہوتے تھے۔'' [1] یہ دن قیامت کا ہوگا، اس دن ان پر ندامت کی ذلت چھائی ہوگی، کیونکہ دنیا میں انہیں سجدہ کرنے کی دعوت دی جاتی تھی جبکہ وہ بالکل صحیح سالم ہوتے تھے لیکن اس دعوت اور پکار پر لبیک نہیں کہتے تھے، ابراہیم یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ انہیں اذان اور اقامت کے ذریعے فرض نماز کی دعوت دی جاتی تھی، ابن مسیّب رحمہ اللہ اس کا معنیٰ یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ حی علی الفلاح سنتے تھے لیکن صحیح اور تندرست ہونے کے باوجود اس پکار پر لبیک نہیں کہتے تھے۔ کعب احبار قسم کھا کر کہتے ہیں کہ یہ آیت انہی لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو جماعت سے پیچھے رہنے والے ہیں، اب غور کیا جاسکتا ہے کہ بلا عذر ترکِ جماعت پر اس سے زیادہ سخت اور شدید وعید کیا ہوسکتی ہے؟

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ایک آدمی نے اس شخص کا حکم پوچھا جو ہمیشہ دن کو روزہ رکھتا ہے اور رات کو قیام کرتا ہے لیکن جماعت کے ساتھ نماز ... اور جمعہ میں شریک نہیں ہوتا؟ انہوں نے فرمایا اگر یہ شخص یونہی مرجائے تو جہنم میں جائے گا، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اذان کی آواز سن کر اس پر لبیک نہ کہنے سے بہتر یہ ہے کہ انسان کے کانوں میں پگھلا ہوا سیسہ ڈال دیا جائے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ فرماتے ہیں کہ مسجد کے ہمسائے میں رہنے والے کی نماز مسجد کے علاوہ کہیں اور نہیں ہوتی، کسی نے ان سے پوچھا کہ مسجد کے ہمسائے سے کون مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ شخص جس کے کانوں میں اذان کی آواز آئے، حاتم اصم کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھ سے ایک نماز چھوٹ گئی تو اس پر اکیلے ابواسحاق بخاری نے مجھ سے تعزیت کی اور اگر میرا کوئی بچہ فوت ہوجاتا تو دس ہزار لوگ مجھ سے تعزیت کرنے کے لیے آجاتے اس لیے کہ لوگوں کے نزدیک دین کی مصیبت دنیا کی مصیبت سے ہلکی ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک باغ کو روانہ ہوئے، جب واپس آئے تو لوگ عصر کی نماز پڑھ چکے تھے، انہوں نے انا للہ پڑھا اور کہنے لگے کہ میری نمازِ عصر جماعت کے ساتھ چھوٹ گئی، میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میرا وہ باغ مسکینوں پر صدقہ ہے، انہوں نے کفارے کے ارادے سے یہ کام کیا، حضرت

---

[1] القلم: ۴۲-۴۳

ابن عمر رضی اللہ عنہما یہ بھی کہتے ہیں کہ جب ہم لوگ کسی آدمی کو فجر یا عشاء کی با جماعت نماز میں نہ دیکھتے تو اس کے متعلق ہمارے ذہنوں میں یہ بدگمانی پیدا ہونے لگتی تھی کہ کہیں وہ منافق تو نہیں ہو گیا، کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ یہ دونوں نمازیں منافقین پر سب سے زیادہ بھاری ہوتی ہیں۔

تنبیہ

ان تمام احادیث میں ''جو ہم نے ذکر کی ہیں'' امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ کے اس مذہب کی دلیل موجود ہے کہ جماعت فرضِ عین ہے، یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی ''گو کہ میں نے اس کی کوئی تصریح نہیں دیکھی'' کہ ترکِ جماعت کبیرہ گناہ ہے، اگر چہ راجح مذہب کے مطابق ہم جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے کو فرضِ کفایہ ہی قرار دیں، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ترکِ جماعت پر امام بستی کے لوگوں سے قتال کرے، باقی امام رافعی رحمہ اللہ نے جو اس قول کو راجح قرار دیا ہے کہ جماعت سنت ہے اور یہ کہ ترکِ جماعت پر ان سے قتال نہ کیا جائے، تو ہم اس قول پر اعتماد نہیں کر رہے ہے۔ امام رافعی رحمہ اللہ ان احادیث کو منافقین پر محمول کرنے کی تاویل کرتے ہیں لیکن اس میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں ہے، کیونکہ یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ کسی کام پر لعنت ہونا اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی علامت ہے، لہٰذا اس گناہ کا کبیرہ ہونا واضح ہے۔ اسی وجہ سے اگر کسی علاقے کے لوگ ترکِ جماعت پر اتفاقِ رائے کر لیں گو کہ پانچ میں سے کسی ایک نماز پر ہی تو انہیں فاسق قرار دیا جائے گا کیونکہ یہ دین میں سستی اور غفلت کی علامت ہے اور یہ جرم اس بات کا پتہ دیتا ہے کہ اس کا مرتکب اخلاقیات اور دینیات سے بالکل لا ابالی ہے۔

پھر میں نے امام ذہبی رحمہ اللہ کی عبارت دیکھی تو پتہ چلا کہ انہوں نے بھی اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے لیکن اس طرح نہیں جیسے میں نے ذکر کیا ہے، اور انہوں نے میری ذکر کردہ احادیث میں سے چند احادیث سے استدلال کیا ہے لیکن ان کی ذکر کردہ عبارت صرف امام احمد رحمہ اللہ کے مسلک کے مطابق چل سکتی ہے جو کہ جماعت کے فرضِ عین ہونے کے قائل ہیں، ہمارے مذہب کے مطابق نہیں کہ یہ فرضِ کفایہ یا سنت ہے۔ [1]

۸۶۔ کسی شخص کا اُن لوگوں کی امامت کرنا جو اس کی امامت کو ناپسند کرتے ہوں:

حاکم نے مستدرک میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے ایک وہ شخص جو آگے بڑھ کر کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسری وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو، اور تیسرا وہ آدمی جو ''حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح'' کی آواز سنے اور پھر اس پر لبیک نہ کہے، ترمذی نے اس مضمون کی روایت میں امام اور عورت کے علاوہ تیسرا وہ آدمی نقل کیا ہے جو بھگوڑا غلام ہو تا آنکہ وہ واپس آجائے۔ [2] ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں کرتا ایک وہ آدمی جو آگے بڑھ کر کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسرا وہ آدمی جو جماعت ہو جانے کے بعد نماز پڑھنے آئے اور تیسرا وہ

---

[1] ہمارے مذہب سے مراد امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کا مذہب ہے۔ [2] ترمذی: الصلوۃ (۱۴۹)

آدمی جو کسی آزاد کو غلام بنا لے۔ ❶

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے کچھ لوگوں کو نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر کہنے لگے کہ میں آگے بڑھنے سے پہلے آپ لوگوں سے اجازت لینا بھول گیا تھا، کیا آپ لوگ میرے نماز پڑھانے پر راضی ہیں؟ لوگ کہنے لگے جی ہاں! اور اے نبی علیہ السلام کے حواری! آپ کی امامت کو کون ناپسند کرے گا؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کچھ لوگوں کی امامت کرے جو اسے ناپسند کرتے ہوں تو اس کی نماز اس کے کانوں سے آگے نہیں بڑھتی۔

تین قسم کے لوگوں کی نماز قبول نہ ہونے والی روایت ابن خزیمہ نے بھی نقل کی ہے البتہ اس میں امام اور بیوی کے ساتھ تیسرے آدمی کا ان الفاظ کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے وہ آدمی جو نمازِ جنازہ پڑھانے کے لیے آگے بڑھ جائے حالانکہ اسے اس کا حکم نہ دیا گیا ہو، اور ابن ماجہ اور ابن حبان کی روایت میں تیسرا آدمی اس شخص کو نقل کیا گیا ہے جو دو بھائی ایک دوسرے سے لڑنے لگیں۔ ❷

تنبیہ

ہمارے بعض علماء نے وثوق اور اعتماد کے ساتھ اس گناہ کو کبائر میں شمار کیا ہے، غالباً انہوں نے اس سلسلے کی ان احادیث کو دیکھا ہے جو ابھی ذکر کی گئی ہیں، لیکن یہ بات باعثِ تعجب ہے کیونکہ اگر کسی شخص کو لوگوں کی اکثریت کسی شرعی مذموم کام کی وجہ سے ناپسند کرتی ہو تو یہ ہمارے نزدیک مکروہ ہے، اس کی امامت مطلقاً حرام نہیں ہے چہ جائیکہ کبیرہ ہو، کیونکہ امام کسی کو اپنی اقتداء پر مجبور نہیں کر سکتا، اس لیے کہ لوگوں کے پاس دوسرا راستہ یہ بھی موجود ہے کہ وہ اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں، البتہ اگر ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے جو کسی مقررہ امام کی ذمہ داری پر حد سے آگے بڑھتے ہوئے زبردستی لوگوں کو نماز پڑھانے لگے، تو اس کے متعلق کبیرہ ہونے کا قول اختیار کیا جا سکتا ہے، کیونکہ مال غصب کرنے سے ''جو کہ واضح طور پر کبیرہ گناہ ہے'' زیادہ بڑا گناہ مناصب اور عہدے غصب کرنا ہے۔

خاتمہ

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص درست وقت پر لوگوں کو نماز پڑھائے اور کامل نماز پڑھائے تو اسے بھی ثواب ملے گا اور لوگوں کو بھی، اور جو شخص اس میں کوتاہی کرے تو اس کا وبال صرف اسی پر ہوگا لوگوں پر نہیں، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص لوگوں کا امام بنے، اسے چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور یاد رکھے کہ وہ ضامن ہے اور اسے اس ذمہ داری کا جواب دہ ہونا پڑے گا، اگر اچھی طرح ذمہ داری پوری کی تو اسے ان لوگوں کے برابر بھی اجر ملے گا جو اس کے پیچھے نماز پڑھتے ہیں اور نماز پڑھنے والے کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہ ہوگی، اور اگر اس نے ذمہ داری میں کوتاہی کی تو اس کا وبال اسی

❶ ابو داؤد: الصلوة (٦٢)، ابن ماجه: الاقامة (٤٣) ❷ ابن ماجه: الاقامة (٤٣)

پر ہوگا، یہ مضمون بخاری نے بھی نقل کیا ہے، ایک اور حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے لوگ مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے، ایک وہ غلام جو اللہ کا حق بھی ادا کرے اور اپنے آقا کا حق بھی ادا کرے، دوسرا وہ آدمی جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اس سے خوش ہوں، اور تیسرا وہ آدمی جو روزانہ پانچوں نمازوں کے لیے اذان دیتا ہو۔ ❶ ایک اور حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جنہیں قیامت کی بڑی گھبراہٹ پریشان نہ کرے گی اور ان کا حساب کتاب نہ ہوگا، وہ اس وقت تک مشک کے ٹیلوں پر رہیں گے جب تک تمام مخلوقات کے حساب کتاب سے فراغت نہ ہو جائے گی، ایک وہ آدمی جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے قرآن پڑھے، دوسرا وہ آدمی جو لوگوں کی امامت کرے اور وہ اس سے خوش ہوں......

۸۷تا۸۸۔صف توڑنا اور اسے سیدھا نہ رکھنا

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص صفوں کو جوڑے، اللہ اسے جوڑے اور جو صفوں کو توڑے، اللہ اسے توڑے، نیز یہ روایت کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں جو صفوں کو جوڑتے ہیں۔ ابن خزیمہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنے دستِ مبارک سے نمازیوں کو ان کی صفوں میں سیدھا اور برابر کرتے تھے اور فرماتے تھے آگے پیچھے نہ ہوا کرو، ورنہ تمارے دلوں میں اختلاف پیدا ہو جائے گا۔ ایک روایت میں ہے کہ جو شخص صفوں کے درمیان خالی جگہ کو پر کرے، اللہ اس کی برکت سے اس کا ایک درجہ بلند کرے گا اور جنت میں اس کے لیے ایک گھر تعمیر کر دے گا، ایک روایت میں ہے کہ جو شخص صفوں کے درمیان خالی جگہ کو پر کرے اس کے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے، ایک اور روایت میں ہے کہ اللہ اور اس کے فرشتے ان لوگوں پر رحمت نازل کرتے ہیں جو صفوں کو جوڑتے ہیں، اور جو بندہ بھی صفوں کو جوڑتا ہے، اللہ اس کی برکت سے اس کا ایک درجہ بلند کر دیتا ہے اور فرشتے اس پر برکتوں کا نزول کرتے ہیں، شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے درمیان اختلاف پیدا کر دے گا۔ ❷ ابوداؤد اور ابن حبان میں دلوں کے درمیان اختلاف پیدا کرنے کا ذکر ہے، اور امام احمد کی ایک روایت میں ہے کہ تم اپنی صفیں سیدھی رکھا کرو، ورنہ تمہارے چہرے مسخ کر دیئے جائیں گے اور آنکھوں کی بینائی اچک لی جائے گی۔ ❸

تنبیہ

ان دونوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا نبی علیہ السلام کی اس سخت وعید کا تقاضا ہے کہ جو شخص صفوں کو توڑے، اللہ اسے توڑے کیونکہ یہ الفاظ لعنت ہی کے معنیٰ میں یا اس کے قریب قریب ہیں، اور کبیرہ گناہوں کی علامات میں لعنت وغیرہ کا تذکرہ گزر چکا ہے، اسی طرح چہرے مسخ کیے جانے کی دھمکی بھی شدید دھمکی ہے، لیکن اس کے باوجود میں نے کسی کو اس گناہ کے کبائر میں شمار کرنے کی تصریح کرتے ہوئے نہیں دیکھا، علاوہ ازیں صفوں کو توڑنا یا انہیں سیدھا نہ رکھنا ہمارے نزدیک مکروہ ہے، حرام نہیں

❶ ترمذی: البر (٥٤)، ابن ماجہ: الجنة (٢٥)، مسند احمد: ٢/٢٦

❷ صحیح بخاری: الأذان (٧١)، ابوداؤد: الصلوة (٩٣)، مسند احمد: ٤/٢٧١

❸ مسند احمد: ٤/٢٧١

چہ جائیکہ اسے گناہِ کبیرہ قرار دیا جائے، البتہ جب ترکِ جماعت، ناپسندیدہ امام کی امامت، منڈیر کے بغیر چھت پر سونے کو مکروہ ہونے کے باوجود کبیرہ قرار دیا جاسکتا ہے تو پھر ان دونوں کا کبیرہ ہونا بطریقِ اولیٰ صحیح ہوگا، کیونکہ یہاں وارد ہونے والی وعید زیادہ شدید ہے، ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کچھ لوگ پہلی صف سے مسلسل پیچھے ہٹتے رہیں گے یہاں تک کہ اللہ انہیں پیچھے کرتے کرتے جہنم میں پہنچا دے گا۔ ❶ یہ مضمون ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے، غالباً اسی سے علماء نے اس کا کبائر میں سے ہونا سمجھ لیا، حالانکہ تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان احادیث کا ظاہری معنیٰ مراد نہیں ہے بلکہ صفوں میں خالی جگہ چھوڑنے سے روکنے اور انہیں مکمل کرنے کی ترغیب دینا مقصود ہے۔

۸۹۔ امام سے آگے بڑھنے کی کوشش کرنا

کتبِ ستہ کے مصنفین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے ڈرتا نہیں ہے کہ جب وہ امام سے پہلے رکوع یا سجدے سے سر اٹھالیتا ہے کہ اللہ اس کا سر گدھے کے سر جیسا یا اس کی شکل گدھے کی شکل جیسی بنا دے۔ ❷ طبرانی اور ابن حبان کی ایک روایت میں کتے کے سر کا تذکرہ آتا ہے، اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص امام سے پہلے سر جھکاتا اور اٹھاتا ہے، اس کی پیشانی شیطان کے ہاتھ میں ہوتی ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ قرار دینے کی وجہ ان احادیثِ صحیحہ کی تصریح سے ثابت ہو جاتی ہے اور اسی پر بعض متاخرین نے وثوق ظاہر کیا ہے اور یہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی اس روایت سے مزید واضح ہو جاتا ہے کہ جو شخص ایسا کرے اس کی نماز نہیں ہوتی، خطابی کہتے ہیں کہ عام اہلِ علم کی رائے یہ ہے کہ اس نے کام تو غلط کیا لیکن اس کی نماز ہو جائے گی، البتہ اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ وہ واپس سجدے میں چلا جائے اور جب تک امام اپنا سر نہ اٹھائے وہ سجدے ہی میں رہے، اور ہمارا مذہب یہ ہے کہ امام سے پہلے سر اٹھانا یا قیام کرنا مکروہِ تنزیہی ہے اور اس کے لیے مسنون یہ ہے کہ اگر امام اسی رکن کی ادائیگی میں ہو تو وہ امام کی حالت کی طرف لوٹ جائے اور اگر وہ امام سے کسی رکن میں آگے بڑھ جائے مثلاً ابھی امام کھڑا ہو، رکوع میں نہ گیا ہو اور یہ رکوع میں چلا جائے تو یہ حرام ہے، مذکورہ احادیث کو اس حالت پر محمول کرنا بعید از قیاس بھی نہیں ہے، اس صورت میں یہ معصیت کبیرہ گناہ ہوگی، اور اگر وہ امام سے دو رکن آگے بڑھ جائے مثلاً امام نے ابھی رکوع نہ کیا ہو اور یہ سجدہ کرنے کو تیار ہو تو اس کی نماز باطل ہو جائے گی اور اس گناہ کو کبیرہ قرار دینا واضح بات ہے۔

۹۰ تا ۹۲۔ نماز میں آسمان کی طرف نگاہیں بلند کرنا، دائیں بائیں متوجہ ہونا اور کوکھ پر ہاتھ رکھنا

بخاری وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں کا کیا مسئلہ ہے کہ وہ نماز کے دوران آسمان کی طرف نگاہیں اٹھا اٹھا کر

---

❶ ابو داؤد: الصلوۃ (۹۷)

❷ صحیح بخاری: الأذان (۵۳)، صحیح مسلم: الصلوۃ (۱۱۵)، مسند احمد: ۲/ ۲۶۰

دیکھتے ہیں، نبی علیہ السلام نے بڑی شدت سے اس کی ممانعت فرمائی حتیٰ کہ آخر میں یہ فرمایا کہ لوگ اس سے باز آجائیں ورنہ ان کی آنکھوں کی بینائی اچک لی جائے گی۔ ❶ ابن ماجہ، طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آسمان کی طرف نظریں اٹھا کر دورانِ نماز مت دیکھا کرو، ورنہ ان آنکھوں کی بینائی جاتی رہے گی۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مسجد نبوی میں داخل ہوئے، وہاں نبی علیہ السلام نے چند لوگوں کو دیکھا جو آسمان کی طرف نگاہیں اٹھائے نماز پڑھ رہے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگ دورانِ نماز اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں، کہیں ایسا نہ ہو کہ ان کی آنکھیں پلٹ کر واپس ہی نہ آئیں۔

بخاری وغیرہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے نماز کے دوران دائیں بائیں دیکھنے کا حکم پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک حملہ ہے جو شیطان بندے کی نماز پر کرتا ہے، امام احمد، ابوداؤد، نسائی، اور ابن خزیمہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بندے کی نماز کے دوران اللہ تعالیٰ اس کی طرف مسلسل متوجہ رہتا ہے جب تک کہ وہ دائیں بائیں متوجہ نہ ہو، اور جب وہ اپنا چہرہ پھیرتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی اس سے اپنی توجہ ہٹا لیتا ہے۔ ❸ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین باتوں کی وصیت فرمائی ہے اور تین باتوں سے منع فرمایا ہے، منع تو کیا ہے نماز میں مرغ کی طرح ٹھونگیں مارنے سے، کتے کی طرح بیٹھنے سے اور لومڑی کی طرح دائیں بائیں دیکھنے سے۔ ❹ بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بندہ نماز میں اللہ کی طرف متوجہ ہوتا ہے تو اللہ اپنی رحمت کے ساتھ اس کی طرف متوجہ ہوتا ہے لیکن جب وہ دائیں بائیں دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے ابن آدم! تو کس کی طرف دیکھ رہا ہے؟ کیا تیرے حق میں مجھ سے بہتر بھی کوئی ہے جس کی طرف تو دیکھ رہا ہے؟ میری طرف متوجہ ہو، جب وہ دوبارہ دیکھتا ہے تو اللہ پھر اس سے یہی کہتا ہے اور جب وہ تیسری مرتبہ دیکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے اپنا رخ پھیر لیتا ہے۔

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پیارے بیٹے! دورانِ نماز ادھر ادھر دیکھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ نماز میں ادھر ادھر دیکھنا ہلاکت ہے۔ ❺ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص نماز میں کھڑے ہو کر دائیں بائیں دیکھے، اللہ تعالیٰ اس کی نماز کو مسترد کر دیتا ہے۔ بخاری نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے نماز کے دوران کوکھ پر ہاتھ رکھنے سے منع فرمایا ہے۔ ❻ یہ مضمون مسلم اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا اہلِ جہنم کی راحت ہے۔

---

❶ صحیح بخاری: الأذان (۹۲) ❷ ابن ماجہ: الاقامۃ (۶۸)

❸ ابو داؤد: الصلاۃ (۱۶۱)، نسائی: السھو (۱۰)، مسند احمد: ۱۷۲/۵

❶ مسند احمد: ۲۶۵/۲ ❷ ترمذی: الجمعۃ (۵۹)

❸ صحیح بخاری: العمل فی الصلوۃ (۱۷)

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ قرار دینے کی وجہ یہ خیال ہے کہ پہلی حدیث میں نگاہیں اچک لینے، دوسری میں رحمت الٰہیہ ہٹ جانے اور تیسری میں اہلِ جہنم کی راحت ہونے کا ذکر کیا گیا ہے، گزشتہ صفحات میں امامت اور مسابقت کے حوالے سے جو چیزیں گزر چکی ہیں، ان پر قیاس کیا جائے تو یہ بات سمجھ میں بھی آجاتی ہے لیکن قابلِ اعتماد بات یہ ہے کہ ان میں سے کسی چیز میں تو حرمت نہیں ہے، گناہِ کبیرہ ہونا تو بڑی دور کی بات ہے، یہ چیزیں صرف مکروہِ تنزیہی ہیں۔

۹۳ تا ۹۸۔قبروں کو مسجد بنالینا، ان پر چراغ جلانا، انہیں بت کی طرح پوجنا، ان کا طواف کرنا، ان کا استلام کرنا اور ان کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنا

طبرانی نے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے وصال سے صرف پانچ راتیں پہلے کی بات ہے کہ میں نے انہیں یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہر نبی کا اس کی امت میں کوئی نہ کوئی خلیل ضرور ہوا ہے اور میرے خلیل ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہ ہیں، اور اللہ نے تمہارے پیغمبر کو اپنا خلیل بنایا ہے، یاد رکھو! تم سے پہلے کی امتیں اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتی تھیں میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں، پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہ، نیز طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ کسی قبر کی طرف رخ کر کے نماز پڑھو اور نہ کسی قبر کے اوپر نماز پڑھو، امام احمد، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے قبرستان جانے والی عورتوں پر، اور قبروں پر مسجدیں بنانے والے مردوں اور ان پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ❶ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بدترین لوگ وہ ہیں جن کی زندگی میں قیامت آئے گی اور وہ لوگ جو قبروں کو مسجد بنا لیتے ہیں۔ ❷ امام احمد، ابو داود، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پوری روئے زمین مسجد ہے سوائے قبرستان اور حمام کے۔ ❸

شیخین اور ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہودیوں پر خدا کی مار ہو کہ انہوں نے اپنے انبیاء کرام علیہم السلام کی قبروں کو مسجد بنالیا۔ ❹ یہ مضمون امام احمد، نسائی اور دیگر محدثین نے لعنت کے الفاظ کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، نیز امام احمد، شیخین اور نسائی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پہلے لوگوں میں جب کوئی نیک آدمی فوت ہو جاتا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے تھے اور اس میں یہ تصویریں بناتے تھے، یہ لوگ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام مخلوق میں سب سے بدترین ہوں گے۔ ❺ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے قبروں کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے سے منع فرمایا ہے، قبروں کو مساجد بنانے کی ممانعت کا

---

❶ ابو داؤد: المساجد (۷۸)، مسند احمد: ۱/ ۲۲۹ ❷ مسند احمد: ۱/ ۴۰۵

❸ ابو داؤد: الصلاۃ (۲۴)، مسند احمد: ۳/ ۸۳

❹ صحیح بخاری: الصلاۃ (۴۸)، صحیح مسلم المساجد (۱۹)

❺ صحیح بخاری: الجنائز (۷۰)، صحیح مسلم: الفتن (۱۱۰)

جو مضمون پیچھے گزرا ہے، وہ ابن سعد اور عبد الرزاق نے بھی اپنے الفاظ میں نقل کیا ہے۔

تنبیہ

ان چھ گناہوں کو کبیرہ قرار دینے کی تصریح بعض شوافع کے کلام میں ملتی ہے، غالباً ان کا ماخذ وہی احادیث ہیں جو ابھی ذکر ہوئیں۔ چنانچہ قبروں کو مسجد بنا لینے کا گناہِ کبیرہ ہونا صحیح ہے کیونکہ ایسا کرنے والوں پر لعنت کی گئی ہے اور صلحاء کی قبروں کے ساتھ یہ معاملہ کرنے والوں کو بدترین مخلوق قرار دیا گیا ہے جو ہمارے لیے ایک تنبیہ ہے چنانچہ ایک روایت میں یہ الفاظ بھی آئے ہیں کہ نبی علیہ السلام ان لوگوں کے کاموں سے خبردار فرما رہے تھے یعنی یہ بتا کر اپنی امت کو اس بات سے ڈرا رہے تھے کہ کہیں وہ بھی ان لوگوں کی طرح ایسا نہ کرنے لگیں ورنہ ان پر بھی پہلوں کی طرح لعنت ہوگی، اسی معنیٰ میں قبر کی طرف رخ کر کے یا اس کے اوپر نماز پڑھنا بھی ہے، اس صورت میں اسے دوبارہ ذکر کرنا تکرار ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ قبروں کو مسجد بنانے کا مطلب صرف اس کے اوپر نماز پڑھنا ہو، البتہ یہ نتیجہ اخذ کرنا اس وقت صحیح ہوگا جبکہ وہ قبر کسی قابلِ تعظیم شخصیت مثلاً نبی یا ولی کی ہو جیسا کہ روایات سے اس کا اشارہ بھی ملتا ہے، اسی وجہ سے ہمارے علماء کا کہنا ہے کہ انبیاء اور اولیاء کی قبروں کی طرف رخ کر کے تبرک حاصل کرنے اور ان کی بزرگی کے پیش نظر نماز پڑھنا حرام ہے، گویا علماء نے دو شرطیں لگائی ہیں، ایک یہ کہ قبر کسی قابلِ تعظیم شخصیت کی ہو اور دوسری یہ کہ اس کی طرف رخ کر کے نماز پڑھنے کا مقصد تبرک حاصل کرنا ہو، اس فعل کا گناہِ کبیرہ ہونا مذکورہ احادیث سے واضح ہو جاتا ہے۔

غالباً انہوں نے اس پر قبر کی ہر تعظیم کو قیاس کر لیا ہے مثلاً تعظیم اور تبرک کی نیت سے قبروں پر چراغ جلانا اور قبروں کا طواف کرنا اور یہ استنباط بعید از قیاس بھی نہیں ہے خاص طور پر جبکہ حدیث میں قبروں پر چراغاں کرنے والوں پر لعنت بھی فرمائی گئی ہے، اس لیے جن لوگوں نے اس فعل کی کراہت کا قول اختیار کیا ہے، وہ اس صورت میں ہے جبکہ قبر والے کی تعظیم اور تبرک پیشِ نظر نہ ہو، اسی طرح قبروں کو بت پرستی کا ذریعہ بنا لینے کی ممانعت بھی احادیث میں ان الفاظ کے ساتھ آئی ہے کہ میرے بعد میری قبر کو بت نہ بنا لینا کہ اس کی پوجا کی جانے لگے۔ [1] یعنی اس کی ایسی تعظیم نہ کرنا جیسی تعظیم تمہارے علاوہ دوسری اقوام اپنے بتوں اور معبودوں کی کرتی ہیں، مثلاً انہیں سجدہ وغیرہ کرنا، اگر یہ معنیٰ مراد ہو تو اس کے گناہِ کبیرہ بلکہ کفر ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور اگر مطلقاً ایسی تعظیم مراد ہو جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی تو اسے گناہِ کبیرہ قرار دینا بعید از فہم ہے، البتہ بعض حنابلہ کی یہ رائے ہے کہ قبر کے پاس تبرک کی نیت سے انسان کا نماز پڑھنا اللہ اور اس کے رسول سے جنگ اور ایسا دین تراشنے کے مترادف ہے جس کی منظوری اللہ نے نہیں دی ہے کیونکہ اولاً تو اس کی ممانعت موجود ہے اور ثانیاً اس پر اجماع ہو چکا ہے کیونکہ شرک کا اہم ترین سبب قبروں کے پاس نماز پڑھنا اور انہیں مسجد بنا لینا ہے اور جن حضرات نے کراہت کا قول اختیار کیا ہے اسے کسی دوسری صورت پر محمول کر لیا جائے گا، اس لیے کہ علماء کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک ایسے فعل کو جائز

---

[1] التمهيد لابن عبدالبر: ٥/٤٣

قرار دے دیں گے جس کے کرنے والے پر نبی علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہے، اور یہ لعنت بھی تواتر سے ثابت ہے، اس لیے ایسی مساجد کو اور قبروں پر بنے ہوئے ایسے قبوں کو منہدم کر دینا چاہیے کہ یہ مسجد ضرار سے بھی زیادہ نقصان دہ ہیں کیونکہ ان کی بنیاد نبی علیہ السلام کی نافرمانی پر رکھی گئی ہے، اسی طرح قبر پر ہر قندیل اور چراغ کو ختم کر دینا ضروری ہے، اسے وقف کرنا صحیح ہے اور نہ اس کی منت ماننا صحیح ہے۔

سفر کا بیان

۹۹۔انسان کا تنہا سفر کرنا

امام احمد نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مردوں میں سے مخنث بن جانے والے ان لوگوں پر لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کی مشابہت اختیار کرتے ہیں اور عورتوں میں سے مرد بن جانے والی ان عورتوں پر بھی لعنت فرمائی ہے جو مردوں کی مشابہت اختیار کرتی ہیں، نیز جنگل کا تنہا سفر کرنے والے پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ ❶ بخاری وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ تنہا سفر کرنے کے کیا نقصانات ہیں تو میں نہیں سمجھتا کہ کوئی سوار رات کو اکیلا سفر کرے گا۔ ❷ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی سفر سے آیا، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا تمہارے سفر کا ساتھی کون ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے سفر میں کسی کو اپنا ساتھی نہیں بنایا، نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک سوار شیطان ہوتا ہے، دو سوار دو شیطان ہوتے ہیں اور تین سوار، سوار ہوتے ہیں۔ ❸ غالباً یہاں شیطان کا معنیٰ نافرمان ہے جیسا کہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۱۱۲ میں ''شیطین الانس و الجن'' سے مراد نافرمان انسان اور جنات ہیں۔

تنبیہ

اس گناہ کو ان احادیث کی تصریحات کی بناء پر کبائر میں شمار کیا گیا ہے لیکن یہ ہمارے علماء کے کلام کے موافق نہیں ہے کیونکہ وہ تو اس کی کراہت کی تصریح کرتے ہیں، اس لیے اسے اس نافرمانی پر محمول کرنا زیادہ بہتر ہے جس میں انسان کو معلوم ہو کہ تنہا سفر کرنے سے یا صرف ایک آدمی کے ساتھ سفر کرنے میں اسے بہت زیادہ نقصان ہو سکتا ہے مثلاً اس راستے میں کوئی خطرناک درندہ موجود ہو تو اس علاقے کا تنہا سفر کرنا گناہِ کبیرہ ہوگا۔

۱۰۰۔عورت کا تنہا ایسے راستے سے سفر کرنا جس میں اس کی عزت کو خطرہ ہو

شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی ایسی عورت کے لیے ''جو اللہ پر اور یومِ آخرت پر ایمان رکھتی ہو'' حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ مسافت کا سفر کرے الا یہ کہ اس کے ساتھ اس کا باپ، بھائی، شوہر، بیٹا یا کوئی محرم رشتہ دار ہو۔ ❶ ایک

[redacted]: ٤/٢٨٧ ❷ صحیح بخاری: الجهاد (١٣٥)

❸ مسند احمد: ٢/٨٦ ❹ صحیح بخاری: التقصير (٤)، مسند احمد: ١/٢٢٢

روایت میں دو دن کی مسافت، ایک روایت میں ایک دن اور ایک رات کی مسافت، ایک روایت میں ایک دن کی مسافت اور ایک روایت میں صرف ایک رات کی مسافت کا تذکرہ بھی آیا ہے، جبکہ ابوداؤد اور ابن خزیمہ کی ایک روایت میں چار میل کا ذکر بھی ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو مذکورہ قید کے ساتھ کبیرہ قرار دینا واضح بات ہے کیونکہ اس کا نقصان ''جو عام طور پر دکھائی دیتا ہے یعنی فاسق و فاجر لوگوں کا اس پر غالب آ جانا'' بہت عظیم ہے اور یہ بدکاری کا سبب بن جاتا ہے، اور اصول یہ ہے کہ سبب کا وہی حکم ہوتا ہے جو مقاصد کا ہوتا ہے، باقی حرمت اس کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ عورت کے لئے غیر محرم کے ساتھ سفر کرنا حرام ہے گو کہ سفر کی مسافت کم ہی ہو، سفر پر امن ہو، سفر نیکی کے کام مثلاً نفلی حج یا عمرے کے لیے ہو اور اگرچہ عورتوں کے ساتھ ہی ہو۔

۱۰۱۔ بدشگونی کی وجہ سے سفر ترک کر کے واپس لوٹ آنا

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بدشگونی شرک ہے، بدشگونی شرک ہے اور ہم میں سے جس میں بھی یہ عادت پائی جاتی ہے اللہ اسے توکل کے ذریعے ختم فرمادے گا۔ ❶ حافظ ابو القاسم اصفہانی رحمہ اللہ وغیرہ اس حدیث کا مطلب بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ہم میں (میری امت میں) سے ہر شخص کے دل میں بدشگونی آ سکتی ہے لیکن اللہ تعالیٰ اس بدشگونی کو ہر اس شخص کے دل سے دور کر دے گا جو اللہ پر توکل رکھے گا اور اس بدشگونی پر ثابت قدم نہیں رہے گا جبکہ حافظ منذری رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ صحیح بات وہی ہے جو امام بخاری وغیرہ نے کہی ہے کہ یہ آخری جملہ ''ہم میں......'' نبی علیہ السلام کا فرمان نہیں ہے بلکہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا اپنا کلام ہے، سلیمان بن حرب کی بھی یہی رائے ہے، اور ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زمین پر لکیریں کھینچ کر نا معلوم باتیں معلوم کرنے کی کوشش کرنا، بدشگونی اور پرندوں کو زجر کرنا طاغوت کا حصہ ہے۔ طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص بلند درجات حاصل نہیں کر سکتا جو کہانت کا پیشہ اختیار کر لے، یا تیروں کے ذریعے تقسیم کا طریقہ اپنالے یا بدشگونی کی وجہ سے سفر ترک کر کے آ جائے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ قرار دینے کی واضح دلیل کے طور پر ان احادیث کو پیش کیا جا سکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ ان احادیث کو اس صورت پر محمول کیا جائے جبکہ متعلقہ انسان بدشگونی کی وجہ سے خود پر اثرات نمایاں ہونے کا اعتقاد رکھتا ہو یعنی اس کا یہ عقیدہ اور پختہ یقین ہو کہ ویسا ہو جائے گا مثلاً کالی بلی دیکھ کر راستے سے ہی واپس آ جانا اور یہ پختہ یقین رکھنا کہ اگر میں اپنے سفر سے واپس نہ ہوا تو دوران سفر مجھے ضرور کوئی نہ کوئی نقصان پہنچے گا، ان احادیث کو اسی صورت پر محمول کرنا چاہیے۔

---

❶ ابو داؤد: الطب (٢٤)، ترمذی: السیر (٤٧)، مسند احمد: ١/ ٣٨٩

نمازِ جمعہ کا بیان

۱۰۲۔ بلا عذر نمازِ جمعہ ترک کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے جمعہ چھوڑنے والوں کے متعلق فرمایا میں سوچ رہا ہوں کہ ایک آدمی کو حکم دوں کو لوگوں کو نماز پڑھائے پھر میں جا کر ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگا دوں جو جمعہ کی نماز میں شریک نہیں ہوتے۔ ❶ اسی طرح امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ ہی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اور ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم نے نبی علیہ السلام کو برسرِ منبر یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ جمعہ کی نماز چھوڑنے سے باز آ جائیں، ورنہ اللہ ان کے دلوں پر مہر لگا دے گا پھر وہ غافلوں میں سے ہو جائیں گے۔ ❷ امام احمد، اصحابِ سنن، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص غفلت کی وجہ سے تین مرتبہ جمعہ کی نماز تسلسل کے ساتھ چھوڑ دے اس کے دل پر مہر لگا دی جاتی ہے۔ ❸ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی عذر کے بغیر تین جمعے چھوڑ دے، وہ منافق ہے، رزین کی روایت میں ہے کہ وہ اللہ سے بری ہو گیا، ایک روایت میں ہے کہ اس نے اسلام کو پس پشت ڈال دیا۔

ابن ماجہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ کی طرف توبہ کر لو، مشغول ہونے سے پہلے اعمالِ صالحہ کی طرف سبقت کر لو، اللہ تعالیٰ کا کثرت کے ساتھ ذکر کر کے اپنا اور اپنے رب کا تعلق جوڑ لو، خفیہ اور علانیہ ہر طرح کثرت سے صدقہ کرو تمہارے رزق میں اضافہ ہو گا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہاری تلافی کی جائے گی، اور یاد رکھو! کہ اللہ تعالیٰ نے میرے اس کھڑے ہونے کی جگہ، اس دن، اس مہینے اور اس سال میں قیامت تک کے لیے تم پر جمعہ فرض قرار دے دیا ہے، اب جو شخص محض اسے ہلکا سمجھتے ہوئے یا اس کا انکار کرتے ہوئے میری زندگی میں یا اس کے بعد اسے ترک کر دے اور اس کا کوئی عادل یا ظالم حکمران بھی موجود ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے متفرقات کو کبھی جمع نہ کرے اور اس کے معاملات میں کبھی برکت نہ دے، یاد رکھو! اس شخص کی کوئی نماز، کوئی زکوٰۃ، کوئی حج، کوئی روزہ اور کوئی نیکی اس وقت تک قبول نہیں ہو گی جب تک کہ وہ اس سے توبہ نہ کر لے، اور جو شخص توبہ کر لے گا اللہ تعالیٰ اس کی توبہ قبول فرما لے گا۔ ❹

تنبیہ

مذکورہ احادیث کی روشنی میں اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے اور متعدد علماء نے اس کی تصریح بھی کی ہے،

---

❶ تخریج گذر چکی ہے

❷ صحیح مسلم: الجمعة (٤)، مسند احمد: ١/ ٢٣٩

❸ ابو داؤد: الصلاة (٢٠٤)، مسند احمد ٣/ ٣٣٢

❹ ابن ماجه: الاقامة (٧٨)

17

اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ جماعت کے ساتھ نمازِ جمعہ پڑھنا فرضِ عین ہے جبکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو، اور یہ دین کا ایک بدیہی حصہ ہے، اسی وجہ سے اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں تو ظہر کی نماز ہی پڑھوں گا، جمعہ بالکل نہیں پڑھوں گا تو ہمارے صحیح ترین قول کے مطابق وہ شخص قتل کر دیا جائے، کیونکہ یہ تو اسے اس کی اصل اور جڑ بنیاد سے ہی ترک کر دینے کے مترادف ہے، حلیمی یہ کہتے ہیں کہ جمعہ کو کسی اور وجہ سے چھوڑ دینا صغیرہ گناہ ہے، ان کے اس جملے کا مطلب یہ ہے کہ اگر کوئی شخص جمعہ کی نماز سے اعراض کرے اور اس کے بدلے ظہر کی نماز کا ارادہ کر لے تو یہ صغیرہ گناہ ہے لیکن حلیمی کا یہ قول محل نظر ہے، جیسا کہ اذرعی کی رائے ہے اور غالباً اس کی بنیاد بھی یہ ضعیف استدلال ہے کہ جمعہ کی نماز قصر شدہ ظہر ہی ہے، حالانکہ صحیح بات یہ ہے کہ جمعہ ایک مستقل نماز ہے، یہ ظہر کا بدل یا قصر نہیں ہے لہٰذا اسے ترک کرنا گناہِ کبیرہ ہے۔

فائدہ:

امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی عذر کے بغیر جمعہ کی نماز چھوڑ دے، اسے چاہیے کہ ایک دینار صدقہ کرے، اگر کسی کے پاس ایک دینار نہ ہو تو آدھا دینار ہی صدقہ کر دے۔ ❶ بیہقی کی ایک روایت میں درہم یا نصف درہم یا ایک صاع گندم یا ایک مد گندم صدقہ کرنے کا ذکر ہے، اور ابن ماجہ کی ایک روایت میں نصف صاع گندم کا تذکرہ بھی آیا ہے۔

۱۰۳۔ جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے اگلی صفوں میں جانا

ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آئے، وہ جہنم کی طرف جانے کے لیے اپنا راستہ بنالے۔ ❷ طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں یہ روایت حضرت انس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام لوگوں سے خطاب فرما رہے تھے کہ ایک آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آگے آیا، اور نبی علیہ السلام کے قریب آ کر بیٹھ گیا، نماز سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اے فلاں! تمہیں ہمارے ساتھ جمعہ پڑھنے سے کس چیز نے روکا؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ! میری خواہش تھی کہ میں اپنی جگہ ایسے حصے میں بناؤں جہاں سے آپ مجھے دیکھ رہے ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے تمہیں دیکھا کہ تم لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آ رہے ہو اور انہیں ایذاء پہنچا رہے ہو، جو شخص کسی مسلمان کو ایذاء پہنچائے اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی، اس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت دی۔

امام احمد، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جمعہ کے دن لوگوں کی گردنیں پھلانگتا ہوا آئے اور امام کے نکل آنے کے بعد دو آدمیوں کے درمیان تفریق پیدا کر دے، وہ اس شخص کی طرح ہے جو آگ میں اپنی انتڑیاں کھینچ رہا ہو۔ ❶

نیز امام احمد، ابوداؤد، نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام خطبہ دے رہے تھے کہ ایک

---

❶ ابو داؤد: الصلاة (۱۰۵۳)، مسند احمد: ۸/۵

❷ ابو داؤد: الطهارة (۱۲۷)، مسند احمد: ۳/ ٤١

❸ مسند احمد: ٤/ ١٩٠

آدمی لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے آیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہیں بیٹھ جاؤ، تم دیر سے آئے اور لوگوں کو اذیت دی۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ قرار دینا بعض متاخرین کی رائے ہے، غالبًا ان کا ماخذ وہی احادیث ہیں جو ابھی ذکر ہوئیں، اگرچہ یہ استنباط صحت کے قریب ہے، لیکن ہمارا صحیح ترین مذہب یہ ہے کہ یہ کراہتِ تنزیہی ہے، اس قول اور مذکورہ احادیث کے درمیان تطبیق اس طرح کی جاسکتی ہے کہ ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے کہ جس کی وجہ سے لوگوں کو شدید اذیت کا سامنا کرنا پڑے، اور مکروہِ تنزیہی کو اس صورت پر محمول کیا جائے جب کہ یہ اذیت معمولی درجے کی ہو، اس کی نظیر وسطِ حلقہ میں بیٹھنا ہے جیسا کہ عنقریب اس کی تفصیل آئے گی۔

۱۰۴۔ وسط حلقہ میں بیٹھنا

امام احمد، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو اس شخص پر جو وسط حلقہ میں بیٹھے۔ ❷ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی وسط حلقہ میں آکر بیٹھ گیا تو حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا نبی علیہ السلام کی زبانی اس شخص پر لعنت کی گئی ہے جو وسط حلقہ میں بیٹھے۔ ❸ طبرانی نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی قوم کی اجازت کے بغیر درمیان حلقہ میں آکر بیٹھ جائے وہ گنہگار ہے۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر نہ بیٹھا کرو۔ ❹ امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ دو آدمیوں کے درمیان ان کی اجازت کے بغیر بیٹھ کر فاصلہ پیدا کرے۔ ❺ بغوی، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کوئی شخص کسی مجلس میں پہنچے تو اگر گنجائش ہو تو اس میں بیٹھ جائے، ورنہ جہاں کسی جگہ پر کشادگی نظر آئے وہیں بیٹھ جائے۔

تنبیہ

بعض شوافع کے کلام میں اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح موجود ہے، غالبًا ان کا ماخذ لعنت کے وہ الفاظ ہیں جو مذکورہ احادیث میں آئے ہیں۔ اور یہ ایک واضح استدلال ہے جبکہ دوسرے آدمی کو اس سے شدید اذیت پہنچتی ہو، اسی پر ان احادیث کو محمول کیا جاسکتا ہے، باقی ہمارے فقہاء کے کراہت کا قول اختیار کرنے کو ہلکی اور خفیف ایذاء پر محمول کیا جاسکتا ہے۔

---

❶ ابو داؤد: الصلاة (۲۲)، مسند احمد: ٤/٥٦

❷ ابو داود، الادب: (١٤)۔ ترمذی، الادب: (١٢).

❸ بحواله مذكوره

❹ ابو داود، الادب: (٢١).

❺ ترمذی، الادب: (١١)۔ مسند احمد: ٢/٢١٣.

لباس کا بیان

۱۰۵۔کسی عاقل بالغ مذکر یا مخنث کا بلا عذر ریشمی لباس پہننا:

شیخین وغیرہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ریشم نہ پہنا کرو کیونکہ دنیا میں جو شخص ریشم پہنے گا وہ آخرت میں ریشم نہیں پہن سکے گا۔ ❶ یعنی اس سے محروم رہے گا، نسائی نے اس پر حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اہل جنت کا لباس وہاں ریشم ہوگا۔'' ❷ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ریشم تو وہ شخص پہنتا ہے جس کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہو۔ ❸ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں نہیں پہن سکے گا، اور اگر وہ جنت میں داخل ہوگیا تو دوسرے اہل جنت ریشم پہنیں گے لیکن وہ نہیں پہن سکے گا۔ ❹

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ انہوں نے ریشم پکڑ کر اپنے دائیں ہاتھ میں رکھا اور سونا پکڑ کر بائیں ہاتھ میں رکھا پھر فرمایا کہ یہ دونوں چیزیں میری امت کے مردوں پر حرام ہیں۔ ❺ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں اسے نہیں پہن سکے گا، جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا وہ آخرت میں اسے نہیں پہن سکے گا، جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا وہ آخرت میں اسے نہیں پی سکے گا، اور جو شخص سونے چاندی کے برتن میں کوئی مشروب پیئے گا وہ قیامت کے دن ان برتنوں میں نہیں پی سکے گا، پھر فرمایا اہل جنت کا لباس ریشم، ان کا مشروب شراب اور ان کے برتن سونے کے ہوں گے، نسائی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ اپنے اہل خانہ کو زیورات اور ریشم سے روکتے تھے اور فرماتے تھے اگر تم جنت کا زیور اور ریشم چاہتے ہو تو اسے دنیا میں مت پہنو، یہی رائے حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی بھی تھی، یہ دونوں حضرات سمجھے کہ آخرت میں نہ پہن سکنے کی وعید عورتوں کے لیے بھی ہے، لیکن یہ محض احتیاط کی بات ہے ورنہ عورتوں کے لیے یہ دونوں چیزیں جائز ہیں اور اس جواز سے واضح طور پر یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کہ اس سے عورتوں کے لیے جنت میں کوئی رکاوٹ نہ ہوگی۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک ریشمی قباء ہدیہ کے طور پر پیش کی، نبی علیہ السلام نے اسے پہن لیا اور اسی حال میں نماز بھی پڑھ لی، نماز سے فارغ ہو کر نہایت ناگواری کے ساتھ اسے اتار پھینکا اور فرمایا یہ لباس متقیوں کے شایان شان نہیں ہے۔ ❻ ابن حبان نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں

---

❶ صحیح بخاری، اللباس: ۲۵۔ صحیح مسلم، اللباس: ۱۱۔ ❷ الحج: ۲۳۔

❸ صحیح بخاری، الادب: ٦٦۔ صحیح مسلم، اللباس: ۷۔ ❹ نسائی، الزینة: ٤٥۔

❺ ابوداود، اللباس: ۱۱۔ نسائی، الزینة: ٤٠۔

❻ صحیح بخاری، الصلاة: ١٦۔ صحیح مسلم، اللباس: ۲۳۔

نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص جان بوجھ کر میری طرف جھوٹی نسبت کرے، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم کی آگ میں بنالے اور میں تمہیں گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص دنیا میں ریشم پہنے گا، وہ آخرت میں اس سے محروم رہے گا۔ بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں سونے چاندی کے برتنوں میں مشروبات پینے سے اور ان میں کھانے سے اور ریشم و دیبا پہننے اور اس پر بیٹھنے سے منع فرمایا ہے۔ ❶ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی ایسا شخص ریشم سے فائدہ نہ اٹھائے جو اللہ سے ملاقات کی امید رکھتا ہو۔ ❷ حسن کہتے ہیں کہ پھر ان لوگوں کا کیا بنے گا، جنہیں اپنے پیغمبر کی یہ باتیں معلوم ہوئی ہیں اور اس کے باوجود وہ اپنے کپڑوں اور گھروں میں ریشم شامل کر لیتے ہیں۔

امام احمد اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کا ایک گروہ ساری رات کھانے پینے اور لہو ولعب میں گذار دے گا، صبح ہوگی تو ان کی شکلیں بندروں اور خنزیروں میں تبدیل ہو چکی ہوں گی، اور لوگوں کے صبح کرنے سے پہلے انہیں زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اور ان پر پتھروں کی بارش ہوگی، صبح ہونے پر لوگوں میں اس بات کا چرچا ہوگا کہ فلاں خاندان کو آج رات زمین میں دھنسا دیا گیا، فلاں کے گھر کو زمین میں دھنسا دیا گیا، اور قوم لوط کی طرح ان کے قبیلوں اور گھروں پر پتھر برسیں گے اور ان کے قبیلوں اور گھروں پر قوم عاد کی طرح تیز ہوائیں مسلط کر دی جائیں گی جس کی وجہ یہ ہوگی کہ وہ لوگ شراب پیتے ہوں گے، ریشم پہنتے ہوں گے، گلوکارائیں مقرر کر رکھی ہوں گی، سود کھاتے ہوں گے اور قطع رحمی کرتے ہوں گے۔ ❸ بخاری نے تعلیقاً اور ابوداؤد نے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ ایسے ہوں گے جو ریشم کو حلال سمجھتے ہوں گے، ان میں سے بعض لوگوں کو قیامت تک کے لیے بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دیا جائے گا۔ ❹

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے تو وہ ہلاک ہو جائے گی، جب وہ ایک دوسرے پر لعنت بھیجنے لگے، شراب نوشی کرنے لگے، ریشم پہننے لگے، گلوکارائیں بنانے لگے، مرد، مردوں سے کفایت حاصل کریں اور عورتیں عورتوں سے کفایت حاصل کرنے لگیں، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے اپنے یہاں آنے کی اجازت حاصل کرنے والے ایک آدمی سے فرمایا تم بہترین آدمی ہو سکتے ہو جبکہ ان لوگوں میں شامل نہ ہو جن کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ''تم اپنی خواہشات اپنی دنیوی زندگی میں پوری کر چکے ہو'' ❺ بخدا میرے نزدیک ریشم پر بیٹھنے سے زیادہ پسندیدہ بات یہ ہے کہ میں چنگاریوں پر بیٹھ جاؤں۔ بزار اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک جبہ دیکھا جس کا گریبان ریشمی تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن یہ آگ کا گریبان ہوگا۔ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ریشمی لباس پہنے گا اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن آگ کا لباس پہنائے گا، اور ایک روایت میں ہے کہ اسے ذلت کا لباس پہنائے گا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک دن تک پہنائے رکھے گا، اور وہ دن تمہارے دنوں کی طرح نہیں بلکہ اللہ کے لمبے دنوں کے برابر ہوگا۔

---

❶ صحیح بخاری، الاشربہ: ۲۷۔ ❷ مسند احمد: ۵/ ۲۶۷۔

❸ مستدرك حاكم: ٤/ ٥١٥۔ ❹ صحیح بخاری، الاشربہ: ٦۔ ابو داود، اللباس: ٦۔

❺ الاحقاف: ۲۰۔

۱۰۶۔ کسی عاقل بالغ مرد کا سونے کا زیور یا انگوٹھی کے علاوہ چاندی کا زیور پہننا

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، وہ ریشم اور سونا نہ پہنے۔ ❶ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں سے جو شخص اس حال میں مرجائے، کہ وہ شراب نوشی کرتا ہو، اللہ تعالیٰ جنت کی شراب اس پر حرام کردے گا میری امت میں سے جو شخص اس حال میں مرجائے کہ وہ سونے کا زیور پہنتا ہو، اللہ جنت کا زیور اس پر حرام کردے گا۔ ❷ اور امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کے ہاتھ میں سونے کی ایک انگوٹھی دیکھی، نبی علیہ السلام نے اسے اتار پھینکا اور فرمایا تم میں سے ایک آدمی آگ کی چنگاری کا ارادہ کرتا ہے اور اسے اپنے ہاتھ میں ڈال لیتا ہے، نبی علیہ السلام کے تشریف لے جانے کے بعد کسی نے اس آدمی سے کہا کہ اپنی انگوٹھی اٹھالو اور اس سے فائدہ اٹھاؤ، اس نے کہا کہ جس چیز کو نبی علیہ السلام نے اتار پھینکا ہو بخدا میں اسے کبھی نہیں اٹھاؤں گا۔ ❸ نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کی خدمت میں نجران سے حاضر ہوا، اس نے سونے کی انگوٹھی پہن رکھی تھی، نبی علیہ السلام نے اس سے اعراض کرتے ہوئے فرمایا تم میرے پاس اس حال میں آئے ہو کہ تمہارے ہاتھ میں آگ کی چنگاری ہے۔ ❹ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عورتوں کے لیے دو سرخ چیزوں سے ہلاکت ہے ایک سونا اور دوسرے عصفر سے رنگی ہوئی چیز۔

ابوالشیخ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں جنت میں داخل ہوا، تو اہل جنت میں بلند مرتبہ لوگ فقراء مہاجرین اور مومنوں کے بچے نظر آئے اور وہاں مالداروں اور عورتوں سے زیادہ کم کوئی اور گروہ نہ تھا، مجھ سے کہا گیا کہ مالدار لوگ جنت کے دروازے پر روک لیے جائیں گے، وہاں ان سے حساب کتاب اور پوچھ گچھ ہوگی اور باقی رہی عورتیں تو انہیں سونے اور ریشم نے غافل کردیا، یہیں سے گذشتہ حدیث میں ''ہلاکت ہے'' کا معنی بھی واضح ہوگیا کہ یہ دونوں چیزیں عورتوں کی غفلت کا سبب بن جاتی ہیں، اس کا ظاہری معنی مراد نہیں ہے کیونکہ بالاجماع یہ دونوں چیزیں عورتوں کے لیے حلال ہیں۔

تنبیہ

سابقہ احادیث صحیحہ میں جو شدید وعید وارد ہوئی ہے، اس سے ریشمی لباس پہننے کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے، لیکن ہمارے جمہور علماء اس کے صغیرہ ہونے کے قائل ہیں، غالباً وہ کبیرہ گناہ اس مخصوص گناہ کو سمجھتے ہیں جس میں کوئی شرعی سزا متعین کی گئی ہو لیکن یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ صحیح تعریف اس کے برخلاف ہے، اور ان احادیث کو دیکھتے ہوئے اس بات سے صرف نظر نہیں کیا جاسکتا کہ اس کے گناہ کبیرہ ہونے کا یقین ہوجائے، جلال بلقینی نے بھی اسی رائے کو ترجیح دی ہے، اسی طرح سونے کا زیور پہننا بھی ریشم کی نسبت زیادہ بڑا کبیرہ گناہ ہے کیونکہ اس پر شدید قسم کی وعید وارد ہوئی ہے اور چاندی کا زیور مذکورہ قید کے سا[تھ]

---

❶ مسند احمد: ۲۶۱/۵. ❷ مسند احمد: ۲۰۹/۲.

❹ نسائی: ۱۷۰/۸، مسند احمد: ۱۴/۳.

اس میں شامل کرنا بھی امکانی طور پر ہوسکتا ہے اگر چہ ان دونوں میں یہ واضح فرق ہے کہ سونے کے زیور کی ممانعت زیادہ سخت ہے، اسی وجہ سے تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ چاندی کی انگوٹھی پہننا مرد کے لیے نہ صرف یہ کہ حلال بلکہ مستحب ہے اور سونے کی انگوٹھی حرام ہے۔

چند ضروری فوائد

ریشمی چادر پر بیٹھنا ''جبکہ درمیان میں کوئی چیز حائل ہو خواہ باریک ہی ہو'' جائز ہے، لیکن اسے اوڑھنا اور اسے ستر بنانا اس کا حرام استعمال ہے، البتہ بقدر عادت اس کا گوٹا لگانا جائز ہے، نیز آستینوں پر چار انگلی کے برابر ریشمی کناری لگانا، تسبیح کا دھاگہ ریشمی رکھنا، نیزے پر ریشمی علم باندھنا، غلاف قرآن ریشمی کپڑے کا بنانا اور کسی مجنون یا نابالغ بچے کو سونا چاندی پہنانا جائز ہے، ابن عبدالسلام نے فتویٰ دیا ہے کہ ریشم لینا گناہ ہے لیکن وہ ریشم پہننے سے کم درجہ گناہ ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے مرد کے لیے اس میں مہر لکھنے کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے، اور یہی قابل اعتماد بات ہے، گھروں اور مسجدوں کو ریشم اور تصویر سے مزین کرنا حرام ہے، اگر چہ عورت کی طرف سے ہی ہو، ان دونوں کے علاوہ دوسری چیزوں سے مزین کرنا مکروہ ہے۔ اور ریشم ہی کا حکم اس چیز کا بھی ہے جسے زعفران، عصفر یا ورس سے رنگا گیا ہو۔

۱۰۷۔ مردوں کا عورتوں کی ایسی مشابہت اختیار کرنا جو عرفاً عورتوں کے ساتھ خاص سمجھی جاتی ہو

امام بخاری اور اصحاب سنن نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ❶ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت گلے میں کمان لٹکائے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سے گذری، نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتوں پر اور عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والے مردوں پر اللہ کی لعنت ہو، امام بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے مردوں میں سے ہیجڑے بن جانے والوں اور عورتوں میں سے مرد بن جانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ❷ ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ان مردوں پر جو عورتوں کا لباس پہنتے ہیں اور ان عورتوں پر جو مردوں جیسا لباس پہنتی ہیں لعنت فرمائی ہے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جن پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے اور اس لعنت پر فرشتوں نے آمین کہی ہے، ایک وہ آدمی جسے اللہ نے مرد بنایا ہو اور وہ اپنے آپ کو عورت بنا کر عورتوں کی مشابہت اختیار کرلے، دوسری وہ عورت جسے اللہ نے عورت بنایا ہو اور وہ اپنے آپ کو مرد بنا کر مردوں کی مشابہت اختیار کرلے، تیسرا وہ آدمی جو کسی بینا کو غلط راستے پر لگا دے، اور چوتھا وہ آدمی جو عورتوں سے بے رغبت رہے حالانکہ اللہ تعالیٰ نے یہ صفت سوائے حضرت یحیٰ علیہ السلام کے اور کسی کو عطا نہیں فرمائی، ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک مخنث کو لایا

---

❶ صحیح بخاری، اللباس: ٦١۔ ابوداود، اللباس: ٢٧۔ ترمذی، الادب: ٣٤۔ ابن ماجه، النکاح: ٢٢۔
❷ صحیح بخاری، اللباس: ٦٢۔

گیا جس نے اپنے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگا رکھی تھی، نبی ﷺ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس کا کیا مسئلہ ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ عورتوں کی مشابہت اختیار کرتا ہے چنانچہ نبی علیہ السلام کے حکم پر اسے نقیع کی طرف جلاوطن کر دیا گیا۔ ❶ یہ علاقہ مدینہ منورہ سے دور ہے، اسی طرح صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں داخل نہیں ہوں گے والدین کا نافرمان، اپنے گھر میں بے حیائی برداشت کرنے والا اور مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورتیں۔ ❷ ایک روایت میں والدین کی نافرمانی کی بجائے ہمیشہ شراب نوشی کرنے والے کا ذکر ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا مذکورہ صحیح احادیث اور ان میں وارد ہونے والی شدید وعید سے بالکل واضح بات معلوم ہوتی ہے اور اس سلسلے میں ہمارے علماء کی جو تصریحات میری نظروں سے گذری ہیں، ان کے مطابق اس طرح کی مشابہت اختیار کرنے میں دو قول ہیں، ایک تو یہ کہ یہ حرام ہے، علامہ نووی رحمہ اللہ نے اسی کی تصحیح وتصویب کی ہے، اور دوسرا قول یہ کہ یہ مکروہ تحریمی ہے، امام رافعی نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے، ہمارے نزدیک صحیح اور درست قول حرمت ہی کا ہے جو نووی نے اختیار کیا ہے، بلکہ حرام سے بھی ایک درجہ آگے بڑھ کر یہ گناہ کبیرہ ہے، بعد میں کبیرہ گناہوں پر کلام کرنے والے بعض علماء کی تصریحات میں بھی یہ بات نظروں سے گذری اور مزید پختہ ہوگئی کہ یہ کبیرہ گناہ ہی ہے۔

اور جس حدیث میں ہاتھوں اور پیروں پر مہندی لگانے والے مخنث کو مدینہ منورہ سے جلاوطن کرنے کا تذکرہ آیا ہے، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مردوں کے لیے ہاتھوں اور پاؤں پر مہندی لگانا حرام ہے بلکہ عورتوں کے ساتھ مشابہت ہونے کی وجہ سے گناہ کبیرہ ہے اور حدیث مذکور اس بارے نص صریح ہے، یہ مسئلہ یمن کے قریب ایک علاقے میں پیش آیا تو وہاں کے علماء کے درمیان اس مسئلے میں اختلاف ہوگیا، چنانچہ اس کے حلال وحرام ہونے کے حوالے سے انہوں نے مختلف رسائل تصنیف کر ڈالے، پھر ۹۵۲ ہجری میں انہوں نے میرے پاس مکہ مکرمہ اس سلسلے کی تین کتابیں بھیجیں جن میں سے دو کتابوں میں اسے مطلقاً حلال قرار دیا گیا تھا، اور ایک کتاب میں حرام، اور انہوں نے مجھ سے اس سلسلے میں حق بات کی وضاحت کرنے کی درخواست کی، چنانچہ میں نے اس سلسلے میں ایک مبسوط کتاب لکھی جس کا نام ''شن الغارة علی من اظهر معرة تقوله فی الحناء وعواره'' تجویز کیا جو کہ اس مضمون کے عین مطابق تھا، کیونکہ اس کے حلال ہونے کا قول اختیار کرنے والے بعض لوگ حد سے تجاوز کر گئے ہیں اور انہوں نے اس میں اجتہاد کا دعویٰ کر دیا ہے، اور یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اس کی حرمت کا قول اختیار کرنے والے ''جن میں بڑے بڑے فقہاء بلکہ خود امام شافعی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں'' غور وفکر کیے بغیر غلطی میں مبتلا ہوگئے ہیں، اور اسی قسم کے دیگر خرافات اور تخمینی اقوال پر تفصیلی تحریر لکھ ماری ہے اور ان کے نفس نے یہ خیال ان کے ذہن میں بڑا خوش نما کر دیا ہے کہ انہوں نے ایسے دلائل مہیا کیے ہیں، جو مذکورہ فقہاء پر مخفی رہے تھے اور یہ کہ ان کی یا ان کے شیخ کی تقلید کرنا مذکورہ حضرات کی تقلید سے زیادہ اولیٰ ہے، چونکہ یہ طرزِ فکر بہت غلط اور عظیم مفاسد پر مشتمل تھا اس لیے میں نے ہدایت کے رہنما اور

---

❶ ابو داود، اللباس: ۸٤.   ❷ نسائی: الزكاة (٦٩)، مسند احمد: ۲/٦٩.

تاریکی میں چراغ کی حیثیت رکھنے والے فقہاء کی رائے مضبوط کرنے کے لیے اور صاف ستھرے حق کو واضح کرنے کے لیے کمر ہمت باندھی اور اس سلسلے میں ایک مبسوط کتاب لکھ دی، اور اسی وجہ سے اس کتاب کا دائرہ کار بھی وسیع ہو گیا ہے تاہم اس سے الحمدللہ حق بات واضح ہو گئی ہے۔

خاتمہ

شوہر پر واجب ہے کہ اپنی بیوی کو لباس اور چال ڈھال میں ان تمام چیزوں سے روکے جن سے مردوں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے تاکہ عورت بلکہ خود اس پر بھی اس لعنت نہ ہو، کیونکہ اگر وہ اسے ان چیزوں پر برقرار رہنے دے تو اسے بھی وہی لعنت نصیب ہوگی جو عورت پر کی گئی ہے، نیز اس میں اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی تعمیل بھی ہے کہ ''اپنے آپ کو اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی آگ سے بچاؤ۔'' ❶ یعنی انہیں تعلیم و تادیب کریں، اللہ کی اطاعت کا حکم اور اس کی نافرمانی سے روکیں، نیز نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگہبان ہے، اور تم میں سے ہر شخص اپنی رعایا کے حوالے سے جواب دہ ہوگا، مرد اپنے اہل خانہ کا نگہبان ہے، اور وہ قیامت کے دن ان کے متعلق جواب دہ ہوگا۔ ❷ اور حدیث میں ہے کہ مردوں کے لیے یہ چیز ہلاکت کا سبب ہے کہ وہ عورتوں کی اطاعت کرنے لگیں، اسی وجہ سے حسن کہتے ہیں کہ بخدا جو شخص اس حال میں صبح کرتا ہے کہ اپنی بیوی کی خواہشات میں اس کی اطاعت کرنے لگے، اللہ اسے جہنم میں اوندھے منہ گرا دے گا۔

۱۰۸۔ عورت کا ایسے باریک کپڑے پہننا جس سے اس کا جسم جھلکتا ہو

امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اہل جہنم کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں میں نے نہیں دیکھا ہے، ایک وہ قوم جن کے پاس گائے کی دموں کی طرح کوڑے ہوں گے، جن سے وہ لوگوں کو مارتے ہوں گے، اور دوسرے وہ عورتیں جو پہنے ہوں گی، لیکن پھر بھی برہنہ ہوں گی، خود بھی مائل ہوں گی، اور دوسروں کو بھی اپنی طرف مائل کریں گی، ان کے سر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح ہوں گے، یہ عورتیں جنت میں داخل ہوں گی اور نہ ہی اس کی مہک پا سکیں گی، حالانکہ جنت کی مہک تو کافی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ ❸ ''پہنے ہوں گی'' سے مراد اللہ کی نعمتیں ہیں، ''برہنہ'' سے مراد ان نعمتوں کا شکر ہے، اور حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ صورۃً تو انہوں نے کپڑے پہنے ہوں گے، لیکن معنیً وہ عورتیں برہنہ ہوں گی جس کی صورت یہ ہوگی کہ وہ اتنے باریک کپڑے پہنیں گی جن سے ان کا جسم جھلکتا ہوگا ''مائل ہونے'' سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی اطاعت چھوڑ کر ایسے کاموں کی طرح مائل ہوں گی، ''مائل کرنے'' سے مراد یہ ہے کہ دوسروں کو بھی اپنے اس مذموم فعل کے ذریعے تعلیم دیتے ہوئے اپنی طرف مائل کریں گی، یا یہ مطلب ہے کہ وہ ناز و انداز کی چال چلتی ہوں گی اور اپنے کندھوں کو مٹکاتی ہوں گی۔

ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے آخر میں کچھ لوگ ایسے آئیں گے جو کجاوہ کے مانند

---

❶ التحريم: ٦. ❷ صحيح بخاري، الجمعة: ١١ ـ صحيح مسلم، الامارة: ٢٠.

❸ صحيح مسلم، اللباس: ١٢٥ ـ مسند احمد: ٢/٢٢٣.

زینوں پر سوار ہوں گے اور مسجدوں کے دروازوں پر اتریں گے، ان کی عورتیں بظاہر کپڑے پہنے ہوں گی اور حقیقت میں برہنہ ہوں گی، ان کے سروں پر لاغر بختی اونٹوں کے کوہانوں کی طرح چیزیں ہوں گی، ایسی عورتوں پر لعنت کرو کیونکہ یہ سب عورتیں ملعون ہیں، اگر تمہارے بعد کوئی اور امت آنی ہوتی تو تمہاری عورتیں ان کی اسی طرح خدمت کرتیں جیسے پہلی امتوں کی عورتیں تمہاری خدمت کر رہی ہیں، ابوداؤد نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کی بہن حضرت اسماء رضی اللہ عنہا ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اس وقت انہوں نے باریک کپڑے پہن رکھے تھے، نبی علیہ السلام نے ان کی جانب سے منہ پھیر لیا اور فرمایا اسماء! جب عورت بلوغت کو پہنچ جائے تو اس کے جسم کا صرف یہ حصہ دیکھا جا سکتا ہے اور یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے اپنے چہرے اور ہتھیلیوں کی طرف اشارہ فرمایا۔

تنبیہ

ان شدید وعیدوں اور دھمکیوں کی موجودگی میں اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے، لیکن اس کی تصریح میری نظروں سے نہیں گذری، البتہ مردوں کے ساتھ عورتوں کی مشابہت کے سلسلے میں جو باتیں گذری ہیں، انہیں دیکھتے ہوئے اس کا گناہ کبیرہ ہونا بطریق اولیٰ سمجھ میں آ جاتا ہے، ذہبی کہتے ہیں کہ وہ افعال جن کی وجہ سے عورت پر لعنت کی جائے گی، ان میں یہ بھی ہے کہ وہ نقاب کے نیچے سے اپنی زینت مثلاً سونا یا موتی وغیرہ ظاہر کرے، گھر سے نکلتے وقت تیز خوشبو لگائے، ایسا لباس پہنے جس کی طرف لوگوں کی نگاہیں خود بخود اٹھنے لگیں، یہ سب چیزیں دنیا و آخرت میں کرنے والے کے اوپر اللہ کی لعنت کا سبب بنتی ہیں، اور انہی قباحتوں کی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو وہاں اہل جہنم کی اکثریت خواتین کی نظر آئی۔ [1]

۱۰۹۔ تکبر کی وجہ سے تہبند، کپڑے یا آستین کو لمبا رکھنا

۱۱۰۔ چال میں غرور و تکبر پیدا کرنا

امام بخاری وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں ہوگا۔ [2] نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مومن کا تہبند اس کی پنڈلی کی مچھلی تک ہوتا ہے، پھر نصف پنڈلی تک، پھر ٹخنوں تک اور تہبند کا جو حصہ ٹخنوں سے نیچے رہے گا وہ جہنم میں ہوگا۔ [3] شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف نظر کرم نہیں فرمائے گا جو اپنا کپڑا تکبر کی وجہ سے زمین پر گھسیٹتا ہوا چلتا ہو۔ [4] ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ حضرت

---

[1] صحیح بخاری، الرقاق: ۱٦۔ ترمذی، جهنم: ۱۱.

[2] صحیح بخاری، اللباس: ٤۔ ابن ماجه، اللباس: ۷.

[3] ابو داود، اللباس: ۲٦۔ موطا، اللبس: ۱۲.

[4] صحیح بخاری، اللباس: ۱۔ صحیح مسلم، اللباس: ٤۲.

صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! میری کوشش کے باوجود میرا تہبند بار بار ڈھیلا ہو جاتا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا آپ ان لوگوں میں سے نہیں ہیں جو یہ کام تکبر کی وجہ سے کرتے ہیں۔ ❶ مسلم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے اپنے ان دونوں کانوں سے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص زمین پر اپنا تہبند گھسیٹتا ہوا چلے اور اس کا مقصد صرف غرور و تکبر ہو تو اللہ تعالیٰ کی قیامت کے دن اس پر نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ ❷

ابوداود نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے تہبند کے متعلق جو باتیں ارشاد فرمائی ہیں وہ سب قمیص کے متعلق بھی ہیں، مالک، ابوداود، نسائی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے عبدالرحمٰن سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے تہبند کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا تم نے ایک باخبر آدمی سے دریافت کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا مومن کا تہبند نصف پنڈلی تک ہوتا ہے، اور کوئی حرج نہیں ہے جب کہ تہبند پنڈلی اور ٹخنوں کے درمیان ہو، لیکن ٹخنوں سے نیچے تہبند کا جو حصہ ہوگا، وہ جہنم کی آگ میں ہوگا اور جو شخص تکبر کی وجہ سے اپنا تہبند زمین پر گھسیٹتا ہوا چلے، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس پر نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ ❸ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت میرا تہبند نیچے لٹک رہا تھا، نبی علیہ السلام نے پوچھا یہ کون ہے؟ میں نے عرض کیا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم حقیقی معنی میں عبداللہ ہو تو اپنا تہبند اوپر کرو، چنانچہ میں نے اپنا تہبند نصف پنڈلی تک اونچا کر لیا۔ راوی کہتے ہیں کہ پھر آخری لمحات تک ان کا تہبند اسی طرح رہا یہاں تک کہ وہ فوت ہو گئے۔ ❹

امام مسلم اور اصحاب سنن نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن اللہ ہم کلام ہوگا، نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، نبی علیہ السلام نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کہنے لگے وہ ناکام اور نامراد ہو گئے، یارسول اللہ ﷺ! وہ کون لوگ ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کے ذریعے اپنا سامان بیچنے والا۔ ❺ ایک روایت میں ہے کہ اپنا تہبند ٹخنوں کے نیچے لٹکانے سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ تکبر کی علامت ہے اور اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں ہے۔ ❻ طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو اور اپنی رشتہ داریاں جوڑ کر رکھا کرو کیونکہ صلہ رحمی سے بڑھ کر جلدی ثواب کسی چیز کا نہیں ملتا، اور فساد سے بچا کرو کیونکہ فساد کی سزا سے بڑھ کر جلدی کسی گناہ کی سزا نہیں ملتی، اور والدین کی نافرمانی سے بچا کرو کیونکہ جنت کی مہک ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس کی جاتی ہے اور بخدا والدین کا کوئی نافرمان، قطع رحمی

---

❶ صحیح بخاری، فضائل الصحابة: ٥۔ ابوداود، اللبس: ٢٥.

❷ صحیح مسلم، اللباس: ٤٥.

❸ ابوداود، اللباس: ٢٦۔ مسند احمد: ٣/٥.

❹ مسند احمد: ٢/١٩٧.

❺ صحیح مسلم، الایمان: ١٧١۔ ابوداود، اللباس: ٢٥۔ ترمذی، البیوع: ٥۔ مسند احمد: ٢/١٣٤

❻ ابوداود، اللباس: ٢٥۔ مسند احمد: ٤/٦٥.

کرنے والا، بڈھا زانی اور تکبر سے اپنا تہبند نیچے لٹکانے والا جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا، کبریائی تو اللہ رب العالمین کی شایان شان ہے، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ جبریل میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آج شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس رات میں اللہ کی طرف سے بنوکلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد میں لوگوں کو جہنم سے آزاد کیا جاتا ہے، لیکن اس رات میں اللہ تعالیٰ کسی مشرک، جادوگر، قطع رحمی کرنے والے، ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے والے، والدین کے نافرمان اور عادی شرابی کی طرف دیکھتا بھی نہیں ہے۔

بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، اچانک سامنے سے قریش کا ایک آدمی اپنے ریشمی حلے میں ناز و انداز کی چال چلتا ہوا آیا، جب وہ نبی علیہ السلام کے پاس سے اٹھ کر چلا گیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اے بریدہ! اللہ تعالیٰ اس شخص کے لیے قیامت کے دن ترازو قائم نہیں کرے گا، اس سلسلے کی مزید احادیث تکبر کے بیان میں گزر چکی ہیں۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ قرار دینے کی تصریح ان احادیث سے معلوم ہو جاتی ہے جس کی وجہ وہ شدید وعید اور دھمکی ہے جو ان احادیث میں دی گئی ہے، اور کتاب ''العدۃ'' کے مصنف نے جو تکبر کی چال کو صغیرہ گناہ شمار کیا ہے تو اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ یہ کیفیت انسان کو خالص تکبر تک نہ پہنچا دے جس میں مخلوق کی حقارت شامل ہو جائے، ورنہ یہی گناہ کبیرہ بن جائے گا، چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''زمین پر اترا کر مت چلو، تم زمین کو کبھی نہیں پھاڑ سکتے اور پہاڑ کی چوٹی پر کبھی نہیں پہنچ سکتے۔ ❶

۱۱۱۔ بغیر کسی وجہ کے ڈاڑھی وغیرہ پر سیاہ رنگ کا خضاب کرنا

ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا عنقریب کچھ لوگ آخر دور میں آئیں گے جو سیاہ رنگ کا خضاب کرتے ہوں گے، جیسے کبوتر کا سینہ ہوتا ہے، یہ لوگ جنت کی مہک بھی نہ پا سکیں گے۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی وجہ اس حدیث سے صاف ظاہر ہے جو شدید وعید پر مشتمل ہے، اگرچہ میں نے اس کی تصریح کہیں نہیں دیکھی، زیادہ بہتر ہوتا اگر اس کا ذکر شرائط نماز کے بیان میں کیا جاتا، تاہم اس کی اس باب کے ساتھ بھی مناسبت بہرحال موجود ہے۔

---

❶ الاسراء: ۳۷.

❷ ابوداود، الترجل: ۲۰۔ نسائی، الزینة: ۱۵۔ مسند احمد: ۱/ ۲۷۳.

استسقاء کا بیان

۱۱۲۔ انسان کا بارش ہونے میں ستاروں کی تاثیر کا معتقد ہونا

شیخین نے حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ رات کے وقت بارش ہوئی، تو صبح ہونے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے اللہ کا فرمان بتایا کہ میرے بندوں میں سے کچھ نے اس حال میں صبح کی ہے کہ وہ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ کفر کرتے ہیں، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر یہ بارش اللہ کے فضل و کرم سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور ستاروں کا انکار کرتے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر یہ بارش فلاں فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے، وہ میرے ساتھ کفر کرتے ہیں اور ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ [1]

تنبیہ

کئی علماء کے کلام میں اس گناہ کو کبائر میں شمار کیا گیا ہے لیکن یہ صحیح نہیں ہے اس لیے کہ جو شخص ستاروں کی تاثیر کا یقینی اعتقاد رکھتا ہے وہ حقیقی کافر ہے اور ہم ان کبائر سے متعلق کلام کر رہے ہیں جن سے اسلام زائل نہیں ہوتا، امام شافعی رحمہ اللہ سے یونہی منقول ہے ''کتاب الروضہ'' میں بھی اسی طرح ہے اور مصنف نے اسے مرتد قرار دیا ہے، ابن عبدالبر فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص کا یہ اعتقاد ہو کہ ستارے بارش ہونے کا ایک سبب ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ ایک مخصوص مقدار میں بارش برساتا ہے جس کا حقیقی علم پہلے سے اللہ تعالیٰ کو حاصل ہوتا ہے تو یہ جملہ مباح ہے تاہم وہ اللہ کی نعمت کا ناشکرا اور اس کی حکمتوں کی باریکیوں سے ناواقف ہے۔

جنازوں کا بیان

۱۱۳ تا ۱۱۸۔ رخسار نوچنا، گریبان چاک کرنا، نوحہ کرنا اور سننا، بال نوچنا اور واویلا مچانا

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو رخساروں کو پیٹے، گریبانوں کو چاک کرے اور دور جاہلیت کی سی پکار پکارے۔ [2] نیز شیخین ہی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں بری ہوں اس شخص سے جس سے نبی علیہ السلام بری ہیں، نبی علیہ السلام ہر اس عورت سے بری ہیں جو نوحہ کرتے ہوئے اپنی آواز اونچی کرے، مصیبت کے وقت اپنے سر کے بال کاٹنے لگے اور اپنے کپڑے چاک کرنے لگے۔ [3] نسائی کی ایک روایت میں ہے کہ میں بھی تمہارے

---

[1] صحیح بخاری، الاذان: ۱۵٦۔ صحیح مسلم، الایمان: ۱۲۵.

[2] صحیح بخاری، الجنائز: ۳٦۔ صحیح مسلم، الایمان: ۱٦۵.

[3] صحیح مسلم، الایمان: ۱٦۵۔ ابوداود، الجنائز: ۲۵.

سامنے اسی طرح براءت ظاہر کرتا ہوں جیسے نبی علیہ السلام نے براءت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو (کسی کے مرجانے پر) اپنے بال منڈوائے، یا کپڑے پھاڑلے یا بلند آواز سے نوحہ کرنے لگے۔ ❶ امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو چیزیں ہیں جو لوگوں کے لیے کفر ہیں نسب نامے پر کسی کو طعنہ دینا، اور میت پر نوحہ کرنا۔ ❷ ابن حبان اور حاکم نے تین چیزوں کو نقل کیا ہے اور اس میں گریبان چاک کرنا بھی شامل کیا گیا ہے۔

امام احمد نے یہ روایت حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے مکہ مکرمہ فتح کرلیا تو ابلیس خوب رویا، اس کے تمام لشکری اس کے پاس جمع ہوئے تو وہ کہنے لگا تم اس بات سے ناامید ہو جاؤ کہ آج کے بعد تم امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو شرک کی طرف واپس لوٹا سکو گے، البتہ تم انہیں ان کے دین کے حوالے سے فتنوں میں مبتلا کرواوران کے درمیان نوحہ کرنے کو رواج دو۔ ❸ بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو آوازیں ہیں جو دنیا وآخرت میں ملعون ہیں، ایک کسی نعمت کے وقت باجوں کی آواز اور دوسری کسی مصیبت کے وقت رونے کی آواز۔ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نوحہ کرنے والی اور رونے والی عورت پر فرشتے رحمت نازل نہیں کرتے۔ ❹ امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں دور جاہلیت کی چار چیزیں ایسی ہیں جو وہ کبھی نہیں چھوڑے گی، حسب پر فخر، دوسروں کے نسب پر طعنہ کرنا، ستاروں سے بارش طلب کرنا اور نوحہ کرنا۔ ❺ اور فرمایا نوحہ کرنے والی عورت اگر مرنے سے پہلے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن جب اسے کھڑا کیا جائے گا تو اس پر تارکول کی ایک شلوار ہوگی، یہ مضمون ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ان نوحہ کرنے والوں کو قیامت کے دن جہنم میں دو صفوں میں تقسیم کردیا جائے گا، ایک صف اہل جہنم کے دائیں ہاتھ اور دوسری صف بائیں ہاتھ ہوگی، پھر یہ سب جہنمیوں کو دیکھ کر ایسے ہی بھونکیں گے جیسے کتے بھونکتے ہیں۔ ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے نوحہ کرنے والی اور سننے والی عورت پر لعنت فرمائی ہے۔ ❻ شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی علیہ السلام کے پاس حضرت زید بن حارثہ، جعفر بن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہم کی شہادت کی خبر پہنچی، تو نبی علیہ السلام بیٹھ گئے اور چہرہ مبارک پر غم کے آثار دکھائی دینے لگے، میں دروازے کی ایک درز سے جھانک کر دیکھ رہی تھی، اتنے میں ایک آدمی آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ! جعفر کی عورتیں رو رہی ہیں، نبی علیہ السلام نے اسے حکم دیا کہ جاکر انہیں منع کردے، وہ آدمی چلا گیا اور تھوڑی دیر بعد واپس آکر کہنے لگا بخدا وہ مجھ پر غالب آگئی ہیں، غالباً نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا جاکر ان کے منہ میں مٹی جھونک دو، میں نے کہا کہ اللہ تیری ناک خاک آلود کرے، بخدا تو کام کرتا نہیں ہے اور نبی علیہ السلام کو بھی پریشان کرنے سے باز نہیں آتا۔ ❼

---

❶ نسائی، الجنائز: ۱۸۔
❷ صحیح مسلم، الایمان: ۱۲۱.
❸ مسند احمد: ۲/۹۲.
❹ مسند احمد: ۲/۳۶۲.
❺ صحیح بخاری، مناقب الانصار: ۲۷۔ صحیح مسلم، الایمان: ۱۲۱.
❻ ابو داؤد: الجنائز: ۲۵۔ مسند احمد: ۳/ ۶۵.
❼ صحیح بخاری، الجنائز: ۴۱۔ صحیح مسلم، الجنائز: ۳۰.

ابوداؤد نے نبی علیہ السلام کی بیعت کرنے والی ایک خاتون سے روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہم سے جو وعدے لیے تھے ان میں سے ایک وعدہ یہ بھی لیا تھا کہ ہم اپنے چہرے نہیں نوچیں گی، واویلا نہیں مچائیں گی، گریبان چاک نہیں کریں گی، اور بال نہیں نوچیں گی۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے چہرے کو نوچنے والی، اپنے گریبان چاک کرنے والی اور واویلا مچانے والی عورتوں پر لعنت فرمائی ہے۔ ❶ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میت کو اس کی قبر میں اس پر ہونے والے نوحے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے۔ ❷ نیز بخاری نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ پر بیہوشی کی کیفیت طاری ہوئی تو ان کی بہن رونے لگی اور ان کی خوبیاں شمار کرتے ہوئے کہنے لگی "واجبلاہ"...... جب انہیں افاقہ ہوا تو انہوں نے اپنی بہن سے فرمایا تو نے میرے متعلق جو کچھ بھی کہا، مجھ سے کسی نے پوچھا کیا تو واقعی ایسا ہی ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب ان کا انتقال ہوا تو ان کی بہن نہیں روئی۔ ❸ یہ روایت طبرانی نے بھی نقل کی ہے البتہ اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ بعد میں حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کو بھی یہ بات بتائی کہ جب عورتیں میرے متعلق یہ کہہ رہی تھیں "واعزاہ، واجبلاہ" تو ایک فرشتہ کھڑا ہوا، اس کے پاس ایک گرز تھا، اس نے وہ گرز میرے دونوں پاؤں کے درمیان رکھ کر پوچھا کیا تم واقعی ایسے ہی ہو جیسے یہ عورتیں کہہ رہی ہیں؟ میں نے کہا نہیں، اگر میں ہاں کہہ دیتا تو وہ مجھے اس گرز سے ضرب لگاتا، اسی نوعیت کا ایک واقعہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے ساتھ بھی پیش آیا تھا اور فرشتہ جب بھی ان سے ڈانٹ کر پوچھتا تو وہ نفی میں ہی جواب دیتے تھے، ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص مرجاتا ہے اور اس پر رونے والے کہتے ہیں "واجبلاہ، واسنداہ" تو دو فرشتے اس پر مقرر کر دیئے جاتے ہیں جو اسے کچوکے لگا کر پوچھتے ہیں کیا تو ایسا ہی تھا؟ ❹

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میت کو اس کے اہل محلّہ کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، جب کوئی نوحہ کرنے والی عورت کہتی ہے "واعضداہ، وامانعاہ، واکاسیاہ" تو میت سے پوچھا جاتا ہے کیا تو ہی اس کی مدد کرنے والا تھا؟ کیا تو ہی اسے کپڑے پہنانے والا تھا؟ امام اذرعی نے یہ حکایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نوحہ کرنے والوں کی آواز سنی تو ان کے یہاں تشریف لے گئے، ان کے ساتھ ایک صاحب اور بھی تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ انہیں مارنے لگے، یہاں تک کہ نوحہ کرنے والی عورت تک پہنچ گئے اور اسے بھی مارا حتیٰ کہ اس کا دوپٹہ گر گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اسے مارو، یہ نوحہ کرنے والی ہے، اس کا کوئی احترام نہیں ہے، یہ تمہارے صدمے میں نہیں رو رہی، یہ تم سے پیسے لینے کے لیے آنسو بہا رہی ہے، تمہارے مردوں کو ان کی قبروں میں اذیت پہنچا رہی ہے اور تمہارے زندوں کو ان کے گھروں میں پریشان کر رہی ہے۔ یہ

❶ ابن ماجه: ٥٢.

❷ صحيح بخاري، الجنائز: ٣٤۔ صحيح مسلم، الجنائز: ١٧.

❸ صحيح بخاري، المغازي: ٤٤.

❹ ترمذي، الجنائز: ٢٤.

صبر سے روک رہی ہے جبکہ اللہ نے اس کا حکم دیا ہے، اور جزع فزع کا حکم دے رہی ہے جبکہ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا ہے۔

تنبیہ

یہ احادیث جو ابھی ذکر ہوئیں اور ان میں جو وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور یہ کہ یہ چیزیں کفر یا کفر کے قریب پہنچانے والی ہیں، ان سے ان متعدد علماء کی بات صحیح ثابت ہو جاتی ہے، جنہوں نے ان گناہوں کو اور ان کے ہم معنی گناہوں کو کبائر میں شمار کیا ہے، باقی کتاب ''العدۃ'' کے مصنف کی ان گناہوں کو صغیرہ قرار دینے کی جو رائے ہے، یہ رائے اور اس کی توثیق کرنا دونوں غلط اور قابل تردید ہیں، اسی وجہ سے اذرعی نے کہا ہے کہ ان گناہوں کو صغیرہ قرار دینے کی رائے ان کے علاوہ کہیں اور میری نظروں سے نہیں گزری ہے، احادیث صحیحہ اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ یہ چیزیں کبیرہ گناہوں میں شمار کی جائیں کیونکہ نبی علیہ السلام نے ان کے مرتکب سے اپنی براءت ظاہر کی ہے..... لہٰذا اس بات کا یقین رکھنا ضروری ہے کہ جو شخص یہ کام بھی کرے اور اسے ان کی حرمت کا علم بھی ہو، اور اس سلسلے کی ممانعت اور شدید وعیدیں بھی اسے مستحضر ہوں تو وہ شخص ''عدالت'' کے دائرے سے نکل گیا کیونکہ اس میں ان قبائح کے ساتھ ساتھ ایذاء میت بھی جمع ہو گئی ہے۔

ایک دوسرے موقع پر کلام کرتے ہوئے اذرعی نے کہا ہے کہ نوحہ اور اس کے بعد کی چیزیں اگر اللہ کے فیصلے پر ناراضگی اور تقدیر پر راضی نہ ہونے کی بناء پر ظہور پذیر ہوں تو ظاہری بات ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور اگر فرط جذبات اور اس مصیبت کو برداشت نہ کر سکنے کی وجہ سے ہو اور اس میں تقدیر کے ساتھ کوئی شکوہ نہ ہو تو یقینی طور پر اسے کبیرہ قرار نہیں دیا جا سکتا، رہی یہ بات کہ ناواقف آدمی کو معذور سمجھا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو یہ بات محل نظر ہے، کتاب ''الخادم'' میں بھی نوحہ اور اس کے بعد ہونے والی چیزوں کو گناہ کبیرہ قرار دیا گیا ہے، لہٰذا میت کے محاسن شمار کرنا، بلند آواز سے نوحہ کرنا، چہرے پر طمانچے مارنا، گریبان چاک کرنا، بال پھیلا لینا، انہیں منڈوا لینا یا نوچنا، چہرے پر سیاہی مل لینا، سر پر راکھ ڈالنا، واویلا مچانا یا ہر وہ چیز جس سے انسان کی جسمانی ہیئت تبدیل ہو جائے حرام ہے، اور جسمانی ہیئت کی تبدیلی میں بہت سے لوگ مبتلا ہیں حالانکہ اس کا حرام ہونا بلکہ گناہ کبیرہ اور فسق ہونا ثابت ہو چکا اور علماء نے اس کی وجہ وہ بیان کی ہے جو ان سب کو شامل ہو سکے، یعنی ان چیزوں سے واضح طور پر اللہ کے فیصلوں پر عدم رضا کا ثبوت ملتا ہے، باقی اس طرح رونا جس میں مذکورہ چیزوں میں سے کچھ بھی نہ ہو تو یہ موت سے پہلے اور اس کے بعد بھی جائز ہے، البتہ جہاں تک ممکن ہو، بہتر ہے کہ مرنے کے بعد میت پر نہ رویا جائے، ایک جماعت نے اسے بھی مکروہ قرار دیا ہے کیونکہ صحیح حدیث میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان موجود ہے کہ جب انسان فوت ہو جائے تو اس پر کوئی رونے والی نہ روئے، اور نبی علیہ السلام اپنے صاحبزادے کے انتقال سے قبل ان پر روئے تھے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت کے ہمراہ حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی عیادت کی تو رو پڑے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام کو روتے ہوئے دیکھا تو وہ بھی رونے لگے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم سن رہے ہو؟ اللہ تعالیٰ آنکھوں کے آنسوؤں اور دل کے غمگین ہونے پر سزا نہیں دیتا، وہ تو اس کی وجہ سے سزا یا رحم کا فیصلہ

کرتا ہے، نبی علیہ السلام نے اپنی زبان کی طرف اشارہ فرمایا۔ ❶ شیخین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ان کے ایک نواسے کو نزع کی حالت میں پیش کیا گیا، نبی علیہ السلام کی آنکھیں بہہ پڑیں، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ رحمت ہے، جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا کرتا ہے، اور اللہ اپنے بندوں میں سے انہی پر رحم کرتا ہے جو بندوں پر رحم کرتے ہیں۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام اپنے صاحبزادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے پاس تشریف لے گئے، اس وقت وہ نزع کی کیفیت میں تھے، نبی علیہ السلام کی آنکھیں آنسو بہانے لگیں، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کہنے لگے یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ بھی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابن عوف! یہ رحمت ہے، پھر فرمایا آنکھیں آنسو بہاتی ہیں، دل غمگین ہوتا ہے، لیکن ہم صرف وہی بات کہیں گے جس سے ہمارا رب راضی ہوتا ہے، البتہ اے ابراہیم! ہمیں تمہاری جدائی کا بہت غم ہے۔ ❸

ان تمام احادیث سے ہمارے علماء نے یہ استدلال کیا ہے کہ بلا آواز رونے میں کوئی کراہت نہیں ہے بلکہ یہ مباح ہے، اور جن صحیح احادیث میں یہ بات آئی ہے کہ میت کو اس کے اہل خانہ کے رونے کی وجہ سے عذاب ہوتا ہے، تو اس کے محمل میں علماء کی رائے میں اختلاف پایا جاتا ہے، ہمارے نزدیک صحیح بات یہ ہے کہ یہ اس صورت پر محمول ہے جبکہ مرنے والے نے اس کی وصیت کی ہو، ظاہر ہے کہ اس کے کہنے اور ورثاء کے اس پر عمل کرنے کی وجہ سے اسے عذاب ہوگا اس لیے کہ جو شخص کوئی برا طریقہ ایجاد کرے، اسے خود اس کا اور اس پر عمل کرنے والے تمام لوگوں کا گناہ ہوتا ہے، لہٰذا اس کی وصیت پر عمل کرنے کی وجہ سے اس کے گناہ میں مزید اضافہ ہوگا، جو اگر وصیت پر عمل نہ کیا جاتا تو نہ ہوتا، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر مرنے والا خاموش رہا اور انہیں نوحہ کرنے سے منع نہیں کیا تو اسے بھی عذاب ہوگا، کیونکہ اس کا سکوت رضامندی کی علامت ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے خود اس کا حکم دیا ہو، اب جو شخص ان تمام اختلافی آراء سے نکلنا چاہتا ہے تو اس کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جب وہ بیمار ہو تو اپنے ورثاء کو جنازے کی بدعات، خرافات اور محرمات سے منع کردے۔

ہمارے علماء یہ بھی فرماتے ہیں کہ جس شخص پر موت کی وجہ سے یا اپنی ذات، اپنے اہل خانہ، اپنے مال و دولت کے حوالے سے کوئی مصیبت آئے گو کہ وہ معمولی ہی ہو تو کثرت سے ''انا للہ'' پڑھے اور یہ دعا کرتا رہے کہ اے اللہ! اس مصیبت پر مجھے اجر عطا فرما اور مجھے اس کا نعم البدل عطا فرما، کیونکہ مسلم شریف کی ایک روایت میں آتا ہے کہ جو شخص یہ دعا کر لیتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اجر بھی عطا فرماتا ہے اور اس کا نعم البدل بھی، اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ''انا للہ'' کہنے والوں کے لیے اللہ تعالیٰ نے رحمتوں اور برکتوں کا وعدہ کیا ہے اور یہ کہ وہ لوگ ہدایت یافتہ ہیں، ابن جبیر کہتے ہیں کہ کسی مصیبت پر ''انا للہ'' کہنے کی یہ نعمت جو اس امت کو ملی ہے، وہ کسی اور امت کو نہیں مل سکی، اگر کسی اور امت کو یہ نعمت ملی ہوتی تو حضرت یعقوب ضرور یہ جملہ کہتے لیکن انہوں نے اس کی بجائے یہ جملہ کہا: ﴿يَآأَسَفَى عَلَى يُوْسُفَ﴾ ❹

---

❶ صحيح بخاري، الجنائز: ٤٤ ـ صحيح مسلم، الجنائز: ١٢.

❷ صحيح بخاري، الجنائز: ٣٢ ـ صحيح مسلم، الجنائز: ٩.

❸ صحيح بخاري، الجنائز: ٤٣ ـ صحيح مسلم، الفضائل: ٦٢. ❹ يوسف: ٨٤.

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کسی بندے پر کسی ایسے گناہ کی وجہ سے کوئی مصیبت آتی ہے جو معاف نہ ہوسکتا ہو تو اس مصیبت کی وجہ سے معاف ہو جاتا ہے اور اگر بندہ کسی درجہ تک نہ پہنچ سکتا ہو تو اس مصیبت کی وجہ سے پہنچ جاتا ہے یہی مضمون ابن ابی الدنیا نے زیادہ واضح الفاظ میں نقل کیا ہے، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے پاس ان کی کسی صاحبزادی نے یہ پیغام بھیجا کہ میرا بیٹا موت کی کیفیت میں ہے، آپ تشریف لائیں، نبی علیہ السلام نے قاصد سے فرمایا اسے جا کر بتا دو کہ اللہ ہی کا ہے جو وہ لے لے اور اسی کا ہے جو وہ دے دے اور ہر چیز کی اس کے یہاں ایک مدت مقرر ہے، اسے میرا یہ حکم پہنچا دو کہ وہ صبر کرے اور اس پر ثواب کی امید رکھے۔ ❶

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ حدیث اسلام کے ان عظیم قواعد میں سے ہے جو دین کے بہت سے اہم اصول وفروع پر مشتمل ہے اور اس جملے کا مطلب کہ ''اللہ ہی کا ہے جو وہ لے لے'' یہ ہے کہ سارا عالم اللہ کی ملکیت میں ہے، لہٰذا وہ اگر کچھ لیتا ہے تو یہ وہی چیز ہے جو اس نے اپنی ملکیت میں سے عاریۃً تمہیں دے رکھی تھی، نیز اس جملے کا مطلب کہ ''اسی کا ہے جو وہ دے دے''، یعنی تمہیں بخش دے کہ وہ اس کی ملکیت سے نکل نہیں گیا، وہ اب بھی اس میں جو چاہے کر سکتا ہے، نیز اس جملے کا مطلب کہ ''ہر چیز کی اس کے یہاں ایک مدت مقرر ہے'' یہ ہے کہ اس میں تقدیم وتاخیر کا کوئی امکان نہیں ہے اور جس شخص کو ان باتوں کا یقین حاصل ہو جائے تو اس کے لیے صبر کرنے اور اس پر ثواب کی امید رکھنے کی راہ ہموار ہو جائے گی، چنانچہ روایات میں آتا ہے کہ ایک شخص کو اپنے بیٹے کے مرنے کا بڑا صدمہ تھا، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا تمہیں ان دونوں میں سے کون سی بات زیادہ اچھی لگتی ہے کہ تم اپنے بچے سے اپنی زندگی میں فائدہ اٹھاؤ یا کل جنت کے جس دروازے پر بھی جاؤ تو اپنے سے پہلے وہاں اسے پاؤ تا کہ وہ دروازہ کھول کر تمہارا استقبال کرے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے یہ دوسری بات زیادہ پسند ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہاری یہ پسند پوری ہوگی، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ فضیلت اسی شخص کے ساتھ خاص ہے یا تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، بلکہ تمام مسلمانوں کے لیے عام ہے۔

صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ جب بھی کسی مومن پر کوئی مصیبت آتی ہے تو اس کی وجہ سے اس کے گناہوں کا کفارہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ اس کانٹے کی وجہ سے بھی جو اسے چبھتا ہے۔ ❷ ایک اور حدیث میں ہے کہ جب کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچے تو اسے چاہیے کہ میری مصیبتوں کو یاد کرلے کہ وہ سب سے بڑی مصیبتیں ہیں۔ ❸ غالباً قاضی حسین ''جو ہمارے اکابر فقہاء میں سے ہیں'' نے یہیں سے یہ قول لیا ہے کہ ہر مسلمان پر واجب ہے کہ دنیا سے نبی علیہ السلام کے فراق کا غم اسے اپنے والدین کی جدائی کے غم سے زیادہ ہو جیسے ہر مسلمان پر واجب ہے کہ اپنی ذات، اہل خانہ اور مال ودولت سے زیادہ نبی علیہ السلام سے محبت کرے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے بچے کی موت پر الحمد للہ اور انا للہ کہے تو اللہ اپنے فرشتوں کو حکم دیتا ہے کہ جنت میں اس کے لیے ایک گھر بنا دیں، اور اس کا نام ''بیت الحمد'' رکھ دیں۔ بخاری کی ایک روایت میں ہے کہ جب میں اپنے بندے کی کسی محبوب

---

❶ صحیح بخاری، الجنائز: ۳۲۔ صحیح مسلم، الجنائز: ۱۱.

❷ صحیح بخاری، المرضیٰ: ۱۔ صحیح مسلم، البر: ۵۰. ❸ عمل الیوم واللیلۃ: ۵۷۵.

چیز کو اس سے واپس لے لیتا ہوں اور وہ اس پر صبر کرتا ہے تو میرے پاس اس کی جزاء صرف جنت ہی ہے۔ ❶ ایک اور روایت میں ہے کہ صبر تو مصیبت کے ابتدائی لمحات میں ہی ہوتا ہے۔ ❷ مطلب یہ ہے کہ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ انسان کی طبیعت پر سکون ہو ہی جاتی ہے۔

اسی وجہ سے حکماء کا کہنا ہے کہ عقلمند آدمی کو چاہیے کہ جو کام احمق آدمی پانچ دن کے بعد کرتا ہے، وہ مصیبت کے پہلے دن ہی وہ کام کر لے۔ ایک اور حدیث میں ہے کہ جو شخص تین ایسے بچے آگے بھیجے جو حد بلوغ کو نہ پہنچے ہوں، وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا ایک محفوظ قلعہ بن جائیں گے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہنے لگے کہ میں نے اپنے دو بچے آگے بھیجے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا دو کا بھی یہی حکم ہے، ایک اور آدمی نے عرض کیا کہ میں نے ایک بچہ آگے بھیجا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک کا بھی یہی حکم ہے لیکن یہ صبر مصیبت کے ابتدائی لمحات میں ہونا چاہیے۔ ❸ صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا ایک بیٹا جو حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے تھا، فوت ہو گیا، حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے گھر والوں کو تاکید کر دی کہ ابو طلحہ کو یہ بات میرے علاوہ کوئی نہ بتائے، رات کو جب ابو طلحہ آئے تو ام سلیم نے رات کا کھانا لا کر ان کے آگے رکھا، جو انہوں نے کھایا پیا، پھر ام سلیم نے خوب اچھی طرح بناؤ سنگھار کیا اور ابو طلحہ نے ان سے اپنی خواہش پوری کی، جب ام سلیم نے دیکھا کہ وہ سیراب ہو چکے ہیں تو کہنے لگیں کہ اے ابو طلحہ! یہ بتاؤ کہ اگر کسی قوم نے اپنی کوئی چیز عاریتہً کسی کو دے دی ہو اور بعد میں اس کا مطالبہ کریں تو کیا انہیں انکار کرنے کی گنجائش ہے؟ انہوں نے کہا نہیں، حضرت ام سلیم نے کہا کہ پھر اپنے بیٹے پر بھی صبر کیجئے، اس پر وہ ناراض ہوئے اور نبی علیہ السلام کو جا کر اس سارے واقعے کی خبر دی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ تمہاری اس رات میں تمہیں برکت عطا فرمائے۔ ❹

ایک حدیث میں ہے کہ انسان کو صبر سے زیادہ بہتر اور وسعت والی کوئی نعمت عطا نہیں کی گئی۔ ❺ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ اشعث سے فرمایا تھا کہ اگر تم صبر کرو تو یہ ایمان اور ثواب کی نیت سے ہوگا، ورنہ جس طرح جانوروں کو تسلی ہو جاتی ہے تمہیں بھی تسلی ہو ہی جائے گی، مصیبت زدہ آدمی سے کسی نے یہ بھی کہا تھا کہ دو عظیم مصیبتوں کو اپنے اوپر جمع نہ کرو، ایک تو بچہ فوت ہو گیا اور دوسرا اجر بھی ضائع ہو جائے، صحیح مسلم کی ایک روایت میں ہے کہ بچپن میں مر جانے والے نابالغ بچے جنت کے دروازوں کے دربان ہوں گے، اور اپنے باپ یا والدین سے ملیں گے تو ان کے کپڑے یا ہاتھ سے انہیں پکڑ لیں گے اور اس وقت تک نہیں چھوڑیں گے، جب تک جنت میں انہیں داخل نہ کرا دیں گے۔ ❻ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے ایک صاحبزادے کی تدفین سے فارغ ہوئے تو مسکرانے لگے، کسی نے وجہ پوچھی تو فرمایا میں شیطان کو ذلیل کرنا چاہتا ہوں، عمر بن عبد العزیز رحمہ اللہ نے اپنے ایک بیٹے کو نزع کی حالت میں دیکھا تو فرمایا پیارے بیٹے! تو میرے نامہ اعمال کی ترازو میں ہو، میرے نزدیک یہ

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق: ٦.

❷ صحیح بخاری، الجنائز: ٣٢۔ صحیح مسلم، الجنائز: ١٤.

❸ ترمذی، الجنائز: ٦٤۔ مسند احمد: ١/ ٣٧٥.

❹ صحیح مسلم، فضائل الصحابة رضی اللہ عنہم ١٠٧.

❺ صحیح بخاری، الرقاق: ٢٠۔ صحیح مسلم، الزکاة: ١٢٤.

❻ صحیح مسلم، البر: ١٥٤۔ مسند احمد: ٢/ ٤٧٧.

اس بات سے بہت بہتر ہے کہ میں تیرے میزان عمل میں ہوں، حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ پر جب قاتلانہ حملہ ہوا اوران کا خون ان کے چہرہ مبارک پر بہنے لگا تو انہوں نے یہ دعا پڑھی ''اے اللہ! تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، تو پاک ہے، میں ہی ظالموں میں سے تھا۔'' ❶ اے اللہ! میں ان لوگوں کے خلاف تجھ ہی سے مدد مانگتا ہوں، اپنے تمام معاملات میں تیری ہی مدد کی درخواست کرتا ہوں اور جس امتحان میں تو نے مجھے ڈالا ہے اس میں تجھ سے ثابت قدمی کا سوال کرتا ہوں۔

عروہ رحمہ اللہ کی ٹانگ پر ایک پھوڑا نکل آیا تھا، جس کی وجہ سے اسے کاٹنا پڑا، لیکن انہوں نے آہ بھی نہیں کی، بس یہی کہتے رہے کہ ''ہمیں اس سفر سے بڑی تھکاوٹ ہوئی۔'' ❷ لیکن اس رات بھی اپنے معمولات و وظائف ترک نہیں کیے، اس وقت کے حکمران ولید کے پاس ایک نابینا آدمی آیا، ولید نے اس سے اس کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ اس کے بیوی بچے بھی تھے اور خوب مال و دولت بھی اللہ نے دے رکھا تھا، ایک دن سیلاب آیا اور سب کچھ بہا کر لے گیا، صرف ایک اونٹ اور ایک چھوٹا بچہ باقی بچا، اتفاق سے ایک دن اونٹ بدک کر بھاگ نکلا، وہ اس کے پیچھے گیا، ادھر سے ایک بھیڑیا آیا اور اس کے بچے کو چیر پھاڑ کر کھا گیا، ادھر وہ خود جب اونٹ کے پاس پہنچا تو اس کا اپنا ہی نیزہ اس کی آنکھ پر لگا اور اس کی بینائی ضائع ہوگئی، اب صورت حال یہ ہے کہ اس کے پاس کچھ مال ہے اور نہ کوئی اولاد، ولید نے اس کی داستان غم سن کر کہا کہ اسے عروہ کے پاس لے جاؤ تا کہ انہیں پتہ چلے کہ زمین میں ایسے لوگ بھی موجود ہیں جن کی مصیبتیں ان سے بھی زیادہ سخت ہیں۔

مدائنی نے ایک جنگل میں ایک نہایت خوبصورت عورت کو دیکھا، وہ سمجھے کہ شاید یہ عورت انتہائی خوش ہے لیکن اس عورت نے انہیں بتایا کہ وہ بہت غمگین اور پریشان ہے اور اس کی تفصیل اس نے اس طرح بتائی کہ اس کے شوہر نے ایک بکری ذبح کی، بکری ذبح ہوتے ہوئے دیکھ کر اس کے دونوں بیٹوں نے یہ عمل دہرانے کے لیے ایک دوسرے کو آمادہ کیا اور ایک نے دوسرے کو ذبح کر دیا، پھر وہ ڈر کر پہاڑ کی طرف بھاگ گیا، وہاں ایک بھیڑیا اسے کھا گیا، اس کا باپ اس کی تلاش میں نکلا لیکن راستہ بھٹک گیا اور پیاس کی حالت میں ہی مر گیا، مدائنی نے اس عورت سے پوچھا کہ پھر تجھے ان تمام مصائب پر صبر کیسے آگیا؟ وہ کہنے لگی کہ یہ ایک زخم تھا جو مندمل ہو گیا۔

مالک بن دینار کی توبہ کا سبب یہ بنا کہ ابتداء میں وہ بہت نشہ کرتے تھے، ایک دن ان کی ایک بیٹی مر گئی جس سے وہ بہت محبت کرتے تھے، شعبان کی پندرہویں رات انہوں نے خواب دیکھا کہ جیسے وہ اپنی قبر سے نکلے ہیں، ایک بہت بڑا سانپ ان کے پیچھے لگ گیا، وہ جتنا تیز بھاگتے سانپ بھی اپنی رفتار تیز کر دیتا، راستے میں ان کا گذر ایک بہت ضعیف بزرگ کے پاس ہوا تو ان سے درخواست کی اس سانپ سے بچالیں، انہوں نے کہا کہ میں ایسا کرنے سے عاجز ہوں، تم تیزی سے آگے بڑھتے رہو شاید نجات کا کوئی سبب بن جائے، چنانچہ وہ تیزی سے پھر دوڑنے لگے، سانپ ابھی تک ان کے پیچھے تھا، یہاں تک کہ وہ ایک بلند جگہ پر پہنچے، وہاں جہنم کی آگ بھڑک رہی تھی، قریب تھا کہ وہ اس میں گر جاتے لیکن اچانک ایک آواز آئی کہ تم اہل جہنم میں سے نہیں ہو، وہ وہاں سے آگے بڑھ کر ایک پہاڑ پر پہنچے جہاں چھپنے کے لیے آڑ بھی موجود تھی، اچانک وہاں ایک آواز

---

❶ الانبياء: ۸۷. ❷ الكهف: ۶۲.

گونجی کہ اس ناامید کو پکڑ لو کہیں ایسا نہ ہو کہ اس کا دشمن (سانپ) اس کے قریب پہنچ جائے، اس آواز کے ساتھ ہی کچھ بچے نمودار ہوئے، ان میں ان کی بیٹی بھی تھی، وہ اتر کر ان کے پاس آئی اور اپنا داہنا ہاتھ سانپ کو مارا، وہ اسی وقت بھاگ اٹھا، اس کے بعد ان کی بیٹی ان کی گود میں یہ کہتے ہوئے بیٹھ گئی ''کیا ایمان والوں کے لیے اب بھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل اللہ کے ذکر اور ان چیزوں سے جو اس نے برحق نازل کی ہیں ڈر جائیں'' [1] مالک کہتے ہیں کہ میں نے اپنی بیٹی سے پوچھا کہ کیا تم قرآن پڑھ سکتی ہو؟ اس نے کہا کہ ہم سب لوگ اسے آپ لوگوں سے زیادہ سمجھتے ہیں، مالک نے اس سے اس جگہ ٹھہرنے کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ ان سب بچوں کو قیامت تک کے لیے یہیں ٹھہرایا گیا ہے، یہ اپنے والدین کا انتظار کر رہے ہیں، جنہوں نے انہیں آگے بھیجا تھا، پھر مالک نے اس سے سانپ کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ آپ کے برے اعمال تھے، پھر مالک نے اس بوڑھے آدمی کے متعلق پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ آپ کے نیک اعمال تھے جنہیں آپ نے اتنا کمزور کر رکھا ہے کہ ان میں آپ کے برے اعمال سے مقابلہ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اس لیے اللہ سے توبہ کیجئے، اور ہلاکت میں نہ پڑیئے، اس کے بعد اسے اٹھالیا گیا، اسی وقت ان کی آنکھ کھل گئی اور انہوں نے پکی سچی توبہ کر لی، اب دیکھئے کہ بچپن میں فوت ہو جانے والے بچوں کا کیا فائدہ ہے، لیکن یہ فائدہ اسی شخص کو ہوگا جو اللہ کی تقدیر پر راضی رہے اور صبر کرے۔ لیکن جو شخص اللہ کی تقدیر پر راضی نہ ہو اور واویلا مچائے تو اس پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ مروی ہے کہ مصیبت کے وقت رانوں پر ہاتھ مارنے سے اجر ضائع ہو جاتا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص کسی مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ اپنے کپڑے پھاڑے، رخسار پیٹے، گریبان چاک کرے، یا بال نوچے گویا اس نے ایک نیزہ پکڑ لیا ہے اور وہ اس کے ذریعے اپنے رب سے جنگ کرنا چاہتا ہے۔

صالح مزنی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں شب جمعہ کے موقع پر قبرستان میں سو رہا تھا، میں نے خواب میں دیکھا کہ سب مردے اپنی قبروں سے نکل رہے ہیں اور انہوں نے ایک حلقہ بنالیا ہے، تھوڑی ہی دیر میں آسمان سے ڈھکے ہوئے خوان پوش اترے، ان میں ایک نوجوان بھی تھا جو عذاب میں مبتلا تھا، میں نے آگے بڑھ کر اس سے عذاب کی وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ میری والدہ نے مجھ پر رونے والوں کو جمع کر رکھا ہے جس کی وجہ سے مجھے عذاب ہو رہا ہے، اللہ اسے میری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے، یہ کہہ کر وہ رو پڑا پھر مجھ سے اپنی والدہ کے پاس جانے کی درخواست کی اور مجھے اس کا پتہ سمجھا کر کہنے لگا کہ میری والدہ کو اللہ کا واسطہ دے کر کہنا کہ یہ کام چھوڑ دیں جس کی وجہ سے مجھے سخت عذاب کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے، صبح ہوئی تو میں اس کی والدہ کے پاس گیا، دیکھا تو واقعی وہاں رونے والے موجود تھے اور خود اس کا اپنا چہرہ رو رو کر سیاہ اور طمانچے مار مار کر برا حال ہو چکا تھا، میں نے اس خواب کا اس سے تذکرہ کیا تو اس نے اسی وقت ان چیزوں سے توبہ کی، ان رونے والوں کو گھر سے نکالا اور مجھے کچھ دراہم اس کی طرف سے صدقہ کرنے کے لیے دیئے، میں اپنے معمول کے مطابق جب اگلی شب جمعہ کو قبرستان پہنچا تو اس وقت تک میں وہ دراہم صدقہ کر چکا تھا، چنانچہ اب جو میں سویا تو میں نے خواب میں اسی نوجوان کو دوبارہ دیکھا کہ وہ کہہ رہا تھا اللہ تعالیٰ تمہیں میری طرف سے جزائے خیر عطاء فرمائے، اللہ نے مجھ سے وہ عذاب دور کر دیا اور وہ صدقہ بھی مجھ تک پہنچ گیا

---

[1] الحدید: ١٦.

ہے لہٰذا میری والدہ کو اس کے متعلق بتا دینا، چنانچہ میں بیدار ہو کر اس کی والدہ کے گھر پہنچا تو پتہ چلا کہ وہ فوت ہو چکی ہے، میں بھی اس کی نماز جنازہ میں شریک ہوا اور اس کے بیٹے کے پہلو میں اسے دفن کر دیا۔

ترمذی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن جب آزمائشوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہونے والوں کو اجر وثواب دیا جائے گا تو عافیت میں رہنے والے لوگ اس وقت تمنا کریں گے کہ کاش! ان کی کھالوں کو قینچیوں سے کاٹ دیا گیا ہوتا۔ ❶ یعنی وہ اس پر صبر کرتے تاکہ انہیں بھی یہ بلند درجات نصیب ہوتے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن شہید کو لایا جائے گا اور اسے حساب کتاب کے لیے کھڑا کر دیا جائے گا، پھر صدقہ وخیرات کرنے والے کو لایا جائے گا، اور اسے بھی حساب کتاب کے لیے کھڑا کر دیا جائے گا، پھر آزمائشوں اور مصیبتوں میں مبتلا رہنے والوں کو لایا جائے گا تو ان کے لیے کوئی ترازو نصب کیا جائے گا اور نہ کوئی رجسٹر کھول کر پھیلایا جائے گا، بلکہ ان پر اجر وثواب خوب اچھی طرح انڈیلا جائے گا، حتیٰ کہ عافیت کی زندگی گذارنے والے اس میدان حشر میں یہ تمنا کرنے لگیں گے کہ ان کے جسموں کو قینچیوں سے کاٹ دیا گیا ہوتا، تاکہ اللہ کی طرف سے ملنے والا یہ عمدہ بدلہ وہ بھی حاصل کر سکتے، بخاری وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس شخص کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے، اسے مصائب میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ❷ یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ جب اللہ کسی قوم سے محبت کرتا ہے تو انہیں آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر جو صبر کرتا ہے اسے صبر کا بدلہ ملتا ہے اور جو جزع فزع کرتا ہے اسے جزع فزع ملتی ہے۔

امام احمد، ابوداؤد، ابویعلی اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے کسی شخص کے بلند مرتبے پر پہنچنے کا فیصلہ پہلے سے ہو چکا ہو لیکن اپنے اعمال کی بدولت وہ وہاں تک پہنچ نہ سکتا ہو تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے جسم، مال یا اولاد کے حوالے سے کسی آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے، پھر اسے اس پر صبر کی توفیق بھی دے دیتا ہے، یہاں تک کہ اسے اس مرتبے پر پہنچا دیتا ہے جس کا وہ پہلے سے فیصلہ کر چکا ہوتا ہے۔ ❸ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ آزمائشوں کے ذریعے تمہاری پرکھ اسی طرح فرماتا ہے جیسے تم لوگ آگ کے ذریعے سونے کو پرکھتے ہو، پھر جو شخص ان آزمائشوں سے خالص سونے کی طرح نکل آئے تو یہ وہی شخص ہوتا ہے جسے اللہ تعالیٰ شبہات سے محفوظ فرمالیتا ہے، بعض لوگ اس سے کم درجے میں ہوتے ہیں سو انہیں کچھ شکوک وشبہات رہتے ہیں، اور بعض لوگ کالے سونے کی طرح نکلتے ہیں، یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو فتنوں میں مبتلا ہوتے ہیں۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کبھی کسی مسلمان کو تھکاوٹ، بیماری، خیالات، غم اور پریشانی آتی ہے حتیٰ کہ وہ کانٹا جو اسے چبھتا ہے، اللہ تعالیٰ ان سب چیزوں کے ذریعے اس کے گناہوں کا کفارہ فرما دیتا ہے۔ ❹ یہ روایت بھی صحیح ہے کہ مومن مرد وعورت پر اس کی جان، مال اور اولاد کے حوالے سے پے در پے مصائب آتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ اللہ سے

---

❶ ترمذي، الزهد: ٥٩.

❷ صحيح بخاري، المرضى: ١ ـ صحيح مسلم، الامارة: ١٧٥.

❸ مسند احمد: ٥ / ٢٧٢.

❹ صحيح بخاري، المرضى: ١ ـ صحيح مسلم، البر: ٥٠ ـ

اس حال میں ملاقات کرتا ہے کہ اس کے اوپر کسی گناہ کا دھبہ نہیں ہوتا ❶ یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ جس شخص کو اپنی جان یا مال کے حوالے سے کوئی مصیبت پہنچے اور وہ اسے چھپائے، لوگوں کے سامنے بیان نہ کرے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے معاف فرمادے ❷ یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ مؤمن کی بیماری اس کے گناہوں کا کفارہ ہوتی ہے، جب مؤمن بیمار ہوتا ہے تو اللہ اسے گناہوں سے یوں پاک صاف کر دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے۔ ❸

ایک عورت ''جسے لوگ پاگل کہتے تھے'' نے نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ اس کے حق میں جنون سے شفایابی کی دعا کر دیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں دعا کر دیتا ہوں، اللہ تمہیں شفا دیدے گا اور اگر تم چاہو تو صبر کر لو، اس صورت میں قیامت کے دن تمہارا کوئی حساب کتاب نہ ہوگا، اس نے کہا کہ میں صبر کرلوں گی تاکہ میرا حساب کتاب نہ ہو، ایک حدیث میں آتا ہے کہ مؤمن کو جو پسینہ آتا ہے، اللہ اس کیوجہ سے اس کا ایک گناہ معاف فرماتا ہے، ایک نیکی لکھتا ہے اور ایک درجہ بلند کر دیتا ہے، ایک روایت میں آتا ہے کہ جب بندہ بیمار ہو جاتا ہے یا سفر پر چلا جاتا ہے تو اس کیلئے ان تمام اعمال کا ثواب لکھا جاتا ہے جو وہ تندرستی (یا اقامت) کی حالت میں کرتا تھا، ایک روایت میں آتا ہے کہ بیمار آدمی کے گناہ ایسے جھڑ جاتے ہیں جیسے درختوں کے پتے جھڑ جاتے ہیں، ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کو بیماری کے ذریعے آزماتا ہے یہاں تک کہ اس کے ہر گناہ کا کفارہ کر دیتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ بخاری کو برا بھلا نہ کہا کرو کیونکہ یہ بنی آدم کے گناہوں کو اس طرح مٹا دیتا ہے جیسے بھٹی لوہے کے میل کچیل کو، ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک رات کے بخار سے مؤمن کے تمام گناہوں کا کفارہ فرمادیتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ بخار جہنم کی آگ میں سے مسلمان کا حصہ ہے (جو دنیا میں ہو کر ختم ہو جاتا ہے) ایک روایت میں ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی ''جو شخص برا کام کرے گا، اسے اس کا بدلہ دیا جائیگا ❹ تو لوگوں کو یہ حکم بہت سخت معلوم ہوا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے اس کے متعلق دریافت کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ابوبکر! اللہ آپ کی مغفرت فرمائے، کیا آپ بیمار نہیں ہوتے؟ کیا آپ غمگین نہیں ہوتے؟ کیا آپ کو پریشانی نہیں آتی؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہی وہ بدلہ ہے جو تمہیں دیا جاتا ہے۔

۱۱۹-۱۲۰۔ مردے کی ہڈی توڑنا اور قبر پر بیٹھنا

ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا مردے کی ہڈی توڑنا ایسے ہے جیسے کسی زندہ آدمی کی ہڈی توڑنا۔ ❺ مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص چنگاری پر بیٹھ جائے جس سے اس کے کپڑے جل جائیں اور وہ آگ اس کی کھال تک پہنچ جائے، یہ اس سے بہتر ہے کہ وہ قبر پر بیٹھے۔ ❻ ابن ماجہ نے بھی یہ مضمون نقل کیا ہے، طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک چنگاریوں کو روندنا کسی

---

❶ صحیح مسلم، المنافقین: ۵۸.
❷ مجمع الزوائد: ۲/ ۳۳۱.
❸ مجمع الزوائد: ۲/ ۳۰۲.
❹ النساء: ۱۲۳.
❺ ابوداود، الجنائز: ۶۰ ـ ابن ماجہ، الجنائز: ۶۳.
❻ صحیح مسلم، الجنائز: ۹۶ ـ ابن ماجہ، الجنائز: ۴۵.

مسلمان کی قبر کو روندنے سے کہیں زیادہ پسند ہے، طبرانی ہی نے عمارہ بن حزم سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے مجھے کسی قبر پر بیٹھے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے قبر والے! قبر سے نیچے اترو، قبر والے کو ایذاء نہ پہنچاؤ تا کہ وہ تمہیں ایذاء نہ پہنچائے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے نہیں گذری لیکن ان احادیث سے یہ بات سمجھ میں آجاتی ہے کیونکہ اس میں جو وعید وارد ہوئی ہے وہ بہت شدید ہے، اور کوئی شک نہیں کہ مردے کی ہڈی توڑنا زندہ آدمی کی ہڈی توڑنے کی طرح ہے، باقی رہا قبر پر بیٹھنا تو ہمارے علماء کی ایک جماعت اسے حرام سمجھتی ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اپنی بعض کتابوں میں مذکورہ حدیث سے استنباط کرتے ہوئے انہی حضرات کی پیروی کی ہے اور ہم بھی یہیں سے اس کا کبیرہ ہونا اخذ کرتے ہیں کیونکہ اس پر بھی کبیرہ گناہ کی یہ تعریف صادق آتی ہے کہ جس پر شدید وعید وارد ہوتی ہو۔

۱۲۱ تا ۱۲۳۔ عورتوں کا قبرستان جانا، جنازے کی مشایعت کرنا اور قبروں پر مسجد بنانا یا چراغ لگانا

ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے قبرستان جانے والی عورتوں اور ان پر مساجد بنانے اور چراغاں کرنے والوں پر لعنت فرمائی ہے۔ (1) ابوداؤد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ہمراہ ایک میت کو قبر میں اتار رہے تھے، فراغت کے بعد نبی علیہ السلام وہاں سے واپس روانہ ہوئے تو ہم بھی واپس ہو گئے، جب نبی علیہ السلام اپنے گھر کے دروازے کے سامنے پہنچے تو اچانک رک گئے کیونکہ سامنے سے ایک عورت آرہی تھی، اور غالباً نبی علیہ السلام اسے پہچان گئے تھے کیونکہ وہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا تھیں، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا فاطمہ! تمہیں اپنے گھر سے کس چیز نے باہر نکالا؟ وہ کہنے لگیں یا رسول اللہ! میں اس میت کے گھر ان سے تعزیت کے لیے گئی تھی، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم ان کے ساتھ قبرستان بھی گئی تھیں؟ انہوں نے کہا معاذ اللہ! جب کہ میں آپ سے اس کے متعلق سخت الفاظ سن چکی ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ان کے ساتھ قبرستان چلی جاتیں تو تم جنت کو دیکھ بھی نہ پاتیں یہاں تک کہ تمہارے باپ کا دادا اسے دیکھ لے۔ (2) ابن ماجہ اور ابو یعلی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام باہر تشریف لائے تو کچھ عورتیں بیٹھی نظر آئیں، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھی ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہم جنازے کا انتظار کر رہی ہیں، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم اسے غسل دو گی؟ انہوں نے کہا نہیں، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم اسے کندھا دو گی؟ انہوں نے کہا نہیں، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تم اسے قبر میں اتارو گی؟ انہوں نے کہا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر واپس چلی جاؤ اس حال میں کہ تم پر اس کا وبال ہے، ثواب نہیں۔ (3)

---

(1) ابوداود، الجنائز: ۷۸۔ نسائی، الجنائز: ۱۰۴۔ مسند احمد: ۱/ ۲۲۹.

(2) ابوداود، الجنائز: ۲۲۔ نسائی، الجنائز: ۲۷۔ مسند احمد: ۲/ ۱۶۹.

(3) ابن ماجه، الجنائز: ۵۰.

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو جو کبیرہ قرار دیا گیا ہے، ان میں سے پہلے دو گناہوں کے متعلق پہلی حدیث صریح ہے، کیونکہ اس میں لعنت کے الفاظ ہیں، دوسرے گناہ کے متعلق دوسری حدیث صریح ہے، تیسرے گناہ یعنی مشایعت کے حوالے سے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی حدیث صریح ہے، میری نظر سے ان گناہوں کو کبائر میں شمار کرنے کی کوئی تصریح نہیں گذری بلکہ ہمارے علماء نے کبیرہ تو دور کی بات، انہیں حرام بھی قرار نہیں دیا بلکہ ان کی کراہت کی تصریح کی ہے، لہٰذا ان گناہوں کو کبائر پر اس صورت میں محمول کرنا چاہیے جبکہ ان کے مفاسد بہت زیادہ ہوں، جیسا کہ قبرستان جاتے ہوئے اور جنازوں کے پیچھے بہت سی عورتیں کرتی ہیں، یا تو یہ نوحہ کے ساتھ ملی ہوئی چیز ہے یا اسے قبرستان جاتے ہوئے ایسی زیب و زینت کے ساتھ شمار کیا جائے گا، جس سے فتنے کا قوی اندیشہ ہوتا ہے، اس طرح قبرستان میں کوئی ایسی مسجد بنالینا جہاں عام لوگوں کو داخل ہونے کی اجازت نہ ہو کہ یہ غصب کے حکم میں ہے، اس طرح قبروں پر بہت زیادہ چراغاں کرنا کہ یہ حرام کاموں میں مال خرچ کرنا اور فضول خرچی ہے، ظاہر ہے کہ پھر انہیں کبائر میں قرار دیا جائے گا۔

۱۲۴-۱۲۵۔ جھاڑ پھونک کرنا اور تعویذ گنڈے لٹکانا

امام احمد، ابو یعلی اور حاکم نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے، جو شخص "تمیمہ" (تعویذ) لٹکائے، اللہ اس کے کام کو کبھی تام (مکمل) نہ فرمائے، اور جو شخص "ودعہ" (سمندر پار سے لائی جانے والی وہ سفید چیز جو نظر بد کے اندیشے سے بچوں کے گلے میں لٹکائی جاتی ہے) لٹکائے، اللہ اسے کبھی سکون عطا نہ فرمائے۔ [1] امام احمد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے پاس دس سوار آئے، نبی علیہ السلام نے ان میں سے نو کی بیعت قبول فرمالی اور ایک آدمی سے ہاتھ روک لیا، لوگوں نے وجہ پوچھی تو فرمایا اس کے بازو پر تعویذ بندھا ہوا ہے، یہ سنتے ہی اس نے وہ تعویذ نوچ ڈالا اور نبی علیہ السلام نے اسے بھی بیعت فرمالیا، پھر فرمایا جو شخص تعویذ لٹکاتا ہے وہ شرک کرتا ہے۔ [2] اسی طرح ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کے بازو پر پیتل کا ایک چھلا بندھا ہوا دیکھا تو پوچھا ارے بھئی! یہ کیا ہے؟ اس نے کہا کہ یہ واہنہ یعنی بیماری کمزور کرنے کے لیے ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ تمہارے وہن یعنی کمزوری میں مزید اضافہ کرے گا، اسے اتار کر پھینک دو، کیونکہ اگر تم اس حال میں مر گئے کہ یہ تعویذ تمہارے ہاتھ پر بندھا رہا تو تم کبھی کامیاب نہ ہو گے۔ [3]

صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اپنی اہلیہ کے پاس تشریف لے گئے تو اس کی گردن میں ایک تعویذ پڑا ہوا نظر آیا، انہوں نے اسے کھینچ کر توڑ دیا، اور فرمایا عبداللہ کے گھر والے اس بات سے بری ہیں کہ وہ اللہ کے ساتھ ایسی چیزوں کو شریک ٹھہرائیں جن کی اس نے کوئی دلیل نہیں اتاری، پھر فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جھاڑ پھونک، تعویذ اور تولہ شرک ہیں، لوگوں نے عرض کیا اے ابو عبدالرحمٰن! پہلی دو چیزیں تو ہم سمجھ گئے، تولہ

---

[1] مسند احمد: ٤/ ١٥٤. [2] مسند احمد: ٤/١٥٦.

[3] ابن ماجه، الطب: ٣٩- مسند احمد: ٤/٤٤٥.

سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ چیز جو عورتیں اپنے شوہروں کی محبت حاصل کرنے کے لیے اختیار کرتی ہیں۔ [1] ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کی اہلیہ نے کہا کہ ایک دن میں گھر سے باہر نکلی تو مجھے فلاں آدمی نے دیکھا، میری وہ آنکھ جو اس کی جانب تھی پھڑکنے لگی، جب میں اس پر جھاڑ پھونک کرتی ہوں تو وہ ٹھیک ہو جاتی ہے، چھوڑتی ہوں تو دوبارہ پھڑکنے لگتی ہے، انہوں نے فرمایا یہ شیطان ہے، جب تم اس کی اطاعت کرتی ہو تو وہ تمہیں چھوڑ دیتا ہے، اور جب نافرمانی کرتی ہو تو وہ اپنی انگلی تمہاری آنکھ میں چبھو دیتا ہے لیکن اگر تم اسی طرح کرلو جیسے نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ کرتے تھے تو تمہارے حق میں بہتر بھی ہو اور تمہیں جلد شفا بھی مل جاتے، تم اپنی آنکھ پر پانی چھڑکو اور یوں کہو اے لوگوں کے رب! اس تکلیف کو دور فرما، اور شفا عطا فرما، کیونکہ تو ہی شفا دینے والا ہے، تیرے علاوہ کوئی شفا نہیں دے سکتا، ایسی شفا جو بیماری کا نام ونشان بھی نہ چھوڑے اور صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ تمیمہ (تعویذ) وہ نہیں ہے جو مصیبت آنے کے بعد لٹکایا جائے، تمیمہ وہ ہے جو مصیبت آنے سے پہلے لٹکایا جائے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبائر میں شمار کرنے کا تقاضا ان تمام احادیث سے پیدا ہوتا ہے، خاص طور پر اس حدیث سے جس میں اسے شرک قرار دیا گیا ہے، لیکن میں نے خصوصیت کے ساتھ اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی کوئی تصریح نہیں دیکھی، البتہ علماء کی تصریحات سے یہ بات سمجھ میں ضرور آتی ہے، البتہ اسے اس صورت پر محمول کیا جائے گا، جبکہ تعویذ وغیرہ لٹکانے کی وجہ یہ ہو کہ انسان ان چیزوں کو آفات ومصائب دور کرنے میں موثر حقیقی سمجھے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ عقیدہ سراسر گمراہی اور جہالت پر مبنی ہے اور اکبر الکبائر میں سے ہے، اس لیے کہ اگر یہ شرک نہ ہو تو کم از کم شرک کے قریب ضرور ہے، یہی حکم جھاڑ پھونک کا بھی ہے جبکہ وہ اسی صورت پر محمول ہو، یا یہ کہ وہ کسی ایسی زبان کے الفاظ پر مشتمل ہو جن کا معنی معلوم نہ ہو، اس صورت میں جھاڑ پھونک صراحۃً حرام ہوگی، جیسا کہ خطابی اور بیہقی وغیرہ نے تصریح کی ہے، ابن عبد السلام نے اس پر نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ کے اس فرمان سے استدلال کیا ہے کہ جب لوگوں نے نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ سے جھاڑ پھونک کا حکم پوچھا تو نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا تم اپنے جھاڑ پھونک کے الفاظ میرے سامنے پیش کرو، اس حدیث کو نقل کر کے خطابی نے کہا ہے کہ اگر منتر کے الفاظ کا معنی معلوم ہو اور ان میں اللہ تعالیٰ کا ذکر ہو تو یہ مستحب ہے اور اس سے برکت حاصل کی جاسکتی ہے۔

۱۲۶۔ اللہ تعالیٰ سے ملنے کو ناگوار اور ناپسند سمجھنا

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا جو شخص اللہ سے ملنے کو پسند کرتا ہو، اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور جو شخص اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہو، اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے میں نے عرض کیا اے اللہ کے نبی! جہاں تک موت کی ناپسندیدگی کا تعلق ہے تو ہم میں سے ہر شخص موت کو ناپسند کرتا ہے؟ نبی عَلَیْہِ السَّلَامُ نے فرمایا اس کا یہ مطلب نہیں ہے، دراصل مومن کو جب اللہ کی رحمت، رضامندی اور جنت کی خوشخبری ملتی ہے تو وہ اللہ سے ملاقات کو پسند کرتا

[1] ابو داود، الطب: ۳۹.

ہے اور اللہ بھی اس سے ملاقات کو پسند کرتا ہے، اور کافر کو جب اللہ کے عذاب اور ناراضگی کی خبر ملتی ہے تو وہ اللہ سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے اور اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے۔ ❶ یہ مضمون حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔

ایک صحیح حدیث میں ہے کہ مومن کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہیں ہوتی اور اللہ بھی اس سے ملنے کو پسند کرتا ہے اور کافر کی موت کا جب وقت آتا ہے تو اس کے نزدیک اللہ تعالیٰ سے ملاقات سے زیادہ کوئی چیز ناگوار نہیں ہوتی اور اللہ بھی اس سے ملنے کو ناپسند کرتا ہے، ابن ماجہ اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ! جو شخص مجھ پر ایمان لائے، میری تصدیق کرے اور اس بات پر یقین رکھے کہ میں آپ کی طرف سے جو شریعت لے کر آیا ہوں، وہ برحق ہے تو اس کے مال اور اولاد کو کم کر دے، اسے اپنی ملاقات کی محبت عطا فرما اور اس کا فیصلہ جلد فرما دے اور جو شخص مجھ پر ایمان لائے اور نہ میری تصدیق کرے، اسے اس بات کا یقین بھی نہ ہو کہ میں آپ کی طرف سے جو شریعت لے کر آیا ہوں، وہ برحق ہے تو اس کے مال اور اولاد میں اضافہ کر دے اور اس کی عمر دراز کر دے۔ ❷ یہ مضمون ابن حبان، ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ ان احادیث سے واضح ہے گو کہ اس کی تصریح میری نظروں سے نہیں گذری، اس لیے کہ اللہ کا کسی شخص سے ملاقات کو پسند نہ کرنا نہایت شدید وعید اور دھمکی ہے، صرف موت کو ناپسند سمجھنے کا یہ حکم نہیں ہے، کیونکہ یہ تو نفس کی فطری طبیعت ہے اس لیے اس کی ناگواری گناہ کا تقاضا نہیں کرتی، بخلاف اس صورت کے کہ جب اللہ سے ملاقات کی ناگواری اس کا سبب ہو کیونکہ یہ اللہ کی رحمت سے ناامیدی کی علامت ہے، اور یہ بات گذر چکی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے۔

زکوٰۃ کا بیان

۱۲۷-۱۲۸۔ زکوٰۃ ادا نہ کرنا یا بغیر عذر شرعی کے اس کی ادائیگی میں تاخیر کرنا

ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ہلاکت ہے ان مشرکوں کے لیے جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے۔'' ❸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والوں کو مشرک قرار دیا ہے، اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ''اللہ تعالیٰ نے جن لوگوں کو اپنے فضل سے جو کچھ عطاء فرما رکھا ہے اور وہ اسے خرچ کرنے میں بخل کرتے ہیں، وہ یہ نہ سمجھیں کہ یہ ان کے حق میں بہتر ہے بلکہ یہ ان کے حق میں بہت برا ہے، عنقریب قیامت کے دن وہ چیزیں ان کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائیں گی، جن میں یہ بخل کرتے رہے اور اللہ ہی

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق: ٤١۔ صحیح مسلم، الذکر: ١٤۔ مسند احمد: ٦/ ٤٤.

❷ ابن ماجه، الزهد: ٨. ❸ فصلت: ٦۔٧.

کے لیے زمین وآسمان کی میراث ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو، اللہ اس سب سے باخبر ہے۔'' ❶ اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ''جس دن جہنم کی آگ میں انہیں تپایا جائے گا اور اس کے ذریعے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور کمروں کو داغا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ ہے وہ مال جسے تم اپنے لیے جمع کر کر کے رکھتے تھے، اب اس چیز کا مزہ چکھو، جو تم جمع کر کے رکھتے تھے۔ ❷

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سونے اور چاندی کا جو مالک بھی اس میں سے اس کا حق ادا نہیں کرتا اس کے لیے آگ کے چوڑے تختے بنائیں جائیں گے، انہیں جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے اس کے پہلو، پیشانی اور پشت کو داغا جائے گا۔ ❸ یعنی اس کے جسم کو ان چیزوں کے لیے وسیع کر دیا جائے گا گو کہ وہ کتنی ہی زیادہ ہوں، طبرانی نے بھی یہ مضمون نقل کرتے ہوئے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اس کی تکمیل یوں کی ہے کہ جب بھی وہ آگ بجھنے لگے گی تو اسے دوبارہ دہکا دیا جائے گا، یہ وہ دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سالوں کے برابر ہو گی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو چکے، پھر اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اونٹوں کا کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اونٹوں کا جو مالک ان کے حقوق ادا نہ کرے ''اونٹوں کا حق یہ ہے کہ جس دن انہیں پانی کے گھاٹ پر لایا جائے اسے دن ان کا دودھ دوہا جائے'' قیامت کے دن ان اونٹوں کے لیے نرم زمین بچھائی جائے گی اور وہ اونٹ پہلے سے زیادہ صحت مند ہو کر آئیں گے، ان میں سے ایک اونٹ بھی کم نہ ہو گا، وہ اونٹ اسے اپنے کھروں سے روندیں گے اور اپنے منہ سے کاٹیں گے، جوں ہی پہلا اونٹ گذرے گا آخری اونٹ پلٹ کر واپس آ جائے گا، یہ وہ دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے، پھر اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھایا جائے گا۔

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گائے اور بکری کا کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا گائے اور بکری کا جو مالک بھی ان کا حق ادا نہ کرے، قیامت کے دن ان کے لیے نرم زمین بچھائی جائے گی اور وہ پہلے سے زیادہ صحت مند ہو کر آئیں گی، ان میں سے ایک گائے اور بکری بھی کم نہ ہو گی، ان میں سے کسی کے سینگ مڑے ہوئے نہ ہوں گے، کوئی بکری بے سینگ نہ ہو گی، کسی بکری کا سینگ ٹوٹا ہوا نہ ہو گا، وہ بکریاں اور گائیں اسے اپنے سینگوں سے نوچیں گی اور اپنے کھروں سے روندیں گی، جوں ہی پہلی بکری یا گائے گذرے گی، آخری پلٹ کر واپس آ جائے گی، یہ وہ دن ہو گا جس کی مقدار پچاس ہزار سال کے برابر ہو گی، یہاں تک کہ بندوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے، پھر اسے جنت یا جہنم کا راستہ دکھا دیا جائے گا۔

کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! گھوڑوں کا کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں، کچھ گھوڑے انسان کے لیے باعث وبال ہیں، کچھ گھوڑے ستر کا ذریعہ ہیں اور کچھ گھوڑے اجر و ثواب کا ذریعہ ہوتے ہیں، جو گھوڑے انسان کے لیے باعث وبال ہو سکتے ہیں تو یہ اس شخص کے گھوڑے ہیں جو انہیں ریاکاری، فخر و غرور اور اہل اسلام کی

---

❶ ال عمران: ۱۸۰. ❷ التوبة: ۳۵.

❸ صحیح مسلم، الزکاة: ۲٤_ مسند احمد: ۲/ ۲٦۲.

دشمنی میں لا کر باندھتا ہے اور جو شخص انہیں اللہ کے راستے میں باندھے، پھر ان کی کمر اور پشت میں اللہ کا حق نہ بھولے تو یہ اس کے حق میں ستر کا سبب ہیں اور جو شخص انہیں اللہ کے راستے میں اہل اسلام کے لیے کسی چراگاہ اور باغ میں باندھے تو وہ گھوڑے اس چراگاہ یا باغ میں سے جو کچھ بھی کھاتے ہیں، اس کے لیے اس کے تناسب سے نیکیاں لکھی جائیں گی، ان کی لید اور پیشاب کے تناسب سے اس کے لیے نیکیاں لکھی جائیں گی اور جب ان کی رسی چھوڑی جائے اور وہ تیزی سے دوڑنے لگیں تو اس تناسب سے اس شخص کے حق میں نیکیاں لکھی جائیں گی اور ان کا مالک جس نہر پر بھی گذرتا ہے اور وہ اس میں سے مالک کی مرضی کے بغیر ہی پانی پی لیں تو اللہ تعالیٰ ان پانی کے قطرات کے برابر ''جو ان گھوڑوں نے پیئے ہوں'' اس کے حق میں نیکیاں لکھ دیتا ہے، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! گدھوں کا کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا گدھوں کے متعلق اللہ تعالیٰ نے مجھ پر اس سے زیادہ جامع کوئی آیت نازل نہیں کی ''جو شخص ذرہ برابر بھی نیکی کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا اور جو شخص ذرہ برابر بھی گناہ کرے گا وہ اسے دیکھ لے گا۔ ❶

امام احمد اور شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں تم میں سے کوئی ایسا آدمی نہ پاؤں جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر ایک اونٹ سوار ہو اور وہ اونٹ آواز نکال رہا ہو، وہ شخص مجھ سے کہے یارسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجئے کیونکہ میں اس وقت یہی جواب دوں گا کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا، میں تم میں سے کوئی ایسا آدمی نہ پاؤں جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر ایک بکری سوار منمنا رہی ہو اور وہ آدمی مجھ سے کہے یارسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجئے کیونکہ میں اس وقت یہی جواب دوں گا کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا، میں تم میں سے کوئی ایسا آدمی نہ پاؤں جو قیامت کے دن اس حال میں آئے کہ اس کی گردن پر ایک گائے سوار ہو اور وہ چیخ رہی ہو وہ آدمی مجھ سے کہے یارسول اللہ ﷺ! میری مدد کیجئے کیونکہ میں اس وقت یہی جواب دوں گا کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، میں نے تمہیں پیغام پہنچا دیا تھا، یہی بات نبی علیہ السلام نے سونے چاندی کے متعلق بھی فرمائی۔ ❷

امام احمد، شیخین، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رب کعبہ کی قسم! قیامت کے دن وہ لوگ خسارے میں ہوں گے (دو مرتبہ یہ جملہ دہرایا) جو کثرت والے ہوں گے سوائے اس شخص کے جو اللہ کے بندوں میں اس اس طرح تقسیم کرے لیکن ایسے لوگ بہت تھوڑے ہیں۔ ❸ اس کے بعد مصنف نے شروع میں ذکر ہونے والی حدیث کے الفاظ دوبارہ ذکر کیے ہیں، تکرار سے بچنے کے لیے ہم ان کا ترجمہ دوبارہ نہیں کررہے۔

ابن ماجہ، نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، قیامت کے دن اس کا مال ایک گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا، اور اسے طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دیا جائے گا،

---

❶ زلزال: ۷۔۸.

❷ صحیح بخاری، الجهاد: ۱۸۹۔ صحیح مسلم، الامارة: ۲٤۔ مسند احمد: ۲ / ٤۲٦.

❸ صحیح بخاری، الأیمان: ۳۔ صحیح مسلم، الزکاة: ۲۹۔ مسند احمد: ۵ / ۱۵۲.

پھر نبی علیہ السلام نے ہمارے سامنے اس کی تصدیق کے لیے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی ''وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں...... ''❶ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مالدار مسلمانوں پر ان کے مال میں اتنی مقدار فرض کی ہے جو فقراء کو کافی ہو سکے، فقراء اگر بھوک یا برہنگی کا شکار ہوں تو ان کی ضروریات اتنی ہی مقدار سے پوری ہو جاتی ہیں جو مالدار لوگ ضائع کر دیتے ہیں، یاد رکھو! اللہ ان سے شدید حساب لے گا اور انہیں دردناک عذاب دے گا، امام احمد، ابویعلی، ابن حبان اور ابن خزیمہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سود کھانے والا، کھلانے والا جبکہ ان دونوں کو معلوم بھی ہو، جسم گودنے والی اور جسم گودنے کا عمل کروانے والی، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا یا اس میں ٹال مٹول کرنے والا اور ہجرت کے بعد مرتد ہو کر اپنے دیہات میں واپس جانے والا سب لوگ نبی علیہ السلام کی زبانی قیامت کے دن ملعون ہوں گے۔ ❷ یہ مضمون اصبہانی نے بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن فقراء کی طرف سے مالداروں کے لیے ہلاکت ہے، فقراء کہہ رہے ہوں گے کہ اے اللہ! تو نے ہمارے جو حقوق ان پر مقرر فرمائے تھے، انہوں نے ہمارے حقوق ادا نہ کر کے ہم پر ظلم کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری عزت اور جلال کی قسم! میں تمہیں اپنا قرب عطا کروں گا اور انہیں اپنے سے دور کر دوں گا، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وہ لوگ جن کے مال میں سوال کرنے والوں اور محروم لوگوں کا متعین حق ہوتا ہے۔ ❸ ابن ابی شیبہ، احمد، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے سامنے جنت میں داخل ہونے والے پہلے تین گروہ اور جہنم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین گروہ پیش کیے گئے، سب سے پہلے جنت میں داخل ہونے والے تین گروہ یہ ہیں شہید، وہ غلام جو اپنے رب کی عبادت بھی خوب کرے اور اپنے آقا کا بھی خیر خواہ ہو، اپنی عفت کی حفاظت کر کے لوگوں کے سامنے سوال کرنے سے بچنے والا اور سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے تین گروہ یہ ہیں وہ حکمران جو زبردستی مسلط ہو گیا ہو، وہ مالدار جو اپنے مال و دولت میں اللہ کا حق ادا نہ کرتا ہو، اور وہ فقیر جو فخر و غرور میں مبتلا ہو، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ہمیں نماز قائم کرنے اور زکوٰۃ دینے کا حکم دیا گیا ہے، جو شخص زکوٰۃ ادا نہ کرے اس کی نماز نہیں ہوتی، یہ مضمون مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔

بزار، طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے پیچھے خزانہ چھوڑ جائے، اس کا خزانہ قیامت کے دن ایک گنجے سانپ کی شکل میں آئے گا جو دو دھاری ہو گا، اور اس کا پیچھا کرے گا، وہ شخص اس سے پوچھے گا کہ تو کون ہے؟ وہ جواب دے گا کہ میں تیرا وہی خزانہ ہوں جسے تو اپنے پیچھے چھوڑ آیا تھا، وہ مسلسل اس کا پیچھا کرتا رہے گا یہاں تک کہ اس کے ہاتھ کو اپنا لقمہ بنا لے گا اور اسے چبانے لگے گا پھر باقی جسم کے ساتھ بھی یہی سلوک کرے گا۔ نسائی نے اس مضمون میں یوں نقل کیا ہے کہ اس سانپ کو اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا، یہ مضمون بخاری اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار چیزیں ہیں جنہیں اللہ نے اسلام میں فرض قرار دیا ہے، جو شخص ان میں

---

❶ ال عمران: ۱۸۰. مضمون کے شروع میں آیت کا ترجمہ مکمل گذر چکا ہے۔

❷ مسند احمد: ۱/۴۰۹. ❸ المعارج: ۲۴-۲۵.

سے تین کام لے کر آئے تو وہ اسے کچھ فائدہ نہ پہنچا سکیں گی یہاں تک کہ وہ سارے کام کر لے، نماز، زکوٰۃ، ماہ رمضان کے روزے اور بیت اللہ کا حج۔

بزار نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک گھوڑا لایا گیا، اس کا ہر قدم تا حد نگاہ پڑتا تھا، نبی علیہ السلام روانہ ہوئے، ان کے ہمراہ جبریل بھی تھے، راستے میں نبی علیہ السلام کا گذر ایک قوم پر ہوا، یہ لوگ ایک ہی دن میں فصل بوتے تھے اور اسی دن کاٹ لیتے تھے، اور جب کاٹ لیتے تو وہ فصل پھر پہلے کی طرح ہو جاتی، نبی علیہ السلام نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل علیہ السلام نے فرمایا یہ اللہ کے راستے میں جہاد کرنے والے ہیں، انہیں سات سو گنا نیکیاں ملتی ہیں اور جو کچھ وہ خرچ کرتے ہیں وہ ان کے پیچھے رہتا ہے، پھر نبی علیہ السلام کا گذر ایک اور قوم پر ہوا، ان لوگوں کے سر بڑے بڑے پتھروں سے کچلے جا رہے تھے، جب ان کا سر چکنا چور ہو جاتا تو پھر پہلے کی طرح صحیح ہو جاتا، اور اس میں کوئی کمی نہیں ہو رہی تھی، نبی علیہ السلام نے پوچھا: جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نماز سے غافل ہو کر اپنے سروں کو بوجھل کر لیتے ہیں، پھر نبی علیہ السلام کا گذر ایک قوم پر ہوا جن کی دونوں شرمگاہوں پر چیتھڑے تھے اور وہ ضریع، زقوم اور جہنم کے انگارے یوں چر رہے تھے جیسے جانور چرتے ہیں، نبی علیہ السلام نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے اموال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تھے، اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم نہیں کرتا۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بر و بحر میں جو مال بھی ضائع ہوتا ہے وہ زکوٰۃ کی عدم ادائیگی کی وجہ سے ہوتا ہے، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا قیامت کے دن جہنم میں ہوگا، بزار اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زکوٰۃ کا مال انسان کے جس مال میں شامل رہے وہ اس کے سارے مال کو تباہ کر دیتا ہے یعنی زکوٰۃ کا وہ مال جو اس نے اپنے مال میں ہی رہنے دیا، اسے نکالا نہیں وہ اس کے سارے مال کو تباہ کر دیتا ہے، یا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ اگر کوئی شخص غنی ہونے کے باوجود زکوٰۃ کا پیسہ کسی سے لے کر اپنے مال میں شامل کر لیتا ہے، وہ اس کے سارے مال کو تباہ کر دیتا ہے، یہ تفسیر امام احمد نے کی ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں کے لیے نماز کو ظاہر رکھا گیا ہے، لہٰذا وہ اسے قبول کر لیتے ہیں اور زکوٰۃ کو مخفی رکھا گیا ہے اس لیے وہ اسے کھا جاتے ہیں، یہ لوگ منافقین ہیں، یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ جو قوم زکوٰۃ روک لے، اللہ اس سے بارش روک لیتا ہے اور ایک روایت کے مطابق انہیں قحط سالی میں مبتلا کر دیتا ہے، بیہقی وغیرہ کی ایک روایت میں ہے کہ اے گروہ مہاجرین! پانچ چیزیں ہیں جن میں اگر تم مبتلا ہو گئے اور وہ تم پر نازل ہو گئیں تو میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم انہیں پاؤ، کسی قوم میں جب بھی بے حیائی غالب آ جائے اور وہ علی الاعلان بے حیائی کے کام کرنے لگیں تو ان میں ایسی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں جو ان کے بڑوں میں نہ تھیں، جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے اسے قحط سالی، سخت مشقت اور حکمرانوں کے ظلم و ستم میں پکڑ لیا جاتا ہے، جو قوم بھی زکوٰۃ روک لیتی ہے، اس سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے اگر جانور نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ ہو، جو قوم بھی اللہ اور اس کے رسول کا عہد توڑ دیتی ہے، اس پر اس کے باہر سے کوئی دشمن مسلط کر دیا جاتا ہے اور وہ ان کے ہاتھوں میں موجود چیزیں بھی چھین لیتا ہے اور جب کسی قوم کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں لڑنے پر لگا دیتا

ہے، یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سورۂ توبہ کی مذکورہ آیت (۳۵) کی تفسیر میں مانعین زکوٰۃ کے متعلق منقول ہے کہ جس شخص کو اس کے خزانوں سے داغا جائے گا وہ اس طرح نہیں ہوگا کہ درہم درہم کے اوپر اور دینار دینار کے اوپر چپکا ہوگا، بلکہ اس کی کھال کو پھیلا کر ہر دینار اور درہم کو الگ الگ بچھایا جائے گا اور اللہ تعالیٰ نے واغنے کے لیے خصوصیت کے ساتھ پیشانی، پہلو اور کمر کا ذکر اس لیے فرمایا کہ مالدار کنجوس آدمی جب کسی فقیر کو دیکھتا ہے تو اس کا چہرہ ترش ہو جاتا ہے، وہ اپنی پیشانی کو سکیڑ لیتا ہے اور اس سے پہلو تہی کرتا ہے، جب وہ اس کے قریب آتا ہے تو وہ اس کی طرف پشت پھیر لیتا ہے، اسی وجہ سے انہیں اعضاء پر اسے سزا سنائی گئی ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی فرماتے ہیں کہ جو شخص حلال کمائے، اس کا زکوٰۃ روک لینا اس کے مال کو گندا کر دیتا ہے اور جو شخص حرام کمائے، زکوٰۃ کی ادائیگی اسے حلال نہیں کر سکتی، احنف بن قیس کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں قریش کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوا تھا، کہ کھردرے بالوں، بوحضرت کپڑوں اور ہیئت میں ایک آدمی آ کر ان کے پاس کھڑا ہو گیا، اور انہیں سلام کر کے کہنے لگا کہ مال و دولت کے خزانے جمع کرنے والوں کو خوشخبری ہو ان پتھروں کی جنہیں جہنم کی آگ میں تپا کر ان کی چھاتی پر رکھا جائے گا، یہاں تک کہ وہ کندھے سے نکل آئے گا، پھر کندھے پر رکھا جائے گا تو وہ چھاتی میں سے نکل آئے گا اور وہ آدمی لڑکھڑانے لگے گا، تھوڑی دیر بعد وہ آدمی یہ کہہ کر وہاں سے مڑا اور ایک ستون کی آڑ میں جا کر بیٹھ گیا، میں بھی اس کے پیچھے گیا اور اس کے پاس جا کر بیٹھ گیا، حالانکہ مجھے معلوم نہیں تھا کہ وہ کون ہے؟ میں نے اس سے کہا میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ کی بات ان لوگوں کو اچھی نہیں لگی، اس نے کہا کہ یہ لوگ کچھ سمجھتے ہی نہیں ہیں، مجھ سے میرے خلیل نے فرمایا ہے، میں نے پوچھا آپ کا خلیل کون ہے؟ اس نے کہا نبی علیہ السلام انہوں نے ایک مرتبہ مجھ سے فرمایا کیا تمہیں احد پہاڑ نظر آ رہا ہے؟ میں نے سورج کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ دن کا کتنا حصہ باقی ہے؟ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ نبی علیہ السلام مجھے کسی کام سے بھیجیں گے چنانچہ میں نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میرے پاس اس احد پہاڑ کے برابر سونا ہو، میں تین دینار (اپنے قرض کی ادائیگی کے لیے) روک کر باقی سارا سونا خرچ کر دوں گا، اور یہ لوگ میری بات سمجھتے نہیں، بس دنیا جمع کرنے میں لگے ہوئے ہیں، بخدا میں ان سے دنیا مانگوں گا اور نہ ہی دین کا کوئی مسئلہ پوچھوں گا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ سے جا ملوں۔ ❶

صحیح مسلم کی ایک روایت میں تصریح ہے کہ ان کا نام حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ تھا اور یہ کہ راوی نے ان سے حکومت کی طرف سے ملنے والے وظیفے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا وہ لے لیا کرو کہ اس میں آج کے دن کے لیے کچھ مدد مل جاتی ہے لیکن اگر وہ تمہارے دین کی قیمت ہو تو اسے چھوڑ دو۔ ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زکوٰۃ اسلام کا پل ہے۔ طبرانی، ابونعیم اور خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے اموال کی حفاظت زکوٰۃ سے اور اپنے بیماروں کا علاج صدقے سے کیا کرو اور مصائب کے لیے دعا سے مدد لیا کرو۔ ترمذی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم نے اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کر دی تو اپنی

---

❶ صحيح بخاري، الزكاة: ٤ ـ صحيح مسلم، الزكاة: ٣٤.

❷ صحيح مسلم، الزكاة: ٣٥.

ذمہ داری پوری کردی۔ ❶

ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کی کثرت میں ہی اضافہ ہوتا ہے، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر وہ مال جس کی زکوٰۃ تم نے ادا کردی ہو وہ کنز (خزانہ) نہیں ہے اگر چہ زمین کے نیچے دفن ہو، اور ہر وہ مال جس کی تم نے زکوٰۃ ادا نہ کی ہو وہ کنز ہے اگر چہ وہ ظاہر ہو۔ امام احمد، مسلم اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ صدقہ کرنے سے مال کم نہیں ہوتا، معاف کرنے کی عادت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ انسان کی عزت میں ہی اضافہ کرتا ہے اور جو شخص بھی اللہ کی رضا کے لیے تواضع اختیار کرتا ہے اللہ اسے بلندی عطا فرماتا ہے۔ ❷ امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور دارقطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ دو عورتیں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ان کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن تھے، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم ان کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے کہا نہیں! نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ اللہ تمہیں آگ کے دو کنگن پہنا دے؟ انہوں نے کہا نہیں! نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر ان کی زکوٰۃ ادا کیا کرو۔ ❸

یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ہاتھ میں چاندی کے چھلے دیکھے، تو پوچھا یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں اس سے آپ کے لیے زینت اختیار کرتی ہوں' نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر یہ جہنم کی آگ تک تمہیں پہنچانے کے لیے کافی ہیں، یہ روایت بھی صحیح ہے کہ جو عورت اپنے گلے میں سونے کا ہار ڈالتی ہے، قیامت کے دن اس کے گلے میں آگ کا ویسا ہی ہار پہنایا جائے گا، جو عورت اپنے کانوں میں سونے کی بالیاں ڈالتی ہے، قیامت کے دن اس کے کانوں میں آگ کی ویسی ہی بالیاں ڈالی جائیں گی، یہ روایت بھی صحیح ہے کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ وہ اپنے پہلوؤں میں آگ کا چھلا پہنے تو وہ سونے کا چھلا پہن لے، جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ وہ اپنے پہلوؤں میں آگ کا طوق پہنے اسے چاہیے کہ سونے کا ہار پہن لے، جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ وہ اپنے پہلوؤں میں آگ کے کنگن پہنے، اسے چاہیے کہ سونے کے کنگن پہن لے، البتہ تم چاندی کو اختیار کر سکتے ہو کہ اسی سے دل بہلا لیا کرو۔

یہ اور اس جیسی دوسری احادیث ہمارے نزدیک اس صورت پر محمول ہیں کہ ابتداء اسلام میں عورتوں کے لیے سونے کے زیورات حرام تھے اس لیے ان کی زکوٰۃ واجب کی گئی، یا اس صورت پر کہ عورتیں اس میں بہت اسراف کرتی تھیں اور جب زیورات میں حد سے آگے بڑھ جانے کی کیفیت پیدا ہو جائے تو ان پر اس کی زکوٰۃ لازم ہو جاتی ہے، اسی طرح اگر وہ مکروہ ہو مثلاً زینت کے لیے چھوٹا حلقہ یا ضرورت کی وجہ سے بڑا حلقہ بنالینا۔ ❹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس شخص کے پاس

---

❶ ترمذی: ٦١٨.

❷ صحیح مسلم، البر: ٦٩۔ ترمذی، البر: ٨٢۔ مسند احمد: ٢/ ٣٨٦.

❸ ابوداود، الزکاۃ: ٤۔ ترمذی، الزکاۃ: ١٢۔ مسند احمد: ٦/ ٤٥٢.

❹ فقہ حنفی میں عورتوں کے زیورات پر شرائط پوری ہونے کے بعد زکوٰۃ واجب ہوتی ہے۔

اتنا مال ہو جو اسے حج کے لیے بیت اللہ تک پہنچا دے، اور وہ حج نہ کرے یا اس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہو اور وہ زکوٰۃ ادا نہ کرے وہ مرتے وقت دنیا میں دوبارہ واپسی کی تمنا کرے گا، کسی آدمی نے ان سے کہا کہ ابن عباس! خدا کا خوف کیجئے، دنیا میں واپسی کی تمنا کفار کریں گے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں تیرے سامنے قرآن کریم کی ایک آیت پڑھتا ہوں، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ہم نے تمہیں جو کچھ دیا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کے پاس موت آجائے اور وہ کہے کہ پروردگار! تو نے مجھے تھوڑے عرصے کی مہلت کیوں نہ دے دی کہ میں صدقہ کرتا (زکوٰۃ ادا کرتا) اور نیکوکاروں میں سے ہو جاتا (حج کرتا)۔ ❶

بیان کیا جاتا ہے کہ تابعین کی ایک جماعت ابوسنان کی زیارت کے لیے نکلی، جب یہ لوگ وہاں پہنچے تو تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد ابوسنان کہنے لگے کہ آؤ، ہم اپنے ایک پڑوسی سے تعزیت کر آئیں، اس کا بھائی فوت ہو گیا ہے، محمد بن یوسف فریابی بھی ان لوگوں میں شامل تھے، وہ کہتے ہیں کہ ہم ان کے ساتھ اس آدمی کے یہاں چلے گئے، وہاں ہم نے دیکھا کہ وہ اپنے بھائی کی جدائی کے غم میں بڑی آہ و بکاء کر رہا تھا، ہم اسے تسلی دینے لگے لیکن وہ کسی کی تسلی اور تعزیت قبول کرنے کے لیے تیار نہیں تھا، ہم نے اس سے کہا کہ کیا تجھے معلوم نہیں ہے کہ موت ایک ایسا راستہ ہے جس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں، لیکن میں اپنے بھائی پر عذاب کے خوف سے صبح شام روتا ہوں، ہم نے اس سے پوچھا کیا تجھے اللہ نے غیب کا علم عطا فرما رکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، لیکن بات یہ ہے کہ جب میں نے اسے دفن کر دیا اور اس پر مٹی برابر کر دی، اور لوگ چلے گئے تو میں اس کی قبر کے پاس بیٹھ گیا، اچانک اس کی قبر سے ایک آواز آئی ہائے! انہوں نے مجھے اکیلا چھوڑ دیا، حالانکہ میں تو روزہ بھی رکھتا تھا اور نماز بھی پڑھتا تھا اس کے باوجود مجھے عذاب برداشت کرنا پڑ رہا ہے، اس کی بات سن کر میں رونے لگا، میں نے اس کی حالت دیکھنے کے لیے اس کی قبر سے مٹی ہٹائی تو دیکھا کہ اس میں آگ بھڑک رہی ہے اور اس کی گردن میں آگ کا ایک طوق پڑا ہوا ہے، بھائی کی محبت میں مغلوب ہو کر میں نے اس کی گردن سے وہ طوق اتارنے کے لیے جو ہاتھ بڑھایا تو میری انگلیاں جل گئیں۔ محمد بن یوسف کہتے ہیں کہ یہ کہہ کر اس شخص نے اپنا ہاتھ نکال کر ہمیں دکھایا وہ جل کر کالا سیاہ ہو چکا تھا، اس نے مزید کہا کہ میں نے دوبارہ اس پر مٹی ڈالی اور واپس آ گیا، اب بتاؤ کہ میں اس کی اس حالت پر کیوں نہ روؤں؟ ہم نے اس سے پوچھا کہ تمہارا بھائی دنیا میں ایسا کون سا عمل کرتا تھا؟ اس نے کہا کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتا تھا، ہم نے اس سے کہا کہ تمہارے اس بیان کی تصدیق سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۸۰ سے ہو جاتی ہے (جس کا ترجمہ پیچھے بھی گذرا) اور تمہارے بھائی کو عذاب قبر نے جلد نے آ لیا اور یہ سلسلہ قیامت تک چلتا رہے گا، پھر وہاں سے نکل کر ہم لوگ نبی علیہ السلام کے صحابی حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور انہیں بھی یہ واقعہ سنایا اور عرض کیا کہ یہودی اور عیسائی بھی تو مرتے ہیں لیکن ان کے متعلق ایسے واقعات دیکھنے میں نہیں آتے؟ انہوں نے فرمایا ان لوگوں کے متعلق تو کوئی شک نہیں کہ وہ جہنم میں ہوں گے، اہل ایمان کے متعلق اللہ تعالیٰ تمہیں یہ واقعات اس لیے دکھاتا ہے تاکہ تم عبرت حاصل کرو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "جو شخص دیکھتا ہے وہ اپنے

---

❶ المنافقون: ۱۰.

فائدے کے لیے اور جو نابینا پن کا شکار رہے اس کا وبال اسی پر ہے اور میں تم پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا گیا۔“ ❶

خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو اپنی زندگی میں بخیل ہو اور اپنی موت کے وقت سخی بن جائے۔ ابوداؤد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو بخل سے بچاؤ، کیونکہ تم سے پہلے لوگ بخل ہی کی وجہ سے ہلاک ہوئے تھے، اسی بخل نے انہیں قطع رحمی پر آمادہ کیا اور وہ قطع تعلقی کرنے لگے اور اسی بخل نے انہیں گناہ پر آمادہ کیا اور وہ گناہ کرنے لگے۔ ❷ بخاری نے الادب المفرد میں اور ترمذی نے اپنی سنن میں یہ روایت نقل کی ہے کہ دو خصلتیں ہیں جو کسی مومن میں کبھی جمع نہیں ہوسکتی ہیں، بخل اور بداخلاقی ❸ بخاری نے تاریخ میں اور ابوداؤد نے سنن میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان میں سب سے بری عادت حد سے زیادہ کنجوسی اور ذلیل کردینے والی بزدلی ہے۔ ❹ خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بخیل آدمی جنت میں داخل نہ ہوگا، امام احمد، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس امت کے ابتدائی لوگوں کی نیکی زہد اور یقین ہوگی اور اس کے آخری لوگ بخل اور لمبی امیدوں کی وجہ سے ہلاک ہوجائیں گے۔ ❺ خطیب وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سخی کا کھانا دوا ہے اور بخیل کا کھانا بیماری، ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ قسم کھائی ہے کہ جنت میں کوئی بخیل داخل نہ ہوگا، اور ابویعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بخل جس طرح اسلام کو مٹاتا ہے کوئی اور چیز اس طرح نہیں مٹاتی۔

امام احمد، شیخین اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بخیل اور صدقہ کرنے والے کی مثال ان دو آدمیوں کی سی ہے جن کے جسم پر چھاتی سے ہنسلی کی ہڈی تک لوہے کی زرہیں ہوں، خرچ کرنے والا جوں جوں خرچ کرتا جاتا ہے وہ زرہ کشادہ ہوتی جاتی ہے یہاں تک کہ اس کے تمام اعضاء کو ڈھانپ لیتی ہے اور بخیل جب بھی کچھ خرچ کرنا چاہتا ہے تو اس کا ہر حلقہ اپنی جگہ چپک جاتا ہے، وہ اسے کشادہ کرنا بھی چاہتا ہے تب بھی وہ کشادہ نہیں ہوتی۔ ❻ نبی علیہ السلام نے زرہ سے اللہ تعالیٰ کی نعمتوں اور رزق کو تعبیر کیا ہے اور حدیث کا مطلب یہ ہے کہ خرچ کرنے والا جب خرچ کرتا ہے تو اس پر نعمتوں کی اتنی فراوانی ہوتی ہے کہ وہ نعمتیں مکمل طور پر اسے ڈھانپ لیتی ہیں اور بخیل کی نعمتوں اور رزق میں کوئی اضافہ نہیں ہوتا۔

دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہلاکت اور مکمل تباہی و بربادی ہے اس شخص کے لیے جو اپنے اہل وعیال کو مال و دولت کے ساتھ چھوڑ جائے اور خود وہ اپنے رب کے پاس شر لے کر چلا جائے، سمویہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی مومن میں دو خصلتیں کبھی جمع نہیں ہوسکتیں ایک بخل اور ایک جھوٹ، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سردار آدمی کبھی بخیل نہیں ہوتا۔ ابویعلی اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص بخل سے بری ہوگیا، جس نے زکوٰۃ ادا کی، مہمان نوازی کی اور مصائب میں

---

❶ الانعام: ۱۰٤.
❷ ابو داود، الزکاة: ٤٦.
❸ ترمذی، البر: ٤١.
❹ ابو داود، الجهاد: ٢١.
❺ مجمع الزوائد: ١٠/ ٢٥٥۔ در منثور: ٦/١٩٧.
❻ صحيح بخاری، الجهاد: ٨٩۔ صحيح مسلم، الزكاة: ٧٦.

گھرے لوگوں کی امداد کی اور مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن آدم تو بوڑھا ہو جاتا ہے لیکن اس میں دو خصلتیں جوان ہو جاتی ہیں، مال کی حرص اور لمبی عمر کی امید۔ ❶ ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے اپنی امت پر جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے وہ خواہشات نفسانی اور لمبی امیدیں ہیں، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح اپنے لیے ناراض ہوتا ہے اسی طرح سچے سائل کے لیے بھی ناراض ہوتا ہے، دارقطنی اور خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بخل کے دس اجزاء ہیں جن میں سے نو فارس میں اور ایک باقی تمام لوگوں میں ہے، خطیب نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگ کہتے ہیں بخیل آدمی ظالم سے بھی بڑا دھوکہ باز ہوتا ہے، اللہ کے نزدیک بخل سے بڑا ظلم اور کیا ہوگا، اللہ تعالیٰ اپنی عزت وعظمت اور جلال کی قسم کھا کر کہتا ہے کہ جنت میں کوئی کنجوس اور بخیل داخل نہ ہوگا۔ ابونعیم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے نحوست کو پیدا کیا اور اسے بخل اور مال سے ڈھانپ دیا، ابن ابی شیبہ، ہناد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایمان اور بخل کسی بندہ مومن کے دل میں کبھی جمع نہیں ہو سکتے، یہ مضمون ابن عدی نے بھی نقل کیا ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے ابن آدم! جب تک تو زندہ تھا بخیل رہا، جب تیری موت کا وقت آیا تو تو نے اپنے مال کو تقسیم کرنا شروع کر دیا، اب دو بری خصلتیں جمع نہ کر کہ زندگی میں بھی برا اور آخرت میں بھی برا، اپنے ان رشتہ داروں کو دیکھ جو محروم ہو رہے ہیں اور وارث نہیں بن رہے، ان کے لیے بھلائی کے ساتھ وصیت کر جا۔

چند ضروری تنبیہات

زکوٰۃ روکنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر علماء کا اتفاق ہے جیسا کہ بیان کی گئی احادیث میں وارد ہونے والی شدید وعیدیں آپ کے علم میں آئیں، اور علماء کے کلام کے ظاہر اور تصریح دونوں سے یہی بات سمجھ میں آتی ہے کہ تھوڑی یا زیادہ زکوٰۃ روکنے میں ایک دوسرے سے کوئی فرق نہیں لیکن غصب وغیرہ کے بیان میں یہ بات آئے گی کہ اسے چوری کے نصاب کے ساتھ مقید کیا گیا ہے یعنی زکوٰۃ کی مقدار اگر چوری کے نصاب سے کم ہو تو اسے روکنا کبیرہ گناہ نہیں ہے، زیادہ ہو تو کبیرہ گناہ ہے، لیکن یہ بعض لوگوں کی رائے ہے اور اس حد بندی کا کوئی مستند ماخذ اور دلیل موجود نہیں ہے اور میری رائے یہ ہے کہ اگر غصب وغیرہ کے مسئلے کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہاں ہم وہ قول اختیار نہیں کر سکتے کیونکہ زکوٰۃ مالک کے سپرد کی گئی ہے کہ وہ ادا کرے، اب اگر یہ حکم لگا دیا جائے کہ تھوڑی مقدار روکنا گناہ کبیرہ نہیں ہے اور اس میں نرمی اختیار کر لی جائے تو پھر ایک وقت آئے گا کہ مالک تھوڑی سی بھی ادا نہیں کرے گا، یہ ایسے ہی ہے جیسے علماء نے کہا ہے کہ شراب کا ایک قطرہ بھی پینا گناہ کبیرہ ہے، گو کہ اس سے نشہ نہ آتا ہو اور اس کی علت انہوں نے یہی بیان کی ہے کہ تھوڑی شراب زیادہ شراب تک پہنچانے کا ذریعہ بن سکتی ہے، اس لیے اسے مکمل طور پر چھڑا دیا گیا، اسی طرح مال بھی ہے کیونکہ کثرت مال کی محبت ہی انسان کو زکوٰۃ کی ادائیگی سے روکتی ہے اس لیے قلیل اور کثیر میں کوئی فرق نہیں ہے، باقی رہی یہ بات کہ زکوٰۃ واجب ہونے کے بعد اس کی ادائیگی میں تاخیر کو بھی

---

❶ صحيح مسلم، الزكا: ١١٥.

کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے تو یہ بات امام احمد، ابن خزیمہ، ابن حبان اور ابویعلی کی اس روایت سے ثابت ہو جاتی ہے جس کے مطابق زکوٰۃ کی ادائیگی میں تاخیر کرنے والا ملعون افراد میں شامل ہے اسی لیے بعض حضرات نے اس کے کبیرہ ہونے پر یقین ظاہر کیا ہے۔

دوسری تنبیہ

مذکورہ احادیث میں عورتوں کے سونے کے زیورات پہننے پر بھی سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان کے جواب کی طرف ہم وہاں اشارہ بھی کر چکے ہیں لیکن یہاں ہم اس مسئلے کی مزید وضاحت کرنے چاہتے ہیں، چنانچہ اس سلسلے کی احادیث پر کلام کرتے ہوئے بعض علماء نے کہا ہے کہ یہ احادیث منسوخ ہو چکی ہیں کیونکہ عورتوں کے لیے سونے کے زیورات مباح ہونے کا ثبوت موجود ہے، بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ ان عورتوں کے حق میں ہے جو اس کی زکوٰۃ ادا نہیں کرتی ہیں، جو زکوٰۃ ادا کرتی ہیں وہ اس وعید میں شامل نہیں ہیں، اس کی بنیاد ان علماء کا یہ قول ہے کہ زیورات پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے، صحابہ اور تابعین کی ایک بڑی جماعت کی یہی رائے ہے اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور ان کے اصحاب اسی کی پیروی کرتے ہیں، ابن منذر نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ اور ان کے بعد آنے والے علماء مثلاً امام مالک، امام شافعی، اور امام احمد رحمہم اللہ اس میں وجوب زکوٰۃ کے قائل نہیں ہیں، خطابی کہتے ہیں کہ قرآن کریم کی آیات کے ظاہری معانی وجوب کا قول اختیار کرنے والوں کی تائید کرتے ہیں، آثار و روایات سے بھی ان ہی کی تائید ہوتی ہے اور جن حضرات نے اس کے وجوب کو ساقط کیا ہے انہوں نے عقلی دلائل کو دیکھا اور کچھ آثار بھی ان کے پاس موجود ہیں، تاہم احتیاط اسی میں ہے کہ زکوٰۃ ادا کر دی جائے، جبکہ بعض حضرات نے وعید پر مبنی ان احادیث کو اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ عورت اس سے اپنے آپ کو مزین کر کے اسے نمایاں کرتی پھرے، اس کی دلیل ابوداؤد اور نسائی کی یہ روایت ہے کہ یاد رکھو! تم میں سے جو عورت سونے کے زیور سے آراستہ ہو کر اسے نمایاں کرتی پھرے، اسے اس کی وجہ سے عذاب ہوگا، اور یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج مطہرات کو سونے کے زیورات اور ریشمی جوڑے پہننے سے روکتے ہوئے فرماتے تھے کہ اگر تم جنت کے زیورات اور ریشمی لباس چاہتی ہو تو دنیا میں انہیں مت پہنو اور بعض علماء نے شدت کی ان وعیدوں کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ یہ چیزیں انسان کو اسراف کی حد تک پہنچا دیتی ہیں اور اسراف کرنا جائز نہیں ہے۔

تیسری تنبیہ

احادیثِ مذکورہ میں بخل کی مذمت، اس کی آفات اور اس کے نقصانات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ شرعی طور پر بخل کا معنی ہے زکوٰۃ ادا نہ کرنا اور اس کے ساتھ ہر واجب کو شامل کیا جا سکتا ہے، اب جو شخص زکوٰۃ یا کوئی بھی واجب ادا نہ کرے اسے بخیل کہا جائے گا اور اس کی سزا وہ ہے جو احادیث میں بیان کی جا چکی، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے بخل کی تعریف ''واجب ادا نہ کرنے'' سے کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے واجبات ادا کر لے وہ

بخیل نہیں ہوتا لیکن یہ تعریف نا کافی ہے کیونکہ جو شخص قصاب یا نانبائی کو گوشت اور روٹی معمولی کمی کی وجہ سے واپس کر دیتا ہے اسے بالاتفاق بخیل سمجھا جاتا ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص عدالت کی طرف سے مقررہ خرچ اپنے اہل خانہ کو دینے کے بعد اپنے مال میں سے اپنے اہل خانہ پر ایک لقمے اور پھل میں بھی تنگی کرے یا وہ شخص جس کے سامنے کھانا رکھا ہو، اس دوران کوئی ایسا آدمی آجائے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ اگر اسے کھانے میں شرکت کی دعوت دی گئی تو یہ ضرور شریک ہو جائے گا، پھر وہ اس کھانے کو چھپالے تو اسے بھی بخیل ہی سمجھا جائے گا، بعض دوسرے حضرات کہتے ہیں کہ بخیل وہ ہوتا ہے جس پر کسی بھی قسم کا عطیہ اور بخشش دینا بہت گراں گذرتا ہے، لیکن یہ تعریف بھی نامکمل ہے کیونکہ بہت سے بخیل لوگ بھی کچھ نہ کچھ دے ہی دیتے ہیں اور اس کے باوجود لوگ انہیں بخیل ہی سمجھتے ہیں۔

بخل کی تعریف میں جس طرح علماء کے مختلف اقوال ہیں، اسی طرح سخاوت کی تعریف میں بھی علماء کی مختلف آراء ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ وہ بخشش جو کسی احسان کے بدلے میں نہ ہو اور وہ تعاون جس میں انسان بہت زیادہ تحقیق نہ کرے، اسے سخاوت کہتے ہیں، بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے کہ کسی کے مانگے بغیر بخشش کرنا، بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے کہ مانگنے والے سے ناراض نہ ہونا بلکہ خوش ہونا اور اپنی ہمت کے مطابق اسے دے کر مطمئن ہونا، بعض حضرات نے یہ تعریف کی ہے کہ یہ سوچ کر کسی کو بخشش دینا کہ وہ اور اس کا مال سب اللہ ہی کا ہے، لیکن ان تعریفات میں بخل اور سخاوت کا حقیقی طور پر احاطہ نہیں کیا جاسکتا، اس لیے تحقیقی بات یہ ہے کہ جہاں خرچ کرنا واجب ہو، وہاں اپنا ہاتھ روک لینا بخل ہے، اور جہاں ہاتھ روک لینا واجب ہو، وہاں خرچ کرنا اسراف اور فضول خرچی ہے، ان دونوں کے درمیان جو درجہ ہے وہ قابل تعریف ہے، اسی کو ''سخاوت'' سے تعبیر کیا جاسکتا ہے اور نبی علیہ السلام کو سخاوت ہی کا حکم دیا گیا ہے چنانچہ ارشاد ربانی ہے ''اپنے ہاتھ کو اپنی گردن سے باندھ کر نہ رکھ لیجئے اور نہ ہی انہیں مکمل طور پر کھلا چھوڑ دیجئے۔'' ❶ اسی طرح ارشاد ہے ''وہ لوگ کہ جب وہ خرچ کرتے ہیں تو حد سے آگے بڑھتے ہیں اور نہ حد سے زیادہ کمی کرتے ہیں۔'' ❷ گویا سخاوت اسراف اور اقتار، اور قبض وبسط کا درمیانی درجہ ہے، اور اس کا کمال (کامل درجہ) یہ ہے کہ انسان کسی کو جو دے رہا ہو، اس میں اس کا دل نہ لگا رہے، پھر بعض جگہوں پر خرچ کرنا شرعاً واجب ہوتا ہے اور بعض جگہوں پر مروۃ اور عادۃً، تو سخی وہ ہے جو اسے نہ روکے ورنہ وہ بخیل ہے اور جو شخص واجبات شرعیہ مثلاً زکوٰۃ اور اہل وعیال کا خرچ روک لے تو یہ بخل ہے اور اس کی قباحت بخل کی تمام اقسام سے بڑھ جاتی ہے، اور یہ قباحت احوال وافراد کے بدلنے سے بدل جاتی ہے، چنانچہ پڑوسی، اہل خانہ اور دوستوں کے ساتھ بخل کی قباحت دوسروں کے ساتھ بخل کی قباحت سے کہیں زیادہ ہوتی ہے۔

بخل کا ایک تیسرا درجہ بھی ہوتا ہے اور وہ یہ کہ انسان کے پاس مال کی کثرت ہو، وہ واجبات ''خواہ شرعاً ہوں یا مروۃً یا عادۃً'' کی ادائیگی بھی کرتا ہو، لیکن وہ نیکی کے دوسرے کاموں میں خرچ کرنے سے ہاتھ روکتا ہو تا کہ آڑے وقتوں میں وہ مال اس کے کام آئے، گویا اس نے فانی کو باقی پر ترجیح دی تو کسی نہ کسی درجے میں یہ بھی بخیل ہے، لیکن صرف عقلمندوں کے نزدیک،

---

❶ الاسراء: ۲۹۔ ❷ الفرقان: ۶۷۔

عام لوگوں کی نظروں میں وہ بخیل نہیں ہوتا کیونکہ عام لوگ مشکل حالات کے لیے پیسہ روک کر رکھنے کو زیادہ ضروری اور اہم سمجھتے ہیں، یہ الگ بات ہے کہ بعض اوقات یہی لوگ اس بات کو بھی برا سمجھتے ہیں کہ اس کے پڑوس میں کوئی تنگدست موجود ہو اور یہ اسے محروم رکھے گو کہ زکوٰۃ ادا کرتا ہی ہو، نیز یہ قباحت اس کے مال کی مقدار اور ضرورت مند کی ضرورت بدلنے سے بھی بدل جاتی ہے اور یہ بات بھی اہم ہے کہ شرعاً اور عادۃً اپنے اوپر خرچ کے لازم ہونے والے مواقع پر خرچ کرنے سے انسان بخل سے بری ہو جاتا ہے لیکن اسے سخاوت کا درجہ اس وقت تک حاصل نہیں ہوتا جب تک وہ ان دونوں سے آگے بڑھ کر خرچ نہیں کرتا اور وہ بھی ثواب حاصل کرنے کی نیت سے، کسی تعریف، خدمت یا بدلہ حاصل کرنے کے جذبے سے نہیں۔

چوتھی تنبیہ

جو شخص اپنے دین اور عزت کو بچانے کے لیے بخل کی بیماری جڑ سے ختم کرنا چاہتا ہو تا کہ اس کے نقصانات سے بچا جا سکے اس کے لیے یہ بات طے شدہ ہے کہ جب تک اس کا سبب اور علاج معلوم نہ ہو، یہ کام نہیں ہو سکتا اس لیے یہ بات آپ کے علم میں ہونی چاہیے کہ بخل کا سبب مال کی محبت ہے، یا تو ان خواہشات کی محبت کی وجہ سے جن تک مال کے بغیر پہنچنا ممکن نہیں ہوتا، نیز اس میں لمبی امیدیں بھی عمل دخل رکھتی ہیں، کیونکہ جس شخص کو اس بات کا یقین ہو کہ وہ ایک نہ ایک دن ضرور مر جائے گا تو اس پر بخل کا کوئی بھی اثر نہیں رہ سکتا، یا مال کی ذات سے محبت کی وجہ سے ہو، اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ جس آدمی کو اس بات کا یقین ہو کہ اس کے پاس اتنا مال و دولت ہو جو اس کی عمر طبعی کی تمام ضروریات کو پوری کرنے کے بعد بھی بچ جائے گی خواہ وہ بادشاہوں کی طرح خرچ کرتا رہے اور اس کا کوئی وارث بھی نہ ہو، اس کے باوجود وہ بخل اور زکوٰۃ کی عدم ادائیگی میں ایسی جگہ کھڑا ہو جائے کہ زمین کے نیچے اپنا خزانہ چھپاتا پھرے، حالانکہ اسے موت آنے کا بھی علم ہوتا ہے، ایسی بیماری کا علاج بہت مشکل ہے، بخلاف پہلی صورت کے کہ مال کی محبت خواہشات کی محبت کی وجہ سے ہو۔

چنانچہ خواہشات نفسانی سے محبت کا علاج تھوڑے پر قناعت اور صبر سے کیا جا سکتا ہے اور لمبی امیدوں کا علاج موت کا بکثرت ذکر کرنا ہے اور اس بات پر غور کرنا ہے کہ اس کے ہم عصر لوگ مال جمع کرنے میں کتنی مشقتیں برداشت کرتے ہیں، وہ انہیں اللہ کی نافرمانیوں میں خرچ کرنے کے بعد بالآخر موت کی آغوش میں چلے گئے، بچوں کی محبت کا علاج اس حدیث کا مفہوم سامنے رکھ کر کیا جانا چاہیے جس کا ترجمہ پیچھے گذرا ہے کہ سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو اپنے ورثاء کو اچھی حالت میں چھوڑ جائے اور خود اللہ کے سامنے شر لے کر جائے، نیز یہ بھی سوچنا چاہیے کہ اللہ نے اس کی اولاد کا رزق بھی پیدا کیا ہے جس میں اضافہ ہو سکتا ہے اور نہ کمی، کتنے ہی لوگ ہیں جن کے والدین نے ان کے لیے ایک پیسہ بھی نہ چھوڑا لیکن وہ مالدار ہو گئے اور کتنے ہی لوگ ہیں جن کے والدین نے ان کے لیے بڑے خزانے چھوڑے لیکن وہ ان کے تھوڑے ہی عرصہ بعد فقیر ہو گئے، پھر اس بات پر بھی غور کیا جائے کہ بخیل لوگ کن حالات سے دوچار ہوتے ہیں، وہ اللہ کی ناراضگی میں ہوتے ہیں اور ہر خیر سے دور رہتے ہیں، اسی وجہ سے آپ دیکھیں گے کہ لوگ ان سے نفرت کرتے ہیں اور انہیں اچھا نہیں سمجھتے، حتیٰ کہ بعض بخیل لوگ بھی دوسروں کے کثرتِ بخل کو اچھا نہیں سمجھتے، ہر بخیل اپنے جیسے بخلاء سے بھی ناگوار رہتا ہے، اور یہ بات فراموش کر دیتا ہے کہ جس

طرح وہ دوسرے بخلاء کو اچھا نہیں سمجھتا، اسی طرح لوگوں کے دلوں میں بھی اس کی کوئی محبت واہمیت موجود نہیں ہے، نیز اس بات پر بھی غور کرنا چاہیے کہ مال کے منافع کیا ہیں اور اس کی ضروریات کیا ہیں؟ پھر جتنی ضرورت ہو اتنا اپنے پاس رکھ لے اور جو ضرورت سے زائد ہو، بہتر یہ ہے کہ اس کا ثواب اللہ کے یہاں ذخیرہ کر لے اور اسے اللہ کی مرضیات میں خرچ کیا کرے۔

علاج کے ان طریقوں میں جو شخص بھی غور وفکر کرے گا اس کی فکر صیقل اور اس کا دل کشادہ ہو جائے گا اور وہ بخل اور اس کی تمام اقسام یا اپنی استعداد کے مطابق بعض اقسام سے ہی اپنا بچاؤ کر لے گا، اس صورت میں اس کے لیے مناسب ہوگا کہ دل میں پہلی مرتبہ خرچ کرنے کا جو داعیہ پیدا ہو اس پر لبیک کہے کیونکہ شیطان اسے اس ارادے سے بہکانے کی کوشش کرے گا، چنانچہ بیان کیا گیا ہے کہ ایک بزرگ کے دل میں اپنے کپڑے صدقہ کرنے کا خیال پیدا ہوا، اس وقت وہ بیت الخلاء میں تھے، وہ فوراً وہاں سے نکلے، اسے صدقہ کیا اور پھر دوبارہ بیت الخلاء جا کر اپنی ضرورت کی تکمیل کی، جب وہ فارغ ہو کر باہر نکلے تو کسی نے ان سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا مجھے اس بات کا اندیشہ ہوا کہ کہیں شیطان میرے عزائم کو ڈگمگا نہ دے، اور یاد رکھیے! بخل کی یہ عادت اسی وقت ختم ہوگی جب خرچ کرنے کی عادت ڈالی جائے گی، خواہ ابتداء میں تکلف ہی کرنا پڑے جیسا کہ عشق اسی وقت زائل ہوتا ہے جب عاشق اپنے محبوب کے علاقے کی طرف سفر کرتا ہے۔

پانچویں تنبیہ

مال و دولت کے بہت سے دینی اور دنیوی فوائد ہیں اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۱۸۰ میں مال کو ''خیر'' کا نام دیا ہے، اور بندوں پر اس کے ذریعے اپنا احسان بیان کیا ہے اور ایک حدیث میں آتا ہے قریب تھا کہ فقر وفاقہ کفر کا سبب بن جائے، اب ان میں سے دنیوی فوائد تو ظاہر ہیں، باقی رہے دینی فوائد تو بہت سی اہم عبادات ایسی ہیں جو مال کے بغیر ادا نہیں ہو سکتیں مثلاً حج اور عمرہ، اسی کے ذریعے دوسری عبادات کی طاقت ملتی ہے جیسے کھانا پینا، لباس، رہائش اور نکاح وغیرہ کہ جب تک انسان کے پاس ان چیزوں کی کفایت کے اسباب نہ ہوں وہ دین کے لیے یکسو نہیں ہو سکتا، اور جو چیز عبادت تک پہنچنے کا ذریعہ بنے وہ بھی عبادت ہوتی ہے، البتہ جو ضرورت سے زائد ہو وہ دنیا کا حصہ ہوتا ہے، نیز اس کا ایک دینی فائدہ یہ بھی ہے کہ انسان اسے ''صدقات وخیرات'' جس کے فضائل مشہور ہیں اور اس سلسلے میں ایک کتاب میں نے بھی لکھی ہے، ہدایا وتحائف، اپنی عزت وآبرو کی حفاظت مثلاً شاعر کی ہجو گوئی سے بچنے کے لیے'' میں خرچ کر سکتا ہے کہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس چیز کے ذریعے عزت کی حفاظت کی جائے، وہ بھی صدقہ ہے، یا اس شخص کی اجرت وتنخواہ میں خرچ کر سکتا ہے جو اس کے کام کرتا ہو، کیونکہ اگر انسان وہ کام خود کرنے لگ جائے تو ان میں پھنس کر اس کی اخروی مصلحتیں فوت ہو جائیں، یا خیر کے کسی اور عمومی کام مثلاً مساجد کی تعمیر، پلوں کی تعمیر، راستے میں پینے کے پانی کا معقول انتظام، بیماروں کے لیے ہسپتال کا قیام یا اس کے علاوہ نیکی کے دوسروں کاموں میں بھی مال و دولت کو خرچ کیا جا سکتا ہے، یہ وہ نیکیاں ہیں جو ہمیشہ رہنے والی ہیں اور ان کا ثواب مرنے کے بعد بھی انسان تک پہنچتا رہتا ہے اور یہ وہ نیکیاں ہیں جن سے انسان نیک لوگوں کی دعاؤں میں اپنا حصہ بنا لیتا ہے۔

[illegible] مال و دولت کے چند فوائد آپ کے سامنے بیان ہوئے، یہ ان فوائد کے علاوہ ہیں جو انسان کو فوری طور

پر حاصل ہوتے ہیں مثلاً عزت، خادموں کی کثرت، دوستوں میں اضافہ اور لوگوں کی تعظیم وغیرہ وہ تمام چیزیں جو مال ودولت کا تقاضا سمجھی جاتی ہیں، لیکن ان فوائد کے ساتھ ساتھ دینی اور دنیوی ہر اعتبار سے اس کی آفات اور اس کے نقصانات بھی بہت زیادہ ہیں، چنانچہ دینی نقصانات تو یہ ہیں کہ مال ودولت انسان کو گناہوں کی جانب گھسیٹتا ہے کیونکہ انسان کو مال کے ذریعے ان پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے گناہوں سے بچنے میں اس چیز کا بھی عمل دخل ہے کہ آپ کے پاس مال ہو ہی نہ، جب نفس کو معصیت پر قدرت کا پتہ چلتا ہے تو اس میں معصیت کا داعیہ ابھرنے لگتا ہے اور نفس بے قابو ہو کر بالآخر اس کا ارتکاب کر بیٹھتا ہے، اسی طرح ابتداء میں تو نفس اسے مباحات سے لطف اندوز ہونے کی طرف گھسیٹ کر لاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اس کی ایسی عادت بن جاتی ہے کہ وہ اسے چھوڑنے پر قادر نہیں رہتا اور انسان اس میں اس حد تک آگے چلا جاتا ہے کہ اسے پانے کے لیے اگر اسے محنت کرنا پڑے یا حرام کمائی اختیار کرنا پڑے تو وہ اس سے بھی گریز نہیں کرتا کیونکہ جس شخص کے پاس مال ودولت زیادہ ہو، اس کی ضروریات بھی لوگوں سے ملنے جلنے میں زیادہ ہوتی ہیں جس کا لازمی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسان لوگوں سے منافقت کرتا ہے اور انہیں خوش کرنے کے لیے اللہ کی نافرمانی کرتا ہے، یوں لعنت اور اللہ کی ناراضگی کا سبب بننے والے بہت سے اخلاق مثلاً عداوت، کینہ، حسد، ریا کاری، تکبر، جھوٹ، غیبت اور چغلی وغیرہ جنم لیتے ہیں۔

پھر مال ودولت کا ایک نتیجہ وہ بھی ہوتا ہے جس سے کوئی مالدار بھی خالی نہیں ہوتا اور وہ یہ کہ انسان اللہ کے ذکر اور اس کی مرضی بھول کر مال کی دیکھ بھال کی فکر میں لگا رہتا ہے، اور ہر وہ چیز جو انسان کو اللہ کے ذکر سے غافل کر دے وہ نحوست اور نمایاں خسارہ ہے، اور یہی بیماری کی اصل جڑ ہے، کیونکہ عبادات کی اصل روح اللہ کا ذکر اور اس کی عظمت کے متعلق تفکر وتدبر ہے، جس کے لیے ایک یکسو دل کا ہونا ضروری ہوتا ہے، مال کی دیکھ بھال، اس کے حصول کے ذرائع اور اس کے نقصانات سے بچنے کی فکر اور سوچ بچار کے ساتھ یہ ممکن نہیں ہے کیونکہ یہ ایک ایسا سمندر ہے جس کا کوئی ساحل نہیں ہے، یہ تو دینی آفات کا ایک خلاصہ ہے جو ان آفات ونقصانات کے علاوہ ہے جو دنیا میں مالداروں سے ٹکراتی رہتی ہیں مثلاً خوف، غم اور ہمیشہ کی پریشانی، خسارے سے بچنے کے لیے پیہم محنت ومشقت، اور مال کی حفاظت اور کمانے میں پریشانیوں اور تکلیفوں کو برداشت کرنا لہٰذا مال کا تریاق یہ ہے کہ بقدر ضرورت اس میں سے لے لیا جائے اور باقی نیکی کے دوسرے کاموں میں خرچ کر دیا جائے، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ زہر اور آفت ہے۔

جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پتہ چلا کہ مال خیر محض ہے اور نہ ہی خالص شر، بلکہ وہ ان دونوں کا سبب بن سکتا ہے اور اس کے ذریعے انسان قابل تعریف بھی ہو سکتا ہے اور قابل مذمت بھی، لیکن اتنی بات ضرور ہے کہ جو شخص دنیا میں سے کفایت کی مقدار سے زیادہ لے، اس نے لاشعوری طور پر موت کا سامان لے لیا، اسی وجہ سے انبیاء کرام علیہم السلام اس کے شر سے پناہ مانگا کرتے تھے حتیٰ کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے، اے اللہ! آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی روزی بقدر کفایت مقرر فرما۔ [1] اور فرماتے تھے، اے اللہ! مجھے مسکینوں والی زندگی عطا فرما اور مسکینوں والی موت عطا فرما۔ [2] اور فرماتے تھے دنیا کی پوجا کرنے والا تباہ ہو

---

[1] صحیح مسلم، الزهد: ١٩.

[2] ترمذی، الزهد: ٣٧۔ ابن ماجه، الزهد: ٧.

جائے اور درہم کا پجاری برباد ہو جائے۔ ❶

خاتمہ: جود وسخا کی تعریف اور اس کی اہمیت کا بیان

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ روزانہ جب بھی صبح ہوتی ہے تو آسمان سے دو فرشتے اترتے ہیں اور ان میں سے ایک یہ کہتا ہے کہ اے اللہ! خرچ کرنے والے کو اس کا نعم البدل عطا فرما اور دوسرا کہتا ہے کہ اے اللہ! روک کر رکھنے والے کا مال تباہ فرما۔ ❷ ایک روایت میں ہے کہ ان میں سے ایک فرشتہ یہ دونوں جملے کہتا ہے اور ایک فرشتہ یہ کہتا ہے کہ کون ہے جو آج قرض دے اور کل بدلہ وصول کر لے، ایک حدیث قدسی میں ہے کہ اے ابن آدم! خرچ کر، میں تجھ پر خرچ کروں گا، ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ بھرا ہوا ہے، خرچ کرنے سے اس میں کمی نہیں ہوتی، وہ دن رات خرچ کرتا رہتا ہے، تم یہی دیکھ لو کہ اس نے جب سے آسمان وزمین کو پیدا کیا ہے کتنا خرچ کیا ہے، لیکن اس کے خزانے میں کوئی کمی نہیں ہوئی، پہلے اللہ کا عرش پانی پر تھا، اسی کے ہاتھ میں ترازو ہے جسے وہ اونچا نیچا کرتا رہتا ہے، امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے ابن آدم! اگر تو ضرورت سے زائد مال خرچ کر دے تو یہ تیرے حق میں بہتر ہے اور اگر تو اسے روک کر رکھے تو تیرے لیے برا ہے اور بقدر کفایت روک کر رکھنے میں تجھ پر کوئی ملامت نہیں کی جاسکتی اور صدقات میں ابتداء ان لوگوں سے کیا کر جو تیری ذمہ داری میں ہیں اور اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے بہتر ہوتا ہے۔ ❸

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی سورج طلوع ہوتا ہے تو اس کے پہلو میں دو فرشتے منادی کر رہے ہوتے ہیں اور ان کی یہ منادی جن وانس کے علاوہ، اللہ کی ساری مخلوق سنتی ہے، وہ یہ کہہ رہے ہوتے ہیں اے لوگو! اپنے رب کی طرف آؤ، کیونکہ جو چیز تھوڑی ہو اور کفایت کرنے والی ہو وہ اس سے زیادہ بہتر ہے جو مقدار میں زیادہ ہو اور غفلت میں ڈالنے والی ہو، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دوست تین طرح کے ہوتے ہیں، دوست کی ایک قسم وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ تیرے ساتھ میں اس وقت تک ہوں جب تک تو اپنی قبر میں نہیں پہنچ جاتا، دوست کی دوسری قسم وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ تو نے جو دے دیا اس میں سے میں تیرا ہوں، اور جو روک لیا ہے، وہ تیرا نہیں ہے، یہ تمہارا مال ہے، اور دوست کی تیسری قسم وہ ہے جو یہ کہتا ہے کہ تو جہاں بھی جائے گا یا جہاں سے بھی نکلے گا میں تیرے ساتھ رہوں گا، یہ تمہارا عمل ہے، لیکن انسان اسی تیسرے دوست سے کہتا ہے بخدا تو میرے نزدیک ان تینوں میں سب سے کم حیثیت رکھتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کون آدمی اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال کو پسند کرتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم میں سے کوئی آدمی بھی اپنے مال سے زیادہ اپنے وارث کے مال کو پسند نہیں کرتا، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر انسان کا مال وہ ہے جو اس نے آگے بھیج دیا اور اس کے وارث کا مال وہ ہے جو اس نے پیچھے چھوڑ دیا۔ ❹

---

❶ صحیح بخاری، الجهاد: ۷۰۔ ابن ماجه، الزهد: ۸.

❷ صحیح بخاری، الزکاة: ۲۷۔ صحیح مسلم، الزکاة: ۵۷۔ مسند احمد: ۲/ ۳۰٦.

❸ صحیح بخاری، الزکاة: ۱۸۔ صحیح مسلم، الزکاة: ۹۵.

❹ صحیح بخاری، الرقاق: ۱۲۔ مسند احمد: ۱/ ۳۸۲.

بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے یہاں تشریف لے گئے، اس وقت ان کے پاس کھجوروں کا ایک ٹوکرا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا، بلال! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، آپ کے مہمانوں کے لیے رکھی ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اس بات سے نہیں ڈرتے کہ یہ تمہارے لیے جہنم میں دھواں بن جائے، بلال! اسے خرچ کردو اور عرش والے کی جانب سے کمی کا خوف نہ کرو، یہ روایت بھی صحیح ہے کہ اے بلال! اللہ سے اس حال میں ملاقات کرو کہ تم تنگدست ہو، اس حال میں نہ ملنا کہ تم مالدار ہو، انہوں نے پوچھا یہ کس طرح ہوسکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں جو رزق ملے اسے جمع کر کے نہ رکھو، اور تم سے جس چیز کا سوال کیا جائے اسے دینے میں اپنا ہاتھ نہ روکو، انہوں نے پوچھا میں کس طرح یہ کرسکتا ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ یا پھر جہنم، ایک حدیث میں آتا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ نے ان کی طبیعت پر کچھ بوجھ محسوس کیا تو ان سے پوچھا کیا میری طرف سے کوئی بات آپ کے سامنے آئی ہے جو آپ کو ناگوار گذری ہے، اگر ایسا ہے تو میں آپ سے معافی مانگتی ہوں، انہوں نے فرمایا یہ بات نہیں، تم تو بہترین بیوی ہو جو کسی مسلمان کو مل سکتی ہے، اصل بات یہ ہے کہ میرے پاس بہت سا مال جمع ہوگیا ہے لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہا کہ میں اتنے مال کا کیا کروں گا، ان کی اہلیہ نے کہا کہ یہ کون سی پریشانی کی بات ہے، آپ اپنی قوم کے لوگوں کو بلا کر ان میں اسے تقسیم کر دیجئے، چنانچہ حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام سے فرمایا اے غلام! میری قوم کے لوگوں کو بلا کر لے آ، چنانچہ وہ گیا اور انہیں بلا لایا اور انہوں نے چار لاکھ روپے اسی وقت تقسیم کر دیئے۔

طبرانی نے معجم صغیر اور معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں میں سے دو بندوں پر بڑی وسعت فرمائی تھی، اور انہیں خوب مال و دولت اور اولاد عطا فرما رکھی تھی، ان کے مرنے کے بعد اللہ نے ان میں سے ایک سے پوچھا کہ اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کیا لبیک رب وسعدیك، اللہ نے فرمایا کیا میں نے تجھے مال اور اولاد کی کثرت عطا نہیں کی تھی؟ اس نے عرض کیا پروردگار! کیوں نہیں، اللہ نے پوچھا پھر میں نے جو کچھ تجھے دیا تھا تو نے اس میں کیا کیا؟ اس نے کہا کہ تنگدستی کے اندیشے سے میں وہ اپنی اولاد کے لیے چھوڑ آیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اگر تجھے صحیح علم حاصل ہوتا تو تو تھوڑا ہنستا اور زیادہ رونا، تجھے ان کے متعلق جس چیز کا اندیشہ تھا، وہ میں نے ان پر نازل کر دیا، پھر دوسرے سے فرمایا، اے فلاں بن فلاں! اس نے عرض کیا لبیک رب وسعدیك، اللہ نے فرمایا کیا میں نے تجھے مال اور اولاد کی کثرت عطاء نہیں کی تھی؟ اس نے عرض کیا پروردگار! کیوں نہیں، اللہ نے پوچھا پھر میں نے تجھے جو کچھ دیا تھا، تو نے اس میں کیا کیا؟ اس نے عرض کیا کہ میں نے اسے تیری اطاعت کے کاموں میں خرچ کیا اور اپنے پیچھے اپنی اولاد کے متعلق تیرے فضل و کرم اور قدرت و غنا پر بھروسہ کیا، اللہ نے فرمایا اگر تجھے صحیح علم حاصل ہوتا تو تو خوب ہنستا اور بہت تھوڑا روتا، یاد رکھ! تو نے جس چیز پر بھروسہ اور اعتماد کیا تھا وہ میں نے ان پر نازل کر دی۔

طبرانی ہی نے معجم کبیر میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کے ہاتھ حضرت ابو عبیدہ بن جراح رضی اللہ عنہ کے لیے چار سو دینار بھیجے اور اسے حکم دیا کہ چھپ کر دیکھنا کہ وہ ان دنانیر کا کیا کرتے ہیں؟ چنانچہ غلام نے وہ دینار لے جا کر انہیں دیئے اور ایک جگہ چھپ کر کھڑا ہوگیا، حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے وہ سارے اسی وقت تقسیم کر دیئے، غلام

نے واپس آ کر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو یہ بات بتا دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے چار سو دنانیر کی ایک اور تھیلی نکال کر اسے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے پاس بھیج دیا اور چھپ کر ان کا رویہ دیکھنے کی بھی تاکید کر دی، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے بھی ایسا ہی کیا اور سارے دینار تقسیم کر دیئے، اسی اثنا میں ان کی اہلیہ نے جھانک کر ان سے کہا کہ بخدا ہم بھی مسکین ہیں، کچھ ہمیں بھی دے دیجئے، اس وقت تھیلی میں صرف دو دینار بچے تھے، انہوں نے وہ اپنی اہلیہ کو دیئے، غلام نے جا کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ واقعہ بھی بتا دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا یہ سب لوگ بھائی اور ایک جیسے ہیں، یہ روایت بھی صحیح ہے کہ جب نبی علیہ السلام بیمار ہوئے تو اس وقت ان کے پاس سات دینار تھے، انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو حکم دیا کہ یہ دینار صدقہ کرنے کے لیے علی کو دے دیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نبی علیہ السلام کی تیمارداری میں مشغول تھیں، اس لیے اس کی تعمیل میں تاخیر ہوئی، نبی علیہ السلام کو جب بھی بے ہوشی سے افاقہ ہوتا انہیں اسی بات کی تلقین فرماتے یہاں تک کہ انہوں نے وہ دینار حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دے دیئے، اور جب نبی علیہ السلام کا وصال ہوا تو اس وقت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ بھی نہیں تھا، انہیں چراغ جلانے کی ضرورت پیش آئی تو دوسری زوجہ محترمہ سے منگوا کر چراغ جلایا۔

یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کو جب وظیفہ ملا تو انہوں نے اسے اپنی ضروریات میں خرچ کر لیا اور ان کے پاس صرف سات دینار باقی بچے، انہوں نے وہ بھی تقسیم کرنے کا حکم دے دیا، کسی نے ان سے کہا کہ یہ تو اپنے پاس رکھ لیجئے، انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ وصیت فرمائی تھی کہ جس سونے چاندی کو سنبھال کر رکھا گیا وہ اس کے مالک کے لیے جہنم کی آگ کی ایک چنگاری ہے، یہاں تک کہ اسے اللہ کے راستے میں خرچ کر دے، یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ آل محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے احد پہاڑ سونے کا بن جائے، میں اسے راہ خدا میں خرچ کرتا رہوں اور جس دن بھی دنیا سے رخصت ہوں تو اس میں سے دو دینار بھی میرے پاس بچے ہوں، سوائے ان دو دیناروں کے جو قرض کی ادائیگی کے لیے میں روک لوں جبکہ قرض ہو بھی، حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہ کو خط لکھا کہ بھائی! اتنی دنیا جمع نہ کرنا کہ تم اس کا شکر ادا نہ کر سکو، کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیا دار کو ''جس نے اس کے معاملے میں اللہ کی اطاعت کی ہو'' قیامت کے دن لایا جائے گا، اس وقت اس کا مال اس کے سامنے ہوگا، جوں ہی وہ پل صراط پر چڑھے گا، اس کا مال اس سے کہے گا کہ گذر جا، تو نے میرے حوالے سے واجب ہونے والے حقوق اللہ کو ادا کر دیا تھا، پھر اس دنیا دار کو ''جس نے اس کے معاملے میں اللہ کی اطاعت نہیں کی ہوگی'' لایا جائے گا، اس کا مال بھی اس کے سامنے ہوگا، جوں ہی وہ پل صراط پر چڑھے گا، اس کا مال اس سے کہے گا ارے کم بخت! تو نے میرے حوالے سے حقوق اللہ کو کیوں ادا نہ کیا تھا؟ وہ مسلسل یوں ہی کہتا رہے گا حتیٰ کہ وہ آدمی ہلاکت اور تباہی کی دعا کرنے لگے گا۔

ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ام المومنین حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو ان کا وظیفہ بھیجا، انہوں نے اسی وقت وہ اپنے قریبی رشتہ داروں اور یتیموں میں پورے کا پورا تقسیم کر دیا اور دعا کی کہ اے اللہ! اس سال کے بعد مجھ تک عمر کا وظیفہ نہ پہنچے، چنانچہ

نبی علیہ السلام کی تمام ازواج مطہرات میں سب سے پہلے وہی نبی علیہ السلام سے جا ملیں، حسن کہتے ہیں بخدا جو شخص دراہم کو عزیز رکھے گا، اللہ اسے ذلیل کر دے گا۔ بزرگوں کا کہنا ہے کہ جب سب سے پہلے درہم اور دینار سکے کی شکل میں ڈھالے گئے تو ابلیس نے انہیں اپنی پیشانی سے لگایا، انہیں بوسہ دیا اور کہنے لگا جو تم سے محبت کرے گا وہ میرا مخلص غلام ہوگا، اسی وجہ سے بعض حضرات کہتے ہیں کہ درہم و دینار منافقین کی لگامیں ہیں، ان کے ذریعے انہیں ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، ابن معاذ کہتے ہیں کہ درہم ایک بچھو ہے اگر تم اسے حفاظتی انتظام کے بغیر پکڑو گے تو وہ اپنے زہر سے تمہیں قتل کر دے گا، کسی نے ان سے ''حفاظتی انتظام'' کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا حلال طریقے سے اسے حاصل کرو اور جہاں اسے خرچ کرنے کا حق ہو وہاں خرچ کرو، حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے ان کے مرض الوفات میں کسی نے کہا کہ آپ کے تیرہ بچے ہیں، آپ ان سب کو فقر و فاقہ کی حالت میں چھوڑ کر جا رہے ہیں، ان کے پاس کوئی دینار ہے اور نہ ہی درہم، انہوں نے فرمایا میں نے ان سے ان کا حق روکا نہیں اور دوسروں کا حق انہیں دیا نہیں اور میری اولاد دو میں سے کسی ایک کیفیت پر تو لازماً ہوگی یا وہ اللہ کے فرمانبردار ہوں گے تو اللہ ان کی کفایت کرے گا اور وہ نیکوکاروں کا سرپرست ہے، یا وہ اللہ کے نافرمان ہوں گے، اس صورت میں مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ ان کے ساتھ کیا ہوتا ہے، ایک آدمی کثرت سے مال و دولت خرچ کرتا تھا، اس سے کسی نے کہا کہ اگر تم اسے اپنی اولاد کے لیے ذخیرہ کر کے رکھتے تو کتنا اچھا ہوتا، اس نے کہا کہ میں اسے اپنے رب کے یہاں اپنے لیے ذخیرہ کر رہا ہوں، اور اپنی اولاد کے لیے اپنے رب کو ذخیرہ کر رہا ہوں، ابن معاذ کہتے ہیں کہ دو قسم کی مصیبتیں ہیں جن کی مثال اولین و آخرین نے کبھی نہ سنی ہوگی، یہ دونوں مصیبتیں انسان کو مرتے وقت پہنچتی ہیں اس سے اس کا سارا مال لے لیا جاتا ہے اور سارے ہی مال کے متعلق اس سے پوچھ گچھ ہوگی۔

۱۲۹۔ قرض خواہ کا مقروض کے تنگدست ہونے کے باوجود اس سے واپسی کا تقاضا کرنا

امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مسجد کی طرف تشریف لائے، اس وقت نبی علیہ السلام اپنے دست مبارک سے زمین کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرما رہے تھے کہ جو شخص تنگدست مقروض کو مہلت دے دے یا اس کا کچھ یا کل قرض معاف کر دے، اللہ اسے جہنم کی تپش سے بچا لے گا۔ [1] یہی مضمون ابن ابی الدنیا نے بھی شروع میں اس اضافے کے ساتھ نقل کیا ہے کہ تم میں سے کون شخص اس بات کو پسند کرتا ہے کہ اللہ اسے جہنم کی تپش سے بچا لے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص اس بات کو پسند کرتا ہے، تب نبی علیہ السلام نے یہ بات ارشاد فرمائی، ایک صحیح حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے مقروض کو مہلت دے دے یا اس کا قرض معاف کر دے، وہ قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا، اس سلسلے کی بے شمار احادیث مختلف الفاظ سے مروی ہیں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن سب سے پہلے اللہ کے عرش کے نیچے سایہ حاصل کرنے والا وہ شخص ہوگا جو تنگدست مقروض کو اس وقت تک کے لیے مہلت دے دے جب تک اس کے پاس قرض کی ادائیگی کا انتظام نہ ہو جائے، یا جتنی رقم کا مطالبہ کرنے کا وہ حق رکھتا ہے اس

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۳۲۷.

پر اسے صدقہ کر دے اور یوں کہہ دے کہ میں نے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنا مال تجھ پر صدقہ کر دیا اور جس کاغذ پر قرض کا معاہدہ لکھ رکھا ہوا سے پھاڑ دے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پریشانی کو دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن پل صراط پر اس کے لیے نور کے دو شعبے بنا دے گا، نور کے ان دونوں شعبوں سے اس شخص کے علاوہ عالم کا اتنا بڑا حصہ روشنی حاصل کرے گا جس کی تعداد اللہ رب العزت کے علاوہ کسی کو معلوم نہ ہوگی، ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی دعائیں قبول ہوں اور اس کی پریشانیاں دور ہو جائیں تو اسے چاہیے کہ تنگدست مقروض کی پریشانی دور کر دے۔ مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان سے دنیا کی پریشانیوں میں سے کوئی ایک پریشانی دور کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دے گا، جو شخص دنیا میں کسی تنگدست (مقروض) پر آسانی کرے، اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس پر آسانی کرے گا، جو شخص دنیا میں کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرے، اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی کرے گا، اور اللہ تعالیٰ اس وقت تک بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک بندہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ ❶ یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ جو شخص تنگدست مقروض کو مہلت دے دے تو قرض کی ادائیگی کا وقت آنے سے پہلے تک اسے روزانہ اتنی مقدار صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے، اور ادائیگی کا وقت آنے کے بعد مہلت دے دے تو اسے روزانہ دوگنی مقدار صدقہ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم سے پہلے ایک آدمی تھا، اس کے پاس ملک الموت روح قبض کرنے کے لیے آ گئے، اللہ تعالیٰ نے اس سے پوچھا کیا تجھے اپنا کیا ہوا خیر کا کوئی کام معلوم ہے؟ اس نے کہا نہیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر غور کر لے، اس نے کہا کہ اور تو کچھ معلوم نہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ میں دنیا میں لوگوں کے ساتھ تجارت کرتا تھا، اور مالدار کو مہلت دے دیتا تھا اور تنگدست سے درگزر کر دیتا تھا اس پر اللہ تعالیٰ نے اسے جنت میں داخل کر دیا۔ ❷ یہ مضمون دیگر کتب حدیث میں بھی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہ قرار دینا ایک بالکل واضح بات ہے گو کہ دیگر علماء نے اس کی تصریح نہیں کی لیکن یہ ایذاء مسلم میں داخل ہے جو عام طور پر انسان کی طاقت سے باہر ہو جاتی ہے اور پہلی دو حدیثوں کا یہ مفہوم کہ جو شخص اپنے تنگدست مقروض کو مہلت نہیں دیتا اسے جہنم کی تپش سے نہیں بچایا جائے گا، اس سلسلے میں شدید وعید ہے اور یہیں سے اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تاکید مزید ہو جاتی ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، الذکر: ۳۸۔ ابوداود، الادب: ۶۰۔ ترمذی، البر: ۱۹۔

❷ صحیح بخاری، البیوع: ۱۷۔ صحیح مسلم، المساقاۃ: ۲۹.

۱۳۰۔ زکوٰۃ وصدقات کے مال میں خیانت کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی ذمہ داری پر مقرر کیا ہو (مثلاً زکوٰۃ کی وصولی) اور وہ ہم سے ایک دھاگہ یا اس سے بھی کم حیثیت چیز چھپائے تو وہ خیانت ہے اور وہ شخص قیامت کے دن اسے لے کر آئے گا، یہ سن کر ایک انصاری آدمی کھڑا ہوا اور کہنے لگا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھ سے اپنی دی ہوئی ذمہ داری واپس لے لیجئے، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا تمہیں کیا ہوا؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں نے آپ کو اس اس طرح فرماتے ہوئے سنا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ تو میں اب بھی کہتا ہوں کہ ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی ذمہ داری پر مقرر کر رکھا ہو، اسے چاہیے کہ تھوڑا ہو زیادہ سب لے آئے، پھر اس کے بعد اس میں سے اسے جتنا دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے اس سے رک جائے۔ ❶ یہ روایت بھی صحیح ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابو الولید! اللہ سے ڈرتے رہنا اور قیامت کے دن اس حال میں نہ آنا کہ تم نے اپنی گردن پر ایک اونٹ کو سوار کر رکھا ہو جو بڑبڑا رہا ہو، یا گائے جو آواز نکال رہی ہو یا بکری جو منمنا رہی ہو، انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ایسا بھی ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس پر وہ کہنے لگے کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں آئندہ کبھی بھی کسی ذمہ داری کو قبول نہ کروں گا۔ ❷

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب تمہارے ہاتھوں زمین کے مشرق ومغرب فتح ہو جائیں گے، اس وقت زمین کے تمام عمال جہنم میں ہوں گے سوائے ان کے جو اللہ تعالیٰ سے ڈریں گے اور امانت ادا کریں گے۔ ❸ ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے یہ روایت ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ وہ جنت البقیع میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ چلے جا رہے تھے، ان کے کانوں میں نبی علیہ السلام کی یہ آواز پڑی تجھ پر افسوس، تجھ پر افسوس، وہ پیچھے ہٹ گئے اور سمجھے کہ شاید نبی علیہ السلام انہی کو مراد لے رہے ہیں، نبی علیہ السلام نے انہیں پیچھے ہٹتے دیکھ کر فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ ساتھ چلو، انہوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کوئی نئی بات ہوئی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، انہوں نے پوچھا کہ پھر آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ تجھ پر افسوس، نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، وہ تو اس فلاں شخص کی بات ہے جسے میں نے فلاں خاندان سے زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، اس نے اس میں سے اون کی ایک دھاری دار چادر چھپا لی، اب قبر میں اسے اسی طرح کی آگ سے بنی ہوئی چادر پہنائی جا رہی ہے۔ ❹ یہ حدیث بھی صحیح ہے کہ زکوٰۃ وصدقات کے مال میں حد سے تجاوز کرنے والا ایسے ہی ہے جیسے زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا ❺ یعنی دونوں کا گناہ ایک جیسا ہے۔

---

❶ صحیح مسلم، الامارة: ۳۰۔ ابو داود، الاقضية: ۵۔ مسند احمد: ٤/ ١٩٢.

❷ صحیح بخاری، الهبة: ١٧۔ صحیح مسلم، الامارة: ٣٦.

❸ حلية الاولياء: ٦/١٩٩.

❹ نسائی، الامامة: ٥٨۔ مسند احمد: ٦/ ٣٩٢.

❺ ترمذی، الزكاة: ١٩.

ابویعلی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تم لوگوں کو جہنم کی آگ سے بچانے کے لیے تمہاری کمر سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں کہ جہنم سے بچ آؤ اور تم لوگ مجھ پر غالب آ رہے ہو اور پروانوں کی طرح اس میں گرتے چلے جا رہے ہو، کہیں ایسا نہ ہو کہ میں تمہاری کمر چھوڑ دوں، یاد رکھو! میں حوض کوثر پر تمہارا انتظار کروں گا، تم لوگ میرے پاس اکٹھے اور متفرق دونوں طرح آؤ گے، میں تمہیں تمہاری علامتوں اور ناموں سے اسی طرح پہچانوں گا، جیسے کوئی شخص اجنبی اونٹوں میں گھس جانے والے اپنے اونٹ کو پہچان لیتا ہے، اور تمہیں بائیں جانب لے جایا جائے گا، میں رب العالمین کو واسطہ دے کر کہوں گا پروردگار! میری قوم، پروردگار! میری امت، اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نہیں جانتے کہ انہوں نے آپ کے پیچھے کیا چیزیں ایجاد کر لی تھیں، یہ لوگ آپ کے پیچھے الٹے پاؤں لوٹ گئے تھے، لہٰذا میں قیامت کے دن تم میں سے کسی ایسے شخص کو نہ پاؤں جس نے ایک بکری اٹھا رکھی ہو اور وہ بکری منمنا رہی ہو اور وہ شخص مجھے پکارے تو میں اسے جواب دوں گا کہ میں تمہارے لیے کسی چیز کی قدرت نہیں رکھتا میں نے اپنا پیغام تم تک پہنچا دیا تھا، یہی جملے نبی علیہ السلام نے اونٹ گھوڑے حتیٰ کہ چمڑے کے مشکیزے کے متعلق بھی فرمائے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنا واضح بات ہے اگرچہ علماء نے اس کی تصریح نہیں کی ہے، تاہم مختلف مواقع پر ان کا کلام اس سلسلے میں صریح ہے اور علماء نے مطلقاً خیانت کو بھی کبائر میں شمار کیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ خیانت بھی اس میں شامل ہے۔

۱۳۱۔ٹیکس وصولی، جس کا مقصد لوگوں کی حفاظت یا انہی کو لوٹانا نہ ہو

ٹیکس وصولی کا یہ عنوان اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں شامل ہے ''جرم تو ان لوگوں پر ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق فساد پھیلاتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' ❶ ٹیکس کی جتنے انواع واقسام بھی ہیں مثلاً ٹیکس مقرر کرنے والا، اسے لکھنے والا، اس کا گواہ بننے والا، اسے ماپنے اور تول کرنے والا یہ سب لوگ ظالموں کے بڑے معاون بلکہ خود بہت بڑے ظالم ہیں، کیونکہ یہ لوگ وہ لیتے ہیں جس کے وہ مستحق نہیں ہیں اور وہ دیتے ہیں جس کے وہ مستحق نہیں، اسی وجہ سے ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا کیونکہ اس کا گوشت حرام سے پرورش پاتا ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے، نیز اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگ بندوں پر کیے جانے والے مظالم کو اپنے گلے میں لٹکا لیتے ہیں، اور قیامت کے دن ان لوگوں کے لیے یہ کیسے ممکن ہوگا کہ لوگوں سے جو کچھ وہ لیتے رہے ہیں انہیں ادا کر سکیں، اس وقت تو صرف یہ ہوگا کہ ان کی نیکیوں کو حقداروں میں تقسیم کر دیا جائے گا، جو کہ نبی علیہ السلام کے اس صحیح فرمان میں شامل ہے کیا تم جانتے ہو کہ اصل مفلس کون ہے؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے درمیان مفلس اس شخص کو کہتے ہیں جس کے پاس کوئی درہم ہو اور نہ ہی ساز وسامان، نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں اصل مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب لے کر آئے گا، لیکن کسی کو گالی

---

❶ الشوریٰ: ٤٢.

دی ہوگی، کسی کو مارا ہوگا اور کسی کا مال چھینا ہوگا، چنانچہ اس کی نیکیاں لے کر حقداروں میں تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر ان کے حقوق ادا ہونے سے قبل ہی اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں، تو حقداروں کے گناہ اس پر لاد دیئے جائیں گے اور اس کے بعد اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ❶

امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا، جس میں وہ اپنے اہل خانہ کو جگا کر فرماتے تھے اے آل داؤد! اٹھ کر نماز پڑھ لو، کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں اللہ دعائیں قبول فرماتا ہے البتہ جادوگر اور ٹیکس لینے والے کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ❷ ابوداؤد، ابن خزیمہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ٹیکس لینے والا جنت میں داخل نہ ہوگا۔ ❸ امام بغوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''ٹیکس لینے والا'' سے مراد وہ شخص ہے جو تاجروں کے پاس سے گذرتے ہوئے ان سے زکوٰۃ کے نام پر محصول (چنگی، ٹیکس) وصول کرتا ہے، حافظ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے دور میں آج کل یہ لوگ عشر کے نام سے یہی ٹیکس وصول کرتے ہیں اور اس کے ساتھ ایک دوسرا ٹیکس بھی وصول کرتے ہیں جس کا کوئی نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک ایسی چیز ہے جسے یہ لوگ ناجائز اور حرام طور پر لیتے ہیں، اور اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھرتے ہیں، اور اس سلسلے میں ان کے پاس جو حجت اور دلیل ہے وہ ان کے رب کے نزدیک بودی اور کمزور ہے، ان پر اللہ کا غضب نازل ہوگا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔

سراج بلقینی سے کسی آدمی نے ''ٹیکس لینے والے'' کا مطلب پوچھا تو انہوں نے فرمایا عربی زبان میں اس کے لیے ''مکاس'' کا جو لفظ بولا جاتا ہے، اس کا اطلاق اس شخص پر ہوتا ہے، جس نے ٹیکس لینے کا طریقہ سب سے پہلے ایجاد کیا، اور اس گھٹیا طریقے پر چلنے والے کو بھی بعد میں یہ نام دے دیا گیا، بظاہر نبی علیہ السلام کے ان فرامین سے یہی دونوں مراد ہیں اور ایک حدیث سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ ٹیکس کا طریقہ ایجاد کرنے والے کی توبہ قبول ہو سکتی ہے اور یہ کہ اگر وہ توبہ نہیں کرتا تو اس پر اس کا اپنا اور اس طریقے کو اختیار کر کے اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ بھی ہوگا، لیکن اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اس کی توبہ قبول ہو جائے گی اور بعد میں اس پر عمل کرنے والوں کا گناہ اسے نہیں ہوگا۔

امام احمد نے حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کا گذر کلاب بن امیہ کے پاس سے ہوا، وہ اس وقت بصرہ میں ٹیکس وصول کرنے والے ایک آدمی کی جگہ پر بیٹھے تھے، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں کیوں بیٹھے ہو؟ انہوں نے کہا کہ زیاد نے مجھے اس جگہ پر عامل مقرر کر دیا ہے، عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا میں تمہیں ایک حدیث نہ سناؤں جو میں نے نبی علیہ السلام سے خود سنی ہے؟ انہوں نے کہا کیوں نہیں، عثمان رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا جس میں وہ اپنے اہل خانہ کو جگا کر فرماتے تھے اے آل داؤد! اٹھ کر نماز پڑھ لو، کیونکہ یہ ایسا وقت ہے جس میں اللہ دعائیں قبول فرماتا ہے، البتہ جادوگر اور ٹیکس لینے

---

❶ صحیح مسلم، البر: ٦٠۔ مسند احمد: ٢ / ٣٠٣.

❷ مسند احمد: ٤ / ٢٢. ❸ ابو داود، الامارة: ٧۔ مسند احمد: ٤ / ١٤٣.

والے کی دعا قبول نہیں ہوتی، یہ حدیث سن کر کلاب بن امیہ اسی وقت سوار ہوئے اور زیاد کے پاس جا کر اسے اپنا استعفیٰ پیش کر دیا جسے اس نے منظور کر لیا۔ ❶ طبرانی نے بھی یہ مضمون معجم کبیر میں نقل کیا ہے لیکن اس کے یہ الفاظ ہیں کہ نصف شب کے وقت آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک منادی یہ اعلان کرتا ہے کہ ہے کوئی دعا کرنے والا جس کی دعا قبول کر لی جائے، ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کر دیا جائے، ہے کوئی پریشانیوں میں گھرا ہوا کہ اسے کشادگی عطا کی جائے۔ اس وقت کوئی بھی مسلمان جو دعا بھی کرے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرمائے گا سوائے اس بدکار عورت کے جو اپنی شرمگاہ کے ذریعے کماتی ہے یا ٹیکس وصول کرنے والا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ابوالخیر سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ گورنر مصر حضرت مسلمہ بن مخلد رضی اللہ عنہ نے حضرت رویفع بن ثابت رضی اللہ عنہ کو ٹیکسوں کا نگران بنانے کی پیشکش کی تو انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ٹیکس لینے والا جہنم میں ہوگا۔ ❷ طبرانی نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کسی صحراء میں تشریف لے جارہے تھے کہ اچانک انہیں ایک آواز آئی کہ کوئی انہیں ''یارسول اللہ'' کہہ کر پکار رہا ہے، نبی علیہ السلام نے پیچھے مڑ کر دیکھا لیکن کوئی نظر نہ آیا، پھر غور کیا تو رسی سے بندھا ہوا ایک مادہ ہرن نظر آیا، اس ہرنی نے کہا: یارسول اللہ! میرے قریب تشریف لائیے، نبی علیہ السلام اس کے پاس چلے گئے، اور فرمایا تجھے مجھ سے کیا کام ہے؟ اس ہرنی نے کہا کہ اس پہاڑ میں میرے دو چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، آپ میری رسی کھول دیں تاکہ میں انہیں جا کر دودھ پلا آؤں، میں واپس آجاؤں گی، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تم واقعی انہیں دودھ پلا کر واپس آجاؤ گی؟ اس نے کہا کہ اگر میں ایسا نہ کروں تو اللہ مجھے ٹیکس لینے والے کی طرح عذاب میں مبتلا کر دے، نبی علیہ السلام نے اسے چھوڑ دیا، وہ گئی اور اپنے بچوں کو دودھ پلایا اور تھوڑی دیر بعد ہی واپس آگئی، نبی علیہ السلام نے اسے دوبارہ اس کی رسی سے باندھ دیا، اتنی دیر میں اس کا مالک آگیا، اس نے نبی علیہ السلام سے ضرورت پوچھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا میری ضرورت یہ ہے کہ تم اسے چھوڑ دو، چنانچہ اس دیہاتی نے اسے چھوڑ دیا اور وہ ہرنی یہ کہتے ہوئے بھاگ گئی: اشهد ان لا اله الا الله، وانك رسول الله.

ملحوظہ

مصنف رحمہ اللہ نے اس واقعے کی صحت اور اس کی مختلف اسانید پر چار پانچ سطروں میں جو علمی بحث چھیڑی ہے، ہم نے عوام کا اس میں فائدہ نہ ہونے کی وجہ سے اس کا ترجمہ ترک کر دیا ہے۔

ابن عساکر نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں بدترین آدمی کی علامت نہ بتاؤں؟ جو اکیلا کھا جائے، مہمان کو نہ کھلائے، اکیلا سفر کرے اور اپنے غلام کو مارے، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو لوگوں سے نفرت کرے اور لوگ اس سے نفرت کریں، کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جس

---

❶ مسند احمد: ٤/ ٢٢. ❷ مسند احمد: ٤/ ١٠٩.

کے شر سے لوگ ڈریں اور اس سے خیر کی توقع نہ ہو؟ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو اپنی آخرت دوسرے کی دنیا کی خاطر بیچ دے؟ کیا میں تمہیں اس سے بھی بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ جو دین کے ذریعے دنیا کو کھانے لگے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ہلاکت ہے چوہدریوں کے لیے اور ہلاکت ہے امانت رکھنے والوں کے لیے، قیامت کے دن بہت سے لوگ یہ تمنا کریں گے کہ کاش! دنیا میں انہیں سر کے بالوں سے پکڑ کر ثریا ستارے سے لٹکا دیا جاتا اور وہ آسمان وزمین کے درمیان لٹکے رہتے لیکن کسی عہدے کے ذمہ دار نہ بنتے۔ ❶ یہ مضمون ابن حبان اور حاکم نے بھی نقل کیا ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم میں ایک پتھر ہوگا، کہا جائے گا کہ ہلاکت ہے اس پر چوہدری بننے والے چڑھیں اور اتریں گے، ابویعلی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے سامنے سے ایک جنازہ گذرا تو فرمایا اس کے لیے خوشخبری ہے اگر یہ چوہدری نہ ہوا، ابوداؤد نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ان کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے قدیم! تم کامیاب ہو جاؤ گے اگر تمہاری موت اس حال میں کہ تم امیر بنے، نہ منشی اور چوہدری۔ ❷

طبرانی نے ایک صاحب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان کے دادا نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بنی تمیم کا ایک آدمی میرا سارا مال کھا گیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تو میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، البتہ اگر تمہیں دلچسپی ہو تو میں تمہیں تمہاری قوم کا چوہدری بنا دیتا ہوں، میں نے عرض کر دیا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ یاد رکھو! چوہدری کو جہنم کی آگ میں دھکے دیئے جائیں گے۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کچھ لوگ پانی کے ایک گھاٹ پر رہتے تھے، جب ان کے پاس اسلام کی دولت پہنچی تو پانی والے نے اپنی قوم کے لوگوں میں اسلام قبول کرنے کی شرط پر سو اونٹ تقسیم کر دیئے، وہ لوگ مسلمان ہو گئے، اونٹ تقسیم کرنے کے بعد اس کے ذہن میں خیال آیا کہ لوگوں سے اپنے اونٹ واپس لے لے چنانچہ اس نے اپنے بیٹے کو نبی علیہ السلام کی خدمت میں بھیجا...... اس نے عرض کیا کہ میرے والد بڑے معزز آدمی ہیں اور اپنے علاقے کے چوہدری ہیں، وہ آپ سے درخواست کرتے ہیں کہ ان کے بعد اس چوہدراہٹ پر مجھے برقرار رکھا جائے، نبی علیہ السلام نے فرمایا چوہدراہٹ برحق ہے، اور لوگوں کے لیے چوہدراہٹ کے بغیر کوئی چارہ بھی نہیں ہے لیکن چوہدری جہنم میں ہوں گے۔ ❸ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم پر ایسے امراء ضرور آئیں گے جو بدترین لوگوں کو اپنے قریب کریں گے اور نماز کو اس کے وقت مقررہ سے مؤخر کریں گے، تم میں سے جو شخص ان لوگوں کو پائے، وہ نہ تو چوہدری بنے، نہ پولیس کا سپاہی، نہ ٹیکس وصول کرنے والا اور نہ خزانچی۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کا یہ جو ارشاد ہے کہ ''گندے اور اچھے برابر نہیں ہو سکتے۔'' ❹ اس کی تفسیر میں واحدی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! شراب میری تجارت تھی، میں نے اس

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۳۵۲.
❷ ابو داود، الامارة: ۵ـ مسند احمد: ٤/ ۱۳۳.
❸ ابو داود، الامارة: ٥.
❹ المائدة: ۱۰۰.

کی تجارت کر کر کے بہت سا مال اکٹھا کر رکھا ہے، اگر میں اس مال سے اللہ کی اطاعت کا کوئی کام کروں تو کیا وہ میرے لیے نفع بخش ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا (عام نیکی تو بہت دور کی بات) اگر تم اسے حج، جہاد یا صدقہ میں بھی خرچ کر دو تو اللہ کے یہاں وہ ایک مچھر کے پر کے برابر بھی نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ تو صرف پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے، اس پر اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کی تصدیق کرتے ہوئے مذکورہ آیت نازل فرمادی، حسن اور عطاء کہتے ہیں کہ خبیث اور طیب سے مراد حلال اور حرام ہے۔

دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چھ چیزیں ایسی ہیں جو انسان کے اعمال کو ضائع کر دیتی ہیں مخلوق کے عیوب میں مشغول رہنا، دل کا سخت ہو جانا، دنیا کی محبت، حیا کی قلت، لمبی امیدیں اور ایسا ظلم جس سے انسان اپنا ہاتھ ہی نہ روکے۔ ابن حبان نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ نیکی پرانی نہیں ہوتی، گناہ بھلایا نہیں جاتا، دیندار کبھی مرتا نہیں اور تم جو چاہو کرتے رہو، جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے اور علماء کی ایک بڑی جماعت نے اسی کی تصریح کی ہے، اس پر وارد ہونے والی وعید کی احادیث تعداد میں حد شمار سے باہر اور صحیح ہیں، کچھ احادیث کا بیان ''ظلم'' کے باب میں بھی آئے گا، اس وعید میں ٹیکس وصول کرنے والے اور ان کے معاونین بھی شامل ہیں اور ابن عبدالسلام نے تو یہ بھی فتوی دیا ہے کہ ٹیکس کے معاملات لکھنے والا بھی اس میں شامل ہے اور اس کی وجہ بھی واضح ہے کہ ان معاملات کو لکھ کر ہی محفوظ کرنا ممکن ہے، البتہ اگر بادشاہ کسی آدمی کی تنخواہ سرکاری خزانے سے مقرر کر کے اسے اپنے دربار میں حاضر ہونے کا حکم دے اور وہاں حاضر ہونے پر اسے تحریر کرنے پر لگا دے تو یہ جائز ہے، ابن عبدالسلام کے کلام میں بھی مجھے اس کی تصریح مل گئی ہے اور وہ اس طرح کہ کسی نے ان سے ٹیکس اور ظالموں کے مال لینے پر گواہی دینے کا حکم پوچھا تو انہوں نے فرمایا اگر گواہی دینے والے کا مقصد یہ ہے کہ اس طرح مظلوم کا مال محفوظ ہو جائے گا اور وہ ظالم کسی نہ کسی وقت اپنے اس عمل سے رجوع کر لے گا جبکہ یہ ممکن ہو کہ بادشاہ عدل وانصاف کی طرف لوٹ آئے گا یا کسی عادل آدمی کو اس کام پر مقرر کر دے گا تو جائز ہے، اور اگر گواہی دینے والے کا مقصد ظالموں کی اعانت ہو تو یہ جائز نہیں ہے، اور یہ بھی جائز ہے کہ اس عہدے کے ذمہ دار لوگ اس نیت سے اجرت وتنخواہ وصول کریں کہ حقداروں تک اسے واپس پہنچا دیں گے الا یہ کہ وہ علماء ہوں جن کی لوگ اقتداء کرتے ہیں۔

یہ بھی آپ کے علم میں ہونا ضروری ہے کہ دین سے دور بعض تاجر جب ٹیکس ادا کرتے ہیں تو اس میں ٹیکس کی بجائے زکوٰۃ کی نیت کر لیتے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے زکوٰۃ ادا ہو جاتی ہے، لیکن یہ گمان بالکل غلط اور باطل ہے جس کی کوئی بنیاد امام شافعی رحمہ اللہ کے مذہب میں نہیں ہے، کیونکہ امام اور حکمران زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے ٹیکس لینے والے افراد کا تقرر نہیں کرتا کہ کس پر زکوٰۃ واجب ہوتی ہے اور کس پر نہیں، یہ انہیں معلوم نہیں ہو سکتا، حکمران ٹیکس لینے والوں کو اس لیے مقرر کرتے ہیں کہ وہ جو مال بھی پائیں ''خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اور اس میں زکوٰۃ واجب ہوتی ہو یا نہ'' اس میں سے ٹیکس وصول کر لیں، باقی کسی آدمی کا یہ خیال کرنا کہ حکمران ٹیکس وصولی کا حکم اس لیے دیتا ہے تا کہ مسلمانوں کی فوجی اور دفاعی ضروریات پر اسے خرچ کر سکے، اس

کا ہمارے زیر تذکرہ موضوع میں کوئی فائدہ نہیں ہے، کیونکہ اگر ہم اس بات کو تسلیم کر بھی لیں تو یہ اسی وقت جائز ہو سکتا ہے جبکہ اس کی شرط بھی پائی جاتی ہو اور وہ شرط یہ ہے کہ سرکاری خزانے میں کچھ بھی باقی نہ بچا ہو، اور حکمران مالداروں سے اس کی وصولی پر مجبور ہو جائے، لیکن اس کے ادا کرنے سے مالداروں کی زکوٰۃ ادا نہیں ہو جائے گی کیونکہ اس نے ان سے یہ مال زکوٰۃ کے نام پر نہیں لیا ہے۔

مجھ سے ایک تاجر نے تذکرہ کیا کہ جب وہ ٹیکس ادا کرتا ہے تو اس میں زکوٰۃ کی نیت کر لیتا ہے، اور ٹیکس وصول کرنے والے کو اس کا مالک بنا دیتا ہے، اب یہ اس کی مرضی ہے کہ کسی دوسرے کو وہ مال دے دے لیکن ظاہر ہے کہ اس کا کوئی فائدہ نہیں ہے کہ ٹیکس وصول کرنے والے افراد میں مستحق زکوٰۃ افراد شاذ و نادر ہوتے ہیں بلکہ ان میں سے ہر ایک کام کرنے اور کمائی کرنے کی قدرت رکھتا ہے اور اگر وہ حلال روزی حاصل کرنے کے لیے اپنی صلاحیتوں کو استعمال کرے تو اس کے لیے یہ ممکن ہے کہ وہ اس قبیح کام سے بچ جائے اور جس شخص کی یہ حالت ہو اسے کس طرح زکوٰۃ دی جا سکتی ہے؟ لیکن تاجر لوگ مال کی محبت میں اس قدر گرفتار ہوتے ہیں کہ حق کو دیکھنے سے ان کی آنکھیں اور سننے سے ان کے کان انکار کر دیتے ہیں کیونکہ شیطان ان کے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے کہ یہ مال ان سے ظلماً اور ناحق لیا جا رہا ہے، لیکن انہیں یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ زکوٰۃ تو اللہ تعالیٰ نے ان پر واجب کی ہے، اس لیے یہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے اسی وقت بری الذمہ ہو سکتے ہیں جبکہ وہ اسے صحیح طریقے سے ادا کریں، لیکن اگر وہ اس کے ساتھ ظلم کریں گے تو پھر ان کے لیے نیکیاں کیونکر لکھی جائیں گی اور ان کے درجات کیونکر بلند کیے جائیں گے، اور علماء نے ٹیکس وصول کرنے والوں کو چوروں اور ڈاکوؤں کے زمرے میں شمار کیا ہے، بلکہ ان سے بھی زیادہ بدترین افراد قرار دیا ہے، اب غور کیجیے کہ اگر کوئی ڈاکو آپ سے آپ کا مال چھین لے اور آپ اس میں زکوٰۃ کی نیت کر لیں تو کیا یہ نیت آپ کو فائدہ پہنچائے گی؟ ہرگز نہیں، اسی طرح ٹیکس کی ادائیگی میں زکوٰۃ کی نیت کرنے کا بھی کوئی فائدہ نہیں ہے لہٰذا اس سے احتیاط کریں، بعض جہلاء اسے جائز سمجھتے ہیں لیکن علماء نے اس کی تردید میں خوب تفصیلی کلام کر کے ان کی غلطی واضح کر دی ہے۔

۱۳۲۔ مالدار آدمی کا لالچ اور مال میں اضافے کے جذبے سے صدقے کا سوال کرنا

طبرانی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص تنگدستی کی وجہ سے دست سوال دراز کرتا ہے گویا وہ آگ کے انگارے کھاتا ہے، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے، ترمذی نے حضرت حبشی بن جنادہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جبکہ نبی علیہ السلام عرفات کے میدان میں وقوف کیے ہوئے تھے کہ ایک دیہاتی آدمی آیا اور ان کی چادر کا کنارہ پکڑ کر ان سے کچھ مانگا، نبی علیہ السلام نے اسے عطا فرما دیا، اور وہ چلا گیا، اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی مالدار اور طاقتور آدمی کے لیے سوال کرنا حلال نہیں ہے، جو صحت مند ہو، اس کے اعضاء کامل ہوں، اور کمائی کی رکاوٹوں سے محفوظ ہو، الا یہ کہ ایسا فقر و فاقہ آ جائے جو انسان کو مٹی میں ملا دے، یا ایسا قرض جو اسے پریشان کر دے، اور جو شخص اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے لوگوں سے سوال کرتا ہے، اس کے چہرے پر قیامت کے دن خراشیں ہوں گی، اور جہنم کے

انگارے، اب جو چاہے کم حاصل کر لے یا زیادہ، رزین نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ بعض اوقات میں ایک آدمی کو کوئی عطیہ دے دیتا ہوں، اور وہ اسے اپنی بغل کے نیچے دبا کر چلا جاتا ہے حالانکہ وہ جہنم کی آگ کے علاوہ کچھ بھی نہیں ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو پھر آپ یہ آگ اسے دیتے ہی کیوں ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ مجھے بخل کی اجازت نہیں دیتا اور یہ لوگ مانگے بغیر باز نہیں آتے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! غنا کی وہ کتنی مقدار ہے جس کی موجودگی میں سوال کرنا جائز نہیں ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اتنی مقدار کہ جس سے آدمی صبح یا شام گذار سکے۔ [1] جبکہ احمد، اصحاب سنن اور حاکم کی روایت میں غنا کی مقدار پچاس درہم یا اس کی قیمت کے برابر سونا بھی بیان کی گئی ہے۔ [2]

ابوداؤد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مجھے اس بات کی ضمانت دے دے کہ وہ لوگوں سے کسی چیز کا سوال نہیں کرے گا، میں اس کے لیے جنت کی ضمانت دیتا ہوں۔ [3] یہ مضمون احمد، نسائی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی سے کچھ مانگے حالانکہ اس کے پاس ایک اوقیہ چاندی کی قیمت موجود ہے، تو اس نے ''الحاف'' یعنی لگ لپٹ کر سوال کیا، نسائی کی روایت میں چالیس درہم کی قید آئی ہے، احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص سوال کرنے سے بچنے کے لیے اللہ سے دعا مانگے اللہ اسے بچالیتا ہے، جو اللہ سے غنا مانگے اللہ اسے غنی کر دیتا ہے اور جو شخص لوگوں سے سوال کرتا ہے حالانکہ اس کے پاس پانچ اوقیہ کے برابر چاندی موجود ہو تو اس نے ''الحاف'' کیا۔ [4] امام مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے لوگوں سے مانگتا پھرے، وہ آگ کے انگارے مانگ رہا ہے، اب اس کی مرضی ہے کہ زیادہ مانگے یا تھوڑے۔ [5] عبداللہ بن احمد وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص غنا کی موجودگی میں لوگوں سے سوال کرتا ہے وہ جہنم کے انگارے بڑھاتا ہے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! غنا سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک رات کا کھانا، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے ایک آدمی مسلسل مانگتا ہی رہتا ہے حتیٰ کہ جب وہ اللہ تعالیٰ سے ملے گا تو اس کے چہرے پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی۔ [6]

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مانگنا ایک زخم ہے جس سے انسان اپنے چہرے کو زخمی کر لیتا ہے، اب انسان کی مرضی ہے کہ اس زخم کو اپنے چہرے پر برقرار رکھے یا ختم کر دے، الا یہ کہ کسی ایسے آدمی سے سوال کرے جو اس کی ضرورت پوری کرنے کی قدرت رکھتا ہو یا ایسے معاملے میں سوال کرے جس کے بغیر کوئی چارۂ کار ہی نہ ہو۔ [7] بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے اوپر کسی فقر و فاقہ کے بغیر ''جو اس پر یا اس کے اہل و عیال پر آیا ہو اور وہ اسے برداشت کرنے کی طاقت نہ

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۴ .

[2] ابو داؤد، الزكاة: ۲۴ ـ ترمذی، الزكاة: ۲۲ ـ ابن ماجه، الزكاة: ۲۶ .

[3] ابو داؤد، الزكاة: ۲۷ .

[4] مسند احمد: ۳/ ۷ .

[5] صحيح بخاری، الزكاة: ۵۲ ـ ابن ماجه، الزكاة: ۲۵ ـ مسند احمد: ۲/ ۲۳۱ .

[6] صحيح بخاری، الزكاة: ۵۲ ـ نسائی، الزكاة: ۸۳ ـ مسند احمد: ۲/ ۱۵ .

[7] ابو داود، الزكاة: ۲۶ ـ نسائی، الزكاة: ۹۳ ـ مسند احمد: ۵/ ۱۹ .

رکھتے ہوں'' سوال کا دروازہ کھولتا ہے، اللہ اس پر ایسی جگہ سے فقر وفاقہ کا دروازہ کھول دیتا ہے جہاں اس کا خیال بھی نہ گیا ہو، یہ روایت بھی صحیح ہے کہ مالدار آدمی کا مانگنا قیامت کے دن اس کے چہرے پر داغ ہوگا۔ بزار نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ مالدار آدمی کا مانگنا آگ ہے، تھوڑا مل جائے تو تھوڑی اور زیادہ مل جائے تو زیادہ، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک آدمی کا جنازہ لایا گیا تا کہ نبی علیہ السلام اس کی نماز جنازہ پڑھا دیں، نبی علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا کہ اس نے کتنا چھوڑا ہے؟ لوگوں نے بتایا دو یا تین دینار، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس نے آگ کے دو یا تین انگارے چھوڑے جن سے اسے داغا جائے گا، راوی کہتے ہیں کہ میں عبداللہ بن قاسم سے ملا اور ان سے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ آدمی لوگوں سے اپنے مال میں اضافہ کرنے کے لیے سوال کرتا تھا۔

تنبیہ

اگرچہ اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے تو نہیں گذری لیکن شدید وعید پر مشتمل ان احادیث کو دیکھتے ہوئے اسے کبائر میں شمار کرنا بھی واضح ہے اور یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ سوال کی حرمت کو ''غنا'' کے ساتھ مقید کیا گیا ہے جس کی تشریح بعض احادیث میں اتنی مقدار سے کی گئی ہے جس سے انسان کی ایک صبح وشام کا گذارہ ہو جائے، خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی تاویل میں علماء کی مختلف آراء موجود ہیں، چنانچہ بعض حضرات نے اس کے ظاہری معنی کو دیکھتے ہوئے کہا ہے کہ جس شخص کے پاس ایک دن رات کے کھانے کا سامان موجود ہو، اس کے لیے کسی سے مانگنا جائز نہیں ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حکم اس شخص کے متعلق ہے جس کے پاس مستقل طور پر دن رات کے کھانے کا انتظام موجود ہو، کہ ایسی صورت میں اس کے لیے مانگنا حرام ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ روایات ان دوسری روایات سے منسوخ ہو جاتی ہیں جن میں غنا کا اندازہ پچاس درہم یا اس کی قیمت اور ایک اوقیہ یا اس کی قیمت سے کیا گیا ہے، اگر وہ شخص نفلی صدقات کا سوال کر رہا ہو تو ہمارے نزدیک ان تمام اقوال میں سب سے پہلا قول زیادہ راجح ہے اور اگر وہ زکوۃ مانگ رہا ہو تو اس کے لیے مانگنا حرام نہیں ہے الا یہ کہ اس کے پاس اتنی گنجائش موجود ہو کہ اندازے کے مطابق اپنی عمر کے باقی ماندہ حصے کے لیے وہ اسے کافی سمجھتا ہو، باقی رہا ان احادیث کے منسوخ ہونے کا دعویٰ تو یہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ نسخ کی شرط یہ ہے کہ اس کی تاریخ معلوم ہو، نیز یہ کہ ناسخ، منسوخ سے بعد میں آیا ہو اور یہاں اس کا علم نہیں لہٰذا اس دعویٰ کا اعتبار نہیں۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض اوقات انسان جب روزگار کے ساتھ وابستہ ہوتا ہے تو وہ ایک درہم میں بھی غنی ہوتا ہے اور اپنی کمزوری یا بچوں کی کثرت کی صورت میں ایک ہزار درہم بھی اسے غنی نہیں بنا پاتے، سفیان ثوری، ابن مبارک، حسن بن صالح، احمد اور اسحاق کی رائے یہ ہے کہ جس آدمی کے پاس پچاس درہم یا اس کی قیمت کے برابر سونا موجود ہو، اسے زکوۃ نہ دی جائے، حسن بصری اور ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ جس آدمی کے پاس چالیس درہم ہوں وہ غنی ہے، فقہاء احناف کی رائے یہ ہے کہ جو شخص نصاب کی مقدار سے کم ملکیت رکھتا ہو'' خواہ وہ تندرست اور کماتا ہی ہو'' اسے زکوۃ دینا جائز ہے، تاہم اس کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ جس آدمی کے پاس ایک دن کی غذائی ضروریات موجود ہوں، اس کے لیے مانگنا جائز نہیں ہے، اور وہ

ان احادیث سے استدلال کرتے ہیں جو گذریں۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انصار کے ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر نبی علیہ السلام سے اپنی ضرورت کے لیے سوال کیا، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تمہارے گھر میں کچھ نہیں ہے؟ اس نے کہا کیوں نہیں، ایک ٹاٹ اور ایک پیالہ ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں چیزیں میرے پاس لے آؤ، چنانچہ وہ دونوں چیزیں لے آیا، نبی علیہ السلام نے وہ دونوں چیزیں ہاتھ میں پکڑیں اور فرمایا یہ دونوں چیزیں کون خریدے گا؟ ایک آدمی نے کہا کہ میں یہ دونوں چیزیں ایک درہم میں لیتا ہوں، نبی علیہ السلام نے دو تین مرتبہ فرمایا ایک درہم سے زیادہ کون دے گا؟ ایک آدمی نے دو درہم میں یہ چیزیں لینے کا ارادہ ظاہر کیا، نبی علیہ السلام نے وہ دونوں چیزیں اسے دے کر اس سے دو درہم لے لیے، پھر وہ دونوں درہم اس انصاری کو دیتے ہوئے فرمایا ان میں سے ایک درہم سے کھانا خرید کر اپنے گھر والوں کے لیے لے جاؤ، اور دوسرے درہم سے ایک کلہاڑی خرید کر میرے پاس لے آؤ، وہ کلہاڑی لے آیا، نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے اس میں دستہ ٹھونک دیا، اور فرمایا کہ جا کر اس سے لکڑیاں کاٹو اور انہیں بیچو اور پندرہ دن تک مجھے نظر نہ آنا، اس نے ایسا ہی کیا، پندرہ دن بعد آیا تو اس کے پاس دس درہم کی بچت ہو چکی تھی، اس نے کچھ سے کپڑے خریدے اور کچھ سے کھانے پینے کا سامان، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ صورت تیرے حق میں اس سے بہتر ہے کہ یہ سوال تیرے چہرے پر قیامت کے دن داغ بن کر آتا، سوال کرنا صرف تین صورتوں میں جائز ہے مٹی میں ملا دینے والا فقر و فاقہ، ہوش اڑا دینے والا قرض، دیت جو قتل کی وجہ سے واجب ہو جائے۔

یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ خوشخبری ہے اس شخص کے لیے جسے اسلام کی طرف ہدایت مل گئی، اس کی روزی بقدر کفایت رہی اور وہ اس پر قانع رہا، یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ اے ابوذر! کیا تم کثرت مال کو ہی غنا سمجھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم قلت مال کو فقر سمجھتے ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ! نبی علیہ السلام نے فرمایا حقیقی غنا دل کا ہوتا ہے اور حقیقی فقر دل کا ہوتا ہے۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مسکین وہ نہیں ہوتا جسے ایک دو لقمے یا ایک دو کھجوریں واپس لوٹا دیں، اصل مسکین وہ ہوتا ہے جس کے پاس اتنا بھی نہ ہو کہ وہ مستغنی ہو جائے اور لوگوں کو بھی پتہ نہ چل سکے کہ وہ اس پر صدقہ ہی کر دیں اور نہ ہی وہ اٹھ کر لوگوں سے سوال کرے، غنا ساز و سامان کی کثرت سے نہیں ہوتا، اصل غنا تو دل کا غنا ہوتا ہے۔ ❶ اور یہ روایت بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! مجھے کوئی مختصر نصیحت فرما دیجئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگوں کے ہاتھوں میں جو چیزیں ہیں، ان سے اپنے آپ کو نا امید کر لو، لالچ سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ یہ فوری فقر ہے، اور ایسی بات یا کام سے بچو جس سے کل کو معذرت کرنی پڑے، اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قناعت ایک خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

۱۳۳۔ مانگنے میں حد سے زیادہ اصرار کرنا

ابن ماجہ اور ابو نعیم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ لوگوں سے اصرار کر کے

❶ صحيح بخاري، الزكاة: ٥٣ـ نسائي، الزكاة: ٧٦.

مانگنے والے سائل کو اللہ تعالیٰ پسند نہیں کرتا۔ [1] بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کا پڑوسی اس کی تکلیفوں سے محفوظ نہ ہو جائے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا کرام کرے، جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ وہ اچھی بات کہے یا خاموش رہے، اسی طرح حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کو پسند کرتا ہے جو غنی، بردبار اور سوال کرنے سے بچنے والا ہو، اور اس شخص کو ناپسند کرتا ہے جو بیہودہ گو، فاجر اور سوال کرنے میں حد سے زیادہ اصرار کرنے والا ہو، ابن خزیمہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بعض اوقات میرے پاس کوئی آدمی آ کر سوال کرتا ہے، میں اسے کچھ دے دیتا ہوں اور وہ واپس چلا جاتا ہے لیکن اس کے پاس صرف جہنم کی آگ ہوتی ہے، ابن حبان نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سونا تقسیم فرما رہے تھے کہ ایک آدمی آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کچھ دیجیے، نبی علیہ السلام نے اسے عطا فرما دیا، اس نے تین مرتبہ اضافے کا مطالبہ کیا، نبی علیہ السلام نے ہر مرتبہ اسے عطا فرمایا بالآخر وہ پشت پھیر کر چلا گیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک آدمی آ کر مانگتا ہے، میں اسے دے دیتا ہوں، وہ پھر مجھ سے مانگتا ہے اور میں اسے تین مرتبہ دیتا ہوں، پھر وہ پیٹھ پھیر کر چلا جاتا ہے لیکن جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹتا ہے تو اس نے اپنے کپڑوں میں آگ بھری ہوتی ہے، اس مضمون کی ایک روایت پیچھے بھی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے گذر چکی ہے، اور یہ روایت بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ مانگنے میں حد سے زیادہ اصرار نہ کیا کرو، کیونکہ جو شخص اس طرح مانگ کر ہم سے کوئی چیز نکلوا لیتا ہے، اس میں برکت نہیں رکھی جاتی، یہ مضمون مسلم نے بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

حد سے زیادہ اصرار کر کے سوال کرنا ''جو کہ شدید ایذاء رسانی کا سبب بنتا ہے'' کبائر میں شمار کرنے کی وجہ ظاہر ہے، علماء نے اگرچہ اس کی تصریح نہیں کی ہے لیکن ان کا کلام اس کا انکار نہیں کرتا اور احادیث سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے اس لیے کہ اس پر مرتب ہونے والا بغض لعنت کے قریب تر ہے، اور وہ کبائر کی علامات میں سے ہے، اور اس کی تصریح نبی علیہ السلام کے اس فرمان سے ہو جاتی ہے جس میں اسے آگ قرار دیا گیا ہے، یہ وعید نہایت شدید ہے البتہ اگر سوال کرنے والا نہایت مجبور ہو اور جس چیز کا وہ سوال کر رہا ہو، وہ ظلماً اس سے روک لی گئی ہو تو بظاہر اس میں اصرار کر کے سوال کرنا حرام نہیں ہے، اور یہ بھی ظاہر ہے کہ ''الحاح'' کا کبیرہ گناہ ہونا تین مرتبہ سوال کو دہرانے کے ساتھ مقید نہیں ہے، بلکہ اسے اس چیز کے ساتھ مقید کرنا زیادہ بہتر ہے جسے عرف عام میں ایذاء اور تکلیف کا سبب سمجھا جاتا ہو، کیونکہ جب ایذاء رسانی بڑھ جائے تو مسؤل کو شدید غصے پر آمادہ کر دیتی ہے، اس وقت وہ حد اعتدال سے باہر نکل جاتا ہے اور بعض اوقات گالی گلوچ تک نوبت جا پہنچتی ہے گویا حد سے زیادہ اصرار کر کے سوال کرنا بہت سے گناہوں کا سبب بن جاتا ہے، اس لیے اس کا کبیرہ گناہ ہونا واضح ہو جاتا ہے۔

---

[1] اتحاف السادة المتقين: ٣١/٨.

خاتمہ

شیخین نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض اوقات نبی علیہ السلام مجھے کوئی عطیہ دیتے تو میں عرض کر دیتا کہ یہ عطیہ اس شخص کو دے دیجئے جو مجھ سے بھی زیادہ ضرورت مند ہو، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ لے لو، جب تمہارے پاس اس مال میں سے کچھ آئے جب کہ تمہارے دل میں اس کی کوئی خواہش ہو اور نہ ہی تم نے مانگا ہو تو اسے لے لیا کرو اور اپنے مال میں شامل کر لیا کرو، پھر چاہو تو اسے کھالیا کرو اور چاہو تو صدقہ کر دیا کرو، اور جو تمہارے پاس اس طرح نہ آئے تو اپنے نفس کو اس کے پیچھے تھکایا نہ کرو۔ [1] ان کے صاحبزادے سالم کہتے ہیں کہ اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کسی سے کچھ مانگتے نہیں تھے لیکن اگر انہیں کوئی چیز پیش کی جاتی تو وہ اسے رد بھی نہیں کرتے تھے، یہ مضمون حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے بھی ان کی ذات کے متعلق مروی ہے، یہ روایت بھی سند صحیح سے مروی ہے کہ جس شخص کو اپنے بھائی کی طرف سے کوئی نیکی پہنچے جبکہ اس نے اس کا سوال کیا ہو اور نہ ہی اس کی خواہش کی ہو تو اسے چاہیے کہ اسے قبول کر لے، اسے رد نہ کرے کیونکہ یہ اس کا رزق ہے جو اللہ تعالیٰ نے اسے پہنچایا ہے، یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ جس شخص کو کسی خواہش اور سوال کے بغیر اس رزق میں سے کسی چیز کی پیشکش ہو تو اسے چاہیے کہ اس کے ذریعے اپنے رزق میں وسعت پیدا کرے، اور اگر وہ غنی ہو تو اپنے سے زیادہ ضرورت مند آدمی کے حوالے کر دے، عبداللہ بن احمد نے اپنے والد امام احمد رحمہ اللہ سے ''خواہش'' کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا انسان اپنے دل میں یوں کہے کہ فلاں آدمی میرے پاس ضرور بھیجے گا، اور فلاں شخص میرے ساتھ صلہ رحمی ضرور کرے گا، یہ بھی وارد ہوا ہے کہ جو شخص اپنی کشادگی کی وجہ سے دوسروں کو دیتا ہے وہ اس بخشش کو قبول کر لینے والے سے زیادہ افضل نہیں ہوتا جبکہ قبول کرنے والا محتاج اور ضرورت مند بھی ہو۔

۱۳۴۔ انسان کا اپنے قریبی رشتہ دار کو اس کے سوال کے باوجود دینے سے انکار کرنا

طبرانی نے معجم اوسط اور کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کے پاس اس کا کوئی قریبی رشتہ دار آ کر اس سے وہ چیز مانگے جو اس کی ضرورت سے زائد ہو اور اللہ نے اسے عطا فرما رکھا ہو لیکن وہ اس کے باوجود بخل سے کام لے تو اللہ جہنم سے ایک سانپ نکالے گا، جسے ''شجاع'' کہا جاتا ہے اور اسے اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو عذاب میں مبتلا نہیں کرے گا جو یتیموں کے ساتھ صلہ رحمی کرے، اس کے ساتھ نرمی سے بات کرے، اس کی یتیمی اور لاچاری پر ترس کھائے، اور اللہ نے اپنے فضل سے اسے جو کچھ عطا کر رکھا ہو، اس کی وجہ سے وہ اپنے پڑوسی پر دست درازی نہ کرے، اے امت محمد! (صلی اللہ علیہ وسلم) اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ اس شخص کا صدقہ قبول نہیں کرتا جس کے رشتہ دار صلہ رحمی کے محتاج ہوں اور وہ دوسروں پر خرچ کرتا رہے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان

[1] صحيح بخاري، الاحكام: ١٧ ـ صحيح مسلم، الزكاة: ١١١.

ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر نظر کرم نہیں فرمائے گا، ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک صحابی نے پوچھا: یارسول اللہ! میں کس کے ساتھ حسن سلوک کروں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی والدہ سے، پھر اپنی والدہ سے، پھر اپنے والد سے، پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ داروں سے۔ [1] اور نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے آقا سے اس کی ضرورت سے زائد کسی چیز کا سوال کرتا ہے اور وہ اسے انکار کردیتا ہے، قیامت کے دن ضرورت سے زائد وہ چیز گنجا سانپ بن کر آئے گی اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ اللہ اس سے اپنا فضل روک لے گا۔

تنبیہ

اس گناہ کا کبائر میں شمار کرنا واضح اور جلی بات ہے، ان احادیث میں آنے والی شدید وعید اسی چیز کا تقاضا کرتی ہے، بہت سے علماء نے ان احادیث کے ظاہری معنی کو لیا ہے اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر اجنبی آدمی نیک ہو اور قریبی رشتہ دار گناہ گار تو اجنبی آدمی کو صدقہ دینا زیادہ افضل ہے، وجہ اس کی واضح ہے کہ نیک آدمی اسے نیکی کے کاموں میں خرچ کرے گا، اور گنہگار آدمی اسے گناہ کے کاموں میں صرف کرے گا، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس گناہ کے کبیرہ ہونے میں قریبی رشتہ دار اور کسی اجنبی آدمی کے درمیان فرق کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے جبکہ وہ مجبور ہو؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ فرق تو گذشتہ صفحات میں بیان کردیا گیا ہے کہ بعض کبیرہ گناہ بعض دوسرے کبائر سے زیادہ قبیح ہو سکتے ہیں، چنانچہ کسی مجبور آدمی سے اس کی ضرورت روک لینا تو کبیرہ ہے لیکن اپنے قریبی رشتہ داروں سے اس کی ضرورت روک لینا زیادہ قباحت رکھتا ہے جس کی متعدد وجوہات ہوسکتی ہیں، مثلاً اس کا نفقہ اس پر واجب ہونا، تعلقات کی نوعیت زیادہ مضبوط ہونا، اس پر خرچ نہ کرنے کی صورت میں موالات اور قرابت داری ختم کرنا، اور اسے ہلاک کرنے کی لاشعوری کوشش کرنا ہے، اجنبی آدمی میں صرف یہی آخری صورت پائی جاتی ہے، اس لیے قرابت داروں کے معاملے میں زیادہ شدید وعید وارد ہوئی ہے، یہ ہے خصوصیت کے ساتھ انہیں ذکر کرنے کی حکمت اور یہ حکمت واضح اور نمایاں ہے، نیز اس میں اس بات پر بھی تنبیہ ہے کہ والدین اور ان کے بعد درجہ بدرجہ قریبی رشتہ داروں کے حقوق کا خیال رکھا جائے اور یہ کہ ان کے ساتھ قطع رحمی عام لوگوں کے ساتھ قطع رحمی کی طرح نہیں ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قرابت داری اور رحم کو عرش کے پائے کے ساتھ لٹکا رکھا ہے جہاں وہ اس دعا میں مصروف ہے کہ اے اللہ! جو مجھے جوڑے تو اسے جوڑ دے اور جو مجھے توڑے تو اسے توڑ دے، اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتا ہے کہ میری عزت کی قسم! جو تجھے جوڑے گا میں اسے ضرور جوڑوں گا اور جو تجھے توڑے گا میں اسے ضرور توڑوں گا، قطع رحمی اور والدین کی نافرمانی کے گناہ کبیرہ ہونے پر تفصیلی بحث عنقریب آئے گی۔

یہاں تک لکھ چکا تھا کہ بعض علماء کی عبارت پر نظر پڑی کہ انہوں نے بھی اسی تفصیل کے ساتھ اس گناہ کو کبائر میں شمار کیا ہے، اس پر اللہ کا شکر کہ یہ صرف میری ذاتی رائے نہیں رہی۔

---

[1] ابوداود، الادب: ۱۲۰۔ ترمذی، البر: ۱۔ ابن ماجہ، الادب: ۱۔ مسند احمد: ۳/۵.

۱۳۵۔صدقہ کر کے احسان جتانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وہ لوگ جو اللہ کے راستے میں اپنے اموال خرچ کرتے ہیں، پھر خرچ کرنے کے بعد اس پر احسان نہیں جتاتے اور اذیت نہیں دیتے، ان کے لیے ان کے رب کے یہاں اجر ہے، ان پر کوئی خوف ہوگا اور نہ ہی وہ غمگین ہوں گے، ❶ روایات میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا نیکی کا احسان جتانے سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ یہ شکر کو باطل کر دیتا ہے اور اجر و ثواب کو مٹا دیتا ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی: ''اے اہل ایمان! اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا تکلیف پہنچا کر ضائع نہ کیا کرو۔'' ❷

پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بات بیان فرمائی ہے کہ جو شخص نیکی کے کاموں میں سے کسی کام مثلاً اپنی ذات اور اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتا ہے اور دوسری آیت میں یہ بیان فرمایا کہ جو شخص صدقات وخیرات کی انواع میں سے کسی نوع کو اختیار کر کے صدقہ کرتا ہے، اس کے لیے متصدقین کا وہ ثواب عظیم ''جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے تیار کر رکھا ہے'' حاصل کرنے کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے اس خرچ کرنے اور صدقہ کرنے کو احسان جتانے سے بچائے، دوسری آیت کے مطابق صدقہ وصول کرنے والے پر اور پہلی آیت کے مطابق اللہ، اس کے رسول اور مومنین پر، جیسا کہ قفال مروزی رحمہ اللہ نے اس عبارت میں اسی بات کی طرف اشارہ کیا ہے کہ اس شرط (احسان جتانے اور ایذاء پہنچانے سے بچنے) کا اعتبار اس صورت میں بھی ہوتا ہے جبکہ انسان اپنے اوپر خرچ کرے مثلاً دورانِ جہاد اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے اپنے اوپر خرچ کرنا کہ اس سے وہ نبی علیہ السلام اور مومنین پر احسان نہ رکھے اور نہ ہی کسی مومن کو تکلیف پہنچائے، اس کی صورت یہ ہو سکتی ہے کہ وہ لوگوں کے سامنے کہنے لگے کہ اگر میں نہ ہوتا تو یہ کام پایۂ تکمیل تک نہ پہنچتا، یا کسی آدمی سے یہ کہہ دے کہ تو تو بہت کمزور ہے، جہاد میں تیرا کوئی فائدہ نہیں ہے۔

پھر احسان جتانے کا مطلب یہ ہے کہ لینے والے کے سامنے اپنے احسانات اور انعامات گنوانا شروع کر دے یا ایسے لوگوں کے سامنے انہیں بیان کرنا شروع کر دے کہ لینے والا ان کے علم میں اس بات کے آنے کو اچھا نہ سمجھتا ہو، بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ انسان اپنے احسان کی وجہ سے لینے والے پر اپنے آپ کو افضل سمجھنے لگے، اس سے بچنا چاہیے اس وجہ سے علماء نے کہا ہے کہ صدقہ دینے والے کے لیے مناسب نہیں ہے کہ لینے والے سے دعا کا مطالبہ بلکہ اس کی امید بھی رکھے کیونکہ بعض اوقات وہ دعا اس کے احسان کے مقابلے میں آ جاتی ہے اور اس کا اصل اجر ختم ہو جاتا ہے۔ اصل میں ''من'' جس کا ترجمہ احسان کیا گیا ہے کا معنی ہے کاٹ دینا، نعمت پر اس لفظ کا اطلاق اسی بناء پر کیا جاتا ہے کہ احسان کرنے والا اپنے مال کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دوسرے آدمی کو دیتا ہے، اسی سے اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد بھی ہے ''آپ کے لیے ایسا اجر ہے جو غیر ممنون یعنی ختم نہ ہونے والا ہے۔'' ❸ موت کا دوسرا نام ''منون'' بھی اسی بناء پر ہے کہ یہ زندگی کو قطع اور ختم کر دیتی ہے اور ''ایذاء'' کا مطلب یہ ہے کہ لینے والے کو ڈانٹا جائے، اسے عار دلائی جائے یا اسے گالی دی جائے، اس سے بھی صدقہ کا اجر و ثواب جاتا رہتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں واضح طور پر بتا دیا ہے، دراصل احسان جتانا اللہ تعالیٰ کی بلند رتبہ

---

❶ البقرة: ٢٦٢. ❷ البقرة: ٢٦٤. ❸ القلم: ٣.

صفات میں سے ہے لیکن ہمارے لیے یہ ایک ایسی صفت ہے جسے اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احسان جتانے کا مقصد بندوں کو اپنی نعمتیں یاد دلا کر ان کا شکر ادا کرنے کی ترغیب دینا ہے جبکہ ہمارا احسان جتانا دوسروں کو عار دلانے اور ان کی طبیعت کو مکدر کرنے کے لیے ہوتا ہے، کیونکہ صدقہ لینے والا امثال کے طور پر شکستہ دل ہوتا ہے کیونکہ وہ دوسرے کا محتاج ہوتا ہے اور اسے اس بات کا بھی اعتراف ہوتا ہے کہ دوسرے آدمی کا ہاتھ اس کے ہاتھ کے اوپر ہے، لیکن جب دینے والا اپنی عظمت ثابت کرنے یا اس سے اپنی خدمت اور شکر کا مطالبہ کرنے کا اضافہ کرتا ہے تو وہ لینے والے کی شکستہ دلی، پریشانی، شرمندگی اور نقص و عار میں اضافہ کرتا ہے اور یہ سب چیزیں عظیم قباحتوں میں سے ہیں، نیز اس میں اللہ کی ملک حقیقی سے غفلت بھی نمایاں ہوتی ہے، حالانکہ اللہ ہی ہے جو کسی کو دینا آسان کرتا ہے اور کسی کی روزی تنگ کر دیتا ہے، لہٰذا ذات باری تعالیٰ پر نظر رکھنا اور اس کے شکر پر قائم رہنا اور حق تعالیٰ کے فضل و کرم میں جھگڑا اور اختلاف پیدا کرنے والی چیزوں سے اعراض کرنا ہی ضروری ہے اور جو شخص احسان جتاتا ہے تو یہ وہی ہو سکتا ہے جو اس بات سے غافل ہو کہ اصل دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہے۔

ملحوظہ

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے لفظ "منا و لا اذی" کی ترکیب نحوی کی تفصیل اور اس کا مطلب بیان کیا ہے، علمی بحث ہونے کی وجہ سے ہم نے اس کا ترجمہ کتاب کا حصہ نہیں بنایا ہے۔

امام احمد، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام ہوگا، نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، نبی علیہ السلام نے یہ بات تین مرتبہ ارشاد فرمائی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ وہ تو خسارے میں پڑ گئے اور نامراد ہو گئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا ٹخنوں سے نیچے تہبند لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسمیں کھا کر اپنا سامان بیچنے والا۔ ❶ طبرانی اور ابن عدی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر کرم نہ فرمائے گا، والدین کا نافرمان، احسان جتانے والا، عادی شراب خور اور تقدیر کو جھٹلانے والا۔ یہ مضمون نسائی نے بھی نقل کیا ہے اور یہ کہ یہ لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے، یہ مضمون حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور یہ کہ اللہ ان کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں کرے گا۔ امام احمد، نسائی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر کرم نہیں فرمائے گا، والدین کا نافرمان، مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت اور دیوث ❷ اور تین قسم کے لوگ جنت میں داخل نہ ہوں گے والدین کا نافرمان، ہمیشہ شراب پینے والا اور دے کر احسان جتانے والا۔ ❸ نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جو مکر و فریب کرنے والا ہو، لوگوں کو دھوکہ دینے والا ہو یا بخیل ہو یا احسان جتانے

---

❶ صحیح مسلم، الایمان: ۱۷۱۔ ابوداود، اللباس: ۲۵۔ ترمذی، البیوع: ۵۔ مسند احمد: ۲/ ۱۳٤.

❷ دیوث: وہ بے غیرت آدمی جسے اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ اس کے گھر میں کس کس کا آنا جانا ہے۔

❸ نسائی، الزکاۃ: ٦۹۔ مسند احمد: ٥/ ۱۷٦.

والا ہو۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں پانچ قسم کے لوگ داخل نہ ہوں گے، عادی شرابی، جادو پر ایمان لانے والا، قطع رحمی کرنے والا، کاہن اور احسان جتانے والا۔ ❷

تنبیہ و خاتمہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح علماء کی ایک جماعت نے کی ہے اور ان احادیث میں وارد ہونے والی سخت وعیدوں کے پس منظر میں یہ بات مزید واضح ہو جاتی ہے، ایک مرتبہ امام شافعی رحمہ اللہ نے یہ اشعار کہے تھے، ان کا ترجمہ یہ ہے کہ اپنے اوپر مخلوق میں سے کسی کے احسان و امتنان کا بوجھ نہ رکھو، اپنے نفس کے لیے اس کے حصے کو ترجیح دو اور صبر کرو کیونکہ صبر ایک ڈھال ہے اور کسی کا احسان جتانا دل پر تیر لگنے سے زیادہ گراں گذرتا ہے۔

۱۳۶۔ضرورت سے زائد پانی لینے سے لوگوں کو روکنا جبکہ لوگوں کو اس کی ضرورت بھی ہو

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام ہوگا، نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ آدمی جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ مسافر کو وہ پانی دینے سے انکار کر دے، ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا، جس طرح تو نے ضرورت سے زائد اس چیز کو روک لیا تھا جس میں تیرے ہاتھوں کی کوئی محنت نہ تھی۔ ❸ ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی چیز ہے جسے روکنا جائز نہیں ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا پانی، اس نے دو مرتبہ پھر یہی سوال کیا، نبی علیہ السلام نے دوسری مرتبہ جواب دیا نمک اور تیسری مرتبہ جواب دیا کہ تم نیکی کے کام کرتے رہو، یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ ❹ ابو داؤد نے ہی یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ تین چیزوں میں تمام لوگ شریک ہیں گھاس، پانی اور آگ ❺ ابن ماجہ نے بھی پانی، نمک اور آگ کے جواب والی روایت حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے نقل کی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پانی کی بات تو سمجھ میں آجاتی ہے، نمک اور آگ کا کیا معاملہ ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے حمیراء! جس نے کسی کو جلانے کے لیے آگ دی، گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ کیں جو اس آگ پر پکائی گئیں، جس نے کسی کو نمک دیا، گویا اس نے وہ تمام چیزیں صدقہ کیں جن میں اس نمک سے ذائقہ پیدا ہوا، جو شخص کسی مسلمان کو پانی کا ایک گھونٹ ایسی جگہ پلا دے، جہاں پانی موجود ہو، گویا اس نے ایک غلام آزاد کر دیا، اور جو شخص ایسی جگہ پر کسی مسلمان کو پانی کا ایک گھونٹ پلا دے جہاں پانی موجود نہ ہو، گویا اس نے اسے نئی زندگی دے دی۔ ❻

---

❶ نسائي، الزكاة: ٦٩ـ مسند احمد: ٥/ ١٧٦. ❷ مسند احمد: ٥/ ١٦٤.

❸ صحيح بخاري، الشهادات: ٢٢ـ صحيح مسلم، الايمان: ١٧٣.

❹ ابو داود، الزكاة: ٣٥. ❺ ابو داود، البيوع: ٦٠.

❻ ابن ماجه: الرهون: (١٦).

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح شیخین کی حدیث سے ہو جاتی ہے، کیونکہ اس میں شدید وعید پائی جاتی ہے اور علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے، جلال بلقینی بھی ان ہی میں شامل ہیں۔

۱۳۷۔ مخلوق کا احسان نہ ماننا جو کہ اللہ تعالیٰ کی ناشکری کو مستلزم ہے

ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر تم سے پناہ مانگے، اسے پناہ دے دو اور جو تم سے اللہ کا نام لے کر کچھ مانگے، اسے دے دو اور جو شخص اللہ کا واسطہ دے کر تمہاری پناہ میں آنا چاہے، اسے پناہ میں لے لو، اور جو شخص تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کرے تو تم اسے اس کا بدلہ دیا کرو، اگر اسے دینے کے لیے تمہارے پاس کچھ نہ ہو تو اس کے لیے اتنی دعائیں کرو کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا بدلہ اتار دیا ہے۔ ❶ ایک روایت میں یوں ہے "یہاں تک کہ تمہیں یقین ہو جائے کہ تم نے اس کا شکریہ ادا کر دیا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ شاکر ہے اور شکر گذاروں کو پسند کرتا ہے" ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو کوئی عطیہ ملے اور اس کے پاس موجود ہو تو اسے چاہیے کہ اس کا بدلہ دے، اگر بدلہ میں دینے کے لیے کچھ نہ ہو تو اس کا شکریہ ہی ادا کر دے اور جو شخص اس کی تعریف کر دے، اس نے اس کا شکریہ ادا کر دیا اور جس نے اسے چھپایا اس نے ناشکری کی۔ ❷ ابن حبان نے اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جو شخص جھوٹ بول کر اپنے آپ کو کسی ایسی چیز سے آراستہ ظاہر کرے جس سے وہ آراستہ نہ ہو تو وہ جھوٹ کے دو کپڑے پہننے والے کی طرح ہے۔ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں میں اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ شکر گذار بندہ وہ ہوتا ہے جو لوگوں کا شکریہ سب سے زیادہ ادا کرتا ہو۔ ❸ اور ایک روایت میں ہے کہ جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا۔ ❹ عبداللہ بن احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص تھوڑے کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ زیادہ کا بھی شکریہ ادا نہیں کرتا اور جو شخص لوگوں کا شکریہ ادا نہیں کرتا، وہ اللہ کا شکر بھی ادا نہیں کرتا، اللہ کی نعمتوں کو بیان کرنا بھی شکر ہے، انہیں بیان نہ کرنا ناشکری ہے، اجتماعیت رحمت ہے اور فرقت وافتراق عذاب ہے، امام ترمذی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کے ساتھ کوئی بھلائی کی گئی، اس نے بھلائی کرنے والے سے یوں کہا "جزاك الله خيرا" تو اس نے اس کی تعریف کر دی بلکہ اس میں مبالغہ کیا۔ ❺

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی وجہ دوسری حدیث سے ظاہری ہو جاتی ہے جس میں اس کے لیے "کفر" کا لفظ استعمال

---

❶ ابو داود، الزكاة: ۳۸۔ نسائی، الزكاة: ۷۲۔ مسند احمد: ۲/۶۸.

❷ ترمذی، البر: (۸۷). ❸ مسند احمد: ۵/ ۲۱۲.

❹ ابو داؤد، الادب: ۱۱. ❺ ترمذی، البر: ۸۷.

کیا گیا ہے یعنی یہ چیز اللہ کی نعمتوں کی ناشکری تک پہنچا دیتی ہے، لیکن میری نظر سے اس کی تصریح نہیں گذری، غالباً علماء اس حدیث سے یہ سمجھے ہیں کہ اس سے محسن کی کفرانِ نعمت مراد ہے اور صرف اتنی بات سے اس کا کبیرہ گناہ ہونا لازم نہیں آتا۔

۱۳۸-۱۳۹۔ اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ کسی اور چیز کا سوال کرنا اور اللہ کا واسطہ دے کر سوال کرنے والے کو کچھ نہ دینا

طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر سوال کرے، اور وہ شخص بھی ملعون ہے جس سے اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر سوال کیا جائے اور وہ سوال کرنے والے کو انکار کردے، بشرطیکہ وہ کسی نامناسب چیز کا سوال نہ کرے۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر جنت کے علاوہ کوئی چیز نہ مانگی جائے۔ [1] ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں مخلوق میں سب سے بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ! نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ آدمی جو لوگوں سے اللہ کے نام پر مانگے لیکن کوئی اسے کچھ نہ دے۔ [2]

طبرانی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں خضر کے متعلق نہ بتاؤں؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک دن خضر بنی اسرائیل کے ایک بازار میں چلے جارہے تھے کہ ایک عبد مکاتب [3] نے انہیں دیکھ لیا اور کہنے لگا کہ مجھ پر صدقہ کیجئے، اللہ آپ کو برکت دے، خضر کہنے لگے کہ میں اللہ پر ایمان لایا، جو وہ چاہتا ہے، ہوجاتا ہے، میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، اس غریب آدمی نے کہا کہ میں اللہ کی ذات کا واسطہ دے کہ آپ سے سوال کرتا ہوں کہ مجھ پر کچھ صدقہ فرمایئے، کیونکہ مجھے آپ کے چہرے پر شرافت کے آثار نظر آرہے ہیں اور مجھے آپ سے برکت ملنے کی توقع ہے، خضر کہنے لگے کہ میں اللہ پر ایمان لایا، میرے پاس تمہیں دینے کے لیے کچھ نہیں ہے، البتہ یہ ممکن ہے کہ تم مجھے کسی آدمی کے ہاتھ فروخت کردو، اس مسکین آدمی نے پوچھا کیا یہ مناسب ہوگا؟ انہوں نے کہا ہاں! میں جو تمہیں کہہ رہا ہوں، تم نے مجھ سے ایک بڑی عظیم ذات کے واسطے سے سوال کیا ہے، میں اپنے رب کے نام پر تمہیں رسوا نہیں کروں گا، تم مجھے بیچ دو۔

چنانچہ وہ آدمی انہیں بازار لے گیا اور چار سو درہم میں ایک آدمی کے ہاتھ فروخت کردیا، خضر اس آدمی کے یہاں کافی عرصہ رہے لیکن وہ ان سے کوئی کام نہیں لیتا تھا، ایک دن خضر نے اس سے کہا کہ آپ نے مجھے اس لیے خریدا ہے کہ آپ کو مجھ سے کوئی فائدہ ہو، لہٰذا مجھے کوئی کام بتایئے؟ اس نے کہا کہ مجھے آپ پر بوجھ ڈالتے ہوئے اچھا نہیں لگتا کیونکہ آپ بہت بوڑھے ہیں، انہوں نے کہا مجھے کوئی مشقت نہ ہوگی، اس نے کہا کہ اچھا، پھر اٹھ کر یہ پتھر یہاں سے ہٹادو، اس پتھر کو وہاں سے

---

[1] ابو داؤد: ۱٦٧١.   [2] مسند احمد: ۲/ ۳۹٦.

[3] مکاتب: وہ غلام کہ اس کے اور آقا کے درمیان یہ معاہدہ ہوگیا ہو کہ غلام مخصوص مقدار میں پیسے ادا کردے تو آقا اسے آزاد کردے گا۔

ہٹا کر مطلوبہ جگہ پہنچانے میں عام طور پر چھ آدمی زور آزمائی کرتے تھے تب وہ ایک دن میں ہٹانا ممکن ہوتا تھا، وہ آدمی خضر کو یہ حکم دے کر اپنے کسی کام سے باہر چلا گیا، جب واپس آیا تو دیکھا کہ پتھر اپنی جگہ سے اٹھا کر مطلوبہ جگہ تک پہنچایا جا چکا ہے، وہ آدمی بہت خوش ہوا اور کہنے لگا بہت خوب، آپ نے وہ کام کر دکھایا جس کے متعلق میں نہیں سمجھتا تھا کہ آپ وہ کام کر سکیں گے۔

کچھ عرصے بعد اس آدمی کو ایک سفر پیش آ گیا، وہ خضر سے کہنے لگا کہ میں آپ کو امانتدار آدمی سمجھتا ہوں، لہٰذا آپ میرے پیچھے میرے اہل خانہ کا اچھی طرح خیال رکھنا، خضر نے اس سے کہا کہ کوئی کام ہو تو وہ بھی بتا دیجئے، اس نے کہا کہ میں آپ کو مشکل میں نہیں ڈالنا چاہتا، خضر نے کہا مجھ پر مشکل نہیں ہوگی، اس نے کہا کہ پھر میرے آنے تک میرے گھر کی تعمیر کے لیے اینٹیں ڈھال کر رکھنا، یہ کہہ کر وہ آدمی سفر پر روانہ ہو گیا، سفر سے واپس آیا تو دیکھا کہ خضر اس کا گھر خوب عمدگی اور مضبوطی سے بنا چکے ہیں، وہ آدمی حیران رہ گیا اور کہنے لگا کہ میں آپ کو اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ کون ہیں؟ آپ کے پاس کون سے اسباب ہیں اور آپ کا کیا معاملہ ہے؟ انہوں نے کہا کہ تو نے مجھ سے اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر پوچھا ہے اور اسی واسطے نے مجھے غلامی میں ڈالا ہے، میں تجھے بتاؤں کہ میں کون ہوں؟ میں وہی خضر ہوں جس کا تذکرہ تو نے سن رکھا ہے، ایک غریب آدمی نے مجھ سے صدقے کی درخواست کی تھی، میرے پاس اسے دینے کے لیے کچھ نہیں تھا، اس نے مجھے اللہ کی ذات کا واسطہ دیا تو میں نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، اور اس نے مجھے تیرے ہاتھ بیچ دیا، اور میں تجھے یہ بھی بتا دوں کہ جس شخص سے اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر کچھ مانگا جائے اور وہ قدرت رکھنے کے باوجود اسے لوٹا دے تو وہ قیامت کے دن اس حال میں اٹھے گا کہ اس کی کھال ہوگی لیکن اس پر گوشت کی ایک بوٹی بھی نہ ہوگی، وہ آدمی کہنے لگا میں اللہ پر ایمان لایا، اے اللہ کے نبی! میں نے آپ کو بڑی مشقت میں ڈالا، مجھے معلوم نہیں تھا، حضرت خضر نے فرمایا کوئی بات نہیں، تم نے صحیح اور درست کیا، اس آدمی نے کہا کہ اے اللہ کے نبی! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہو جائیں، میرے اہل خانہ اور مال و دولت کے متعلق جو چاہیں فیصلہ فرمائیں اور اگر مناسب سمجھیں تو میں آپ کا راستہ چھوڑ دیتا ہوں، انہوں نے فرمایا میں چاہتا ہوں کہ تم میرا راستہ چھوڑ دو (مجھے آزاد کر دو) تاکہ میں اپنے رب کی عبادت کر سکوں، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور خضر کہنے لگے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے غلامی میں جکڑا، پھر اسی نے مجھے اس سے نجات عطا فرمائی۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور احادیث میں ان دونوں پر وارد ہونے والے لعنت کے الفاظ اس کی واضح دلیل ہیں، نیز بعد کی حدیث میں اللہ کے نام پر لینے والے اور موقع پر خود نہ دینے والے کو سب سے بدتر انسان بھی قرار دیا گیا ہے لیکن ہمارے علماء نے اس رائے کو قبول نہیں کیا اور انہوں نے ان دونوں گناہوں کو کبیرہ تو بڑی دور کی بات، حرام بھی قرار نہیں دیا، زیادہ سے زیادہ انہیں مکروہ کہا ہے، اس رائے کی موجودگی میں ان احادیث کو اس شخص پر محمول کیا جائے گا جو کسی مجبور اور ضرورت مند کو دینے سے انکار کر دے، اور اسے نمایاں کر کے بیان کرنے میں حکمت یہ ہوگی کہ سائل کی مجبوری کے باوجود اس کا انکار کرنا اور سائل کا اللہ کے واسطے سے سوال کرنا، سوال میں حد سے زیادہ اصرار اور تکرار کرنا نہایت قبیح ہے،

اسی وجہ سے ان دونوں پر لعنت کی گئی ہے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کا کبیرہ گناہ ہونا واضح ہے جس کا ہمارے علماء میں سے کوئی انکار نہیں کرتا، انہوں نے صرف اس صورت میں کلام کیا ہے جبکہ سائل محض اللہ کی ذات کا واسطہ دے کر سوال کرے اور مسئول اس سے انکار کر دے، اور سائل کا مانگنا کسی مجبوری کی وجہ سے نہ ہو، اس طرح مذکورہ احادیث اور ان علماء کے اقوال میں بھی تطبیق ہو جاتی ہے، پھر میں نے ''المنہاج'' میں حلیمی کا کلام دیکھا تو انہوں نے بھی اسی بات کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ ہر گناہ میں صغیرہ اور کبیرہ دونوں پہلو پائے جاتے ہیں، اور کبھی کسی قرینے کی وجہ سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے، اور کبیرہ فاحشہ بن جاتا ہے، سوائے کفر کے کہ وہ افحش الکبائر میں سے ہے، اور اس کی کوئی قسم صغیرہ نہیں ہے، اس کے علاوہ تمام گناہوں میں اسی طرح ہے جیسے میں نے ذکر کیا...... زکوٰۃ روکنا کبیرہ گناہ ہے اور سائل کو خالی ہاتھ لوٹا دینا صغیرہ ہے، اگر اس کی عدم ادائیگی پر بہت سے لوگ متفق ہو جائیں یا ہو تو ایک ہی آدمی لیکن وہ انکار سے آگے بڑھ کر اسے ڈانٹنا اور مغلظات بکنا شروع کر دے تو یہی کبیرہ گناہ ہے، اسی طرح اگر کسی محتاج نے ایسے آدمی کو کھانا کھاتے ہوئے دیکھا جسے اللہ نے وسعت عطا فرما رکھی تھی، اس کا دل اس کی طرف مائل ہوا اور اس نے اس سے سوال کر لیا، لیکن اس نے اسے رد کر دیا تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔

لیکن اس پر اذرعی نے یہ اعتراض کیا ہے کہ سائل کو رد کرنا صغیرہ گناہ اور محتاج کو رد کرنا کبیرہ گناہ ہونے کا جو قول حلیمی نے اختیار کیا ہے، اسے تسلیم کرنا بہت مشکل ہے الا یہ کہ کوئی آدمی اس کی تاویل کر لے لیکن ان کا کلام کسی تاویل کو قبول نہیں کرتا، جلال بلقینی نے اس اعتراض کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ ان کا دوسرا کلام مجبور و بے بس انسان پر محمول ہے اور پہلا کلام اس سائل پر محمول ہے جس پر ایسے شہر میں زکوٰۃ لازم ہوئی ہو جس کے فقراء محصور ہوں، جلال بلقینی نے حلیمی کے کلام کی جو تاویل کی ہے، وہ اس مطلب کی صراحۃً تائید کرتی ہے جو میں نے ذکر کیا ہے، البتہ جلال بلقینی نے مطلقاً یہ جو کہا ہے کہ آخر میں ذکر کیا جانے والا گناہ صغیرہ ہے، یہ بات واضح طور پر محل نظر ہے، کیونکہ جب وہ اسے تین میں منحصر کریں تو اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ وہ کامل طور پر زکوٰۃ کی ملکیت رکھتے ہوں، اس صورت میں ان میں سے کسی ایک کا روکنا یقینی طور پر کبیرہ گناہ ہے، اور اگر وہ اس طرح منحصر کریں جو مالک پر ان کے استیعاب کے وجوب کا تقاضا کرتی ہو اس طرح کہ عادۃً ان کے لیے ضبط کرنا آسان ہو تو اس صورت میں سائل کو واپس لوٹانا صغیرہ گناہ ہے، اس لیے کہ اس پر تعمیم واجب ہے لیکن یہ لوگ اس کے مالک نہیں ہیں لہٰذا یہ کبیرہ نہیں ہے، صغیرہ گناہ ہے اور جلال بلقینی کے کلام کو اسی حالت پر محمول کیا جائے گا۔

خاتمہ: صدقہ کے فضائل واحکام واقسام کا بیان

اس خاتمے میں جتنی احادیث بھی کسی حوالے کے بغیر آپ کی نظر سے گذریں گی، وہ سب صحیح احادیث ہیں، صرف چند احادیث حسن درجے کی ہیں، اس لیے ان کے مصنفین کا ذکر کرنے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، اس سلسلے میں میں نے ایک مبسوط کتاب بھی لکھی ہے جس سے کوئی بھی مستغنی نہیں رہ سکتا، ان میں سے چند احادیث یہ ہیں۔

نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص حلال کمائی سے ایک کھجور کے برابر صدقہ کر دے ''اور اللہ حلال وطیب ہی کو قبول کرتا ہے'' تو اللہ تعالیٰ اسے قبول کر کے اپنے دائیں ہاتھ میں لے لیتا ہے، پھر اسے صدقہ دینے والے کے لیے اسی طرح

21
21

پرورش کرتا رہتا ہے جیسے تم میں سے کوئی شخص اپنی بکری کے بچے کی پرورش کرتا ہے حتیٰ کہ وہ پہاڑ کے برابر ہو جاتا ہے۔ ❶ اور ایک روایت میں ہے کہ ایک لقمہ احد پہاڑ کے برابر بن جاتا ہے، اس کی تصدیق اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں موجود ہے ''کیا یہ لوگ نہیں جانتے کہ اللہ ہی اپنے بندوں کی توبہ کو قبول کرتا ہے اور وہی صدقات لیتا ہے'' ❷ نیز یہ ارشاد کہ ''اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے۔'' ❸ ایک روایت میں ہے کہ صدقہ کرنے کی وجہ سے انسان کے مال میں کمی نہیں ہوتی، معاف کرنے سے اللہ تعالیٰ انسان کی عزت ہی میں اضافہ کرتا ہے اور جو شخص اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے تواضع اختیار کرے، اللہ اسے بلند رتبہ عطا کرتا ہے۔ ❹ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ صدقہ کرنے سے مال میں کمی نہیں ہوتی، جو بندہ صدقہ دینے کے لیے اپنا ہاتھ آگے بڑھاتا ہے گویا وہ اللہ کے ہاتھ میں اسے دیتا ہے اور سائل کے ہاتھ میں جانے سے پہلے ہی اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ انسان کہتا رہتا ہے میرا مال، میرا مال، حالانکہ اس کا مال صرف تین چیزیں ہیں، جو اس نے کھالیا اور ختم کر دیا، پہن لیا اور پرانا کر دیا، یا دیدیا اور اپنے لیے محفوظ کر لیا، اس کے علاوہ جو کچھ ہے وہ سب لوگوں کے لیے رہ جائے گا۔ ❺ ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے ہر آدمی کے ساتھ اللہ تعالیٰ اس طرح ہم کلام ضرور ہوگا کہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی ترجمان نہ ہوگا، انسان اپنے دائیں ہاتھ دیکھے گا تو اسے وہی نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا ہوگا، بائیں جانب دیکھے گا تو وہی نظر آئے گا جو اس نے آگے بھیجا ہوگا، اور سامنے دیکھے گا تو اسے اپنے چہرے کے سامنے جہنم نظر آئے گی، لہٰذا جہنم کی آگ سے بچو اگرچہ کھجور کے ایک ٹکڑے کے ذریعے ہی ہو۔ ❻ ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے۔ ❼ ایک حدیث میں ہے کہ اے کعب بن عجرہ! جنت میں ایسا گوشت اور خون داخل نہ ہوگا جس کی پرورش حرام سے ہوئی ہو، آگ اس کی زیادہ حقدار ہے، اے کعب بن عجرہ! لوگ دو گروہوں میں صبح کرتے ہیں، کچھ لوگ اپنے نفس کو چھڑا کر اسے آزاد کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ اسے ہلاک کر دیتے ہیں، اے کعب بن عجرہ! نماز اللہ کی قربت کا سبب ہے، روزہ ڈھال ہے اور صدقہ گناہوں کو اس طرح بجھا دیتا ہے جیسے پانی آگ کو بجھا دیتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ صدقہ رب کے غضب کو بجھاتا ہے اور بری موت کو ٹالتا ہے، ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقہ کے ذریعے ستر ابواب کو ٹالتا ہے جن کا تعلق بری موت سے ہوتا ہے۔ ❽

ایک حدیث میں ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص اپنے صدقے کے سائے میں ہوگا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو جائے، جب بھی کوئی شخص صدقہ میں کوئی چیز نکالتا ہے تو اسے ستر شیطانوں کے جبڑے سے چھڑا لیتا ہے، کسی صحابی نے پوچھا

---

❶ صحیح بخاری، الزکاۃ: ۸۔ صحیح مسلم، الزکاۃ: ٦٣۔ ❷ التوبۃ: ١٠٤۔

❸ البقرۃ: ٢٧٦ ❹ صحیح مسلم، البر: ٦٩۔ ترمذی، البر: ٨٢۔

❺ صحیح مسلم، الزهد: ٣۔ ترمذی، الزهد: ٣١۔

❻ صحیح بخاری، المناقب: ٢٥۔ صحیح مسلم، الزکاۃ: ٦٧۔

❼ ترمذی، الایمان: ٨۔ ابن ماجه، الزهد: ٢٢۔ ❽ مسند احمد: ٣٩٩/٣

کہ سب سے افضل صدقہ کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا مال کی کمی کا شکار رہنے والا محنت کر کے کمائے اور صدقہ کرے، اور صدقہ کرنے میں ان لوگوں سے ابتداء کیا کرو، جو تمہاری ذمہ داری میں آتے ہوں، ایک حدیث میں ہے کہ ایک درہم ایک لاکھ درہم سے بڑھ جاتا ہے، ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیسے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک آدمی کے پاس بہت سا مال ہو، وہ اپنی جانب سے ایک لاکھ درہم نکال کر صدقہ کر دے اور ایک آدمی وہ ہے جس کے پاس صرف دو درہم ہوں، اور وہ ان میں سے ایک درہم صدقہ کر دے، ایک حدیث میں ہے کہ اپنے سائل کو خالی ہاتھ واپس نہ بھیجا کرو، اگرچہ ایک کھر ہی اسے دینا پڑے، ایک حدیث میں ہے کہ سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا کرے گا جبکہ اس کے عرش کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا...... وہ آدمی جس نے اس طرح صدقہ کیا کہ اس کے بائیں ہاتھ کو خبر بھی نہ ہوئی کہ اس کے دائیں ہاتھ نے کیا خرچ کیا۔ [1]

ایک حدیث میں ہے کہ نیکی کے کام برائی کے ہر کام سے بچا لیتے ہیں، پوشیدہ طریقے سے صدقہ کرنا رب کے غضب کو بجھا دیتا ہے، اور صلہ رحمی انسان کی عمر میں اضافہ کر دیتی ہے۔ [2] طبرانی کی اس مضمون پر مشتمل روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ہر نیکی صدقہ ہے، جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے لوگ نیکوکار ہی ہوں گے، طبرانی اور احمد کی ایک روایت میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صدقہ کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کئی گنا زیادہ اور اللہ کے پاس اور بھی زیادہ ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وہ کون ہے جو اللہ کو قرض حسنہ دے اور اللہ اس کے لیے اسے کئی گنا بڑھا دے۔'' [3] ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو لباس مہیا کرے، وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی حفاظت میں رہے گا جب تک اس شخص کے جسم پر اس کا ایک دھاگہ یا تار بھی باقی رہے گی، ایک روایت میں یہ ہے کہ اللہ اسے جنت کے سبز کپڑے پہنائے گا، جو مسلمان کسی مسلمان کو بھوک کی وجہ سے کھانا کھلائے، اللہ اسے جنت کے پھلوں میں سے کھلائے گا، جو مسلمان کسی مسلمان کو پیاس کی وجہ سے پانی پلائے، اللہ تعالیٰ اسے رحیق مختوم میں سے پلائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ مسکین پر صدقہ کرنا ایک صدقہ ہے اور قریبی رشتہ دار پر صدقہ کرنا دو گنا ہے ایک صدقے کا ثواب اور دوسرا صلہ رحمی کا۔

ایک حدیث میں ہے کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو اس قریبی رشتہ دار پر کیا جائے جو اپنے دل میں تمہاری عداوت چھپائے ہوئے ہو، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص دودھ دینے والی بکری کسی کو ہبہ کر دے، یا کسی کو دراہم صدقہ کر دے تو اسے ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ثواب ملے گا، ایک حدیث میں ہے کہ ہر قرض صدقہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ میں نے شب معراج کے موقع پر جنت کے دروازے پر لکھا ہوا دیکھا کہ صدقہ کا ثواب دس گنا ہوتا ہے اور قرض کا ثواب اٹھارہ گنا ہوتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو مسلمان کسی مسلمان کو دو مرتبہ قرض دے، یہ ایسے ہے جیسے اس نے ایک مرتبہ اسے صدقہ کر دیا ہو، ایک حدیث میں ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کون سا اسلام سب

---

[1] صحيح بخاری، الزكاة: ١٣ ـ صحيح مسلم، الزهد: ٩١.

[2] ترمذی، الزكاة: ٢٨.   [3] البقرة: ٢٤٥.

سے بہتر ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کھانا کھلاؤ، اور ان تمام لوگوں کو سلام کرو جنہیں پہچانتے ہو یا نہیں پہچانتے ہو، کسی صحابی رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ مجھے ہر چیز کے متعلق بتائیے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر چیز کو پانی سے پیدا کیا گیا ہے، راوی نے پوچھا کہ مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجیے کہ اس پر عمل کرنے کے بعد میں جنت میں داخل ہوسکوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کھانا کھلاؤ، سلام پھیلاؤ، صلہ رحمی کرو، رات کو اس وقت نماز پڑھو جبکہ لوگ سو رہے ہوں، سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ، ایک حدیث میں ہے کہ جو چیزیں اللہ کی رحمت کا سبب بنتی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کسی مسلمان غریب آدمی کو کھانا کھلانا، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو کھانا کھلائے یہاں تک کہ اس کا پیٹ بھر جائے اور پانی پلائے یہاں تک کہ اسے سیراب کر دے، تو اللہ تعالیٰ اسے جہنم سے سات خندقوں کے بقدر دور کر دے گا، اور ہر دو خندقوں کے درمیان پانچ سو سال کا فاصلہ ہوگا۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن ایک بندے سے اللہ تعالیٰ فرمائے گا، اے ابن آدم! میں بیمار ہوا لیکن تو نے میری عیادت نہیں کی، وہ عرض کرے گا پروردگار! میں تیری عیادت کیسے کرتا؟ تو تو رب العالمین ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ بیمار ہوا، تو نے اس کی عیادت نہیں کی، اگر تو اس کی عیادت کرتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا لیکن تو نے مجھے کھانا نہیں کھلایا، وہ عرض کرے گا پروردگار! تو تو رب العالمین ہے، میں تجھے کیسے کھانا کھلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرے فلاں بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا، لیکن تو نے اسے کھانا نہیں کھلایا، یاد رکھ! اگر تو اسے کھانا کھلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پینے کے لیے پانی مانگا لیکن تو نے مجھے پانی نہیں پلایا، وہ عرض کرے گا پروردگار! تو تو رب العالمین ہے، میں تجھے کیسے پانی پلاتا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے فلاں بندے نے تجھ سے پانی مانگا تھا لیکن تو نے اسے پانی نہیں پلایا، یاد رکھ! اگر تو اسے پانی پلاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا، ایک صحابی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری والدہ فوت ہوگئی ہیں، انہیں وصیت کرنے کا موقع نہیں مل سکا، اگر میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں تو کیا انہیں کوئی فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اور اپنے اوپر لوگوں کو پانی پلانا لازم کرلو، ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کون سا صدقہ سب سے افضل ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا پانی پلانا، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص پانی کے لیے کنواں کھودے، تو اس کنوئیں میں سے تر جگر رکھنے والا جو انسان یا جن یا پرندہ بھی پانی پیئے گا، اللہ تعالیٰ کنواں کھودنے والے کو قیامت کے دن اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا۔

امام بیہقی نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے حضرت عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ سے اپنے اس پھوڑے کی شکایت کی جو سات سال سے اس کے گھٹنے پر نکلا ہوا تھا اور اطباء اس کا علاج کرنے سے عاجز آ چکے تھے، ابن مبارک رحمہ اللہ نے اسے حکم دیا کہ ایسی جگہ پر پانی کا کنواں کھودو، جہاں لوگوں کو پانی کی ضرورت ہو، امید ہے کہ اس طرح تم صحت یاب ہو جاؤ گے، بیہقی ہی نے یہ واقعہ بھی نقل کیا ہے کہ مستدرک کے مصنف ابو عبداللہ حاکم ''جو کہ ان کے استاذ تھے'' کے چہرے پر ایک پھوڑا نکل آیا، وہ ایک سال کے قریب اس کا علاج کرواتے رہے لیکن اس کے علاج سے عاجز آ گئے، تھک ہار کر انہوں نے استاذ ابو عثمان صابونی سے درخواست کی کہ جمعہ کے دن اپنی مجلس میں ان کے لیے دعا کریں، چنانچہ انہوں نے صاحب مستدرک کے حق میں دعا کر

دی، لوگوں نے نہایت جوش سے اس پر آمین کہی، اگلے جمعے استاذ صابونی کی مجلس میں ایک عورت کی طرف سے رقعہ آیا کہ جب گذشتہ جمعہ وہ اس مجلس سے رخصت ہو کر اپنے گھر پہنچی تو اس رات اس نے حاکم کے لیے بہت دعائیں کیں، خواب میں اسے نبی علیہ السلام کی زیارت ہوئی جو یہ فرما رہے تھے کہ ابو عبداللہ سے کہو کہ مسلمانوں پر پانی کے معاملے میں وسعت پیدا کریں، وہ رقعہ حاکم کو دیا گیا تو انہوں نے اپنے گھر کے دروازے پر پانی کی ایک ٹینکی بنوائی، جب اس کی تعمیر سے فراغت ہوئی تو اس میں پانی بھرنے کا اور بعد ازاں اس میں برف ڈالنے کا حکم دیا، لوگ وہ پانی پینے لگے، ابھی ایک ہفتہ بھی گذرنے نہ پایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں شفا دے دی، وہ پھوڑے اور زخم سب ختم ہو گئے، اور ان کا چہرہ پہلے کی طرح حسین وجمیل ہو گیا اور اس واقعے کے کئی سال بعد تک وہ زندہ رہے، بیہقی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ پانی پلانے سے زیادہ کسی صدقے کا اجر وثواب نہیں ہے، مطلب یہ ہے کہ جہاں پانی کی زیادہ ضرورت ہو، ورنہ جس چیز کی ضرورت زیادہ ہو، وہی افضل ہے۔

روزے کا بیان

۱۴۰-۱۴۱۔ رمضان کا کوئی روزہ چھوڑنا یا بلا عذر شرعی توڑنا

ابو یعلی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسلام کی رسیاں اور دین کے قواعد تین چیزیں ہیں، انہی پر اسلام کی بنیاد ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کو بھی ترک کر دے، وہ اس کا کافر اور مباح الدم ہے، اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں، فرض نماز اور ماہِ رمضان کے روزے، ایک روایت میں یہ ہے کہ اس کا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں ہوگا۔ ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بغیر کسی رخصت اور بیماری کے رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دے، اس کی قضا ساری زندگی کے روزے نہیں ہو سکتے خواہ وہ ساری زندگی روزے رکھتا رہے۔ [1] یہ مضمون امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً بھی نقل کیا ہے، اس حدیث کے ظاہری مفہوم کو لیتے ہوئے حضرت علی اور ابن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان کا ایک روزہ توڑ دے یا چھوڑ دے، ساری زندگی کے روزے اس کی قضا نہیں بن سکتے، لیکن نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں اس کی سند کو غریب قرار دیا ہے، نخعی نے اس سلسلے میں بہت مبالغہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص رمضان کا ایک روزہ چھوڑ دے، اس پر تین ہزار ایام تک روزے رکھنا اس کی قضا کا حکم قرار پا سکتا ہے، ابن مسیب کہتے ہیں کہ ایک دن کے بدلے میں تیس دن روزہ رکھنا واجب ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کے شیخ ربیعہ کا کہنا ہے کہ ایک دن کے بدلے میں بارہ روزے رکھنا واجب ہے، لیکن جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ ایک دن کے بدلے ایک ہی روزہ رکھنا کفایت کر جاتا ہے خواہ دن چھوٹا ہی ہو، اور وہ "فعدة من ایام اخر" [2] کے ظاہر سے استدلال کرتے ہیں۔

ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ میں سو رہا تھا، میرے پاس دو آدمی

---

[1] صحیح بخاری، الصوم: ۲۹۔ ابوداود، الصوم: ۳۸۔ ترمذی، الصوم: ۲۷۔ ابن ماجه، الصیام: ١٤۔

[2] ''دوسرے دنوں سے اس کی گنتی پوری کرلی جائے۔'' البقرة: ١٨٤۔

آئے، انہوں نے مجھے میرے بازوؤں سے پکڑا اور ایک دشوار گذار پہاڑ پر پہنچے، وہاں پہنچ کر وہ مجھ سے کہنے لگے کہ اس پر چڑھیے! میں نے کہا کہ مجھ میں اس کی طاقت نہیں ہے، وہ کہنے لگے کہ ہم آپ کے لیے سہولت پیدا کیے دیتے ہیں، چنانچہ میں اس پہاڑ پر چڑھنے لگا، جب میں پہاڑ کے درمیان میں پہنچا تو بڑی شدید آوازیں آئیں، میں نے اپنے ہمراہیوں سے پوچھا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ اہل جہنم کا شور وغوغا ہے، پھر وہ مجھے آگے لے کر چلے، اچانک میں کچھ لوگوں کے پاس پہنچا، جو ایڑیوں کے بل لٹکے ہوئے تھے، اور ان کے جبڑے چھلے ہوئے تھے جن میں سے خون بہہ رہا تھا، میں نے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ تو انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو روزہ کا وقت پورا ہونے سے پہلے ہی روزہ کھول لیتے ہیں...... اور دارقطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص حالت اقامت میں ایک روزہ چھوڑ دے، اسے چاہیے کہ ایک اونٹ قربان کرے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی علماء نے تصریح کی ہے اور اس کی دلیل میں بیان کر چکا ہوں، بظاہر یہی حکم اس روزے کو چھوڑنے کا بھی ہے جو انسان پر واجب ہو مثلاً منت اور کفارے کا روزہ، کہ یہ بھی کبیرہ ہوگا جیسے بلا عذر رمضان کا روزہ چھوڑنا ہے، باقی رہی یہ بات کہ نماز اور زکوٰۃ چھوڑنے پر جتنی کثرت سے وعیدیں وارد ہوئی ہیں، اس کثرت کے ساتھ روزہ ترک کرنے کی وعیدیں کیوں نہیں آئیں تو بظاہر اس میں حکمت۔ واللہ اعلم۔ یہ ہے کہ روزے پر قدرت رکھتے ہوئے بھی محض سستی کی وجہ سے اسے ترک کرنے والوں کی تعداد نماز اور زکوٰۃ ترک کرنے والوں سے بہت کم ہے، بلکہ اکثر لوگ نماز اور زکوٰۃ میں کوتاہی کرنے کے ساتھ ساتھ روزہ رکھنے میں کوتاہی نہیں کرتے، اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ بہت سے لوگ روزہ رکھ لیتے ہیں مگر نماز نہیں پڑھتے اور بہت سے لوگ صرف رمضان ہی میں نماز پڑھتے ہیں، دوسرے مہینوں میں نہیں پڑھتے۔

۱۴۲۔ روزہ چھوڑنے یا توڑنے کے بعد اس کی قضا کرنے میں بھی تاخیر کرنا

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح اگرچہ نظروں سے تو نہیں گذری لیکن اس کا کبیرہ ہونا واضح بات ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ روزہ چھوڑنے یا توڑنے کی وجہ سے انسان فاسق ہو جاتا ہے، لہٰذا اس پر فسق سے نکلنے کے لیے فوری طور پر توبہ کرنا واجب ہو جاتا ہے اور قضا کے بغیر توبہ صحیح نہیں ہو سکتی، اگر وہ بلا عذر شرعی قضا میں بھی تاخیر کر دے تو وہ فسق میں آگے بڑھنے والا ہوگا، اور فسق میں آگے بڑھنا بھی فسق ہے لہٰذا واضح ہوگیا کہ قضا میں تاخیر کرنا بھی فسق ہے، اس ضمن میں ہر وہ واجب شامل ہے جسے کوئی شخص بلا عذر چھوڑ دے اور اس کی قضا میں بھی تاخیر کرے جیسے فرض نماز اور حج جسے اس نے فاسد کر دیا ہو، اور اس حکم کا اس صورت پر صادق آنا بھی بعید از قیاس نہیں ہے کہ کوئی شخص ایک رمضان کی قضا اگلے رمضان تک موخر کر دے، اگرچہ اس نے کسی عذر کی وجہ سے ہی روزہ چھوڑا ہو، کیونکہ قربِ رمضان کی وجہ سے اس پر تنگی ہوگی پھر میں نے اپنے اکابر علماء میں سے ہروی رحمہ اللہ کی کتاب ''ادب القضاء'' دیکھی تو اس میں اس بات کی تصریح موجود ہے جو میں نے ذکر کی ہے۔ فالحمد للہ

۱۴۳۔عورت کا شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی عورت کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ اپنے شوہر کی موجودگی میں اس کی اجازت کے بغیر کوئی نفلی روزہ رکھے یا اس کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں آنے کی کسی کو اجازت دے۔ ❶ ایک صحیح روایت میں یہ قید بھی ہے ''الا یہ کہ وہ ماہِ رمضان کا روزہ ہو'' طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو عورت بھی اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر روزہ رکھے، شوہر اس سے اپنی کسی خواہش کا ارادہ کرے اور وہ انکار کردے تو اللہ اس پر تین کبیرہ گناہوں کا وبال لکھ دیتا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شوہر کا بیوی پر حق ہے کہ وہ اس کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ نہ رکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ بھوکی اور پیاسی رہی اور اس کا روزہ قبول نہیں ہوا۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے تو نہیں گذری، لیکن تیسری حدیث سے صراحۃً اس کا کبائر میں شمار ہونا واضح ہو جاتا ہے، اور اگر اس سے استدلال کی صحت کو تسلیم نہ کیا جائے تب بھی اس کا کبیرہ ہونا پہلی حدیث کے آخر میں ذکر کیے گئے اس جملے سے سمجھ میں آجاتا ہے کہ ''عورت اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر میں کسی کو نہ آنے دے'' اس جملے میں جس چیز کی طرف اشارہ کیا جارہا ہے وہ شوہر کو ایذاء پہنچانا ہے اور وہ اس طرح کہ عورت شوہر کے مقدم حق کو روکنے اور ادا نہ کرکے روزہ رکھنے یا غیر کو اس کے گھر میں داخل ہونے کی اجازت دے کر اس کی ایذاء کا سبب بن رہی ہے، یہاں اس چیز پر نظر نہیں کی جاسکتی کہ مرد کے لیے شرعاً اس سے اپنی خواہش پوری کرنے کی اجازت تو ہے، گناہگار تو عورت ہوگی کیونکہ عام طور پر انسان عبادت کو باطل کرنے سے ڈرتا ہے، جب شوہر کو یہ خوف ہوگا تو وہ اپنی خواہش پوری کرنے سے رک جائے گا، حالانکہ ممکن ہے کہ اس وقت اسے اس کا شدید تقاضا ہو، اس طرح اسے شدید تکلیف ہوگی اور کوئی شک نہیں ہے کہ کسی آدمی کو اس طرح شدید تکلیف سے دوچار کرنا کہ وہ اپنے حق سے ہی بالواسطہ یا بلاواسطہ محروم ہو جائے، کبیرہ گناہ ہے، اس تقریر کی صورت میں یہ حدیث تائید کے لیے ہوگی۔

۱۴۴۔عیدین اور ایام تشریق کے روزے

امام احمد، ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عید الفطر، عید الاضحیٰ اور ایام تشریق ہم اہل اسلام کے لیے عید کے ایام ہیں، اور یہ دن کھانے پینے کے ہیں۔ ❷ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام ساری زندگی روزے رکھتے رہے سوائے عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دنوں کے۔ ❸ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو دن کا

---

❶ صحيح بخاري، النكاح: ٨٤ـ صحيح مسلم، الزكاة: ٨٤.

❷ ابو داود، الصوم: ٥٠ـ ترمذي، الصوم: ٥٨ـ نسائي، المناسك: ١٩٥ـ مسند احمد: ١٥٢/٤.

❸ ابن ماجه، الصيام: ٣٢.

روزہ رکھنا صحیح نہیں ہے عید الاضحیٰ کے دن اور رمضان کے بعد عید الفطر کے دن۔ ❶ امام احمد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان ایام یعنی ایام تشریق کا روزہ نہ رکھا کرو کیونکہ یہ کھانے پینے کے دن ہیں۔ ❷

تنبیہ

عیدین اور ایام تشریق کے روزے کی ممانعت بہت سی احادیث میں وارد ہوئی ہے لہٰذا اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا صحیح ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کی ضیافت سے اعراض کرنے کا احتمال بھی پایا جاتا ہے۔

خاتمہ: روزے سے متعلق صحیح اور حسن درجے کی احادیث کا بیان

یوں تو اس سلسلے میں میں نے ایک مبسوط کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام میں نے ''اتحاف اہل الاسلام بخصوصیات الصیام'' رکھا ہے لیکن یہاں بھی اس سے تلخیص کر کے چند احادیث درج کرتا ہوں چنانچہ ایک حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابن آدم کا ہر عمل اس کے لیے ہے، سوائے روزے کے کہ وہ میرے لیے ہے اور میں ہی اس کا بدلہ دوں گا اور روزہ جہنم سے بچاؤ کی ڈھال ہے لہٰذا جس دن تم میں سے کسی نے روزہ رکھا ہوا ہو، وہ کوئی بیہودہ کام کرے اور نہ شور مچائے، اگر کوئی شخص اسے گالی دے یا اس سے لڑنا چاہے تو وہ کہہ دے کہ میں روزے سے ہوں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد ﷺ کی جان ہے، روزہ دار کے منہ کی بھبک اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشک کی مہک سے بھی زیادہ عمدہ ہوتی ہے۔ ❸ ایک حدیث میں ہے کہ روزہ دار کو دو خوشیاں ملتی ہیں جن سے وہ خوش ہوتا ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے تو اسے افطار کرنے کی خوشی ہوتی ہے اور جب وہ اپنے رب سے ملے گا تو روزہ رکھنے کی وجہ سے خوش ہوگا۔ ❹

ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں ایک دروازہ ہے جسے ''ریان'' کہا جاتا ہے، قیامت کے دن اس دروازے سے جنت میں صرف روزہ دار داخل ہوں گے، ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی اور داخل نہ ہو سکے گا، اور جب سب روزہ دار داخل ہو جائیں گے تو اس دروازے کو بند کر دیا جائے گا تاکہ ان کے علاوہ اس دروازے سے کوئی اور داخل نہ ہو سکے، جو شخص جنت میں داخل ہوگا، وہ وہاں کے مشروبات پیئے گا اور جو وہاں کے مشروبات پیئے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔ ❺ ایک حدیث میں ہے کہ جہاد کرو، مال غنیمت پاؤ گے، روزہ رکھو صحت مند رہو گے، اور سفر کرو مستغنی رہو گے۔ ❻ ایک حدیث میں ہے کہ روزہ جہنم سے ڈھال اور محفوظ قلعہ ہے۔ ❼ ایک حدیث میں ہے کہ روزہ اور قرآن دونوں قیامت کے دن بندے کے حق میں سفارش کریں گے، روزہ عرض کرے گا پروردگار! میں نے اسے کھانے پینے اور خواہشات کی تکمیل سے روکے رکھا لہٰذا اس کے حق میں میری

---

❶ صحیح مسلم، الصیام: ۱۳۹.
❹ مسند احمد: ۲/ ۵۱۳.
❸ صحیح بخاری، الصوم: ۲۔ صحیح مسلم، الصیام: ۱۶۲.
❹ صحیح بخاری، التوحید: ۳۵۔ صحیح مسلم، الصیام: ۱٦٤.
❺ صحیح بخاری، الصوم: ٤۔ صحیح مسلم، الصیام: ۱٦٦.
❻ مسند احمد: ۲/ ۳۸۰.
❼ مسند احمد: ۲/ ٤۰۲.

سفارش قبول فرما، قرآن عرض کرے گا کہ پروردگار! میں نے اسے رات کو سونے سے روکا تھا، لہٰذا اس کے حق میں میری سفارش قبول فرما، چنانچہ ان دونوں کی سفارش قبول کرلی جائے گی، ایک حدیث میں ہے کہ روزے کو اپنے اوپر لازم کرلو کیونکہ اس کے برابر کوئی چیز نہیں ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اللہ کی رضا کے لیے ایک دن روزہ رکھتا ہے، اللہ اس کے چہرے کو جہنم سے ستر سال کی مسافت پر دور کردیتا ہے، اور ایک حدیث میں آسمان وزمین کے درمیان خندق کا فاصلہ بیان کیا گیا ہے، اور ایک حدیث میں سو سال کی مسافت کا ذکر ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی دعا مسترد نہیں ہوتی، ان میں سے ایک روزہ دار بھی ہے جب وہ روزہ افطار کرتا ہے، ایک عادل حکمران ہے اور ایک مظلوم کی بددعا، کہ اللہ اسے آسمانوں کے اوپر اٹھالیتا ہے اور اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیتا ہے اور اللہ فرماتا ہے میری عزت کی قسم! میں تیری مدد ضرور کروں گا خواہ کچھ عرصے بعد ہی کروں، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے روزہ رکھے، اس پر اس کا دل مطمئن ہو اور وہ اللہ کی رضا اور اس کے پاس موجود ثواب حاصل کرنے کی نیت رکھتا ہو اس کے گذشتہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں گے، اور جو شخص شب قدر کے موقع پر ایمان کی حالت میں اور ثواب کی نیت سے قیام کرے اس کے گذشتہ سب گناہ معاف کردیئے جائیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ماہِ رمضان کے روزے رکھے، اس کی حدود کا خیال رکھے اور ان چیزوں سے بچے جن سے بچنا چاہیے، اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف ہوجائیں گے، ایک حدیث میں ہے کہ پانچوں نمازیں، ایک جمعہ سے لے کر دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان دوسرے رمضان تک کے لیے کفارہ بن جاتا ہے جب تک انسان کبیرہ گناہوں سے بچتا رہے۔ [1] ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو منبر کے پاس جمع ہونے کا حکم دیا، راوی کہتے ہیں کہ ہم لوگ حاضر ہوگئے، نبی علیہ السلام جب منبر کی پہلی سیڑھی پر چڑھے تو آمین کہا، پھر دوسری اور تیسری سیڑھی پر بھی آمین کہا، جب نبی علیہ السلام منبر سے اترے تو ہم نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آج ہم نے آپ سے ایک ایسی چیز سنی ہے جو اس سے پہلے ہم نہیں سنتے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جبریل میرے پاس آئے اور انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جو ماہِ رمضان کو پائے لیکن اس کی بخشش نہ ہوسکے، میں نے اس پر آمین کہا، جب میں دوسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے، میں نے اس پر آمین کہا، جب میں تیسری سیڑھی پر چڑھا تو انہوں نے کہا کہ وہ شخص اللہ کی رحمت سے دور ہو جو اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی حالت میں پائے اور پھر بھی جنت میں داخل نہ ہوسکے، میں نے اس پر بھی آمین کہا۔

ایک حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے شعبان کے آخری دن ہم سے خطاب فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک ایسا عظیم اور مبارک مہینہ سایہ فگن ہورہا ہے جس میں ایک رات وہ بھی آتی ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہوتی ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس

---

[1] صحیح، مسلم: الطهارة: ١٦ ـ مسند احمد: ٢/٣٥٩.

کے روزے رکھنا اللہ نے فرض قرار دیا ہے، اور اس کی راتوں میں قیام کو تطوع یعنی مستحب قرار دیا ہے، جو شخص اس مہینے میں خیر کا کوئی ایک کام کر کے اللہ کا قرب حاصل کرے، تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے کسی دوسرے مہینے میں فرض ادا کیا ہو، اور جو شخص اس مہینے میں ایک فرض ادا کرے، تو یہ ایسے ہے جیسے اس نے کسی دوسرے مہینے میں ستر فرض ادا کیے ہوں، یہ صبر کا مہینہ ہے اور صبر کا ثواب جنت ہے، یہ غم خواری کا مہینہ ہے، یہ وہ مہینہ ہے جس میں مومن کا رزق بڑھا دیا جاتا ہے، جو شخص اس مہینے میں ایک روزہ دار کو روزہ افطار کرائے تو وہ اس کے گناہوں کی معافی اور جہنم سے اس کی آزادی کا سبب بن جاتا ہے اور اسے روزہ دار کے برابر اجر بھی ملتا ہے اور روزہ دار کے اجر و ثواب میں کوئی کمی نہیں کی جاتی، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! ہم میں سے ہر شخص کے پاس اتنی گنجائش نہیں ہے کہ وہ کسی کو روزہ افطار کرا سکے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ یہ ثواب اس شخص کو بھی عطا فرمائے گا جو کسی روزہ دار کو ایک کھجور، پانی کے ایک گھونٹ یا دودھ کے ایک گھونٹ سے روزہ افطار کرا دے، یہ وہ مہینہ ہے جس کا پہلا عشرہ رحمت، درمیان والا عشرہ مغفرت اور اس کا آخری عشرہ جہنم سے آزادی والا ہے، جو شخص اس مہینے میں اپنے غلام سے تخفیف کرے، اللہ اس کے گناہ کو معاف کر دے گا اور اسے جہنم سے آزاد کر دے گا، اور اس مہینے میں چار کام زیادہ سے زیادہ کیا کرو، دو کام وہ ہیں جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکو گے اور دو کام ایسے ہیں جن سے تم مستغنی نہیں رہ سکتے، چنانچہ وہ دو کام جن سے تم اپنے رب کو راضی کر سکو، وہ یہ ہیں اس بات کی گواہی دینا کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو، اور وہ دو کام جن سے تم مستغنی نہیں رہ سکتے وہ یہ ہیں کہ تم اللہ سے جنت کو طلب کرو اور جہنم سے اس کی پناہ مانگو اور جو شخص کسی روزہ دار کو روزہ کھولنے کے لیے پانی پلائے، اللہ اسے میرے حوض سے اس طرح سیراب کر دے گا کہ وہ آئندہ کبھی پیاسا نہ ہوگا۔

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص ماہِ رمضان میں حلال کمائی سے کسی روزہ دار کو روزہ افطار کرائے، اس کے لیے رمضان کی ساری راتوں میں فرشتے دعائیں کرتے رہیں گے، اور شب قدر کے موقع پر جبریل اس سے مصافحہ کریں گے، اور جبریل جس سے مصافحہ کریں گے اس کا دل نرم ہو جائے گا اور اس کے آنسو کثرت سے بہیں گے، ایک حدیث میں ہے کہ جب رمضان آتا ہے تو جنت کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں، جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سارا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی بند نہیں کیا جاتا، اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں اور سارا مہینہ ان میں سے ایک دروازہ بھی نہیں کھولا جاتا، سرکش جنات کو قید کر دیا جاتا ہے، اور ہر رات صبح ہونے تک آسمان سے ایک منادی یہ اعلان کرتا رہتا ہے کہ اے خیر کے طلب گار! مکمل کر اور خوش ہو جا، اور اے شر کے طلب گار! پیچھے ہٹ جا اور آنکھیں کھول، یہ اعلان بھی ہوتا ہے کہ ہے کوئی اپنے گناہوں کی معافی مانگنے والا کہ اسے معاف کر دیا جائے؟ ہے کوئی توبہ کرنے والا کہ اس کی توبہ کو قبول کر لیا جائے؟ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی دعا قبول کر لی جائے؟ ہے کوئی سوال کرنے والا کہ اسے عطا کر دیا جائے؟ اور روزانہ افطار کے وقت اللہ تعالیٰ جہنم سے ساٹھ ہزار لوگوں کو آزادی عطا فرماتا ہے، اور جب عید الفطر کا دن آتا ہے تو پورے مہینے اس نے جتنے بندوں کو جہنم سے آزاد کیا ہوتا ہے "تیس مرتبہ ساٹھ ہزار" اتنے ہی اس دن بھی آزاد فرماتا ہے۔

اعتکاف کا بیان

۱۴۵-۱۴۷۔

منت مانے ہوئے اعتکاف کو چھوڑ دینا، یا مباشرت وغیرہ کے ذریعے اسے باطل کر لینا اور مسجد میں مباشرت کرنا خواہ معتکف ہو یا غیر معتکف، یہ تینوں کبیرہ گناہ ہیں اور انہیں کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بعید از فہم بھی نہیں ہے، جہاں تک پہلے دو گناہوں کا تعلق ہے تو انہیں منت مانے ہوئے روزے کے حکم پر قیاس کیا جائے گا، جیسا کہ روزے کے بیان میں گذرا، اور تیسرے گناہ میں اتنی شدید قباحت پائی جاتی ہے جو یہ ثابت کرتی ہے کہ یہ شخص دین سے کتنا لا پرواہ اور اخلاقیات سے کتنا عاری ہے کیونکہ مساجد میں اس طرح کے کام نہیں کیے جاتے، اور یہ بات پہلے گذر چکی ہے کہ مسجد کو گندگی سے آلودہ کرنا کفر ہے لہٰذا اس مباشرت کو کم از کم کبیرہ گناہ تو ہونا چاہیے کیونکہ اس سے بھی مسجد کی حرمت پامال ہوتی ہے جو ''گندگی'' سے آلودہ کرنے کے قریب قریب ہے۔

حج کا بیان

۱۴۸۔ قدرت کے باوجود مرنے تک حج نہ کرنا

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص زادِ راہ اور سواری کا مالک ہو جو اسے بیت اللہ تک پہنچا سکے اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے، اس کے لیے کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر، اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ کی رضا کے لیے لوگوں پر بیت اللہ کا حج فرض ہے، جو شخص وہاں پہنچنے کی قدرت بھی رکھتا ہو۔ [1]
حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہے جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میں سوچ رہا ہوں ان شہروں کی طرف کچھ لوگوں کو بھیجوں، اور وہ ہر اس آدمی کی تحقیق کریں جس کے پاس گنجائش ہے اور وہ اس کے باوجود حج نہیں کرتا، ان تمام لوگوں پر ٹیکس مقرر کر دیں، کیونکہ یہ لوگ مسلمان نہیں ہیں، اس نوعیت کی بات چونکہ کوئی شخص اپنی عقل سے نہیں کہہ سکتا اس لیے سمجھا جائے گا کہ یہ نبی علیہ السلام کے فرمان کے حکم میں ہے، بیہقی نے بھی حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کو کسی نظر آنے والی ضرورت، روک دینے والی بیماری یا ظالم بادشاہ نے حج کرنے سے نہ روکا ہو اور اس کے باوجود وہ حج نہ کرے، تو اس کی مرضی ہے کہ یہودی ہو کر مرے یا عیسائی ہو کر، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اسلام کے آٹھ حصے ہیں، کلمہ اسلام ایک حصہ ہے، نماز ایک حصہ ہے، زکوٰۃ ایک حصہ ہے، روزہ ایک حصہ ہے، حج بیت اللہ ایک حصہ ہے، امر بالمعروف ایک حصہ ہے، نہی عن المنکر ایک حصہ ہے اور جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے، وہ شخص نامراد ہے جس کا کوئی بھی حصہ نہ ہو۔

---

[1] آل عمران: ۹۷۔ ترمذی، الحج: ۳.

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرا ایک بندہ ہے، میں نے اس کا جسم تندرست بنایا اور اس کی روزی میں وسعت پیدا کی لیکن اس پر پانچ سال گذر جاتے ہیں، وہ میرے پاس نہیں آتا، یقیناً وہ محروم ہے، یہ روایت ابن حبان اور بیہقی نے نقل کی ہے، علی بن منذر نقل کرتے ہیں کہ حسن بن حیی کو یہ حدیث بہت عمدہ معلوم ہوتی تھی، وہ اسی پر عمل کرتے تھے اور فتویٰ دیتے تھے کہ تندرست مالدار آدمی کے لیے مستحب ہے کہ پانچ سال تک حج نہ چھوڑے، صدقات کے بیان میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول گذر چکا ہے کہ حج نہ کرنے والا مرتے وقت دنیا میں دوبارہ زندگی کی تمنا کرے گا، سعید بن جبیر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرا ایک پڑوسی فوت ہوگیا جو مالدار تھا لیکن اس نے حج نہیں کیا تھا، میں نے اس کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

تنبیہ

اس گناہ کو علماء نے صراحتۃً کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اور اس کی دلیل یہ شدید وعید ہے جو حدیث میں ذکر ہوئی، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ایسے شخص پر فاسق ہونے کا حکم اس کے مرنے کے بعد ہی لگایا جائے گا تو اس کا کیا فائدہ؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ آخرت کی طرف نسبت کی جائے تو اس میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے، لیکن دنیوی احکام کی نسبت سے بھی اس میں متعدد فائدے ہیں، مثلاً یہ بات واضح ہوگئی کہ وہ شخص فاسق ہونے کی حالت میں مرا ہے اور یہ امکانی حالت طے شدہ ہے، اس صورت میں اس نے جتنے معاملات کی گواہی دی ہوگی یا فیصلہ کیا ہوگا وہ سب بھی باطل ہو جائیں گے، اسی طرح ہر وہ کام جس میں انسان کا عادل ہونا ضروری ہے، فسق کی حالت میں اس کی موت سے اس کا باطل ہونا بھی واضح ہو جائے گا، اسے خوب سمجھ لیجئے۔

۱۴۹۔ حج یا عمرے میں حلال ہونے سے قبل ہی بیوی سے خلوت صحیحہ کر گذرنا

اس عنوان کے تحت کوئی وعید یا علماء کی اسے کبائر میں شمار کرنے کی کوئی تصریح تو میری نظروں سے نہیں گذری لیکن قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ جس طرح روزہ خلوت صحیحہ سے فاسد کرنا گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح حج کو خلوت صحیحہ سے فاسد کرنا بھی گناہ کبیرہ ہو بلکہ بطریق اولیٰ ہو کیونکہ صائم اگر جماع کے علاوہ کسی اور طریقے سے روزے کو فاسد کرتا ہے تو اس پر صرف گناہ اور قضا ہوگی، جب کہ یہاں (حج میں) گناہ کے ساتھ ساتھ قضاء اور کفارہ دونوں ہیں، اور کفارہ یہ ہے کہ کامل پانچ سال کا ایک اونٹ قربان کرے، اگر وہ نہ ملے تو کامل دو سال کی گائے، اور اگر وہ بھی نہ ملے تو سات بکریاں جو ایک سال کی ہوں یا دو سال کی ذبح کرے، اگر اس سے بھی عاجز ہو تو اونٹ کی قیمت کے بدلے گندم خرید لے اور اسے صدقہ کر دے، اگر یہ بھی نہ کر سکے تو ہر مد کے بدلے میں ایک روزہ رکھ لے اور حرم میں روزہ رکھنا زیادہ بہتر ہے۔

۱۵۰۔ مُحرِم کا خشکی کے جانور شکار کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے، ''اے اہل ایمان! احرام کی حالت میں جانوروں کو شکار نہ کیا کرو، جو شخص تم میں سے جان بوجھ کر

کسی شکار کو قتل کر دے تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ جیسا جانور اس نے قتل کیا ہے اس کا مثل دے، جس کا فیصلہ تم میں سے دو عادل آدمی کریں، یہ ہدی ہوگی جو خانہ کعبہ پہنچے گی، یا کفارہ ہوگا جو ایک مسکین کا کھانا ہے یا اس کے برابر روزے تاکہ وہ اپنے کیے کا مزہ چکھے اور جو پہلے ہو چکا اللہ نے اسے معاف کر دیا، لیکن جو دوبارہ کرے گا تو اللہ اس سے انتقام لے گا اور اللہ تعالیٰ زبردست ہے اور انتقام لینے والا ہے۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو اس آیت کی تصریح سے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا صحیح قرار پاتا ہے اور علماء کی ایک جماعت نے بھی اس کی تصریح کی ہے کہ اس طرح شکار کرنے والا فاسق ہوگا، اس لیے کہ اس نے ایک قابل احترام (حرمت والے) جانور کو بلا ضرورت مارا ہے، بظاہر احرام کے دوسرے محرمات کبیرہ گناہ نہیں ہیں اور جن حضرات نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، انہوں نے اس بات کا لحاظ نہیں کیا کہ یہ احرام کے محرمات میں سے ہے، بلکہ انہوں نے اس چیز کا لحاظ کیا ہے کہ اس شخص نے بلا ضرورت ایک حرمت والے جانور کو مارا ہے، البتہ اس سے یہ مسئلہ ضرور اخذ کیا جا سکتا ہے کہ ایذاء محرم خواہ کسی بھی طرح ہو، لیکن عادۃً انسان اسے برداشت نہ کرتا ہو، وہ کبیرہ گناہ ہوگا۔

۱۵۱۔ نفلی حج یا عمرے کے لیے عورت کا اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر احرام باندھنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا روزے پر قیاس کر کے ہے کہ جس طرح عورت کے لیے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نفلی روزہ رکھنا منع ہے اسی طرح نفلی حج اور عمرہ بھی منع ہے بلکہ یہ تو بطریق اولیٰ اس حکم میں شامل ہوگا کیونکہ حج کا دورانیہ بھی زیادہ وقت پر محیط ہوتا ہے، پھر اس میں سفر بھی شامل ہوتا ہے اور اس نوعیت کی بہت ساری چیزیں ہوتی ہیں اس لیے یہ حکم بعید از قیاس نہیں ہے۔

۱۵۲۔ بیت اللہ کی حرمت کو پامال کرنا

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ! کبیرہ گناہ کون سے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ نو ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی مومن کو ناحق قتل کرنا، میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگنا، یتیم کا مال کھانا، سود کھانا، پاکدامن عورت پر گناہ کی تہمت لگانا، مسلمان والدین کی نافرمانی کرنا، جادو کا عمل کرنا، اور بیت اللہ کی حرمت پامال کرنا جو کہ زندگی اور موت ہر حال میں تمہارا قبلہ ہے، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۵۳۔ حرم مکہ میں الحاد پھیلانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو شخص حرم میں ظلم کے ساتھ الحاد پھیلائے گا، ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے۔ ❷ ابن ابی

---

❶ المائدة: ٩٥. ❷ الحج: ٢٥.

حاتم کی روایت کے مطابق اس آیت کا شان نزول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ منقول ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن انیس کے ہمراہ ایک مہاجر اور ایک انصاری کو بھیجا، یہ لوگ دوران گفتگو اپنے اپنے نسب پر فخر کرنے لگے، اس پر ابن انیس کو غصہ آیا اور وہ انصاری کو قتل کر کے مرتد ہو گیا اور بھاگ کر مکہ مکرمہ چلا گیا، ''الحاد'' کا لفظی معنی ہے راہِ راست سے اعراض کرنا، اس کی مراد میں مفسرین کی مختلف آراء ہیں چنانچہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد شرک ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے ایک روایت یہی منقول ہے، مجاہد اور قتادہ وغیرہ بھی اسی کے قائل ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت میں ہے کہ تم اس شخص کو حرم میں قتل کرو جو تمہیں قتل نہیں کر رہا اور اس شخص پر ظلم کرو جو تم پر ظلم نہیں کر رہا، تیسری روایت میں ان کا یہی قول ذرا تفصیل کے ساتھ منقول ہے کہ تم حرم میں کسی ایسی چیز کو حلال سمجھو جو اللہ نے تم پر حرام کر رکھی ہے، خواہ اس کا تعلق زبان سے ہو یا قتل سے، اور تم اس شخص پر ظلم کرو جو تم پر ظلم نہیں کر رہا اور اس شخص کو قتل کرو جو تمہیں قتل نہیں کر رہا، جب تم یہ کام کرنے لگو تو سمجھو کہ عذاب الیم تیار ہو چکا۔ سعید بن جبیر اور جندب بن ثابت وغیرہ کہتے ہیں کہ ''حرم میں الحاد'' سے مراد مکہ مکرمہ میں غلہ کی ذخیرہ اندوزی ہے، غالباً انہوں نے یہ رائے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے اسی قول سے اخذ کی ہے کہ مکہ مکرمہ میں غلہ کی ذخیرہ اندوزی کا الحاد ہونا ظاہر ہے، سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس آیت میں ''ظلم'' سے مراد حرم میں امیر آدمی کی تجارت ہے۔

عطاء نے الحاد کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان بیع کرتے وقت یوں کہے لا واللہ، بلی واللہ، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ ان کے دو خیمے تھے، ایک حرم سے باہر اور ایک حدود حرم کے اندر، کسی وقت اگر انہیں اپنے اہل خانہ کو ڈانٹنے کی ضرورت محسوس ہوتی تو وہ حرم سے باہر ان پر عتاب فرماتے تھے، کسی نے ان سے پوچھا کہ اس کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے فرمایا ہمیں یہ بات بتائی جاتی تھی کہ حرم میں الحاد یہ ہے کہ انسان اپنے اہل خانہ سے یوں کہے کلا واللہ، بلی واللہ۔ عطاء یہ بھی کہتے ہیں کہ الحاد کا معنی ہے حرم میں احرام کے بغیر داخل ہونا اور ممنوعات احرام میں سے کسی چیز کا ارتکاب کرنا مثلاً شکار کرنا یا درخت کاٹنا اور اس آیت میں ظلم کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے تاکہ یہ واضح ہو جائے کہ یہاں الحاد کا اصل معنی ''مطلقاً میلان'' مراد نہیں ہے کیونکہ طبیعت کا میلان تو کبھی حق کی طرف ہوتا ہے اور کبھی باطل کی طرف، یہاں وہ میلان مراد ہے جو ظلم کے ساتھ ملا ہوا ہو، اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ لغوی اور اصل معنی کے اعتبار سے ظلم کا لفظ تمام صغیرہ اور کبیرہ گناہوں کو شامل ہوتا ہے، اس لیے کہ کوئی بھی معصیت خواہ کتنی ہی چھوٹی ہو وہ ظلم ہے، کیونکہ ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو اس کے مقام کے علاوہ کہیں اور رکھنا، اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''بیشک شرک ظلم عظیم ہے'' [1] کہ اس آیت میں ''عظیم'' کی قید سے شرک کے علاوہ دوسری چیزیں خارج ہو گئیں اور وہ بھی ظلم ہیں، لیکن اپنی ذات میں عظیم ہونے کے باوجود شرک کی طرح ''عظیم'' نہیں ہیں، اور اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''کہ ہم اسے دردناک عذاب چکھائیں گے'' اس وعید کا بیان ہے جو مذکورہ الحاد پر مرتب ہوگی، یہیں سے مجاہد نے یہ نتیجہ اخذ کر لیا ہے کہ مکہ مکرمہ میں جس طرح نیکیوں کا ثواب بڑھ جاتا ہے، اسی طرح گناہوں کا وبال بھی بڑھ جاتا ہے

---

[1] لقمان: ۱۳.

اور اس ''بڑھ جانے'' سے مراد اس کی قباحت میں اضافہ ہو جاتا ہے، نیکیوں جیسا اضافہ مراد نہیں ہے کیونکہ نصوص قرآنی میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ گناہ کا بدلہ اس کا ایک مثل ہی ہوگا اور یہ متعین ہے۔

اور اس بات کی دلیل ''کہ حرم میں گناہ کا ارادہ بھی کافی ہے، یہ کافی ہونا حرم کی خصوصیت ہے'' وہ روایت ہے جو اس آیت کی تفسیر میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: اگر کوئی شخص حرم میں الحاد کا ارادہ کرے ظلم کے ساتھ اور وہ ''عدن ابین'' میں ہو، تب بھی اللہ اسے دردناک عذاب ضرور چکھائے گا، سفیان ثوری نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ہی سے یہ قول ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ جو شخص حرم میں گناہ کا ارادہ کرے تو وہ بھی لکھا جائے گا اور اگر کوئی آدمی جو ''عدن ابین'' میں رہتا ہو، اس حرم میں کسی آدمی کو قتل کرنے کا صرف ارادہ بھی کرے تو اللہ تعالیٰ اسے دردناک عذاب ضرور چکھائے گا، ضحاک بن مزاحم سے بھی اسی طرح منقول ہے۔

تنبیہ

میں نے حرم کی حرمت پامال کرنے اور اس میں الحاد پھیلانے کو الگ الگ کبیرہ گناہوں میں اس لیے شمار کیا ہے کہ احادیث میں یہ دونوں الفاظ آتے ہیں، چنانچہ ۱۵۲ نمبر گناہ کے ضمن میں جو حدیث گذری ہے اس میں حرم کی حرمت کو پامال کرنے کا ذکر ہے، اور بغوی کی روایت میں الحاد کا ذکر ہے، اب ایک احتمال تو یہ ہے کہ دونوں حدیثوں سے ایک ہی چیز مراد ہو یعنی جو آیت میں مذکور ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ پہلی حدیث سے مراد حرم سے باہر ہو کر اس کی حرمت کو پامال کرنا ہو اور دوسری حدیث سے مراد حرم کے اندر رہتے ہوئے اس میں کسی گناہ کا ارتکاب کرنا ہو اور یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں جیسا کہ جلال بلقینی نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے اور دوسرے حضرات نے جو یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ حرم مکہ میں ہر معصیت گناہ کبیرہ ہے، اس کی تائید حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گذرا کہ ظلم کا لفظ ہر معصیت کو شامل ہے۔

ان تمام اقوال میں جو ''الحاد'' کی تعریف کے حوالے سے نقل کیے گئے ہیں، سب سے زیادہ قوی وہ قول ہے جو ابوداؤد اور ابن ابی حاتم کی روایت میں حضرت یعلی بن امیہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا حرم میں غلے کی ذخیرہ اندوزی الحاد ہے، طبرانی نے یہ مضمون حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے لیکن بظاہر یہ الحاد کی جزئیات میں سے ایک جزئی ہے اس لیے یہ ذخیرہ اندوزی کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ ہر معصیت کو شامل ہے خواہ اس کا ارادہ ہی کیا گیا ہو، پھر ایک مفسر کی عبارت میں میری نظر سے یہ بات گذری کہ یہ اقوال اگرچہ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ یہ تمام چیزیں الحاد میں شامل ہیں، لیکن الحاد کا لفظ اس سے بھی زیادہ عام ہے، یہ اس سے بھی زیادہ سخت چیز پر تنبیہ کے لیے بولا گیا ہے، اسی وجہ سے جب اصحاب فیل نے خانہ کعبہ کو شہید کرنے کا مذموم ارادہ کیا تو اللہ تعالیٰ نے ان پر چھوٹے چھوٹے پرندوں کو مسلط کر دیا، ان پر وہ پتھروں کی برسات کرتے تھے جس کے نتیجے میں وہ مکمل طور پر تباہ و برباد اور کھائے ہوئے بھس کی طرح ہو گئے اور اللہ نے حرم کے ساتھ برا ارادہ کرنے والوں کے لیے انہیں نشان عبرت بنا دیا، اور عنقریب اس لشکر کا بیان بھی آئے گا جو وہاں لڑنے کے ارادے سے روانہ ہوگا تو راستے ہی میں اس لشکر کو زمین کے اندر دھنسا دیا جائے گا۔

امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابن زبیر! حرم میں الحاد سے اپنے آپ کو بچانا کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ عنقریب حرم میں قریش کا ایک آدمی الحاد پھیلائے گا، اگر اس کے گناہوں کا وزن تمام جن وانس کے گناہوں سے کیا جائے تو اس کا پلڑا بھاری ہو جائے گا، اس لیے دیکھنا کہیں تم وہ آدمی نہ بن جانا، یہی مضمون حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے بھی حضرت ابن زبیر رضی اللہ عنہ کو یہی نصیحت فرمائی تھی، اس لحاظ سے مکہ مکرمہ کے علاوہ دوسرے مقامات پر جو گناہ صغیرہ ہیں، وہ مکہ مکرمہ میں کبیرہ ہوں گے اس اعتبار سے کہ ان پر مرتب ہونے والی سزا سخت ہوگی، یہ نہیں کہ اس کی ذات تبدیل ہو جائے گی، کیونکہ اس قول کا عموم مراد لینا ممکن نہیں ہے، ورنہ اہل حرم عادل نہ ہوں گے کیونکہ یہ ممکن ہی نہیں ہے کہ انسان صغیرہ گناہوں سے بچ جائے، لیکن اس کے باوجود ماضی اور حال میں ان کی عدالت پر اجماع ہو چکا ہے، اور بالکلیہ گناہوں سے حفاظت نہیں ہو سکتی، لہٰذا اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وہی تاویل متعین ہوگئی جو میں نے ذکر کی ہے، اس لیے کہ کبیرہ گناہ سے مراد حرم میں اس کا ارتکاب نہیں ہے کیونکہ یہ تو حرم کے باہر بھی فسق اور کبیرہ ہے، پھر حرم کی کیا اہمیت رہ جاتی ہے؟

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ کبیرہ گناہ کی تعریف تو یہ ہے کہ جس پر شدید وعید وارد ہوئی ہو، یہ تعریف اس صغیرہ گناہ پر کیسے صادق آسکتی ہے جس کا ارتکاب حرم میں کیا گیا ہو؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ تعریف گناہ کی ذات کے اعتبار سے ہے، محل اور مقام کی اہمیت وعظمت کے اعتبار سے نہیں ہے اور ہم یہ تاویل اختیار کرنے پر مجبور ہیں، اس کا اندازہ آپ اس بات سے لگا سکتے ہیں کہ ایک آدمی نے حرم میں کسی بے ریش لڑکے یا عورت پر شہوت کی نظر ڈالی تو اس کی آنکھ بہہ کر اس کے رخسار پر آگئی، ایک آدمی نے ایک عورت کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو ان دونوں کے ہاتھ ہی چپک گئے اور لوگ انہیں ہٹانے سے عاجز آگئے، حتی کہ بعض علماء نے لوگوں کو بتایا کہ یہ لوگ آئندہ یہ گناہ کرنے سے توبہ کریں، اللہ سے گڑگڑا کر دعا کریں اور صدق دل سے اس توبہ پر قائم رہیں، ان دونوں نے اس پر عمل کیا تب کہیں جا کر ان کے ہاتھ الگ ہوئے، اساف اور نائلہ کا واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ ان دونوں نے حرم کے اندر بدکاری کی تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو پتھر کا بنا دیا، اگر آپ دیکھیں کہ کوئی آدمی حرم میں گناہ کر رہا ہے لیکن اسے فوری سزا نہیں ملی تو اس سے آپ کو دھوکہ نہیں ہونا چاہیے، ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو فوری سزا دے دے، دوسرے کو نہ دے، کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو کوئی پابندی نہیں ہے، علاوہ ازیں بعض اوقات سزا اس سے بھی زیادہ سخت ہوتی ہے یعنی دل کا مسخ ہو جانا، بارگاہ الٰہی سے دور ہو جانا، ہدایت کے بعد گمراہ ہو جانا اور اللہ تعالیٰ کی توجہ کے بعد اس کی توجہ سے محروم ہو جانا۔

میں خود بعض ایسے لوگوں کو جانتا ہوں جن کی دینی حالت بہت اچھی تھی، وہ علم وفضل کے مالک تھے اور حد درجہ محتاط زندگی گذارتے تھے، لیکن حرم میں ان سے لغزش ہوئی، حجر اسود کے پاس وہ ایک عورت کو بوسہ دے بیٹھے، ان کی شکل ہی بدل گئی، بدترین حالت، مکروہ شکل اور جسمانی، دنیاوی، عقلی اور بات چیت ہر طور پر انتہائی گھٹیا حالت کا وہ شکار ہو گئے، اسی طرح ایک آدمی "جسے میں ذاتی طور پر جانتا ہوں" کے متعلق مجھے معلوم ہوا ہے کہ مسجد حرام میں اس سے دینی غفلت کا مظاہرہ ہوا، جس پر وہ

جسمانی اور دینی مصیبتوں میں فوری طور پر سزایاب ہوا، ایسے واقعات ہمارے دور میں بہت مرتبہ پیش آئے اور ہمیں معلوم ہوئے ہیں، اگر کتاب کی تنگدامنی اور دوسروں کی رسوائی کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تفصیل سے ایسے لوگوں کے احوال بیان کرتا لیکن اشارہ بھی عقلمند آدمی کے لیے تفصیل کی بجائے کافی ہوتا ہے، ہمارا مقصد اس وضاحت سے صرف اتنا ہے کہ بعض اوقات انسان دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے اور جب وہ دیکھتا ہے کہ اس پر ظاہری طور پر کوئی سزا فوراً متوجہ نہیں ہوئی تو وہ یہ سمجھنے لگتا ہے کہ اسے کوئی سزا نہ ہوگی حالانکہ ایسا نہیں ہے بلکہ اسے اس پر دنیا ہی میں ظاہری یا باطنی طور پر لازماً سزا ملتی ہے جو آخرت کی اس سزا کے علاوہ ہوگی جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کیا ہے کہ وہ سزا بہت بڑی ہوگی۔

خاتمہ: حرم اور اہل حرم کے کچھ فضائل کا بیان

طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مسجد حرام والوں پر ہر رات ایک سو بیس رحمتیں نازل فرماتا ہے، جن میں سے ساٹھ رحمتیں طواف کرنے والوں کے لیے ہوتی ہیں، چالیس نمازیوں کے لیے اور بیس رحمتیں صرف خانہ کعبہ کو دیکھنے والوں کے لیے ہوتی ہیں، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے اور صحیح احادیث میں وارد ہے کہ مسجد حرام میں ایک نماز پڑھنے کا ثواب دوسری جگہوں سے ''سوائے مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ کے'' ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جبکہ مسجد نبوی میں ایک ہزار اور مسجد اقصیٰ میں پانچ سو کے برابر ہے۔ طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ کعبہ کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہیں، ایک مرتبہ اس نے بارگاہ الٰہی میں شکایت کی کہ پروردگار! میرے پاس آنے والے، میری زیارت کرنے والے کم ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف یہ پیغام بھیجا کہ میں ایسے لوگ پیدا کرنے والا ہوں جو خشوع کرنے والے ہوں گے، سجدہ ریز ہوں گے اور تیری طرف ایسے ہی شفیق اور مہربان ہوں گے جیسے کبوتری اپنے انڈے پر مہربان ہوتی ہے۔ بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مکہ مکرمہ میں ماہ رمضان گذارنا غیر مکہ میں ایک ہزار مرتبہ ماہِ رمضان گذارنے سے افضل ہے۔ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو مکہ مکرمہ میں ماہِ رمضان نصیب ہو جائے، وہ اس کے روزے رکھے اور حسب توفیق قیام کرے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے غیر مکہ میں ایک لاکھ رمضان کا ثواب لکھ دیتا ہے اور ہر دن ایک غلام آزاد کرنے اور ہر رات ایک غلام آزاد کرنے کا ثواب لکھتا ہے، اسی طرح روزانہ راہِ خدا میں کسی شخص کو گھوڑے پر سوار کرنے کا ثواب لکھ دیتا ہے، اسے دن میں بھی نیکیاں ملتی ہیں اور رات میں بھی۔ ❶

ترمذی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ خانہ کعبہ کو بیت العتیق کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے بڑے بڑے جابروں سے آزاد کر رکھا ہے، چنانچہ اس پر کوئی جبار غالب نہیں آ سکتا۔ ❷ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے پہلا وہ ٹکڑا جو زمین پر رکھا گیا، بیت اللہ ہے، پھر اسی سے ساری زمین کو پھیلایا گیا اور روئے زمین پر اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلا پہاڑ جو گاڑا وہ جبل ابوقبیس ہے، پھر اسی سے سارے پہاڑوں کا سلسلہ پھیلایا گیا۔ دارقطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص خانہ کعبہ کا اکرام کرے، اللہ تعالیٰ اس کا اکرام کرے گا۔ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ امت اس وقت تک خیر پر رہے

---

❶ ابن ماجہ: ٣١١٧. ❷ ترمذی: ٣١٧٠.

گی، جب تک وہ اس حرم کی تعظیم کا حق ادا کرتی رہے گی، جب وہ لوگ اس کی تعظیم کا حق ضائع کر دیں گے تو ہلاک ہو جائیں گے۔ ❶ شیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ خانہ کعبہ کو دیکھنا بھی عبادت ہے۔ امام احمد، شیخین نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زمین پر سب سے پہلے جو مسجد بنائی گئی، وہ مسجد حرام ہے، پھر مسجد اقصیٰ ہے اور ان دونوں کے درمیان چالیس سال کی مسافت ہے۔ ❷ شیخین اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مکہ اور مدینہ کے علاوہ کوئی شہر ایسا نہیں ہے جسے دجال اپنے پاؤں تلے نہیں روندے گا لیکن ان دونوں شہروں کے ہر سوراخ پر فرشتے مقرر ہوں گے جو انہیں گھیرے ہوں گے اور ان کی حفاظت کرتے ہوں گے، دجال ایک شورزمین پر آ کر اترے گا، اور مدینہ منورہ میں تین زلزلے آئیں گے، جس سے گھبرا کر مدینہ منورہ میں رہنے والا ہر کافر اور منافق وہاں سے نکل کر دجال سے جا ملے گا۔ ❸ ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مکہ مکرمہ سے مخاطب ہو کر شب ہجرت کے موقع پر فرمایا تھا تو کتنا پاکیزہ شہر اور مجھے کتنا محبوب ہے، اگر میری قوم مجھے تجھ سے نہ نکالتی تو میں کہیں اور جا کر کبھی نہ رہتا۔ ❹ یہ مضمون امام احمد نے بھی نقل کیا ہے۔

امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آج (فتح مکہ) کے بعد قیامت تک مکہ مکرمہ میں جہاد نہ ہوگا۔ ❺ امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کسی کے لیے حلال نہیں ہے کہ مکہ مکرمہ میں اسلحہ اٹھائے۔ ❻ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا اے عائشہ! تمہاری قوم کے لوگ دور جاہلیت کے زیادہ قریب نہ ہوتے (دور جاہلیت کی باتوں کو بہت پہلے چھوڑ چکے ہوتے) تو میں حکم دیتا کہ بیت اللہ کو شہید کر کے جو حصہ اس میں سے نکال دیا گیا ہے اس میں دوبارہ شامل کر دیا جائے، میں اس کا دروازہ زمین کی سطح سے ملا دیتا اور دو دروازے بناتا جن میں سے ایک مشرق کی جانب ہوتا اور دوسرا مغرب کی جانب، اور میں اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر پہنچا دیتا، ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں خانہ کعبہ کا خزانہ اللہ کے راستے میں خرچ کر دیتا، ایک روایت میں ہے کہ قریش کے لوگوں نے جب خانہ کعبہ کی تعمیر شروع کی تو ان کے پاس پیسے کم پڑ گئے اس لیے کہ وہ خانہ کعبہ کی تعمیر پر صرف وہی پیسہ لگا رہے تھے جس کا حلال ہونا یقینی تھا، چنانچہ وہ لوگ پریشان ہو گئے اور انہوں نے حطیم کا حصہ اس تعمیر میں سے خارج کر دیا، آسمان سے اس کی لمبائی کم کر دی، اس کا مغربی دروازہ بند کر دیا اور مشرقی دروازے کی سطح زمین سے اونچی کر دی تا کہ جسے چاہیں اس میں داخل ہونے دیں اور جسے چاہیں روک دیں، جب حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ نے اپنی خالہ ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ احادیث سنیں تو انہوں نے اپنے دور خلافت میں خانہ کعبہ کو شہید کیا اور اسے اس شکل وصورت پر تعمیر کیا جس کا نبی علیہ السلام نے اظہار کیا تھا، لیکن جب حجاج بن یوسف آیا تو اس نے حطیم کی جانب سے خانہ کعبہ کی عمارت جھاڑ دی اور قریش کی تعمیر کے مطابق کر دیا، اس کا مغربی دروازہ بند کر کے مشرقی دروازے کی سطح زمین سے بلند کر دی۔

---

❶ ابن ماجہ: ۳۱۱۰۔ ❷ مشکوٰۃ المصابیح: ۷۵۳۔ کنز العمال: ۳۴٦۵۵۔

❸ صحیح بخاری، فضائل المدینۃ: ۹۔ صحیح مسلم، الفتن: ۱۲۳۔ ❹ ترمذی: ۳۹۲٦۔

❺ ترمذی: ۱٦۱۱۔ مسند احمد: ۳/ ۴۱۲۔ ❻ صحیح مسلم، الحج: ۴۴۹۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک لشکر خانہ کعبہ پر حملہ کرے گا، جب وہ ''بیداء'' نامی علاقے میں پہنچے گا تو پورا لشکر از اول تا آخر زمین میں دھنسا دیا جائے گا، اس کے بعد ان لوگوں کو ان کی نیتوں کے مطابق اٹھایا جائے گا۔ ❶ صحیح مسلم میں اس کا آغاز یوں ہے کہ ایک شخص بیت اللہ میں پناہ لے گا، اسے پکڑنے کے لیے ایک لشکر بھیجا جائے گا، میں نے اپنی کتاب ''الدرر فی علامات المہدی المنتظر'' میں ثابت کیا ہے کہ وہ پناہ لینے والا شخص امام مہدی ہوں گے، اور مسلم وغیرہ کی روایت کے مطابق اس لشکر میں صرف ایک آدمی بچے گا جو لوگوں کو اس کے متعلق بتا سکے۔ ❷ امام احمد اور بخاری نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ منظر گویا میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں جب ایک کشادہ ٹانگوں والا سیاہ فام آدمی خانہ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھاڑ ڈالے گا۔ ❸

احادیث میں آتا ہے کہ حجر اسود ایک جنتی پتھر ہے، لوگ اس کا جب طواف کرتے ہوں گے تو اسے ان کے درمیان سے اٹھا لیا جائے گا، اور جب صبح ہوگی تو وہ انہیں تلاش کے باوجود نہ ملے گا، اور یہ کہ جب حجر اسود کو قیامت کے دن لایا جائے گا تو اس کی دو آنکھیں ہوں گی، جن سے وہ دیکھتا ہوگا، اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولتا ہوگا اور وہ ہر اس شخص کے حق میں گواہی دے گا جس نے حق کے ساتھ اس کا استلام کیا ہوگا اور یہ کہ وہ سفارش کرے گا اور اس کی سفارش قبول کی جائے گی، اور یہ کہ قیامت کے دن رکن یمانی جب آئے گا تو وہ جبل ابوقبیس سے بھی زیادہ بڑا ہوگا، اس کی ایک زبان اور دو ہونٹ ہوں گے، اور یہ کہ حجر اسود برف سے زیادہ سفید تھا حتیٰ کہ مشرکین کے گناہوں نے اسے سیاہ کر دیا، اگر ایسا نہ ہوتا تو کسی بھی بیماری میں مبتلا شخص اسے چھوتا، وہ شفایاب ہو جاتا، اور یہ کہ جب اسے اسمان سے اتارا گیا تو اسے جبل ابوقبیس پر رکھا گیا، وہ بلور کی طرح چمکتا تھا، چالیس سال تک وہ وہیں پڑا رہا پھر اسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بنیادوں پر رکھ دیا گیا اور یہ کہ حجر اسود زمین پر اللہ کا داہنا ہاتھ ہے، جس کے ذریعے وہ اپنے بندوں سے مصافحہ کرتا ہے یعنی ان پر برکت نازل فرماتا ہے، اور یہ کہ حجر اسود وہ مقام ہے جہاں آنسو بہائے جاتے ہیں، اور یہ کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم جنت کے دو یاقوت ہیں، اللہ نے ان دونوں کا نور بجھا دیا ہے، اگر ایسا نہ ہوتا تو ان دونوں کی روشنی سے مشرق و مغرب کے درمیان علاقہ روشن ہو جاتا، اور یہ کہ رکن یمانی پر سبز فرشتے مقرر کیے گئے ہیں جو ہر اس شخص کی دعا پر آمین کہتے ہیں جو یہ کہتا ہے ''اے اللہ! میں دنیا و آخرت میں تجھ سے معافی اور عافیت کا سوال کرتا ہوں، اے ہمارے رب! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما، اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما اور یہ کہ حجر اسود اور مقام ابراہیم کے درمیان ''ملتزم'' ہے، کسی بھی بیماری میں مبتلا آدمی وہاں دعا کرے، وہ شفایاب ہوگا، اور یہ کہ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے اپنی ایڑی زمین پر ماری تو زمزم ابل پڑا، حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کنکریوں اور سنگ ریزوں سے اس کے گرد منڈیر بنانے لگیں، اگر وہ اسے یوں ہی رہنے دیتیں تو وہ بہتا ہوا ایک بہت بڑا چشمہ ہوتا، اس کا

---

❶ صحيح بخاري، الصوم: ٦ ـ صحيح مسلم، الفتن: ٨.

❷ صحيح مسلم، الفتن: ٦ ـ مسند احمد: ٦/ ٢٨٦.

❸ صحيح بخاري، الحج: ٤٩.

پانی دنیا و آخرت کے جس مقصد کے لیے پیا جائے، وہ ضرور پورا ہوگا، اسے سیراب ہو کر پینا نفاق سے براءت کی ضمانت ہے اور یہ روئے زمین کا سب سے بہترین پانی ہے۔

اب کچھ احادیث حج اور عمرہ کی فضیلت سے متعلق درج کی جاتی ہیں چنانچہ ایک روایت میں ایمان اور جہاد کے بعد سب سے افضل عمل حج مبرور کو قرار دیا گیا ہے، یعنی وہ حج جس میں احرام باندھنے اسے لے کر احرام کھولنے تک کوئی گناہ نہ کیا جائے خواہ وہ صغیرہ ہی ہو، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص اس طرح حج کرے کہ اس میں ''رفث'' کرے اور نہ ہی کوئی گناہ، وہ اپنے گناہوں سے اس طرح نکل آئے گا، جیسے اپنی پیدائش کے دن تھا۔ ❶ رفث نام ہے ہر بے حیائی کا، یا اپنی بیوی سے اپنی خواہشات کی تکمیل کا، ایک حدیث میں ہے کہ ایک عمرہ دوسرے عمرے تک درمیان کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور حج مبرور کی جزاء جنت کے علاوہ کچھ نہیں ہے۔ ❷ ان احادیث پر تفصیلی کلام میں نے علامہ نووی رحمہ اللہ کی کتاب المناسک کے حاشیے میں کیا ہے، وہاں اس کی تفصیلات معلوم کیجئے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اے عمرو! کیا تمہیں معلوم نہیں ہے کہ اسلام اپنے سے پہلے کے گناہوں کو مٹا دیتا ہے، ہجرت پہلے گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج پہلے گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔ ❸ ایک آدمی نے بارگاہِ رسالت میں اپنے ضعف کی شکایت کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا آؤ، میں تمہیں ایک ایسا جہاد بتاتا ہوں جس میں طاقت اور شان و شوکت کی ضرورت نہیں ہے، حج سب سے افضل جہاد ہے، حج مبرور عمر رسیدہ اور کمزور لوگوں اور عورتوں کا جہاد ہے، ایک حدیث میں ہے کہ حج اور عمرہ دو عمل ہیں، یہ دونوں تمام اعمال میں سب سے افضل ہیں، الا یہ کہ کوئی ان جیسا عمل کرے یعنی حج مبرور اور مقبول عمرہ، ایک حدیث میں حج مبرور کی تعریف یوں کی گئی ہے کھانا کھلانا اور اچھی بات کہنا، ایک حدیث میں ہے کہ حج و عمرہ تسلسل کے ساتھ کیا کرو، کیونکہ یہ دونوں فقر و فاقہ اور گناہوں کو اس طرح دور کر دیتے ہیں جیسے بھٹی لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص مکہ مکرمہ سے پیدل حج کے لیے روانہ ہو یہاں تک کہ حج سے فارغ ہو کر مکہ مکرمہ آ جائے، اللہ تعالیٰ اس کے لیے ہر قدم کے عوض سات سو نیکیاں لکھے گا جن میں سے ہر نیکی ''حرم کی نیکیوں'' کے برابر ہوگی، کسی نے ''حرم کی نیکیوں'' کی وضاحت پوچھی تو فرمایا ہر نیکی ایک لاکھ نیکیوں کے برابر ہوگی، اس حدیث کو حاکم نے صحیح قرار دیا ہے۔

ایک حدیث میں ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام ایک ہزار مرتبہ حرم کو تشریف لائے اور ایک مرتبہ بھی کسی سواری پر سوار نہیں ہوئے اور وہ ہندوستان سے پیدل آتے تھے، ایک حدیث میں ہے کہ حج و عمرہ کرنے والے اللہ کے مہمان ہیں، اللہ نے انہیں بلایا اور وہ آ گئے، انہوں نے اللہ سے مانگا اور اللہ نے انہیں عطا کر دیا، ایک حدیث میں ہے کہ اے اللہ! حج کرنے والے کو معاف فرما اور اس شخص کو بھی جس کے حق میں حاجی استغفار کرے، اس بیت اللہ سے فائدہ اٹھاؤ کہ دو مرتبہ اسے منہدم کیا جا چکا

---

❶ صحيح بخاري، الحج: ٤ـ صحيح مسلم، الحج: ٤٣٨.

❷ صحيح بخاري، العمرة: ١ـ ص ~ ح مسلم، الحج: ٤٣٧.

❸ صحيح مسلم، الايمان: ١٩٢.

ہے اور تیسری مرتبہ اسے اٹھالیا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا تو فرمایا میں تمہارے ساتھ اپنا گھر بھی اتار رہا ہوں جس کا اسی طرح طواف کیا جائے گا جیسے میرے عرش کا طواف کیا جاتا ہے اور اس کے قریب اس طرح نماز پڑھی جائے گی جیسے میرے عرش کے پاس نماز پڑھی جاتی ہے، پھر حضرت نوح علیہ السلام کے دور میں جب طوفان آیا تو اسے اٹھالیا گیا، انبیاء کرام علیہم السلام اس کا حج تو کرتے تھے، لیکن انہیں خانہ کعبہ کی جگہ ٹھیک ٹھیک معلوم نہ تھی، اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے اسے نمایاں کیا تو انہوں نے پانچ پہاڑوں کے پتھروں سے اس کی از سر نو تعمیر کی، حراء، ثبیر، جبل لبنان، جبل الطیر اور جبل الخیر۔ اس لیے جہاں تک ہو سکے اس بیت اللہ سے فائدہ اٹھالو، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بیت اللہ کے ارادے سے روانہ ہو تو اس کی اونٹنی جو قدم بھی اٹھاتی یا رکھتی ہے، اس شخص کے لیے اس کے بدلے ایک نیکی لکھی جائے گی اور اس کا ایک گناہ مٹا دیا جائے گا، اور دوگانہ طواف کی ادائیگی ایسے ہے جیسے بنی اسماعیل میں سے ایک غلام کو آزاد کرنا اور صفا مروہ کی سعی کرنا ستر غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، وقوف عرفات کی برکت سے اس کے سب گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں، خواہ ریت کے ذرات کے برابر ہوں یا بارش کے قطروں کے برابر یا سمندر کے جھاگ کے برابر، ہر کنکری اس کے ایک کبیرہ گناہ کا کفارہ بن جاتی ہے، اور قربانی کا ثواب اللہ کے یہاں ذخیرہ کر لیا جاتا ہے اور ہر وہ بال جو کاٹا جائے اس کے بدلے ایک نیکی لکھی جاتی ہے اور ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور طواف زیارت کے بعد ایک فرشتہ اس کے دونوں کندھوں کے درمیان ہاتھ رکھ کر کہتا ہے کہ آئندہ کے لیے نیا عمل کر، تیرے گذشتہ گناہ معاف ہو چکے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص حج کرنے کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے لیے حاجی کا ثواب لکھتا رہے گا، اور جو شخص عمرہ کرنے کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے لیے عمرہ کرنے والے کا ثواب لکھتا رہے گا، اور جو شخص جہاد کرنے کے لیے اپنے گھر سے روانہ ہوا اور راستے ہی میں مر گیا، اللہ تعالیٰ قیامت تک اس کے لیے غازی کا ثواب لکھتا رہے گا۔ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تمہیں عمرہ میں اتنا اجر ملے گا جتنی تم نے مشقت برداشت کی ہوگی اور دوران حج تم جو کچھ بھی خرچ کرو گی، وہ جہاد فی سبیل اللہ میں خرچ کرنے سے سات سو گنا افضل ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ کوئی شخص حج کرنے کی وجہ سے تنگدست نہیں ہوتا، ایک حدیث میں ہے کہ ماہِ رمضان میں عمرہ کرنا میرے ساتھ حج کرنے کے برابر ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی مومن احرام کی حالت میں صبح کرتا ہے تو سورج اس کے گناہوں کو لے کر غروب ہو جاتا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص تلبیہ کہتا ہے، اس کے دائیں بائیں جتنے درخت اور پتھر ہیں وہ بھی اس کے ساتھ تلبیہ پڑھتے ہیں۔ ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص بیت اللہ کے گرد طواف کے سات چکر اس طرح لگائے کہ ان میں کوئی لغو حرکت نہ کرے تو یہ ایک غلام کو آزاد کرنے کے برابر ہے۔

۱۵۴ تا ۱۵۹۔ اہل مدینہ کو خوفزدہ کرنا، ان کے ساتھ برا ارادہ کرنا، اس میں کسی بدعت کو ایجاد کرنا، اس میں کسی بدعتی کو ٹھکانہ دینا، وہاں کے درخت یا گھاس کاٹنا

شیخین نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی اہل مدینہ کے ساتھ مکر و فریب کا ارادہ کرے گا، وہ اس طرح پگھل جائے گا، جیسے پانی میں نمک پگھل جاتا ہے، مسلم نے یہ الفاظ نقل کیے ہیں کہ اللہ اسے آگ میں اس طرح گھلا دے گا جیسے سیسہ پگھل جاتا ہے یا پانی میں نمک [1] امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اہل مدینہ کو خوفزدہ کرے، اس نے میرے پہلوؤں کے درمیان والی چیز کو خوفزدہ کیا۔ [2] یعنی اس نے خود نبی علیہ السلام کو خوفزدہ کیا، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے اللہ! جو شخص اہل مدینہ پر ظلم کرے اور انہیں خوفزدہ کرے، تو انہیں خوف میں مبتلا فرما، ایسے شخص پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اس کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہ ہوگا، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مدینہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہ کرے گا۔ [3] ابن قیم نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ حرم مدینہ کی حرمت کو پامال کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی وہ روایت ہے کہ کسی شخص نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی علیہ السلام نے مدینہ منورہ کو حرم قرار دیا تھا؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، وہ حرم ہے، اس کی تازہ گھاس نہ کاٹی جائے، جو شخص ایسا کرے گا اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی۔

تنبیہ

ان چھ گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ ان احادیث کی تصریحات سے سمجھ میں آ جاتی ہے، لیکن ان میں سے پہلے دو گناہوں کو کبیرہ قرار دینے کی تصریح دوسرے علماء کی عبارت میں میری نظر سے نہیں گذری، بعد میں دیکھا کہ بعض متاخرین نے انہیں بھی کبائر میں شمار کیا ہے، لیکن اس کی تعبیر کے لیے دوسرے الفاظ اختیار کیے ہیں، مراد ایک ہی ہے۔

خاتمہ: فضائل مدینہ سے متعلق چند احادیث کا بیان

ایک حدیث میں ہے کہ میری امت میں سے جو شخص مدینہ منورہ کی مشقت اور سختی پر صبر کرے گا، قیامت کے دن میں اس کے حق میں سفارش کروں گا، جبکہ وہ مسلمان بھی ہو، ایک حدیث میں ہے کہ میں مدینہ منورہ کے دونوں کناروں کے درمیان والی جگہ کو حرم قرار دیتا ہوں، یہاں کے درخت کاٹے جائیں اور نہ ہی جانور شکار کیا جائے، ایک حدیث میں ہے کہ مدینہ منورہ لوگوں کے لیے سب سے بہترین جگہ ہے اگر انہیں معلوم ہو، جو آدمی بھی بے رغبتی کی وجہ سے مدینہ منورہ کو چھوڑے گا، اللہ اس کے

---

[1] صحيح بخاري، المدينة: ٧۔ صحيح مسلم، الحج: ٤٦٠.

[2] مسند احمد: ٣/ ٣٩٣.

[3] صحيح بخاري، المدينة: ١۔ صحيح مسلم، الحج: ٤٠٣.

بدلے اس سے بہتر شخص کو وہاں آباد کردے گا، ایک حدیث میں ہے کہ اہل مدینہ پر ایک دور ایسا بھی آئے گا، جس میں مدینہ کے لوگ راحت کی تلاش میں سرسبز وشاداب علاقوں کی طرف نکل جائیں گے، وہاں انہیں آسانیاں مل جائیں گی، چنانچہ وہ واپس آکر اپنے گھر والوں کو بھی اس آسانی کی طرف لے جائیں گے حالانکہ اگر انہیں معلوم ہوتا تو ان کے حق میں مدینہ منورہ ہی سب سے بہتر تھا، ایک حدیث میں ہے کہ تم میں سے جس شخص کے لیے مدینہ منورہ میں مرنا ممکن ہو وہ یہیں مرے، کیونکہ جو شخص مدینہ منورہ میں مرے گا، میں اس کی سفارش اور اس کے حق میں گواہی دوں گا، ایک حدیث میں ہے کہ وبائی امراض اور دجال مدینہ منورہ میں داخل نہ ہوسکیں گے۔

ایک حدیث میں ہے کہ اے اللہ! ابراہیم تیرے خلیل، بندے اور نبی نے اہل مکہ کے لیے دعا کی تھی اور میں محمد تیرا بندہ اور تیرا رسول تجھ سے اہل مدینہ کے لیے ویسی ہی دعا کرتا ہوں جیسی ابراہیم نے اہل مکہ کے حق میں کی تھی، اے اللہ! اہل مدینہ کے صاع، مد اور پھلوں میں برکت عطا فرما، اے اللہ! ہمارے دلوں میں مدینہ کی محبت پیدا فرما جیسی محبت تو نے ہمارے دلوں میں مکہ کی پیدا فرمائی ہے اور اس کی وبائیں ''خم'' کی طرف منتقل فرما، ایک حدیث میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے مدینہ میں جتنی بھی چیزیں ہیں، جتنی گھاٹیاں اور سوراخ ہیں ان پر دو فرشتے مقرر ہیں، جو اس کی حفاظت کرتے ہیں، اے اللہ! ہمارے صاع اور مد میں برکت عطا فرما، ہمارے شام اور یمن میں برکت پیدا فرما، کسی نے عراق کے لیے دعا کرنے کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہاں شیطان کا سینگ نکلتا ہے یعنی وہ فتنوں کی آماجگاہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ مدینہ اسلام کا خیمہ ہے، وہ دار الایمان ہے، ارض ہجرت ہے اور حلال وحرام کا ٹھکانہ ہے۔

قربانی کا بیان

۱۶۰۔ قدرت کے باوجود قربانی نہ کرنا

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جس شخص کے پاس قربانی کی گنجائش ہو اور اس کے باوجود وہ قربانی نہ کرے تو وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ اس حدیث کا ظاہری مفہوم ہے، گو کہ میں نے اس کی تصریح کہیں نہیں دیکھی لیکن عیدگاہ میں آنے کی ممانعت فرمانا ایک شدید وعید ہے، وہ فقہاء جو قربانی کے وجوب کے قائل نہیں ہیں، مثلاً امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ تو ان کی طرف سے اس حدیث کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ اس حدیث کو اگرچہ امام حاکم نے اسی طرح مرفوعاً نقل کر کے اس کی تصحیح بھی کی ہے لیکن انہوں نے اسے موقوفاً بھی نقل کیا ہے اور بعض حضرات اسی کو ترجیح دیتے ہیں، لہٰذا اس حدیث سے استدلال کامل نہیں رہتا، علاوہ ازیں عیدگاہ میں آنے کی ممانعت کوئی وعید نہیں ہے، کیا آپ اس بات پر غور نہیں کرتے کہ ایک

❶ سنن کبریٰ، بیہقی: ۹/ ۲۶۰.

صحیح حدیث میں آتا ہے کو جوشخص پیاز یا لہسن وغیرہ کھائے تو وہ ہماری مسجد کے قریب نہ آئے لیکن اس کے باوجود پیاز اور لہسن کھانا حرام نہیں ہے، لیکن اس کا یہ جواب دیا جاسکتا ہے کہ اس حدیث میں مسجد آنے کی جو ممانعت ہے، اس کی حکمت تو واضح ہے یعنی پیاز اور لہسن کی بدبو سے نمازیوں اور فرشتوں کو ایذاء پہنچتی ہے، اس لیے اس ممانعت کو اسی پر محمول کیا جائے گا، جبکہ قربانی والی حدیث میں عیدگاہ کے قریب آنے کی ممانعت کی حکمت واضح نہیں ہے، صرف اتنا کہا جاسکتا ہے کہ قربانی نہ کرنے کی مذمت بیان کرنا مقصود ہے، پھر قربانی کے حوالے سے جو فضائل وارد ہوئے ہیں، وہ شارع کی اضافی توجہ پر دلالت کرتے ہیں۔

مثلاً ایک حدیث کے مطابق نبی علیہ السلام نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ فاطمہ! اٹھو اور قربانی کے پاس موجود رہو کیونکہ اس کے خون کا جو پہلا قطرہ بہے گا اس سے تمہارے گذشتہ سارے گناہ معاف ہو جائیں گے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ حکم ہمارے ساتھ خاص ہے، یا ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، بلکہ ہمارے اور تمام مسلمانوں کے لیے ہے، ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ قربانی کا یہ جانور اپنے خون اور گوشت کے ساتھ آئے گا اور اسے تمہارے میزان عمل میں ستر گنا بڑھا کر رکھا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام سے پوچھا، یہ قربانیاں کیا ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارے باپ ابراہیم کی سنت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں ہمارے لیے کیا اجر وثواب ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر بال کے بدلے ایک نیکی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا اون کا کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اون کے ہر بال کے بدلے بھی ایک نیکی ملے گی، ایک حدیث میں ہے کہ قربانی کے دن اللہ کے نزدیک جانور کا خون بہانے سے زیادہ کوئی ایسا عمل محبوب نہیں ہے جو ابن آدم کرتا ہے، اور قربانی کا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں، بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کے یہاں پہنچ جاتا ہے اس لیے خوش دلی کے ساتھ قربانی کیا کرو، ایک حدیث میں صلہ رحمی کا استثناء کیا گیا ہے، ایک حدیث میں ہے کہ اے لوگو! قربانی کرو اور اس کے خون سے اللہ کے یہاں ثواب کی امید رکھو کیونکہ اس کا خون زمین پر گرنے سے پہلے اللہ کی حفاظت میں پہنچ جاتا ہے اور ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص خوش دلی کے ساتھ قربانی کرے اور اس پر ثواب کی نیت رکھے، وہ قربانی اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائے گی، یہ دونوں حدیثیں طبرانی نے نقل کی ہیں۔

۱۶۱۔قربانی کی کھال بیچنا

کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص قربانی کی کھال بیچ دے، اس کی کوئی قربانی نہیں ہوئی۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ قرار دینے کی تصریح میری نظر سے تو نہیں گذری لیکن اس حدیث کا ظاہری مفہوم اس کا تقاضا کرتا ہے، کیونکہ کھال بیچنے سے قربانی کا نہ ہونا ایک شدید وعید ہے کہ اس عبادت کا عظیم ثواب ہی اس سے باطل ہو جاتا ہے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ قربانی کے بعد وہ کھال قربانی کرنے والے کی ملکیت سے نکل گئی اور فقراء کی ملکیت ہوگئی، جب مالک اس پر قابض ہو کر بیچتا ہے تو گویا وہ دوسرے کا حق غصب کرتا ہے، اور عنقریب غصب کا کبیرہ گناہ ہونا تفصیل کے ساتھ

آ جائے گا اور یہ بھی غصب میں شامل ہے، لہٰذا اسے کبائر میں شمار کرنے کی وجہ واضح ہوگئی، یہ بھی ممکن ہے کہ کھال بیچنے کو اس صورت کے ساتھ شامل کیا جائے جس میں کھال قصاب کو بطور اجرت کے دی جائے کہ علماء نے اس کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے، اب اسے کبائر میں شمار کرنا بعید از قیاس نہیں رہا۔

شکار اور ذبیحے کا بیان

۱۶۲تا۱۶۶۔ جانور کا مثلہ کرنا، اس کے چہرے پر داغنا، اسے باندھ کر اس پر نشانہ درست کرنا، کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے اسے قتل کرنا، اسے مارنے اور ذبح کرنے میں اچھا سلوک نہ کرنا

امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی ذی روح چیز کا مثلہ کرے، پھر اس سے توبہ نہ کرے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بھی اس کا مثلہ فرمائے گا۔ ❶ ابن حبان نے حضرت مالک بن نضلہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہاری قوم میں ایسا ہوتا ہے کہ ان کے یہاں صحیح سلامت اونٹ پیدا ہوتے ہیں، لوگ استرا پکڑ کر ان کے کان کاٹ دیتے ہیں، ان کی کھال پھاڑ دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ ''صرم'' ہے، پھر تم اسے اپنے اوپر اور اپنے گھر والوں پر حرام کر لیتے ہو؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! ایسا ہی ہوتا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے تمہیں جو کچھ عطا فرما رکھا ہے وہ حلال ہے، اللہ کا بازو تمہارے بازو سے زیادہ مضبوط اور اللہ کا استرا تمہارے استرے سے زیادہ تیز ہے۔ امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گذر کسی گدھے پر ہوا جس کے چہرے پر داغا گیا تھا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے اسے داغا ہے۔ ❷ نیز جانور کے چہرے پر مارنے اور اسے داغنے کی ممانعت نبی علیہ السلام سے صحیح سند سے ثابت ہے، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کا گذر قریش کے کچھ نوجوانوں کے پاس سے ہوا جنہوں نے کوئی پرندہ یا مرغی باندھ رکھی تھی، وہ اس پر اپنا نشانہ درست کر رہے تھے، اور انہوں نے یہ طے کر رکھا تھا کہ جو تیر بھی نشانے سے چوک جائے گا، وہ پرندے کے مالک کا ہوگا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی وہ لوگ منتشر ہو گئے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ کام کون لوگ کر رہے ہیں؟ ایسا کرنے والے پر اللہ کی لعنت ہو کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر اپنا نشانہ درست کرے۔ ❸

نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بے مقصد کسی چڑیا کو بھی مارے گا، وہ قیامت کے دن اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہو کر عرض کرے گی کہ پروردگار! فلاں آدمی نے مجھے بے وجہ قتل کیا تھا، اس نے مجھے کسی فائدے کی وجہ سے نہیں مارا تھا۔ ❹ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا مقصد اور حق کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۹۲۔ ❷ صحیح مسلم، اللباس: ۱۰۷۔
❸ صحیح مسلم، الصید: ۵۹۔ ❹ نسائی، الضحایا: ۴۲۔ مسند احمد: ۴/ ۳۸۹۔

فرمایا اسے ذبح کر کے کھالے، اس کا سر نہ توڑے کہ اس پر نشانہ بازی کی جائے، امام مسلم اور اصحاب سنن نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز پر احسان کرنے کو فرض قرار دیا ہے، جب تم کسی چیز کو قتل کرو تو بہتر طریقہ اختیار کرو اور جب ذبح کرو تو اچھے طریقے سے ذبح کرو اور تمہیں چاہیے کہ اپنی چھری تیز کر لیا کرو اور اپنے ذبیحے کو آرام پہنچایا کرو۔ ❶ حاکم نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گذر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جس نے اپنا پاؤں ایک بکری کے پہلو میں گاڑ رکھا تھا اور اس وقت اپنی چھری تیز کر رہا تھا اور وہ بکری رحم طلب نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے یہ کام پہلے کیوں نہیں کیا؟ کیا تم اسے کئی مرتبہ موت دینا چاہتے ہو؟ تم نے اسے لٹانے سے پہلے اپنی چھری تیز کیوں نہ کی؟ عبدالرزاق نے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ ایک بکری کو ذبح کرنے کے لیے اس کے پاؤں سے گھسیٹ کر لے جا رہا ہے، انہوں نے اس سے فرمایا تجھ پر افسوس ہے، اسے موت کی طرف بھی لے جانا ہے تو اچھی طرح لے جاؤ۔

صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اللہ بھی اس پر رحم نہیں کرتا، نیز ایک حدیث میں ہے کہ تم اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتے جب تک ایک دوسرے پر رحم نہ کرنے لگو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے ہر شخص رحم کرتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس سے مراد وہ رحمت نہیں ہے جو تم میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی پر کرتا ہے بلکہ اس سے مراد رحمت عامہ ہے، ایک حدیث میں ہے کہ رحم کرو، تم پر بھی رحم کیا جائے گا اور معاف کر دیا کرو، تمہیں بھی معاف کر دیا جائے گا، ایک حدیث میں ہے کہ ان لوگوں کے لیے ہلاکت ہے جو بات سنتے ہیں لیکن اس پر عمل نہیں کرتے اور ان لوگوں کے لیے بھی ہلاکت ہے جو اپنے کاموں پر اصرار کرتے ہیں حالانکہ انہیں معلوم بھی ہوتا ہے کہ وہ غلطی پر ہیں۔

تنبیہ

یہ پانچوں گناہ جن کا تذکرہ عنوان میں کیا گیا ہے، کبیرہ گناہوں میں سے ہیں گو کہ اس کی تصریح میری نظر سے تو نہیں گذری لیکن پہلے تین گناہوں کی تصریح پہلی ہی حدیث میں آ گئی ہے، دوسری حدیث مثلہ کے بیان میں، تیسری اور چوتھی داغنے کے حوالے سے، پانچویں جانور کو باندھ کر نشانہ درست کرنے کے حوالے سے اور چھٹی حدیث کھانے کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے مارنے کے سلسلے میں صریح ہے، اور چھٹی چیز پر چھٹی حدیث دلالت کرتی ہے کیونکہ یہ جانور کو شدید سزا پہنچانے کے معنی میں ہے اور کوئی شک نہیں کہ یہ کبیرہ گناہ ہے، پھر میں نے علماء کی ایک جماعت کو دیکھا کہ وہ مطلقاً جانور کو عذاب دینا گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں، بعض حضرات نے جانور کو حبس بے جا میں اتنی دیر رکھنا بھی اسی ضمن میں داخل کیا ہے کہ وہ بھوک اور پیاس سے مر جائے، اور اس کے لیے انہوں نے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ایک عورت پر محض اس وجہ سے عذاب کا ذکر کیا گیا ہے جس نے ایک بلی کو رسی سے باندھ دیا تھا اور وہ مر گئی تھی۔

---

❶ صحيح مسلم، الصيد: ٥٧ ـ ابو داود، الضحايا: ١١ ـ ترمذي، الديات: ١٤.

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ہمارے فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ کند چھری سے جانور کو ذبح کرنا مکروہ ہے، پھر عدم احسان کبیرہ گناہ کیسے ہوگا؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ ان دونوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ فقہاء کے کلام کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا، جب کہ چھری کند تو ہو لیکن سانس اور کھانے کی نالی کاٹ دے، یہی مطلب اس قول کا بھی ہے جس میں اسے مکروہ قرار دیا گیا ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ فقہاء خود کہتے ہیں اگر کوئی شخص ایسی کند چھری سے جانور ذبح کرے جس سے کھال نہ کاٹی جا سکے الا یہ کہ ذبح کرنے والا اپنی طاقت آزمائی کرے تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا، لہٰذا اسے کبائر میں شمار کرنے کی یہ صورت ہوگی۔

یہ بات بھی آپ کے علم میں ہونا ضروری ہے کہ خشکی کا جو جانور قدرت یافتہ ہو خواہ وحشی ہی ہو، اسی وقت حلال ہوگا جب کوئی مسلمان یا ایسا ذمی جس کا ذبیحہ حلال ہو کسی دھاری دار تیز چیز سے (دانت، ناخن اور ہڈی کے علاوہ) اس کی سانس اور کھانے کی نالی کاٹ دے اور شروع میں اس کے اندر زندگی بھی باقی ہو، چنانچہ اگر کسی شخص نے جانور کو گدی کی جانب سے ذبح کیا یا چھری کو کان میں داخل کر کے اسے ذبح کیا تو جانور حلال ہوگا لیکن ایسا کرنے والا گنہگار رہوگا بلکہ اس صورت میں تو اسے فاسق بھی قرار دیا گیا ہے، جبکہ وہ جان بوجھ کر یہ کام کرے کیونکہ اس میں جانور کو شدید تکلیف پہنچانا ہے اور زندگی کی رمق باقی رہنے میں خیال بھی کافی ہے مثلاً ذبح ہونے کے بعد جانور کی حرکت شدید ہو جائے، اس کا خون اچھلتے ہوئے ابلنے لگے، اور وہ جانور حرام ہوگا، جس کا سر چھری سے الگ کر دیا گیا ہو اور اس کی سانس یا کھانے کی نالی مکمل طور پر نہ کاٹی جا سکی ہو، یا وہ جانور جسے بندوق وغیرہ سے ذبح کیا گیا ہو خواہ اس کی رگیں کٹ چکی ہوں، یا وہ جانور جسے ذبح کرنے میں تاخیر کی جائے اور مکمل طور پر اسے ذبح نہ کیا گیا ہو، یہاں تک کہ استقرارِ حیات ختم ہو گیا، یا وہ جانور جس کا ذبح اور انتڑیوں کا نکلنا ایک ساتھ ہی ہوا، یا وہ جانور جو دھاری دار آلے کے بوجھ سے مارا گیا ہو جیسے تیر کا چوڑائی والا حصہ خواہ وہ خون بہا دے، یا وہ جانور جسے ذبح کرنے میں دو چیزیں جمع ہوگئی ہوں جن میں سے ایک اسے حلال کرتی ہو اور دوسری حرام جیسے تیر لگنے سے جانور زخمی ہوا اور پانی میں گر کر مر گیا اور اگر کسی درندے نے کسی شکار کو زخمی کیا، یا کسی اونٹ پر دیوار گر جائے یا مضرِ صحت چارہ کھائے اور پھر کوئی شخص اسے ذبح کر لے تو وہ جانور حلال نہیں ہوگا الا یہ کہ ذبح کا عمل شروع کرتے وقت اس میں زندگی کامل طور پر تھی، ہاں! اگر وہ جانور بیمار تھا یا بھوکا تھا اور پھر اسے کسی نے ذبح کر لیا تو وہ جانور حلال ہوگا۔

۱۶۷۔ غیر اللہ کے نام پر جانور کو ذبح کرنا

جلال بلقینی نے بھی اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے، ''اس جانور کو مت کھاؤ جسے ذبح کرتے وقت اس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو کیونکہ یہ فسق ہے۔'' [1] یعنی اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، کیونکہ یہ وہی فسق ہے جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے اسی سورت میں آگے چل کر فرمایا ہے ''یا وہ فسق ہو جسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو۔'' [2] اور یہیں سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ اگر کوئی شخص جانور کو ذبح کرتے ہوئے اس پر اللہ کا نام نہ

---

[1] الانعام: ۱۲۱۔ [2] الانعام: ۱۴۵۔

لے سکا ہو، وہ حلال ہے ❶ اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کی تفسیر میں مرادی معنی مردار بیان کرتے ہیں، کلبی اس کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جانور جسے ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، یا اسے غیر اللہ کے نام پر ذبح کیا گیا ہو، عطاء کہتے ہیں کہ اس آیت میں ان ذبیحوں سے روکا گیا ہے جنہیں قریش اور دیگر عرب بتوں پر قربان کردیتے تھے، بعض علماء نے "وانه لفسق" کا معنی بیان کرتے ہوئے کہا ہے کہ جس مردار جانور پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، اسے کھانا فسق یعنی دین سے خروج ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''شیاطین اپنے اولیاء کے دل میں یہ بات ڈالتے ہیں تاکہ تم آپس میں (مردار کے حوالے سے) جھگڑنے لگو۔'' ❷ آیت کے اس حصے کی تفسیر میں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شیطان اپنے اولیاء ''جو انسانوں میں سے ہوتے ہیں'' کے دل میں یہ بات ڈالتا ہے کہ تم اس ذات کی عبادت کس طرح کرتے ہو کہ اگر وہ کسی جانور کو ماردے (جانور اپنی طبعی موت مرجائے) تو تم اسے نہیں کھاتے ہو اور جسے تم خود مارتے ہو اسے کھالیتے ہو؟ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ہے کہ ''اگر تم مردار جانور کے معاملے میں شیطان کی پیروی کرنے لگے تو تم مشرک ہوگے۔'' ❸ زجاج کہتے ہیں کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ ہر وہ شخص جو اللہ کی حرام قرار دی ہوئی کسی چیز کو حلال یا حلال قرار دی ہوئی کسی چیز کو حرام سمجھنے لگے تو وہ مشرک ہے، بشرطیکہ اس کے حلال یا حرام ہونے پر امت کا اجماع ہو چکا ہو اور اس چیز کا ضروریات دین میں سے ہونا بداہۃً معلوم ہو۔

اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ آپ نے اس ذبیحہ مسلم کو کیسے حلال قرار دے دیا جس پر بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہو جبکہ آیت میں تو اس کی حرمت پر نص موجود ہے؟ تو ہم اس کا جواب یہ دیں گے کہ مفسرین نے اس کی تفسیر ہی مردار سے کی ہے اور کسی ایک مفسر نے بھی اسے مسلمان کے اس ذبیحے پر محمول نہیں کیا جس پر بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو، اس بات کی دلیل کہ یہ آیت مردار کے بارے نازل ہوئی ہے، خود اسی آیت کے الفاظ "وانه لفسق" ہیں، کیونکہ کسی ایسے مسلمان کا ذبیحہ کھانے سے انسان فاسق نہیں ہوتا جس نے جانور کو ذبح کرتے وقت بسم اللہ نہ پڑھی ہو، گو کہ وہ اس کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہو، اب اس کے حلال ہونے میں اختلاف کی اس مضبوطی کو دیکھتے ہوئے تو ایسے ان لوگوں کے نزدیک صغیرہ گناہ ہونا چاہیے جو اس کی حرمت کے قائل ہیں، اور تمام مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ ''شیطانی خیالات'' جن کا ذکر آیت مبارکہ میں کیا گیا ہے، کا تعلق مردار کے ساتھ ہے، اس ذبیحہ مسلم کے ساتھ نہیں جس پر بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہو، اور اس آیت میں جس شرک کا ذکر کیا گیا ہے تو وہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جبکہ مردار کو حلال سمجھا جائے، اس صورت میں نہیں جبکہ ذبیحہ مسلم میں بسم اللہ چھوڑ دی گئی ہو۔

پھر واحدی نے اپنی سند سے کچھ احادیث نقل کی ہیں جن میں سے بعض سے ثابت ہوتا ہے کہ جس جانور پر بھولے سے بسم اللہ نہ پڑھی گئی ہو وہ حلال ہے اور بعض سے مطلقاً حلال ہونا ثابت ہوتا ہے، جن چیزوں سے ذبیحہ حرام ہو جاتا ہے، ہمارے

---

❶ یاد رہے کہ یہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک ہے، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ اگر بسم اللہ جان بوجھ کر چھوڑی گئی ہو تو جانور حلال نہیں ہوگا، بلکہ حرام ہوگا، اور اگر بھولے سے بسم اللہ نہ پڑھی جاسکی ہو تو وہ جانور حلال ہوگا۔

❷ الانعام: ۱۲۱. ❸ الانعام: ۱۲۱.

فقہاء نے اس میں یہ صورت بھی شامل کی ہے کہ انسان جانور کو ذبح کرتے وقت یوں کہے ''بسم اللہ واسم محمد'' یا کوئی کتابی آدمی گرجے، صلیب، یا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر جانور کو ذبح کرے، یا کوئی مسلمان خانہ کعبہ کے لیے یا نبی علیہ السلام کے لیے یا بادشاہ وغیرہ کا قرب حاصل کرنے کے لیے جانور ذبح کرے تو یہ سب چیزیں ذبیحہ کو حرام کر دیتی ہیں اور یہ کبیرہ گناہ ہے۔

۱۶۸۔ جانوروں کو سائبہ [1] بنا دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ نے کسی جانور کو بحیرہ یا سائبہ نہیں بنایا [2] اور نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے ''وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو جانوروں کو سائبہ بنا دے۔'' [3]

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح تو میں نے کہیں نہیں دیکھی البتہ یہ بات واضح ضرور ہے کیونکہ اس میں دور جاہلیت کے ساتھ مشابہت پائی جاتی ہے جو سخت وعید کا تقاضا کرتا ہے، اسی وعید کی طرف نبی علیہ السلام کے ارشاد میں اشارہ کیا گیا ہے، ہمارے فقہاء کا کہنا ہے کہ جو شخص کسی شکار کا مالک بنے پھر اسے سائبہ بنا دے وہ گنہگار ہوگا اور وہ جانور اس کی ملکیت سے خارج نہیں ہوگا اگر چہ وہ اسے چھوڑتے وقت یوں کہہ دے کہ میں نے اسے اس شخص کے لیے مباح کر دیا جو اسے پکڑے گا، لیکن یہ اس شخص کے لیے مباح ہوگا جو اسے کھانے کے لیے پکڑے گا، اس میں بیع وغیرہ دوسرے تصرفات کے جواز کو اس سے اخذ نہیں کیا جا سکتا۔

خاتمہ

اگر کسی شخص کے کبوتروں میں کسی دوسرے آدمی کا کبوتر شامل ہو کر آ گیا تو اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ اسے اس کے مالک کے حوالے کر دے، اواگر ان دونوں کے ملاپ سے کوئی بچہ پیدا ہو جائے تو وہ اس شخص کا ہوگا جو مادہ کبوتری کا مالک ہوگا، اور اگر کبوتروں میں امتیاز نہ ہو سکے تو مالک کو اپنی ملکیت کے تناسب سے احتیاط کرنے کے بعد کبوتر لینے کی اجازت ہے، لیکن تقویٰ کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑے، اس طرح اگر کسی شخص کے دراہم یا تیل میں دوسرے آدمی کے دراہم یا تیل شامل ہو جائے تو امام غزالی رحمہ اللہ وغیرہ کی رائے کے مطابق اس شخص کے لیے اپنا حق لینا جائز ہے جبکہ حرام مقدار سے بچے، اپنے استحقاق کے مطابق ہی وصول کرے، باقی میں تصرف نہ کرے، بعض حضرات نے اس پر یہ اشکال کیا ہے کہ کوئی بھی شریک اس تقسیم میں مستقل نہیں ہو سکتا، لہٰذا اسے چاہیے کہ یہ مقدمہ قاضی کی عدالت میں پیش کرے تاکہ مشکل پیش آنے کی صورت میں قاضی اسے

---

[1] سائبہ، وہ اونٹنی جو دور جاہلیت میں منت وغیرہ کی وجہ سے چھوڑ دی جاتی تھی، یا وہ اونٹنی جس کے دس مادہ بچے ہونے کے بعد لوگ اس پر سواری کرتے تھے اور نہ ہی مہمانوں یا جانور کے اپنے بچوں کے علاوہ کوئی اس کا دودھ پیتا تھا، اور گھاس پانی وغیرہ سے بھی اسے نہیں روکا جاتا تھا بلکہ لوگ اسے چھوڑ دیتے تھے، یہاں تک کہ اسی حال میں وہ مر جاتی تھی۔

[2] المائدة: ۱۰۳۔ [3] ان الفاظ کے ساتھ یہ حدیث ہمیں نہیں مل سکی۔

خود تقسیم کرے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ حکم مجبوری کی صورت میں ہے، کیونکہ یہاں مال والے کی طرف سے کوئی کمی اور کوتاہی نہیں ہے، بخلاف شرکت کے کہ وہ انسان کے اپنے اختیار سے ہوتی ہے، اس کے ساتھ وراثت جیسی چیزوں کو ملایا جا سکتا ہے، علاوہ ازیں اس مسئلے کو قاضی کے سامنے پیش کرنے میں واضح طور پر مشقت پائی جاتی ہے، کیونکہ قاضی تو کسی بھی چیز کو اسی وقت تقسیم کر سکتا ہے جب کہ حقیقت حال پر گواہی دینے کے لیے اس کے پاس گواہ موجود ہوں، جیسا کہ فقہاء کا اس پر اتفاق ہے، صرف قبضہ اس سلسلے میں کافی نہیں ہو سکتا کیونکہ جب قاضی اسے تقسیم کرے گا تو یہ تقسیم اس کے حکم کے مرتبے میں ہوگی اور حکم یعنی فیصلے کے لیے کسی شرعی بنیاد کا ہونا ضروری ہے، صرف قبضہ کافی نہیں ہو سکتا، اسی مشقت کی وجہ سے ''جو عام طور پر انسانی طاقت سے خارج ہو جاتی ہے'' ضرورت اور مجبوری کا تقاضا یہ ہے کہ اس کے لیے اپنی مقدار الگ کرنا جائز ہوتا کہ وہ حرام سے بچ سکے اور باقی میں تصرف کر سکے۔

عقیقہ کا بیان

۱۶۹۔ ''شہنشاہ'' نام رکھنا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ خبیث اور ناپسندیدہ آدمی وہ ہوگا جس کا نام ''شہنشاہ'' رکھا گیا ہوگا، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی حقیقی مالک نہیں ہے۔ [1] اور شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ نام اس آدمی کا ہے جس کا نام ''شہنشاہ'' رکھا گیا ہو۔ [2]

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان دونوں حدیثوں کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے، اگرچہ ابتداء میں اس کی تصریح میری نظروں سے نہیں گذری تھی لیکن بعد میں میں نے بعض حضرات کی تصریحات بھی دیکھیں، چنانچہ ہمارے ائمہ کا کہنا ہے کہ ''شہنشاہ'' نام رکھنا حرام ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ غیر اللہ کو یہ وصف دینا جائز نہیں ہے، اسی کے حکم میں بعض فقہاء نے ان الفاظ کو بھی شامل کیا ہے ''حاکم الحکام اور قاضی القضاۃ'' لیکن اس پر میں حاشیہ مناسک نووی میں تفصیلی کلام کر چکا ہوں، وہاں ملاحظہ کیجئے۔

کھانے کا بیان

۱۷۰۔ نشہ آور چیزوں کا استعمال کرنا

نشہ آور چیزوں کی مثال افیون، بھنگ، عنبر اور زعفران اور جائفل وغیرہ ہیں، یہ تمام چیزیں نشہ آور ہیں جیسا کہ

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۳۱۵.

[2] صحیح بخاری، الادب: ۱۱۴۔ ابو داود، الادب: ۶۲۔ ترمذی، الادب: ۶۶۔ مسند احمد: ۲/ ۲۴۴.

ان میں سے بعض کے متعلق تصریح امام نووی رحمہ اللہ نے کی ہے اور بعض کی دوسرے حضرات نے، ان حضرات کی ''نشہ'' سے مراد عقل کو ڈھانپ لینا ہے، ترنگ میں حد سے آگے بڑھ جانا نہیں کیونکہ یہ اس نشہ آور چیز کی خصوصیات میں سے ہے جو مائع ہو، اس کی مکمل بحث مشروبات کے بیان میں آئے گی، ان مذکورہ چیزوں میں نشہ کا جو معنی میں نے بیان کیا ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسے ''منشیات'' کا نام دینا بھی اس کی حقیقت کے منافی نہیں ہے اور جب یہ چیز ثابت ہوگئی کہ یہ تمام چیزیں نشہ آور یا منشیات ہیں تو پھر انہیں استعمال کرنا گناہ کبیرہ ہوگا اور شراب پینے کی طرح یہ بھی فسق ہوگا، لہٰذا ہر وہ چیز جسے پینے والے کے متعلق وعید وارد ہوئی ہو، وہ ان اشیاء کے ضمن میں آئے گی، کیونکہ دونوں چیزوں میں عقل زائل ہونا مشترک ہے جسے باقی رکھنا شریعت کا مقصود ہے، کیونکہ عقل ہی اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو سمجھنے کا، دوسرے حیوانات سے ممتاز کرنے کا اور نقائص کو چھوڑ کر کمالات کو ترجیح دینے کا وسیلہ اور سبب ہے، لہٰذا ایسی چیز کو اختیار کرنا جو عقل کو زائل کردے، اس میں وہی وعید ہوگی جو شراب کے سلسلے میں وارد ہوئی ہے، اس سلسلے میں میں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ''تحذیر الثقات عن استعمال الکفتة والقات'' ہے، دراصل اہل یمن کا اس مسئلے میں اختلاف ہوگیا تھا اور انہوں نے اس موضوع پر مجھے تین کتابیں بھیجی تھیں جن میں سے دو میں اس کی حرمت اور ایک میں اس کی حلت کو ثابت کیا گیا تھا اور مجھ سے درخواست کی تھی کہ ان دونوں چیزوں یعنی کفتہ اور قات ''جو نشہ میں استعمال کی جانے والی جڑی بوٹیوں کے نام ہیں'' میں حق بات کو واضح کر دوں چنانچہ میں نے اس موضوع پر یہ کتاب لکھی، تاکہ لوگ اس سے اجتناب کریں گو کہ میں نے ان پر حرمت کا یقینی حکم نہیں لگایا، اور اضافی طور پر دوسری نشہ آور چیزوں اور منشیات جامدہ کا حکم بھی بیان کر دیا جس سے کتاب میں تفصیلی بیان آ گیا ہے، یہاں بھی ہم اس کا خلاصہ ذکر کرتے ہیں۔

ان تمام چیزوں کو حرام قرار دینے کی اصل بنیاد امام احمد اور ابوداؤد کی یہ روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہر نشہ آور چیز اور فتور میں ڈالنے والی چیز سے منع فرمایا ہے۔ [1] اور مذکورہ تمام چیزیں نشہ آور اور عقل کو فتور میں ڈالنے والی ہیں، اور قرافی اور ابن تیمیہ رحمہما اللہ نے بھنگ کے حرام ہونے پر اجماع نقل کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص اسے حلال سمجھتا ہے وہ کفر کرتا ہے۔ ائمہ اربعہ رحمہم اللہ نے اس پر کلام اس لیے نہیں کیا کہ ان کے دور میں اس کا وجود نہیں تھا، یہ چھٹی صدی ہجری کے آخر اور ساتویں صدی کے آغاز میں جبکہ تاتاریوں کا غلبہ تھا، وجود میں آئی، اسی طرح ماوردی نے یہ قول بھی ذکر کیا ہے کہ وہ جڑی بوٹیاں جنہیں استعمال کرنے سے انسان بہت ترنگ میں آجاتا ہے، ان میں حد واجب ہوتی ہے۔

ملحوظہ

اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے کھانے میں ڈالے جانے والے مصالحہ جات میں سے ایک مصالحہ ''جائفل، جاوتری'' کی حلت اور حرمت پر کلام کیا ہے، بظاہر جس کا یہ موقع نہیں ہے اور ابن سینا کی کتاب ''القانون'' سے یہ تجویز کیا ہے کہ اس کی جگہ سنبل کو استعمال کرنا زیادہ بہتر ہے لیکن یہ ساری تفصیل صرف مفروضات پر مبنی ہے اس لیے کہ ائمہ اربعہ سے اس حوالے سے

---

[1] أبوداود، الأشربة: ٥۔ مسند أحمد: ٦/ ٣٠٩.

کچھ منقول نہیں ہے اور مصنف رحمہ اللہ نے شیخ الاسلام ابن دقیق العید کے ایک قول پر اس کی بنیاد رکھی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ تفصیل معلومات میں اضافے کی بجائے تشویش کا باعث ہوگی لہٰذا اس حصے کا ترجمہ شامل نہیں کیا جارہا، اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے ''بھنگ'' کا شرعی حکم بیان کرتے ہوئے فرمایا ہے۔

''الحاوی الصغیر'' کی بعض شروحات میں ہے کہ بھنگ کا نشہ آور ہونا ثابت ہو جائے تو وہ نجس ہے، ابن تیمہ رحمہ اللہ کی کتاب ''السیاسۃ'' میں ہے کہ شراب کی طرح بھنگ میں بھی حد شرعی واجب ہوگی، لیکن اگر وہ خشک ہو، مائع شکل میں نہ ہو تو اس کے نجس ہونے میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے، امام احمد رحمہ اللہ کا ایک قول یہ ہے کہ وہ بھی نجس ہے اور یہی قول صحیح ہے۔ اور جانور کو بھی ایسی گھاس کھلانا حرام ہے کیونکہ جانوروں کو بھی نشہ میں لانے کا سبب بننا بھی حرام ہے، ابن دقیق العید فرماتے ہیں کہ اگر ایسی گھاس کھلانے کے نتیجے میں جانور مرگیا تو کھلانے والے پر کوئی ضمان واجب نہیں ہوگا، یہ حکم شراب ہی کی طرح ہے، امام ابوبکر بن قطب عسقلانی رحمہ اللہ نے نقل کیا ہے کہ اپنی فطرت کے اعتبار سے یہ گرم درجہ ثانیہ میں ہے اور یابس درجہ اولیٰ میں۔ اس سے سر میں درد پیدا ہو جاتا ہے، بینائی کمزور ہو جاتی ہے، پیٹ بند ہو جاتا ہے اور مادہ منویہ خشک ہو جاتا ہے لہٰذا عقل سلیم اور طبع مستقیم رکھنے والے ہر شخص کے لیے اس سے بچنا ضروری ہے، کیونکہ یہ ان مفاسد اور نقصانات پر مشتمل ہے جو دواعی ہلاکت کا اصل مبدا بن جاتے ہیں، اسی وجہ سے ابن بیطاء ''جو اپنے دور میں نباتات اور جڑی بوٹیوں کی مہارت کے حوالے سے سند کا درجہ رکھتے تھے'' اپنی کتاب "الجامع لقوی الادویة والاغذیة" میں کہتے ہیں کہ یہ باغات میں کاشت کی جاتی ہے، اسے (بھنگ کو) حشیشہ بھی کہا جاتا ہے، اس کی صرف ایک دو درہم برابر مقدار بھی انسان کو بہت زیادہ نشے میں مبتلا کر دیتی ہے اور جو آدمی اسے بکثرت استعمال کرتا ہے وہ اسے انسانیت کی حدود سے نکال کر رعونت میں مبتلا کر دیتی ہے، چنانچہ مشاہدہ اس بات پر گواہ ہے کہ کچھ لوگوں نے بھنگ کو استعمال کیا جس کی وجہ سے ان کی عقل ناکارہ ہوگئی، وہ جنون کی حالت کو پہنچ گئے اور کئی مرتبہ ذلت کی موت بھی بعض لوگوں کا مقدر بنی۔

قطب عسقلانی یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ لوگوں نے بتایا ہے کہ جانور بھی اسے نہیں کھاتے، محمد بن زکریا کہتے ہیں کہ اس کا استعمال انسان کے ذہن میں گھٹیا خیالات کو جنم دیتا ہے، اور اعضاء رئیسہ میں رطوبت کی قلت کی وجہ سے مادہ منویہ کو خشک کر دیتا ہے، جس سے نہایت خطرناک امراض اور بدترین بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں، کسی شاعر نے اس کی مذمت ان الفاظ سے کی ہے کہ جہالت کی وجہ سے بھنگ استعمال کرنے والے سے کہہ دو کہ اے خسیس الفطرت انسان! تو بدترین زندگی گذار رہا ہے، تو نے اپنی عقل ایک کوڑے کے عوض دیت بنادی، اے بیوقوف! تو نے ایک گھاس کی خاطر اپنی عقل کو کیوں بیچ دیا؟ وہ مزید کہتے ہیں کہ حد شمار سے باہر تعداد میں لوگوں نے ہمیں بتایا ہے کہ اسے استعمال کرنے والے لوگ اچانک مرجاتے ہیں، کچھ لوگوں کی عقل خراب ہو جاتی ہے اور وہ دق، سل اور استسقاء جیسے متعدد موذی امراض میں مبتلا ہو جاتے ہیں، کسی شاعر نے یوں بھی کہا ہے کہ اے وہ شخص جس نے بھنگ کھانے کو اپنا شعار بنا رکھا ہے، تو نے اپنی خواہشات کی وجہ سے سنن ہدی سے اعراض کیا، حالانکہ اس کا نقصان بہت زیادہ ہے، عقل اس بات سے روکتی ہے کہ تو اپنی خواہشات کی طرف مائل ہو اور شریعت تجھے حکم دیتی

ہے کہ اپنے گھر کو اس سے دور رکھ، اب جو شخص شہوت کی چادر اوڑھتا ہے، دیکھنے والوں کے سامنے اس کا خسارہ نمایاں ہو جاتا ہے، باز آ جا اور اسے پینے سے توبہ کر اور اس کے شر سے اللہ کی پناہ مانگ کہ اس کا نقصان بہت زیادہ ہے۔

بعض علماء فرماتے ہیں کہ اسے استعمال کرنے میں ایک سو بیس دینی و دنیاوی نقصانات ہیں، مثلاً اس سے گھٹیا قسم کے خیالات پیدا ہوتے ہیں، رطوبات غریزیہ خشک ہو جاتی ہیں، بدن پر مختلف امراض کا حملہ ہو جاتا ہے، بھولنے کی بیماری لاحق ہو جاتی ہے، سر میں درد رہتا ہے، نسل منقطع ہو جاتی ہے، مادہ منویہ خشک ہو جاتا ہے، ناگہانی موت کا اندیشہ رہتا ہے، عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، تپ دق، سل اور استسقاء جیسی بیماریاں لگ جاتی ہیں، سوچ و بچار کی صلاحیت خراب ہو جاتی ہے، اللہ کی یاد انسان بھول جاتا ہے، لوگوں کے راز فاش کر دیتا ہے، شر پھیلانے لگتا ہے، حیا ختم ہو جاتی ہے، جھگڑالو بن جاتا ہے، مروت باقی نہیں رہتی، دوستی ٹوٹ جاتی ہے، ستر کھل جاتا ہے، غیرت فنا ہو جاتی ہے، جیب خالی ہو جاتی ہے، ابلیس اس کا ہم نشین بن جاتا ہے، نمازیں چھوٹ جاتی ہیں، حرام کاموں میں پڑ جاتا ہے، برص، جذام اور پے در پے بیماریوں میں گھرا رہتا ہے، دائمی طور پر رعشہ کا شکار ہو جاتا ہے، جگر میں سوراخ ہو جاتا ہے، خون جل جاتا ہے، منہ میں بدبو رہتی ہے، دانت خراب ہو جاتے ہیں، پلکوں کے بال جھڑنے لگتے ہیں، دانت پیلے زرد ہو جاتے ہیں، آنکھوں پر غنودگی اور نیند غالب رہتی ہے، سستی طاری رہتی ہے، اس کا نشہ شیر کو گائے کا ناتواں بچہ بنا دیتا ہے، معزز آدمی کو ذلیل اور تندرست کو بیمار، بہادر کو بزدل اور شریف آدمی کو قابل ملامت بنا دیتا ہے، اسے کھا کر انسان سیراب نہیں ہو سکتا، دے کر قناعت پسند ہو سکتا، اور بات کرتا ہے تو اس کی شنوائی نہیں ہوتی، بھنگ کا استعمال فصیح و بلیغ آدمی کو گونگا اور ذہین و دانشور کو بیوقوف بنا دیتا ہے، یہ ذہانت کو ختم کر دیتا ہے اور پیٹ کو پھلا دیتا ہے اور انسان کو لعنت اور جنت سے دوری کا مستحق بنا دیتا ہے اور موت کے وقت انسان کو کلمہ شہادت بھلا دیتا ہے۔

یہ تمام قباحتیں افیون وغیرہ میں بھی موجود ہیں، بلکہ اس میں کچھ زیادہ ہی نقصانات ہیں کہ اس میں خلقت کو مسخ کرنا لازم آتا ہے جیسا کہ اسے استعمال کرنے والوں کے احوال کا عام مشاہدہ ہے، پھر تعجب بالائے تعجب ہے کہ لوگ ان قباحتوں کا مشاہدہ بھی کرتے ہیں، مثلاً بدن اور عقل کا مسخ ہو جانا، بدترین حالت کو پہنچ جانا، اور گھمبیر مصائب کا شکار ہو جانا، کسی سے بات کرنے کے قابل نہ رہنا، حق بات کی طرف کبھی مائل نہ ہونا، اور گناہوں کی طرف ہی طبیعت کا میلان ہونا لیکن اس کے باوجود ان کے زمرے میں شامل ہونے کو پسند کرتے ہیں اور ان کے چہروں پر چھائے ہوئے گرد و غبار اور ذلت و رسوائی سے چشم پوشی کر لیتے ہیں جس سے یقینی طور پر یہ اندیشہ کیا جا سکتا ہے کہ کہیں وہ بھی کافروں اور فاجروں میں سے نہ ہو جائیں، پھر جس شخص کے سامنے ان لوگوں کے یہ عیوب وقبائح واضح ہو جائیں، اس کے باوجود وہ ان کے راستے پر چلے اور ان ہی کی پیروی کرے تو وہ فتنوں کا شکار اور دھوکے میں مبتلا وہ شخص ہے جس سے شیطان نے اپنی امیدیں پوری کر لی ہیں، اور وہ اس سے اس طرح کھیلنے لگتا ہے جیسے بچے گیند سے کھیلتے ہیں، اس وقت شیطان اس سے جس کام کا تقاضا کرتا ہے، وہ اسے فوراً پورا کرتا ہے کیونکہ عقل ''جو کہ آلہ کمال ہے'' اپنی جگہ چھوڑ چکی ہے اور وہ شخص جانوروں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔ آمین

تنبیہ

مذکورہ تمام چیزوں کے استعمال کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے جس کی تصریح ابوزرعہ وغیرہ نے بھی کی ہے اور اسے شراب کی مانند قرار دیا ہے اور ذہبی نے اس کی تفصیل کرتے ہوئے اسے نجاست اور سزا میں شراب کی مانند قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ یہ چیزیں انتہائی گندی اور ناپاک ہیں اس جہت سے کہ ان سے عقل اور مزاج فاسد ہو جاتا ہے، یہاں تک کہ اسے استعمال کرنے والے کی طبیعت میں زنانہ پن ❶ بے غیرتی اور بے حمیتی پیدا ہو جاتی ہے، اور شراب اس اعتبار سے گندگی اور ناپاک ہے کہ اس سے لڑائی جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور دونوں ہی چیزیں نماز اور ذکر اللہ سے روکتی ہیں، بعض علماء متاخرین نے اس کی شرعی سزا شراب کی طرح قرار دینے میں توقف کرتے ہوئے یہ رائے دی ہے کہ اس میں تعزیر واجب ہوگی اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ اس سے عقل متغیر ہو جاتی ہے تاہم اس میں طرب نہیں ہوتا اور یہ کہ انہیں اس سلسلے میں متقدمین کی کوئی رائے دستیاب نہیں ہو سکی، لیکن حقیقت یہ نہیں ہے بلکہ افیون اور بھنگ وغیرہ چیزیں استعمال کرنے والوں پر بھی سرور وشہوت کی وہی کیفیت طاری ہوتی ہے جیسی شراب پینے والوں پر ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ، یہی وجہ ہے کہ ان لوگوں سے اس کے بغیر صبر نہیں ہوتا اور یہ بھی نماز اور ذکر اللہ سے روکنے والی چیزیں ہیں۔

چونکہ یہ چیزیں جامد ہونے کی وجہ سے کھائی جاتی ہیں، اس لیے ان کی نجاست یا عدم نجاست میں علماء کی تین آراء ہیں، چنانچہ بعض حضرات کی رائے تو یہ ہے کہ یہ چیزیں بھی نجس ہیں جیسے شراب اور یہی قول زیادہ صحیح ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ چیزیں شراب کی طرح نجس نہیں ہیں کیونکہ شراب مائع ہوتی ہے اور یہ چیزیں جامد ہوتی ہیں، اور بعض حضرات ان چیزوں میں جامد اور مائع کا امتیاز کرتے ہیں یعنی اگر یہ مائع حالت میں ہوں تو شراب کی طرح نجس اور اگر جامد حالت میں ہوں تو نہیں، بہرحال! جو قول بھی ہو، حکم میں یہ شراب کے ضمن میں شامل ہیں، جسے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے حرام قرار دیا ہے، ایک مرتبہ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم لوگ یمن میں دو قسم کے مشروبات بناتے تھے، ان کے متعلق ہمیں فتویٰ دیجئے، ایک تو شہد کی شراب اور دوسری جو کی شراب؟ وہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام کو جوامع الکلم کی فضیلت ملی ہوئی تھی اس لیے مختصر لفظوں میں بات کو سمیٹتے ہوئے فرمادیا کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، نیز یہ بھی ارشاد ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، ان ارشادات میں نبی علیہ السلام نے یہ فرق نہیں فرمایا کہ وہ نشہ آور چیز ماکولات میں سے ہو یا مشروبات میں سے ہو، علاوہ ازیں بعض لوگ شراب کو روٹی کے ساتھ کھاتے ہیں اور بھنگ کو گھول کر پی لیتے ہیں، اکابرین اسلاف نے اس کا تذکرہ اس لیے نہیں کیا کہ غالباً ان کے دور میں اس کا رواج نہ ہوگا، ہم اپنی اس گفتگو کو ایک شعر کے ترجمے پر ختم کرتے ہیں جس میں شاعر نے کہا ہے کہ ان چیزوں کو استعمال کرنا اور پھر انہیں حلال سمجھنا، بدنصیب آدمی کے لیے یہ دو مصیبتیں ہیں۔

---

❶ جسے آج کل کی بازاری زبان میں ''ہیجڑا'' کہا جاتا ہے۔

۱۷۱ تا ۱۷۳۔ بہتا ہوا خون، خنزیر کا گوشت اور مردار وغیرہ کا بغیر شدید مجبوری کے استعمال کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تم پر ان جانوروں کو حرام قرار دیا گیا ہے مردار، خون، خنزیر کا گوشت، وہ جانور جس پر ذبح کے وقت غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، وہ جانور جس کا گلا گھونٹ دیا گیا ہو، وہ جانور جو چوٹ لگنے کی وجہ سے مر گیا ہو، وہ جانور جو بلندی سے گر کر مر گیا ہو، وہ جانور جو دوسرے جانور کے سینگ لگنے کی وجہ سے مر گیا ہو، اور وہ جانور جسے کسی درندے نے کھالیا ہو، الا یہ کہ تم اسے ذبح کرلو، وہ جانور جو بتوں کے سامنے ذبح کیے جائیں اور یہ کہ تم تیروں کے ذریعے تقسیم کرو، یہ تمہارے لیے فسق ہے۔'' [1] اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اے نبی ﷺ! آپ فرما دیجئے کہ مجھ پر جو وحی بھیجی گئی ہے، اس میں میں کسی کھانے والے پر کسی چیز کو کھانے کی حرمت نہیں پاتا الا یہ کہ وہ مردار ہو، یا بہتا ہوا خون ہو، یا خنزیر کا گوشت ہو کہ یہ ناپاک ہے۔'' [2] مفسرین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پہلی آیت میں جائز اشیاء میں سے گیارہ چیزوں کو مستثنیٰ کر کے حرام قرار دیا ہے۔

۱- مردار: مردار کو حرام قرار دینا عقل کے عین مطابق ہے کیونکہ خون ایک نہایت لطیف جوہر ہے، جب کوئی جانور اپنی طبعی موت مر جاتا ہے تو اس کا خون اس کی رگوں میں پھیل جاتا ہے، اس میں تعفن اور فساد پیدا ہو جاتا ہے، اور اسے کھانے سے طبیعت پر نامناسب اثرات پیدا ہوتے ہیں، تاہم صحیح حدیثوں کی بنیاد پر اس حکم سے مچھلی اور ٹڈی دل مستثنیٰ ہیں، نیز یہ بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ مادہ جانور کا ذبح ہونا اس کے پیٹ میں موجود بچے کے ذبح ہونے کو کفایت کر جاتا ہے، یعنی مادہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کے پیٹ میں سے بچہ نکل آیا جو مرا ہوا تھا یا غیر مستقر حیات تھی تو وہ اپنی ماں کے تابع ہو کر حلال ہوگا، گو کہ اس کے جسم پر بالوں کا وجود ہی ہو، یہاں مردار سے مراد وہ جانور ہے جس کی حیات غیر شرعی ذبیحے سے ختم کی گئی ہو، چنانچہ آنے والی اقسام اس میں داخل ہو جائیں گی اور پیٹ کا مذکورہ بچہ اور شکار اس سے خارج ہو جائیں گے۔

۲- خون: خون کی حرمت کا سبب بھی نجاست ہی ہے، دور جاہلیت میں لوگ جانور کی انتڑیوں میں خون بھر دیتے تھے، پھر اسے بھون کر مہمان کے سامنے کھانے کے لیے پیش کر دیتے تھے، اللہ نے ان پر اسے حرام قرار دے دیا، تمام علماء کا خون کی حرمت اور نجاست پر اتفاق ہے، البتہ جانور کو ذبح کرنے کے بعد اس کی رگوں یا گوشت پر جو خون لگا رہتا ہے، وہ معاف ہے علاوہ ازیں دوسری آیت میں ''مسفوح'' کی جو قید لگائی گئی ہے، اس سے اس آیت کا اطلاق ختم ہو جاتا ہے، اور یہ فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ خون بہتا ہوا ہو تو حرام ہے اور صحیح احادیث کی بنیاد پر اس سے جگر اور تلی کو مستثنیٰ کیا گیا ہے اور ویسے بھی ''مسفوح'' کی قید سے یہ دونوں چیزیں نکل جاتی ہیں، بعض حضرات نے جمہور علماء کے حوالے سے یہ قول نقل کیا ہے کہ خون حرام ہے اگرچہ وہ بہتا ہوا نہ ہو، اور انہوں نے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا یہ قول قبول نہیں کیا ہے کہ دم غیر مسفوح حلال ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔

۳- خنزیر: خنزیر کی حرمت کا سبب بھی نجاست ہی ہے، علماء نے اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ غذا اپنے استعمال کرنے والے کے جسم میں جوہر بن کر شامل ہو جاتی ہے، اس لیے لامحالہ اس میں وہ تمام اخلاق و صفات پیدا ہوں گی، جو اس غذا کی جنس

---

[1] المائدة: ۳۔ [2] الانعام: ۱٤٥۔

میں شامل ہوں، اور خنزیر کی فطرت میں نہایت برے اور گھٹیا اخلاق رکھے گئے ہیں مثلاً بے حیائی کی حرص، منہیات کی شدید رغبت اور بے غیرتی، انسان کے لیے اسے کھانا حرام قرار دیا گیا تا کہ اس میں یہ گھٹیا اخلاق پیدا نہ ہوں، اسی وجہ سے عیسائی خصوصیت کے ساتھ فرنگی چونکہ اسے پابندی سے کھاتے ہیں، تو ان میں یہ تمام اوصاف واخلاق پیدا ہو گئے ہیں اور ایک مرد اپنی آنکھوں سے دوسرے مرد کو دیکھتا ہے کہ وہ ایک عورت کے ساتھ جنسی زیادتی کر رہا ہے لیکن اس کے باوجود اسے منع نہیں کرتا کیونکہ اس میں غیرت کا مادہ ہی نہیں ہے، بخلاف بکری وغیرہ کے کہ ان میں یہ تمام گھٹیا اخلاق سرے سے پائے ہی نہیں جاتے، اسی وجہ سے بکری کا گوشت کھانے پر انسان کو کوئی ایسی کیفیت لاحق نہیں ہوتی جو اسے اس کے اغراض واحوال سے باہر نکال دے، رہی یہ بات کہ اس آیت میں خصوصیت کے ساتھ خنزیر کے گوشت کو مستثنیٰ کیا گیا ہے، حالانکہ اس کا پورا جسم ہی حرام ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ کسی بھی جانور کا اصل اور ذاتی مقصود گوشت ہی ہوتا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ خنزیر کے جسم کا کوئی حصہ بھی استعمال کرنا حلال نہیں ہے سوائے اس کے بالوں کے کہ اس کا دھاگہ بنانا صحیح ہے، لیکن بعض فقہاء نے امام شافعی رحمہ اللہ سے اس کی حرمت کا قول بھی نقل کیا ہے، ہمارے (فقہاء شوافع کے) نزدیک سمندری خنزیر کھایا جا سکتا ہے۔ ❶

٤- ما اهل لغير الله به: یعنی وہ جانور جسے بتوں کا نام لے کر ذبح کیا جائے، اہلال کا لفظی معنی ہے آواز بلند کرنا، اہل عرب جانور کو ذبح کرتے وقت یوں کہا کرتے تھے "باسم اللات والعزیٰ" جسے اس آیت کے ذریعے ان پر حرام قرار دے دیا گیا، لہٰذا اس آیت کا مطلب یہ ہوا کہ وہ جانور جو بتوں اور طاغوتوں کے لیے ذبح کیے گئے ہوں، علماء کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے، بعض حضرات اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ وہ جانور جس پر غیر اللہ کا نام لیا گیا ہو، امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ قول زیادہ بہتر ہے کیونکہ آیت کے الفاظ کے ساتھ اس کی مطابقت نہایت مضبوط ہے، علماء کہتے ہیں کہ اگر کوئی مسلمان کسی جانور کو ذبح کرے اور اسے ذبح کرنے سے اس کا مقصد غیر اللہ کا تقرب حاصل کرنا ہو تو وہ مرتد ہو گیا اور اس کا ذبیحہ کسی مرتد کا ذبیحہ ہوگا، البتہ اہل کتاب کے ذبیحے حلال ہیں، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے "اہل کتاب کا کھانا (ذبیحہ) تمہارے لیے حلال ہے۔" ❷ لیکن اگر اہل کتاب کسی جانور کو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام پر ذبح کریں تو کسی امام کے نزدیک بھی وہ حلال نہیں ہوگا، ابن عطیہ نے ایک عالم کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ کسی شخص نے ان سے اس مالدار عورت کا حکم پوچھا جو محض تفریح کے لیے کوئی اونٹ ذبح کرے تو انہوں نے فتویٰ دیا کہ اسے کھانا حلال نہیں ہے، کیونکہ اس نے اسے ایک بت (اپنی خواہشات) کی خاطر ذبح کیا ہے۔

٥- المنخنقة: یعنی وہ جانور جو گلا گھٹ جانے کی وجہ سے مر جائے، خواہ وہ کسی آدمی کے فعل کی وجہ سے ہو یا کسی اور سبب سے، دور جاہلیت میں لوگ جانور کا گلا گھونٹ دیتے تھے اور جب وہ مر جاتا تو اسے کھا لیتے تھے۔

---

❶ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک یہ ہے کہ سمندری جانوروں میں صرف مچھلی اپنی تمام اقسام کے ساتھ حلال ہے، اس کے علاوہ کوئی سمندری جانور امام صاحب کے نزدیک حلال نہیں ہے۔

❷ المائدة: ٥.

٦- الموقوذة: یہ لفظ "وقذه النعاس" سے مشتق ہے جس کا معنی ہے غالب آنا، اس لفظ کا مادہ سکون و آرام پر دلالت کرتا ہے، تو ''موقوذہ'' سے مراد وہ جانور ہے جس پر چوٹ لگے اور وہ ڈھیلا پڑ جائے، یہاں تک کہ اسی وجہ سے وہ مر جائے، بندوق سے قتل ہونے والا جانور بھی اسی میں شامل ہے، کہ یہ مردار اور منخنقہ کے معنی میں ہے، کیونکہ جانور مر گیا اور اس کا خون نہیں بہا۔

۷- المتردية: یہ لفظ ''تردی'' سے ماخوذ ہے یعنی وہ جانور جو بلندی سے گر کر مر جائے تو وہ بھی حرام ہے۔

۸- النطيحة: یعنی وہ جانور جسے دوسرے جانور نے سینگ مارا ہو، یہ بھی مردار ہے کیونکہ اس میں بھی ''خون بہنا'' نہیں پایا گیا، ان کلمات کے آخر میں گول تاء لائی گئی ہے کیونکہ یہ بکری کے اوصاف ہیں، خصوصیت کے ساتھ اسے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر بکری کا ہی گوشت کھایا جاتا ہے اور کلام بھی اس غالب رواج کے مطابق ہی کیا جاتا ہے جو عمومی ہو، اور مراد کل ہوتا ہے، البتہ ''نطیحہ'' کے لفظ پر گول تاء داخل نہ ہونا قیاس کے مطابق ہوتا کیونکہ فعیل کا وزن مذکر اور مونث دونوں میں برابر ہوتا ہے، لیکن یہاں اس لفظ پر گول تاء اس لیے داخل کی گئی ہے کہ یہ نام کے قائم مقام استعمال ہوا ہے، لہٰذا فعیل کا قاعدہ اس پر جاری نہیں ہوگا۔

۹- ما اكل السبع: یعنی وہ جانور جس کا کچھ حصہ دوسرے جانور نے کھا لیا ہو، دور جاہلیت میں لوگوں کا یہ طریقہ تھا کہ اگر کوئی درندہ کسی جانور کو زخمی کر کے قتل کر دے اور اس میں سے کچھ کھا لے تو وہ اس کا باقی حصہ خود کھا لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اسے حرام قرار دے دیا، اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''الا یہ کہ تم اسے ذبح کر لو'' سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ اگر منخنقہ وغیرہ میں سے کوئی جانور ایسا ہو کہ انسان کے اس تک پہنچنے کے بعد اس میں حیات کے آثار معلوم ہوں اور اسے ذبح کر لیا جائے تو وہ حلال ہوگا ورنہ نہیں۔

۱۰- ما ذبح على النصب: بعض علماء نے ''نصب'' کا معنی وہ ''پتھر'' بیان کیا ہے جس پر دور جاہلیت میں لوگ جانوروں کو ذبح کرتے تھے، اس صورت میں تو آیت کا معنی واضح ہے، بعض حضرات نے اس کا مصداق ان ''بتوں'' کو قرار دیا ہے جنہیں پوجا کرنے کے لیے نصب کیا جاتا تھا، اس صورت میں ''علی'' کا معنی ''لام'' ہوگا اور عبارت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ جانور جنہیں بتوں کی تعظیم کے اعتقاد پر ذبح کیا گیا ہو۔ مجاہد، قتادہ اور ابن جریج رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ خانہ کعبہ کے اردگرد پتھر کے تین سو ساٹھ بت تھے، دور جاہلیت کے لوگ ان کی پوجا کرتے تھے، ان کی تعظیم کرتے تھے اور ان کے لیے جانوروں کو ذبح کرتے تھے، یہ بت نہیں ہوتے تھے، بت تو منقش صورتوں اور مجسموں کو کہا جاتا تھا، وہ ان پر خون ملتے تھے اور جانوروں کا گوشت اس پر لا کر رکھتے تھے، ایک مرتبہ مسلمانوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دور جاہلیت کے لوگ بیت اللہ کی تعظیم خون مل کر کیا کرتے تھے، ہم تو اس کی عظمت و حرمت کا خیال رکھنے کے ان سے زیادہ حقدار ہیں؟ نبی علیہ السلام یہ سن کر خاموش ہو گئے اور تھوڑی دیر بعد یہ آیت نازل ہوگئی ''اللہ تعالیٰ کو جانوروں کے گوشت اور خون نہیں پہنچتے۔'' [1]

---

[1] الحج: ۳۷.

۱۱ - استسقام بالازلام: دور جاہلیت میں یہ رواج تھا کہ جب کسی آدمی کو کوئی ضرورت پیش آتی تو وہ خانہ کعبہ کے دربان یا مجاور کے پاس آتا، اس کے پاس برابر کے سات تیر تھے، انہیں ''ازلام'' کہا جاتا تھا، ان میں سے کسی پر ''ہاں'' یا ''ناں'' اور کسی پر ''تمہاری طرف سے'' یا ''تمہارے علاوہ کی طرف سے'' یعنی شادی اور کسی پر ''ملا ہوا'' یعنی نسب کے ساتھ یا ''دیت'' لکھا ہوا تھا، جب وہ کسی کام کا ارادہ کرتے یا کسی کے نسب میں اختلاف ہوتا یا دیت کے معاملے میں اختلاف ہوتا تو وہ لوگ اپنے سب سے بڑے بت ''جس کا نام ہبل تھا'' کے پاس سو درہم لے کر آتے اور تیر والے کے لیے ایک اونٹ بھی لاتے تاکہ وہ ان کا کام خوش دلی سے کر سکے، اور اپنی خواہش کا اظہار کرتے کہ اے ہمارے خداؤ! ہم فلاں فلاں کام کا ارادہ رکھتے ہیں...... اس کے بعد جو تیر نکل آتا وہ اس کے فیصلے پر عمل کر لیتے تھے، اللہ تعالیٰ نے اس کی ممانعت کرتے ہوئے اسے حرام قرار دیا اور فرمایا کہ یہ فسق ہے اور اسے کھانے کی ان چیزوں کے ساتھ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ بیت اللہ کے پاس کھانے کے ساتھ یہ بھی لائے جاتے تھے، امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے ''استقسام'' کا نام دینے کی وجہ یہ ہے کہ اس طرح وہ لوگ رزق اور اپنی دوسری تمام خواہشات میں اپنا حصہ طلب کرتے تھے، اس کی نظیر یہ ہے کہ کوئی نجومی کسی آدمی سے کہے کہ تم اپنے گھر سے مت نکلنا کیونکہ فلاں ستارے کی چال ایسی ہے، اور کسی سے کہے کہ تم اپنے گھر سے نکل جاؤ کہ فلاں ستارے کی چال ایسی ہے، مفسرین کی ایک جماعت کا یہ بھی کہنا ہے کہ آیت سے مراد جوا ہے، ابن جبیر اس کا معنی سفید کنکریاں بیان کرتے ہیں جو ماری جاتی تھیں، مجاہد اس کی تفسیر ان گوٹیوں سے کرتے ہیں جن سے فارسی اور رومی لوگ جوا کھیلتے ہوئے کھیلا کرتے تھے، امام شعبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ازلام کا لفظ اہل عرب کے لیے ہے اور گوٹیوں کا لفظ اہل عجم کے لیے ہے۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان دونوں آیتوں سے واضح ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں چیزوں کو ''فسق'' قرار دیا ہے، اور ''ذلکم فسق'' کا اشارہ ان سب کی طرف ہے جیسا کہ ہمارے کئی علماء نے اس کی تصریح بھی کی ہے، باقی رہی بعض مفسرین کی یہ رائے کہ اس کا مرجع اس کے ساتھ ملا ہوا لفظ ہے، تو یہ برمحل نہیں ہے، کیونکہ اصول میں یہ قاعدہ متعین ہے کہ ضمیر سب کی طرف لوٹتی ہے اس لیے اسے کچھ چیزوں کے ساتھ خاص کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے، لیکن علماء نے خون کے متعلق تصریح نہیں کی ہے تاہم اسے بھی اس زمرے میں شامل کرنے کی وجہ آپ معلوم کر چکے ہیں' اور یہ بھی ممکن ہے کہ اسی ضمن میں اس صورت کو بھی شامل کر لیا جائے کہ غیر معاف مقدار میں سرکشی کی وجہ سے نجاست کھانا حرام ہے، اس کی تصریح عنقریب آئے گی۔

۱۷۴۔ جانور کو آگ میں جلانا

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی بنیاد وہ صحیح حدیث ہے جس میں نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہے کہ میں نے تمہیں حکم دیا تھا کہ فلاں فلاں شخص کو آگ میں جلا دو، لیکن چونکہ آگ میں جلا کر عذاب دینا اللہ تعالیٰ ہی کے شایان شان ہے اس لیے اگر تم ان

دونوں کو پاؤں تو انہیں قتل کر دینا۔ ❶ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹیوں کے ایک بل کو آگ لگا رکھی ہے تو نبی علیہ السلام نے پوچھا اسے کس نے آگ لگائی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ یہ کام ہم نے کیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا آگ کے ذریعے سزا دینا صرف آگ کے رب ہی کے شایان شان ہے۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو مطلقاً کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے خواہ وہ جانور ماکولات میں سے ہو یا نہیں، اور وہ جانور چھوٹے ہوں یا بڑے، کتاب ''الروضہ'' میں اسی طرح ہے اور رافعی نے اسے مطلق رکھنے میں توقف ظاہر کیا ہے، اذرعی نے بھی ان کی پیروی کی ہے کیونکہ کسی مچھر یا جوں کو آگ میں جلا دینے سے انسان کا فاسق ہو جانا بعید از قیاس ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ جلانے والا اس کی ممانعت اور تحریم کو جانتا بھی ہو، ان کے شاگرد نے اپنی کتاب ''الخادم'' میں بھی انہی کی رائے کی پیروی کی ہے اور اس اطلاق میں توقف کا اظہار کیا ہے، پھر کچھ آگے چل کر کہا ہے کہ اگر اس جانور کو آگ میں جلائے بغیر مارنا ممکن نہ ہو تو اور بات ہے اور بعض حضرات نے اس قول پر اعتراض کیا ہے اور ان کے نزدیک اس کے اطلاق کو ہی اخذ کرنا چاہیے، متاخرین کی ایک جماعت بھی اس رائے سے متفق اور اس کے لیے موید ہے، وہ لوگ امام رافعی وغیرہ کے توقف کو نہیں دیکھتے، زرکشی نے بھی یہی رائے ظاہر کی ہے البتہ انہوں نے یہ شرط لگائی ہے کہ اس جانور کو آگ میں جلائے بغیر کسی اور طریقے سے دور کرنا ممکن نہ ہو، جلال بلقینی کہتے ہیں کہ امام نووی رحمہ اللہ نے امام رافعی رحمہ اللہ کے اس قول ''توقف'' پر کوئی اعتراض نہیں کیا جو اس بات کی علامت ہے کہ وہ اس رائے سے متفق ہیں اور یہ بات بھی واضح ہوتی ہے کہ اگر کسی خطرناک جانور کے نقصانات سے بچنے کے لیے انہیں آگ میں جلانا ہی متعین ہو تو یہ حدیث اسے اس کام سے نہیں روکتی، لیکن اس کے علاوہ کسی انسان یا کسی جانور کو آگ میں جلانا جائز نہیں ہے خواہ وہ جانور ماکولات میں سے نہ ہو، اور یقینی طور پر وہ کبیرہ گناہ ہے، جیسا کہ گذشتہ صفحات میں جانور کو باندھ کر اس پر نشانہ درست کرنے کی ممانعت اور اس پر لعنت وارد ہوئی ہے۔ اور آگ میں جلا کر سزا دینا بھی اسی طرح ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ سخت ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب میں مبتلا کرے گا جو دنیا میں دوسروں کو عذاب دیتے ہیں، یہ بات نبی علیہ السلام نے اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ کچھ لوگوں کو دھوپ میں کھڑا کر کے سزا دی جا رہی ہے، اب خود ہی سوچ لیجئے کہ آگ میں جلانے کا کیا حکم ہوگا۔

۱۷۵ تا ۱۷۷۔ ناپاک، گندی اور نقصان دہ چیز استعمال کرنا

ان تینوں چیزوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح بعض متاخرین نے کی ہے اور پہلی چیز میں اس بات سے استدلال کیا ہے کہ اسے مردار پر قیاس کرنا چاہیے کیونکہ مردار کو بھی اس کے نقصان کی وجہ سے نہیں، اس کی نجاست کی وجہ سے

❶ ترمذی: ۱۵۷۱۔ مسند احمد: ۲/ ۳۰۷۔

❷ ابو داؤد، الجهاد: ۱۱۲۔ نسائی، الصید: ۳۸۔ مسند احمد: ۱/ ۴۲۳۔

حرام قرار دیا گیا ہے، چونکہ مردار کو اس کی نجاست کی وجہ سے حرام قرار دیا گیا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کو فسق قرار دیا ہے، لہٰذا ہر اس نجاست کو بھی اس ضمن میں شامل کیا جائے گا جس کی مقدار معاف نہ کی گئی ہو، یوں اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ واضح ہوگئی، اور دوسری چیز یعنی گندگی مثلاً ناک کی ریزش اور مادۂ منویہ تو اسے اس نجاست کے ساتھ شامل کیا جائے گا جس میں مصحفِ قرآنی وغیرہ پر معاذ اللہ گندگی لتھڑ دی جائے اور تیسری چیز کا حکم تو واضح ہے ہی کیونکہ نقصان دہ چیز کو استعمال کرنا انسان کے اپنے بدن یا عقل کے لیے مفسد ہے، اور یہ بڑے وبال کی بات ہے اور جس طرح دوسرے انسان کو ناقابل برداشت نقصان پہنچانا کبیرہ گناہ ہے، اسی طرح اپنے آپ کو بھی نقصان پہنچانے کا گناہ ہے، بلکہ یہ اس سے بھی ایک درجہ آگے ہے کیونکہ حفظ نفس حفظ غیر سے زیادہ اہم ہے۔

فرع

ہمارے فقہاء نے ذکر کیا ہے کہ اس حلال و پاک چیز کو کھانا بھی حرام ہے جو جسم کے لیے نقصان دہ ہو جیسے مٹی، اسی طرح زہر یا زہریلی چیزیں مثلاً افیون وغیرہ بھی حرام ہے، البتہ علاج کی ضرورت سے تھوڑی مقدار استعمال کرنا مستثنیٰ ہے، جبکہ سلامتی غالب رہے اور عقل اپنے حواس میں رہے، جیسے وہ نشہ آور جڑی بوٹیاں جو مطرب نہ ہوں، اور انسان کے لیے اس سے علاج کرنا جائز ہے گو کہ وہ مقدار نشہ آور ہی ہو، بشرطیکہ علاج اسی سے کرنا ممکن ہو اور دو عادل طبیب کہہ دیں کہ اس بیماری سے شفایابی اس کے علاوہ کسی اور چیز سے ممکن نہیں ہے اور اگر کسی جڑی بوٹی کے متعلق شک ہو کہ وہ زہریلی ہے یا نہیں یا اسے کھایا جا سکتا ہے یا نہیں؟ تو اسے بھی کھانا حرام ہے اور اگر کسی پکے ہوئے کھانے میں کوئی مکھی وغیرہ گر جائے اور اس میں تیرنے لگے تو اسے کھانا حلال ہے، اور اگر کوئی پرندہ یا انسانی جسم کا کوئی حصہ گر جائے تو وہ حلال نہیں ہوگا گو کہ وہ اس میں گل جائے اور اگر انسان کو کھانے میں کوئی نجاست نظر آئے جو خشک ہو چکی ہو اور انسان کو اس بات میں شک ہو کہ وہ اس میں مائع ہونے کی حالت میں گری تھی یا جامد حالت میں تو اس کے لیے اسے کھانا حلال ہے کیونکہ اس کی اصل تو طہارت ہے، البتہ اس جگہ اور اس کے آس پاس کی جگہ کو اس میں سے نکال دے اور وہ تریاق جو سانپ کے گوشت کے ساتھ ملا ہوا ہو، اسے کھانا حرام ہے، الا یہ کہ کوئی ایسی مجبوری ہو جو مردار کھانا انسان کے لیے جائز کر دیتی ہو، اور اگر کسی علاقے میں حرام کا گوشت عام ہو جائے اور وہاں حلال گوشت نہ ملتا ہو تو بقدر ضرورت و مجبوری اسے کھانا جائز ہے لیکن جب کہ عیاشی کے لیے نہ ہو۔

خاتمہ

بعض جانور ایسے ہوتے ہیں جو نقصان دہ ہوتے ہیں، وہ کوئی نفع نہیں پہنچاتے جیسے سانپ، بچھو، چوہا، چیل، باؤلا کتا، کوا، بھیڑیا، شیر، چیتا، سارے درندے، ریچھ، گدھ، عقاب، پسو، چیونٹی، چھپکلی اور بھڑ وغیرہ، یہ اور ایسے تمام جانور قتل کرنا جائز بلکہ مسنون ہے، خواہ کوئی آدمی حرم ہی میں ہو اور حالت احرام ہی میں ہو، باقی رہا ان جانوروں کا حکم جو نفع بخش بھی ہوں اور نقصان دہ بھی جیسے شکرہ اور باز تو اس کے نفع کی وجہ سے اسے قتل کرنا مسنون نہیں اور اس کے مضر ہونے کی وجہ سے مکروہ بھی نہیں ہے،

رہے وہ جانور جو نفع بخش ہوں اور نہ ہی نقصان دہ جیسے گبریلا اور کیکڑا وغیرہ تو انہیں قتل کرنا مکروہ ہے، البتہ وہ کتا جس میں کوئی نفع ہو نہ نقصان تو اس کا قتل حلال ہونے میں اختلاف رائے ہے، جن میں سے قابل اعتماد قول حرمت ہی کا ہے جیسا کہ ''المجموع'' میں بہت سے علماء کے حوالے سے منقول ہے۔

تجارت کا بیان

۱۷۸۔ کسی آزاد آدمی کو غلام ظاہر کر کے بیچ ڈالنا

امام بخاری اور ابن ماجہ رحمہما اللہ وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا اور جس سے میں جھگڑا کروں گا میں اس پر غالب آجاؤں گا، ایک وہ آدمی جو میرے نام پر کسی سے وعدہ کرے پھر وعدہ خلافی کرے، دوسرا وہ شخص جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے، اور تیسرا وہ آدمی جو کسی مزدور کو اجرت پر رکھے، اس سے کام تو پورا لے لیکن اسے اس کی اجرت نہ دے۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس حدیث کی تصریح سے ثابت ہوتا ہے کہ اس حدیث میں اس پر شدید وعید کا ذکر کیا گیا ہے، بعض متاخرین نے بھی اس کی تصریح کی ہے، امام طحاوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ابتداء اسلام میں ایسا ہوتا تھا کہ اگر کسی آزاد آدمی پر قرض ہوتا لیکن اس کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اسے اس کے قرض کے بدلے بیچ دیا جاتا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کار کو سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۰ سے منسوخ کر دیا اور اسے مہلت دینے کا حکم دیا، اور بعض علماء نسخ کے قائل نہیں ہیں اور وہ اب تک اس حکم کو باقی سمجھتے ہیں جس کی دلیل بزار اور دار قطنی کی وہ روایت ہے جو انہوں نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ایک آدمی کا مجھ پر کچھ قرض تھا، وہ مجھے نبی علیہ السلام کے پاس لے گیا، لیکن نبی علیہ السلام کے پاس سے بھی قرض کی ادائیگی کا مکمل بندوبست نہ ہو سکا، چنانچہ اس قرض خواہ نے مجھے بیچ دیا، لیکن یہ حدیث ضعیف ہونے کی وجہ سے حجت نہیں ہے۔

۱۷۹ تا ۱۸۴۔ سود کھانا، سود کھلانا، اسے تحریر کرنا، گواہی دینا، اس میں محنت کرنا اور اس پر تعاون کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ لوگ جو سود کھاتے ہیں، وہ قیامت کے دن اس شخص کی طرح ہی اٹھیں گے جنہیں شیطان نے لپٹ کر مخبط الحواس بنا دیا ہو، اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ لوگ کہتے ہیں کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے، حالانکہ اللہ نے تجارت کو حلال قرار دیا ہے، اور سود کو حرام قرار دیا ہے، سو جس شخص کے پاس اس کے رب کی جانب سے نصیحت آ گئی اور وہ اس سے باز آ گیا تو جو کچھ گذر چکا، وہ اس کا ہو گیا اور اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے اور جو شخص دوبارہ اس کا ارتکاب کرے تو یہی لوگ جہنمی ہیں اور وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے، اللہ سود کو مٹاتا ہے اور صدقات کو بڑھاتا ہے اور اللہ کسی ناشکرے گنہگار کو پسند نہیں

---

❶ صحیح بخاری، البیوع: ۱۰۶ ـ ابن ماجه، الرهون: ٤ ـ مسند احمد: ۲/۳۵۸.

کرتا......اے اہل ایمان! اللہ سے ڈرو اور سود کے بقیہ معاملات کو چھوڑ دو، اگر تم مومن ہو، لیکن اگر تم ایسا نہیں کرتے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان سن لو، اور اگر تم توبہ کر لو، تو تمہیں اصل رأس المال ملے گا، تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے۔'' ❶ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے اہل ایمان! سود کو دوگنا چوگنا بڑھا کر مت کھایا کرو، اور اللہ سے ڈرا کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' ❷

ان آیات پر اور ان میں بیان کی گئی سزا پر غور کیجئے، ہم بھی یہاں اختصار کے ساتھ اس کی بعض تفصیلات پر کلام کرتے ہیں، چنانچہ سب سے پہلے ''ربا'' کی تعریف معلوم ہونی چاہیے کہ اس کا لغوی معنی ہے اضافہ اور شرعاً ربا کا معنی ہے ایک ایسا معاملہ جو مخصوص عوض کے بدلے ہو، اور عقد کے وقت شریعت کے معیار کے مطابق وہ غیر معلوم التماثل ہو، یا بدلین کی تاخیر کے ساتھ ہو یا ان میں سے کسی ایک کی تاخیر کے ساتھ ہو، اس کی تین قسمیں ہیں۔

۱- **ربا الفضل**: دو میں سے کسی ایک عوض کے اضافے کے ساتھ بیع کرنا اور دونوں چیزوں کی جنس ایک ہی ہو۔

۲- **ربا الید**: دو میں سے کسی ایک عوض یا دونوں پر قبضے کو مجلس سے جدا ہونے پر مؤخر کرنے کے ساتھ بیع کرنا یا اختیار رکھنا بشرطیکہ ان دونوں کی علت ایک ہی ہو، مثلاً ان دونوں میں سے ہر ایک مطعومات میں سے ہو یا ان میں سے ہر ایک سونے چاندی میں سے ہو گو کہ ان کی جنس مختلف ہی ہو۔

۳- **ربا النساء**: ماکولات یا سونے چاندی کی بیع ''خواہ ان کی جنس ایک ہی ہو یا مختلف'' ایک مخصوص مدت کے لیے کرنا، خواہ یہ مدت ایک لمحہ ہی ہو، وہ دونوں برابر ہی ہوں اور مجلس میں اس پر قبضہ کریں، پہلی قسم کی مثال ہے ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع گندم سے کم یا زیادہ کے عوض کرنا، یا چاندی کے ایک درہم کی بیع چاندی کے ایک درہم سے کم یا زیادہ میں کی جائے، خواہ قبضہ کریں یا نہیں اور مدت مقرر کی گئی ہو یا نہ، دوسری قسم کی مثال ہے ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع گندم کے بدلے، یا سونے کے ایک سکے کی بیع سونے کے ایک سکے کے عوض، یا ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع جو یا زیادہ کے عوض، یا سونے کے ایک سکے کی بیع چاندی کے ایک یا زیادہ سکے کے عوض، لیکن ان میں سے کسی ایک پر قبضہ مجلس سے جدا ہونے کے بعد ہو یا اختیار رکھنے کے ساتھ ہو اور تیسری قسم کی مثال ہے، ایک صاع گندم کی بیع ایک صاع گندم کے عوض لیکن دونوں میں سے کسی ایک کی تاخیر کے ساتھ ہو، خواہ وہ تاخیر ایک لمحے ہی کی ہو، دونوں چیزیں برابر ہوں اور مجلس میں قبضہ کریں۔

خلاصہ کلام یہ کہ جب دونوں عوض جنس اور علت کے اعتبار سے برابر ہو جائیں، مثلاً گندم کے بدلے گندم اور سونے کے بدلے سونا تو اس میں تین شرطیں ہوتی ہیں۔ (۱) وہ دونوں برابر ہوں۔ (۲) عقد کے وقت ان دونوں کا علم یقینی ہو۔ (۳) اور جدا ہونے سے پہلے ہی قبضہ بھی ہو جائے اور اگر ان دونوں کی جنس مختلف اور علت متحد ہو مثلاً گندم، جو کے بدلے ہو یا سونا چاندی کے عوض ہو تو اس میں دو شرطیں ضروری ہیں یعنی دوسری اور تیسری اور اس صورت میں کمی بیشی جائز ہے اور اگر دونوں کی جنس بھی مختلف ہو اور علت بھی، جیسے سونے کے بدلے گندم تو اس میں ان تینوں میں سے کوئی ایک شرط بھی ضروری نہیں ہے، رہی

---

❶ البقرة: ۲۷۵۔ ۲۸۱. ❷ ال عمران: ۱۳۰.

یہ بات کہ یہاں ''علت'' سے کیا مراد ہے؟ تو اس سے مراد مختلف اشیاء میں سود کی حرمت کی وجہ اور علت ہے جو یہاں (امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک) یا تو کسی چیز کا مطعومات میں سے ہونا ہے اس طرح کہ انسان اسے بطور غذا یا سالن یا تفریح یا علاج کے لیے استعمال کرے، یا پھر اس کی علت نقدیت اور ثمنیت ہے جو سونے اور چاندی میں منحصر ہے خواہ وہ ڈھلے ہوئے ہوں یا نہ ہوں، اس کا مطلب یہ ہے کہ پیسوں میں ربا نہیں ہے خواہ اس کا رواج ہی ہو۔

متولی نے یہاں ایک چوتھی قسم کا اضافہ بھی نقل کیا ہے اور وہ ہے ''ربا القرض'' لیکن حقیقت میں یہ ربا الفضل کے ضمن ہی میں شامل ہے کیونکہ اس میں ایک شرط پائی جاتی ہے جو قرض دینے والے کے لیے نفع کھینچ کر لاتی ہے، گویا یہ ایسے ہی ہے کہ اس نے مقروض کو یہ چیز قرض دی ہے اور وہ اس کے عوض اتنی ہی مقدار مع اس زائد نفع کے وصول کرے گا، یہ چاروں اقسام بالا جماع حرام ہیں، اور مذکورہ آیات اور آنے والی احادیث و روایات اس پر نص ہیں اور ربا کے حوالے سے جتنی بھی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، وہ ان چاروں اقسام کو شامل ہیں، تاہم یہ ضرور ہے کہ ان میں سے بعض اقسام ایسی ہیں جو عقل میں آ جاتی ہیں اور بعض ایسی ہیں جو تعبدی ہیں، اور ''ربا النسیئہ'' ہی وہ قسم ہے جو دور جاہلیت میں مشہور تھی، کیونکہ دور جاہلیت میں ایک آدمی اپنا مال کسی دوسرے آدمی کو ایک مخصوص مدت کے لیے اس شرط پر دے دیتا تھا کہ وہ اس سے ہر مہینے ایک مخصوص مقدار لیتا رہے گا اور اصل رأس المال اپنی جگہ برقرار رہے گا اور مدت گذرنے کے بعد وہ اس سے اپنا راس المال وصول کر لے گا اگر مقروض کے لیے اس کی ادائیگی مشکل ہوئی تو قرض خواہ کے حق میں اور مقروض کی مدت میں اضافہ ہو جائے گا، یوں تو اس تعریف پر ''ربا الفضل'' کا لفظ بھی صادق آتا ہے لیکن اسے ''ربا النسیئہ'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ ''نسیئہ'' کا معنی ہے تاخیر اور درحقیقت اس میں قرض دینے والا کا مقصد تاخیر ہی ہوتا ہے، اور یہی قسم اب تک لوگوں میں مشہور و معروف اور رائج ہے، اسی وجہ سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ صرف ربا النسیئہ ہی کو حرام سمجھتے تھے، اور دلیل یہ دیتے تھے کہ لوگوں میں یہی قسم رائج ہے اس لیے نص اسی کی طرف لوٹے گی، لیکن صحیح احادیث سے بغیر کسی طعن اور جھگڑے کے مذکورہ چاروں اقسام کی حرمت ثابت ہوتی ہے، اسی وجہ سے تمام فقہاء کا حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی اس رائے کے برخلاف رائے پر اجماع ہو چکا ہے، علاوہ ازیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنے اس قول سے رجوع بھی کر لیا تھا اور وہ اس طرح کہ ایک مرتبہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کیا تم اس چیز کی گواہی دیتے ہو جس کی ہم گواہی نہیں دیتے، کیا تم نے نبی علیہ السلام سے وہ باتیں سنی ہیں جو ہم نہیں سن سکے؟ پھر ان کے سامنے ایک ایسی حدیث نقل کی جو ان تمام اقسام کی حرمت پر وضاحت سے دلالت کرتی ہے، پھر فرمایا کہ میں اور تم اس وقت تک ایک گھر کے سائے میں جمع نہیں ہوں گے جب تک تم اپنی اس رائے پر قائم ہو، تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اپنی اس رائے سے رجوع کر لیا۔

محمد بن سیرین کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ ہم لوگ عکرمہ کے گھر میں تھے، تو کسی آدمی نے ان سے کہا کہ کیا آپ کو وہ وقت یاد ہے جب ہم فلاں آدمی کے گھر میں تھے، وہاں ہمارے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ بھی تھے، انہوں نے فرمایا کہ میں بیع صرف کو اپنی رائے سے حلال سمجھتا تھا، لیکن اب مجھے نبی علیہ السلام کی ایک حدیث معلوم ہوئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسے حرام قرار دیا

ہے، لہٰذا تم گواہ رہو کہ میں بھی اس کی حرمت کا اعلان کرتا ہوں، اور میں اپنی پہلی رائے سے بری ہوتا ہوں، پھر علماء نے ربا کی حرمت کے لیے ایسے امور بیان کیے ہیں جو تمام اقسام کو شامل نہیں ہوتے، اس وجہ سے میں نے آغاز میں کہا ہے کہ بعض اقسام تعبدی ہیں، مثلاً جب کوئی شخص دو درہموں کے عوض ایک درہم ''ادھار یا نقد'' بیچے تو نقد کی صورت میں وہ کسی عوض کے بغیر اضافی رقم لے رہا ہے اور مسلمان کے مال کی حرمت اس کے خون کی حرمت کی طرح ہی ہے اور ادھار کی صورت میں اضافی درہم سے فائدہ اٹھانے کی توقع امر موہوم ہے، اس موہوم نفع کے مقابلے میں زائد درہم لینا نقصان ہی نقصان ہے۔

اسی طرح اگر ''ربا الفضل'' کو حلال قرار دے دیا جائے تو ہر قسم کی تجارت اور تجارتی معاملات معطل ہو کر رہ جائیں، کیونکہ جس آدمی کو ایک درہم کے بدلے دو درہم مل رہے ہوں، وہ تجارت کی مشقت کیوں برداشت کرے گا؟ اس طرح مصالح خلق معطل ہو جائیں گی، کیونکہ دنیا کی مصلحتیں تجارت وتعمیر اور حرفت وصنعت کے ساتھ وابستہ ہیں، نیز سود اس نیکی اور بھلائی کا سلسلہ منقطع کر دیتا ہے جو قرض کی صورت میں ہوتا ہے اس لیے کہ اگر ایک درہم کے بدلے دو درہم لینا جائز ہو جائے، تو کوئی آدمی بھی ایک درہم کو ایک درہم کے بدلے دینے کے لیے تیار نہ ہو، نیز اس بات پر بھی غور کیجئے کہ قرض دینے والے کا غنی ہونا اور قرض لینے والے کا تنگدست ہونا عام مشاہدے کی بات ہے، اب اگر مالدار آدمی کو اس بات کا بھی اختیار اور اجازت مل جائے کہ وہ اپنے دیئے ہوئے مال کو اتنی مقدار اضافے کے ساتھ وصول کر سکتا ہے تو یہ اس فقیر آدمی کو نقصان پہنچانے والی بات ہے، اس طرح یہ قرض دینے والا اللہ کی رحمت حاصل نہیں کر سکے گا۔

سورۂ بقرہ کی محولہ بالا آیت میں سود خور لوگوں کے متعلق بتایا گیا ہے کہ یہ دیوانوں کی طرح اٹھیں گے، مطلب یہ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ قیامت کے دن لوگوں کو زندہ کرے گا تو وہ سب کے سب تیزی سے اپنی قبروں سے نکلیں گے، سوائے سود خوروں کے کہ وہ جب بھی کھڑے ہوں گے، اپنے چہروں، پہلوؤں اور کمروں کے بل گر جائیں گے، جیسا کہ مرگی کے دورے میں مبتلا آدمی کے ساتھ ہوتا ہے، اور اس کی حکمت یہ ہے کہ جب یہ لوگ دھوکے اور مکر اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے جنگ کر کے یہ حرام مال کھانے لگے تو وہ ان کے پیٹوں میں بڑھتا گیا، یہاں تک کہ اس نے انہیں بھاری بھرکم بنا دیا، اسی وجہ سے قیامت کے دن یہ عام لوگوں کے ساتھ چلنے سے عاجز ہوں گے، اور جب بھی لوگوں کا ساتھ دینے کا ارادہ کریں گے وہ پھر برے طریقے سے گر جائیں گے اور پیچھے رہ جائیں گے اور یہ بات سب کو معلوم ہے کہ جہنم کی آگ ہی ہوگی جو لوگوں کو میدان محشر میں گھیر کر جمع کرے گی، اس لیے یہ لوگ جب بھی پیچھے رہ کر گر جایا کریں گے، جہنم کی آگ انہیں کھا جایا کرے گی اور اس طرح ان کی سزا میں مزید اضافہ ہو جائے گا، گویا میدان حشر ہی میں اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے دو عذابوں کو جمع کر دیا، ایک تو یہ خبطی پن اور دوسرا آگ کی لپٹیں، اور جب وہ میدان حشر میں پہنچیں گے تو بھی ان کا یہ خبطی پن برقرار رہے گا تاکہ لوگوں کے درمیان وہ ممتاز رہیں اور لوگ انہیں پہچان لیں، جیسا کہ قتادہ سے بھی یہی رائے منقول ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جب مجھے معراج کے لیے لے جایا گیا تو میرا گذر ایک قوم پر ہوا، ان لوگوں کے پیٹ ان کے سامنے تھے، اور ہر آدمی کا پیٹ ایک بہت بڑے کمرے کی مانند تھا، ان کے بھرے

ہوئے پیٹ آل فرعون کے راستے میں پڑے تھے اور آل فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے، وہ لوگ شکست خوردہ اونٹوں کی طرح آ رہے تھے، وہ کچھ سن رہے تھے اور نہ سمجھ رہے تھے، جب ان پیٹ والے لوگوں کو آل فرعون کی آمد کا احساس ہوا تو وہ کھڑے ہوگئے، وہ دائیں بائیں ہونا چاہتے تھے لیکن اپنے پیٹ کی وجہ سے وہ ایسا نہیں کر پا رہے تھے، یہاں تک کہ آل فرعون ان کے پاس آ پہنچے اور انہیں گذرتے بڑھتے ہوئے تکلیف پہنچانے لگے، یہ عذاب دنیا وآخرت کے درمیان برزخ میں ان پر ہو رہا تھا، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ لوگ سود خور ہیں، جو اسی شخص کی طرح اٹھیں گے جسے لپٹ کر شیطان نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو، ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کے پیٹوں میں سانپ اور بچھو دوڑ رہے ہوں گے جو باہر سے نظر آ رہے ہوں گے۔

پھر سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سود خوروں کے لیے یہ شدید عذاب تیار کر رکھا ہے جس کی وجہ ان کا وہ قول فاسد ہے جو ان کی ناقص عقلوں کا نتیجہ تھا اور وہ یہ کہتے تھے کہ تجارت بھی تو سود ہی کی طرح ہے یعنی سود کو اصل قرار دیتے تھے اور اس پر تجارت کو قیاس کرتے تھے تاکہ سود کی حلت ومحبت اور اس کی اہمیت میں مبالغہ پیدا ہو جائے اور اس قیاسِ فاسد کی وجہ ''جو انہوں نے تخیلاتی طور پر گھڑ لیا ہے'' یہ ہے کہ جس طرح ایک چیز کو دس روپے کے عوض خرید کر ادھار یا نقد گیارہ روپے کے عوض بیچنا جائز ہے، اسی طرح دس روپے کو بھی گیارہ روپے کے عوض نقد اور ادھار بیچنا جائز ہے کیونکہ عقلی طور پر ان دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں ہے جبکہ جانبین سے رضا مندی بھی شامل ہو، لیکن وہ اس تخیل میں اس بات سے غافل ہوگئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمارے لیے کچھ حدود بھی مقرر فرمائی ہیں اور ہمیں ان حدود سے تجاوز کرنے سے منع فرمایا ہے، لہٰذا اس کی پابندی ہم پر لازم ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کا تقابل رائے اور عقل سے نہیں کیا جا سکتا، بلکہ انہیں قبول کرنا ہی ضروری ہے چاہے اس کی کوئی خاطر خواہ وجہ ہماری سمجھ میں آئے یا نہ آئے کہ یہی عبدیت اور بندگی کی شان ہے، لیکن جہاں انسان اپنی عقل نارسا سے فیصلہ کرنے کی کوشش کرتا ہے اور اپنے آقا کے حکم کا مقابلہ کرتا ہے تو وہ اس سے انتقام لیتا ہے اور اسے شدید عذاب کے ذریعے ہلاک کر دیتا ہے کیونکہ ''تیرے رب کی پکڑ بہت سخت ہے۔'' ❶ اور ''بیشک تیرا رب تاک میں ہے۔'' ❷

اور اللہ تعالیٰ نے یہ جو ارشاد فرمایا ہے کہ جس شخص کے پاس اس کے رب کی طرف سے کوئی نصیحت آ پہنچے اور وہ رک جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اسی وقت وہ سودی معاملات سے باز آ جائے تو آیت تحریم ربا کے نزول سے پہلے وہ جو سودی معاملات کر چکا ہے، وہ ہو چکے، کیونکہ اس وقت وہ اس حکم کا مکلف نہیں تھا، بخلاف آیت تحریم کے نزول کے بعد کہ اب جو شخص اس سے توبہ کرے، اس کے لیے ضروری ہے کہ ان تمام چیزوں کو واپس لوٹائے جو اس نے سود کے ذریعے حاصل کی ہیں، اور اگر فرض کر لیا جائے کہ علماء سے دوری کی وجہ سے اسے حرمت ربا کا حکم معلوم نہیں ہو سکا تب بھی اس نے اس کا ارتکاب اس وقت کیا جب وہ اس حکم کا مکلف تھا اور وہ جہالت جس کی وجہ سے انسان کو معذور سمجھا جا سکتا ہے اس کا اثر گناہ ختم ہونے میں ہوتا

---

❶ البروج: ١٢. ❷ الفجر: ١٤.

ہے، مالی معاملات اس کی وجہ سے ختم نہیں ہو سکتے اور اس کا معاملہ یعنی جو کچھ پہلے ہو چکا، یا سود سے باز آ جانے والے کا معاملہ یا نفس سود کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے کہ معاف کر دے یا نہ کرے، یا تحریم ربا کے ہمیشہ اور دائمی طور پر رہنے میں، پھر آیت کے اس جملے میں مفسرین نے مختلف آراء کا اظہار کیا ہے چنانچہ امام رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک پسندیدہ رائے یہ ہے کہ یہ آیت اس شخص کے ساتھ خاص ہے جو استحلال ربا کو ترک کر دے، اس میں یہ وضاحت نہیں ہے کہ اس نے اسے کھانا چھوڑا ہے یا نہیں، لیکن دوسری آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ اسے کھاتا بھی رہا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو شخص دوبارہ یہ کام کرے یعنی ایسی بات دوبارہ کہے کہ تجارت بھی سود کی طرح ہی ہے، تو یہ لوگ جہنمی ہیں اور اس میں ہمیشہ رہیں گے، پھر جب کوئی شخص سود کو حلال سمجھنا چھوڑ دے، تو دو حال سے خالی نہیں یا تو اسے کھانا بھی چھوڑ دے گا، آیت زیر تفسیر میں یہ صورت مراد نہیں ہے کیونکہ یہ صورت تو قابل تعریف ہے، نہ یہ کہ اس کے متعلق یوں کہا جائے کہ اس کا معاملہ اللہ کے سپرد ہے یا پھر سود کھانا نہیں چھوڑے گا گو کہ سود کی حرمت کا اعتقاد رکھتا ہوگا، اس آیت میں یہی مراد ہے کیونکہ اسی شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے رکھا ہے کہ اسے سزا دے یا معاف کر دے، یہ ایسے ہی ہے، جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''اس (شرک) کے علاوہ جسے چاہے گا، اللہ معاف فرما دے گا۔'' (1) پھر سود کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ سود کو مٹاتا ہے یعنی سود خوروں کی خواہش کے برعکس اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ یہ معاملہ فرماتا ہے، کیونکہ انہوں نے زیادہ مال حاصل کرنے کے لیے سود کو ترجیح دی، اور یہ نہیں دیکھا کہ اس سے اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس اضافے کو بلکہ اصل رأس المال ہی کو مٹا دیا اسی وجہ سے ایسے لوگوں کا انجام تباہ کن فقر و فاقہ ہو جاتا ہے، جیسا کہ سودی معاملات میں مبتلا رہنے والے اکثر لوگوں میں مشاہدہ کیا جا سکتا ہے، بالفرض اگر وہ اس تباہ کن انجام سے دو چار ہوئے بغیر ہی مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کے ورثاء کے ہاتھوں اسے مٹا دیتا ہے، اور زیادہ عرصہ نہیں گذرنے پاتا کہ وہ انتہائی تنگدست اور ذلیل و رسوا ہو جاتے ہیں، چنانچہ نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ سود جتنا مرضی بڑھ جائے، اس کا انجام ہمیشہ قلت ہی ہوتا ہے اور ''سود کو مٹانے'' میں اس پر مرتب ہونے والی مذمت، لوگوں کی اس سے نفرت، عدالت ساقط ہو جانا، امانت دار نہ رہنا اور لوگوں کا اسے فاسق و گنہگار کہہ کر پکارنا بھی شامل ہے، نیز سود خور جس مظلوم شخص کا مال زبردستی اپنے قبضے میں کر لیتا ہے، وہ بھی اس پر لعنت اور بددعائیں کرتا ہے جو کہ سود خور کے لئے خیر و برکت کے زوال کا سبب بنتا ہے، کیونکہ مظلوم کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب اور رکاوٹ نہیں ہوتی، اسی وجہ سے جب کوئی مظلوم اپنے اوپر ظلم کرنے والے شخص کے خلاف بددعا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے فرماتا ہے کہ میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ کچھ عرصے بعد ہی کروں۔

نیز جس آدمی کے متعلق یہ بات مشہور ہو جائے کہ اس نے سود کے ذریعے بہت سا مال و دولت اکٹھا کر رکھا ہے تو چور اور لٹیرے بھی اس کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ حقیقت میں یہ اس کا مال تو نہیں ہے، یہ سب دنیوی محق ہے اور اخروی محق کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایسے شخص کا کوئی صدقہ، جہاد، حج اور صلہ رحمی قبول نہیں ہوتا، نیز اس سودی مال کی وجہ سے مرنے کے بعد اسے اس کی سزا بھگتنی پڑے گی، اسی وجہ سے وارد ہوا ہے کہ دو مصیبتیں ایسی ہیں کہ ان جیسی

مصیبت کسی پر نہ آئی ہوگی اور وہ یہ کہ اپنا سارا مال چھوڑ جاؤ، اور سارے کی سزا بھگتو، نیز صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ مالدار لوگ فقراء سے پانچ سو سال بعد جنت میں داخل ہوں گے، حلال مال کے ذریعے غنی ہونے والوں کا جب یہ حال ہے تو حرام مال کا حکم آپ خود سوچ سکتے ہیں۔

ارشاد ربانی "ویربی الصدقت" کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ صدقات میں اضافہ کرتا ہے اور وہ اس طرح کہ صدقہ کرنے والے کے لیے ایک فرشتہ دعا کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے اس کا نعم البدل عطاء فرمائے، روزانہ اس کی عزت اور ذکر جمیل میں اضافہ ہوتا ہے، لوگوں کے دل اس کی طرف مائل ہوتے ہیں، فقراء کی طرف سے اس کے لیے خلوص دل سے دعائیں نکلتی ہیں اور لوگ اسے اذیت پہنچانے سے رکتے ہیں کیونکہ جب وہ فقراء کے کام آنے کے حوالے سے مشہور ہو تو ہر آدمی اسے پریشان کرنے اور تنگ کرنے سے بچتا ہے اور ہر لالچی وظالم شخص اسے چھیڑنے سے باز رہتا ہے اور آخرت میں اس کا دیا ہوا ایک ایک لقمہ ایک پہاڑ کے برابر ہوگا جیسا کہ صحیح احادیث کے حوالے سے زکاۃ کے بیان میں گذرا۔

ارشاد ربانی "واللہ لا یحب کل کفار اثیم." میں کفر اور اثم سے مبالغہ کے صیغے ذکر کیے گئے ہیں، کیونکہ ربا کو حلال سمجھنے اور اسے کھانے والے میں یہ دونوں چیزیں مستقل طور پر پائی جاتی ہیں، اور ان دونوں کو صرف سود حلال سمجھنے والے کی طرف لوٹانا بھی صحیح ہے، اور اس میں کوئی اشکال نہیں ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ ان دونوں کو اس شخص کی طرف لوٹایا جائے جو اسے حلال نہیں سمجھتا تو اس صورت میں کفر سے مراد کفر کے قریب ہونا ہوگا جیسا کہ احادیث میں ترک نماز و حج کو کفر قرار دیا گیا ہے، ایام ناپاکی میں عورت سے خلوت صحیحہ کرنے یا عورت کی پچھلی شرمگاہ میں اپنی ضرورت پوری کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے۔ ❶ مطلب یہ ہے کہ جو شخص ان گھٹیا اور ناپسندیدہ کاموں پر مداومت کرتا ہے تو یہ چیزیں اسے کفر اور برے خاتمہ تک پہنچا دیتی ہیں، سود سے بچنے کے لیے آیت کے اس حصے میں نہایت عظیم تنبیہ موجود ہے کہ اس سے انسان کفر کی بدترین قسم میں مبتلا ہو سکتا ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے "اے اہل ایمان" کہہ کر مسلمانوں سے جو خطاب فرمایا ہے، یہ قرآن کریم کی اس عادت کے مطابق ہے جس میں ترغیب و ترہیب اور ثواب و عقاب کا ذکر پہلو بہ پہلو چلتا ہے، چنانچہ فرمانبردار کی تعریف اور نافرمان کی مذمت کرتے ہوئے ارشاد ہے کہ اللہ سے ڈرو اور سود کے بقیہ معاملات کو ترک کردو، یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اس سے قبل اللہ تعالیٰ یہ فرما چکا ہے کہ جو پہلے ہو چکا، وہ اس کا ہے یعنی سود کی حرمت کا حکم نازل ہونا اس حکم سے پہلے کے معاملات میں سود لینے کو حرام نہیں کرتا، لیکن یہ حکم نازل ہونے کے بعد والے معاملات میں سود لینے کو حرام کرتا ہے، اور اس صورت میں اسے صرف رأس المال لینے کی اجازت دیتا ہے کیونکہ جب شریعت نے اسے یہ معاملہ کرنے سے پہلے اس حکم پر عمل کرنے کا مکلف بنا دیا تو اب اس کا لینا اس پر حرام ہو گیا۔

اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مکہ مکرمہ یا طائف کے کچھ لوگ سودی کاروبار کرتے تھے، جب وہ مکہ مکرمہ کے فتح ہونے پر مسلمان ہو گئے تو ان کے درمیان سود کے اس مال میں جھگڑا ہوا جس پر تا حال قبضہ نہیں کیا گیا تھا، تب یہ آیت نازل

---

❶ تخریج گذر چکی ہے۔

ہوئی، جس نے یہ فیصلہ کر دیا کہ یہ لوگ صرف اپنا اصل رأس المال لے سکتے ہیں، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر عرفات کے میدان میں خطبہ دیتے ہوئے فرما دیا تھا کہ یاد رکھو! دور جاہلیت کی ہر بات آج میرے ان دونوں قدموں کے نیچے پڑی ہوئی ہے، پھر فرمایا دور جاہلیت کا سود بھی ختم کیا جاتا ہے اور سب سے پہلا سود جسے میں ختم کرتا ہوں وہ ہمارے اپنے خاندان کا ہے یعنی عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ کا کہ وہ سب ختم کیا جاتا ہے۔ ❶

پھر آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم سودی لین دین سے باز نہ آئے تو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان سن لو، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے وہ کبھی کامیاب نہیں ہوتا، پھر اس جنگ سے مراد یا تو دنیا میں جنگ ہے، کیونکہ حکام شریعت پر واجب ہے کہ اگر انہیں کسی شخص کے متعلق سودی کاروبار میں ملوث ہونے کا علم ہو تو وہ اسے قید وغیرہ کر کے سزا دیں یہاں تک کہ وہ توبہ کر لے اور اگر وہ آدمی شان وشوکت رکھتا ہو اور حکمران بغیر لڑائی جھگڑے کے اس پر قدرت نہ رکھتے ہوں تو ان سے جنگ اور قتال کریں، جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوۃ سے قتال کیا تھا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص سودی معاملات میں ملوث ہو تو اس سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے، اگر وہ توبہ کر لے تو بہت اچھا، ورنہ اس کی گردن اڑا دی جائے، لہٰذا اسے اس شخص پر محمول کیا جائے گا، جو اسے حلال سمجھتا ہو اور اسے مطلق رکھنے کا احتمال بھی صحیح ہے، اور اس آیت میں یہی دو قول ہیں، چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ خواہ اسے حلال سمجھ کر اس کا ارتکاب کرے یا حرام سمجھ کر، دونوں صورتوں میں یہ حکم عام ہے، لیکن آیت کے نظم وسیاق کے زیادہ مناسب پہلا قول ہے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اگر تم مومن ہو یعنی اس کی حرمت پر ایمان رکھتے ہو، اگر تم ایسا نہیں کرتے یعنی اس کی حرمت پر ایمان نہیں لاتے تو اعلان جنگ سن لو، یا اس جنگ کا تعلق دنیا کی بجائے آخرت سے ہے، اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ اسے حسن خاتمہ نصیب نہیں فرمائے گا، بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے والا حسن خاتمہ کی نعمت حاصل کر لے؟ جبکہ یہ جنگ اللہ کی رحمت سے دوری اور بدنصیبی میں مبتلا ہونے سے ہی کنایہ ہے۔

پھر آگے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ اگر تم توبہ کر لیتے ہو یعنی اسے حلال سمجھنے سے اور اس کا لین دین کرنے سے باز آ جاتے ہو، تو تمہیں اپنا رأس المال ملے گا، نہ تم مقروض سے رأس المال پر اضافہ لے کر اس پر ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے، تمہارے رأس المال میں کمی نہ کی جائے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو سودی معاملات کرنے والوں نے کہا ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں توبہ کرتے ہیں کیونکہ ہمارے اندر اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کی طاقت نہیں ہے، اور وہ اپنا اصل رأس المال لینے پر راضی ہو گئے، لیکن مقروضوں نے تنگدستی کی شکایت کی اور قرض خواہ صبر کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے تھے، اس پر اللہ تعالیٰ نے اگلی آیت نازل فرمائی کہ اگر مقروض تنگدست ہو تو تم پر لازم ہے کہ اسے کشادگی حاصل ہونے تک مہلت دے دو، یہی حکم ہر قرض میں ہے کہ تنگدست مقروض کو مہلت دے دی جائے کیونکہ ان آیات کے عموم سے یہی ثابت ہوتا ہے۔

باقی رہی سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۰ ''جس کا ترجمہ اوپر گذرا'' تو اس کا شان نزول یہ ہے کہ دور جاہلیت میں ایک

---

❶ ابو داود، المناسك: ٥٦۔ ابن ماجه، المناسك: ٨٤۔ مسند احمد: ٢/ ١٠٣۔

آدمی تھا، اگر اس نے کسی آدمی سے مثال کے طور پر سو درہم لینے ہوتے اور اس کی مدت متعین ہوتی لیکن وقت مقررہ پر مقروض تنگدستی کا شکار ہونے کی وجہ سے ادائیگی نہ کر پاتا، تو وہ اس سے کہتا کہ میرے مال میں اضافہ کر دو، میں تمہاری مدت میں اضافہ کر دوں گا، مقروض اسے سو درہم کی جگہ دو سو درہم دینے کا وعدہ کر لیتا، جب دوسری مدت گذر جاتی تو پھر ایسا ہی ہوتا، یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہتا اور وہ سو درہم کئی گنا بڑھ جاتے، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ سود کو کئی کئی گنا بڑھا چڑھا کر مت کھایا کرو، اور سود چھوڑ کر اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ جو شخص سود نہیں چھوڑتا اسے کبھی کامیابی نصیب نہیں ہوتی، جس کی وجہ وہی ہے جو پیچھے گذری کہ جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے، اس کے لئے کامیابی کا تصور کیسے کیا جا سکتا ہے؟ گویا اس آیت میں بھی سودی لین دین کرنے والے کے لیے برے خاتمے اور دائمی سزا کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، اسی وجہ سے اس کے بعد ہی اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جہنم کی آگ سے بچو جو کہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے یعنی اصلاً تو وہ کافروں کے لیے ہی تیار کی گئی ہے لیکن تبعاً دوسروں کے لیے بھی ہے، یا یہ مراد ہے کہ اس کی اکثر سزائیں کافروں کے لیے تیار کی گئی ہیں، لہٰذا یہ اس کے منافی نہیں ہے کہ بعض گنہگار مسلمان بھی اس میں داخل ہوں گے، اس اعتبار سے اس آیت میں اس بات کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جو شخص سودی معاملات پر قائم رہتا ہے، وہ جہنم کی آگ میں کافروں کے ساتھ ہوگا جس کی وجہ وہ جنگ ہے جو وہ اللہ اور اس کے رسول سے لڑ رہا ہے اور اسی نے اسے برے خاتمے اور بدترین انجام سے دوچار کر دیا، اس بات پر بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس آگ کی صفت یہ بیان کی ہے کہ وہ کافروں کے لیے تیار کی گئی ہے، یہ انتہائی وعید اور زجر کی علامت ہے کیونکہ جن مومنین سے گناہوں سے بچنے کے لیے خطاب کیا جا رہا ہے اگر انہیں پتہ چل جائے کہ تقویٰ چھوڑ کر وہ جہنم میں داخل ہوں گے، اور ان کے دلوں میں کافروں کی سزا کی اہمیت بیٹھ جائے تو وہ معاصی سے مکمل طور پر احتیاط کرنے لگیں۔

اس بات پر بھی غور کیجئے کہ ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے سود خور کے لیے جو وعید ذکر فرمائی ہے، اگر ہمارے مخاطب کو ادنیٰ بصیرت بھی حاصل ہو تو اس معصیت کی قباحت اور اس کی مزید خرابی اس کے سامنے نمایاں ہو جائے، خصوصیت کے ساتھ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کا اعلان ایک ایسی چیز ہے جو اولیاء کرام کے ساتھ دشمنی کے ماسوا کسی اور گناہ پر ذکر نہیں کی گئی، جب یہ بات سمجھ میں آ جائے تو انسان کے لیے دنیا و آخرت میں اس تباہ کن گناہ سے رجوع کرنا اور توبہ کرنا آسان ہو جائے، نیز ان آیات میں سود خوروں کے لیے جن سزاؤں اور قباحتوں کا ذکر کیا گیا ہے، نبی علیہ السلام نے بہت سی صحیح احادیث میں ان کی وضاحت فرمائی ہے، جن میں سے چند احادیث کا ذکر میں یہاں بھی کرنا چاہتا ہوں تاکہ اس گناہ سے بچنے والوں کے لیے اپنے ارادے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانا ممکن ہو جائے۔

چنانچہ اس سلسلے کی سب سے پہلی حدیث وہی ہے جو پہلے بھی کئی مرتبہ گذری ہے کہ سات ہلاکت میں ڈالنے والی چیزوں سے بچو، ان میں نبی علیہ السلام نے سود خوری کو بھی ذکر فرمایا ہے، نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ دو آدمی میرے پاس آئے اور مجھے ارضِ مقدس کی طرف لے گئے، ہم لوگ چلتے رہے یہاں تک کہ خون

کی ایک نہر پر پہنچے، اس میں ایک آدمی کھڑا تھا، اور نہر کے کنارے ایک آدمی کھڑا تھا جس کے سامنے بہت سے پتھر پڑے تھے، نہر والا آدمی جب بھی نہر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرتا، کنارے پر کھڑا آدمی اس کے منہ میں ایک پتھر پھینک دیتا اور وہ اپنی جگہ واپس پہنچ جاتا، یہ سلسلہ کافی دیر تک یونہی چلتا رہا، تو میں نے اپنے ہمراہیوں سے اس کی تفصیل پوچھی، انہوں نے بتایا کہ یہ شخص جو نہر میں کھڑا ہے، سود خور ہے۔ ❶ مسلم اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے سود کھانے والے اور سود کھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ❷ ابوداؤد، ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے اس میں ''گواہوں اور لکھنے والے'' کا بھی اضافہ نقل کیا ہے، بخاری اور ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے جسم گودنے والی اور گدوانے والی عورتوں پر، سود کھانے والے اور کھلانے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور کتے کی قیمت اور فاحشہ عورت کے جسم کی کمائی سے منع فرمایا ہے اور مصوروں پر بھی لعنت فرمائی ہے۔ ❸ امام احمد، ابویعلی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سود کھانے والے، کھلانے والے، اس کے گواہ اور لکھنے والے جبکہ انہیں معلوم بھی ہو، حسن کی خاطر جسم گودنے والی اور گدوانے والی، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والے اور ہجرت کے بعد مرتد ہو کر دیہات میں چلے جانے والے لوگ نبی علیہ السلام کی زبان سے ملعون قرار دیئے گئے ہیں۔ ❹

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں، اللہ پر حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور نہ اس کی نعمتیں چکھائے گا، دائمی شراب نوشی کرنے والا، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانا اور والدین کا نافرمان، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سود کے کچھ اوپر ستر درجے ہیں، اور شرک بھی اسی طرح ہے، حاکم اور بیہقی والی روایت کا مضمون ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انسان سود کا ایک درہم جو حاصل کرتا ہے، وہ اللہ کے نزدیک اسلام کی حالت میں ۳۳ مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ بڑا گناہ ہے، ایک روایت میں حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کا قول اس طرح منقول ہے کہ سود کے ۷۲ گناہ ہیں، جن میں سب سے کم تر گناہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص اسلام کی حالت میں اپنی ماں سے اپنی خواہش پوری کرے، اور سود کا ایک درہم کچھ اوپر تیس درجے زیادہ شدید اور سخت ہے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ہر نیک و بد کو کھڑے ہونے کی اجازت دے گا، سوائے سود خور کے کہ وہ اس شخص کی طرح اٹھے گا جسے لپٹ کر شیطان نے مخبوط الحواس بنا دیا ہو، امام احمد نے کعب احبار سے ان کا یہ قول نقل کیا ہے کہ میرے نزدیک ۳۳ مرتبہ زنا کرنا، سود کا ایک درہم کھانے سے زیادہ بہتر ہے۔ ❺ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سود کا ایک درہم جو انسان کھاتا ہے اور وہ جانتا بھی ہے کہ یہ سود کا پیسہ ہے تو وہ چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ ❻

---

❶ تخریج کتاب الصلوٰۃ میں گذر چکی ہے۔

❷ صحیح بخاری، البیوع: ۲٤ ـ صحیح مسلم، المساقاة: ١٠٦ ـ مسند احمد: ١/ ٨٣.

❸ بحوالہ سابقہ ❹ تخریج گذر چکی ہے۔

❺ مسند احمد: ٥/ ٢٦١. ❻ مسند احمد: ٥/ ٢٢٥.

ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیتے ہوئے سود کی اہمیت بیان کی اور فرمایا انسان سود کا ایک درہم بھی حاصل کرتا ہے تو گناہ میں وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک چھتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے اور سب سے بڑا سود یہ ہے کہ انسان کسی مسلمان کی عزت وآبرو سے کھیلے۔ طبرانی نے معجم صغیر اور اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی باطل پر مدد کرے تاکہ اس کے ذریعے حق کو مٹا سکے تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے سے بری ہو گیا، جو شخص سود کا ایک درہم کھاتا ہے تو یہ تینتیس (۳۳) مرتبہ زنا کرنے کے برابر ہے اور جس شخص کا گوشت حرام سے پرورش پائے، تو آگ ہی اس کی زیادہ حقدار ہے۔ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سود کے ستر سے کچھ اوپر درجے ہیں، جن میں سب سے کم ترین درجہ یہ ہے کہ انسان اسلام کی حالت میں اپنی ماں سے اپنی جسمانی خواہش پوری کرے، اور سود کا ایک درہم پینتیس مرتبہ زنا کرنے سے زیادہ سخت ہے۔ طبرانی نے ۷۲ درجے والی روایت ذکر کی ہے، اپنی ماں کے ساتھ بدکاری کے مضمون پر مشتمل روایت ابن ماجہ نے بھی نقل کی ہے۔ حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کسی بستی میں زنا اور سود غالب آجائے تو انہوں نے اپنے اوپر اللہ کا عذاب حلال کر لیا، یہ مضمون ابو یعلی نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد نے اسے اس طرح نقل کیا ہے کہ جس قوم میں بھی سود کا غلبہ ہو جائے، اسے قحط سالی میں پکڑ لیا جاتا ہے، اور جس قوم میں رشوت غالب آجائے، انہیں دشمن کے رعب میں پکڑ لیا جاتا ہے۔ ❶

طبرانی نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت سے پہلے زنا، سود اور شراب کا عام غلبہ ہوگا، طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ قاسم بن عبداللہ کہتے ہیں ایک مرتبہ میں نے حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کو صرافہ بازار میں دیکھا، وہ کہنے لگے اے سناروں کے گروہ! خوشخبری قبول کرو، لوگوں نے کہا کہ اللہ آپ کو جنت کی خوشخبری دے، اے ابو محمد! آپ ہمیں کس چیز کی خوشخبری دے رہے ہیں؟ انہوں نے جواب دیا کہ نبی علیہ السلام نے سناروں سے فرمایا ہے کہ جہنم کی خوشخبری قبول کرو۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو ان گناہوں سے بچاؤ جن کی معافی نہیں ہوگی، مثلاً مال غنیمت میں خیانت، کہ جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرے گا، وہ قیامت کے دن اس چیز کو اپنے ساتھ لے کر آئے گا، اسی طرح سود کھانا کہ جو شخص سود خوری کرتا ہے، وہ قیامت کے دن مخبوط الحواس مجنون کی طرح اٹھایا جائے گا، پھر نبی علیہ السلام نے سورۂ بقرہ کی مذکورہ آیت نمبر ۲۷۵ تلاوت فرمائی، اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن سود خور اس حال میں آئے گا کہ وہ مجنون ہوگا اور اپنے پہلوؤں کو گھسیٹ رہا ہوگا، پھر نبی علیہ السلام نے مذکورہ آیت تلاوت فرمائی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص سود میں جتنا بڑھتا جاتا ہے، اس کا انجام اتنا ہی قلت کی طرف بڑھتا ہے۔ ❷ ابو داؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں پر ایک زمانہ ایسا ضرور آئے گا جب ان میں سود خوروں کے علاوہ کوئی شخص باقی نہیں رہے گا، اگر کوئی شخص سود نہ کھاتا ہوگا تب بھی وہ اس کے اثرات سے محفوظ نہ رہے گا۔ ❸

---

❶ مسند احمد: ٤/ ٢٠٥.
❷ ابن ماجه، التجارات: ٥٨.
❸ نسائی، البیوع:٢۔ مسند احمد: ٢/ ٤٩٤.

عبداللہ بن احمد رحمہ اللہ نے زوائد مسند میں یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، میری امت میں سے کچھ لوگ فخر وتکبر اور لہو ولعب کی حالت میں رات گذاریں گے اور جب صبح ہوگی تو وہ بندروں اور خنزیروں کی شکل میں بدل چکے ہوں گے، کیونکہ وہ لوگ حرام چیزوں کو حلال سمجھتے ہوں گے، انہوں نے گلوکارائیں رکھی ہوئی ہوں گی، وہ شراب پیتے ہوں گے، سود کھاتے ہوں گے اور ریشم پہنتے ہوں گے۔ یہ مضمون امام احمد اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے اور اس میں یہ اضافہ بھی ہے کہ لوگ آپس میں ان کی شکلیں مسخ ہونے کا تذکرہ کریں گے، نیز یہ کہ ان لوگوں پر آسمان سے اسی طرح پتھر برسائے جائیں گے جیسے قوم لوط پر برسائے گئے تھے۔ [1]

تنبیہ

سود کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر تمام علماء کا اجماع ہے، بلکہ وہ تو اکبر الکبائر میں سے ہے کیونکہ صحیح احادیث میں بھی اسے کبیرہ گناہ ہی کا نام دیا گیا ہے، جیسا کہ احادیث میں گذرا، ان احادیث سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ سود کھانے والا، کھلانے والا، سودی معاملات تحریر کرنے والا، اس معاملے کا گواہ، اس میں کوشش کرنے والا اور تعاون کرنے والا سب کے سب فاسق ہیں اور یہ کہ ہر وہ چیز جس کا اس میں دخل ہو، کبیرہ گناہ ہے، ہمارے بعض علماء نے بھی اس کی تصریح کی ہے۔

۱۸۵۔سود وغیرہ کے لیے حیلے بہانوں سے کام لینا

بعض علماء کہتے ہیں کہ احادیث میں آتا ہے کہ سود خور لوگ قیامت کے دن کتوں اور خنزیروں کی شکل میں جمع کیے جائیں گے کیونکہ وہ سود خوری کے لیے حیلے بہانوں سے کام لیتے تھے جیسا کہ اصحاب السبت کی شکلیں اس وقت مسخ کر دی گئی تھیں جب انہوں نے ہفتے کے دن مچھلی کا شکار کرنے کی خداوندی ممانعت میں حیلے بہانوں سے کام لے کر وہ ہفتے کے دن مچھلی شکار کرنے لگے تھے، انہوں نے کچھ حوض بنا لیے تھے جن میں ہفتے کے دن مچھلیاں آجاتیں اور وہ اتوار کے دن انہیں پکڑ لیتے تھے، جب وہ یہ کام کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بندروں اور خنزیروں کی شکل میں تبدیل کر دیا، یہی حال ان لوگوں کا ہوگا جو سود کھانے کے لیے مختلف قسم کے حیلے بہانے تراشتے ہیں کیونکہ اللہ تعالیٰ پر تو ان حیلہ سازوں کے حیلے مخفی نہیں ہیں، ابو ایوب سختیانی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ لوگ انسانوں کی طرح اللہ کو بھی دھوکہ دینا چاہتے ہیں، اگر یہ سرعام سودی لین دین کرتے تو شاید اس کی شدت میں کمی ہو جاتی۔

تنبیہ

سود وغیرہ میں حیلے کی حرمت کا قول دو اماموں یعنی امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ نے اختیار کیا ہے اور اصحاب السبت کے واقعے سے اس پر قیاس کرنا ان حضرات کا استدلال ہے جو اس بات کی علامت ہے کہ حیلے بہانے سے سود لینا کبیرہ گناہ ہے، جبکہ امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ سود وغیرہ میں حیلے کے جواز کے قائل ہیں اور اس کے لیے وہ اس حدیث سے

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۱٦۳.

استدلال کرتے ہیں جو صحیح سند سے ثابت ہے کہ خیبر کا عامل ایک مرتبہ بارگاہ نبوت میں نہایت عمدہ کھجوروں کی ایک اچھی خاصی مقدار لے کر آیا، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ کیا خیبر کی سب کھجوریں ایسی ہی ہوتی ہیں؟ اس نے کہا نہیں، ہم لوگ ردی کھجور کے دو صاع دے کر اس کے بدلے عمدہ کھجور کا ایک صاع لے لیتے ہیں، نبی علیہ السلام نے اسے ایسا کرنے سے منع فرمایا اور بتایا کہ یہ تو سود ہے، پھر نبی علیہ السلام نے اسے یہ حیلہ بتایا کہ ردی کھجور کو پیسوں کے عوض بیچ دیا کرے اور ان پیسوں سے عمدہ کھجور خرید لے، یہ ان حیلوں میں سے ہے جن میں فقہاء کے درمیان اختلاف رائے ہے کیونکہ جس آدمی کے پاس ردی کھجور کے دو صاع ہوں اور وہ ان کے مقابلے میں عمدہ کھجور کا ایک صاع لینا چاہتا ہو تو اس حیلے کی روشنی میں اس کے لیے دوسرا عقد کیے بغیر یہ ناممکن ہے کیونکہ بالاجماع یہ سود ہے، لیکن جب وہ دو صاع ایک درہم کے عوض بیچے گا اور اس ایک درہم سے عمدہ کھجور خریدے گا تو یہ معاملہ سود ہونے سے نکل جائے گا، اس لیے کہ یہ عقد ایک مطعوم اور ایک نقد پر ہوا ہے، دونوں چیزیں عقد میں مطعوم نہیں ہیں، اس لیے سود کی شکل مضمحل ہو جاتی ہے تو پھر اسے حرام قرار دینے کی وجہ؟ نبی علیہ السلام کے عامل خیبر کو یہ حیلہ سکھانے سے سود وغیرہ میں حیلے کے جواز پر نص مل گئی اور باقی رہا اصحاب السبت کے واقعے سے استدلال تو وہ اس اصول پر مبنی ہے کہ ہم سے پہلے اہل کتاب کی شریعت کے احکام ہمارے لیے بھی ہیں، لیکن صحیح ترین بات جو ''اصول فقہ'' میں ثابت کی گئی ہے اس کے برخلاف ہے، بالفرض اگر اسے تسلیم کر بھی لیا جائے تو اس صورت میں ہے جبکہ ہماری شریعت میں اس کے برخلاف کوئی حکم نہ آیا ہو اور ابھی آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ہماری شریعت میں اس کے برخلاف حکم آ چکا ہے کہ نبی علیہ السلام نے خود اس حوالے سے حیلے کی تلقین فرمائی ہے، اس مسئلے کی مزید تفصیل کے لیے کتب فقہ کی طرف رجوع فرمائیے۔

تجارت کی ممنوعہ اقسام کا بیان

۱۸۶۔ سانڈ کو روک لینا

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اکبر الکبائر گناہ یہ ہیں، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، ضرورت سے زائد پانی کسی کو لینے سے روکنا، اور سانڈ کو (جفتی کے لیے) دینے سے انکار کرنا، یہ روایت بزار نے نقل کی ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح جلال بلقینی کے کلام میں ملتی ہے، تاہم انہوں نے مذکورہ حدیث کو نقل کر کے اس کی سند کو ضعیف قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ اس کا نقصان دوسرے کبیرہ گناہوں کے نقصان کے برابر نہیں ہے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ عاریۃً کسی سانڈ کو جفتی کے لیے دینے سے انکار کرنا زیادہ سے زیادہ مکروہ ہے اور اگر اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا صحیح ہو تو اس کی یہ صورت ممکن ہے کہ اگر کسی بستی میں آس پاس کوئی سانڈ موجود نہ ہو اور وہ شدید ضرورت و مجبوری کے عالم میں ہوں تو اس صورت میں یہ قول اختیار کرنا بعید از صحت نہیں ہے کہ اس بیل کو ان لوگوں کے حوالے کرنا

ضروری ہے کیونکہ مادہ جانور سے جانوروں کو پیدا کرنے پر بہت سے لوگوں کی زندگی موقوف ہے اور اسی کے ذریعے دودھ حاصل کرنا بھی ممکن ہے لیکن یہ بھی ضروری نہیں ہے کہ وہ اسے بلا اجرت لوگوں کے حوالے کر دے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ اجرت لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے جبکہ صراحۃً نبی علیہ السلام نے اس سے منع فرمایا ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس کی صحیح صورت یہ ہے کہ مادہ جانور کا مالک اس بیل کو ایک مخصوص مدت کے لیے مخصوص اجرت کے عوض حاصل کرلے کہ وہ جس طرح چاہے، اس سے فائدہ حاصل کر سکے گا، یہ اجارہ صحیح ہے جیسا کہ فقہاء کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے۔

۱۸۷۔ فاسد تجارتوں اور کمائی کے حرام طریقوں سے مال کھانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اے اہل ایمان! اپنے اموال کو آپس میں باطل طریقے سے مت کھایا کرو۔'' ❶ اس کی مراد متعین کرنے میں مفسرین کے درمیان اختلاف رائے ہے، چنانچہ سود، جوا، غصب، چوری، خیانت، جھوٹی گواہی اور جھوٹی قسم کے ذریعے مال لینے کے معانی بیان کیے گئے ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد وہ مال ہے جو انسان بغیر کسی عوض کے لیتا ہے، اسی بناء پر کہا جاتا ہے کہ جب یہ آیت نازل ہوئی تو لوگ اس بات میں حرج محسوس کرنے لگے کہ وہ کسی کے پاس کچھ کھائیں یہاں تک کہ وہ آیت نازل ہوئی جس میں بتایا گیا ہے کہ کن لوگوں کے یہاں کھانا کھانے میں کوئی حرج نہیں ہے، حوالے کے لیے سورۂ نور کی آیت نمبر ۶۱ ملاحظہ کیجئے، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس سے مراد عقود فاسدہ ہیں، جس کی وجہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول ہے کہ یہ آیت محکم ہے، منسوخ ہوئی ہے اور نہ قیامت تک منسوخ ہوگی، دراصل ''اکل بالباطل'' ہر اس صورت کو شامل ہے جو ناحق لے کر کھایا گیا ہو، چاہے ظالمانہ طریقے پر ہو جیسے غصب، خیانت اور چوری، یا کھیل کود کے طریقے پر ہو جیسے جوئے وغیرہ کے ذریعے مال لیا گیا ہو، یا مکر وفریب کے ذریعے ہو جیسے عقد فاسد سے حاصل ہونے والا مال، بعض حضرات کے قول سے اس کی تائید بھی ہوتی ہے۔

اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے مستثنیٰ کرتے ہوئے فرمایا ہے: ''الا یہ کہ وہ تجارت ہو'' ❷ تو یہ استثناء منقطع ہے کیونکہ تجارت ''باطل'' کی جنس میں سے نہیں ہے خواہ اس کا کوئی معنی بھی مراد لے لیا جائے اور اسے استثناء متصل قرار دینے کے لیے ''سبب'' کی تاویل کرنا برمحل نہیں ہے کیونکہ تجارت اگرچہ معاوضہ کے عقود کے ساتھ خاص ہے لیکن قرض اور ہبہ وغیرہ جیسی چیزیں بھی دوسرے دلائل کی روشنی میں اس کے ساتھ شامل ہیں اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ''باہمی رضامندی سے ہو'' ❸ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ جائز طریقے پر دل کی خوشی کے ساتھ تجارت ہو، اور خصوصیت کے ساتھ اس میں ''کھانے'' کا ذکر اسے مقید کرنے کے لیے نہیں ہے بلکہ اس وجہ سے ہے کہ مال سے فائدہ اٹھانے کا غالب مقصد یہی ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد ربانی ہے کہ ''وہ لوگ جو ناحق طریقے پر یتیموں کا مال کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کھا رہے ہیں'' ❹ اس سلسلے کی وعید پر مشتمل دلائل کی احادیث یوں تو بہت زیادہ ہیں لیکن ہم ان میں سے چند احادیث یہاں بیان کرنے پر اکتفاء کرتے ہیں۔

---

❶ النساء: ۲۹. ❷ البقرة: ۲۸۲.
❸ النساء: ۲۹. ❹ النساء: ۱۰.

چنانچہ مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ پاکیزہ ہے اور صرف پاکیزہ چیزوں کو ہی قبول کرتا ہے، اور اللہ نے تمام مومنین کو بھی وہی حکم دیا ہے جو اس نے اپنے پیغمبروں کو دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک اعمال کرو'' ❶ نیز اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ''اے اہل ایمان! وہ پاکیزہ چیزیں کھاؤ جو ہم نے تمہیں عطا کی ہیں۔'' ❷ پھر نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کا ذکر فرمایا جو لمبا سفر کر کے آتا ہے، وہ پراگندہ حال اور غبار آلود حالت میں ہوتا ہے اور آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا اٹھا کر ''یارب، یارب'' کہہ رہا ہوتا ہے حالانکہ اس کا کھانا بھی حرام کا ہوتا ہے، پینا بھی حرام کا، پہناوا بھی حرام کا اور اس کی غذا بھی حرام کی ہوتی ہے تو اس کی دعا کیسے قبول ہو؟ ❸ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر مسلمان پر حلال رزق کی تلاش واجب ہے، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دیگر فرائض کے علاوہ طلب حلال بھی ایک فریضہ ہے۔ ❹

ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص حلال کھائے، سنت پر عمل کرے اور لوگوں کو اپنی ایذاء رسانی سے محفوظ رکھے، وہ جنت میں داخل ہوگا، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو آج کل آپ کی امت میں بہت سے لوگ کرتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا عنقریب میرے بعد بہت سے زمانوں میں بھی ہوں گے۔ ❺ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب چار چیزیں تمہارے اندر موجود ہوں تو پھر چاہے ساری دنیا تمہارے پاس نہ ہو، تمہیں کوئی پرواہ نہ ہوگی، امانت کی حفاظت، بات کی سچائی، اخلاق کی اچھائی اور کھانے کے لیے حلال کی کمائی۔ ❻

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جس کی کمائی حلال ہو، اس کی خلوت درست ہو، اس کی جلوت معزز ہو اور وہ لوگوں کو اپنے شر سے محفوظ رکھتا ہو، اس شخص کے لیے خوشخبری ہے جو اپنے علم پر عمل کرے، ضرورت سے زائد مال خرچ کر دے اور ضرورت سے زائد باتوں سے رک جائے، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ سے فرمایا سعد! اپنے کھانے کو پاکیزہ وحلال بنا لو، تم مستجاب الدعوات بن جاؤ گے۔ ایک حدیث میں ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، بعض اوقات انسان اپنے پیٹ میں حرام کا لقمہ ڈالتا ہے تو چالیس دن تک اس کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا اور جس انسان کا گوشت حرام چیز سے پرورش پاتا ہے، آگ ہی اس کی زیادہ حقدار ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کا کوئی دین نہیں جس کے پاس امانت داری نہ ہو، اور نہ ہی اس کی نماز یا زکوٰۃ ہے، جو شخص کوئی حرام مال حاصل کرتا ہے اور اس سے خرید کر کوئی قمیص پہنتا ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوتی یہاں تک کہ اس قمیص کو اپنے جسم سے اتار دے، اللہ تعالیٰ اس سے بہت زیادہ برتر ومعزز ہے کہ حرام کا لباس پہنے ہوئے آدمی کے کسی عمل یا نماز کو قبول کرے، امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دس دراہم کا ایک کپڑا

---

❶ المومنون: ۵۱.
❷ البقرة: ۱۷۲.
❸ صحيح مسلم، الزكاة: ۶۵۔ مسند احمد: ۲ / ۳۲۸.
❹ ترمذی: ۲۵۲۰.
❺ مسند احمد: ۲ / ۱۷۷.
❻ مسند احمد: ۲ / ۹۸.

خریدے جس میں صرف ایک درہم بھی حرام کا ہو تو اللہ تعالیٰ اس وقت تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں کرتا جب تک وہ لباس اس کے جسم پر ہو، پھر حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اپنی دو انگلیاں اپنے دونوں کانوں میں ڈالیں اور فرمایا یہ دونوں کان بہرے ہو جائیں اگر میں نے نبی علیہ السلام کو یہ بات فرماتے ہوئے نہ سنا ہو۔ ❶

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص چوری کی چیز خریدے اور اسے معلوم بھی ہو کہ یہ چوری کی چیز ہے، تو وہ اس کے عار اور گناہ میں برابر کا شریک ہوگا، امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی آدمی رسی پکڑے، پہاڑ پر جائے، لکڑیاں کاٹے اور انہیں اپنی پیٹھ پر لاد کر لائے اور انہیں بیچ کر کھائے تو یہ اس شخص کے حق میں بہتر ہے اس بات سے کہ وہ اپنے منہ میں کوئی ایسی چیز ڈالے جو اللہ نے حرام کر رکھی ہو۔ ❷ ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص حرام مال جمع کرے اور اسے صدقہ کرے تو اسے اس کا کوئی ثواب نہیں ملے گا، بلکہ اس پر اس کا وبال ہوگا، طبرانی نے یہ مضمون اس طرح نقل کیا ہے کہ جو شخص حرام مال کمائے اور اس سے غلاموں کو آزاد کرے اور صلہ رحمی کرے تو یہ اس کے لیے باعث وبال ہوگا۔

امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے درمیان جس طرح تمہارے رزق تقسیم فرمائے ہیں، اسی طرح تمہارے اخلاق بھی تقسیم کیے ہیں، اور اللہ دنیا تو ہر شخص کو دے دیتا ہے خواہ اسے پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، لیکن دین صرف اسی شخص کو دیتا ہے جس سے محبت کرتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ جس شخص کو دین عطا فرما دے، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ اس سے محبت کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائیں اور کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اس کے پڑوسی اس کے بوائق سے محفوظ نہ ہو جائیں، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بوائق سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا دھوکہ اور ظلم اور جو شخص کوئی حرام مال کماتا ہے اور اس میں سے صدقہ کرتا ہے تو وہ اس سے قبول نہیں کیا جاتا، اس میں سے کچھ خرچ کرے تو اس کے لیے اس میں برکت نہیں ہوتی اور اگر وہ اسے اپنے پیچھے چھوڑ جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے آگ میں ہی اضافہ کرتا ہے، اللہ تعالیٰ گندگی کے ذریعے گندگی کو نہیں مٹاتا، وہ گندگی کو اچھائی کے ذریعے مٹاتا ہے، گندی چیز گندی چیز کو نہیں مٹا سکتی۔ ❸

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ لوگوں کو جہنم میں داخل کرنے کا سب سے بڑا ذریعہ کون سی چیز بنتی ہے؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا منہ اور شرمگاہ، پھر اس نے پوچھا کہ کون سی چیز سب سے زیادہ لوگوں کو جنت میں داخل کروا سکتی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کا ڈر اور تقویٰ اور حسن اخلاق۔ ❹ ترمذی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ قیامت کے دن کوئی شخص اپنے قدم اس وقت تک آگے نہیں بڑھا سکے گا، جب تک اس سے چار چیزوں کے متعلق سوالات نہ کر لیے جائیں، ایک اس کی زندگی کے بارے میں کہ اس نے اپنی عمر کن کاموں میں خرچ کی، اپنی جوانی کن کاموں میں پرانی کی،

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۹۸.   ❷ مسند احمد: ۱/ ۳۸۷.

❸ ترمذی، البر: ٦٢۔   ❹ ترمذی، القیامة: ۱.

مال کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا، اور اپنے علم پر کیا عمل کیا؟ ❶ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دنیا سر سبز و شاداب اور شیریں ہے، جو شخص اس میں حلال کمائے اور صحیح مواقع پر خرچ کرے، تو اللہ تعالیٰ اس پر اسے ثواب عطا فرمائے گا اور جنت میں اسے داخلہ عطا فرمائے گا اور جو شخص اس دنیا میں حرام کمائے اور ناحق خرچ کرے، اللہ تعالیٰ اسے ذلتوں کے گھر میں داخل کر دے گا، اور بہت سے وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول کے مال میں ناحق گھستے ہیں، ان کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہوگی، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''جب بھی وہ آگ بجھے گی تو ہم اسے مزید بھڑکا دیں گے۔'' ❷ اور ایک حدیث میں ہے کہ جنت میں کوئی ایسا جسم داخل نہ ہوگا جس کی پرورش حرام چیزوں سے ہوئی ہو۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح ان احادیث سے ثابت ہو جاتی ہے، علماء کا کہنا ہے کہ ''اکل بالباطل'' میں مندرجہ ذیل صورتیں بھی شامل ہیں، خائن، سارق، ٹیکس وصول کرنے والا، عاریۃً کوئی چیز لے کر اس کا انکار کرنے والا، رشوت خور، ماپ اور وزن میں کمی کرنے والا، کسی عیب دار چیز کو بیچتے ہوئے اس کا عیب چھپانے والا، جواباز، جادوگر، نجومی، مصور، زانی، نوحہ کرنے والی عورتیں، بائع کی اجازت کے بغیر اجرت لینے والا دلال، مشتری کو زائد قیمت بتانے والا اور آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جانے والا۔

اس کی تائید اس تفسیر سے بھی ہوتی ہے جو میں قبل ازیں آیت میں ''باطل'' کے لفظ میں بیان کر چکا ہوں کہ باطل کا لفظ نہ صرف یہ کہ ان تمام چیزوں کو شامل ہے بلکہ ہر اس چیز کو بھی جو غیر شرعی طریقے سے لی گئی ہو، چنانچہ حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن کچھ لوگوں کو لایا جائے گا، جن کے پاس تہامہ کے پہاڑوں کے برابر نیکیاں ہوں گی، لیکن جب انہیں لایا جائے گا تو اللہ تعالیٰ ان کی نیکیوں کو بکھرا ہوا گردوغبار بنا دے گا، اور پھر انہیں جہنم میں پھینک دیا جائے گا، کسی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کس طرح؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جو نماز روزہ بھی کرتے تھے اور زکوٰۃ و حج بھی کرتے تھے لیکن جب ان کے سامنے کوئی حرام چیز آتی تو وہ اسے لے لیتے تھے، اس بناء پر اللہ نے ان کے اعمال کو ضائع کر دیا۔

ایک نیک آدمی کو کسی نے خواب میں دیکھا تو پوچھا کہ اللہ نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ کیا؟ اس نے جواب دیا کہ بہترین، البتہ ابھی مجھے جنت سے اس بناء پر روک دیا گیا ہے کہ میں نے کسی شخص سے عاریۃً ایک سوئی لی تھی اور اسے واپس نہیں کر سکا تھا، سفیان ثوری کہتے ہیں کہ جو شخص اطاعت کے کاموں میں حرام کا پیسہ خرچ کرے تو یہ ایسے ہے جیسے کوئی شخص پیشاب سے کپڑوں کو دھولے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ حرام سے بچنے کے لیے نو اعشاریہ حلال کو بھی ترک کر دیتے تھے، بلتعہ بن ورد کہتے ہیں کہ اگر تم اتنا طویل قیام کیا کرو کہ لوگ تمہیں ستون سمجھنے لگیں تب بھی تمہیں اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہوگا جب تک تم یہ نہ دیکھ لو کہ تمہارے پیٹ میں کیا جا رہا ہے؟ ابن مبارک کہتے ہیں کہ میرے نزدیک ایک مشتبہ اور مشکوک درہم واپس کرنا اس بات سے زیادہ بہتر ہے کہ میں کئی لاکھ روپے صدقہ کروں، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جب کوئی شخص حرام مال

❶ ترمذی، الجمعة: ٧٩. ❷ الاسراء: ٩٧.

سے حج کرتا ہے اور لبیک کہتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تیری لبیک منظور ہے اور نہ حاضری اور تیرا حج مردود نا قابل قبول ہے، ابن اسباط کہتے ہیں کہ جب کوئی نوجوان عبادت گذار بن جاتا ہے تو شیطان اپنے چیلوں سے کہتا ہے کہ یہ دیکھو اس کا کھانا کہاں سے آتا ہے؟ اگر اس کا کھانا حرام کا ہو تو وہ اپنے چیلوں سے کہہ دیتا ہے کہ اسے محنت کرنے اور اپنے آپ کو تھکانے کے لیے چھوڑ دو، اس نے خود ہی تمہاری طرف سے کفایت کر دی ہے، ابراہیم بن ادہم کہتے ہیں کہ اپنا کھانا حلال و پاکیزہ بنالو، پھر اگر تم قائم اللیل اور صائم النہار نہ بھی ہوئے تو کوئی حرج نہیں ہے، یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک متقیوں میں سے نہیں ہو سکتا جب تک وہ ان چیزوں کو نہ چھوڑ دے جن میں کوئی حرج نہیں ہے، اس اندیشے سے کہ کہیں حرج والی چیزوں میں مبتلا نہ ہو جائے، یہ بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ علم کی فضیلت یہ ہے کہ وہ زائد عبادت سے بہتر ہے اور تمہارا سب سے بہترین دین تقویٰ ہے۔ نیز یہ بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ ان چیزوں کو چھوڑ دو جو تمہیں شک میں ڈال دیں اور ان چیزوں کو اختیار کرلو جو شک سے باہر ہوں، نیکی وہ ہے جسے کر کے تمہارا نفس اور دل مطمئن ہو جائے اور گناہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹک پیدا کر دے اور تمہارے سینے میں اس کے متعلق تردد ہو، اگرچہ لوگ تمہیں اس کے متعلق فتویٰ ہی دے دیں۔ ❶ ابو داود اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حلال بھی واضح ہے اور حرام بھی واضح ہے اور ان دونوں کے درمیان کچھ چیزیں ہیں جو شبہ میں ڈالتی ہیں، میں تمہارے سامنے اس کی ایک مثال بیان کرتا ہوں، اللہ تعالیٰ نے ایک چراگاہ بنائی ہے، اللہ کی چراگاہ وہ چیزیں ہیں جنہیں اس نے حرام قرار دیا ہے اور جو شخص چراگاہ کے آس پاس جانور چرا رہا ہو، اندیشہ ہوتا ہے کہ اس کے جانور اس میں گھس جائیں گے، اور جس آدمی کے دل میں شک پیدا ہو جائے، وہ اس کی جسارت کر ہی گذرتا ہے۔ ❷ یہ مضمون بخاری اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے۔

۱۸۸۔ ذخیرہ اندوزی

امام مسلم اور ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، وہ گنہگار ہے۔ ❸ ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ذخیرہ اندوزی وہی کر سکتا ہے جو گنہگار ہو۔ ❹ احمد، ابو یعلی، بزار اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص چالیس راتوں تک غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، وہ اللہ سے بری ہو جاتا ہے اور اللہ اس سے بری ہو جاتا ہے اور جس محلے میں کوئی آدمی اس حال میں صبح کرتا ہے کہ وہ بھوکا ہو تو اس محلے کے رہنے والے تمام لوگوں سے اللہ کا ذمہ بری ہو جاتا ہے۔ ❺ نیز ایک حدیث میں ہے کہ بیرون سے چیزیں لانے والے کے رزق میں اضافہ ہوتا ہے اور ذخیرہ اندوز پر لعنت ہوتی ہے۔ ❻ ابن حبان اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مسلمان پر ان کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوازی کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے جذام اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ❼ اصبہانی نے یہ روایت نقل

---

❶ صحيح مسلم، البر: ١٤ - ترمذي، الزهد: ٥١.
❷ نسائي، البيوع: ٢ - ابو داود، البيوع: ٣.
❸ صحيح مسلم، المساقاة: ١٢٩ - ابو داود، البيوع: ٤٧.
❹ ترمذي، البيوع: ٤٠ - ابن ماجه، التجارات: ٦.
❺ مسند احمد: ١/ ٢١.
❻ ابن ماجه، التجارات: ٦.
❼ بحواله مذكوره.

کی ہے کہ ایک مرتبہ مسجد نبوی کے دروازے پر غلہ لا کر ڈالا گیا، امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ لوگوں نے بتایا کہ یہ غلہ باہر سے لایا گیا ہے، ان کے ہمراہ کسی آدمی نے ان سے کہا کہ اے امیر المومنین! اسے ذخیرہ کیا گیا ہے، انہوں نے پوچھا کہ اسے کون ذخیرہ کر رہا ہے؟ لوگوں نے دو آدمیوں کے نام لیے، فروخ اور دوسرا آدمی خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا آزاد کردہ غلام تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قاصد کو بھیج کر ان دونوں کو بلایا، وہ دونوں آئے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ تمہیں مسلمانوں کی غذائی ضروریات ذخیرہ کرنے پر کس چیز نے آمادہ کیا؟ وہ کہنے لگے امیر المومنین! ہم اپنے مال سے یہ چیزیں خریدتے اور بیچتے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کی غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی کرے، اللہ اسے جذام اور افلاس میں مبتلا کر دیتا ہے، یہ سنتے ہی فروخ نے کہا کہ امیر المومنین! میں اللہ تعالیٰ سے اور آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی ذخیرہ اندوزی نہیں کروں گا، لیکن حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا غلام اپنی بات پر اڑا رہا، چنانچہ راوی کا کہنا ہے کہ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے غلام کو دیکھا کہ وہ مجذوم ہو چکا تھا اور وہ معتدل آدمی نہیں رہا تھا۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بہت بدترین ہے وہ آدمی جو ذخیرہ اندوزی کرتا ہے کہ اگر اللہ تعالیٰ نرخ سستے کر دے تو وہ غمگین ہو جاتا ہے اور اگر بڑھا دے تو وہ خوش ہو جاتا ہے، رزین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اہل مدائن ہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ کے راستے میں روکا گیا ہے، اس لیے ان کے لیے غذائی ضروریات کی ذخیرہ اندوزی نہ کیا کرو، ان کے نرخ مہنگے نہ کیا کرو، کیونکہ جو شخص ان کی غذائی ضروریات کی چالیس دن تک ذخیرہ اندوزی کرتا ہے، پھر اسے صدقہ کر دے تو یہ بھی اس کے لیے کفارہ نہیں ہوگا، نیز رزین ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ذخیرہ اندوزوں اور قاتلوں کو ایک درجے میں جمع کیا جائے گا، اور جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں دخل اندازی کر کے نرخ مہنگے کرواتا ہے، اللہ پر حق ہے کہ قیامت کے دن اسے جہنم کے سخت عذاب میں مبتلا کرے۔

امام احمد نے حسن سے نقل کیا ہے کہ جب حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ بیمار ہوئے، تو عبید اللہ بن زیاد ان کی عیادت کے لیے آیا اور کہنے لگا کہ اے معقل! کیا آپ کو معلوم ہے کہ میں نے حرام خون بہایا ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، اس نے کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ مسلمانوں کے نرخ میں میرا کوئی عمل دخل ہے؟ انہوں نے فرمایا مجھے معلوم نہیں، پھر فرمایا مجھے بٹھا دو، پھر فرمایا عبید اللہ! سنو میں تمہیں ایک حدیث سناتا ہوں جو میں نے نبی علیہ السلام سے صرف ایک دو مرتبہ نہیں سنی، میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے استعمال کی چیزوں کے نرخوں میں عمل دخل کرے تا کہ نرخوں میں اضافہ ہو جائے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے قیامت کے دن آگ کی ایک عظیم جگہ پر بٹھائے، عبید اللہ نے پوچھا کیا واقعی آپ نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! ایک دو مرتبہ نہیں۔ [1] یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٢٧.

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان صحیح احادیث کی موجودگی میں واضح بات ہے جن میں سے بعض احادیث میں تو شدید وعیدیں آئی ہیں، مثلاً لعنت، اللہ اور اس کے رسول کی اس سے براءت، اور جذام وافلاس میں مبتلا ہونا، اور بعض احادیث اس کے کبیرہ گناہ ہونے پر دلالت کرتی ہیں، لیکن کتاب ''الروضہ'' میں اسے صغیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے جیسا کہ عنقریب آتا ہے، پھر ہمارے نزدیک حرام ذخیرہ اندوزی یہ ہے کہ انسان غذائی ضروریات کو خرید کر رکھ لے کہ جب اس کی قیمت بڑھے گی تب بیچے گا، اس میں کھجور اور کشمش بھی شامل ہے، امام غزالی رحمہ اللہ غذائی ضروریات میں ہر اس چیز کو شامل کرتے ہیں جو اس کے لیے معاون ہو مثلاً گوشت اور میوہ جات وغیرہ، مذکورہ شرائط میں سے اگر کوئی شرط بھی نہ پائی جائے تو اس کی حرمت باقی نہیں رہے گی، مثلاً اگر کوئی شخص ایسی چیز خریدے جو اگرچہ مہنگائی کے دور میں ہو، لیکن اس لیے نہیں کہ وہ اسے آگے بیچے گا بلکہ اس لیے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لیے رکھے گا، یا جتنے میں خریدا ہے، اتنے میں ہی یا اس سے بھی کم میں فروخت کردے گا، البتہ جب لوگوں کی ضرورت شدید ہو جائے تو اسے بیچنا ضروری ہے، اگر وہ بیچنے سے انکار کردے تو قاضی اسے اس پر مجبور کرے گا، اور اگر شدید ضرورت نہ ہو تب بھی اس کے لیے بہتر ہے کہ اپنے اور اپنے اہل وعیال کی ایک سال کی ضرورت سے زائد مقدار بیچ دے، بشرطیکہ آئندہ سال فصل خراب ہونے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ اسے اس کی بھی اجازت ہے، بہرحال! غذائی ضرورت کے علاوہ دوسری چیزوں میں ذخیرہ اندوزی نہیں ہوتی اور نہ اس میں کوئی کراہت ہے، البتہ قاضی صاحب نے کپڑوں کے روک لینے کو بھی ذخیرہ اندوزی میں شمار کیا ہے۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ تو اس بات کے منافی ہے کہ خود ذخیرہ اندوزی کی ممانعت پر مشتمل روایت نقل کرنے والے راوی سعید بن مسیب رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ آپ خود تو ذخیرہ اندوزی کرتے ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ معمر جو یہ حدیث بیان کرتے تھے، وہ بھی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ بات ثابت شدہ ہے کہ بعض اموال ایسے ہیں جن کی ذخیرہ اندوزی حرام نہیں ہے مثلاً کپڑے تو حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کی ذخیرہ اندوزی ایسے ہی اموال پر محمول ہے، بالفرض اگر تسلیم کرلیا جائے کہ وہ غذائی ضرورت ہی کی چیزیں ہوتی تھیں تب بھی ذخیرہ اندوزی کی حرمت کی شرائط پیچھے گذر چکی ہیں، ہمیں یہ بات کس طرح معلوم ہوگئی کہ وہ ذخیرہ اندوزی کرتے تھے تو وہ تمام شرائط موجود تھیں؟ مزید نیچے آجائیں تب بھی سعید اور معمر دونوں مجتہد تھے، اس لیے انہیں لے کر دوسروں پر اعتراض نہیں کیا جاسکتا، پھر میں نے دیکھا کہ ابن عبدالبر اور متاخرین کی ایک جماعت نے کہا ہے کہ سعید اور معمر کے حوالے سے جو کہا جاتا ہے کہ وہ ذخیرہ اندوزی کرتے تھے تو اس کی حقیقت یہ ہے کہ وہ زیتون کو ذخیرہ کر کے رکھتے تھے اور زیتون غذا نہیں ہے، امام ابوحنیفہ، امام شافعی رحمہما اللہ اور دیگر حضرات کی بھی یہی رائے ہے اور یہی رائے زیادہ صحیح ہے، امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی امام مالک کا بھی مشہور مذہب ہے اور سعید نے جو یہ جواب دیا ہے کہ معمر بھی ذخیرہ اندوزی کرتے تھے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ایسی چیز کو ذخیرہ کررہے تھے جس سے لوگوں کو کوئی نقصان نہیں ہوتا مثلاً زیتون، چمڑا اور کپڑے وغیرہ۔

علماء کا کہنا ہے کہ ذخیرہ اندوزی کو حرام قرار دینے میں حکمت یہ ہے کہ عام لوگوں سے پریشانی اور تکلیف کو دور کیا جائے، اسی وجہ سے علماء کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کسی انسان کے پاس غلہ ہو اور لوگوں کو اس کی شدید ضرورت ہو تو اسے وہ بیچنا واجب ہوگا اور اسے اس پر مجبور کیا جائے گا۔

۱۸۹۔ بیچنے میں والدہ اور اس کی اولاد کو ایک دوسرے سے جدا کر دینا

امام ترمذی، دارقطنی اور حاکم نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص والدہ اور اس کی اولاد کے درمیان جدائی کرا دے، تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے محبوبوں کے درمیان جدائی کر دے گا۔ ❶ ابن ماجہ اور دارقطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو والدہ اور اس کی اولاد یا بھائی اور بھائی میں جدائی کروا دے۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث کے ظاہر سے سمجھ میں آ جاتا ہے، اگر یہ بھی مان لیا جائے کہ اس سلسلے میں صرف پہلی روایت ہی صحیح ہے تب بھی وہ شدید وعید پر مشتمل ہے کیونکہ قیامت کے دن انسان اور اس سے محبت کرنے والوں کے درمیان جدائی ایک ایسی چیز ہے جو نفس پر بہت شاق گذرتی ہے، میری رائے یہ ہے کہ جس طرح اس حدیث سے دو رشتہ داروں کے درمیان تفریق کی حرمت کا مسئلہ اخذ کیا گیا ہے، اسی حدیث اور وعید سے ہم اس کے گناہ کبیرہ ہونے کو بھی اخذ کرتے ہیں، اگر آپ پوچھیں کہ اس میں وعید کی کیا بات ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کے سورۂ عبس میں ارشاد سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر شخص ہی دوسرے سے بھاگ رہا ہوگا، جب ہر شخص کی یہی کیفیت ہوگی تو اس سے وعید کہاں سمجھ میں آ گئی؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ حدیث کا سیاق ہی اسے وعید قرار دے رہا ہے اور یہ ایسے ہی ہے جیسے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پیئے گا، وہ آخرت میں نہیں پی سکے گا، یہ اس کا پورا پورا بدلہ ہوگا، اور قیامت کے دن سے مراد وہ ہے جو جنت میں داخل ہونے کو بھی شامل ہو، لہٰذا سورۂ عبس کی محولہ بالا آیات کا تعلق میدان حشر کے ساتھ ہے اور حدیث کا تعلق جنت کے ساتھ ہے اور جس طرح ریشم والی حدیث سے علماء نے اس کا پہننا کبیرہ گناہوں میں سے ہونے کا استنباط کر لیا، اسی طرح ہم نے بھی حدیث تفریق سے اس کا گناہ کبیرہ ہونا مستنبط کر لیا، اور ان دونوں کے درمیان مشابہت اس بناء پر ہے کہ ان میں سے ہر ایک میں عمل پر جزاء اس کی نظیر سے ہے۔

اور جس طرح ریشم والی حدیث کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے خاص کر لیا گیا ہے کہ ''جنت میں ان کا لباس ریشم ہوگا'' ❸ اسی طرح حدیثِ تفریق کو بھی اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد سے خاص کر لیا گیا ہے کہ ''وہ لوگ جو ایمان لائے اور اس ایمان لانے میں ان کے بچوں نے بھی ان کی پیروی کر لی تو ہم ان کے بچوں کو ان کے ساتھ ملا دیں گے۔'' ❹ اور اس تفریق کے حرام ہونے

---

❶ ترمذی، البیوع: ٥٢. ❷ ابن ماجه: التجارات: ٤٦.

❸ الحج: ٢٣. ❹ الطور: ٢١.

کی شرط یہ ہے کہ باندی اور بچے میں سے بچہ اتنا چھوٹا ہو کہ وہ اچھے اور برے وغیرہ میں امتیاز نہ کرسکتا ہو، جس کی وجہ اس کا بچپن یا جنون ہو، جدائی اس طرح ہو کہ ان دونوں کو الگ الگ کسی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کردے، جو انہیں آزاد نہ کرنا چاہتا ہو، یا تقسیم کے ذریعے یا فسخ کے ذریعے، گو کہ ماں راضی بھی ہو، کیونکہ ماں کی طرح بچے کا بھی حق ہے اور وہ اس تصرف کو باطل کرسکتا ہے۔

البتہ بیٹے کی اس کے باپ یا دادا کے ساتھ بیع صحیح ہے، اس طرح اگر بچہ سمجھدار ہوگیا ہو مثلاً خود کھا پی سکتا اور استنجاء کرسکتا ہو، اس کے لیے عمر کی کوئی قید نہیں ہے، البتہ ان کے درمیان جدائی ناپسندیدہ ہے خواہ بچہ بالغ ہوگیا ہو، اسی طرح اگر ان میں سے کوئی ایک آزاد ہو، اسی طرح سفر میں والدہ اور اس کی ناسمجھ اولاد کے درمیان تفریق کرنا بھی حرام ہے، یہی حکم بیوی اور اس کی اولاد کا ہے، بخلاف مطلقہ عورت کے کہ اس میں حرمت نہیں ہے۔

۱۹۰ تا ۱۹۶۔ انگور اور کشمش وغیرہ ایسے آدمی کو فروخت کرنا جس کے متعلق معلوم ہو کہ وہ اس کی شراب بنائے گا، بے ریش لڑکا ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کرنا جس کے متعلق پتہ ہو کہ وہ اس کے ساتھ گناہ کرے گا، باندی ایسے شخص کے ہاتھ بیچنا جو اس سے ''کمائی'' کروائے، لکڑی وغیرہ کو آلہ لہو ولعب بنانا، اہل حرب کے لیے اسلحہ بنانا، شراب اور بھنگ ایسے آدمی کو دینا جس کے متعلق پتہ ہو کہ وہ اسے ضرور پیئے گا

ان سات گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میں نے کہیں نہیں دیکھی، لیکن انہیں کبائر میں شمار کرنا بعید از قیاس نہیں ہے کیونکہ ان کا ضرر بہت زیادہ ہے، نیز یہ قاعدہ ہے کہ وسائل کا وہی حکم ہوتا ہے جو مقاصد کا ہوتا ہے، اور ان تمام گناہوں میں مقاصد کبیرہ گناہ ہیں، لہٰذا ان کے وسائل بھی کبیرہ گناہ ہوں گے اور کتاب الطہارۃ سے کچھ ہی پہلے جو احادیث گذری ہیں کہ کوئی برا طریقہ ایجاد کرنے والے پر خود اس کا اور اس پر عمل کرنے والے سب لوگوں کا وبال ہوگا، وہ بھی اس کی شاہد ہیں، اور ان تمام صورتوں میں غالب گمان کا بھی وہی حکم ہے جو ان کاموں میں مبتلا ہونے کے یقینی علم کا ہے، لیکن حرمت کی طرف نسبت کر کے، باقی رہی کبیرہ ہونے کی نسبت تو اس میں تردد ہے، نیز یہ تردد اس صورت میں بھی ہے جب کوئی شخص اپنی باندی ایسے شخص کے ہاتھ فروخت کردے جو اسے ''پیشہ'' کرنے پر مجبور کرے، یا باغیوں کو اسلحہ بیچے تاکہ وہ ہم سے لڑنے کے لیے اسی سے کام لیں، یا ایسے آدمی کے ہاتھ مرغ بیچے جو اسے مرغوں کی لڑائی میں استعمال کرے، اور ایسے آدمی کے ہاتھ بیل کو فروخت کرے جو اسے بل فائٹ میں استعمال کرے، ان سب کے کبیرہ گناہ ہونے میں تردد ہے تاہم ان میں سے بعض گناہ دوسروں کی نسبت کبیرہ گناہوں کے قریب تر ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ شیخ الاسلام علائی نے فرمایا ہے کہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ شراب کی تجارت کبیرہ گناہ ہے، اور ایسا کرنے والا فاسق ہوگا، یہی حکم اسے خریدنے، اس کی قیمت کھانے، اٹھانے اور اس میں کوشش کرنے کا بھی ہے، اس کی مزید تفصیل شراب کے بیان میں آئے گی۔

۱۹۷ تا ۱۹۹۔ نجش، دوسرے کی بیع پر بیع کرنا، اور دوسرے کی خریداری پر خریداری کرنا

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا احتمال پر مبنی ہے کیونکہ اس میں دوسرے آدمی کو بہت بڑا نقصان ہوسکتا ہے اور کوئی شک نہیں کہ کسی آدمی کو ایسا نقصان پہنچانا جسے عام طور پر برداشت نہ کیا جاسکتا ہو، کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ پیچھے گذرا، نیز یہ مکروفریب بھی ہے اور عنقریب آجائے گا کہ یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، لیکن کتاب ''الروضہ'' میں ہے کہ صغیرہ گناہ مندرجہ ذیل ہیں، ذخیرہ اندوزی، اپنے بھائی کی بیع پر بیع کرنا، اپنے بھائی کے بھاؤ پر اپنا بھاؤ کرنا، اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر اپنا پیغام بھیجنا، شہری آدمی کا دیہاتی کے لیے تجارت کرنا، بیرون شہر سے تجارت کے لیے آنے والے تاجروں سے پہلے ہی مل کر سودا کر لینا، مادہ جانور کے تھن باندھ کر ان میں دودھ جمع رہنے دینا، عیب دار چیز کو اس کا عیب بیان کیے بغیر فروخت کرنا، ایسا کتا رکھنا جس کا شکار صحیح نہ ہو، مسلمان غلام کسی کافر کے ہاتھ فروخت کر دینا، یا قرآن کریم اور علوم شریعت کی دیگر کتابیں کسی کافر کے ہاتھ فروخت کرنا۔

لیکن ان میں سے اکثر گناہوں کا صغیرہ ہونا محل نظر ہے، ان کی یہ بات صرف اس وقت صحیح ہوسکتی ہے جب کہ کبیرہ کی تعریف یہ ہو کہ جس پر حد شرعی وارد ہوئی ہو، اور اگر یہ تعریف کی جائے کہ جس پر شدید وعید وارد ہوئی ہو تو پھر یہ بات صحیح نہیں ہے کیونکہ عنقریب ''دھوکے'' سے متعلق شدید وعید آرہی ہے، ایذاء مسلم کا بیان بھی آرہا ہے اور ذخیرہ اندوزی کے متعلق تفصیل پیچھے گذر چکی ہے لہٰذا یہاں دوسری تعریف ہی زیادہ مناسب ہے، پھر میں نے دیکھا کہ امام اذرعی نے بھی اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے جو میں نے صراحۃً بیان کی ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ کتاب ''الروضہ'' میں مطلقاً بعض گناہوں کو جو صغیرہ قرار دیا گیا ہے، وہ محل نظر ہے۔

نجش: کی تعریف یہ ہے کہ انسان کسی چیز کی قیمت میں اضافہ کرتا چلا جائے جس سے اس کا مقصد اسے خریدنا یا اپنی رغبت ظاہر کرنا نہ ہو بلکہ دوسرے آدمی کو دھوکہ دینا مقصود ہو، بیع پر بیع کا مطلب یہ ہے کہ انسان زمانہ اختیار میں مشتری سے یوں کہے کہ یہ چیز مجھے واپس لوٹا دو، میں تمہیں اس سے زیادہ اچھی قیمت پر اسے بیچ دوں گا، خریداری پر خریداری کا مطلب یہ ہے کہ مشتری، بائع سے یوں کہے کہ یہ بیع فسخ کر دو تاکہ میں تم سے یہ مبیع اس سے زیادہ قیمت پر خرید لوں، ہمارے فقہاء کا کہنا ہے کہ دوسرے آدمی کے بھاؤ پر اس کی اجازت کے بغیر بھاؤ کرنا حرام ہے اور وہ اس طرح کہ بائع اور مشتری کے درمیان معاملہ طے پانے کے بعد تیسرا آدمی آکر اس چیز کی قیمت میں اضافہ کر دے، یا مشتری کو اس سے کم میں پیشکش کر دے، بیع کے بعد اور اس کے لازم ہونے سے پہلے اس کی حرمت زیادہ شدید ہے، البتہ اگر وہ دیکھے کہ کسی آدمی کے ساتھ دھوکہ کیا جارہا ہے، تو بعض حضرات کے نزدیک ایسا کرنا جائز ہے، اسی طرح بیع لازم ہونے سے پہلے کسی آدمی کا مشتری کو وہی چیز جو اس نے خریدی ہے، اس سے کم قیمت میں بیچنا بھی بیع پر بیع ہے، اسی طرح بیع لازم ہونے سے پہلے کسی آدمی کا مشتری کو وہی چیز جو اس نے خریدی ہے، اس سے زیادہ قیمت میں خریدنے کا مطالبہ کرنا خریداری پر خریداری ہے کیونکہ یہ بھی دونوں صورتوں میں فسخ تک پہنچا دیتا ہے اور نقصان پایا جاتا ہے۔

۲۰۰۔ بیع میں دھوکہ دینا مثلاً جانور کے تھن باندھ کر اس کا دودھ زیادہ ہونے کا دھوکہ دینا

امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص ہمارے خلاف اسلحہ اٹھائے، وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ [1] مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گذر غلے کے ایک ڈھیر پر ہوا، نبی علیہ السلام نے اس میں ہاتھ ڈالا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگلیاں تر ہوگئیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے اسے اوپر کیوں نہیں رکھا کہ لوگ اسے دیکھ لیں؟ جو شخص ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ [2] یہ مضمون ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد، بزار اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گذر غلے کے ایک ڈھیر کے پاس سے ہوا جسے اس کے مالک نے خوب سجا رکھا تھا، نبی علیہ السلام نے اس میں ہاتھ ڈالا تو پتہ چلا کہ وہ تو ردی ہے، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اسے الگ بیچو اور اسے الگ، جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ [3] یہ مضمون طبرانی نے معجم اوسط میں بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک آدمی کے پاس سے گذرے جو غلہ بیچ رہا تھا، اور اس سے فرمایا، اے غلے کے مالک! کیا اس کا نیچے والا حصہ بھی اوپر والے حصے کی طرح ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص مسلمانوں کو دھوکہ دے وہ ان میں سے نہیں ہے۔ بیہقی اور اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا گذر ایک آدمی کے پاس سے ہوا جو دودھ کا برتن اٹھائے دودھ فروخت کر رہا تھا، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس کے برتن میں دیکھا تو پتہ چلا کہ اس نے دودھ میں پانی ملایا ہوا ہے، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا تم اس وقت کیا کرو گے جب قیامت کے دن تم سے کہا جائے گا کہ پانی اور دودھ الگ الگ کرو۔ طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کشتی پر سوار ہو کر شراب بیچنے کے لیے جایا کرتا تھا، اس کے ساتھ کشتی میں بندر بھی ہوتا تھا، وہ شخص شراب میں پانی ملا دیتا تھا، ایک مرتبہ بندر نے اس کے پیسوں کی تھیلی پکڑی اور ایک اونچی جگہ پر چڑھ گیا، پھر اس نے وہ تھیلی کھولی اور یہ کام شروع کر دیا کہ ایک دینار نکال کر سمندر میں پھینک دیتا اور ایک دینار نکال کر کشتی میں اس کے مالک کے پاس پھینک دیتا، حتیٰ کہ اس نے سارے پیسے دو برابر حصوں میں تقسیم کر دیئے۔

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دودھ بیچنے کے لیے اس میں پانی مت ملایا کرو، بزار نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ہمیں دھوکہ دے، وہ ہم میں سے نہیں ہے، حدیث کے یہ الفاظ دس سے زیادہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول ہیں، ابو سباع کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے دارِ واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے ایک اونٹنی خریدی، جب میں وہ اونٹنی لے کر وہاں سے باہر نکلا تو حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے ملاقات ہوئی، وہ اپنا تہبند گھسیٹتے ہوئے آرہے تھے، انہوں نے مجھ

---

[1] صحیح مسلم، الایمان: ١٦٤.

[2] صحیح مسلم، الایمان: ١٦٤۔ ترمذی، البیوع: ٧٢۔ ابن ماجہ، التجارات: ٣٦.

[3] مسند احمد: ٢/ ٥٠.

سے پوچھا کیا تم نے یہ اونٹنی خریدی ہے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں! انہوں نے پوچھا کیا اس نے تمہیں وہ سب کچھ بتا دیا ہے جو اس میں موجود ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس میں کیا ہے؟ بظاہر تو یہ بڑی صحت مند ہے، انہوں نے پوچھا کہ اس سے تمہارا مقصد سفر کرنا ہے یا گوشت حاصل کرنا؟ میں نے عرض کیا کہ میرا مقصد سفر حج پر جانا ہے، انہوں نے فرمایا پھر اسے واپس لوٹا دو، اس اونٹنی کے مالک نے کہا کہ اللہ آپ کے حال پر رحم کرے، آپ کیا چاہتے ہیں؟ آپ میرا سودا خراب کر رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کسی شخص کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ کسی چیز کو اس میں موجود عیب بیان کیے بغیر فروخت کرے، اور جو شخص اس کے عیب کے متعلق جانتا ہو، اس کے لیے بھی حلال نہیں ہے کہ وہ اس عیب کو بیان نہ کرے، یہ روایت حاکم، بیہقی اور ابن ماجہ نے نقل کی ہے ❶ ایک روایت میں لعنت اور اللہ کی ہمیشہ ناراضگی کا ذکر ہے۔

امام احمد، ابن ماجہ، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مسلمان، مسلمان کا بھائی ہے اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ جب وہ اپنے بھائی کو کوئی ایسی چیز فروخت کرے جس میں کوئی عیب پایا جاتا ہے تو وہ اسے بیان نہ کرے۔ ❷ ابوالشیخ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مومنین ایک دوسرے کے لیے خیر خواہ اور محبت کرنے والے ہوتے ہیں اگر چہ ان کے گھر اور جسم ایک دوسرے سے دور ہوں اور فاجر لوگ ایک دوسرے کو دھوکہ دینے والے اور خیانت کرنے والے ہوتے ہیں، اگر چہ ان کے گھر اور جسم قریب ہی ہوں، مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا دین تو خیر خواہی کا نام ہے، ہم نے پوچھا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کس شخص کے لیے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے لیے، اس کی کتاب کے لیے، اس کے پیغمبر کے لیے، مسلمانوں کے حکمران اور عوام کے لیے۔ ❸ یہ مضمون نسائی اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے، شیخین نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں بارگاہِ نبوت میں حاضر خدمت ہوا اور عرض کیا کہ میں اسلام پر آپ کی بیعت کرنا چاہتا ہوں، تو نبی علیہ السلام نے میرے سامنے ہر مسلمان کی خیر خواہی کرنے کی شرط رکھی، اور میں نے اس شرط پر نبی علیہ السلام سے بیعت کر لی، اس مسجد کے رب کی قسم! میں تمہارا خیر خواہ ہوں۔ ❹ ابوداؤد اور نسائی نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ ہی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے بات سننے اور ماننے کی شرط پر بیعت کی تھی، اور یہ کہ میں ہر مسلمان کی خیر خواہی کروں گا، چنانچہ حضرت جریر رضی اللہ عنہ جب کوئی چیز بیچتے یا خریدتے تو فرماتے کہ ہم نے تم سے جو لیا ہے، وہ ہمیں اس سے زیادہ محبوب نہیں ہے جو ہم نے تمہیں دیا ہے لہٰذا یہ معاملہ تمہارے اختیار پر منحصر ہے۔ ❺ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے بندہ میری جس طرح بھی عبادت کرتا ہے، ان میں سب سے زیادہ پسندیدہ چیز میری خیر خواہی ہے۔ ❻ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں اہتمام نہیں کرتا وہ ان میں سے نہیں ہے اور جو شخص صبح و شام اللہ، اس کے رسول،

---

❶ ابن ماجه، التجارات: ٤٥. ❷ ابن ماجه، التجارات: ٤٥.

❸ تخریج گزر چکی ہے۔

❹ صحيح بخاري، الايمان: ٤٢ ـ مسند احمد: ٤/ ٣٥٧.

❺ ابو داود، الادب: ٥٩ ـ نسائي، البيعة: ٦.

❻ مسند احمد: ٥/ ٢٥٤.

اس کی کتاب، مسلمانوں کے حکمران اور عوام کے لیے خیر خواہی نہ کرے تو وہ ان میں سے نہیں ہے، شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک وہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ وہ شدید وعیدیں ہیں جو ن میں سے بعض احادیث میں وارد ہوئی ہیں مثلاً اسلام کی نفی، ہمیشہ اللہ کی ناراضگی میں رہنا اور ملائکہ کا اس پر لعنت کرنا، پھر میں نے بعض حضرات کی تصریحات بھی دیکھی ہیں کہ وہ بھی اسے کبیرہ گناہ قرار دیتے ہیں اور یہ جاننے کا ضابطہ کہ کون سا دھوکہ حرام ہے یہ ہے کہ بائع یا مشتری سامان میں کوئی ایسا عیب چھپائے جو اگر لینے والے کو پتہ چل جائے تو وہ اس مقابل (قیمت یا چیز) کے عوض کبھی نہ لے، ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں اس عیب کا بیان کرنا ضروری ہے تاکہ وہ اسے علی وجہ البصیرۃ لے سکے، بلکہ حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ کی حدیث سے تو ہمارے فقہاء نے یہ مسئلہ بھی اخذ کیا ہے کہ اگر کسی اجنبی آدمی کو سامان میں کوئی عیب معلوم ہو تو وہ اسے لینے والے کے سامنے اس عیب کو بیان کردے گو کہ لینے والے نے اس سے نہ پوچھا ہو، جیسے کوئی شخص دیکھے کہ ایک آدمی نے کسی کے یہاں پیغام نکاح بھیجا ہے اور اسے مرد یا عورت میں کسی عیب کا علم ہو، یا کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ دوسرے سے معاملہ کرنے یا دوستی کرنے یا تعلیم حاصل کرنے کے ارادے سے مخالطت کررہا ہے اور اس میں کوئی عیب پایا جاتا ہو تو اسے چاہیے کہ متعلقہ آدمی کو اس کا عیب بتادے گو کہ وہ اس سے مشورہ نہ بھی کرے، یہ اس خیر خواہی کا تقاضا ہے جس کی تاکید ہر خاص و عام مسلمان کو کی گئی ہے۔

قبل ازیں ہم سے کسی نے ایک طویل سوال کا جواب دریافت کیا تھا جس میں بہت سے احکام کا تذکرہ آگیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ وہ سوال و جواب یہاں بھی ذکر کردوں کیونکہ اس کا ضرر بہت زیادہ ہے، اور غافل و بے دین لوگ اس میں بہت زیادہ مبتلا ہیں، چنانچہ سوال یہ ہے کہ لوگوں میں اس چیز کا رواج زور پکڑنے لگا ہے کہ ایک تاجر نہایت ہلکے برتن میں مرچیں خریدتا ہے، پھر اس سے پانچ گنا وزنی برتن میں انہیں ڈال دیتا ہے پھر اس وزنی برتن پر کتان کا کھردرا کپڑا لگا دیتا ہے جس سے اس کا وزن مزید بڑھ جاتا ہے، اس کے بعد وہ برتن اور اس میں جو کچھ ہے سب بیچ دیا جاتا ہے اور اس بیع میں ان سب چیزوں کا وزن شامل کیا جاتا ہے جس کے نتیجے میں ثمن، ظرف اور مظروف کے مقابلے میں آجاتا ہے، کیا ایسا کرنا جائز ہے یا یہ دھوکہ اور حرام ہے اور کیا امام اسے اپنی صواب دید کے مطابق تعزیری سزا دے سکتا ہے یا نہیں؟ کیا یہ بیع صحیح ہے یا باطل؟ اگر یہ بیع باطل ہے تو کیا اکل بالباطل میں شامل ہے یا نہیں؟ کیا حکمران پر ایسے کام کرنے والے تاجروں کو روکنا اور انہیں تنبیہ کرنا واجب ہے؟ کیا متقی تاجروں کے لیے ضروری ہے کہ جب وہ کسی شخص کو ایسا کرتے ہوئے دیکھیں تو حکام شریعت وسیاست کو اس سے آگاہ کریں تاکہ وہ اسے روکیں اور نہ ماننے پر سخت سزا دیں؟ کیا یہ حکم اس کی دوسری نظیروں پر بھی نافذ ہوگا مثلاً بعض عطر فروش اور

---

❶ مسند احمد: ۱/ ۸۹.

تاجر یہ کرتے ہیں کہ بعض چیزوں میں پانی ملا دیتے ہیں جس سے اس کے وزن میں اضافہ ہو جاتا ہے جیسے زعفران، بعض لوگ ضرورت کی چیزیں بناتے ہیں اور انہیں اصل ظاہر کر کے بیچ دیتے ہیں، بعض کپڑا فروش لوگ کپڑے کو غیر محسوس طریقے سے رفو کروا لیتے ہیں اور پھر یہ عیب بیان کیے بغیر ہی اسے فروخت کر دیتے ہیں، چادروں وغیرہ میں بھی بعض لوگ ایسا ہی کرتے ہیں، بعض لوگ خام کپڑے پہنتے ہیں یہاں تک کہ اس کی ساری طاقت ختم ہو جاتی ہے، اس وقت وہ اسے کاٹ دیتے ہیں، بعد میں اسے نیا بنا کر بیچ دیتے ہیں، لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ نیا کپڑا ہے، بعض لوگ اپنی دکان پر اندھیرا کر لیتے ہیں تاکہ موٹی چیز باریک اور بدصورت چیز عمدہ معلوم ہو، بعض لوگ شمعیں زیادہ تعداد میں جلا لیتے ہیں تاکہ کپڑے کا عیب زیادہ روشنی کی وجہ سے معلوم نہ ہو سکے۔

اسی طرح بعض لوگ جو سنار ہوتے ہیں، وہ سونے میں تانبا وغیرہ ملا دیتے ہیں اور سب کو سونا یا چاندی ظاہر کر کے بیچ دیتے ہیں، بعض سنار جو کسی ملازم کو اپنے یہاں متعین وزن پر رکھ لیتے ہیں، وہ سونے چاندی میں کمی کر کے اس کے بدلے تانبا وغیرہ دے دیتے ہیں، بہت سے تاجر سامان کا اوپر والا حصہ نہایت عمدہ رکھتے ہیں اور نیچے گھٹیا چیزیں رکھ دیتے ہیں یا اچھی اور بری چیزیں دونوں ملا دیتے ہیں تاکہ مشتری غیر شعوری طور پر بری چیز لے جائے، یہ اور اس طرح کی بہت سی صورتیں ہیں جن کے ذریعے لوگوں کو دھوکہ دیا جاتا ہے، آپ کے سامنے انہیں ذکر کرنے کی ضرورت اس لیے ہے کہ ان چیزوں کا حکم معلوم ہو جائے اور جو چیزیں ہم یہاں ذکر نہیں کر سکتے، ان کا حکم اسی پر قیاس کر لیا جائے، اگر آپ خود بھی صنعت و حرفت کے شعبوں کی تفتیش کریں تو دھوکے اور مکر و فریب کی ایسی ایسی صورتیں نظر آئیں گی کہ انسانی طبیعت ان سے متنفر ہو جائے اور کان اس کے سننے سے گھن کھائیں، لہٰذا ان صورتوں کے احکام بیان کر کے مسلمانوں پر احسان فرمائیں تاکہ لوگوں کو ان کی معرفت حاصل ہو جائے، لوگوں کو ان کی ضرورت بھی ہے اور بعض لوگ ناواقفیت میں یہ سارے کام کر رہے ہیں، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

میں سمجھتا ہوں کہ یہ سوال اپنے احکام کی وسعت، صورتوں کی کثرت اور لوگوں کی ضرورت کے اعتبار سے اس قابل ہے کہ اس موضوع پر باقاعدہ ایک کتاب لکھی جائے، اگر وقت میں گنجائش ملی تو میں ایک جامع اور مبسوط کتاب ضرور لکھوں گا لیکن یہاں بھی میں کچھ اشارات کروں گا جو انشاء اللہ نیکوکار کے لیے نفع بخش اور گنہگار کے لیے تنبیہ کا ذریعہ ہوں گے، چنانچہ میں کہتا ہوں کہ جہاں تک برتن والے مسئلے کا تعلق ہے تو شوافع کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اگر انفرادی طور پر برتن کا وزن نامعلوم ہو، اسے مظروف کے ساتھ اس طرح بیچنا کہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا ایک رطل اتنے روپے کا ہوگا، یہ بیع باطل ہے کیونکہ یہ دھوکے کے دائرے میں آتا ہے اور نبی علیہ السلام نے دھوکے کی بیع سے منع فرمایا ہے، اسی طرح اگر مظروف کا الگ وزن کیا جائے یا برتن کی کوئی قیمت ہی نہ ہو تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ عقد کی شرط ہے کہ مال ایسی چیز کے بدلے میں خرچ کیا جائے جو مال نہ ہو۔

جب یہ بات ثابت ہو گئی تو یہیں سے معلوم ہو گیا کہ فقہاء شافعیہ پہلے سوال میں ذکر کردہ بیع کے باطل ہونے پر متفق ہیں اور اس کے باطل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے برتن کو بھی مبیع کے زمرے میں شامل کر لیا ہے اور اس کا وزن بھی معلوم نہیں

ہے بلکہ صراحۃً دھوکہ اور تلبیس ہے کیونکہ وہ اس میں ایسی چیز شامل کر رہے ہیں جو اس کا وزن بڑھا رہی ہے اور اس کے ظاہر کو اس کے حال پر چھوڑ رہے ہیں جس سے مشتری کو یہ وہم ہوتا ہے کہ اس کا وزن ہلکا ہے، مثال کے طور پر اس کا ظاہر دیکھ کر مشتری کو یقین ہو کہ اس برتن کا وزن مثال کے طور پر چار من سے زیادہ نہیں ہوگا، لیکن جب تجار اس کی تعریف کرتے ہیں اور وہ اس کے اندرونی حصے کو دیکھتا ہے تو پتہ چلتا ہے کہ وہ بیس من کا ہے اس عظیم دھوکے کی وجہ سے سب میں ہی بیع باطل ہوگی اور یہ دھوکہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت پر مشتمل ہے اور یہ کام کوئی ایسا شخص کیسے کر سکتا ہے جسے اس بات کا یقین ہو کہ وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش ہوگا، اور اس نے جو کچھ جمع کر رکھا ہے وہ اس فانی دنیا میں اپنے ورثاء کے لیے چھوڑ جائے گا، اور اسے اس بات کا بھی یقین نہیں ہے کہ اس کے ورثاء اس سے فائدہ اٹھا سکیں گے یا نہیں؟ بلکہ اکثر تاجروں کی اولاد اس مال کو نافرمانی اور گندے کاموں میں خرچ کر دیتی ہے جیسا کہ یہ بات کسی پر مخفی نہیں ہے، تو جس چیز کا یہ حال ہو، اس میں انسان اپنے بھائی کے ساتھ اس طرح کا دھوکہ کیسے کر سکتا ہے کہ اس جھوٹے اور باطل حیلے کے ذریعے چوتھائی سے زیادہ مال لے لے، اس سے سوال میں مذکور نکات کی بھی تائید ہوتی ہے کیونکہ اس دور میں خرید و فروخت کرنے والوں میں سے ہر ایک کا اپنے ساتھی کے ساتھ وہ حال ہوتا ہے جیسے دو آدمیوں کے درمیان مقابلہ ہو رہا ہو اور ان کے ہاتھوں میں تلواریں ہوں، جس کا داؤ چل گیا وہ اپنے ساتھی کو قتل کر دے، یہ مسلمانوں کی شان نہیں اور نہ ہی مومنین کا یہ اصول ہے کیونکہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے ایک مومن دوسرے مومن کے لیے عمارت کی طرح ہے جس کا ایک حصہ دوسرے حصے کو مضبوط کرتا ہے، نیز نبی عَلَیْہِ السَّلَام کا فرمان ہے ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہوتا ہے، وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ ہی اسے گالی دیتا اور اس پر حد سے زیادہ تجاوز کرتا ہے۔

ہم تجارت اور خرید و فروخت کو حرام قرار نہیں دیتے، کیونکہ نبی عَلَیْہِ السَّلَام کے صحابہ رَضِیَ اللہُ عَنْہُم بھی تجارت اور خرید و فروخت کرتے تھے مثلاً کپڑے وغیرہ کی تجارت میں، یہی حال ان کے بعد علماء اور صلحاء کا بھی ہے کہ وہ بھی تجارت کے پیشے سے وابستہ رہے ہیں لیکن شرعی قانون اور اس حالت کے مطابق جو اللہ اور اس کے رسول کی مرضی کے مطابق ہو، جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے ''اے اہل ایمان! اپنے اموال کو آپس میں باطل طریقے سے مت کھایا کرو، الا یہ کہ باہمی رضامندی سے تجارت ہو۔'' (1) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ بیان فرمایا ہے کہ تجارت اسی وقت قابل تعریف اور حلال ہوگی جب کہ جانبین سے باہمی رضامندی ہو اور باہمی رضامندی اسی صورت میں ہو سکتی ہے جب کہ بیع میں کوئی دھوکہ اور مکر و فریب نہ ہو اور جہاں دھوکہ اور مکر و فریب پایا جائے مثلاً دوسرے آدمی کا مال کسی غلط حیلے کے ذریعے اس طرح لے لینا کہ اسے پتہ ہی نہ چل سکے تو یہ نہ صرف حرام بلکہ شدید حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول کی ناراضگی کا سبب ہے، اور اس کا مرتکب مذکورہ آیات و روایات کی وعیدوں میں شامل ہے، لہٰذا جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی رضامندی، دین و دنیا کی سلامتی، اور اپنی مروت و عزت اور آخرت کی سلامتی چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اپنے دین کا خیال رکھے اور ان بیوعات کا ارتکاب نہ کرے جو دھوکے اور مکر و فریب پر مبنی ہوں اور مشتری کے سامنے اس ظرف کا وزن بالکل سچائی کے ساتھ بیان کر دے، پھر جب وہ اس کا وزن بیان

---

(1) النساء: ۲۹.

کر دے گا، تو اس کے لیے ظرف اور مظروف دونوں کو ایک ہی ثمن سے بیچنا جائز ہے۔

یہاں تک کہ فقہاء فرماتے ہیں کہ اگر بائع مشک کے ظرف کا وزن بیان کر دے کہ یہ ظرف دس من کا ہے، اس میں مشک بیس من ہے اور یہ تیس من میں تمہیں ایک ہزار روپے کے عوض بیچتا ہوں، اور مشتری اچھی طرح دیکھ بھال کرنے کے بعد اسے خرید لے تو یہ بیع جائز ہے، کیونکہ یہ دھوکے اور مکر وفریب کی تمام صورتوں سے پاک ہے، بھڑکتی ہوئی آگ اور تباہ کن چیز وہ ہے جس کا ذکر سائل نے اپنے سوال میں کیا ہے کہ انسان ظرف میں اس طرح دھوکہ دے کہ بظاہر وہ ہلکا لگے اور درحقیقت وہ وزنی ہو، پھر دونوں کو ایک ہی قیمت اور نرخ میں بیچ دے اور مشتری کو اس کی حقیقت کا علم بھی نہ ہو، یہ تمام تفصیل پہلے سوال سے متعلق ہے۔

باقی رہی وہ تمام صورتیں جو سائل نے دھوکے کے حوالے سے بیان کی ہیں وہ ایسی عجیب باتیں ہیں کہ کفار کے متعلق ان کا تصور نہیں ہوسکتا، چہ جائیکہ مومنین کے متعلق یہ تصور ہو، بلکہ کفار کے متعلق تو یہ بیان کیا جاتا ہے کہ وہ تجارتی معاملات میں ایسے دھوکے نہیں دیتے لہٰذا دھوکے کی وہ تمام صورتیں جو تجار کے درمیان رائج ہیں وہ سب حرام ہیں اور ان کی حرمت نہایت شدید ہے، اس کا ارتکاب کرنے والے کو فاسق، دھوکہ باز، خائن، اللہ اور اس کے رسول کو دھوکہ دینے والا کہا جاتا ہے، وہ لوگوں کا مال باطل طریقے سے کھاتا ہے اور اپنے آپ کو دھوکہ دیتا ہے کیونکہ اس کا وبال اسی پر ہوگا، اور تجارتی معاملات میں ان صورتوں کی کثرت زمانے کے فساد اور قیامت کے قریب، مالی و معاملات کی خرابی، تجارتوں اور زراعتوں سے برکتوں کی رخصتی کی علامت ہے، آپ نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کیجئے کہ قحط یہ نہیں ہے کہ تم پر بارش نہ ہو، اصل قحط یہ ہے کہ تم پر بارشیں ہوں لیکن اس میں برکت نہ ہو، اور انہی قباحتوں کی وجہ سے ''جن کا ارتکاب اہل صنعت وحرفت اور تجار کرنے لگے ہیں'' اللہ نے مسلمانوں پر ظالموں کو مسلط کر دیا ہے، وہ ان کے اموال پر قبضہ کر رہے ہیں ان کے اہل خانہ کی بے حرمتی کر رہے ہیں، بلکہ انہیں قید کر رہے ہیں، انہیں غلام بنا رہے ہیں، انہیں سزائیں اور تکلیفیں دے رہے ہیں، اس آخری دور میں یہ چیزیں بہت زیادہ ہوگئی ہیں اور مسلمان اللہ کو بھول گئے ہیں جو ہر آن انہیں دیکھ رہا ہے ''وہ آنکھوں کی خیانت اور سینوں میں چھپے رازوں کو بھی جانتا ہے۔'' [1]

اگر یہ دھوکہ باز خائن اور لوگوں کا مال ناحق کھانے والا قرآن وسنت میں وارد ہونے والی اس کی سزاؤں اور قباحتوں پر غور کرلے تو وہ اس سے باز آجائے جیسا کہ اس نوع کی بہت سی احادیث گزریں، اے دھوکہ باز! اس بات کو سمجھ لے کہ تیری نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کچھ مقبول نہیں، پھر اس پر غور کرنا چاہیے کہ نبی علیہ السلام نے دھوکہ باز کو اپنی صفوں سے خارج کر دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دھوکے بازی کا معاملہ بہت اہمیت رکھتا ہے اور اس کا انجام بہت برا ہے، کیونکہ یہ دھوکہ بازی بعض اوقات انسان کو دائرہ اسلام سے خارج کر دیتی ہے اور نبی علیہ السلام جب کسی چیز کے حوالے سے یہ فرماتے ہیں کہ ''وہ ہم میں سے نہیں ہے'' تو عام طور پر وہ چیز نہایت قبیح ہوتی ہے اور اس کا ارتکاب کرنے والے کو بڑے خطرے سے دوچار کرسکتی ہے اور اس میں کفر تک کا اندیشہ ہوتا ہے، کیونکہ جو شخص اپنے دین کو زوال کی طرف لے جاتا ہے اور نبی علیہ السلام کا فرمان سنتا ہے کہ جو شخص دھوکہ دے، وہ

---

[1] الغافر: ١٩.

ہم میں سے نہیں ہے، لیکن اس کے باوجود دھوکے بازی سے باز نہیں آتا، دنیا کی محبت کو دین پر ترجیح دیتا ہے، تو وہ گمراہ لوگوں کے راستے پر چل رہا ہے، دھوکہ بازوں اور خاص طور پر تاجروں اور عطر فروشوں کو سوچنا چاہیے جو اپنے سامان تجارت میں ایسی دھوکہ دہی کرتے ہیں جو مشتری پر مخفی رہتی ہے اور وہ ناواقفی کی بناء پر اسے خرید لیتا ہے اگر اسے اس دھوکے کا علم ہوتا تو وہ اس قیمت میں اسے کبھی خریدتا، کہ نبی علیہ السلام نے اس کے متعلق کیا فرمایا ہے، پھر مصنف رحمہ اللہ نے ان تمام روایات کو دوبارہ ذکر کیا ہے جو قبل ازیں ہم ذکر کر چکے ہیں، تکرار سے بچنے کے لیے ہم ان کا ترجمہ دوبارہ شامل نہیں کر رہے ہیں۔

۲۰۱۔ جھوٹی قسم کھا کر سامان تجارت بیچنا

امام مسلم رحمہ اللہ اور اصحاب سنن نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں، جن پر اللہ نظر کرم فرمائے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، نبی علیہ السلام نے یہ بات تین مرتبہ دہرائی، میں نے عرض کیا، یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ لوگ نامراد ہو گئے اور نقصان میں پڑ گئے، وہ کون لوگ ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا، احسان جتانے والا اور جھوٹی قسم کھا کر سامان تجارت بیچنے والا۔ [1] طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر کرم نہیں فرمائے گا، بوڑھا زانی، متکبر فقیر اور وہ آدمی جو خرید و فروخت میں قسم کو اپنا سہارا بنا لے۔ شیخین وغیرہ نے اسی ابتداء کے ساتھ جن تین آدمیوں کی روایت کی ہے ان میں سے ایک آدمی وہ ہے جس کے پاس جنگل میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ کسی مسافر کو پانی دینے سے انکار کر دے، ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ آج میں تجھ سے اپنا فضل روک لوں گا جس طرح تو نے اس چیز کو روک لیا تھا جس میں تیری محنت کا کوئی حصہ نہیں تھا، دوسرا وہ آدمی جو نماز عصر کے بعد تجارت کرتے ہوئے اس بات کی قسم کھائے کہ اس نے وہ چیز اتنے میں لی ہے، مشتری اسے سچا سمجھ کر اس سے وہ چیز خرید لے حالانکہ وہ اپنی قسم میں سچا نہ ہو، اور تیسرا وہ آدمی جو کسی حکمران کے ہاتھ پر بیعت کرے، اس کی بیعت صرف دنیا کے لیے ہو، اگر حکمران اس کی خواہش پوری کر دے تو وہ اس سے کی گئی بیعت پوری کرے اور اگر وہ اس کی خواہش پوری نہ کرے تو وہ بیعت میں وفا نہ کرے۔ [2]

نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ بغض رکھتا ہے، قسمیں کھا کر تجارت کرنے والا، متکبر فقیر، بوڑھا زانی اور ظالم حکمران [3] حاکم اور اصحاب سنن نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ تین قسم کے لوگوں کو پسند کرتا ہے اور تین قسم کے لوگوں کو ناپسند...... وہ تین لوگ جو ناپسندیدہ ہیں، یہ ہیں، ایک متکبر شیخی خورا، حالانکہ تم اللہ کی نازل کردہ کتاب میں پڑھتے ہو کہ ''اللہ کسی متکبر شیخی خورے کو پسند نہیں کرتا۔'' [4] بخیل، احسان جتانے والا اور قسمیں کھا کر تجارت کرنے والا، ابن حبان نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک دیہاتی ایک بکری لے کر

---

[1] صحیح مسلم، الایمان: ۱۷۱۔ ابو داود، اللباس: ۲۵۔ نسائی، الزکاۃ: ۶۹۔

[2] صحیح، بخاری، الشہادات: ۲۲۔ صحیح مسلم، الایمان: ۱۷۳۔

[3] نسائی، البیوع: ۶۔ [4] لقمان: ۱۸۔

میرے پاس سے گزرا، میں نے اس سے کہا کہ کیا تم اسے تین درہم میں مجھے بیچتے ہو؟ اس نے کہا واللہ نہیں، پھر اس نے وہ بکری مجھے بیچ دی، میں نے نبی علیہ السلام سے اس بات کا تذکرہ کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس نے اپنی آخرت اپنی دنیا کے بدلے بیچ دی۔

طبرانی نے حضرت واثلہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لاتے، ہم لوگ تاجر تھے اور فرماتے تھے کہ اے گروہ تجار! اپنے آپ کو جھوٹ سے بچاؤ۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قسم سامان کو بیچ دیتی ہے اور برکت مٹا دیتی ہے۔ ❶ یہ مضمون مسلم نے بھی نقل کیا ہے، ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سچا امانتدار تاجر قیامت کے دن انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔ ❷ اصبہانی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سچا تاجر قیامت کے دن عرش الٰہی کے سائے میں ہوگا۔ بیہقی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے زیادہ پاکیزہ کمائی تاجروں کی کمائی ہے، وہ تاجر جو بات کریں تو جھوٹ نہ بولیں، جب ان کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت نہ کریں، جب وعدہ کریں تو وعدہ خلافی نہ کریں، جب خریدیں تو مذمت نہ کریں، جب فروخت کریں تو تعریف نہ کریں، جب ان کے ذمے ہو تو ٹال مٹول نہ کریں اور جب ان کا حق ہو تو تنگی نہ کریں، شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بائع اور مشتری کو اس وقت تک اختیار رہتا ہے جب تک وہ ایک دوسرے سے جدا نہ ہو جائیں، اگر وہ دونوں سچ بولیں اور معاملہ واضح رکھیں تو ان کے لیے اس بیع میں برکت ڈال دی جاتی ہے اور اگر وہ دونوں چھپائیں اور جھوٹ بولیں تو ممکن ہے کہ نفع کما لیں، لیکن بیع کی برکت ختم کر دی جاتی ہے، جھوٹی قسم سے سامان بک جاتا ہے لیکن برکت مٹ جاتی ہے۔ ❸ ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام عیدگاہ کی طرف نکلے، راستے میں لوگوں کو تجارت کرتے ہوئے دیکھا تو فرمایا اے گروہ تجار! لوگوں نے لبیک کہا اور گردنیں اور نگاہیں اٹھا کر نبی علیہ السلام کی جانب دیکھنے لگے، نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن تاجروں کو گنہگار ہونے کی حالت میں اٹھایا جائے گا، سوائے اس تاجر کے جو تقویٰ اختیار کرے، نیکی کی راہ اختیار کرے اور سچ بولے۔ ❹ امام احمد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تجار ہی فجار ہیں، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا اللہ تعالیٰ نے تجارت کو حلال قرار نہیں دیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں، لیکن وہ لوگ قسمیں کھاتے ہیں، اور گنہگار ہوتے ہیں، اور بات کرتے ہیں تو جھوٹ بولتے ہیں۔ ❺

تنبیہ

اس گناہ کو دوسرے علماء نے اگرچہ کبیرہ گناہوں میں ذکر نہیں کیا لیکن ہمارا اسے کبائر کی فہرست میں شمار کرنا نہایت واضح بات ہے، جس کی وجہ وہ احادیث کثیرہ ہیں جن میں اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے۔

---

❶ صحیح بخاری، البیوع: ۲۶۔ المساقاة: ۱۳۱.

❷ ترمذی، البیوع: ٤.

❸ صحیح بخاری، البیوع: ۱۹.

❹ ترمذی، البیوع: ٤.

❺ مسند احمد: ۳/ ٤۲۸.

۲۰۲۔ تجارت میں مکر وفریب

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''برا مکر الٹا مکر کرنے والے پر آ پڑتا ہے۔'' ❶ مکر کی تفصیلی وضاحت کتاب الطہارۃ سے پہلے آ چکی ہے، اور طبرانی نے معجم کبیر وصغیر میں اور حاکم نے اپنی مستدرک میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ہمیں دھوکہ دے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور مکر وفریب اور دھوکہ جہنم میں ہوں گے۔ ❷ ابوداؤد نے اسے یوں نقل کیا ہے کہ مکر وفریب، دھوکہ اور خیانت جہنم میں ہوں گے، ایک حدیث میں ہے کہ کوئی مکار، بخیل اور احسان جتانے والا شخص جنت میں داخل نہیں ہوگا۔ ❸ ایک حدیث میں ہے کہ مومن سیدھا سادہ اور شریف ہوتا ہے جبکہ فاسق مکار اور کمینہ ہوتا ہے۔ ❹ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منافقین کے متعلق فرمایا ہے کہ ''وہ اللہ کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں، حالانکہ اللہ ہی انہیں دھوکہ دیتا ہے۔'' ❺ یعنی ان کے دھوکے کا بدلہ دیتا ہے جو دھوکے کے مشابہ ہوتا ہے، اور وہ اس طرح کہ قیامت کے دن جس طرح عام مومنین کو نور دیا جائے گا، انہیں بھی دیا جائے گا، لیکن جب وہ پل صراط پر چلنے لگیں گے تو ان منافقین کا نور بجھ جائے گا اور وہ اندھیرے میں کھڑے رہ جائیں گے اور ایک حدیث میں ہے کہ اہل جہنم پانچ قسم کے لوگ ہیں، اور ان میں نبی علیہ السلام نے اس آدمی کا بھی تذکرہ فرمایا جو صبح وشام تمہیں تمہارے اہل خانہ اور مال ودولت کے متعلق دھوکہ دیتا رہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح بعض علماء نے کی ہے، سابق میں دھوکے سے متعلق جو روایات ذکر کی گئی ہیں اور جو احادیث یہاں ذکر کی گئی ہیں ان سب سے بھی اس کا کبیرہ ہونا واضح ہے، اس لیے کہ مکر وفریب کے جہنم میں ہونے کا اس کے علاوہ کوئی اور مطلب نہیں ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا جہنم میں ہوگا اور یہ شدید وعید ہے۔

۲۰۳۔ ناپ تول اور پیمائش میں کمی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ہلاکت ہے مطففین کے لیے'' ❻ یعنی جو لوگ اپنے لیے دوسروں کے مال سے ماپ تول میں کمی کر کے اضافہ کر لیتے ہیں، اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اس کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ ''وہ لوگ جو دوسروں سے اپنے لیے کیل کرواتے ہیں تو پورا پورا وصول کرتے ہیں'' یہاں وزن کا ذکر اس لیے نہیں کیا گیا کہ ان دونوں میں سے ہر لفظ دوسرے کی جگہ بولا جاسکتا ہے ''اور جب اپنے مال میں سے دوسروں کے لیے کیل یا وزن کرتے ہیں تو اس میں کمی کر دیتے ہیں، کیا ایسا کرنے والے لوگ یہ نہیں سوچتے کہ انہیں ایک ایسے دن میں اٹھایا جائے گا جس کا عذاب عظیم ہوگا، اس دن میں لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' ❼ یعنی اپنی قبروں سے برہنہ جسم، ننگے پاؤں اور غیر مختون حالت میں اٹھائے جائیں گے، پھر ان

---

❶ فاطر: ٤٣.
❷ ابو داود، المراسیل: ٢٠.
❸ ترمذی، البر: ٤١۔ مسند احمد: ١/٤.
❹ ابو داود، الادب: ٥. مسند احمد: ٢/ ٣٩٤.
❺ النساء: ١٤٢.
❻ المطففین: ١.
❼ المطففین: ٢۔ ٦.

سب کو جمع کیا جائے گا، سو ان میں سے بعض لوگ سوار ہو کر بجلی کی سی تیزی سے گزر جائیں گے، بعض لوگ اپنے پیروں پر چل رہے ہوں گے، بعض لوگ اپنے چہروں کے بل گرے ہوں گے اور کبھی چلتے ہوں گے اور کبھی سرین کے بل گھسٹتے ہوں گے اور کچھ لوگ پاگل اونٹ کی طرح مخبوط الحواس ہوں گے، جبکہ کچھ لوگ اپنے چہروں کے بل چل رہے ہوں گے، یہ تمام صورتیں ان کے اعمال کے مطابق ہوں گی، اسی حال میں چلتے چلتے وہ لوگ اپنے پروردگار کے سامنے جا کر کھڑے ہو جائیں گے، اور وہ ان کے اعمال کا حساب کتاب لے گا، اچھے ہوئے تو اچھا بدلہ ملے گا اور اگر برے ہوئے تو برا بدلہ ملے گا۔

سدی کہتے ہیں کہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ نبی علیہ السلام جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں ایک آدمی تھا جسے ابو جہینہ کہا جاتا تھا، اس کے پاس دو پیمانے تھے، وہ ان میں سے ایک کے ذریعے لوگوں کو ماپ کر دیتا تھا اور دوسرے کے ذریعے اپنے لیے ماپتا تھا، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ ابن ماجہ، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی علیہ السلام مدینہ منورہ تشریف لائے تو وہاں کے لوگ ماپنے میں سب سے زیادہ غلطی کا شکار تھے، جب اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی تو وہ لوگ خوب اچھی طرح ماپنے لگے۔ ❶ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ اے اصحاب الکیل والوزن! تم لوگوں کو ایک ایسی چیز کا ذمہ دار بنایا گیا ہے، جس میں تم سے پہلی امتیں ہلاک ہو گئی تھیں۔ ❷ ابن ماجہ، بزار، بیہقی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے گروہ مہاجرین! پانچ خصلتیں ہیں جن کے متعلق میں اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ تم ان خصلتوں کو پاؤ، جس قوم میں بے حیائی غالب آ جاتی ہے اور وہ لوگ علی الاعلان بے حیائی کرنے لگتے ہیں تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں، جو ان کے اسلاف میں نہ رہی ہوں گی، جس قوم کے لوگ ماپ تول میں کمی کرنے لگیں، انہیں قحط سالی، شدید مشقت اور حکمرانوں کے ظلم میں گرفتار کر لیا جاتا ہے، جس قوم کے لوگ اپنے مال کی زکوٰۃ روک لیتے ہیں، ان سے آسمان کی بارش روک لی جاتی ہے، اگر چوپائے نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ ہو، جس قوم کے لوگ اللہ اور اس کے رسول کا وعدہ توڑ دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان پر بیرونی دشمن کو مسلط کر دیتا ہے اور وہ ان کی چیزوں پر قبضہ کر لیتے ہیں، اور جس قوم کے حکمران کتاب اللہ کے مطابق فیصلہ نہ کریں اور اللہ کی نازل کردہ شریعت کو اختیار نہ کریں تو اللہ تعالیٰ انہیں آپس میں لڑا دیتا ہے۔ ❸

امام مالک رحمہ اللہ نے موقوفاً اور طبرانی نے مرفوعاً یہ روایت نقل کی ہے کہ جس قوم میں بھی مال غنیمت میں خیانت کا غلبہ ہو جائے، اللہ تعالیٰ ان کے دل میں رعب ڈال دیتا ہے، جس قوم میں بدکاری کی کثرت ہو جائے، ان میں موت کی کثرت ہو جاتی ہے، جو قوم ماپ اور وزن میں کمی کرتی ہے، اللہ ان کے رزق میں کمی کر دیتا ہے، جو قوم ناحق فیصلہ کرتی ہے ان میں خونریزی بڑھ جاتی ہے، اور جو قوم بھی عہد کو توڑتی ہے، اللہ تعالیٰ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کر دیتا ہے۔ ❹ بیہقی نے موقوفاً حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے راستے میں شہادت تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہے، سوائے امانت کے، کہ

---

❶ ابن ماجه، التجارات: ٣٥. ❷ ترمذي: ١٢١٧.

❸ ابن ماجه، التجارات: ٣٥. ❹ موطا مالك، الجهاد: ٢٦.

قیامت کے دن اس آدمی کو لایا جائے گا جو اگر چہ راہ خدا میں شہید ہوا ہوگا اور اس سے کہا جائے گا کہ اپنی امانت ادا کرو، وہ عرض کرے گا پروردگار! یہ کیسے ممکن ہے جبکہ دنیا تو ختم ہو چکی، حکم ہوگا کہ اسے ''ہاویہ'' میں لے جاؤ، چنانچہ فرشتے اسے ہاویہ کی طرف لے جائیں گے اور اس کے پاس امانت میں رکھوائی ہوئی چیز اسی شکل میں آئے گی جس میں اس کے پاس رکھوائی گئی تھی، وہ اسے دیکھ کر پہچان لے گا، اور اس کے پیچھے بھاگے گا یہاں تک کہ اسے پکڑ لے گا اور اسے اپنے کندھوں پر اٹھالے گا، جب وہ یہ سمجھے گا کہ اب اسے قابو میں کر چکا ہے اور جہنم سے نکل سکتا ہے، اسی وقت وہ اس کے کندھوں سے پھسل جائے گی اور یوں وہ ہمیشہ اس کے پیچھے بھاگتا رہے گا، پھر نماز بھی امانت ہے، وضو بھی امانت ہے، وزن بھی امانت ہے، اور کیل بھی امانت ہے، اس کے بعد بھی حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے کئی چیزوں کا تذکرہ فرمایا، زاذان کہتے ہیں کہ میں حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوا اور ان سے عرض کیا کہ کیا آپ نے دیکھا حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ ایسی ایسی بات کہہ رہے ہیں؟ انہوں نے فرمایا وہ سچ کہہ رہے ہیں، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔'' ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہ قرار دینے کی تصریح بہت سے علماء نے کی ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کیونکہ یہ ''اکل بالباطل'' میں شامل ہے، اسی وجہ سے اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے جیسا کہ آیات و روایات سے آپ کو معلوم ہوا، نیز ناپ تول میں کمی بیشی کرنے والے کو ''مطفف'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ وہ گھٹیا چیز ہی پکڑتا ہے اور وہ بھی چوری اور خیانت ہی کی ایک قسم ہے، نیز اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ اس شخص میں احساس اور مروت نام کی کوئی چیز سرے سے ہی نہیں ہے، اسی وجہ سے تو اس کی سزا ''ویل'' کے لفظ سے بیان کی گئی ہے جس کا معنی عذاب کی شدت ہے، یا یہ جہنم کی اس وادی کا نام ہے جس میں اگر دنیا کے پہاڑ بھی چلا دیئے جائیں تو وہ اس کی گرمی کی شدت سے پگھل جائیں، نیز ناپ تول میں کمی ہی کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے قوم شعیب کو سخت ترین سزا دی تھی۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ایک چوتھائی دینار سے کم چیز غصب کرنا کبیرہ گناہ نہیں ہے تو پھر یہاں بھی نہیں ہونا چاہیے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ قیاس باعث اشکال ہے کیونکہ اس کے خلاف پر علماء کا اجماع ہو چکا ہے، اذرعی کہتے ہیں کہ یہ ایسی حد بندی ہے جس کی کوئی سند نہیں ہے، بالفرض اگر اسے صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ غصب ان چیزوں میں سے نہیں ہے کہ جس کا قلیل انسان کو کثیر پر آمادہ کر دے، کیونکہ غصب میں تو کوئی چیز جبراً اور زبردستی لی جاتی ہے بخلاف ناپ تول میں کمی کے کہ اس میں وہ چیز مکر و فریب اور خیانت کے ذریعے لے جاتی ہے، لہٰذا اس کا قلیل انسان کو کثیر پر آمادہ کرتا ہے، اس لیے اس سے بچنا ہی ضروری ہے اور اس کا قلیل و کثیر سب کبیرہ گناہ ہے اور اس کا استنباط فقہاء کے اس قول سے کیا گیا ہے جس کے مطابق شراب کا ایک قطرہ پینا بھی گناہ کبیرہ ہے، اگر چہ اس میں شراب کی خرابیاں نہ پائی

❶ النساء: ٥٨.

جائیں اس لیے کہ یہ بات طے شدہ ہے کہ شراب کی قلیل مقدار انسان کو کثیر پر آمادہ کرتی ہے، لہٰذا اس فرق کی بنیاد پر چوری کو غصب کے ساتھ ملانے کا اشکال نہیں ہونا چاہیے کیونکہ چور کو تو پکڑے جانے کا بہت خطرہ ہوتا ہے اور وہ دوسرے کے مال پر قادر نہیں ہوتا کہ آگے سے اس کا قلیل اس کے کثیر پر آمادہ کرے، بخلاف ناپ تول میں کمی کرنے والے کے کہ اسے تو دوسرے شخص کے مال پر مکمل دسترس ہوتی ہے، اور یوں اس کا قلیل انسان کو اس کے کثیر پر بآسانی آمادہ کرسکتا ہے، اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ یہ تفصیل صراحۃً یا اشارۃً میری نظر سے کہیں نہیں گزری۔

اس فرق کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ فقہاء نے غصب کے لیے شرائط متعین کی ہیں، جو چوری کے لیے انہوں نے متعین نہیں کی ہیں، غالباً ان کی نظر بھی اسی بات کی طرف گئی ہے جو میں نے ذکر کی ہے، اور اس فرق سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ بعض متاخرین نے اس بات پر جو یقین اور جزم ظاہر کیا ہے کہ معمولی چیز کی کمی صغیرہ گناہ ہے، یہ محل نظر ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ غصب کے مسئلے میں جھگڑا اس بات میں ہے کہ اسے چوتھائی دینار کے ساتھ محدود کردیا جائے، باقی اتنی معمولی چیز غصب کرنا جسے عام طور پر لوگ نظر انداز کردیتے ہیں تو اس کا صغیرہ گناہ ہونا سمجھ میں آجاتا ہے، یہی حال ناپ تول میں کمی کا بھی ہے اور یہ بعید از قیاس بھی نہیں، تاہم اکثر فقہاء کے کلام کے ظاہر سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے، اسی بناء پر ابن عبدالسلام نے نقل کیا ہے کہ ایک دانہ بھی غصب کرنا یا چوری کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس پر تمام علماء کا اجماع ہے، غالباً ابن عبدالسلام نے فقہاء کے اطلاق سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے جس کی طرف میں بھی اشارہ کرچکا ہوں، اس کی مزید تفصیل غصب کے بیان میں آئے گی۔

مالک بن دینار کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے ایک پڑوسی کے یہاں گیا، اس وقت اس پر نزع کی کیفیت طاری تھی، اور وہ بار بار یہ جملہ کہہ رہا تھا آگ کے دو پہاڑ، آگ کے دو پہاڑ، میں نے اس سے کہا کہ یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے کہا کہ ابو یحییٰ! میرے پاس ماپنے کے دو برتن تھے، ایک سے میں دوسروں کے لیے ماپتا تھا اور دوسرے سے اپنے لیے ماپ کرلیتا تھا، مالک کہتے ہیں کہ میں اٹھ کر ان دونوں برتنوں کو ایک دوسرے پر مارنے لگا، اس نے کہا کہ ابو یحییٰ! اس طرح تو معاملہ کی شدت میں اور اضافہ ہوگیا ہے، اسی حال میں وہ مرگیا، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ہر کیل اور وزن کرنے والے کے متعلق جہنم کی گواہی دیتا ہوں کیونکہ اس میں کمی سے کوئی نہیں بچ سکتا، سوائے اس کے جسے اللہ بچائے، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میں ایک ایسے بیمار آدمی کے پاس گیا، جو مرض الموت میں مبتلا تھا، میں اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگا لیکن اس کی زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا، جب اس کی حالت کچھ بہتر ہوئی تو میں نے اس سے کہا بھائی! یہ کیا بات ہے کہ میں تمہیں کلمہ شہادت کی تلقین کر رہا تھا لیکن تمہاری زبان پر کلمہ جاری نہیں ہو رہا تھا؟ اس نے جواب دیا بھائی! ترازو کی زبان میری زبان پر کلمہ شہادت جاری نہیں ہونے دے رہی تھی، میں نے اسے قسم دے کر پوچھا کیا تم وزن میں کمی کرتے تھے؟ اس نے جواب دیا واللہ! نہیں، لیکن ایک طویل عرصے تک مجھے اپنے ترازو کے باٹ صحیح ہونے پر اعتماد نہیں رہا تھا، نافع کہتے ہیں کہ جب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کسی تاجر کے پاس سے گزرتے تو فرماتے اللہ سے ڈرتے رہنا اور ناپ تول پورا کرنا، کیونکہ ناپ تول میں کمی کرنے والوں کو قیامت

کے دن اتنی دیر تک کھڑا رکھا جائے گا کہ ان کا پسینہ ان کے نصف کانوں تک آ پہنچے گا، یہی حکم کپڑے کی پیمائش کا بھی ہے، کسی نے بڑی خوبصورت بات کہی ہے کہ ہلاکت پر ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو ایک دانہ کم بیچے اور اس کے بدلے اس جنت سے ہاتھ دھو بیٹھے جس کی صرف چوڑائی ہی زمین و آسمان کے برابر ہے اور ایک دانہ زیادہ لے کر جہنم میں ایسی وادی خرید لے جس میں دنیا کے پہاڑ بھی پگھل جائیں گے۔

قرض کا بیان

۲۰۴۔ وہ قرض جو قرض خواہ کے لیے نفع کھینچ کر لائے

اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی وجہ واضح ہے کیونکہ یہ درحقیقت سود ہی ہے جیسا کہ سود کے بیان میں گزرا لہٰذا سود کے متعلق جتنی بھی وعیدیں گزری ہیں، وہ ایسے قرض کو بھی شامل ہیں، خوب سمجھ لیجئے۔

کسی کو مفلس قرار دینے کا بیان

۲۰۵-۲۰۶۔ عدم ادائیگی کی نیت سے قرض لینا یا واپسی کی امید نہ ہونے کے باوجود قرض لینا

امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص لوگوں کے اموال انہیں ضائع کرنے کی نیت سے لیتا ہے، اللہ اسے ضائع کر دیتا ہے۔ ❶ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی سے قرض لے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اسے ادا کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی طرف سے اسے ادا کر دے گا، اور جو شخص اس نیت سے قرض لے کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا، اور یوں ہی مر جائے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا تو یہ سمجھتا تھا کہ میں اپنے بندے کا حق تجھ سے وصول نہیں کروں گا؟ اس کے بعد اس کی نیکیاں لے کر دوسرے آدمی کی نیکیوں میں شامل کر دی جائیں گی اور اگر اس کے پاس نیکیاں نہ ہوئیں تو دوسرے آدمی کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی سے قرض لے جبکہ اس کا پختہ ارادہ یہ ہو کہ وہ اسے ادا نہیں کرے گا تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ وہ چوروں کی فہرست میں شامل ہوگا۔ ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اس کا مہر ادا نہیں کرے گا، تو جس دن اس کا انتقال ہوگا وہ زانی ہونے کی حالت میں مرے گا، اور جو شخص کسی آدمی سے کوئی چیز خریدے اور اس کی نیت یہ ہو کہ وہ اسے اس کی قیمت ادا نہیں کرے گا تو جس دن وہ مرے گا اس کا شمار خائنوں میں ہوگا اور خائن جہنم میں ہوگا۔

ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ اس کے ذمے کوئی درہم یا دینار واجب ہو تو اس کی

---

❶ صحيح بخاری، الزكاة: ۱۸ـ مسند احمد: ۲/ ۳۶۱.

❷ ابن ماجه، الصدقات: ۱۱.

ادائیگی اس کی نیکیوں سے کی جائے گی کیونکہ وہاں درہم اور دینار نہیں ہوں گے۔ ❶ امام احمد، بزار، طبرانی اور ابونعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مقروض کو بلائے گا اور اسے اپنے سامنے کھڑا کر کے پوچھے گا، ابن آدم! تو نے یہ قرض کیوں لیا تھا؟ اور کس بناء پر تو نے لوگوں کے حقوق ضائع کیے؟ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! تو جانتا ہے کہ میں نے قرض لیا تھا لیکن میں نے اسے کھایا اور نہ پیا، پہنا اور نہ ہی ضائع کیا بلکہ اسے آگ لگ گئی یا وہ چوری ہوگیا اور یا پھر اس میں نقصان ہوگیا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، میں تیری طرف سے ادائیگی کرنے کا زیادہ حقدار ہوں، پھر اللہ تعالیٰ ایک چیز منگوا کر اس کے ترازو کے پلڑے میں رکھ دے گا جس سے اس کی نیکیوں کا پلڑا اس کے گناہوں پر بھاری ہو جائے گا، اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی مہربانی سے جنت میں داخل کر دے گا۔ ❷ نسائی اور حاکم نے حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ میں کفر اور قرض سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں، ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ کفر کو قرض کے برابر سمجھتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! ❸ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مقروض اپنے قرض کی وجہ سے قید میں ہوگا اور اللہ سے تنہائی کی شکایت کرے گا۔ ابوداود اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے ''جو ان کبیرہ گناہوں کے بعد ہے جن سے اللہ نے منع کیا ہے'' کہ انسان اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے کہ مرتے وقت اس پر قرض ہو اور اس قرض کی ادائیگی کا اس کے پاس کوئی انتظام نہ ہو۔ ❹

ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جو اپنی اذیتوں کی وجہ سے دوسرے اہل جہنم کو پریشان کریں گے، وہ حمیم اور جحیم کے درمیان بھاگتے پھر رہے ہوں گے اور ہلاکت و تباہی کو پکارتے ہوں گے، اہل جہنم مجبور ہو کر ایک دوسرے سے کہیں گے کہ ان لوگوں کا کیا مسئلہ ہے، ہم تو پہلے ہی اذیت میں مبتلا ہیں اور یہ ہمیں مزید اذیت دے رہے ہیں...... ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس پر چنگاریوں کا تابوت لٹکا دیا گیا ہوگا، ایک آدمی اپنی انتڑیاں کھینچ رہا ہوگا، ایک آدمی کے منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا، اور ایک آدمی اپنا ہی گوشت کھا رہا ہوگا، تابوت والے آدمی سے لوگ کہیں گے کہ اس منحوس کا کیا مسئلہ ہے؟ اس نے ہماری اذیت میں مزید اضافہ کر دیا ہے، وہ جواب دے گا کہ یہ منحوس آدمی جب مرا تھا تو اس کے ذمے لوگوں کا قرض تھا اور اس کی ادائیگی کے لیے اس کے پاس کچھ نہیں تھا، امام احمد اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی فوت ہوگیا، ہم نے اسے غسل دیا، کفن پہنایا اور حنوط لگائی اور نماز جنازہ کے لیے اسے نبی علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے، نبی علیہ السلام نے ایک قدم آگے بڑھ کر پوچھا کیا اس کے ذمے کوئی قرض بھی ہے؟ ہم نے عرض کیا دو دینار کا قرض اس پر ہے، نبی علیہ السلام یہ سن کر واپس چلے گئے، حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ نے یہ قرض اپنے ذمے لے لیا، ہم نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ یہ قرض ابوقتادہ نے اپنے ذمے لے لیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا اللہ نے قرض خواہ کا حق پورا کروا دیا اور مرنے والا اس سے بری ہوگیا؟ عرض کیا گیا جی ہاں! تب نبی علیہ السلام نے اس

---

❶ ابن ماجه، الصدقات: ١٢.
❷ مسند احمد: ١/ ١٩٧.
❸ نسائي، الاستعاذة: ٢٣.
❹ ابو داود، البيوع: ٩- مسند احمد: ٤/ ٣٩٢.

کی نماز جنازہ پڑھادی، ایک دن بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ ان دو دیناروں کا کیا بنا؟ انہوں نے عرض کیا کہ وہ کل ہی تو مرا ہے، اگلے دن نبی علیہ السلام نے پھر پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ میں نے اس کا قرض ادا کر دیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اب اس کی کھال بری ہوئی۔ ❶

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس جب کوئی ایسا جنازہ لایا جاتا جس پر قرض ہوتا تو نبی علیہ السلام پہلے دریافت فرماتے کہ اس نے قرض کی ادائیگی کے لیے کچھ چھوڑا ہے یا نہیں؟ اگر بتایا جاتا کہ اس نے کچھ چھوڑا ہے تو نبی علیہ السلام اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتے ورنہ فرما دیتے کہ تم اپنے ساتھی کی نماز جنازہ خود پڑھ لو، پھر جب اللہ نے فتوحات کا دروازہ کھول دیا تو نبی علیہ السلام نے اعلان کر دیا کہ میں مسلمانوں پر ان کی جان سے زیادہ حق رکھتا ہوں، لہٰذا اب جو شخص مقروض ہو کر فوت ہوگا، اس کے قرضوں کی ادائیگی میرے ذمے ہے اور جو شخص مال و دولت چھوڑ کر فوت ہوگا، وہ مال اس کے ورثاء کا ہوگا۔ ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے کسی مقروض کی نماز جنازہ پڑھانے کی درخواست کی گئی، نبی علیہ السلام نے فرمایا جس آدمی کی روح قبر میں گروی رکھی ہوئی ہو، اس پر میرے نماز جنازہ پڑھانے سے تمہیں کوئی فائدہ نہ ہوگا اور اس کی روح آسمان کی طرف نہیں چڑھے گی، لیکن اگر کوئی شخص اس کا قرض اپنے ذمے لے لیتا ہے اور میں اٹھ کر اس کی نماز جنازہ پڑھا دیتا ہوں تب اسے فائدہ ہوگا۔ یہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہے کہ مسلمان کی جان اس کے قرضے کی وجہ سے لٹکی رہتی ہے یعنی جب تک قرض ادا نہ کیا جائے، اپنے مقام پر پہنچنے سے رکی رہتی ہے، حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ تمہارے ساتھی کو جنت کے دروازے پر اس قرض کی وجہ سے روک لیا گیا ہے جو اس کے ذمے تھا، اب اگر تم چاہو تو اس کا فدیہ ادا کر دو اور اگر چاہو تو اسے اللہ کے عذاب کے حوالے کر دو، نیز سند صحیح سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ مقروض کے ساتھ رہتا ہے یہاں تک کہ اس کا قرض ادا کر دیتا ہے بشرطیکہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو اللہ کو ناپسند ہو، اسی وجہ سے حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ اپنے خزانچی سے فرماتے تھے جا کر میرے لیے قرض لے کر آؤ، کیونکہ میں کوئی ایسی رات گذارنا پسند نہیں کرتا جس میں اللہ میرے ساتھ نہ ہو، کیونکہ میں نے یہ بات نبی علیہ السلام سے سنی ہے۔

سند صحیح سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد میں حائل ہو جائے تو اس نے اللہ کے معاملے میں اس کے ساتھ ضد بازی کی اور جو شخص اس حال میں فوت ہو کہ اس پر قرض ہو تو وہاں کوئی دینار اور درہم نہیں ہوگا، بلکہ نیکیاں اور گناہ ہوں گے اور جو شخص جان بوجھ کر باطل پر جھگڑا کرے، وہ اس وقت تک اللہ کی ناراضگی میں رہے گا، جب تک اس سے باز نہ آ جائے اور جو شخص کسی مومن کے متعلق ایسی بات کہے جو اس میں نہ ہو تو اسے ''ردغۃ الخبال'' میں روک لیا جائے گا، بزار اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جس شخص کا قرض ادا کرے گا، ان لوگوں میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس کی طاقت اللہ کے راستے میں کمزور ہوگئی ہو، اور وہ اللہ اور اپنے دشمن کے سامنے طاقت حاصل کرنے کے لیے قرض لیتا ہے اور جس شخص کے پاس کوئی ایسا مسلمان فوت ہو جائے جس کے کفن دفن کے

---

❶ مسند احمد: ۳/ ۳۳۰. ❷ صحیح مسلم، الفرائض ۱۴.

لیے اس کے پاس کچھ نہ ہوالا یہ کہ وہ کسی سے قرض لے لے، اور جس شخص کو اپنی تنہائی سے اندیشہ ہو اور وہ اپنے دین کی حفاظت کے لیے قرض لے کر نکاح کرلے، نیز صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر کوئی شخص اللہ کے راستے میں شہید ہوجائے پھر زندہ ہو، پھر شہید ہو، پھر زندہ ہو، پھر شہید ہوجائے اور اس کے ذمے کچھ قرض ہو تو وہ اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک اس کا قرض ادا نہ ہوجائے۔ نیز صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ تم اپنے آپ کو امن کے بعد خوف میں مبتلا نہ کرو، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! وہ کیسے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا قرض لے کر۔ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ گناہوں کو کم کرو، موت تم پر آسان ہوجائے گی اور قرض لینا کم کردو، تم آزادی کی زندگی گزاروگے اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قرض زمین میں اللہ کا جھنڈا ہے، جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل کرنا چاہتا ہے تو وہ جھنڈا اس کے گلے میں ڈال دیتا ہے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے کہیں گذری تو نہیں لیکن ان احادیث کو دیکھتے ہوئے یہ ایک واضح بات ہے خاص طور پر یہ بات کہ وہ اللہ سے اس حال میں ملے گا کہ وہ چور شمار ہوگا، اور دیگر حدیثیں ان دونوں گناہوں کو شامل ہیں، پہلا گناہ تو واضح ہے اور دوسرے کی طرف نبی علیہ السلام نے یوں اشارہ فرمایا ہے کہ اس نے دھوکہ دے کر اس کے مال پر قبضہ کرلیا اور کوئی شک نہیں کہ جو شخص قرض لے اور اس کے پاس بظاہر اس کی ادائیگی کا انتظام بھی نہ ہو اور قرض دینے والے کو اس کی حالت معلوم نہ ہو، تو گویا لینے والے نے اسے دھوکہ دیا، اگر یہ دھوکہ نہ ہوتا تو وہ اسے کبھی اپنا مال نہ دیتا اور قرض کے حوالے سے جتنی شدید وعیدیں ان احادیث وغیرہ میں بیان ہوئی ہیں، انہیں عنوان میں ذکر کی گئی دو میں سے کسی ایک صورت پر محمول کرنا ضروری ہے یا اس صورت پر جب کوئی آدمی معصیت کے کاموں میں خرچ کرنے کے لیے قرض لے۔

۲۰۷۔ مالدار آدمی کا قرض خواہ کے تقاضے کے باوجود بلا عذر ادائیگی میں ٹال مٹول کرنا

کتب ستہ کے مصنفین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے اور جب تم میں سے کسی کو کسی مالدار آدمی کے حوالے کردیا جائے، تو اسے اس ہی کا پیچھا کرنا چاہیے۔ [1] ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو آدمی قرض ادا کرنے پر قادر ہو، اس کے باوجود اس کا ٹال مٹول کرنا اس کی آبرو اور سزا کو حلال کردیتا ہے، یعنی لوگ اس کا تذکرہ بدمعاملگی اور ٹال مٹول سے کرتے ہیں، نیز قید اور پٹائی کے ذریعے اس کی سزا بھی مباح ہوجاتی ہے، بزار اور طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ اس مالدار آدمی کو ناپسند کرتا ہے جو ظالم ہو، وہ بوڑھا جو جاہل ہو، اور وہ فقیر جو متکبر ہو۔ یہ مضمون ابوداؤد اور ابن خزیمہ نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے معجم کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ اس امت کی عزت نہیں کرتا، جس میں کوئی کمزور کسی طاقتور آدمی سے اپنا حق وصول نہ کرسکے، پھر فرمایا جس شخص کا

---

[1] صحیح بخاری، الحوالات: ۱۔ مسند احمد: ۲/ ۷۱.

قرض خواہ اس سے خوش ہو کر واپس لوٹے، اس پر زمین کے جانور اور سمندر کی مچھلیاں رحمت کی دعا کرتی ہیں، اور جو آدمی بھی اپنے قرض خواہ کو پھیرے لگوائے حالانکہ اس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو تو اس پر ہر دن، ہر رات، ہر جمعہ اور ہر مہینے ظلم کا وبال لکھا جاتا ہے۔ ❶

طبرانی اور احمد نے حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت خولہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کی نبی علیہ السلام کے ذمے ایک وسق کھجوریں تھیں، نبی علیہ السلام نے ایک انصاری آدمی کو وہ قرض ادا کرنے کا حکم دیا، انصاری نے اس سے ہلکی کھجور قرض میں ادا کی لیکن قرض خواہ نے وہ لینے سے انکار کر دیا، انصاری نے کہا کہ کیا تم نبی علیہ السلام کو یہ کھجوریں واپس لوٹا دو گے؟ اس نے کہا ہاں! نبی علیہ السلام سے زیادہ عدل کرنے کا حقدار کون ہوگا؟ اس پر نبی علیہ السلام کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا اس نے سچ کہا، مجھ سے زیادہ عدل وانصاف کا حقدار اور کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ اس امت کو معزز نہیں بناتا جس کا کمزور طاقتور سے اپنا حق وصول نہ کر سکتا ہو اور اسے جھنجھوڑ نہ سکتا ہو، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اے خولہ! شمار کرو اور اس کی ادائیگی کرو، کیونکہ جب کوئی قرض خواہ، مقروض کے پاس سے راضی ہو کر نکلتا ہے تو زمین کے جانور اور سمندر کی مچھلیاں بھی اس کے لیے دعا کرتی ہیں، اور جب کوئی قرض خواہ، مقروض کے پھیرے لگواتا ہے حالانکہ اس کے پاس ادائیگی کا انتظام ہو تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے روزانہ گناہ لکھتا رہتا ہے۔ ❷ یہ مضمون ابن ماجہ نے بھی ایک اعرابی کے واقعے کی طرف نسبت کر کے نقل کیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے تو نہیں گذری لیکن پہلی اور بعد کی حدیثوں میں اس کی تصریح موجود ہے، کیونکہ ظلم، عزت وآبرو اور سزا حلال ہونے کا ذکر بہت بڑی وعید ہے، بلکہ ہمارے فقہاء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح کرتے ہوئے اس پر اتفاق کا دعویٰ کیا ہے کہ جو شخص قرض ادا کرنے پر قدرت رکھنے کے باوجود قرض ادا نہ کرے اور حاکم اسے ادا کرنے کا حکم دے چکا ہو تو حاکم اسے سخت سزا دے سکتا ہے، یہاں تک کہ وہ قرض ادا کر دے یا مر جائے، جیسا کہ بعض لوگوں نے اسے نماز پر قیاس کیا ہے، بعض فقہاء فرماتے ہیں کہ یہ ایک ضعیف چیز کی ضعیف پر قیاس آرائی ہے، کیونکہ بعض اوقات قیاس ضعیف چیز پر بھی کیا جا سکتا ہے جیسا کہ بعض مواقع پر رافعی نے بھی اس کی تصریح کی ہے، اور اس سے ان لوگوں کی تردید بھی نمایاں طور پر ہو جاتی ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ قیاس ہمیشہ متفق علیہ چیز پر ہی ہو سکتا ہے۔

پابندی کا بیان

۲۰۸۔ یتیم کا مال ناحق کھانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کھا رہے ہیں اور

---

❶ ابن ماجه، الصدقات: ١٧.
❷ مسند احمد: ٣/ ٣٧٦.

عنقریب وہ جہنم رسید ہوں گے۔'' ❶ قتادہ کہتے ہیں کہ یہ آیت قبیلہ غطفان کے اس آدمی کے متعلق نازل ہوئی تھی جو اپنے بھتیجے کے مال کا متولی تھا، وہ بچہ نابالغ اور یتیم ہوگیا تھا، اور وہ شخص اس کا مال کھا گیا تھا، اور ''ناحق'' کی قید سے وہ صورتیں نکل جاتی ہیں جن میں بچے کا سرپرست اس کا مال ان شرائط کے مطابق کھا سکتا ہے جو کتب فقہ میں مذکور ہیں، اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ''جو شخص غنی ہو، اسے یتیم کے مال سے بچنا چاہیے، اور جو شخص فقیر ہو اسے چاہیے کہ بھلے طریقے سے کھائے۔'' ❷ یعنی صرف ضرورت کے مطابق، یا یہ کہ وہ اپنے زیر نگرانی بچے کے مال میں سے بطور قرض کے لے لے، یا اپنی محنت کی اجرت کے تناسب سے لے لے، پھر اگر وہ آسانی سے اس کی ادائیگی کر دے تو بہت اچھا ورنہ وہ چاروں اقوال کے مطابق اس کے لیے حلال ہوگا، جن میں سے ہمارے نزدیک صحیح یہ ہے کہ ولی اگر بچے کے مال کی حفاظت کر کے تبرع نہ کرے تو اگر وہ غنی ہو تو اس میں سے کچھ نہ لے چاہے وہ تنگدست ہی ہو اور اگر وہ وصی ہو اور بچے کے مال کی دیکھ بھال کرنے کی وجہ سے وہ کمائی نہ کر سکتا ہو تو وہ قاضی کے فیصلے کے بغیر اس میں سے کچھ نہ کچھ لے سکتا ہے جو اس کی محنت کے تناسب سے اجرت اور عرف عام میں اس کے مناسب محنت کے درمیان کم ہو، اس اقل مقدار سے زیادہ لینا اس کے لیے جائز نہیں ہے، اور اگر قاضی ہو تو وہ بالکل کچھ نہیں لے سکتا، باقی رہا باپ، دادا اور ماں تو ان کے لیے بقدر کفایت لینے کی اجازت ہے کیونکہ بچے کے مال میں ان کا نفقہ بھی واجب ہے۔

اور اگر باپ یا دادا بچے کے مال کی نگہبانی کرنے میں تنگدلی کا مظاہرہ کرے تو قاضی اس کے لیے کوئی نگران مقرر کر دے، اور اس کے لیے بچے کے مال میں سے اجرت مقرر کر دے، ولی کو یہ حق نہیں ہے کہ قاضی سے اجرت مقرر کرنے کا مطالبہ کرے گو کہ وہ فقیر ہی ہو، تاہم ولی کو اس بات کی اجازت ہے کہ وہ اپنا کھانا یتیم کے کھانے کے ساتھ شامل کر لے اور اس مخلوط کھانے سے کسی مہمان کی مہمان نوازی کرے لیکن شرط یہ ہے کہ اس میں کوئی مصلحت ہو مثلاً کھانا اس کی ضرورت سے زائد ہو اور ضیافت اس مقدار سے زائد ہو جو یتیم کے ساتھ خاص ہے جیسا کہ واضح بات ہے، اور یہ جو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے کہ وہ اپنے پیٹوں میں آگ کھا رہے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ان کے پیٹ آگ کے لیے برتن ہیں یا تو حقیقۃً کہ اللہ تعالیٰ ان کے لیے آگ پیدا کر دے اور وہ اسے اپنے پیٹوں میں کھانے لگیں، یا یہ مجاز ہے اور مسبب بول کر سبب مراد لیا گیا ہے اور مراد یتیم کا مال ضائع کرنے کی تمام صورتیں ہیں، کیونکہ یتیم کا مال کھا کر ضائع کیا جائے یا کسی اور طرح، اس سے نقصان میں فرق نہیں آتا، اور یہاں خصوصیت کے ساتھ کھانے کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ اس وقت عام طور پر لوگوں کا مال جانور اور چوپائے ہوتے تھے ظاہر ہے کہ ان کا گوشت کھایا جاتا ہے اور دودھ پیا جاتا ہے یا اس وجہ سے کہ تمام تصرفات کا اصل مقصود وہی ہے، اس آیت میں جو شدید وعید بیان کی گئی ہے اسے دیکھتے ہوئے ابن دقیق العید رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یتیم کا مال ناحق کھانا سوء خاتمہ کی علامت ہے۔

اسی وجہ سے جب یہ آیت نازل ہوئی تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم پریشان ہوئے اور انہوں نے یتیموں کا مال اپنے مال میں شامل کرنے سے انکار کر دیا، یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمادی ''اگر تم انہیں اپنے ساتھ شریک کر لو تو وہ تمہارے

---

❶ النساء: ١٠. ❷ النساء: ٦.

بھائی ہیں۔'' ❶ اور یہ سمجھنا کہ اس آیت نے سورۂ نساء کی آیت کو منسوخ کر دیا ہے، فحش غلطی ہے کیونکہ سورۂ نساء کی آیت میں تو ظلماً یتیموں کا مال کھانے کی ممانعت ہے اور یہ حکم منسوخ نہیں ہوا اور مطلب یہ ہے کہ وہ اختلاط جو شدت کے ساتھ ممنوع اور اس پر وعید آئی ہے، وہ اس صورت میں ہے جب کہ وہ ظلماً ہو، ورنہ تو وہ عظیم ترین نیکی ہے، لہٰذا پہلی آیت پہلی شق سے متعلق ہے اور دوسری آیت دوسری شق سے متعلق ہے اور یہ بالکل واضح بات ہے، اور ان دونوں چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اس ارشاد میں جمع کیا ہے ''کسی یتیم کے مال کے قریب بھی نہ جاؤ لیکن احسن طریقے سے یہاں تک کہ وہ جوانی کو پہنچ جائے۔'' ❷ پھر یتیموں کے حق کی تاکید اور اس کی مزید اہمیت بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''ان لوگوں کو ڈرنا چاہیے جو اگر اپنے پیچھے کمزور چھوٹے بچے چھوڑ جائیں تو انہیں ان کے متعلق اندیشہ ہوتا ہے، انہیں چاہیے کہ اللہ سے ڈریں اور درست بات کہیں۔'' ❸

اس آیت کا سیاق اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ جس شخص کی پرورش میں کوئی یتیم بچہ ہو تو وہ اس کے ساتھ بولنے اور گفتگو کرنے تک میں اچھا سلوک کرے، اور جس طرح اپنے بچوں سے مخاطب ہوتا ہے اسی طرح اس سے مخاطب ہوا کرے، اس کے ساتھ نیکی اور حسن سلوک کرے، اس کے مال کی اسی طرح حفاظت کرے جیسے اپنے مال کی حفاظت کرتا ہے، کیونکہ جزا عمل کی جنس میں سے ہوتی ہے، اور محاورہ ہے ''کما تدین تدان'' یعنی جیسا کرو گے تمہارے ساتھ بھی ویسا ہی کیا جائے گا۔ انسان پر امن زندگی گذار رہا ہوتا ہے، دوسرے کے مال میں تصرف کر رہا ہوتا ہے، اچانک اس پر موت اتر آتی ہے اور اس نے دوسروں کے ساتھ جس طرح کیا ہوتا ہے اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کے مال و اولاد اور دیگر متعلقات میں بھی کرتا ہے، اچھا کیا ہو تو اچھا اور برا کیا ہو تو برا، اس لیے عقلمند آدمی اگر اپنے دین کے حوالے سے نہیں ڈرتا تو اپنے مال اور اولاد ہی کے حوالے سے ڈرے اور اپنی نگرانی میں موجود یتیموں کے مال میں اس طرح تصرف کرے جیسے وہ اپنی اولاد کے ولی سے اس کے مال میں تصرف کرنے کو پسند کرتا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت داؤد علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے داؤد! یتیم بچے کے حق میں مہربان باپ کی طرح اور بیواؤں کے حق میں شفیق شوہر کی طرح ہو جاؤ، اور یاد رکھو تم جس طرح بوؤ گے اسی طرح کاٹو گے کیونکہ تم نے بھی مرنا ہے اور تمہارا بھی بچہ یتیم اور بیوی بیوہ ہو گی، اسی طرح یتیموں کا مال ناحق کھانے کی وعید میں بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جو آیت مذکورہ میں آنے والی شدید وعید کے موافق ہے تاکہ لوگ اس تباہ کن اور حد سے زیادہ بڑے گناہ سے بچ سکیں، چنانچہ مسلم وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا اے ابوذر! میں تمہیں کمزور سمجھتا ہوں اور میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم کبھی دو آدمیوں پر حکمران نہ بننا اور کسی یتیم کے مال کے ولی نہ بننا۔ ❹

نیز شیخین کی وہ روایت جس میں سات ہلاکت خیز چیزوں سے بچنے کی تلقین کی گئی ہے، ان میں سے ایک چیز یتیم کا مال

---

❶ البقرة: ٢٢٠.
❷ الانعام: ١٥٣.
❸ النساء: ٩.
❹ صحيح مسلم، الامارة: ١٧.

بھی کھانا ہے، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل کرے گا اور نہ وہاں کی نعمتیں انہیں چکھائے گا، دائمی شراب نوشی کرنے والا، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا اور والدین کا نافرمان۔

ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن والوں کی طرف بھیجتے ہوئے جو خط لکھ کر دیا تھا، اس میں یہ بات بھی شامل تھی کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکبر الکبائر گناہ یہ ہوں گے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی مومن کو ناحق قتل کرنا، میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا، والدین کی نافرمانی، کسی پاکدامن عورت پر گناہ کی تہمت لگانا، جادو کی تعلیم حاصل کرنا، سود کھانا اور یتیم کا مال کھانا۔ ابو یعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن کچھ لوگوں کو ان کی قبروں سے اٹھایا جائے گا تو ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکل رہے ہوں گے کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''وہ لوگ جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے ہیں، وہ اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ کھا رہے ہیں۔'' نیز معراج کی حدیث میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر میں کچھ لوگوں کے پاس سے گزرا جن پر کچھ لوگوں کو مسلط کر دیا گیا تھا اور وہ ان کے جبڑے چیر رہے تھے، دوسرے لوگ آگ کی چٹانیں لا رہے تھے اور وہ ان کے منہ میں ڈال دیتے تھے اور وہ ان کے پائخانہ کے راستے نکل جاتی تھیں، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو یتیموں کا مال ناحق کھاتے رہے ہیں، اور اپنے پیٹوں میں جہنم کی آگ بھرتے رہے ہیں، تفسیر قرطبی میں بھی یہ مضمون نقل کیا گیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے جس کی دلیل گذر چکی، اور ان کے کلام کے ظاہر سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ یتیم کا مال کھانا تھوڑا ہو یا زیادہ، اس میں کوئی فرق نہیں ہے، البتہ اس میں اور غصب اور چوری کے درمیان فرق ہے جو عنقریب اپنے مقام پر آ جائے گا کہ یتیم کے مال میں ولی پوری طرح متصرف ہوتا ہے، اگر تھوڑے میں کبیرہ ہونے کا فیصلہ نہ کیا جائے تو وہ اسے زیادہ پر آمادہ کر دے گا، کیونکہ اس کے لیے تو کوئی رکاوٹ نہیں ہے وہ تو پورے مال کا ذمہ دار ہے، لہٰذا تھوڑا ہو یا زیادہ، دونوں صورتوں میں اس کے گناہ کبیرہ ہونے کا حکم لگایا جائے گا، بخلاف غصب اور چوری کے کہ اس میں ایسا نہیں ہوتا جیسا کہ عنقریب گزرا۔

خاتمہ: یتیم کی کفالت، اس پر شفقت اور بیواؤں کی خبر گیری کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا جنت میں اس طرح ہوں گے، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے اپنی شہادت والی اور درمیانی انگلی سے اشارہ کیا اور دونوں کے درمیان کچھ فاصلہ رکھا۔ [1] یہ مضمون مسلم نے بھی نقل کیا ہے اور بزار نے اس کے آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ جو شخص تین بچیوں کی خبر گیری کرے، وہ جنت

[1] صحیح بخاری [illegible]

میں ہوگا اور اس کے لیے اس مجاہد کے برابر اجر وثواب ہوگا جو دن کو روزہ رکھتا ہو اور رات کو قیام کرتا ہو۔ یہ مضمون ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے، ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مسلمانوں میں سے کسی یتیم کا کھانا پینا اپنے ساتھ شامل کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے جنت میں ضرور داخل کرے گا الا یہ کہ کوئی ایسا گناہ کر بیٹھے جس کی بخشش نہ ہو سکتی ہو۔ ❶ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مسلمانوں کا سب سے بہترین گھر وہ ہے جس میں کوئی یتیم بچہ ہو اور اس کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہو اور مسلمانوں کے گھروں میں سب سے بدترین گھر وہ ہے جہاں کوئی یتیم بچہ ہو اور اس کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہو۔ ابو یعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ میں وہ سب سے پہلا آدمی ہوں گا، جو جنت کا دروازہ کھلوائے گا لیکن میں دیکھوں گا کہ ایک عورت مجھ سے مسابقت کر رہی ہے، میں اس سے پوچھوں گا تجھے کیا ہوا؟ تو کون ہے؟ وہ عرض کرے گی کہ میں وہ عورت ہوں جو اپنے یتیم بچوں کی خاطر بیٹھی رہی تھی (دوسری شادی نہیں کی تھی)

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس شخص کو عذاب نہیں دے گا جس نے کسی یتیم پر رحم کیا ہو، اس سے نرمی سے بات کی ہو اور اس کی یتیمی اور کمزوری پر رحم کھایا ہو، اور اللہ نے اپنے فضل سے اسے جو کچھ عطا فرما رکھا ہو، اس میں وہ اپنے پڑوسی پر فخر نہ کرتا ہو، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرے جس کا مقصد محض اللہ کی رضا حاصل کرنا ہو تو جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھر جائے گا، ہر بال کے بدلے اسے نیکیاں عطا کی جائیں گی، اور جو شخص کسی یتیم بچے یا بچی کے ساتھ حسن سلوک کرے، میں اور وہ جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح ہوں گے۔ محدثین کی ایک جماعت نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت یعقوب علیہ السلام کے متعلق فرمایا ہے کہ ان کی بینائی ختم ہو جانا، کمر جھک جانا اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ساتھ ان کے بھائیوں کی بدسلوکی کی وجہ یہ ہے کہ ایک مرتبہ حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس ایک یتیم مسکین آیا جو بھوکا تھا، اس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام اور ان کے اہل خانہ نے ایک بکری ذبح کی تھی، ان سب نے اسے کھایا لیکن اس یتیم کو نہیں کھلایا، بعد میں اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا کہ اسے اپنی مخلوق میں ایسی محبت کسی سے نہیں ہے جیسی محبت یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ ہے، پھر اللہ نے انہیں حکم دیا کہ کھانا تیار کریں اور مسکینوں کی دعوت کریں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بیواؤں اور مسکینوں کی خبر گیری کرنے والا اس مجاہد فی سبیل اللہ کی طرح ہے جو ہمیشہ قیام کرے، کبھی کوتاہی نہ کرے اور ہمیشہ روزہ رکھے، کبھی ناغہ نہ کرے۔ ❷

ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ابتداء میں میں بہت نشہ کرتا تھا اور معاصی میں ڈوبا رہتا تھا، ایک دن میں نے ایک یتیم بچے کو دیکھا تو اس کا اسی طرح اکرام کیا جیسے اپنی اولاد کا اکرام کیا جاتا ہے بلکہ اس سے بھی زیادہ، پھر میں سویا تو خواب میں دیکھا کہ جہنم کی فرشتے زبانیہ مجھے پکڑ اور جکڑ کر جہنم کی طرف لے جا رہے ہیں، اچانک وہ یتیم بچہ مجھے راستے میں مل گیا، اس نے ان

---

❶ ترمذی، البر: ١٤.

❷ صحیح بخاری، النفقات: ١۔ صحیح مسلم، الزهد: ٤١.

فرشتوں سے کہا کہ اسے چھوڑ دو تا کہ میں اپنے رب سے اس کے متعلق مراجعت کرلوں، لیکن فرشتوں نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا، اچانک ایک آواز آئی کہ اسے چھوڑ دو کیونکہ اس نے اس یتیم کے ساتھ جو حسن سلوک کیا تھا، اس کی وجہ سے ہم نے یہ اسے دے دیا ہے، میں خواب سے بیدار ہوا اور اسی وقت سے یتیموں کے ساتھ اکرام میں خوب مبالغہ کرنے لگا، اسی طرح علویین میں ایک آدمی کی کچھ بیٹیاں تھیں، جب وہ فوت ہو گیا تو وہ شدید قسم کے فقر و فاقہ میں مبتلا ہو گئیں، مجبور ہو کر دشمنوں کی ہنسی سے بچنے کے لیے انہوں نے اپنا وطن چھوڑ دیا اور ایک مسجد میں پہنچیں جہاں اس شہر کے نمازی آنا بند ہو چکے تھے، ان کی والدہ نے انہیں مسجد میں چھوڑا اور خود ان کے لیے کھانے پینے کا بندوبست کرنے نکلی، وہ شہر کے حکمران کے پاس پہنچی جو کہ مسلمان تھا اور اس کے سامنے اپنے سارے حالات بیان کیے، وہ اسے سچا ماننے کے لیے تیار نہیں ہوا اور کہنے لگا کہ پہلے میرے سامنے اس بات پر کوئی گواہ پیش کرو، اس نے کہا کہ میں تو اس شہر میں اجنبی ہوں، گواہ کہاں سے لے کر آؤں؟ یہ سن کر اس نے اس عورت سے اعراض کیا، وہاں سے چل کر وہ ایک مجوسی کے پاس پہنچی اور اس کے سامنے بھی اپنے سارے حالات بیان کیے، اس نے اسے سچا تسلیم کرلیا اور اپنے گھر کی کسی عورت کو اس کے ہمراہ بھیج دیا، جو اسے اور اس کی بیٹیوں کو اپنے گھر لے آئی، اور اس مجوسی نے ان کا خوب اکرام کیا۔

جب آدھی رات گزری تو اس مسلمان حکمران نے خواب میں دیکھا کہ گویا قیامت قائم ہو چکی ہے اور نبی علیہ السلام کے سر پر لواء الحمد لہرا رہا ہے، اور ان کے پاس ہی ایک عظیم محل ہے، اس مسلمان نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ محل کس کا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک مسلمان آدمی کا، اس نے کہا کہ میں بھی مسلمان ہوں، اور اللہ کی وحدانیت کا قائل ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس پر کوئی گواہ پیش کرو، وہ حیران ہو گیا، تب نبی علیہ السلام نے اسے اس علویہ کا واقعہ یاد دلایا، جب وہ آدمی بیدار ہوا تو نہایت غمگین اور پریشان تھا کہ اس نے اس عورت کو کیوں دھتکارا؟ پھر اس نے اسے بہت تلاش کیا بالآخر اسے پتہ چل گیا کہ وہ فلاں مجوسی کے گھر میں ہے، اس نے اس مجوسی سے انہیں اپنے یہاں لے جانے کی درخواست کی لیکن اس مجوسی نے انکار کر دیا اور کہنے لگا کہ مجھے ان کی وجہ سے برکتیں نصیب ہو رہی ہیں، اس نے اسے ایک ہزار دینار کی پیشکش کی لیکن وہ نہ مانا، وہ امیر آدمی اسے مجبور کرنے لگا تو اس مجوسی نے کہا کہ تو جو چاہتا ہے اس کا زیادہ حق دار میں ہی ہوں، وہ محل جو تو نے خواب میں دیکھا ہے وہ میرے لیے تعمیر کیا گیا ہے، کیا تو مجھ پر اپنے مسلمان ہونے کی وجہ سے فخر کرتا ہے؟ بخدا میں اور میرے اہل خانہ اس دن رات کو سونے سے پہلے اس علویہ کے ہاتھ پر ایمان لا چکے ہیں اور میں نے بھی وہی خواب دیکھا تھا جو تو نے دیکھا تھا اور نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا تھا کہ کیا وہ علویہ اور اس کی بیٹیاں تیرے پاس ہیں؟ میں نے عرض کیا جی یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ محل تیرا اور تیرے اہل خانہ کا ہے، یہ سن کر وہ مسلمان غمگین و نامراد ہو کر لوٹ گیا۔

۲۰۹۔ کسی حرام کام میں اپنا پیسہ خرچ کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح تو میری نظروں سے نہیں گذری، لیکن اس پر علماء کا کلام دلالت کرتا ہے، کیونکہ علماء نے اسے بیوقوفی، فضول خرچی اور پابندی لگانے کے قابل چیز گردانا ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ ایسا بیوقوف جس

پر لین دین کی پابندی لگا دی جائے اس کی گواہی صحیح نہیں ہے اور وہ اپنی بیٹی وغیرہ کے نکاح میں اس کی جانب سے ولی نہیں بن سکتا، اور گواہی قبول نہ ہونا اور ولایت نکاح حاصل نہ ہونا فسق کی علامت ہے اور فسق کا لازمی نتیجہ کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا میری بات واضح اور ثابت ہوگئی، اور معنوی طور پر اس کی دلیل یہ بیان کی جاسکتی ہے کہ نفس کے نزدیک مال سے زیادہ معزز کوئی چیز نہیں ہوتی، جب معصیت کے کاموں میں اس کا خرچ انسان کے لیے معمولی بات ہو تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کے دل میں گناہوں کی کامل محبت ہے اور کوئی شک نہیں ہے کہ اس انہماک سے بہت بڑی بڑی خرابیاں جنم لیتی ہیں لہٰذا معنوی اعتبار سے بھی یہ کبیرہ گناہ ہوا۔

صلح کا بیان

۲۱۰۔ پڑوسی کو ''خواہ وہ ذمی ہی ہو'' ایذاء پہنچانا

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، وہ اپنے پڑوسی کو ایذاء نہ پہنچائے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے ورنہ خاموش رہے۔ ❶ مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے پڑوسی سے حسن سلوک کرے۔ ❷ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم لوگ زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی آدمی دس عورتوں سے بدکاری کرلے تو اس کا گناہ اپنے ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرنے سے کم ہے، پھر نبی علیہ السلام نے پوچھا کہ چوری کے بارے تمہاری کیا رائے ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے حرام قرار دیا ہے لہٰذا وہ قیامت تک حرام ہی رہے گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر کوئی آدمی دس گھروں میں چوری کرلے تو اس کا گناہ اپنے ہمسائے کے گھر چوری کرنے سے ہلکا ہے۔ ❸ امام احمد اور شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک موقع پر نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ یہ جملہ دہرایا بخدا وہ شخص مومن نہیں ہوسکتا، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کون؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہوں۔ ❹ یہ مضمون ابویعلی نے بھی نقل کیا ہے اور اصبہانی نے اس کی تفصیل آخر میں یوں نقل کی ہے کہ جب وہ رات گذارے تو اس کے شر سے محفوظ ہو اور اصل مومن وہ ہوتا ہے جو خود مشقت برداشت کرلے اور لوگ اس کی طرف سے راحت میں ہوں۔

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق: ۲۳۔ صحیح مسلم، الایمان: ۷۵.

❷ صحیح مسلم، الایمان: ۷۴.

❸ مسند احمد: ۲/ ۱۷۴.

❹ مسند احمد: ۱/ ۳۸۷۔ صحیح مسلم، الایمان: ۷۳.

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اپنے ہمسائے (یا بھائی) کے لیے بھی وہی پسند نہ کرنے لگے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔ ❶ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک آدمی آیا اور کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں بنو فلاں کے محلے میں رہتا ہوں، ان میں مجھے سب سے زیادہ تکلیف وہی آدمی دیتا ہے جو میرا سب سے قریبی ہمسایہ ہے، اس پر نبی علیہ السلام نے حضرات ابوبکر و عمر و علی رضی اللہ عنہم کو بھیجا کہ مسجد کے دروازے پر کھڑے ہو کر اعلان کر دیں کہ چالیس گھروں تک ''پڑوس'' ہوتا ہے اور کوئی ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کے شر سے خوف زدہ ہو۔ امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی شخص کے ایمان میں اس وقت تک استقامت نہیں آسکتی جب تک اس کے دل میں استقامت نہ ہو، اور کسی شخص کا دل اس وقت تک مستقیم نہیں ہوسکتا جب تک اس کی زبان مستقیم نہ ہو اور کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک اس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو جائیں۔ ❷

امام احمد، ابو یعلی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اصل مومن وہ ہے جس سے لوگ امن میں ہوں، اور اصل مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے دوسرے لوگ محفوظ ہوں، اصل مہاجر وہ ہے جو گناہوں کو ترک کر دے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، کوئی شخص اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک اس کے پڑوسی اس کے شر سے محفوظ نہ ہو جائیں۔ ❸ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی۔ ہے کہ اللہ نے تمہارے درمیان اخلاق بھی اسی طرح تقسیم کیے ہیں، جیسے تمہارے درمیان تمہارے رزق تقسیم کیے ہیں اور اللہ تعالیٰ دنیا تو ہر شخص کو دے دیتا ہے خواہ اسے پسند کرتا ہو یا نہ کرتا ہو، لیکن دین صرف اسی کو دیتا ہے جسے وہ پسند کرتا ہے، لہٰذا جس شخص کو اللہ تعالیٰ دین عطا فرما دے گویا اللہ اس سے محبت کرتا ہے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے کوئی شخص اس وقت تک مسلمان نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل اور زبان مسلمان نہ ہو جائیں اور کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کے پڑوسی اس کے ''بوائق'' سے محفوظ نہ ہو جائیں، راوی نے ''بوائق'' کا معنی پوچھا تو فرمایا دھوکہ اور ظلم اور انسان جب بھی حرام مال کما کر اس میں سے کچھ صدقہ کرتا ہے تو اس میں برکت نہیں دی جاتی۔ ❹ ابوالشیخ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس نے اپنے پڑوسی کو ایذاء پہنچائی، اس نے مجھے اذیت دی اور جس نے مجھے اذیت دی گویا اس نے اللہ کو اذیت دی، اور جس نے اپنے پڑوسی سے جنگ کی، اس نے مجھ سے جنگ کی اور جس نے مجھ سے جنگ کی گویا اس نے اللہ سے جنگ کی۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کسی غزوے کے لیے روانہ ہوئے تو فرمایا آج ہمارے ساتھ کوئی ایسا آدمی شریک نہیں ہوگا جس نے اپنے پڑوسی کو ایذاء پہنچائی ہو، ایک آدمی کہنے لگا کہ میں نے اپنے پڑوسی کی دیوار کی جڑ میں پیشاب کیا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر آج تم ہمارے ساتھ شریک نہ ہو۔ نسائی، حاکم اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے

---

❶ صحيح مسلم، الايمان: ٧١.
❷ مسند احمد: ١/ ٣٨٧.
❹ مسند احمد: ٣/ ١٥٤.

اللہ! حالت اقامت میں میں کسی برے پڑوسی سے تیری پناہ میں آتا ہوں، کیونکہ جنگل (سفر) کا پڑوسی تو جدا ہو جاتا ہے۔ ❶

امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن جن دو آدمیوں کا مقدمہ سب سے پہلے پیش ہوگا وہ دو پڑوسی ہوں گے۔ ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی اپنے پڑوسی کی شکایت لے کر نبی علیہ السلام کے پاس آیا، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اپنا سامان لے جا کر راستے میں رکھ دو، اس نے ایسا ہی کیا، اب جتنے بھی لوگ وہاں سے گذرتے سب اس کے ہمسائے پر لعنت کرتے، وہ پڑوسی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا، اور نبی علیہ السلام سے لوگوں کے رویئے کی شکایت کرنے لگا، نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں لوگوں سے کیا شکایت ہے؟ وہ کہنے لگا کہ لوگ مجھ پر لعنت کر رہے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگوں کے لعنت کرنے سے پہلے اللہ نے تجھ پر لعنت کی ہے، اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ میں اپنے پڑوسی کو نہیں ستاؤں گا، تھوڑی دیر بعد وہ شکایت کرنے والا آیا تو نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اپنا سامان اٹھالو، اس کے معاملے میں تمہاری کفایت ہوگئی، یہ مضمون بزار نے بھی نقل کیا ہے البتہ اس میں الفاظ کا معمولی اختلاف ہے، جیسے ابوداؤد کی روایت میں بھی ہے۔

امام احمد، بزار، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں عورت کثرت سے نماز، روزہ اور صدقہ وخیرات کے لیے مشہور ہے لیکن وہ اپنی زبان سے اپنے پڑوسیوں کو ایذاء پہنچاتی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جہنم میں ہوگی، اس نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! فلاں عورت نفلی نمازیں اور روزے تو بہت زیادہ نہیں رکھتی، صدقہ بھی پنیر کے چند ٹکڑے کرتی ہے لیکن اپنے پڑوسیوں کو ایذا نہیں پہنچاتی، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جنت میں ہوگی۔ ❸ طبرانی نے حضرت معاویہ بن حیدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ایک پڑوسی کا دوسرے پڑوسی پر کیا حق ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ بیمار ہو جائے تو تم اس کی عیادت کرو، مرجائے تو اس کی نماز جنازہ میں شرکت کرو، قرض مانگے تو اسے قرض دے دو اور اگر اس میں کوئی معیوب بات ہو تو اسے چھپاؤ، ابوالشیخ کی روایت میں یہ بھی ہے کہ اگر وہ تم سے مدد طلب کرے تو اس کی مدد کرو، اگر محتاج ہو تو اسے عطا کرو، کیا تم سمجھ رہے ہو کہ میں تم سے کیا کہہ رہا ہوں؟ بہت کم لوگ ہیں جو پڑوسیوں کا حق ادا کرتے ہیں، جن پر اللہ رحم فرمائے، خرائطی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اگر وہ تنگدست ہو تو تم اس کے ساتھ تعاون کرو، اسے کوئی خیر نصیب ہو تو اسے مبارک باد دو، اسے کوئی مصیبت پیش آئے تو اس سے تعزیت کرو، مرجائے تو اس کے جنازے میں شرکت کرو، اس پر اپنی عمارت کو طویل نہ کرو کہ اس کی ہوا رک جائے الا یہ کہ اس سے اجازت لے لو، اپنی ہنڈیا کی مہک سے اسے ایذاء مت پہنچاؤ الا یہ کہ اسے بھی اس میں سے کچھ بھجوا دو، اگر تم کوئی پھل خریدو تو اسے بھی ہدیہ کے طور پر اس میں سے کچھ بھیجو، اگر ایسا نہ کرسکو تو خاموشی سے اپنے گھر میں لے جایا کرو، اپنے بیٹے کو وہ پھل دے کر گھر سے باہر نہ بھیجا کرو تا کہ پڑوسی کا بیٹا احساسِ کمتری کا شکار ہو کر غصے میں نہ آجائے۔

---

❶ نسائي، الاستعاذة: ٤٤.

❷ مسند احمد: ٤/ ١٥١.

❸ مسند احمد: ٢/ ٤٤٠.

طبرانی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص مجھ پر ایمان نہیں رکھتا جو خود تو پیٹ بھر کر کھانا کھائے اور اس کا پڑوسی اس کے پہلو میں بھوکے پیٹ رات گذارے، حالانکہ اسے معلوم بھی ہو، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! مجھے پہننے کے لیے لباس مہیا کیجئے، نبی علیہ السلام نے اس سے اعراض فرمایا، اس نے دوبارہ اپنی درخواست پیش کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تمہارا پڑوسی ایسا ہے جس کے پاس دو زائد کپڑے ہیں؟ اس نے عرض کیا کیوں نہیں، کئی لوگ ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر وہ اور تم جنت میں جمع نہیں ہو سکو گے، اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کتنے ہی پڑوسی ہیں جو قیامت کے دن اپنے پڑوسیوں کے ساتھ چمٹے ہوں گے اور کہیں گے کہ پروردگار! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھ پر اپنے گھر کے دروازے کیوں بند کر رکھے تھے؟ اور اس نے اپنی زائد چیزیں مجھے کیوں نہ دی تھیں؟ ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معمولی ضعف کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے چند کلمات حاصل کرے، پھر ان پر عمل کرے یا کسی ایسے آدمی کو سکھادے جو ان پر عمل کر سکے؟ میں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا، نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر وہ پانچ چیزیں شمار کروائیں، چنانچہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ حرام کاموں سے بچو، تم سب سے بڑے عبادت گذار بن جاؤ گے، اپنے لیے اللہ کی تقسیم پر راضی رہو، تم سب سے زیادہ غنی ہو جاؤ گے، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، تم مومن بن جاؤ گے، لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو، تم مسلمان بن جاؤ گے، اور کثرت سے ہنسنا چھوڑ دو کیونکہ کثرت سے ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ [1]

ترمذی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین ساتھی وہ ہیں جو اپنے ساتھی کے حق میں بہترین ہوں اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بہترین پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں سب سے بہتر ہو۔ [2] ایک صحیح حدیث میں ہے کہ وہ لوگ جن سے اللہ تعالیٰ محبت کرتا ہے، ان میں ایک آدمی وہ ہے جس کا کوئی برا ہمسایہ ہو اور وہ اس کی ایذاء رسانیوں پر صبر کرے یہاں تک کہ اللہ زندگی یا موت کے ذریعے اس کی کفایت فرمالے۔ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جبریل مجھے مسلسل پڑوسی کے متعلق وصیت کرتے رہے حتیٰ کہ مجھے یہ گمان ہونے لگا کہ وہ اسے وراثت میں بھی حقدار قرار دے دیں گے۔ [3] امام احمد نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک انصاری صحابی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اپنے گھر والوں کے ساتھ نبی علیہ السلام سے ملنے کے لیے آیا، اس وقت نبی علیہ السلام کھڑے ہوئے تھے اور ایک آدمی ان کی طرف متوجہ تھا، میں یہ سمجھا کہ شاید اسے نبی علیہ السلام سے کوئی کام ہے، چنانچہ میں بیٹھ گیا، بخدا نبی علیہ السلام اتنی دیر تک اس کے ساتھ کھڑے رہے کہ مجھے نبی علیہ السلام پر ترس آنے لگا، جب وہ آدمی چلا گیا تو میں اٹھ کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! اس آدمی نے آپ کو اتنی دیر تک کھڑا رکھا کہ مجھے آپ پر ترس آنے لگا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ وہ آدمی کون تھا؟ میں نے عرض کیا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جبریل تھے اور مجھے مسلسل

---

1. ترمذی، الزهد: ٢.
2. ترمذی، البر: ٢٨ ـ مسند احمد: ٢/ ١٦٨.
3. صحیح بخاری، الادب: ٢٨ ـ مسند احمد: ٢/ ٨٥.

پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کررہے تھے حتیٰ کہ میں یہ سمجھنے لگا کہ شاید وہ اسے وراثت میں بھی حقدار قرار دے دیں گے، آگاہ ہو جاؤ کہ اگر تم انہیں سلام کرتے تو وہ تمہیں جواب ضرور دیتے۔ ❶

طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ''جبکہ نبی علیہ السلام حجۃ الوداع کے موقع پر اپنی اونٹنی ''جدعاء'' پر سوار تھے'' کہ میں تمہیں پڑوسیوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کرتا ہوں، نبی علیہ السلام نے یہ بات اتنی مرتبہ دہرائی کہ میں سوچنے لگا کہ نبی علیہ السلام اسے وراثت میں بھی حقدار قرار دے دیں گے، ابوداؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے گھر میں ایک بکری ذبح ہوئی، جب وہ گھر آئے تو انہوں نے پوچھا کہ کیا ہمارے یہودی پڑوسی کو تم نے اس کا ہدیہ بھیجا ہے؟ اہل خانہ نے جواب دیا کہ نہیں، انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جبریل نے مجھے اتنے تسلسل کے ساتھ پڑوسی سے حسن سلوک کی وصیت کی ہے کہ مجھے یہ خیال ہونے لگا شاید وہ اسے وراثت میں بھی حقدار قرار دے دیں گے۔ ❷ اس متن کو بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم نے مختلف الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان کے نیک بخت ہونے کی علامت یہ ہے کہ اسے نیک پڑوسی، خوشگوار سواری، اور کشادہ گھر مل جائے۔ ❸ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار چیزیں سعادت کی علامت ہیں نیک بیوی، کشادہ گھر، نیک پڑوسی اور خوشگوار سواری اور چار چیزیں بدنصیبی کی علامت ہیں برا پڑوسی، بری بیوی، بری سواری اور تنگ گھر۔ طبرانی نے معجم کبیر اور اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نیک مسلمان کی برکت سے اس کے ہمسائے میں رہنے والے سو گھرانوں سے بلائیں دور کرتا ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اگر اللہ لوگوں سے ایک دوسرے کی وجہ سے بلائیں نہ ٹالتا تو زمین میں فساد پھیل جاتا۔'' ❹ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی ایسا عمل بتا دیجئے کہ اگر میں اس پر عمل کرنے لگوں تو جنت میں داخل ہو جاؤں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم ''محسن'' بن جاؤ، اس نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کیسے پتہ چلے گا کہ میں محسن ہو گیا ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے پڑوسیوں سے تحقیق کر لینا، وہ اگر تمہارے متعلق کہہ دیں کہ تم نیک ہو تو واقعی تم نیک ہو اور اگر وہ کہہ دیں کہ تم برے ہو تو تم واقعی برے ہو۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث کثیرہ صحیحہ میں وضاحت سے بیان کیا گیا ہے اور متعدد علماء نے اس کی تصریح بھی کی ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ شبہ پیدا ہو کہ مطلقاً ایذاء مسلم بھی تو کبیرہ گناہ ہے، پھر خصوصیت کے ساتھ پڑوسی کا ذکر کرنے کی کیا وجہ ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ عام آدمی کی طرف سے پہنچنے والی تکلیف کو

---

❶ صحيح بخاري، الادب: ۲۸۔ مسند احمد: ۲/ ۸۵.

❷ صحيح بخاري، الادب: ۲۸۔ مسند احمد: ۲/ ۸۵.

❸ مسند احمد، ۳/ ۴۰۷. ❹ البقرة: ۲۵۱.

عرف عام میں نا قابل برداشت حد تک پہنچ جانے کے بعد ایذاءرسانی میں شمار کیا جاتا ہے جبکہ پڑوسی کی ایذاءرسانی کے لیے گناہ کبیرہ ہونے میں یہ شرط نہیں ہے کہ عرف عام میں بھی اسے ایذاء سمجھا جاتا ہو اور مذکورہ احادیث صحیحہ کی روشنی میں دونوں کے درمیان فرق واضح ہے کہ پڑوسی کے حقوق کی رعایت رکھنا کتنا ضروری ہے؟

یہ بات بھی جان لیجئے کہ پڑوسی تین طرح کے ہوتے ہیں، بعض وہ جو قرابت دار بھی ہوتے ہیں اور مسلمان بھی ہوتے ہیں ان کے تین حقوق ہیں، پڑوسی ہونے کا حق، مسلمان ہونے کا حق اور قرابت داری کا حق، بعض پڑوسی صرف مسلمان ہوتے ہیں، ان کے پہلے دو حق ہوتے ہیں اور بعض پڑوسی غیر مسلم ہوتے ہیں مثلاً ذمی ان کا صرف پہلا حق ہوتا ہے تاہم ہر پڑوسی کو اپنی ایذاءرسانی سے بچانا ضروری ہے اور اس کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آنا چاہیے کہ اس سے بہترین نتائج حاصل ہو سکتے ہیں جیسا کہ حضرت سہل تستری رحمہ اللہ کا واقعہ ہے کہ ان کا ایک پڑوسی مجوسی تھا، اس نے اپنے گھر میں بیت الخلاء اس طرح بنایا ہوا تھا کہ اس کے گھر کی ساری گندگی حضرت سہل رضی اللہ عنہ کے گھر میں گرتی تھی، ایک عرصہ دراز تک حضرت سہل رضی اللہ عنہ کا یہ معمول رہا کہ روزانہ دن کے وقت ان کے گھر میں جو گندگی جمع ہوتی تھی، اسے رات کو صاف کر دیتے تھے، جب وہ بیمار ہوئے تو اس مجوسی کو بلا کر اس کا ذکر کیا اور اس سے معذرت کی کہ میرے بعد شاید میرے ورثاء اس چیز کا تحمل نہ کر سکیں اور جھگڑا کریں، اس مجوسی کو اتنی سخت ایذاءرسانی پر ان کے صبر سے بڑا تعجب ہوا، اور وہ ان سے کہنے لگا کہ آپ نے اتنا لمبا عرصہ میرے ساتھ یہ معاملہ کیا اور میں اب تک اپنے کفر پر قائم ہوں، اپنا ہاتھ بڑھائیے کہ میں اسلام قبول کروں، انہوں نے ہاتھ بڑھایا، ادھر اس نے اسلام قبول کیا اور ادھر حضرت سہل رضی اللہ عنہ کی روح پرواز کر گئی۔

۲۱۱۔ تکبر کی وجہ سے ضرورت سے بڑھ کر عمارت تعمیر کرنا

ابن ابی الدنیا نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص سات گز سے اوپر عمارت کی تعمیر لے جاتا ہے تو ایک منادی پکارتا ہے کہ اے افسق الفاسقین! کہاں جا رہا ہے؟ ابوداؤد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام گھر سے باہر نکلے، ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ہمراہ تھے، نبی علیہ السلام نے ایک بلند و بالا خیمہ دیکھا تو فرمایا یہ کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہ نے بتایا کہ یہ فلاں انصاری کا خیمہ ہے، نبی علیہ السلام خاموش ہو گئے لیکن طبیعت مبارکہ پر بوجھ رہا، یہی وجہ ہے کہ جب اس کا مالک نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے سلام کیا تو نبی علیہ السلام نے اس سے اعراض کیا، کئی مرتبہ ایسا ہوا تو وہ سمجھ گیا کہ نبی علیہ السلام اس سے ناراض ہیں، اس نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ نبی علیہ السلام باہر تشریف لے گئے تھے تو تمہارا خیمہ دیکھا تھا، یہ سنتے ہی وہ آدمی پلٹا اور اپنا خیمہ منہدم کر کے زمین کے برابر کر دیا، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام پھر وہاں سے گزرے تو وہ خیمہ نظر نہ آیا، وجہ پوچھی تو لوگوں نے بتایا کہ اس کے مالک نے آپ کے اعراض فرمانے کا ہم سے تذکرہ کیا تھا، ہم نے اسے ساری بات بتا دی تھی جس پر اس نے اسے منہدم کر دیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر تعمیر اپنے مالک کے لیے باعث وبال ہے سوائے اس کے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو۔ (۱) ابن ماجہ کی روایت میں اس شخص کے لیے نبی علیہ السلام نے دعا رحمت بھی

(۱) ابوداؤد، الادب: ۱۵۷.

فرمائی ہے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر تعمیر اپنے مالک کے لیے باعث وبال ہے الا یہ کہ جو اس طرح ہو، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے اپنی ہتھیلی سے اشارہ کیا اور ہر علم اپنے جاننے والے کے لیے باعث وبال ہے الا یہ کہ وہ اس پر عمل کرے۔ طبرانی ہی نے معاجم ثلثہ میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ کر لیتا ہے تو اس کے سامنے اینٹیں اور گارا حاضر کر دیتا ہے تاکہ وہ تعمیر میں مشغول ہو جائے، معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو ذلیل کرنے کا ارادہ کر لیتا ہے تو وہ شخص اپنا مال تعمیر میں خرچ کرنے لگتا ہے، معجم کبیر میں مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کفایت سے بڑھ کر تعمیر کرتا ہے، اسے قیامت کے دن اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ اسے اپنے کندھوں پر اٹھائے، نیز معجم کبیر ہی میں سند جید کے ساتھ مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے ایک قبہ تعمیر کروایا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے منہدم کر دو یا اس کی قیمت کے برابر صدقہ وخیرات کرو، انہوں نے عرض کیا کہ میں اسے منہدم کیے دیتا ہوں۔ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر نیکی صدقہ ہے، انسان اپنے اہل خانہ پر جو کچھ خرچ کرتا ہے، اس کے لیے صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے اور مومن جو کچھ خرچ کرتا ہے، اس کا نعم البدل اللہ کے ذمے ہوتا ہے، اور اللہ اس کا ضامن ہوتا ہے الا یہ کہ وہ تعمیر پر خرچ کرے یا معصیت کے کاموں میں، صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ انسان کو اس کے ہر خرچ کرنے پر اجر وثواب ملتا ہے سوائے مٹی یا تعمیر پر خرچ کرنے کے۔ ترمذی نے اس کے آخر میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ اس میں کوئی خیر نہیں ہے۔ [1] ابوداؤد نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے بدترین وہ چیز جس میں مسلمان آدمی کا مال ضائع ہوتا ہے، وہ تعمیر ہے۔ [2] صحیح حدیث جبریل میں قیامت کی علامت یہ بیان کی گئی ہے کہ بکریاں چرانے والے بڑی بڑی عمارتیں بنا کر اس میں ایک دوسرے پر فخر کرنے لگیں گے۔ [3]

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے تو نہیں گذری لیکن اقوال صحابہ رضی اللہ عنہم سے صراحۃً یہی بات معلوم ہوتی ہے اور یہ واضح بات ہے کہ ایسی بات محض اپنی رائے کی بنیاد پر نہیں کہی جا سکتی، اور صحابہ رضی اللہ عنہم کے ایسے اقوال مرفوع حدیث کے حکم میں ہوتے ہیں کیونکہ ان میں اجتہاد کی گنجائش نہیں ہوتی، اسی طرح بعد کی احادیث سے بھی اس کی تصریح ثابت ہو جاتی ہے اور بعض میں اس وعید کی طرف اشارہ موجود ہے جیسے نبی علیہ السلام کی ناراضگی، سلام کا جواب نہ دینا اور اسے منہدم کیے بغیر خوش نہ ہونا اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی علامات ہیں، لیکن بہتر ہے کہ اسے عنوان میں ذکر کیے گئے غرور وتکبر پر محمول کیا جائے۔

---

1. ترمذی، القیامة: ٤٠.
2. الترغيب والترهيب: ٢٢/٣.
3. صحيح بخاری، الايمان: ٣٧۔ صحيح مسلم، الايمان: ١.

۲۱۴۔ زمین کی حدود تبدیل کر دینا

امام احمد، مسلم اور نسائی نے یہ روایت حضرت علی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجھ سے چار کلمات بیان فرمائے ہیں، راوی نے عرض کیا امیر المومنین! وہ کیا باتیں ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو، جو غیر اللہ کے نام پر جانور ذبح کرے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے والدین پر لعنت کرے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو کسی بدعتی کو ٹھکانہ دے، اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو زمین کی حدود بدل دے۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس حدیث کی تصریح ہے جیسا کہ علماء کی ایک جماعت نے اس کی تصریح بھی کی ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں ''اکل بالباطل'' پایا جاتا ہے یا یہ کہ مسلمان کے لیے اس میں شدید ایذاء رسانی ہے یا ان دونوں میں سے کسی ایک کا سبب بنتا ہے اور سبب کا وہی حکم ہوتا ہے جو اصل مقاصد کا ہوتا ہے، لہٰذا یہ اس صورت کو بھی شامل ہے جبکہ یہ کام شرکاء میں سے کوئی ایک کرے، یا کوئی اجنبی کرے اور جو شخص اس کا سبب بنے مثلاً دوسرے آدمی کی زمین میں گذرنے کا راستہ بنالے، ایسے شخص کو چاہیے کہ ایسی جگہ سے گزرے جہاں سے کسی کو کوئی تکلیف نہ ہو، ہمارے ایک بزرگ قفال کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا کہ ایک مرتبہ وہ بادشاہ کی ایک جانب سواری پر سوار تھے اور دوسری جانب ایک حنفی بزرگ تھے، راستہ تنگ ہو گیا تو قفال دوسرے راستے پر چلنے لگے، دوسرے بزرگ نے بادشاہ سے کہا کہ شیخ سے پوچھئے کیا دوسرے آدمی کی زمین سے گزرنا جائز ہے؟ بادشاہ کے استفسار پر انہوں نے جواب دیا ہاں! جبکہ اسے گذرگاہ نہ بنالیا جائے اور وہاں کوئی فصل وغیرہ نہ ہو جسے گزرنے کی وجہ سے نقصان پہنچے جیسا کہ ظاہر ہے۔

۲۱۳۔ کسی نابینا آدمی کو غلط راستے پر لگا دینا

اصحابِ سنن نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی نابینا آدمی کو غلط راستے پر لگا دے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کا ذکر بعض حضرات کے کلام میں آیا ہے، غالباً ان کا ماخذ وہی حدیث ہے جو ابھی ذکر ہوئی، کیونکہ یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ کسی کام پر نبی علیہ السلام کا لعنت فرمانا اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی علامات میں سے ہے اور اس کی وجہ واضح ہے کیونکہ یہ کام ایذاء رسانی میں شامل ہے جو عام طور پر ناقابل برداشت ہوتی ہے، کیونکہ اگر کسی نابینا آدمی کو غلط راستے پر لگا دیا جائے تو اس سے بہت سارے نقصانات اور خطرات پیدا ہو جاتے ہیں اس لیے اس کا کبیرہ گناہ ہونا بعید از قیاس نہیں ہے۔

---

❶ مسند احمد: ۱/ ۲۱۷.

۲۱۴ تا ۲۱۶۔ بند راستے میں مالک کی اجازت کے بغیر تصرف کرنا، سڑک پر کوئی ایسا کام کرنا جس سے راہگیروں کو دشواری ہو، اور مشترکہ دیوار میں دوسرے شریک کی اجازت کے بغیر کوئی ایسا تصرف کرنا جو عرفاً قابل قبول نہ ہوتا ہو

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا فقہاء کے کلام سے مفہوم ہوتا ہے گو کہ انہوں نے اس کی تصریح نہیں کی ہے، کیونکہ ان میں سے ہر ایک کام جو لوگوں کو اذیت دیتا ہے، ان کے حقوق پر ظلماً قبضہ کرنا ہے، اور کوئی شک نہیں ہے کہ یہ اذیت اور لوگوں کے حقوق پر غالب آنا ان تینوں گناہوں اور ان کے علاوہ بھی بہت سے گناہوں کو شامل ہے، نیز غصب اور ظلم کے بیان میں جو دلائل آئیں گے وہ بھی ان تینوں کو شامل ہیں، اس لیے اس مضمون کا استحضار وہاں ہونا ضروری ہے۔

ضمان کا بیان

۲۱۷۔ ضامن کا ذمہ داری لینے کے بعد ادائیگی پر قدرت ہونے کے باوجود ادائیگی نہ کرنا

میرا اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ جب کوئی آدمی کسی کے قرض کا ضامن بنتا ہے تو اس کے ذمے حقیقتاً قرض ثابت ہو جاتا ہے اور وہ مقروض ہو جاتا ہے لہٰذا مالدار آدمی کے ٹال مٹول کے حوالے سے جو تفصیلات ذکر کی گئی ہیں، وہ سب یہاں بھی متوجہ ہوں گی، اور یہاں خصوصیت سے اس صورت کو الگ ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اکثر لوگوں پر یہ صورت مخفی ہے کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ کسی کے قرض کا ضامن بن جانا ایک نیکی ہے جو انسان کو اتنے بڑے گناہ میں مبتلا نہیں کر سکتی، حالانکہ ایسا نہیں ہے کیونکہ اس نیکی سے بھی وہ حقیقتاً مقروض بن جاتا ہے اور آخرت میں اسی سے اس کا مطالبہ ہوگا۔

شرکت اور وکالت کا بیان

۲۱۸-۲۱۹۔ ایک شریک کا دوسرے شریک سے یا وکیل کا اپنے موکل سے خیانت کرنا

ابو یعلی اور بیہقی نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص اپنے شریک سے اس چیز میں خیانت کرے جس میں اس نے اسے امانتدار اور نگران بنایا ہو تو میں اس سے بری ہوں، یہ بھی حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص امانت میں خیانت کرے تو اس میں اس سے جھگڑا کروں گا، اور صحیحین کی حدیث میں ہے کہ چار چیزیں ہیں وہ جس آدمی میں بھی پائی جائیں وہ پکا منافق ہوگا اور جس میں ان میں سے کوئی ایک چیز ہو تو اس میں نفاق کی ایک خصلت ہوگی، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب وعدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔ [1] ابو داؤد اور حاکم نے یہ روایت نقل

---

[1] صحیح بخاری، الایمان: ٢٤۔ صحیح مسلم، الایمان: ١٠٦۔

کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، میں دو شریکوں کے ساتھ تیسرا ہوتا ہوں جب تک ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے، جب وہ خیانت کرنے لگے تو میں ان دونوں کے درمیان سے نکل جاتا ہوں۔ [1] رزین نے اس میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ پھر شیطان آ جاتا ہے، دارقطنی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دونوں شریکوں پر اس وقت تک اللہ کا ہاتھ رہتا ہے جب تک ان میں سے کوئی ایک دوسرے کے ساتھ خیانت نہ کرے لیکن جب ان میں سے کوئی ایک دوسرے سے خیانت کرتا ہے تو اللہ کا ہاتھ ان دونوں سے اٹھا لیا جاتا ہے۔

یہ اور اس سے پہلی حدیث اس بات سے کنایہ ہے کہ وہ دونوں جب تک صدق اور امانت کے قانون پر چلتے رہتے ہیں تو ان پر برکت، حفاظت اور اضافے کا نزول ہوتا رہتا ہے اور جب ان میں سے کوئی ایک خیانت کرتا ہے تو وہ برکت اٹھالی جاتی ہے اور مال پر آفات و بلیات مسلط کر دی جاتی ہیں۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہ قرار دینا ان احادیث سے ظاہر ہے، گو کہ علماء نے خصوصیت سے علیحدہ طور پر اسے ذکر نہیں کیا ہے بلکہ ایک عام گناہ کو ذکر کر کے اسے اس میں شامل قرار دیا ہے، امانت کے بیان میں اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

اقرار کا بیان

۲۲۰۔ ورثاء میں سے کسی کے لیے یا کسی اجنبی کے لیے قرض وغیرہ کا جھوٹا اقرار کرنا

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ وصیت کرنے میں ورثاء کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے۔ [2] یہ روایت دارقطنی نے نقل کی ہے، ابن ابی حاتم نے کہا ہے کہ اس کا موقوف ہونا ہی صحیح قول ہے، امام احمد اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انسان بعض اوقات ستر سال تک نیکی کے کام کرتا رہتا ہے لیکن جب وصیت کرتا ہے تو اس میں اپنے ورثاء پر ظلم کر دیتا ہے اس طرح اس کا انجام بدترین عمل پر ہوتا ہے اور وہ جہنم میں داخل ہو جاتا ہے اور بعض اوقات ایک آدمی ستر سال تک گناہ کے کام کرتا رہتا ہے لیکن وصیت میں عدل و انصاف سے کام لیتا ہے اس طرح اس کا انجام بہترین عمل پر ہوتا ہے اور وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ''یہ اللہ کی مقررہ حدود ہیں۔'' [3] ابو داؤد اور ترمذی کی روایت میں یہ مضمون اس طرح مروی ہے کہ ایک آدمی یا عورت اللہ کی اطاعت کا کام کرتے ہیں پھر جب ان کی موت کا وقت قریب آتا ہے تو وہ وصیت میں اپنے ورثاء کو نقصان پہنچا جاتے ہیں اور یوں ان کے لیے جہنم واجب ہو جاتی ہے، پھر حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۱۱ تلاوت فرماتے۔ [4]

---

[1] ابو داود، البیوع: ۲۶.
[2] ابو داود، الوصایا: ۳.

تنبیہ

وصیت میں اپنے ورثاء کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے اور اس کی تصریح بہت سے علماء نے کی ہے، اس کی مزید تفصیل وصیت کے بیان میں آئے گی۔

۲۲۱۔ مریض کا اپنے اوپر واجب قرضوں وغیرہ کا اقرار نہ کرنا

میرا اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ اس حالت میں بھی اپنے اوپر واجب الاداء چیزوں کا اقرار نہ کرنا دوسرے کے حقوق ضائع کرنے کا واضح سبب ہے، اور دوسروں کے حقوق ضائع کرنا گناہ کبیرہ ہے اسی طرح اس کا سبب بننا بھی گناہ کبیرہ ہے کیونکہ وسائل کا وہی حکم ہوتا ہے جو مقاصد کا ہوتا ہے، عنقریب اس کی مزید تفصیل آئے گی۔

۲۲۲-۲۲۳۔ جھوٹ بول کر کسی کے لیے نسب کا اقرار کرنا یا انکار کرنا

امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا یہ کفر ہے کہ انسان اپنے نسب سے بیزاری ظاہر کرے اگرچہ معمولی طور پر ہو یا ایسے نسب کا دعویٰ کرے جس کی طرف اس کی نسبت معروف نہ ہو۔ [1] طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی ایسے نسب کا دعوی کرے جس کی طرف اس کی نسبت معروف نہ ہو تو یہ اللہ کے ساتھ کفر کرنا ہے، اور جو شخص کسی سے اپنے نسب کی نفی کرے خواہ معمولی سی ہی ہو تو یہ بھی اللہ کے ساتھ کفر ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے کچھ بندے ایسے ہیں جن سے وہ قیامت کے دن کلام کرے گا، نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے والدین سے براءت ظاہر کرنے والا، ان سے اعراض کرنے والا، اپنی اولاد سے براءت ظاہر کرنے والا اور وہ شخص جس پر کچھ لوگوں نے احسان کیا ہو اور وہ ان کی ناشکری کرے اور ان سے براءت ظاہر کرے۔ [2] اس حدیث میں احسان سے مراد ''آزاد کرنا'' ہے، اور اس کی دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے کہ جو شخص اپنے آقا کی اجازت کے بغیر کسی قوم سے عقد موالات کر لیتا ہے، اس پر اللہ کی، تمام فرشتوں اور انسانوں کی لعنت ہوگی اور اللہ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں کرے گا۔ [3]

تنبیہ

ان احادیث صحیحہ اور ان میں بیان کی جانے والی شدید وعیدوں سے یہ بات معلوم ہوئی کہ یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں، اور یہ واضح بات ہے جس میں کوئی شک نہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک کا ضرر بہت عظیم ہے، اس پر جو مفاسد اور قباحتیں مرتب ہوتی ہیں وہ بہت زیادہ ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک طے شدہ چیز کو تبدیل کرنا ہے، کیونکہ اگر بچہ اپنے نسب کا جھوٹ بول کر

---

[1] ابن ماجه، الفرائض: ١٣ ـ مسند احمد: ٢/ ٢١٥. [2] مسند احمد: ٣/ ٤٤٠.

[3] صحيح مسلم، العتق: ١٨.

انکار کرتا ہے تو وہ ظاہری احکام کے اعتبار سے اجنبی کے حکم میں ہو جاتا ہے اور جب کوئی شخص کسی اجنبی کو اپنا بچہ قرار دیتا ہے تو اس کے لیے ظاہری طور پر اولاد کے احکام ثابت ہو جاتے ہیں اور اس کے نقصانات و مفاسد کسی سے مخفی نہیں ہیں، پھر میں نے دیکھا کہ جلال بلقینی نے بھی اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اور انہوں نے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جو شخص اسلام کی حالت میں ایسے شخص کو اپنا باپ قرار دیتا ہے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو اس پر جنت حرام ہے۔ ❶

عاریت کا بیان

۲۲۴ تا ۲۲۶۔ عاریۃً لی ہوئی چیز کو بے مقصد جگہ استعمال کرنا، مالک کی اجازت کے بغیر کسی اور کو عاریۃً دے دینا، یا طے شدہ مدت کے بعد بھی اسے استعمال کرتے رہنا

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا فقہاء کے کلام سے سمجھ میں آتا ہے، کیونکہ ان تینوں کا مرجع غصب اور ظلم ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک بالا جماع گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ اس میں مالک پر ظلم اور اس کے مال پر ناجائز قبضہ ہے لہٰذا ان دونوں کے متعلق آیات و روایات میں جو وعیدیں آئی ہیں، وہ سب ان تینوں گناہوں کو بھی شامل ہوں گی۔

غصب کا بیان

۲۲۷۔ غصب یعنی کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کر لینا:

شیخین نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا جو شخص ایک بالشت کے برابر زمین ناحق لیتا ہے، اسے ساتوں زمینوں سے وہ حصہ طوق بنا کر پہنایا جائے گا، ❷ مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن وہ اسے اٹھائے پھرے گا، بغوی نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے ''جو زیادہ صحیح ہے'' کہ اسے زمین میں دھنسا دیا جائے گا اور وہ ٹکڑا اس کے گلے میں طوق کی طرح ہو جائے گا، اس کی تصریح طبرانی، احمد اور بخاری وغیرہ کی روایت کے یہ الفاظ ہیں کہ جو شخص ناحق زمین میں سے کچھ لیتا ہے، اسے قیامت کے دن اس ٹکڑے کے ساتھ ساتویں زمین تک دھنسا دیا جائے گا۔ ❸ یہ مضمون احمد اور مسلم نے بھی نقل کیا ہے، جبکہ احمد، طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ جو شخص ظلم کر کے زمین کی ایک بالشت برابر جگہ پر بھی قبضہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اس بات کا حکم دے گا کہ اتنا گہرا گڑھا کھودے کہ وہ ساتویں زمین تک پہنچ جائے۔ پھر اسے قیامت کے دن اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دیا جائے گا یہاں تک کہ لوگوں کے درمیان فیصلہ ہو

---

❶ صحيح مسلم، الايمان: ١١٤. ❷ صحيح بخاري، بدء الخلق: ٢ـ صحيح مسلم، المساقاة: ١٣٧.

❸ صحيح بخاري، المظالم: ١٣.

جائے۔ ❶ احمد اور طبرانی کی ایک دوسری روایت میں یہ بھی ہے کہ اس کا کوئی فرض اور نفل قبول نہیں ہوگا، یہی مضمون احمد اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے اس طرح نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! سب سے بڑا ظلم کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا زمین کا وہ ایک گز جو کوئی مسلمان اپنے بھائی کے حق میں سے کم کر لے، اگر وہ زمین کی کوئی ایک کنکری بھی لیتا ہے تو قیامت کے دن وہ زمین کی گہرائی تک اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائے گی اور زمین کی گہرائی اللہ کے علاوہ کوئی نہیں جانتا کہ اس نے زمین کو پیدا کیا ہے۔ ❷

امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑی خیانت زمین کے ایک گز پر قبضہ کرنا ہے، تم دیکھتے ہو کہ دو آدمی کسی زمین یا گھر میں ہمسائے ہیں، ان میں سے ایک آدمی اپنے ساتھی کے حصے میں سے کچھ کم کر کے اپنے قبضے میں لے لیتا ہے، اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو وہ ساتویں زمین تک اس کے گلے میں طوق بنا کر ڈال دی جائے گی۔ ❸ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ظلماً کسی کی زمین غصب کرتا ہے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا اور ابن حبان نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کا عصا بھی اس کی دلی خوشی واجازت کے بغیر لے، نبی علیہ السلام نے یہ بات اس لیے فرمائی تاکہ معلوم ہو جائے کہ ایک مسلمان کا مال دوسرے کے لیے کتنا زیادہ محترم اور حرمت والا ہے۔

تنبیہ

بغوی رحمہ اللہ وغیرہ نے غصب کے گناہ کبیرہ ہونے میں اس چیز کا اعتبار کیا ہے کہ غصب شدہ چیز کی مالیت چوتھائی دینار کے برابر ہو، قاضی باقلانی نے نقل کیا ہے کہ بعض معتزلہ کے نزدیک یہ شرط ہے کہ وہ مقدار دو سو درہم تک پہنچ جائے، جبائی نے دس دراہم کی شرط لگائی ہے، بعض لوگوں نے پانچ درہم کی شرط لگائی ہے بصریین نے ایک درہم کی شرط لگائی ہے، حلیمی نے یہ شرط لگائی ہے کہ اگر وہ معمولی چیز ہو تو اسے غصب کرنا صغیرہ گناہ ہے، الا یہ کہ اگر مالک اس سے بے نیاز نہ ہو سکتا ہو تو وہ کبیرہ گناہ ہے، اذرعی کہتے ہیں کہ چوتھائی دینار کی مقدار ''اشراف الہروی'' وغیرہ میں بھی نقل کی گئی ہے اور بعض نسخوں میں جو ایک دینار کی مقدار لکھی ہوئی ہے، اس میں ناقل سے تحریف ہوگئی ہے۔

شیخ عزالدین بن عبدالسلام کہتے ہیں کہ اگر بہت زیادہ مال میں جھوٹی گواہی دی جائے تو احادیث کے حوالے سے اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے اور اگر وہ معمولی مقدار ہو مثلاً ایک کشمش یا کھجور تو ان مفاسد سے بچانے کے لیے اسے بھی کبیرہ گناہ قرار دینا صحیح ہے، جیسے ایک قطرہ شراب پینا گناہ کبیرہ ہے گو کہ شراب کے مفاسد اس میں نہ پائے جائیں اور یہ بھی صحیح ہے کہ اس مال کا اندازہ چوری کے نصاب سے کیا گیا ہے، یہی حکم یتیم کا مال کھانے میں بھی ہے، ''الخادم'' کے مصنف کا کہنا ہے کہ دوسری رائے کی تائید ہروی کی عبارت میں گذر چکی ہے، ''التوسط'' کے مصنف کا کہنا ہے کہ شریح رویانی وغیرہ نے الحاق کرتے ہوئے

---

❶ مسند احمد: ٤/ ١٧٣. ❷ مسند احمد: ١/ ٣٩٧.

❸ مسند احمد: ٤/ ١٤٠.

قرار دیا ہے کہ یتیموں وغیرہ کا مال ناحق کھانا گناہ کبیرہ ہے جیسے رشوت لینا اور فقہاء نے اس میں کوئی فرق نہیں کیا کہ اس کی مقدار چوتھائی دینار تک پہنچتی ہو یا نہیں؟ اسی طرح ''العدة'' کے مصنف نے یتیم کا مال کھانے اور رشوت لینے کو مطلق رکھا ہے اور خیانت وغیرہ میں بھی اسی اطلاق پر چلے ہیں، امام شافعی رحمہ اللہ کی تصریحات سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے جس سے چوتھائی دینار کی قید کمزور ہو جاتی ہے، کیونکہ غاصب، جھوٹی گواہی دینے والے، یتیم اور رشوت کا مال کھانے والے، ناپ تول میں کمی کرنے والے اور زکوۃ ادا نہ کرنے والے تمام لوگوں کے متعلق وارد ہونے والی وعیدیں مطلق ہیں لہٰذا وہ تھوڑی اور زیادہ ہر مقدار کو شامل ہوں گی، اور کسی سماعی دلیل کے بغیر اس کی تخصیص کرنا جائز نہ ہوگا، کیونکہ کسی کام پر وعید کا وارد ہونا'' جو ایک تعریف کے مطابق گناہ کبیرہ ہونے کا لازمی جزو ہے'' شارع کی طرف سے ہی ہو سکتا ہے اور جب کسی چیز میں قلیل یا کثیر کی قید کے بغیر کوئی شدید وعید وارد ہو جائے تو اسے مقید نہ کرنا اور اسے اس کے اطلاق پر باقی رکھنا ہی ضروری ہے، الا یہ کہ کوئی صحیح اور مستند سماعی دلیل موجود ہو اور جہاں کوئی ایسی دلیل موجود نہ ہو، اس مقام پر تقیید کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ مذکورہ تمام چیزوں میں گناہ کبیرہ ہونے کے لیے قلیل اور کثیر میں کوئی فرق نہیں ہے، اور یہ کہ اس کا ارتکاب کرنے والا شدید وعید کا مستحق ہوگا۔

البتہ اتنی معمولی چیز جسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہو مثلاً کھجور یا انگور کا ایک دانہ تو وہاں یہ ممکن ہے کہ اس کا غصب گناہ صغیرہ قرار دیا جائے، لیکن وہ اجماع جس کا ذکر ابن عبدالسلام نے کیا ہے اگر ہم اسے اس کی حقیقت پر محمول نہ کریں بلکہ اکثر علماء کی رائے تسلیم کریں، تب بھی اس رائے کی تردید ہو جاتی ہے اور اس بات کی تصریح ثابت ہوتی ہے کہ یہ مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ لوگوں کے حقوق واموال اگرچہ تھوڑے ہی ہوں لیکن ان میں معمولی تسامح بھی گوارا نہیں کیا جا سکتا، البتہ دوسرے آدمی کے کتے وغیرہ کو غصب کرنا گناہ کبیرہ نہ ہوگا جیسا کہ بعض حضرات نے اس پر یقین ظاہر کیا ہے گو کہ اس میں بھی دونوں احتمال موجود ہیں۔

زمین غصب کرنے کے حوالے سے مذکورہ احادیث نقل کرنے کے بعد جلال بلقینی نے کہا ہے کہ غصب کے اس حکم میں زمین کے ساتھ دوسری چیزوں کو بھی شامل کیا جا سکتا ہے یا نہیں؟ شامل کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ حرام ہونے میں تو کوئی فرق نہیں لہٰذا جس طرح حرمت میں برابر ہیں، وعید میں بھی برابر ہوں گے اور شامل نہ کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ زمین غصب کرنے کا نقصان بہت عظیم ہے، بخلاف دوسری چیزوں کے غصب کے، لیکن ان کا یہ قول محل نظر ہے کیونکہ جس حدیث میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان منقول ہے کہ قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں سے میں جھگڑا کروں گا، اس میں ایک آدمی وہ بھی ہے جو کسی شخص کو مزدوری پر رکھے، اس سے محنت پوری پوری وصول کرے لیکن اجرت پوری نہ دے، اس حدیث میں نبی علیہ السلام نے اس کا حق اجرت غصب کر لینے پر شدید وعید کا ذکر فرمایا ہے، لیکن یاد رہے کہ یہ مسئلہ انہوں نے بطور نظیر کے بیان کر دیا ہے ورنہ ہمارے فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ غصب کے گناہ کبیرہ ہونے میں زمین اور غیر زمین کا کوئی فرق نہیں ہے، علاوہ ازیں بظاہر جلال بلقینی نے اس حدیث کو نہیں دیکھا ہوگا جو تنبیہ سے پہلے میں نے عصا کے متعلق شدید وعید کے حوالے سے ذکر

کی ہے کہ جب اسے اجرت والی حدیث کے ساتھ ملا لیا جائے تو یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ یہ وعید زمین اور غیر زمین سب کو شامل ہے۔

اجارہ کا بیان

۲۴۸۔مزدور کی اجرت تاخیر سے دینا یا دینے سے انکار کر دینا

بخاری وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا، اور جس سے میں جھگڑا کروں گا میں اس پر غالب آ جاؤں گا، ایک وہ آدمی جو میرا نام لے کر کسی سے وعدہ کرے، پھر اس سے وعدہ خلافی کرے، دوسرا وہ آدمی جو کسی آزاد آدمی کو بیچ کر اس کی قیمت کھا جائے، اور تیسرا وہ آدمی جو کسی شخص کو اجرت پر رکھے، اس سے کام تو پورا لے لیکن اسے اس کی اجرت پوری نہ دے ❶

ابن ماجہ، طبرانی اور ابو یعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے ادا کر دیا کرو۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کا کبیرہ گناہوں میں شمار ہونا واضح اور معلوم بات ہے، جیسا کہ غصب اور ٹال مٹول میں بیان کیا گیا ہے اور اس گناہ کے متعلق شدید وعید وارد ہونے کی وجہ سے میں نے خصوصیت کے ساتھ اسے الگ ذکر کیا ہے، بعض دوسرے حضرات نے بھی ایسا ہی کیا ہے۔

بنجر زمین کو آباد کرنا

یہ بات پیچھے گذر چکی ہے کہ ضرورت سے زائد پانی کسی کو دینے سے انکار کرنا گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ صحیح احادیث میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔

۲۴۹۔عرفات یا مزدلفہ میں عمارت تعمیر کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ واضح ہے لیکن یہ ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جو اس کی حرمت کے قائل ہیں کیونکہ اس قول کے مطابق یہ زمین کو غصب کرنے میں شامل ہے اور یہ بات گذر چکی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے اور اس پر وارد ہونے والی شدید وعید بھی گزر چکی۔ ہے لہٰذا یہ تمام تفصیل اس شخص کے حوالے سے ہوگی جو اس کی حرمت کا اعتقاد رکھنے کے باوجود یہ کام کرے۔

---

❶ تخریج گذر چکی ہے۔ ❷ ابن ماجہ (۲٤٤۳)

۲۳۰۔لوگوں کو مباح چیزیں استعمال کرنے سے روکنا

جیسے وہ بنجر زمین جسے آباد کرنے کا حق ہر شخص کو ہوتا ہے، یا سڑکیں اور مسجدیں اور کانیں وغیرہ، ان چیزوں میں سے کسی ایک چیز سے جائز طریقے پر فائدہ اٹھانے سے کسی کو روکنا گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ یہ بھی غصب کے مشابہ ہے اور ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کو اس کی مملوکہ چیز سے فائدہ اٹھانے سے روک دیا جائے، کیونکہ دوسرے آدمی کے لیے اس چیز سے فائدہ اٹھانے کا استحقاق اتنا ہی ہے جتنا اپنی مملوک چیز سے فائدہ اٹھانے کا استحقاق ہوتا ہے، اور جس طرح اپنی مملوکہ چیز سے روکنا گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح یہ بھی گناہ کبیرہ ہے۔

۲۳۱۔سڑک وغیرہ کا کچھ حصہ کرائے پر دے کر اس کی اجرت حاصل کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کا تذکرہ ہمارے متعدد علماء کی تصریحات میں ملتا ہے اور انہوں نے اسے فسق وگمراہی قرار دیا ہے، اسی وجہ سے اذرعی ان لوگوں کے متعلق ''جو سڑکوں پر بیٹھ کر کام کرتے ہیں اور بیت المال کے ذمہ داران سے اجرت وصول کرتے ہیں'' فرماتے ہیں کہ مجھے نہیں معلوم کہ ایسا کرنے والے اللہ تعالیٰ کے سامنے کون سا چہرہ لے کر حاضر ہوں گے۔

۲۳۲۔کسی مباح پانی پر قبضہ کر لینا اور مسافروں کو دینے سے انکار کرنا

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام ہوگا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک وہ آدمی جس کے پاس کسی جنگل میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ کسی مسافر کو وہ پانی دینے سے انکار کردے......

تنبیہ

یہ حدیث اپنے مضمون میں صریح ہے اس لیے بہت سے علماء نے اسے کبیرہ گناہ قرار دینے پر اتفاق کیا ہے لیکن اس میں یہ قید لگانا ضروری ہے کہ پانی روکنے سے کسی کو شدید قسم کا نقصان لاحق نہ ہوتا ہو، ورنہ مطلقاً پانی روک لینے یا معمولی نقصان سے اس کا گناہ کبیرہ ہونا لازم نہیں آتا۔

وقف کا بیان

۲۳۳۔وقف کرنے والے کی شرائط کے خلاف کرنا

گو کہ علماء نے اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح تو نہیں کی لیکن اس کا کبائر میں سے ہونا واضح ہے کیونکہ وقف کرنے والے کی شرائط کے خلاف کرنا ''اکل بالباطل'' کے زمرے میں آتا ہے اور وہ کبیرہ گناہ ہے۔

گری پڑی چیز کا بیان

۲۳۴-۲۳۵۔ لقطہ میں شرائط تعریف مکمل ہونے سے پہلے تصرف کرنا اور مالک کا علم ہونے کے بعد بھی اس سے چھپانا

ان دونوں چیزوں کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے کیونکہ یہ "اکل بالباطل" کے زمرے میں آتا ہے۔

گرے پڑے بچے کا بیان

۲۳۶۔ گرے پڑے بچے کو اٹھاتے ہوئے کسی کو گواہ نہ بنانا

اس گناہ کے کبیرہ ہونے کی تصریح زرکشی نے کی ہے، اسی سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اس سے پہلے کے ابواب میں جن گناہوں کو کبائر میں شمار کیا گیا ہے، وہ ایک واضح بات ہے کیونکہ ان کے مفاسد بہت زیادہ ہیں، گو کہ اس میں بھی بہت بڑی خرابی ہے کیونکہ بعض اوقات انسان گرے پڑے بچے کو اٹھاتے ہوئے گواہ نہ بنائے تو وہ اسے غلام بھی بنالیتا ہے، اب جو چیز غلام بنانے کا سبب بن جائے اور وہ بھی ایک آزاد بچے کو تو اس کا کبیرہ گناہ ہونا واضح ہے اور وجہ اس کی یہ ہے کہ وسائل کا وہی حکم ہوتا ہے جو اصل مقاصد کا ہوتا ہے، لہٰذا سابق میں ذکر کیے گئے گناہ بھی بطریق اولیٰ کبیرہ گناہ ہوں گے کیونکہ وہ بذات خود خرابی ہیں یا اس خرابی کے قریب پہنچانے کا ذریعہ ہیں لہٰذا مذکورہ تمام گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا صحیح ہوگیا گو کہ بہت سے علماء نے اسے ذکر نہیں کیا ہے۔

وصیت کا بیان

۲۳۷۔ وصیت میں نقصان پہنچانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "وصیت کے بعد جو کردی جائے، یا قرض کی ادائیگی کے بعد جبکہ کسی کو نقصان نہ پہنچایا جائے، یہ اللہ کی طرف سے وصیت یعنی تاکیدی حکم ہے اور اللہ خوب جاننے والا، بردبار ہے، وہ اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، جو شخص اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرے گا" یعنی وراثت کے معاملے میں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی رائے ہے لیکن زیادہ بہتر یہی ہے کہ اسے اس کے عموم پر رکھا جائے" تو اللہ تعالیٰ اسے ایسے باغات میں داخل کرے گا جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی، وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور وہی عظیم کامیابی ہے، اور جو شخص اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کرے گا" یعنی وراثت کے مسائل میں، جیسا کہ مجاہد کی رائے ہے" تو اللہ اسے جہنم میں داخل کردے گا، جہاں وہ ہمیشہ رہے گا" اگر اسے حلال سمجھتا ہو تو دائمی طور پر ورنہ ایک طویل مدت کے لیے" اور اس کے لیے رسوا کن عذاب ہوگا۔" [1] حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت

---

[1] النساء: ۱۲-۱۴.

سے یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ وصیت میں ورثاء کو نقصان پہنچانا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعد شدید عذاب کی دھمکی دی ہے اور نسائی کی روایت کے مطابق یہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے، اسی وجہ سے ہمارے علماء کی ایک جماعت نے اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی تصریح کی ہے۔

ابن عادل اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ وصیت میں نقصان پہنچانے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً یہ کہ ایک تہائی سے زیادہ کی وصیت کردے، کسی اجنبی کے لیے اپنے سارے یا کچھ مال کا اقرار کرلے، ورثاء کو وراثت نہ دینے کے ارادے سے اپنے اوپر فرضی قرض کا اقرار کرلے، یا اس بات کا اقرار کرلے کہ اس نے فلاں آدمی سے جو قرض وصول کرنا تھا وہ اس نے وصول کرلیا ہے، یا کوئی چیز نہایت سستی قیمت میں بیچ دے، یا کوئی چیز نہایت مہنگی قیمت میں خرید لے، اور ان سب کا مقصد یہ ہو کہ ورثاء تک مال نہ پہنچے، یا ایک تہائی کی وصیت کرے لیکن اس کا مقصد اللہ کی رضا حاصل کرنا نہ ہو بلکہ ورثاء کا حصہ کم کرنا ہو تو یہ ''اضرار فی الوصیۃ'' ہے، عکرمہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر ایک آدمی ستر سال تک اہل جنت کے اعمال سرانجام دیتا رہے لیکن وصیت میں ناانصافی سے کام لے تو اس کا انجام بدترین عمل پر ہوا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا، اور اگر کوئی شخص ستر سال تک جہنمیوں والے اعمال سرانجام دیتا رہے لیکن وصیت میں انصاف کرجائے تو اس کا انجام بہترین عمل پر ہوا اور وہ جنت میں داخل ہوگا، نیز نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی ایسی وراثت کو قطع کرتا ہے جسے اللہ نے مقرر فرما رکھا ہو، تو اللہ تعالیٰ جنت میں سے اس کی وراثت کو قطع کردے گا، اور اس پر مذکورہ آیات میں سے آخری آیت دلالت کرتی ہے، نیز موت کے وقت اللہ کے حکم کی مخالفت کرنا شدید خسارے اور نقصان کی علامت ہے اسی بناء پر یہ اکبر الکبائر میں سے ہے۔

یہی تفصیلی رائے ''جو میں نے ابن عادل کے حوالے سے ذکر کی ہے'' زرکشی نے بھی اختیار کی ہے تاہم معمولی اختلاف کیا ہے جو ہمارے لیے باعث تعجب ہے کیونکہ زرکشی نے ایک تہائی سے زیادہ مال کی وصیت کے حوالے سے جو بات مطلق کہہ دی ہے، وہ، ہمارے مذہب کے مطابق صحیح نہیں ہے، کیونکہ وہ ہمارے نزدیک گناہ کبیرہ ہونا تو دور کی بات، حرام بھی نہیں ہے بلکہ صرف مکروہ ہے، البتہ یہ بات واضح ہے کہ اگر اس سے اس کا مقصد اپنے ورثاء کو محروم کرنا ہو تو یہ حرام ہوگا، اور اس صورت میں اسے گناہ کبیرہ قرار دینا بعید از قیاس نہیں ہوگا، کیونکہ اس میں ورثاء کو بہت زیادہ نقصان پہنچانا ہے خاص طور پر اس وقت جب کہ جھوٹا بھی سچ بولنے لگتا ہے اور گنہگار بھی توبہ کرلیتا ہے، ایسی حالت میں اس کا یہ اقدام کرنا اس کے دل کی سختی اور نیت کی خرابی کی واضح دلیل ہے، اسی وجہ سے بدترین عمل پر اس کا خاتمہ ہوا اور وہ جہنم میں داخل ہوگا، نیز اس ''اضرار فی الوصیۃ'' میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ انسان اپنے بچوں کے لیے کسی ایسے شخص کو وصی مقرر کردے جس کے متعلق اسے معلوم ہو کہ یہ ان بچوں کا مال کھا جائے گا یا اسے ضائع کرنے کا سبب بن جائے گا کیونکہ وہ اچھا منتظم نہیں ہے۔

تتمہ

ہر انسان پر وصیت کرنا اور اس میں عدل کرنے کا اہتمام کرنا ضروری ہے اور اس کی دلیل شیخین وغیرہ کی یہ روایت ہے

کہ اگر کسی مسلمان کا کوئی حق کسی شخص پر واجب ہو تو اس پر دو راتیں بھی اس حال میں نہیں گذرنی چاہئیں کہ اس نے اس کے متعلق وصیت نہ کی ہو۔ ❶ ایک روایت میں تین راتوں کا ذکر ہے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سے میں نے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان سنا ہے، مجھ پر ایک رات بھی ایسی نہیں گذری جس میں میری وصیت لکھی ہوئی میرے پاس نہ ہو۔ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص وصیت کر کے مرا وہ صحیح راستے اور سنت کے مطابق مرا، وہ تقویٰ اور شہادت کی موت مرا اور بخشا بخشایا مرا۔ ❷ ابویعلی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اصل محروم وہ ہے جو وصیت کرنے سے محروم رہا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وصیت نہ کرنا دنیا میں عار اور آخرت میں بدترین عیب ہوگا، اگر یہ حدیث صحیح سند سے ثابت ہو تو ترک وصیت کا گناہ کبیرہ ہونا اسی سے سمجھ میں آ جاتا ہے، اس صورت میں اسے اس شخص پر محمول کیا جائے گا جسے معلوم ہو کہ وصیت نہ کرنا ظالموں کے اس کے مال پر تسلط کا سبب بن سکتا ہے، اور ابوداؤد اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان اپنی زندگی اور صحت میں صدقہ کر دے خواہ وہ ایک درہم ہی ہو، یہ موت کے وقت سو درہم صدقہ کرنے سے زیادہ بہتر ہے۔ ❸

امانت کا بیان

۲۳۸ تا ۲۴۰۔ امانت، گروی یا کرائے پر لی ہوئی چیزوں میں خیانت کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بیشک اللہ تمہیں اس بات کا حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کے حوالے کر دو۔'' ❹ یہ آیت حضرت عثمان بن طلحہ حجبی کے حوالے سے نازل ہوئی جو فتح مکہ کے موقع پر خانہ کعبہ کے کلید بردار تھے، جب نبی علیہ السلام مکہ مکرمہ میں فاتحانہ داخل ہوئے تو انہوں نے خانہ کعبہ کا دروازہ بند کر دیا اور نبی علیہ السلام کو اس کی چابی دینے سے انکار کر دیا، ان کا یہ کہنا تھا کہ اگر انہیں نبی علیہ السلام کے پیغمبر ہونے کا یقین ہوتا تو وہ کبھی انہیں نہ روکتے، لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ ان سے چابی حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے، انہوں نے دروازہ کھولا اور نبی علیہ السلام خانہ کعبہ کے اندر داخل ہو گئے، اور وہاں نماز ادا کی، جب نبی علیہ السلام خانہ کعبہ سے باہر نکلے تو حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ خانہ کعبہ کی چابی انہیں عطا فرما دیں تاکہ انہیں حاجیوں کو پانی پلانے کے منصب کے ساتھ ساتھ خانہ کعبہ کی کلید برداری کا منصب بھی حاصل ہو جائے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی اور نبی علیہ السلام نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حکم دیا کہ یہ چابی عثمان بن طلحہ کو واپس دے دیں اور ان سے معذرت بھی کریں، عثمان بن طلحہ یہ سن کر کہنے لگے کہ پہلے تم نے مجھے مجبور کیا اور تنگ کیا اور اب تم آ کر معذرت کر رہے ہو؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے انہیں جواب دیا کہ دراصل تمہارے متعلق اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی آیت نازل کر دی ہے، پھر انہوں نے وہ آیت پڑھ کر سنائی تو وہ اسی وقت مسلمان ہو گئے اور خانہ کعبہ کی چابی بھی انہی کے پاس رہی، مرتے وقت انہوں نے وہ چابی اپنے بھائی شیبہ کو دیدی اور اب قیامت تک یہ چابی انہی کے خاندان میں رہے گی کیونکہ نبی علیہ السلام نے ان سے فرما دیا تھا کہ یہ چابی تم لے لو، یہ

---

❶ صحیح بخاری، الوصایا: ۱۔ صحیح مسلم، الوصیۃ: ۱۔ ❷ ابن ماجہ: الوصایا (۲)

❸ ابوداؤد: الوصایا (۳) ❹ النساء: ۵۸

ہمیشہ ہمیش تمہارے پاس رہے گی، کوئی اسے تم سے چھین نہ سکے گا، اگر کوئی ایسا کرے گا تو وہ ظالم ہوگا۔

بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ اس آیت میں ہر قسم کی امانت مراد ہے، حافظ ابونعیم نے حلیۃ الاولیاء میں اس قول کے قائلین میں حضرت براء بن عازب، ابن مسعود اور ابی بن کعب رضی اللہ عنہم کے نام لیے ہیں کہ یہ حضرات فرماتے ہیں امانت کا تعلق ہر چیز کے ساتھ ہے مثلاً وضو، جنابت، نماز، روزہ زکوٰۃ، ناپ تول اور دیگر امانتیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے کسی تنگدست یا مالدار آدمی کے لیے اس بات کی رخصت نہیں رکھی کہ وہ امانت اپنے پاس روک لے، ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کی شرمگاہ پیدا کر کے فرمایا یہ ایک امانت ہے جو میں نے تیرے پاس رکھ دی ہے، اس کی حفاظت کرنا اور ناحق استعمال نہ کرنا، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ انسان نے اوامر پر عمل کرنے اور نواہی سے بچنے کے لیے اپنے رب کے ساتھ جو معاہدہ اور معاملہ کر رکھا ہے، وہ امانت ہے، اور انسان کے ہر عضو میں امانت ہے، چنانچہ زبان کی امانت یہ ہے کہ اسے جھوٹ، غیبت، چغلی، بدعت اور بے حیائی کی باتوں میں استعمال نہ کرے، آنکھ کی امانت یہ ہے کہ اس سے حرام نہ دیکھے، کان کی امانت یہ ہے کہ حرام چیزیں نہ سنے، اسی طرح باقی اعضاء ہیں، اور عام لوگوں کے حوالے سے امانت یہ ہے کہ انسان اپنے پاس رکھی ہوئی چیزوں کو لوٹا دے، ناپ تول میں کمی نہ کرے، حکمران اپنی رعایا کے معاملے میں انصاف سے کام لیں، علماء کی امانت یہ ہے کہ لوگوں کو اطاعت، اخلاق حسنہ اور صحیح اعتقادات کی طرف بلائیں اور انہیں معاصی اور دیگر قباحتوں سے روکیں اور شوہر کے حق میں عورت کی امانت یہ ہے کہ وہ اس کے بستر یا مال میں اس سے خیانت نہ کرے، غلام کی اپنے آقا کے حق میں امانت یہ ہے کہ وہ اس کی خدمت میں کوتاہی نہ کرے اور اس کے مال میں خیانت نہ کرے اور اسی کی طرف نبی علیہ السلام نے اپنے اس فرمان میں اشارہ کیا ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگرانی پر مامور ہے اور تم میں سے ہر شخص سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔ (1) اور نفس کی امانت یہ ہے کہ انسان نفس کے لیے وہی اختیار کرے جو اس کے لیے دین و دنیا میں انفع اور اصلح ہو اور یہ کہ وہ اس کی خواہشات کی مخالفت کرے کیونکہ نفس کی خواہشات پر عمل کرنا دنیا و آخرت میں مہلک زہر کی حیثیت رکھتا ہے۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں، بہت کم ایسا ہوا ہوگا کہ نبی علیہ السلام نے ہمیں خطبہ دیا ہو اور اس میں یہ ارشاد نہ فرمایا ہو کہ اس شخص کا ایمان معتبر نہیں جس کے پاس امانت داری نہ ہو اور اس شخص کا دین معتبر نہیں جو وعدہ پورا نہ کرتا ہو۔ (2) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اے اہل ایمان! اللہ اور اس کے رسول سے خیانت نہ کرو، اور جان بوجھ کر اپنی امانتوں میں بھی خیانت نہ کیا کرو۔'' (3) یہ آیت حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نازل ہوئی ہے کہ بنو قریظہ کا محاصرہ کرنے کے بعد نبی علیہ السلام نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کے یہاں بھیجا، وہ لوگ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کی طرف جھکاؤ رکھتے تھے کیونکہ ان کے اہل خانہ اور بچے ان کے یہاں تھے، ان لوگوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے پوچھا آپ کی کیا رائے ہے کہ ہم لوگ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ قبول کر لیں؟ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ سے اپنے حلق کی طرف اشارہ کر دیا جس کا مطلب یہ تھا کہ نبی علیہ السلام تم سب کو قتل کروا دیں

---

(1) تخریج گذر چکی ہے۔ (2) مسند احمد: ۳/ ۱۳۵.

(3) الانفال: ۲۷.

گے اس لیے ایسا نہ کرنا، یہ اللہ اور اس کے رسول کے معاملے میں ان کی طرف سے خیانت ہوئی، وہ خود کہتے ہیں کہ ابھی میں نے اپنی جگہ سے اپنے قدم نہیں ہٹائے تھے کہ مجھے احساس ہو گیا کہ میں نے اللہ اور اس کے رسول سے خیانت کی ہے، یہ سوچ کر وہ مسجد نبوی میں چلے گئے اور اپنے آپ کو ایک ستون سے باندھ لیا اور یہ قسم کھالی کہ اب انہیں نبی علیہ السلام کے علاوہ کوئی اور نہیں کھولے گا، چنانچہ وہ ایک عرصے تک اسی طرح اس ستون سے بندھے رہے حتیٰ کہ اللہ نے ان کی توبہ کا مژدہ نازل کر دیا اور نبی علیہ السلام نے انہیں آ کر اپنے دست مبارک سے کھولا۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ امانتوں سے مراد وہ اعمال ہیں جن پر اللہ تعالیٰ نے بندوں کو امانتدار بنایا ہے، بعض ...ت کہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی خیانت سے مراد ان کی نافرمانی ہے اور جہاں تک عام امانتوں میں خیانت کا تعلق ...ہ ہر امانت دار کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں پیش کیا جائے گا، اللہ اور اس بندے کے درمیان کوئی ترجمان نہیں ہوگا، اور اللہ تعالیٰ اس سے امانت کے متعلق پوچھے گا کہ اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا، اب انسان کو اس بات کی تیاری کر لینی چاہیے کہ اگر اللہ تعالیٰ نے اس سے اس کے متعلق پوچھ لیا تو وہ کیا جواب دے گا؟ کیونکہ اس وقت تو انکار کی کوئی گنجائش ہی نہ ہوگی، پھر انسان کو اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر بھی غور کرنا چاہیے کہ ''خیانت کرنے والوں کا مکر کبھی کامیاب نہیں ہوتا۔ ❶ یعنی اللہ تعالیٰ امانت میں خیانت کرنے والوں کے مکر کو کامیاب نہیں ہونے دیتا بلکہ دنیا میں اسے ہدایت سے محروم کر دیتا ہے، اور آخرت میں تمام گواہوں کی موجودگی میں اسے رسوا کر دے گا، گویا خیانت کسی بھی چیز میں ہو، وہ قبیح ہے البتہ بعض کی قباحت بعض سے زیادہ ہے، کیونکہ پیسوں میں خیانت کرنے والے کا وہ حکم نہیں ہے جو گھر والوں کے حوالے سے خیانت کرنے والے کا ہے، اور اللہ تعالیٰ نے امانت کے معاملے کو نہایت اہمیت دی ہے اور اس کی خوب تاکید ارشاد فرمائی ہے، چنانچہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ ''ہم نے امانت (احکام کا مکلف بنانا) آسمانوں، زمینوں اور پہاڑوں پر پیش کی، لیکن انہوں نے اس کا بوجھ اٹھانے سے انکار کر دیا اور وہ ڈر گئے اور انسان نے اسے اٹھالیا، بیشک وہ (ان تکلیفاتِ شاقہ کو قبول کر کے اپنے اوپر) بڑا ظلم کرنے والا اور (ان غیر متناہی مشقتوں سے) ناواقف ہے۔'' ❷

بیان کیا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دنیا کو اس طرح پیدا کیا ہے جیسے کوئی باغ ہو اور اسے پانچ چیزوں سے مزین فرمایا، علماء کا علم، حکمرانوں کا عدل، صالحین کی عبادت، جس سے مشورہ مانگا جائے اس کی خیر خواہی اور امانت کی ادائیگی اور ابلیس کو علم کے بدلے کتمان، عدل کے بدلے ظلم، عبادت کے بدلے ریاکاری، خیر خواہی کے بدلے دھوکہ اور امانت کے بدلے خیانت دے دی۔ ایک حدیث میں ہے کہ مومن کی فطرت میں ہر خصلت ہو سکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ نہیں ہو سکتی، ایک حدیث میں یہ ہے کہ لوگوں سے جس خصلت کو سب سے پہلے اٹھایا جائے گا وہ امانت ہوگی اور سب سے آخر تک باقی رہنے والی چیز نماز ہوگی، لیکن بہت سے نمازی وہ ہوں گے جن میں کوئی خیر نہیں ہوگی، نیز نبی علیہ السلام نے بتایا ہے کہ اہل جہنم میں ایک آدمی وہ بھی ہوگا لالچ جس کے ساتھ لازمی ہوگی، اور معمولی چیز بھی ہو تو وہ اس میں خیانت کرے گا، ابو یعلی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ

❶ یوسف: ۵۲. ❷ الاحزاب: ۷۲.

تم چھ باتیں میری جانب سے قبول کرلو، میں تمہارے لیے جنت قبول کرلیتا ہوں، جب تم میں سے کوئی بات کرے تو جھوٹ نہ بولے، جب وعدہ کرے تو وعدہ خلافی نہ کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت نہ کرے...... یہ مضمون احمد، ابن حبان، حاکم اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے اور طبرانی کی روایت میں وہ چھ چیزیں اس طرح بیان کی گئی ہیں نماز، زکوٰۃ، امانت، شرمگاہ، پیٹ اور زبان، مسلم وغیرہ نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ہم سے یہ حدیث بیان فرمائی کہ امانت مردوں کے دلوں کی جڑوں میں اتاری گئی ہے، پھر قرآن نازل ہوا اس لیے قرآن وسنت کی تعلیم حاصل کرلو، پھر نبی علیہ السلام نے امانت اٹھالیے جانے کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ایک آدمی رات کو سوئے گا اور اس کے دل سے امانت کو قبض کرلیا جائے گا اور اس کے دل پر ایک دھبے کے برابر اس کا اثر اور نشان باقی رہ جائے گا، پھر دوبارہ سوئے گا اور اس کے دل سے امانت کو قبض کرلیا جائے گا اور اس کے دل پر ایک آبلے کے برابر اس کا اثر اور نشان باقی رہ جائے گا، جیسے کوئی چنگاری ہو اور تم اسے پاؤں پر لڑھکا دو، جس سے تمہارے پاؤں پر آبلہ پڑ جائے اور وہ تم اوپر سے دیکھ سکو۔ ❶

بزار نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بالائی علاقے کا ایک آدمی آکر کہنے لگا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے دین میں سب سے زیادہ سخت اور نرم چیز کے متعلق بتایئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا سب سے نرم چیز تو اس بات کی گواہی دینا ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے بندے اور اس کے رسول ہیں، اور بھائی! سب سے زیادہ سخت چیز امانت ہے اس شخص کا دین معتبر نہیں جس کے پاس امانت داری نہ ہو......
شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو میرے دور میں ہیں، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر وہ جو ان کے بعد ہوں گے، پھر ان کے بعد ایک قوم آئے گی، وہ لوگ گواہی کی درخواست کے بغیر ہی گواہی دینے کے لیے تیار ہوں گے، وہ امانت دار نہ ہوں گے بلکہ خائن ہوں گے، وہ لوگ منتیں مانیں گے لیکن انہیں پورا نہیں کریں گے اور ان میں موٹاپا غالب آجائے گا۔ ❷ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، وعدہ کرے تو وعدہ خلافی کرے اور جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے۔ ❸ مسلم نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اگرچہ وہ نماز روزہ کرتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو۔

نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! میں بھوک سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ بدترین ہم بستر ہے۔ اور خیانت سے تیری پناہ میں آتا ہوں کہ وہ کپڑے کا بدترین استر ہے۔ ❹ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب میری امت کے لوگ دس کام کرنے لگیں تو ان پر بلائیں اترنے لگیں گی، کسی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کیا چیزیں ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی دولت سمجھا جانے لگے، امانت کو غنیمت بنالیا جائے،

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق: ۳۵۔ صحیح مسلم، الایمان: ۲۳۰.

❷ صحیح بخاری، الشہادات: ۹۔ صحیح مسلم، فضائل الصحابہ: ۲۱۳.

❸ صحیح بخاری، الشہادات: ۲۸۔ صحیح مسلم، الایمان: ۱۰۶.

❹ ابو داؤد، الوتر: ۳۲۔ نسائی، الاستعاذۃ: ۱۹.

زکوۃ کو بوجھ بنالیا جائے، مرد اپنی بیوی کی اطاعت کرنے لگے، والدہ کی نافرمانی کرنے لگے، دوست کے ساتھ حسن سلوک کرے، باپ کے ساتھ ظلم کرنے لگے، مسجدوں میں آوازیں اونچی ہونے لگیں، قوم کا سرداران میں سے سب سے زیادہ گھٹیا آدمی بن جائے، انسان کی عزت اس کے شر کے خوف سے کی جانے لگے، شرابیں پی جانے لگیں، جھوٹی گواہی کا رواج ہو جائے، ریشمی لباس پہنا جانے لگے، گلوکارائیں اور گانے بجانے کے آلات لیے جانے لگیں، اور اس امت کے پچھلے پہلوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت انتظار کرو سرخ آندھیوں کا اور شکلیں مسخ ہو جانے کا اور زمین میں دھنس جانے کے واقعات کا۔ [1]

اور ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ انتظار کرو آسمان سے پتھر برسنے کا اور پے در پے پیش آنے والی نشانیوں کا جیسے کسی لڑی کے دانے ٹوٹ کر پے در پے گرنے لگیں۔

بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں عرش کے ساتھ لٹکی ہوئی ہیں، رحم کہتا ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہوں لہٰذا مجھے قطع نہ کیا جائے، امانت کہتی ہے کہ اے اللہ! میں تجھ سے ہوں لہٰذا مجھ میں خیانت نہ کی جائے اور نعمت کہتی ہے کہ اللہ! میں تجھ سے ہوں لہٰذا میری ناشکری نہ کی جائے، صحیح سند سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول مروی ہے کہ راہِ خدا میں شہادت تمام گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے سوائے امانت کے کہ قیامت کے دن بندے کو لایا جائے گا خواہ وہ راہ خدا میں ہی شہید ہوا ہو، اور اس سے کہا جائے گا کہ اس کی امانت ادا کرو، وہ عرض کرے گا پروردگار! کیسے؟ دنیا تو ختم ہو چکی، حکم ہوگا کہ اسے ''ہاویہ'' میں لے جاؤ، وہاں امانت اس کے سامنے آئے گی، وہ اسے پہچانے گا اور اس کے پیچھے بھاگے گا حتیٰ کہ اسے پکڑ لے گا اور اپنے کندھے پر اٹھا کر جہنم سے نکلنا چاہے گا، جب اسے یقین ہو جائے گا کہ اب وہ نکلنے والا ہے تو وہ اس کے کندھے سے پھسل کر نیچے گر جائے گی اور وہ ہمیشہ یوں ہی اس کا پیچھا کرتا رہے گا، پھر فرمایا نماز بھی امانت ہے، وضو بھی امانت ہے، ناپ تول بھی امانت ہے۔ راوی کہتے ہیں کہ یہ بات سن کر میں حضرت زید بن عامر کے پاس آیا اور انہیں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنائی، انہوں نے اس کی تصدیق کی اور کہا کہ کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ ''اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ امانتیں ان کے مالکوں کو لوٹا دیا کرو۔''

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح متعدد علماء کی ہے، اور آیات و احادیث کو دیکھا جائے تو یہ ایک واضح بات ہے۔

نکاح کا بیان

۲۴۱۔ نکاح نہ کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح بعض متاخرین کے کلام میں آئی ہے کیونکہ انہوں نے کبیرہ گناہ کی ایک

---

[1] ترمذی: ۲۲۱۔

علامت اس کام پر لعنت وارد ہونا بھی ذکر کی ہے اور اس پر انہوں نے نبی علیہ السلام کے فرمان سے استدلال کیا ہے کہ اللہ کی لعنت ہو ان مردوں پر جو یہ کہتے ہیں کہ ہم شادی نہیں کریں گے اور ان عورتوں پر بھی جو ایسی بات کہتی ہیں۔ ❶ لیکن یہ ہمارے شافعی مذہب کے قواعد کے مطابق نہیں ہے کیونکہ ہمارے نزدیک صحیح قول کے مطابق منت کے علاوہ کسی صورت میں بھی نکاح واجب نہیں ہے، البتہ بعض حضرات مخصوص حالات میں نکاح کے وجوب کے قائل ہیں مثلاً یہ کہ کسی شخص کو بدکاری میں مبتلا ہونے کا غالب گمان ہو جائے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں نکاح نہ کرنے کے بہت سے مفاسد اور خطرات ہیں اس لیے اس کے کبیرہ گناہ ہونے میں کوئی بُعد نہیں ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ مہر ادا کرنے اور اسکی ضروریات اور خرچ پورا کرنے پر قادر ہو۔

۲۴۲ تا ۲۴۴۔ فتنے کے اندیشے کے باوجود کسی اجنبیہ عورت کو دیکھنا، یا چھونا، یا محرم کے بغیر اس کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنا، اس طرح عورت کا مرد کو دیکھنا وغیرہ

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ہر ابن آدم پر بدکاری میں اس کا حصہ لکھ دیا گیا ہے جو اسے ہر حال میں مل کر رہے گا، چنانچہ آنکھوں کی بدکاری دیکھنا ہے، کانوں کی بدکاری سننا ہے، زبان کی بدکاری بولنا ہے، ہاتھ کی بدکاری پکڑنا اور پاؤں کی بدکاری چل کر جانا ہے اور دل خواہش و تمنا کرتا ہے اور شرمگاہ اس کی تصدیق یا تکذیب کر دیتی ہے۔ ❷ مسلم کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ منہ کی بدکاری بوسہ دینا ہے۔ طبرانی نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کسی آدمی کے سر میں لوہے کی کیل ٹھونک دی جائے، یہ اس کے حق میں اس بات سے بہت بہتر ہے کہ وہ کسی ایسی عورت کو چھوئے جو اس کے لیے حلال نہ ہو، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ عورتوں کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جب کوئی آدمی کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو شیطان ان دونوں کے درمیان گھس جاتا ہے اور کسی آدمی کو بدبودار کیچڑ میں لتھڑا ہوا خنزیر رگڑتا چلا جائے، یہ اس بات سے بہت بہتر ہے کہ اس کا کندھا کسی ایسی عورت سے ٹکرائے جو اس کے لیے حلال نہ ہو، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ تم لوگ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھو اور اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے چہرے بے نقاب کر دے گا۔

ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے علی! جنت میں تمہارے لیے ایک خزانہ رکھا گیا ہے، تم اس کے مالک ہو، تم ایک مرتبہ نظر پڑنے کے بعد دوسری نظر نہ ڈالنا، کیونکہ پہلی نظر تمہیں معاف ہے لیکن دوسری نظر معاف نہیں ہے۔ ❸ طبرانی اور حاکم نے تصحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص میرے خوف سے کسی عورت پر نظر ڈالنا چھوڑ دے، میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔ ❹ امام احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس کسی مسلمان

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۲۸۹۔
❷ صحیح بخاری، الاستئذان: ۱۲۱۔ صحیح مسلم، القدر: ۲۰
❸ ترمذی، الادب: ۲۸۔
❹ مسند احمد: ۵/ ۲۶۴

آدمی کی نظر کسی عورت کے محاسن پر پڑ جائے اور وہ اپنی نظر جھکا لے، اللہ اس کے لیے ایسی عبادت پیدا فرمادے گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا، اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ہر آنکھ رو رہی ہوگی سوائے اس آنکھ کے جو اللہ کی حرام کردہ چیزوں سے بند ہو جائے، یا وہ آنکھ جو اللہ کے راستے میں جاگتی رہے یا وہ آنکھ جس سے مکھی کے سر کے برابر آنسو اللہ کے خوف سے نکل آئیں، یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

مسلم وغیرہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام سے اجنبی عورت پر اچانک نظر پڑ جانے کا حکم پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی نگاہیں پھیر لیا کرو۔ ❶ یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ روزانہ صبح کے وقت دو فرشتے یہ اعلان کرتے ہیں کہ مردوں کے لیے عورتوں سے ہلاکت ہے اور عورتوں کے لیے مردوں سے ہلاکت ہے۔ ❷

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو وہ کسی عورت کے ساتھ اس حال میں تنہائی کے اندر نہ بیٹھے کہ اس کے اور اس کے درمیان کوئی محرم نہ ہو، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عورتوں کے پاس جانے سے اپنے آپ کو بچاؤ، ایک انصاری آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دیور کے بارے آپ کیا فرماتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا دیور تو موت ہے۔ ❸

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر کئی علماء چلے ہیں، غالباً ان کا ماخذ وہی احادیث ہیں جو یہاں ذکر کی گئی ہیں، لیکن بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ مقدمات زنا کبیرہ گناہ نہیں ہیں، ان دونوں میں تطبیق اس طرح ممکن ہے کہ اس دوسرے قول کو اس صورت پر محمول کر لیا جائے جبکہ شہوت اور فتنہ کا اندیشہ نہ ہو اور پہلے قول کو شہوت اور فتنہ کے اندیشے پر محمول کیا جائے، تاہم مطلقاً انہیں گناہ کبیرہ قرار دینا بعید از قیاس ہے۔

۲۴۵ تا ۲۴۷۔ مذکورہ تینوں کام شہوت اور فتنے کی موجودگی میں بے ریش خوبصورت لڑکے سے کرنا

اس سے قبل ذکر کردہ تینوں گناہوں پر قیاس کرتے ہوئے ان گناہوں کو بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ بے ریش لڑکوں میں فتنے کا اندیشہ بہت زیادہ ہوتا ہے، اس کی تائید اس بات سے ہوتی ہے کہ زنا اور لواطت دو الگ الگ گناہ شمار کیے گئے ہیں، لہٰذا ان کے مقدمات کا بھی یہی حکم ہوگا، پھر میں نے دیکھا کہ امام اذرعی رحمہ اللہ نے لکھا ہے کہ کتاب ''العدۃ'' کے مصنف نے جن چیزوں کو صغائر میں شمار کیا ہے، شیخین نے ان میں سے کئی چیزوں کو تسلیم کر لیا ہے مثلاً ایسے افراد کو دیکھنا جن پر نظر کرنا جائز نہیں ہے مثلاً کسی اجنبیہ عورت یا بے ریش لڑکے کو دیکھنا، ماوردی وغیرہ نے تو مطلقاً یہ قول اختیار کیا ہے کہ اگر بلا ضرورت شہوت کی وجہ سے عمداً یہ کام کرے تو یہ فسق ہے اور ایسے شخص کی گواہی مسترد کر دی جائے گی، اسی طرح اگر کوئی

---

❶ ابو داود، النکاح: ۴۳۔ ترمذی، الادب: ۲۸.

❷ اتحاف السادۃ المتقین: ۹/۳۷۲

❸ صحیح بخاری: النکاح (۱۱۱)، صحیح مسلم: السلام (۲۰)

شخص بلا شہوت اور بلا مقصد بار بار دیکھے تب بھی یہی حکم ہے، اذرعی کہتے ہیں کہ ترجیحی بات یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کی نیکیاں غالب ہوں تو محض ایسا کرنے کی وجہ سے اسے فاسق قرار نہیں دیا جا سکتا، لہٰذا وہ ایسا کبیرہ گناہ بھی نہیں ہوگا جو انسان کو ''عدالت'' سے نکال دے، البتہ اگر فتنے کا اندیشہ ہو اور پھر وہ تسلسل کے ساتھ کسی عورت یا بے ریش لڑکے کو دیکھتا رہے تو اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے۔

امام اذرعی رضی اللہ عنہ نے آخر میں جو بات ذکر کی ہے، وہ اس تفصیل کے مطابق ہے جو میں ذکر کر چکا ہوں اور کبیرہ گناہ ہونے یا نہ ہونے میں تطبیق بیان کر چکا ہوں، یہاں اور اس سے پہلے بھی شہوت اور فتنے کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ ان چھ گناہوں کو کبائر میں شمار کرنا قریب تر ہو جائے، اس وجہ سے نہیں کہ حرمت اس کے ساتھ مقید ہے، کیونکہ صحیح ترین قول یہی ہے کہ یہ سارے کام عورت اور بے ریش بچے کے ساتھ حرام ہیں، اگرچہ شہوت اور فتنے کا اندیشہ نہ ہو، تاکہ جہاں تک ممکن ہو، فساد کی جڑ کو ختم کیا جا سکے، اس لیے کہ اگر دیکھنا اور نظر کرنا جائز قرار دے دیا جائے گو کہ شہوت اور فتنے کا اندیشہ نہ ہو تو وہ بے حیائی کی آخری حد تک پہنچا سکتا ہے، اور محاسن شریعت کا تقاضا یہ ہے کہ فتنے کا دروازہ بند کیا جائے اور اس کا سبب بننے والی چیزوں کا راستہ مکمل طور پر بند کر دیا جائے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے عورت کے ناخن کا تراشہ دیکھنا بھی حرام قرار دیا ہے، اس کی بنیاد اس قول اصح پر ہے کہ عورت کے چہرے اور ہاتھوں کو دیکھنا بھی حرمت میں شامل ہے، کیونکہ یہ دونوں بھی عورت کے ستر میں شامل ہیں گو کہ نماز کے ستر میں شامل نہیں، یہی حکم ہر اس چیز کا ہے جو عورت کے جسم سے جدا ہو، کیونکہ بعض اوقات جزو کو دیکھنا کل کو دیکھنے پر آمادہ کر دیتا ہے، لہٰذا اسے مطلقاً حرام قرار دینا ہی بہتر ہے اور جس طرح یہ تفصیلی حکم مردوں کے لیے ہے، اسی طرح عورتوں کے لیے بھی ہے کہ وہ شہوت اور فتنے کے اندیشے کے بغیر بھی مردوں کے جسم کا کوئی حصہ دیکھیں، البتہ اگر ان دونوں کے درمیان نسب، رضاعت یا سسرالی رشتے کی وجہ سے حرمت پائی جاتی ہو تو ناف اور گھٹنے کے درمیانی حصے کے علاوہ جسم کو دیکھنا جائز ہے اور اس صورت میں فتنے کا اندیشہ نہ ہونے کی وجہ سے تنہائی میں بیٹھنا بھی جائز ہے، یہی حکم اس وقت بھی ہے کہ جب مرد کی شرمگاہ ہی نہ ہو اور اس میں شہوت اور عورتوں کی طرف میلان نہ رہا ہو، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ مرد عورت کا غلام ہو اور وہ دونوں قابل بھروسہ اور عادل ہوں، یاد رہے کہ ان دونوں کا صرف عفیف ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ان دونوں میں سے ہر ایک میں صفت عدالت کا پایا جانا ضروری ہے، شیخ فانی، بیمار اور خصی وغیرہ چونکہ ایسے نہیں ہوتے لہٰذا ان میں سے ہر ایک کا اجنبیہ عورت پر اور عورت کا ان پر نظر ڈالنا کامل مرد کی طرح مطلقاً حرام ہے۔

قریب البلوغ بچے اور بچی کے سرپرست کے ذمے واجب ہے کہ انہیں ان تمام کاموں سے روکے جن سے بالغ لڑکے اور لڑکی کو روکا گیا ہے، عورتوں کے لیے ایسے بچے سے پردہ کرنا بھی ضروری ہے، جیسا کہ مسلمان پر ضروری ہے کہ غیر مسلم عورتوں سے پردہ کرے تاکہ وہ اسے کسی کافر یا فاسق آدمی کے فتنے میں مبتلا نہ کر دے، نیز اس عورت سے بھی پردہ کرے جو کسی بدکاری میں مبتلا رہ چکی ہو تاکہ وہ اسے بھی کسی قبیح حرکت میں مبتلا نہ کر دے اور اگر عورت کو علاج، گواہی، تعلیم یا تجارت وغیرہ کے لیے دیکھنے کی مجبوری ہو تو بقدر ضرورت دیکھنے کی اسے اجازت ہے، جس کی تفصیلات کتب فقہ میں موجود ہیں۔

پھر میں نے بعض متاخرین کی عبارت میں اسی بات کی طرف اشارہ دیکھا جو میں نے ذکر کی ہے کہ شہوت کے ساتھ کسی عورت اور بے ریش بچے کو دیکھنا زنا ہے اور اس پر استدلال اسی روایت سے کیا ہے جو میں ذکر کر چکا ہوں، اسی وجہ سے بعض صلحاء نہایت اہتمام کے ساتھ بے ریش بچوں کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور انہیں دیکھنے سے بچتے تھے، حسن بن ذکوان کہتے ہیں کہ مالدار لوگوں کے بچوں کے ساتھ مت بیٹھا کرو کیونکہ ان کی شکلیں کنواری لڑکیوں کی طرح ہوتی ہیں اور ان کا فتنہ عورتوں کے فتنے سے زیادہ شدید ہے، بعض تابعین کا کہنا ہے کہ کسی عبادت گذار نوجوان پر مجھے حملہ کر دینے والے جانور کا اتنا خطرہ نہیں معلوم ہوتا جتنا اس بے ریش بچے سے ہوتا ہے جو اس کے پاس آ کر بیٹھتا ہے اور وہ فرماتے تھے کہ کوئی شخص ایک ہی جگہ پر کسی بے ریش بچے کے ساتھ رات نہ گذارے، اور بعض علماء نے عورتوں کے مسئلے پر قیاس کرتے ہوئے بے ریش بچے کے ساتھ گھر، دکان یا حمام میں تنہا بیٹھنے کو حرام قرار دیا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان گذر چکا ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں ہوتا ہے تو ان دونوں کے ساتھ تیسرا شیطان ہوتا ہے، اور بے ریش بچے میں عورت سے زیادہ حسن ہوتا ہے لہٰذا اس کا فتنہ زیادہ بڑا ہوا، نیز اس کے حق میں وہ گناہ ممکن ہے جو عورت کے حق میں ممکن نہیں ہے اور بچے کے حق میں اس کے لیے گناہ کی وہ آسانی ہوتی ہے جو عورت کے سلسلے میں نہیں ہوتی، لہٰذا یہ حرمت کے زیادہ مستحق ہے اور بچوں کے معاملے میں احتیاط کے حوالے سے اسلاف کے اقوال اتنے زیادہ ہیں کہ وہ حد شمار سے باہر ہیں۔

ایک مرتبہ سفیان ثوری کسی حمام میں داخل ہوئے، ان کے ساتھ وہاں ایک خوبصورت چہرے والا بچہ بھی داخل ہوا، انہوں نے فرمایا اس بچے کو یہاں سے نکالو کیونکہ میں ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان اور ہر بے ریش بچے کے ساتھ سترہ شیطان دیکھتا ہوں، ایک مرتبہ امام احمد رحمہ اللہ کے پاس ایک شخص آیا، اس شخص کے ساتھ خوبصورت چہرے والا ایک بچہ بھی تھا، انہوں نے اس آدمی سے پوچھا کہ یہ بچہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ میرا بھانجا ہے، انہوں نے فرمایا آئندہ اس بچے کو اپنے ساتھ ہمارے یہاں نہ لانا اور اسے اپنے ساتھ لے کر راستے میں بھی نہ چلا کرو تاکہ تمہیں نہ جاننے والا شخص بدگمانی میں مبتلا نہ ہو، اسی طرح ایک غیر معتبر سند سے یہ بھی مروی ہے کہ جب قبیلہ عبدالقیس کا وفد نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان میں ایک حسین بے ریش بچہ بھی تھا، نبی علیہ السلام نے اسے اپنے پیچھے بٹھا لیا اور فرمایا کہ حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش بھی نظر سے ہوئی تھی، بعض حضرات یہ بھی کہا کرتے تھے کہ نظر بدکاری کا ڈاکیا ہے، جس کی فی الجملہ تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے جو پیچھے گذر چکی ہے کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے۔

۲۴۸-۲۴۹۔ غیبت کرنا یا اس پر خاموش رہنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''اے اہل ایمان! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں اور عورتیں دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں، ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو، ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارا کرو، ایمان قبول کرنے کے بعد برا نام رکھنا بہت بڑا گناہ ہے، اور جو شخص توبہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں، اے اہل ایمان! بہت زیادہ گمان کرنے سے اجتناب کیا کرو کیونکہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، ایک دوسرے کی ٹوہ

میں مت لگے رہا کرو، اور ایک دوسرے کی غیبت نہ کیا کرو، کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات کو پسند کرسکتا ہے کہ اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے؟ تم اسے ناپسند کرتے ہو، اللہ سے ڈرتے رہو، بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور رحم فرمانے والا ہے۔'' ❶

اس آیت میں ''سخریہ'' کے مادے کو استعمال کیا گیا ہے جس کا معنی ہے دوسرے آدمی کو عیب اور نقص کی نظر سے دیکھنا، یعنی دوسروں کو حقیر مت سمجھو، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ اللہ کے نزدیک تم سے بہتر اور افضل ہو، چنانچہ حدیث میں ہے کہ بہت سے پراگندہ حال، غبار آلود، پرانے کپڑے پہننے والے اور کم حیثیت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اگر وہ اللہ کے نام کی قسم کھالیں تو اللہ ان کی قسم ضرور پوری کرے۔ ❷

ابلیس لعین نے حضرت آدم علیہ السلام کو حقیر سمجھا تو وہ ہمیشہ کے لیے خسارے میں پڑ گیا اور حضرت آدم علیہ السلام دائمی عزت سے سرفراز ہوئے اور یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں لفظ ''عسی'' کا معنی ''یصیر'' ہو، اس صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ کسی کو حقیر نہ سمجھنا کیونکہ ایک وقت آئے گا کہ وہ معزز ہوجائے گا اور تم ذلیل ہوجاؤ گے اور وہ تم سے انتقام لے گا، شاعر کہتا ہے کہ کسی فقیر کو ذلیل نہ سمجھو، ہوسکتا ہے کہ ایک دن تم ''رکوع'' کی حالت میں ہو اور زمانہ اسے رفعتیں عطا کردے۔

''ولا تلمزوا انفسکم ......'' یعنی ایک دوسرے پر عیب نہ لگایا کرو، ''لمز'' کا لفظ عیوب بیان کرنے کے معنی میں آتا ہے خواہ زبان سے ہو یا کسی اور طریقے سے اور ''ہمز'' صرف زبان سے عیب بیان کرنے کے معنی میں آتا ہے، اس کے علاوہ دیگر اقوال بھی ہیں، آیت کا مطلب یہ ہے کہ ایک دوسرے کو عیوب کا طعنہ مت دیا کرو، مثلاً کسی کو ''اے منافق، اے فاسق'' کہہ کر پکارنا جبکہ وہ اس سے توبہ بھی کرچکا ہو، اب تک تین چیزیں بیان ہوئیں سخریہ، لمز اور نبز، ان تینوں میں سے سخریہ کو مقدم کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی اذیت اور تکلیف تینوں میں سب سے زیادہ ہے کیونکہ اس میں انسان کو اس کے منہ پر برا بھلا کہنا اور اس کی تنقیص کرنا ہے، اس کے بعد دوسرا درجہ ''لمز'' کا ہے کیونکہ اس میں انسان کے اندر پائے جانے والے عیوب پر دلالت پائی جاتی ہے، اس کے بعد تیسرا درجہ ''نبز'' کا ہے یعنی برے القاب سے کسی کو پکارنا (جس کی مثال گذری) گویا اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ تکبر نہ کیا کرو کہ اپنے بھائیوں کو حقیر سمجھنے لگو، اس طرح کہ اس کی طرف توجہ ہی نہ کرو، اسی طرح ان کا درجہ گھٹانے کے لیے ان کے عیوب بیان نہ کیا کرو، نیز انہیں ایسے ناموں سے مت پکارا کرو جو انہیں ناگوار گذرتے ہوں۔ نیز اس آیت میں وہ نکتہ بھی غور کرنے کے قابل ہے جس کی طرف اللہ تعالیٰ نے لفظ ''انفسکم'' سے اشارہ کیا ہے اور وہ یہ کہ تمام مومنین ایک ہی جسم کی طرح ہیں کہ اگر جسم کے ایک عضو کو تکلیف ہو تو پورے جسم کو تکلیف ہوتی ہے، اب جو شخص کسی کے عیوب بیان کررہا ہے، درحقیقت وہ اپنے عیوب بیان کررہا ہوتا ہے، اس کا ایک دوسرا پہلو یہ بھی ہے کہ جب وہ کسی آدمی کے عیوب بیان کرے گا تو ظاہری بات ہے کہ جواب میں وہ بھی اس کے عیوب بیان کرے گا، گویا اس طرح وہ اپنے عیوب خود بیان کرتا ہے، اس کی نظیر وہ حدیث ہے جو عنقریب آئے گی کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے باپ کو گالی نہ دے، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسے

---

❶ الحجرات: ۱۱۔۱۲۔ ❷ ترمذی، المناقب: ۵٤۔ ابن ماجه، الزهد: ٤۔

ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے باپ کو گالی دے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ اس طرح کہ وہ کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دے دے۔ [1] اور یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ [2]

''بئس الاسم'' یعنی جو شخص مذکورہ تینوں کاموں میں سے کوئی ایک کام بھی کرے گا، وہ ''فاسق'' کہلانے کا مستحق ہوگا اور ایک کامل ایمان والے کے لیے یہ نہایت نقص کی علامت ہے، اس کے ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے ایک اور وعید ارشاد فرما دی کہ جو شخص توبہ نہ کرے تو وہی لوگ ظالم ہیں، جو اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ان تینوں میں سے ہر ایک گناہ کی برائی بہت زیادہ ہے، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے گمان سے اجتناب کرنے کا حکم دیا ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی ہے کہ بعض گمان گناہ ہوتے ہیں، یہ وہ گمان ہوتے ہیں جو آپ کے ذہن میں کسی آدمی کے متعلق پیدا ہو جاتے ہیں اور ان کی کوئی مستند اور یقینی بنیاد آپ کے پاس موجود نہیں ہوتی لیکن آپ اپنے دل میں اسے جما لیتے ہیں اور بعض اوقات انہیں اپنی زبان پر بھی لے آتے ہیں، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ اپنے آپ کو گمان سے بچاؤ کیونکہ وہ سب سے زیادہ جھوٹی بات ہوتی ہے۔ [3] اس لیے عقلمند آدمی اگر اپنے معاملات کی بنیاد ''یقین'' پر رکھے تو اسے کسی بھی آدمی میں بہت کم عیب ایسے ملیں گے جن پر وہ کسی کو طعنہ دے سکے، کیونکہ بعض اوقات کوئی چیز بظاہر صحیح ہوتی ہے لیکن حقیقت میں غلط ہوتی ہے اور کبھی اس کا عکس بھی ہوتا ہے، اس لیے گمان پر بنیاد رکھنا صحیح نہیں ہے، اور بعض اوقات اس کا درجہ استحباب کا ہوتا ہے، نبی علیہ السلام کا یہ فرمان اسی زمرے میں شامل ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھا کرو اور بعض اوقات اس کا درجہ مباح کا ہوتا ہے اور بعض اوقات یہ حزم اور رائے ہوتا ہے، نبی علیہ السلام کے اس فرمان کہ حزم بھی بدگمانی کا حصہ ہے کا یہی مطلب ہے، یعنی وہم میں مبتلا آدمی اپنے وہم کو حقیقت سمجھ بیٹھے، اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ انسان کو کسی آدمی سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے یا وہ دھوکے کا شکار ہو جاتا ہے، ظاہر ہے کہ اس گمان کا مقصد دوسرے آدمی میں نقص اور عیب لگانا نہیں ہے، بلکہ اپنی حفاظت میں مبالغہ کرنا ہے تاکہ آئندہ اس قسم کی برائی سے بچ سکے۔

''تجسس'' کا لفظی معنی ہے تلاش اور جستجو، اسی سے لفظ ''جاسوس'' بھی نکلا ہے اور اس سے مراد لوگوں کے عیوب کی تلاش اور جستجو ہے اور اگر یہ لفظ حاء کے ساتھ ہو تو اس کا معنی احساس و ادراک ہے، اسی سے لفظ ''حواس ظاہرہ و باطنہ'' بھی نکلا ہے، ایک شاذ قراءت میں یہاں بھی یہ لفظ حاء کے ساتھ ہی پڑھا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ یہ دونوں ایک ہی ہیں اور ان دونوں کا معنی ہے خبروں کی معرفت حاصل کرنا اور بعض حضرات نے ان دونوں میں فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ پہلے کا معنی ہے ظاہر کی جستجو اور دوسرے کا معنی ہے باطن کی تلاش، بعض حضرات نے کہا ہے کہ پہلے کا اطلاق شر پر ہوتا ہے اور دوسرے کا خیر پر، لیکن یہ آخری قول محل نظر ہے اور بالفرض اگر صحیح بھی ہو تو یہ معنی یہاں مراد نہیں ہے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ پہلے کا معنی ہے کسی آدمی کے متعلق دوسرے آدمی سے تحقیق کرنا اور دوسرے کا معنی ہے خود تحقیق کرنا، بہرحال! جو معنی بھی مراد لیا جائے، اس آیت میں اس بات کی بڑی پختہ تاکید کی گئی ہے کہ لوگوں کے پوشیدہ معاملات اور ان کے عیوب کی جستجو ہرگز نہ کی جائے، نبی علیہ السلام کا ارشاد

---

[1] صحيح مسلم، الايمان: ١٤٥ـ مسند احمد: ٢/ ١٦٤.
[2] النساء: ٢٩
[3] صحيح بخاري، الوصايا (٨)ـ صحيح مسلم، البر: ٢٨.

ہے کہ ایک دوسرے کی جاسوسی، مقابلہ، حسد، بغض، اور قطع تعلقی مت کیا کرو، اور خدا کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہا کرو جیسا کہ اللہ نے تمہیں حکم دیا ہے۔ [1] نیز یہ بھی فرمان ہے کہ اے وہ لوگو! جو زبان سے ایمان لے آئے ہو اور ایمان ان کے دلوں میں اترا نہیں ہے، مسلمانوں کی غیبت نہ کیا کرو، اور ان کے عیوب تلاش نہ کیا کرو کیونکہ جو شخص مسلمانوں کے عیب کی جستجو کرے گا، اللہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے گا اور اللہ جس کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے، اسے اس کے گھر میں ہی بیٹھے بیٹھے رسوا کر دیتا ہے۔ [2] ایک مرتبہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے کسی نے کہا کہ میں آپ کو ولید بن عقبہ کے متعلق بتاؤں کہ اس کی داڑھی سے شراب کے قطرے ٹپکتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا ہمیں تجسس سے منع کیا گیا ہے، البتہ اگر کوئی چیز ہمارے سامنے خود واضح ہو جائے تو ہم اس پر مواخذہ کریں گے۔

''وَلَا يَغْتَبْ بَعْضُكُمْ بَعْضًا'' یعنی تم میں سے کوئی شخص دوسرے آدمی کی غیر موجودگی میں اس کے متعلق کوئی ایسی بات نہ کرے جو اس کے اندر موجود ہو اور وہ اسے ناپسند سمجھتا ہو، سابقہ آیت میں آدمی کے سامنے جن باتوں کی ممانعت کی گئی ہے، یہ آیت انہیں بھی شامل ہے بلکہ اذیت میں اس کی شدت زیادہ ہے، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کی تعریف کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو، کسی نے پوچھا کہ اگر میرے بھائی میں وہ چیز موجود ہو جو میں کہہ رہا ہوں تو کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو تم کہہ رہے ہو، وہ اگر اس میں موجود ہو تب ہی تو وہ غیبت ہے اور اگر اس کے اندر وہ چیز موجود نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا۔ [3] یہ روایت مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی وغیرہ نے نقل کی ہے اور یہ مختلف صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے متعدد اسناد کے ساتھ مروی ہے اور سچا ہونے کے باوجود اس کی حرمت میں حکمت یہ ہے کہ مؤمن کی عزت و آبرو محفوظ رکھنے میں خوب مبالغہ سے کام لیا جائے، نیز اس میں حقوق مومن کی پاسداری کرنے کی نہایت تاکید کی طرف بھی اشارہ ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے اس تاکید میں مزید اضافہ اس تشبیہ کے ساتھ کر دیا ہے کہ انسان اپنے مردہ بھائی کا گوشت کھائے اور اس تشبیہ میں حکمت یہ ہے کہ جب کسی شخص کی عزت پامال کی جائے تو اس کا دل اسی طرح المناک ہوتا ہے جیسے اس کا گوشت کھانے کے لیے کاٹا جائے تو اس کے جسم کو تکلیف ہوتی ہے بلکہ قلب کی تکلیف اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے کیونکہ عقل مند آدمی کے نزدیک اس کے گوشت اور خون سے زیادہ اہمیت اس کی عزت و آبرو کی ہوتی ہے۔

اور جس طرح کوئی عقلمند آدمی لوگوں کا گوشت نہیں کھا سکتا، اس طرح وہ ان کی عزت بھی پامال نہیں کر سکتا، کیونکہ اس میں تکلیف کی شدت زیادہ ہوتی ہے، اور ''بھائی کے گوشت'' کے ساتھ اسے مؤکد کرنے کی وجہ یہ ہے کہ ایک بھائی اپنے بھائی کا گوشت چبا نہیں سکتا، کھا لینا تو بڑی دور کی بات ہے، اور یہ چیز دشمن کے معاملے میں نہیں ہوتی، اور ''مردہ بھائی'' کی قید سے یہ

---

1. صحيح بخاری، النكاح (٤٥)۔ صحيح مسلم، البر: (٢٨).
2. ابو داؤد، الادب: ٣٥۔ مسند احمد: ٤/ ٣٢١.
3. صحيح مسلم، البر: ٧٠۔ مسند احمد: ٢/ ٢٣٠.

بات واضح ہوگئی کہ بعض لوگ جو یہ سمجھتے ہیں کہ صرف وہ غیبت حرام ہے جو کسی کے منہ پر کی جائے، اگر پیٹھ پیچھے کی جائے تو وہ حرام نہیں کیونکہ اس شخص کو تو معلوم ہی نہیں ہوتا تو یہ بات غلط ہے کیونکہ ''مردہ بھائی'' کا گوشت کھانے سے اسے بھی تکلیف نہیں ہوتی، اس کے باوجود یہ نہایت قبیح حرکت ہے، فرض کیجئے کہ اگر میت کو پتہ چل جائے کہ اس کا گوشت کھایا جارہا ہے تو اسے تکلیف ہوگی، اسی طرح اگر متعلقہ آدمی کو پتہ چل جائے کہ اس کی غیبت کی گئی ہے تو اسے بھی تکلیف ہوگی، لہٰذا پیٹھ پیچھے بھی غیبت حرام ہی ہوگی اور اگر فرض کرلیا جائے کہ متعلقہ آدمی کو اس کا علم نہیں ہوگا تب بھی غیبت کرنا حرام ہے تاکہ حقوق اللہ کی رعایت ہوسکے اور لوگوں کو دوسروں کی عزت وآبرو میں گھسنے سے روکا جاسکے، الا یہ کہ اس کے جائز اسباب موجود ہوں جن کا تذکرہ عنقریب آئے گا، اس صورت میں بدرجہ مجبوری اس کی اجازت ہوگی اور اس کی طرف بھی ''مردہ بھائی'' کے لفظ سے ہی اشارہ ملتا ہے کیونکہ مجبوری کی حالت میں مردار کا گوشت بھی حلال ہوجاتا ہے، البتہ یہ پہلو بھی ذہن میں رہے کہ اگر اضطراری حالت کے شکار آدمی کو مردہ آدمی کے ساتھ ساتھ مردہ جانور ملتا ہو تو اس کے لیے مردہ آدمی کا گوشت حلال نہیں ہے۔

نیز اس بات پر بھی غور کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نے دونوں آیتوں کو اپنے بندوں پر شفقت اور مہربانی کے اظہار کے لیے ''توبہ'' کے بیان پر ختم کیا ہے، البتہ پہلی آیت کی ابتداء چونکہ نہی سے کی گئی ہے اس لیے اس کا اختتام نفی پر کیا گیا ہے کیونکہ یہ دونوں ایک دوسرے کے قریب ہیں اور دوسری آیت میں ابتداء چونکہ امر سے کی گئی ہے اس لیے اس کا اختتام اللہ کی رحمت پر کیا گیا ہے، غالباً اس کی حکمت یہ ہے کہ پہلی آیت میں شدید دھمکی ان الفاظ کے ساتھ دی گئی ہے کہ جو شخص توبہ نہیں کرتا تو وہی لوگ ظالم ہیں، یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس آیت میں جن چیزوں کی ممانعت بیان کی گئی ہے وہ نہایت فحش اور بیہودہ چیزیں ہیں کیونکہ ان میں انسان کو اس کی موجودگی میں اذیت پہنچائی جاتی ہے مثلاً تمسخر، عیوب بیان کرنا اور برے ناموں سے پکارنا، جبکہ دوسری آیت میں جن چیزوں کی ممانعت کی گئی ہے وہ امور مخفیہ ہیں چنانچہ ظن، تجسس اور غیبت میں سے ہر ایک پوشیدگی اور عدم علم کا تقاضا کرتا ہے۔

ان آیات میں جو آداب واحکام، حکمتیں اور وعیدیں پوشیدہ ہیں، ان میں سے چند ایک کو بیان کرنے کے بعد اب ہم غیبت اور اس کے متعلقات کے حوالے سے کچھ احادیث بیان کرتے ہیں، چنانچہ شیخین نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تھا کہ تمہارے خون، تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں ایک دوسرے کے لیے اسی طرح قابل احترام قرار دی جاتی ہیں جیسے آج کے دن کی، اس مہینے میں اور اس شہر میں حرمت ہے۔ ❶ مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر مسلمان کے لیے دوسرے مسلمان کی جان، مال اور اس کی عزت وآبرو قابل احترام ہے۔ ❷ بزار نے قوی سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے بڑا سود یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کی آبرو پر دست درازی کرے۔ ابوداؤد نے اس میں ''ناحق'' کی قید کا اضافہ نقل کیا ہے، یہ مضمون ابن ابی الدنیا نے بھی نقل کیا ہے۔ ابویعلیٰ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے دریافت فرمایا کہ کیا تم جانتے ہو

---

❶ صحیح بخاری، العلم: ۹۔ صحیح مسلم، القسامة: ۲۹۔ ❷ صحیح مسلم، البر: ۳۲.

کہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کیا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے نزدیک سب سے بڑا سود کسی مسلمان کی آبرو کو حلال سمجھنا ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو بلا وجہ اذیت پہنچاتے ہیں، انہوں نے ایک بہتان گھڑا اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔ ❶ یہ مضمون الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ بیشتر محدثین نے نقل کیا ہے۔

ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے عرض کیا کہ آپ کے لیے تو صفیہ کی یہی بات کافی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا اشارہ ان کے پستہ قد ہونے کی طرف تھا، نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم نے ایسا کلمہ کہا ہے جسے اگر سمندر کے پانی میں ملا دیا جائے، تو سمندر کا سارا پانی بدبودار ہو جائے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا یہ بھی کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام کے سامنے کسی آدمی کے متعلق بیان کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے یہ بات پسند نہیں ہے کہ میں کسی آدمی کے متعلق بیان کروں خواہ مجھے اس کے عوض فلاں فلاں چیز ہی دی جائے۔ ❷ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ سفر کے دوران حضرت صفیہ بنت حیی رضی اللہ عنہا کا اونٹ بیمار ہو گیا، حضرت زینب رضی اللہ عنہا کے پاس اضافی سواری موجود تھی، نبی علیہ السلام نے حضرت زینب رضی اللہ عنہا سے فرمایا کہ ایک اونٹ صفیہ کو دے دو، وہ کہنے لگیں کہ میں اس یہودیہ کو دوں گی؟ اس پر نبی علیہ السلام ان سے ناراض ہو گئے اور ذی الحجہ، محرم اور صفر کا کچھ حصہ انہیں چھوڑے رکھا۔ ❸ ابن ابی الدنیا نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے روایت کیا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام کی موجودگی میں یہ کہہ دیا کہ فلاں عورت کا دامن تو بہت لمبا ہے، نبی علیہ السلام نے یہ سنتے ہی مجھ سے فرمایا تھوکو، تھوکو، میں نے تھوکا تو اس میں سے گوشت کا ایک ٹکڑا نکلا۔

ابوداؤد، طیالسی، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے لوگوں کو ایک دن کا روزہ رکھنے کا حکم دیا اور فرمایا تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک روزہ نہ کھولے جب تک کہ میں اسے اجازت نہ دے دوں، چنانچہ لوگوں نے روزہ رکھ لیا، شام ہونے پر ایک آدمی آتا اور عرض کرتا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے صبح سے روزہ رکھا ہوا ہے، اجازت ہو تو روزہ افطار کر لوں؟ نبی علیہ السلام اجازت دے دیتے، یہ سلسلہ چلتا رہا، حتیٰ کہ ایک آدمی نے آکر عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو عورتوں نے روزہ رکھا ہوا ہے لیکن وہ آپ کے پاس آنے سے شرما رہی ہیں، اگر آپ کی طرف سے اجازت ہو تو وہ بھی روزہ افطار کر لیں؟ نبی علیہ السلام نے اس سے اعراض فرمایا، دو مرتبہ اسی طرح ہوا، تیسری مرتبہ نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ ان دونوں نے روزہ نہیں رکھا، اور اس شخص کا روزہ کیسے ہو سکتا ہے جو سارا دن لوگوں کا گوشت کھاتا رہا ہو، جا کر ان دونوں سے کہو کہ اگر تم نے روزہ رکھا ہوا تھا تو قئی کرو، اس شخص نے جا کر ان سے یوں ہی کہہ دیا، ان دونوں نے قئی کی تو ان میں سے ہر ایک کے منہ سے خون کا جما ہوا لوتھڑا نکلا، اس شخص نے واپس آکر نبی علیہ السلام کو یہ بات بتائی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر خون کے یہ ٹکڑے ان کے پیٹ میں رہ جاتے تو

❶ الاحزاب: ٥٨. ❷ ابو داود، الادب: ٣٥۔ مسند احمد: ٦/ ١٨٩.

❸ ابو داود: ٤٦٠٢.

انہیں جہنم کی آگ کھا جاتی، یہ مضمون امام احمد رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے البتہ اس میں یوں ہے کہ ان میں سے ایک نے قئی کی تو خون، پیپ اور گوشت سے آدھا پیالہ بھر گیا اور دوسری نے بھی قئی کی تو پورا پیالہ بھر گیا، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا ان دونوں نے اس چیز سے روزہ رکھا جو اللہ نے حلال قرار دے رکھی ہے اور اس چیز سے روزہ توڑتی رہیں جو اللہ نے ان پر حرام کی ہے، یہ دونوں ایک دوسرے کے پاس بیٹھ کر لوگوں کا گوشت کھاتی رہی ہیں۔

ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، ایک آدمی اٹھ کھڑا ہوا، لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! فلاں آدمی کتنا عاجز اور کمزور ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے اپنے ساتھی کی غیبت کی اور اس کا گوشت کھایا، یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، اصبہانی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ لوگوں نے نبی علیہ السلام کے سامنے ایک آدمی کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ وہ اس وقت تک نہیں کھاتا جب تک کوئی دوسرا اسے نہ کھلائے اور اس وقت تک سفر نہیں کرتا، جب تک کوئی دوسرا اسے سفر نہ کروائے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے اس کی غیبت کی، لوگوں نے عرض کیا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم نے تو صرف وہی بات بیان کی ہے جو اس کے اندر موجود ہے، ابن ابی شیبہ اور طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، ایک آدمی وہاں سے اٹھ کر چلا گیا، اس کے جانے کے بعد ایک آدمی اس کی برائی کرنے لگا، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا خلال کرو، اس نے کہا کہ کس چیز سے خلال کروں؟ میں نے گوشت تو نہیں کھایا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے اپنے بھائی کا گوشت کھایا ہے۔

ابن ابی الدنیا، طبرانی اور ابو نعیم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جہنم میں تکلیفوں میں مبتلا ہوں گے، چار قسم کے لوگ ان میں مزید اضافے کا سبب بن جائیں گے، وہ لوگ حمیم اور جحیم کے درمیان دوڑتے ہوں گے، اور ہلاکت و تباہی کو پکارتے ہوں گے، اہل جہنم ایک دوسرے سے کہیں گے کہ انہیں کیا مصیبت ہے، ہم تو پہلے ہی پریشانی میں مبتلا ہیں اور یہ ہمیں مزید اذیت پہنچا رہے ہیں، ان میں سے ایک آدمی وہ ہوگا جس پر چنگاریوں کا تابوت بند کر دیا گیا ہوگا، ایک آدمی اپنی انتڑیاں کھینچ رہا ہوگا، ایک آدمی کے منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا، اور ایک آدمی اپنا ہی گوشت کھا رہا ہوگا، تابوت والے سے اہل جہنم کہیں گے کہ اس بدنصیب کو کیا ہوا کہ یہ ہماری اذیتوں میں مزید اضافہ کر رہا ہے؟ وہ خود جواب دے گا کہ جب یہ بدنصیب مرا تھا تو اس کی گردن پر بہت سے لوگوں کا مال واجب الاداء تھا پھر اہل جہنم انتڑیاں کھینچنے والے سے یہی کہیں گے، وہ جواب دے گا کہ یہ بدنصیب اس بات کی پرواہ نہیں کرتا تھا کہ اس کے جسم کے کس حصے پر پیشاب لگتا تھا، پھر اہل جہنم یہی سوال اس شخص سے پوچھیں گے جس کے منہ سے پیپ اور خون بہہ رہا ہوگا، وہ جواب دے گا کہ یہ بدنصیب کوئی بات دیکھتا تھا تو اس سے ایسے لذت حاصل کرتا تھا جیسے مرد اپنی بیوی سے لذت حاصل کرتا ہے، پھر اپنا گوشت کھانے والے سے یہی سوال پوچھا جائے گا تو وہ جواب دے کہ یہ بدنصیب غیبت کر کے اور چغلی کھا کر لوگوں کا گوشت کھایا کرتا تھا۔

ابو یعلی، طبرانی اور ابو الشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں اپنے بھائی کا گوشت کھاتا ہے، قیامت کے دن اسے اس شخص کے قریب لے جا کر کہا جائے گا کہ اسے مرنے کے بعد بھی کھا، جیسے تو نے زندگی میں اسے کھایا تھا، وہ اسے کھاتا

جائے گا اور چیخیں مارتا جائے گا، ابوالشیخ وغیرہ نے حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ان کا گذر کسی مردار خچر پر ہوا، انہوں نے اپنے کسی ساتھی سے کہا کہ انسان کے لیے اس مرے ہوئے خچر کا گوشت پیٹ بھر کر کھانا اس بات سے بہتر ہے کہ وہ کسی مسلمان آدمی کا گوشت کھائے۔ ابن حبان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ماعز بن مالک اسلمی رضی اللہ عنہ اپنے متعلق بدکاری کی گواہی دینے کے لیے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ میں نے ایک عورت کے ساتھ حرام کام کا ارتکاب کیا ہے، نبی علیہ السلام ہر مرتبہ اس سے اعراض فرماتے، بالآخر نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کہ اس بات کے کہنے سے تمہارا کیا مقصد ہے؟ اس نے کہا میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے پاک کر دیں، نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ اسے رجم کر دیا جائے چنانچہ لوگوں نے اسے سنگسار کر دیا، اچانک نبی علیہ السلام کے کان میں انصار کے دو آدمیوں کی آواز آئی، کہ ان میں سے ایک دوسرے سے کہہ رہا تھا کہ اس شخص کو دیکھو اللہ نے اس کی پردہ پوشی کی تھی لیکن اس نے اپنے آپ کو خود ہی نہیں چھوڑا، یہاں تک کہ اسے کتے کی طرح سنگسار کر دیا گیا، نبی علیہ السلام یہ بات سن کر خاموش رہے، تھوڑی دیر بعد نبی علیہ السلام کا گذر ایک مردہ گدھے پر ہوا، نبی علیہ السلام نے ان دونوں کا نام لے کر پوچھا کہ فلاں اور فلاں کہاں ہیں؟ انہوں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم یہاں موجود ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم دونوں اس مردار گدھے کا گوشت کھاؤ، وہ کہنے لگے، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ کے سارے گناہ اللہ معاف کر چکا، اسے کون کھا سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ابھی کچھ دیر پہلے تم نے اس شخص کی جو آبروزی کی، وہ اس مردار گدھے کا گوشت کھانے سے زیادہ سخت ہے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اس وقت وہ جنت کی نہروں میں غوطے لگا رہا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں شب معراج کے موقع پر نبی علیہ السلام نے جہنم میں دیکھا تو کچھ لوگ نظر آئے جو مردار کھا رہے تھے، نبی علیہ السلام نے پوچھا، جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے ہیں، پھر نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا جو نہایت سرخ ہو رہا تھا، نبی علیہ السلام کے پوچھنے پر بتایا گیا کہ یہ حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی کونچیں کاٹنے والا آدمی ہے۔ [1] ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا شب معراج میرا گذر کچھ لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے اور وہ ان سے اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ رہے تھے، میرے پوچھنے پر جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو لوگوں کا گوشت کھاتے تھے اور ان کی آبروریزی کیا کرتے تھے۔ [2]

بیہقی نے موصولاً و مرسلاً دونوں طرح یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا شب معراج میرا گذر چند لوگوں پر ہوا جن کی کھالیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جا رہی تھیں، میرے پوچھنے پر جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو محض زینت کے خاطر آرائش کیا کرتے تھے، پھر میرا گذر ایک بدبودار کنوئیں پر ہوا، مجھے اس میں سے شدید آوازیں آئیں، میرے پوچھنے پر جبریل نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو محض زینت کی خاطر آرائش کرتی تھیں اور وہ کام کرتی تھیں جو ان کے لیے حلال نہیں تھے، پھر میرا گذر کچھ مردوں اور عورتوں کے پاس سے ہوا جو اپنی چھاتیوں کے بل لٹکے ہوئے تھے، میرے پوچھنے پر جبریل نے بتایا کہ یہ وہ

---

[1] مسند احمد: ۱/ ۳۵۷. [2] ابوداؤد، الادب: ۳۵۔ مسند احمد: ۳/ ۲۲۴.

لوگ ہیں جو دوسروں کو طعنے دیا کرتے تھے اور ان کے منہ پر ان کے عیوب بیان کیا کرتے تھے جیسا کہ سورۂ ہمزہ کی پہلی آیت میں ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اچانک بدبودار ہوا کا ایک تھپیڑا آیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی ہوا تھی؟ یہ ان لوگوں کی ہوا ہے جو مسلمانوں کی غیبت کرتے ہیں۔ ❶

ابن ابی الدنیا، طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت ہے، کسی نے پوچھا وہ کیسے؟ تو فرمایا انسان بدکاری کرتا ہے، پھر اس سے توبہ کر لیتا ہے اور اللہ اس کی توبہ قبول فرمالیتا ہے، لیکن غیبت کرنے والے کی معافی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک متعلقہ آدمی اسے خود معاف نہ کر دے۔ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کے ہمراہ چلا جا رہا تھا، نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ تھاما ہوا تھا اور بائیں جانب ایک دوسرا آدمی تھا، چلتے چلتے ہمارے سامنے دو قبریں آ گئیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان دونوں مردوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی مشکل کام کی وجہ سے نہیں، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام کے آنسو جاری ہو گئے، پھر فرمایا کہ تم میں سے کون شخص جا کر میرے پاس ایک ٹہنی لے کر آئے گا؟ ہم دونوں بھاگتے ہوئے گئے، میں آگے بڑھ گیا اور ایک ٹہنی لے کر حاضر ہو گیا، نبی علیہ السلام نے اسے دو حصوں میں تقسیم کیا اور ایک ایک ٹکڑا دونوں قبروں پر رکھ دیا اور فرمایا جب تک یہ ٹہنیاں تر رہیں گی ان کے عذاب میں تخفیف رہے گی اور انہیں عذاب صرف غیبت اور پیشاب کے چھینٹوں سے نہ بچنے پر ہو رہا ہے۔ ❷ اس حدیث کی اسناد بہت زیادہ ہیں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت سے شہرت کے ساتھ منقول ہیں، کتاب الطہارۃ کے آغاز میں میں اس کی متعدد اسناد ذکر بھی کر چکا ہوں، غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ایک سے زیادہ مرتبہ پیش آیا تھا، اس طرح بظاہر پیدا ہونے والا تعارض بھی ختم ہو جاتا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ حافظ منذری نے بھی ان میں سے چند باتوں کی طرف اشارہ کیا ہے، چنانچہ ان کا کہنا ہے کہ اس حدیث کے اکثر طرق میں چغلی اور پیشاب کا ذکر ہے، لیکن بظاہر ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا دو قبروں پر گذر ہوا تو یہ وجہ ذکر فرمائی اور دوسری مرتبہ ذکر ہوا تو چغلی کا ذکر فرمایا۔

اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غیبت اور چغلی ایمان کو اس طرح کھرچ دیتے ہیں، جیسے چرواہا درخت کو کاٹ دیتا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ ''مفلس'' کون ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا ہمارے درمیان مفلس اس آدمی کو سمجھا جاتا ہے کہ جس کے پاس پیسے ہوں اور نہ ہی کوئی ساز وسامان ہو، نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں حقیقی مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن بہت سی نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا لیکن کسی کو گالی دی ہو گی، کسی پر گناہ کی تہمت لگائی ہو گی، کسی کا مال کھایا ہو گا اور کسی کا خون بہایا ہو گا چنانچہ اس کی نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے قبل ہی اس کی نیکیاں ختم ہو گئیں تو ان لوگوں

---

❶ مسند احمد: ۳/ ۳۵۱.

❷ مسند احمد: ۵/ ۳٦.

کے گناہ لے کر اس شخص پر ڈال دیئے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ ❶ اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کا نامہ اعمال کھول کر اسے دیا جائے گا، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میری وہ نیکیاں کہاں گئیں جو میں نے کی تھیں؟ وہ مجھے اپنے نامہ اعمال میں نظر نہیں آ رہی ہیں؟ اسے جواب دیا جائے گا کہ تو لوگوں کی غیبت کرتا تھا، اس کی وجہ سے وہ مٹا دی گئیں۔ طبرانی نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی آدمی کا تذکرہ ایسی چیز سے کرے جو اس میں موجود نہ ہو اور اس کا مقصد یہ ہو کہ اس سے اسے عار دلائے، اللہ اسے جہنم کی آگ میں روک لے گا یہاں تک کہ اس کا بدلہ دے دے۔

ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے متعلق ایسی بات کہے جو اس میں نہ پائی جاتی ہو، اللہ تعالیٰ اسے ''ردغۃ الخبال'' میں ٹھہرائے گا یہاں تک کہ اس بات سے نکل آئے جو اس نے کہی ہے۔ ❷ ردغۃ الخبال سے مراد وہ جگہ ہے جہاں اہل جہنم کی پیپ جمع ہوتی ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا کوئی کفارہ نہیں ہے، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، ناحق کسی کو قتل کرنا، کسی مسلمان پر بہتان باندھنا، میدانِ جنگ سے راہِ فرار اختیار کرنا اور جھوٹی قسم کھا کر ناحق کسی کا مال ہتھیا لینا۔ ❸ امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی غیر موجودگی میں اس کی عزت کی حفاظت کرے تو اللہ پر حق ہے کہ اسے جہنم کی آگ سے آزاد کر دے۔ ❹ یہ مضمون ترمذی اور ابوالشیخ نے بھی نقل کیا ہے، ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص دنیا میں اپنے بھائی کی عزت کی حفاظت کرتا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا، جو جہنم کی آگ سے اس کی حفاظت کرے گا، اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کی موجودگی میں اس کے کسی مسلمان بھائی کی غیبت کی جائے اور وہ اس کی مدد کرنے پر قادر ہو اور اس کی مدد کرے تو اللہ تعالیٰ دنیا و آخرت میں اس کی مدد فرمائے گا، اور اگر قدرت رکھنے کے باوجود اس نے اپنے بھائی کی مدد نہ کی تو اللہ تعالیٰ اسے دنیا و آخرت میں ذلیل کر دے گا۔

ابوداؤد اور ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کو ایسی جگہ پر ذلیل کرتا ہے جس جگہ اس کی عزت پامال کی جا رہی ہو، اللہ اسے ایسے مقام پر رسوا کر دیتا ہے جہاں وہ اللہ کی طرف سے نصرت اور مدد کا خواہش مند ہوتا ہے، اور جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ایسی جگہ پر مدد کرتا ہے تو اللہ اس کی ایسے مقام پر مدد کرتا ہے جہاں وہ اللہ کی طرف سے مدد کا خواہش مند ہوتا ہے۔ ❺ قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں بتایا گیا ہے عذاب قبر کو تین حصوں میں تقسیم کیا گیا ہے، ایک تہائی عذاب غیبت کی وجہ سے ہوتا ہے، ایک تہائی پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے پر ہوتا ہے اور ایک تہائی چغل خوری کی وجہ سے ہوتا ہے، حسن کہتے ہیں بخدا غیبت انسان کے دین میں اس خارش سے بھی زیادہ تیزی کے ساتھ فساد پھیلاتی ہے جو جسم میں فساد پھیلا

---

❶ صحیح مسلم، البر: ٦٠۔ ترمذی، القیامة: ٢۔ مسند احمد: ٢/ ٣٠٣.

❷ ابوداود، الاقضية: ١٤. ❸ مسند احمد: ٢/ ٣٦٢.

❹ مسند احمد: ٦/ ٤٦١. ❺ مسند احمد: ٤/ ٣٠.

دیتی ہے، وہ یہ بھی کہا کرتے تھے کہ اے ابن آدم! تو س وقت تک ایمان کی حقیقت تک نہیں پہنچ سکتا جب تک تو لوگوں میں وہ عیب ڈھونڈنا چھوڑ نہ دے جو خود تجھ میں بھی پائے جاتے ہیں، اور جب تو اس عیب کی اصلاح شروع کرے تو آغاز اپنی ذات سے کرے، اگر تو یہ کام کرنے لگا تو تو صرف اپنی ذات میں ہی مشغول ہو کر رہ جائے گا، اور اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ بندہ وہی ہے جو ایسا ہو، ایک صاحب کہتے ہیں کہ ہم نے سلف صالحین کا زمانہ پایا ہے، وہ لوگ عبادت کو نماز اور روزہ میں بند نہیں سمجھتے تھے بلکہ لوگوں کی عزتوں پر حملہ سے بچنے کو بھی عبادات میں شمار کرتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب تم لوگوں کے عیوب کا تذکرہ کرنا چاہو تو اپنے عیوب کو یاد کر لیا کرو، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ تم لوگوں کو اپنے بھائی کی آنکھ کا تنکا نظر آ جاتا ہے، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا، امام زین العابدین رحمہ اللہ نے ایک آدمی کو دوسرے کی غیبت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا غیبت کرنے سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ یہ انسانوں میں سے کتوں کا سالن ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ فرماتے تھے کہ اللہ کا ذکر اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ وہ باعث شفا ہے، اور لوگوں کے ذکر سے اپنے آپ کو بچا لو کیونکہ وہ باعث مرض ہے۔

چند ضروری تنبیہات

غیبت کو گناہ کبیرہ قرار دینے میں علماء کی اکثریت متفق ہے اور اسی کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ غیبت پر راضی ہو کر خاموش رہنا بھی گناہ کبیرہ ہے، چنانچہ عنقریب یہ بات آئے گی کہ گناہ کے کام سے روکنے پر قدرت ہونے کے باوجود اس گناہ سے نہ روکنا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، پھر میں نے دیکھا کہ امام اذرعی رحمہ اللہ نے بھی اسی بات کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ غیبت پر سکوت اختیار کرنا ''باوجودیکہ اسے روکنے کی قدرت ہو'' بظاہر اس کا وہی حکم ہے جو بذات خود غیبت کا ہے، البتہ اگر انسان کے لیے اسے روکنا ممکن نہ ہو تو اس کے لیے ضروری ہے کہ جیسے ہی موقع ملے، اس مجلس سے علیحدہ ہو جائے، زرکشی نے بھی اسی رائے کی پیروی کی ہے لیکن صاحب ''العدۃ'' نے جو غیبت کرنے اور اس پر سکوت رکھنے کو صغیرہ گناہ قرار دیا ہے تو اس پر علماء نے اعتراض کیا ہے چنانچہ اذرعی نے کہا ہے کہ غیبت کو مطلقاً صغیرہ گناہ قرار دینے کا قول ضعیف یا باطل ہے، قرطبی وغیرہ نے اس بات پر اجماع نقل کیا ہے کہ یہ کبیرہ گناہوں میں سے ہے اور ہمارے فقہاء کی ایک بڑی جماعت کے کلام کے بالکل موافق ہے، کتاب وسنت میں اس پر شدید وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور اس سلسلے کی احادیث کی جستجو کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں، اور امام غزالی رحمہ اللہ اور کتاب ''العدۃ'' کے مصنف کے علاوہ میں نے کسی عالم کو نہیں دیکھا جو اسے صغیرہ گناہ قرار دیتا ہو، اور تعجب کی بات یہ ہے کہ انہوں نے بھی یہ اصول علی الاطلاق بیان کیا ہے کہ گناہ کے کام کو نہ روکنا کبائر میں سے ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ اسے روکنے پر سکوت کرنا بھی کبیرہ گناہوں میں سے ہو، کیونکہ غیبت تو نہایت قبیح گناہ ہے بالخصوص اولیاء کرام اور صاحب کرامات بزرگوں کی غیبت اور اس کا کم از کم درجہ یہ ہے کہ اگر اس مسئلے پر اجماع نہ بھی ہو تو پھر بھی غیبت کی مختلف اقسام میں فرق کر لیا جائے۔

کیونکہ غیبت کے مراتب ومفاسد اس کے خفیف یا ثقیل ہونے سے مختلف ہو سکتے ہیں، اور فقہاء نے کہا ہے کہ غیبت کا معنی ہے کسی شخص کا ایسی چیز کے ساتھ تذکرہ کرنا جو اس میں موجود ہو مثلاً اس کے دین میں، دنیا میں، اس کی ذات واخلاق میں، مال

واولاد، بیوی، خادم، غلام میں، اس کے عمامے، کپڑے، چال، حرکت اور اس کی بشاشت وتنگی میں، جن چیزوں کا تعلق انسان کے جسم میں غیبت کے ساتھ ہوسکتا ہے وہ ایسے ہے جیسے انسان کسی کو اندھا، لنگڑا، چندھا، ٹھگنا، لمبا، کالا اور پیلا کہے، دین کے حوالے سے غیبت کی مثال یہ ہے کہ کسی کو فاسق، چور، خائن، ظالم، نماز میں سستی کرنے والا اور پاکی ناپاکی کے معاملات میں لاپرواہی کرنے والا کہا جائے، کوئی شک نہیں ہے کہ ان امور کے بدلنے سے ایذاء رسانی میں بھی فرق پڑ جاتا ہے، اب قریب قریب بات یہ ہوسکتی ہے کہ کسی شخص کو اندھا یا لنگڑا وغیرہ کہنا صغیرہ گناہوں میں سے ہے، کیونکہ اس کی تکلیف کم ہے، بخلاف فسق وفجور وغیرہ کے کہ اس کے ساتھ اسے موصوف قرار دینا عظیم ترین گناہ ہے، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کی مختلف اقسام میں کوئی فرق نہ کیا جائے تاکہ اس کا دروازہ ہی بند کر دیا جائے، جیسا کہ شراب میں کیا گیا ہے اور یوں کہا جائے کہ غیبت کی بھی کھجور کی طرح حلاوت ہوتی ہے اور شراب کی طرح اس کی تازگی ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ ہماری اس سے حفاظت فرمائے اور جن جن لوگوں کی ہم سے غیبت ہوئی ان کے حقوق ادا کروادے کیونکہ ان کی صحیح تعداد تو اللہ ہی کو معلوم ہوگی اور کچھ شک نہیں کہ یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جبکہ کوئی ایسا سبب موجود نہ ہو جو اسے جائز کر دیتا ہو یا اسے ثابت کرتا ہو۔

''الخادم'' میں ان کے شاگرد نے بھی اسی رائے کی پیروی کرتے ہوئے کہا ہے کہ درست بات یہی ہے کہ غیبت کرنا اور اس پر خاموش رہنا گناہ کبیرہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصریح فرمائی ہے، جیسا کہ کرابیسی نے اپنی مشہور کتاب ''ادب القاضی'' میں نقل کیا ہے اور اس پر استدلال حجۃ الوداع کی اسی حدیث سے کیا ہے جو پیچھے گذر چکی ہے، ابواسحاق اسفرائینی نے اپنی عقیدہ کی کتاب میں کبائر کی فصل میں اس پر جزم ظاہر کیا ہے، یہی رائے جیلی نے شرح التنبیہ میں قائم کی ہے، کواشی ''جو شوافع میں شمار ہوتے ہیں'' نے بھی اپنی تفسیر میں کہا ہے کہ یہ عظیم ترین گناہوں میں سے ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ صغیرہ گناہ ہے، غالباً وہ ان نصوص سے واقف نہیں ہوں گے اور تعجب اس بات پر ہے کہ لوگ مردار کھانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرتے ہیں لیکن غیبت کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کے لیے تیار نہیں ہوتے، حالانکہ اللہ تعالیٰ نے غیبت کرنے کو انسان کا گوشت کھانے کے مترادف قرار دیا ہے اور وہ بھی مردہ انسان کا، اور قبل ازیں رافعی اس بات پر اعتماد و یقین ظاہر کر چکے ہیں کہ اہل علم اور حاملین قرآن کی بدگوئی کرنا کبائر میں سے ہے اور بدگوئی سے مراد غیبت ہی ہے اور قرآن وحدیث سے اس کا مطلقاً کبیرہ گناہ ہونا ہی ثابت ہوتا ہے، جیسا کہ اس کے دلائل گذر چکے (اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے ''الخادم'' کی عبارت میں وہ تمام روایات دوبارہ ذکر کی ہیں، جو پیچھے گذر چکی ہیں، تکرار سے بچنے کے لیے ان کا ترجمہ شامل نہیں کیا جارہا۔)

اور جلال بلقینی اس رائے کی طرف مائل ہیں کہ یہ صغیرہ گناہ ہے، ان کی عبارت یہ ہے۔

''باقی رہا اہل علم کی بدگوئی اور حاملین قرآن کے متعلق یاوہ گوئی تو بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ اس بات پر مبنی ہے کہ غیبت کرنا صغیرہ گناہ ہے، کیونکہ جب ہم غیبت کو کبیرہ گناہ قرار دیں تو پھر اہل علم کی کوئی تخصیص نہیں رہ جاتی، اور صاحب ''العدۃ'' نے بھی اسے صغائر میں شمار کیا ہے (اس کے بعد جلال بلقینی نے اذرعی کی عبارت نقل کی ہے جس کا ترجمہ پیچھے گذرا، اور اب اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ) اہل علم اور حاملین قرآن کی بدگوئی غیبت میں شامل نہیں بلکہ وہ

گالی دینے اور آبروریزی کرنے کے زمرے میں داخل ہے جس کی دلیل پیچھے گذر چکی ہے اور اس پر استدلال بخاری کی اس روایت سے ہوسکتا ہے جو حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کے حوالے سے نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جو شخص میرے کسی ولی کو اذیت دے، میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور غیبت یہ ہے کہ انسان ایسی چیز کا تذکرہ کرنا شروع کردے جسے خود سننا پسند نہ کرتا ہو گو کہ اس میں وہ چیز موجود ہی ہو، یہ بات ہم اس لیے کہہ رہے ہیں کہ کسی کی بدگوئی یقیناً کسی نقص اور عیب کی وجہ سے ہی ہوگی اور وہ ''سبِّ مسلم'' میں شامل ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ غیبت کی تعریف کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارا اپنے بھائی کا اس طرح تذکرہ کرنا جو اسے ناپسند ہو، اور غیبت کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا محل نظر ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے مردار کے گوشت کھانے کی کراہت کے ساتھ تشبیہ دی ہے، باقی رہی احادیث تو مجھے ان میں غیبت اور اس پر عذاب کی وعید کا کوئی ذکر نہیں ملتا اور شب معراج کی حدیث میں جو غیبت کرنے والوں کا تانبے کے ناخنوں سے اپنے چہرے اور سینے نوچنے کا تذکرہ کیا گیا ہے تو وہ اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی دلیل نہیں ہے، وہ حدیث تو محض اس کی حرمت، اس کی نفرت اور اس سے ممانعت کی دلیل ہے۔''

جلال بلقینی کی اس عبارت میں بہت سی باتیں قابل وضاحت ہیں، مثلاً انہوں نے یہ جو کہا ہے کہ اہل علم کی بدگوئی سبِّ مسلم میں داخل ہے تو سوال یہ ہے کہ پھر سبِّ مسلم کا ذکر کرنے کے بعد دوبارہ الگ سے غیبت کا ذکر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ کیونکہ اگر اس سے مراد سبِّ مسلم ہی ہو تو وہ بہرحال گناہ کبیرہ ہے چاہے علماء کی شان میں ہو یا کسی عام آدمی کے متعلق ہو، پھر اس تخصیص کی وجہ کیا ہے؟ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیبت صغیرہ گناہ ہے اور بدگوئی سے وہ لوگ غیبت مراد لیتے ہیں تو ان کا اسے کبیرہ گناہ قرار دینا مشکل ہے اور یہ اشکال واضح ہے، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان دونوں کی اہمیت اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ ان دونوں کو الگ الگ ذکر کیا جائے تا کہ لوگ اس سے بچیں، باقی جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ غیبت کبیرہ گناہ ہے یا بدگوئی کی تفسیر ''سبِّ مسلم'' سے کرتے ہیں تو اس صورت میں بدگوئی کا الگ سے ذکر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں ہے سوائے اس کے کہ اس کی شدت میں مزید تاکید واہتمام ہو جائے، باقی رہا آیت مذکورہ کا معنی بیان کرنے کے لیے نظیر پیش کرنا تو اس کی تردید اس مفہوم سے ہو جاتی ہے جو میں شروع میں ذکر کر چکا ہوں کہ اس سے مقصد یہ ہے کہ غیبت سے سختی سے منع کیا جائے اور اس لیے کہ یہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ مردار کا گوشت کھانا کبیرہ گناہ ہے لہٰذا اس کے ساتھ جس چیز کو تشبیہ دی گئی ہے، وہ بھی کبیرہ گناہ ہوگی بلکہ اپنی خرابی اور نقصان میں اس سے بھی بڑھ کر۔

باقی رہا ان کا اس موضوع کی احادیث سے انکار اور ان میں سے صرف ایک حدیث کو پیش کر کے اسے غیبت کی حرمت پر دلیل بنانا نہایت قابل تعجب ہے، دوسری بات تو بالکل واضح ہے کیونکہ یہ بات تو کسی پر مخفی نہیں ہے کہ اس حدیث میں جو عذاب بیان کیا گیا ہے، وہ نہایت شدید وعید ہے اور کبیرہ گناہ کی تعریف میں یہ بات بھی گذر چکی ہے کہ جس پر کوئی شدید وعید وارد ہوئی ہو اور یہ شدید وعید ہے، اور باقی رہی پہلی بات تو وہ بھی واضح ہے کیونکہ جو احادیث میں بیان کر آیا ہوں، ان میں غور کرنے

والے ہر شخص کو معلوم ہو جائے گا کہ اس گناہ میں عذاب عظیم اور شدید سزا کی دھمکی دی گئی ہے، مثلاً سب سے بڑا اسود ہونا، سمندر کے پانی میں غیبت کے ملانے پر اس کا سارا پانی بدبودار ہو جانا، غیبت کرنے والوں کا جہنم میں مردار کھانا، جہنم میں ان کی بدبودار کیفیت، اور یہ کہ غیبت کرنے والوں کو عذاب قبر میں مبتلا کر دیا جاتا ہے، ان میں سے صرف چند چیزیں بھی اسے گناہ کبیرہ قرار دینے کے لیے کافی ہیں چہ جائیکہ یہ سب جمع ہو جائیں، یہ تو وہ بات ہے جو احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور اس کے علاوہ جو باتیں ذکر کی گئی ہیں وہ بھی اس کی اہمیت اور شدت پر دلالت کرتی ہیں، لہٰذا ثابت ہو گیا کہ غیبت کبیرہ گناہ ہے، البتہ یہ بات صحیح ہے کہ اس میں درجہ بندی کی جاسکتی ہے جیسا کہ اذرعی کے کلام میں یہ بات گذر چکی ہے۔

نیز یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ غیبت بہت بری بیماری ہے، زہر قاتل ہے، لیکن زبانوں پر شہد سے بھی زیادہ شیریں ہے، اور صاحب جوامع الکلم ﷺ نے اسے مال غصب کرنے اور کسی انسان کے قتل کے برابر قرار دیا ہے اور غصب اور قتل کے گناہ کبیرہ ہونے پر سب کا اجماع ہے، لہٰذا غیبت کے ذریعے کسی کی آبروریزی کرنا بھی گناہ کبیرہ ہوگا، صاحب ''الخادم'' نے اس موقع پر یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آیا بچے اور مجنون کی غیبت کا وہی حکم ہے جو کسی مکلف کے غیبت کرنے کا حکم ہے یا نہیں؟ اس سوال کا جواب میں نے کہیں نہیں دیکھا، البتہ ابن قشیری نے ''المرشد'' میں کہا ہے کہ جس شخص کی غیبت کی ہو، اس سے معذرت کرنا واجب ہے، لیکن یہ معذرت اس شخص کے حق میں واجب ہے جسے اس کی برائی معلوم ہو، باقی رہی بچے اور مجنون کی غیبت تو اس سے معذرت کرنا واجب نہیں ہے اور یہ بات محل تامل ہے، زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگرچہ ندامت متحقق ہونے کی وجہ سے حق اللہ تو ساقط ہو جائے گا، لیکن جس شخص کی برائی بیان کی گئی ہے، اس کے پاس قیامت کے دن مطالبے کا حق باقی رہے گا، صاحب ''الخادم'' نے اس بات کی طرف جو اشارہ کیا ہے کہ معذرت واجب نہ ہونے سے یہ لازم نہیں آتا کہ ان دونوں (بچے اور مجنون) کی غیبت حلال ہو جائے، یہ بالکل واضح بات ہے کیونکہ یہ دونوں چیزیں ایک دوسرے کو لازم و ملزوم نہیں ہیں' اور صحیح بات یہی ہے کہ ان دونوں کی غیبت بھی حرام ہے، باقی رہا غیبت کے گناہ سے توبہ کرنا تو وہ توبہ کے ارکان پورے ہونے پر موقوف ہے جن کا بیان اپنے مقام پر آئے گا لیکن اگر توبہ کی بقیہ شرائط پائی جائیں اور وہ شخص متعلقہ آدمی سے معذرت کرنے سے پہلے ہی فوت ہو جائے تو حق اللہ ساقط ہو جائے گا، صرف متعلقہ آدمی کا حق رہ جائے گا جیسا کہ اس پر تفصیلی کلام عنقریب آرہا ہے۔

دوسری تنبیہ

غیبت میں اصل حکم تو اس کی حرمت ہی کا ہے، اگر وہ کبھی واجب اور مباح ہوتی ہے تو اس کے لیے صحیح شرعی غرض کا ہونا ضروری ہے، جس کی غیر موجودگی میں غیبت کرنا جائز نہ ہوگا اور اس کی صحت چند ابواب میں منحصر ہے۔

(۱) مظلوم کہ جس شخص پر ظلم ہوا، وہ ایسے آدمی سے اس کی شکایت کرے جس کے متعلق اسے گمان غالب ہو کہ وہ اس ظلم کے ازالے یا اس کی تخفیف پر قدرت رکھتا ہے۔

(۲) اسے ذکر کرنے کا مقصد دوسرے آدمی سے گناہ مٹانے پر تعاون حاصل کرنا ہو، جس کے متعلق اسے گمان غالب ہو کہ وہ

اس ظلم کے ازالے پر قدرت رکھتا ہے مثلاً یوں کہے کہ فلاں آدمی ایسے ایسے کام کرتا ہے، آپ اسے سمجھائیں کہ اس سے باز آ جائے، لیکن شرط یہی ہے کہ اس کا مقصد اس گناہ کا ازالہ ہو، ورنہ یہ غیبت محرمہ کے زمرے میں شامل ہوگا۔

(۳) کسی مفتی سے فتویٰ حاصل کیا جائے، مثلاً وہ مفتی سے یوں کہے کہ فلاں آدمی نے مجھ پر ایسا ظلم کیا ہے، کیا اس کے لیے ایسا کرنا جائز ہے؟ اور اس سے خلاصی حاصل کرنے کے لیے مجھے کیا طریقہ اختیار کرنا چاہیے، یا میں اپنا حق کس طرح حاصل کرسکتا ہوں؟ اور استفتاء میں بھی افضل صورت یہ ہے کہ متعلقہ آدمی کا نام مبہم رکھے کہ کسی ایسے شخص کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے جو ایسا ایسا کرتا ہو، کیونکہ نام مبہم رکھ کر بھی مقصد حاصل ہو جاتا ہے، تاہم صراحۃً نام لینا بھی جائز ہے کیونکہ بعض اوقات مفتی نام کی تعیین کے بعد ایسے نتیجے پر پہنچ سکتا ہے، جو ابہام کی صورت میں حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا اس تعیین میں بھی ایک گنا مصلحت ہے جیسا کہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا کے واقعے میں آئے گا۔

(۴) مسلمانوں کو شر سے بچانا اور ان کی خیر خواہی کرنا، جیسے راویوں، گواہوں، مصنفین، مفتیان گرامی اور قراء کے متعلق جرح کرنا جبکہ وہ ان خدمات کے اہل نہ ہوں یا بدعت اور فسق کا ارتکاب کرتے ہوں، ایسی صورت میں غیبت کرنا بالا جماع جائز بلکہ واجب ہے، اور اس میں مشورہ دینا بھی جائز ہے گو کہ متعلقہ آدمی نے مشورے کی درخواست نہ کی ہو جیسے کوئی شخص کسی عورت سے شادی کرنا چاہتا ہو یا دین اور دنیوی معاملات میں کسی کے ساتھ ہم نشینی اختیار کرنا چاہتا ہو اور اسے اس شخص کے اندر ایسی قبیح عادت کا علم ہو جو قابل نفرت ہو مثلاً فسق، بدعت، لالچ یا کوئی اور چیز مثلاً کسی مرد سے شادی کرنے والی عورت کو شوہر کے تنگدست ہونے کی خبر دینا جیسا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے واقعے میں آئے گا، اس صورت میں اگر ممکن ہو تو صرف اس جملے ''آپ کے لیے یہ مناسب نہیں ہے'' پر اکتفاء کر لے اور اگر اس عیب کا ذکر ضروری سمجھے تو وہ بھی ذکر کرسکتا ہے، لیکن اسے بڑھا چڑھا کر بیان کرنا جائز نہیں ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ مجبور آدمی کے لیے مردار کھانا مباح ہے لیکن ضرورت سے زیادہ کھانا جائز نہیں ہے، البتہ غیبت کی اس صورت کے جائز ہونے کی شرط یہی ہے کہ اس کا مقصد محض اللہ کی رضا کے لیے ایک مسلمان کی خیر خواہی کرنا ہو، کوئی اور مقصد نہ ہو، بہت سارے لوگ اس شرط سے غافل رہتے ہیں اور شیطان انہیں اشتباہ میں ڈال دیتا ہے اور انہیں دوسروں کی غیبت پر آمادہ کرتا ہے جس کا مقصد خیر خواہی نہیں ہوتا لیکن شیطان ان کے سامنے یہی خیال مزین کر کے پیش کرتا ہے یہ خیر خواہی اور ہمدردی ہے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ جس گورنر یا امیر میں کوئی معیوب بات پائی جاتی ہو تو ایسے شخص کے سامنے اسے بیان کرنا ضروری ہے جس کے پاس اسے معزول کرنے کی قدرت ہو۔

(۵) وہ آدمی جس کی غیبت کی جارہی ہو، وہ علی الاعلان اس فسق و بدعت میں مبتلا ہو مثلاً شراب خور، ٹیکس لینے والے اور غلط کار حکمران کہ ان کی وہ باتیں ذکر کرنا جائز ہے جو وہ علانیہ طور پر کرتے ہیں لیکن اس کے علاوہ کسی اور عیب کا تذکرہ کرنا حرام ہے، الا یہ کہ اس کا کوئی اور سبب ہو، اذرعی کہتے ہیں کہ اذکار نووی میں غیبت کے مباح مواقع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ وہ شخص علی الاعلان کسی فسق یا بدعت میں مبتلا ہو جیسے شراب نوشی اور ظلماً ٹیکس وصول کرنا، ایسا شخص جو کام علی الاعلان

کرتا ہو، ان کا ذکر جائز ہے لیکن اس کے علاوہ دوسرے عیوب کا ذکر حرام ہے، اس سلسلے میں انہوں نے امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے کی پیروی کی ہے۔

(۶) وہ آدمی اس لقب سے مشہور ہو گیا ہو جیسے اعور، اعمش، اصم اور اقرع وغیرہ کہ اسے اس نام سے پکارنا جائز ہے لیکن جبکہ یہ تعارف کی نیت سے ہو، اس کی تنقیص کی نیت سے نہ ہو اور اگر کسی دوسرے نام سے اس کا تعارف ممکن اور آسان ہو تو وہی زیادہ بہتر ہے، ان چھ میں سے اکثر اسباب وہ ہیں جن پر علماء کے درمیان اتفاق رائے موجود ہے اور اس پر احادیث صحیحہ مشہورہ دلالت کرتی ہیں جیسے ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کی بارگاہ میں حاضر ہونے کی اجازت چاہی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے اجازت دے دو، یہ اپنے قبیلے کا بہت برا آدمی ہے۔ ❶ اس حدیث سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اہل فساد وریب کی غیبت جائز ہونے پر استدلال کیا ہے، اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نہیں سمجھتا فلاں اور فلاں آدمی ہمارے دین کی کوئی بات پہچانتے ہوں گے، لیث کہتے ہیں کہ یہ دونوں آدمی منافق تھے اور ان کے نام مخرمہ بن نوفل اور عیینہ بن حصن تھے، اسی طرح فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ابوجہم اور معاویہ نے میرے پاس پیغام نکاح بھیجا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا معاویہ تو تنگدست ہیں، ان کے پاس کچھ مال نہیں ہے اور باقی رہا ابوجہم تو وہ اپنے کندھے سے اپنی لاٹھی نہیں اتارتا ہے۔ ❷ اور مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ عورت کو بہت مارتا ہے، اس سے ان لوگوں کی تردید ہو جاتی ہے جنہوں نے پہلے جملے کو کثرت اسفار سے کنایہ قرار دیا ہے۔

ایک مرتبہ سفر کے دوران صحابہ رضی اللہ عنہم کو شدید پریشانی کا سامنا کرنا پڑا تو وہ تکالیف دیکھ کر رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی اپنے دوستوں سے کہنے لگا کہ ''ان لوگوں پر مت خرچ کرو جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ہیں یہاں تک کہ وہ منتشر ہو جائیں...... اگر ہم مدینہ منورہ واپس پہنچ گئے تو ہم میں سے معزز آدمی اپنے سے ذلیل آدمی کو وہاں سے نکال دے گا۔ ❸ اس کی یہ بات حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ نے سن لی اور آکر نبی علیہ السلام کو بتادی، نبی علیہ السلام نے عبداللہ بن ابی کو بلا بھیجا، اس نے نہایت مضبوط قسم کھا کر یہ بات کہنے سے انکار کر دیا اور اپنی بات سے مکر گیا، لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! زید نے جھوٹ بولا ہے، زید کی طبیعت اس پر بہت بوجھل ہو گئی، بالآخر اللہ تعالیٰ نے سورۂ منافقین میں حضرت زید بن ارقم رضی اللہ عنہ کی تصدیق مذکورہ الفاظ کے ساتھ نازل فرمادی۔ ❹ حضرت ابوسفیان رضی اللہ عنہ کی اہلیہ حضرت ہندہ رضی اللہ عنہا نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا کہ ابوسفیان کی طبیعت میں ہاتھ روک کر رکھنے کی عادت ہے اور وہ مجھے اتنی مقدار بھی نہیں دیتے کہ جو مجھے اور میری اولاد کو کافی ہو جائے، الا یہ کہ میں انہیں بتائے بغیر ان کے مال میں سے کچھ لے لوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا بھلے طریقے سے صرف اتنی مقدار لے لیا کرو جو تمہیں اور

---

❶ صحیح بخاری، الادب ۳۸۔ صحیح مسلم، البر: ۷۳۔ مسند احمد: ۶/ ۳۸.

❷ صحیح مسلم، الرضاع: ۱۰۳۔ ابوداود، الطلاق: ۳۹۔ مسند احمد: ۶/ ۴۱۲.

❸ المنافقون: ۷۔۸. ❹ مسند احمد: ٤/ ۳۷۳.

تمہارے بچوں کو کافی ہو جائے۔ ❶

تیسری تنبیہ

صحیح مسلم کی سابقہ حدیث سے وہ بات بھی معلوم ہوگئی جس کی تصریح علماء نے کی ہے کہ غیبت کا مطلب یہ ہے کہ کسی ایسے مسلمان یا ذمی کا ''جو سننے والے کے نزدیک متعین ہو'' زندگی میں یا مرنے کے بعد ایسے عیب کا تذکرہ کرنا جو اس میں موجود تو ہو لیکن اس کا تذکرہ دوسروں کے سامنے کرنا اسے پسند نہ ہو، خواہ اس کی موجودگی میں ہو یا پیٹھ پیچھے، اور حدیث میں اسے بھائی سے تعبیر کرنا عطف کی علامت کے طور پر ہے، ورنہ عام مسلمان کے حق میں بھی غیبت کو ترک کرنے کی تاکید بہت زیادہ ہے، کیونکہ اس کی حرمت وعظمت بہت زیادہ ہے، خواہ اس ناپسندیدہ عیب کا تعلق اس کے بدن سے ہو مثلاً بھینگا ہونا، ٹھنگنا ہونا، سیاہ فام ہونا وغیرہ یا اس کے نسب سے ہو مثلاً یہ کہ اس کا باپ تو ہندوستانی (بھیا) ہے وغیرہ، یا اس کے اخلاق وطبیعت سے ہو مثلاً یہ کہ اس کے اخلاق بہت برے ہیں، وہ بہت کمزور اور عاجز ہے یا دینی افعال سے ہو مثلاً یہ کہ فلاں کذاب ہے، یا نماز میں سستی کرتا ہے، یا نماز کو اس کے ارکان کی کامل ادائیگی کے ساتھ عمدہ طریقے سے نہیں پڑھتا، یا والدین کا نافرمان ہے، یا زکوٰۃ ادا نہیں کرتا، یا زکوٰۃ مستحقین کو نہیں پہنچاتا، یا دنیوی افعال سے ہو مثلاً یہ کہ فلاں قلیل الادب ہے، یا اپنے اوپر کسی کا حق نہیں سمجھتا، یا بہت کھاتا اور سوتا ہے، یا لباس سے ہو مثلاً یہ کہ فلاں کا دامن بہت لمبا ہے، یا اس کے گھر سے ہو، مثلاً یہ کہ اس کا گھر تو بہت ہی ناموافق ہے، یا اس کی سواری سے ہو مثلاً یہ کہ وہ تو لنگڑی ہے، یا اس کی اولاد سے ہو مثلاً یہ کہ اس کی تربیت میں کوتاہی کی گئی ہے، یا اس کی بیوی سے ہو مثلاً یہ کہ وہ اپنے گھر سے بہت زیادہ باہر نکلتی ہے یا بڑھیا ہے یا اس پر حکم چلاتی ہے یا صفائی ستھرائی کا خیال نہیں رکھتی، یا اس کے خادم سے ہو مثلاً یہ کہ وہ بھگوڑا ہے، اس کے علاوہ ہر وہ چیز جس کے متعلق معلوم ہو کہ اگر اسے یہ بات پہنچی تو اسے ناگوار گذرے گی۔

بعض حضرات کا کہنا ہے کہ دین کے معاملے میں پیٹھ پیچھے کی جانے والی بات غیبت نہیں ہوتی، کیونکہ یہ اس شخص کی مذمت کرنا ہے جس کی مذمت اللہ تعالیٰ نے خود کی ہے، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کے سامنے ایک عورت کی کثرت عبادت اور اس کے ساتھ پڑوسیوں کی ایذاء رسانی کا تذکرہ کیا گیا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جہنم میں ہوگی، امام غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں یہ قول نقل کرنے کے بعد اسے فاسد اور غلط قرار دیا ہے، اور دلیل یہ دی ہے کہ لوگ نبی علیہ السلام کے سامنے یہ باتیں کسی کی تنقیص کی نیت سے نہیں کرتے تھے بلکہ احکام کی معرفت حاصل کرنے کے لیے اس نوعیت کے سوالات کیا کرتے تھے، نبی علیہ السلام کے علاوہ کسی اور سے اس طرح کی ضرورت وابستہ نہیں ہے لہٰذا اس پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے، اور اس کی دلیل اجماع امت ہے کہ پوری امت اس بات پر متفق ہے کہ کسی دوسرے آدمی کا ایسے الفاظ کے ساتھ تذکرہ کرنا جو اسے ناگوار گذرتا ہو، غیبت ہے، چنانچہ احادیث کے بیان میں یہ بات گذر چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک عورت کو ٹھنگنا کہنے پر اور ایک آدمی کو عاجز کہنے پر اسے غیبت قرار دیا تھا، حسن کہتے ہیں کہ کسی بھی دوسرے آدمی کا برائی کے ساتھ تذکرہ کرنا غیبت ہے، یا بہتان، یا الزام اور ان سب کا

❶ صحیح بخاری، البیوع: ۹۵۔ صحیح مسلم، الاقضیۃ: ۷.

تذکرہ کتاب اللہ میں موجود ہے، چنانچہ غیبت کا تعلق اس عیب سے ہوتا ہے جو اس میں موجود ہو، بہتان یہ ہے کہ اس میں وہ عیب موجود نہ ہو، اور الزام یہ ہے کہ جو بات معلوم ہو وہی آگے بیان کرنا شروع کردے۔

چوتھی تنبیہ

قابل اعتماد بات یہی ہے کہ غیبت چاہے متعلقہ آدمی کی موجودگی میں ہو یا غیر موجودگی میں، دونوں کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، کتاب ''الخادم'' میں ہے کہ ''غیبت کا ضابطہ معلوم کرلینا بھی نہایت اہم ہے اور وہ یہ کہ آیا غیبت نام ہے متعلقہ آدمی کی غیر موجودگی میں اس کی برائی کرنا جیسا کہ اس نام کا تقاضا بھی ہے یا پھر غیر موجودگی اور موجودگی میں کوئی فرق نہیں ہے؟ یہ سوال علماء کی ایک جماعت کے درمیان گھومتا رہا ہے، پھر میں نے دیکھا کہ ابوفورک نے سورۂ حجرات کی تفسیر میں ایک بہترین اور عمدہ ضابطہ بیان کیا ہے کہ غیبت نام ہے کسی آدمی کا اس کی پیٹھ پیچھے ذکر کرنا، سلیم رازی نے بھی غیبت کی تعریف میں یہی کہا ہے کہ انسان کے برے اخلاق وعادات کا تذکرہ کرنا گو کہ اس میں موجود ہی ہو، ''المحکم'' میں ہے کہ غیبت ہمیشہ پیٹھ پیچھے ہی ہوتی ہے، امام تقی الدین ابن دقیق العید کی تحریر میں میں نے دیکھا ہے کہ انہوں نے اپنی سند سے نبی علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ اپنے بھائی کے سامنے جو بات کہنے کو تم ناگوار سمجھو، وہی غیبت ہے، قفال نے اپنے فتاویٰ میں اس کی تخصیص ان صفات سے کردی ہے جو شرعاً مذموم ہیں بخلاف بدکاری وغیرہ کے کہ اس کا تذکرہ کرنا جائز ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ فاسق کو اس کے فسق کے ساتھ ذکر کیا کرو تا کہ لوگ اس کے فسق سے اجتناب کریں، البتہ جہاں کوئی خاص مقصد نہ ہو، وہاں پردہ پوشی ہی مستحب ہے، ورنہ یہ راویوں کی جرح وتعدیل کی طرح ہے اور اسے بیان کرنا ضروری ہے۔

لیکن پہلی صورت میں بغیر کسی شرعی مقصد کے انہوں نے جواز کا جو قول اختیار کیا ہے، وہ ضعیف ہے اور اس کی موافقت نہیں کی جاسکتی اور جس حدیث سے انہوں نے استدلال کیا ہے، وہ ضعیف ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے اس حدیث کو منکر قرار دیا ہے اور بیہقی نے ''لیس بشئی'' کہا ہے بالفرض اگر اس حدیث کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے، تو اسے اس فاجر آدمی پر محمول کیا جائے گا جو علی الاعلان فسق وفجور میں مبتلا ہو، یا جو گواہی لے کر آئے یا جو اس پر اعتماد کرتا ہو کہ اس کی حالت واضح کرنے کی ضرورت ہے، تا کہ لوگ اس پر اعتماد نہ کر بیٹھیں، یاد رہے کہ امام بیہقی رحمہ اللہ نے اس حدیث کو جن افراد پر محمول کیا ہے، یہ حدیث انہی پر محمول ہے، نیز امام بیہقی نے اپنے شیخ حاکم سے اس حدیث کے متعلق نقل کیا ہے کہ یہ صحیح نہیں ہے اور انہوں نے اسے ان الفاظ کے ساتھ نقل کیا ہے کہ فاسق کی غیبت نہیں ہوتی، نیز دیگر احادیث کو سامنے رکھا جائے جو غیبت کی تعریف کے حوالے سے مروی ہیں تو ان سب سے قفال کے کلام کی تردید ہو جاتی ہے، اس کے بعد صاحب ''الخادم'' نے غیبت کے مباح مواقع بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ متعلقہ آدمی علی الاعلان فسق کے کاموں میں مبتلا ہو اور اسے ان عیوب کے ساتھ اپنا تذکرہ سن کر شرم اور عار بھی محسوس نہ ہوتی ہو، جیسے مخنث اور ٹیکس وصول کرنے والا تو اس صورت میں اس کا ذکر کرنا گناہ نہیں ہے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو سند ضعیف کے ساتھ مروی ہے کہ جو شخص حیا کی چادر اتار دے تو اس کی غیبت نہیں ہوتی، ابن منذر کہتے ہیں کہ انسان کی تنقیص اشارے سے بیان کرنا زبان سے بیان کرنے کے قائم مقام ہے، پھر انہوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی وہ حدیث ذکر

کی جس میں انہوں نے ایک عورت کے ٹھگنا ہونے کا اشارہ کیا تھا۔

امام غزالی رحمہ اللہ سے کسی آدمی نے کافر کی غیبت کا حکم پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ مسلمان کے حق میں اس کی ممانعت تین وجہوں سے کی گئی ہے ایذاء رسانی، مخلوق خدا کی تنقیص وتوہین، کیونکہ اللہ اپنے بندوں کے افعال کا بھی خالق ہے اور بیکار کاموں میں اپنے اوقات کو ضائع کرنا، پہلی وجہ حرمت کا تقاضا کرتی ہے، دوسری وجہ کراہت کا تقاضا کرتی ہے اور تیسری وجہ خلاف اولیٰ ہونے کا۔ اب جہاں تک ذمی کا تعلق ہے تو ایذاء کے معاملے میں اس کا وہی حکم ہے جو کسی مسلمان کا ہے، کیونکہ شریعت نے اس کی بھی جان، مال اور آبرو کی حفاظت کی ہے، صاحب ''الخادم'' نے اسی قول کو درست کے قریب تر بتایا ہے کیونکہ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی یہودی یا عیسائی کو کوئی ایسی بات سنائے جس سے اسے اذیت پہنچے تو اس کے لیے جہنم ہے، اس کے بعد کسی بات کی گنجائش نہیں رہتی، امام غزالی رحمہ اللہ مزید کہتے ہیں کہ اگر وہ کافر حربی ہو تو پہلی وجہ کی بنیاد پر اس کی غیبت حرام نہیں ہے اور دوسری اور تیسری وجہ کی بنیاد پر مکروہ ہے اور اگر وہ آدمی بدعتی ہو اور اس کی بدعت حد کفر تک پہنچتی ہو تو اس کا حکم حربی جیسا ہے ورنہ وہ مسلمان کی طرح ہے، البتہ اس کی بدعت کا تذکرہ کرنا مکروہ نہیں ہے، ابن منذر نے نبی علیہ السلام کے اس فرمان ''تمہارا اپنے بھائی کا تذکرہ کرنا'' میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ جو لوگ تمہارے بھائی نہیں ہیں، مثلاً یہودی، عیسائی یا دیگر ادیان وملل کے لوگ یا جس نے کوئی ایسی بدعت ایجاد کرلی ہو جو اسے دین سے نکال دیتی ہے تو اس کی غیبت نہیں ہوتی۔

پانچویں تنبیہ

غیبت کی تعریف جو ذکر کی گئی ہے، ہوسکتا ہے کہ کسی کو اس سے یہ وہم پیدا ہو جائے کہ غیبت صرف زبان کے ساتھ خاص ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے، کیونکہ اسے حرام قرار دینے کی علت متعلقہ آدمی کو ایذاء پہنچانا ہے اور وہ اس طرح کہ کسی آدمی کے سامنے اس کا کوئی نقص اور عیب بیان کیا جاتا ہے اور یہ تفہیم اس صورت میں بھی موجود ہوتی ہے جبکہ محض اشارے، کنائے اور تحریر کے ذریعے ہی یہ کام کیا جائے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ تمام صورتیں بھی اس حکم میں شامل ہیں جن سے اصل مقصود سمجھ میں آجاتا ہو مثلاً متعلقہ آدمی کی طرح چل کر دکھانا کہ یہ بھی غیبت ہے بلکہ امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق تو غیبت سے بھی زیادہ بڑا گناہ ہے کیونکہ اس سے متعلقہ آدمی کی تصویر زیادہ نمایاں ہوکر سامنے آتی ہے اور دل میں بیٹھ جاتی ہے اسی طرح کسی مصنف کا کسی معین آدمی کی بات ذکر کرکے اس کی تردید کرنا بھی غیبت ہے الا یہ کہ اس میں ان چھ اسباب میں سے کوئی ایک سبب پایا جاتا ہو جو غیبت کو مباح کردیتے ہیں اور جن کی تفصیل پیچھے گذر چکی ہے، اسی طرح اگر مخاطب کو کسی مخفی قرینے سے ہی متکلم کی بات سمجھ میں آجائے کہ وہ کس کے متعلق کہہ رہا ہے تو یہ بھی غیبت اور حرام ہے ورنہ حرام نہیں ہے جیسا کہ احیاء العلوم میں ہے۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ علماء کہتے ہیں کہ غیبت تو دل سے بھی حرام ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مخاطب کے سمجھنے کا اعتبار نہیں ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ قلبی غیبت یہ ہے کہ انسان کسی کے متعلق بدگمانی کرے، اور کسی شرعی

دلیل کے بغیر اس پر دل سے یقین کرلے، قلبی غیبت کا یہی معنی متعین اور مراد ہے، باقی رہا مخاطب کے سامنے مبہم انداز میں کسی کا تذکرہ کرنا گو کہ متکلم کے ذہن میں وہ متعین ہو، چونکہ اس میں اعتقاد اور پختگی نہیں ہوتی اس لیے یہ دونوں ایک دوسرے سے مختلف ہیں، احیاء العلوم میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

غیبت کی بدترین قسم یہ ہے کہ انسان نیکوکاروں کی طرح کسی شخص کے ایسے عیب کا تذکرہ کرے جس سے اس کا مقصد سمجھ آجائے اور متکلم یہ ظاہر کرنا چاہتا ہو کہ وہ اس سے محفوظ اور بچا ہوا ہے، لیکن وہ اپنی جہالت کی وجہ سے یہ نہیں سمجھ پارہا کہ اس نے دو انتہائی خطرناک گناہ ریاکاری اور غیبت کو جمع کرلیا ہے، جیسے کسی ریاکار کے سامنے کسی آدمی کا تذکرہ کیا جائے تو وہ کہتا ہے کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں قلت حیاء کی بیماری میں مبتلا نہیں کیا، یا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں بادشاہوں کے یہاں آنے جانے کی مصیبت میں مبتلا نہیں کیا اور اس سے اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ دوسرے آدمی کا عیب لوگوں کو معلوم ہو جائے اور اس کی گندگی میں مزید اضافہ اس وقت ہو جاتا ہے جب وہ اس کی تعریف کو مقدم کرتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ وہ غیبت نہیں کر رہا، چنانچہ وہ یوں کہتا ہے کہ فلاں آدمی بڑا عبادت گذار اور علم کے لیے بڑی محنت کرنے والا تھا، لیکن اب اس میں کوتاہی کرنے لگا اور ہم سب کی طرح صبر کی کمی میں مبتلا ہو گیا ہے۔ اس جملے میں وہ اپنا ذکر بھی کر رہا ہوتا ہے لیکن اس کا مقصد دوسرے آدمی کی برائی بیان کرنا ہی ہوتا ہے گویا وہ تین گناہوں کو جمع کر لیتا ہے، غیبت، ریاکاری اور اپنی پاکیزگی کا بیان، بلکہ چار گناہوں کو، کیونکہ وہ اپنی جہالت کی وجہ سے اس سب کے باوجود اپنے آپ کو صالحین اور غیبت سے بچنے والوں میں سمجھ بیٹھتا ہے، اور اس کا منشاء جہالت ہے کیونکہ جو شخص جہالت کے ساتھ عبادت کرتا ہے، شیطان اس کے ساتھ کھیلتا ہے، اس پر ہنستا ہے اور اس کا مذاق اڑاتا ہے، یوں اس کے اعمال ضائع ہو جاتے ہیں، اس کی تھکاوٹ ضائع ہو جاتی ہے، اور وہ گمراہی و ناکامی کی گہرائیوں میں جا گرتا ہے، اسی میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ کوئی شخص یوں کہے ہمارے فلاں دوست کی جو حالت ہو گئی ہے، مجھے اس کا بہت افسوس اور دکھ ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے ہیں کہ اسے دین پر ثابت قدم رکھے، حالانکہ وہ یہ جملہ جھوٹ موٹ کہہ رہا ہوتا ہے، اس جاہل کو معلوم نہیں کہ اللہ اس کے خبث باطن سے واقف ہے اور اس طرح کی حرکت سے اللہ کی ناراضگی کو اس نے اپنی طرف اس شخص سے بھی زیادہ متوجہ کرلیا ہے جو جہالت کی وجہ سے علی الاعلان گناہوں میں ملوث ہوتا ہے، جس آدمی کی غیبت کی جارہی ہو، تعجب کے انداز میں اس کی طرف متوجہ ہونا بھی اسی میں شامل ہے جس کا مقصد غیبت میں مزید دلچسپی بڑھانا ہوتا ہے، اس بیوقوف کو یہ معلوم نہیں کہ غیبت کی تصدیق بھی غیبت ہی ہے، بلکہ اس پر سکوت کرنے والا بھی اس میں شریک ہے، جیسا کہ حدیث میں آتا ہے کہ سننے والا بھی دو میں سے ایک غیبت کرنے والا ہوتا ہے، لہٰذا اس شرکت سے وہ صرف اسی صورت میں نکل سکتا ہے جب کہ وہ زبان سے اس غیبت کرنے پر اعتراض کرے، خواہ دوسری بات میں مشغول ہو کر ہی سہی، اگر وہ ایسا نہ کر سکتا ہو تو کم از کم اپنے دل سے ہی اسے برا سمجھے اور اگر کوئی مجبوری نہ ہو تو اس مجلس سے لازمی طور پر جدا ہو جائے، صرف زبان سے اتنا کہنا کافی نہ ہوگا کہ خاموش ہو جاؤ، جبکہ اس کا دل چاہتا ہو کہ وہ یہ بات کرتا رہے، اسی طرح صرف ہاتھ سے روک دینا کافی نہیں ہے، البتہ اگر اس کی اہمیت زبان سے کہنے سے زیادہ ہو تو پھر صحیح ہے اور اس مضمون کی احادیث گذر چکی ہیں کہ کسی مسلمان

کی پیٹھ پیچھے اس کا دفاع کرنا اپنے اندر کیا ثواب رکھتا ہے۔

چھٹی تنبیہ

غیبت کے اسباب وعلل بہت زیادہ ہیں، کبھی اپنے غیظ وغضب کو تشفی دینا مقصود ہوتا ہے جس کے لیے انسان اس شخص کی برائی بیان کرتا ہے جس نے اسے غصہ دلایا ہوتا ہے، بعض اوقات اس کی تشفی اس سے بھی نہیں ہوتی اور اس کے دل میں اس شخص کے خلاف کینہ بیٹھ جاتا ہے اور وہ ہمیشہ اس کی برائیاں بیان کرنے لگ جاتا ہے گویا کینہ اور غصہ دونوں چیزیں غیبت کے اہم ترین اسباب میں سے ہیں، کبھی اس کا سبب اپنے دوستوں کی موافقت کرنا ہوتا ہے کہ وہ جس موضوع پر گفتگو کررہے ہوتے ہیں، یہ بھی اس میں شریک ہوجاتا ہے اور جیسے وہ زیرتذکرہ شخص کے عیوب ظاہر کررہے ہوتے ہیں، یہ بھی ظاہر کرنے لگتا ہے اور اسے اندیشہ ہوتا ہے کہ اگر وہ خاموش رہا تو اس کے دوست اس سے متنفر ہوجائیں گے اور اپنی جہالت کی وجہ سے وہ یہ سمجھ بیٹھتا ہے کہ دوستوں کی مجلس کا یہ لازمی حصہ ہوتا ہے چنانچہ وہ ان کے غصے میں آنے پر خود بھی غصہ میں آجاتا ہے اور ان کے ساتھ عیوب اور برائیاں اچھالنے لگتا ہے اور یوں ہلاکت میں پڑجاتا ہے۔

کبھی اس کا سبب یہ ہوتا ہے کہ انسان کسی آدمی کی گفتگو سے اندازہ لگالیتا ہے کہ وہ دوسرے آدمی کی تنقیص کرنا چاہتا ہے یا کسی بڑے آدمی کے سامنے اس کے خلاف گواہی دلوانا چاہتا ہے، چنانچہ یہ آدمی اس بڑے آدمی کے سامنے بڑھ بڑھ کر اس کے عیوب اور برائیاں بیان کرتا ہے تاکہ وہ اس کی نگاہوں سے گرجائے، بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ آغاز میں وہ اس کے ان عیوب کو بیان کرتا ہے جو واقعتاً اس میں پائے جاتے ہیں پھر آہستہ آہستہ نیچے آتا ہے تاکہ وہ بڑا آدمی یہ سمجھے کہ اس کی ساری باتیں سچی ہیں، کبھی اس کی وجہ یہ ہوتی ہے کہ اس کی طرف کسی غلط کام کی نسبت کی جاتی ہے، وہ اس سے اپنی براءت ظاہر کرتے ہوئے یوں کہہ دیتا ہے کہ یہ کام تو فلاں آدمی کرتا ہے حالانکہ ہونا یہ چاہیے تھا کہ اس کام سے اپنی براءت ظاہر کردیتا اور دوسرے کا ذکر نہ کرتا، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ انسان اپنے عذر کی تمہید بیان کرنے لگتا ہے کہ اس کام میں اس کے ساتھ فلاں آدمی بھی شریک تھا، یہ بھی نہایت قبیح حرکت ہے اور بعض اوقات اس کا سبب تصنع، اپنے آپ کو بڑا سمجھنا اور دوسروں کو حقیر سمجھنا ہوتا ہے جیسے یوں کہنا کہ فلاں آدمی تو جاہل ہے، یا اس کی سمجھ بڑی ناقص اور گھٹیا ہے، جس کا مقصد یہ واضح کرنا ہوتا ہے کہ وہ ان عیوب ونقائص سے پاک اور محفوظ ہے، کبھی اس کا سبب حسد ہوتا ہے کہ لوگ کسی شخص کی تعریف اور اس سے محبت کرتے ہیں، یہ شخص لوگوں کے سامنے اس کے عیوب بیان کرتا ہے تاکہ لوگ اس کی تعریف اور اس سے محبت کرنا چھوڑ دیں۔

کبھی اس کا سبب محض تفریح اور دل لگی ہوتا ہے کہ انسان کسی آدمی کے متعلق ایسی بات کہہ دیتا ہے جس سے لوگ ہنس پڑتے ہیں، اور کبھی اس کا سبب دوسرے آدمی کا مذاق اڑانا ہوتا ہے، غیبت کے یہ تو عمومی اسباب ہیں، کچھ خصوصی اسباب بھی ہوتے ہیں جن کا شر اور گندگی اس سے بھی زیادہ ہوتی ہے، جیسے کوئی دیندار کسی سے گناہ سرزد ہونے پر تعجب کا اظہار کرتے ہوئے کہے کہ فلاں آدمی کو جو کام کرتے ہوئے میں نے دیکھا ہے، اس سے مجھے بہت تعجب ہوا اگرچہ وہ اس تعجب میں سچا ہوسکتا ہے لیکن اس کا حق بنتا تھا کہ وہ اس شخص کا نام لے کر اسے متعین نہ کرتا کیونکہ اس طرح انجانے میں وہ گناہگار اور غیبت کرنے

والا بن گیا، اسی طرح کسی آدمی کا یہ کہنا کہ فلاں آدمی پر تعجب ہے کہ وہ اپنی باندی کو کس طرح پسند کرتا ہے حالانکہ وہ تو بہت بری ہے، یا یہ کہنا کہ وہ کیسے فلاں جاہل سے تعلیم حاصل کر رہا ہے، یا کسی کی پریشانی سے مغموم ہو کر یوں کہنا کہ فلاں آدمی بڑا مسکین ہے، مجھے اس کی اس پریشانی سے بڑا دکھ ہوا ہے، گو کہ وہ اس غم کا اظہار کرنے میں سچا ہوگا لیکن اس کا حق بنتا تھا کہ اس کا نام نہ لیتا، اس صورت میں اس کا مغموم ہونا باعث خیر و رحمت ہوتا، لیکن اس تعیین نے اسے انجانے شر کی طرف دھکیل دیا، اسی طرح کسی آدمی نے گناہ کا ارتکاب کیا، دوسرے نے محض اللہ کی رضا کے لیے اس پر غصہ کیا لیکن غصے کا اظہار کرتے ہوئے اس کا نام ذکر کر دیا حالانکہ اس پر ضروری تھا کہ وہ امر بالمعروف کے ذریعے اس کے سامنے اپنے غصے کا اظہار کرتا لیکن کسی دوسرے کے سامنے نہ کرتا، یا اس کا نام چھپا لیتا اور برائی کے ساتھ اس کا تذکرہ نہ کرتا، یہ خصوصی اسباب وہ ہیں جن میں عوام تو ایک طرف رہے، اچھے خاصے علماء مبتلا ہوتے ہیں، کیونکہ وہ یہ سمجھتے ہیں کہ یہ تینوں چیزیں یعنی تعجب، رحمت و شفقت اور غم وغصہ اگر اللہ کی رضا کے لیے ہو تو اس کا نام لینے میں کوئی حرج نہیں ہے، حالانکہ یہ بات غلط ہے، بلکہ غیبت کی رخصت و اجازت کے اسباب صرف وہی ہیں جو پیچھے گذر چکے ہیں اور یہاں ان میں سے کوئی ایک سبب بھی موجود نہیں ہے۔

ساتویں تنبیہ

ہر آدمی کے لیے غیبت کا علاج جاننا ضروری ہے، یہ علاج اجمالی بھی ہو سکتا ہے اور وہ اس طرح کہ آپ اس بات کا یقین کر لیں کہ غیبت کر کے آپ نے اللہ کی ناراضگی اور سزا اپنی طرف متوجہ کر لی ہے، جس کی دلیل وہ آیات و روایات ہیں جو ہم پیچھے بیان کر آئے ہیں، نیز یہ کہ اس سے آپ کی نیکیاں ضائع ہو جائیں گی، جیسا کہ مسلم کی حدیث سے معلوم ہوا کہ مفلس وہ ہے جس کی نیکیاں دوسروں کو دے دی جائیں گی اور یہ بات ہر ایک کو معلوم ہے کہ جس آدمی کی نیکیاں زیادہ ہو جائیں گی، وہ اہل جنت میں سے ہوگا اور جس آدمی کے گناہ زیادہ ہو جائیں گے وہ اہل جہنم سے ہوگا اور اگر دونوں چیزیں برابر ہو گئیں تو وہ اہل اعراف میں سے ہوگا جیسا کہ روایات میں آتا ہے اس لیے اس بات سے احتیاط کرو کہ تمہاری نیکیاں کم ہونے اور برائیاں زیادہ ہونے کا سبب بن کر یہ غیبت تمہیں جہنم میں نہ پہنچا دے، اسی وجہ سے ایک آدمی نے جب خواجہ حسن بصری رحمہ اللہ سے کہا کہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ آپ میری غیبت کرتے ہیں؟ انہوں نے فرمایا میرے نزدیک تیرا مقام اتنا اونچا نہیں ہے کہ میں اپنی نیکیاں تجھے دیتا پھروں گا، جو شخص ان واقعات پر غور کرے گا، وہ اپنے آپ کو غیبت سے مکمل طور پر بچا کر رکھے گا اور اسے سزا کا اندیشہ رہے گا۔

اس سلسلے میں آپ کو اس بات سے بھی فائدہ پہنچ سکتا ہے کہ آپ اپنے عیوب پر غور کریں، اور اپنے آپ کو ان سے پاک کرنے کی کوشش کریں تاکہ آپ نبی علیہ السلام کے اس فرمان میں شامل ہو جائیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اور وہ اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ میں اللہ کا پیغمبر ہوں، تو اسے اس کا گھر کافی ہونا چاہیے اور اسے چاہیے کہ اپنے گناہوں پر رویا کرے اور جو شخص اللہ تعالیٰ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے تاکہ وہ اس کے لیے غنیمت بن جائے یا بری بات سے خاموش رہے تاکہ محفوظ رہے اور اس بات سے آپ حیاء کریں کہ آپ دوسرے آدمی کی اس کام پر

مذمت کررہے ہیں جو خود آپ کی ذات میں بھی پایا جاتا ہے، پھر اگر وہ کام خلقی اور پیدائشی ہو تو اس کی مذمت درحقیقت اس کے خالق کی مذمت ہے، کیونکہ مصنوع کی مذمت درحقیقت صانع کی مذمت ہوتی ہے، ایک آدمی نے کسی عقلمند آدمی سے یوں کہا کہ اے قبیح چہرے والے! اس نے جواب دیا کہ اپنے چہرے کی تخلیق میرے ذمے نہیں تھی کہ میں اسے خوبصورت بناتا، اور اگر آپ کے اندر کوئی عیب موجود نہ ہو ''جو بظاہر ممکن نہیں ہے'' تو پھر اللہ کا شکر ادا کرو کہ اس نے عیوب سے پاک کرکے آپ پر اپنا احسان کیا ہے، نیز یہ بھی سوچیں کہ جس طرح غیبت سے آپ کو اذیت پہنچتی ہے، دوسرے آدمی کو بھی اسی طرح اس سے اذیت ہوتی ہے، پھر آپ دوسرے آدمی کے لیے کسی ایسی چیز کو کیونکر پسند کرسکتے ہیں جس سے خود آپ کو تکلیف ہوتی ہے۔

اور غیبت کا علاج تفصیلی بھی ہوسکتا ہے اور وہ اس طرح کہ اس کا سبب معلوم کرکے اس کی جڑ ہی کاٹ دی جائے کیونکہ کسی بھی بیماری کا علاج اس کا سبب ختم کرکے ہی ہوسکتا ہے، اگر انسان کے ذہن میں بیان کیے گئے اسباب متحضر ہوں تو انہیں ختم کرنے کا طریقہ بھی اسے معلوم ہوسکتا ہے مثلاً اگر غیبت کا سبب غصہ ہو تو انسان اس بات کا استحضار کرے کہ اگر تو نے غیبت کرکے اس پر اپنا غصہ اتار دیا تو اللہ تعالیٰ تجھ پر اپنا غصہ اتارے گا کیونکہ تو نے اس کی ممانعت کو کم تر سمجھا تھا کہ اس سے باز نہیں آیا تھا اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جہنم کا ایک دروازہ ایسا ہے جو صرف اس شخص کے لیے ہے جو اپنے غصے کی تشفی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے ساتھ کرتا ہے، اگر دوستوں کے ساتھ بیٹھا ہو تو اس بات پر غور کرے کہ اگر تو نے اللہ کو ناراض کرکے اپنے دوستوں یعنی اللہ کی مخلوق کو راضی کیا تو اللہ تعالیٰ تجھے جلد ہی سزا دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر غیرت مند کوئی نہیں ہے، حسد کی صورت میں یہ سوچے کہ تو نے اس کی نعمتوں پر حسد کرکے دنیا وآخرت کا خسارہ جمع کرلیا ہے کیونکہ غیبت کرکے انسان اپنی نیکیاں اسے دے دیتا ہے اور اس کے گناہ اپنے اوپر لاد لیتا ہے، یوں وہ اس کا دوست اور اپنا دشمن بن جاتا ہے، اور اس طرح حسد کی گندگی اور جہالت کی حماقت دونوں چیزیں جمع ہوجاتی ہیں، اور بسا اوقات یہی چیز اس شخص کی فضیلت کا دائرہ وسیع ہونے کا سبب بن جاتی ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے فضائل پھیلانے کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے لیے حاسدوں کی زبانیں دراز کردی جاتی ہیں، فخر وغرور اور تزکیۂ نفس کی صورت میں انسان اس بات پر غور کرے کہ اس طرح تو نے اللہ کے نزدیک اپنی فضیلت اور اہمیت کو ضائع کردیا ہے، لوگوں کا تیرے متعلق کوئی اچھا خیال نہیں ہے، بلکہ جب انہیں معلوم ہوگا کہ فلاں شخص ان کی آبرو ریزی کرتا اور ان کی برائیاں بیان کرتا ہے تو وہ تجھ سے ناراض ہوجائیں گے، اور استہزاء وتمسخر اگر غیبت کا سبب ہو تو انسان یہ سوچے کہ تو نے لوگوں کے سامنے کسی کو ذلیل کیا تو درحقیقت اپنے آپ کو اللہ کے یہاں ذلیل کرلیا ہے، اسی طرح بقیہ اسباب کا علاج بھی کرلیا جائے۔

آٹھویں تنبیہ

یہ بات پیچھے بیان ہوچکی ہے کہ غیبت اگر زبان کی بجائے صرف دل سے ہو تو وہ بھی حرام ہے، اس کا مفہوم اور احیاء العلوم سے اس کی تائید بھی نقل کی جاچکی ہے، البتہ یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ بدگمانی بھی حرام ہے جیسے بری بات کہنا ناجائز ہے، اور اس سے میری مراد محض وہی بدگمانی ہے جس پر انسان کا دل مضبوطی کے ساتھ جم جائے اور دوسرے آدمی کے متعلق

برائی اور گناہ کا فیصلہ کر لے، باقی رہے دل میں آنے والے خیالات ووساوس تو وہ معاف ہیں، بلکہ شک بھی معاف ہے، البتہ ''ظن'' کی معافی نہیں ہے اور ظن کا معنی ہے وہ خیال جس کی طرف نفس مائل ہو اور دل اس کی طرف جھکاؤ رکھتا ہو، سورۂ حجرات میں اس کی ممانعت گذر چکی ہے، اور بدگمانی کے حرام ہونے کی وجہ یہ ہے کہ دل کے اسباب علام الغیوب کے علاوہ کوئی نہیں جانتا اس لیے کسی شخص کے متعلق برائی کا پختہ اور مضبوط خیال مت جماؤ، الا یہ کہ وہ بالکل نمایاں ہو کر تمہارے سامنے آجائے اور کسی تاویل کی گنجائش نہ رہے، اس صورت میں انسان کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ جس چیز کو دیکھ رہا ہو، اس کے متعلق اعتقاد نہ رکھے، البتہ جس چیز کا اس نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا ہو اور نہ کانوں سے اسے سنا ہو، پھر بھی اس کے دل میں بیٹھ جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بات شیطان اس کے دل میں ڈال رہا ہے، اس صورت میں انسان کو چاہیے کہ اسے جھوٹا ثابت کر دے کیونکہ وہ تو افسق الفاسقین ہے، اور قبل ازیں سورۂ حجرات ہی میں اللہ تعالیٰ فرما چکا ہے کہ ''اگر تمہارے پاس کوئی فاسق کوئی خبر لے کر آئے تو اس کی تحقیق کر لیا کرو۔''

دراصل یہ ممکن ہے کہ فاسق آدمی جھوٹ نہ بول رہا ہو بلکہ سچ بول رہا ہو لیکن سننے والے کے لیے بلا تحقیق اس کی تصدیق کرنا جائز نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے صرف شراب کی بدبو منہ سے آنے پر حد واجب قرار نہیں دی کیونکہ اس میں یہ امکان موجود ہے کہ وہ کسی اور چیز کی بدبو ہو، اس حدیث پر بھی غور کرنا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمان کی جان مال کو محترم اور اس کے ساتھ بدگمانی کو حرام قرار دیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی شخص کے ساتھ صرف اسی وقت بدگمانی جائز ہو سکتی ہے جبکہ اس کا مال لینا اس کے لیے جائز ہو مثلاً مشاہدہ یا عادل گواہوں کی وجہ سے اسے یقین حاصل ہو جائے، ورنہ حتی الامکان اس بدگمانی کو دور کرنے کی کوشش کرے کیونکہ اس میں خیر اور شر دونوں کا احتمال موجود ہے، اور بدگمانی کی علامت یہ ہے کہ انسان کے دل کی کیفیت تبدیل ہو جائے، وہ اس سے نفرت کرنے لگے، اور اس کی طبیعت بوجھل ہو جائے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ مؤمن میں تین چیزیں پائی جاتی ہیں اور اس کے پاس ان سے نکلنے کا راستہ بھی موجود ہے، چنانچہ بدگمانی سے نکلنے کا راستہ یہ ہے کہ انسان اس کی تحقیق نہ کرے، شیطان انسان کے دل میں معمولی برائی کا خیال ڈال کر اسے پختہ کر دیتا ہے اور اس کے ذہن میں یہ بات بٹھا دیتا ہے کہ یہ تیری ذہانت اور معاملہ فہمی ہے کہ تو اتنی جلدی بات کی تہہ تک پہنچ گیا اور یہ کہ مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے، حالانکہ اس وقت وہ شیطان کے نور یعنی حقیقی ظلمت سے دیکھ رہا ہوتا ہے۔

اور اگر کوئی عادل آدمی آ کر خبر دے، اور انسان اس خبر کی تصدیق یا تکذیب کی طرف مائل ہو تو وہ دو میں سے کسی ایک پر ظلم کرنے والا ہو گا یعنی مخبر عنہ کے متعلق بدگمانی کر کے یا مخبر کی تکذیب کر کے، اس لیے انسان کو پہلے تحقیق کر لینی چاہیے کہ مخبر پر کوئی تہمت تو نہیں پائی جاتی، مثلاً یہ کہ مخبر اور مخبر عنہ کے درمیان عداوت اور دشمنی ہو، ایسی صورت میں انسان توقف کرے اور مخبر عنہ کے متعلق حسب سابق کوئی بدگمانی نہ رکھے اور اس شخص کی بات پر کان نہ دھرے جس کا کام ہی لوگوں کے متعلق باتیں پھیلانا ہو، بلکہ بہتر یہ ہے کہ جب کسی مسلمان کے متعلق دل میں بدگمانی پیدا ہو تو اس کے لیے دعاء خیر کرے اس طرح کرنے سے شیطان کو غصہ آئے گا اور وہ دل میں مختلف خیالات ڈالنے سے باز آ جائے گا، اور اگر اس بات کا پتہ چل ہی جائے کہ کسی

مسلمان نے اس کے متعلق نازیبا باتیں کہی ہیں تو اسے تنہائی میں سمجھائے، اس نصیحت کا مقصد یہ ہو کہ وہ اس گناہ سے باز آجائے، جس کام میں وہ مبتلا ہوا اس پر اپنا غم یوں ہی ظاہر کرے جیسے خود اس حرکت میں مبتلا ہونے پر غمگین ہوتا، تا کہ وعظ ونصیحت، مسلمان کے لیے درد دل رکھنے اور دینی معاملات میں اس کی مدد کرنے کا اجر وثواب اکٹھا ہو جائے، اور بدگمانی کے ثمرات ونتائج میں سے ایک نتیجہ تجسس بھی ہے کیونکہ جب انسان کو بدگمانی ہوتی ہے تو اس کا دل صرف گمان پر قناعت نہیں کرتا بلکہ یقین کی تلاش میں وہ تجسس کرنے لگتا ہے اور تجسس یعنی جاسوسی کی ممانعت گذر چکی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ انسان مخلوق کو پردے میں نہیں رہنے دینا چاہتا اور ایسی چیزوں سے آگاہی حاصل کرنا چاہتا ہے جن پر اگر پردہ پڑا رہتا تو وہ قلب اور دین کے لیے زیادہ سلامتی کا سبب بنتا، یہ نکتہ بھی ذہن میں رہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک ہی آیت میں بدگمانی اور غیبت کو جمع کر دیا ہے کیونکہ عام طور پر یہ دونوں ایک دوسرے کے لیے لازم وملزوم ہوتے ہیں، مطلب یہ ہے کہ جہاں ان میں سے کوئی ایک چیز پائی جاتی ہے، عام طور پر دوسری چیز بھی پائی جاتی ہے۔

نویں تنبیہ

غیبت کرنے والے پر واجب ہے کہ اپنے اس گناہ سے فوراً توبہ کرے اور توبہ کی تمام شرائط کا لحاظ رکھتے ہوئے غیبت کو ترک کرے، اور اللہ کے خوف سے اس پر ندامت کا اظہار کرے تا کہ اس کے حق سے نکل جائے اور اللہ کا حق ادا ہو جائے، پھر جس شخص کی غیبت کی ہو اس سے بھی معافی مانگے، تا کہ وہ اس پر ظلم کے دائرے سے باہر نکل جائے، حسن کہتے ہیں کہ متعلقہ آدمی سے معافی مانگنے کے حوالے سے اس کے حق میں استغفار کر لینا بھی کافی ہے اور انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ تم نے جس شخص کی غیبت کی ہو، اس کا کفارہ یہ ہے کہ تم اس کے حق میں استغفار کر لیا کرو، حسن یہ بھی کہتے ہیں کہ اس کی تعریف اور اس کے حق میں دعاء خیر کی جائے، لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اس سے معافی مانگنا ضروری ہے، باقی اگر کسی کا یہ خیال ہو کہ عزت وآبرو ایک ایسی چیز ہے جس کا کوئی چیز عوض نہیں بن سکتی، لہٰذا اس سے معافی مانگنا ضروری نہیں ہے، بخلاف مال کے کہ اس کا عوض موجود ہوتا ہے تو یہ خیال نا قابل قبول ہے، کیونکہ حد قذف عزت وآبرو کے معاملے میں ہی واجب کی گئی ہے، بلکہ احادیث صحیحہ میں تو اس بات کا حکم موجود ہے کہ اس دن کے آنے سے پہلے معافی مانگ لی جائے جس دن کوئی درہم اور دینار نہ ہوگا، وہاں تو صرف ظالم کی نیکیاں ہوں گی جو مظلوم کو دے دی جائیں گی، یا مظلوم کے گناہ ہوں گے جو ظالم پر ڈال دیئے جائیں گے لہٰذا معافی مانگنا ضروری ثابت ہو گیا، البتہ اگر متعلقہ آدمی غائب ہو یا فوت ہو گیا ہو تو اس شخص کے حق میں کثرت سے استغفار اور دعا کرے، اور اس شخص کے حق میں بھی "جس سے معافی مانگی جائے" بہتر یہ ہے کہ اسے معاف کر دے، کہ یہ اس کی طرف سے احسان اور مہربانی ہوگی، گو کہ اسلاف کی ایک جماعت معافی مانگنے کی قائل نہیں تھی لیکن معافی مانگنے کے قول کی تائید اس حدیث سے بھی ہوتی ہے کہ کیا تم میں سے کوئی شخص اس بات سے بھی عاجز ہے کہ وہ ابو ضمضم کی طرح ہو جائے، وہ جب بھی اپنے گھر سے باہر نکلتا تھا تو یہ کہہ دیتا تھا کہ میں نے اپنی عزت لوگوں پر صدقہ کر دی، مطلب یہ ہے کہ میں اس کی طرف سے ہونے والے کسی ظلم کا بدلہ نہیں مانگوں گا اور یہ کہ قیامت کے دن اس سے کوئی جھگڑا نہیں کروں گا، لیکن فقہاء

نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ تہمت لگانے کی اجازت دینے کا یہ حکم نہیں ہے اور اس بناء پر دنیا وآخرت میں وہ سزا سے بچ نہیں سکے گا، اس کی مزید تفصیل توبہ کے بیان میں آئے گی۔

۲۵۰۔ ناپسندیدہ القاب سے کسی کو پکارنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ایک دوسرے کو برے القاب سے مت پکارا کرو۔'' ❶

تنبیہ

غیبت کے ساتھ اس گناہ کو بھی کبیرہ گناہوں میں کئی علماء نے صراحۃً شمار کیا ہے لیکن ایسا کرنا محل نظر ہے اس لیے کہ یہ بھی غیبت ہی کی ایک قسم ہے جیسا کہ عنقریب معلوم ہوا، غالباً انہوں نے اس سلسلے میں آیت کریمہ کے اسلوب کی اقتداء کی ہے کیونکہ آیت مذکورہ میں ان دونوں کو علیحدہ علیحدہ بیان کیا گیا ہے، جو اس بات کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے درمیان کسی نہ کسی درجے میں فرق ضرور ہے، بعض لوگوں نے کہا ہے کہ برے القاب کا ذکر کرنا گو کہ غیبت ہی کی ایک قسم ہے لیکن خصوصیت کے ساتھ اسے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ غیبت کی تمام اقسام میں سب سے زیادہ فحش قسم ہے، اس لیے اس سے بچنے کے لیے اس کی قباحت علیحدہ سے بیان کی گئی اور امام نووی رحمہ اللہ کی کتاب اذکار میں ہے کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ کسی انسان کو ایسے لقب سے پکارنا حرام ہے جو اسے ناپسند ہو، خواہ وہ اس کی صفت ہو یا اس کے والدین وغیرہ کی۔

۲۵۱۔ کسی مسلمان کا تمسخر اور مذاق اڑانا

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے: ''اے اہل ایمان! کوئی قوم دوسری قوم کا مذاق نہ اڑائے، ہوسکتا ہے کہ وہ لوگ ان سے بہتر ہوں اور عورتیں بھی دوسری عورتوں کا مذاق نہ اڑائیں، ہوسکتا ہے کہ وہ ان سے بہتر ہوں۔'' ❷ اس آیت کی تفسیر عنقریب گذر چکی ہے اور اس کے حرام ہونے پر مسلمان کا اجماع ہو چکا ہے، اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کا مذاق اڑانے والوں کے لیے جنت کا ایک دروازہ کھول کر ان سے کہا جائے گا کہ جلدی جلدی آؤ، وہ مذاق اڑانے والا پریشانی اور تکلیف جھیلتا ہوا وہاں تک پہنچے گا اور جیسے ہی وہاں پہنچے گا جنت کا دروازہ بند کر دیا جائے گا، یہی سلوک اس کے ساتھ مسلسل ہوتا رہے گا، حتیٰ کہ وہ مایوس ہو جائے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس آیت ''وہ کہیں گے کہ ہائے افسوس! یہ کیسی کتاب ہے جو نہ کسی چھوٹے کو چھوڑتی ہے اور نہ بڑے کو، سب کا احاطہ کر لیتی ہے'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ''چھوٹے گناہ'' سے مراد کسی پر تبسم کرنا ہے اور ''بڑے گناہ'' سے مراد کسی پر استہزاءً ہنسنا ہے۔ امام قرطبی رحمہ اللہ نے ''بئس الاسم الفسوق'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ جو شخص اپنے بھائی کو کوئی لقب دے اور اس سے اس کا مذاق اڑائے تو وہ فاسق ہے اور ''سخریہ'' کا معنی ہے کسی کو حقیر اور ذلیل سمجھنا۔

---

❶ الحجرات: ١١.

❷ الحجرات: ١١.

تنبیہ

بعض حضرات نے غیبت کو گناہ کبیرہ قرار دینے کے بعد اسے بھی الگ سے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، لیکن یہ محل نظر ہے کیونکہ یہ بھی غیبت کے افراد میں سے ہی ہے جیسا کہ پیچھے گذرا، غالبًا انہوں نے اس سلسلے میں بھی قرآن کریم کے اسلوب کی پیروی کی ہے کیونکہ قرآن نے اسے ذکر کرنے کے بعد غیبت کا ذکر کیا ہے، اور اس سے احتیاط برتنے کی تنبیہ میں مبالغہ کرنے کے لیے اسے الگ سے ذکر کر دیا گیا ہے۔

۲۵۲۔ چغل خوری

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''طعنہ دینے والا جو چغلی کھاتا پھرے...... اجڈ اور ان سب کے علاوہ بدنام۔'' ❶ اسی آیت سے ابن مبارک نے یہ استنباط کیا ہے کہ ولد الزنا بات کو چھپائے نہیں رکھ سکتا، اس کا بات کو نہ چھپانا '' جو کہ چغل خوری کو مستلزم ہے'' اس بات کی دلیل ہے کہ اس کا ارتکاب کرنے والا ولد الحرام ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ہلاکت ہے ہر اس شخص کے لیے جو طعنہ دے اور چغل خوری کرے۔'' ❷ بعض مفسرین نے ''لمزہ'' کا معنی چغل خوری بھی کیا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لکڑیاں اٹھانے والی'' ❸ مفسرین کا کہنا ہے کہ ابولہب کی بیوی ''جس کے متعلق یہ فرمایا گیا ہے'' لوگوں میں فساد پھیلانے کے لیے چغل خوری کیا کرتی تھی، گویا اس آیت میں چغلی کو لکڑیوں سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ جس طرح لکڑی آگ پھیلانے کا سبب بنتی ہے، اسی طرح چغلی لوگوں میں عداوت پھیلانے کا سبب بن جاتی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویوں کے متعلق فرمایا ہے کہ ''ان دونوں نے اپنے شوہروں سے خیانت کی لہٰذا وہ دونوں انہیں اللہ سے بچانے میں ان کے کچھ کام نہ آئے۔'' ❹ کیونکہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی انہیں مجنون کہتی تھی، اور حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی قوم کو ان کے یہاں آنے والے مہمانوں کے متعلق خبر کرتی تھی، تاکہ وہ ان لڑکوں سے اپنی گندی خواہشات کی تکمیل کر سکیں حتیٰ کہ ان کی قوم کو تباہ کر دیا گیا۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چغل خور جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ ❺ بعض روایات میں اس کے لیے ''نمام'' اور بعض میں ''قتات'' کا لفظ آیا ہے چنانچہ بعض حضرات نے تو دونوں کا ایک ہی معنی بیان کیا ہے اور بعض حضرات نے فرق کرتے ہوئے کہا ہے کہ ''نمام'' اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ بیٹھا ہو، وہ آپس میں باتیں کر رہے ہوں اور یہ آ کر ان کے درمیان چغل خوری کرنے لگے اور قتات اس شخص کو کہتے ہیں جو چوری چھپے لوگوں کی باتیں کان لگا کر سنے اور پھر سامنے آ کر چغل خوری کرنے لگے، کتب ستہ کے مصنفین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گذر دو قبروں پر ہوا، جنہیں عذاب دیا جا رہا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے لیکن کسی ایسے کام کی وجہ سے نہیں جو مشکل ہو، البتہ وہ

---

❶ القلم: ۱۱۔۱۳. ❷ الهمزة: ۱.
❸ المسد: ٤ ❹ التحريم: ۱۰
❺ صحيح مسلم، الايمان: ۱٦۸۔ مسند احمد: ٥/ ۳۸۹.

کبیرہ گناہ ضرور ہے، ان میں سے ایک تو چغل خوری کیا کرتا تھا اور دوسرا پیشاب کے چھینٹوں سے نہیں بچتا تھا۔ [1]

ملحوظہ

اس مضمون کی جو روایات ''غیبت'' کے بیان میں گذر چکی ہیں، مصنف رحمہ اللہ نے انہیں دوبارہ ذکر کیا ہے، تکرار سے بچنے کے لیے ہم ان کا ترجمہ حذف کر رہے ہیں۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چغل خوری، گالی گلوچ اور ضد بازی جہنم میں ہوں گے، ایک روایت میں یوں ہے کہ چغل خوری اور کینہ جہنم میں ہوں گے، یہ دونوں چیزیں ایک مسلمان کے دل میں کبھی جمع نہیں ہوسکتی ہیں۔ ابویعلی، طبرانی، ابن حبان اور بیہقی نے ضعیف سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ آگاہ رہو، جھوٹ چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور چغل خوری عذاب قبر کا سبب بنتی ہے..... طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص مجھ سے نہیں ہے جو حسد کرنے والا ہو، یا چغل خوری کرتا ہو، یا کہانت کرتا ہو اور نہ میں اس سے ہوں، پھر نبی علیہ السلام نے سورۂ احزاب کی آیت نمبر ۵۸ تلاوت فرمائی ''وہ لوگ جو بلا وجہ مومن مردوں اور عورتوں کو اذیت دیتے ہیں، انہوں نے بہتان باندھنے اور واضح گناہ کا ارتکاب کیا۔'' امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے سب سے بہترین بندے وہ ہیں کہ انہیں دیکھ کر اللہ یاد آجائے، اور اللہ کے بدترین بندے وہ ہیں جو چغل خوری کرتے پھرتے ہیں، دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں، بے گناہ لوگوں میں عیوب تلاش کرتے پھرتے ہیں اور سرکش ہوتے ہیں۔ [2] ابوالشیخ کی روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ انہیں کتوں کی شکل میں جمع کرے گا، حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا قیامت کے دن تم لوگوں میں سے میری نگاہوں میں سب سے زیادہ محبوب اور قریب ترین مجلس والا وہ شخص ہوگا جس کے اخلاق تم میں سب سے اچھے ہوں گے۔ [3] یہ روایت ترمذی نے نقل کی ہے، ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ جو اپنے پہلوؤں کو نرم رکھتے ہیں، وہ لوگوں سے الفت رکھتے ہیں اور لوگ ان سے الفت رکھتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ لوگ وہ ہوں گے جو چغلی کھاتے پھرتے ہیں، دوستوں کے درمیان پھوٹ ڈالتے ہیں اور بے گناہ لوگوں کے عیوب تلاش کرتے پھرتے ہیں۔

ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا میں تمہیں سب سے بدترین آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ چاہتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم میں سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو تنہا رہتا ہو، اپنے غلام کو مارتا ہو، مہمان نوازی نہ کرتا ہو، کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب سابق جواب دے دیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا جو لوگوں سے نفرت کرتا ہو اور لوگ اس سے نفرت کرتے ہوں، کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب سابق جواب دے دیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ جو معافی مانگنے کو قبول نہ کرتے ہوں، جو معذرت قبول نہ کرتے ہوں اور گناہ کو معاف نہ کرتے ہوں، کیا میں

---

[1] تخریج گذر چکی ہے۔
[2] مسند احمد: ٦/ ٤٥٩.
[3] ترمذی، البر: ٧١.

تمہیں اس سے بھی زیادہ بدتر آدمی کے متعلق نہ بتاؤں؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے حسب سابق جواب دے دیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص جس سے خیر کی توقع نہ ہو اور اس کے شر سے امن نہ ہو۔ یہ روایت طبرانی نے نقل کی ہے، ابوداؤد، ترمذی، اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا میں تمہیں ایسا عمل نہ بتاؤں جس کا درجہ نماز، روزے اور صدقہ وخیرات سے بھی زیادہ افضل ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا جن لوگوں کے درمیان جدائی ہوگئی ہو، ان میں صلح کروا دینا، کیونکہ جن لوگوں میں جدائی ہوگئی ہو ان کے درمیان فساد پھیلانا مونڈ دینے والی چیز ہے۔ [1] ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے میں یہ نہیں کہتا کہ یہ چیز بالوں کو مونڈ دیتی ہے بلکہ یہ دین کو مونڈ دینے والی چیز ہے۔ [2]

کعب احبار نے یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ بنی اسرائیل میں شدید قحط سالی ہوگئی، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کئی مرتبہ نزول باراں کی دعا کی لیکن ان کی دعا قبول نہ ہوئی، پھر اللہ نے ان پر وحی نازل فرمائی کہ میں تمہاری اور تمہارے ساتھ موجود لوگوں کی دعا اس وقت تک قبول نہیں کروں گا جب تک تمہارے درمیان ایک چغل خور موجود ہے اور وہ اپنی اس چغل خوری پر ڈٹا ہوا ہے، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کیا پروردگار! وہ کون ہے؟ تاکہ ہم اسے اپنے درمیان سے باہر نکال دیں، اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسیٰ! میں خود تمہیں چغل خوری سے منع کر رہا ہوں اور میں ہی چغل خور بن جاؤں؟ چنانچہ ان سب نے اجتماعی توبہ کی اور اللہ تعالیٰ نے ان پر بارش برسا دی، ایک بزرگ اپنے بھائی سے ملاقات کے لیے گئے، اس نے ایک دوست کی چغلی کی، بزرگ کہنے لگے کہ بھائی! تم نے خوب غیبت کی اور تین جرم کیے، تم نے میرے دل میں میرے بھائی کی نفرت پیدا کی، میرے دل کو اس کی وجہ سے ذکر اللہ سے روکے رکھا اور تم نے اپنے آپ کو متہم کر لیا، ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ جو شخص تمہیں یہ بتائے کہ فلاں آدمی تمہیں گالی دے رہا تھا تو درحقیقت وہ خود تمہیں گالی دے رہا ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ امام زین العابدین رحمہ اللہ کے پاس ایک آدمی آیا، اس نے ان کے سامنے کسی کی چغل خوری کی، وہ کہنے لگے کہ تم مجھے اس کے پاس لے کر چلو، وہ ان کے ساتھ چل پڑا، اس کا خیال تھا کہ امام زین العابدین رحمہ اللہ اسے جواب دینے کے لیے جا رہے ہیں، لیکن وہ اس کے پاس پہنچ کر کہنے لگے بھائی! تم نے میرے متعلق جو کہا ہے اگر وہ سچ ہے تو اللہ تعالیٰ مجھے معاف کر دے اور اگر غلط ہے تو تمہیں معاف کر دے، کہا جاتا ہے کہ چغل خوری کا عمل شیطان کے عمل سے بھی زیادہ نقصان دہ ہے، کیونکہ شیطان کا عمل وسوسہ سے ہوتا ہے اور چغل خور کا عمل آمنے سامنے ہوتا ہے، بیان کیا گیا ہے کہ غلاموں کی منڈی میں ایک آدمی اپنے غلام کو بیچنے کے لیے آواز لگا رہا تھا کہ اس میں چغل خور ہونے کے علاوہ کوئی عیب نہیں ہے، ایک آدمی نے یہ سوچ کر کہ یہ تو معمولی عیب ہے، اسے خرید لیا، کچھ ہی دن گذرے تھے کہ اس غلام نے آقا کی بیوی سے یہ کہا کہ آقا دوسری شادی کا پروگرام بنا رہا ہے اور اسے سمجھا دیا کہ جب وہ آئے تو استرا لے کر اس کے حلق سے کچھ بال کاٹ لے تو وہ ان بالوں پر جادو کر

---

[1] ابوداود، الادب: ۵۰۔ ترمذی، القیمة: ۵۶۔ مسند احمد: ۱/ ۱۶۵۔

[2] ابوداود، الادب: ۵۰۔ ترمذی، القیمة: ۵۶۔ مسند احمد: ۱/ ۱۶۵۔

دے گا، عورت اسے سچا سمجھ بیٹھی اور اس سے پختہ وعدہ کرلیا کہ ایسا ہی کرے گی، وہاں سے فارغ ہو کر وہ اپنے آقا کے پاس آیا اور اس کے سامنے یہ چغل خوری کی کہ اس کی بیوی نے ایک آشنا ڈھونڈ لیا ہے جس سے وہ محبت کرنے لگی ہے، آج رات وہ تجھے ذبح کرنے کا ارادہ رکھتی ہے، تم بناوٹی نیند سو جانا پھر دیکھنا کہ کیا ہوتا ہے، وہ بھی اسے سچا سمجھ بیٹھا، اور رات ہونے پر بناوٹی نیند سونے لگا، تھوڑی دیر بعد اس کی بیوی بال کاٹنے آئی تو وہ اپنے دل میں کہنے لگا کہ غلام نے سچ کہا تھا، چنانچہ جب وہ اس کی طرف جھکی تو اس نے اس کے ہاتھ سے استرا چھین لیا اور اسی سے اسے ذبح کر ڈالا، عورت کے گھر والوں کو پتہ چلا تو انہوں نے اس شخص کو قتل کر دیا، یوں اس چغل خور کی نحوست سے فریقین میں قتل وقتال شروع ہو گیا، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ ''جب کوئی فاسق تمہارے پاس کوئی خبر لے کر آیا کرے تو پہلے اس کی تصدیق وتحقیق کر لیا کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم جہالت میں کسی قوم پر جا پڑو اور بعد میں اپنے کیے پر نادم وشرمسار ہونے لگو۔'' ❶

چند ضروری تنبیہات

چغل خوری کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور صحیح احادیث میں ''بلی انه کبیر'' کے لفظ سے بھی اسی کی تصریح کی گئی ہے، چنانچہ حافظ منذری کہتے ہیں کہ ساری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ چغل خوری حرام ہے اور یہ کہ وہ اللہ کے نزدیک عظیم ترین گناہوں میں سے ہے، اور حدیث میں یہ جملہ جو آیا ہے کہ انہیں کسی بڑے گناہ کی وجہ سے عذاب نہیں ہو رہا تو اس کے مختلف معانی بیان کیے گئے ہیں، مثلاً یہ کہ اسے چھوڑنا اور اس سے بچنا بہت بڑی بات نہیں تھی، یا یہ مطلب ہے کہ تم لوگ اسے بڑا گناہ نہیں سمجھتے، یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''تم اسے معمولی سمجھتے ہو، حالانکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہ بہت بڑی بات ہے۔'' ❷ یا یہ مطلب ہے کہ یہ اکبر الکبائر میں سے نہیں ہے جیسا کہ بخاری کی روایت اس پر دلالت بھی کرتی ہے۔

دوسری تنبیہ

علماء نے چغل خوری کی تعریف یہ کی ہے کہ فساد پھیلانے کی غرض سے لوگوں کے سامنے ایک دوسرے کی باتیں نقل کرنا، احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ زیادہ تر یہی تعریف کی گئی ہے لیکن یہ صرف اسی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی یہ ہے ایسی چیز کو نمایاں کرنا جسے نمایاں کیا جانا اچھا نہ سمجھا جاتا ہو، خواہ یہ ناپسندیدگی منقول عنہ کی جانب سے ہو یا منقول الیہکی جانب سے یا کسی تیسرے آدمی کی طرف سے، اور اس میں یہ پہلو بھی برابر ہیں کہ اسے زبان سے کہہ کر نمایاں کیا جائے، لکھ کر یا اشارے اور کنائے کے ذریعے اور جس بات کو نقل کیا جا رہا ہے، خواہ اس کا تعلق افعال سے ہو یا اقوال سے، گویا چغل خوری کی حقیقت کسی کا راز فاش کرنا ہے، اور اس کی پردہ دری کرنا ہے، اور اس کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کے جن احوال کا بھی انسان مشاہدہ کرے، انہیں بیان کرنے سے زبان کو خاموش رکھنا ہی بہتر ہے الا یہ کہ اسے بیان کرنے میں مسلمانوں کا

---

❶ الحجرات: ٦ ❷ النور: ١٥.

فائدہ ہو یا نقصان کا ازالہ ہوتا ہو، مثلاً اگر کوئی شخص کسی آدمی کو دیکھے کہ وہ کسی کا مال چرا رہا ہے تو اس پر اس کی گواہی دینا لازم ہے اور اگر اس نے کسی آدمی کو اپنا مال چھپاتے ہوئے دیکھا اور دوسروں کے سامنے بیان کر دیا تو یہ چغل خوری اور اس کا راز فاش کرنا ہے، اور اگر وہ محکی عنہ میں کوئی نقص یا عیب بیان کر رہا ہے تو وہ چغل خوری بھی ہے اور غیبت بھی۔

لیکن امام غزالی رحمہ اللہ کی اس عبارت پر ایک واضح اعتراض دتا ہے کیونکہ دیگر علماء نے چغل خوری کی جو تعریف کی ہے، اس کے مطابق تو اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں کوئی اشکال ہی نہیں ہے اور اس کی وجہ لوگوں کے درمیان فاسد پھیلانا ہے جس سے پیدا ہونے والے نقصانات و مفاسد کسی سے مخفی نہیں ہیں، البتہ امام غزالی رحمہ اللہ کا بیان کردہ مطلب ''ایسی چیز کو نمایاں کر کے بیان کرنا جسے نمایاں کیا جانا اچھا نہ سمجھا جاتا ہو'' اس معنی میں کیا اس کے قریب بھی نہیں ہے۔ نیز اس پر کوئی نقصان اور عیب بھی مرتب نہیں ہوتا لہٰذا بالفرض اگر اسے امام غزالی رحمہ اللہ کی رائے کے مطابق چغل خوری کا نام دے بھی دیا جاتا تو صحیح بات یہی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ نہیں ہے اور اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ خود امام غزالی رحمہ اللہ نے غیبت میں یہ شرط کی لگائی ہے کہ وہ عیب یا نقص ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ غیبت بغیر نقص اور عیب کے نہیں پائی جاتی، تو چغل خوری ''جو غیبت سے بھی زیادہ قبیح گناہ ہے۔'' میں کبیرہ گناہ ہونے کا وصف اسی صورت میں پایا جانا چاہیے جب کہ اس میں کم از کم اتنا فساد تو پایا جائے جو علماء کی تصریحات کے قریب تر ہو، یہ بات خوب اچھی طرح سمجھ لیجئے کیونکہ لوگ امام غزالی رحمہ اللہ کی بات تو نقل کر دیتے ہیں لیکن اس میں موجود اس اعتراض کی طرف توجہ نہیں کرتے جس پر میں نے تنبیہ کی ہے اور میری نظروں سے یہ بات کہیں نہیں گذری ہے، البتہ جو لوگ غیبت کو مطلقاً گناہ کبیرہ قرار دیتے ہیں، اس صورت میں چغل خوری کے لیے صرف یہ شرط ہوگی کہ وہ غیبت کے مفاسد میں سے کسی چیز پر مشتمل نہ ہو گو کہ لوگوں میں فساد پھیلانے کا سبب نہ ہو۔

تیسری تنبیہ

چغل خوری کا سبب اور اس پر انسان کو آمادہ کرنے والی چیز محکی عنہ (جس کے متعلق بیان کیا جا رہا ہو) کے ساتھ برائی کا ارادہ ہے یا محکی لہ (جس کے سامنے بیان کیا جا رہا ہو) کی محبت ہو یا وہ آدمی فضولیات میں مشغول رہنے میں خوشی محسوس کرتا ہو، اس کا علاج اسی طرح کیا جائے جس کا بیان غیبت کی تفصیلات میں گزر چکا ہے، پھر جس شخص کے سامنے چغلی کھائی جائے، اسے چاہیے کہ اس کی تصدیق کرنے سے انکار کر دے، کیونکہ چغل خور بالاجماع فاسق ہے اور اسے آئندہ چغل خوری سے رک جانے کی نصیحت کرے اور اگر وہ اس سے توبہ نہ کرے تو اس سے اللہ کی رضا کے لیے بغض رکھے اور منقول عنہ (جس کے متعلق بیان کیا جارہا ہو) کے متعلق اپنے دل میں بدگمانی پیدا نہ ہونے دے، کیونکہ یہ بات ثابت نہیں ہوسکی کہ واقعتاً اس نے یہ بات کہی ہوگی اور اس کی تحقیق کرنے کے لیے تجسس اور بحث میں نہ پڑے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے تجسس سے منع فرمایا ہے اور چغل خور کو جس کام سے منع کیا گیا ہے، خود اس میں ملوث ہو کر وہ بات آگے بیان کر کے چغل خوری نہ کرے، ایک آدمی نے حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ کے سامنے کسی کی چغلی کھائی تو انہوں نے اس سے فرمایا اگر تم چاہو تو ہم تمہارے معاملے میں غور کر لیتے ہیں، اگر تم جھوٹے ثابت ہوئے تو تم اس آیت کا مصداق ہوگے ''اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لے کر آئے'' اور اگر تم سچے ہوئے تو

تم اس آیت کا مصداق ہو گے ''جو چغل خوری کرتا پھرتا ہے'' اور اگر تم چاہو تو ہم تمہیں معاف کر دیتے ہیں؟ وہ کہنے لگا کہ امیر المومنین! مجھے معاف کر دیجیے، میں آئندہ کبھی ایسی حرکت نہیں کروں گا۔

سلیمان بن عبدالملک کے سامنے امام زہری رحمہ اللہ کی موجودگی میں کسی آدمی نے چغل خوری کی اور کہا کہ مجھے جس آدمی نے یہ بات بتائی ہے وہ سچا ہے، امام زہری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ چغل خور کبھی سچا نہیں ہو سکتا، سلیمان نے امام زہری رحمہ اللہ کی تصدیق کرتے ہوئے اس شخص سے کہا کہ سلامتی چاہتا ہے تو واپس چلا جا، حسن کہتے ہیں کہ جو شخص تمہارے سامنے چغل خوری کر رہا ہے، وہ دوسروں کے سامنے تمہاری بھی چغل خوری کرے گا، اس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چغل خور سے بغض رکھنا چاہیے اور یہ کہ اسے امانتدار اور قابل اعتماد نہ سمجھا جائے اور ایسا کیوں نہ کیا جائے جب کہ وہ جھوٹ، غیبت، تہمت، خیانت، حسد اور لوگوں کے درمیان فساد پھیلانے سے باز نہیں آتا، اور جن چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے جوڑنے کا حکم دیا ہے، یہ انہیں توڑنے والوں اور زمین میں فساد پھیلانے والوں میں شامل ہے، اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اصل جرم تو ان لوگوں کا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق سرکشی کرتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' ❶ اور چغل خور بھی ان میں شامل ہے۔

۲۵۳۔ دوغلے آدمی کا کلام

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تم لوگوں کو ایسے پاؤ گے جیسے کانیں ہوتی ہیں، ان میں سے جو لوگ دور جاہلیت میں بہترین تھے، دور اسلام میں بھی وہ سب سے بہتر ہیں جبکہ وہ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کرلیں، اور تم محسوس کرو گے کہ اب اس دین میں وہی لوگ سب سے بہترین ہیں جو پہلے اسے سب سے زیادہ ناپسند کرتے تھے، اور تم سب سے بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو دوغلا ہو، جو اس کے پاس ایک رخ لے کر آتا ہو اور اس کے پاس دوسرا رخ لے کر آتا ہو۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے محمد بن زید کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ کچھ لوگوں نے ان کے دادا حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ ہم لوگ اپنے بادشاہ کے پاس جاتے ہیں تو اس سے وہ نہیں کہہ پاتے جو ہم باہر کہہ رہے ہوتے ہیں؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی علیہ السلام کے دور باسعادت میں ہم لوگ اسی چیز کو نفاق سمجھتے تھے۔ ❸ طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ دنیا میں جو شخص دوغلا ہو گا، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے دو چہرے ہوں گے جو آگ سے بنے ہوں گے، ابوداؤد اور ابن ماجہ کی روایت میں اس کے لئے آگ کی دو زبانوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ ❹ یہ مضمون ابن ابی الدنیا، طبرانی اور اصبہانی نے بھی نقل کیا ہے۔

---

❶ الشوری: ٤٢.

❷ صحیح بخاری، المناقب: ١۔ صحیح مسلم، البر: ٩٨۔ ابو داود، الادب: ٣٤.

❷ صحیح بخاری، الاحکام: ٢٧.

❹ ابو داود، الادب: ٣٤.

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا پہلی دونوں صحیح حدیثوں سے صراحۃً ثابت ہوجاتا ہے، بعض علماء نے اسے الگ سے اگر ذکر نہیں کیا تو غالباً اس کی وجہ یہ ہوگی کہ انہوں نے اسے چغل خوری کے ضمن میں شامل سمجھ لیا ہوگا، لیکن اس کا اطلاق محل نظر ہے، چنانچہ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ''دو زبانوں والے'' سے مراد وہ شخص ہے جسے دو دشمنوں کے درمیان تردد ہو اور ہر ایک سے اس کی مرضی کے موافق کلام کرے، ایسا تردد بہت کم لوگوں میں ہوتا ہے اور یہ بعینہٖ نفاق ہے، پھر امام غزالی رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی مذکورہ روایت کا حوالہ دیا ہے اور یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ دو چہروں والا آدمی اللہ تعالیٰ کے نزدیک امانتدار نہیں ہوسکتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی شخص ''امعہ'' نہ بنے، لوگوں نے ''امعہ'' کا مطلب پوچھا تو فرمایا ہر وہ شخص جو ہوا کا رخ دیکھ کر چلے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ تمام علماء اس بات پر متفق ہیں کہ دو آدمیوں سے دو چہروں کے ساتھ ملنا نفاق ہے اور نفاق کی علامات بہت زیادہ ہیں جن میں سے ایک علامت یہ بھی ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ''دو زبانوں'' کی حد کیا ہے اور کہاں پہنچ کر انسان دو زبانوں والا بنتا ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اگر کوئی شخص دو دشمنوں کے پاس جائے اور ان میں سے ہر ایک کے ساتھ اچھے تعلقات رکھے اور سچ بولے تو وہ منافق ہوگا اور نہ ہی دو زبانوں والا، کیونکہ بعض اوقات ایک ہی آدمی دونوں دشمنوں سے سچ بول رہا ہوتا ہے تاہم اس کی یہ صداقت کمزور ہوتی ہے جو بھائی چارے کی حد تک نہیں پہنچتی، کیونکہ صحیح معنی میں اگر صداقت پائی جائے تو مزید دشمنی بڑھ جائے، ہاں! اگر وہ ان دونوں میں سے ہر ایک کا کلام دوسرے کے سامنے منتقل کرنا شروع کردے تو وہ دو زبانوں والا ہوگا اور یہ چغل خوری سے بھی بدتر گناہ ہے کیونکہ ایک کی خبر دوسرے تک پہنچانے سے تو وہ چغل خور بن گیا اور جب دونوں سے خبریں نقل کرنا شروع کردیں تو چغل خوری سے بھی بڑھ گیا اور اگر اس نے کلام تو کسی کا نقل نہیں کیا لیکن دونوں میں سے ہر ایک کے سامنے ان کی دشمنی کو اچھے انداز میں پیش کرنے لگا تو یہ بھی دو زبانوں والا ہے۔

اسی طرح اگر اس نے دونوں میں سے ہر ایک سے وعدہ کرلیا کہ اس کی مدد کرے گا یا ہر معاملے میں ان کی تعریف کرنے لگا، یا ایک آدمی کی تعریف کی اور اس کے باہر نکلتے ہی اس کی مذمت شروع کردی تو وہ بھی دو زبانوں والا ہوگا، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ کسی گورنر یا حکمران کی اس کے منہ پر تعریف کرنا اور اس کی غیر موجودگی میں اس کی مذمت کرنا نفاق ہے، مثلاً وہ بادشاہ کے پاس جانے اور اس کی تعریف کرنے سے مستغنی ہو، اور اس سے مال یا منصب کی کوئی توقع نہ رکھتا ہو لیکن دو دشمنوں میں سے کسی ایک کی ضرورت کی خاطر بادشاہ کے پاس جا کر اس کی تعریف کرتا ہے تو وہ منافق ہے اور یہی مطلب ہے اس حدیث کا کہ منصب اور مال کی محبت یہ دونوں چیزیں دل میں نفاق کو اس طرح بڑھاتی اور اگاتی ہیں جیسے پانی سبزی اگاتا ہے، مطلب یہ کہ ان دونوں کے حصول کے لیے اسے امراء کے یہاں جانے اور ان کی رعایت رکھنے کی ضرورت ہوتی ہے، لیکن اگر کسی کمزور کو چھڑانے کی مجبوری سے جائے جس کے بغیر اس کی خلاصی ممکن نہ ہو اور تعریف نہ کرنے سے مقصد فوت ہونے کا اندیشہ ہو تو وہ معذور ہے کیونکہ شر سے بچنے کی تو اجازت ہے، حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کہتے ہیں

کہ ہم لوگ بعض لوگوں کے چہروں پر ہنس رہے ہوتے ہیں لیکن ہمارے دل ان پر لعنت کر رہے ہوتے ہیں، اس اجازت لینے والے کی حدیث بھی گزر چکی ہے جس کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے اجازت دے دو، یہ اپنے قبیلے کا سب سے برا آدمی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے استفسار پر نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگوں میں سب سے بدترین آدمی وہ ہوتا ہے جس کے شر سے بچنے کے لیے لوگ اس کی عزت کرتے ہوں، لیکن یہ تمام تفصیل صرف خندہ پیشانی سے ملنے اور زیر لب مسکرانے میں ہے، لیکن اس کی تعریف کرنا تو صراحۃً جھوٹ ہے لہٰذا وہ جائز نہیں ہے الا یہ کہ کوئی شدید مجبوری ہو یا خصوصی طور پر اسے اس کے لیے مجبور کیا گیا ہو، اور نفاق میں یہ چیز بھی شامل ہے کہ انسان کسی غلط بات کو سن کر اسے برقرار رکھے مثلاً اس کی تصدیق کر دے یا اس پر سکوت کر لے، یا سر ہلا کر ہی اپنی رضامندی ظاہر کر دے، ایسی صورت میں تو انسان پر یہ لازم ہے کہ اسے اپنے ہاتھ سے بدل دے، یا زبان سے، یا کم از کم دل سے اسے برا سمجھے۔

۲۵۴۔ بہتان باندھنا

کسی پر بہتان باندھنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ غیبت کے بیان میں گزری ہوئی صحیح حدیث ہے کہ اگر اس میں وہ عیب نہ ہو تو تم نے اس پر بہتان باندھا، بلکہ یہ غیبت سے بھی زیادہ شدید گناہ ہے، کیونکہ بہتان تو صراحۃً جھوٹ ہے لہٰذا ہر شخص کو ناگوار معلوم ہوتا ہے، بخلاف غیبت کے کہ عام لوگ تو دور کی بات، بعض اچھے بھلے عقلمند لوگوں کی طبیعت پر وہ ناگوار نہیں گذرتی کیونکہ یہ عادت خود ان کے اندر بھی موجود ہوتی ہے، اس سلسلے میں امام احمد رحمہ اللہ کی وہ روایت گزر چکی ہے کہ پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا کوئی کفارہ نہیں، ان میں سے ایک چیز مومن پر بہتان باندھنا ہے، نیز طبرانی کی ایک روایت بھی گزر چکی ہے کہ ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ جہنم میں روک لے گا یہاں تک کہ وہ اس کا بدلہ دے دے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح بعض حضرات نے کی ہے اور جھوٹ بولنے کو الگ سے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے غالباً اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ خاص جھوٹ ہے اور اس میں شدید وعید بھی وارد ہوئی ہے، لہٰذا اسے الگ ذکر کر دیا گیا۔

۲۵۵۔ ولی کا اپنی زیر سرپرستی لڑکی کو نکاح کرنے سے روکنا

ایک عاقل بالغ لڑکی نے اپنے ہم پلہ لڑکے سے شادی کرنے کے لیے اپنے سرپرست سے کہا لیکن اس کا ذہن تیار نہ ہوا اور اس نے انکار کر دیا، اس گناہ کے کبیرہ گناہ ہونے کی تصریح امام نووی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں کی ہے، اور فرمایا ہے کہ تمام مسلمان اس بات پر متفق ہیں کہ لڑکی کو نکاح سے روکنا گناہ کبیرہ ہے لیکن صحیح بات جسے دیگر علماء نے اپنی تصانیف میں اور خود امام نووی رحمہ اللہ نے بھی ثابت کیا ہے وہ یہی ہے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے اور اس کا کبیرہ ہونا ضعیف قول ہے، بلکہ امام الحرمین نے تو ''النہایہ'' میں فرمایا ہے کہ اگر وہاں کوئی حاکم موجود ہو تو ولی کا لڑکی کو نکاح سے روکنا حرام کے درجے میں بھی نہیں ہے کیونکہ اس صورت میں نکاح کا یہ معاملہ ولی کے اندر منحصر نہیں ہے، اس لیے امام نووی رحمہ اللہ و رافعی رحمہ اللہ کے کلام کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ یہ

کبیرہ گناہ بن سکتا ہے کیونکہ انہوں نے کہا ہے کہ اس سے ولی فاسق ہو جاتا ہے جیسا کہ بار بار ''جس کا کم از کم درجہ بعض حضرات کے نزدیک تین مرتبہ ہے'' اسے نکاح کرنے سے روکے لیکن اس کی تردید خود انہی دونوں کی اپنی عبارات سے ہو جاتی ہے کیونکہ کتاب الشہادات میں ان حضرات کا کہنا ہے کہ جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ اگر انسان کی نیکیاں غالب ہوں تو صغیرہ گناہوں کی کسی ایک قسم پر مداومت نقصان دہ نہیں ہوتی اور ایک ضعیف قول یہ ہے کہ ایسے کاموں پر مداومت بھی فسق ہے گو کہ اس کی نیکیاں غالب ہی ہوں۔

۲۵۶۔ کسی کے پیغام نکاح پر اپنی طرف سے پیغام نکاح بھیجنا

یہ اس صورت میں ہے جبکہ پہلے پیغام نکاح بھیجنے والے کو کوئی جواب نہ دیا گیا ہو، اور دوسرا آدمی اپنی طرف سے پیغام نکاح بھیج دے، یہ کتاب البیوع یعنی تجارت کے بیان میں ذکر کردہ مسئلے کی نظیر ہے یعنی خریداری پر خریداری کرنا یا بیع پر بیع کرنا لہٰذا یہاں بھی وہ تمام تفصیلات متوجہ ہوں گی جو میں پیچھے بیان کر آیا ہوں۔

۲۵۷-۲۵۸۔ شوہر کو بیوی کے خلاف اور بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانا

امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح سے اور بزار، ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو امانت پر قسم اٹھائے اور جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے، وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے۔ ❶ یہ مضمون ابوداؤد اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے وہ ہم میں سے نہیں ہے اور جو شخص کسی عورت کا ذہن اس کے شوہر کے خلاف بنا کر اسے خراب کرے، وہ بھی ہم میں سے نہیں ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابلیس اپنا تخت پانی پر بچھاتا ہے، پھر اپنے لشکروں کو بھیجتا ہے، ان میں سب سے زیادہ اس کے قریب وہ ہوتا ہے جس کا فتنہ سب سے زیادہ بڑا ہو، چنانچہ ان میں سے ایک ابلیس کے پاس آ کر کہتا ہے کہ میں نے فلاں فلاں کام کروا دیا، ابلیس اس سے کہتا ہے کہ تو نے کچھ نہیں کیا، پھر ان میں سے ایک آ کر کہتا ہے کہ میں نے اپنے ہدف کو اس وقت تک نہیں چھوڑا جب تک اس کے اور اس کی بیوی کے درمیان جدائی نہیں کروا دی، شیطان اسے اپنے قریب کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ تو سب سے اچھا آدمی ہے اور اسے اپنے سینے سے لگا لیتا ہے۔ ❷

تنبیہ

بیوی کو شوہر کے خلاف بھڑکانا کبیرہ گناہ ہے، فقہاء کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے اور اس سلسلے میں انہوں نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے، اور جو احادیث میں نے ذکر کی ہیں ان سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے، اور شوہر کو بیوی کے خلاف بھڑکانا بھی ایسے ہی ہے جیسا کہ واضح بات ہے، البتہ ان کے درمیان اس طرح فرق کیا جا سکتا ہے کہ اگر مرد کو بھڑکایا جا رہا ہو تو یہ ممکن ہے کہ جس کی خاطر بھڑکایا جا رہا ہے، اسے اور اس کی بیوی کو نکاح میں جمع کر دیا

❶ مسند احمد: ۵/ ۳۵۲. ❷ صحیح مسلم، المنافقین: ٦٧.

جائے لیکن عورت کی صورت میں یہ ممکن نہیں ہے کہ جس شخص کی خاطر اسے اس کے شوہر کے خلاف بھڑکایا جا رہا ہے، وہ بیک وقت دونوں کے نکاح میں رہ سکے۔

۲۵۹۔ کسی شخص کا اپنے نسبی، رضاعی یا سسرالی محرمات میں سے کسی سے عقد نکاح کر لینا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح بعض متاخرین کے کلام میں آئی ہے، لیکن انہوں نے محرمات کو عام نہیں رکھا ہے، یاد رہے کہ یہ حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ وہ صرف نکاح کرے، خلوت صحیحہ نہ کرے اور بلا شک اس عنوان میں یہ قید بھی مراد ہے، اور اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا محرمات سے نکاح کا یہ اقدام شریعت کے سیاسی اور سماجی اصولوں کی جڑ بنیاد کو ختم کرنے کے مترادف ہے اور یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کے نزدیک حدود شریعت کی کوئی اہمیت نہیں ہے، بالخصوص ان چیزوں کی بھی جن کی قباحت پر تمام صحیح عقل رکھنے والے متفق ہیں، اور یہ کام کوئی ایسا شخص نہیں کر سکتا جس میں معمولی درجے کی شرم و حیا بھی موجود ہو، دینداری تو بڑی دور کی بات ہے۔

۲۶۰ تا ۲۶۲۔ طلاق دینے والے کا حلالہ پر راضی ہونا، مطلقہ عورت کا اس کی اطاعت کرنا اور دوسرے شوہر کا اس پر راضی ہونا

امام احمد اور نسائی وغیرہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کی یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ❶ ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا میں تمہیں اس سانڈ کے متعلق نہ بتاؤں جسے عاریۃً دیا گیا ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ سانڈ حلالہ کرنے والا ہے، اللہ کی لعنت ہو حلالہ کرنے والے اور کروانے والے پر۔ ❷ امام ترمذی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اہل علم کا اسی رائے پر عمل ہے، جن میں حضرت عمر، ابن عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم بھی شامل ہیں، یہی فقہاء تابعین کا قول ہے، ابو اسحاق جوزجانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ کسی شخص نے نبی علیہ السلام سے حلالہ کرنے والے کا حکم پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ وہ اپنی رغبت سے نکاح کرے، دھوکہ دینے کے لیے یا کتاب اللہ کا مذاق اڑانے کے لیے نکاح نہ کرے، پھر وہ عورت اس کا شہد بھی چکھے۔ ابن منذر، ابن ابی شیبہ، عبدالرزاق اور اثرم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر میرے پاس کسی حلالہ کرنے والے اور کروانے والے کو لایا گیا تو میں اسے رجم کر دوں گا، کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے عبداللہ سے اس کی وجہ پوچھی تو انہوں نے فرمایا کہ یہ دونوں ہی زانی ہیں۔

ایک آدمی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے یہ مسئلہ پوچھا کہ آپ کی کیا رائے ہے اس عورت کے بارے جس سے میں اس لیے نکاح کرتا ہوں کہ اسے اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال کر دوں، لیکن اس کے شوہر نے مجھے اس کا حکم دیا ہے اور نہ ہی وہ میرے

❶ نسائی، الطلاق: ۱۳۔ ❷ ابن ماجہ، النکاح: ۳۳۔

اس خیال سے واقف ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں! صرف یہی صورت ہو سکتی ہے کہ تم اپنی رغبت سے اس کے ساتھ نکاح کرو، پھر اگر وہ تمہیں اچھی لگے تو اپنے پاس رکھ لو، اور اگر بری لگے تو اسے چھوڑ دو، اور جو صورت تم بتا رہے ہو، ہم لوگ نبی علیہ السلام کے دور باسعادت میں اسے زنا سمجھتے تھے، اسی طرح کسی آدمی نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک آدمی نے اپنی بیوی کو'' جو اس کی چچا زاد بہن بھی تھی'' طلاق دے دی، پھر اسے اپنے اس فعل پر ندامت ہوئی اور اسے اپنی سابقہ بیوی میں رغبت ہوئی، اس نے چاہا کہ کوئی دوسرا آدمی اس سے شادی کر کے اسے اس کے لیے حلال کر دے تو اس کا کیا حکم ہے؟ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا وہ دونوں زانی ہیں، چاہے بیس سال تک ایک ساتھ رہتے رہے ہوں، بشرطیکہ اسے معلوم ہو کہ وہ اسے حلال کروانا چاہتا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے کسی شخص نے اس آدمی کا حکم پوچھا جس نے اپنی بیوی کو تین طلاقیں دے دی ہوں، بعد میں اس پر شرمسار ہونے لگے؟ انہوں نے فرمایا کہ چونکہ اس نے اللہ کی نافرمانی کی لہٰذا اسے شرمندہ ہونا پڑا اور چونکہ اس نے شیطان کی اطاعت کی لہٰذا شیطان نے اس کے لیے نکلنے کا کوئی راستہ نہ چھوڑا، سائل نے ان سے حلالہ کرنے والے کا حکم پوچھا تو انہوں نے فرمایا جو شخص اللہ کو دھوکہ دیتا ہے، اللہ اس کا دھوکہ اسی پر لوٹا دیتا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا پہلی دو حدیثوں سے صراحۃً ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں ان کاموں پر لعنت کی گئی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ احادیث اس صورت پر محمول ہیں جب کہ دوسرے نکاح میں حلالہ کرنے والے کے لیے یہ شرط لگائی جائے کہ وہ اس عورت سے خلوت صحیحہ کرنے کے بعد اسے طلاق دے دے گا، یا اس کے علاوہ کوئی اور ایسی شرط لگا دی جائے جو نکاح کو فاسد کر دیتی ہو، ظاہر ہے کہ اس صورت میں حلالہ کا یہ فعل گناہ کبیرہ ہوگا اور اس فعل میں شامل تینوں افراد یعنی طلاق دینے والا، حلالہ کرنے والا اور وہ عورت فاسق ہوں گے کیونکہ انہوں نے اس بے حیائی کا ارتکاب کیا ہے، بعض شوافع نے حلالہ کو مطلقاً گناہ کبیرہ جو قرار دیا ہے تو اس کا یہی مطلب ہے کیونکہ اس کے بغیر تو یہ محض مکروہ ہے، حرام تک نہیں چہ جائیکہ کبیرہ گناہ ہو، اور عقد نکاح سے پہلے انہوں نے جو شرائط طے کر رکھی ہوں، ان کا کوئی اعتبار نہ ہوگا، اور فقہاء کی ایک جماعت نے ان دونوں حدیثوں کے اطلاق پر عمل کرتے ہوئے حلالہ کو مطلقاً حرام قرار دیا ہے، اس سے پہلے ہم نے جن صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ کیا ہے اس میں ان کے علاوہ حسن بصری رحمہ اللہ بھی شامل ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ اگر ان تینوں افراد میں سے کسی ایک کی نیت بھی طے شدہ شرائط کے مطابق حلالہ کرنے کی ہو تو عقد نکاح ہی فاسد ہوگا، یہی رائے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ اس طرح کرنے سے وہ عورت اپنے پہلے شوہر کے لیے حلال نہ ہوگی، ابن مسیب کی بھی یہی رائے ہے اور اس رائے میں مالک، لیث، سفیان ثوری اور امام احمد بھی ان کے پیروکار ہیں، چنانچہ امام احمد رحمہ اللہ سے کسی نے یہ مسئلہ پوچھا کہ اگر کوئی شخص کسی عورت سے نکاح کرے، اس کے دل میں یہ بات ہو کہ وہ اسے اس کے پہلے شوہر کے لیے حلال کر دے گا، لیکن عورت کو اس کی خبر نہ ہو تو کیا حکم ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ حلالہ کرنے والا شمار ہوگا اور اگر اس کا مقصد واقعی طور پر حلالہ کرنا ہو تو وہ ملعون ہے۔

۲۶۳-۲۶۴۔ مرد کا عورت کے ساتھ اور عورت کا مرد کے ساتھ پوشیدگی کے واقعات لوگوں کے سامنے بیان کرنا

امام مسلم اور ابوداؤد وغیرہ نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے نزدیک قیامت کے دن سب سے بدترین مرتبہ اس شخص کا ہوگا جو اپنی بیوی کے ''پاس'' پہنچے، یا وہ عورت جو اپنے شوہر کے ''پاس پہنچے'' پھر اس کے بعد وہ دوسرے کا راز فاش کرتے پھریں۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ نے اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ وہ نبی علیہ السلام کے پاس حاضر تھیں، دیگر مرد و عورت بھی ان کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوسکتا ہے کہ بعض مرد وہ باتیں لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہوں جو وہ اپنی بیوی کے ساتھ ''کرتے'' ہیں اور شاید ایسا بھی ہوگا کہ عورتیں وہ باتیں دوسروں کو بتاتی ہوں گی جو شوہران کے ساتھ ''کرتے'' ہیں، یہ سن کر لوگ خاموش رہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کی قسم! یہ کام تو مرد بھی کرتے ہیں اور عورتیں بھی کرتی ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا ایسا نہ کیا کرو کیونکہ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کوئی شیطان کسی شیطان سے ملا اور اسے ''ڈھانپ'' لیا اس حال میں کہ لوگ انہیں دیکھ رہے ہوں۔ ❷ یہ مضمون بزار اور ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد، ابویعلی اور بیہقی رحمہم اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''سباع'' حرام ہے۔ ❸ راوی نے سباع کا معنی بیان کیا ہے بیوی سے ہم بستری کر کے اسے فخریہ لوگوں کے سامنے بیان کرنا۔ نیز ابوداؤد نے ایک مجہول راوی کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ وابستہ ہیں سوائے تین قسم کی مجلسوں کے، جس میں ناحق خون بہانے کی بات ہو، یا ناجائز طور پر کسی عورت سے بدکاری کی بات ہو، یا ناحق کسی کا مال ہتھیانے کی بات ہو۔ ❹

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح ان احادیث صحیحہ میں موجود ہے اور ان کا گناہ کبیرہ ہونا واضح بات ہے کیونکہ اس میں محکی عنہ (جس کے متعلق بیان کیا جا رہا ہے) کے لیے ایذاء رسانی بھی ہے اور اس کی غیبت بھی ہے، نیز اس چیز کا پردہ چاک کرنا ہے جسے پوشیدہ رکھنے پر تمام عقلاء کا اتفاق ہے اور وہ اسے پھیلانے کو نہایت قبیح حرکت سمجھتے ہیں، اس کی مزید تفصیل اپنے مقام پر آئے گی، البتہ یہاں یہ بات ذکر کرنا ضروری ہے کہ آیا ایسا کرنا مکروہ ہے یا حرام؟ سو اس سلسلے میں امام نووی رحمہ اللہ کے اپنے کلام میں اختلاف پایا جاتا ہے چنانچہ کتاب النکاح میں وہ اسے مکروہ قرار دیتے ہیں اور شرح مسلم میں مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہوئے اسے یقینی طور پر حرام قرار دیتے ہیں اور یہ کہ ایسا کرنا حرام اس صورت میں ہوگا جبکہ وہ اپنی بیوی کے مخفی احوال مثلاً ہم بستری اور خلوت کا تذکرہ کرے اور کراہت اس صورت میں ہے جبکہ وہ ایسی چیز ذکر کرے جو

---

❶ صحیح مسلم، النکاح: ۱۲۳۔ ابوداود، الادب: ۳۲۔ مسند احمد: ۳/ ٦٩.

❷ مسند احمد: ٦/ ٤٥٧.

❸ مجمع الزوائد: ٤/ ٢٩٥.

❹ ابوداؤد: ٤٨٦٩.

عام طور پر مخفی نہیں ہوتی، اور حرمت کے اس حکم میں وہ صورت بھی شامل ہے جبکہ ہم بستری کا تذکرہ کسی فائدے کے بغیر کیا جائے، بعد میں مجھے اس رائے کی موافقت بھی مل گئی۔

۲۶۵۔ بیوی یا باندی کی پچھلی شرمگاہ میں ہم بستری کرنا

ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس شخص پر نظر کرم نہیں فرماتا جو کسی مرد یا عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آئے۔ ❶ طبرانی نے معجم اوسط میں مضبوط سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص عورتوں کے پاس ان کی پچھلی شرمگاہ میں آتا ہے، وہ کفر کرتا ہے۔ احمد اور ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ملعون ہے جو کسی عورت کے پاس اس کی پچھلی شرمگاہ میں آئے۔ ❷ احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ایام والی عورت سے ہم بستری کرے، یا کسی عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آئے، یا کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس شریعت کا کفر کیا جو اللہ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی ہے۔ ❸ ایک روایت میں کفر کی بجائے براءت کا لفظ آیا ہے۔

احمد اور بزار نے صحیح سند سے یہ روایت حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آنے کو لواطت صغریٰ سے تعبیر کیا ہے۔ ❹ ابویعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شرم وحیاء کا دامن تھامو، کیونکہ اللہ تعالیٰ حق بات سے نہیں شرماتا، عورتوں کے پاس ان کی پچھلی شرمگاہ میں نہ آیا کرو، یہ مضمون نسائی، اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کی پچھلی شرمگاہ میں آنے سے منع فرمایا ہے، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو ان لوگوں پر جو عورتوں کے پاس ان کی پچھلی شرمگاہ میں آتے ہیں۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح متعدد علماء نے کی ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کیونکہ ان احادیث صحیحہ سے آپ معلوم کر چکے ہیں کہ ایسا کرنا کفر ہے، اللہ تعالیٰ ایسا کرنے والے پر نظر کرم نہیں فرماتا، اور یہ لواطت صغریٰ ہے جو کہ شدید ترین وعید ہے گو کہ جلال بلقینی نے اسے کبائر میں شمار کرنا محل نظر قرار دیا ہے، لیکن شیخ الاسلام علائی نے تصریح کی ہے کہ اسے لواطت کے ضمن میں ہی رکھا جائے کیونکہ حدیث میں اس کا ارتکاب کرنے والے پر لعنت کا ثبوت موجود ہے۔

۲۶۶۔ کسی اجنبی مرد یا عورت کی موجودگی میں اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے کیونکہ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ایسا کام کرنے والا دین سے نہایت دور اور غافل ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اس حرکت کے ارتکاب سے گمان بلکہ یقین ہے کہ وہ اس اجنبی مرد یا عورت کو

---

❶ ابوداود، النكاح: ٤٦ ـ مسند احمد: ٢/ ٤٤٤. ❷ ترمذي، الطهارة: ١٠٢ ـ مسند احمد: ١/ ٨٦.

❷ مسند احمد: ٢/ ١٨٢. ❹ مسند احمد: ٢/ ١٨٢.

فساد میں مبتلا کر دے گا، اور جن حضرات نے ''دیکھنے'' کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، ان کی رائے کو دیکھا جائے تو پھر اس گناہ کو بطریق اولیٰ کبائر میں شمار کرنا چاہیے کیونکہ اس کی قباحت اور مفاسد بہت زیادہ ہیں۔

مہر کا بیان

۲۶۷۔ کسی عورت سے شادی کرتے وقت مہر ادا نہ کرنے کا عزم رکھنا

طبرانی نے مضبوط سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی عورت سے تھوڑے یا زیادہ مہر پر نکاح کرے اور اس کے دل میں اس کی ادائیگی کی نیت نہ ہو تو اس نے اس عورت کو دھوکہ دیا، اور اگر وہ اسے اس کا حق ادا کیے بغیر مر گیا تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا شمار زانیوں میں ہوگا، اور جو شخص کسی سے قرض لے اور اسے ادا نہ کرنے کی نیت رکھتا ہو، تو اس نے اسے دھوکہ دیا اور اگر اس کا حق ادا کیے بغیر ہی وہ مر گیا تو اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کا شمار چوروں میں ہوگا، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔ اور بیہقی ہی کی ایک روایت میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ یہ ہے کہ ایک آدمی کسی عورت سے نکاح کرے، جب اس سے اپنی خواہشات پوری کر چکے تو اسے طلاق دے دے اور اس کا مہر بھی لے جائے، یا وہ آدمی جو کسی شخص سے مزدوری کروائے اور پھر اس کی اجرت لے جائے اور دوسرا وہ آدمی جو بے فائدہ کسی جانور کو قتل کر دے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ پہلی حدیث کی تصریح ہے اور اسی پر بعض حضرات نے جزم کیا ہے، لیکن ان کے الفاظ یہ ہیں کہ ''کوئی آدمی کسی عورت سے نکاح کرے اور اس کے دل میں یہ نہ ہو کہ وہ اسے اس کا مہر ادا کرے گا'' لیکن یہ تعبیر واضح نہیں ہے بلکہ واضح تعبیر یہ ہے کہ عورت کے مطالبہ کرنے پر بھی اس کا عزم یہی ہو کہ وہ اسے اس کا مہر ادا نہیں کرے گا، کیونکہ یہ بات واضح ہے کہ جس شخص کے دل میں مہر کی ادائیگی یا عدم ادائیگی کا کوئی خیال نہ ہو تو اس کا گناہ کبیرہ ہونا تو بڑی دور کی بات، حرام بھی نہیں ہے۔ بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو پہلی حدیث کے ظاہر سے مغالطہ لگ گیا ہے اور اس کے آخر اور بعد والی احادیث پر ان کی نظر نہیں گئی اور اس گناہ کے کبیرہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ گناہ تین دوسرے کبائر کو شامل ہے یعنی دھوکہ، ظلم اور عورت کے منافع سے فائدہ حاصل کر کے اسے اس کا حق ادا نہ کرنا، اور ''عورت کا مطالبہ'' کرنے کی قید اس لیے لگائی گئی ہے کہ اگر عام طور پر خواتین مہر معاف کر دیتی ہوں اور اس کا مطالبہ نہ کرتی ہوں تو اس سے احتراز ہو جائے، کیونکہ یہ عمل گناہ نہیں ہے چہ جائیکہ فسق ہو۔

ولیمہ کا بیان

۲۶۸۔ کسی ذی روح کی تصویر کشی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو لوگ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ایذا دیتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت میں اللہ کی لعنت ہو اور اللہ نے ان کے لیے دردناک عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' ❶ عکرمہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد لوگ ہیں جو تصویریں بناتے ہیں، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ لوگ جو یہ تصویریں بناتے ہیں، قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ جنہیں تم نے بنایا تھا انہیں زندہ بھی کرو۔ ❷ شیخین ہی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سفر سے واپس آئے، میں نے دیوار کی ایک طاق پر پردہ لٹکا رکھا تھا، جس پر کچھ مورتیاں بنی ہوئی تھیں، اسے دیکھتے ہی نبی علیہ السلام کے چہرۂ مبارک کا رنگ بدل گیا اور فرمایا عائشہ! قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ سخت عذاب ان لوگوں کو ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ تخلیق میں مشابہت کرتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ہم نے اس کپڑے کو کاٹ کر اس کے تکیے بنا لیے۔ ❸ ایک روایت میں ہے کہ خود نبی علیہ السلام نے وہ پردہ چاک کر دیا تھا، ایک روایت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ نبی علیہ السلام اس پردے کو دیکھ کر گھر میں داخل ہی نہ ہوئے، میں نے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار دیکھے تو عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میں اللہ اور اس کے پیغمبر کی بارگاہ میں توبہ کرتی ہوں، مجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا؟ نبی علیہ السلام نے پردے کے متعلق پوچھا اور آخر میں فرمایا کہ ان تصویر والوں کو قیامت کے دن عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور ان سے کہا جائے گا کہ جنہیں تم نے بنایا تھا، انہیں زندہ بھی کرو اور مزید فرمایا کہ جس گھر میں تصویریں ہوں، اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے۔ ❹

شیخین ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک آدمی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں مصور ہوں اور تصویریں بناتا ہوں، مجھے اس کا حکم بتا دیجئے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے بتدریج اسے اپنے قریب کیا اور اس کے سر پر اپنا ہاتھ رکھ کر فرمایا میں تمہیں وہ بات بتاتا ہوں جو میں نے نبی علیہ السلام سے سنی ہے، میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر مصور جہنم میں ہوگا اور جتنی تصویریں اس نے بنائی ہوں گی، ان سب میں جان ڈالی جائے گی اور وہ اسے جہنم میں عذاب دیں گی اگر تمہارے لیے تصویر سازی کے بغیر کوئی چارۂ کار نہ ہو تو درختوں اور بے جان چیزوں کی تصویریں بنا لیا کرو۔ ❺ ایک روایت میں یوں ہے کہ اس شخص نے کہا کہ میری روزی ہاتھ کی کاریگری میں ہے اور میں یہ تصویریں بناتا ہوں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے یہ حدیث سنائی کہ جو شخص تصویریں بناتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے عذاب دے گا یہاں تک کہ وہ ان میں روح پھونک دے اور وہ ان میں کبھی بھی روح نہیں پھونک سکے گا، یہ سن کر اس شخص کا سانس پھول گیا تب حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اسے بے جان چیزوں کی تصویریں بنانے کا مشورہ دیا۔ ❻

---

❶ الاحزاب: ٥٧.
❷ صحيح بخاري، اللباس: ٨٩.
❸ صحيح بخاري، اللباس: ٩١.
❹ صحيح بخاري، اللباس: ٩٢.
❺ صحيح بخاري، البيوع: ١٠٤.
❻ صحيح بخاري، البيوع: ١٠٤.

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس شخص سے بڑا ظالم کون ہوگا، جو میری طرح تخلیق کرنے لگے، ایسے لوگوں کو چاہیے کہ ایک جو، گندم یا چاول کا دانہ پیدا کر کے دکھائیں۔ ❶ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن جہنم سے ایک گردن نکلے گی جس کی دو آنکھیں ہوں گی، ان سے وہ دیکھتی ہوگی، دو کان ہوں گے جن سے وہ سنتی ہوگی اور ایک زبان ہوگی جس سے وہ بولتی ہوگی اور کہے گی کہ مجھے تین قسم کے لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے، جو اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراتا رہا ہے، ہر سرکش ظالم اور تصویریں بنانے والے۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے ایک مرتبہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا میں آپ کو بھی اسی کام کے لیے نہ بھیجوں جس کام کے لیے مجھے نبی علیہ السلام نے بھیجا تھا، جو تصویر دیکھنا اسے مٹا دینا اور جو قبر بلند دیکھنا اسے برابر کر دینا۔ ❸ اس روایت کی تفصیل سند جید کے ساتھ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی سے اس طرح نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام ایک جنازے میں تھے، ارشاد فرمایا تم میں سے کون شخص ہے جو مدینہ جائے اور جو بت ملے اسے توڑ دے، جو بلند قبر ملے اسے برابر کر دے اور جو تصویر دیکھے اس پر کیچڑ مل دے؟ ایک آدمی نے اپنے آپ کو پیش کیا، لیکن اہل مدینہ سے مرعوب ہو کر واپس آ گیا، پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ خود گئے اور واپس آ کر اطلاع دی کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے کوئی بت نہیں چھوڑا، اسے توڑ دیا، جو قبر بلند دیکھی اسے برابر کر دیا اور جو تصویر دیکھی اس پر کیچڑ مل دی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اب اگر کوئی شخص دوبارہ ان میں سے کوئی کام کرے گا تو گویا اس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہونے والی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔ ❹

شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس گھر میں فرشتے داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویریں ہوں۔ ❺ شیخین ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام نے نبی علیہ السلام سے وعدہ کیا کہ وہ نبی علیہ السلام کے پاس آئیں گے، لیکن جبریل وقت مقررہ پر نہ آئے، نبی علیہ السلام کی طبیعت پر اس کا بوجھ ہوا اور اسی عالم میں نبی علیہ السلام گھر سے باہر نکل آئے، وہاں جبریل سے ملاقات ہوگئی، نبی علیہ السلام نے ان سے شکایت کی تو وہ کہنے لگے کہ ہم اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جہاں کتا یا تصویریں ہوں۔ ❻

ایک روایت میں کتے اور تصویروں کے ساتھ جنبی آدمی کا ذکر بھی ہے۔ ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ جبریل میرے پاس آ کر کہنے لگے کہ گزشتہ رات میں آپ کے پاس آیا تھا، آپ کے گھر میں آنے سے مجھے اور تو کسی چیز نے نہیں روکا البتہ گھر کے دروازے پر کچھ مورتیاں موجود تھیں دراصل ایک پردے کے اوپر مورتیاں بنی ہوئی تھیں، اور گھر میں کتا بھی تھا، آپ یہ حکم دیجئے کہ ان مورتیوں کے سر کاٹ دیئے جائیں تاکہ وہ درخت کی طرح ہو جائیں اور پردے کو کاٹ کر دو تکیے بنا لیے جائیں تاکہ انہیں روندا جائے اور کتے کو گھر سے نکالنے کا حکم دے دیجئے۔ ❼

---

❶ صحیح بخاری، التوحید: ٥٦۔ مسند احمد: ٢/ ٢٣٢.

❷ ترمذی، جهنم: ١۔ مسند احمد: ٢/ ٣٣٦.

❸ صحیح مسلم، الجنائز: ٩٣.

❹ مسند احمد: ١/ ٨٧.

❺ صحیح بخاری، بدء الخلق: ٧.

❻ صحیح بخاری، اللباس: ٩٤۔ ابن ماجه، اللباس: ٤٤.

❼ ابو داود، اللباس: ١۔ مسند احمد: ٢/ ٣٠٥.

امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو چہرۂ مبارک پر غم کے آثار تھے، میں نے دریافت کیا تو فرمایا تین دن ہو گئے ہیں جبریل میرے پاس نہیں آئے، اچانک نبی علیہ السلام کو اپنے سامنے ایک کتے کا چھوٹا سا بچہ نظر آیا، نبی علیہ السلام کے حکم پر اسے قتل کر دیا گیا، اسی لمحے جبریل آگئے، نبی علیہ السلام ان کی طرف لپکے اور فرمایا کیا بات ہے تم میرے پاس آئے کیوں نہیں؟ انہوں نے عرض کیا کہ ہم لوگ اس گھر میں داخل نہیں ہوتے جس میں کتا یا تصویریں ہوں۔ [1] یہ مضمون امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث صحیحہ کی تصریحات سے ثابت ہے اور اس پر علماء کی ایک جماعت نے جزم ظاہر کیا ہے اور یہ واضح بات بھی ہے، شرح مسلم میں بھی یہی رائے اختیار کی گئی ہے اور تصویر کی کوئی بھی نوعیت ہو وہ اس حکم میں شامل ہے کیونکہ سب میں مقصود ایک ہی چیز ہے، باقی فقہاء کا یہ قول اس عموم کے منافی نہیں ہے کہ زمین اور بستر وغیرہ ہر وہ جگہ جہاں پر تصویر کو پامال کیا جاتا ہو، جائز ہے کیونکہ فقہاء کے اس قول کا مطلب یہ ہے کہ اسے باقی رکھنا جائز ہے، اسے تلف کرنا واجب نہیں ہے اور اگر کسی ولیمے کے موقع پر ہو تو اس میں شرکت کے لیے مانع نہیں ہے، باقی رہا جاندار کی نفس تصویر کا حکم تو وہ مطلقاً حرام ہے، اگرچہ اس تصویر میں اس کے باطنی اعضاء نہ ہوں یا کچھ ایسے ظاہری اعضاء کم ہوں جن کے بغیر بھی زندگی پائی جاتی ہے، پھر مجھے شرح مسلم میں بھی اس کی تصریح مل گئی، چنانچہ مصنف کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی جاندار چیز کی تصویر بنانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے کیونکہ اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے خواہ تصویر پامال کرنے کے لیے بنائی گئی ہو یا کسی اور مقصد کے لیے کیونکہ اس میں اللہ کے عمل تخلیق کے ساتھ مشابہت کرنا ہے، نیز برابر ہے کہ یہ تصویر بستر پر ہو، کپڑے پر، درہم و دینار اور پیسوں پر، یا برتن اور دیوار پر، باقی رہی درختوں اور بے جان چیزوں کی تصویریں تو وہ حرام نہیں ہیں۔

اور جہاں تک جاندار چیزوں کی تصاویر کا تعلق ہے تو اگر وہ دیوار پر لٹکی ہوئی ہوں یا کپڑے وغیرہ پر بنی ہوئی ہوں یا کسی ایسی جگہ پر جہاں انہیں پامال نہ کیا جاتا ہو تو ایسی تصویریں حرام ہیں اور جہاں انہیں پامال کیا جاتا ہو مثلاً بستر اور چادر وغیرہ پر تو اگرچہ وہ حرام نہیں لیکن اس میں بھی یہ سوال قابل غور ہے کہ آیا ایسی تصاویر رحمت کے فرشتوں کو گھر میں داخل ہونے سے بھی روکتی ہیں یا نہیں؟ بظاہر تو فرشتوں کے داخل نہ ہونے کا حکم عام ہے کیونکہ نبی علیہ السلام کے ارشاد میں عموم اور اطلاق ہے اور اس میں بھی کوئی فرق نہیں ہے کہ تصویر کا سایہ ہو یا نہ ہو۔ جمہور علماء صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین، امام شافعی، امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ وغیرہ کے مذہب کا یہی خلاصہ اور نچوڑ ہے اور ان سب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ اس تصویر میں تغیر پیدا کرنا واجب ہے جس کا سایہ ہو، قاضی کہتے ہیں کہ اس حکم سے بچوں کے کھلونے مستثنیٰ ہیں لیکن امام مالک رحمہ اللہ اسے مکروہ سمجھتے ہیں اور بعض حضرات نے بچوں کے کھلونوں کی اجازت کو منسوخ قرار دینے کا دعویٰ کیا ہے اور ناسخ ان روایات کو قرار دیا ہے جو شروع میں گذریں۔

فائدہ: امام خطابی رحمہ اللہ وغیرہ کہتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے یہ جو فرمایا ہے کہ جس گھر میں کتا، تصویریں یا کوئی جنبی آدمی ہو، وہاں

---

[1] مسند احمد: ۵/ ۲۰۳.

فرشتے داخل نہیں ہوتے، تو اس میں فرشتوں سے مراد رحمت اور برکت کے فرشتے ہیں، محافظ فرشتے نہیں ہیں کیونکہ وہ اس بنیاد پر انسان سے جدا نہیں ہوتے، اسی طرح جنبی آدمی سے مراد وہ شخص نہیں ہے جو غسل واجب ہونے کے بعد اسے نماز کے وقت تک موخر کردے اور نماز کا وقت آنے پر غسل کر لیتا ہو، بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے جو غسل کرنے میں سستی کرتا ہو اور اسے اپنی عادت بنا رکھا ہو کیونکہ غسل میں تاخیر کرنا تو نبی علیہ السلام سے بھی ثابت ہے کہ بعض اوقات وہ ایک ہی رات میں اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس چلے جاتے تھے اور آخر میں ایک ہی مرتبہ غسل فرما لیتے تھے، بلکہ وجوب غسل کی حالت میں سو بھی جاتے تھے جیسا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے، اور تصویر سے مراد جاندار چیزوں کی تصویر ہے خواہ وہ مجسمے ہوں، یا نقش ونگار بنے ہوئے ہوں، چھت پر ہو یا دیوار پر اور کپڑوں پر، اور کتے سے مراد "جس کی وجہ سے فرشتے داخل نہیں ہوتے اور ثواب میں کمی ہوتی ہے" شکاری اور حفاظتی کتے کے علاوہ دوسرے کتے ہیں، کیونکہ ان کی تصریح تو احادیث میں موجود ہے۔ چنانچہ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص شکار یا جانوروں کی حفاظت کے علاوہ کتا رکھے، اس کے ثواب میں سے روزانہ دو قیراط کے برابر کمی ہوتی رہے گی۔ ❶ اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر کتے امتوں میں سے ایک امت نہ ہوتے تو میں انہیں قتل کرنے کا حکم دے دیتا، بہر حال ہر اس کتے کو قتل کر دیا کرو جو نہایت کالا سیاہ ہو اور جس گھر کے لوگ کتا باندھتے ہیں، ان کے اعمال میں سے روزانہ ایک قیراط کمی ہوتی رہے گی الا یہ کہ شکاری کتا ہو، یا اپنی حفاظت کے لیے یا بکریوں کی حفاظت کے لیے رکھا ہو۔ ❷

۲۶۹ تا ۲۷۳۔ کسی کے یہاں بلا اجازت کھانا کھانے کے لیے پہنچ جانا، مہمان کا پیٹ بھر جانے کے باوجود بھی کھاتے رہنا، خود اپنے مال میں سے انسان کا ہر وقت کھاتے رہنا جبکہ معلوم بھی ہو کہ اس کا نقصان ہی نقصان ہے، اور کھانے پینے کی چیزوں میں حد سے زیادہ وسعت رکھنا

ابن حبان نے حضرت ابو حمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ اپنے بھائی کا عصا بھی اس کی دلی خوشی کے بغیر پکڑے، اس فرمان کا مقصد مال مسلم کی حرمت واہمیت بیان کرنا ہے، اس مضمون کی روایت خطبہ حجۃ الوداع کی مناسبت سے پیچھے بھی گزر چکی ہے۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو دعوت دی جائے اور وہ اسے قبول نہ کرے تو اس نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی نافرمانی کی اور جو شخص دعوت کے بغیر کسی کے یہاں چلا جائے، وہ چور بن کر داخل ہوا اور لٹیرا بن کر باہر نکلا۔ ❸ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مسلم ایک آنت میں کھاتا ہے اور ایک کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے۔ ❹ اس کی تفصیل امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں اس طرح آئی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے یہاں ایک کافر بطور مہمان کے آیا ہوا تھا، نبی علیہ السلام کے حکم پر اس کے لیے ایک بکری کا دودھ

---

❶ صحیح بخاری، الحرث: ۳۔ صحیح مسلم، المساقاۃ: ۵۰. ❷ ترمذی، الصید: ۱۷.

❸ ابوداود، الاطعمۃ: ۱. ❹ صحیح بخاری، الاطعمۃ: ۱۲. صحیح مسلم، الاشربۃ: ۱۸۲.

دوہا گیا، وہ سارا دودھ پی گیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دوہا گیا اور وہ اس کا بھی سارا دودھ پی گیا، اس طرح یکے بعد دیگرے وہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا، کچھ عرصے بعد وہ مسلمان ہوگیا، نبی علیہ السلام کے حکم پر اس کے لیے ایک بکری کا دودھ دوہا گیا اس نے وہ پی لیا، پھر دوسری بکری کا دودھ دوہا گیا لیکن وہ اسے پورا نہ کرسکا، تب نبی علیہ السلام نے فرمایا مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں پیتا ہے۔ ❶

ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ابن آدم نے اپنے پیٹ سے زیادہ برا کوئی برتن نہیں بھرا، انسان کے لیے تو چند لقمے ہی کافی ہیں جو اس کی کمر کو سیدھا رکھ سکیں اور اگر کھانے کی خواہش انسان پر غالب آ ہی جائے تو ایک تہائی کھانا ہو، ایک تہائی پانی ہو اور ایک تہائی سانس لینے کی گنجائش ہو۔ ❷ بزار نے ایک مضبوط سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ دنیا میں جو شخص جتنا زیادہ سیراب ہو کر کھانا کھاتا ہے، قیامت کے دن وہ اتنا ہی زیادہ بھوک کا شکار ہوگا، نبی علیہ السلام نے یہ بات حضرت ابوجحیفہ رضی اللہ عنہ کے سامنے اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب انہیں دوران مجلس ڈکار آئی تھی، اس کے بعد دنیا سے رخصت ہونے تک انہوں نے کبھی پیٹ بھر کر کھانا نہیں کھایا اور انہوں نے اپنا یہ معمول بنالیا کہ اگر صبح کو کھالیتے تو شام کو نہ کھاتے تھے اور شام کو کھالیتے تو صبح نہ کھاتے تھے۔ ابن ابی الدنیا، طبرانی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا پیٹ بہت بڑا تھا، نبی علیہ السلام نے اپنی انگلی کے اشارے سے فرمایا اگر یہ اس کے علاوہ کسی اور چیز میں ہوتا تو تیرے حق میں بہتر تھا۔ بیہقی اور شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لایا جائے گا جو بہت موٹا، بہت لمبا، بہت کھانے اور پینے والا رہا ہوگا، لیکن اللہ کے نزدیک اس کا وزن ایک مچھر کے برابر بھی نہ ہوگا، اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو کہ ''ہم قیامت کے دن ان کے لیے ترازو قائم نہیں کریں گے۔ ❸

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کو ایک دن شدید بھوک لگی، نبی علیہ السلام نے ایک پتھر اٹھایا اور اپنے پیٹ پر باندھ لیا اور فرمایا آگاہ ہو جاؤ، بہت سے ایسے لوگ جو دنیا میں کھاتے اور لذت اٹھاتے ہیں، قیامت کے دن بھوکے اور ننگے ہوں گے، یاد رکھو! بہت سے لوگ اپنے آپ کو معزز سمجھتے ہیں حالانکہ وہ اپنے نفس کو ذلیل کر رہے ہوتے ہیں اور یاد رکھو! بہت سے لوگ اپنے نفس کو ذلیل کر رہے ہوتے ہیں، لیکن درحقیقت وہ اسے معزز بنا رہے ہوتے ہیں، یہ حدیث بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ اسراف میں یہ بھی شامل ہے کہ تمہارے دل میں جس چیز کی خواہش پیدا ہو، تم وہی کھالو۔ بیہقی نے ایک ضعیف سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے مجھے دن میں دو مرتبہ کھانا کھاتے ہوئے دیکھا تو فرمایا عائشہ! کیا تم اس بات کو پسند کرتی ہو کہ تمہاری مصروفیت صرف تمہارا پیٹ ہی ہو، دن میں دو مرتبہ کھانا اسراف ہے اور اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا، نیز سند صحیح سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ کھاؤ، پیو اور صدقہ کرو جب تک کہ اس میں اسراف اور تکبر کی آمیزش نہ ہو۔ بزار نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے بدترین لوگ وہ ہیں جن کی غذا

---

❶ صحیح بخاری، الاطعمة: ۱۲. صحیح مسلم، الاشربة: ۱۸۲.

❷ ترمذی، الزھد: ٤٧ ـ ابن ماجه، الاطعمة: ٥٠. ❸ الكهف: ١٠٥.

مختلف نعمتیں ہوں جس سے ان کے جسم بڑھ جائیں۔ ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب میری امت میں کچھ لوگ آئیں گے جو مختلف رنگوں کے کھانے کھائیں گے، مختلف رنگوں کے مشروبات پئیں گے، مختلف رنگوں کے کپڑے پہنیں گے اور گفتگو میں بتکلف فصاحت ظاہر کریں گے، یہ لوگ میری امت کے بدترین لوگوں میں سے ہوں گے، نیز سند صحیح سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت ضحاک رضی اللہ عنہ سے پوچھا اے ضحاک! تمہارا کھانا کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! دودھ اور گوشت، نبی علیہ السلام نے پوچھا پھر اس کا انجام کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے عرض کیا وہی جو آپ کو بھی معلوم ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا ابن آدم کے پیٹ سے جو کچھ نکلتا ہے، اللہ نے دنیا کی مثال وہی بیان کی ہے۔

تنبیہ

پہلے تین گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا تو واضح بات ہے، پہلے دو تو اس لیے کہ یہ اکل بالباطل کے زمرے میں آتا ہے۔ ابوداؤد کی وہ حدیث جس میں چور اور لٹیرے کا ذکر ہے، پہلے گناہ کے حوالے سے صریح ہے، اور ابوداؤد نے اس روایت کو ضعیف بھی نہیں قرار دیا لہٰذا یہ احتجاج کے قابل ہے اور رہا تیسرا گناہ تو وہ اپنے آپ کو نقصان پہنچانا ہے جو کہ اسی طرح کبیرہ ہے، جیسے کسی دوسرے کو نقصان پہنچانا، اسی طرح چوتھے گناہ کو کبیرہ قرار دینا لباس میں بیان کردہ اس مسئلے پر قیاس کر کے ہے کہ تکبیر کی وجہ سے تہبند لٹکانا اور لمبا رکھنا گناہ کبیرہ ہے اور ان دونوں کے درمیان وجہ قیاس یہ ہے کہ یہ دونوں چیزیں ہی تکبر اور فخر کی علامت ہیں، اسی بناء پر ایسی سیرابی جو نقصان دہ ہو، یا دوسرے کے مال سے اس طرح کھانا ان احادیث میں وارد ہونے والی شدید وعید پر محمول کیا جائے گا، اس کی تائید حلیمی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''تم اپنی خواہشات دنیوی زندگی میں پوری کر چکے ہو اور ان سے فائدہ اٹھا چکے ہو، اب آج تمہیں رسوا کن عذاب کا بدلہ دیا جائے گا۔'' [1] میں ذکر کیا ہے کہ اگرچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ وعید کافروں کے لیے ہے جو دنیا میں اپنی خواہشات ممنوعہ طریقوں سے پوری کر لیتے ہیں، جس کی تائید آیت کے اگلے حصے سے بھی ہوتی ہے لیکن اسی بات کا اندیشہ ان لوگوں کے متعلق بھی ہے جو اپنی خواہشات کی تکمیل میں منہمک رہتے ہیں گو کہ جائز طریقے سے ہی ہو، کیونکہ جو شخص اسے اپنی عادت بنالیتا ہے اس کا نفس دنیا کی طرف راغب ہو جاتا ہے اور شہوات کا ارتکاب کرنے سے اس کے متعلق اطمینان نہیں رہتا، اور وہ جب بھی نفس کی کوئی ایک خواہش پوری کرتا ہے، نفس اسے دوسری خواہش کی تکمیل پر مجبور کرنے لگتا ہے، بالآخر اس کے لیے اپنے نفس کی کسی خواہش کو رد کرنا ممکن نہیں رہتا اور اس کے لیے عبادت کا دروازہ بند ہو جاتا ہے اس لیے نفس کو اس کی خواہشات کا عادی نہیں بنانا چاہیے، تاکہ اس کا تدارک مشکل نہ ہو جائے۔

پھر طفیلی آدمی کا دعوت میں جانے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کے بعد میں نے اذرعی اور زرکشی کا کلام دیکھا تو اس میں امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول سے اس کی تائید مل گئی کہ جو شخص بن بلائے دعوت میں چلا جائے جبکہ کوئی مجبوری بھی نہ ہو اور میزبان نے اسے اجازت بھی نہ دی ہو اور وہ بار بار یہ کام کرے تو اس شخص کی گواہی مسترد کر دی جائے گی کیونکہ وہ حرام کھاتا

[1] الاحقاف: ۲۰.

ہے، لیکن یہ حکم اس صورت میں ہے کہ جب کہ وہ دعوت کسی متعین آدمی کی ہو اور اگر وہ بادشاہ یا بادشاہ جیسے کسی آدمی کی طرف سے دعوت عام ہو تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں ''بار بار'' کی جو قید لگائی گئی ہے، کتاب ''الروضہ'' میں بھی یہ قید موجود ہے اور اس کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ اس کی کمینگی اور اخلاقی کمزوری کی علامت ہے، لیکن امام شافعی رحمہ اللہ نے اس کی علت حرام کھانا قرار دی ہے، یہ علت اس کے صغیرہ گناہوں پر اس کے اصرار کی وجہ سے ہے کیونکہ صغیرہ گناہوں پر اصرار کبیرہ کے حکم میں ہے، اس جہت سے نہیں ہے کہ اس نے مروت کا دامن ہاتھ سے چھوڑ دیا کیونکہ انسان میں مروت کا نہ ہونا کسی کام کی حرمت کا تقاضا نہیں کرتا، اور کوئی شک نہیں کہ اس میں یہ دونوں چیزیں پائی جاتی ہیں، یہ ساری تفصیل تو اس صورت میں ہے جب کہ وہ طفیلی بن بلائے جا کر کھانا ہی کھائے اور بس، اور اگر وہ کھانے کے ساتھ ساتھ عمدہ اور نفیس چیزیں اپنے ساتھ چھپا کر لے جائے جیسا کہ بعض کمینے لوگ کرتے ہیں اور حاضرین مجلس پر یہ چیز گراں گزرتی ہیں لیکن وہ صرف اس کا پردہ رکھنے کے لیے نظریں جھکا لیتے ہیں، ایسے لوگوں کا یہ عمل مروت کی چادر کو تار تار کرنا اور حیا کا لباس اتار پھینکنا ہے، ایسے شخص کی گواہی مردود ہونے کے لیے اس عمل کا تکرار ضروری نہیں ہے، صرف ایک مرتبہ بھی ہو تو کافی ہے۔

بعض حضرات نے سے گناہ صغیرہ قرار دیا ہے اور یہ کہ اگر انسان بار بار کسی کے یہاں بن بلائے جا کر کھانے میں شریک ہو تو اس تکرار کی وجہ سے وہ حکماً گناہ کبیرہ ہوگا، اور یہ بات پہلے گزر چکی ہے کہ غصب کے مسئلے میں چوتھائی دینار کا اعتبار کر کے اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، عام طور پر ایک دو مرتبہ کسی کے یہاں جا کر کھانا کھا لینا اس مقدار کو نہیں پہنچتا لیکن بہر حال ہے خلاف مروت، جیلی کی کتاب ''الموقف'' میں بھی یہی ہے کہ طفیلی آدمی کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی اور انہوں نے بھی اس کی وجہ امام شافعی رحمہ اللہ کی طرح حرام کھانا قرار دی ہے، نیز اخلاقی کمتری اور کمینہ پن بھی انہوں نے وجہ کے طور پر تسلیم کیا ہے۔

خاتمہ

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے موقوفاً یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے بدترین کھانا اس ولیمے کا کھانا ہوتا ہے جس میں مالداروں کو بلایا جائے اور غریبوں کو چھوڑ دیا جائے اور جو شخص دعوت قبول نہ کرے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ❶ اور مسلم نے مرفوعاً یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ سب سے بدترین کھانا اس ولیمے کا ہوتا ہے جس میں ان لوگوں کو دعوت دی جائے جو وہاں نہ آئیں اور ان لوگوں کو دعوت نہ دی جائے، جو وہاں آنا چاہیں، اور جو شخص دعوت قبول نہ کرے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ ❷ شیخین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جب تم میں سے کسی کو ولیمے کی دعوت دی جائے تو اسے چاہیے کہ اس میں ضرور شرکت کرے۔ ❸ مسلم کی ایک روایت میں یوں ہے کہ جب تم میں سے کسی شخص کو اس کا بھائی دعوت دے، اسے وہ دعوت ضرور قبول کرنی چاہیے چاہے شادی کی ہو یا کسی اور چیز کی۔ ❹ ایک روایت میں

---

❶ صحیح بخاری، النکاح: ۷۲. ❷ صحیح مسلم، النکاح: ۱۱۰.
❸ صحیح مسلم، النکاح: ۹۶. ❹ صحیح مسلم، النکاح: ۱۰۰.

یوں ہے کہ اگر تمہیں صرف ایک کھر کی دعوت دی جائے تو اسے بھی قبول کرلیا کرو۔ ❶ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ دل چاہے تو کھالے اور دل نہ چاہے تو چھوڑ دے۔ ❷ ابوداود نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ان دو آدمیوں کا کھانا کھانے سے منع فرمایا ہے جو آپس میں ایک دوسرے پر فخر کرتے ہوں۔ ❸

خلاصہ یہ کہ ہمارے نزدیک دعوت ولیمہ کو قبول کرنا واجب ہے جبکہ اس کی شرائط پوری ہوں، اس کے علاوہ دوسری دعوتیں قبول کرنا مستحب ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے انگلیاں اور پلیٹیں چاٹ لینے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا ہے تمہیں معلوم نہیں کہ تمہارے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ ❹ امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر تم میں سے کسی کا لقمہ گر جائے تو اسے چاہیے کہ اسے اٹھالے اور اس پر لگنے والی مضر چیز کو دور کر کے اسے کھالے اور اسے شیطان کے لیے نہ چھوڑے اور اپنے ہاتھ رومال سے اس وقت تک صاف نہ کرے جب تک اپنی انگلیاں چاٹ نہ لے کیونکہ اسے نہیں معلوم کہ اس کے کھانے کے کس حصے میں برکت ہے۔ ❺ یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

امام مسلم، نسائی اور ابوداود نے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت بیان کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ہمراہ ایک کھانے میں شریک تھے، ہم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کھانے میں ہاتھ نہیں ڈالتا تھا جب تک نبی علیہ السلام اپنے دست مبارک سے کھانے کا آغاز نہ فرماتے، ابھی ہم بیٹھے ہی تھے کہ ایک دیہاتی آدمی آیا اور یوں لگ رہا تھا جیسے اسے کوئی دھکیل رہا ہو، وہ آتے ہی کھانے میں ہاتھ ڈالنے لگا لیکن نبی علیہ السلام نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر اسی طرح ایک بچی آئی، نبی علیہ السلام نے اس کا بھی ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا شیطان اس کھانے کو اپنے لیے حلال سمجھتا ہے، جس پر اللہ کا نام نہ لیا گیا ہو، چنانچہ پہلے تو شیطان اس دیہاتی آدمی کی شکل میں آیا تا کہ اپنے لیے اس کھانے کو حلال کرلے لیکن میں نے اس کا ہاتھ پکڑ لیا، پھر وہ اس بچی کے ساتھ آیا تب بھی میں نے ایسا ہی کیا، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، شیطان کا ہاتھ اس وقت ان دونوں کے ہاتھوں کے ساتھ میرے ہاتھ میں ہے۔ ❻ اسی طرح سند صحیح سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ ایک آدمی کھانا کھا رہا تھا، نبی علیہ السلام اسے دیکھ رہے تھے، اس نے کھانے کے آغاز میں بسم اللہ نہیں پڑھی، جب وہ کھانے کے آخر میں پہنچا تو اس نے یہ کہہ دیا ''بسم اللہ اولہ وآخرہ'' تو نبی علیہ السلام نے فرمایا شیطان اس کے ساتھ مسلسل کھانا کھا رہا تھا حتیٰ کہ اس نے بسم اللہ پڑھ لی اور شیطان کے پیٹ میں جو کچھ تھا، اس نے وہ سب قئی کر دیا۔ ❼ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ شیطان کو اس کے پاس سے کھانا، قیلولہ کرنے کی جگہ اور رات گذارنے کا ٹھکانہ نہ ملے تو اسے چاہیے کہ گھر میں داخل ہوتے وقت سلام کرے، اور کھانے پر بسم اللہ پڑھے۔

---

❶ صحیح مسلم، النکاح: ۱۰۴.
❷ صحیح مسلم، النکاح: ۱۰۵.
❸ ابو داود، الاطعمة: ۷.
❹ صحیح مسلم، الاشربة: ۱۳۳.
❺ صحیح مسلم، الاشربة: ۱۳۵.
❻ صحیح مسلم، الاشربة: ۱۰۲.
❼ مسند احمد: ۴/ ۳۳۶.

ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت معاذ بن انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کھانا کھا کر یوں کہے ''اس اللہ کا شکر جس نے مجھے یہ کھانا کھلایا، اور میری دوڑ دھوپ اور طاقت کے بغیر مجھے یہ رزق عطا فرمایا، تو اس کے گذشتہ سارے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔ (1) ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت سلمان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے تورات میں پڑھا تھا کھانے کی برکت یہ ہے کہ کھانے کے بعد وضو کیا جائے، میں نے یہ بات نبی علیہ السلام سے ذکر کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کھانے کی برکت کھانے سے پہلے وضو کرنا ہے۔ (2) یہاں وضو کا لغوی معنی یعنی دونوں ہاتھ دھونا مراد ہے۔ ابن ماجہ اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اللہ اس کے گھر میں خوب خیر و برکت نازل کرے تو اسے چاہیے کہ جب اس کے سامنے کھانا لایا جائے تو وضو کرے (ہاتھ دھولے) اور جب کھانے کے برتن اٹھائے جائیں تب بھی ایسا ہی کرے۔ (3) سفیان اور مالک کھانے سے پہلے ہاتھ دھونے کو اچھا نہیں سمجھتے، امام بیہقی کہتے ہیں کہ امام شافعی رحمہ اللہ بھی اس کا ترک ہی مستحب سمجھتے ہیں اور مسلم وغیرہ کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں کھانا پیش کیا گیا تو لوگوں نے کہا کہ کیا ہم وضو نہ کرلیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نماز نہیں پڑھ رہا کہ وضو کروں۔ (4) ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس حال میں سو گیا کہ اس کے ہاتھ میں چکنائی لگی رہ گئی جسے اس نے دھویا نہیں اور پھر اسے کوئی تکلیف پہنچ جائے تو وہ صرف اپنے آپ ہی کو ملامت کرے۔ (5)

یہ حدیث بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ برکت کھانے کے درمیان میں اترتی ہے، اس لیے کھانے کو کنارے سے کھایا کرو، درمیان سے مت کھایا کرو، نیز یہ روایت بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ سرکہ بہترین سالن ہے۔ نیز یہ روایت کہ زیتون کا پھل کھایا کرو اور اس کے تیل کی مالش کیا کرو، کیونکہ وہ ایک مبارک درخت کا پھل ہے، ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ گوشت کو دانتوں سے نوچ کر کھایا کرو کیونکہ یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ زود ہضم ہوتا ہے چنانچہ صحیح سند سے ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے بکری کے شانے کا گوشت دانتوں سے نوچ کر کھایا اور پھر نماز پڑھ لی۔ (6) باقی رہی ابوداؤد کی یہ روایت کہ چھری سے گوشت کاٹ کر نہ کھایا کرو، کیونکہ یہ اہل عجم کا طریقہ ہے بلکہ اسے دانتوں سے نوچ کر کھایا کرو کیونکہ یہ زیادہ خوشگوار اور زیادہ زود ہضم ہوتا ہے تو اس حدیث کا ایک راوی ابومعشر گو کہ متروک الحدیث نہیں لیکن اس کی روایت منکر ہوتی ہے، نیز ابویعلی، طبرانی اور ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ کھانا وہ ہوتا ہے جس میں زیادہ سے زیادہ ہاتھ ہوں۔ ابوداؤد، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم لوگ کھانا کھاتے ہیں لیکن سیراب نہیں ہوتے، نبی علیہ السلام نے پوچھا تم لوگ کھانا اکٹھے ہو کر کھاتے ہو یا الگ الگ؟ انہوں نے کہا الگ الگ، نبی علیہ السلام نے فرمایا کھانا اکٹھے ہو کر کھایا کرو اور بسم اللہ پڑھ کر کھایا کرو، اس کھانے میں تمہارے لیے برکت ڈال دی جائے گی۔ (7)

---

(1) ابوداود، اللباس: ۱۔ ترمذی: ۳۴۵۸.
(2) ابوداود: ۳۷۶۱۔ ترمذی: ۱۸۴۶.
(3) ابن ماجہ: ۳۲۶۰.
(4) مسند احمد: ۱/ ۲۲۲.
(5) ابوداود، الاطعمة: ۵۳۔ ترمذی، الاطعمة: ۴۸.
(6) ترمذی، الاطعمة: ۳۳.
(7) ابن ماجہ: ۳۲۸۶.

یہ حدیث بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ تمہیں چاہیے دائیں ہاتھ سے کھانا کھایا کرو، دائیں ہاتھ سے پانی پیا کرو، دائیں ہاتھ سے لیا اور دیا کرو کیونکہ بائیں ہاتھ سے شیطان کھاتا پیتا اور لیتا دیتا ہے۔ ❶ نیز یہ حدیث کہ نبی علیہ السلام نے پینے کی چیزوں میں پھونکیں مارنے سے منع فرمایا ہے، ایک آدمی نے پوچھا کہ اگر مجھے برتن میں کوئی تنکا وغیرہ نظر آ جائے تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے بہا دیا کرو، اس نے کہا کہ میں ایک سانس میں سیراب نہیں ہوتا، نبی علیہ السلام نے فرمایا برتن اپنے منہ سے الگ کر کے سانس لے لیا کرو۔ ❷ البتہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام برتن میں تین مرتبہ سانس لیتے تھے اور فرماتے تھے کہ یہ زیادہ خوشگوار اور سیراب کرنے والا طریقہ ہے، لیکن اس کا مطلب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام تین سانسوں میں پانی پیتے تھے، یہ مطلب نہیں کہ برتن کے اندر سانس لیتے تھے، نیز یہ حدیث کہ نبی علیہ السلام نے مشکیزے کے منہ سے اپنا منہ لگا کر پانی پینے کی ممانعت کی ہے۔ ❸ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس ممانعت کے باوجود ایک آدمی نے مشکیزے کے منہ سے اپنا منہ لگا کر پانی پیا تو اس سے سانپ نکل آیا۔ ❹

عورتوں کے ساتھ رہن سہن کا بیان

۲۷۳۔ ظلماً ایک بیوی کو دوسری بیوی پر ترجیح دینا

ترمذی اور حاکم نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کی دو بیویاں ہوں اور وہ ان کے درمیان عدل وانصاف سے کام نہ لے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک حصہ گر چکا ہوگا۔ ❺ یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے، البتہ اس میں عدل وانصاف کی بجائے یہ الفاظ ہیں کہ وہ ان میں سے کسی ایک کی طرف زیادہ مائل ہو۔ جس کا بظاہر مطلب یہ ہے کہ وہ دونوں بیویوں میں سے کسی ایک کو ان ظاہری امور میں ترجیح دیتا ہو جن میں شریعت نے ترجیح کو حرام قرار دیا ہے، اس حدیث میں میلان سے قلبی میلان مراد نہیں ہے اور اس کی دلیل اصحاب سنن اور ابن حبان کی وہ روایت ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام اپنی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے درمیان انصاف سے باری تقسیم فرماتے تھے اور دعا کرتے تھے کہ اے اللہ! یہ میری تقسیم ہے جو میں اپنی طاقت کے مطابق کرتا ہوں لہٰذا مجھے اس چیز میں ملامت نہ کیجئے گا جس کے آپ مالک ہیں اور میں مالک نہیں ہوں۔ ❻ اور امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں انصاف کرنے والے رحمان کے دائیں ہاتھ نور کے منبروں پر ہوں گے اور رحمان کے دونوں ہاتھ ہی دائیں ہیں، یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں، اہل خانہ اور اپنی ذمہ داریوں میں انصاف سے کام لیتے تھے۔ ❼

---

❶ صحیح مسلم، الاشربہ: ۱۰۵.
❷ مسند احمد: ۳/ ۲۶.
❸ صحیح بخاری، الاشربہ: ۲۳.
❹ صحیح بخاری، الاشربہ: ۲۴.
❺ ترمذی، النکاح: ۴۲.
❻ ابو داؤد، النکاح: ۳۸۔ ترمذی، النکاح: ۴۱.
❼ صحیح مسلم، الامارۃ: ۱۸۔ مسند احمد: ۲/ ۱۶۰.

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث میں بیان کی گئی شدید وعید کا تقاضا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے ''گو کہ علماء نے اسے ذکر نہیں کیا ہے'' کیونکہ اس میں اپنی ایک بیوی کو نا قابل برداشت اذیت پہنچانا ہے۔

۲۷۴-۲۷۵۔شوہر کا بیوی کے کسی حق کو اور بیوی کا شوہر کے کسی حق کو ادا نہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ان کے شوہر اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ وہ اپنی بیویوں کو اپنے پاس واپس لے آئیں بشرطیکہ وہ اصلاح کا ارادہ رکھتے ہوں، اور عورتوں کے کچھ حقوق بھی ہیں جیسے ان کے کچھ فرائض، بھلے طریقے سے، البتہ مردوں کو ان پر ایک درجہ فضیلت حاصل ہے۔'' ❶ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے پہلے یہ بیان فرمادیا ہے کہ بیوی سے مراجعت کا مقصد اصلاح احوال ہو، اسے نقصان پہنچانا نہ ہو، اس کے بعد یہ بیان فرمادیا کہ میاں بیوی کے ایک دوسرے پر کچھ حقوق ہیں جن کی ادائیگی ضروری ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس آیت کی بناء پر میں اپنی بیوی کے لیے اس طرح زیب و زینت اختیار کرتا ہوں جیسے وہ میرے لیے اختیار کرتی ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ مرد کے ذمے واجب ہے کہ اس کے حقوق اور ضروریات کو پورا کرے اور عورت پر واجب ہے کہ اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرے۔ بعض حضرات اس آیت کا مطلب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ عورتوں کا شوہر پر حق یہ ہے کہ شوہر کا مراجعت سے مقصد اصلاح احوال ہو، اور عورتوں کی ذمہ داری ہے کہ اللہ نے ان کے رحم میں جو کچھ پیدا کرنے کا سلسلہ شروع کر رکھا ہو، اسے نہ چھپائیں، زیادہ بہتر یہی ہے کہ آیت کو اس کے عموم پر ہی باقی رکھا جائے، تاہم آیت کے پہلے حصے سے اس آخری رائے کی تائید بھی ہوتی ہے، پھر مرد کی اس پر ایک گنا فضیلت اس وجہ سے ہے کہ مرد عقل، دیت، وراثت اور غنیمت میں پورا حصہ رکھتا ہے، نیز وہ امامت، قضاء اور شہادت کی صلاحیت بھی رکھتا ہے، وہی عورت سے شادی کرتا اور مباشرت کرتا ہے، اسے طلاق دینے اور اس سے رجوع کرنے کا اختیار رکھتا ہے گو کہ عورت انکار ہی کرے لیکن اس کا عکس نہیں ہوسکتا۔ نیز وہ رحمت و اصلاح کی مختلف اقسام کے ساتھ تخصیص رکھتا ہے مثلاً مہر کا التزام، نفقہ کا التزام اور اس کی عزت و آبرو کی حفاظت کا انتظام، اس کی ضروریات میں قیام اور آفات و مصائب سے حفاظت کا پیغام وغیرہ، یہی وجہ ہے کہ عورت کا اپنے شوہر کی خدمت میں مصروف رہنا ان حقوق کی مزید تاکید کر دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''مرد عورتوں کے ذمہ دار ہیں کیونکہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنا مال خرچ کرتے ہیں۔'' ❷

مفسرین نے اس آیت کی تفسیر میں مردوں کی عورتوں پر حقیقی اور شرعی مناسبت سے کئی وجوہ فضیلت بیان کی ہیں، مثلاً ایک وجہ یہ ہے کہ مردوں کی عقلیں اور ان کے علوم زیادہ ہیں، ان کے دل مشقت والے کاموں پر زیادہ صبر کرنے والے ہوتے ہیں، طاقت، تحریر، شہسواری اور تیراندازی بھی ان میں ہی ہے، علماء ان میں ہوتے ہیں، امامت کبریٰ، امامت صغریٰ، جہاد،

---

❶ البقرة: ۲۲۸. ❷ النساء: ۳٤.

اذان، خطبہ، جمعہ، اعتکاف اور حدود وقصاص اور نکاح میں گواہی مردوں کی ہوتی ہے، نیز ان کی وراثت زیادہ، عصبہ بننا، دیت کا بوجھ برداشت کرنا، نکاح وطلاق اور رجوع کا اختیار ہونا، متعدد عورتوں سے نکاح کرسکنا اور سلسلہ نسب ان ہی کی طرف منسوب ہونا بھی مردوں کے لیے وجہ فضیلت ہے، اسی طرح ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مرد اپنی بیوی کو مہر دیتا ہے اور اس کے نفقات وغیرہ کا ذمہ دار ہوتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ وہ کسی کو سجدہ کرے تو میں عورتوں کو حکم دیتا کہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں، کیونکہ اللہ نے مردوں کے حقوق عورتوں کے ذمے رکھے ہیں۔ [1] گویا عورت مرد کے ہاتھ میں ایک لاچار قیدی کی طرح ہوتی ہے، اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ بہترین سلوک کرنے کی وصیت کا حکم دیا ہے اور نبی علیہ السلام نے بھی فرمایا ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت قبول کرو، کیونکہ وہ تمہاری معاون ہیں۔ [2] اسی طرح ارشاد ہے کہ دو ضعیفوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، غلام اور عورتیں۔ [3]

اسی طرح ارشاد ربانی ہے ''اور عورتوں کے ساتھ بھلے طریقے سے رہن سہن رکھا کرو۔'' [4] زجاج اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ نفقہ اور گھر کے معاملے میں انصاف اور گفتگو میں نرمی کا خیال رکھا جائے، بعض حضرات نے کہا ہے کہ مرد بھی اپنی بیوی کے لیے اسی طرح بناؤ سنگھار کرے جیسے وہ اس کے لیے بناؤ سنگھار کرتی ہے۔ قرطبی نے اپنے علماء کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ وہ اسی آیت سے اس بات پر استدلال کرتے ہیں کہ اگر عورت کے لیے ایک خادم کافی نہ ہو تو مرد کے لیے بقدر کفایت زیادہ خادم رکھنا واجب ہیں، پھر امام قرطبی رحمہ اللہ نے امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کے بیان کردہ اس مسئلے میں ان کی غلطی نکالی ہے ''عورت کے لیے مرد کے ذمے صرف ایک خادم واجب ہے کیونکہ کائنات میں کوئی عورت ایسی نہیں ہے جس کی کفایت ایک خادم نہ کرسکتا ہو'' اور انہوں نے یہ کہا ہے کہ بادشاہوں کی بیٹیوں کی شان بہت زیادہ ہوتی ہے، ان کے لیے ایک خادم کفایت نہیں کرسکتا، لیکن امام قرطبی رحمہ اللہ کو اس کا جواب یہ دیا جاسکتا ہے کہ محض اس بنیاد پر امت کے دو بڑے اماموں کی غلطی نکالنا بہت بڑا دھوکہ ہے، کیونکہ اصل موضوع تو یہ ہے کہ شوہر پر زوجیت کی حیثیت سے کیا چیز واجب ہے؟ اور یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے کہ اس حیثیت سے مرد پر صرف اتنی ہی چیز واجب ہے جس کی عورت اپنی ذات اور اس کے متعلقات میں محتاج ہوتی ہے، اور کوئی شک نہیں کہ اس سلسلے میں اس کے لیے ایک خادم بھی کافی ہے، باقی اس سے زیادہ کی احتیاج جو بیرونی معاملات کی وجہ سے ہو تو وہ زوجیت کی حیثیت سے نہیں ہے لہٰذا مذکورہ دونوں بڑے اماموں نے جو بات ارشاد فرمائی ہے، اس کا صحیح ہونا واضح ہوگیا اور یہ کہ ان کی تغلیط کرنے والوں سے غلطی ہوئی ہے، بہرحال! ائمہ کا ادب واحترام ہی دین ہے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، چنانچہ حکمران بھی نگران ہوتے ہیں اور ان سے ان کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی، عورت اپنے شوہر کے گھر کی نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی، مرد اپنے اہل خانہ کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی، خادم

---

[1] مسند احمد: ٥/ ٢٢٨. [2] صحیح بخاری، النکاح: ٨٠.

[3] اتحاف السادة المتقين: ٥/ ٣٥٢. [4] النساء: ١٩.

اپنے آقا کے مال کا نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی، الغرض! تم میں سے ہر شخص نگران ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ ❶ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایمان کے اعتبار سے تمام مومنین میں سب سے زیادہ کامل وہ شخص ہوتا ہے جس کے اخلاق سب سے زیادہ اچھے ہوں، اور تم میں سب سے بہترین لوگ وہ ہیں جو اپنی بیویوں کے ساتھ بہترین ہوں۔ ❷ اور ایک روایت میں کمال ایمان کے لیے اخلاق کی عمدگی کے ساتھ اپنی بیوی کے ساتھ سب سے زیادہ لطف ومہربانی سے پیش آنے کا ذکر ہے، ابن حبان نے اس روایت کو بھی صحیح قرار دیا ہے کہ تم میں سب سے بہترین وہ لوگ ہیں جو اپنے گھر والوں کے ساتھ بہترین ہوں۔ اور نسائی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ میں اپنے گھر والوں کے لیے سب سے بہترین ہوں۔

اسی طرح ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے، اگر تم اسے سیدھا کرنے لگو گے تو اسے توڑ دو گے اس لیے اسے یوں ہی گھماؤ تا کہ اس کے ساتھ زندگی گذار سکو، شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت قبول کرو کیونکہ عورت کو ٹیڑھی پسلی سے پیدا کیا گیا ہے اور پسلی کا ٹیڑھا پن اس کے اوپر ہوتا ہے اگر تم اسے سیدھا کرنے چلے تو اسے توڑ دو گے اور اگر اسے یوں ہی چھوڑ دو گے تو وہ ٹیڑھی ہی رہے گی، لہٰذا عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت قبول کرو۔ ❸ ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ اسے توڑنا ''طلاق دینا'' ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی مومن اپنی مومن بیوی سے نفرت نہ کرے، اگر اس کی ایک عادت ناپسند ہوگی تو دوسری عادت پسند بھی ہوگی۔ ❹ ابوداؤد اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہم میں سے کسی کی بیوی کے ہم پر کیا حقوق ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم کھاؤ تو اسے بھی کھلاؤ، جب تم پہنو تو اسے بھی پہناؤ، اس کے چہرے پر نہ مارو، اسے ناپسندیدہ جملے نہ کہو، اور اس سے قطع کلامی صرف گھر کی حد تک ہی رکھو۔ ❺

ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حجۃ الوداع کے موقع پر بہت سی دوسری باتوں کے علاوہ نبی علیہ السلام نے یہ بھی ارشاد فرمایا تھا توجہ سے سنو اور عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی میری وصیت قبول کرو، کیونکہ وہ تمہارے پاس قیدی ہیں، تمہیں ان پر اس کے علاوہ کوئی اختیار نہیں الا یہ کہ وہ کسی واضح بے حیائی کا ارتکاب کریں، اگر وہ ایسا کریں تو انہیں بستروں میں چھوڑ دو، تمہیں ان پر مار لگانے کی بھی اجازت ہے لیکن وہ ضرب ایسی نہ ہو جو نشان ڈال دے، اگر وہ تمہاری بات مان لیں تو پھر انہیں مارنے کے لیے بہانے تلاش نہ کرنا، یاد رکھو! تمہاری بیویوں کے تم پر اور تمہاری بیویوں پر تمہارے کچھ حقوق ہیں، تمہارا ان پر حق یہ ہے کہ وہ تمہارے بستروں پر ان لوگوں کو نہ آنے دیں جنہیں تم پسند نہیں کرتے اور وہ تمہارے گھروں میں ان لوگوں کو آنے کی اجازت نہ دیں جنہیں تم ناپسند کرتے ہو، اور تم پر ان کا حق یہ ہے کہ تم کھانے اور پہناوے میں ان کے ساتھ عمدہ سلوک کرو۔ ❻

---

❶ تخریج گذر چکی ہے۔
❷ ترمذی، الرضاع: ۱۱.
❸ صحیح بخاری، النکاح: ۸۰۔ صحیح مسلم، الرضاع: ۶۳.
❹ مسند احمد: ۲/ ۳۲۹۔ صحیح مسلم، الرضاع: ۶۳.
❺ ابو داود، النکاح: ۴۱.
❻ ترمذی، الرضاع: ۱۱۔ ابن ماجه، النکاح: ۳.

ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو عورت اس حال میں فوت ہوئی کہ اس کا شوہر اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں داخل ہوگی۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو عورت پانچ وقت کی نماز پڑھتی ہو، ماہ رمضان کے روزے رکھتی ہو، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرتی ہو اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو، اس سے کہا جائے گا کہ جس دروازے سے چاہو جنت میں داخل ہو جاؤ۔ ❷ یہ مضمون ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے، صحیح سند سے یہ روایت بھی ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک شادی شدہ عورت سے فرمایا کہ تیرا شوہر ہی تیری جنت اور جہنم ہے۔ بزار نے سند حسن کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ کس آدمی کا عورت پر سب سے زیادہ حق ہوتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کے شوہر کا، میں نے پوچھا کہ مرد پر کس انسان کا سب سے زیادہ حق ہوتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کی ماں کا۔

بزار اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت نے بارگاہِ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپ کے پاس عورتوں کی نمائندہ بن کر آئی ہوں، پھر اس نے جہاد وغیرہ میں مردوں کے اجر وغنیمت کا ذکر کر کے عرض کیا کہ ہمارے لیے کیا حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں جو عورت بھی ملے اسے میری طرف سے یہ پیغام پہنچا دینا کہ شوہر کی اطاعت کرنا اور اس کے حقوق ادا کرنا ان تمام چیزوں کے برابر ہے، لیکن تم میں سے بہت کم عورتیں ایسی ہیں جو یہ کام کرتی ہیں۔ بزار اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی اپنی بیٹی کو لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میری یہ بیٹی شادی کرنے سے انکار کرتی ہے، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اپنے باپ کی بات مانو، اس لڑکی نے کہا کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں اس وقت تک شادی نہیں کروں گی جب تک آپ مجھے یہ نہ بتا دیں کہ بیوی پر شوہر کا کیا حق ہوتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا بیوی پر شوہر کا حق یہ ہے کہ اگر شوہر کے جسم میں کوئی پھوڑا نکل آئے اور وہ اسے چاٹ لے، یا اس کے نتھنوں سے پیپ اور خون بہنے لگے اور عورت اسے نگل لے تب بھی شوہر کا حق ادا نہ ہوگا، یہ سن کر وہ لڑکی کہنے لگی کہ اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں کبھی شادی نہیں کروں گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا عورتوں کی مرضی کے بغیر ان کی شادی نہ کیا کرو۔ اس مضمون کی ایک روایت حاکم نے بھی نقل کی ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سند جید کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انصار کا ایک گھرانہ تھا، ان لوگوں کے پاس ایک اونٹ تھا، جس پر وہ کنوئیں سے پانی لاد کر لایا کرتے تھے، ایک دن وہ اونٹ سخت بدک گیا اور کسی کو اپنے اوپر سوار نہ ہونے دیا، وہ لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور عرض کیا کہ ہمارا ایک اونٹ تھا جس پر ہم پانی لایا کرتے تھے، آج وہ سخت بدکا ہوا ہے اور ہمیں اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دے رہا، جس کی وجہ سے زمینیں اور درخت خشک پڑے ہیں۔ نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے چلنے کے لیے فرمایا، چنانچہ وہ سب وہاں سے اٹھے اور اس باغ میں پہنچ گئے، جہاں ایک کونے میں وہ اونٹ کھڑا تھا، نبی علیہ السلام اس کی طرف چلے تو انصار کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ کتے کی طرح خطرناک ہو چکا ہے، ہمیں اندیشہ ہے

---

❶ ترمذی، الرضاع: ١۔ ابن ماجه، النكاح: ٤. ❷ مسند احمد: ١/١٩١.

کہ کہیں یہ آپ کو نقصان نہ پہنچائے، نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا، ادھر اونٹ کی نظر جیسے ہی نبی علیہ السلام پر پڑی، وہ نبی علیہ السلام کی طرف چلا اور قریب پہنچ کر ان کے سامنے سجدہ ریز ہو گیا، نبی علیہ السلام نے اس کی پیشانی سے اسے پکڑا تو وہ پہلے سے بھی زیادہ تابع فرمان ہو گیا اور نبی علیہ السلام نے اسے کام پر لگا دیا، یہ دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ تو ایک جانور ہے جس میں عقل تک نہیں ہے، یہ آپ کو سجدہ کر رہا ہے، اور ہم تو پھر عقل و شعور رکھتے ہیں، لہٰذا ہم اس بات کے زیادہ حق دار ہیں کہ آپ کو سجدہ کریں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی انسان کے لیے دوسرے انسان کو سجدہ کرنا صحیح نہیں ہے، اور اگر انسان کے لیے اپنے جیسے کسی انسان کو سجدہ کرنا جائز ہوتا تو میں عورت کو حکم دیتا کہ اپنے شوہر کو سجدہ کرے کیونکہ شوہر کا بیوی پر جو حق ہے وہ بہت بڑا ہے، اگر مرد کے پاؤں سے لے کر سر کے بالوں تک پورا جسم پھوڑا بن جائے جس میں سے خون اور پیپ بہہ رہی ہو اور وہ عورت آ کر اسے چاٹ لے تب بھی شوہر کا حق ادا نہ ہوگا۔ [1] یہ جملہ نبی علیہ السلام نے اس وقت بھی ارشاد فرمایا تھا جب حضرت قیس بن سعد رضی اللہ عنہ نے اہل حیرہ کو دیکھا تھا کہ وہ اپنے سردار کو سجدہ کرتے ہیں تو انہوں نے نبی علیہ السلام سے سجدہ کرنے کی اجازت مانگی تھی، اور یہی جملہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے فرمایا تھا کہ جب ایک مرتبہ شام سے واپس آنے کے بعد انہوں نے نبی علیہ السلام کو سجدہ کیا اور دریافت کرنے پر وجہ یہ بتائی کہ میں نے اہل شام کو دیکھا ہے کہ وہ اپنے پادریوں کو سجدہ کرتے ہیں۔

طبرانی نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا میں تمہیں تمہاری ان عورتوں کے متعلق نہ بتاؤں جو جنت میں جائیں گی؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر وہ عورت جو شوہر سے محبت کرنے والی ہو اور بچے جننے والی ہو، اگر کبھی ناراض ہو جائے یا اس کے ساتھ کوئی بدسلوکی ہو جائے یا شوہر اس سے ناراض ہو جائے، تو وہ اپنے شوہر سے کہے کہ یہ میرا ہاتھ آپ کے ہاتھ میں ہے، میں اس وقت تک نہ سوؤں گی جب تک آپ راضی نہ ہو جائیں گے، اسی طرح حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی ایسی عورت کے لیے جو اللہ پر ایمان رکھتی ہو، حلال نہیں ہے کہ اپنے شوہر کے گھر میں کسی ایسے شخص کو آنے کی اجازت دے جسے وہ اچھا نہیں سمجھتا، اپنے شوہر کی رضامندی کے بغیر گھر سے نہ نکلے، اس کے بارے کسی کی اطاعت نہ کرے، اس کے بستر سے الگ نہ ہو، اور اسے نقصان نہ پہنچائے، اگر مرد ظالم بھی ہو تب بھی اس کے پاس جا کر اسے راضی کرے، اگر وہ اس کا عذر قبول کر لے تو بہت اچھا، اللہ بھی اس عورت کی معذرت قبول فرمالے گا، اس کی محبت مضبوط کر دے گا اور اس پر کوئی گناہ نہ رہے گا اور اگر وہ راضی نہ ہوا تب بھی وہ اپنا عذر اللہ کی بارگاہ میں پیش کر چکی۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شوہر کا اپنی بیوی پر حق یہ ہے کہ اگر وہ اس سے اپنی خواہش کی تکمیل کا مطالبہ کرے اور عورت اس وقت اونٹ کے کجاوے پر ہو تب بھی اپنے شوہر کو انکار نہ کرے اور شوہر کا بیوی پر یہ حق ہے کہ عورت نفلی روزہ اس سے پوچھے بغیر نہ رکھے، اگر اس نے ایسا کیا تو وہ محض بھوکی پیاسی رہی اور اس کا روزہ قبول نہ ہوگا، اور وہ اپنے شوہر کے گھر سے اس کی اجازت کے بغیر نہ نکلے، اگر اس نے ایسا کیا تو آسمان کے فرشتے، زمین کے فرشتے، رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے اس پر لعنت کرتے رہتے ہیں یہاں تک کہ وہ واپس آ جائے۔

---

[1] مسند احمد: ۳/ ۱۵۸.

یہ حدیث بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ اللہ تعالیٰ اس عورت پر نظر کرم نہیں فرماتا جو اپنے خاوند کی شکر گزار نہ ہو، حالانکہ وہ اس سے مستغنی نہیں رہ سکتی۔ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی عورت دنیا میں اپنے شوہر کو اذیت دیتی ہے تو حورعین میں سے اس شخص کی بیوی اس عورت سے کہتی ہے کہ اللہ کی مار ہو تجھ پر، اسے اذیت نہ دے، یہ تیرے پاس کچھ عرصہ کا مہمان ہے اور عنقریب تجھ سے جدا ہو کر ہمارے پاس آجائے گا۔ ❶ یہ روایت بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ جب مرد اپنی بیوی کو اپنی خواہش کے لیے بلائے تو عورت کو چاہیے کہ اس کے پاس چلی جائے، اگر چہ اس وقت وہ تنور پر روٹی پکا رہی ہو۔ ❷ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ جائے اور شوہر اس سے ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو صبح ہونے تک فرشتے اس عورت پر لعنت کرتے رہتے ہیں۔ ❸ یہ مضمون الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ بھی نقل کیا گیا ہے، صحیح حدیث کے حوالے سے گذر چکا ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت کے برابر بھی اوپر نہیں جاتی، اور نبی علیہ السلام نے ان میں اس عورت کو بھی شمار فرمایا ہے جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو۔ صحیح سند سے ایک روایت میں ہے کہ جب کوئی عورت اپنے گھر سے نکلے اور اس کے شوہر کو اس کا نکلنا پسند نہ ہو تو آسمان کا ہر فرشتہ اور جن وانس کے علاوہ ہر وہ چیز جس کے پاس سے وہ گزرتی ہے، سب اس پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ واپس آجائے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ بعض احادیث میں عورت کے حقوق ادا نہ کرنے والے شخص کو زانی قرار دیا گیا ہے جو کہ شدید وعید ہے، پھر آخری احادیث میں عورت پر اللہ کی طرف سے، اس کے فرشتوں اور جن وانس کے علاوہ تمام مخلوقات کی لعنت کا تذکرہ ہے، اور یہ بھی نہایت شدید وعید ہے، لہٰذا ان دونوں کا کبیرہ گناہ ہونا واضح ہو گیا۔

۲۷۶-۲۷۸۔ کسی شرعی وجہ کے بغیر کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ قطع کلامی اور آمنا سامنا ہونے پر اعراض کرنا اور دلوں میں تغیر پیدا کر لینا

امام احمد، ابویعلی اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ وہ تین دن سے زیادہ کسی مسلمان سے قطع کلامی رکھے کیونکہ اس صورت میں وہ دونوں حق سے اعراض کرنے والے ہوں گے، اور دونوں میں سے جو شخص صلح کے لیے پہل کرلے گا، اس کا یہ پہل کرنا ہی اس کے گناہوں کا کفارہ بن جائے گا، پھر اگر پہل کرنے والا دوسرے کو سلام کرے لیکن دوسرا آدمی اسے قبول کرے اور نہ ہی جواب دے تو اسے فرشتے جواب دے دیتے ہیں اور دوسرے کو شیطان جواب دے دیتا ہے، اور اگر وہ اسی قطع کلامی کی حالت میں مر جائیں تو وہ جنت میں کبھی بھی داخل نہ ہو سکیں گے۔ ❹ یہ مضمون

---

❶ ابن ماجہ، النکاح: ٦٢۔ مسند احمد: ٥/ ٢٤٢. ❷ ترمذی، الرضاع: ١٠۔ مسند احمد: ٤/ ٢٣.

❸ صحیح بخاری، النکاح: ٨٥۔ صحیح مسلم، النکاح: ١٢١. ❹ مسند احمد: ٤/ ٢٠.

ابن ابی شیبہ نے بھی نقل کیا ہے، جبکہ طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تین دن سے زیادہ قطع کلامی کسی کے لیے جائز نہیں ہے، اگر ان دونوں کی کہیں ملاقات ہو جائے اور ان میں سے ایک سلام کرلے اور دوسرا جواب دے دے تو دونوں ہی اجر وثواب میں شریک ہوگئے اور اگر دوسرے نے جواب نہ دیا تو یہ اپنی ذمہ داری سے بری ہوگیا اور دوسرا گناہ کے ساتھ واپس لوٹا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ نہ موڑا کرو اور قطع تعلقی نہ کیا کرو، اور اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہا کرو، مسلمانوں کی قطع کلامی تین دن تک ہے، اگر اس دوران ایک دوسرے سے بول لیں تو بہت اچھا، ورنہ اللہ ان دونوں سے منہ پھیر لیتا ہے یہاں تک کہ وہ آپس میں بولنے لگیں۔ طبرانی ہی نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص تین دن سے زیادہ اپنے کسی بھائی سے قطع کلامی رکھے، وہ جہنم میں جائے گا الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اسے تھام لے۔ ابوداؤد، اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ایک سال تک اپنے بھائی سے قطع کلامی رکھے تو یہ اس کا خون بہانے کی طرح ہے۔ ❶

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شیطان اس بات سے مایوس ہوگیا ہے کہ جزیرۂ عرب میں نمازی دوبارہ اس کی عبادت کریں گے، لیکن وہ ان کے درمیان پھوٹ ڈلوانے کے درپے ہے۔ ❷ طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی اسلام میں داخل ہونے والے کوئی دو آدمی قطع کلامی کرتے ہیں تو ان میں سے کوئی ایک ضرور اس سے نکل جاتا ہے، یہاں تک کہ اس کی طرف رجوع کرلے اور رجوع کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ انسان اپنے بھائی کے پاس جائے اور اسے سلام کرے۔ بخاری وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دوسرے سے قطع تعلقی نہ کیا کرو، ایک دوسرے کو دیکھ کر منہ نہ موڑا کرو، ایک دوسرے کے ساتھ بغض اور حسد نہ کیا کرو اور اللہ کے بندو! آپس میں بھائی بھائی بن کر رہا کرو، اور کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ تین دن سے زیادہ اپنے بھائی کے ساتھ قطع کلامی کرے۔ ❸ طبرانی نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ وہ دونوں ایک دوسرے سے ملیں تو وہ اس سے منہ موڑ لے اور یہ اس سے منہ موڑ لے، اور وہ شخص جو سلام میں پہل کرتا ہے، وہ جنت میں بھی پہلے جائے گا، علماء نے اس سے یہ مسئلہ مستنبط کیا ہے کہ سلام کرنا گناہ کو ختم کردیتا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر پیر اور جمعرات کو بندوں کے اعمال پیش کیے جاتے ہیں اور اس دن اللہ تعالیٰ ہر اس شخص کو معاف کردیتا ہے جو اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرتا ہو، سوائے اس شخص کے کہ جس کی اپنے بھائی کے ساتھ ناراضی ہو، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان دونوں کو چھوڑے رکھو یہاں تک کہ وہ دونوں صلح کرلیں۔ ❹ ایک روایت میں پیر اور جمعرات کے دن جنت کے دروازے کھولنے کا ذکر ہے، نیز یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، اسی طرح طبرانی، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شعبان کی پندرہویں رات کو اللہ تعالیٰ اپنی تمام مخلوقات کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے اور ان

---

❶ ابو داود، الادب: ٤٧ـ مسند احمد: ٤/ ٢٢٠. ❷ صحيح مسلم، المنافقين: ٦٥.

❸ صحيح بخاري، الادب: ٥٧ـ صحيح مسلم، البر: ٢٣. ❹ صحيح مسلم، البر: ٢٤.

سب کو معاف کر دیتا ہے سوائے مشرک اور آپس میں بغض رکھنے والوں کے۔

بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام میرے پاس تشریف لائے اور اپنے زائد کپڑے اتارنے لگے، لیکن ابھی رات پوری نہ ہوئی تھی کہ نبی علیہ السلام نے اٹھ کر کپڑے پہنے اور گھر سے باہر چلے گئے، مجھے شدید غیرت آئی اور میں یہ سمجھی کہ شاید وہ میری کسی سہیلی (ازواج مطہرات میں سے کسی دوسری زوجہ محترمہ) کے پاس گئے ہوں گے، چنانچہ میں ان کی تلاش میں نکلی، میں نے نبی علیہ السلام کو بقیع غرقد میں پایا جہاں وہ مومن مرد و عورت اور شہداء کے لیے بخشش کی دعا فرما رہے تھے، میں نے اپنے دل میں کہا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ تو اپنے رب کے کام میں لگے ہوئے ہیں اور میں دنیا کی چیز سوچ رہی ہوں، پھر جب نبی علیہ السلام واپس ہوئے تو میں تیزی سے چلتے ہوئے اپنے حجرے میں داخل ہوگئی، میرا سانس پھولا ہوا تھا کہ نبی علیہ السلام بھی آگئے۔ میری حالت دیکھ کر پوچھا عائشہ! یہ سانس کیوں پھولا ہوا ہے؟ میں نے ساری بات بتا دی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اے عائشہ! کیا تمہیں اس بات کا اندیشہ ہوا کہ اللہ اور اس کا رسول تم پر ظلم کریں گے؟ دراصل آج رات جبریل میرے پاس آئے تھے اور کہہ رہے تھے کہ آج شعبان کی پندرہویں رات ہے، اس رات اللہ تعالیٰ قبیلہ کلب کی بکریوں کے بالوں کی تعداد کے برابر اپنے بندے جہنم سے آزاد کرتا ہے، لیکن اس شخص کی طرف نظر بھی نہیں کرتا جو مشرک ہو، یا آپس میں بغض رکھتا ہو، یا قطع تعلقی کرتا ہو، یا اپنے تہبند کو ٹخنوں سے نیچے لٹکاتا ہو، یا اپنے والدین کا نافرمان ہو، یا عادی شرابی ہو پھر کپڑے اتار کر نبی علیہ السلام نے فرمایا عائشہ! کیا آج رات تم مجھے قیام کی اجازت دیتی ہو؟ میں نے عرض کیا میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، میں اجازت دیتی ہوں، نبی علیہ السلام نے قیام کیا، پھر اتنا طویل سجدہ کیا کہ میں سمجھی شاید روح مبارک پرواز کرگئی ہے، میں اٹھ کر نبی علیہ السلام کو تلاش کرنے لگی تو میرا ہاتھ ان کے پاؤں کے تلوے سے ٹکرا گیا، تب نبی علیہ السلام نے حرکت کی اور میں خوش ہوگئی، میں نے نبی علیہ السلام کو سجدے میں یہ کہتے ہوئے سنا کہ میں آپ کی سزا سے بچ کر آپ کی درگزر کی پناہ میں آتا ہوں، آپ کی رضامندی کے ذریعے آپ کی ناراضگی سے پناہ میں آتا ہوں، اور خود آپ کے ذریعے آپ کی پناہ میں آتا ہوں، آپ کی ذات بڑی معزز ہے، میں آپ کی تعریف کا احاطہ نہیں کرسکتا، آپ تو بس اسی طرح ہیں جیسے آپ نے اپنی تعریف خود کی ہے، جب صبح ہوئی تو میں نے نبی علیہ السلام سے ان کلمات کا تذکرہ کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا عائشہ! ان کلمات کو سیکھ لو اور دوسروں کو بھی سکھا دو، کیونکہ مجھے یہ کلمات جبریل نے سکھائے ہیں اور مجھے حکم دیا ہے کہ سجدے میں ان کلمات کو بار بار دہرایا کروں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے کمزور سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نصف شعبان کی رات اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے، اور سوائے دو آدمیوں کے اپنے سارے بندوں کی بخشش فرما دیتا ہے، آپس میں بغض رکھنے والے اور قاتل۔ [1]

طبرانی اور بیہقی نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نصف شعبان کی رات اپنے بندوں کی طرف خصوصی توجہ فرماتا ہے اور مومنین کو بخش دیتا ہے، کافروں کو مہلت دے دیتا ہے اور کینہ پرور لوگوں کو ان کے کینے میں چھوڑ دیتا ہے یہاں تک کہ وہ اسے ترک کر دیں، طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین

---

[1] مسند احمد: ۲/ ۱۷۶.

چیزیں ہیں، جس شخص کے اندر ان میں سے کوئی ایک چیز بھی نہ پائی جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ضرور معاف فرمادے گا، وہ شخص جو اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، وہ ساحر نہ ہو کہ ساحروں کی اتباع کرے اور اپنے بھائی کے خلاف کینہ نہ رکھتا ہو۔ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی نماز ان کے سر سے ایک بالشت بھی اوپر نہیں جاتی، ایک وہ آدمی جو کسی قوم کی امامت کرے اور وہ اسے پسند نہ کرتے ہوں، دوسری وہ عورت جو اس حال میں رات گزارے کہ اس کا شوہر اس سے ناراض ہو اور تیسرے وہ دو آدمی جو آپس میں لڑے ہوئے ہوں۔ ❶

تنبیہ

ان احادیث صحیحہ میں جو شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں، ان کی تصریحات کو سامنے رکھتے ہوئے انہیں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے، مثلاً جنت میں داخل نہ ہونا، جہنم میں جانا، خون بہانے کی طرح اور خارج از اسلام ہونا وغیرہ، باقی ''العدۃ'' کے مصنف نے مسلمان سے قطع کلامی کو ''جس کی مدت تین دن سے زیادہ ہو جائے'' گناہ صغیرہ جو قرار دیا ہے تو یہ نہایت بعید از فہم ہے، کیونکہ میں نے بعض دوسرے حضرات کو اس کے کبیرہ ہونے پر جزم ظاہر کرتے ہوئے دیکھا ہے اور وجہ یہ ہے کہ اس میں قطع تعلقی، ایذاء رسانی اور فساد ہے، البتہ یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ اس پر اصرار کرنا گناہ کبیرہ ہے، لیکن ان حضرات کا یہ آخری جملہ بھی محل نظر ہے اور اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تب بھی یہ اس بات کے منافی نہیں ہے جو ہم نے کہی ہے کیونکہ اس صورت میں زیادہ سے زیادہ مطلب یہ ہوگا کہ اس کا کبیرہ ہونا آیا مذکورہ چیزوں کی وجہ سے ہے یا تین دن تک مسلسل اس پر اصرار کرنے کی وجہ سے ہے۔ اور اصل وجہ پہلی ہے کیونکہ تینوں چیزیں اصل حرمت کی قید ہیں، اس لئے کہ محض اس کا ارتکاب کرنے سے قطع رحمی اور فساد پھیلانے کا تحقق ہو جاتا ہے، لہٰذا یہاں اصرار کی ضرورت ہی نہیں، البتہ یہ بات ذہن میں رہے کہ اگر قطع کلامی کا مقصد دونوں میں سے کسی کے دین کی اصلاح ہو تو یہ جائز ہوگی ورنہ نہیں۔

۲۷۹۔ عورت کا اپنے گھر سے معطر ہو کر نکلنا

ابوداود اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر آنکھ بدکار ہوتی ہے اور کوئی عورت جب خوشبو لگا کر کسی مجلس کے پاس سے گزرتی ہے، تو وہ ایسی ایسی ہوتی ہے۔ ❷ یعنی بدکار، یہ مضمون نسائی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے، نیز یہ روایت بھی صحیح ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے پاس سے گذری، اس سے خوشبو کی لپیٹیں اڑ رہی تھیں، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اس سے پوچھا اَمۃ الجبار! کہاں کا ارادہ ہے؟ اس نے کہا کہ مسجد کا، انہوں نے فرمایا کیا تم نے اسی مقصد کے لیے خوشبو لگائی ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! انہوں نے فرمایا واپس جا کر غسل کرو، کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اللہ تعالیٰ اس عورت کی نماز قبول نہیں کرتا جو نماز پڑھنے کے لیے مسجد کی طرف نکلے اور اس کی خوشبو مہک رہی ہو، یہاں تک کہ وہ واپس جا کر غسل کر لے، اس حدیث سے استدلال کرتے ہوئے، ابن خزیمہ نے یہ قرار دیا ہے کہ اس

---

❶ ابن ماجہ، الاقامۃ: ۴۳.
❷ ابوداود، الترجل: ۷۔ ترمذی، الادب: ۳۵.

عورت پر غسل کرنا واجب ہے، اور اگر وہ غسل کرنے سے پہلے نماز پڑھ لیتی ہے تو اس کی نماز قبول نہیں ہوگی، لیکن معلوم رہے کہ یہاں خصوصیت کے ساتھ غسل کرنا مراد نہیں ہے بلکہ مقصد یہ ہے کہ وہ خوشبو زائل ہو جائے، ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام مسجد میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ایک عورت داخل ہوئی، وہ خوب بن سنور کر آئی تھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگو! اپنی عورتوں کو مسجد میں زینت اور فخر کا لباس پہن کر آنے سے روکا کرو، کیونکہ بنی اسرائیل کے لوگوں پر اسی وقت لعنت کی گئی تھی جب ان کی عورتوں نے مسجد میں زینت اور فخر کا لباس پہن کر آنا شروع کیا تھا۔ ❶

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث کی تصریحات سے ثابت ہے البتہ بہتر یہ ہے کہ اسے کبیرہ گناہ اس وقت قرار دیا جائے، جب کہ فتنہ یقینی اور متعین ہو تاکہ ہمارے فقہی قواعد کے مطابق ہو جائے کیونکہ محض فتنہ کا اندیشہ ہونے پر ایسا کرنا مکروہ ہے اور گمان غالب ہونے کی صورت میں حرام تو ہے مگر کبیرہ نہیں جیسا کہ واضح بات ہے۔

۲۸۰۔ عورت کا اپنے خاوند کی نافرمان ہو کر اس کی اجازت اور شرعی ضرورت کے بغیر اس کے گھر سے چلی جانا

جب عورتوں نے وراثت کے مسئلے میں مردوں کا حصہ زیادہ ہونے پر اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی ''تم اس چیز کی تمنا نہ کرو جو اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' ❷ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''مرد عورتوں پر نگہبان ہیں کیونکہ اللہ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے اور اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں، چنانچہ نیک عورتیں وہ ہوتی ہیں جو فرمانبردار، اور پیٹھ پیچھے اپنی عزت کی حفاظت کرنے والی ہوں اس سبب سے کہ اللہ نے حفاظت کی، اور وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو تم انہیں نصیحت کرو، اور بستروں میں انہیں چھوڑ دو، اور انہیں مار لگاؤ، لیکن اگر وہ تمہاری اطاعت کر لیں تو ان کے لیے حیلے بہانے تلاش نہ کیا کرو، بیشک اللہ برتر اور بہت بڑا ہے۔'' ❸ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے مردوں کی وجہ فضیلت یہ بیان فرمائی ہے کہ وہ عورتوں کے نگہبان ہیں، فائدہ اٹھانے میں سب ہی لوگ مشترک ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے مردوں کو حکم دیا ہے کہ عورتوں کی اصلاح، ان کی تادیب، ان کے نان نفقہ اور مہر کا خیال رکھیں اس لیے کہ قوام کا لفظ قیم سے زیادہ بلیغ ہے، اور اس سے مراد وہ شخص ہے جو کامل مصلحتوں، تدابیر اور حفاظتی انتظامات کا ذمہ دار ہو، اور یہ آیت حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نازل ہوئی تھی، جن کی بیوی نے ان کی نافرمانی کی، انہوں نے اسے طمانچہ مار دیا، اس کا باپ اسے لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ میں نے اپنی چہیتی بیٹی اس کے نکاح میں دی اور اس نے اسے ایسا زوردار طمانچہ مارا کہ اس کا نشان ابھی تک اس کے چہرے پر موجود ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم اس سے بدلہ لے سکتی ہو، پھر نبی علیہ السلام نے اس سے صبر کرنے کے لیے فرمایا، اسی اثناء میں یہ آیت نازل ہوگئی، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک چیز کا ارادہ ہم نے کیا تھا اور ایک چیز کا ارادہ اللہ نے کیا ہے، اور اللہ نے جو ارادہ کیا ہے وہی خیر ہے۔

❶ صحيح بخاري، الفتن: ١٩. ❷ النساء: ٣٢.
❸ النساء: ٣٤.

اس سے معلوم ہوا کہ اس آیت میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ مرد اپنی بیوی کو ادب سکھا سکتا ہے لیکن اس کے لیے یہ مناسب نہیں ہے کہ اس کے ساتھ برا رہن سہن رکھے، جیسا کہ ''نگہبان'' کا لفظ اسی طرف اشارہ کرتا ہے اور یہ جو ارشاد فرمایا ہے ''اس وجہ سے بھی کہ وہ اپنے مال خرچ کرتے ہیں'' اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ اگر وہ تنگدستی کی وجہ سے عورت پر خرچ نہیں کر سکتا، تو اس سے نگہبانی بھی ختم ہو جاتی ہے، جب نگہبانی ختم ہوگئی تو اس عورت کو عقد نکاح فسخ کرنے کا امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اختیار ہے، لیکن امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس رائے سے اتفاق نہیں کرتے، امام شافعی رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ جس مقصد کے لیے نکاح کو مشروع کیا گیا ہے وہی فوت ہو گیا، اور فرمانبرداری کا لفظ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور شوہر کی فرمانبرداری دونوں پر دلالت کرتا ہے۔

نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ اللہ کا تقویٰ حاصل کرنے کے بعد کسی مومن نے نیک بیوی سے بڑھ کر کسی خیر سے استفادہ نہیں کیا ہوگا، شوہر اسے حکم دے تو وہ اس کی اطاعت کرے، شوہر اسے دیکھے تو وہ اسے خوش کر دے، اس کے حوالے سے کوئی قسم کھا لے تو وہ اس کی قسم پوری کر دے، اگر وہ غائب ہو تو اپنی جان اور شوہر کے مال میں اس کی خیر خواہی کرے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی، پھر جب اللہ تعالیٰ نے نیک عورتوں کے یہ اوصاف بیان کیے کہ وہ فرمانبردار ہوتی ہیں اور محافظ ہوتی ہیں، یہ دونوں وصف دین و دنیا کے ہر کمال کو شامل ہیں، تو غیر صالح خواتین کا تذکرہ ان الفاظ سے کیا ''وہ عورتیں جن کی نافرمانی کا تمہیں خوف ہو'' خوف ایک ایسی حالت کا نام ہے جو مستقبل میں پیش آنے والے کسی ناپسندیدہ کام کے وجود میں آنے کے حوالے سے دل میں پیدا ہو، امام شافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ دلالت کبھی قول سے ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب وہ بیوی کو بلائے تو بیوی اس کی پکار پر لبیک کہے، جب وہ بیوی سے خطاب اور بات چیت کرے تو وہ اس سے نرمی کے ساتھ بات کرے پھر بدل جائے۔ اور کبھی فعل سے ہوتی ہے اور وہ اس طرح کہ جب شوہر گھر میں داخل ہو تو اٹھ کر اس کا استقبال کرے، اس کا حکم ماننے میں جلدی کرے اور خوشی خوشی اس کے بستر پر چلی جائے جب وہ اسے چھوئے، اور پھر بدل جائے، یہ وہ مقدمات ہیں جو نافرمانی کا خوف پیدا کرتے ہیں اور نافرمانی کی حقیقت یہ ہے کہ عورت اس کی نافرمانی اور مخالفت پر کمربستہ ہو جائے۔

عطاء ''نافرمانی'' کا معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ عورت خوشبو نہ لگائے، اپنے آپ کو شوہر کے حوالے نہ کرے، اور پہلے جو اس کی اطاعت کرتی تھی، اب اس حال سے بدل جائے اور قرآن میں نصیحت کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ان عورتوں کو اس نافرمانی کے انجام سے ڈرایا جائے مثلاً عورت سے یوں کہا جائے کہ اللہ سے ڈر اور میرا جو حق تجھ پر واجب ہے اسے ادا کر، اور اللہ کے انتقام سے خوف کھا، اور مرد کو اس بات کی بھی اجازت ہے کہ بستر میں اسے چھوڑ دے اور وہ اس طرح کہ بستر پر لیٹ کہ اس کی طرف اپنی پشت کر لے، اور اس سے بات چیت نہ کرے، یہ رائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے، یا اسے چھوڑ کر دوسرے بستر پر چلا جائے جیسا کہ دیگر حضرات کی رائے ہے اور دونوں ہی صحیح ہیں، البتہ دوسری رائے اسے تنبیہ کرنے میں زیادہ بلیغ ہے، وجہ اس کی یہ ہے کہ اگر عورت کو اس سے محبت ہوئی تو اس پر یہ قطع تعلقی بڑی ناگوار گزرے گی اور وہ شوہر کی نافرمانی سے باز آجائے گی۔

بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ آیت میں "اھجر وھن "کا لفظ ہجر سے نکلا ہے جس کا معنی ہے قبیح کلام، مطلب یہ کہ ان کے ساتھ گفتگو میں سختی کر سکتے ہو، اور ہم بستری وغیرہ میں ان سے الگ رہ سکتے ہو، بعض مفسرین کہتے ہیں کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ انہیں ان کے گھروں میں رسی سے باندھ سکتے ہو، لیکن یہ قول نہایت بعید اور شاذ ہے، گو کہ ابن جریر طبری نے اسی قول کو اختیار کیا ہے، اسی وجہ سے ابوبکر بن عربی نے کہا ہے کہ کتاب وسنت کو جاننے والے آدمی کی یہ ایک لایعنی بات ہے، لیکن انہیں اس تاویل پر آمادہ کرنے والی چیز بھی ایک حدیث ہے جو سند غریب سے اسی مضمون کے مطابق مروی ہے، قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس ہجر کی انتہائی مدت علماء کے نزدیک ایک مہینہ ہے، جیسا کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا سے ایک راز افشاء ہو جانے پر ایک ماہ تک کیا تھا، لیکن غالباً اس سے مراد ان کی اپنے مذہب کے علماء ہیں، جبکہ ہمارے علماء کے نزدیک اس کی انتہائی مدت کوئی نہیں ہے کیونکہ اس ''ہجر'' کا مقصد اس کی اصلاح ہے، جب تک عورت کی اصلاح نہ ہو جائے ''خواہ دس سال ہی لگ جائیں'' اس کی اجازت ہے اور جب اس کی اصلاح ہو جائے تو اس کا جواز ختم ہو جاتا ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے بھی اس آیت میں فرمایا ہے کہ اگر وہ تمہاری اطاعت کرنے لگیں تو انہیں مارنے کے لیے حیلے بہانے تلاش نہ کیا کرو، اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے ترکیبی نحوی بحث چھیڑی ہے، تین چار سطروں کی اس تحقیق کا ترجمہ عام آدمی کے لیے مشکل کا سبب بننے کی وجہ سے ترک کیا جا رہا ہے۔

نیز اس آیت میں بیوی کو مارنے کی جو اجازت دی گئی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ضرب ایسی نہ ہو جو عورت کے جسم پر نشان ڈال دے یا اسے بدنما کر دے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس کی مثال کچوکے لگانے سے دی ہے، عطاء کہتے ہیں کہ اس سے مراد مسواک سے مارنا ہے، اور حدیث میں چہرے پر مارنے کی ممانعت آئی ہے اور یہ کہ اپنے گھر کے علاوہ اسے کہیں نہ مارے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ضرب کی مقدار چالیس سے کم ہونی چاہیے کیونکہ یہ آزاد آدمی پر قائم کی جانے والی شرعی سزاؤں میں سب سے کم تر سزا ہے، بعض حضرات نے بیس ضربیں بیان کی ہیں کیونکہ غلام کے حق میں یہ پوری سزا ہے، یہ سزا جسم کے مختلف حصوں پر جاری کرے، ایک ہی جگہ پر مسلسل نہ مارے تاکہ زیادہ نقصان نہ ہو، اور چہرے پر مارنے سے بچے، بعض علماء کہتے ہیں کہ اگر مارنا ہو تو رومال لپیٹ کر مارے، یا ہاتھ سے مارے، کسی کوڑے یا لاٹھی سے نہ مارے، لیکن بہر حال تخفیف ہی کی رعایت کرنی چاہیے، اسی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ مار پیٹ کو بالکل ہی ترک کر دینا زیادہ افضل ہے۔

پھر علماء کے درمیان اس مسئلے میں بھی اختلاف ہے کہ آیا ان تینوں میں بھی ترتیب ضروری ہے یا نہیں؟ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مرد اپنی بیوی کو پہلے زبان سے نصیحت کرے، اگر نہ مانے تو بستر میں اسے چھوڑ دے، پھر بھی نہ مانے تو اسے مارے اور اگر اس سے بھی نصیحت نہ ہو، تو پھر فیصلہ بھیج دے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس ترتیب کی رعایت اس وقت رکھنا ضروری ہے جبکہ بیوی کی نافرمانی کا خوف ہو اور اگر اس سے نافرمانی کا تحقق ہونے لگے تو پھر ان سب چیزوں کو جمع کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، اور اس سے اگلے جملے کا مطلب بعض حضرات نے یہ بیان کیا ہے کہ انہیں اپنی محبت پر مجبور نہ کرو کیونکہ ان کے دل میں محبت پیدا کرنا ان کے اپنے اختیار میں ہے، لیکن ابن عیینہ کہتے ہیں کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کی عمومی تفسیر کی جائے اور وہ یہ کہ ان سے ایسی چیز کا مطالبہ نہ کرو جو شرعاً ان پر لازم نہیں ہے، بلکہ انہیں ان کے اختیار پر چھوڑ دو، کیونکہ عورتوں

کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ اپنے بہت سے حقوق چھوڑ دیتی ہیں اور ایسی خدمات پیش کرتی ہیں جوان پر لازم نہیں ہوتی ہیں، پھر اس آیت کے اختتام پر اللہ تعالیٰ نے اپنے جن دو ناموں کو ذکر فرمایا ہے، ان کی اس مضمون کے ساتھ مکمل مناسبت ہے، اور مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی علوشان اور کبریائی کے باوجود اپنے بندوں کو ایسے کاموں کا مکلّف نہیں بناتا جس کی وہ طاقت نہیں رکھتے اور توبہ کرنے کے بعد وہ گنہگار سے مواخذہ نہیں کرتا اس لیے تمہیں تو بطریق اولیٰ لازم ہے کہ اپنی بیویوں کو ان چیزوں کا مکلّف نہ بناؤ جس کی وہ طاقت نہیں رکھتیں، اور اگر وہ نافرمانی سے توبہ کرلیں تو ان کی توبہ کو قبول کرلو، اور بعض حضرات نے یہ تفسیر کی ہے کہ اگر وہ عورتیں تمہارے ظلم سے اپنا بچاؤ نہ کرسکیں تو اللہ بلند و برتر اور قادر ہے، وہ تم سے ان کا انصاف لے گا۔

عورت کی نافرمانی کے حوالے سے صحیح احادیث کی روشنی میں بہت سی وعیدیں پیچھے گذر چکی ہیں، اور بقیہ احادیث کو انہی پر قیاس کیا جاسکتا ہے مثلاً فرشتوں کی لعنت، اللہ کی ناراضگی، نمازوں کا قبول نہ ہونا، شوہر کی اطاعت کا واجب ہونا وغیرہ، اس میں یہ حکم بھی شامل ہے کہ عورت اپنے شوہر کو جائز طریقے سے فائدہ اٹھانے سے نہ روکے بخلاف غیر مباح صورت کے مثلاً حیض یا نفاس کی حالت میں غسل سے پہلے اس سے مباشرت کرنا خواہ اس وقت تک خون منقطع ہو چکا ہو، امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک جائز نہیں ہے، اور عورت کو چاہیے کہ اپنے آپ کو اپنے شوہر کی مملوک سمجھے، اور اس کے مال میں اس کی اجازت کے بغیر تصرف نہ کرے، بلکہ بعض علماء تو یہاں تک کہتے ہیں کہ اپنے مال میں بھی اس کی مرضی کے بغیر تصرف نہ کرے، اور اس پر لازم ہے کہ شوہر کے حقوق اپنے قریبی رشتہ داروں کے حقوق پر مقدم رکھے، بلکہ بعض صورتوں میں تو اپنے حقوق پر بھی، اور حسب امکان نظافت کا خیال رکھتے ہوئے اپنے آپ کو ہر وقت شوہر کے استمتاع کے لیے تیار رکھے، اپنے حسن و جمال کی وجہ سے اس پر فخر نہ کرے اور اس میں کوئی برا عیب نہ نکالے۔

اصمعی کہتے ہیں کہ میں ایک جنگل میں داخل ہوا، وہاں ایک حسین وجمیل عورت نظر آئی لیکن اس کا شوہر بہت بدصورت تھا، میں نے اس عورت سے کہا کہ تو نے خود کو اس شخص کے نکاح میں کس طرح خوش رکھا ہوا ہے؟ اس نے کہا کہ اے شخص! میری بات سن، ہوسکتا ہے کہ اس کا اپنے خالق کے ساتھ اچھا تعلق ہو لہٰذا اس نے مجھے اس کا ثواب بنا دیا، اور ہوسکتا ہے کہ میرے اعمال برے ہوں تو اس نے اس شخص کو میری سزا بنا دیا ہو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ اے عورتوں کے گروہ! اگر تمہیں معلوم ہو جائے کہ تمہارے شوہروں کے تم پر کیا حقوق ہیں تو تم میں سے ہر عورت اپنے شوہر کے قدموں کا گردوغبار اپنے چہرے کی گرمی سے صاف کرنے لگ جائے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ عورت پر اپنے شوہر سے حیا کرنا، اس کے سامنے نگاہیں جھکا کر رکھنا، اس کے حکم کی اطاعت کرنا، اس کے بولنے پر خاموش رہنا، اس کے آنے جانے پر اٹھ جانا، سوتے وقت اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دینا، اور شوہر کی غیر موجودگی میں اس کے مال یا اپنی جان کے حوالے سے خیانت نہ کرنا، اس کے اہل خانہ اور قریبی رشتہ داروں کا اکرام کرنا اور تھوڑے کو بھی زیادہ سمجھنا واجب ہے۔ علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ خوف الٰہی رکھنے والی ہر عورت کو چاہیے کہ اللہ کی اطاعت خوب اچھی طرح کرے، اپنے شوہر کی اطاعت کرے، اور حتی الامکان اس کی رضامندی تلاش کرنے میں لگی رہے کیونکہ وہی اس کی جنت اور جہنم ہے، جیسا کہ روایات میں گذرا۔

روایات میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے شوہر کی فرمانبردار عورت کے لیے فضا کے پرندے، سمندر کی مچھلیاں اور آسمان کے فرشتے اور شمس وقمر اس وقت تک استغفار کرتے رہتے ہیں جب تک وہ اپنے شوہر کی رضامندی حاصل کرنے میں لگی رہے، جو عورت اپنے شوہر کی نافرمانی کرے، اس پر اللہ تعالیٰ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، جو عورت اپنے شوہر کے چہرے سے ناراضی کی بناء پر منہ موڑ لیتی ہے، وہ اس وقت تک اللہ کی ناراضگی میں رہتی ہے جب تک اسے ہنسا کر خوش نہ کرلے، اور جو عورت اپنے گھر سے اپنے شوہر کی اجازت کے بغیر نکلے اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ واپس آجائے، اسی طرح ایک حدیث میں نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ چار قسم کی عورتیں جنت میں ہوں گی اور چار قسم کی عورتیں جہنم میں ہوں گی، پھر جنت میں جانے والی چار عورتوں میں سے اس عورت کا تذکرہ بھی فرمایا، جو عفیفہ ہو، اللہ اور اپنے شوہر کی اطاعت کرتی ہو، بچے جننے والی ہو، صابرہ ہو، تھوڑے پر قناعت کرنے والی ہو، اپنے شوہر کے ساتھ حیا رکھنے والی ہو، اگر شوہر غائب ہو تو اپنی جان اور اس کے مال کی حفاظت کرے، اگر شوہر موجود ہو تو زبان کو روک کر رکھے، اسی طرح وہ عورت جس کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہوں اور وہ اپنے بچوں کی خاطر اپنے آپ کو روک لے، ان کی تربیت کرے، ان کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کے ضائع ہو جانے کے اندیشے سے دوسری شادی نہ کرے۔ اور جہنم میں جانے والی عورتوں میں اس عورت کا تذکرہ فرمایا جو شوہر کے سامنے زبان درازی کرتی ہے اگر وہ غائب ہو تو اپنی حفاظت نہیں کرتی اور اگر موجود ہو تو اسے اپنی زبان سے ایذاء پہنچاتی ہے، اور وہ عورت جو اپنے شوہر کو ایسے کاموں پر مجبور کرتی ہے جس کی اس میں طاقت نہ ہو اور وہ عورت جو اپنے آپ کو مردوں سے نہ چھپائے اور اپنے گھر سے خوب زیبائش کر کے نکلتی ہو، اور وہ عورت جس کے پاس کھانے پینے اور سونے کے علاوہ کوئی کام اور مقصد ہی نہ ہو، اسے نماز کی رغبت ہو اور نہ ہی اللہ اور اس کے رسول یا اپنے شوہر کی اطاعت کی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر عورت میں مذکورہ اوصاف میں سے کوئی ایک وصف بھی پایا گیا تو وہ عورت ملعونہ اور اہل جہنم میں سے ہے الا یہ کہ توبہ کرلے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ میں نے جہنم میں جھانک کر دیکھا تو مجھے اکثریت عورتوں کی نظر آئی، اور اس کی وجہ وہی عدم اطاعت ہے اور بکثرت بن سنور کر اپنے گھر سے نکلنا ہے، ایسی عورت اگر خود فتنے سے بچ بھی جائے تو لوگ نہیں بچ پاتے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے، جب گھر سے نکلتی ہے تو شیطان اسے تاکتا ہے، اور کوئی بھی عورت اللہ تعالیٰ کے سب سے زیادہ قریب اس وقت ہوتی ہے جب وہ اپنے گھر میں ہو، ایک حدیث میں یہ بھی آیا ہے کہ عورت چھپانے کی چیز ہے لہٰذا عورتوں کو گھروں میں رکھا کرو، کیونکہ جب کوئی عورت گھر سے نکلتی ہے اور اس کے اہل خانہ اس سے پوچھتے ہیں کہ تم کہاں جارہی ہو؟ وہ جواب دیتی ہے کہ بیمار کی عیادت یا فوتگی میں تعزیت کرنے جارہی ہوں تو شیطان اس کے پیچھے مسلسل لگا رہتا ہے یہاں تک کہ وہ عورت اپنا بازو باہر نکال لیتی ہے اور عورت کے پاس اللہ کی رضا حاصل کرنے کا اس جیسا کوئی ذریعہ نہیں ہے کہ وہ اپنے گھر میں بیٹھ جائے، اپنے رب کی عبادت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے۔

ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے اپنی اہلیہ اور نبی علیہ السلام کی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ عورت کے لیے سب

سے بہترین چیز کیا ہے؟ انہوں نے فرمایا یہ کہ مرد اسے دیکھیں اور نہ وہ مردوں کو دیکھے، اسی وجہ سے حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ تم لوگوں کو شرم نہیں آتی؟ کیا تم لوگوں کو غیرت نہیں آتی کہ اپنی بیوی کو مردوں کے درمیان نکلنے کے لیے چھوڑ دیتے ہو، وہ انہیں دیکھتی ہے اور لوگ اسے دیکھتے ہیں، ایک مرتبہ حضرت عائشہ اور حضرت حفصہ رضی اللہ عنہما نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھی ہوئی تھیں کہ ایک نابینا صحابی حضرت ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ آ گئے، نبی علیہ السلام نے ان دونوں کو پردہ کرنے کا حکم دیا، وہ کہنے لگیں کہ یہ تو نابینا ہیں، ہمیں دیکھ سکتے ہیں اور نہ پہچان سکتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم دونوں بھی نابینا ہو؟ کیا تم اسے نہیں دیکھ رہی ہو؟ اس کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح مرد کے لیے عورت کو دیکھ کر نظریں جھکا لینا واجب ہے، اسی طرح عورت پر بھی واجب ہے کہ مردوں کو دیکھ کر نظریں جھکا لے، اور اگر کسی مجبوری کی وجہ سے اسے گھر سے نکلنا پڑے مثلاً والدین سے ملاقات کے لیے تو شوہر کی اجازت کے ساتھ جائے، بن سنور کر نہ جائے بلکہ معمول کے کپڑے پہنے رہے، چلتے ہوئے نظریں جھکا کر رکھے، اور دائیں بائیں نہ جھانکے ورنہ وہ گنہگار ہوگی۔

بن سنور کر اپنے گھر سے نکلنے والی ایک عورت کا انتقال ہوگیا، اس کے گھر والوں میں سے کسی نے اسے خواب میں دیکھا کہ اسے باریک کپڑوں میں اللہ کے سامنے پیش کیا گیا، تیز ہوا چلی اور اس کا جسم برہنہ ہوگیا، اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف سے منہ موڑ لیا اور فرمایا اسے بائیں جانب سے پکڑ کر جہنم میں لے جاؤ، کیونکہ یہ عورت دنیا میں بن سنور کر نکلنے والی تھی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور فاطمہ بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے، ہم نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ بہت رو رہے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، آپ کیوں رو رہے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا علی! شب معراج کے موقع پر میں نے اپنی امت کی بہت سی عورتوں کو دیکھا تھا جنہیں مختلف اقسام کے عذاب دیئے جا رہے تھے، میں عذاب کی وہ شدت یاد کر کے رو پڑا، میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنے بالوں کے بل لٹکی ہوئی تھی، اور اس کا دماغ کھول رہا تھا، میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی زبان کے بل لٹکی ہوئی تھی اور اس کے حلق میں کھولتا ہوا پانی انڈیلا جا رہا تھا، میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کے پاؤں چھاتیوں سے اور ہاتھ پیشانی سے باندھ دیئے گئے تھے اور ان پر اللہ نے سانپ اور بچھو مسلط کر دیئے تھے، میں نے ایک عورت کو دیکھا جو اپنی چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی تھی، میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کا سر خنزیر جیسا اور بدن گدھے جیسا تھا اور اس پر ہزاراں ہزار طرح کے عذاب ہو رہے تھے، میں نے ایک عورت کو دیکھا جس کی شکل کتے جیسی تھی، آگ اس کے منہ سے داخل ہو کر پچھلی شرمگاہ سے نکل جاتی تھی اور فرشتے اس کے سر پر آگ کے گرز برسا رہے تھے، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے ان عورتوں کے اعمال پوچھے جن کی بناء پر وہ اس عذاب میں مبتلا ہوئیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا پیاری بیٹی! جو عورت اپنے بالوں سے لٹکی ہوئی تھی، وہ مردوں سے اپنے بال چھپا کر نہیں رکھتی تھی، جو اپنی زبان کے بل لٹکی ہوئی تھی وہ اپنے شوہر کو ایذاء پہنچاتی تھی، چھاتیوں کے بل لٹکی ہوئی عورت اپنے شوہر کا بستر ''خراب'' کرتی تھی، سانپ بچھوؤں والی عورت جنابت اور حیض کا غسل نہیں کرتی تھی اور نماز کا مذاق اڑاتی تھی، خنزیر کے سر اور گدھے کے جسم والی عورت چغل خور اور جھوٹ بولنے والی تھی، کتے کی شکل والی عورت احسان جتانے والی اور حسد کرنے والی تھی، پیاری بیٹی! اس عورت کے لیے ہلاکت ہے

جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرتی ہے۔

جس طرح عورت کو حکم دیا گیا ہے کہ اپنے خاوند کی کامل اطاعت کرے اور اسے خوش رکھنے کی کوشش کرے، اسی طرح شوہر کو بھی حکم دیا گیا ہے کہ بیوی کے ساتھ حسن سلوک کرے، اس کے حقوق مثلاً نفقہ، لباس اور دیگر ضروریات دلی خوشی سے پوری کرے، نرمی سے بات کرے اور عورت کی بدخلقی وغیرہ پر صبر کرے اور احادیث کے حوالے سے یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت کی ہے اور یہ کہ وہ مردوں کے پاس قیدی ہیں، اس تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ وہ مردوں کے مکمل تصرف واختیار میں ہیں جیسے قیدی ہوتے ہیں نبی علیہ السلام اپنی ازواج مطہرات کے ساتھ بڑا لطف وکرم کا معاملہ فرماتے تھے، مذکورہ عالم نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص اپنی بیوی کی بداخلاقی پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی اجر وثواب عطا فرمائے گا، جو حضرت ایوب علیہ السلام کو ان کی آزمائش میں صبر کرنے پر دیا تھا، اور جو عورت اپنے شوہر کی بداخلاقی پر صبر کرے، اللہ تعالیٰ اسے اتنا ہی اجر وثواب عطا فرمائے گا جو فرعون کی بیوی حضرت آسیہ بنت مزاحم کو دیا تھا، یہ بھی مروی ہے کہ ایک آدمی حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس اپنی بیوی کی بداخلاقی کی شکایت کرنے کے لیے آیا، اور ان کے دروازے پر کھڑا ہو کر ان کے باہر نکلنے کا انتظار کرنے لگا، اس نے سنا کہ ان کی بیوی ان کے سامنے زبان درازی کر رہی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ خاموش ہیں اور اسے کوئی جواب نہیں دے رہے، وہ شخص یہ کہتا ہوا واپس چلا گیا کہ جب امیر المؤمنین کا یہ حال ہے تو پھر میرا کیا حال ہوگا؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ باہر نکلے تو اسے پشت پھیر کر جاتے ہوئے دیکھا، انہوں نے اس سے پکار کر پوچھا تجھے کیا کام ہے؟ اس نے کہا امیر المومنین! میں آپ کے پاس اپنی بیوی کی بداخلاقی کی شکایت لے کر آیا تھا، لیکن میں نے آپ کی بیوی کو بھی یہی کام کرتے ہوئے سنا تو میں یہ جملہ کہہ کر واپس چلا گیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا بھائی! میں نے اس کے کچھ حقوق اپنے ذمے لے رکھے ہیں، وہ میرے لیے کھانا پکاتی ہے، روٹی پکاتی ہے، میرے کپڑے دھوتی ہے اور میرے بچوں کو دودھ پلاتی ہے حالانکہ یہ چیزیں اس پر واجب نہیں ہیں، اور میرے دل کو حرام سے بچاتی ہے، اس لیے میں اس کی ان باتوں کو برداشت کر لیتا ہوں، اس آدمی نے کہا امیر المومنین! میرا بھی یہی حال ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا بھائی! پھر اسے برداشت کرو، تھوڑے سے عرصے ہی کی تو بات ہے۔

ایک نیک آدمی اپنے جیسے ایک نیک آدمی سے ملاقات کے لیے ہر سال آیا کرتا تھا، ایک مرتبہ وہ اس سے ملنے کے لیے آیا اور دروازے پر دستک دی، اس کی بیوی نے پوچھا کون؟ اس نے جواب دیا کہ آپ کے شوہر کا ایک دینی بھائی، جو اس سے ملاقات کے لیے آیا ہے، اس نے جواب دیا کہ وہ لکڑیاں کاٹنے گیا ہے، اللہ اسے واپس نہ لائے اور اسے خوب برا بھلا کہا، اسی دوران وہ آدمی واپس آ گیا، اس نے شیر پر لکڑیاں لادی ہوئی تھیں، قریب پہنچ کر اس نے اسے سلام کیا اور اسے خوش آمدید کہا، پھر شیر کی پشت سے لکڑیوں کا گٹھا اتارا اور اس سے کہا کہ اب تم واپس جاؤ، اللہ تمہیں برکت دے، پھر اپنے مہمان بھائی کو گھر کے اندر لے گیا، اس وقت بھی اس کی بیوی اسے برا بھلا کہہ رہی تھی، لیکن وہ اسے جواب نہیں دیتا تھا، اس نے مہمان کو کھانا کھلایا اور اسے رخصت کر دیا، مہمان کو اس کے انتہائی صبر پر بڑا تعجب ہوا، اگلے سال وہ دوبارہ آیا، اس مرتبہ اس کی بیوی نے مہمان کا

بڑا اچھے انداز میں استقبال کیا اور اپنے شوہر کی خوب تعریف کی، تھوڑی دیر بعد جب وہ شخص آیا تو اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادے ہوئے تھا، کھانے وغیرہ سے فراغت پا کر جب وہ رخصت ہونے لگا تو مہمان نے اپنے میزبان سے اس کی بیوی کے رویے میں تبدیلی اور خود اس کی حالت میں شیر سے اپنی پیٹھ پر لکڑیاں لادنے کی تبدیلی کے متعلق پوچھا، اس نے جواب دیا بھائی! میری وہ بدزبان بیوی فوت ہوگئی، میں اس کی بدزبانی اور نحوست پر صبر کرتا تھا، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے شیروں کو میرے لیے مسخر کردیا تھا، پھر اس میں نے اس نیک عورت سے شادی کرلی، میں چونکہ اس کے ساتھ راحت کی زندگی گزار رہا ہوں اس لیے شیر کی وہ نعمت مجھ سے منقطع ہوگئی، اور اب مجھے اپنی پیٹھ پر لاد کر لکڑیاں لانی پڑتی ہیں۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح علماء کی ایک جماعت نے کی ہے اور بعض علماء نے یہ جو کہا ہے کہ عورت کا اپنے آپ کو بلا وجہ اپنے شوہر کے حوالے نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے تو اس کی کوئی خصوصیت نہیں ہے بلکہ اس کا مقصد نافرمانی کی مختلف صورتیں بیان کرنا ہے، لیکن ان تفصیلی احادیث کی وجہ سے مجھے بھی دوبارہ اس کا ذکر کرنا پڑا ہے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے مثلاً فرشتوں کی لعنت وغیرہ۔ بلقینی کہتے ہیں کہ شیخ الاسلام حضرت والد صاحب رحمہ اللہ اس لعنت سے یہ استدلال کرتے تھے کہ معین گنہگار آدمی پر بھی لعنت کرنا جائز ہے، تاہم اس میں یہ احتمال بھی ہے کہ ان پر لعنت خصوصیت کے ساتھ نہ کی جائے بلکہ یوں کہا جائے کہ اس عورت پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گزارے۔

طلاق کا بیان

۲۸۱۔ عورت کا اپنے شوہر سے بلا وجہ طلاق کا مطالبہ کرنا

ابوداؤد، ترمذی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو عورت بغیر کسی وجہ کے اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، اس پر جنت کی مہک بھی حرام ہے۔ [1] بیہقی نے ایک روایت میں نقل کیا ہے کہ خلع لینے والی عورتیں منافق عورتیں ہیں اور جو عورت بھی بلا وجہ اپنے شوہر سے طلاق کا مطالبہ کرتی ہے، وہ جنت کی مہک بھی نہیں پا سکتی۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس صحیح حدیث کی تصریح ہے، کیونکہ اس میں شدید وعید پائی جاتی ہے، البتہ ہمارے مذہب کے قواعد کے مطابق اسے کبائر میں شمار کرنا ایک مشکل امر ہے کیونکہ قرآن کریم میں ہے کہ ''ان دونوں پر کوئی حرج نہیں ہے اس چیز میں جو عورت فدیے میں دے'' (اور خلع حاصل کرلے) [2] اور اس سے پہلے جو شرط بیان کی گئی ہے، وہ جواز کے لیے نہیں ہے بلکہ کراہت طلاق کی نفی کے لیے ہے، اس کی تائید نبی علیہ السلام کے اس فرمان سے بھی ہوتی ہے کہ اپنا باغ واپس لے لو

---

[1] ابو داود، الطلاق: ۱۸۔ ترمذی، الطلاق: ۱۱۔ ابن ماجہ، الطلاق: ۲۱۔ [2] البقرۃ: ۲۲۹۔

اور اسے طلاق دے دو۔ [1] لہٰذا مذکورہ حدیث کا مطلب یہ ہوگا کہ عورت شوہر کو طلاق دینے پر مجبور کر دے مثلاً اس کے ساتھ ایسی حرکت کرے جو عرف عام کے مطابق اس پر گراں گزرے یا کسی چیز کے مطالبے میں حد سے زیادہ اصرار کرے اور اسے طلب کرنے میں اس کے پاس کوئی شرعی جواز بھی نہ ہو، بلکہ اسے معلوم ہو کہ اس طرح اس کے شوہر پر یہ بات گراں گزرے گی تو اس صورت میں یہ کبیرہ گناہ ہوگا۔

۲۸۲-۲۸۳۔ اپنے گھر میں بے حیائی کو برداشت کرنا اور مردوں اور عورتوں کو جمع کرنا

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے، والدین کا نافرمان، گھر میں بے حیائی برقرار رکھنے والا اور عورتوں میں سے مرد بن جانے والا، یہ حدیث حاکم نے مستدرک میں نقل کی ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں والدین کے نافرمان اور دیوث کے علاوہ دائمی شرابی کا ذکر کیا گیا ہے۔ نسائی نے حاکم والا مضمون نقل کیا ہے، اور طبرانی کی روایت میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے نبی علیہ السلام سے ''دیوث'' کی تعریف پوچھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جسے اس بات کی کوئی پرواہ نہ ہو کہ اس کے گھر والوں کے پاس کون آتا جاتا ہے اور عورتوں میں سے مرد بن جانے والے کی وضاحت پوچھنے پر فرمایا وہ عورت جو مردوں کی مشابہت اختیار کرے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو شیخین وغیرہ نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، علماء کا کہنا ہے کہ ''دیوث'' سے مراد وہ شخص ہے جسے اپنے اہل خانہ کے حوالے سے کوئی غیرت نہ ہو، الجواہر میں ہے کہ ''دیاثت'' کا معنی ہے لوگوں کو جمع کر کے مکروہ اور باطل چیزیں سننا۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص گانا بجانا نہ جانتا ہو لیکن اس کے ساتھ کوئی ایسا شخص ہو جو گانا گاتا ہو پھر اسے لوگوں کے پاس لے کر جائے تو وہ شخص فاسق ہے اور اسے ''دیاثت'' کہا جاتا ہے، صاحب ''الجواہر'' کی یہ تعریف غیر مشہور ہے، مشہور تعریف وہی ہے جو علماء کے حوالے سے پیچھے گذری اور وہی صحیح حدیث کے موافق بھی ہے، باقی رہا امام شافعی رحمہ اللہ کا کلام تو اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حالت بھی ''دیاثت'' میں شامل ہے، لسان العرب میں ہے کہ دیوث اس شخص کو کہتے ہیں جو اپنے گھر والوں کے پاس لوگوں کو لے کر آئے، اور جسے اپنے اہل خانہ کے حوالے سے غیرت نہ آتی ہو، اور تدثیث کا معنی ''قیادت'' کا معنی ہے، المحکم میں ہے کہ ''دیوث'' اس شخص کو کہتے ہیں جو لوگوں کی بیویوں کے پاس چلا جائے اور انہیں دیکھا کرے، ثعلبہ کہتے ہیں کہ دیوث اس آدمی کو کہتے ہیں جس کے گھر والوں کے پاس لوگ آتے ہوں اور اسے معلوم بھی ہو، نیز اصل میں یہ لفظ سریانی زبان کا ہے بعد میں عربی میں استعمال ہونے لگا۔

صاحب لسان العرب کے قول کے مطابق دیاثت کا لفظ قیادت کو بھی شامل ہے جس کا معنی ہے مردوں اور عورتوں کو جمع کرنا (اور ان کے لیے گناہ کے مواقع فراہم کرنا) لیکن پہلے قول کے طابق دیاثت کا لفظ اہل خانہ کے ساتھ مخصوص ہے، لیکن

---

[1] صحیح بخاری، الطلاق: ١٢۔ ابن ماجه، الطلاق: ٢٢.

رافعی وغیرہ ان دونوں لفظوں میں فرق کرتے ہیں جن کی پیروی میں نے بھی عنوان میں کی ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ احادیث سابقہ ان دونوں کاموں کی حرمت پر دلالت کرتی ہیں کیونکہ یہ خلاف مروت چیزیں ہیں اور اس بات کی علامت ہیں کہ اس شخص کا دین سے تعلق بہت کمزور ہے، دراصل اپنے نسب کی حفاظت شرعاً مطلوب ہے، نیز اس میں حرام کام پر اعانت بھی پائی جاتی ہے، جلال بلقینی نے یہ بات ذکر کرنے کے بعد فرمایا ہے کہ یہ بغیر کسی اختلاف کے گناہ کبیرہ ہے اور اس کے مفاسد بہت زیادہ ہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کو جمع کرنے کی قید لگانے کی بھی ضرورت نہیں بلکہ مردوں اور بے ریش لڑکوں کو جمع کرنا اس سے بھی زیادہ قبیح ہے۔

۲۸۴۔ عورت سے رجوع کرنے سے پہلے ہم بستری کرنا

جو فقہاء اس کام کی حرمت کے قائل ہیں، ان کی رائے کے مطابق اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بعید از قیاس نہیں ہے گو کہ اس میں حد شرعی واجب نہ ہوتی ہو، کیونکہ حد شرعی واجب نہ ہونے کا ایک سبب ہے اور وہ ہے شبہ اور حدود شرعیہ شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہیں تاہم یہ حرمت کی خفت کا تقاضا نہیں کرتا، آپ اس بات پر بھی غور کیجئے کہ مشترکہ باندی سے ہم بستری کرنا گناہ کبیرہ ہے اور یہ واضح بات ہے اور یہاں بھی یہ نہیں دیکھا جائے گا کہ ملکیت کا شبہ حد شرعی کو ساقط کر دیتا ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ جب مطلقہ رجعیہ سے ہم بستری کے حلال ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے تو یہ گناہ کبیرہ کیسے ہو گیا؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں کیونکہ نبیذ ''جو کہ نشہ آور نہ ہو'' میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس کے باوجود وہ ہمارے نزدیک کبیرہ گناہ ہے جیسا کہ عنقریب آئے گا۔

ایلاء کا بیان

۲۸۵۔ بیوی سے ایلاء کر لینا کہ چار مہینے سے زیادہ مدت کیلئے اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرنے کی قسم کھالے

میرا اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بعید از قیاس نہیں ہے گو کہ اس کی تصریح میری نظروں سے نہیں گزری، کیونکہ اس میں بیوی کے لیے ضرر عظیم ہے، کیونکہ چار مہینے کے بعد اس سے مرد کے بغیر صبر نہیں ہوتا جیسا کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے اپنے والد گرامی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا اور اس کے بعد انہوں نے یہ حکم جاری کر دیا تھا کہ اب کے بعد کوئی شخص چار مہینے سے زیادہ اپنی بیوی سے دور نہ رہے، اور اسی عظیم ضرر کی وجہ سے شریعت نے قاضی کے لیے اس چیز کو جائز قرار دیا ہے کہ اگر کوئی شخص چار مہینے کے بعد بھی اپنی بیوی سے ہم بستری نہ کرے تو وہ اس پر ایک طلاق جاری کر دے، یہ بات ہمارے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ مرد کے ذمے اپنی بیوی سے ہم بستری کرنا واجب نہیں ہے گو کہ ایک ہی مرتبہ ہو، کیونکہ فقہاء نے اس قول میں طبیعت پر اکتفا کیا ہے کیونکہ جب تک مرد نے قسم نہ کھائی ہو، اسے ہم بستری کی توقع رہتی ہے، لہٰذا اسے کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا، البتہ اگر وہ اس سے مایوس ہو جائے، تو الگ بات ہے جیسا کہ یہاں ہے، یہ ایسے ہی ہے جیسے عورت کو معلوم ہو کہ اس کا شوہر نامرد ہے تو شریعت نے مخصوص شرائط کے ساتھ اسے فسخ نکاح کا اختیار دیا ہے، اسے خوب سمجھ لیجئے۔

ظہار کا بیان

۲۸۶۔ بیوی سے ظہار کرلینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''تم میں سے جو لوگ اپنی بیویوں سے ظہار کرلیتے ہیں وہ ان کے کہنے سے ان کی مائیں نہیں بن جاتیں، ان کی مائیں تو وہی ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے، یہ لوگ ایک بیہودہ بات اور جھوٹ کہتے ہیں اور اللہ بڑا درگزر کرنے والا اور معاف فرمانے والا ہے۔'' ❶ اس آیت میں ''تم میں سے'' کے لفظ سے اہل عرب کو تنبیہ کی جارہی ہے کیونکہ اس کا رواج دور جاہلیت میں تھا، دوسری امتوں میں یہ چیز نہیں تھی، آگے فرمایا کہ ان کی بیویاں ان کی مائیں نہیں ہیں جو وہ اپنی بیویوں کو ماؤں سے تشبیہ دے دیتے ہیں، کیونکہ ظہار کا معنی یہی ہے کہ کوئی شخص اپنی بیوی سے یوں کہہ دے کہ تو مجھ پر میری ماں کی پشت کی طرح ہے، ان کی مائیں تو وہی عورتیں ہیں جنہوں نے انہیں جنم دیا ہے، یا جو ان کے حکم میں ہیں مثلاً دودھ پلانے والی عورت۔ نیز اس آیت میں اسے منکر اور زور قرار دیا گیا ہے، منکر کا معنی ہے وہ چیز جو شریعت میں معروف نہ ہو، اور زور کا معنی جھوٹ ہے۔ پھر اللہ کے درگزر اور معاف کرنے والا ہونے کا جو ذکر کیا گیا ہے وہ اس لیے کہ اللہ نے ان کی اس بیہودہ بات سے نکلنے کے لیے کفارہ مقرر کردیا ہے جو ان کی خلاصی کا سبب بن جاتا ہے، کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا نہ ہو کہ اپنی بیوی کو ماں وغیرہ کے ساتھ تشبیہ دینے میں منکر اور زور کہاں سے آگیا؟ کیونکہ ہم اس کے جواب میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر آیت کا مقصد اس بات کی خبر دینا ہو تو اس کا منکر اور زور ہونا واضح ہے اور اگر انشاء ہو تب بھی یہی حکم ہے کیونکہ اس شخص نے اسے حرمت کا سبب بنادیا، اور شریعت نے اسے حرمت کا سبب نہیں بنایا چنانچہ یہ شریعت کی بدترین مخالفت ہے، یہیں سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ اپنی بیوی سے ظہار کرنا گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے جھوٹ قرار دیا ہے اور جھوٹ گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے اس کی تائید میں یہ قول مروی ہے کہ ظہار گناہ کبیرہ ہے۔

لعان کا بیان

۲۸۷-۲۸۸۔ کسی پاکدامن مرد یا عورت پر زنا یا لواطت کی تہمت لگانا اور اس پر خاموش رہنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ لوگ جو پاکدامن عورتوں پر گناہ کی تہمت لگاتے ہیں، پھر وہ چار گواہ نہ لاسکیں تو الزام لگانے والوں کو اسی (۸۰) کوڑے مارو اور آئندہ کبھی بھی ان کی گواہی قبول نہ کرنا، وہ ہی فاسق لوگ ہیں، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کرلیں اس کے بعد اور اپنی اصلاح کرلیں تو اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔'' ❷ نیز ارشاد ربانی ہے: ''بیشک جو لوگ بھولی بھالی پاک دامن مومن عورتوں پر گناہ کا الزام لگاتے ہیں، ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی جائے گی، اور ان کے لیے عذاب عظیم ہے، جس دن ان کی زبانیں، ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں خود ان ہی کے خلاف ان کے اعمال پر گواہی دیں گے۔ ❸

---

❶ المجادلہ: ۲۔ ❷ النور: ٤۔٥. ❸ النور: ۲۳۔۲٤.

تمام علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ ان آیتوں میں گناہ کی تہمت اور الزام سے مراد زنا کا الزام لگانا ہے اور اس آیت کے ضمن میں لواطت کا الزام بھی شامل ہے، جیسے کوئی آدمی کسی عورت سے یوں کہے! اے زانیہ، اے فاحشہ، اے کسبیہ، یا اس کے شوہر کی طرف نسبت کرے مثلاً یوں کہے کہ اے کسبیہ عورت کے شوہر، یا اس کے بچوں کی طرف نسبت کرے مثلاً یوں کہے کہ اے فاحشہ عورت کے بیٹے یا بیٹی، یہ سب جملے تہمت کے ہیں، یا کسی مرد سے یوں کہے اے زانی وغیرہ، غالباً علماء نے اس کا یہ معنی اس لیے مراد لیا ہے کہ اب یہ لفظ کثرت کے ساتھ بدکاری کی تہمت کے لیے استعمال ہونے لگا ہے، یہ شہرت ان علماء کا یہ قول ثابت کردیتی ہے، لیکن قابل اعتماد قول اس کے برخلاف ہے اور صحیح بات یہ ہے کہ یہ لفظ کنایہ ہے۔

اور ''پاکدامن'' کا لفظ مرد اور عورت دونوں کو شامل ہے کیونکہ اس بات پر علماء کا اجماع ہے کہ تہمت لگانے کے معاملے میں دونوں کا حکم برابر ہے اور یہاں ''احصان'' سے مراد آزاد، اسلام، بلوغت، عقل اور شرعی سزا کے قابل ہم بستری سے بچنا، اور اپنی بیوی یا باندی کی پچھلی شرمگاہ میں آنے سے بچنا ہے اگر کوئی شخص شرعی سزا کے قابل ہم بستری کرتا ہے یا اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں آتا ہے اور کوئی آدمی اس پر زنا کا الزام لگاتا ہے تو اس الزام لگانے والے پر حد قذف جاری نہ ہوگی گو کہ وہ توبہ کر کے اپنی اصلاح کرلے کیونکہ عزت پر جب کوئی داغ لگ جائے تو وہ کبھی نہیں مٹتا، البتہ زنا وغیرہ کی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے جیسا کہ ظاہر ہے اور آیت کے اگلے حصے سے معلوم ہوا کہ یہاں سزا واجب ہونے کا سبب یہ ہے کہ الزام لگانے والے کا جھوٹ ثابت ہوگیا ہے، لہٰذا جو شخص اپنے الزام میں سچا ثابت ہو جاتا ہے مثلاً چار عادل گواہ اپنی گواہی میں پیش کردیتا ہے تو اس پر حد نہیں ہوگی۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس تہمت میں گواہوں کے لیے عادل ہونا شرط نہیں ہے بلکہ اگر اس کی بدکاری پر فاسق لوگ گواہی دیں، یا متعلقہ آدمی خود اقرار کرلے اور الزام لگانے والا دو گواہ پیش کرسکے، یا کوئی شخص دوسرے کے متعلق بدکاری کا دعویٰ کرے اور اس پر قسم آجائے کہ اس نے بدکاری نہیں کی اور وہ تہمت لگانے والے پر اسے رد کردے تو اس پر حد نہیں ہوگی اور حرمت اور حد کی شرط یہ ہے کہ یہ تہمت کسی ایسے شخص کی طرف سے لگائی جائے جو عاقل بالغ ہو اور بار بار تہمت لگانے سے بار بار حد جاری نہیں کی جائے گی گو کہ عورتیں مختلف ہوں مثلاً کوئی شخص کسی پر الزام لگائے کہ تو نے فلاں عورت کے ساتھ بدکاری کی، پھر دوسری عورت کا نام لے، البتہ اگر اس پر سزا جاری ہو چکی ہو اور اس کے بعد وہ اس پر دوبارہ بدکاری کرنے کا الزام لگائے تب اس پر دوبارہ سزا جاری کی جائے گی اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ جتنی مرتبہ اس پر تہمت لگائی جائے گی، اتنی ہی مرتبہ اس پر سزا جاری کی جائے گی کیونکہ یہ انسان کا حق ہے اس لیے اس میں قرضوں کی طرح تداخل نہیں ہوگا۔

اور اگر ''احصان'' کی مذکورہ شرائط میں سے کوئی ایک شرط بھی مفقود ہو تو اس صورت میں تعزیر واجب ہوگی، تاہم وہ کبیرہ گناہ پھر بھی باقی رہے گا جیسا کہ واضح ہے اور زنا کے گواہوں میں یہ بھی شرط ہے کہ وہ بدکاری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے آمنے سامنے ہوں، فقہاء کی ایک جماعت کا کہنا ہے کہ گواہ یوں کہیں کہ ہم نے اس شخص کی مردانہ شرمگاہ کو اس عورت کی شرمگاہ میں اس طرح دیکھا جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے، صرف یہ کہنا کہ ''اس نے زنا کیا ہے'' کافی نہ ہوگا، بخلاف تہمت

لگانے والے کے کہ اس کے صرف یہ کہنے سے کہ ''تو نے زنا کیا ہے'' حد جاری کی جائے گی اور اس سے اس کی وضاحت دریافت کی جائے گی اور بعض حضرات کے نزدیک تہمت کی طرح اس سے وضاحت مانگنا ضروری نہیں لیکن ہمارے نزدیک پہلا قول زیادہ صحیح ہے اور احتیاطاً اسے تہمت سے الگ رکھا جائے گا کیونکہ حد قذف میں وضاحت طلب نہ کرنا اس گناہ سے تنبیہ کرنے کے لیے مبالغہ آرائی کا حصہ ہے، کیونکہ وہ دوسرے لوگوں کا حق ہے، اور جب وہ خود اقرار کرتا ہے تو اس بے حیائی کو چھپانے میں مبالغہ کیا گیا ہے کیونکہ یہ اللہ کا حق ہے۔

ہمارے نزدیک اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ سب اکٹھے ہو کر گواہی دیں یا جدا جدا ہو کر، اکثر علماء کی بھی یہی رائے ہے جبکہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر وہ متفرق ہو کر گواہی دیں تو ان کی گواہی لغو ہو جائے گی اور ان سب پر حد قذف جاری کی جائے گی، پہلا قول اختیار کرنے والے علماء کی دلیل یہ ہے کہ جدا ہو کر گواہی دینا تہمت کا پہلو دور کر دیتا ہے اور سچ زیادہ نمایاں ہو کر سامنے آ جاتا ہے، کیونکہ اس میں یہ احتمال ختم ہو جاتا ہے کہ کسی نے دوسرے سے لقمہ لیا ہوگا، یہی وجہ ہے کہ اگر قاضی کو گواہوں کے معاملے میں شک پیدا ہو جائے تو وہ انہیں الگ الگ بلاتا ہے، نیز تفریق کا ہونا یوں بھی ضروری ہے کہ اگر وہ سب قاضی کے سامنے اکٹھے ہو بھی جائیں تو وہ ایک ایک کر کے ہی آگے آئیں گے کیونکہ ایک ساتھ گواہی دینا مشکل ہے، اور امام صاحب رحمہ اللہ کی دلیل یہ ہے کہ جو شخص پہلے گواہی دے پھر دوسرا اور تیسرا گواہی دے تو ان میں سے ہر شخص پر یہ بات صادق آئے گی کہ اس نے متعلقہ آدمی پر تہمت لگائی ہے اور وہ چار گواہ پیش نہیں کر سکا، لہٰذا آیت کی روشنی میں ان سب پر حد جاری کی جائے گی، صاحب کتاب مزید کہتے ہیں کہ ان لوگوں کا گواہی کے الفاظ استعمال کرنے سے کوئی فرق نہیں پڑتا، ورنہ اسے مسلمانوں پر تہمت لگانے کا ذریعہ بنا لیا جائے گا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ایک مرتبہ چار آدمیوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ پر بدکاری کی تہمت لگائی، ابوبکرہ، شبل بن معبد، نافع اور نفیع، لیکن ان چاروں میں سے ایک آدمی نے یوں کہا کہ میں نے ایک سرین خبر دیتا ہوا دیکھا، ایک آدمی کو اوپر دیکھا، عورت کی دونوں ٹانگیں مرد کے کندھوں پر یوں دیکھیں جیسے گدھے کے کان ہوں، اس کے علاوہ میں کچھ نہیں جانتا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے تینوں گواہوں پر حد قذف جاری فرمائی اور یہ نہیں پوچھا کہ ان کے ساتھ چوتھا گواہ بھی ہے یا نہیں؟ اس واقعے سے ان لوگوں کی تردید ہوگئی جو ان پر حد قذف جاری کرنے کے قائل نہیں ہیں گو کہ گواہوں کا نصاب مکمل نہ ہو، کیونکہ وہ لوگ بھی گواہ بن کر آئے ہیں اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اگر ایک مرتبہ ان لوگوں پر حد جاری کر دی گئی تو آئندہ کے لیے زنا کی جھوٹی گواہیوں کا دروازہ بند ہو جائے گا، کیونکہ کسی کو بھی یہ اعتماد نہیں ہوگا کہ اس کا ساتھی اس کی موافقت کرتا ہے یا نہیں؟ کہیں اس پر ہی سزا اپلٹ کر نہ آ جائے؟

نیز اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو حکم دیا ہے کہ انہیں اسی کوڑے مارو، اس حکم کا مخاطب حکمران یا اس کا نائب ہے یا غلام کا آقا، بعض مفسرین فرماتے ہیں کہ اگر امام (حکمران) نہ ہو تو کوئی نیک آدمی یہ سزا جاری کرے لیکن یہ قول ہمارے مذہب کے موافق نہیں ہے، اور ''اسی کوڑوں'' کا جو حکم دیا گیا ہے یہ آزاد آدمی کے حق میں ہے، کیونکہ اگر وہ آدمی غلام ہو تو اسے چالیس کوڑے مارے جائیں گے، اسی طرح اگر تہمت لگانے والا باپ یا دادا وغیرہ ہو تو اپنے بیٹے وغیرہ پر گناہ کی تہمت لگانے

کی صورت میں حد قذف جاری نہیں کی جائے گی، بلکہ تعزیری سزا دی جائے گی، یہی حکم آقا اور غلام کا بھی ہے اور حدود میں سب سے زیادہ سخت سزا زنا کی ہے، پھر تہمت زنا کی، پھر شراب نوشی کی، غالباً علماء نے کفر کی سزا اس لیے بیان نہیں کی کہ یہاں پر مسلمان کی سزائیں بیان کی جا رہی ہیں، ڈاکو کی سزا بھی یہاں بیان نہیں کی گئی کیونکہ اس میں قصاص ہے، حد نہیں اور زنا کی سزا زیادہ سخت ہونے کی وجہ یہ ہے کہ یہ لوگوں کے نسب پر حملہ اور جرم ہے، دوسرے نمبر پر تہمت زنا کی سزا اس لیے سخت ہے کہ یہ لوگوں کی عزت و آبرو پر حملہ ہے جس کی شرفا بہت زیادہ رعایت کرتے ہیں، نیز یہ خالصتاً انسانوں کے حقوق میں سے ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو جو فاسق قرار دیا ہے تو وہ تہمت لگانے والوں کے لیے مزید سخت سزا اللہ کی بڑی ناراضگی ہے۔

''سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کرلیں'' آیت کے اس حصے کی تفسیر میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے، چنانچہ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اور بعض دوسرے علماء فرماتے ہیں کہ یہ حکم آخری جملے ''جس کا تعلق ان کے فسق سے ہے'' کے ساتھ خاص ہے، اور مطلب یہ ہے کہ تہمت زنا لگانے والا فاسق ہے، الا یہ کہ توبہ کرلے، باقی رہا اس کی گواہی مردود ہونا تو وہ حد قذف پر موقوف ہے اگر اس پر حد قذف جاری کر دی جائے تو اس کے بعد آئندہ کبھی بھی اس کی توبہ قبول نہ کی جائے۔ امام شافعی رحمہ اللہ اور اکثر صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس استثناء کا تعلق پورے جملے کے ساتھ ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب تہمت لگانے والا توبہ کرلے اور اس کی یہ توبہ صحیح ہو تو اس کا فسق بھی ختم ہو جائے گا، اور اس کی گواہی بھی قبول کی جانے لگے گی، اور ''کبھی بھی'' کا مطلب یہ ہوگا کہ جب تک وہ اپنی تہمت پر مصر رہے، توبہ سے اس تہمت کا اثر زائل ہو جاتا ہے لہٰذا اس پر مرتب ہونے والا نتیجہ یعنی گواہی مسترد ہونا بھی زائل ہو جائے گا، اور ابوحیان کا کہنا ہے کہ آیت کا ظاہر اس بات کا تقاضا نہیں کرتا کہ اس استثناء کو مذکورہ تینوں جملوں کی طرف لوٹایا جائے بلکہ کلام عرب سے جس رائے کی تائید ہوتی ہے اور وہ واضح بھی ہے، یہی ہے کہ اس کا تعلق صرف آخری جملے کے ساتھ ہے، صاحب کتاب کہتے ہیں کہ یہ قول مطلقاً ممنوع ہے، بلکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے باب الوقف میں اہل عرب کا مسلمہ اصول تو یہ بیان کیا ہے کہ استثناء اور صف وغیرہ جملہ کے متعلقات میں سے ہوتے ہیں اور ان کا تعلق ان تمام چیزوں کے ساتھ ہوتا ہے، جو پیچھے گذری ہوئی ہیں، بلکہ وہ تمام چیزیں بھی جو بعد میں آتی ہیں، بلکہ ہمارے علماء کی ایک جماعت کا یہ بھی کہنا ہے کہ اگر استثناء درمیان میں آجائے تو اس کا تعلق سب کے ساتھ ہوتا ہے کیونکہ ماقبل کی طرف نسبت کے اعتبار سے وہ مؤخر ہوتا ہے اور مابعد کی طرف نسبت کے اعتبار سے مقدم۔

لہٰذا قیاس کا تقاضا یہ ہے کہ اس آیت میں استثناء کا تعلق تینوں چیزوں کے ساتھ ہو، لیکن پہلے جملے ''کوڑے مارنے'' کے ساتھ اس کا تعلق جوڑنے میں ایک مانع موجود ہے اور وہ یہ کہ توبہ سے حد قذف ساقط نہیں ہوتی لہٰذا آخری دو چیزوں کی طرف اس کا رجوع ہوگا یعنی گواہی مسترد کرنا اور فسق، اسی وجہ سے حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کے مذکورہ واقعے میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ جو شخص اپنے آپ کو جھوٹا تسلیم کرلے گا، میں اس کی گواہی کو قبول کرلیا کروں گا، چنانچہ شبل اور نافع نے اپنے آپ کو جھوٹا تسلیم کرلیا اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان کی گواہی قبول کرنے لگے، علاوہ ازیں امام شعبی رحمہ اللہ پہلے جملے کی طرف بھی اس کے رجوع کے قائل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اگر تہمت لگانے والا توبہ کرلے تو اس سے حد قذف بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

ملحوظہ

اگر کوئی شخص حاکم کے سامنے کسی آدمی پر بدکاری کی تہمت لگائے تو اس پر لازم ہے کہ متعلقہ آدمی کو اپنے پاس بلائے اور اسے اس بات سے مطلع کرے تاکہ اگر وہ چاہے تو اس کے خلاف دعویٰ کر سکے، یہ ایسے ہی ہے جیسے حاکم کے سامنے یہ بات ثابت ہو جائے کہ فلاں آدمی کے پاس فلاں کا مال ہے اور اسے معلوم نہ ہو تو حاکم پر لازم ہے کہ اسے اس بات سے مطلع کرے۔

"الغفلت" یعنی وہ عورتیں جو بے حیائی کے کاموں سے غافل و ناواقف ہوں، اور اس قسم کی حرکتوں کا ارتکاب نہ کرتی ہوں، یہ ان کی عفت و طہارت میں مزید اضافہ کے لیے کنایہ ہے، گو کہ یہ آیت حضرت صدیقہ عائشہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے نازل ہوئی ہے لیکن اس کا حکم عام ہے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ مجھ پر گناہ کا الزام لگایا گیا تو مجھے اس کی خبر بھی نہ تھی، یہ بات تو مجھے بعد میں معلوم ہوئی تھی، ایک دن نبی علیہ السلام میرے پاس تشریف فرما تھے، کہ ان پر وحی نازل ہوگئی اور نبی علیہ السلام نے خوشخبری دیتے ہوئے یہ آیت تلاوت فرمائی، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ آیت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ خاص ہے، اور بعض حضرات اسے امہات المومنین کے ساتھ مخصوص کرتے ہیں کیونکہ تہمت لگانے والے کی توبہ کا ذکر پہلی آیت میں ہے، اس آیت میں نہیں ہے لہٰذا اس کی توبہ معتبر نہیں کیونکہ ارشاد ہے کہ ان پر دنیا و آخرت میں لعنت کی گئی ہے، یہ حکم منافق بلکہ کسی کافر کے لیے ہی ہو سکتا ہے، نیز زبان وغیرہ کی گواہی بھی منافقین اور کافروں کے لیے ہوگی جس کی تائید سورۂ فصلت کی آیت نمبر ۱۹ سے بھی ہوتی ہے، عموم کا قول اختیار کرنے والے حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ یہ ساری سزائیں ممکن ہیں کہ حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دیگر امہات المومنین پر الزام لگانے والے کے لیے بھی ہوں اور ان کے علاوہ دوسری عورتوں کے لیے بھی ہوں، الا یہ کہ وہ توبہ نہ کرنے کے ساتھ مشروط ہے، کیونکہ یہ طے شدہ اصول ہے کہ گناہ کوئی بھی ہو خواہ کفر یا فسق ہی ہو، توبہ سے معاف ہو جاتا ہے۔

"جس دن ان کی زبانیں ان کے خلاف گواہی دیں گی" یہ منہ پر مہر لگانے سے پہلے کی بات ہے جس کا تذکرہ سورۂ یٰس میں کیا گیا ہے، مروی ہے کہ منہ اور پاؤں پر مہر لگا دی جائے گی اور ہاتھ بولیں گے کہ وہ دنیا میں کیا کرتے رہے ہیں، بعض مفسرین اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ لوگوں کی زبانیں ایک دوسرے کے خلاف گواہی دیں گی، دین حق سے مراد ان کا طے شدہ بدلہ ہے، بعض مفسرین عدل و انصاف کا حساب مراد لیتے ہیں اور اللہ کے برحق ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وجود حقیقی اسی کا ہے، وہ زوال کو قبول کرتا ہے اور نہ انتقال کو، ابتداء کو قبول کرتا ہے اور نہ انتہاء کو اور اس کی عبادت ہی برحق ہے، کسی اور کی نہیں اور "المبین" کا معنی ہے وہ ان تمام چیزوں کو ظاہر کر دے گا، جن پر لوگ عمل پیرا تھے، اور جن پر ثواب و عقاب مرتب ہوتا ہے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی غلام پر زنا کی تہمت لگائے، اس پر قیامت کے دن حد جاری کی جائے گی الا یہ کہ آقا کا الزام صحیح ہو۔ [1] حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو مرد یا عورت اپنی بچی کو یوں کہے اے زانیہ! حالانکہ اس نے اسے زنا کرتے ہوئے نہ دیکھا ہو تو اس کی بچی اسے قیامت کے دن کوڑے مارے گی، کیونکہ دنیا میں ان کی کوئی سزا

[1] صحيح بخاري، الحدود: ٤٥ ـ مسند احمد: ٢/ ٤٣١.

نہیں ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ آج کل لوگوں کی زبان پر یہ الفاظ بہت عام ہیں کہ انسان اپنے غلام سے کہہ دیتا ہے اے مخنث، اے فاحشہ! اور بچے سے کہہ دیتا ہے کہ اے حرام کے لونڈے! یہ سب کبیرہ گناہ ہیں اور دنیا وآخرت میں سزا کو لازم کردیتے ہیں، ابن مردویہ نے اپنی تفسیر میں سند ضعیف کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اہل یمن کی طرف ایک خط لکھا جس میں فرائض اور دیات کا بیان تھا، اس خط میں جن چیزوں کو اکبرالکبائر گناہوں میں شمار کیا گیا ہے، ان میں سے ایک پاکدامن عورت پر گناہ کی تہمت لگانا بھی ہے اور متعدد احادیث میں اس کے کبیرہ گناہ ہونے کی تصریح بھی آئی ہے جیسا کہ پیچھے بہت سی احادیث گزر چکی ہیں اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی بڑی جماعت نے نبی علیہ السلام کی موجودگی میں اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور نبی علیہ السلام نے انہیں اس رائے پر برقرار رہنے دیا ہے۔

تنبیہ

کسی پاک دامن پر بدکاری کی تہمت لگانے کو ''قذف'' کہا جاتا ہے اور اس کے گناہ کبیرہ ہونے پر تمام علماء متفق ہیں جیسا کہ مذکورہ دونوں آیتوں سے ثابت ہوا، پہلی آیت میں تو اس کے فسق ہونے کی تصریح ہے اور دوسری آیت میں اس کے مرتکب پر دنیا وآخرت میں لعنت کا ذکر ہے، جو کہ نہایت شدید وعید ہے، بلکہ اس پر خاموش رہنے کو بھی بعض علماء نے کبائر میں شمار کیا ہے، غیبت میں سکوت کے مسئلے پر اگر قیاس کیا جائے تو اس کا تقاضا بھی یہی ہے اور عنوان میں ''زنا یا لواطت کی قید'' اگرچہ ابوزرعہ نے بھی لگائی ہے لیکن واضح بات یہ ہے کہ یہ اسے کبیرہ قرار دینے کی شرط نہیں ہے بلکہ اس کی مزید قباحت اور برائی بیان کرنے کے لیے ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء میں سے شریح رویانی نے کہا ہے کہ ''قذف بالباطل'' زنا کے ساتھ خاص ہے اور نہ لواطت کے ساتھ، اور یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ اس سلسلے میں مذکر اور مونث کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، ابن عبدالسلام کی کتاب ''القواعد'' میں ہے کہ اگر کوئی شخص تنہائی میں بیٹھا کسی پر بدکاری کی تہمت لگائے جسے اللہ اور محافظ فرشتوں کے علاوہ کوئی نہ سن سکے تو یہ بظاہر کبیرہ گناہ نہیں ہے، کہ اس پر حد واجب ہوتی ہو کیونکہ اس کے مفاسد نمایاں نہیں ہیں اور آخرت میں اسے علانیہ تہمت لگانے والے کی طرح سزا بھی نہ ہوگی، زیادہ سے زیادہ جھوٹ بولنے کی سزا ہوگی۔ اذرعی کہتے ہیں کہ یہ اس صورت میں ممکن ہے جب کہ وہ سچا ہو اور اگر وہ جھوٹا ہو تو پھر یہ محل نظر ہے کیونکہ اس میں اللہ تعالیٰ کے سامنے گناہ پر جرأت دکھانا ہے۔

صاحب ''التوسط'' نے فرمایا ہے کہ ابن عبدالسلام کے کلام سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ خلوت میں کسی پر الزام لگانے سے اسے سزا نہ ہوگی لیکن یہ بات بعید از فہم ہے، پھر مصنف نے اپنے اوپر خود ہی اعتراض کیا ہے کہ اگر مقذوف کو اس تہمت کی خبر نہ پہنچے جو قاذف نے علی الاعلان اس پر لگائی ہے تو کیا اس پر حد لازم ہوگی؟ پھر اس کا جواب دیا ہے کہ اگر اسے یہ بات معلوم ہوگئی تو وہ تنہائی میں اس پر الزام لگانے سے زیادہ سخت ہوگی، اس کے بعد انہوں نے فرمایا ہے کہ خلوت میں اس پر الزام لگانا عام ہے اور زبان پر یہ الفاظ آنے اور دل میں آنے میں کوئی فرق نہیں ہے، احادیث کی نصوص سے جس چیز کی معافی ثابت ہے وہ دل کے خیالات اور وساوس ہیں، زبان سے بولنے کی معافی نہیں ہے، اور میں آیت کی تفسیر میں بیان کر آیا ہوں کہ بچے اور غلام پر بھی تہمت لگانا گناہ کبیرہ ہے، پھر میں نے حلیمی کی عبارت دیکھی، وہ کہتے ہیں کہ کسی پاکدامن پر گناہ کی تہمت لگانا گناہ

کبیرہ ہے، اگر وہ ماں، بیٹی یا سوتیلی ماں ہو تو یہ بے حیائی ہے اور چھوٹی بچی، باندی اور بے آبرو آزاد عورت پر تہمت لگانا صغیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن جلال بلقینی رحمہ اللہ نے حلیمی کی اس بات پر اعتراض کیا ہے جس میں انہوں نے چھوٹی بچی پر تہمت لگانے کو صغیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور کہا ہے کہ یہ صرف اسی صورت میں صغیرہ ہوسکتا ہے جب کہ وہ بچی اتنی چھوٹی ہو کہ ہمبستری کے قابل نہ ہو، اور اس پر الزام لگانے والے کا جھوٹا ہونا یقینی ہو، اسی طرح باندی پر تہمت لگانے کو مطلقاً صغیرہ گناہ قرار دینا بھی قابل توقف ہے بالخصوص وہ باندیاں جو اپنے آقاؤں کے بچوں کی مائیں ہوں، کیونکہ اس میں باندی، اس کے آقا، اس کے بچے اور اس کے اہل خانہ کے لیے شدید ایذاء پائی جاتی ہے دراصل یہ اعتراض ''جو بلقینی نے مبہم طور پر ذکر کیا ہے'' اذرعی نے کیا ہے اور حدیث کے حوالے سے اس کی تائید بھی گزر چکی ہے، بہت سارے جہلاء اس قسم کا کلام کرتے ہیں حالانکہ یہ دنیا اور آخرت دونوں میں سزا کا موجب ہوتا ہے۔

اسی وجہ سے صحیحین کی حدیث میں آتا ہے کہ بعض اوقات انسان ایک جملہ بولتا ہے، اسے اس کا نقصان معلوم نہیں ہوتا اور اس کی وجہ سے وہ آگ میں پھسلتا رہتا ہے، اتنی دور جیسے مشرق اور مغرب کا درمیانی فاصلہ ہو، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم جو بولتے ہیں اس کی وجہ سے بھی ہمارا مواخذہ ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تیری ماں تجھے روئے، کیا لوگوں کو ان کے چہروں کے بل جہنم میں لے جانے والی چیز ان کی زبانوں کی کھیتی کے علاوہ بھی کوئی چیز ہوگی؟ [1]

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا کیا میں تمہیں یہ نہ بتاؤں کہ سب سے زیادہ آسان اور جسم پر سب سے ہلکی عبادت کون سی ہے؟ خاموشی اور حسن اخلاق [2] حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نجات کا سبب کیا چیز ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنی زبان پر قابو رکھو، تمہارا گھر تمہیں کافی ہو اور اپنے گناہوں پر رویا کرو۔ [3] ترمذی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ذکر اللہ کے علاوہ کثرت کے ساتھ کوئی کلام نہ کیا کرو، کیونکہ ذکر اللہ کے علاوہ کسی اور کلام کی کثرت دلوں کو سخت کر دیتی ہے اور لوگوں میں اللہ تعالیٰ سے سب سے زیادہ دور وہ شخص ہوتا ہے جس کا دل سخت ہو گیا ہو۔ [4] اور نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن نامہ اعمال میں اخلاق حسنہ سے زیادہ وزنی کوئی چیز نہ ہوگی اور اللہ تعالیٰ بے حیا اور فحش کلام کرنے والے کو پسند نہیں کرتا۔ [5]

۲۸۹ تا ۲۹۱۔ کسی مسلمان کو گالی دینا، اس کی عزت پر حملہ کرنا، اپنے والدین کو گالی دینے کا سبب بننا اور کسی مسلمان پر لعنت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی وجہ کے ایذاء پہنچاتے ہیں، وہ بہتان باندھتے اور واضح گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔'' [6] شیخین، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی علیہ السلام کا

---

[1] ترمذی، الایمان: ۸۔ مسند احمد: ۵/ ۲۳۱۔
[2] الترغیب والترھیب: ۳/ ۵۳۳۔
[3] ابو داود، السلاحم: ۱۷۔
[4] ترمذی، الزھد: ۶۲۔
[5] ابو داؤد، الادب: ۸۔
[6] الاحزاب: ۵۸۔

یہ فرمان نقل کیا ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینا فسق ہے اور اس سے قتال کرنا کفر ہے۔ ❶ مسلم، ابوداؤد، اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آپس میں ایک دوسرے کو گالی دینے والے جو کچھ بھی کہتے ہیں، اس کا وبال پہل کرنے والے پر ہوتا ہے یہاں تک کہ مظلوم حد سے آگے بڑھ جائے۔ ❷ بزار نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی مسلمان کو گالی دینے والا ایسا ہے جیسے ہلاکت کو جھانک کر دیکھنے والا۔ ابن حبان نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی مجھے گالی دیتا ہے اور وہ مجھ سے کم تر بھی ہے، کیا مجھ پر اس سے اپنا بدلہ لینے میں کوئی حرج ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے والے دونوں آدمی شیطان ہوتے ہیں جو ایک دوسرے پر الزام لگاتے اور جھوٹ بولتے ہیں۔ ابوداؤد، ترمذی اور ابن حبان نے حضرت جابر بن سلیم رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا لوگ جس کی رائے پر عمل کر رہے تھے، وہ جو بھی کہتا لوگ اس پر عمل کرنے لگتے، میں نے پوچھا یہ کون ہیں؟ لوگوں نے مجھے بتایا کہ یہ نبی علیہ السلام ہیں، میں نے آگے بڑھ کر عرض کیا "علیک السلام یا رسول اللہ" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا علیک السلام نہ کہو کیونکہ یہ مُردوں کا سلام ہے بلکہ یوں کہو "السلام علیک" میں نے عرض کیا کہ آپ اللہ کے رسول ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اس اللہ کا رسول ہوں کہ اگر تمہیں کوئی مصیبت پہنچے اور تم اسے پکارو تو وہ تمہاری مصیبت کو دور کر دے، اگر تمہیں قحط سالی کا سامنا ہو اور تم اسے پکارو تو وہ تمہارے لیے سبزہ اگا دے، اگر تم کسی جنگل اور صحراء میں ہو اور تمہاری سواری گم ہو جائے اور تم اسے پکارو تو وہ تمہاری سواری تمہیں لوٹا دے، میں نے عرض کیا کہ مجھے کوئی نصیحت کر دیجئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی کو گالی نہ دینا، چنانچہ اس کے بعد میں نے کسی آزاد کو گالی دی اور نہ کسی غلام کو، کسی اونٹ کو اور نہ کسی بکری کو، اور فرمایا کسی نیکی کو حقیر نہ سمجھنا، اپنے بھائی سے مسکراتے ہوئے چہرے کے ساتھ ملو کہ یہ بھی نیکی ہے اور اللہ تکبر کو پسند نہیں کرتا اور اگر کوئی آدمی تمہیں گالی دے یا کسی ایسے عیب کا طعنہ دے جو اسے تمہارے متعلق معلوم ہو تو تم اسے کسی ایسے عیب کا طعنہ مت دو جو تمہیں اس کے متعلق معلوم ہو کیونکہ اس کا وبال اسی پر ہوگا۔ ❸

بخاری وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اکبر الکبائر گناہوں میں سے ایک گناہ یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین پر لعنت کرے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک آدمی اپنے ہی والدین پر خود کس طرح لعنت کر سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ دوسرے آدمی کے باپ کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دے دے، وہ دوسرے کی ماں کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کی ماں کو گالی دے دے۔ ❹ شیخین وغیرہ نے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر قسم کھاتا ہے اور جان بوجھ کر جھوٹ بولتا ہے تو وہ ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے اس نے کہا ہو، اور جو شخص کسی چیز سے خودکشی کر لے اسے قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا اور انسان پر اس چیز کی منت نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، اور کسی مسلمان پر لعنت کرنا اسے

---

❶ صحیح بخاری، الایمان: ٣٦.
❷ صحیح مسلم، البر: ٦٩.
❸ ابو داود، اللباس: ٢٤.
❹ تخریج گزر چکی ہے۔

قتل کرنے کی طرح ہے۔ ❶ طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت سلمہ بن اکوع رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جب ہم کسی آدمی کو دیکھتے کہ وہ اپنے بھائی پر لعنت کر رہا ہے تو ہم سمجھتے تھے کہ اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک گناہ کا ارتکاب کیا، ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب انسان کسی چیز پر لعنت کرتا ہے تو وہ لعنت آسمان کی طرف چڑھ کر جاتی ہے لیکن آسمان کے دروازے اس پر بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ زمین کی طرف اترتی ہے لیکن اس کے دروازے بھی بند کر دیئے جاتے ہیں، پھر وہ دائیں بائیں جاتی ہے اگر اسے کوئی جگہ نہ ملے تو وہ اس شخص کی طرف لوٹ جاتی ہے جس پر لعنت کی گئی ہو، اگر وہ اس کا اہل ہو تو بہت اچھا ورنہ وہ کہنے والے پر پلٹ جاتی ہے۔ ❷ یہ مضمون امام احمد رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

ابوداؤد، ترمذی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی لعنت، اس کے غضب اور آگ کے ساتھ کسی پر لعنت نہ کیا کرو۔ ❸ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں پر لعنت کرنے والے قیامت کے دن سفارش کرنے والوں میں ہوں گے اور نہ گواہوں میں۔ ❹ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مومن کسی پر لعنت کرنے والا نہیں ہوتا۔ ❺ بیہقی نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے پاس سے گزرے، اس وقت وہ اپنے ایک غلام پر لعنت کر رہے تھے، نبی علیہ السلام ان کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا لعنت کرنے والے اور صدیق؟ رب کعبہ کی قسم! یہ ہرگز نہیں ہو سکتا، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اسی دن اپنے کئی غلام آزاد کیے اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں آئندہ کبھی ایسا نہ کروں گا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی صدیق کے لیے مناسب نہیں ہے کہ وہ لعنت کرنے والا ہو۔ ❻ یہ مضمون حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کسی سفر پر جا رہے تھے، انصار کی ایک عورت اپنی اونٹنی پر سوار تھی، اس نے اپنی اونٹنی کو ڈانٹا اور اس پر لعنت کی، نبی علیہ السلام نے یہ بات سن لی اور فرمایا اس سواری پر جو سامان ہے وہ لے لو اور اس اونٹنی کو چھوڑ دو کیونکہ اب یہ ملعون ہو گئی ہے، حضرت عمران رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ وہ منظر اب بھی میری گناہوں کے سامنے ہے کہ وہ اونٹنی لوگوں کے درمیان چلی جا رہی ہے اور کوئی اس سے تعرض نہیں کرتا۔ ❼ یہی مضمون ابویعلی اور احمد نے بھی نقل کیا ہے۔

ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مرغ کو برا بھلا نہ کہا کرو کیونکہ وہ نماز کی طرف بلاتا ہے۔ ❽ ایک روایت میں ہے کہ نماز کے لیے جگاتا ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے سامنے کسی مرغ نے بانگ دی، تو ایک آدمی نے اسے برا بھلا کہا، اس پر نبی علیہ السلام نے اسے اس سے منع فرمایا، ابویعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کو پسو نے کاٹ لیا، اس نے اس پر لعنت کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس پر لعنت نہ کیا کرو کیونکہ اس نے انبیاء میں سے ایک نبی کو نماز کے لیے بیدار کیا تھا، یہ مضمون بزار نے بھی نقل کیا ہے۔ طبرانی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگوں نے کسی

---

❶ صحیح بخاری، الادب: ٤٤۔ صحیح مسلم، الایمان: ١٧٦.
❷ ابو داود، الادب: ٤٥.
❸ ابو داود، الادب: ٤٥۔ مسند احمد: ٥/ ١٥.
❹ ابو داود، الادب: ٤٥۔ مسند احمد: ٦/ ٤٤٨.
❺ ترمذی، البر: ٧٢.
❻ صحیح مسلم، البر: ٤٨.
❼ صحیح مسلم، البر: ٨٠.
❽ مسند احمد: ٤/ ١١٥.

جگہ پڑاؤ کیا، وہاں ہمیں پسوؤں نے بڑا تنگ کیا اور ہم انہیں برا بھلا کہنے لگے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا انہیں برا بھلا نہ کہو، یہ کتنا اچھا جانور ہے کہ اس نے تمہیں اللہ کے ذکر کے لیے بیدار کر دیا، اسی طرح یہ روایت بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کی موجودگی میں ہوا پر لعنت کی، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہوا پر لعنت نہ کیا کرو کیونکہ وہ تو اللہ کی طرف سے مامور ہے، جو شخص کسی ایسی چیز پر لعنت کرے جو لعنت کی مستحق نہ ہو تو وہ لعنت کرنے والے پر پلٹ جاتی ہے۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث صحیحہ کی تصریحات سے ثابت ہے کیونکہ ان میں مسلمان کو گالی دینے کو فسق قرار دیا گیا ہے، اور یہ کہ اس سے انسان ہلاکت کے قریب پہنچ جاتا ہے اور یہ کہ اس کا مرتکب شیطان ہے، نیز والدین پر لعنت کرنے کو اکبر الکبائر میں شمار کیا گیا ہے، اسی وجہ سے میں نے اسے الگ ذکر کیا ہے ورنہ وہ سبابِ مسلم میں داخل تھا، نیز مسلمان پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کے برابر اور کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے اور یہ کہ لعنت کرنے والے پر ہی لعنت پلٹ آتی ہے، لعنت کرنے والا قیامت کے دن سفارش اور گواہی کا حقدار نہ ہوگا اور نہ ہی ایسا شخص صدیقین میں شمار ہو سکتا ہے، یہ ساری چیزیں نہایت شدید وعیدیں ہیں، لہٰذا ان کا کبیرہ گناہ ہونا ثابت ہو گیا، اور ہمارے علماء کی ایک بڑی جماعت نے پہلے گناہ کے متعلق یہی تصریح کی ہے، لیکن اکثر علماء کے نزدیک قابل اعتماد قول اس کے برعکس ہے اور وہ ''مسلمان کو گالی دینا فسق ہے'' والی حدیث کو اس صورت پر محمول کرتے ہیں جب کہ بار بار گالی دی جائے، اس طرح کہ اس کی نیکیاں مغلوب ہو جائیں، اسی طرح ''مسلمان پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے'' کا مطلب ہے کہ گناہ میں اس کی طرح ہے۔ نیز مذکورہ احادیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جانوروں پر لعنت کرنا بھی حرام ہے، ہمارے ائمہ نے بھی اسی کی تصریح کی ہے اور ظاہر ہے کہ یہ صغیرہ گناہ ہے کیونکہ اس میں کوئی بہت بڑی خرابی اور نقصان نہیں ہے اور نبی علیہ السلام نے اونٹنی پر لعنت کرنے والے کو اپنی اونٹنی چھوڑ دینے کا جو حکم دیا تھا، وہ تعزیراً اور تادیباً تھا، اور محض اتنی بات سے اس کا گناہ کبیرہ ہونا لازم نہیں آتا، بالخصوص اس وقت جبکہ دوسری حدیث سے معلوم ہو جاتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اسے یہ حکم اس لیے دیا تھا کہ اس کی لعنت اس کی اونٹنی پر واقع ہو گئی تھی۔ امام نووی رحمہ اللہ نے اس موضوع کی حدیثوں کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس اونٹنی کو اپنے ساتھ لے جانے کی ممانعت فرمائی تھی، اسے بیچنے اور ذبح کرنے بلکہ اس سفر کے علاوہ کسی دوسرے سفر میں اس پر سواری کرنے سے بھی منع نہیں فرمایا تھا، بلکہ یہ اور اس کے علاوہ تمام تصرفات اس میں جائز تھے۔

بعض حضرات نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ معین جانور اور ذمی شخص پر لعنت کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور انہوں نے کسی مسلمان پر لعنت کے حرام ہونے کو ''کسی شرعی سبب کے بغیر'' کے ساتھ مقید کیا ہے، لیکن ان دونوں چیزوں پر اشکال ہوتا ہے، کیونکہ جانور کے حوالے سے تو ہم بیان کر چکے ہیں کہ اس پر لعنت کرنا صغیرہ گناہ ہے، البتہ ذمی پر لعنت کرنے کے گناہ کبیرہ ہونے کا احتمال موجود ہے کیونکہ ایذاء رسانی حرام ہونے کے حوالے سے وہ اور مسلمان دونوں برابر ہیں، لیکن یہ قید لگانا صحیح نہیں ہے کیونکہ ہمیں کوئی ایسی شرعی غرض مل ہی نہیں سکتی جس کی بناء پر کسی مسلمان پر لعنت کرنا جائز ہو سکے، پھر اگر لعنت حرام ہونے کا

محل مومن شخص ہے تو کسی بھی معین شخص پر لعنت کرنا جائز نہ ہوگا اگر چہ وہ فاسق ہی ہو، جیسے یزید، یہی حکم ذمی کا بھی ہے خواہ وہ زندہ ہو یا مر گیا ہو اور کفر پر اس کی موت کا علم نہ ہو کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کفر کے بجائے اسلام پر اس کا خاتمہ ہوا ہو، البتہ وہ لوگ جن کے کفر پر مرنے کا علم ہو مثلاً فرعون، ابوجہل اور ابولہب وغیرہ تو ان پر لعنت کرنا جائز ہے، باقی جن لوگوں نے یزید پر لعنت کی ہے تو یہ لا پرواہی ہے کیونکہ علماء اس کے اسلام کے قائل ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے، اور کچھ لوگوں کا یہ دعویٰ کہ وہ کافر تھا، کسی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکا، بلکہ یہ بات بھی ثابت نہیں ہو سکی کہ اس نے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو شہید کرنے کا حکم دیا تھا، اسی وجہ سے امام غزالی رحمہ اللہ نے اس پر لعنت کرنے کے حرام ہونے کا فتویٰ دیا ہے گو کہ وہ فاسق تھا، اور لا پرواہی کے ساتھ کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا تھا۔

باقی شیخ الاسلام سراج بلقینی رحمہ اللہ نے کسی معین گنہگار آدمی پر لعنت کے جواز کے لیے صحیحین کی اس حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں فرمایا گیا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو اپنے بستر پر بلائے اور وہ نہ آئے اور وہ شخص ناراضگی کی حالت میں رات گزارے تو صبح ہونے تک اس عورت پر فرشتے لعنت کرتے رہتے ہیں لیکن یہ استدلال محل نظر ہے، اسی وجہ سے ان کے صاحبزادے جلال بلقینی کہتے ہیں کہ میں نے والد صاحب کے ساتھ اس مسئلے پر سیر حاصل گفتگو اور بحث کی ہے کہ اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ فرشتوں کی لعنت عمومی طور پر ہو، خصوصیت کے ساتھ نہ ہو، اور فرشتے یہ کہتے ہوں کہ اس عورت پر اللہ کی لعنت ہو جو اپنے شوہر کا بستر چھوڑ کر رات گزارے، اور میں یہ کہتا ہوں کہ اگر اس رائے کے لیے وہ صحیح مسلم کی اس روایت سے استدلال کرتے ''کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گذر ایک گدھے پر ہوا جس کے چہرے پر داغا گیا تھا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جس نے ایسا کیا ہے'' تو یہ استدلال زیادہ واضح ہوتا، کیونکہ اس میں نبی علیہ السلام کا اشارہ ایک فرد معین کی طرف تھا، البتہ اس میں بھی یہ تاویل کی جا سکتی ہے کہ نبی علیہ السلام کی مراد فرد معین نہیں تھا بلکہ مطلب یہ تھا کہ اس طرح کے کام کرنے والوں پر اللہ کی لعنت ہو، اور جہاں تک اس شخص پر لعنت کا تعلق ہے جسے کسی وصف کے ساتھ متعین کیا گیا ہو مثلاً یہ کہ جھوٹے پر اللہ کی لعنت ہو، تو بالاجماع یہ جائز ہے جیسا کہ خود اللہ تعالیٰ نے ظالموں اور جھوٹوں پر لعنت فرمائی ہے، اس نوع کی بہت سی مثالیں نبی علیہ السلام کے حوالے سے بھی منقول ہیں۔

فائدہ: نبی علیہ السلام نے ایک جماعت پر غیر متعین انداز میں ان کے اوصاف کی وجہ سے لعنت فرمائی ہے اور بعض لوگوں پر متعین انداز میں لیکن پہلی قسم کی مثالیں زیادہ ہیں، اور ہمارے کئی علماء نے اجمالی طور پر سند کا ذکر کیے بغیر ان مثالوں کو جمع کر دیا ہے اس لیے یہاں بھی اس نہج پر اس کا ذکر کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام نے مندرجہ ذیل لوگوں پر لعنت فرمائی ہے۔

سود کھانے والا، سود کھلانے والا، سودی معاملات کے گواہ، اسے تحریر کرنے والا، مصور، زمین کی حدود تبدیل کر دینے والا، کسی اندھے کو غلط راستے پر لگا دینے والا، جانور کے ساتھ بدفعلی کرنے والا، قوم لوط جیسا عمل کرنے والا، کاہن کے پاس جانے والا، اپنی بیوی کی پچھلی شرمگاہ میں آنے والا، ایام کی حالت میں اپنی بیوی سے ہمبستری کرنے والا، نوحہ کرنے والی عورت، لوگوں کی ناپسندیدگی کے باوجود ان کی امامت کرنے والا، شوہر کو ناراض کر کے دوسرے بستر پر رات گزارنے والی عورت، غیر اللہ

کے لیے جانور کو ذبح کرنے والا، چور، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہنے والا، عورتوں کی مشابہت اختیار کرنے والا مرد، مردوں کی مشابہت اختیار کرنے والی عورت، عورتوں کا لباس پہننے والے مرد اور مردوں کا لباس پہننے والی عورت، راستے میں پیشاب پائخانہ کرنے والا، ہاتھوں پر مہندی نہ لگانے والی عورت، آنکھوں میں سرمہ نہ لگانے والی عورت، عورت کو اس کے شوہر پر یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکانے والا، اپنے بھائی کی طرف کسی دھاری دار آلے سے اشارہ کرنے والا، زکوٰۃ ادا نہ کرنے والا، اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف اپنے نسب کو منسوب کرنے والا، اپنے آقا کے علاوہ کسی اور سے عقد موالات کرنے والا، چہرے پر داغنے والا، حدود اللہ میں سفارش کرنے یا سفارش قبول کرنے والا، شوہر کی اجازت کے بغیر گھر سے باہر نکلنے والی عورت، قدرت ہونے کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کرنے والا، شراب، شراب نوش، شراب پلانے والا، شراب کی خرید وفروخت کرنے والا، جس شخص کی خاطر شراب خریدی گئی ہو، شراب نچوڑنے والا، جس کے لیے شراب نچوڑی گئی ہو، شراب اٹھانے والا، جس کے لیے شراب اٹھائی جائے، اس کی قیمت کھانے والا اور اس کی طرف رہنمائی کرنے والا۔

اسی طرح اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرنے والا، استمنا بالید کرنے والا، اپنی ماں بیٹی سے نکاح کرنے والا، رشوت لینے والا، رشوت دینے والا اور ان کے درمیان دلالی کرنے والا، علم چھپانے والا، ذخیرہ اندوزی کرنے والا، کسی مسلمان کی تحقیر کرنے والا، بے رحم حکمران، نکاح نہ کرنے والے مرد وعورت، جنگل میں تنہا سفر کرنے والا، جاندار چیز کو باندھ کر اس پر نشانہ درست کرنے والا، دین میں بدعت ایجاد کرنے والا، کسی بدعتی کو ٹھکانہ دینے والا، قبروں پر چراغاں کرنے والا، قبرستان کو مسجد بنانے والا، قبروں کی زیارت پر جانے والی عورت، اونچی اونچی آواز سے میت پر رونے والی عورت، میت پر اپنے بال مونڈنے والی عورت، مصیبت کے وقت اپنے کپڑے پھاڑنے والی عورت، اشعار کی طرح اپنے کلام میں تک بندی کرنے والا، زمین اور شہروں میں فساد پھیلانے والا، کسی پاک دامن عورت پر گناہ کی تہمت لگانے والا، قطع رحمی کرنے والا، قرآن کو چھپانے والا، اپنے والدین پر لعنت کرنے والا، کسی مسلمان کے ساتھ مکر کرنے والا، اسے نقصان پہنچانے والا، بڈھا زانی، والدہ اور اس کے بچوں میں تفریق کرنے والا، وسطِ حلقہ میں بیٹھنے والا، اذان سن کر بھی اس کی پکار پر لبیک نہ کہنے والا، سایہ دار درختوں کو کاٹنے والا، شطرنج کھیلنے والا، تہبند کے بغیر اتنی باریک قمیص پہن کر چلنے والا کہ شرمگاہ نظر آ رہی ہو، عورت اور اس کی بیٹی کو نکاح میں جمع کرنے والا، پڑوسی کو ایذاء دینے والا، بال جوڑنے والی عورت، بال جڑوانے والی عورت، جسم گودنے والی عورت، جسم گدوانے والی عورت، کتاب اللہ میں تحریف کرنے والا، کتاب اللہ میں اضافہ کرنے والا، تقدیر کی تکذیب کرنے والا، زبردستی قوم پر مسلط ہو جانے والا، اللہ کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال سمجھنے والا، عترت رسول کی حرمت پامال کرنے والا، اور تارک سنت۔

اور جن لوگوں پر نبی علیہ السلام نے نام لے کر لعنت فرمائی ہے، اس کی مثال یہ ہے، اے اللہ! رعل، ذکوان اور عصیہ پر لعنت فرما جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی ہے، یہ عرب کے تین قبیلوں کے نام تھے، تاہم اس میں یہ ممکن ہے کہ نبی علیہ السلام کو ان سب یا ان میں سے اکثر کی موت کفر پر ہونے کا علم ہو چکا ہو اور انہی پر نبی علیہ السلام نے لعنت فرمائی ہو، بعض علماء فرماتے ہیں کہ کسی کو بددعا دینا بھی لعنت کے قریب قریب ہے، حتیٰ کہ کسی ظالم کو بددعا دینا بھی، مثلاً اللہ اس کے جسم کو تندرست

نہ کرے وغیرہ اور یہ بھی ناپسندیدہ اور مذموم ہے، اسی طرح حیوانات اور جمادات پر بھی لعنت کرنا مذموم ہے، بعض علماء فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی غیر مستحق پر لعنت کر بیٹھے تو اسے چاہیے کہ فوراً یوں کہہ دے ''الا یہ کہ وہ اس کا مستحق نہ ہو'' اسی طرح امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سرانجام دینے والے اور ہر باادب شخص کو چاہیے کہ اگر وہ اپنے مخاطب کو تنبیہ کرنا ہی چاہتا ہو تو صرف یوں کہہ دیا کرے اے ضعیف الحال، اے ظالم وغیرہ کہ اس میں جھوٹ بھی نہیں ہوگا اور کوئی الزام بھی نہ ہوگا۔

۲۹۲-۲۹۳۔ انسان کا اپنے نسب سے بیزار ہونا اور اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف نسبت کرنا

شیخین اور ابوداؤد نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کے متعلق اپنا باپ ہونے کا دعویٰ کرے حالانکہ اسے معلوم بھی ہو کہ وہ اس کا باپ نہیں ہے تو ایسے شخص پر جنت حرام ہے۔ [1] ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت لعان نازل ہوئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جو عورت کسی قوم میں ایسے شخص کو داخل کرتی ہے جو ان میں سے نہیں ہے، وہ اللہ کی ذمہ داری میں بالکل نہیں رہتی اور اللہ اسے جنت میں ہرگز داخل نہ کرے گا اور جو شخص اپنے کسی بچے کا انکار کر دے حالانکہ وہ اسے دیکھ رہا ہو تو اللہ اس کے اور اپنے درمیان حجاب حائل کر دے گا اور اسے اولین و آخرین کے سامنے رسوا کر دے گا۔ [2] شیخین کی روایات میں ایسی غلط نسبت کرنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، شیخین ہی کی ایک اور روایت میں غلط نسبت کرنے پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت کا ذکر کیا گیا ہے اور یہ کہ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں ہوگا۔ [3]

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آباؤ اجداد سے بے رغبتی ظاہر نہ کیا کرو، جو شخص اپنے باپ سے بے رغبتی ظاہر کر دے گا، وہ کفر کرتا ہے۔ [4] یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، وہ جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا، حالانکہ جنت کی مہک ستر سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے۔ [5] جبکہ ابن ماجہ کی روایت میں پانچ سو سال کی مسافت کا ذکر ہے، غالباً یہ فرق لوگوں کے حوالے سے ہوگا، کچھ لوگوں کو یہ مہک پانچ سو سال کی مسافت سے محسوس ہوگی اور کچھ لوگوں کو ستر سال سے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث صحیحہ کی تصریحات سے ثابت ہے، گو کہ اس کی تصریح علماء کی تحریرات میں میری نظروں سے نہیں گذری، اور ان احادیث میں کفر کا جو لفظ استعمال کیا گیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ چیز کفر تک پہنچا سکتی ہے، یا اسے حلال سمجھنے کو کفر قرار دیا گیا ہے، یا کفر سے مراد کفرانِ نعمت ہے۔

---

1. صحیح بخاری، المناقب: ٥۔ صحیح مسلم، الایمان: ١١٢.
2. ابو داود، الطلاق: ٢٩۔ نسائی، الطلاق: ٤٧.
3. تخریج گذر چکی ہے۔
4. صحیح بخاری، الفرائض: ٢٩۔ صحیح مسلم، الایمان: ١١٣.
5. مسند احمد: ١٧١/٢.

۲۹۴۔ثابت شدہ نسب پر کسی کو طعنہ دینا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ لوگ جو مومن مردوں اور عورتوں کو بلا وجہ اذیت پہنچاتے ہیں، وہ ان پر بہتان باندھتے اور واضح گناہ کا ارتکاب کرتے ہیں۔'' ❶ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا دو چیزیں ہیں جو لوگوں میں پائی جائیں تو کفر ہیں، کسی کو اس کے نسب پر طعنہ دینا اور میت پر نوحہ کرنا۔ ❷

تنبیہ

اس حدیث کی روشنی میں اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے۔

۲۹۵۔بدکاری وغیرہ کے ذریعے عورت کا کسی قوم میں ایسے آدمی کو شامل کرنا جو ان میں سے نہ ہو

ابوداؤد، نسائی، ابن حبان اور بیہقی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب آیت لعان نازل ہوئی تو نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو عورت کسی قوم میں ایسے آدمی کو شامل کر دے جو ان میں سے نہ ہو تو وہ اللہ کی ذمہ داری میں بالکل نہیں رہتی، اور اللہ اسے جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا، اور جو شخص اپنے کسی بچے کا انکار کرے حالانکہ وہ اسے دیکھ رہا ہو، تو اللہ اس سے حجاب فرمائے گا اور اسے اولین و آخرین کے سامنے رسوا کر دے گا۔ ❸

عدت کا بیان

۲۹۶۔عدت کے اختتام میں خیانت کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے کیونکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ دورانِ عدت ایک اجنبی آدمی کو ناحق اس سے نکاح کرنے کی اجازت دینا پڑے گی اور اس میں عظیم نقصانات اور مفاسد ہیں جو کسی حد شمار میں نہیں۔

۲۹۷۔عدت گزارنے والی عورت کا اپنی رہائش گاہ سے کسی شرعی عذر کے بغیر نکلنا

اس گناہ کو بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بعید از قیاس نہیں ہے بلکہ اسے اپنے شوہر کے گھر سے بلا اجازت نکلنے کے مسئلے پر قیاس کیا جا سکتا ہے بلکہ جو عورت اپنے شوہر کی وفات پر عدت گزار رہی ہو، اس کے لیے تو یہ حکم بطریق اولیٰ ہے کیونکہ اسی گھر میں اس کا رہنا ضروری ہے اور حفاظت نسب وغیرہ کے لیے اللہ کی طرف سے اس کی تاکید بھی کی گئی ہے۔

۲۹۸۔جس عورت کا شوہر فوت ہو گیا ہو، اس کا دوران عدت سوگ نہ منانا

اس پر مرتب ہونے والے مفاسد کثیرہ کی وجہ سے اس کا کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بھی نا قابل فہم نہیں ہے۔

---

❶ الاحزاب: ۵۸.　❷ صحیح مسلم، الایمان: ۱۲۱.

❸ تخریج گذر چکی ہے۔

۲۹۹۔استبراءِرحم سے پہلے باندی سے ہم بستری کرنا

اس پر بھی بہت سے مفاسد مرتب ہوتے ہیں مثلاً ''پانیوں'' کا مل جانا اور نسب ضائع ہو جانا، جبکہ عورت حاملہ بھی ہو اور اس کی تصریح مجھے صحیح مسلم کی ایک حدیث میں بھی مل گئی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گزر ایک حاملہ عورت پر ہوا جو کسی خیمے کے دروازے پر تھی، نبی علیہ السلام نے اس کے متعلق پوچھا تو لوگوں نے بتایا کہ یہ فلاں کی باندی ہے، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا اس کے ساتھ ''زیادتی'' کی گئی ہے؟ لوگوں نے اثبات میں جواب دیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میرا دل چاہتا ہے کہ اس شخص پر ایسی لعنت کروں جو اس کے ساتھ قبر تک جائے، وہ اسے کیسے وارث بنا سکتا ہے جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں؟ وہ کیسے اس سے خدمت لے سکتا ہے جبکہ وہ اس کے لیے حلال نہیں۔

نفقات کا بیان

۳۰۰۔کسی شرعی وجہ کے بغیر بیوی کو نفقہ یا لباس نہ دینا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے اور یہ ظلم کی نظیر ہے، بلکہ اس سے بھی بڑھ کر قبیح ہے، اور آگے آنے والے مضمون کے ساتھ بھی اس کا مکمل تعلق ہے۔

۳۰۱۔اپنے اہل وعیال کو ضائع کر دینا

ابوداؤد اور نسائی نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ ان لوگوں کو ضائع کر دے، جن کی خوراک اس کے ذمے ہو۔ [1] ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر راعی سے اس کی رعایا کے متعلق دریافت کرے گا کہ اس نے اس کی حفاظت کی یا اسے ضائع کر دیا، حتیٰ کہ مرد سے اس کے اہل خانہ کے متعلق بھی پوچھے گا اور شیخین وغیرہ کی مفصل روایت تو گزر چکی ہے کہ تم میں سے ہر شخص راعی ہے اور اس سے اس کی رعایا کے متعلق باز پرس ہوگی۔

تنبیہ

پہلے گناہ کی طرح اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح ہے کیونکہ یہ قبیح ترین ظلم ہے۔

اہل وعیال کے ساتھ حسن سلوک کی ترغیب پر مشتمل احادیث کا بیان

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک دینار وہ جسے تم اللہ کے راستے میں خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ جو تم کسی غلام کو آزاد کرنے کے لیے خرچ کرتے ہو، ایک دینار وہ جو تم کسی مسکین پر صدقہ کرتے ہو اور ایک دینار وہ جو تم اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے ہو، ان میں سب سے زیادہ ثواب اس دینار کا ہے جو تم اپنے اہل خانہ پر خرچ کرتے ہو۔ [2] ابن

---

[1] ابو داود، الزکاۃ: ٤٥ ۔ مسند احمد: ٢/ ١٦٠ ۔ [2] صحیح مسلم، الزکاۃ: ٣٩ ۔ مسند احمد: ٢/ ٤٧٢ ۔

خزیمہ، ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے سامنے تین قسم کے لوگوں کو پیش کیا گیا جو سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے اور تین وہ لوگ جو سب سے پہلے جہنم میں داخل ہوں گے، جنت میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین لوگ تو یہ ہیں، شہید، وہ غلام جو اپنے رب کی خوب اچھی طرح عبادت اور اپنے آقا کی خیر خواہی کرے اور اپنی عزت کی حفاظت کرنے والا وہ عیال دار آدمی جو ہاتھ پھیلانے سے بچے اور جہنم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین لوگ یہ ہیں، وہ حکمران جو زبردستی مسلط ہو جائے، وہ مالدار آدمی جو اپنے مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرے اور وہ فقیر جو فخر و غرور میں مبتلا ہو۔ ❶ شیخین نے حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ کی طویل حدیث میں یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ تم اپنے اہل خانہ پر جو کچھ بھی اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے خرچ کرو گے، تمہیں اس پر اجر ضرور ملے گا حتیٰ کہ اس لقمے پر بھی جو تم اپنی بیوی کے منہ میں ڈالو گے۔ ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ تم اپنے آپ کو جو کچھ کھلاتے ہو، وہ صدقہ ہے، جو اپنی اولاد کو کھلاتے ہو، وہ صدقہ ہے، جو اپنی بیوی کو کھلاتے ہو، وہ بھی صدقہ ہے اور جو اپنے خادم کو کھلاتے ہو، وہ بھی صدقہ ہے۔ ❸

طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنی ذات پر کچھ خرچ کرے جس کا مقصد اپنے آپ کو مانگنے سے بچانا ہو تو یہ بھی صدقہ ہے، جو شخص اپنی بیوی، بچوں اور اہل خانہ پر خرچ کرتا ہے، وہ بھی صدقہ ہے، شیخین اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اوپر والا ہاتھ نیچے والے ہاتھ سے افضل ہوتا ہے اور صدقہ کرنے میں ابتداء ان لوگوں سے کیا کرو جو تمہاری ذمہ داری میں ہوں، مثلاً والدہ، والد، بہن اور بھائی پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار ❹ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا صدقہ کیا کرو، ایک آدمی کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر میرے پاس ایک دینار ہو تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے اپنے اوپر خرچ کرلو، اس نے پوچھا اگر ایک دینار اور بھی ہو تو؟ فرمایا اسے اپنی بیوی پر خرچ کردو، اس نے پوچھا اگر ایک دینار اور ہو تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے اپنے بچوں پر خرچ کرلو، اس نے پوچھا اگر ایک دینار اور بھی ہو تو؟ فرمایا اسے خادم پر خرچ کردو، اس نے پوچھا اگر ایک دینار اور ہو تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے پھر تم زیادہ بہتر سمجھ سکتے ہو۔ طبرانی نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نبی علیہ السلام اور ان کے صحابہ رضی اللہ عنہم کے پاس سے گذرا، لوگوں نے اس کی خوبصورتی اور چستی دیکھ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ اللہ کے راستے میں نکلتا تو کتنا اچھا ہوتا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ اپنے چھوٹے بچوں کا رزق کمانے کے لیے نکلا ہے تو یہ اللہ کے راستے میں ہی ہے، اگر اپنے بوڑھے والدین کے لیے کمانے نکلا ہے تو بھی یہ اللہ کے راستے میں ہے، اگر اپنے آپ کو ہاتھ پھیلانے سے بچانے کے لیے کمانے نکلا ہے تو بھی اللہ کے راستے میں ہے اور اگر ریاکاری اور فخر کے لیے کمانے نکلا ہے تو یہ شیطان کے راستے میں ہے۔

دارقطنی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر نیکی صدقہ ہے، انسان اپنے اہل خانہ پر جو کچھ خرچ کرتا ہے، اس پر اس

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۴۳۵۔ ❷ صحیح بخاری، الجنائز: ۳۷۔ صحیح مسلم، الوصیۃ: ۵۔
❸ مسند احمد: ۴/ ۱۳۱۔ ❹ صحیح بخاری، الوصایا: ۹۔ صحیح مسلم، الزکاۃ: ۹۴۔

کے لیے صدقہ کا ثواب لکھا جاتا ہے، اور مومن جو بھی خرچ کرتا ہے اس کا نعم البدل اللہ کے ذمے ہوتا ہے اور اللہ اس کا ضامن ہوتا ہے الا یہ کہ تعمیر پر خرچ کرے یا کسی نافرمانی کے کام پر۔ شارحین نے ''عزت بچانے'' کی وضاحت اس مال سے کی ہے جو انسان کسی شاعر کو ہجو سے بچنے کیلئے دیتا ہے یا کسی زبان دراز آدمی کو دے کر اپنی عزت بچاتا ہے۔ بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی طرف سے مدد بقدر مشقت آتی ہے اور صبر بقدر مصیبت آتا ہے، طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان کے نامہ اعمال جب تولے جائیں گے تو سب سے پہلے اس کی ترازو میں اہل خانہ پر ہونے والے نفقات ڈالے جائیں گے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک عورت اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس کچھ مانگنے کے لیے آئی، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو بھی اسے دینے کے لیے ایک کھجور کے علاوہ کچھ نہ ملا، انہوں نے اسے وہی کھجور دے دی، اس نے وہ کھجور اپنی دونوں بیٹیوں کے درمیان تقسیم کر دی اور خود اس میں سے کچھ نہ کھایا، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے یہ بات نبی علیہ السلام سے ذکر کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کی ان بچیوں سے آزمائش کی جائے اور وہ ان کے ساتھ حسن سلوک کرے تو وہ اس کے لیے جہنم کی آگ سے رکاوٹ بن جائیں گی۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ واقعہ تین کھجوروں کے ساتھ نقل کیا ہے کہ اس نے دونوں کو ایک ایک کھجور دینے کے بعد جب تیسری کھجور کھانے کے لیے اٹھائی تو اس کی بچیوں نے اس سے مزید کا مطالبہ کیا اور اس نے وہ تیسری کھجور بھی ان دونوں کے درمیان تقسیم کر دی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے اس عورت کے لیے جنت کو واجب کر دیا ہے۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دو بچیوں کی پرورش کرے، میں اور وہ جنت میں اس طرح داخل ہوں گے، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا۔ ❸ ابن حبان نے دو یا تین بچیوں یا بہنوں والی روایت نقل کی ہے، اس مضمون کی روایات محدثین نے الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ کثرت سے نقل کی ہیں۔

۳۰۲۔ والدین یا ان میں سے کسی ایک کی نافرمانی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ ٹھہراؤ اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو۔'' ❹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کا مطلب یہ بیان فرماتے ہیں کہ والدین کے ساتھ لطف و مہربانی اور نرمی کے ساتھ پیش آیا جائے، جواب میں ان کے ساتھ تلخی نہ کی جائے، تیز نظروں سے انہیں دیکھا نہ جائے اور ان کے سامنے بلند آواز نہ کی جائے بلکہ انسان ان کے سامنے ایسے ہو جیسے غلام اپنے آقا کے سامنے ہوتا ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''آپ کا رب یہ فیصلہ کر چکا ہے کہ تم لوگ اس کے علاوہ کسی کی عبادت نہ کرو، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، ان دونوں میں سے کوئی ایک یا دونوں اگر تمہاری موجودگی میں بڑھاپے کی عمر کو پہنچ جائیں تو انہیں ''اف'' بھی مت کہنا، انہیں مت جھڑکنا اور ان کے ساتھ نرمی سے بات کرنا اور ان کے سامنے شفقت سے عاجزی کے بازو جھکا دینا اور یہ دعا کرنا کہ پروردگار! ان دونوں پر رحم فرما جیسا کہ انہوں نے بچپن میں میری پرورش کی تھی۔'' ❺

---

❶ صحيح بخاري، الزكاة: ١٠ ـ صحيح مسلم، البر: ١٤٧ . ❷ صحيح بخاري، الزكاة: ١٠ ـ صحيح مسلم، البر: ١٤٨ .
❸ صحيح مسلم، البر: ١٤٩ . ❹ النساء: ٣٦ . ❺ الاسراء: ٢٣ـ٢٤ .

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے یعنی ان کے ساتھ نیکی، شفقت، مہربانی، محبت اور ان کی رضامندی کو ترجیح دینے کا مطالبہ کیا ہے، اور انہیں ''اف'' بھی کہنے سے منع فرمایا ہے کنایۃً اس سے مراد ایذاء رسانی ہے خواہ اس کا تعلق کسی بھی قسم کے ساتھ ہو اور کسی بھی درجے میں ہو، اسی وجہ سے ایک حدیث میں آتا ہے کہ اگر ''اف'' سے بھی نیچے ایذاء رسانی کا کوئی کلمہ ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس سے بھی منع فرما دیتا، اب والدین کا نافرمان جو چاہے عمل کرے، وہ جنت میں ہرگز داخل نہ ہوگا، اور والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنے والا جو چاہے عمل کرے، وہ ہرگز جہنم میں داخل نہ ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ نے والدین کے ساتھ ''قول کریم'' کا حکم دیا ہے، یعنی وہ کلام جو شفقت و مہربانی اور نرمی پر مشتمل ہو، اور اس سے ان کی تائید ہوتی ہو اور جہاں تک ممکن ہو ان کی موافقت کرے خصوصیت کے ساتھ بڑھاپے کے وقت، کیونکہ بوڑھا بچہ کی طرح بلکہ اس سے بھی نیچے آجاتا ہے، کیونکہ بڑھاپے میں انسان کی عقل کام کرنا چھوڑ دیتی ہے، اور وہ اچھے کو برا اور برے کو اچھا سمجھنے لگتا ہے، جب اس حال میں ان کے ساتھ نرمی اور ان کی رعایت اور ان کے ساتھ ان کی عقل کے اعتبار سے معاملہ کرنے کا مطالبہ کیا گیا ہے تو دوسرے حالات میں یہ مطالبہ بطریق اولیٰ ہوگا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ''بازو جھکانے'' کا حکم دیا ہے یعنی ان کے ساتھ ہمیشہ عاجزی اور تواضع کے ساتھ کلام کرے اور یہ سمجھے کہ وہ ان کا حق ادا کرنے میں نہایت کوتاہی کر رہا ہے، اسی وجہ سے حقیر اور ذلیل ہے، اور ہمیشہ اسی طرح رہے تاکہ ان کا کلیجہ ٹھنڈا رہے، ان کا دل مطمئن رہے اور وہ اس سے خوش ہو کر اس کے لیے دعائیں کریں، اسی وجہ سے اس آیت میں انسان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس کے بعد والدین کے حق میں دعا کرے، کیونکہ گزشتہ چیزیں اس بات کا تقاضا کرتی ہیں کہ والدین اس کے حق میں دعا کریں گے لہٰذا اسے چاہیے کہ اس دعا کا بدلہ بھی انہیں دے، اس سے دونوں کا درجہ برابر نہیں ہوتا اور یہ کیونکر ممکن ہے جب کہ وہ دونوں اس کی تکلیفیں خود برداشت کرتے رہے ہیں، اس کی تربیت میں مشقت برداشت کرتے رہے ہیں، انہوں نے اس پر بے شمار احسانات کیے ہیں، اس کی زندگی کے لیے دعاگو رہے ہیں، اس کی سعادت مندی کے لیے پرامید رہے ہیں، اور انسان اتنا کمزور ہے کہ اگر اسے اپنے والدین کی ذرا سی تکلیف برداشت کرنا پڑ جائے تو وہ ان کی موت کی تمنا کرنے لگتا ہے اور ان کے ''ساتھ'' سے تنگ آجاتا ہے۔

پھر اس کی والدہ نے اس کی خاطر بہت مشقت برداشت کی ہوتی ہے، وہ بہت دکھ جھیلتی ہے، اس کی اپنی اولاد پر توجہ بھی بہت زیادہ ہوتی ہے، اس کی شفقت بہت عظیم ہوتی ہے، اس نے مدت حمل اور ولادت کی تکلیفیں اور دودھ پلانے کے دور کی مشقتیں اور رات رات بھر کی نیند خراب کی ہوتی ہے، خود گندی جگہ پر رہ کر اولاد کو صاف ستھری جگہ پر رکھتی ہے اسی لیے نبی علیہ السلام نے والدہ کے ساتھ حسن سلوک کی وصیت تین مرتبہ فرمائی ہے جبکہ والد کے ساتھ ایک مرتبہ، جیسا کہ صحیح احادیث میں موجود ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سے میری ہم نشینی کی عمدگی کا سب سے زیادہ حق دار کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تیری والدہ، اس نے دو مرتبہ مزید یہی سوال پوچھا اور نبی علیہ السلام نے ہر مرتبہ والدہ کا ذکر فرمایا، اس کے بعد باپ اور پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔ [1] حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو دیکھا کہ وہ اپنی والدہ کو اپنے

---

[1] صحیح بخاری، الادب: ۲۔ صحیح مسلم، البر: ۱۔

کندھوں پر بٹھائے خانہ کعبہ کا طواف کر رہا ہے، وہ آدمی ان سے مخاطب ہو کر کہنے لگا اے ابن عمر! کیا آپ یہ سمجھتے ہیں کہ میں نے اب تو اپنی والدہ کا حق ادا کر دیا ہوگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں، اس کی صرف ایک پریشانی کا بدلہ تو نہیں اتار سکا، البتہ تو نے اچھا کام کیا ہے اور اللہ تھوڑے پر بھی تجھے بہت اجر دے گا، ایک آدمی حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کے پاس آ کر کہنے لگا کہ میری ایک بیوی ہے، میری والدہ مجھے حکم دیتی ہیں کہ میں اسے طلاق دے دوں؟ انہوں نے فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے والدہ جنت کے دروازوں میں سے درمیانہ دروازہ ہے، اب تمہاری مرضی ہے کہ اسے ضائع کر دو یا اس کی حفاظت کرلو۔

ایک دوسرے موقع پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کیا کرو'' ❶ اس آیت پر غور کیجئے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنے شکر کے ساتھ والدین کے شکر کو ملایا ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تین آیتیں تین دوسری چیزوں کے ساتھ نازل ہوئی ہیں اور ان میں سے کوئی ایک اپنے ساتھ ذکر کی ہوئی چیز کے بغیر قبول نہ ہوگی، پہلی آیت یہ ہے کہ ''اللہ کی اطاعت کرو، اور رسول کی اطاعت کرو۔'' ❷ لہٰذا جو شخص اللہ کی اطاعت کرے اور اس کے پیغمبر کی اطاعت نہ کرے، اس کی وہ اطاعت مقبول نہ ہوگی، دوسری آیت یہ ہے ''نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کیا کرو۔'' ❸ لہٰذا جو شخص نماز پڑھے اور زکوٰۃ ادا نہ کرے، اس کی نماز بھی مقبول نہ ہوگی، اور تیسری آیت یہ ہے کہ ''میرا اور اپنے والدین کا شکر ادا کیا کرو۔'' ❹ لہٰذا جو شخص اللہ کا شکر ادا کرے اور اپنے والدین کا شکر ادا نہ کرے، وہ شکر بھی مقبول نہ ہوگا، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے اللہ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے، اور اللہ کی ناراضی میں والدین کی ناراضی میں ہے۔ ❺ نیز سند صحیح سے یہ روایت ثابت ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد میں شرکت کی اجازت مانگی، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر ان ہی میں جہاد کرو۔ ❻ غور کیجئے کہ کس طرح نبی علیہ السلام نے والدین کی خدمت کو جہاد پر فضیلت عطا فرمائی ہے، کہ ان کے ساتھ اچھا وقت گزارے، اگر وہ اسے اللہ کے ساتھ شرک کرنے ہی کا حکم دیتے ہوں تو اس حکم میں ان کی اطاعت نہیں ہے، تاہم ان کے ساتھ حسن سلوک پھر بھی کرے جیسا کہ سورۂ لقمان کی آیت نمبر ۱۵ کا مضمون اس حوالے سے واضح ہے، اب قیاس جا سکتا ہے کہ مشرک والدین کا یہ حکم ہے تو مسلمان والدین کا کیا حکم ہوگا، بالخصوص جبکہ وہ نیک بھی ہوں، اللہ کی قسم! والدین کے حقوق دوسرے تمام افراد کے حقوق سے زیادہ اہم اور موکد ہیں اور ان کی ادائیگی نہایت اہم اور کڑی ذمہ داری ہے، سعادت مند ہے وہ آدمی جسے اس کی توفیق نصیب ہو جائے اور بالکل ہی محروم ہے وہ شخص جو اس سے محروم ہو جائے اور اسے یہ کام کرنے کی توفیق نہ ملے۔

احادیث میں والدین کے حوالے سے اتنی کثرت کے ساتھ تاکید وارد ہوئی ہے جو حد شمار سے باہر ہے، مثلاً شیخین وغیرہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک موقع پر نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ یہ سوال دہرایا کیا میں تمہیں اکبر الکبائر گناہوں کے متعلق نہ بتاؤں؟ ہم نے عرض کیا کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو

---

❶ لقمان: ١٤. ❷ النساء: ٥٩. ❸ البقرة: ٤٣.
❹ لقمان: ١٤. ❺ ترمذی، البر: ٣. ❻ صحیح بخاری، الجهاد: ١٣٨.

شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، نبی علیہ السلام ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے، اب سیدھے بیٹھ کر فرمایا آگاہ ہو جاؤ، جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی اور نبی علیہ السلام نے یہ جملہ اتنی مرتبہ دہرایا کہ ہم سوچنے لگے کہ نبی علیہ السلام خاموش ہو جائیں۔ ❶ بخاری اور ابن حبان کی ایک اور روایت میں بھی والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے، شیخین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اکبر الکبائر گناہوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انسان اپنے والدین پر لعنت کرے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ انسان اپنے ہی والدین پر لعنت کرنے لگے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ اس طرح کہ انسان کسی کے باپ کو گالی دے اور وہ پلٹ کر اس کے باپ کو گالی دے دے۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر ماؤں کی نافرمانی، بیٹیوں کو زندہ درگور کرنے، مال خرچ نہ کرنے اور جمع کر کر کے رکھنے کو حرام قرار دیا ہے اور قیل وقال، کثرت سوال اور مال ضائع کرنے کو ناپسند سمجھا ہے۔ ❸ نسائی، بزار اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر کرم نہیں فرمائے گا، والدین کا نافرمان، دائمی شرابی اور دے کر احسان جتانے والا، اس مضمون کی روایات الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ دیگر بہت سے محدثین نے بھی نقل کی ہیں اور ہم بھی درمیان درمیان میں اس کتاب کا حصہ بنا چکے ہیں۔

امام احمد، طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اس بات کی گواہی دی ہے کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے اور آپ اللہ کے رسول ہیں، میں پانچ نمازیں پڑھتا ہوں، اپنے مال کی زکوٰۃ ادا کرتا ہوں اور ماہ رمضان کے روزے رکھتا ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص ان اعمال پر فوت ہو جائے، وہ قیامت کے دن انبیاء وصدیقین اور شہداء وصالحین کے ساتھ اس طرح ہوگا، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے اپنی دو انگلیوں سے اشارہ فرمایا بشرطیکہ اپنے والدین کی نافرمانی نہ کرتا ہو۔ ❹ امام احمد رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے مجھے دس چیزوں کی وصیت فرمائی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اگرچہ تمہیں قتل کر دیا جائے یا آگ میں جلا دیا جائے، اپنے والدین کی نافرمانی مت کرو اگرچہ وہ تمہیں تمہارے گھربار سے نکل جانے کا حکم دے دیں۔ ❺ طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم سب لوگ جمع تھے کہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لے آئے اور فرمایا اے گروہ مسلمین! اللہ سے ڈرو اور صلہ رحمی کیا کرو، کیونکہ صلہ رحمی سے بڑھ کر کسی نیکی کا ثواب جلدی نہیں ملا کرتا، سرکشی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ سرکشی سے بڑھ کر کسی گناہ کی سزا جلدی نہیں ملا کرتی اور والدین کی نافرمانی سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ جنت کی مہک ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے، لیکن یہ مہک والدین کا کوئی نافرمان، قطع رحمی کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے اپنا تہبند ٹخنوں سے نیچے لٹکانے والا کوئی شخص محسوس نہ کر سکے گا، اصل کبریائی تو اللہ رب العالمین کے لیے ہے، اور جھوٹ سراسر گناہ ہے الا یہ کہ تم اس سے کسی

---

❶ صحیح بخاری، الجهاد: ۱۳۸. ❷ صحیح بخاری، الجهاد: ۱۳۸.
❸ صحیح بخاری، الادب: ٦. ❹ مسند احمد: ۱/ ۳۱۷. ❺ مسند احمد: ٥/ ۲۳۸.

مومن کو فائدہ پہنچاؤ یا دین کا دفاع کرو، اور جنت میں ایک بازار ایسا ہوگا جہاں خرید وفروخت نہیں ہوگی، اس بازار میں صرف تصویریں ہوں گی اور انسان کو جس کی تصویر اچھی لگے گی وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں اللہ پر حق ہے کہ ان کو جنت میں داخل کرے اور نہ وہاں کی نعمتیں چکھائے، دائمی شرابی، سود خور، ناحق یتیم کا مال کھانے والا، اور اپنے والدین کا نافرمان، یہ مضمون بھی الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ دیگر کتب میں مروی ہے، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ نے ساتوں آسمانوں کے اوپر سے سات قسم کے لوگوں پر لعنت کی ہے اور ان میں سے ہر شخص پر تین تین مرتبہ لعنت کی ہے، حالانکہ ان کے لیے ایک ہی لعنت بھی کافی تھی، ان میں سے ایک وہ شخص بھی ہے جو اپنے والدین کا نافرمان ہو، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر گناہ کی سزا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن تک مؤخر فرما دیتا ہے سوائے والدین کی نافرمانی کے کہ اس کی سزا اللہ تعالیٰ مرنے سے پہلے اسی دنیا میں انسان کو دے دیتا ہے۔

بیہقی اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے باپ نے میرا مال لے لیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جا کر اپنے باپ کو بلا لاؤ، اسی اثناء میں حضرت جبریل علیہ السلام حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ آپ کو سلام کہتا ہے اور فرماتا ہے جب وہ بوڑھا آپ کے پاس آئے تو اس سے وہ بات دریافت کیجئے گا جو اس نے اپنے دل میں کہی ہے اور ابھی تک اس بات کو خود اس کے اپنے کانوں نے بھی نہیں سنا ہے، چنانچہ جب وہ بوڑھا آیا تو نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا کیا بات ہے کہ تمہارا بیٹا تمہاری شکایت کر رہا ہے؟ کیا تم اس کا مال لینا چاہتے ہو؟ اس نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس سے یہ دریافت کیجئے کہ میں اسے اس کی پھوپھیوں، خالاؤں اور اپنی ذات کے علاوہ کس پر خرچ کرتا ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ٹھیک، اس بات کو چھوڑو اور وہ بات بتاؤ جو تم نے اپنے دل میں کہی ہے اور ابھی تک اسے خود تمہارے اپنے کانوں نے بھی نہیں سنا ہے؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے ہمارے یقین میں مزید اضافہ ہی کرتا ہے (کہ آپ کو یہ غیبی خبر معلوم ہوگئی) واقعی میں نے اپنے دل میں کچھ کہا ہے، جواب تک میرے کانوں نے بھی نہیں سنا، نبی علیہ السلام نے فرمایا میں سن رہا ہوں، تم کہو، اس نے یہ اشعار سنائے جن کا ترجمہ یہ ہے ''جب تو بچہ تھا تو میں نے تجھے غذا فراہم کی، جب تو جوان ہوا تو میں نے تیری ذمہ داری اٹھائی، تیرا کھانا پینا میری ہی کمائی سے ہوتا تھا، اگر کسی رات کو بیماری کی وجہ سے تو تنگ ہوتا تو تیری بیماری کی وجہ سے میں ساری رات بیقراری اور بے چینی میں تڑپتے ہوئے جاگتا رہتا تھا، گویا کہ تیری بیماری تجھے نہیں، مجھے لگی ہے اور میں ساری رات آنسو بہاتا رہتا تھا، میرے دل میں یہ خوف رہتا تھا کہ کہیں تو بیماری کے سبب مر نہ جائے، حالانکہ میں جانتا ہوں کہ موت کا ایک وقت مقرر اور طے شدہ ہے پھر جب تو اپنی عمر اور جوانی کے اس حصے میں پہنچ گیا جہاں تیرے پہنچنے کی میں آرزوئیں کیا کرتا تھا، تو تو نے مجھے سختی اور ترش روی کے ساتھ اس کا بدلہ دینا شروع کر دیا، گویا کہ تو ہی مجھ پر کوئی احسان اور مہربانی کر رہا ہے، اے کاش! اگر تو میرے باپ ہونے کا حق ادا نہیں کر سکتا تو تو اتنا ہی کر لیتا جیسے کوئی شریف پڑوسی کرتا ہے۔'' راوی کہتے ہیں کہ یہ اشعار سن کر نبی علیہ السلام نے اس کے بیٹے کا گریبان پکڑ لیا اور

فرمایا تو اور تیرا مال سب تیرے باپ کا ہے۔ یہ مضمون سورۂ الاسراء کی آیت مذکورہ کی تفسیر میں کشاف میں بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا گیا ہے، اسی طرح یہ آخری جملہ بھی دیگر محدثین نے کتب حدیث میں نقل کیا ہے۔

طبرانی اور احمد نے یہ روایت حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ ایک آدمی آ کر کہنے لگا کہ ایک نوجوان نزع کی کیفیت میں ہے، لوگ اسے کلمہ کی تلقین کر رہے ہیں لیکن وہ کلمہ پڑھ نہیں پا رہا، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا وہ نماز پڑھتا تھا؟ اس نے بتایا جی ہاں! اس پر نبی علیہ السلام اٹھ کھڑے ہوئے، ہم بھی ان کے ساتھ اٹھ کر چل پڑے، نبی علیہ السلام نے اس نوجوان کے پاس پہنچ کر اسے کلمہ کی تلقین کی، اس نے عرض کیا کہ میں کلمہ پڑھ نہیں پا رہا ہوں، نبی علیہ السلام نے وجہ پوچھی تو کسی آدمی نے بتایا کہ یہ اپنی والدہ کی نافرمانی کرتا تھا، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا اس کی والدہ زندہ ہیں؟ لوگوں نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا انہیں بلاؤ، لوگ اس کی والدہ کو بلا کر لے آئے، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا یہ تمہارا بیٹا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ بتاؤ اگر میں خوب اچھی مقدار میں آگ بھڑکاؤں اور اس کے بعد تم سے کہا جائے کہ اگر تم اس کی سفارش کرو گی تو ہم اسے چھوڑیں گے، ورنہ ہم اسے اس آگ میں جلا دیں گے تو کیا تم اس وقت بھی اس کی سفارش نہیں کرو گی؟ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس وقت میں اس کی سفارش کر دوں گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر اللہ کو اور مجھے گواہ بنا کر کہو کہ تم اس سے راضی ہو گئی ہو؟ اس نے عرض کیا اے اللہ! میں تجھے اور تیرے پیغمبر کو گواہ بنا کر کہتی ہوں کہ میں اپنے بیٹے سے راضی ہو گئی، تب نبی علیہ السلام نے اس نوجوان سے کلمہ شہادت پڑھنے کے لیے فرمایا تو اس نے کلمہ پڑھ لیا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا اس اللہ کا شکر ہے جس نے اسے آگ سے نجات عطا فرما دی۔ یہ واقعہ بعض حضرات نے اس سے بھی زیادہ تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے تاہم اس کا اختصار یہی ہے، لہٰذا اس تفصیلی واقعے کا ترجمہ محض تکرار ہے جس سے ہم اجتناب کریں گے، البتہ اتنی بات اہم ہے کہ بعض روایات میں اس نوجوان کا نام ''علقمہ'' بتایا گیا ہے اور یہ کہ پہلے اس کی والدہ اسے معاف کرنے کے لیے تیار نہیں تھی، لیکن جب آگ جلانے کے لیے لکڑیوں کی بات آئی تب اس نے اسے معاف کر دیا، علقمہ کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا اور وہ اسی دن مر گیا اور نبی علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ پڑھائی، اور اس کے بعد اس کی قبر کے کنارے کھڑے ہو کر فرمایا اے گروہ مہاجرین وانصار! جو شخص اپنی بیوی کو اپنی ماں پر ترجیح دے گا، جیسا کہ علقمہ سے ہوا (اور نبی علیہ السلام کی برکت سے اس کی ماں مرتے دم اس سے راضی ہو گئی، ورنہ) اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو گی، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کرے گا، الا یہ کہ وہ اللہ سے توبہ کرے، والدہ کے ساتھ حسن سلوک کرے اور ان کی رضا جوئی کرے، کیونکہ اللہ کی رضا مندی والدہ کی رضا مندی میں ہے اور اللہ کی ناراضی والدہ کی ناراضی میں ہے۔

اصبہانی نے عوام بن حوشب کا یہ واقعہ نقل کیا ہے جو عوام خود بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں کسی محلے میں قیام پذیر تھا، اس محلے کی ایک طرف قبرستان تھا، ایک دن عصر کی نماز کے بعد اس قبرستان کی ایک قبر شق ہو گئی، اس قبر میں سے ایک آدمی نکلا جس کا سر گدھے جیسا اور دھڑ انسانوں جیسا تھا، قبر سے نکل کر تین مرتبہ وہ گدھے کی آواز میں چیخا اور اس کے بعد واپس قبر میں چلا گیا اور قبر بند ہو گئی، اچانک میری نظر ایک بڑھیا پر پڑی جو بال یا اون بن رہی تھی، ایک عورت نے مجھ سے کہا

کہ آپ اس بڑھیا کو دیکھ رہے ہیں؟ میں نے کہا ہاں! کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ یہ اس شخص کی ماں ہے، میں نے اس سے اس کے متعلق دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ یہ شخص شراب پیتا تھا، اس کی ماں اس سے کہتی تھی کہ بیٹا! اللہ سے ڈر، کب تک شراب پیتا رہے گا؟ یہ اپنی ماں کو جواب دیتا کہ تم کیا ہر وقت گدھے کی طرح چلاتی رہتی ہو، ایک دن یہ عصر کے بعد مر گیا، اب روزانہ عصر کی نماز کے بعد اس کی قبر شق ہوتی ہے اور یہ روزانہ تین مرتبہ گدھے کی آواز میں چلاتا ہے اور پھر قبر بند ہو جاتی ہے۔

اسی طرح نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے تین لوگوں کی دعائیں ضرور قبول ہوتی ہیں اور اس میں کوئی شک والی بات نہیں ہے، مظلوم کی بددعا، مسافر کی دعا اور باپ کی اپنے بیٹے پر بددعا، یہ بھی احادیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں نے شب معراج کچھ لوگوں کو جہنم میں آگ کی ٹہنیوں پر لٹکے ہوئے دیکھا، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا میں اپنے آباؤ اجداد کو گالیاں دیا کرتے تھے، یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کو گالی دے گا اس کی قبر میں آگ کی اتنی چنگاریاں اتریں گی جتنی مقدار میں آسمان سے زمین کی طرف پانی کے قطرے گرتے ہیں اور یہ بھی مروی ہے کہ جب والدین کے کسی نافرمان کو دفن کیا جاتا ہے تو اس کی قبر اتنی سمٹ جاتی ہے کہ مردے کی پسلیاں ایک دوسرے میں گھس جاتی ہیں۔

کعب احبار کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص اپنے والدین کا نافرمان ہو تو اللہ اسے جلدی ہلاک کر دیتا ہے تاکہ جلد ہی اسے سزا دے، اور اگر کوئی شخص اپنے والدین کا فرمانبردار ہو تو اس کی عمر میں مزید اضافہ کر دیتا ہے تاکہ اس کی نیکی اور خیر میں اضافہ ہو جائے، کسی نے ان سے والدین کی نافرمانی کا مطلب پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ اگر اس کے ماں باپ اس کے متعلق کوئی قسم کھا لیں تو وہ انہیں ان کی قسم میں سچا نہ کرے، جب اسے کسی کام کا حکم دیں تو ان کی اطاعت نہ کرے اور جب اس کے پاس کوئی امانت رکھوائیں تو اس میں خیانت کرے، وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی بھیجی کہ موسیٰ! اپنے والدین کی عزت وتوقیر کیجئے کیونکہ جو شخص اپنے والدین کی عزت وتوقیر کرتا ہے، میں اس کی عمر بڑھا دیتا ہوں اور اسے ایسی اولاد عطا کرتا ہوں جو اس کے ساتھ بھی حسن سلوک کرتی ہے اور جو شخص اپنے والدین کی نافرمانی کرتا ہے، میں اس کی عمر گھٹا دیتا ہوں اور اسے ایسی اولاد دے دیتا ہوں جو اس کی بھی نافرمانی کرتی ہے، ابوبکر بن ابی مریم کہتے ہیں کہ میں نے تورات میں پڑھا ہے، جو شخص اپنے باپ پر ہاتھ اٹھائے، اسے قتل کر دیا جائے، وہب کہتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے جو شخص اپنے ماں باپ کے منہ پر طمانچہ مارے، اسے سنگسار کر دیا جائے، بشر کہتے ہیں کہ جو آدمی اپنی والدہ کے قریب جا کر ان کی بات سنتا ہے وہ اس شخص سے افضل ہے جو میدان جہاد میں اپنی تلوار سے لڑتا ہے، اور اپنی والدہ کو محبت کی نظر سے دیکھنا ہر چیز سے افضل ہے۔

ایک مرتبہ ایک مرد اور ایک عورت اپنے ایک بچے کا مقدمہ لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، مرد نے یہ دعویٰ کیا کہ یہ میرا بچہ ہے کیونکہ میری پشت سے نکلا ہے، عوت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کا اٹھانا خفیف اور رکھنا محض شہوت تھی، جبکہ میرے پیٹ میں اس کا ٹھہرنا ایک مشقت والا کام تھا اور میرا اسے جنم دینا بھی ایک تکلیف دہ کام تھا، اور میں نے اسے دو سال تک دودھ پلایا ہے، اس پر نبی علیہ السلام نے اس کی ماں کے حق میں فیصلہ فرما دیا، ایک عالم نے والدین کے حقوق کی ترغیب اور ان کی نافرمانی سے تحذیر پر مشتمل نہایت عمدہ کلام کیا ہے اور اس میں اپنے مخاطب سے کہا ہے کہ اے سب سے

زیادہ مؤکد حقوق کو ضائع کرنے والے انسان! والدین کی نافرمانی کر کے ان سے حسن سلوک کا سلسلہ منقطع کر دینے والے! ان کے حقوق اور اپنی ذمہ داریاں فراموش کر دینے والے! والدین کے ساتھ حسن سلوک تجھ پر ایک قرض ہے اور تو ان کے ساتھ معیوب طریقہ کار کو روا رکھتا ہے، اپنے خیال میں تو جنت کو طلب کر رہا ہوتا ہے حالانکہ وہ تو تیری والدہ کے قدموں کے نیچے موجود ہے، جو نو ماہ تک تجھے اپنے پیٹ میں اٹھائے رہی، وہ نو مہینے اس کے لیے نو سالوں کے برابر تھے، اور اس نے تجھے جنم دیتے وقت ایسی تکلیف برداشت کی ہے جو سخت دھاتوں کو بھی پگھلا کر بہا دے، اس نے تجھے اپنی چھاتی سے دودھ پلایا، تیری خاطر اس نے اپنی ضروریات کو بالائے طاق رکھ دیا، اپنے دائیں ہاتھ سے تیری گندگی دھوتی رہی، غذا کے معاملے میں اپنے آپ پر تجھے ترجیح دی، اس کی گود تیرا جھولا تھی، اور ہر لمحے وہ تجھ پر مہربان اور شفیق تھی، اگر تجھے کوئی بیماری یا پریشانی لاحق ہوتی تو اس کا افسوس اور غم اپنی انتہاء کو پہنچ جاتا، اس نے اپنا مال تیری خاطر طبیبوں پر خرچ کیا، اگر اسے تیری زندگی اور اپنی موت کے درمیان اختیار دیا جاتا تو وہ با آواز بلند تیری زندگی کو ترجیح دیتی، لیکن اس سب کے باوجود تو نے اس کے ساتھ بے شمار مرتبہ بداخلاقی کا معاملہ کیا اور وہ پوشیدہ اور علانیہ تیری ہدایت کی دعائیں مانگتی رہی، اور جب بڑھاپے کے وقت اسے تیری ضرورت پڑی تو تو نے اسے اپنی نظروں میں سب سے حقیر چیز بنا دیا، اب تو سیراب ہو جاتا ہے اور وہ پیاسی رہتی ہے، تو اپنا پیٹ بھر لیتا ہے اور وہ بھوکی رہتی ہے، تو حسن سلوک میں اپنے بیوی بچوں کو اس پر ترجیح دیتا ہے، اور اس کے احسانات کو پردہ نسیان میں رکھ دیتا ہے اس کا معاملہ تجھے مشکل معلوم ہوتا ہے حالانکہ وہ تو بہت آسان ہے، اس کی عمر تجھے لمبی لگتی ہے حالانکہ وہ تو بہت تھوڑی ہے، تو اسے چھوڑ چکا ہے، حالانکہ تیرے علاوہ اس کا کوئی مددگار نہیں ہے، غور کر تیرے رب نے تو تجھے ان کے سامنے ''اف'' کہنے سے بھی منع کیا تھا، لیکن اگر تو اپنی روش سے باز نہ آیا تو وہ دنیا میں تیری اولاد کو تیرا نافرمان بنا دے گا اور آخرت میں تجھے خود سے دور کر دے گا۔

ایک شاعر نے کہا ہے کہ تیری والدہ کے تجھ پر بڑے حقوق ہیں اگر تو سمجھے، جو دیکھنے میں زیادہ اور ادا کرنے میں نہایت آسان ہیں، اس نے کتنی ہی راتیں تیری بیماری کی وجہ سے خود مشقت میں گذاری ہیں جس کی وجہ سے وہ روتی رہتی تھی، کاش! تجھے معلوم ہوتا کہ تیری پیدائش کے وقت اس نے کتنی مشقت برداشت کی ہے، ایسے کڑوے گھونٹ اس نے بھرے ہیں کہ جگر ان کے بیان سے پارہ پارہ ہوتا ہے، کتنی مرتبہ اس نے اپنے دائیں ہاتھ سے تیری گندگی دھوئی ہے اس کی گود ہی تیرا جھولا اور تخت تھی، تجھے کوئی بیماری آ جاتی تو وہ اپنی جان تجھ پر قربان کرنے کے لیے تیار رہتی تھی، اور اس کی چھاتیاں تجھے سیراب کرنے کا سامان تھیں، کتنی مرتبہ ایسا ہوا کہ وہ بھوکی رہی اور اپنی غذا بھی تجھے کھلا دی، تیرے بچپن میں اس کی تجھ پر یہ شفقت اور مہربانی تھی، ہائے افسوس! کہ انسان عقلمند ہو کر اپنی خواہشات کی پیروی کرتا ہے، ہائے افسوس! کہ انسان دانا و بینا ہونے کے باوجود دل کے اندھے پن کا شکار کیوں ہو جاتا ہے؟ اے انسان! رک جا اور اس کی دعاؤں کی جستجو کر، کیونکہ تو اس کی دعاؤں کا محتاج ہے۔

تنبیہ

والدین کی نافرمانی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر تمام علماء کے درمیان اتفاق ہے، اور ہمارے علماء کے کلام سے

بظاہر بلکہ صراحۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ والدین چاہے کافر ہوں یا مسلمان، ان میں کوئی فرق نہیں ہے، کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا نہ ہو کہ ایک حدیث میں والدین کے مسلمان ہونے کی قید بھی تو آئی ہے کیونکہ ہم اس کا جواب یہ دے سکتے ہیں کہ مسلمان ہونے کی قید یا تو اس وجہ سے لگائی گئی ہے کہ ان کی نافرمانی کی قباحت کافر والدین کی نافرمانی سے بھی زیادہ ہے، یا اس وجہ سے کہ مسلمان ہونے کا ذکر اکثریت کی بناء پر کیا گیا ہے جیسا کہ اس کی بعض نظیروں میں بھی ہوا ہے، حلیمی نے یہاں کچھ تفصیل بیان کی ہے جو ان کی ایک کمزور رائے پر مبنی ہے اور آغاز کتاب میں وہ گذر بھی چکی ہے کہ والدین کی نافرمانی کبیرہ گناہ ہے اگر اس کے ساتھ گالی گلوچ بھی شامل ہو جائے تو وہ ایک درجہ آگے بڑھ کر ''فاحشہ'' بن جاتی ہے اور اگر اس نافرمانی کی شکل یہ ہو کہ وہ ان کی اطاعت تو کرے اور ان کے سامنے خاموش بھی رہے لیکن ان کا حکم یا ممانعت اس کی طبیعت پر گراں گزرے، یا چہرے پر ناپسندیدگی کے آثار ظاہر ہو جائیں تو یہ صغیرہ گناہ ہے اور اگر اس کی وجہ سے والدین کی طبیعت میں انقباض پیدا ہو جائے یا انہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے۔ لیکن حلیمی کی یہ عبارت محل نظر ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ والدین کی نافرمانی گناہ کبیرہ ہے، جیسا کہ اس کے ضابطے سے ہی معلوم ہو جاتا ہے اور وہ یہ کہ ''عقوق'' کا معنی ہے والدین کو یا ان میں سے کسی ایک کو ایسی ایذاء پہنچانا جو عرف عام میں بے حیثیت نہ سمجھی جاتی ہو، اگر وہ نہایت بیوقوف ہو یا انتہائی کم عقل اور اور وہ اپنی اولاد کو کوئی ایسا کام کرنے کا حکم دے دے یا منع کر دے جس کی مخالفت کو عرف عام میں والدین کی نافرمانی نہ سمجھا جاتا ہو تو اس صورت میں اس کی اولاد فاسق نہ ہوگی کیونکہ اس کا عذر واضح ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص ایسی لڑکی سے نکاح کر لیتا ہے جس کو وہ پسند کرتا ہے اور باپ اسے حکم دیتا ہے کہ اسے طلاق دے دو، گو کہ اس لڑکی کے عفیفہ نہ ہونے کی وجہ سے ہی ہو اور وہ اس کا حکم نہیں مانتا تو اس پر گناہ نہیں ہوگا، جیسا کہ عنقریب آتا ہے، تاہم اس میں بھی افضل یہی ہے کہ اس کے حکم کی تعمیل میں اپنی بیوی کو طلاق دے دے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث ''جو آگے آرہی ہے'' بھی اسی مفہوم پر محمول کی جائے گی اور یہی حکم ان تمام صورتوں کا ہے جن میں والدین کے احکامات کم عقلی کا نتیجہ ہوں اور اہل عقل ان میں چشم پوشی کرتے ہوں۔

شیخ الاسلام سراج بلقینی رحمہ اللہ نے اپنے فتاویٰ میں اس مقام پر خوب تفصیلی کلام کیا ہے جس کا ہماری ذکر کردہ کچھ تفصیل سے ٹکراؤ بھی ہے، شیخ الاسلام فرماتے ہیں کہ ایک سوال ہے جس میں بہت سے لوگ آزمائش کا شکار ہیں، اس پر اور اس کی تفریعات پر تفصیلی کلام کی ضرورت ہے تاکہ اس کے ضمن میں اصل مقصد بھی حاصل ہو جائے اور وہ سوال یہ ہے کہ وہ کون سا ضابطہ ہے جس پر پرکھ کر والدین کی نافرمانی کا معیار مقرر کیا جا سکتا ہے، کیونکہ بغیر کسی مثال کے محض اسے عرف عام کے حوالے کر دینے سے مقصد حاصل نہیں ہوگا کیونکہ لوگوں کی یہ عادت ہے کہ وہ اپنے اغراض و مقاصد کے لیے ان چیزوں کو عرف عام میں شمار کر لیتے ہیں، جن کا عرف عام سے کوئی تعلق نہیں ہوتا، بالخصوص اس وقت جب کہ وہ کسی شخص کی تنقیص یا ایذاء رسانی کے درپے ہوں، لہٰذا ایک مثال کا ہونا ضروری ہے جس پر دوسری صورتوں کو قیاس کیا جا سکے، اور وہ یہ کہ مثال کے طور پر اگر کسی شخص کا اپنے باپ پر کوئی شرعی حق ہو اور وہ اپنا حق وصول کرنے کے لیے اپنا مقدمہ قاضی کی عدالت میں لے جاتا ہے اور قاضی اسے قید کر دیتا ہے تو کیا یہ عقوق والدین میں شمار ہوگا یا نہیں؟ اس سوال کا جواب بلقینی رحمہ اللہ نے دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ بعض اکابر

علماء کی رائے یہ ہے کہ عقوق والدین کا کوئی معین ضابطہ وضع کرنا نہایت مشکل کام ہے، اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں ایک ضابطہ القاء فرمایا ہے، مجھے امید ہے کہ وہ ایک عمدہ ضابطہ ہوگا، چنانچہ میں کہتا ہوں کہ عقوق والدین کا مطلب یہ ہے کہ انسان اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو کوئی ایسی تکلیف پہنچائے جو اگر وہ اپنے والدین کے علاوہ کسی اور آدمی کو دیتا تو اس کا یہ فعل حرام ہوتا اور صغیرہ گناہوں میں سے ہوتا، والدین کی طرف نسبت کرنے کی وجہ سے وہ کبیرہ بن جائے گا، یا ان کے حکم یا ممانعت کی مخالفت کرے ان چیزوں میں جن میں بچے کی اپنی ذات یا اس کے اعضاء میں سے کسی عضو کے تلف ہو جانے کا اندیشہ ہو، بشرطیکہ اس صورت میں بچہ اسے متہم نہ سمجھے، یا ان کی مخالفت ایسے سفر میں کرے جس پر روانہ ہونے سے انہیں پریشانی اور مشقت کا سامنا کرنا پڑے، حالانکہ وہ سفر بچے پر فرض نہیں ہے، یا ایسی طویل غیر حاضری کر کے ان کی مخالفت کرے جو علم نافع یا رزق کمانے کے سلسلے میں نہ ہو، یا اس میں اس کی بے عزتی ہوتی ہو۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اس تعریف میں ہم نے سب سے پہلے یہ جملہ کہا ہے کہ ''انسان اپنے والدین یا ان میں سے کسی ایک کو'' ...... مثال کے طور پر اگر کوئی شخص کسی آدمی کو گالی دے یا مارے لیکن حد کبیرہ تک نہ پہنچے تو اس کا یہ فعل حرام ہوگا اور صغیرہ گناہ ہوگا، اب اگر وہ یہی کام اپنے والدین کے ساتھ کرے گا، تو یہ گناہ کبیرہ بن جائے گا، پھر ہم نے یہ جملہ کہا ''ایسی تکلیف پہنچائے'' ...... اس سے وہ صورت نکل گئی جب کوئی بچہ اپنے والدین کے مال میں سے کچھ معمولی مقدار لے لے تو یہ کبیرہ گناہ نہیں ہوگا، اور اگر وہ کسی دوسرے کا مال ناجائز طریقے سے لے گا تو یہ حرام ہوگا، کیونکہ والدین کو اتنی معمولی مقدار سے کچھ اذیت نہیں ہوتی اس لیے کہ ان کی شفقت اور مہربانی کا دائرہ بہت وسیع ہوتا ہے جبکہ اجنبی آدمی کو اس سے شدید تکلیف ہوتی ہے لہٰذا اس کے حق میں یہ گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح یہاں بھی ہے، پھر ہم نے یہ جو کہا ہے کہ ''اپنے والدین کے علاوہ ......'' اس سے وہ صورت نکل گئی جب وہ اپنے والدین سے اپنے قرض کا مطالبہ کرے، کیونکہ اگر کوئی شخص اپنے والدین سے ایسے قرض کا مطالبہ کرے یا اپنا حق وصول کرنے کے لیے انہیں قاضی کی عدالت میں لے جائے، تو یہ والدین کی نافرمانی میں شامل نہیں ہے کیونکہ اجنبی آدمی کے حق میں یہ حرام نہیں ہے، نافرمانی اس وقت ہوتی جبکہ اجنبی کے ساتھ ایسا کرنا حرام ہوتا اور یہ صورت یہاں موجود نہیں ہے، خوب سمجھ لیجئے۔

باقی رہا انہیں قید کرنا تو اگر ہم اس مسئلے کے جواز پر اسے متفرع کریں کہ اولاد کے قرض کے سلسلے میں باپ کو قید کیا جائے جیسا کہ ایک جماعت اسے صحیح سمجھتی ہے تو اس نے اپنا جائز حق طلب کیا ہے لہٰذا یہ نافرمانی میں شامل نہیں ہے اور اگر ہم اسے باپ کو قید کرنے کی ممانعت پر متفرع کریں جیسا کہ بعض دوسرے حضرات اسے صحیح سمجھتے ہیں اور حاکم اس کا اعتقاد رکھتا ہو تو وہ بچے کا مطالبہ پورا نہ کرے اور اس مطالبے کی وجہ سے بچہ اپنے باپ کا نافرمان نہ ہوگا جبکہ اس کا اعتقاد پہلا معنی ہو، اور اگر وہ دوسرے معنی کا اعتقاد رکھتا ہو، پھر وہ ایسا اقدام کرتا ہے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے وہ کسی ایسے شخص کو قید کرنے کا مطالبہ کرے جسے قید کرنا اس کے لیے جائز نہ ہو، اگر اولاد اسے قید کروادے اور اس کا اعتقاد اس کی ممانعت کا ہو، تو اسے والدین کا نافرمان شمار کیا جائے گا، اس لیے کہ دوسروں کے ساتھ ایسا کرنا بھی حرام ہے، جہاں تک محض شکوہ اور اپنے حق کے مطالبہ کا تعلق ہے تو اس کا

نافرمانی سے کوئی تعلق نہیں ہے، یہی وجہ ہے کہ جب بعض صحابہ رضی اللہ عنہم کے بچے نبی علیہ السلام کی خدمت میں اپنے والدین کی شکایت لے کر آئے تو نبی علیہ السلام نے اسے والدین کی نافرمانی میں شمار نہیں کیا، اور اولاد کو اس شکوے کی وجہ سے زجر و تنبیہ نہیں فرمائی۔

اور جب اولاد اپنے والدین کو ڈانٹے تو والدین کے حق میں اس کے لیے یہ گناہ کبیرہ ہے کیونکہ دوسرے آدمی کے حق میں یہ حرام ہے، یہی حکم والدین کے سامنے ''اف'' کہنے کا ہے، پھر ہم نے یہ جو کہا ہے ''ان چیزوں میں جن میں بچے کی اپنی ذات''......تو اس سے ہماری مراد جہاد وغیرہ کے سلسلے میں پرخطر سفر ہیں، جن میں بچے کی اپنی جان جانے یا کسی عضو کے تلف ہونے کا اندیشہ ہو، کیونکہ اس سے والدین شدید پریشان ہوں گے، اور اس سلسلے کی وہ حدیث گزر چکی ہے جس میں جہاد کی اجازت طلب کرنے والے ایک شخص کو نبی علیہ السلام نے اپنے والدین کی خدمت کا حکم دیا تھا، اسی طرح ایک آدمی کو ہجرت اور جہاد پر بیعت کے لیے درخواست لے کر آنے پر فرمایا تھا کہ واپس جا کر اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرو، اس طرح ایک آدمی اپنے والدین کو روتا ہوا چھوڑ کر جہاد پر بیعت کے لیے حاضر ہوا تھا، اور نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا تھا جا کر انہیں ہنساؤ، جیسے تم نے انہیں رلایا ہے۔ یہ مضمون مختلف الفاظ کے ساتھ مختلف محدثین نے نقل کیا ہے، اور یہ جو ہم نے کہا ہے ''بشرطیکہ''......اس سے ہم وہ صورتیں نکالنا چاہتے ہیں جب کہ والدین کافر ہوں، کیونکہ اس صورت میں بچے کو ان سے جہاد وغیرہ کے سفر پر جانے کے لیے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے، یاد رہے کہ جس مقام پر ہم نے والدین کی اجازت کا اعتبار کیا ہے، اس میں یہ شرط نہیں ہے کہ والدین آزاد ہوں یا غلام، پھر ہم نے یہ جو کہا ہے کہ ''ان کی مخالفت ایسے سفر میں کرے''اس سے ہماری مراد نفلی حج کا سفر ہے اور نفلی حج کی قید سے فرض حج کو نکالنا مقصود ہے، اور اگر سفر حج کے لیے بحری جہاز کی سواری ملے اور گمان غالب ہو کہ انسان سلامتی کے ساتھ اپنی منزل پر پہنچ جائے گا تو فقہی مسائل کا تقاضا یہ ہے کہ اس سفر کے لیے ان سے اجازت لینا واجب نہیں ہے اور اگر سمندری سفر میں سلامتی کا خطرہ ہو اور اس صورت میں والدین سے اجازت لینے کو واجب قرار دے دیا جائے تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے، اور اگر وہ سفر کسی مخصوص علم یا کسی فرض کفایہ کی تکمیل کے لیے ہو تو اس سفر سے نہ روکا جائے گو کہ اپنے شہر میں رہتے ہوئے بھی اس کا حصول ممکن ہو، البتہ بعض حضرات یہ شرط لگاتے ہیں کہ اپنے شہر میں اس کا حصول ممکن نہ ہو، کیونکہ سفر میں ذہنی فراغت اور استاذ کی کامل توجہ کے مواقع زیادہ میسر آتے ہیں اور اگر اس کی توقع نہ ہو تو اجازت لینا ضروری ہے اور اگر والدین کا نفقہ اولاد کے ذمے ہو اور اس کے سفر پر جانے سے ان کے واجبات ضائع ہوتے ہوں تو والدین اسے اس سفر سے روک سکتے ہیں، جیسا کہ قرض کے مسئلے میں ہے اور اگر اس سفر کی وجہ سے بچے کی عزت تار تار ہونے کا اندیشہ ہو مثلاً وہ بے ریش بچہ ہو اور اس سفر میں اس پر تہمت لگنے کا اندیشہ ہو تو والد اسے اس سفر سے منع کر سکتا ہے، جب بچے کا یہ حکم ہے تو بچی کا بطریق اولیٰ یہی حکم ہوگا اور اگر والدین بچے کو کسی ایسے کام سے منع کریں جس میں اس کے لیے کوئی نقصان نہ ہو، صرف بچے کی خیر خواہی مقصود ہو، ایسی صورت میں ان کی مخالفت نافرمانی کے زمرے میں داخل نہ ہوگی، تاہم اس میں بھی والدین کی مخالفت نہ کرنا زیادہ بہتر ہے۔

فتاویٰ بلقینی کی اس عبارت پر مصنف کا تبصرہ

شیخ الاسلام بلقینی نے عقوق والدین کی تخصیص اس حرام کام کے ساتھ جو فرمائی ہے جو دوسرے آدمی کی طرف نسبت کر کے صغیرہ ہو، یہ تخصیص صحیح نہیں ہے بلکہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ اس کا دارومدار اسی قید پر رکھا جائے جو میں نے ذکر کی ہے یعنی ''جس سے دوسروں کو اذیت ہوتی ہو'' اور عرف عام میں معمولی نہ سمجھی جاتی ہو، تو یہ کبیرہ گناہ ہوگا گو کہ دوسرے آدمی کے ساتھ بھی وہ کام حرام نہ ہو، مثلاً کوئی شخص لوگوں کی ایک جماعت میں اس کے پاس آئے اور وہ اس کے لیے کھڑا ہوا اور نہ ہی اس کی پرواہ کرے، یہ اور اس جیسی وہ تمام صورتیں جن میں اہل عقل ومروت ایذاءرسانی کا فیصلہ کریں کہ اس سے شدید تکلیف ہوتی ہے، نیز قطع رحمی کے بیان میں اس کی مزید تائید کا بیان عنقریب آرہا ہے۔

والدین کے ساتھ حسن سلوک کے فضائل کا بیان

شیخین نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے وقت پر نماز پڑھنا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا والدین کے ساتھ حسن سلوک کرنا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جہاد فی سبیل اللہ۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی بیٹا اپنے باپ کا بدلہ نہیں دے سکتا الا یہ کہ اگر اسے کسی کے پاس غلامی کی زندگی گذارتا ہوا پائے تو اسے خرید کر آزاد کر دے۔'' ❷ ابو یعلی اور طبرانی نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے دل میں جہاد کی بڑی خواہش ہے لیکن مجھے اس پر قدرت حاصل نہیں ہے، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تمہارے والدین میں سے کوئی حیات ہے؟ اس نے عرض کیا میری والدہ حیات ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کے ساتھ حسن سلوک کر کے اللہ سے دعا کرو، کیونکہ ایسا کرنے سے تمہیں حج، عمرہ اور جہاد کرنے والا ہی سمجھا جائے گا۔ طبرانی کی ایک روایت میں ہے کہ اپنی ماں کے پاؤں کے ساتھ چمٹے رہو کیونکہ جنت وہیں ہے، ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اولاد پر والدین کا کیا حق ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ دونوں ہی تمہاری جنت اور جہنم ہیں۔ ❸ ایک روایت میں ہے کہ ان کے پاؤں کے نیچے جنت ہے۔

حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ کی وہ روایت گذر چکی ہے جس میں ان سے ایک آدمی نے آ کر عرض کیا کہ میرے والد یا ''میری والدہ'' مجھے اپنی بیوی کو طلاق دینے کا حکم دے رہے ہیں تو انہوں نے یہ حدیث سنائی کہ والد جنت کا درمیانہ دروازہ ہے، چاہو تو اس دروازے کو ضائع کر دو، اور چاہو تو اس کی حفاظت کر لو۔ ❹ اصحاب سنن اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے نکاح میں ایک عورت تھی، میں جس سے محبت کرتا تھا لیکن میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو وہ

---

❶ صحیح بخاری، الجهاد: ۱۔ صحیح مسلم، الایمان: ۱۳۷. ❷ صحیح مسلم، العتق: ۲۵.
❸ ابن ماجه: ۳۶۶۲. ❹ ابن ماجه: ۲۰۸۹۔ مسند احمد: ۵/ ۱۹۶.

پسند نہیں تھی، ایک دن انہوں نے مجھ سے فرمایا کہ اسے طلاق دے دو، میں نے اس میں تردد کا اظہار کیا تو والد صاحب بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور نبی علیہ السلام کو یہ بات بتائی، نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا (اپنے والد کی بات مانو اور) اسے طلاق دے دو۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ اس کی عمر میں برکت ہو اور اس کے رزق میں اضافہ ہو تو اسے چاہیے کہ اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کرے۔ ❷ ابو یعلی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کرے اس کے لیے خوشخبری ہے، اللہ اس کی عمر میں اضافہ کرے۔

ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان گناہ کا مرتکب ہونے کی وجہ سے اپنے رزق سے محروم ہو جاتا ہے، تقدیر کو دعا کے سوا کوئی چیز نہیں بدل سکتی اور انسان کی عمر میں والدین کے ساتھ حسن سلوک کے علاوہ کوئی چیز اضافہ نہیں کر سکتی۔ ❸ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں کی عورتوں کی عزت اپنے سے محفوظ رکھا کرو، تمہاری عورتوں کی عزت محفوظ رہے گی، اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کیا کرو، تمہارے بیٹے تمہارے ساتھ حسن سلوک کریں گے، اور جس شخص کے پاس اس کا کوئی بھائی نیزہ لے کر آئے تو اسے چاہیے کہ اس کی بات قبول کرے خواہ وہ حق پر ہو یا باطل پر، اگر اس نے ایسا نہ کیا تو وہ میرے پاس حوض کوثر پر نہ آسکے گا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے روایت نقل کی ہے جس کی تفصیل طبرانی کی اس روایت میں اس طرح آئی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام منبر پر چڑھے تو تین مرتبہ ''آمین'' فرمایا، پھر فرمایا میرے پاس جبریل آئے تھے اور انہوں نے مجھ سے کہا کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص اپنے والدین میں سے کسی ایک کو پائے لیکن ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے اور مر کر جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے، آپ اس پر آمین فرمائیے، چنانچہ میں نے اس پر آمین کہی، پھر جبریل نے کہا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص ماہ رمضان پائے اور مر جائے اس حال میں کہ اس کی بخشش نہ ہوئی تو اللہ اسے اپنی رحمت سے دور کر دے، اس پر آمین فرمائیے، چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی، پھر جبریل نے کہا کہ جس شخص کے سامنے آپ کا تذکرہ ہو اور وہ آپ پر درود نہ پڑھے اور مر کر جہنم میں داخل ہو جائے تو اللہ اسے بھی رحمت سے دور کر دے، اس پر آمین فرمائیے، چنانچہ میں نے اس پر بھی آمین کہی، یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

شیخین نے حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے دور باسعادت میں میرے پاس میری والدہ آئیں، اس وقت تک وہ مشرکہ تھیں، میں نے اس سلسلے میں نبی علیہ السلام سے دریافت کیا کہ میری والدہ میرے پاس آئی ہیں، انہوں نے اسلام قبول نہیں کیا ہے، کیا میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کر سکتی ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! تم اپنی والدہ کے ساتھ صلہ رحمی کرو۔ ❹ ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی رضا مندی والدین کی رضا مندی میں ہے، اور اللہ کی ناراضگی والدین کی ناراضگی میں ہے۔ ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ مجھ سے بہت بڑا گناہ سرزد ہو گیا ہے، کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ نبی علیہ السلام نے اس سے

---

❶ ابو داود، الادب: ۱۲۰۔ مسند احمد: ۲/ ۲۰. ❷ مسند احمد: ۳/ ۲۶۶.

❸ ابن ماجه، المقدمة: ۱۰. ❹ صحيح بخاری، الجزية: ۱۸۔ صحيح مسلم، الزكاة: ۵۰.

پوچھا کیا تیری والدہ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا نہیں، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تیر خالہ زندہ ہیں؟ اس نے عرض کی جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا جا کر ان کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ ❶ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا والدین کے فوت ہو جانے کے بعد بھی کوئی ایسی نیکی ہے جو میں ان کے ساتھ کر سکوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! ان کے لیے دعا و استغفار کرو، ان کے وعدے پورے کرو، اور ان رشتہ داریوں کو جوڑو جو ان ہی کے حوالے سے جڑتی ہیں، اور ان کے دوستوں کا اکرام کرو۔ ❷ ابن حبان نے اس روایت کے آخر میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اس نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کتنی پیاری بات ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا بس، اس پر عمل کرو۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ مکہ مکرمہ کے راستے میں حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا آمنا سامنا ایک دیہاتی سے ہو گیا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اسے سلام کیا اور اسے اس گدھے پر سوار کر دیا جس پر وہ خود سواری کرتے تھے، اور اپنے سر کا عمامہ اتار کر اسے دے دیا، ابن دینار نے ان سے عرض کیا کہ حضرت! یہ دیہاتی لوگ ہیں، تھوڑے پر بھی راضی ہو جاتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا اس کا باپ دراصل میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا دوست تھا، اور میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ سب سے بڑی نیکی یہ ہے کہ انسان اپنے والد کے دوستوں کے ساتھ صلہ رحمی کرے۔ ❸ ابن حبان نے حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں مدینہ منورہ میں آیا، تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ میرے پاس تشریف لائے اور فرمایا کیا تمہیں معلوم ہے کہ میں تمہارے پاس کیوں آیا ہوں؟ میں نے عرض کیا نہیں، انہوں نے فرمایا دراصل میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے ساتھ اس کی قبر میں بھی صلہ رحمی کرنا چاہتا ہے، اسے چاہیے کہ اس کے بھائیوں سے صلہ رحمی کرے اور میرے والد حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور تمہارے والد کے درمیان بھائی چارہ اور دوستی تھی، اس لیے میں صلہ رحمی کرنا چاہتا تھا۔

اسی طرح صحیحین کی ایک مشہور حدیث جو دیگر کتب میں بھی مروی ہے کہ گزشتہ دور میں تین آدمی سفر پر روانہ ہوئے، راستے میں بارش شروع ہو گئی اور وہ ایک غار میں پناہ لینے پر مجبور ہو گئے، جوں ہی وہ غار میں داخل ہوئے تو اس کے منہ پر ایک چٹان آ کر گری اور غار کا دہانہ بند ہو گیا، وہ لوگ یہ دیکھ کر آپس میں کہنے لگے کہ اس سے نجات پانے کا یہی طریقہ ہے کہ تم اپنے سب سے اچھے عمل کا اللہ تعالیٰ کو واسطہ دے کر اس سے دعا کرو، شاید وہ تمہاری پریشانی دور کر دے، چنانچہ ان میں سے ایک نے آگے بڑھ کر یہ دعا کی کہ اے اللہ! میرے والدین بہت زیادہ بوڑھے ہو چکے تھے، میرے چھوٹے چھوٹے بچے تھے، میں چرواہا تھا، میں شام کو آ کر سب سے پہلے ان ہی کو دودھ دوہ کر پیش کرتا تھا، ایک دن درختوں کی تلاش میں، میں دور تک نکل گیا اور شام تک واپس اپنے والدین کے پاس نہ پہنچ سکا، اور وہ دودھ پیئے بغیر ہی سو گئے، میں جب دودھ لے کر ان کے پاس پہنچا تو وہ سو چکے تھے، میں انہیں پلانے سے پہلے اپنے بیوی بچوں کو دودھ پلانا گوارا نہیں کیا، میں ساری رات وہ پیالہ ہاتھ میں پکڑے

❶ ترمذی، البر: ٦۔ مسند احمد: ٢/ ١٤. ❷ ابن ماجہ، الادب: ٢۔ مسند احمد: ٣/ ٤٩٨.

❸ صحیح مسلم، البر: ١١۔ مسند احمد: ٣/ ٨٨.

ان کے جاگنے کا انتظار کرتا رہا حتیٰ کہ طلوع صبح صادق ہوگئی اور وہ بیدار ہوگئے اور انہوں نے دودھ نوش کیا، اے اللہ! اگر میں نے یہ کام صرف تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہمیں اس مصیبت سے نجات عطا فرما، اس پر وہ چٹان اپنی جگہ سے تھوڑی سی سرک گئی، پھر دوسرے شخص نے اپنے زنا سے بچنے کا اور تیسرے نے مزدور کو اس کا حق کئی سالوں بعد پورا پورا ادا کرنے کا ذکر کیا تو وہ چٹان ہٹ گئی اور وہ لوگ اس غار سے باہر نکل کر اپنے سفر پر روانہ ہوگئے۔ ❶

۳۰۳۔ قطع رحمی:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اس اللہ سے ڈرو جس کا تم ایک دوسرے کو واسطہ دے کر سوال کرتے ہو اور قطع رحمی سے بچو۔'' ❷ اسی طرح ارشاد ہے ''قریب ہے کہ تم لوگ با اختیار ہو جاؤ تو زمین میں فساد پھیلاؤ اور قطع رحمی کرو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت کی ہے اور انہیں گونگا کر دیا ہے، اور ان کی آنکھوں کو اندھا کر دیا ہے۔'' ❸ اسی طرح ارشاد ہے ''جو لوگ اللہ کا وعدہ پختہ کرنے کے بعد توڑ دیتے ہیں، اور جن رشتوں کو جوڑنے کا اللہ نے حکم دیا ہے، انہیں قطع کر دیتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلاتے ہیں، وہی لوگ نقصان اٹھانے والے ہیں۔'' ❹ اسی طرح دوسرے موقع پر ارشاد ہے کہ ''انہی لوگوں کے لیے لعنت اور برا ٹھکانہ ہے۔'' ❺

شیخین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا ''اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کیا، جب اللہ ان کی تخلیق سے فارغ ہو چکا تو ''رحم'' نے کھڑے ہو کر عرض کیا کہ یہ قطع تعلقی سے تیری پناہ میں آنے والے کا ٹھکانہ ہے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہاں! کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ جو تجھے جوڑے میں اسے جوڑوں اور جو تجھے توڑے میں اسے توڑوں؟ اس نے عرض کیا کیوں نہیں، اللہ نے فرمایا پھر یہ مقام تیرا ہوا، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی مذکورہ آیت کی نشاندہی فرمائی۔ ❻ ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے حضرت ابوبکرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو اس بات کا زیادہ حق دار ہو کہ اللہ تعالیٰ اس کا ارتکاب کرنے والے کو دنیا ہی میں فوری سزا دے دے اور آخرت میں بھی اس کے لیے سزا کو ذخیرہ کر لے، صرف سرکشی اور قطع رحمی ہی ایسے گناہ ہیں۔ ❼ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قطع رحمی کرنے والا جنت میں نہ جائے گا۔ ❽ امام احمد رحمہ اللہ نے مضبوط سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بنو آدم کے اعمال ہر جمعرات اور شب جمعہ کو پیش کیے جاتے ہیں، اور قطع رحمی کرنے والے کا کوئی عمل قبول نہیں ہوتا۔ ❾

اس مناسبت سے نصف شعبان کی رات قطع رحمی کرنے والے پر اللہ کا نظر کرم نہ فرمانا، اس کا جنت میں داخل نہ ہونے

---

❶ صحیح بخاری، الاجارۃ: ۱۲۔
❷ النساء: ۱۔
❸ محمد: ۲۲-۲۳۔
❹ البقرۃ: ۲۷۔
❺ الرعد: ۲۵۔
❻ صحیح بخاری، الادب: ۱۳۔
❼ ترمذی، القیمۃ: ۵۷۔
❽ صحیح بخاری، الادب: ۱۱۔
❾ مسند احمد: ۲/ ۴۸۴۔

والے تین افراد میں شامل ہونا، قطع رحمی کا مسخ وخسف کا سبب ہونا اور صلہ رحمی کا ثواب سب سے زیادہ جلدی ملنا، ان تمام مضامین کی احادیث عنقریب گزر چکی ہیں، تکرار سے بچنے کے لیے ہم ان کا ترجمہ یہاں دوبارہ نہیں دے رہے، البتہ اس کے علاوہ کچھ اور احادیث بھی ہیں، مثلاً اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا آج ہماری مجلس میں قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص نہ بیٹھے، یہ سن کر حلقے میں سے ایک نوجوان اٹھا اور اپنی خالہ کے پاس پہنچا، ان دونوں کے درمیان ناراضگی چل رہی تھی، اس نے اپنی خالہ سے معافی مانگی اور اس کی خالہ نے اسے معاف کر دیا، پھر وہ نوجوان دوبارہ نبی علیہ السلام کی مجلس میں حاضر ہو گیا، نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جن میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو، اس سے اس حدیث کی تائید بھی ہو جاتی ہے جو حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے تھے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں قطع رحمی کرنے والے ہر شخص سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے پاس سے اٹھ جائے، یہ سن کر ایک نوجوان وہاں سے اٹھا اور اپنی پھوپھی کے پاس چلا گیا جس سے اس نے کئی سالوں سے قطع تعلقی کر رکھی تھی، اور جا کر اس سے صلح کر لی، اس کی پھوپھی نے اس سے وجہ پوچھی تو اس نے نبی علیہ السلام کا فرمان ذکر کیا، اس کی پھوپھی نے اس سے کہا کہ جا کر نبی علیہ السلام سے اس کا سبب دریافت کرو، چنانچہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اس قوم پر اللہ کی رحمت نازل نہیں ہوتی جس میں کوئی قطع رحمی کرنے والا موجود ہو، بعینہٖ ایسا ہی واقعہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے بھی طبرانی نے نقل کیا ہے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''رحم'' عرش الٰہی کے ساتھ معلق ہے اور یوں کہہ رہا ہے کہ جو مجھے جوڑے گا، اللہ اسے جوڑے گا اور جو مجھے توڑے گا، اللہ اسے توڑے گا۔ ❶ ابو داؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں اللہ ہوں، میں رحمان ہوں، میں نے ہی ''رحم'' کو پیدا کیا ہے، اور اپنے نام سے اس کا نام نکالا ہے، سو جو شخص اسے جوڑے گا میں اسے جوڑوں گا اور جو اسے توڑے گا میں اسے توڑوں گا۔ ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے بڑھ کر سود یہ ہے کہ انسان کسی مسلمان کی عزت پر ناحق دست درازی کرے، اور یہ ''رحم'' شاخ ہے رحمان کی، سو جو شخص اسے توڑے گا، اس پر اللہ تعالیٰ جنت کو حرام قرار دے گا۔ ❸ امام احمد اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رحم ایک شاخ ہے رحمان کی، وہ عرض کرتا ہے کہ پروردگار! مجھے توڑا گیا، پروردگار! میرے ساتھ بدسلوکی ہوئی، پروردگار! مجھ پر ظلم کیا گیا، پروردگار! پروردگار! اللہ تعالیٰ اسے جواب دیتا ہے کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں اسے جوڑوں جو تجھے جوڑے اور اسے توڑوں جو تجھے توڑے؟ ❹ یہ مضمون بزار نے بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو ان احادیث کثیرہ صحیحہ کی تصریحات کی روشنی میں کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے، اس سے صاحب ''الشامل'' کے مطابق امام رافعی رحمہ اللہ کے اس کے کبیرہ گناہوں میں سے ہونے کے متعلق توقف کی تردید ہو جاتی ہے،

---

❶ صحیح بخاری، الادب: ۱۳ ❷ ترمذی، البر: ۱۰.
❸ مسند احمد: ۱/ ۱۹۰. ❹ مسند احمد: ۱/ ۳۲۱.

اسی طرح ان کے توقف پر امام نووی رحمہ اللہ کے سکوت کی بھی تردید ہو جاتی ہے، اور اس میں توقف کرنا صحیح ہو بھی کیسے سکتا ہے جبکہ ان احادیث کی تصریحات موجود ہیں، نیز دوسری آیت میں قطع رحمی کرنے والے پر لعنت کی گئی ہے، ان تمام چیزوں کی موجودگی میں ''توقف'' کی گنجائش نہیں رہتی، جلال بلقینی نے بھی یہی کہا ہے کہ چونکہ اس کے مرتکب پر نص قرآن سے لعنت ثابت ہے لہٰذا اس کے کبیرہ گناہ ہونے میں توقف کا قول اختیار کرنا صحیح اور مناسب نہیں ہے، پھر انہوں نے امام باقر رحمہ اللہ سے ان کے والد گرامی امام زین العابدین کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کسی قطع رحمی کرنے والے شخص کی ہم نشینی مت اختیار کرو اس لیے کہ میں نے قرآن کریم میں تین مقامات پر دیکھا ہے کہ اسے ملعون قرار دیا گیا ہے، پھر انہوں نے مذکورہ تینوں آیات کی تلاوت فرمائی، سورۂ قتال کی آیت جس میں صراحۃً لعنت کی گئی ہے، سورۂ رعد میں عمومی طور پر لعنت کی گئی ہے اور سورۂ بقرہ میں التزاماً لعنت کی گئی ہے کیونکہ نقصان کے لوازمات میں سے لعنت بھی ہے اور امام قرطبی رحمہ اللہ نے اپنی تفسیر میں صلہ رحمی کے وجوب اور قطع رحمی کی حرمت پر امت کا اتفاق نقل کیا ہے۔

رہی یہ بات کہ قطع رحمی سے مراد کیا ہے؟ تو اس میں علماء کی مختلف آراء ہیں، چنانچہ ابوزرعہ ولی بن عراقی کہتے ہیں کہ اسے بدسلوکی کے ساتھ مختص کرنا ہی مناسب ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اسے بدسلوکی کے ساتھ خاص کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ اس کا معنی مراد لینا زیادہ بہتر ہے یعنی ترک احسان، کیونکہ احادیث میں صلہ رحمی کا حکم اور قطع رحمی کی ممانعت ہے، اور ان دونوں کے درمیان کوئی واسطہ نہیں ہے، اور صلہ رحمی کا معنی ہے احسان کا کوئی درجہ انسان تک پہنچانا، اور قطع رحمی اس کی ضد ہے لہٰذا اس کا معنی ہوگا ترک احسان، مصنف کہتے ہیں کہ یہ دونوں قول محل نظر ہیں، پہلا قول تو اس وجہ سے کہ اگر بدسلوکی سے مراد وہ فعل ہو جو مکروہ یا حرام ہو یا صرف حرام کے ساتھ خاص ہو، خواہ وہ صغیرہ گناہ ہی ہو تو بلقینی وغیرہ کے حوالے سے عقوق والدین کا جو ضابطہ گزر چکا ہے، اس سے اس کی نفی ہو جاتی ہے کہ انسان اپنے والدین کے ساتھ کوئی ایسا کام کرے جو اگر کسی اجنبی کے ساتھ کیا جائے تو وہ حرام ہو، چاہے صغیرہ ہی ہو تو وہ والدین کی طرف نسبت کے کبیرہ ہو جائے گا، جب والدین کی نافرمانی کا یہ ضابطہ ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ والدین کا حق دوسرے قریبی رشتہ داروں سے زیادہ موکد ہے اور عقوق والدین، قطع رحمی کے علاوہ دوسری چیز کا نام ہے، لہٰذا یہ ضروری ہے کہ قطع رحمی جس پر گناہ کبیرہ ہونے کا حکم لگایا جا رہا ہے عقوقِ والدین سے بھی بڑھ کر شدید اذیت پہنچانے والی چیز ہونی چاہیے، تاکہ والدین کی امتیازی خصوصیت نمایاں ہو جائے، لیکن ابوزرعہ کے قول سے یہ لازم آتا ہے کہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی ہوں، جب ابوزرعہ کے قول کی اس سے تردید ہوگئی تو دوسرے حضرات نے قطع رحمی کی یہ جو تعریف کی ہے کہ وہ ''عدم فعل احسان'' ہے، ان کی تردید اس سے بطریق اولیٰ ہو جاتی ہے۔

اس صورت میں علماء کے کلام کی موافقت اور عقوق و قطع رحمی کے درمیان فرق کی رعایت رکھنے کے لیے واضح بات یہ ہے کہ عقوق والدین سے مراد وہ تعریف ہے جو میں پہلے ذکر کر آیا ہوں، جلال بلقینی کی تعریف مراد نہیں کہ اس پر ان دونوں کا متحد ہونا لازم آئے اور قطع رحمی سے مراد قریبی رشتہ داروں سے بغیر کسی عذر شرعی کے میل جول اور احسان کو قطع کرنا ہے، کیونکہ اس سے دلوں میں وحشت و نفرت بیٹھ جاتی ہے اور اس پر یہ بات صادق آتی ہے کہ اس نے صلہ رحمی اور اس کی نہایت اہم رعایت کا

تقاضا توڑ دیا ہے، اگر فرض کر لیا جائے کہ اس کے قریبی رشتہ دار نے اس سے کوئی احسان یا بدسلوکی کبھی نہیں کی تو اس سے وہ فاسق نہیں ہوگا کیونکہ اگر اسے والدین کے حق میں فرض کر لیا جائے تو ان کے غنی ہونے کی صورت میں یہ کبیرہ گناہ نہیں ہے لہٰذا بقیہ قریبی رشتہ داروں کے حق میں بطریق اولیٰ نہیں ہوگا اور اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ انسان نے اپنے قریبی رشتہ داروں سے احسان کا تعلق قطع نہیں کیا ہے، البتہ ان کے ساتھ ایسی حرکت کی ہے گو کہ صغیرہ ہی ہو جیسے لوگوں کے مجمع میں اس کے لیے کھڑا نہیں ہوا یا اس سے لاپرواہی کی، تو یہ فسق نہیں ہوگا، البتہ اگر والدین میں سے کسی ایک کے ساتھ ایسا کیا جائے تو اس کا یہ حکم نہیں ہے کیونکہ ان کے حقوق کا موکد ہونا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ دیگر قریبی رشتہ داروں سے ان کا معاملہ جدا ہو، اور اگر دوسرے قول کو ضبط کیا جائے جو میں نے ذکر کیا ہے تو پھر وہ احسان جو اس نے اپنے قریبی رشتہ دار سے کیا ہے، اس میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ باعتبار مال کے ہو، یا باعتبار ملاقات کے، اس صورت میں بغیر کسی عذر کے ان میں سے کسی تعلق کو قطع کرنا گناہ کبیرہ ہوگا۔

اگر آپ یہ سوال پوچھیں کہ مال اور ملاقات وغیرہ میں وہ عذر کیا ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے؟ تو میں عرض کروں گا کہ مال میں عذر سے مراد یہ ہے کہ جس مال سے وہ صلہ رحمی کرتا تھا، وہ ختم ہو گیا، یا خود اسے اس کی ضرورت پیش آ گئی، یا شارع نے اسے کسی قریبی رشتہ دار کے علاوہ دوسرے آدمی پر خرچ کرنے کی ترغیب دے دی کیونکہ اجنبی آدمی زیادہ ضرورت مند تھا، اس عذر کی وجہ سے انسان فاسق نہیں ہوگا، اگرچہ اس کی وجہ سے قریبی رشتہ دار سے الفت کا تعلق اس سے منقطع ہو گیا، لیکن اس نے اجنبی آدمی کو مقدم کر کے شریعت کے حکم کو ترجیح دی ہے، اور یہ بھی واضح ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے قریبی رشتہ دار سے اس طرح حسن سلوک کرتا تھا کہ ہر سال اسے مال کی ایک متعین مقدار دیا کرتا تھا، بعد میں اس نے اس مقدار میں کمی کر دی تو اس کی وجہ سے وہ فاسق نہیں ہوگا، ہاں! اگر اس نے بلا عذر سرے سے رشتہ داری ہی کو ختم کر دیا تو وہ گناہگار ہوگا، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس سے تو یہ لازم آتا ہے کہ پھر انسان اپنے کسی قریبی رشتہ دار کے ساتھ احسان ہی نہ کرے کیونکہ اس میں یہ اندیشہ ہے کہ اگر اس نے ایک مرتبہ احسان کر دیا تو پھر ہمیشہ کے لیے اس پر یہ چیز لازم ہو جائے گی کیونکہ اگر اس نے یہ سلسلہ توڑا تو وہ فاسق ہو جائے گا، اور قریبی رشتہ داروں پر احسان کرنے کا جو حکم شارع نے دیا ہے، اس کا یہ مقصد تو نہیں ہے؟ اس پر میں عرض کروں گا کہ اس سے یہ نتیجہ اخذ کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ یہ بات ہم واضح کر چکے ہیں کہ انسان پر لازم نہیں ہے کہ ہمیشہ اس مقدار کو ہی برقرار رکھے، صرف اتنی بات ضرور لازم ہے کہ جڑ سے رشتہ داری ہی کو ختم نہ کر دے۔

لوگوں کی اکثریت ایسی ہے کہ قرابت داری کی شفقت اور رشتہ داری کا خیال انہیں اسے جوڑے رکھنے پر آمادہ کرتا ہے اس لیے ان کے اس فعل سے متنفر کرنا یہاں موجود نہیں ہے بلکہ اصل قربت داری ہمیشہ برقرار رکھنے کی ترغیب ہے، یہ بات تو اس وقت لازم آتی جب ہم یہ کہتے کہ انسان نے اپنے اوپر جو ایک مخصوص مقدار متعین کر لی ہے، اس پر اس مقدار کی پابندی کرنا دائمی طور پر لازم ہو گیا ہے گو کہ اس کے پاس کوئی شرعی عذر ہی ہو، لیکن ہم نے یہ تو نہیں کہا اور جہاں تک تعلق ہے ملاقات کے عذر کا تو اس کی مثال یہ ہے کہ جمعہ کا عذر موجود ہو کیونکہ جمعہ کی نماز تو ہر شخص پر فرض عین ہے اور اسے ترک کرنا گناہ کبیرہ ہے،

اسی طرح مکاتبت اور مراسلہ میں عذر یہ ہوسکتا ہے کہ انسان کو کوئی ایسا قابل اعتماد آدمی نہ ملے جس پر اعتماد کر کے وہ اپنا پیغام بھیجے، اور بظاہر اس کی کوئی قضا بھی نہیں ہے، اس پر خوب اچھی طرح غور کر لیجئے، کیونکہ اس تفصیل سے یہ موضوع میری نظروں سے کہیں نہیں گذرا ہے اور چونکہ عام طور پر لوگ اس میں مبتلا ہوتے ہیں، لہٰذا اسے یاد رکھنا بھی ضروری ہے۔

اور یہ بھی واضح رہے کہ قریبی رشتہ داروں میں سے انسان کے چچا اور تایا اور خالہ وغیرہ میں اس تفصیل کا خیال رکھنا ضروری ہے، جو قطع رحمی اور عقوق والدین کے حوالے سے گزر چکا ہے، تاہم امام زرکشی نے کہا ہے کہ یہ جو صحیح حدیث میں آتا ہے کہ خالہ بمنزلہ والدہ کے ہوتی ہے اور انسان کا چچا اس کے باپ کے قائمقام ہوتا ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ خالہ اور چچا ہر چیز میں ماں باپ کی طرح ہوں اور ان کی نافرمانی کا بھی وہی حکم ہو جو والدین کی نافرمانی کا حکم ہے، لیکن زرکشی کا یہ قول بعید از قیاس ہے اور اس حدیث کا یہ تقاضا نہیں ہے کیونکہ اس میں عموم نہیں ہے اور خصوصیت کے ساتھ ان کی نافرمانی کا وہ حکم کہیں ملتا نہیں ہے لہٰذا کسی درجے میں بھی ان کی مشابہت پائی جائے، وہ کافی ہوگی جیسے پرورش کا حق ماں کی طرح خالہ کو بھی حاصل ہے، اسی طرح محرم ہونا، ان کی دیکھ بھال کی تاکید اور چچا میں اکرام اور محرم ہونے کی مشابہت، باقی عقوق کے حکم میں چچا اور خالہ کو والدین کے زمرے میں شامل کرنا تو اس کی تصریح احادیث میں بھی موجود نہیں ہے اور ہمارے ائمہ کے کلام کے بھی منافی ہے، لہٰذا اس کی طرف التفات نہیں کیا جا سکتا بلکہ آیات واحادیث تو اس بات پر دلالت کرتی ہیں کہ والدین اس رعایت واحترام، فرمانبرداری اور حسن سلوک کے اس درجے کے ساتھ مخصوص ہیں جس تک بقیہ رشتہ دار کبھی نہیں پہنچ سکتے۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سابقہ تعریف ''جو ابوزرعہ کے کلام کے مقابل ہے'' کی تائید بعض حضرات کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان ''قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا'' کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص اپنے کمزور قریبی رشتہ داروں سے قطع رحمی کرے، ان سے ترک کلام کرے، ان کے سامنے تکبر کا مظاہرہ کرے اور مالدار ہونے کے باوجود ان کے ساتھ حسن سلوک نہ کرے تو وہ بھی اس وعید میں داخل ہوگا اور جنت میں داخل ہونے سے محروم رہے گا الا یہ کہ اللہ سے توبہ کر لے اور ان کے ساتھ حسن سلوک شروع کر دے، کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ اپنے قریبی کمزور رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک نہ کرنے اور ان کا صدقہ دوسروں کو دے دینے والے شخص کا صدقہ اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا اور قیامت کے دن اس پر نظر کرم نہیں فرمائے گا، اور اگر وہ شخص محتاج ہو تو ان سے ملاقات کر کے اور ان کے مزاج پرسی کر کے ہی صلہ رحمی کر لے کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ صلہ رحمی کیا کرو، اگرچہ سلام ہی سے کرو، تو میں اس کا جواب یوں عرض کروں گا کہ جہاں تک ترک کلام اور تکبر کی بات ہے تو وہ واضح ہے، لیکن حسن سلوک نہ کرنے کے متعلق جو بات کہی گئی ہے، اسے علی الاطلاق تسلیم نہیں کیا جا سکتا، اور اس کی تردید کے لیے ہمارے علماء کی یہ تصریح ہی کافی ہے کہ والدین کے لیے ''خواہ وہ اوپر تک چلتے جائیں'' اور اولاد کے لیے خواہ نیچے تک چلی جائے خرچ کرنا واجب ہے، دوسرے رشتہ داروں کے لیے نہیں، نیز یہ تصریح کہ قریبی رشتہ داروں پر صدقہ کرنا سنت ہے، واجب نہیں، اب اگر قریبی رشتہ داروں کے ساتھ مالی احسان نہ کرنا گناہ کبیرہ ہو تو پھر ائمہ کرام کا اس پر استحباب کا اطلاق کرنا صحیح نہیں رہتا، نیز ''قطع رحمی'' کی تعبیر ہی اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہاں کوئی

چیز تھی جسے قطع کر دیا گیا، اس سے بھی اسی رائے کی تائید ہو جاتی ہے، جو قبل ازیں قطع رحمی کے معنی کے حوالے سے میں بیان کر آیا ہوں، اور وہ ابوزرعہ اور دوسرے صاحب کی تفسیر کے بالکل مخالف ہے، باقی ان دو حدیثوں سے استدلال کرنا تو وہ ان کی سند کے صحیح ہونے پر موقوف ہے، البتہ نیکوکار کے لیے اس قول کی رعایت کرنا بھی بہتری کا سبب ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مالدار آدمی حج کے لیے روانہ ہوا، اس نے امانتداری اور نیکی کی شہرت رکھنے والے ایک آدمی کے پاس حج سے واپس آنے تک کے لیے ایک ہزار دینار بطور امانت کے رکھوا دیئے، جب وہ آدمی حج کر کے واپس آیا تو پتہ چلا کہ جس شخص کے پاس امانت رکھ کر گیا تھا، وہ فوت ہو گیا ہے، اس نے مرنے والے کے بچوں سے اپنے مال کے متعلق پوچھا لیکن ان سے کچھ معلوم نہ ہو سکا، اس نے اس حوالے سے مکہ مکرمہ کے علماء سے دریافت کیا، انہوں نے اسے جواب دیا کہ جب رات آدھی ہو جائے تو تم زمزم کے کنوئیں پر جاؤ، اس میں دیکھو اور مرنے والے آدمی کا نام لے کر اسے آواز دو، اگر وہ نیک آدمی ہوا تو تمہیں پہلی ہی مرتبہ آواز دینے پر جواب دے دے گا، چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا اور اس کا نام لے کر آواز دی لیکن کوئی جواب نہ آیا، اس نے واپس آ کر ان علماء کو یہ بات بتائی، انہوں نے انا للہ پڑھی اور کہنے لگے ہمیں اندیشہ ہے کہ وہ آدمی جہنمی نہ ہو، تم ایسا کرو کہ سرزمین یمن کو چلے جاؤ، وہاں ایک کنواں ہے جس کا نام ''بئر برہوت'' ہے، کہا جاتا ہے کہ وہ جہنم کے کنارے پر ہے، وہاں رات کے وقت جا کر دیکھنا اور مرنے والے کا نام لے کر دینا، وہ تمہیں وہاں سے جواب دے گا، چنانچہ وہ شخص یمن چلا گیا، کنوئیں کا پتہ پوچھتے پوچھتے رات کے وقت وہاں پہنچا اور مرنے والے کا نام لے کر آواز دی، اس نے اس کی پکار پر اسے جواب دیا، اس نے پوچھا کہ میرا سونا کہاں گیا؟ مرنے والے نے بتایا کہ میں نے اسے اپنے گھر میں فلاں جگہ پر دفن کیا ہے، اپنے کسی بیٹے کو میں نے یہ امانت نہیں دی، تم وہاں جا کر کھدائی کرو گے تو تمہیں وہ سونا مل جائے گا، اس نے مرنے والے سے پوچھا کہ تمہیں یہاں کس نے پہنچایا جبکہ لوگ تمہارے متعلق حسن ظن رکھتے تھے؟ اس نے بتایا کہ میری ایک بہن تھی جو بڑی تنگدست تھی، میں نے اس سے بول چال ترک کر رکھی تھی اور اس پر کوئی مہربانی نہیں کرتا تھا، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ سزا دی اور مجھے یہاں پہنچا دیا، اس واقعے کے تصدیق گزشتہ صحیح حدیث سے ہوتی ہے کہ قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص جنت میں داخل نہ ہوگا۔

صلہ رحمی کی تاکید پر مشتمل احادیث کا بیان

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ اپنے مہمان کا اکرام کرے، اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے اور جو شخص اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے چاہیے کہ اچھی بات کہے، ورنہ خاموش رہے۔ ❶ نیز بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کے رزق میں کشادگی کی جائے اور اس کی عمر لمبی کی جائے تو اسے چاہیے کہ صلہ رحمی کرے۔ ❷ ترمذی نے یہ روایت نقل

---

❶ صحیح بخاری، الادب: ۱۲۔ صحیح مسلم، البر: ۲۰۔ ❷ صحیح بخاری، البیوع: ۱۳۔

کی ہے کہ اپنے نسب نامے سیکھا کرو تا کہ اس کے ذریعے تم صلہ رحمی کرسکو، کیونکہ صلہ رحمی رشتہ داروں میں محبت کا سبب بنتی ہے، مال میں اضافہ ہوتا ہے، اور عمر بڑھ جاتی ہے۔ ❶ عبداللہ بن احمد نے زوائد مسند میں اور بزار و حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو اس بات کی خواہش ہو کہ اس کی عمر میں اضافہ ہو، اس کے رزق میں وسعت ہو اور اس سے بری موت کو دور کر دیا جائے، اسے چاہیے کہ اللہ سے ڈرے اور صلہ رحمی کرے، بزار اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تورات میں لکھا ہے جو شخص یہ چاہتا ہو کہ اس کی عمر اور رزق میں اضافہ کر دیا جائے، اسے صلہ رحمی کرنی چاہیے، ابو یعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ صدقہ اور صلہ رحمی دو ایسی چیزیں ہیں جن کے ذریعے اللہ عمر میں اضافہ کرتا ہے، بری موت کو ٹالتا ہے اور ناپسندیدہ چیزوں کو دور کرتا ہے۔

ابو یعلی نے سند جید کے ساتھ قبیلہ خثعم کے ایک آدمی کی یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، اس وقت نبی علیہ السلام اپنے چند صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان تشریف فرما تھے، میں نے آ کر عرض کیا کہ کیا آپ ہی وہ شخص ہیں جو اپنے آپ کو اللہ کا رسول سمجھتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے زیادہ پسندیدہ عمل کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ پر ایمان لانا، میں نے عرض کیا اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا صلہ رحمی، مین نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ ناپسندیدہ عمل کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا قطع رحمی، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ فرمایا برائی کا حکم دینا اور نیکی سے روکنا۔ بخاری و مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی سفر کے دوران نبی علیہ السلام کے سامنے ایک دیہاتی آ گیا، اس نے نبی علیہ السلام کی اونٹنی کی لگام پکڑ لی، اور کہنے لگا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے وہ بات بتا دیجیے جو مجھے جنت سے قریب کر دے اور جہنم سے دور کر دے، نبی علیہ السلام رک گئے اور اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کی طرف دیکھ کر فرمایا اس شخص کو نیکی کی توفیق مل گئی، پھر اس سے دوبارہ سوال دہرانے کے لیے حکم دیا اور فرمایا اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو، اور اب اونٹنی کا راستہ چھوڑ دو۔ ❷

طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک قوم کے لیے شہروں کو آباد کر دے گا، اور ان کے مال و دولت کو بڑھا دے گا، حالانکہ اللہ نے جب سے انہیں پیدا کیا ہے، نفرت کی وجہ سے ان پر کبھی نظر کرم نہیں فرمائی، کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کس وجہ سے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کی صلہ رحمی کی وجہ سے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے سند منقطع کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے جس شخص کو طبیعت کی نرمی نصیب ہوگئی، اسے دنیا و آخرت کی خیر میں اس کا حصہ مل گیا، اور صلہ رحمی، عمدہ ہمسائیگی اور اچھے اخلاق شہروں کو آباد کرتے اور عمروں میں اضافہ کرتے ہیں۔ ❸ ابو الشیخ ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۳۷٤.

❷ صحیح بخاری، الزکاۃ: ۱ـ صحیح مسلم، الایمان: ۱۲.

❸ مسند احمد: ٦/ ۱۵۹.

کی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! لوگوں میں سب سے بہترین آدمی کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو اپنے رب سے سب سے زیادہ ڈرنے والا ہو، سب سے زیادہ صلہ رحمی کرنے والا ہو، سب سے زیادہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والا ہو۔ طبرانی اور ابن حبان نے حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے میرے خلیل ﷺ نے خیر کی کئی باتوں کی نصیحت فرمائی ہے، نبی علیہ السلام نے مجھے نصیحت فرمائی ہے کہ اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھوں، اپنے سے نیچے والے کو دیکھوں، مساکین سے محبت کروں، ان کا قرب اختیار کروں، صلہ رحمی کروں اگرچہ لوگ مجھ سے قطع رحمی کریں، اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کروں، حق بات کہوں اگرچہ کڑوی ہی ہو، اور لاحول ولا قوۃ الا باللہ کی کثرت کروں، کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

شیخین وغیرہ نے حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی ایک باندی کو آزاد کر دیا، اور نبی علیہ السلام سے اجازت بھی نہ لی، جب ان کی باری کے دن نبی علیہ السلام ان کے یہاں تشریف لائے تو انہوں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا آپ کو پتہ چلا کہ میں نے اپنی باندی کو آزاد کر دیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا واقعی تم یہ کام کر چکی ہو؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ تم اپنے ماموؤں کو دے دیتیں تو اس کا اجر و ثواب زیادہ ہوتا۔ ❶ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بدلہ دینے والا صلہ رحمی کرنے والا نہیں ہوتا، اصل صلہ رحمی کرنے والا وہ ہوتا ہے کہ جب اس سے رشتہ توڑا جائے تو وہ اسے جوڑے۔ ❷ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم لوگ ''امعہ'' نہ بن جاؤ، یعنی تم یوں کہنے لگو کہ اگر لوگ ہمارے ساتھ اچھا سلوک کریں گے تو ہم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کریں گے، اور اگر وہ ہم پر ظلم کریں گے تو ہم بھی ان پر ظلم کریں گے، بلکہ اپنے آپ کو معتدل رکھو، اور اس بات پر خود کو آمادہ کرو کہ اگر لوگ تمہارے ساتھ اچھا سلوک کریں، تب بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور اگر وہ بدسلوکی کریں تب بھی ان پر ظلم نہ کرو۔ ❸ ''امعہ'' اس شخص کو کہتے ہیں جس کی اپنی کوئی رائے نہ ہو اور وہ ہر شخص کی رائے کے پیچھے چل پڑتا ہو۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے ایک صحابی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! میرے کچھ قریبی رشتہ دار ہیں، میں ان کے ساتھ صلہ رحمی کرتا ہوں اور وہ مجھ سے قطع تعلقی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ حسن سلوک کرتا ہوں اور وہ مجھ سے بدسلوکی کرتے ہیں، میں ان کے ساتھ درگزر کرتا ہوں، اور وہ میرے سامنے جہالت کا مظاہرہ کرتے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جیسا تم نے کہا ہے، اگر حقیقت ویسی ہی ہو تو گویا تم ان کے چہروں پر راکھ بکھیر رہے ہو اور جب تک تم اپنی اس روش پر قائم رہو گے، اللہ کی طرف سے تمہارے ساتھ مسلسل ایک مددگار موجود رہے گا۔ ❹

طبرانی، ابن خزیمہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے افضل صدقہ وہ ہے جو اس قریبی رشتہ دار پر کیا جائے جو

---

❶ صحیح بخاری، الهبة: ١٥ ـ صحیح مسلم، الزكاة: ٤٤.

❷ صحیح بخاری، الادب: ١٥.

❸ ترمذی، البر: ٦٣.

❹ صحیح مسلم، البر: ٢٢ ـ مسند احمد: ٢/ ٣٠٠.

اپنے دل میں عداوت چھپائے ہوئے ہو، یہی معنی ہے نبی علیہ السلام کے اس فرمان کا کہ اس سے رشتہ جوڑو جو تم سے رشتہ توڑے۔ بزار، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں ہیں وہ جس شخص میں بھی پائی جائیں گی، اللہ اس سے آسان حساب لے گا اور اپنی رحمت سے اسے جنت میں داخل کرے گا، لوگوں نے اس کی تفصیل پوچھی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جو تمہیں محروم رکھے اسے عطا کرو، جو تم سے توڑے تم اس سے جوڑو، اور جو تم پر ظلم کرے اسے معاف کردو، جب تم یہ کام کرلو تو جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ امام احمد رحمۃ اللہ نے مضبوط سند کے ساتھ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام سے میرا آمنا سامنا ہو گیا، میں نے نبی علیہ السلام کا دست مبارک پکڑ کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے فضیلت والے اعمال کے متعلق بتا دیجئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے عقبہ! اس سے جوڑو جو تم سے توڑے، اسے دو جو تمہیں محروم رکھے اور اسے معاف کردو جو تم پر ظلم کرے۔ ❶ طبرانی کی ایک روایت میں ان تینوں کاموں کو دنیا و آخرت کے سب سے عمدہ اخلاق بتایا گیا ہے، دوسری روایت میں انہیں افضل الفضائل میں شمار کیا گیا ہے۔ بزار اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کیا میں تمہیں وہ چیز بتاؤں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ انسان کو معزز اور اس کے درجات کو بلند فرماتا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا جی! یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نبی علیہ السلام نے فرمایا جو تم پر جہالت کرے تم اس سے درگزر کرو، جو تم پر ظلم کرے تم اسے معاف کردو، جو تمہیں محروم رکھے اسے عطا کرو اور جو تم سے توڑے تم اس کے ساتھ جوڑو۔ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے زیادہ جلدی ثواب والی نیکی حسن سلوک اور صلہ رحمی ہے اور سب سے زیادہ جلدی سزا والی بدی سرکشی اور قطع رحمی ہے۔ ❷ طبرانی کی ایک روایت میں اس مضمون پر یہ اضافہ بھی ہے کہ ایک گھر میں رہنے والے لوگ بعض اوقات نہایت گنہگار ہوتے ہیں لیکن اس کے باوجود جب وہ صلہ رحمی کرتے ہیں تو اس کی برکت سے ان کے مال میں بھی اضافہ ہوتا ہے اور ان کی تعداد بھی بڑھتی جاتی ہے۔

۳۰۴۔ انسان کا اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے کو اپنا آقا قرار دینا

شیخین کی ایک طویل حدیث کا حصہ ہے کہ جو شخص اپنے باپ کے علاوہ کسی اور شخص کو اپنا باپ قرار دینے کا دعویٰ کرے، یا اپنے آقا کے علاوہ کسی اور کی طرف اپنی نسبت کرے، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام انسانوں کی لعنت ہو، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس سے کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کرے گا۔ ❸ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اپنا آقا قرار دے، اسے چاہیے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنالے۔ اور ابوداؤد کی روایت میں ہے کہ جو شخص اپنے آقا کے علاوہ کسی دوسرے شخص کو اپنا آقا قرار دے، اس پر قیامت تک مسلسل اللہ کی لعنت ہوتی رہے گی۔

---

❶ مسند احمد: ٤/ ١٤٨.
❷ ابن ماجه، الزهد: ٢٣.
❸ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔
❹ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔
❺ اس حدیث کی تخریج گزر چکی ہے۔

تنبیہ

ان احادیث کی بناء پر اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے۔

۳۰۵۔غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکانا

امام احمد رحمہ اللہ، بزار اور ابن حبان نے حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی عورت کو اس کے شوہر کے خلاف یا غلام کو اس کے آقا کے خلاف بھڑکائے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ● یہ مضمون ابوداود اور ابو یعلی نے بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس حدیث کا تقاضا ہے کیونکہ کسی شخص سے اسلام کی نفی کر دینا شدید وعید ہے، جیسا کہ اذرعی وغیرہ نے اس کی نظیر میں تصریح کی ہے، بعد میں میں نے دیکھا کہ بعض حضرات نے صراحۃً اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے۔

۳۰۶۔غلام کا اپنے آقا کے یہاں سے بھاگ جانا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو غلام بھگوڑا ہو جائے اس کی ذمہ داری ختم ہوگئی۔ [1] ایک روایت میں ہے کہ اس کی نماز قبول نہ ہوگی، ایک روایت میں ہے کہ وہ کافر ہوگیا، یہاں تک کہ ان کے پاس لوٹ آئے۔ طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو قسم کے لوگ ہیں جن کی نماز ان کے سروں سے تجاوز نہیں کرتی، ایک وہ غلام جو اپنے آقاؤں کے پاس سے بھاگ جائے، یہاں تک کہ واپس آجائے، اور دوسری وہ عورت جو اپنے شوہر کی نافرمانی کرے یہاں تک کہ اس سے رجوع کرلے۔ ترمذی کی روایت میں تین لوگوں کا ذکر ہے، ان دونوں کے علاوہ تیسرا وہ امام جس سے لوگ نفرت کرتے ہوں۔ [2] طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو غلام بھگوڑے پن کے دور میں مرجائے، وہ جہنم میں داخل ہوگا گو کہ راہ خدا میں ہی شہید ہوا ہو۔ طبرانی، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی اللہ تعالیٰ کوئی نماز قبول نہیں فرماتا اور آسمان کی طرف ان کی کوئی نیکی بلند نہیں ہوتی، نشے میں مدہوش، یہاں تک کہ اس کے حواس بحال ہو جائیں، وہ عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو اور بھگوڑا غلام یہاں تک کہ واپس آکر اپنا ہاتھ اپنے آقا کے ہاتھ میں دے دے، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے پوچھ گچھ نہ ہوگی (بلکہ انہیں سیدھا جہنم میں لے جایا جائے گا) ایک وہ آدمی جس نے ''جماعت'' کو چھوڑ کر اپنے حکمران کی نافرمانی کی، دوسرا وہ غلام جو اپنے آقا کے یہاں سے بھاگ جائے اور اسی حال میں مرجائے تو وہ گنہگار ہونے کی حالت میں مرا، اور تیسری وہ عورت جس کا شوہر

---

[1] صحيح مسلم، الايمان: ١٢٢. [2] ترمذی، الصلوٰة: ١٤٩.

غیر حاضر تھا اور اسے کاروبارِ دنیا سپرد کر گیا تھا اور اس نے اس کے پیچھے اس سے خیانت کی ہو اور تین قسم کے لوگ ہیں جن سے باز پرس نہ ہوگی ایک وہ آدمی جو اللہ سے اس کی چادر کے حوالے سے جھگڑا کرتا ہے کہ اللہ کی چادر کبریائی ہے، دوسرا وہ آدمی جسے اللہ کے معاملات میں شک ہو اور تیسرا وہ آدمی جو اللہ کی رحمت سے مایوس ہو۔

تنبیہ

ان احادیث صحیحہ کثیرہ کی موجودگی میں اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے۔

۳۰۷۔ کسی آزاد سے خدمت لینا اور اسے غلام بنالینا

ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن کی نماز اللہ تعالیٰ قبول نہیں فرماتا، ایک وہ شخص جو لوگوں کو نماز پڑھانے کے لیے آگے بڑھے اور وہ اسے ناپسند کرتے ہوں، دوسرا وہ آدمی جو نماز کا وقت نکل جانے کے بعد نماز کے لیے آئے، اور تیسرا وہ آدمی جو کسی آزاد کو غلام بنالے۔ [1] امام خطابی رحمہ اللہ نے اس کا معنی یہ بیان کیا ہے کہ انسان پہلے غلام کو آزاد کردے، بعد میں اس کی آزادی کو چھپائے یا اس کا انکار ہی کردے، اور یہ صورت بعد والی صورت سے زیادہ بری ہے، یا آزادی کے بعد بھی اسے زبردستی اپنی خدمت کرنے پر مجبور کرے۔

تنبیہ

اس حدیث کی تصریح کے مطابق اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے۔

۳۰۸ تا ۳۱۲۔ غلام کا اپنے آقا کی خدمت سے انکار کرنا، آقا کا اپنے غلام کی ضروریات پوری نہ کرنا، اسے کسی ایسے کام کا مکلّف بنانا جس کی وہ طاقت نہ رکھتا ہو، اسے ہمیشہ مارتے رہنا، اسے خصی کرکے سزا دینا چاہے وہ چھوٹا ہی ہو یا بلا عذر شرعی کسی جانور کو خصی کرنا اور جانوروں کو آپس میں لڑانا

طبرانی نے معجم اوسط اور صغیر میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس شخص پر میرا شدید غضب نازل ہوتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرے جس کا میرے علاوہ کوئی مددگار نہ ہو، ابوالشیخ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک بندے کے متعلق اس کی قبر میں یہ حکم دیا گیا کہ اسے سو کوڑے مارے جائیں، وہ مسلسل دعا کرتا رہا حتیٰ کہ ایک کوڑا ہوگیا اور اس کی قبر آگ سے بھر گئی، جب یہ عذاب ختم ہوا اور اسے افاقہ ہوا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم نے مجھے کوڑوں کی سزا کیوں دی؟ انہوں نے بتایا کہ تو نے ایک مرتبہ بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک مرتبہ تو کسی مظلوم کے پاس سے گزرا تھا تو تو نے اس کی مدد نہیں کی تھی۔ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت ابو مسعود بدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں اپنے کسی غلام کو کوڑے سے مار رہا تھا، اچانک میں نے اپنے پیچھے سے ایک آواز سنی

---

[1] ابو داود، الصلوٰة: ٦٢۔ ابن ماجه، الاقامة: ٤٣.

ابومسعود! یادرکھو، لیکن غصے کی وجہ سے میں آواز پہچان نہ سکا، جب قریب آئے تو وہ نبی علیہ السلام تھے جو یہ فرمارہے تھے کہ ابومسعود! یادرکھو! جتنی قدرت تمہیں اس غلام پر ہے، اللہ تم پر اس سے زیادہ قدرت رکھتا ہے، میں نے اسی وقت عرض کیا کہ آج کے بعد میں کسی غلام کو نہیں ماروں گا۔ ❶ جبکہ ایک روایت میں یوں ہے کہ میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ اللہ کے لیے آزاد ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم ایسا نہ کرتے تو جہنم کی آگ تمہیں چھولیتی۔

ابوداؤد نے زاذان کندی سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آیا، اسی وقت انہوں نے اپنا ایک غلام آزاد کیا تھا، انہوں نے زمین سے ایک تنکا یا کوئی اور چیز اٹھا کر فرمایا اسے آزاد کرنے پر مجھے اتنا بھی اجر نہیں ملے گا، کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اپنے غلام کو طمانچہ مارے یا اسے مارے پیٹے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اسے آزاد کردے۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے غلام پر کسی ایسے کام کی سزا جاری کرے جو اس نے نہ کیا ہو، یا اسے طمانچہ مارے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ اسے آزاد کردے۔ ❷ طبرانی نے مضبوط سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ناحق اپنے غلام کو مارے، قیامت کے دن اس سے اس کا قصاص لیا جائے گا، شیخین اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے غلام پر بدکاری کی تہمت لگائے حالانکہ وہ اس سے بری ہو تو قیامت کے دن آقا پر حد جاری کی جائے گی الا یہ کہ اس غلام نے وہ کام کیا ہو جو اس کے آقا نے کہا ہے۔ ❸ امام احمد اور ابن ماجہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جنت میں کوئی ایسا شخص داخل نہ ہوگا جو ملکیت کے اعتبار سے بدترین ہو (بدترین مالک ہو) لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا آپ ہی نے ہمیں یہ نہیں بتایا کہ اس امت میں سب سے زیادہ غلام اور یتیم ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! ان کا اپنی اولاد کی طرح اکرام کرو، اور جو تم کھاتے ہو، اس میں سے انہیں کھلاؤ، لوگوں نے پوچھا پھر دنیا میں ہمیں کیا فائدہ ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم ایک گھوڑا تیار کرکے اس پر راہ خدا میں جہاد کے لیے سوار ہوجاؤ، اور تمہارا غلام تمہاری کفایت کرے، جب وہ نماز پڑھتا ہے تو وہ تمہارا بھائی ہے۔ ❹

ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ نے اپنے غلام کو اپنے جیسا لباس پہنایا، اور سبب یہ بیان کیا کہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک آدمی کو اس کی ماں کے حوالے سے یہ عار دلائی تھی کہ وہ عجمی ہے، اس نے نبی علیہ السلام سے اس کی شکایت کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اے ابوذر! تم ایک ایسے آدمی ہو جس میں دور جاہلیت کے کچھ اثرات اب تک موجود ہیں، پھر فرمایا تمہارے غلام تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے تمہیں ان پر فضیلت دی ہے، سو ان میں سے جو غلام تمہارے موافق نہ آئے اسے بیچ دیا کرو، لیکن اللہ کی مخلوق کو عذاب نہ دیا کرو۔ ❺ شیخین اور ترمذی نے بھی اسی کے ہم معنی روایت نقل کی ہے البتہ

❶ صحیح مسلم، الأیمان: ۳۴۔ مسند احمد: ۴/ ۱۲۰۔ ❶ ابو داود: ۵۱۶۸۔

❷ صحیح مسلم، الأیمان: ۲۹۔ مسند احمد: ۲/ ۴۵۔

❸ صحیح مسلم، الأیمان: ۳۷۔ مسند احمد: ۲/ ۴۳۱۔

❹ ابن ماجه، الادب: ۱۰۔ مسند احمد: ۱/ ۴۔ ❺ مسند احمد: ۵/ ۱۶۱۔

اس میں یہ الفاظ ہیں وہ تمہارے بھائی ہیں، اللہ نے انہیں تمہارے تصرف میں کر دیا ہے، سو جس شخص کے تصرف میں اللہ نے اس کے کسی بھائی کو کر دیا ہو، اسے چاہیے کہ جو خود کھائے اسی میں سے انہیں بھی کھلائے، جو خود پہنے وہی انہیں پہنائے اور اسے کسی ایسے کام پر مجبور نہ کرے جو وہ نہ کر سکے اگر اسے کسی ایسے کام کا مکلّف بنائے تو پھر اس کی مدد کرے۔ ❶ یہ مضمون ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حجۃ الوداع کے موقع پر ارشاد فرمایا تم اپنے غلاموں کو وہی کھلاؤ جو خود کھاتے ہو اور وہی پہناؤ جو خود پہنتے ہو، اگر وہ کوئی ایسی غلطی کر بیٹھے جسے تم معاف کرنے کے لیے تیار نہ ہو تو اللہ کے ان بندوں کو بیچ دینا لیکن انہیں عذاب نہ دینا۔ ❷ ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے غلاموں کے متعلق فرمایا ہے اگر وہ اچھا کام کریں تو ان کی اچھائی کو قبول کرو، اگر غلطی کریں تو انہیں معاف کر دو، اور اگر وہ تم پر غالب آ جائیں تو انہیں بیچ دو۔ ❸

اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بکری اپنے مالک کے لیے باعث برکت ہوتی ہے، اونٹ اپنے مالک کے لیے باعث عزت ہوتا ہے، اور گھوڑوں کی پیشانی میں ہمیشہ کے لیے خیر باندھ دی گئی ہے اور تمہارا غلام تمہارا بھائی ہے، اس لیے اس کے ساتھ حسن سلوک کرو، اور اگر تم اسے کسی کام سے مغلوب ہوتے ہوئے دیکھو تو اس کی مدد کرو۔ ابن حبان اور مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غلام کو کھانا پینا اور پہناوا تینوں چیزیں ملیں گی، اسے صرف اسی کام کا مکلّف بنایا جائے جس کی وہ طاقت رکھتا ہو، اگر تم اسے کسی ایسے کام کا مکلّف بناؤ تو پھر اس کی مدد بھی کرو، اور اللہ کے بندو! اپنے جیسی مخلوق کو عذاب میں مبتلا نہ کرو۔ ❹ ابو یعلی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم اپنے خادم کے کام میں جتنی تخفیف کرو گے، وہ تمہارے نامہ اعمال میں ثواب کا سبب ہوگا۔ ابوداؤد نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کا سب سے آخری کلام یہ تھا نماز، نماز اور اپنے غلاموں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہنا۔ ❺ ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام مسلسل یہی جملے دہراتے رہے حتیٰ کہ روح مبارک پرواز کر گئی، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ جن لوگوں کا وہ مالک ہے، ان سے ان کی غذا روک لے۔ ❻

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اپنے وصال سے پانچ راتیں پہلے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں گزرا جس کی امت میں سے اس کا ایک خلیل نہ ہوا ہو، میرے خلیل ابو بکر بن ابی قحافہ ہیں، اور اللہ نے تمہارے ساتھی (پیغمبر) کو اپنا خلیل بنا لیا ہے، آگاہ ہو جاؤ کہ تم سے پہلے جتنی امتیں گزری ہیں، وہ لوگ اپنے انبیاء کی قبروں کو سجدہ گاہ بنا لیتے تھے، میں تمہیں اس سے منع کرتا ہوں، پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! کیا میں نے پیغام پہنچا دیا؟ پھر تین مرتبہ فرمایا اے اللہ! تو گواہ رہ، تھوڑی دیر نبی علیہ السلام پر غنودگی طاری رہی، پھر فرمایا اپنے غلاموں کے بارے اللہ سے ڈرتے رہو، ان کے پیٹ بھرو، ان کی پشت ڈھکو، اور ان سے

---

❶ ترمذي، تفسير سورة ٢٢، باب ١.
❷ مسند احمد: ٤/ ٣٦.
❸ الترغيب والترهيب: ٣/ ٢١٤.
❹ صحيح مسلم، الأيمان: ٣٨.
❺ ابوداود، الحدود: ٣٣.
❻ صحيح مسلم، الزكاة: ٤٠.

نرمی کے ساتھ بات کرو۔ ابوداؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! میں اپنے غلام کو کتنی مرتبہ معاف کروں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا روزانہ ستر مرتبہ۔ ❶ ایک روایت میں سوال کے الفاظ یہ ہیں کہ میرا خادم غلطی کرتا ہے اور مجھ پر ظلم کرتا ہے، کیا میں اسے مار سکتا ہوں؟ تب نبی علیہ السلام نے مذکورہ جواب ارشاد فرمایا، امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کے پاس آ کر بیٹھا اور کہنے لگا کہ میرے کچھ غلام ہیں جو مجھ سے جھوٹ بولتے ہیں، مجھ سے خیانت کرتے ہیں اور میری نافرمانی کرتے ہیں جبکہ میں انہیں برا بھلا کہتا ہوں اور انہیں مارتا ہوں، میرا اور ان کا کیا معاملہ ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن انہوں نے جو تجھ سے خیانت، نافرمانی اور جھوٹ بولا ہوگا، اور تو نے انہیں جو سزا دی ہوگی، اس سب کا حساب کیا جائے گا، اگر تیری سزا ان کے گناہوں کے برابر ہوئی تو معاملہ برابر برابر ہو جائے گا، نہ تیرے حق میں اور نہ تیرے خلاف اور اگر تیری سزا ان کے گناہوں سے زیادہ نکلی تو تجھ سے اس اضافے کا قصاص لیا جائے گا، یہ سن کر وہ آدمی ایک کونے میں بیٹھ کر افسوس کرنے اور رونے لگا، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا کیا تو نے قرآن کریم کی یہ آیت نہیں پڑھی ''ہم قیامت کے دن انصاف کے لیے ترازو رکھیں گے، اور کسی بھی نفس پر کچھ بھی ظلم نہ کیا جائے گا اور اگر وہ رائی کے ایک دانے کے برابر بھی ہو تو ہم اسے لے آئیں گے اور ہم حساب لینے والے کافی ہیں۔'' ❷ وہ آدمی کہنے لگا یارسول اللہ ﷺ! میں ان کے اور اپنے حق میں اسی بات کو بہتر سمجھتا ہوں کہ ان سے جدائیگی اختیار کر لوں، میں آپ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ وہ سب آزاد ہیں۔

ابو یعلی نے سند جید سے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام میرے گھر میں تھے، ان کے دست مبارک میں مسواک تھی، نبی علیہ السلام نے نوکرانی کو آواز دی لیکن وہ نہ آئی، نبی علیہ السلام کے چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار نمایاں ہو گئے، میں دوسرے حجروں کی طرف نکلی تو دیکھا کہ وہ ایک جانور کے ساتھ کھیل رہی ہے، میں نے اس سے کہا کہ تو یہاں کھیل رہی ہے، اور نبی علیہ السلام تجھے آوازیں دے رہے ہیں، وہ جلدی سے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئی، اور کہنے لگی اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے آپ کی آواز نہیں سنی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھے اس مسواک کے ساتھ مارتا۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر بھی رحم نہیں کیا جاتا۔ ❸ امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک عورت ایک بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل ہو گئی جسے اس نے باندھ دیا تھا، خود اسے کچھ کھلایا اور نہ ہی اسے کھلا چھوڑا کہ وہ زمین کے کیڑے مکوڑے ہی کھا لیتی۔ ❹ ابن حبان وغیرہ نے اسے مفصلاً بھی بیان کیا ہے۔ ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے جانوروں کو آپس میں لڑانے سے منع فرمایا ہے۔ ❺

---

❶ ترمذی: ۱۹٤۹.
❷ الانبیاء: ٤٧.
❸ صحیح بخاری، الادب: ١٨.
❹ صحیح بخاری، بدء الخلق: ١٦.
❺ ابو داود، الجهاد: ١٥١ـ ترمذی، الجهاد: ٣٠.

تنبیہ

ان پانچ میں سے پہلے گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا تو واضح بات ہے کیونکہ یہ آقا کے ساتھ ظلم ہے، بلکہ غلام کے بھگوڑے ہونے کے حوالے سے جو روایات گذر چکی ہیں، وہ بھی اسے شامل ہیں، اس لیے کہ آقا کی خدمت نہ کرنا اور اس میں کوتاہی کرنا معنوی طور پر بھگوڑے پن کی طرح ہی ہے، اور عنقریب آئے گا کہ ظلم کی احادیث بھی اسے شامل ہیں اور باقی چاروں گناہوں کو مذکورہ احادیث کی روشنی میں کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بھی واضح ہے، حتیٰ کہ جانوروں کو آپس میں لڑانا بھی، کیونکہ وہ بھی تعذیب میں شامل ہے، خود امام اذرعی یہ کہہ چکے ہیں کہ اس بلی کو قتل کرنا جو ایذاء کا سبب نہ بن رہی ہو، کبیرہ گناہوں میں سے ہے کیونکہ حدیث کی رو سے ایک عورت کو بلی کی وجہ سے جہنم میں داخل کر دیا گیا، اور اس جیسے دوسرے جانوروں کا بھی یہی حکم ہے۔ مصنف کہتے ہیں کہ جانوروں کو قتل کرنا بھی شرط نہیں ہے بلکہ اسے شدید اذیت پہنچانا مثلاً بے دردی سے مارنا بھی اسی زمرے میں شامل ہے اور بعض دوسرے حضرات نے اس کی تصریح بھی کی ہے کہ جانور کو بغیر کسی وجہ کے عذاب میں مبتلا کرنا، غلام کو خصی کرنا اور ناحق اسے سزا دینا کبیرہ گناہوں میں سے ہے، اور غلام پر دوسروں کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے، البتہ کسی مصلحت کی وجہ سے ''مثلاً جانور کا صحت مند ہو جانا اور اس کے گوشت کا خوب عمدہ ہو جانا'' چھوٹے جانور کو خصی کرنا جائز ہے۔

اس تفصیل سے فراغت کے بعد میری نظر ایک تحریر پر پڑی جس میں اس موضوع پر طویل کلام کیا گیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ اس کا خلاصہ یہاں بھی ذکر کروں، چنانچہ مذکورہ کتاب کے مصنف نے ''ضعیف، غلام، باندی، بیوی اور جانور پر دست درازی'' کا عنوان قائم کر کے انہیں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور استدلال یوں کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ۳۶ میں ان کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دیا ہے، چنانچہ والدین اور قریبی رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک نیکی سے ہوگا، یتیموں کے ساتھ حسن سلوک نرمی، انہیں اپنے قریب کرنے اور ان کے سر پر شفقت کے ساتھ ہاتھ پھیرنے سے ہوگا، مساکین کے ساتھ حسن سلوک انہیں کچھ دے کر یا اچھے طریقے سے ٹال کر ہوگا، اور وہ پڑوسی جس کے ساتھ رشتہ داری بھی ہو تو اسے رشتہ داری، پڑوس اور اسلام کا حق تینوں چیزیں ملیں گی، اور اجنبی پڑوسی کے آخری دو حق ہیں اور مذکورہ آیت میں ''صاحب بالجنب'' کا جو لفظ آیا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مجاہد نے اس کا معنی بیان کیا ہے رفیق سفر، اسے پڑوس اور ہم نشینی کے دو حق حاصل ہیں، اور غلاموں سے حسن سلوک یہ ہے کہ اسے کھلانے پلانے میں اچھا معاملہ کرے اور اگر اس سے کوئی غلطی ہو جائے تو اسے معاف کر دے، اسی وجہ سے ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے اپنی ایک زنگی باندی پر کوڑا اٹھایا، پھر کہنے لگے کہ اگر قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تجھے خوب مارتا، لیکن اب میں تجھے ایک ایسے شخص کے ہاتھ بیچ دوں گا جو مجھے تیری پوری پوری قیمت دے گا، جا تو اللہ کی رضا کے لیے آزاد ہے، ایک عورت نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں نے اپنی باندی کو یوں کہہ دیا ہے ''اے زانیہ'' نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تم نے اسے ایسا کرتے ہوئے دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن تم سے اس کا بدلہ لیا جائے گا، وہ عورت اپنی باندی کے پاس پہنچی اور اسے ایک کوڑا دے کر کہا

کہ اس سے مجھے مار لے، اس نے انکار کر دیا، بالآخر اس عورت نے اس باندی کو آزاد ہی کر دیا، پھر نبی علیہ السلام کے پاس آ کر اسے آزاد کرنے کی خبر دی، نبی علیہ السلام نے فرمایا امید ہے کہ تمہارا اسے آزاد کرنا اس تہمت کا کفارہ بن جائے گا، اور نبی علیہ السلام نے دنیا سے جاتے جاتے بھی غلاموں اور باندیوں کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی ہے جیسا کہ احادیث کے حوالے سے گزرا۔

ایک مرتبہ کچھ لوگ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے پاس آئے، ان دنوں وہ مدائن کے گورنر تھے، لوگوں نے دیکھا کہ وہ اپنے گھر والوں کے لیے آٹا گوندھ رہے ہیں، وہ کہنے لگے کہ آپ باندی کو آٹا گوندھنے کے لیے کیوں نہیں چھوڑ دیتے؟ انہوں نے فرمایا کہ ہم نے اسے ایک کام سے بھیجا ہے، اس لیے ہم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اس پر ایک اور کام بھی لاد دیں، ایک بزرگ کہتے ہیں کہ ہر گناہ پر اپنے غلام کو نہ مارا کرو، البتہ اسے یاد رکھا کرو اور جب وہ اللہ کی نافرمانی کرے تو اس پر اسے مارو اور اسے وہ گناہ بھی یاد کرا دو جو اس نے تمہارے معاملات میں کیا تھا، اور غلام و باندی اور سواری و جانور پر سب سے بڑی بدسلوکی یہ ہے کہ تم انہیں بھوکا رکھو، اس کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ فرمان گزر چکی ہے کہ انسان کے گنہگار ہونے کے لیے یہی بات کافی ہے کہ وہ اپنے مملوکوں کی غذا روک لے اور اسی میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ انسان اپنے جانور کو بے دردی کے ساتھ مارے، یا اس کی ضروریات پوری نہ کرے، یا اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دے، چنانچہ سورۂ انعام کی آیت نمبر ۳۸ کی تفسیر میں مفسرین نے کہا ہے کہ احادیث میں آتا ہے کہ قیامت کے دن انسان کھڑے ہوں گے، جانوروں کو لایا جائے گا اور ان کے درمیان فیصلہ کیا جائے گا حتیٰ کہ بے سینگ بکری کو سینگ دار بکری سے قصاص دلوایا جائے گا اور چیونٹی کو چیونٹی سے بدلہ دلوایا جائے گا، پھر انہیں حکم دیا جائے گا کہ تم سب مٹی ہو جاؤ، اس موقع پر کافر کہے گا، اے کاش! میں بھی مٹی ہو جاتا۔'' ❶ یہ دلیل ہے اس بات کی کہ جانوروں میں آپس میں بھی اور انسانوں کے درمیان بھی قصاص جاری ہوگا، حتیٰ کہ اگر کسی شخص نے کسی جانور کو ناحق مارا ہوگا، یا اسے بھوکا پیاسا رکھا ہوگا، یا اس پر اس کی طاقت سے بڑھ کر بوجھ لادا ہوگا، تو قیامت کے دن اس کا بھی قصاص لیا جائے گا، اور اس کی دلیل وہ ''حدیث ہرہ'' ہے جو پیچھے گزر چکی ہے اور تمام حیوانات کو شامل ہے، اسی طرح اگر کوئی شخص کسی جانور پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ لاد دے تو قیامت کے دن اس پر بھی اس سے قصاص لیا جائے گا، اور اس کی دلیل صحیحین کی یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ ایک آدمی اپنی گائے کو ہانک رہا تھا، چلتے چلتے راستے میں وہ اس پر سوار ہو گیا، اور اسے مارنے لگا اس پر وہ گائے کہنے لگی کہ ہمیں اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا گیا، ہمیں تو ہل جوتنے کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ ❷ غور کیجئے کہ اس دنیا میں اللہ نے ایک گائے کو اپنا دفاع کرنے کے لیے قوت گویائی عطا فرما دی، کہ اسے ایذاء نہ دی جائے اور کسی ایسے کام میں اسے استعمال نہ کیا جائے جس کے لیے اسے پیدا نہیں کیا گیا تو قیامت کے دن قصاص کیوں نہ ہوگا؟

ابو سلیمان دارانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں ایک گدھے پر سوار ہوا، میں نے اسے دو تین کوڑے مارے تو اس نے سر اٹھا کر میری طرف دیکھا اور کہنے لگا اے ابو سلیمان! قیامت کے دن اس کا قصاص ہوگا، اب تمہاری مرضی ہے کہ تھوڑا مارو یا زیادہ

---

❶ النبأ: ٤٠.

❷ صحیح بخاری، فضائل الصحابة: ٥ـ صحیح مسلم، فضائل الصحابة: ١٣.

مارو، وہ کہتے ہیں کہ میں نے اسی وقت طے کرلیا کہ آج کے بعد کسی کو کبھی نہیں ماروں گا، ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ قریش کے کچھ لڑکوں کے پاس سے گزرے، انہوں نے ایک پرندے کو باندھا ہوا تھا اور اس پر اپنا نشانہ درست کر رہے تھے اور یہ طے کر رکھا تھا کہ جو نشانہ چوک گیا، وہ تیر پرندے کا مالک لے لے گا، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو دیکھتے ہی وہ سب بھاگ گئے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے غصے سے فرمایا یہ کون کر رہا ہے؟ اس شخص پر اللہ کی لعنت ہو جو یہ کام کرتا ہے کیونکہ نبی علیہ السلام نے اس شخص پر لعنت فرمائی ہے جو کسی جاندار چیز کو باندھ کر اس پر اپنا نشانہ درست کرے، اور نبی علیہ السلام نے جانور کو باندھ کر اسے قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، پھر اگر وہ ان جانوروں میں سے ہو جنہیں قتل کرنا مستحب ہو مثلاً بچھو اور کتا وغیرہ تو انہیں ایک ہی دفعہ قتل کر دے، تکلیف نہ پہنچائے کیونکہ حدیث میں ہے کہ جب تم کسی چیز کو قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، اسی طرح جانوروں کو آگ میں نہ جلایا جائے کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ آگ کی سزا آگ کا رب ہی دے سکتا ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ایک سفر میں ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ہمراہ تھے، نبی علیہ السلام قضاء حاجت کے لیے تشریف لے گئے، ہم نے ایک ''لال'' دیکھا، اس کے ساتھ اس کے دو چوزے بھی تھے، ہم نے اس کے چوزے پکڑ لیے، وہ لال آ کر ہمارے سروں پر منڈلانے لگا، اتنی دیر میں نبی علیہ السلام بھی تشریف لے آئے اور فرمایا اسے اس کے بچوں کے حوالے سے کسی نے تکلیف دی ہے؟ اس کے بچے اسے لوٹا دو، اسی طرح ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے دیکھا کہ ہم نے چیونٹیوں کے ایک بل کو آگ لگا دی ہے تو فرمایا اسے کس نے آگ لگائی ہے؟ ہم نے اعتراف کیا تو فرمایا کہ آگ کا عذاب صرف آگ کا رب ہی دے سکتا ہے۔ (1)

جنایات کا بیان

۳۱۳۔ کسی مسلمان یا ذمی کو بلا وجہ قتل کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو شخص ایسا کرے گا'' یعنی ناحق کسی کو قتل کرے گا'' وہ سزا سے دوچار ہوگا، اسے قیامت کے دن دوگنا عذاب دیا جائے گا اور وہ اس میں ذلیل ہو کر داخل ہوگا اور ہمیشہ ہمیش رہے گا، سوائے اس شخص کے جو توبہ کر لے۔'' (2)
اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لکھ دیا تھا کہ جو شخص ناحق کسی کو قتل کرے یا زمین میں فساد پھیلائے گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا۔'' (3) اس دوسری آیت میں اس واقعے کی طرف اشارہ ہے جس کے مطابق حضرت آدم علیہ السلام کے ایک بیٹے نے اپنے بھائی کو قتل کر دیا تھا، اس آیت مبارکہ میں ''اجل'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے جس کا اصل معنی ''جنایت'' ہے، اس لفظ کے مابعد یعنی بنی اسرائیل پر قصاص کا حکم لکھ دینے اور ماقبل ''یعنی ہابیل اور قابیل کے واقعے'' میں مناسبت کی وجہ حسن اور ضحاک کے قول کے مطابق یہ ہے کہ یہ دونوں بنی اسرائیل میں سے تھے، حضرت آدم علیہ السلام کے صلبی بیٹے نہیں تھے، لیکن صحیح تر قول یہی ہے کہ وہ دونوں ان کے صلبی بیٹے تھے، لہٰذا اس آیت میں صرف ہابیل اور قابیل کے

---
(1) ابو داود، الادب: ١٦٤۔ (2) الفرقان: ٦٨۔٧٠.
(3) المائدة: ٣٣.

قتل کی طرف ہی اشارہ نہیں ہے بلکہ قتل کی وجہ سے مرتب ہونے والے عظیم مفاسد کی طرف اشارہ ہے کہ ''وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہوگیا'' یعنی وہ دنیا وآخرت کے خسارے میں پڑ گیا اور ''وہ ندامت کا اظہار کرنے والوں میں سے ہوگیا'' یعنی اسے حسرت اور ندامت اٹھانا پڑی اور اسے روکنے والی کوئی چیز اس کے پاس نہ رہی، یہی حال ہر اس شخص کا ہوگا جو کسی شخص کو ظلماً قتل کردے، اور بنی اسرائیل کے ساتھ اس حکم کی خصوصیت کی وجہ یہ ہے کہ یہودیوں پر شدت اور ان کے بڑے نقصان کو ثابت کیا جا سکے، کیونکہ انہوں نے یہ سب کچھ جاننے کے باوجود ''کہ قابیل کو کتنا نقصان اور ندامت برداشت کرنا پڑی حالانکہ اس کا مقتول بھائی نبی نہیں تھا'' بہت سے انبیاء ورسل کو شہید کر ڈالا، جو ان کی انتہائی سخت دلی اور اللہ کی اطاعت سے دوری کی علامت ہے، نیز ان واقعات کو ذکر کرنے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام کو یہودیوں کی تکالیف پر صبر وعزم کا مظاہرہ کرنے کے لیے ان واقعات کے ذکر سے تسلی دی جائے۔

''اسی وجہ سے ہم نے بنی اسرائیل پر یہ حکم لگا دیا تھا'' آیت کے اس جملے سے قیاس پر عمل کرنے والوں نے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال معلل بالاغراض ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کے افعال کی کوئی نہ کوئی حکمت اور مصلحت ضرور ہوتی ہے اور معتزلہ نے اس آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے افعال بندوں کی مصلحتوں کے ساتھ معلل ہیں، اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا کفر اور قبیح چیزوں کو پیدا کرنا اور بندوں سے ان کے وقوع کا ارادہ کرنا ممتنع ہوگا کیونکہ یہ بندوں کی مصلحت کے مطابق نہیں ہے، تعلیل احکام کے جواز کا قول اختیار کرنے والوں نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ اگر علت قدیم ہو تو معلول کا بھی قدیم ہونا لازم آئے گا، اور اگر علت حادث ہو تو اس کا ایک دوسری علت کے ساتھ معلول ہونا لازم آئے گا، اس طرح یہ سلسلہ برابر چلتا رہے گا اور تسلسل لازم آئے گا، نیز اللہ تعالیٰ کے افعال اگر کسی علت کے ساتھ معلول ہوں تو اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت کرتے ہوئے اس علت کا وجود اور عدم وجود برابر ہوگا یا نہیں، اگر برابر ہو تو اس کا علت ہونا ممکن نہیں اور اگر برابر نہ ہو تو ان دونوں میں سے کوئی ایک دوسرے کی نسبت زیادہ راجح ہوگی اور یہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ وہ اولویت اس فعل سے مستفاد ہو جو اس پر اسے آمادہ کر رہا ہے، ایسے دواعی کا تسلسل ممتنع الوقوع ہے اور اس پہلے داعیہ پر اس کی انتہاء ہونا ضروری ہے جو بندے میں پایا جا رہا ہے، وہ نہیں جو بندہ سے صادر ہو رہا ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ سے صادر ہو، اس طرح اللہ تعالیٰ کے احکامات کا معلل ہونا ناممکن ہوگا، اور آیت کا ظاہری معنی مراد نہیں لیا جا سکتا، اس کے ساتھ ساتھ اس آیت پر بھی غور کیجئے کہ ''اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم! آپ فرما دیجئے کہ اللہ سے بچانے کا کون اختیار رکھتا ہے اگر اللہ مسیح ابن مریم، ان کی والدہ اور زمین میں رہنے والے تمام لوگوں کو ہلاک کرنے کا ارادہ فرما لے۔ ❶ یہ آیت اس بات پر نص صریح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی تخلیق اور اس کا کوئی حکم بندوں کی مصلحت کے تابع اور معلل نہیں ہے۔

نیز اس آیت مبارکہ میں ایک انسان کے قتل کو تمام انسانوں کے قتل کی طرح قرار دیا گیا ہے تاکہ ظلماً قتل کی مذمت میں خوب مبالغہ کیا جا سکے اور اس کی اہمیت واضح ہو جائے، اور مطلب یہ ہے کہ جس طرح سارے انسانوں کو قتل کر دینا ہر آدمی کی

---

❶ المائدة: ١٧.

نگاہ میں انتہائی قبیح فعل ہے، اسی طرح ایک آدمی کو قتل کرنے کی قباحت انسان کے ذہن میں ہونی چاہیے، گویا آیت میں اصل اہمیت کے اندر مشارکت مراد ہے، دونوں کی مقدار میں مشارکت مراد نہیں ہے کیونکہ جب ایک چیز کو دوسری کے ساتھ تشبیہ دی جاتی ہے تو وہ اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ دونوں من کل الوجوہ برابر ہوں، نیز اگر لوگوں کو پتہ چل جائے کہ ایک آدمی ان سب کو قتل کرنا چاہتا ہے، تو وہ اسے دفع کرنے اور قتل کرنے میں اپنی پوری طاقت صرف کر دیں گے، بس اسی طرح ان پر لازم ہے کہ اگر انہیں کسی شخص کے متعلق پتہ چلے کہ وہ دوسرے آدمی کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اسے دور کرنے میں بھی اپنی پوری طاقت صرف کر دیں، نیز یہ بھی معلوم ہوا کہ جو شخص ظلماً کسی کو قتل کرتا ہے گویا وہ شر و شہوت اور غضب کے داعیے کو طاعت کے داعیے پر ترجیح دیتا ہے، ایسا شخص اگر اپنی مطلوبہ چیز میں جھگڑا کرتا ہے اور نہ ملنے پر انسان کو قتل کر سکتا ہو تو وہ اسے قتل کر بھی دیتا ہے خواہ وہ کوئی بھی شخص ہو تو اس اعتبار سے بھی وہ ساری انسانیت کو قتل کرنے والا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی نبی یا عادل حکمران کو قتل کر دے، گویا اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا، اور جو شخص کسی کا بازو مضبوطی سے تھام لے گویا اس نے ساری انسانیت کو زندگی دے دی۔ مجاہد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جس شخص نے کسی کو ناحق قتل کیا وہ اسے قتل کرنے کی وجہ سے جہنم میں داخل ہوگا، جیسے اس وقت جہنم میں داخل ہوتا اگر وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا، اور جو شخص اسے قتل کرنے سے بچے گویا وہ ساری انسانیت کے قتل سے بچ گیا، قتادہ رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا تعلق ثواب اور عذاب سے ہے، یعنی جو شخص کسی مسلمان کو ظلماً قتل کر دے، گویا گناہ کے اعتبار سے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے ساری انسانیت کو قتل کر دیا ہو، اور جو شخص کسی ایک آدمی کو قتل کرنے سے رکتا، ثواب کے اعتبار سے وہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے ساری انسانیت کو زندگی دے دی ہو، حسن اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ اس پر ویسا ہی قصاص لازم ہوگا جیسا قصاص اس وقت لازم ہوتا جبکہ وہ ساری انسانیت کو قتل کر دیتا، اور جو شخص کسی کو زندہ کر دے یعنی اپنا حق قصاص معاف کر کے اسے نئی زندگی دے گویا اس نے ساری انسانیت کو زندہ کر دیا، سلیمان بن علی نے حسن سے پوچھا کہ اے ابوسعید! کیا یہ حکم بنی اسرائیل کی طرح ہمارے لیے بھی ہے؟ انہوں نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے علاوہ کوئی معبود نہیں، بنی اسرائیل کے خون اللہ تعالیٰ کے نزدیک ہمارے خون سے زیادہ معزز نہیں تھے۔

یاد رکھئے! کہ قتل کے کچھ احکام ہیں مثلاً قصاص اور دیت، جن دونوں کا تذکرہ سورۂ بقرہ کی اس آیت میں کیا گیا ہے کہ ''اے اہل ایمان! تم پر قصاص کا حکم لکھ دیا گیا ہے۔'' ❶ جبکہ سورۂ نساء کی آیت نمبر ۹۳ میں قتل عمد کا گناہ اور اس پر وعید بیان کی گئی ہے جو اس کی اہمیت اور پر خطر ہونے کی طرف اشارہ ہے اور اس کا سبب بننے سے بچنے کے لیے مبالغہ کیا گیا ہے، سورۂ نساء کی محولہ بالا آیت کا شان نزول یہ ہے کہ قیس بن ضبابہ کنانی اور ان کا بھائی ہشام دونوں مسلمان ہو گئے، ہشام کو بنو نجار میں مقتول ہونے کی حالت میں لوگوں نے پایا، انہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اس کا ذکر کیا، نبی علیہ السلام نے ان کے ہمراہ بنو فہر کا ایک آدمی بنو نجار کی طرف بھیجا کہ نبی علیہ السلام تمہیں حکم دیتے ہیں کہ اگر تمہیں ہشام بن ضبابہ کے قاتل کا علم ہو تو اسے

❶ البقرة: ۱۷۸.

(اس کے بھائی) قیس کے حوالے کر دو تا کہ وہ اس سے قصاص لے سکے، اور اگر تمہیں اس کے قاتل کا علم نہ ہو تو اس کی دیت قیس کے حوالے کرو، اس فہری نے یہ پیغام بنونجار کو پہنچا دیا، وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم اللہ اور اس کے رسول کی بات سنتے اور مانتے ہیں، ہمیں اس کے قاتل کا کچھ پتہ نہیں ہے، البتہ ہم اس کی دیت ادا کر دیتے ہیں، چنانچہ انہوں نے قیس کو سو اونٹ دے دیئے، وہ دونوں مدینہ منورہ واپس روانہ ہو گئے، ادھر راستے میں شیطان نے قیس کے دل میں یہ وسوسہ ڈالا کہ اگر تو نے اپنے بھائی کی دیت قبول کر لی تو یہ تیرے لیے گالی بن جائے گی، ایسا کر کہ تیرے ساتھ جو (فہری) آدمی ہے، اسے قتل کر دے اس طرح جان کے بدلے جان ہو جائے گی، دیت علیحدہ تیرے ہاتھ رہے گی، چنانچہ اس نے اس فہری آدمی کے سر پر ایک بڑا پتھر زور سے دے مارا اور اسے قتل کر کے ان سو میں سے ایک اونٹ پر سوار ہوا اور باقیوں کو ہنکا کر مکہ مکرمہ لے گیا اور مرتد ہو گیا، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ''جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کر دے تو اس کا بدلہ جہنم ہے جس میں وہ ہمیشہ رہے گا (اپنے کفر وارتداد کی وجہ سے، اور یہ ان لوگوں میں سے ہے جنہیں فتح مکہ کے دن نبی علیہ السلام نے امن نہیں دیا تھا اور قتل کرنے کا حکم دے دیا تھا) اور اس پر اللہ کا غضب نازل ہوگا، اللہ اس پر لعنت کرے گا اور اللہ نے اس کے لیے بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔'' [1]

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے قتل عمد کا اور اس سے پہلے والی آیت میں قتل خطا کا ذکر کیا ہے لیکن شبہ عمد کا ذکر نہیں فرمایا، اسی لیے اس کے ثبوت و عدم ثبوت میں ائمہ کے درمیان اختلاف رائے ہے چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ نے جمہور علماء کی طرح اس کا اثبات کیا ہے اور امام مالک رحمہ اللہ اور فقہاء کی ایک جماعت نے اس کی نفی کی ہے اور کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسی چیز سے قتل کر دے جس سے عام طور پر انسان مرتا نہ ہو، مثلاً طمانچہ یا کوڑے کی ایک مرتبہ مار، تو یہ بھی قتل عمد ہی ہے اور اس میں بھی قصاص واجب ہے، تاہم اس بات پر فقہاء کا اتفاق ہے کہ قتل عمد کی دیت قاتل کے اپنے مال میں سے ہوتی ہے اور قتل خطا کی دیت ''عاقلہ'' پر ہوتی ہے، جبکہ شبہ عمد کی دیت میں بھی اختلاف ہے چنانچہ ایک جماعت اسے قاتل پر ڈالتی ہے اور اکثر حضرات اسے ''عاقلہ'' پر لازم کرتے ہیں، اسی طرح اس آیت کے حکم میں بھی علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ عمداً کسی مومن کو قتل کرنے والے کی توبہ قبول نہیں ہوگی، کسی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے سورۂ فرقان میں یہ نہیں فرمایا سوائے اس شخص کے جو توبہ کر لے؟ انہوں نے فرمایا اس کا تعلق دور جاہلیت کے واقعات سے ہے، دراصل کچھ مشرک لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے قتل اور زنا کا ارتکاب کیا تھا، وہ لوگ نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں، وہ بہت اچھی ہے، کیا آپ ہمیں یہ بتا سکتے ہیں کہ ہم نے اب سے پہلے جو اعمال کیے ہیں، ان کا کیا کفارہ ہے؟ اس پر یہ آیت نازل ہوئی تھی (سورۂ فرقان کی جس آیت کا حوالہ دیا گیا) تو یہ آیت ان لوگوں کے لیے تھی اور باقی رہی وہ آیت جو سورۂ نساء میں ہے، تو وہ اس شخص کے لیے ہے جو اسلام اور اس کے احکام سے واقف ہونے کے بعد بھی کسی کو قتل کر دے تو اس کی سزا جہنم ہے۔

حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب سورۂ فرقان کی مذکورہ آیت نازل ہوئی تو ہمیں بڑا تعجب ہوا تھا کہ اس میں

---

[1] النساء: ۹۳۔

کتنا نرم حکم بیان کیا گیا ہے، سات ماہ کے بعد سورۂ نساء کی مذکورہ آیت نازل ہوگئی جس میں سخت حکم نازل ہوگیا اور یوں سورۂ فرقان کی آیت منسوخ ہوگئی، لیکن حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ سورۂ فرقان کی آیت مکی ہے اور یہ مدنی ہے اور اس نے کسی حکم کو منسوخ نہیں کیا ہے، تاہم اہل سنت والجماعت کی رائے یہ ہے کہ قاتل کی توبہ قبول ہو جاتی ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''میں بہت بخشنے والا ہوں، اس شخص کو جو توبہ کرلے، ایمان لے آئے، نیک عمل کرنے لگے اور پھر راہ راست پر چل پڑے۔'' ❶ اس طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اللہ اس بات کو معاف نہیں فرمائے گا کہ اس کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرایا جائے، اس کے علاوہ گناہوں کو وہ معاف فرمادے گا جسے چاہے گا۔'' ❷ اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے جو قول نقل کیا گیا ہے، اگر اسے صحیح تسلیم کرلیا جائے تو اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا مقصد کسی کو قتل کرنے سے نفرت دلانا اور اس میں انتہائی مبالغہ کرنا ہے تاکہ لوگوں کے دل میں اس فعل کی نفرت بیٹھ جائے اور وہ کسی کو ناحق قتل نہ کریں، لیکن اس آیت میں معتزلہ اور ان جیسے دوسرے لوگوں کی کوئی دلیل نہیں بنتی جو یہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرنے والا ہمیشہ جہنم میں رہے گا کیونکہ یہ آیت اس قاتل کے متعلق نازل ہوئی ہے جو کافر تھا، جیسا کہ گذرا، اور اگر نیچے آ جائیں تب بھی یہ حکم اس شخص کا ہے جو ناحق قتل کو حلال سمجھتا ہو، ظاہر ہے کہ اسے حلال سمجھنا کفر ہے جیسا کہ شروع کتاب میں گزر چکا ہے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ عمرو بن عبید، ابو عمرو بن علاء کے پاس آئے اور کہنے لگے کیا اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے خلاف کرتا ہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، عمرو نے کہا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا جو شخص کسی مسلمان کو عمداً قتل کرے...... (اس میں اللہ نے وعدہ کیا ہے کہ قاتل کو جہنم میں ڈالے گا) انہوں نے فرمایا ابو عثمان! کیا تم عجم سے آئے ہو؟ اہل عرب وعید میں اخلاف کو وعدہ خلافی اور قابل مذمت نہیں سمجھتے ہیں، ہاں! وعدہ میں اخلاف کو وہ وعدہ خلافی اور قابل مذمت سمجھتے ہیں، پھر انہوں نے یہ شعر پڑھا میں اگر وعید بیان کروں یا وعدہ کروں تو میں اپنی وعید کے خلاف کرتا ہوں اور اپنا وعدہ پورا کرتا ہوں، اور اس بات کی دلیل کہ شرک کے علاوہ کوئی گناہ ایسا نہیں ہے جو ہمیشہ جہنم میں رہنے کو ثابت کرتا ہو، ایک تو اللہ تعالیٰ کا وہ ارشاد ہے جو ابھی گزرا۔ نیز صحیح حدیث میں نبی علیہ السلام کا فرمان ہے جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا اگرچہ بدکاری اور چوری ہی کرے۔ ❸ اسی طرح حدیث عقبہ بھی ہے کہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے چھ چیزوں پر بیعت لے کر فرمایا تھا کہ تم میں سے جو شخص اس بیعت کو پورا کرے گا، اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے اور جو شخص ان میں سے کسی گناہ (چوری، بدکاری وغیرہ) کا ارتکاب کرے اور دنیا ہی میں اسے سزا مل جائے تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ ہو جائے گی اور جو شخص ان میں سے کسی گناہ کا ارتکاب کرے اور اللہ اس کی پردہ پوشی فرمائے، تو اس کا معاملہ اللہ کے حوالے ہے، اگر اس نے چاہا تو اسے معاف کردے گا اور اگر چاہا تو اس پر سزا دے گا، تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس تفصیل پر نبی علیہ السلام سے بیعت کرلی۔ ❹

---

❶ طٰهٰ: ۸۲. ❷ النساء: ۴۸.

❸ صحيح بخاری، العلم: ۴۹ ۔ صحيح مسلم، الايمان: ۱۵۰.

❹ صحيح بخاری، الايمان: ۱۱ ۔ صحيح مسلم، الحدود: ۴۱.

واحدی کہتے ہیں کہ اس آیت کی توجیہ میں علماء نے مختلف آراء قائم کی ہیں لیکن مجھے ان میں سے کوئی رائے بھی پسند نہیں ہے، اس لیے کہ انہوں نے جو توجیہات بیان کی ہیں، ان سے یا تو آیت کی تخصیص ہو جاتی ہے، یا معارضہ اور یا پھر اس میں کچھ اضمار ماننا پڑتا ہے اور الفاظ قرآن ان میں سے کسی چیز پر دلالت نہیں کرتے، میرے نزدیک دو وجہیں قابل اعتماد ہیں، پہلی وجہ تو یہ ہے کہ مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ یہ آیت ایک کافر کے حوالے سے نازل ہوئی ہے جس نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا تھا، پھر انہوں نے وہی واقعہ بیان کیا جو پیچھے گزر چکا ہے، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''اس کا بدلہ جہنم ہے'' کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مستقبل میں اسے جہنم کا بدلہ دے گا، یہ وعید ہے اور وعید کو پورا نہ کرنا فضل وکرم اور مہربانی ہوتی ہے، امام رازی رحمہ اللہ نے واحدی کی بیان کردہ پہلی وجہ کو ضعیف قرار دیا ہے کیونکہ اعتبار الفاظ کے عموم کا ہوتا ہے، مخصوص شان نزول کا نہیں، فقہ میں یہ طے شدہ قاعدہ ہے کہ اگر حکم کسی وصف مناسب پر مرتب ہو تو وہ اس بات کی دلیل ہوتی ہے، کہ وہ وصف اس حکم کی علت ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''چوری کرنے والے مرد اور چوری کرنے والی عورت ان دونوں کے ہاتھ کاٹ دو۔'' ❶ اسی طرح یہ ارشاد ''بدکاری کرنے والی عورت اور بدکاری کرنے والے مرد ان دونوں میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو۔'' ❷ جیسے یہ اس بات کی دلیل ہے کہ ہاتھ کاٹنے اور کوڑے مارنے کا سبب چوری کرنا اور بدکاری کرنا ہے، اسی طرح اس آیت میں بھی اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اس وعید کا موجب قتل عمد ہی ہے کیونکہ وہی ایک ایسا وصف ہے جو اس حکم کے مناسب ہے، جب یہ بات ثابت ہوگئی تو پھر اس آیت کو کافر کے ساتھ مخصوص کرنے کی کوئی وجہ بھی باقی نہ رہی کیونکہ اگر سزا کا سبب بننے والی چیز کفر ہو تو اس شدید وعید میں قتل کا اثر بالکل نہ رہے گا اور یہ خیال باطل ہے اور اگر قتل عمد ہی اس کا موجب ہو تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ جب بھی قتل عمد پایا جائے گا، یہ وعید بھی پائی جائے گی، لہٰذا یہ وجہ تو کوئی ایسی وجہ نہیں ہے، اور جہاں تک تعلق ہے ان کی بیان کردہ دوسری وجہ کا تو وہ بھی بالکل فاسد ہے، کیونکہ وعید بھی خبر کی اقسام میں سے ایک قسم ہے، جب ہم اس میں اللہ تعالیٰ کے خلاف ورزی کرنے کو جائز قرار دیتے ہیں، تو گویا اللہ تعالیٰ کے لیے جھوٹ بولنے کو جائز قرار دیتے ہیں، نہ صرف یہ بہت بڑی غلطی ہے بلکہ کفر کے قریب ہے، کیونکہ عقلاء اس بات پر متفق ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات جھوٹ سے منزہ اور مبرا ہے۔

لیکن واحدی رحمہ اللہ نے جو دوسری وجہ بیان کی ہے، وہ اس میں اکیلے نہیں ہیں بلکہ ان سے پہلے دیگر بڑے علماء بھی یہ رائے قائم کر چکے ہیں جیسا کہ ابو عمرو بن علاء کے حوالے سے گزرا، لہٰذا یہی تاویل اس آیت کی متعین ہوگئی تاکہ اس قول کے قائل ائمہ اس عظیم طعن وتشنیع سے بچ جائیں اور یوں کہا جائے گا کہ ان علماء نے اس سے خبر میں خلاف واقعہ بات مراد نہیں لی، ان کی مراد تو صرف اتنی ہے کہ اس آیت کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ انہیں عنقریب جہنم کی سزا دے گا، اگر اللہ نے ایسے لوگوں سے درگزر اور بخشش کا معاملہ نہیں فرمایا، یا اگر اس نے توبہ نہ کی، یا اگر اس سے قصاص نہ لیا گیا، یا اگر اسے معاف نہ کر دیا گیا، اور دلیل اس کی واضح ہے، پہلی بات تو قطعی طور پر سچی ہے اور اس کے بعد کی تینوں باتوں پر سنت سے احتجاج کیا جا سکتا ہے اور پہلی بات کو ثابت کرنے سے آیت مذکورہ وعید کے دائرے سے بھی باہر نہیں نکلتی، کیونکہ اگر کوئی آقا اپنے غلام سے یوں کہہ دے

---

❶ المائدة: ❷ النور: ۲.

کہ میں تجھے فلاں کام پر ضرور سزا دوں گا، الا یہ کہ میں تجھ سے درگزر کر جاؤں، یا تو خود اپنے گناہ کا کفارہ پیش کر دے یا تیرے متعلق کوئی سفارش کر دے، یہ بھی وعید ہی ہے، پھر آیت میں خلاف اس اعتبار سے ہے کہ یہ تقدیری عبارت اس میں لفظی طور پر موجود نہیں ہے اگر وہ مضمر ہو تو باعتبار ظاہر کے خلاف ورزی ہوگی، حقیقت کے اعتبار سے نہ ہوگی، اس بات کو خوب اچھی طرح سمجھ لیجیے تاکہ ان ائمہ کی طرف سے امام رازی رحمہ اللہ کا اعتراض اور ان کی طرف اس چیز کی نسبت کرنا جس کے وہ قائل نہیں ہیں، دونوں کی حقیقت اور اس کا جواب آپ کو معلوم ہو جائے۔

پھر میری نظر سے قفال کی تفسیر میں اس کا ایک اور جواب یا یوں کہیے کہ اس آیت کی ایک اور توجیہہ بھی گزری ہے جو میری بیان کردہ توجیہ کے علاوہ ہے اور وہ یہ کہ سورۂ نساء کی یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ قتل کی سزا وہ ہے جو اس آیت میں بیان کی گئی ہے لیکن اس آیت میں اس چیز کا ذکر نہیں ہے کہ آیا اللہ تعالیٰ اسے یہ سزا پہنچائے گا بھی یا نہیں؟ انسان اپنے غلام سے بھی تو یوں کہہ دیتا ہے کہ تیری سزا یہ ہے کہ میں تیرے ساتھ ایسا ایسا سلوک کروں، البتہ میں ایسا کروں گا نہیں، لیکن قفال کا یہ جواب بھی ضعیف قرار دیا گیا ہے کیونکہ اس آیت سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ قتل عمد کی سزا یہ ہے اور دوسرا آیات سے یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مستحقین تک وہ سزا ضرور پہنچائے گا، چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے ''جو شخص کوئی برائی کرے گا، اسے اس کا بدلہ دیا جائے گا۔'' ❶ اسی طرح ارشاد ہے ''جو شخص ذرہ برابر بھی برائی کا کام کرے گا، وہ اسے دیکھ لے گا۔'' ❷ بعض حضرات نے اس اعتراض کا جواب یہ دیا ہے کہ ان دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ جب تک اس کی معافی نہ ہو جائے اور اس کی دلیل یہ ارشاد ربانی ہے ''شرک کے علاوہ جس گناہ کو اللہ چاہے گا اور جسے چاہے گا، معاف فرما دے گا۔'' ❸ اور مذکورہ دونوں آیتوں کا مطلب یہ ہے کہ یہ سزا شرط پر مرتب ہوگی اور ترتب سے وقوع لازم نہیں آتا، اسی طرح اس آیت میں بھی یہی مراد ہے کہ جہنم میں ہمیشہ رہنے کی سزا قتل عمد پر مرتب ہوگی لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ سزا وقوع پذیر بھی ہو، مثال کے طور پر اگر آپ کسی آدمی سے یوں کہیں کہ اگر تم میرے پاس آؤ گے تو میں تمہارا اکرام کروں گا، اس جملے سے آپ کی یہی مراد ہوتی ہے کہ اکرام ''آنے'' پر مرتب ہوگا، اور جب وہ آدمی آ جاتا ہے تو کبھی اس کا اکرام ہوتا ہے اور کبھی نہیں ہوتا، یہ جواب میرے بیان کردہ جواب کے قریب تر ہے، اس لیے یہ واحدی وغیرہ کے قول کا جواب بھی بن سکتا ہے۔

پھر میری نظر سے امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کا جواب بھی گزرا جو میرے ذکر کردہ پہلے جواب کی طرف ہی لوٹتا ہے اور وہ یہ کہ اس آیت کی دو جگہوں میں تخصیص کی گئی ہے، ایک یہ کہ اگر قتل عمد ظلماً نہ ہو مثلاً قصاص کے لیے ہو تو اس میں یہ وعید یقیناً نہیں ہے اور دوسری یہ کہ اگر قتل عمد ظلماً کیا گیا ہو اور قاتل اس سے توبہ کر لے تب بھی یہ وعید متوجہ نہیں ہوگی، جب ان دو جگہوں اور صورتوں میں تخصیص ہو سکتی ہے تو پھر معافی کی صورت میں بھی یہ تخصیص ہو سکتی ہے اور اس کی دلیل بھی سورۂ نساء کی آیت نمبر ۴۸ ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ جواب ہی محل نزاع ہے کہ آیا قاتل کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ اور اللہ تعالیٰ اسے

---

❶ النساء: ١٢٣ ❷ الزلزال: ٨.
❸ النساء: ٤٨.

معاف کرے گا یا نہیں؟ پھر یہ جواب کیسے صحیح ہوسکتا ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ جب سنت سے اس کی تصریح مل جاتی ہے تو پھر آیت مبارکہ کو اسی پر محمول کرنا ضروری ہے، اور اس کے مخالفین کی طرف توجہ نہ کی جائے کیونکہ ان کا شبہ بہت کمزور اور طریقہ بہت بودا ہے۔

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سات مہلک چیزوں سے بچو، ان چیزوں میں نبی علیہ السلام نے شرک اور جادو کے بعد تیسرے نمبر پر کسی کو ناحق قتل کرنے کا ذکر فرمایا ہے، یہ روایت مکمل طور پر پہلے کئی مرتبہ گزر چکی ہے، نیز شیخین ہی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا اللہ کے ساتھ شرک، والدین کی نافرمانی اور کسی کو قتل کرنا۔ نیز شیخین ہی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام سے پوچھا کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک قرار دو، حالانکہ اسی نے تمہیں پیدا کیا ہے، میں نے عرض کیا کہ یہ تو واقعی بہت بڑا گناہ ہے، اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کہ تم اپنے بچوں کو اس ڈر سے قتل کر دو کہ وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائیں گے، میں نے پوچھا اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کہ تم اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرو، اور تمام کتب حدیث میں یہ روایات موجود ہیں کہ نبی علیہ السلام نے قتل کو کبیرہ گناہوں میں شمار فرمایا ہے جیسا کہ پیچھے بھی کئی مرتبہ گذرا۔ اسی طرح امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مومن اس وقت تک اپنے دین کے اعتبار سے گنجائش اور کشادگی میں رہتا ہے جب تک وہ ناجائز قتل کا ارتکاب نہ کرے۔ ❶ اس حدیث کے راوی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان تباہ کن چیزوں میں سے ''جن سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں ملتا'' ایک چیز یہ بھی ہے کہ انسان اپنے آپ کو کسی کے قتل ناحق میں مبتلا کر لے۔ ابن حبان نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک پوری دنیا پر زوال آ جانا ایک مومن کو ناحق قتل کرنے سے بہت معمولی بات ہے، بیہقی اور اصبہانی نے اس پر یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر سارے آسمانوں اور ساری زمینوں میں رہنے والے لوگ ایک مومن کے قتل میں شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو جہنم میں داخل کر دے۔

ابن ماجہ نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام کو دیکھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کرتے جا رہے ہیں اور کہتے جا رہے ہیں کہ اے کعبہ! تو کتنا پاکیزہ ہے، تیری مہک کتنی عمدہ ہے، تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، اللہ کے نزدیک ایک مسلمان کی جان و مال کی حرمت تیری حرمت سے زیادہ عظیم ہے۔ ❷ بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے دور سعادت میں ایک آدمی مقتول حالت میں پایا گیا، یہ معلوم نہ ہو سکا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟ تو نبی علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور فرمایا اے لوگو! ایک آدمی کو قتل کر دیا جاتا ہے حالانکہ ابھی تو میں تمہارے درمیان موجود ہوں، اور پتہ نہیں چل پاتا کہ اسے کس نے قتل کیا ہے؟

---

❶ صحيح بخاري، الديات: ١ ـ مسند احمد: ٢/٩٤.

❷ ابن ماجه: ٢٩٣٢.

یاد رکھو! اگر کسی ایک مسلمان کو قتل کرنے میں آسمان و زمین والے سب شریک ہو جائیں تو اللہ ان سب کو عذاب دے، الا یہ کہ وہ جو چاہے کرے۔ ابن ماجہ اور اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مومن کے قتل پر قاتل کی معاونت اور مدد کرے خواہ ایک کلمے کے کسی حصے کے برابر ہی ہو، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ''اللہ کی رحمت سے مایوس۔'' ❶ اصبہانی نے سفیان بن عیینہ کا یہ قول بھی زائد نقل کیا ہے کہ مثلاً کوئی شخص قاتل سے ''اُقتل'' (اسے قتل کردو) کہنے کی بجائے صرف لفظ ''اق'' کہہ دے، یہ ہے کلمہ کے حصے کے برابر کا مطلب، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے جس شخص کے لیے ممکن ہو کہ اس کے اور جنت کے درمیان کسی مسلمان کا ایک مٹھی بھر خون بہانا بھی حائل نہ ہو، جیسے مرغی کو ذبح کر دیا جاتا ہے تو ایسا ہی کرے، ورنہ وہ جنت کے جس دروازے پر بھی پہنچے گا اس کے اور جنت کے درمیان اللہ تعالیٰ خود حائل ہو جائے گا اور تم میں سے جس شخص کے لیے ممکن ہو، وہ اپنے پیٹ میں صرف حلال چیز ہی پہنچائے کیونکہ انسان کے جسم میں سب سے پہلے جس عضو سے بدبو آئے گی، وہ اس کا پیٹ ہوگا، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دنیا میں جس شخص کو بھی ناحق قتل کیا جاتا ہے، اس کا گناہ حضرت آدم علیہ السلام کے پہلے بیٹے پر بھی برابر کا ہوتا ہے کیونکہ وہی پہلا شخص تھا جس نے قتل کا رواج ڈالا تھا۔ ❷ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ لوگوں کے درمیان قیامت کے دن سب سے پہلے قتل کے مقدمات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ❸ نسائی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ انسان کا سب سے پہلے جس چیز میں حساب لیا جائے گا، وہ اس کی نماز ہوگی اور لوگوں کے درمیان سب سے پہلے مقدماتِ قتل کا فیصلہ کیا جائے گا۔ ❹ ان دونوں حدیثوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ حقوق اللہ میں سب سے پہلے انسان سے نماز کا حساب لیا جائے گا کیونکہ اس کی تاکید سب سے زیادہ ہے اور حقوق العباد میں سب سے پہلے قتل کے مقدمات کا فیصلہ ہوگا کیونکہ وہ حقوق العباد میں اہم ترین حق ہے۔ نسائی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر گناہ کے متعلق امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دے گا، سوائے اس آدمی کے جو کفر کی حالت میں مر جائے، یا وہ شخص جو کسی مومن کو عمداً قتل کر دے۔ ❺ ترمذی اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا قاتل کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے اس سوال پر اپنے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کیا کہہ رہے ہو؟ اس نے پھر اپنا سوال دہرایا، دو تین مرتبہ اسی طرح ہوا، بالآخر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن مقتول اس حال میں آئے گا کہ اس نے ایک ہاتھ میں اپنا سر لٹکایا ہوا ہوگا اور دوسرے ہاتھ سے اپنے قاتل کا

---

❶ ابن ماجه، الديات: ١.

❷ صحيح بخاري، الجنائز: ٣٣ـ صحيح مسلم، القسامة: ٢٧.

❸ صحيح بخاري، الديات: ١ـ صحيح مسلم، القسامة: ٢٨.

❹ نسائي، التحريم: ٢. ❺ نسائي، التحريم: ١.

گریبان پکڑے ہوئے ہوگا، اس کی رگوں سے خون بہہ رہا ہوگا، اسی حال میں چلتے ہوئے وہ عرش کے پاس پہنچے گا اور رب العالمین سے عرض کرے گا کہ اس نے مجھے قتل کیا تھا، اللہ تعالیٰ قاتل سے فرمائے گا تو برباد ہو، پھر اسے جہنم کی طرف لے جایا جائے گا۔ ❶ طبرانی کی روایت میں مقتول کے اس سوال کا بھی تذکرہ ہے کہ پروردگار! اس سے پوچھ کہ اس نے مجھے کیوں قتل کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ کے استفسار پر وہ جواب دے گا کہ میں نے اسے اس لیے قتل کیا تھا تاکہ فلاں آدمی کے لیے عزت ثابت ہو جائے اس سے کہا جائے گا کہ عزت تو اللہ ہی کے لیے ہے۔

ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب صبح ہوتی ہے تو ابلیس اپنے لشکروں کو پھیلا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ آج جو شخص کسی مسلمان کو رسوا کر کے آئے گا میں اسے تاج پہناؤں گا، چنانچہ ایک شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں مسلسل ایک آدمی کے پیچھے پڑا رہا حتیٰ کہ اس نے اپنی بیوی کو طلاق دے دی، ابلیس کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ پھر شادی کر لے، دوسرا آ کر کہتا ہے کہ میں مسلسل ایک آدمی کے پیچھے پڑا رہا حتیٰ کہ اس نے اپنے والدین کی نافرمانی شروع کر دی، ابلیس کہتا ہے کہ ہوسکتا ہے وہ ان کا فرمانبردار ہو جائے، تیسرا آ کر کہتا ہے کہ میں مسلسل ایک آدمی کے پیچھے لگا رہا حتیٰ کہ اسے شرک پر لگا دیا، ابلیس کہتا ہے کہ تو تو ہی ہے یعنی بڑے کام کا آدمی ہے، پھر ایک اور شیطان آ کر کہتا ہے کہ میں مسلسل ایک آدمی کے پیچھے لگا رہا حتیٰ کہ اس نے ایک آدمی کو قتل کر دیا، شیطان کہتا ہے کہ تو تو ہی ہے اور پھر اسے تاج پہنا دیتا ہے۔ ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو قتل کرتا ہے اور اسے قتل کر کے خوش ہوتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کرے گا۔ ❷ قتل کر کے خوش ہونے کا مطلب بعض محدثین نے یہ بیان کیا ہے کہ فتنے کے دور میں کسی آدمی کو قتل کر دے، اپنے آپ کو ہدایت پر سمجھے اور اللہ تعالیٰ سے اس پر معافی کا طلب گار نہ ہو۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم سے ایک گردن نکلے گی اور کہے گی کہ آج مجھے تین قسم کے لوگوں پر مسلط کیا گیا ہے، ہر سرکش ظالم، اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود بنانے والا اور کسی کو ناحق قتل کرنے والا، چنانچہ وہ ان سب کو لپیٹ کر جہنم میں پھینک دے گی۔ ❸ یہ مضمون بزار اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی معاہد یعنی ذمی کو قتل کر دے، وہ جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا، حالانکہ جنت کی مہک چالیس سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ ❹ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ اس پر جنت کو حرام قرار دے گا۔ ❺ نسائی کی روایت میں ستر سال کی مسافت کا ذکر ہے، اور ابن حبان کی روایت میں پانچ سو سال کی مسافت کا ذکر ہے، یہ فرق انسانوں کے مراتب اور درجات کے اعتبار سے ہوسکتا ہے، جب کسی ذمی کے قتل کا یہ حکم ہے تو پھر ایک مسلمان کو قتل کرنے کا حکم آپ خوب سمجھ سکتے ہیں۔

---

❶ ترمذی، تفسیر سورۃ: ٤، باب ١٥.
❷ الترغیب والترھیب: ٢٩٧/٣.
❸ مسند احمد: ٢/ ٣٣٦.
❹ صحیح بخاری، الجزیة: ٥.
❺ ابوداود، الترجل: ٢٠.

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا احادیث صحیحہ کی تصریحات سے آپ معلوم کر چکے ہیں، اسی وجہ سے فقہاء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قتل عمد میں قصاص ہی اس کی سزا ہے، البتہ اس میں علماء کی مختلف آراء ہیں کہ شرک کے بعد اکبر الکبائر کون سا گناہ ہے؟ بعض حضرات بدکاری کو قرار دیتے ہیں لیکن صحیح بات جو نصوص سے ثابت ہے، وہ یہ ہے کہ شرک کے بعد سب سے بڑا گناہ قتل ہے اور میں نے شبہ عمد کو بھی اس میں جو شمار کیا ہے تو اس کی تصریح شریح رویانی اور ہروی نے کی ہے اور ہروی کے الفاظ یہ ہیں کہ کبیرہ گناہ کی تعریف میں چار چیزیں ہیں، ایک یہ کہ جو حد یا قتل یا قدرت من الفعل کو واجب کر دے اور شبہ کی وجہ سے سزا ساقط ہو جائے گی اور وہ ارادۂ قتل کرنے والا ہوگا۔

جلال بلقینی ''یا قتل'' کا معنی قصاص بیان کرتے ہیں کیونکہ حد تو صرف ڈاکے کی صورت میں قتل کی ہے اور ''یا قدرت'' سے اشارہ اس بات کی طرف ہے کہ شبہ عمد میں کبیرہ کا نام ہونے کے اعتبار سے قتل کا فعل شامل ہے، کیونکہ وہ اس فعل پر قادر ہوتا ہے، بخلاف قتل خطا کے کہ اس میں قاتل اپنے اختیار سے قتل نہیں کرتا، اسی طرح قتل کی وہ صورت جس میں شبہ کی وجہ سے قصاص ساقط ہو جائے، وہ بھی گناہ کبیرہ ہے، کیونکہ قصاص کا ساقط ہونا کسی مانع کی وجہ سے ہی ہوتا ہے۔ اس سے پہلے ہروی یہ بھی کہہ چکے ہیں کہ انسان کے ''عادل'' ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ وہ ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرے جو حدود کو واجب کر دیتے ہیں مثلاً چوری، زنا اور ڈاکہ یا اسے قتل کے فعل پر قدرت ہو اگر چہ شبہ یا عدم احتیاط کی وجہ سے حد ساقط ہو جائے، اسی طرح ناحق قتل عمد اور شبہ عمد، امام رافعی رحمہ اللہ نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے۔

اور نبی علیہ السلام کا یہ جو فرمان ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے آمنے سامنے آ جائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، کسی نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قاتل کی بات تو سمجھ میں آ جاتی ہے، مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا دراصل وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ [1] امام خطابی رحمہ اللہ اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ وہ کسی معقول وجہ کی بنیاد پر قتال نہ کر رہے ہوں بلکہ بغض، عداوت، تعصب یا دنیا طلبی کی خاطر قتال کر رہے ہوں، باقی جو شخص باغیوں سے اس صفت کے مطابق قتال کرتا ہے جس پر ان سے قتال کرنا واجب ہے، اور کسی کو قتل کر دیتا ہے یا اپنا اور اپنے اہل خانہ کا دفاع کرتا ہے تو وہ اس وعید میں داخل نہ ہوگا، کیونکہ اسے اپنے دفاع کا حکم دیا گیا ہے جس میں دوسرے کو قتل کرنے کا ارادہ شامل نہ ہو، آپ حدیث کے ان الفاظ پر غور کیجئے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا، اور جو شخص باغیوں سے یا ڈاکوؤں سے قتال کرتا ہے، وہ انہیں قتل کرنے پر حریص نہیں ہوتا، وہ تو صرف اپنا دفاع کرتا ہے، اگر باغی یا ڈاکو باز آ جائے تو وہ رک جاتا ہے لہٰذا اس حدیث کا حکم ان لوگوں کو شامل نہیں ہے۔

---

[1] صحیح بخاری، الایمان: ۲۲۔ صحیح مسلم، الفتن: ۸۴.

۳۱۴۔خودکشی کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اپنے آپ کو قتل نہ کرو، بے شک اللہ تم پر بڑا مہربان ہے، جو شخص سرکشی کے اور ناحق طور پر ایسا کرے گا، عنقریب ہم اسے جہنم واصل کر دیں گے اور یہ بات اللہ پر بہت آسان ہے۔'' ❶ یعنی ایک دوسرے کو قتل نہ کرو، اسے اپنے آپ کو قتل کرنے سے تعبیر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے مسلمان ایک جان کی طرح ہیں، اور دوسری وجہ یہ ہے کہ اہل عرب جب ایک دوسرے کو قتل کرتے ہیں تو یوں کہتے ہیں کہ رب کعبہ کی قسم! ہمیں قتل کر دیا گیا، یا پھر حقیقتاً اس آیت مبارکہ میں انسان کو خودکشی سے ہی منع کیا گیا ہے اور یہی اس کا ظاہری معنی ہے گو کہ پہلا معنی بھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور دیگر بہت سے حضرات سے منقول ہے اور اس دوسرے معنی کی تصریح مجھے یوں دستیاب ہوئی کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کو غزوۂ ذات السلاسل میں رات کو سوتے ہوئے غیر اختیاری طور پر وجوب غسل کی کیفیت لاحق ہوگئی، سردی کی وجہ سے انہیں غسل کرنے میں ہلاکت کا اندیشہ ہوا تو انہوں نے تیمّم کر کے اپنے ساتھیوں کو نماز فجر پڑھا دی، پھر بعد میں نبی علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نے وجوب غسل کی حالت میں اپنے ساتھیوں کو نماز پڑھا دی؟ انہوں نے اپنا عذر بیان کیا اور استدلال کرتے ہوئے عرض کیا کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اپنے آپ کو قتل نہ کرو، اللہ تم پر بڑا مہربان ہے، اس پر نبی علیہ السلام ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا، یہ حدیث اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے اس آیت کا مطلب خودکشی ہی سمجھا تھا، کسی دوسرے کو قتل کرنا اس کی مراد شمار نہیں کیا تھا اور پھر نبی علیہ السلام نے بھی ان کی اس رائے پر کوئی نکیر نہیں فرمائی تھی۔

بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ مومن میں جب تک ایمان کی صفت موجود ہے اسے خودکشی کرنے سے روکنا جائز نہیں ہے کیونکہ اس کا ایمان خود اس بات کی پناہ گاہ ہے کہ وہ خودکشی نہ کرے اس لیے کہ اسے پھیرنے والی چیز یعنی شدید تکلیف اور انتہائی مذمت موجود ہے، لہٰذا اس سے روکنے کا کوئی فائدہ ہی نہیں ہے، یہ ممانعت تو ان لوگوں کے لیے ہے جو خودکشی میں ہندوانہ عقیدہ رکھتے ہیں اور مومن کا وہ عقیدہ نہیں ہوتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ''پناہ گاہ'' والی جو بات کہی گئی ہے، یہ درست نہیں ہے بلکہ کئی مرتبہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان مومن ہونے اور اس کی قباحت کا علم رکھنے کے باوجود اتنے غموں اور پریشانیوں کا شکار ہو جاتا ہے کہ اس کے لیے خودکشی کرنا آسان ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے آپ دیکھتے ہیں کہ آئے روز مسلمان خودکشی کرتے رہتے ہیں، یا پھر اس آیت کی یہ مراد ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرو جس سے تمہیں قتل کرنا واجب ہو جائے مثلاً شادی شدہ ہونے کے باوجود بدکاری کرنا، اور مرتد ہو جانا وغیرہ، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرمایا کہ وہ اس امت پر بڑا مہربان ہے، اس مہربانی کا یہ حصہ ہے کہ اس نے انہیں ہر اس کام سے منع کر دیا ہے جس سے انہیں کوئی مشقت یا تکلیف اٹھانی پڑتی ہے اور خود اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ان مشکل اور سخت احکام کا مکلف نہیں بنایا جن کا پہلی امتوں کو مکلف بنایا تھا، چنانچہ اس امت کے لوگ اگر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرنے لگیں تو اس نے انہیں اپنے آپ کو قتل کرنے کا ویسا حکم نہیں دیا جیسا کہ بنی اسرائیل کو حکم دیا تھا ''تم اپنے خالق کے سامنے

---

❶ النساء: ۲۹۔۳۰.

توبہ کرو اور اپنے آپ کو قتل کرو، یہی تمہارے حق میں تمہارے خالق کے نزدیک بہتر ہے۔'' ❶ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور آن واحد میں ستر ہزار لوگ قتل ہو گئے۔

''اور جو شخص ایسا کرے گا'' میں اشارہ خودکشی کی طرف ہے جس پر یہ شدید وعید مرتب ہوگی، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ اکل بالباطل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اسی آیت میں اس کا بھی ذکر ہے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سورت کے شروع میں اللہ نے جتنی چیزوں کی ممانعت فرمائی ہے، یہاں تک وہ سب اس آیت میں مراد ہیں۔ طبرانی کی بھی یہی رائے ہے پھر اس آیت میں بیان کردہ وعید کو عدوان اور ظلم کی قید سے مقید کیا گیا ہے تاکہ سہواً اور غلطی سے کیا جانے والا کام اس سے نکل جائے، اسی طرح ناواقفی بھی ''جو درجہ عذر میں آتی ہو'' خارج ہو جائے۔ ان دونوں لفظوں (عدوان اور ظلم) کا معنی تو قریب قریب ہی ہے لیکن لفظی فرق کی وجہ سے یہ دونوں لفظ آیت میں لائے گئے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے حضرت یعقوب علیہ السلام نے ''بث اور حزن'' دو لفظ بولے، اسی طرح شاعر نے ''کذب اور مین'' دو لفظ بولے جن کا ایک ہی معنی ہے، لفظی فرق عدوان اور ظلم میں یہ ہے کہ عدوان کا معنی ہے حد سے تجاوز کرنا، اور ظلم کا معنی ہے کسی چیز کو غیر محل میں رکھنا۔

شیخین وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص پہاڑ سے اپنے آپ کو گرا کر خودکشی کر لے، وہ جہنم کی آگ میں ہمیشہ ہمیش اسی طرح اپنے آپ کو پہاڑ کی چوٹی سے گراتا رہے گا، جو شخص زہر پھانک کر خودکشی کر لے، اس کا زہر اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش پھانکتا رہے گا، اور جو شخص کسی دھاری دار آلے سے اپنے آپ کو قتل کر لے، اس کا وہ آلہ اس کے ہاتھ میں ہوگا جسے وہ جہنم میں ہمیشہ ہمیش اپنے پیٹ میں گھونپتا رہے گا۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنا گلا گھونٹ کر خودکشی کر لے وہ جہنم میں اپنا گلا گھوٹتا رہے گا، جو شخص اپنے آپ کو نیزہ مار کر خودکشی کر لے، وہ جہنم میں بھی اپنے آپ کو نیزہ مارتا رہے گا، اور جو شخص بے سوچے سمجھے خودکشی کر لے، وہ جہنم میں بھی ایسا کرتا ہے گا۔ ❸ شیخین نے حسن بصری رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ حدیث نقل کی ہے کہ ہمیں حضرت جندب بن عبداللہ نے اس مسجد میں یہ حدیث سنائی تھی، ہم اس میں سے کچھ بھولے ہیں اور نہ ہی ہمیں یہ اندیشہ ہے کہ جندب نے نبی علیہ السلام کی طرف جھوٹی نسبت کی ہوگی، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ ایک آدمی زخمی ہو گیا تو اس نے خودکشی کر لی، اللہ نے فرمایا میرے بندے نے اپنی جان کے معاملے میں جلد بازی سے کام لیا، میں نے اس پر جنت کو حرام قرار دے دیا ہے۔ ❹ یہ مضمون امام مسلم رحمہ اللہ نے الفاظ کے معمولی ردوبدل کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، اور ابن حبان نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس کی نماز جنازہ پڑھانے سے انکار فرما دیا۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اسلام کے علاوہ کسی اور دین وملت پر قسم اٹھاتا ہے اور عمداً اس میں جھوٹ بولتا

---

❶ البقرة: ٥٤.

❷ صحيح مسلم، الايمان: ١٧٥ـ ترمذي، الطب: ٧.

❸ صحيح بخاري، الجنائز: ٨٣. مسند احمد: ٢/ ٤٣٥.

❹ صحيح بخاري، الجنائز: ٨٣.

ہے تو وہ ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے اس نے کہا ہوتا ہے اور جو شخص کسی چیز سے خودکشی کر لیتا ہے، اسے قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا، انسان پر اس چیز کی منت نہیں ہوتی جس کا وہ مالک نہ ہو، اور مسلمان پر لعنت کرنا اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور جو شخص کسی مسلمان پر کفر کی تہمت لگائے تو یہ اسے قتل کرنے کی طرح ہے اور جو شخص اپنے آپ کو خود ہی کسی چیز سے ذبح کر لے، اسے قیامت کے دن اسی چیز سے عذاب دیا جائے گا۔ ❶ یہ مضمون ترمذی نے بھی نقل کیا ہے، شیخین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کی مشرکین سے جنگ ہوئی، نبی علیہ السلام کے صحابہ رضی اللہ عنہم میں ایک آدمی ایسا بھی تھا جو نہایت بے جگری کے ساتھ لڑ رہا تھا اور ساتھ ساتھ اپنے ہمراہیوں کی بھی مدد کرتا تھا، جنگ سے فارغ ہو کر جب دونوں لشکر واپس ہوئے تو لوگ کہنے لگے کہ آج فلاں شخص نے جیسا مقابلہ کیا ہے، ہم میں سے کسی نے اس طرح مقابلہ نہیں کیا ہے، نبی علیہ السلام نے یہ سن کر فرمایا آگاہ ہو جاؤ کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے، لوگ کہنے لگے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر یہ شخص بھی اہل جہنم میں سے ہے تو پھر ہم میں سے کون جنتی ہوگا؟ حاضرین مجلس میں سے ایک آدمی نے کہا کہ میں اب ہمیشہ اس کے ساتھ رہوں گا (تا کہ پتہ چل سکے کہ نبی علیہ السلام نے اس قدر جرأت کے ساتھ لڑنے کے باوجود اسے اہل جہنم میں کیوں شمار فرمایا؟) چنانچہ وہ اس کے ساتھ رہنے لگا، جہاں وہ رکتا یہ بھی رکتا، جب وہ تیزی کرتا تو یہ بھی تیزی کرتا، اس آدمی کا کہنا ہے کہ دوران جنگ وہ بہادر آدمی شدید زخمی ہو گیا، اس نے زخموں کو برداشت کرنے کی ہمت جب اپنے اندر نہ پائی تو اس نے اپنے ہاتھ سے اپنی تلوار اپنے سینے میں گھونپ کر خودکشی کر لی، یہ دیکھ کر اس کا ہمراہی نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے بتایا کہ کچھ دیر پہلے آپ نے جس آدمی کے متعلق فرمایا تھا کہ وہ اہل جہنم میں سے ہے، تو لوگوں کو یہ چیز بہت بھاری معلوم ہوئی تھی، میں نے لوگوں سے کہا کہ میں تمہاری طرف سے اس کا ذمہ دار ہوں، چنانچہ میں اس کی تلاش میں نکل گیا، حتیٰ کہ وہ شدید زخمی ہو گیا، اور جب اس میں زخموں کو برداشت کرنے کی ہمت نہ رہی تو اس نے خودکشی کر لی، نبی علیہ السلام نے فرمایا بعض اوقات انسان لوگوں کو اہل جنت کے اعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ وہ اہل جہنم میں سے ہوتا ہے اور بعض اوقات انسان لوگوں کو اہل جہنم کے اعمال کرتا ہوا نظر آتا ہے حالانکہ وہ اہل جنت میں سے ہوتا ہے۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح اس آیت اور اس کے بعد ذکر کی جانے والی احادیث سے ہو جاتی ہے، اور یہ ایک واضح بات ہے جس سے تعرض کرتے ہوئے میں نے کسی کو نہیں دیکھا، بظاہر اس وعید میں اس شخص کی خودکشی بھی شامل ہے جسے شریعت نے مباح الدم قرار دے دیا ہو مثلاً شادی شدہ بدکار، اور ڈاکو، جس کا قتل کیا جانا یقینی ہو، کیونکہ اگرچہ کسی شخص کے خون کو رائیگاں قرار دے دیا گیا ہو، اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ اسے خود بہا دے، بلکہ اگر کسی نے ایسا کیا تو یہ اس کے گناہ کا کفارہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ نبی علیہ السلام نے کفارے کا حکم اس شخص پر لگایا ہے جسے اس کے گناہ کی سزا دی گئی ہو، اس شخص پر نہیں جو

---

❶ صحیح بخاری، الایمان: ۷.

❷ صحیح بخاری، الجهاد: ۷۷ـ صحیح مسلم، الایمان: ۱۷۹.

اپنے آپ کو خود سزا دینے لگے۔

۳۱۵-۳۱۶۔قتل یا مقدمات قتل میں قاتل کی مدد کرنا اور اسے روکنے کی قدرت کے باوجود نہ روکنا

ابن ماجہ اور اصبہانی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی مسلمان کے قتل کے معاملے میں قاتل کی مدد کرے خواہ کلمے کے کسی حصے کے برابر ہی ہو، وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اس کی دونوں آنکھوں کے درمیان لکھا ہوگا ''اللہ کی رحمت سے مایوس'' ❶ یہ حدیث عنقریب اپنے معنی کے ساتھ گزر چکی ہے، طبرانی اور بیہقی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی آدمی ایسی جگہ پر کھڑا نہ ہو جہاں کسی شخص کو ظلماً قتل کیا جارہا ہو، کیونکہ وہاں موجود جتنے لوگ ہوتے ہیں ان سب پر اس وقت لعنت نازل ہوتی ہے جبکہ وہ اس کا دفاع نہیں کرتے۔طبرانی نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی پشت پر ناحق کوئی زخم لگاتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے ناراض ہوگا۔طبرانی ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ مومن کی پشت چراگاہ ہے الا یہ کہ اس کا کوئی حق ہو۔امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص کسی کے قتل کے موقع پر موجود نہ ہوا کرے، ہوسکتا ہے کہ مقتول مظلوم ہو، اور اس کی وجہ سے حاضرین پر بھی اللہ کی ناراضگی نازل ہو جائے۔ ❷ یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں میں سے پہلے گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح پہلی حدیث اور دوسرے کی دوسری اور بعد کی احادیث میں موجود ہے، میں نے کسی کو اس سے تعرض کرتے ہوئے بھی نہیں دیکھا بلکہ میں نے حلیمی کو اس کے برخلاف دوسری بات کہتے ہوئے دیکھا ہے، انہوں نے یہ فرمایا ہے کہ جب ظلماً کسی شخص کو قتل کرنے کے لیے قاتل کی رہنمائی کی جائے، یا قتل کو چھری پیش کی جائے تو یہ سب حرام ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس فرمان میں شامل ہے ''گناہ اور سرکشی کے کاموں میں ایک دوسرے سے تعاون نہ کرو۔'' ❸ لیکن یہ صغیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ ممانعت اس کی ذات کی وجہ سے نہیں ہے بلکہ ظلم پر تعاون کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے ہے، زیادہ سے زیادہ اس طرح وہ شخص ارادے میں شریک ہو جائے گا اور ارادہ اگر فعل کے بغیر ہو تو وہ کبیرہ گناہ نہیں ہوتا، اسی طرح کسی شخص کا دوسرے آدمی سے ''جس پر اس کی اطاعت لازم نہ ہو'' کسی کو قتل کرنے کا مطالبہ کرنا بھی کبیرہ گناہوں میں سے نہیں ہے کیونکہ اس میں بھی محض ارادہ ہے، فعل نہیں ہے، لیکن علامہ حلیمی کی یہ رائے ان کی ایک عجیب وغریب اصطلاح پر مبنی ہے جو عنقریب آئے گی۔

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ الترغیب والترهیب: ۳۰۴.

❸ المائدة: ۲.

احادیث صحیحہ اور علماء کے کلام کے موافق رائے وہی ہے جو میں نے ذکر کی ہے گو کہ پہلی روایت کو ضعیف بھی تسلیم کر لیا جائے پھر اذرعی نے بھی حلیمی پر اعتراض کیا ہے اور کہا ہے کہ حلیمی نے قتل کی طرف رہنمائی کو جو صغیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے وہ قابل اشکال ہے اور فقہاء میں سے کسی سے اس کی موافقت نہیں سنی گئی، بلکہ انہوں نے کسی معصوم آدمی کو ظلماً قتل کرنے پر رہنمائی کرنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، پھر اذرعی نے اسی حدیث کا حوالہ دیا ہے، جو ہم شروع میں ذکر کر آئے ہیں، اور آخر میں انہوں نے جو بات ذکر کی ہے، وہ بھی محل نظر ہے بالخصوص جبکہ اس شخص کے متعلق یقین یا غالب گمان ہو کہ وہ اس کی بات مان لے گا اور اس کا حکم ضرور پورا کرے گا، اس لیے درست بات وہی ہے جو میں نے ذکر کی ہے۔

۳۱۷۔ کسی مسلمان یا ذمی کو شرعی جواز کے بغیر مارنا

طبرانی نے سند جید کے ساتھ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کی پشت کو ناحق زخمی کرے، وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اسے ناراض ہوگا، نیز یہ بھی مروی ہے کہ مومن کی پشت چراگاہ ہے الا یہ کہ اس کا حق ہو، اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عذاب دے گا جو دنیا میں لوگوں کو عذاب دیتے ہیں۔ [1] ایک روایت میں یوں ہے کہ جو لوگوں پر تہمت لگاتے ہیں، لیکن پہلی روایت زیادہ عام ہے، نیز یہ بھی مروی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص ایسی جگہ پر کھڑا نہ ہو، جہاں کسی شخص کو ظلماً مارا جا رہا ہو کیونکہ اگر حاضرین اس کا دفاع نہ کریں تو ان سب پر لعنت نازل ہوتی ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو شیخین وغیرہ نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور اس شدید وعید کو دیکھتے ہوئے یہ ایک واضح بات ہے لیکن ان دونوں حضرات نے اس میں ''مسلمان'' کی قید لگائی ہے، جس پر متاخرین کی ایک جماعت نے اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ مسلمان اور ذمی میں اس حوالے سے کوئی فرق نہیں ہے، اذرعی نے بھی ''التوسط'' میں یہی کہا ہے کہ مسلمان کی قید محل نظر ہے، بالخصوص اس وقت جبکہ مضروب قریبی رشتہ دار ہو، اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ ہماری گفتگو ان لوگوں کے حوالے سے ہے جن کا ذمی ہونا معتبر اور یقینی ہو، جبکہ حلیمی نے اسے مطلقاً صغیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے کیونکہ بعض اوقات طاقت اور کمزوری کے اعتبار سے اور عزت وذلت کے اعتبار سے بھی بندے بندے میں فرق ہوتا ہے، لیکن حلیمی کی یہ بات بھی پہلی بات کی طرح ہے اور انہوں نے اس کے آخر میں ایک اور وجہ بیان کی ہے جو پہلے سے بھی زیادہ قابل اشکال ہے اور وہ یہ کہ اگر کسی شخص نے قتل کو چھوڑ کر اس سے کم درجہ چیز کو اختیار کر لیا مثلاً اسے مار کر تکلیف پہنچائی، یا کوئی ایسا زخم لگایا جس سے اس کا کوئی عضو کم نہیں ہوا، اور اس کے جسم کے منافع میں سے کوئی فائدہ معطل نہیں ہوا تو وہ کبیرہ گناہ نہیں ہوگا، ہاں! اگر اس نے یہی کام اپنے والد، والدہ یا کسی قریبی رشتہ دار سے کیا، یا حرم میں کیا، یا حرمت والے مہینے میں کیا، یا کسی مسلمان کو کمزور کرنے کے لیے کیا تو یہ گناہ کبیرہ ہے۔

---

[1] صحیح مسلم، البر: ۱۱۷۔ مسند احمد: ۳/ ۴۰۴

علامہ حلیمی کے اس قول کی بنیاد بھی وہی سابقہ وجہ ہے یعنی وہ فاحشہ، کبیرہ اور صغیرہ میں فرق کرتے ہیں اور یہ کہ ہر گناہ میں صغیرہ اور کبیرہ دونوں احتمال پائے جاتے ہیں، کبھی ایسا ہوتا ہے کہ کسی قرینے کی وجہ سے صغیرہ گناہ کبیرہ بن جاتا ہے اور کبیرہ گناہ فاحشہ بن جاتا ہے، البتہ یہ اصول کفر پر لاگو نہیں ہوتا کیونکہ وہ افحش الکبائر ہے اور اس کی کوئی نوع صغیرہ نہیں ہے، پھر انہوں نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں، مثلاً قتل کرنا گناہ کبیرہ ہے اور کسی ذی رحم کو قتل کرنا فاحشہ ہے اور اس سے نیچے ہو تو گناہ صغیرہ ہے جیسا کہ پیچھے بیان ہوا، لیکن یہ اصطلاح دیگر حضرات کی اصطلاح کے خلاف ہے لہٰذا صحیح بات یہی ہے کہ کسی معصوم الدم آدمی کو ایسی مار مارنا جو اسے شدید تکلیف پہنچائے، گناہ کبیرہ ہے۔ اذرعی نے بھی حلیمی پر اعتراض ہی کیا ہے۔

۳۱۸-۳۱۹۔ کسی مسلمان کو ڈرانا اور اسلحہ وغیرہ کے ذریعے اس کی طرف اشارہ کرنا

بزار، طبرانی، ابوالشیخ اور ابن حبان نے حضرت عامر بن ربیعہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے دوسرے آدمی سے مذاق کرتے ہوئے اس کی جوتی چھپا دی، یہ بات نبی علیہ السلام کے سامنے ذکر کی گئی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی مسلمان کو گھبراہٹ میں مبتلا نہ کیا کرو، کیونکہ کسی مسلمان کو ڈرانا ظلم عظیم ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مومن کو خوف زدہ کرے، اللہ پر حق ہے کہ قیامت کے دن کی گھبراہٹوں سے اسے مامون نہ کرے۔ طبرانی اور ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو خوفناک نظروں سے ناحق دیکھے، اللہ اسے قیامت کے دن خوفزدہ کرے گا۔ ابوداؤد اور طبرانی نے مضبوط سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے حلال نہیں ہے کہ دوسرے مسلمان کو خوفزدہ کرے۔ [1] نبی علیہ السلام نے یہ بات اس وقت ارشاد فرمائی تھی جب ایک آدمی نے دوسرے آدمی کی رسی لے لی، اس وقت وہ سو رہا تھا، جب بیدار ہوا تو وہ رسی نہ پا کر گھبرا گیا، اسی طرح ابوداؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کا سامان کھیل تفریح اور ہنسی مذاق میں بھی نہ لے۔ [2] امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کی طرف دھاری دار اسلحے سے اشارہ کرے تو فرشتے اس پر لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے باز آ جائے، گو کہ وہ اس کا حقیقی بھائی کیوں نہ ہو۔ [3] شیخین کی یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے کے سامنے آ جاتے ہیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جاتے ہیں۔ [4] اس طرح شیخین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص اپنے بھائی کی طرح اسلحے سے اشارہ نہ کرے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ شیطان اس کے ہاتھ سے اسلحہ چھین لے اور یوں وہ شخص جہنم کے گڑھے میں جا گرے۔ [5]

---

[1] ابو داود، الادب: ۸۵۔ مسند احمد: ۵/ ۳۶۲.

[2] ابو داود، الادب: ۸۵۔ مسند احمد: ٤/ ۲۲۱.

[3] صحیح مسلم، البر: ۱۲۵۔ مسند احمد: ۲/ ۲۵۶.

[4] اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

[5] صحیح بخاری، الفتن: ۷۔ صحیح مسلم، البر: ۱۲٦.

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث کی تصریحات سے ثابت ہے، اور پہلے گناہ کے حرام ہونے کی یہ صورت متعین ہے جبکہ اس بات کا یقین ہو کہ اسے گھبراہٹ میں مبتلا کرنے سے وہ اس طرح خوف زدہ ہو جائے گا جس کا تحمل عادۃً مشکل ہوتا ہے اور دوسری صورت بھی اسی پر محمول ہوگی، گو کہ میں نے کسی کو اس کا ذکر کرتے ہوئے نہیں دیکھا ہے۔

۳۲۰ تا ۳۲۳۔ جادو جس میں کفریہ کلمات نہ ہوں، اسے سیکھنا، سکھانا اور اس کا علم تلاش کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ان لوگوں نے اس چیز کی پیروی کی جو شیاطین حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں تلاوت کرتے تھے، سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا، بلکہ شیاطین کفر کرتے رہے، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے اور وہ چیز جو شہر بابل میں دو فرشتوں ہاروت اور ماروت پر نازل کی گئی تھی، وہ دونوں فرشتے یہ چیز کسی کو اس وقت تک نہیں سکھاتے تھے جب تک یہ نہ کہہ لیتے کہ ہم تو آزمائش ہیں، سو تم کفر نہ کرو، لوگ ان سے وہ چیزیں سیکھتے تھے جن کے ذریعے وہ میاں بیوی کے درمیان تفریق کرا دیتے تھے، حالانکہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر اس سے کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے تھے اور وہ ایسی چیز سیکھتے تھے جو ان کے لیے نقصان دہ تھیں، نفع بخش نہ تھیں' اور یقیناً وہ بھی جانتے تھے کہ انہوں نے جس چیز کو خرید لیا ہے، آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں ہے اور وہ بہت بری چیز ہے جس کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچ دیا ہے کاش! انہیں معلوم ہوتا۔'' ❶ ان آیات میں جادو کی قباحت اور اس کے کفر یا کم از کم گناہ کبیرہ ہونے پر واضح دلالتیں موجود ہیں، مفسرین نے ان آیات پر تفصیلی کلام کیا ہے، اس کا فائدہ عام اور تام ہونے کی وجہ سے میں اس کا خلاصہ یہاں بھی بیان کرنا چاہتا ہوں۔

چنانچہ واضح ہو کہ یہ آیت یہودیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو بعض مفسرین کے مطابق عہد نبوت کے یہودی ہیں اور بعض مفسرین کے مطابق اس سے مراد وہ جادوگر یہودی ہیں، جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں تھے، کیونکہ اکثر یہودی حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت کے منکر ہیں اور وہ انہیں دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ شمار کرتے ہیں اور اس بات کا اعتقاد رکھتے ہیں کہ ان کا ملک جادو کی وجہ سے بنا اور بڑھا تھا، زیادہ راجح یہی ہے کہ اس سے دونوں زمانوں کے یہودی مراد ہیں۔ سدی کہتے ہیں کہ پہلے ان یہودیوں نے نبی علیہ السلام کا معارضہ تورات سے کیا لیکن جب وہ قرآن کریم کے موافق ثابت ہونے لگی تو پھر وہ اس جادو کی طرف مائل ہو گئے جو آصف اور ہاروت و ماروت سے منقول ہے، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کہ ''جب ان کے پاس اللہ کی جانب سے ایک پیغمبر آ گیا، جو اس کتاب کی تصدیق کرتا ہے جو ان کے پاس موجود ہے تو اہل کتاب میں سے ایک فریق اللہ کی کتاب کو اپنے پس پشت ڈال دیتا ہے۔'' ❷ اور شیاطین سے یہاں مراد سرکش جنات ہیں کیونکہ وہی آسمانوں سے چوری چھپے باتیں سن کر آتے، اپنی طرف سے اس میں بہت سی جھوٹی باتیں ملاتے، اپنے کاہنوں کو جا کر بتاتے اور وہ انہیں کتابوں میں مدون کر دیتے اور لوگوں کو اس کی تعلیم دیتے تھے، حضرت سلیمان علیہ السلام کے دور میں اس چیز کا

❶ البقرة: ۱۰۲۔ ❷ البقرة: ۱۰۱۔

رواج بہت زیادہ عام ہوگیا، اور لوگ کہنے لگے کہ جنات غیب کی باتوں کو جانتے ہیں اور یہ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام بھی جادو کے علم سے واقف ہیں، اور ان کی حکومت اسی کی وجہ سے مستحکم ہے، انہوں نے انسانوں، جنوں، پرندوں اور ہواؤں پر اپنا جادو کر دیا ہے جو ان کے حکم کے مطابق چلتی ہے اور سرکش جنات بھی ان کے تابع فرمان ہو گئے ہیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے بہت سے ایسے علوم ''جو خاص طور پر انہی کو عطا فرمائے گئے تھے'' اپنے تخت سلطنت کے نیچے چھپا دیئے تھے، دراصل انہیں اس بات کا اندیشہ تھا کہ ان علوم کا ظاہر ختم ہو جانے سے یہ مدفون خزانہ بھی ضائع نہ ہو جائے، ایک مدت کے بعد وہ علوم کا مدفون ذخیرہ منافقین کے ہاتھ لگ گیا اور موقع کی مناسبت سے انہوں نے درمیان درمیان میں جادو کی بہت سی چیزیں بھی لکھ دیں، جب حضرت سلیمان علیہ السلام کا وصال ہو گیا اور لوگوں کو ان کتابوں کا پتہ چلا تو ان منافقین نے لوگوں کے ذہنوں میں یہ بات بٹھا دی کہ یہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے مخصوص عمل ہیں اور وہ جس مقام تک پہنچے تھے، اس کا سبب یہی عملیات ہیں، اس جادو کی نسبت انہوں نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرف یا تو اس وجہ سے کی کہ جادو کی اہمیت لوگوں کے سامنے بڑھا چڑھا کر بیان کی جائے تاکہ لوگ اسے قبول کرلیں، یا اس وجہ سے کہ یہودیوں کا یہ کہنا تھا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کو یہ حکومت جادو ہی کی وجہ سے ملی تھی، یا اس وجہ سے کہ جب اللہ تعالیٰ نے سرکش جنات کو بھی ان کے تابع فرمان کر دیا تو ان کے ساتھ اٹھنے بیٹھنے اور بہت سے عجائبات کا استفادہ کرنے کا موقع انہیں ملا، گمان فاسد رکھنے والوں نے یہ خیال کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے ان سے جادو سیکھ لیا تھا، چونکہ یہ سحر کفر ہے اس لیے اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت ظاہر کرتے ہوئے فرمایا کہ سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا، یہ ارشاد اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ لوگ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نسبت جادو کی طرف کرتے تھے، جیسا کہ بعض یہودی پیشوا کہا کرتے تھے کہ کیا تمہیں اس بات پر تعجب نہیں ہوتا کہ محمد ﷺ یہ سمجھتے ہیں کہ سلیمان نبی تھے اور جادوگر نہ تھے۔

بیان کیا جاتا ہے کہ یہودی جادوگر یہ سمجھتے ہیں کہ انہوں نے جادو کا یہ علم حضرت سلیمان علیہ السلام سے لیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کو اس سے بری کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ تو کفر قبیح ہے جو انہوں نے اختیار کر رکھا ہے اور حضرت سلیمان علیہ السلام نے کفر نہیں کیا بلکہ شیاطین نے کفر کیا ہے۔

عربی زبان میں جادو کے لیے ''سحر'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جس کا لغوی اور لفظی معنی ہے ہر وہ چیز جو لطیف و دقیق یعنی باریک ہو، اس میں پوشیدگی کا معنی بھی پایا جاتا ہے اور اگر یہ لفظ سحر سین کے فتحہ کے ساتھ ہو تو اس کا معنی ہے غذا، یا جس کا تعلق حلق سے ہو، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے اس جملے کا یہی مطلب ہے کہ نبی علیہ السلام کا وصال میرے سحر (حلق) اور نحر (سینے) کے درمیان ہوا۔ ❶ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''کہ کافر لوگ کہتے تھے آپ پر تو جادو کر دیا گیا ہے۔'' ❷ مطلب یہ کہ آپ ان لوگوں میں سے ہیں، جو کھاتے پیتے ہیں کیونکہ آگے ان کا یہ قول بھی نقل کیا گیا ہے کہ ''آپ تو ہمارے جیسے ہی ایک انسان

---

❶ صحیح بخاری، الجنائز: ٩٦۔ صحیح مسلم، فضائل الصحابۃ: ٨٥۔

❷ الشعراء: ١٥٣۔

ہیں۔'' ❶ مطلب یہ کہ آپ بھی ہماری طرح ہی ہیں جس پر جادو کر دیا گیا ہے، اور شرعی طور پر سحر کا لفظ ہر اس امر خفی کے ساتھ خاص ہے جس کا سبب مخفی ہو اور غیر حقیقی طور پر وہ عمل ہو، اور اس میں دھوکے بازی اور نظر بندی جیسی چیزیں چلتی ہوں، جہاں بھی یہ لفظ مطلقاً بولا جائے وہ قابل مذمت ہوگا، البتہ مخصوص قیود کی موجودگی میں یہ ان چیزوں میں بھی استعمال ہوتا ہے جو نفع بخش اور قابل تعریف ہوں، اس زمرے میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی آتا ہے کہ بعض بیان جادو کا سا اثر رکھتے ہیں۔ ❷ مطلب یہ کہ متکلم اپنے حسن بیان اور بلیغ عبارتوں کے ذریعے کلام کی مشکل چیزوں کو واضح اور اس کی حقیقت کو کھول دیتا ہے اور یہ کہنا کہ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان فصاحت و بلاغت کی مذمت پر مشتمل ہے کیونکہ اسے جادو سے تشبیہ دی گئی ہے، بہت بعید از حقیقت بات ہے، اور اس قول کے قائلین نے جن چیزوں سے استدلال کیا ہے، ان میں ان کی دلیل بنتی نہیں ہے، مثلاً وہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان سے استدلال کرتے ہیں کہ ہوسکتا ہے تم میں سے بعض لوگ دوسرے لوگوں سے زیادہ وضاحت کے ساتھ اپنی حجت بیان کر سکتے ہوں۔ ❸ اسی طرح نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ان کا متدل ہے کہ تم میں سے میرے نزدیک سب سے زیادہ مبغوض وہ شخص ہے جو لمبا چوڑا کلام کرنے والا اور اسے دہرانے والا ہو۔ ❹ البتہ یہ صحیح ہے کہ مذکورہ حدیث کے راوی امام شعبی اور صعصعہ بن صوحان رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جہاں تک نبی علیہ السلام کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ بعض بیان جادو ہوتے ہیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک آدمی حق پر ہو، دوسرا آدمی حقدار سے زیادہ چرب لسان ہو اور اپنی حجت واضح طور پر پیش کر کے لوگوں پر جادو کر دے اور اس کا حق چھین کر لے جائے، علماء بلاغت اور زبان دانی کی تعریف بھی اس وقت تک کرتے ہیں جب تک وہ باطل کو حق کی صورت میں اجاگر نہ کرے، اب اگر اس حدیث کا پہلا مطلب لیا جائے کہ اس میں حق پر مبنی فصاحت کی تعریف کی گئی ہے تو اس حدیث میں حق بات کو واضح کرنے والی چیز کو جادو کا نام دیا گیا ہے، اور جادو سے مراد اظہار خفا ہے، وہ معنی مراد نہیں ہے جس پر سحر کا لفظ دلالت کرتا ہے یعنی اخفاء ظاہر، کیونکہ اتنی مقدار تو محض دلوں کو راغب کرنے کے لیے ہوتی ہے اور اس اعتبار سے یہ سحر کے مشابہہ ہوگی کہ اس سے بھی دلوں کو اپنی طرف مائل کیا جاتا ہے، نیز جادو کے ساتھ اس کی مشابہت کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ قادر الکلام فصیح و بلیغ آدمی بسا اوقات اچھے کو برا اور برے کو اچھا بنانے پر بھی قادر ہوتا ہے جیسا کہ جادو میں ہوتا ہے۔

اس مسئلے میں علماء کی مختلف آراء ہیں کہ آیا سحر کی کوئی حقیقت ہوتی ہے یا یہ محض ایک تصوراتی، تخیلاتی اور توہماتی چیز ہے؟ چنانچہ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ ایک تخیلاتی چیز ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے'' جادوگروں کے جادو کی وجہ سے انہیں یوں متخیل ہوا کہ وہ لاٹھیاں اور رسیاں دوڑ رہی ہیں'' ❺ جبکہ جمہور علماء کی رائے'' جس پر احادیث بھی دلالت کرتی ہیں اور وہی زیادہ صحیح رائے ہے'' یہ ہے کہ سحر کی حقیقت ہوتی ہے کیونکہ ایک ملعون یہودی جادوگر لبید بن اعصم نے نبی علیہ السلام پر جادو کر دیا تھا، نبی علیہ السلام نے وحی کی روشنی میں بئر ذروان سے وہ چیزیں نکالنے کا حکم دیا جن پر جادو کیا گیا تھا، انہیں نکالا

---

❶ الشعراء: ١٥٤.

❷ صحيح بخاري، الطب: ٥١ - صحيح مسلم، الجمعة: ٤٧.

❸ صحيح بخاري، الشهادات: ٢٧ - صحيح مسلم، الاقضية: ٤.

❹ مسند احمد: ٢/ ٣٦٩. ❺ طٰهٰ: ٦٦.

گیا تو دیکھا کہ ان پر گرہیں لگائی ہوئی ہیں، جوں جوں گرہیں کھلتی گئیں نبی علیہ السلام کی طبیعت ہلکی ہوتی گئی حتیٰ کہ جب ساری گرہیں کھل گئیں تو نبی علیہ السلام کو یہ محسوس ہوا جیسے انہیں کسی رسی سے آزاد کر دیا گیا ہو، اسی طرح ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ اپنے پھلوں کا تخمینہ لگانے کے لیے خیبر تشریف لے گئے، وہاں یہودیوں نے ان پر جادو کر دیا اور ان کا بازو اپنی جگہ سے ہل گیا، بالآخر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہودیوں کو خیبر سے جلا وطن کر دیا، اسی طرح ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ اے ام المومنین! اگر کوئی عورت اپنے ''اونٹ'' کو رسی سے باندھ دے تو اس پر کوئی گناہ ہوگا؟ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا اس کا مطلب نہیں سمجھیں اس لیے فرما دیا کہ اس پر کوئی گناہ نہیں ہوگا، اس پر وہ عورت کہنے لگی کہ میں نے اپنے شوہر پر دوسری عورتوں سے بندش کرادی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا اس جادوگرنی کو میرے پاس سے نکالو۔

باقی رہی سورۂ طٰہٰ کی مذکورہ آیت کی توجیہ تو وہ یہ ہے کہ اس بات کے ہم بھی قائل ہیں کہ سحر کی بعض اقسام تخیلاتی بھی ہیں، اور بعض اقسام ایسی ہیں جن کی حقیقت بھی ہوتی ہے، رہی یہ بات کہ نبی علیہ السلام پر جادو کا اثر کیسے ہوگیا حالانکہ اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ''لوگوں سے آپ کی حفاظت اللہ تعالیٰ خود فرمائے گا۔'' [1] تو اس کی توجیہ یہ ہے کہ آیت میں عصمت سے مراد عصمت ایمان و قلب ہے، عصمت جسم مراد نہیں ہے، جس پر دنیوی حوادث اثر انداز ہوتے ہیں، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام پر جادو کا اثر بھی ہوا، چہرۂ مبارک بھی زخمی ہوا، اگلے دندان مبارک بھی شہید ہوئے، ان پر گندگی اور مٹی بھی پھینکی گئی، اور قریش کے لوگ انہیں ستاتے بھی رہے، یا پھر عصمت سے مراد یہ ہے کہ نفس کی حفاظت کی جائے گی، ان عوارض سے حفاظت مراد نہیں ہے جو جسم کو عارض ہوتے ہیں، یہ دوسری توجیہ زیادہ راجح ہے بلکہ یہی درست ہے کیونکہ اس آیت کے نزول سے پہلے نبی علیہ السلام کے گھر پر صحابہ رضی اللہ عنہم چوکیداری کرتے تھے، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو نبی علیہ السلام نے یہ سلسلہ ختم کرنے کا حکم دے دیا۔

پھر سحر کی کئی قسمیں ہیں (۱) سحر کسدانیین

یہ وہ لوگ تھے جو ماضی قدیم میں ستاروں کی پوجا کرتے تھے اور یہ سمجھتے تھے کہ نظام عالم کی تدبیریں ستارے ہی کرتے ہیں، انہی سے خیر اور شر کے مظاہر کا صدور ہوتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام انہی لوگوں کی طرف مبعوث ہوئے تھے، تاکہ ان کے نظریات کا بطلان اور تردید واضح کرسکیں، یہ لوگ تین فرقوں میں بٹے ہوئے تھے۔

الف: وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ افلاک وکواکب واجب الوجود ہیں، اپنی ذات کے اعتبار سے ہر موجد، مدبر اور خالق سے بے نیاز ہیں، اور عالم کون وفساد کی تدبیر بھی یہی کرتے ہیں، یہ لوگ صابی دہریئے کہلاتے ہیں۔

ب: وہ لوگ جو افلاک کے معبود ہونے کے قائل تھے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ افلاک ہی حوادث میں اثر انداز ہوتے ہیں، چنانچہ وہ ان کی عبادت کرتے تھے، ان کی تعظیم کرتے تھے اور انہوں نے ان میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص ہیکل اور ایک معین بت بنا رکھا تھا، اور اس کی خدمت میں لگے رہتے تھے، یہ لوگ بت پرست کہلاتے ہیں۔

---

[1] المائدۃ: ٦٧

ج: وہ لوگ جو یہ سمجھتے تھے کہ ان نجوم وافلاک کا ایک فاعل مختار ہے جس نے انہیں عدم سے نکال کر وجود عطا فرمایا ہے، البتہ اس کے بعد اس فاعل مختار نے انہیں ایسی طاقت عطا فرمادی جو اس عالم میں اثر کرتی ہے اور پھر اس نے اس کائنات کا انتظام ان کے حوالے کر دیا۔

۲۔ توہم پرست اور طاقتور نفوس رکھنے والے لوگوں کا جادو۔

(۳) زمینی ارواح سے مدد مانگنا

یاد رکھیے کہ جنات کے وجود کا بعض متاخرین فلاسفہ اور معتزلہ نے انکار کیا ہے، اکابر فلاسفہ نے اس کا انکار تو نہیں کیا البتہ انہوں نے اسے زمینی ارواح کا نام دے دیا ہے جو کہ اپنی ذات کے اعتبار سے مختلف ہیں، بعض ان میں سے نیک ہیں، یہ مومن ہیں، اور بعض ان میں شریر ہیں اور یہ کفار ہیں۔

(۴) تخیلات اور نظر بندی

دراصل آنکھ میں بہت سے اخلاط کام کرتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ کشتی پر جو آدمی سوار ہوتا ہے وہ یہ سمجھتا ہے کہ کشتی اپنی جگہ رکی ہوئی ہے اور ساحل سمندر حرکت کر رہا ہے، آسمان سے برسنے والی بارش کے قطرے خط مستقیم کی طرح نظر آتے ہیں اور تیزی کے ساتھ گھمائے جانے والے نیزے دائرے کی طرح نظر آتے ہیں۔

۵۔ وہ عجیب اعمال جو مخصوص آلات کو علم ہندسہ کی نسبت سے ترکیب دینے پر ظاہر ہوتے ہیں مثلاً ایک گھوڑے کی تصویر ہو، جس کے ہاتھ میں ایک باجا ہو، جب دن کا ایک مخصوص حصہ گزر جائے تو کسی کے ہاتھ لگائے بغیر ہی اس باجے میں سے آواز آنے لگے، اس طرح رومیوں کی بنائی ہوئی وہ تصویریں جو مختلف کیفیتوں پر دلالت کرتی ہیں، مثلاً ہنسنا اور رونا، حتیٰ کہ ان تصویروں میں یہ بھی فرق کیا جا سکتا ہے کہ کون سی ہنسی خوشی کے اظہار کے لیے ہے، کون سی ہنسی شرمندگی والی یعنی کھسیانی ہے اور کون سی ہنسی دشمن کی پریشانی پر خوشی کے اظہار کے لئے ہے، فرعون کے جادوگروں کا جادو اسی زمرے میں شامل ہے، اس میں ''علم جر الاثقال'' بھی داخل ہے یعنی کسی ہلکی چیز سے کسی بھاری اور وزنی چیز کو کھینچ لینا، درحقیقت اسے سحر کے زمرے میں شمار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ یہ طے شدہ بات ہے کہ ان چیزوں کے کچھ یقینی اسباب ضرور ہوتے ہیں، جو ان کی جستجو کر کے واقف ہو جاتا ہے، وہ ایسے کام کرنے پر قادر ہو جاتا ہے۔

۶۔ ان ادویہ کے خواص سے مدد حاصل کرنا جو عقل کو زائل کر دیتی ہیں۔

۷۔ دل کو معلق کر دینا

اور وہ اس طرح کہ کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ وہ اسم اعظم جانتا ہے اور یہ کہ جنات اس کے تابع اور فرمانبردار ہیں، اگر سامع ضعیف القلب ہو اور صحیح وغلط میں امتیاز کرنے کی صلاحیت کم رکھتا ہو تو وہ اس بات کے صحیح ہونے کا اعتقاد کر لے گا اور اس کا دل اس کے ساتھ معلق ہو جائے گا، اور اس کے دل میں اس آدمی کا رعب اور خوف بیٹھ جائے گا، اس وقت ساحر اس کے

ساتھ جو چاہتا ہے کر گزرتا ہے۔

امام شافعی رحمہ اللہ سے منقول ہے کہ سحر بعض اوقات انسان کو پاگل کر دیتا ہے، بعض اوقات بیمار اور بعض اوقات قتل کر دیتا ہے، اگر کوئی شخص سحر کی وجہ سے قتل ہو جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ قاتل پر قصاص واجب قرار دیتے ہیں کیونکہ یہ شیطانی عمل ہے، جادوگر شیطان سے اس کا علم حاصل کرتا ہے اور پھر اسے دوسروں پر استعمال کرتا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ جادو کا قلبِ اعیان پر اثر ہوتا ہے، اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ صحیح ترین قول کے مطابق جادو ایک تخیلاتی چیز ہے، لیکن انسانی جسم پر اس کے اثرات ہوتے ہیں جیسے مختلف بیماریاں، موت اور جنون اور طبائع انسانی پر کلام کے بھی اثرات ہوتے ہیں، جیسے انسان کوئی ناپسندیدہ بات سنتا ہے تو اس کے چہرے کا رنگ سرخ ہو جاتا ہے، بعض اوقات اسے اس کی وجہ سے بخار بھی ہو جاتا ہے، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ کچھ لوگوں کی موت محض ایک کلام سن کر ہو گئی ہے، اس اعتبار سے جادو ان اسباب وعلل کے مرتبے میں ہے جو انسانی اجسام پر اثر کرتے ہیں، امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے علماء کا کہنا ہے یہ بات قابل تعجب نہیں ہے کہ کسی جادوگر کے ہاتھوں کوئی ایسی خرق عادت چیز ظاہر ہو جائے جو عام انسانوں کے بس میں نہ ہو مثلاً بیماری، تفریق، عقل کا زائل ہو جانا اور بازو کا ٹیڑھا ہو جانا وغیرہ۔ علماء کا یہ بھی کہنا ہے کہ سحر میں یہ بھی ناممکن نہیں ہے کہ ساحر کا جسم اتنا مضبوط ہو جائے کہ وہ ایک بانس پر کھڑا ہو جائے، باریک دھاگے پر چل سکے، ہوا میں اڑ سکے، پانی پر چل سکے اور کتے یا شیر وغیرہ پر سواری کر سکے حالانکہ جادو اس کی علت نہیں ہوتا اور نہ ہی اس کا موجب حقیقی ہوتا ہے، جادو پائے جانے کے وقت اللہ تعالیٰ ان چیزوں کو پیدا کر دیتا ہے، جیسے کھانا کھاتے وقت اللہ تعالیٰ پیٹ بھرنے اور پانی پینے کے وقت سیرابی کو پیدا کر دیتا ہے۔

سفیان نے عامر ذہبی سے نقل کیا ہے کہ ولید بن عقبہ کے پاس ایک جادوگر تھا جو رسی پر چل لیتا تھا، گدھے کی پچھلی شرمگاہ سے داخل ہو کر اس کے منہ سے نکل آتا تھا، جندب کو یہ بات پتہ چلی تو انہوں نے اپنی تلوار پکڑی اور اس جادوگر کو قتل کر دیا، ان کا پورا نام جندب بن کعب ازدی ہے، یہی وہ جندب ہیں جن کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ میری امت میں ایک آدمی ہوگا جس کا نام جندب ہوگا، وہ تلوار کا ایک ہی ہاتھ مار کر حق اور باطل میں فرق کر دے گا، علی بن مدینی کہتے ہیں کہ ان جندب سے حارثہ بن مصرف نے روایات نقل کی ہیں، بہر حال! معتزلہ نے سحر کی مذکورہ اقسام میں سے پہلی تین قسموں کا انکار کیا ہے، بعض حضرات کے بقول غالباً وہ ان اقسام اور ان کے وجود کے قائل افراد کو کافر بھی قرار دیتے ہیں، جبکہ اہل سنت والجماعت ان ساری قسموں کو جائز سمجھتے ہیں، نیز یہ کہ ساحر ہوا میں اڑ سکتا ہے، انسان کو گدھا اور گدھے کو انسان بنا سکتا ہے، البتہ وہ یہ کہتے ہیں کہ ان تمام چیزوں کا خالق حقیقی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ وہ اللہ کے حکم کے بغیر کسی کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ بات گزر چکی ہے کہ خود نبی علیہ السلام پر جادو ہوا اور وہ فرماتے تھے کہ بعض اوقات مجھے یوں محسوس ہوتا ہے جیسے میں نے کوئی بات کہہ دی ہو حالانکہ میں نے وہ بات نہیں کہی ہوتی، یا میں نے فلاں کام کر لیا ہے حالانکہ میں نے وہ کام نہیں کیا ہوتا۔

نبی علیہ السلام پر لبید بن اعصم اور اس کی بیٹیوں نے جادو کیا تھا، انہوں نے یہ جادو کنگھی کے دندانوں، بالوں اور کھجور کے ایک

خوشے میں گرہیں لگا کر کیا تھا اور یہ سب چیزیں ایک کنوئیں کی نچلی تہہ میں چھپا دیں، نبی علیہ السلام پر اس جادو کا اثر ہوا اور کافی عرصے تک یہ اثر رہا حتیٰ کہ نبی علیہ السلام نے خواب میں دو فرشتوں کو دیکھا ان میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ ان صاحب کا کیا مرض ہے؟ دوسرے نے بتایا کہ ان پر جادو کیا گیا ہے، اس نے پوچھا کہ یہ جادو کس نے کیا ہے؟ دوسرے نے بتایا کہ لبید بن اعصم نے، اس نے پوچھا یہ جادو کن چیزوں میں کیا گیا ہے؟ دوسرے نے وہ چیزیں بتا دیں، اس نے پوچھا کہ اب یہ چیزیں کہاں ہیں؟ دوسرے نے بتایا بیر ذروان میں، پھر نبی علیہ السلام نے اس کنوئیں پر جا کر یہ چیزیں نکلوائیں، اس کنوئیں کا پانی اپنا رنگ بدل چکا تھا، اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام پر جو معوذتین نازل فرمائی ہیں، وہ اس مرض کے لیے شفا کا سبب بن گئیں۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک عورت حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس آئی اور کہنے لگی کہ میں جادوگرنی ہوں، کیا میری توبہ قبول ہوسکتی ہے؟ انہوں نے پوچھا کہ تو کیسا جادو کرتی ہے؟ وہ کہنے لگی کہ میں اس جگہ پر گئی تھی جہاں ہاروت اور ماروت رہتے ہیں، میں جادو کا علم حاصل کرنا چاہتی تھی، ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ خدا کی بندی! دنیا کے اس معاملے کی وجہ سے آخرت کے عذاب کو ترجیح نہ دے، لیکن میں نہ مانی، چنانچہ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ جا کر اس راکھ پر پیشاب کرو، میں پیشاب کرنے کے لیے گئی تو اپنے متعلق غور وفکر کیا، میں نے یہ طے کیا کہ یہ کام نہیں کروں گی، میں نے ان کے پاس آ کر کہہ دیا کہ میں نے کر لیا، وہ دونوں مجھ سے کہنے لگے کہ جب تو نے پیشاب کیا تو کیا دیکھا؟ میں نے کہا کہ میں نے تو کچھ نہیں دیکھا، انہوں نے مجھ سے کہا جا، خدا سے ڈر اور یاد رکھ کہ تو نے پیشاب نہیں کیا، جب میں نے پھر بھی نہیں مانا تو انہوں نے مجھ سے کہا کہ جا کر پیشاب کرو، میں نے جا کر پیشاب کیا، اچانک میں نے دیکھا کہ میری شرمگاہ سے ایک شہسوار نکلا جو لوہے میں غرق تھا اور وہ آسمان کی طرف چڑھ گیا، میں نے ان دونوں کو آ کر یہ بات بتائی، وہ مجھ سے کہنے لگے کہ یہ تیرا ایمان تھا، جو تجھ میں سے نکل گیا ہے اور تو خوب اچھی طرح جادو سیکھ گئی ہے، میں نے پوچھا وہ کیسے؟ ان دونوں نے مجھ سے کہا کہ تو جو چاہتی ہے، اپنے ذہن میں اس کا تصور کر، وہ کام ہو جائے گا، میں نے اپنے دل میں گندم کے ایک دانے کا تصور کیا تو میرے سامنے گندم کا دانہ آ گیا، میں نے کہا فصل بن جا، وہ اسی وقت زمین میں چلا گیا اور تھوڑی ہی دیر میں خوشہ بن کر نکل آیا، میں نے اس سے کہا پس جا، اسی وقت وہ پس گیا اور روٹی بن گئی، میں جس چیز کا اپنے ذہن میں ارادہ کرتی تھی، وہی کام ہو جاتا تھا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے یہ ساری تفصیل سن کر اس سے فرمایا تیری توبہ قبول نہیں ہوسکتی۔

امام قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمام مسلمانوں کا اس بات پر اجماع ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم السلام کے ہاتھوں جو معجزات ظاہر فرمائے ہیں مثلاً ٹڈی دل کا اتارنا، جوؤں کی کثرت، مینڈکوں کی برسات، سمندر کا پھٹ جانا، عصا کا اژدھے میں تبدیل ہو جانا، مردوں کو زندہ کرنا اور گونگوں کو گویائی عطا کرنا وغیرہ، ان کا جادو سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور یہ ایسی چیزیں نہیں ہیں کہ ساحر جب بھی ان میں سے کسی کام کا ارادہ کرے تو اللہ وہ کام ضرور کر بھی دے۔ جادو اور معجزے میں فرق یہ ہے کہ جادو تو ہر وہ شخص کر سکتا ہے جو اس کا طریقہ سیکھ جائے اور ایک جماعت ہوسکتی ہے جو اسے سیکھے اور بیک وقت اس پر عمل کر سکتے ہیں، جہاں تک معجزے کا تعلق ہے تو اللہ تعالیٰ کسی دوسرے شخص کو اس کا مثل لانے اور معارضہ کرنے پر قدرت نہیں دیتا۔

امام فخر الدین رازی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ تمام محققین اس بات پر متفق ہیں کہ جادو کا علم قبیح اور ممنوع نہیں ہے کیونکہ اپنی ذات کے اعتبار سے یہ ایک معزز علم ہے اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد میں عموم ہے ''کیا وہ لوگ جو علم رکھتے ہیں اور وہ لوگ جو علم نہیں رکھتے، آپس میں برابر ہوسکتے ہیں۔'' ❶ اور اگر انسان جادو نہ جانتا ہو تو اس کے لیے یہ ممکن نہیں ہوتا کہ وہ جادو اور معجزے میں فرق کر سکے اور معجزے کے معجزہ ہونے کا علم واجب ہے اور واجب جس چیز پر موقوف ہو وہ بھی واجب ہوتی ہے لہٰذا یہ اس بات کا تقاضا کرتی ہے کہ جادو کا علم حاصل کرنا واجب ہو اور جو چیز واجب ہو، وہ حرام اور قبیح کیسے ہوسکتی ہے؟ اور بعض حضرات نے مفتی کے لیے اسے سیکھنے کے وجوب کا قول اختیار کیا ہے تاکہ اسے پتہ ہو کہ کسے قتل کیا جاسکتا ہے اور کسے نہیں؟ اور تاکہ وہ وجوب قصاص کا فتویٰ دے سکے لیکن امام رازی رحمہ اللہ کا یہ قول محل نظر ہے، بالفرض اگر اس قول کو صحیح تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ ہمارے اس قول کے منافی نہیں ہے کہ جادو سیکھنا اور سکھانا گناہ کبیرہ ہے کیونکہ جادو سیکھنے اور سکھانے کے گناہ کبیرہ ہونے میں تو کسی کو کلام ہی نہیں ہے، کلام تو اس شخص کے متعلق ہے جس نے اس کی حرمت سے واقف ہو کر یا ناواقف ہو کر یہ علم سیکھ لیا، پھر اس سے توبہ کرلی، اب اس کے پاس جادو کا جو علم ہے اور اس میں کوئی کفریہ باتیں بھی نہیں ہیں، کیا وہ اپنی ذات کے اعتبار سے قبیح ہے یا نہیں؟ بظاہر اس کی ذات میں کوئی قباحت نہیں ہے، اصل قباحت ان نتائج کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے جو اس پر مرتب ہوتے ہیں، اور وہ جو امام رازی رحمہ اللہ نے بعض حضرات کا قول نقل کیا ہے، وہ صحیح نہیں ہے کیونکہ قصاص کے وجوب یا عدم وجوب کا فتویٰ دینا جادو سیکھنے کے جواز کو مستلزم نہیں ہے کیونکہ فتویٰ تو انسان دو عادل گواہوں کی گواہی کی بنیاد پر بھی دے سکتا ہے، اسی طرح معجزے کا معجزہ ہونے کا علم بھی جادو کے علم پر موقوف نہیں ہے کیونکہ ایسا شاذ و نادر ہی ہوگا ورنہ کوئی عالم بھی جادو نہیں جانتا اس کے باوجود وہ جادو اور معجزے میں فرق پہچانتے ہیں، اور سب سے بڑا فرق تو یہی ہے کہ معجزہ میں چیلنج ہوتا ہے، جادو میں ایسا نہیں ہوتا، لہٰذا امام رازی رحمہ اللہ کا یہ قول بھی باطل ہے۔

باقی رہا خلاف عادت ہونا تو یہ ایک ایسی چیز ہے جس میں جادو اور معجزہ دونوں مشترک ہیں، البتہ ان دونوں میں فرق یہ ہے کہ معجزے کی صورت میں خرق عادت کے طور پر کسی چیز کا کسی جھوٹے مدعی نبوت کے ہاتھ پر ظاہر ہونا ممکن نہیں ہے، جیسا کہ عادۃ اللہ یہی ہے تاکہ اس منصب جلیل کی جھوٹے اور کذاب لوگوں سے حفاظت کی جاسکے، بخلاف سحر کے اور امام قرطبی رحمہ اللہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ سحر میں کوئی ایسی خصوصیت نہیں ہے کہ جب سحر پایا جائے تو اللہ وہ کام بھی کر دے اور یہ ایک یقینی بات ہے، قاضی باقلانی کہتے ہیں کہ ہم اس کے منع کا قول اجماع کی وجہ سے اختیار کرتے ہیں، اگر اجماع نہ ہوتا تو ہم اسے جائز قرار دیتے، امام قرطبی رحمہ اللہ نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرعون کے جادوگروں کی لاٹھیوں اور رسیوں کے متعلق یہ خبر دی ہے کہ وہ سانپ بن گئیں، لیکن یہ اعتراض صحیح نہیں ہے کیونکہ اجماع اس بات پر ہے کہ حقیقتاً کسی چیز میں انقلاب نہیں ہوتا، یہ تو تخیل ہے، خود اللہ تعالیٰ نے اس کے لیے یہی لفظ استعمال فرمایا ہے۔

---

❶ الزمر: ۹.

اس مسئلے میں بھی علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ آیا ساحر کو کافر قرار دیا جائے گا یا نہیں؟ یاد ہے کہ یہ اختلاف سحر کی بیان کردہ اقسام میں سے پہلی دو قسموں میں نہیں ہے کیونکہ اس بات میں تو کوئی جھگڑا ہی نہیں ہے کہ وہ شخص کافر ہے جو اس بات کا اعتقاد رکھتا ہے کہ اس کائنات میں ستارے موثر بالذات ہیں، یا یہ کہ انسان تصفیہ نفس کے ذریعے اس مقام تک پہنچ سکتا ہے کہ وہ کسی چیز میں موثر ہو سکے، تیسری قسم کو معتزلہ جائز سمجھتے ہیں، دوسرے حضرات نہیں، اس کے علاوہ جادو کی جتنی اقسام ہیں، ایک جماعت انہیں مطلقاً کفر قرار دیتی ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی براءت ظاہر کرتے ہوئے یہودیوں کے الزام کا جواب دیا ہے کہ سلیمان نے کفر نہیں کیا تھا، بلکہ شیاطین نے کفر کیا تھا، وہ لوگوں کو جادو سکھاتے تھے، ظاہری بات ہے کہ اس آیت میں انہیں جادو سیکھنے کی وجہ سے کافر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ کسی مناسب وصف پر حکم کا مرتب ہونا اس بات کی علامت ہوتی ہے کہ وہ وصف اس حکم کی علت ہے اور جو چیز کفر نہ ہو، اس کی تعلیم بھی کفر نہیں ہوتی، معلوم ہوا کہ سحر علی الاطلاق کفر ہے اور فرشتوں کا یہ قول کہ ''ہم تو آزمائش ہیں، تو کفر نہ کر'' بھی اسی چیز کا تقاضا کرتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ وغیرہ جو حضرات اس کے کفر ہونے کے قائل نہیں ہیں، وہ اس کا یہ جواب دیتے ہیں کہ حکایت حال کی سچائی کے لیے ایک صورت بھی کافی ہوتی ہے لہٰذا اس کفر کو اس شخص کے جادو پر محمول کیا جائے گا، جو ستاروں کے معبود ہونے کا عقیدہ رکھتا ہو، نیز ہمیں یہ بات بھی تسلیم نہیں ہے کہ کسی وصف پر کسی حکم کا مرتب ہونا اس کے علت ہونے کی علامت ہوتی ہے کیونکہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ ان لوگوں نے کفر کیا، اور اس کے ساتھ ساتھ جادو بھی لوگوں کو سکھاتے تھے۔

اس مسئلے میں بھی علماء کی مختلف آراء ہیں کہ آیا ساحر کی توبہ قبول ہوگی یا نہیں؟ چنانچہ پہلی دو قسموں کا حکم یہ ہے کہ اس کا اعتقاد رکھنے والا مرتد ہے اگر توبہ کر لے تو بہت اچھا، ورنہ اسے قتل کر دیا جائے گا، جبکہ امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ کی رائے یہ ہے کہ اس کی توبہ قبول نہیں ہوگی، باقی رہی تیسری قسم اور اس کے بعد کی اقسام تو اگر اس کا اعتقاد یہ ہو کہ اس کا یہ فعل مباح ہے تو اس کے اس کفر کی وجہ سے اسے قتل کر دیا جائے گا کیونکہ ایک ایسی حرام چیز کو ''جس کی حرمت پر تمام علماء متفق ہیں، اور وہ ضروریات دین میں سے ہے'' حلال سمجھنا کفر ہے، جیسا کہ بارہا مرتبہ گزرا، اور اگر اس کا اعتقاد یہ ہو کہ یہ حرام ہے تو امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک یہ جنایت ہے اگر اس جنایت کا ارتکاب اس نے کسی دوسرے کے ساتھ کیا اور اس بات کا اقرار کیا کہ عام طور پر اس سے بندہ مرجاتا ہے تو اسے قصاصاً قتل کیا جائے گا کیونکہ یہ قتل عمد ہے اور اگر یہ کہے کہ اس سے شاذ و نادر ہی کوئی آدمی مرتا ہے تو یہ شبہ عمد ہے یا اس نے غلطی سے دوسرے آدمی کی جگہ اس کا نام لے لیا تو یہ قتل خطا ہے، اور شبہ عمد اور قتل خطا دونوں صورتوں میں عاقلہ پر دیت ہوگی جبکہ ''عاقلہ'' کے لوگ اس کی تصدیق کر دیں کیونکہ ان کے خلاف اس کا اقرار معتبر نہیں ہوگا اور امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ یہ فرماتے ہیں کہ ساحر کو بہر حال قتل ہی کیا جائے گا جب کہ اس کے اقرار سے یا گواہوں کی گواہی سے اس کا ساحر ہونا معلوم ہو جائے اور اس کی اس بات کا اعتبار نہیں کیا جائے گا کہ میں جادو چھوڑتا ہوں اور اس سے توبہ کرتا ہوں، البتہ اگر وہ اس بات کا اقرار کرے کہ میں ایک عرصے تک جادو کرتا رہا ہوں، اور ایک عرصۂ دراز ہوا کہ میں اسے چھوڑ چکا ہوں تو اس کی توبہ کو قبول کر لیا جائے گا اور اسے قتل نہیں کیا جائے گا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ سے کسی نے پوچھا کہ ساحر کو مرتد کے مرتبے میں رکھ کر اس کی توبہ کو قبول کیوں نہیں کرلیا جاتا؟ تو امام صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا اس لیے کہ اس نے اپنے کفر کے ساتھ فساد فی الارض کی سعی کو بھی جمع کرلیا ہے اور جو شخص ایسا ہو، اسے بہر حال قتل ہی کیا جائے گا، امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اس بات پر بعض لوگوں نے یہ اعتراض کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے اس یہودی کو قتل نہیں کروایا تھا، جس نے ان پر جادو کیا تھا لہٰذا مومن بھی اسی طرح ہوگا کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے اہل کتاب کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو مسلمانوں کو حاصل ہیں اور ان پر وہی ذمہ داریاں ہوں گی جو مسلمان پوری کرتے ہیں، (لیکن امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی طرف سے اس کا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام کا اس یہودی کو قتل نہ کروانا ان کی رحمت وشفقت اور اخلاق کریمانہ کی دلیل ہے، خود حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا اب جبکہ اللہ نے مجھے شفا دے دی ہے، میں اسے کوئی سزا نہ دوں گا) امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ اس واقعے کو بطور دلیل پیش کرتے ہیں کہ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کی ایک باندی نے ان پر جادو کردیا تھا، لوگوں نے اسے پکڑلیا، اس نے اعتراف جرم کرلیا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے حکم پر عبدالرحمٰن بن زید نے اسے قتل کر دیا، یہ بات امیر المومنین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کو معلوم ہوئی تو انہوں نے اس پر نکیر فرمائی، چنانچہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس جا کر انہیں ام المومنین کا حکم بیان کیا، دراصل حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے نکیر اس لیے فرمائی تھی کہ ام المومنین نے ان سے اس کی اجازت نہیں لی تھی، اسی طرح امام صاحب حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اس فرمان سے بھی استدلال کرتے ہیں کہ ہر جادوگر اور جادوگرنی کو قتل کردو، چنانچہ لوگوں نے تین جادوگر قتل کردیئے، ہمارے شافعی علماء اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اگر ان دونوں دلیلوں کا ثبوت فرض کرلیا جائے تب بھی اس میں یہ احتمال موجود ہے کہ یہ قتل جادوگر کے کفر کی وجہ سے کیا گیا ہو کیونکہ سحر کی پہلی دو قسموں میں سے ایک قسم ان دونوں صورتوں میں پائی جارہی ہے اور یہ محل اختلاف نہیں جبکہ بقیہ انواع "جو کہ محل اختلاف ہیں" میں سے کوئی قسم ہونے کی دلیل موجود نہیں ہے (لیکن ظاہر ہے کہ یہ علماء بھی اپنے اس پیش کردہ احتمال پر کوئی دلیل قائم نہیں کرسکے ہیں اور واضح بات ہے کہ محض کفر کے احتمال پر کسی کو قتل کردینا صحیح نہیں)۔

تنبیہ

امام قرطبی رحمہ اللہ نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ کیا جادوگر سے جادوزدہ آدمی پر ہونے والے جادو کا حل دریافت کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ تو امام بخاری رحمہ اللہ حضرت سعید بن مسیب رحمہ اللہ کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ بعض حضرات اسے جائز قرار دیتے ہیں، مازری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی جانب ہے لیکن حسن بصری رحمہ اللہ اسے مکروہ سمجھتے ہیں، امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جھاڑ پھونک میں کوئی حرج نہیں ہے، ابن بطال نے وہب بن منبہ کی کتاب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ جس آدمی پر جادو کردیا گیا ہو، اسے چاہیے کہ سبز بیری کے سات پتے لے کر انہیں دو پتھروں کے درمیان کوٹے، پھر اس میں پانی ملائے، اور اس پر آیت الکرسی پڑھ کر پھونکے، پھر اس میں سے تین چلو پانی پی لے اور باقی ماندہ پانی سے غسل کرلے، ان شاء اللہ اس کی پریشانی دور ہو جائے گی اور یہ ایک بہترین عمل ہے۔

"وما انزل علی الملکین" اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے چار اقوال ہیں، جن میں سب سے زیادہ واضح قول

یہی ہے کہ یہ ''ما'' موصولہ ہے اور اس کا عطف سحر پر ہے اور آیت کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگوں کو جادو بھی سکھاتے تھے اور وہ چیزیں بھی جو دو فرشتوں پر نازل کی گئی تھیں، بعض حضرات نے اس ''ما'' کو نافیہ قرار دے کر مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ان دونوں فرشتوں پر جادو کی اباحت کا حکم نازل نہیں کیا گیا تھا، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ یہ ''ما'' موصولہ تو ہے لیکن اس کا عطف ''ملک سلیمان'' پر ہے کیونکہ اگر اس کا عطف سحر پر کیا جائے، تو وہ اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ سحر ان دونوں فرشتوں پر نازل کیا گیا تھا، ظاہر بات ہے کہ نازل کرنے والا اللہ ہی ہوگا، اور اللہ کی طرف اس کی نسبت جائز نہیں ہے اور جس طرح انبیاء کرام علیہم السلام میں یہ بات جائز نہیں ہے کہ انہیں جادو کی تعلیم کے لیے مبعوث کیا جائے، فرشتوں میں تو بطریق اولیٰ جائز نہ ہوگی اور اس چیز کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیسے کی جاسکتی ہے، جو کفر ہو؟ اس کی نسبت تو سرکش شیاطین کی طرف کی جاتی ہے، اس تقریر کی صورت میں آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ شیاطین نے سحر کی نسبت ملک سلیمان اور فرشتوں پر نازل ہونے والی چیز کی طرف کردی، حالانکہ ان کا ملک اور فرشتوں پر نازل ہونے والی چیزیں سحر سے بری ہیں کیونکہ ان دونوں فرشتوں پر بھی شریعت اور دین ہی کا نزول ہوا تھا، اور وہ لوگوں کو اسے قبول کرنے اور اسے مضبوطی سے تھامنے کی ترغیب دیتے تھے، اب ایک گروہ ان کی بات مان لیتا اور دوسرا اس کی مخالفت کرتا تھا۔

امام رازی رحمہ اللہ نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ ملک سلیمان پر اس کا عطف بعید از قیاس ہے، اس پر کوئی دلیل پیش کی جانی چاہیے، اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ اگر اس سحر کو نازل کرنے والا اللہ ہی ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ کسی چیز کی صفت کی تعریف کرنا کبھی تو اس کی ترغیب دینے کے لیے ہوتا ہے تاکہ مکلف اس پر عمل کریں اور کبھی اس سے نفرت دلانے کے لیے ہوتا ہے تاکہ اس سے احتراز کرسکیں، جیسا کہ بعض بزرگوں کا کہنا ہے کہ میں نے شر کو پہچانا شر کے لیے نہیں، بلکہ اس سے بچنے کے لیے، امام رازی رحمہ اللہ کا یہ خیال بھی ہے کہ بعثت انبیاء کا سحر کی تعلیم کے لیے نہ ہونے سے بھی کوئی فرق نہیں پڑتا، کیونکہ یہاں مراد اس کے فساد اور غلطی کی تعلیم ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ یہ بھی سمجھتے ہیں کہ سحر کی تعلیم کا کفر ہونا قابل قبول بات نہیں ہے اور بالفرض اگر اسے مان بھی لیا جائے تو کسی ایک صورت میں بھی اس کا پایا جانا کافی ہوگا، وہ یہ بھی خیال کرتے ہیں کہ سرکش شیاطین اور کفار کی طرف اس کی نسبت اس وقت صحیح ہوگی جبکہ اس پر عمل کا ارادہ کیا جائے نہ کہ تعلیم کا، کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کوئی عمل ممنوع ہو اور اس کی خرابی پر مطلع کرنے کے لیے اس کی تعلیم کا حکم دیا گیا ہو، اور جمہور علماء کی رائے یہی ہے کہ وہ آنے والے دونوں فرشتے ہی تھے، بعض شاذ قراءتوں میں ''ملکین'' کا لفظ لام کے کسرے کے ساتھ بھی ہے بمعنی بادشاہ، اس صورت میں وہ دونوں انسان ہوں گے لیکن عنقریب اس کی تفصیل آرہی ہے، اور ''بابل'' کو بابل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ لغت میں ''بلبلہ'' کا معنی ہے جدا ہونا، چونکہ یہاں رہنے والوں کی زبانیں ایک دوسرے سے مختلف اور جدا تھیں اس لیے اس شہر کو بابل کہا جانے لگا دراصل ایک مرتبہ اللہ تعالیٰ نے ہوا کو حکم دیا تو اس نے مختلف جگہوں کے لوگ اٹھا کر یہاں جمع کردیئے، ان میں سے کوئی آدمی دوسرے کی زبان نہیں سمجھتا تھا، پھر ہوا نے ان سب کو مختلف شہروں میں منتشر کردیا تو ہر شخص ایک نئی زبان بولنے لگا، بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت

نوح علیہ السلام کی کشتی کو جودی پہاڑ پر روک دیا اور وہ زمین پر اترے تو ایک بستی تعمیر کی اور اپنے کشتی میں سوار اَسّی (۸۰) مسافروں کے نام پر اس کا نام رکھ دیا، جب صبح ہوئی تو وہ سب اسّی (۸۰) مختلف زبانیں بول رہے تھے، بعض حضرات اس کی وجہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ نمرود کا محل گرنے کے وقت مخلوق کی زبانیں مختلف ہوگئی تھیں اس لیے اسے بابل کہا جاتا ہے یہ بابل عراق کا شہر تھا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ اسے کوفہ کا بابل قرار دیتے ہیں۔

اور جہاں تک ہاروت اور ماروت کا تعلق ہے تو بعض مفسرین اس کی تفسیر حضرت داؤد اور سلیمان علیہما السلام سے کرتے ہیں اور بعض حضرات جبریل و میکائیل کو قرار دیتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ جنات کے دو قبیلے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ دو نیک آدمی تھے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ دونوں جادوگر تھے پھر جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ وہ دونوں فرشتے نہیں تھے، وہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ جادو کی تعلیم فرشتوں کے شایان شان نہیں ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''اگر ہم کوئی فرشتہ اتار دیتے تو معاملے کا فیصلہ ہو جاتا پھر انہیں مہلت نہ دی جاتی۔'' [1] نیز یہ کہ اگر فرشتے انسانوں کی صورت میں نازل ہوتے تو یہ تلبیس ہوتی اور وہ جائز نہیں ہے، ورنہ انسانوں کے جتنے افراد نظر آرہے ہیں، ان میں سے ہر ایک کے متعلق یہ رائے قائم کرنا صحیح ہوگا کہ یہ حقیقتاً انسان نہیں ہے کیونکہ یہ احتمال موجود ہے کہ وہ بھی کوئی فرشتہ ہو، لیکن پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ جس چیز سے منع کیا گیا ہے، وہ اس پر عمل کرنے کے لیے اس کی تعلیم ہے، اس کی خرابی واضح کرنے کی ممانعت نہیں ہے اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم کسی فرشتے کو رسول بنا کر لوگوں کو دعوت دینے کے لیے بھیجتے تو ہم اسے بھی انسان ہی بناتے تا کہ اس سے دین کی تعلیمات حاصل کرنا ممکن ہو سکے، یہاں ایسی صورت حال نہیں ہے لہٰذا فرشتے کے کسی غیر انسانی شکل میں آنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہے، اور تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ ہم اس بات کو ترجیح دیتے ہیں کہ وہ دونوں انسانی شکل میں نہ تھے، اور اس رائے اور آیت میں کوئی تعارض بھی نہیں ہے جیسا کہ ہم بیان کر چکے، اگر وہ انسانی شکل میں ہوتے تو پھر ہر وہ زمانہ جس میں فرشتوں کا اتارا جانا جائز ہو، اس میں ہر شخص پر فرشتہ ہونے کا حکم لگانا صحیح ہوگا جیسا کہ حضرت دحیہ کلبی رضی اللہ عنہ کا معاملہ ہے کہ جب لوگوں کو یہ بات معلوم ہوگئی کہ حضرت جبریل علیہ السلام ان کی شکل میں آتے ہیں تو اب وہ یقین سے فیصلہ نہیں کر پاتے تھے کہ یہ دحیہ ہیں یا دحیہ کی شکل میں جبریل ہیں، بعض مفسرین نے ان دلائل کے ایسے جوابات دینے کی کوشش کی ہے، جو تسلی بخش نہیں ہیں اور بعض واضح طور پر قابل اعتراض بھی ہیں، اس لیے یہی بات زیادہ قابل قبول ہے۔

مفسرین نے ان دونوں فرشتوں کا واقعہ نہایت تفصیل کے ساتھ بیان کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب فرشتوں نے تخلیق آدم پر اعتراض کیا اور اپنی تسبیح و تقدیس کا ذکر کر کے اپنی تعریف کی تو اللہ تعالیٰ کی مشیت ہوئی کہ انہیں کوئی ایسا واقعہ دکھایا جائے جو ان کے اس دعوے کا جواب بن سکے، چنانچہ دو فرشتوں ہاروت اور ماروت میں نفسانی خواہشات رکھی گئیں اور انہیں زمین پر اتار دیا گیا، ان دونوں کی آزمائش زہرہ ستارے سے ہوئی جو ان کے سامنے ایک حسین و جمیل عورت کی شکل میں آیا، جب وہ دونوں اس سے بدکاری میں ملوث ہوئے تو انہیں دنیا و آخرت کے عذاب میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کا

---

[1] الأنعام: ۸

اختیار دے دیا گیا، اور انہوں نے دنیا کے عذاب کو ترجیح دے لی لہٰذا انہیں قیامت تک عذاب ہوتا رہے گا، علماء کی ایک جماعت اس قصے کا ثبوت ہی تسلیم نہیں کرتی، لیکن ایسی بات نہیں ہے کیونکہ یہ واقعہ احادیث میں آتا ہے جیسا کہ عنقریب شراب کے بیان میں آئے گا، اس قصے میں یہ بات بھی بیان کی گئی ہے کہ جب زہرہ ایک حسین عورت کی شکل میں ان کے سامنے آیا اور ان دونوں نے اس سے اپنی نفسانی خواہش کی تکمیل کرنا چاہی تو اس نے انہیں شرک کرنے کا حکم دیا، وہ لوگ نہ مانے، اس نے انہیں قتل کا حکم دیا، وہ نہ مانے، اس نے انہیں شراب پینے کا حکم دیا، انہوں نے شراب پی لی، پھر اس کے ساتھ بدکاری بھی کر لی اور قتل بھی کیا، پھر جب ان کے حواس بحال ہوئے تو اس نے انہیں بتایا کہ وہ کیا کچھ کر چکے ہیں تب انہیں کوئی ایک عذاب منتخب کرنے کا اختیار دیا گیا۔

جن علماء نے اس واقعے کو تسلیم نہیں کیا، ان میں امام رازی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ یہ قصہ ایک روایت فاسدہ اور مردود ہے، کتاب اللہ میں اس کی کوئی دلیل موجود نہیں ہے، بلکہ کتاب اللہ سے تو اس واقعے کے بطلان پر بہت سے دلائل قائم کیے جا سکتے ہیں' مثلاً ملائکہ کا ہر گناہ سے معصوم ہونا، بعض حضرات نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ فرشتے اس وقت تک معصوم رہتے ہیں جب تک وہ فرشتے رہتے ہیں اور جب وہ انسانوں کے اوصاف کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں تو وہ معصوم نہیں رہتے، علاوہ ازیں مذکورہ حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ تمثیلی طور پر پیش آیا ہے، حقیقی طور پر نہیں کیونکہ زہرہ انسانی شکل میں آیا، امام رازی رحمہ اللہ کی دوسری دلیل یہ ہے کہ انہیں دو عذابوں کے درمیان کسی ایک کو ترجیح دینے کا خیال بھی فاسد ہے، کیونکہ زیادہ بہتر تو یہ ہے کہ انہیں توبہ کرنے اور عذاب قبول کرنے میں اختیار دیا جاتا، اس لیے کہ جو لوگ ساری زندگی شرک میں مبتلا رہتے ہیں، جب اللہ نے انہیں یہی دو اختیار دیئے ہیں تو پھر ان فرشتوں کو بطریق اولیٰ انہی کا اختیار ملنا چاہیے تھا، بعض حضرات نے امام رازی رحمہ اللہ کی اس دلیل کا جواب یہ دیا ہے کہ ان کے ساتھ ایسا سلوک سزا کی شدت کے اعتبار سے کیا گیا، اس پر شرک کو قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ امور توقیعیہ میں قیاس کی گنجائش نہیں ہوتی، امام رازی رحمہ اللہ کی تیسری دلیل یہ ہے کہ یہ بات بڑے تعجب کی ہے کہ وہ دونوں فرشتے لوگوں کو جادو بھی سکھاتے تھے اور عذاب میں بھی مبتلا تھے، وہ اس کی دعوت بھی دیتے تھے اور انہیں سزا بھی دی جا رہی تھی؟ اس دلیل کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ یہ کوئی تعجب کی بات نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ کچھ عرصے کے لیے ان سے اس عذاب کو موقوف کر دیا جاتا ہو اور وہ اس میں لوگوں کو اس کی تعلیم دے دیتے ہوں کیونکہ ان دونوں کو آزمائش ہی کے لیے اور لوگوں کو جادو کی تعلیم دینے کے لیے ہی اتارا گیا تھا۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ان دونوں فرشتوں کے اتارے جانے میں متعدد حکمتیں ہیں۔

(۱) اس زمانے میں جادوگروں کی بہت کثرت تھی اور جادوگروں نے نبوت کے جھوٹے دعوی کر رکھے تھے، اللہ تعالیٰ نے یہ دو فرشتے نازل کر دیئے تا کہ وہ لوگوں کو جادو سکھائیں اور لوگ ان جھوٹے مدعیان نبوت جادوگروں سے مقابلہ کرنے پر قادر ہو سکیں، اور یہ ایک واضح مقصد ہے۔

(۲) اس بات کا علم کہ معجزہ اور جادو ایک دوسرے سے جدا الگ الگ چیزیں ہیں، اس بات پر موقوف ہے کہ ان کی ماہیت کا علم

ہو، لوگ اس وقت جادو کی حقیقت و ماہیت سے ناواقف تھے اس لیے ان پر جادو کی حقیقت سمجھنا مشکل ہوگیا تھا، اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لیے انہیں جادو سکھانے کی غرض سے ان دو فرشتوں کو بھیج دیا۔

(۳) یہ بات ناممکن نہیں ہے کہ جو سحر اللہ کے دشمنوں میں عداوت اور اللہ کے دوستوں میں باہمی الفت پیدا کرتا ہو، وہ ان کی شریعت میں مباح یا مستحب ہو اور اللہ نے اسی غرض کے لیے جادو سکھانے کا مقصد دے کر انہیں بھیجا ہو، بعد میں لوگوں نے ان سے جادو کو سیکھا اور اسے شر کے کاموں میں استعمال کرنے لگے اور دوستوں میں جدائی اور دشمنوں میں یکجائی پیدا کرنے لگے ہوں۔

(۴) ہر اچھی چیز کا علم حاصل کرنا، سحر چونکہ ممنوع تھا لہٰذا اس کا معلوم ہونا ضروری تھا، ورنہ اس کی ممانعت ہی نہ کی جاتی۔

(۵) ممکن ہے کہ جنات کے پاس سحر کی کچھ ایسی اقسام بھی ہوں کہ اس جیسے جادو پر انسانوں کو طاقت حاصل نہ ہو، اللہ تعالیٰ نے ان دونوں فرشتوں کو مبعوث فرما دیا تا کہ لوگوں کو وہ تمام چیزیں سکھا دیں جن سے وہ جنات کا مقابلہ کرنے پر قادر ہو جائیں۔

(۶) یہ بھی ممکن ہے کہ ان کی تکالیف میں اس کے ذریعے اضافہ اور سختی مقصود ہو، کیونکہ انسان کو جب کوئی ایسا علم سکھا دیا جائے جس سے وہ فوری لذتوں کو حاصل کرنے پر قدرت رکھتا ہو، پھر اسے ان کے استعمال سے روک دیا جائے تو یہ نہایت مشقت والا کام ہے اور اضافی اجر و ثواب کا سبب ہے، ان تمام دلائل کی روشنی میں یہ بات واضح ہوگئی کہ فرشتوں کو جادو سکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اتارنا بعید از قیاس نہیں ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ حضرت ادریس علیہ السلام کے زمانے کا واقعہ ہے اور اس آیت میں ''فتنہ'' سے مراد محبت ہے، جس کے ذریعے حق اور باطل، فرمانبردار اور نافرمان میں امتیاز ہو جاتا ہے اور وہ دونوں فرشتے اپنے پاس آنے والوں سے یہ بات اس لیے کہتے تھے کہ تعلیم سحر سے قبل انہیں نصیحت کر کے اپنا حق ادا کر دیں، نیز اس آیت میں میاں اور بیوی کے درمیان جس تفریق کا ذکر کیا گیا ہے، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ یہ تفریق اس وقت ہوتی ہے جبکہ انسان اس بات کا اعتقاد رکھتا ہو کہ جادو موثر حقیقی ہے اور یہ کفر ہے، اور جب کوئی شخص کفر کرتا ہے تو اس کی بیوی اس سے جدا ہو جاتی ہے اور بعض حضرات کا کہنا ہے کہ میاں بیوی کے درمیان تفریق حیلے بہانے اور ملمع سازی سے ہوتی ہے اور یہاں صرف تفریق کا ذکر کر کے باقی چیزوں پر تنبیہ کر دی گئی ہے کیونکہ انسان کا اپنی بیوی کی طرف مائل ہونا دوسرے رشتہ داروں کی محبت سے کہیں زیادہ ہوتا ہے جب اس معاملے میں سحر کی شدت اس حد تک پہنچ چکی ہے تو دوسروں میں بطریق اولیٰ ہوگی، اس کی دلیل یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آگے فرمایا ہے ''وہ اللہ کی اجازت کے بغیر کسی کو نقصان نہیں پہنچا سکتے'' اس میں اللہ تعالیٰ نے ضرر کا لفظ مطلق رکھا ہے، اسے تفریق میں محدود نہیں کیا، معلوم ہوا کہ خصوصیت کے ساتھ اس کا ذکر کرنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ نقصان کا اعلیٰ ترین درجہ ہے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اجازت کا تعلق حقیقت میں حکم کے ساتھ ہوتا ہے اور اللہ جادو کا حکم نہیں دیتا، کیونکہ اللہ

نے تو اس کی مذمت فرمائی ہے اگر اللہ نے انہیں اس کا حکم دیا ہوتا تو اس کی مذمت کبھی نہ فرماتا لہٰذا اب ''اللہ کی اجازت سے'' کی تاویل کرنا ضروری ہے چنانچہ مختلف حضرات نے اس کی مختلف توجیہات بیان فرمائی ہیں، پہلی توجیہ حسن بصری کی ہے کہ اس سے مراد ''تخلیہ'' ہے، یعنی جب انسان کسی پر جادو کرتا ہے تو اگر اللہ کی مرضی ہو تو اسے روک دیتا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو اس کا اور جادو کے نقصان کا راستہ چھوڑ دیتا ہے، دوسری توجیہ اصم کی ہے کہ یہاں اجازت سے مراد ''علم'' ہے کیونکہ اذن اور اذان کا معنی اعلام ہی ہے، تیسری توجیہ یہ ہے کہ اجازت سے مراد ''پیدا کرنا'' ہے، اس لیے کہ جادو کی وجہ سے جو نقصان ہوتا ہے، وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کیے بغیر انسان کو نہیں پہنچ سکتا ہے اور چوتھی توجیہ یہ ہے کہ اجازت سے مراد ''حکم'' ہے کیونکہ یہ حکم شرعی ہے اور حکم شرعی اللہ تعالیٰ کے امر کے بغیر نہیں ہوتا، اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے آیت کے اگلے الفاظ کا لغوی معنی اور ضمیروں کے مرجع بیان کیے ہیں اور کہا ہے کہ اس آیت سے سحر، اس کا منشاء، اس کی حقیقت، اس کی اقسام اور اس کے نقصانات معلوم ہو گئے، اب اس کا ارتکاب وہی کر سکتا ہے جو سرکش شیطان ہو یا ظالم متکبر ہو، اسی طرح احادیث میں بھی اس کی مذمت بکثرت آئی ہے۔

چنانچہ شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سات مہلک چیزوں سے اجتناب کرو، پھر اس میں نبی علیہ السلام نے جادو کا بھی تذکرہ فرمایا، یہ حدیث مکمل طور پر کئی مرتبہ گزر چکی ہے، ابن حبان کے حوالے سے اہل یمن کو لکھے جانے والے خط کا تذکرہ بھی گزر چکا ہے، جس میں نبی علیہ السلام نے جادو سیکھنے کو دیگر گناہوں کے ساتھ اکبر الکبائر میں شمار کیا ہے، طبرانی کے حوالے سے نو کبیرہ گناہوں کے بیان میں بھی جادو کا تذکرہ آ چکا ہے۔ نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی چیز میں گرہ لگائے، پھر اس میں پھونکیں مارے تو اس نے جادو کیا، اور جس نے جادو کیا اس نے شرک کیا، اور جو شخص گلے میں کوئی چیز لٹکاتا ہے، اسے اسی کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔ [1] امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اللہ کے نبی حضرت داؤد علیہ السلام نے ایک وقت مقرر کر رکھا تھا جس میں وہ اپنے اہل خانہ کو جگاتے ہوئے فرماتے تھے کہ اے آل داؤد! کھڑے ہو کر نماز پڑھ لو، کیونکہ یہ ایسا مبارک وقت ہے جس میں اللہ تعالیٰ بندے کی ہر دعا کو قبول فرماتا ہے، سوائے اس شخص کے جو جادوگر ہو یا ٹیکس وصول کرنے والا ہو۔ [2] طبرانی نے معجم کبیر اور معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں ایسی ہیں کہ اگر کسی شخص میں ان میں سے کوئی ایک بھی نہ ہو تو اللہ تعالیٰ جسے چاہے گا، معاف فرما دے گا، جو شخص اس حال میں مرے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراتا ہو، جو شخص جادوگر نہ ہو کہ جادوگروں کی پیروی کرے اور اپنے بھائی کے خلاف کینہ نہ رکھتا ہو۔ امام احمد، ابویعلیٰ، ابن حبان اور حاکم رحمہم اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جنت میں جو داخل نہ ہوں گے، دائمی شراب پینے والا، قطع رحمی کرنے والا اور جادو کی تصدیق کرنے والا۔ [3]

---

[1] نسائي، التحريم: ١٩.

[2] مسند احمد: ٤/ ٢٢.

[3] مسند احمد: ٣/ ١٤.

تنبیہ

ان چاروں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا شیخ الاسلام جلال بلقینی وغیرہ کی اتباع میں ہے جن میں سے بعض کی تصریح اس آیت میں اور بعض کی تصریح احادیث میں موجود ہے اور یہ ایک واضح بات ہے خاص طور پر آیت کریمہ اور احادیث صحیحہ میں جو شدید وعیدیں بیان کی گئی ہیں' انہیں سامنے رکھنے سے اس کا کفر نہ ہونا ثابت ہو جائے تب بھی کم از کم وہ گناہ کبیرہ ضرور ہے۔

۳۲۴ تا ۳۳۵۔کہانت، عرافت، بدشگونی، جادو کیلئے کنکری پھینکنا، ستاروں کو موثر سمجھنا، پرندے سے فال لینا، کسی کاہن کے پاس جانا، کسی عراف، کنکری پھینکنے والے، نجومی، بدشگونی اور فال نکالنے والے کے پاس جانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اس چیز کے پیچھے مت پڑو جس کا تمہیں علم نہیں، بیشک کان، آنکھ اور دل ان سب چیزوں کے متعلق پوچھ گچھ ہوگی۔ ❷ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ غیب کی باتیں جاننے والا ہے اور کسی پر غیب کو ظاہر نہیں کرتا الا یہ کہ جس رسول کو منتخب فرمائے۔'' ❹

بزار نے سند جید کے ساتھ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو پرندوں سے شگون لے یا اس کے لئے پرندوں سے شگون لیا جائے، یا کہانت کرے یا اس کے لئے کہانت کی جائے، یا جادو کرے یا اس کے لئے جادو کیا جائے اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرے تو اس نے اس چیز کے ساتھ کفر کیا، جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے، یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی ہی کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ جو شخص کسی کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرے تو وہ اس چیز سے بری ہو گیا جو اللہ تعالیٰ نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل فرمائی ہے اور جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے لیکن اس کی تصدیق نہ کرے تو چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں ہوتی، طبرانی ہی کی ایک اور روایت میں ہے کہ جو شخص کسی کاہن کے پاس جائے اور اس سے کسی چیز کے متعلق دریافت کرے تو اس سے چالیس دن تک توبہ کو محجوب کر دیا جاتا ہے اور اگر وہ اس کی بات کی تصدیق کرنے لگے تو اس نے کفر کیا۔ طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ وہ شخص ہرگز بلند درجات حاصل نہیں کر سکتا جو کہانت اختیار کر لے، یا تیروں سے تقسیم معلوم کرے، یا پرندوں سے بدشگونی لے کر سفر پر جانے کی بجائے واپس لوٹ آئے، چالیس دن تک نمازیں قبول نہ ہونے کی روایت امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی نقل کی ہے، اس طرح کاہن کے پاس جا کر اس کی تصدیق کرنے والے کے کافر ہو جانے کی روایت اصحاب سنن اور حاکم نے بھی نقل کی ہے۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص علم نجوم حاصل کرتا ہے، وہ جادو کا ایک شعبہ سیکھتا ہے اور جتنا آگے بڑھتا جاتا ہے وہ جادو میں اتنا ہی آگے بڑھتا جاتا ہے۔ ❸ ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ

---

❷ الاسراء: ٣٦. ❹ الجن: ٢٦ـ ٢٧.

❸ ابو داود، الطب: ٢٢ـ ابن ماجه، الادب: ٢٨ـ مسند احمد: ١/ ٢٢٧.

پرندوں سے شگون لینا، فال نکالنا اور جادو کے لیے کنکری پھینکنا ان چیزوں میں سے ہے جن کے ذریعے غیر اللہ کی عبادت کی جاتی ہے۔ ❶

تنبیہ

ان مذکورہ گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح اگرچہ میری نظروں سے کہیں نہیں گذری، لیکن ان میں سے اکثر کا ثبوت تو ان احادیث سے ہی ہو جاتا ہے اور باقی گناہوں کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے کیونکہ ان سب میں قدر مشترک ایک ہی چیز ہے، یاد رہے کہ کاہن اس شخص کو کہا جاتا ہے جو لوگوں کو بعض پوشیدہ باتیں بتاتا ہے، جن میں سے کچھ صحیح اور اکثر غلط ثابت ہوتی ہیں، اور اس شخص کا خیال یہ ہوتا ہے کہ یہ خبریں اسے جنات دیتے ہیں، بعض حضرات کہانت کی تعریف ان الفاظ سے کرتے ہیں کہ زمانہ مستقبل میں پیش آنے والی غیب کی خبریں بتانا اور علم غیب کا دعویٰ کرنا اور یہ سمجھنا کہ یہ خبریں اسے جنات دیتے ہیں، کاہن کے ساتھ احادیث میں ایک لفظ ''عراف'' بھی آیا ہے، بعض لوگوں نے اس کا معنی بھی کاہن بتایا ہے، بعض لوگوں نے اس کا معنی جادوگر بتایا ہے، بغوی کہتے ہیں کہ عراف اس شخص کو کہتے ہیں جو اسباب کے مقدمات سے استدلال کر کے مختلف امور کی معرفت کا دعویٰ کرتا ہے، جیسے چور سے چوری شدہ چیز کا پتہ معلوم کر لینا، یا گمشدہ چیز کی جگہ معلوم کر لینا، بعض علماء وہ بھی ہیں جو نجومی کو ہی کاہن قرار دیتے ہیں۔

ابوداؤد کہتے ہیں کہ احادیث میں ایک لفظ ''طرق'' بھی آیا ہے، جس کا معنی ہے برکت یا نحوست کے لیے پرندے کی اذان سے فال لینا اور وہ اس طرح کہ اگر پرندہ اڑ کر دائیں جانب جائے تو اسے بابرکت سمجھے اور اگر بائیں جانب اڑ کر جائے تو اسے نحوست کی علامت سمجھے، ابن فارس کہتے ہیں کہ کنکریاں مارنا بھی کہانت ہی کی ایک قسم ہے، اور علم نجوم میں جس چیز کی ممانعت ہے وہ یہ ہے کہ انسان زمانہ مستقبل میں پیش آنے والے واقعات وحوادث کو جاننے کا دعویٰ کرے، جیسے بارش برسنا، اولے پڑنا، ہوائیں چلنا، چیزوں کے نرخ بدلنا وغیرہ ان لوگوں کا خیال ہے کہ انہیں یہ چیزیں ستاروں کی چال سے معلوم ہوتی ہیں کیونکہ زمانے کے لحاظ سے ان کے ملنے، جدا ہونے اور ظاہر ہونے میں فرق ہوتا ہے، حالانکہ اس چیز کا علم اللہ تعالیٰ نے صرف اپنے پاس ہی رکھا ہے، اب جو شخص اس کا دعویٰ کرتا ہے وہ فاسق ہے بلکہ بعض اوقات یہ چیز انسان کو کفر تک پہنچا دیتی ہے، البتہ اگر کوئی شخص اس نظریئے کا قائل ہو کہ ستاروں کا اس طرح ملنا یا جدا ہونا عادۃ اللہ کے مطابق فلاں چیز کے وقوع پذیر ہونے کی علامت ہے، جو اللہ نے مقرر کی ہے اور کبھی اس کے خلاف بھی ہو جاتا ہے تو اس میں کوئی گناہ نہیں ہے، اسی طرح کسی ایسی چیز کے متعلق علم نجوم کے ذریعے خبر دینا جو مشاہدے کے ذریعے بھی معلوم ہو جاتی ہے مثلاً زوال کا وقت، جہت قبلہ اور یہ کہ کتنا وقت گزر گیا اور کتنا باقی ہے تو اس میں بھی کوئی گناہ نہیں ہے بلکہ یہ فرض کفایہ ہے۔

صحیحین کی حدیث میں حضرت زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ہمیں فجر کی نماز پڑھائی،

---

❶ ابو داود، الطب: ۲۳ ۔ مسند احمد: ۳/ ۴۷۷.

اس رات آسمان سے بارش ہوئی تھی، نماز سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام لوگوں کی طرف رخ کر کے بیٹھ گئے اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ تمہارے رب نے کیا کہا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے میرے بندوں نے اس حال میں صبح کی ہے کہ ان میں سے کچھ مجھ پر ایمان رکھتے ہیں اور کچھ کافر ہو گئے، جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر بارش اللہ کے فضل و کرم سے ہوئی ہے وہ مجھ پر ایمان رکھتے اور ستاروں کا کفر کرتے ہیں اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر یہ بارش فلاں ستارے کی وجہ سے ہوئی ہے تو وہ مجھ سے کفر کرتے اور ستاروں پر ایمان رکھتے ہیں۔ ❶ علماء فرماتے ہیں کہ جو شخص مذکورہ جملہ کہے اور اس کی نیت میں یہ ہو کہ ستارہ ہی اس بارش کا موجد اور، پیدا کرنے والا ہے تو وہ کافر ہے اور اگر اس کے ذہن میں یہ ہو کہ ستارہ تو محض بارش ہونے کی علامت ہے، اسے برسانے والا تو اکیلا اللہ ہے، اس صورت میں وہ کافر نہ ہوگا، تاہم یہ الفاظ استعمال کرنا پھر بھی مکروہ ہوگا کیونکہ یہ الفاظ کفریہ ہیں، اور شیخین نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں نے نبی علیہ السلام سے کاہنوں کے متعلق دریافت کیا تو نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ان کی کوئی حقیقت نہیں ہے، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بعض اوقات وہ ہم سے کوئی بات بیان کرتے ہیں جو کہ سچی ثابت ہو جاتی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ کلمہ وحی کا ہوتا ہے جو کوئی جن اچک لیتا ہے اور اسے اپنے موکل کے کان میں ڈال دیتا ہے اور ایسا کرتے ہوئے اس کے ساتھ سو جھوٹ مزید شامل کر دیتا ہے۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ملائکہ آسمان اول کے قریب بادلوں میں آ کر اترتے ہیں اور آسمان میں ہونے والے فیصلوں کا ایک دوسرے سے تذکرہ کرتے ہیں، شیطان چوری چھپے وہ باتیں سن لیتے ہیں اور بعد میں کاہنوں کو اپنی طرف سے سو جھوٹ ملا کر بتا دیتے ہیں۔ ❸

باغیوں کا بیان

۳۳۶۔ حکمران وقت کے خلاف بغیر کسی معقول وجہ کے بغاوت کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اصل جرم تو ان لوگوں کا ہے جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین میں ناحق بغاوت کرتے ہیں، یہی وہ لوگ ہیں جن کے لیے دردناک عذاب ہے۔'' ❹ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری طرف یہ وحی بھیجی ہے کہ تواضع اختیار کیا کرو تا کہ کوئی کسی کے خلاف بغاوت کرے اور نہ ہی کوئی کسی پر فخر کرے۔ ❺ ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا بغاوت اور قطع رحمی سے زیادہ کوئی گناہ اس لائق نہیں ہے کہ اللہ اس کا ارتکاب کرنے والے کو آخرت کی ذخیرہ کردہ سزا کے ساتھ ساتھ دنیا میں جلدی سزا دے۔ ❻ بیہقی کی ایک حدیث میں ہے کہ بغاوت سے بڑھ کر کوئی ایسی چیز نہیں ہے کہ جس سے اللہ کی نافرمانی کی جاتی ہو اور اس کی سزا فوری ہو، ایک بزرگ

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❷ صحیح بخاری، الطب: ٤٦۔ صحیح مسلم، السلام: ١٢٢.

❸ صحیح بخاری، بدء الخلق: ٦. ❹ الشوری: ٤٢.

❺ صحیح مسلم، الجنة: ٦٤۔ ابو داود، الادب: ٤٠.

سے منقول ہے کہ اگر ایک پہاڑ دوسرے پہاڑ کے خلاف بغاوت کرے تو اللہ ان میں سے باغی کو ریزہ ریزہ کر دے گا، اللہ تعالیٰ نے قارون ملعون کو بھی زمین میں اس لیے دھنسایا تھا کہ اس نے اپنی قوم سے بغاوت کی تھی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ قصص میں اس کا واقعہ بیان فرمایا ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کی بغاوت کا ایک واقعہ یہ بھی ہے کہ اس نے ایک فاحشہ عورت کو پیسے دے کر اس مقصد کے لیے تیار کیا کہ وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگائے کہ حضرت موسیٰ نے اس کے ساتھ بدکاری کی ہے۔ (والعیاذ باللہ) اس نے ایسا ہی کیا، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اپنے اس دعوی پر قسم اٹھائے، تب اس نے انہیں بتایا کہ قارون نے اسے یہ الزام لگانے کے لیے ورغلایا تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اس پر شدید غصہ آیا اور انہوں نے قارون کے خلاف بددعا فرمائی، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس وحی بھیجی کہ میں نے زمین کو آپ کی اطاعت کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا آپ جو چاہیں زمین کو حکم دے دیں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو حکم دیا کہ اے زمین! اسے پکڑ لے، چنانچہ زمین نے اسے پکڑ لیا حتیٰ کہ اس کا تخت زمین میں غائب ہو گیا، یہ دیکھ کہ قارون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رشتہ داری کے واسطے دینے شروع کر دیئے، لیکن حضرت موسیٰ علیہ السلام نے زمین کو پھر حکم دیا کہ اے زمین! اسے پکڑ لے، چنانچہ زمین نے اسے مزید جکڑ لیا حتیٰ کہ اس کے دونوں پاؤں زمین میں غائب ہو گئے، حضرت موسیٰ علیہ السلام زمین کو مسلسل حکم دیتے رہے حتیٰ کہ قارون کو زمین نے نگل لیا، اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی کہ اے موسیٰ! میری عزت اور جلال کی قسم! اگر وہ مجھ سے فریاد کرتا تو میں اس کی فریاد رسی ضرور کرتا، بہرحال اسے زمین میں دھنسا کر اس کے سب سے نچلے طبقے میں پہنچا دیا گیا، جب یہ واقعہ پیش آ چکا تو کچھ لوگ کہنے لگے کہ موسیٰ نے قارون کو اس لیے مروایا ہے تاکہ اس کے مال اور جائیداد پر قبضہ کر لیں، اس پر تین دن کے بعد اللہ تعالیٰ نے قارون کے مال اور جائیداد کو بھی زمین میں دھنسا دیا۔

تنبیہ

اس گناہ کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح بعض علماء نے کی ہے لیکن انہوں نے اسے مطلق رکھا ہے، جو کہ باعث اشکال ہے اس لیے کہ ہمارے علماء نے اس بات کی بھی تصریح فرمائی ہے کہ بغاوت کوئی قابل مذمت نام نہیں ہے، کیونکہ باغی فاسق نہیں ہوتے، اسی وجہ سے ہم نے عنوان میں ''بغیر کسی معقول وجہ کے'' کی قید لگائی ہے اس صورت میں اس کا گناہ کبیرہ ہونا سمجھ میں آ جاتا ہے کیونکہ اس پر مرتب والے مفاسد اور نقصانات حد شمار سے باہر ہیں، البتہ اگر کوئی شخص کسی معقول وجہ کے ساتھ بغاوت اور خروج کرتا ہے تو یہ ایک درجے میں عذر ہے، اسی وجہ سے حالت جنگ میں ضائع ہونے والی چیزوں کا ان سے کوئی ضمان نہیں لیا جائے گا اور ان میں باقی رہ جانے والے افراد کو قتل نہیں کیا جائے گا۔

۳۳۷۔ دنیوی مقاصد پورے نہ ہونے کی وجہ سے حکمران کی بیعت توڑ دینا

شیخین نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہم کلام ہوگا، نہ ہی ان پر نظر کرم فرمائے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، ایک

وہ آدمی جس کے پاس کسی جنگل میں ضرورت سے زائد پانی ہو اور وہ کسی مسافر کو دینے سے انکار کر دے، دوسرا وہ آدمی جو نماز عصر کے بعد کسی شخص کو کوئی سامان بیچے تو اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ اس نے یہ چیز خود اتنے میں لی ہے، گاہک اسے سمجھے کہ وہ سچ بول رہا ہے حالانکہ ایسا نہ ہو اور تیسرا وہ آدمی جو کسی حکمران سے بیعت کرے، اس کا مقصد دنیا حاصل کرنا ہو، اگر وہ اسے دنیا میں سے کچھ دے دے، تو وہ اپنی بیعت پوری کرے اور اگر نہ دے تو وہ اپنی بیعت پوری نہ کرے۔ ❶ ابن ابی حاتم نے کبیرہ گناہوں میں جن چیزوں کی روایت کی ہے، ان میں ایک چیز بیعت توڑنا بھی ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس حدیث سے صراحۃً معلوم ہو جاتا ہے اور متعدد متاخرین نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہ واضح بھی ہے کیونکہ اس پر مرتب ہونے والے مفاسد اور نقصانات اتنے زیادہ ہیں کہ ان کی کوئی انتہا نہیں ہے۔

امامت عظمیٰ کا بیان

۳۳۸ تا ۳۴۰۔ اپنے متعلق خیانت کا یقین ہونے کے باوجود حکمرانی قبول کرنا، اس کا عزم کرنا، اس کی درخواست کرنا، اور اس کے لیے اپنا مال خرچ کرنا

بزار اور طبرانی نے حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں تمہیں حکمرانی کے متعلق بتاؤں کہ اس کی حقیقت کیا ہے؟ میں نے بآواز بلند عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس کی حقیقت کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کی ابتداء ملامت ہے، اس کا وسط ندامت ہے اور اس کی انتہاء قیامت کے دن عذاب ہے الا یہ کہ وہ عدل سے کام لے، لیکن اپنے رشتہ داروں کی موجودگی میں انسان عدل کیسے کر سکتا ہے؟ امام احمد رحمہ اللہ نے مضبوط سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بھی دس یا زیادہ آدمیوں کا حکمران بنا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اس حال میں حاضر ہوگا کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے، اس کی نیکی اس کے ہاتھوں کو کھول دے گی یا اس کے گناہ اسے جکڑ دیں گے۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھے کسی جگہ کا گورنر کیوں نہیں بناتے؟ نبی علیہ السلام نے میرے شانوں پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے ابوذر! تم کمزور ہو، اور یہ امارت قیامت کے دن رسوائی اور شرمندگی کا سبب ہوگی الا یہ کہ وہ اسے اس کے حق کے ساتھ لے اور اس میں اپنی ذمہ داریاں پوری کرے۔ ❸ امام مسلم، ابوداود اور حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ اے ابوذر! میں دیکھتا ہوں کہ تم کمزور ہو اور میں تمہارے لیے بھی وہی پسند کرتا ہوں جو اپنے لیے پسند کرتا ہوں، تم کسی دو آدمیوں پر بھی امیر نہ بننا اور کسی

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ مسند احمد: ٥/ ٢٦٧.
❸ صحيح مسلم، الامارة: ١٦ـ مسند احمد: ٥/ ١٧٣.

یتیم کے مال کے سرپرست نہ بننا۔ ❶

امام بخاری اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب تم امارت کی حرص کرو گے اور عنقریب وہ قیامت کے دن ندامت کا سبب ہوگی، وہ بہترین دودھ پلانے والی ہے اور بدترین دودھ چھڑانے والی ہے۔ ❷ ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہلاکت ہے امراء کے لیے، ہلاکت ہے چوہدریوں کے لیے، ہلاکت ہے امانت رکھنے والوں کے لیے، قیامت کے دن بہت سے لوگ اس بات کی تمنا کریں گے کہ ان کی چوٹیاں ثریا ستارے پر لٹکا دی جاتیں اور وہ زمین و آسمان کے درمیان لٹکے رہتے لیکن کسی عہدے پر فائز نہ ہوئے ہوتے، یہ مضمون حاکم نے بھی نقل کیا ہے۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے عبداللہ بن سمرہ! امارت کا سوال نہ کیا کرو، کیونکہ اگر تمہیں بن مانگے امارت مل جائے تو اس پر تمہاری مدد کی جائے گی اور اگر تمہیں مانگ کر امارت ملے تو تمہیں اس کے حوالے کر دیا جائے گا۔ ❸ امام احمد رحمہ اللہ نے مضبوط سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر حمزہ رضی اللہ عنہ بارگاہِ نبوت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کسی عہدے پر مقرر کر دیجئے تا کہ میں اس کے ذریعے زندگی گذار سکوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے حمزہ! آپ کو وہ نفس زیادہ پسند ہے جو آپ زندہ رکھیں یا وہ جسے آپ مار دیں؟ انہوں نے عرض کیا وہی نفس جسے میں زندہ رکھوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر اپنے نفس کو اپنے اوپر لازم پکڑو۔ ❹ امام ابوداود نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت مقدام بن معدیکرب رضی اللہ عنہ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر فرمایا اے قدیم! تم کامیاب ہو جاؤ گے اگر تم اس حال میں مرے کہ تم کسی پر امیر نہ بنے، کاتب بنے اور نہ چوہدری۔ ❺ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بشر بن عاصم رضی اللہ عنہ کو ہوازن کے صدقات پر عامل مقرر کیا، بشر نے اس میں پس و پیش کی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ان سے ملاقات کے لیے تشریف لے گئے اور فرمایا تم پس و پیش کیوں کر رہے ہوں؟ کیا ہماری بات سننا اور ماننا تم پر ضروری نہیں ہے؟ انہوں نے عرض کیا کیوں نہیں، لیکن میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے کسی معاملے کا ذمہ دار بنے، اسے قیامت کے دن لا کر جہنم کے پل پر کھڑا کر دیا جائے گا اگر وہ نیکوکار ثابت ہوا تو نجات پا جائے گا اور اگر گنہگار ثابت ہوا تو وہ اس پل سے پھسل کر جہنم میں جا گرے گا اور ستر سال تک لڑھکتا رہے گا، اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہاں سے غمگین ہو کر نکل آئے، راستے میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ مل گئے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا بات ہے، میں آپ کو پریشان اور غمگین دیکھ رہا ہوں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ غمگین اور پریشان کیوں نہ ہوں؟ پھر انہوں نے بشر رضی اللہ عنہ سے سنی ہوئی حدیث نقل کی، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ حدیث تو میں نے بھی نبی علیہ السلام کو فرماتے ہوئے سنی ہے تو اب کون سی حدیث ہے جو آپ کے لیے قلبی طور پر سب سے زیادہ پریشان کن ہے؟ انہوں نے فرمایا دونوں ہی حدیثیں، اب ان عہدوں کو کون قبول کرے گا؟ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہی جس کی ناک اللہ

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
❷ صحيح بخاری، الاحكام: ٧۔ نسائی، البيعة: ٣٩.
❸ صحيح بخاری، الاحكام: ٦۔ صحيح مسلم، الامارة: ١٩.
❹ مسند احمد: ٢/ ١٧٥.
❺ ابو داود، الامارة: ٥۔ مسند احمد: ٤/ ١٣٣.

کاٹ دے اور اس کے رخسار کو زمین پر لگا دے، باقی ہم تو خیر ہی کے متعلق جانتے ہیں، قریب ہے کہ اگر آپ کسی ایسے آدمی کو کسی عہدے کی ذمہ داری دے دیں جو اس میں عدل وانصاف نہ کرے تو آپ بھی اس کے گناہ سے بچ نہ سکیں گے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے ایک مجہول راوی کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ عنقریب زمین کے مشرق ومغرب تمہارے ہاتھوں فتح ہو جائیں گے لیکن اس کے حکمران جہنم میں ہوں گے سوائے اس شخص کے جو اللہ سے ڈرے اور امانت ادا کرے۔ ❶

امام مسلم اور ابوداود وغیرہ نے حضرت عدی بن عمیرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے ہم اگر تم میں سے کسی شخص کو کسی عہدے پر مقرر کر دیں اور وہ ہم سے ایک دھاگے یا اس سے بھی کم رتبہ چیز چھپائے تو یہ خیانت ہوگی اور وہ قیامت کے دن اس چیز کو لے کر آئے گا، یہ سن کر انصار کا ایک سیاہ فام آدمی کھڑا ہوا، وہ اس وقت بھی مجھے اپنی نظروں کے سامنے محسوس ہوتا ہے، وہ کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ مجھ سے اپنا فلاں عہدہ واپس لے لیجئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں کیا ہوا؟ وہ کہنے لگا کہ میں نے آپ کو ایسے ایسے فرماتے ہوئے سنا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ تو میں اب بھی کہتا ہوں کہ ہم نے تم میں سے جس شخص کو کسی عہدے پر مقرر کیا ہو، اسے چاہیے کہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ، سب پیش کر دے، پھر اس میں سے اسے جو دے دیا جائے وہ لے لے اور جس سے روک دیا جائے اس سے رک جائے۔ ❷ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے قبیلہ ازد کے ایک آدمی کو ''جسے ابن لتبیہ'' کہا جاتا تھا ''صدقات کی وصولی پر مقرر فرمایا، جب وہ واپس آیا تو کہنے لگا کہ یہ تو آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیئے میں پیش کیا گیا ہے، اس پر نبی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر اللہ کی حمد وثنا بیان کی اور امابعد کہہ کر فرمایا کہ میں بعض اوقات تم میں سے کسی آدمی کو ایک ذمہ داری تفویض کرتا ہوں، ان ذمہ داریوں میں سے جو اللہ نے مجھے عطا فرمائی ہیں تو وہ آ کر کہتا ہے کہ یہ آپ کا ہے اور یہ مجھے ہدیہ دیا گیا ہے، اگر وہ سچا ہے تو پھر ایسا کیوں نہیں کرتا کہ اپنے ماں باپ کے گھر میں جا کر بیٹھے اور دیکھے کہ اس کا ہدیہ اس کے پاس آتا ہے؟ بخدا تم میں سے جو شخص ناحق کوئی چیز لے گا، وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے گا کہ اس چیز کو اٹھائے ہوگا۔ ❸

نسائی اور ابن حبان نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام جب نماز عصر پڑھا چکتے تو بنو عبدالاشہل کے یہاں تشریف لے جاتے، اور ان کے پاس بیٹھ کر باتیں کرتے رہتے اور جب مغرب کا وقت قریب آتا تو وہاں سے واپس آ جاتے، ایک دن نبی علیہ السلام تیزی سے نماز مغرب کے لیے تشریف لا رہے تھے کہ راستے میں ہمارا گزر جنت البقیع سے ہوا، نبی علیہ السلام فرمانے لگے افسوس ہے تجھ پر، افسوس ہے تجھ پر، میرے دل پر یہ بات بہت زیادہ بوجھل ثابت ہوئی لہٰذا میں پیچھے ہٹ گیا کیونکہ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ نبی علیہ السلام نے یہ جملہ مجھ سے فرمایا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا بات ہے؟ جلدی چلو، میں نے عرض کیا کہ آپ نے ایک نئی بات فرمائی ہے، نبی علیہ السلام نے پوچھا وہ کیا؟ میں نے عرض کیا کہ آپ نے مجھ پر افسوس کا اظہار فرمایا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، دراصل یہ فلاں آدمی ہے جسے میں نے فلاں قبیلے کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا،

---

❶ مسند احمد: ٥/ ٣٦٦. ❷ مسند احمد: ٤/ ١٩٢.

❸ صحيح مسلم، الامارة: ٢٨.

اس نے اس میں سے ایک دھاری دار چادر خیانت کر کے چھپالی تھی، اب اسے ویسی ہی آگ کی چادر پہنائی جارہی ہے۔ ❶

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث صحیحہ کی تصریحات سے ثابت ہو جاتا ہے، اور یہ ایک واضح بات ہے گو کہ میری نظروں سے اس کی تصریح کہیں نہیں گزری ہے، یہ احادیث اگرچہ مطلق ہیں لیکن قرائن اور دیگر احادیث کی وجہ سے اس توجیہہ پر محمول ہیں جو ہم نے ذکر کی ہے۔

۳۴۱۔ کسی ظالم یا فاسق کو مسلمانوں کے معاملات میں کوئی عہدہ سونپ دینا

حاکم اور احمد نے حضرت یزید بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے شام بھیجتے وقت حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا تھا یزید! تمہارے کچھ قریبی رشتہ دار بھی ہیں، مجھے اندیشہ ہے کہ تم امیر بنانے میں ان میں سے کسی کو ترجیح نہ دو، مجھے نبی علیہ السلام کے اس فرمان کے بعد سب سے زیادہ اندیشہ اسی چیز کے متعلق ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں سے کسی معاملہ کا ذمہ دار بنے اور ان پر محض محبت کی بنیاد پر کسی شخص کو امیر مقرر کر دے، تو اس پر اللہ کی لعنت ہوگی، اللہ اس کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کرے گا، حتیٰ کہ اسے جہنم میں داخل کر دے گا۔ ❷ اور حاکم نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنے کسی قریبی رشتہ دار کو کسی منصب پر فائز کر دے حالانکہ ان (امیدواروں) میں ایسا آدمی بھی موجود ہو جو اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ پسندیدہ ہو تو اس نے اللہ، اس کے رسول اور مومنین سے خیانت کی۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا پہلی حدیث سے ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس میں لعنت کی تصریح موجود ہے، دوسری حدیث کا ظاہر بھی اسی معنی پر دلالت کرتا ہے اور عنوان میں میں نے اس بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ ان حدیثوں کو کن امراء پر محمول کرنا مناسب ہے؟ بعد میں دوسرے حضرات کی کتابوں میں بھی مجھے اس کی تصریح مل گئی۔

۳۴۲۔ کسی نیک آدمی کو معزول کر کے اس کی جگہ کسی ایسے آدمی کو مقرر کر دینا جو نیکی اور درجے میں اس سے کم تر ہو

بعض حضرات نے اشارۃً اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اور اس کے لیے پہلے والی حدیث سے ہی استدلال کیا ہے جس میں اس کام پر لعنت کی گئی ہے۔

۳۴۳ تا ۳۴۵۔ امام، امیر یا قاضی کا ظلم کرنا، اپنی رعایا کو دھوکہ دینا، اور ان کی اہم ترین ضروریات پوری کرنے کی بجائے ان سے الگ تھلگ رہنا

طبرانی نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت

---

❶ نسائي الامامة: ۵۸۔ مسند احمد: ٦/ ٣٩٢. ❷ مسند احمد: ١/ ٦.

عذاب اس شخص کو ہوگا جو کسی نبی کو شہید کردے یا کوئی نبی اسے قتل کردے اور ظالم حکمران۔ ❶ یہ مضمون بزار نے بھی سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ نفرت کرتا ہے، قسمیں کھا کر سامان تجارت بیچنے والا، متکبر فقیر، بوڑھا زانی اور ظالم حکمران۔ یہ مضمون امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔ حاکم نے حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگو! یاد رکھو اللہ تعالیٰ کسی ظالم (حکمران) کی نماز کو قبول نہیں کرتا۔ طبرانی نے معجم اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ جن سے لا الہ الا اللہ کی گواہی قبول نہیں کرے گا، ان میں نبی علیہ السلام نے ظالم حکمران کا بھی ذکر فرمایا۔ ابن ماجہ اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بادشاہ زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہوتا ہے، ہر مظلوم آدمی اسی کی پناہ حاصل کرتا ہے، اگر وہ عدل کرے تو اسے اجر ملتا ہے اور رعایا پر اس کا شکریہ واجب ہے اور اگر وہ ظلم کرے تو اسے اس کا گناہ ہوتا ہے اور رعایا پر صبر واجب ہے، جب حکمران ظلم کرنے لگتے ہیں تو آسمان سے بارش روک لی جاتی ہے اور جب لوگ زکوٰۃ ادا نہیں کرتے تو مویشی مرنے لگتے ہیں، جب زنا غالب آجائے تو فقیری اور محتاجی غالب آجاتی ہے، اور جب لوگ ذمہ داری توڑنے لگیں تو ان پر کافروں کو مسلط کردیا جاتا ہے۔ ❷

بیہقی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس وقت تمہاری کیا حالت ہوگی جب تم میں پانچ چیزیں آجائیں گی اور میں اس بات سے اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تمہارے اندر وہ چیزیں پائی جائیں یا تم انہیں پاؤ، جس قوم میں بھی بے حیائی غالب آئی اور علانیہ اس پر عمل کیا جانے لگا، ان میں طاعون اور ایسی ایسی بیماریاں پیدا ہوگئیں جن کے متعلق ان کے بڑوں نے کبھی سنا بھی نہ تھا، جو قوم بھی زکوٰۃ روک لیتی ہے، اس پر آسمان سے بارش روک لی جاتی ہے، اگر جانور نہ ہوں تو ان پر کبھی بارش نہ ہو، جو قوم بھی ناپ تول میں کمی کرتی ہے، اسے قحط سالی، شدید مشقت اور بادشاہوں کے ظلم میں گرفتار کرلیا جاتا ہے، جس قوم کے حکمران بھی اللہ کے نازل کردہ احکام کو چھوڑ کر فیصلہ کرتے ہیں، اللہ ان پر ان کے دشمن کو مسلط کردیتا ہے، اور وہ ان کے قبضے سے کچھ چیزیں چھین کرلے جاتے ہیں اور جو لوگ بھی کتاب وسنت کو معطل کردیتے ہیں، اللہ ان کے درمیان پھوٹ ڈال دیتا ہے اور وہ آپس میں لڑنے لگتے ہیں، امام احمد، ابو یعلی اور طبرانی نے بکیر بن وہب سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت انس رضی اللہ عنہ نے مجھ سے فرمایا میں تم سے ایک حدیث بیان کرتا ہوں جو میں ہر ایک کے سامنے بیان نہیں کرتا، ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک گھر کے دروازے پر کھڑے ہوئے جس میں ہم لوگ بیٹھے تھے اور فرمایا حکمران قریش میں سے ہوں گے، میرا تم لوگوں پر ایک حق ہے اور ان کا بھی تم پر ایسا ہی ایک حق ہے جب کہ ان سے رحم مانگا جائے تو وہ رحم کریں، وعدہ کریں تو پورا کریں، فیصلہ کریں تو انصاف کریں اور ان میں سے جو شخص ایسا نہ کرے، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔ ❸ ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ اللہ ان کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کرے گا۔

---

❶ نسائي، الزكاة: ٧٥. ❷ ابن ماجه، الاحكام: ٢.

❸ مسند احمد: ٤/ ٣٩٦.

طبرانی نے حضرت معاویہ اور ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سند جید کے ساتھ نقل کیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس امت کو مقدس نہیں بناتا جس میں فیصلہ انصاف سے نہ کیا جاتا ہو، اور کمزور آدمی بغیر مشقت کے طاقتور آدمی سے اپنا حق وصول نہ کرسکتا ہو، اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے ابو ہریرہ! ایک ساعت کا عدل ساٹھ سال کی عبادت سے ''جس میں رات کا دائمی قیام اور دن کا دائمی روزہ شامل ہو'' بہتر ہے، اور اے ابو ہریرہ! کسی فیصلے میں ایک لمحے کا ظلم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ساٹھ سال کے گناہوں سے زیادہ سخت اور بڑا ہے، ایک روایت میں ایک دن کے عدل کا ذکر ہے، طبرانی نے سند حسن کے ساتھ یہ مضمون ان الفاظ سے نقل کیا ہے کہ عادل حکمران کا ایک دن ساٹھ سال کی عبادت سے زیادہ افضل ہوتا ہے اور وہ ایک شرعی سزا جو زمین میں اس کے حق کے ساتھ قائم کی جاتی ہے، وہ اس کے لیے چالیس دن تک مسلسل بارش ہونے سے زیادہ افزائش کرتی ہے، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ کے نزدیک سب سے زیادہ محبوب اور مجلس کے اعتبار سے سب سے زیادہ قریب عادل حکمران ہوگا اور سب سے زیادہ مبغوض اور مجلس کے اعتبار سے سب سے زیادہ دور ظالم حکمران ہوگا۔ طبرانی ہی کی ایک روایت میں عادل حکمران کو سب سے افضل اور ظالم حکمران کو سب سے بدتر قرار دیا گیا ہے۔ ترمذی، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک قاضی کے ساتھ رہتا ہے جب تک وہ ظلم نہیں کرتا، جب وہ ظلم کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس سے ہٹ جاتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ [1] حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ اللہ اس سے بیزاری ظاہر کردیتا ہے۔

ابن ماجہ اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن قاضی کو حساب کتاب کے لیے جہنم کے کنارے پر کھڑا کردیا جائے گا، پھر اگر حکم ہوا تو اسے جہنم میں دھکا دے دیا جائے گا اور وہ ستر برس تک اس میں لڑھکتا رہے گا۔ [2] ابن ابی الدنیا وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ بشر بن عاصم رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنائی کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص بھی لوگوں کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنتا ہے، اللہ اسے جہنم کے پل پر روک لے گا، اس پر زلزلہ آئے گا، سو کچھ لوگ نجات پا جائیں گے اور کچھ لوگ نہ بچیں گے، اور اس وقت انسان کی ایک ایک ہڈی اپنی جگہ سے ہل جائے گی، اگر وہ اس پل سے نجات نہ پاسکا تو اسے ایک نہایت تاریک کنوئیں میں لے جایا جائے گا، جو قبر کی طرح تاریک ہوگا، اور وہ شخص اس کی گہرائی تک ستر سال میں پہنچے گا، یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت سلمان فارسی اور حضرت ابو ذر غفاری رضی اللہ عنہما سے پوچھا کیا آپ دونوں نے بھی نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے؟ ان دونوں نے اثبات میں جواب دیا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص میری امت میں سے کسی جماعت کا ''خواہ اس کی تعداد تھوڑی ہو یا زیادہ'' ذمہ دار بنے اور ان کے درمیان انصاف نہ کرے، اللہ تعالیٰ اسے اس کے منہ کے بل جہنم میں اوندھا کردے گا۔ طبرانی، ابو یعلی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم میں ایک وادی ہے، اس وادی میں ایک کنواں ہے جسے ''ھبھب'' کہا جاتا ہے، اللہ پر حق ہے کہ ہر سرکش ظالم کو اس میں ٹھکانہ دے۔

[1] ترمذی، الاحکام: ٤.　[2] اس حدیث کا حوالہ نہیں مل سکا۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص صرف دس آدمیوں کا امیر بنے، اسے بھی قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا کہ اس کا ہاتھ بندھا ہوا ہو گا، اسے ''عدل'' کے علاوہ کوئی چیز نہیں کھول سکے گی۔ ❶ ایک روایت میں یہ اضافہ ہے کہ اگر وہ گنہگار رہا تو اس کی جکڑ بندی میں مزید اضافہ کر دیا جائے گا۔ ابن حبان کی روایت میں تین آدمیوں کا والی بننے کا ذکر ہے۔ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے سامنے جہنم میں سب سے پہلے داخل ہونے والے تین قسم کے افراد کو پیش کیا گیا، ایک وہ حکمران جو زبردستی لوگوں پر مسلط ہو گیا ہو، وہ مالدار آدمی جو اپنے مال میں سے اللہ کا حق ادا نہ کرے، اور وہ فقیر جو متکبر ہو۔ بزار اور طبرانی نے مضبوط سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے اپنی امت کے متعلق تین قسم کے اعمال سے اندیشہ ہے، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سے کام ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا عالم کی لغزش، ظالم کا حکم اور خواہشات کی پیروی۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ دعا کرتے ہوئے فرمایا اے اللہ! جو شخص میری امت کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنے اور ان پر مشقتیں ڈالے تو تو بھی اسے مشقت میں مبتلا فرما دے اور جو شخص میری امت کے معاملات میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بن کر ان کے ساتھ نرمی کرے تو تو بھی اس پر نرمی فرما۔ ❷ ابو عوانہ کی روایت میں مشقت کرنے والے پر اللہ کی لعنت کا ذکر ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں سے جو شخص لوگوں کے معاملات کا ذمہ دار بنے اور ان کی حفاظت اس طرح نہ کرے جس طرح اپنی حفاظت کرتا ہے تو وہ جنت کی مہک بھی نہیں پا سکے گا۔ ❸

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے جس بندے کو رعایا کی ذمہ داری سونپتا ہے، اگر مرتے وقت وہ اس حال میں ہو کہ اپنی رعایا کو دھوکہ دیتا رہا ہو، اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام قرار دے دے گا۔ ❹ ایک روایت میں یوں ہے کہ وہ جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو امیر مسلمانوں کے امور کا ذمہ دار بنے پھر ان کے لیے اپنے آپ کو تھکائے اور نہ ہی ان کے لیے خیر خواہی کرے، وہ ان کے ساتھ جنت میں داخل نہ ہو سکے گا۔ یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت عمرو بن مرہ جہنی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو یہ حدیث سنائی کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جس شخص کو اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے امور میں سے کسی چیز کا ذمہ دار بنائے اور وہ ان کی ضروریات، حاجت اور تنگدستی سے الگ تھلگ ہو جائے تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی ضروریات، حاجت اور تنگدستی سے الگ تھلگ ہو جائے گا، یہ حدیث سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کی ضروریات پوری کرنے کے لیے ایک آدمی کو مقرر کر دیا۔ ❺ یہ مضمون حاکم نے بھی نقل کیا ہے اور ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ جو حکمران ضرورت مندوں محتاجوں اور مسکینوں کے لیے اپنے دروازے بند کر لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۴۳۱. ❷ صحیح مسلم، الامارة: ۱۹.
❸ صحیح بخاری، الاحکام:۸. ❹ صحیح مسلم، الایمان: ۲۲۹.
❺ مسند احمد: ۵/ ۲۳۹.

کی ضروریات، حاجات اور تنگدستی کے لیے آسمانوں کے دروازے بند کر دیتا ہے۔ ❶ یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی نے مضبوط سند کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے لوگوں کا ایک لشکر تیار کیا، جب وہ لوگ روانہ ہوئے تو اس کے ایک لشکری حضرت ابوالدحداح رضی اللہ عنہ واپس آ گئے، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے ان سے پوچھا کہ آپ روانہ نہیں ہوئے؟ انہوں نے فرمایا کیوں نہیں، لیکن میں نے نبی علیہ السلام کو ایک بات فرماتے ہوئے سنا تھا، میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ کے پاس رکھ دوں کیونکہ مجھے اندیشہ ہے کہ آپ سے دوبارہ ملاقات نہ ہو سکے گی، میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اے لوگو! تم میں سے جو شخص کسی منصب پر فائز ہو اور ضرورت مندوں سے اپنے دروازے کو بند رکھے، اللہ اس کے لیے جنت کا دروازہ بند کر دے گا، اور جس شخص کا مقصد صرف دنیا ہو، اللہ اس پر میرے پڑوس اور ہمسائیگی کو حرام قرار دے دے گا، کیونکہ مجھے دنیا کو آباد کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو ان احادیث صحیحہ کی روشنی میں کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے، گو کہ میری نظروں سے اس کا تذکرہ کہیں نہیں گزرا، اور ان احادیث میں ضرورت مندوں کی ضروریات کا مطلقاً جو تذکرہ آیا ہے، اسے اس قید کے ساتھ مقید کر لیا جائے کہ وہ ضروریات جن کی تکمیل میں لوگ حکمران یا اس کے نائب کے محتاج ہوں، بعض احادیث میں مسکین اور مظلوم کی جو قید وارد ہوئی ہے، وہ اس کی دوسری تعبیر ہے اور جس کی تصریح بعد میں جلال بلقینی وغیرہ کی عبارت میں بھی مجھے دستیاب ہو گئی ہے۔

۳۴۶ تا ۳۵۰۔ سلاطین، امراء اور قاضیوں کا کسی مسلمان یا ذمی وغیرہ پر ظلم کرنا، مظلوم کو مدد پر قدرت کے باوجود تنہا چھوڑ دینا، ظالموں کے یہاں آمد و رفت رکھنا، ان کے ظلم پر راضی ہونا اور ان سے تعاون کرنا اور باطل میں ان کے لیے کوشش کرنا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اللہ کو ان چیزوں سے بے خبر نہ سمجھو جو ظالم لوگ کرتے ہیں، اللہ انہیں ایک ایسے دن کے لیے مہلت دیتا ہے جس میں آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔'' ❷ اسی طرح ارشاد ہے ''عنقریب ظالموں کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں۔'' ❸ اسی طرح ارشاد ہے ''تم لوگ ظالموں کی طرف مائل نہ ہو، ورنہ تمہیں جہنم کی آگ چھو لے گی اور اللہ کے علاوہ تمہارا کوئی دوست نہیں ہے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔'' ❹ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اس آیت کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ ان کی طرف محبت میں مکمل میلان اور جھکاؤ نہ رکھو، اسی طرح کلام کی لچک اور دوستی میں بھی ان کی طرف مائل نہ ہو، سدی اور ابن زید کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ مداہنت اور چشم پوشی سے کام نہ لو، عکرمہ کہتے ہیں کہ ان کی اطاعت اور دوستی نہ

---

❶ ترمذی: ۱۳۳۲۔ ❷ ابراهیم: ۴۲۔
❸ الشعراء: ۲۲۷۔ ❹ هود: ۱۱۳۔

رکھو، ابو العالیہ کہتے ہیں کہ ان کے اعمال سے راضی نہ ہو، بظاہر آیت سے یہ سارے معنی ہی مراد لیے جا سکتے ہیں، اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''ظالموں اور ان کی ''جوڑوں کو'' جمع کر لو۔'' ❶ یہاں ''جوڑوں'' سے مراد ان کی مشابہت اور پیروی کرنے والے لوگ ہیں۔

شیخین وغیرہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ ظلم سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا، اور بخل سے بچو کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو بھی ہلاک کر دیا تھا، اسی بخل نے انہیں اس بات پر آمادہ کیا کہ انہوں نے خون بہائے اور لوگوں کی حرمت پامال کی۔ ❸ امام مسلم رحمہ اللہ ہی نے یہ حدیث قدسی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اے میرے بندو! میں نے اپنے آپ پر ظلم کو حرام قرار دے رکھا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام قرار دیتا ہوں لہٰذا ایک دوسرے پر ظلم نہ کیا کرو۔ ❹ ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو ظلم سے بچاؤ، کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیروں کی صورت میں ہوگا، اور بے حیائی سے بچو کیونکہ اللہ تعالیٰ بے حیائی کرنے والے اور بیہودہ گو آدمی کو پسند نہیں کرتا اور بخل سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ اسی بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو اس بات پر آمادہ کیا کہ انہوں نے خون بہائے اور حرام چیزوں کو اپنے اوپر حلال کر لیا، یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ایک دوسرے پر ظلم نہ کرو، کہیں ایسا نہ ہو کہ تم دعا کرو اور تمہاری دعائیں قبول نہ ہوں، تم بارش برسنے کی پکار لگاؤ لیکن تم پر بارش نہ برسائی جائے اور تم مدد طلب کرو لیکن تمہاری مدد نہ کی جائے، اسی طرح طبرانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جو میری شفاعت ہرگز حاصل نہیں کر سکیں گے، ایک وہ حکمران جو ظالم اور دھوکہ باز ہو اور دوسرا ہر وہ خائن جو دین سے نکل جانے والا ہو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے بے یار و مددگار چھوڑتا ہے اور نبی علیہ السلام فرماتے تھے اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، جب بھی دو آدمی ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں، پھر ان کے درمیان جدائی ہو جاتی ہے تو اس کا سبب وہ گناہ ہوتا ہے جو ان میں سے کوئی ایک کرتا ہے۔ ❺ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ظالم کو ڈھیل دیتا رہتا ہے اور جب پکڑتا ہے تو پھر اسے چھوڑتا نہیں ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''اسی طرح آپ کے رب کی پکڑ ہے، جب وہ بستیوں کو پکڑتا ہے اس حال میں کہ وہ ظالم ہوں، بیشک اس کی پکڑ شدید دردناک ہے۔'' ❻ ابو یعلی، احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شیطان اس بات سے مایوس ہو گیا ہے کہ سرزمین عرب میں اب دوبارہ بتوں کی پوجا کی جا سکے، لیکن وہ اس

---

❶ الصفت: ۲۲. ❷ صحیح مسلم، البر: ٥٦.
❸ صحیح مسلم، البر: ٥٧۔ ❹ صحیح مسلم، البر: ٥٥۔ مسند احمد: ٥/ ١٦٠.
❺ مسند احمد: ٢/ ٦٨. ❻ هود: ١٠٢۔ صحیح مسلم، البر: ٦١.

سے بھی کم درجہ حقیر چیزوں پر راضی ہو جائے گا اور وہی قیامت کے دن تباہ کن ثابت ہوں گی، جہاں تک ہو سکے ظلم سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ قیامت کے دن بندہ بہت سی نیکیاں لے کر آئے گا، وہ یہ سمجھ رہا ہوگا کہ یہ نیکیاں اسے نجات دلا دیں گی، لیکن ایک بندہ اٹھے گا اور عرض کرے گا پروردگار! تیرے بندے نے مجھ پر ظلم کیا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ اس کی نیکیاں کم کردو، یہ سلسلہ برابر چلتا رہے گا یہاں تک کہ گناہ زیادہ ہونے کی وجہ سے اس کی کوئی نیکی باقی نہیں بچے گی، اس کی مثال اس قافلے کی سی ہے جو کسی جنگل میں پڑاؤ ڈالے، ان لوگوں کے پاس کوئی لکڑی نہ ہو، لوگ لکڑیاں کاٹنے کے لیے منتشر ہو جائیں اور تھوڑی ہی دیر بعد لکڑیاں جمع کر کے لے آئیں، آگ بلند ہونے لگے اور وہ جو چاہیں پکالیں، یہی مثال گناہوں کی بھی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کا اپنے بھائی پر عزت وآبرو یا کسی اور حوالے سے کوئی ظلم ہو، اسے چاہیے کہ وہ دن آنے سے پہلے اس سے یہ معاف کروالے جب کوئی دینار اور درہم نہیں ہوگا، اگر اس کے پاس اعمال صالحہ ہوئے تو اس کے ظلم کے تناسب سے اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی، اور اگر اس کی نیکیاں نہ ہوئیں تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر لاد دیے جائیں گے۔ [1] امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ہمارے درمیان مفلس وہ ہوتا ہے جس کے پاس کوئی درہم ہو اور نہ ساز وسامان، نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ سب کچھ لے کر آئے گا لیکن اس نے کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا، اس کی نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کردی جائیں گی اگر ان کے مطالبے پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان کے گناہ اس پر ڈال دیے جائیں گے اور پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔ [2]

شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب نبی علیہ السلام نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو انہیں نصیحت کرتے ہوئے فرمایا مظلوم کی بددعا سے بچنا کیونکہ اس کے اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب نہیں ہوتا۔ [3] امام احمد، ترمذی، ابن ماجہ، ابن خزیمہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی دعا رد نہیں ہوتی، روزہ دار یہاں تک کہ افطار کر لے، عادل حکمران اور مظلوم کی بددعا کو اللہ بادلوں کے اوپر سے اٹھا لیتا ہے، اس کے لیے آسمان کے دروازے کھول دیے جاتے ہیں اور پروردگار کہتا ہے کہ مجھے میری عزت کی قسم میں تیری مدد ضرور کروں گا اگرچہ کچھ عرصے بعد ہی کروں۔ [4] بزار نے اس مضمون میں روزہ دار اور مظلوم کے علاوہ تیسرے نمبر پر مسافر کو ذکر کیا ہے۔ ترمذی نے مظلوم اور مسافر کے ساتھ والد کی اپنی اولاد کے خلاف بددعا کو نقل کیا ہے۔ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مظلوم کی بددعا ضرور قبول ہوتی ہے اگرچہ وہ گنہگار ہی ہو

---

[1] صحیح بخاری، المظالم: ١٠.

[2] صحیح مسلم، البر: ٦٠.

[3] صحیح بخاری، الزکاۃ: ٦٣۔ صحیح مسلم، الایمان: ٢٩.

[4] ابو داود، الوتر: ٢٩۔ مسند احمد: ٢/ ٢٥٨.

کیونکہ اس کے گناہ کا تعلق اس کی ذات کے ساتھ ہے۔ ❶ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دو قسم کی دعائیں ہیں کہ ان میں اور اللہ کے درمیان کوئی حجاب حائل نہیں ہوتا ایک مظلوم کی دعا اور ایک آدمی کی اپنے بھائی کی پیٹھ پیچھے اس کے حق میں دعا۔ طبرانی ہی نے معجم صغیر و اوسط میں یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اس شخص پر میرا شدید غضب نازل ہوتا ہے جو کسی ایسے شخص پر ظلم کرتا ہے جس کا میرے علاوہ کوئی مددگار نہ ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہوتا ہے، وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ اسے تنہا چھوڑتا ہے، اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے اور اپنے سینے کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تقویٰ یہاں ہوتا ہے، تقویٰ یہاں ہوتا ہے، انسان کے شریر ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھنے لگے، ہر مسلمان پر دوسرے مسلمان کی جان، مال اور عزت آبرو قابل احترام ہے۔ ❷ ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ نبوت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صحف ابراہیم کیا تھے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ مکمل ''امثال'' پر مشتمل تھے مثلاً اے وہ بادشاہ! جو لوگوں پر مسلط ہے، پریشانیوں میں گھرا ہوا اور دھوکے کا شکار ہے، میں نے تجھے اس لیے نہیں بھیجا کہ تو تھوڑا تھوڑا کر کے دنیا کو جمع کرنا شروع کر دے، میں نے تجھے اس لیے بھیجا ہے کہ تو مظلوم کی بددعا کو مجھ سے دور رکھے، کیونکہ میں اسے رد نہیں کرتا اگرچہ وہ کافر ہی ہو، اور عاقل پر ''جب تک کہ اس کی عقل مغلوب نہ ہو'' لازم ہے کہ اپنے لیے چند لمحات نکالے، کچھ لمحات وہ ہوں جن میں وہ اپنے رب سے مناجات کرے، کچھ لمحات وہ ہوں جن میں وہ اپنے نفس کا محاسبہ کرے، کچھ لمحات وہ ہوں جن میں وہ اللہ کی تخلیقات میں غور و فکر کرے اور کچھ لمحات وہ ہوں جن میں وہ اپنے کھانے پینے کی ضروریات کیلئے اپنے آپ کو فارغ رکھے، عقلمند آدمی کو چاہیے کہ تین چیزوں کے علاوہ کسی کے لیے کوچ نہ کرے، آخرت کا زاد راہ حاصل کرنے کیلئے، فکر معاش کیلئے یا ایسی لذت حاصل کرنے کیلئے جو حرام نہ ہو، اور عقلمند آدمی پر لازم ہے کہ وہ اپنے زمانے سے واقف ہو، اس کے حالات کا سامنا کرنے والا ہو، اپنی زبان کی حفاظت کرے اور لایعنی چیزوں میں گفتگو کم کر دے۔

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! صحف موسیٰ کیا تھے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس میں سارا مضمون عبرتوں پر ہی مشتمل تھا، مثلاً یہ کہ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسے یقین ہے کہ موت کیسی ہوتی ہے اور پھر بھی خوش ہوتا ہے؟ مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسے جہنم کا یقین ہو اور پھر بھی ہنستا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسے تقدیر کا یقین ہو اور پھر بھی وہ تھکتا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جو دنیا اور اس کے تغیرات کو دیکھتا ہے، پھر مطمئن ہو کر اسی میں مصروف ہو جاتا ہے، مجھے تعجب ہے اس شخص پر جسے کل حساب ہونے کا یقین ہے اور پھر بھی وہ عمل نہیں کرتا، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے نصیحت فرمائیے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اس سارے دین کی جڑ ہے، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ وہ اس سارے دین کی جڑ ہے، میں نے مزید نصیحت کی درخواست

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۲۵۸.

❷ صحیح بخاری، الاکراہ: ۷۔ صحیح مسلم، البر: ۳۲.

کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے اوپر تلاوت قرآن اور ذکر اللہ کو لازم کرلو وہ زمین میں تمہارے لیے نور اور آسمان میں ذکر ہے، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے آپ کو کثرت کے ساتھ ہنسنے سے بچاؤ کیونکہ یہ دل کو مردہ کر دیتا اور چہرے کو بے نور کر دیتا ہے، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے اوپر جہاد کو لازم کرلو، کیونکہ یہ میری امت کی رہبانیت ہے، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا مسکینوں سے محبت کرو اور ان کی ہم نشینی اختیار کرو، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے سے نیچے والے کو دیکھو، اپنے سے اوپر والے کو نہ دیکھو، کیونکہ اس طرح تم اللہ کی کسی نعمت کو حقیر نہیں سمجھو گے، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا حق بات کہا کرو اگرچہ وہ کڑوی ہی ہو، میں نے مزید نصیحت کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہیں لوگوں سے کوئی ایسی چیز بے رغبت نہ کر دے جو تمہیں اپنے اندر بھی معلوم ہو، اور ان پر ایسی چیز میں غصہ نہ کرو جو تم خود بھی کرتے ہو، اور تمہارے لیے یہی عیب کافی ہے کہ تم لوگوں میں ایسی چیز کو تلاش کرو جس سے تم اپنی ذات میں ناواقف ہو، اور ان پر ایسی چیزوں میں ناگواری کا مظاہرہ کرو جو تم خود بھی کرتے ہو، پھر نبی علیہ السلام نے میرے سینے پر اپنا دست مبارک مار کر فرمایا اے ابوذر! تدبیر کی طرح کوئی عقل نہیں، اور رک جانے کی طرح کوئی تقویٰ نہیں اور حسن اخلاق جیسی کوئی حسین چیز نہیں۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو کوئی مسلمان کسی مسلمان آدمی کو ایسی جگہ پر تنہا چھوڑ دے جہاں اس کی بے عزتی کی جا رہی ہو، اور اس کی آبرو پر دست درازی کی جا رہی ہو، اللہ اسے ایسی جگہ پر تنہا چھوڑ دے گا جہاں اسے اللہ کی مدد کی ضرورت اور چاہت ہوگی، اور جو کوئی مسلمان کسی مسلمان کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا، جہاں اس کی عزت پامال کی جا رہی ہو اور اس کی آبرو پر دست درازی کی جا رہی ہو، اللہ اس کی ایسی جگہ پر مدد کرے گا جہاں اسے اللہ کی مدد کی ضرورت ہوگی۔ ❶ ابو الشیخ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے بندوں میں سے ایک بندے کے متعلق حکم دیا گیا کہ اسے اس کی قبر میں سو کوڑے مارے جائیں، جب فرشتے اسے کوڑے مارنے لگے تو وہ اللہ سے دعا کرنے لگا، اس کی مسلسل دعا کی وجہ سے ایک کوڑا ہو گیا، اور اس کی قبر آگ سے بھر گئی، جب یہ عذاب ختم ہوا اور اسے افاقہ ہوا تو اس نے فرشتوں سے پوچھا کہ تم نے مجھے کوڑا کس جرم میں مارا؟ انہوں نے بتایا کہ تو نے ایک مرتبہ بغیر وضو کے نماز پڑھی تھی اور ایک مظلوم کے پاس سے تیرا گزر ہوا تھا اور تو نے اس کی مدد نہیں کی تھی، ابو الشیخ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مجھے میری عزت اور میرے جلال کی قسم! میں ظالم سے جلد یا بدیر انتقام ضرور لوں گا، اور اس شخص سے بھی انتقام لوں گا جو کسی مظلوم کو دیکھے اور اس کی مدد کرنے پر قادر ہونے کے باوجود اس کی مدد نہ کرے۔

امام بخاری اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے بھائی کی مدد کیا کرو خواہ وہ ظالم ہو یا مظلوم، ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مظلوم کی مدد کرنے کی بات تو سمجھ میں آ جاتی ہے، ظالم کی مدد کیسے کروں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے ظلم سے روک دو کہ یہی اس کی مدد ہے۔ ❷ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی منافق سے کسی مومن کی عزت

---

❶ ابو داؤد، الادب: ٣٦ ـ مسند احمد: ٤/ ٣٠. ❸ صحيح بخاری، المظالم: ٤ ـ صحيح مسلم، البر: ٦٢.

بچا تا ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ایک فرشتہ بھیجے گا جو جہنم کی آگ سے اس کے گوشت کی حفاظت کرے گا۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دیہات میں رہا، اس نے اپنے اوپر جفا کی، جو شخص شکار کے پیچھے پڑا وہ غافل ہو گیا اور جو شخص بادشاہوں کے دروازوں پر گیا وہ آزمائش میں مبتلا ہو گیا، اور جو شخص بادشاہ کے جتنے زیادہ قریب ہوتا جاتا ہے، وہ اللہ سے اتنا زیادہ ہی دور ہوتا جاتا ہے۔ ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے حضرت کعب بن عجرہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا اللہ تمہیں بیوقوفوں کی حکمرانی سے بچائے، انہوں نے پوچھا کہ بیوقوفوں کی حکمرانی سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ امراء جو میرے بعد آئیں گے، میرے طریقے پر نہیں چلیں گے اور میری سنت کی پیروی نہیں کریں گے، جو ان کے کذب میں ان کی تصدیق کر دے گا، اور ان کے ظلم پر ان کی اعانت کرے گا تو ایسے لوگ مجھ سے ہوں گے اور نہ میں ان سے ہوں گا، اور وہ میرے پاس حوض کوثر پر بھی نہیں آسکیں گے، اور جو شخص ان کے کذب میں ان کی تصدیق نہیں کرے گا اور ان کے ظلم پر ان کی مدد نہیں کرے گا تو یہی لوگ مجھ سے ہیں اور میں ان سے ہوں، اور یہ لوگ میرے پاس حوض کوثر پر بھی آئیں گے، اے کعب بن عجرہ! روزہ ڈھال ہے، صدقہ گناہوں کو مٹا دیتا ہے اور نماز اللہ کے قرب کا سبب بنتی ہے، اے کعب بن عجرہ! لوگ دو حالتوں میں صبح کرتے ہیں، کچھ لوگ اپنے نفس کو خرید کر آزاد کر لیتے ہیں اور کچھ لوگ اپنے نفس کو بیچ کر اسے ہلاک کر دیتے ہیں۔ ❸ یہ مضمون ابن حبان، ترمذی اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے، البتہ ترمذی کی ایک روایت کے شروع میں یہ الفاظ بھی ہیں کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے، ہم اس وقت نو اور پانچ یا نو اور چار افراد تھے جن میں سے ایک عدد اہل عرب کا تھا اور دوسرا عدد اہل عجم کا، پھر آگے سابقہ مضمون ہے، امام احمد رحمہ اللہ کی ایک روایت میں نماز عشاء کے بعد اس ارشاد فرمانے کا تذکرہ ہے۔

ابن ماجہ نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں سے کچھ لوگ دین کی سمجھ بوجھ حاصل کریں گے اور قرآن پڑھیں گے اور کہیں گے کہ ہم امراء کے پاس اس لیے جاتے ہیں تاکہ ان کی دنیا میں سے اپنا حصہ لے سکیں اور اپنا دین ان سے بچالیں، حالانکہ ایسا نہیں ہوگا، جیسے ''قتاد'' سے کانٹوں کے علاوہ کچھ نہیں چنا جا سکتا، اسی طرح ان کے قریب ہونے سے غلطیوں کے علاوہ کچھ حاصل نہیں ہو سکتا۔ ❹ طبرانی نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے اپنے اہل بیت کو بلایا، راوی نے اس میں حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہما وغیرہ کا تذکرہ کیا، راوی حدیث حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ ''جو نبی علیہ السلام کے آزاد کردہ غلام ہیں'' کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا میں بھی اہل بیت میں شامل ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! جب تک کہ تم کسی بادشاہ کے دروازے پر کھڑے نہ ہو یا کسی امیر کے پاس جا کر دست سوال دراز نہ کرو۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ علقمہ بن وقاص ایک آدمی کے پاس سے گزرے جو اہل مدینہ میں معزز آدمی سمجھا جاتا تھا، انہوں نے اس سے فرمایا تمہاری ایک عزت اور ایک حق ہے، میں نے تمہیں ان امراء

---

❶ ابو داود، الأدب: ٣٦. ❷ مسند احمد: ٢/ ٣٧١.

❸ مسند احمد: ٥/ ٣٤٢. ❹ ابن ماجه، المقدمة: ٢٣.

کے پاس آتے جاتے ہوئے دیکھا ہے اور تم ان کے پاس جا کر باتیں کرتے ہو، میں نے حضرت بلال بن حارث رضی اللہ عنہ کو "جو نبی علیہ السلام کے صحابی تھے" یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم میں سے بعض اوقات کوئی شخص اللہ کی رضامندی کا کوئی کلمہ اپنے منہ سے بولتا ہے، اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ کلمہ کہاں تک جا پہنچے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کلمے کے عوض اس شخص کے لیے قیامت تک اپنی رضامندی لکھ دیتا ہے، اور بعض اوقات تم میں سے کوئی شخص اللہ کی ناراضگی کا کوئی کلمہ بولتا ہے، اس کا گمان بھی نہیں ہوتا کہ وہ کلمہ کہاں تک جا پہنچے گا، لیکن اللہ تعالیٰ اس کلمے کی وجہ سے اس شخص کے لیے قیامت تک اپنی ناراضگی لکھ دیتا ہے، اس لیے خوب سمجھ لیا کرو کہ تم کیا بول رہے ہو؟ اور کیا کہہ رہے ہو؟ کیونکہ میں نے جب سے بلال بن حارث کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے، میں نے بہت ساری باتیں کہنا چھوڑ دی ہیں۔

تنبیہ

ان پانچوں گناہوں کو ان آیات و احادیث کی تصریحات کی روشنی میں کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے گو کہ میری نظر سے صرف پہلے اور آخری گناہ کی ہی تصریح گزری ہے، بعض حضرات نے چوتھے گناہ کا بھی ذکر کیا ہے، اذرعی کہتے ہیں کہ مطلقاً ظلم کی کوشش کرنے کو گناہ کبیرہ قرار دینا مشکل ہے، جبکہ اس کے نتیجے میں پیدا ہونے والا گناہ صغیرہ ہو، زیادہ سے زیادہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ یہ کبیرہ اس وقت ہوگا جب کہ جس شخص کے خلاف کوشش کی جا رہی ہے، اسے بادشاہ کی طرف سے اپنے یا اپنے اہل خانہ کے متعلق اندیشہ ہو، پھر اذرعی نے حلیمی کے کلام کا حوالہ دیا ہے، جو اسے کبیرہ گناہ نہیں سمجھتے لیکن یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ حلیمی کا یہ قول قابل قبول نہیں ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ یہ کبیرہ گناہ ہے کیونکہ یہ چغلی ہے بلکہ چغلی کی اقسام میں سے بھی بدترین قسم ہے اور احادیث میں چغل خوری کو کبیرہ گناہ قرار دیا جانا ثابت ہو چکا ہے، پھر یہ بات بھی ذہن میں رہے کہ اس سے مراد کسی ایسے شخص کے خلاف کوشش کرنا ہے جو اس سے بری ہو، باقی جس کے متعلق گواہی دینا جائز ہو، وہ اس میں شامل نہیں ہے بلکہ اگر کوئی عذر نہ ہو تو ضروری ہے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر چغل خوری کے لیے بھی کوئی ضرورت اور مجبوری ہو تو اس میں کوئی ممانعت نہیں ہے جیسے کوئی شخص کسی کو بتا دے کہ فلاں آدمی اس کے یا اس کے اہل خانہ کے ساتھ کوئی ظلم کرنا چاہتا ہے یا کسی حکمران کو بتا دے کہ فلاں آدمی فساد پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے، اسے واضح کرنا اور اس کا ازالہ کرنا ضروری ہے، یہی حکم اس جیسی صورتوں کا بھی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ کلی طور پر یہ حرام نہیں ہے بلکہ بعض صورتوں میں واجب اور بعض صورتوں میں مستحب ہے۔

بعض متاخرین فرماتے ہیں کہ کسی ایسے کام کی کوشش کرنا جس سے کسی مسلمان کو نقصان پہنچتا ہو، گناہ کبیرہ ہے گو کہ وہ سچائی ہو، اور یاد رکھیے کہ جس شخص کا ظالموں کے یہاں آنے جانے کا معمول ہو، بعض اوقات وہ یہ دلیل دیتا ہے کہ اس کا مقصد مظلوم کی مدد کرنا، کمزور کے ساتھ تعاون کرنا، ظلم کو روکنا اور نیکی کا سبب بنتا ہے لیکن ظاہر بات ہے کہ جب وہ ان کا کھانا کھائے گا، ان کے مقاصد میں شریک ہوگا، یا ان کے حرام مال میں سے وصول کرے گا یا کسی گناہ کا کام ہوتے دیکھ کر چشم پوشی کرے گا تو اس کی بدحالی پر دلیل دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، کیونکہ ہر صاحب بصیرت سمجھ سکتا ہے کہ وہ راہ راست سے بھٹک چکا ہے،

اور اپنے پیٹ اور خواہشات کا پجاری بن چکا ہے، اگر کوئی شخص ان تمام چیزوں سے محفوظ بھی ہو تب بھی اس کا ایسے لوگوں کے یہاں آنا جانا محل اشتباہ ہے، ایسے شخص کے احوال کے لیے ایک میزان اور ترازو ہے جس سے اس کے کمال یا زوال کا فیصلہ ہو سکتا ہے، اور وہ یہ کہ اگر اس شخص کی کیفیت ایسی ہو کہ جیسے وہ ان کے یہاں زبردستی جا رہا ہے، اور اس کی خواہش یہ ہے کہ کوئی دوسرا اس معاملے میں اس کی کفایت کر دے، مظلوم کی مدد اس کے علاوہ کوئی اور شخص کر دے اور وہ ان کی صحبت وہم نشینی میں خوش نہ ہوتا ہو، تو یہ اچھائی اور کمال کی علامت ہے اور وہ ایسا شخص ہو کہ اگر بادشاہ اس پر کسی کو ترجیح دے، اسے اپنا قرب عطا کرے، اس کا معتقد ہو جائے اور اس دوسرے آدمی کے ساتھ وہی سلوک کرے جو وہ اس کے ساتھ کرتا تھا تو اس کی طبیعت پر یہ چیز گراں نہ گزرے، بلکہ وہ اپنی طبیعت میں انشراح کی کیفیت محسوس کرے کہ اللہ نے اسے اس عظیم امتحان سے بچا لیا تو اس شخص کا مقصد صحیح ہے اور اسے اس پر اجر جزیل ملے گا، اور اگر اس میں یہ خصلتیں نہ پائی جائیں تو اس شخص کی نیت فاسد اور وہ ہلاک ہونے والا ہے کیونکہ اس کا مقصد عہدہ طلب کرنا اور اپنے ہم عصروں سے امتیاز حاصل کرنا ہے۔

اس بحث کا اختتام ہم چند دوسری احادیث وآثار پر کرتے ہیں جنہیں بعض علماء نے جمع کیا ہے اور ان کے حوالہ جات کی ذمہ داری انہی پر ہے، جیسے یہ حدیث کہ کچھ لوگ ہیں جو اللہ کے مال میں ناحق گھستے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے قیامت کے دن جہنم کی آگ ہوگی، اسی طرح یہ حدیث کہ جو شخص ایک بالشت کے برابر بھی زمین کا ٹکڑا ظلماً لے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ساتوں زمینوں سے وہ ٹکڑا طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈال دے گا، ایک شاعر نے کیا خوب کہا ہے کہ جب تجھے قدرت حاصل ہو تو کسی پر ظلم نہ کر، کیونکہ ظلم کا انجام ندامت ہوتا ہے، تیری آنکھیں سو جاتی ہیں اور مظلوم جاگتا رہتا ہے، وہ تجھے بددعائیں دے رہا ہوتا ہے اور اللہ کی آنکھ نہیں سوتی۔ اسی طرح ایک اور شاعر کہتا ہے کہ جب کوئی ظالم زمین کو اپنی سواری بنا کر روندتا ہے اور اپنے اس برے اکتساب میں غلو کرتے ہوئے گھستا ہے تو یہ سب زمانے کا ہیر پھیر ہے، کیونکہ عنقریب اس کے سامنے وہ سب واضح ہو جائے گا جو اس کے نامہ اعمال میں ہے، ایک بزرگ کا کہنا ہے کہ کمزوروں پر ظلم نہ کرو، ورنہ تم بدترین طاقتور ہو گے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حباری یعنی سرخ پرندہ ظالم کے ظلم سے ڈر کر اپنے گھونسلے میں ہی مر جاتا ہے، کہتے ہیں کہ تورات میں لکھا ہے کہ پل صراط کے پیچھے ایک منادی آواز لگائے گا کہ اے ظالموں اور سرکشوں کے گروہ! اے مال ودولت کی وسعت والے اور بدبختوں کے گروہ! اللہ اپنی عزت کی قسم کھاتا ہے کہ آج اس پل سے کسی ظالم کا ظلم تجاوز نہیں کر سکے گا۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ جب مہاجرین حبشہ واپس نبی علیہ السلام کے پاس آ گئے تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ کیا تم مجھے کوئی ایسی بات بتا سکتے ہو جو سرزمین حبش میں تمہیں سب سے زیادہ تعجب خیز لگی ہو؟ قتیبہ ''جو مہاجرین حبش میں شامل تھے'' کہنے لگے کیوں نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ایک دن ہم لوگ بیٹھے ہوئے تھے کہ ہمارے پاس سے ایک بڑھیا گزری، جس نے اپنے سر پر پانی کا ایک مٹکا اٹھا رکھا تھا، وہ اپنے علاقے کے ایک نوجوان کے پاس سے گزری، اس نوجوان نے اپنا ایک ہاتھ بڑھیا کے دونوں کندھوں کے درمیان رکھا پھر اسے دھکا دیا تو وہ بڑھیا گھٹنوں کے بل گری اور اس کا مٹکا ٹوٹ گیا، وہ بڑھیا جب اٹھ کر اس کی طرف متوجہ ہوئی تو کہنے لگی اے دھوکہ باز! عنقریب تجھے پتہ چل جائے گا جب اللہ تعالیٰ کرسی رکھے گا اور اولین

وآخرین کو جمع کرے گا، اور ہاتھ اور پاؤں بتائیں گے کہ وہ کیا کرتے رہے ہیں، عنقریب تجھے میرے اور اپنے معاملے کا پتہ چل جائے گا، اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ اس قوم کو کیسے مقدس بنائے گا جن کے طاقتور سے کمزور کا حق نہ لیا جا سکتا ہو؟ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی منقول ہے کہ پانچ قسم کے لوگ ہیں جن پر اللہ کا غضب نازل ہوتا ہے، اگر اللہ چاہے تو ان پر اپنا غضب دنیا ہی میں نازل کر دیتا ہے اور اگر چاہے تو آخرت میں ان پر اسے نازل کر دیتا ہے، کسی قوم کا امیر جو اپنی رعایا سے اپنا حق وصول کر لے، اور خود ان کے ساتھ انصاف نہ کرے اور نہ ان سے ظلم وستم کو دور کرے، دوسرا کسی قوم کا وہ سردار جس کی لوگ اطاعت کرتے ہوں، لیکن وہ طاقتور اور کمزور کے درمیان برابری نہ کرتا ہو اور خواہشات کی زبان بولتا ہو، تیسرا وہ آدمی جو اپنے اہل وعیال کو اللہ کی اطاعت کا حکم نہ دیتا ہو اور نہ ہی انہیں ان کے دینی معاملات کی تعلیم دیتا ہو، چوتھا وہ آدمی جس نے کسی شخص کو اجرت پر رکھا ہو، اسے کام میں لگائے رکھے لیکن اجرت پوری نہ دے اور پانچواں وہ آدمی جو کسی عورت پر اس کے مہر کے حوالے سے ظلم کرے۔

حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کر لیا اور وہ سب اپنے قدموں پر کھڑے ہو گئے تو انہوں نے اپنے سر اٹھا کر اللہ کی طرف دیکھا تو پوچھا کہ پروردگار! تو کس کے ساتھ ہے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا مظلوم کے ساتھ، یہاں تک کہ اس کا حق ادا کر دیا جائے، وہب بن منبہ کہتے ہیں کہ ایک جبار نے ایک عالی شان اور مضبوط محل تعمیر کیا، ایک فقیر بڑھیا آئی اور اس کے قریب ہی ایک چھوٹا سا گھر بنا کر اس میں رہنے لگی، ایک دن وہ ظالم سوار ہو کر اپنے محل کی طرف گھوم رہا تھا کہ اس کی نظر بڑھیا کے گھر پر پڑی، اس نے نوکروں سے پوچھا کہ یہ کس کا گھر ہے؟ انہوں نے بتایا کہ ایک فقیر بڑھیا نے یہاں پناہ لی ہے، اس نے حکم دیا کہ اسے منہدم کر دیا جائے چنانچہ اسے گرا دیا گیا، جب بڑھیا آئی تو اس نے دیکھا کہ اس کا گھر منہدم کر دیا گیا ہے، اس نے لوگوں سے پوچھا کہ اسے کس نے منہدم کیا ہے؟ لوگوں نے اسے بتایا کہ بادشاہ نے اسے دیکھا تھا اور اسی نے اسے گرایا ہے، اس بڑھیا نے آسمان کی طرف اپنا سر اٹھایا اور کہنے لگی کہ پروردگار! اگر میں یہاں موجود نہ تھی تو تو کہاں تھا؟ اسی وقت اللہ نے جبریل کو حکم دیا کہ اس محل کو اس میں رہنے والوں سمیت الٹا دو، چنانچہ جبریل نے وہ محل الٹا دیا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ جب خاندان برامکہ کو گرفتار کیا گیا تو ان میں سے ایک لڑکے نے اپنے باپ سے کہا کہ ابا جان! عزت کے بعد ہم لوگ قید اور حبس کا شکار ہو گئے، اس نے جواب دیا بیٹا! کسی مظلوم کی بددعا رات کو نکلی جس سے ہم غافل رہے لیکن اللہ تو اس سے غافل نہ تھا، یزید بن حکیم کہتے تھے کہ مجھے کسی شخص سے اتنا ڈر نہیں لگتا جتنا اس شخص سے لگتا ہے جس پر میں نے ظلم کیا ہو، کیونکہ میں جانتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ اس کا کوئی مددگار نہیں ہے اور وہ مظلوم مجھ سے کہتا ہے کہ میرا اللہ مجھے کافی ہے، اللہ میرے اور تیرے درمیان ہے، حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن بندوں کو اس حال میں جمع کیا جائے گا کہ وہ برہنہ پا، برہنہ جسم، غیر مختون ہوں گے، ایک منادی آواز لگائے گا جسے دور اور قریب والے یکساں سنیں گے کہ میں حقیقی بادشاہ ہوں، بدلہ دینے والا، کوئی جنتی اس وقت تک جنت میں نہ جائے گا جب تک کہ اہل جہنم میں سے کسی ایک کا بھی ظلم کا مطالبہ ہوگا حتیٰ کہ ایک طمانچہ یا اس سے بھی کم تر چیز کا اور کوئی جہنمی اس وقت

تک جہنم میں نہ جائے گا جب تک کہ اس کا کسی پر ظلم کا مطالبہ ہوگا حتیٰ کہ ایک طمانچہ یا اس سے بھی کم تر چیز کا، تیرا رب کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔'' ❶ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہم برہنہ پا، برہنہ جسم اور غیر مختون حالت میں آئیں گے، یہ کیسا لگے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نیکیوں اور گناہوں کے اعتبار سے پورا پورا بدلہ دیا جائے گا، پھر نبی علیہ السلام نے وہی آیت دوبارہ پڑھی، نیز یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص ایک کوڑا بھی کسی کو ظلماً مارے گا، قیامت کے دن اس سے اس کا قصاص لیا جائے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ کسریٰ نے اپنے بیٹے کو تعلیم و ادب سے روشناس کرانے کے لیے ایک معلم کا انتظام کیا، جب اس کا بیٹا فضل و ادب میں کمال کو پہنچ گیا تو ایک دن اس کے معلم نے اسے اپنے پاس بلایا اور بغیر کسی جرم اور سبب کے اسے مار لگائی، اس لڑکے نے اپنے سینے میں اپنے استاد کے خلاف کینہ رکھا، یہاں تک کہ وہ بڑا ہوگیا اور اس کا باپ مرگیا اور اس کے بعد وہ بادشاہ بن گیا، ایک دن اس نے اپنے استاد کو بلایا اور کہا کہ آپ نے مجھے فلاں دن بغیر کسی جرم اور سبب کے اتنی سخت سزا کیوں دی تھی؟ استاد نے کہا بادشاہ سلامت! یاد رکھیے! کہ جب آپ فضل و ادب میں حد کمال کو پہنچ گئے تو مجھے یقین ہوگیا کہ آپ کو آپ کے والد کے بعد سلطنت ملے گی، اس لیے میں نے سوچا کہ آپ کو مار کا ذائقہ اور ظلم کی تکلیف چکھا دوں تاکہ آپ آئندہ کسی پر ظلم نہ کریں، اس پر بادشاہ نے اس کا شکریہ ادا کیا، اور اسے انعام و اکرام دینے کا حکم دیا۔

ظلم میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ انسان قدرت کے باوجود کسی کا حق ادا کرنے میں ٹال مٹول سے کام لے کیونکہ صحیحین کی روایت میں ہے کہ مالدار آدمی کا ٹال مٹول کرنا ظلم ہے، اس میں عورت پر اس کے مہر یا نان نفقہ وغیرہ کے حوالے سے ظلم کرنا بھی شامل ہے، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک مرد یا عورت کا ہاتھ پکڑ کر تمام مخلوق کے سامنے اعلان کیا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں ہے، جس شخص کا اس پر کوئی حق ہو، وہ آکر اپنا حق وصول کرلے، چنانچہ ایک عورت بھی اس پر خوش ہوگی کہ اس کے بیٹے، بھائی یا شوہر پر اس کا حق ہوگا، پھر انہوں نے یہ آیت پڑھی ''اس دن کوئی نسب نامے نہ ہوں گے اور نہ ہی وہ ایک دوسرے سے سوال کریں گے۔'' ❷ پھر اللہ اپنے حقوق میں سے جو حق چاہے گا معاف فرما دے گا، لیکن لوگوں کے حقوق میں سے کچھ بھی معاف نہیں فرمائے گا، اور بندے کو لوگوں کے سامنے کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اللہ حقداروں سے فرمائے گا کہ اپنے حقوق آکر وصول کرلو، بندہ عرض کرے گا کہ پروردگار! دنیا تو فنا ہو چکی، ان کے حقوق کہاں سے ادا کیے جائیں گے؟ اللہ تعالیٰ فرشتوں سے فرمائے گا کہ اس کے نیک اعمال لے کر ہر حقدار کو اس کے مطالبے کے برابر تقسیم کردو، اگر وہ بندہ اللہ کا دوست ہوا اور اس کے نیک اعمال میں ایک ذرہ برابر عمل بھی باقی بچ گیا تو اللہ تعالیٰ اسے کئی گنا بڑھا کر اس کی برکت سے اسے جنت میں داخل کردے گا اور اگر وہ گنہگار بندہ ہوا اور اس کا کوئی نیک عمل بھی باقی نہ بچا تو فرشتے عرض کریں گے کہ پروردگار! اس کی نیکیاں ختم ہوگئی ہیں اور مطالبہ کرنے والے اب بھی موجود ہیں، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ ان لوگوں کے گناہ لے کر اس کے گناہوں میں شمار کردو، اور اسے جہنم میں پھینک دو، اس کی تائید صحیحین کی اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، جو پیچھے گزری ہے۔

ظلم میں یہ بھی شامل ہے کہ مزدور کو اس کا پورا حق ادا نہ کیا جائے جیسا کہ احادیث کے حوالے سے گزر چکا، اسی میں یہ

---

❶ الکھف: ٤٩. ❷ المومنون: ١٠١.

صورت بھی شامل ہے کہ انسان کسی یہودی یا عیسائی پر ظلم کرے مثلاً ناحق اس کے مال پر قبضہ کر لے، کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جو شخص کسی ذمی پر ظلم کرے، میں قیامت کے دن اس سے جھگڑا کروں گا، اسی میں یہ صورت بھی شامل ہے کہ انسان جھوٹی قسم کھا کر کسی کا مال ہتھیا لے، کیونکہ صحیحین میں نبی علیہ السلام کی یہ حدیث موجود ہے کہ جو شخص اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا کوئی حق ہتھیا لے، اللہ نے اس کے لیے جہنم کی آگ کو واجب کر دیا اور اس پر جنت کو حرام قرار دے دیا ہے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر تھوڑی سی چیز ہو تب بھی یہی حکم ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر چہ پیلو کا ایک سرکنڈا ہی ہو۔

مروی ہے کہ قیامت کے دن انسان کو سب سے زیادہ اس چیز سے ناگواری ہوگی کہ کہیں اسے کوئی جان پہچان رکھنے والا آدمی نہ دیکھ لے، اور کہیں ایسا نہ ہو کہ دنیا میں اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا مطالبہ کر بیٹھے، جیسا کہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ قیامت کے دن حقداروں کو ان کے حقوق ادا کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کے لیے سینگ والی بکری سے بھی قصاص لیا جائے گا، عبداللہ بن ابی الدنیا نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جھگڑا کرنے والے میاں بیوی ہوں گے، بخدا عورت کی زبان نہیں بولے گی، اس کے ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ دنیا میں اپنے شوہر کے ساتھ کیا ظلم کرتی رہی ہے، اس طرح مرد کے بھی ہاتھ پاؤں گواہی دیں گے کہ وہ اپنی بیوی کے پیچھے نیکی کرتا رہا ہے یا برائی، پھر مرد اور اس کے خادم کو بلایا جائے گا، اس وقت ان سے روپے پیسے نہیں لیے جائیں گے بلکہ ظالم کی نیکیاں مظلوم کو دے دی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ ظالم پر لاد دیئے جائیں گے، پھر ظالموں کو لوہے کے کوڑوں اور گرزوں کے ساتھ لایا جائے گا اور حکم ہوگا کہ انہیں کھینچ کر جہنم کی طرف لے جاؤ، قاضی شریح کہا کرتے تھے کہ عنقریب ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ انہوں نے کسی کے حق میں کوتاہی کی، ظالم سزا کا منتظر رہے اور مظلوم مدد اور ثواب کا انتظار کرے اور یہ بھی مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کے ساتھ خیر کا ارادہ فرمالیتا ہے تو اس پر ایک ایسے شخص کو مسلط کر دیتا ہے جو اس پر ظلم کرتا ہے۔

ایک مرتبہ طاؤس یمانی خلیفہ ہشام بن عبدالملک کے پاس گئے اور اس سے فرمایا ''اذان کے دن'' سے ڈرو، ہشام نے پوچھا کہ ''اذان کے دن'' سے کیا مراد ہے؟ انہوں نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ''ایک اعلان کرنے والا اعلان کرے گا کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہو۔'' [1] اس پر ہشام بیہوش ہو کر گر پڑا، طاؤس کہنے لگے کہ یہ ذلت تو صرف اس کی کیفیت معلوم ہونے کی ہے، جب انسان اسے آنکھوں سے دیکھے گا تو کیا حال ہوگا؟ نیز یہ حدیث گزر چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ظالم کی مدد کرنے والے سے بیزاری کا اظہار فرمایا ہے، سعید بن مسیب رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اپنی آنکھیں ظالموں کے مددگاروں سے مت بھرو، الا یہ کہ تمہارے دلوں میں ان کی نفرت موجود ہو، تاکہ تمہارے اعمال صالحہ ضائع نہ ہو جائیں، مکحول دمشقی کہتے ہیں کہ قیامت کے دن ایک منادی یہ اعلان کرے گا کہ ظالم اور ان کے مددگار لوگ کہاں ہیں؟ تو ہر وہ شخص جس نے ظالموں کے لیے روشنائی تیار کی ہوگی یا قلم باریک تراشا ہوگا، وہ سب لوگ ان ظالموں کے ساتھ حاضر ہوں گے، ان سب کو آگ کے ایک تابوت میں بند کر

---

[1] الاعراف: ٤٤.

کے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، ایک درزی سفیان ثوری رحمہ اللہ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں بادشاہ کے کپڑے سیتا ہوں، کیا آپ سمجھتے ہیں کہ میں بھی ظالموں کا مددگار ہوں؟ سفیان رحمہ اللہ نے اس سے فرمایا تم تو خود ظالم ہو، ظالموں کے مددگار وہ ہیں جو تمہیں سوئی دھاگہ بیچتے ہیں، مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن سب سے پہلے جہنم میں داخل ہونے والے وہ لوگ ہوں گے جن کے پاس کوڑے ہوتے ہیں اور وہ ان سے لوگوں کو ظالموں کے سامنے مارتے ہیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ظالموں کے مددگار اور پولیس کے سپاہی قیامت کے دن جہنم کے کتے ہوں گے، مروی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے پاس یہ وحی بھیجی کہ بنی اسرائیل کے ظالموں کو حکم دے دو کہ میرا ذکر تھوڑا کیا کریں، کیونکہ جو شخص مجھے یاد کرتا ہے میں اسے یاد کرتا ہوں اور میرا انہیں یاد کرنا ایسے ہے کہ میں ان پر لعنت کروں گا۔

ایک آدمی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں ایک آدمی کو دیکھا، جو ظالموں اور ٹیکس وصول کرنے والوں کی خدمت کرتا تھا، جب وہ مر گیا تو خواب میں مجھے بدترین حالت میں نظر آیا، میں نے اس سے پوچھا تیرا کیا حال ہے؟ وہ کہنے لگا کہ بہت برا حال ہے، میں نے پوچھا تیرا ٹھکانہ کہاں بنا؟ اس نے کہا کہ اللہ کا عذاب، میں نے پوچھا کہ ظالموں کا ان کے رب کے یہاں کیا حال ہوتا ہے؟ اس نے کہا بدترین حال، کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا کہ عنقریب ظالموں کو پتہ چل جائے گا کہ وہ کس کروٹ پلٹتے ہیں؟ ایک آدمی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے ایک آدمی کو دیکھا جس کا ہاتھ شانے سے کٹا ہوا تھا اور وہ پکار کر کہہ رہا تھا، جو شخص مجھے دیکھے، وہ کسی پر کبھی ظلم نہ کرے، میں نے آگے بڑھ کر اس سے پوچھا بھائی! تمہارا کیا قصہ ہے؟ وہ کہنے لگا کہ بھائی! میرا قصہ بڑا عجیب ہے اور وہ یہ کہ میں ظالموں کا مددگار تھا، ایک دن میں نے ایک مچھیرے کو دیکھا کہ اس نے ایک بڑی مچھلی شکار کی ہے، مجھے وہ مچھلی بہت پسند آئی، میں نے اس کے پاس جا کر اس سے کہا کہ یہ مچھلی مجھے دے دے، اس نے کہا کہ میں تو تمہیں یہ مچھلی نہیں دے سکتا، میں اسے بیچ کر اس کی قیمت سے اپنے بیوی بچوں کے لیے غذا خریدوں گا، یہ سن کر میں اسے مارنے لگا اور اس سے زبردستی مچھلی چھین کر لے گیا، راستے میں اس مچھلی نے مجھے بہت زور سے کاٹا، میں نے گھر آ کر اسے اپنے ہاتھ سے رکھا تو اس نے پھر مجھے انگوٹھے پر زور سے کاٹا جس سے مجھے شدید تکلیف ہوئی، اور ساری رات درد کی شدت سے میں سو نہیں سکا اور میرا ہاتھ سوج گیا، صبح ہوئی تو میں نے طبیب کے پاس جا کر اس سے اپنی شکایت بیان کی، اس نے کہا کہ یہ ایک پھوڑے کا آغاز ہے، میں اسے کاٹوں گا ورنہ تمہارا پورا ہاتھ ضائع ہو جائے گا، چنانچہ اس نے میرا انگوٹھا کاٹ دیا، لیکن مجھے قرار نہ آیا اور آہستہ آہستہ اس کا زہر میرے پورے بازو میں سرایت کرنے لگا، ڈاکٹر نے پہلے میری ہتھیلی کاٹی، پھر ہاتھ، پھر کہنی اور پھر کندھے تک میرا بازو یکے بعد دیگرے کاٹ ڈالا۔

ایک دن مجھ سے ایک آدمی نے کہا کہ تمہاری اس بیماری کا سبب کیا ہے؟ میں نے اس کے سامنے مچھلی کا قصہ بیان کر دیا، اس نے مجھ سے کہا کہ جس دن تمہاری اس تکلیف کا آغاز ہوا تھا، تمہیں چاہیے تھا کہ تم مچھلی والے کے پاس جاتے، اس سے معافی مانگتے اور اسے خوش کر دیتے، تمہارا ہاتھ کبھی نہ کٹتا، اب بھی تم اس کے پاس چلے جاؤ اور اس سے پہلے کہ یہ زہر تمہارے پورے جسم میں سرایت کر جائے، اسے راضی کر لو، میں اسے پورے شہر میں تلاش کرنے لگا حتیٰ کہ ایک دن وہ مجھے نظر آ گیا، میں

اس کے قدموں پر گر پڑا، میں اس کے پاؤں چومتا جاتا تھا اور روتا جاتا تھا، میں نے اس سے کہا محترم! میں اللہ کے نام پر آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ مجھے معاف کر دیں، اس نے مجھ سے پوچھا تم کون ہو؟ میں نے اسے سارا واقعہ سنایا، جسے سن کر وہ رونے لگا اور کہنے لگا کہ تمہاری اس تکلیف کو دیکھ کر میں تمہیں معاف کرتا ہوں، میں نے اس سے قسم دے کر پوچھا کہ جب میں نے آپ سے وہ مچھلی چھینی تھی تو کیا آپ نے مجھے بددعا دی تھی؟ اس نے کہا ہاں! میں نے یہ دعا کی تھی کہ اے اللہ! اس شخص نے میری کمزوری پر اپنی طاقت کا مظاہرہ کیا ہے اور مجھ سے ظلماً وہ رزق چھین لیا ہے جو تو نے مجھے عطا فرمایا تھا، لہٰذا تو مجھے اس کے حوالے سے اپنی قدرت کا نمونہ دکھا، میں نے اس سے کہا کہ محترم! اللہ نے آپ کو میرے حوالے سے اپنی قدرت دکھا دی ہے، اب میں اللہ سے اس بات پر توبہ کرتا ہوں کہ میں ظالموں کی خدمت کرتا رہا، آئندہ میں ان کے دروازے پر کھڑا نہیں ہوں گا، اور نہ ہی تاحیات ان کا معاون رہوں گا۔ ان شاء اللہ

۳۵۱۔ کسی فساد کا ارتکاب کرنے والے کو ٹھکانہ دینا

اس گناہ کو صراحۃً جلال بلقینی نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور صحیح مسلم وغیرہ کی حدیث سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں نبی علیہ السلام نے مجھ سے چار کلمات بیان فرمائے ہیں، راوی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ان کی وضاحت دریافت کی تو انہوں نے فرمایا اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو غیر اللہ کے لیے جانور ذبح کرے، اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو اپنے والدین پر لعنت کرے، اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو کسی فساد پھیلانے والے کو اپنے یہاں ٹھکانہ دے، اللہ کی لعنت ہو اس شخص پر جو زمین کی حدود بدل ڈالے۔

ارتداد کا بیان

۳۵۲-۳۵۳۔ کسی مسلمان کو برا بھلا کہتے ہوئے اسے کافر یا اللہ کا دشمن کہنا

شیخین نے ایک طویل حدیث کے ضمون میں یہ جملہ بھی نقل کیا ہے کہ جو شخص کسی آدمی کو کفر کی طرف منسوب کر کے پکارے یا یوں کہے ''اے دشمن خدا'' حالانکہ وہ ایسا نہ ہو تو وہ جملہ کہنے والے پر ہی لوٹ جاتا ہے اور ایک روایت میں ہے کہ کسی مومن پر کفر کی تہمت لگانا اسے قتل کرنے کی طرح ہے۔

تنبیہ

کفر یا اللہ کی عداوت کا لوٹ آنا اور اس کا گناہ قتل کی طرح ہونا شدید وعید ہے، اور جب کوئی آدمی کسی مسلمان کو کافر یا اللہ کا دشمن قرار دیتا ہے تو گویا اسلام کو کفر کا نام دیتا ہے، اور ظاہر ہے کہ یہ کفر ہے اور یہ گناہ کبیرہ اس وقت ہوگا جب اس کا یہ مقصد نہ ہو، اس صورت میں اس کی طرف کفر یا اللہ کی عداوت کا لوٹنا شدید عذاب اور گناہ سے کنایہ ہوگا، جو کہ کبیرہ گناہوں کی علامات میں سے ہے، لہٰذا ان دونوں گناہوں کا کبیرہ ہونا واضح ہو گیا، اگر کوئی شخص کسی مسلمان سے یوں کہے کہ اللہ نے اس کا ایمان سلب کر لیا وغیرہ، تو بعض متاخرین کی ترجیحی رائے یہ ہے کہ ایسا شخص کافر ہو جائے گا۔

شرعی سزاؤں کا بیان

۳۵۴۔حدود اللہ میں سفارش کرنا

ابوداؤد اور طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے جس شخص کی سفارش اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود میں سے کسی حد کے درمیان حائل ہوگئی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ سے ضد کی، اور جو شخص جان بوجھ کر کسی باطل چیز پر جھگڑا کرے، وہ اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے یہاں تک کہ اس سے باز آ جائے، اور جو شخص کسی مومن کے متعلق وہ بات کہتا ہے جو اس میں نہ ہو تو اللہ اسے دوزخیوں کی پیپ کی جگہ میں ٹھہرائے گا، یہاں تک کہ وہ اپنی اس بات سے نکل آئے۔ [1] ابوداؤد کی ایک روایت میں ہے کہ جو شخص ظلم کے کسی مقدمے میں ظالم کی مدد کرتا ہے، وہ اللہ کے غضب کے ساتھ واپس لوٹتا ہے۔ [2] پہلی حدیث کا مضمون دیگر محدثین نے بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔

تنبیہ

ان احادیث کی روشنی میں اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے گو کہ میری نظروں سے اس کی تصریح کہیں نہیں گزری، کیونکہ اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں میں سے کسی سزا کو قائم کرنے سے روکنا عظیم مفاسد کا سبب بنتا ہے، اسی وجہ سے یہ حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ زمین میں ایک سزا کو اس کے حق کے ساتھ قائم کرنا چالیس دن تک مسلسل صبح کے وقت بارش ہونے سے زیادہ بہتر اور فائدہ مند ہے۔

۳۵۵۔کسی مسلمان کو لوگوں کے سامنے ذلیل کرنے کے لیے عیوب کی جستجو کرنا

ابن ماجہ نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب کی پردہ پوشی کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کی پردہ پوشی کرے گا اور جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب کی پردہ دری کرے گا، اللہ اس کے عیوب کو نمایاں کر دے گا حتیٰ کہ اسے اس کے گھر میں بیٹھے رسوا کر دے گا۔ [3] ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور آواز بلند ارشاد فرمایا اے وہ گروہ جو اپنی زبان سے اسلام لے آیا ہے اور ایمان ابھی اس کے دل میں پیوست نہیں ہوا، مسلمانوں کو ایذاء مت پہنچاؤ، اور ان کے عیوب کے پیچھے مت پڑو، کیونکہ جو شخص اپنے کسی مسلمان بھائی کے عیوب کے پیچھے پڑتا ہے، اللہ اس کے عیوب کے پیچھے پڑ جاتا ہے اور اللہ جس کے عیوب کے پیچھے پڑ جائے، اسے بہت جلد رسوا کر دیتا ہے خواہ وہ اپنے گھر کے اندر ہی بیٹھا ہو۔ [4] یہ مضمون ابوداود، ابویعلی اور ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے، ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے خانہ کعبہ کی طرف دیکھ کر فرمایا تو کتنا عظیم ہے اور تیری حرمت کتنی عظیم ہے اور ایک مومن اللہ کے نزدیک تجھ سے بھی زیادہ حرمت رکھتا ہے،

---

[1] ابو داود، الاقضیة: ١٤۔ مسند احمد: ٢/ ٧٠.
[2] ابو داود، الاقضیة: ١٤۔ ابن ماجه، الاحكام: ٦.
[3] ابن ماجه الحدود: ٥.
[4] ابو داود، الادب: ٣٥.

ابوداؤد اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے اگر تم لوگوں کے عیوب تلاشنے لگ گئے تو تم انہیں فساد میں مبتلا کر دو گے یا فساد کے قریب پہنچا دو گے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی حکمران لوگوں میں عیب تلاش کرتا ہے تو انہیں فساد میں مبتلا کر دیتا ہے۔ ❶

امام بخاری رحمہ اللہ کے علاوہ دیگر پانچ محدثین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کی دنیوی پریشانیوں میں سے کوئی ایک پریشانی دور کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کی پریشانیوں میں سے ایک پریشانی دور کر دیتا ہے، اور جو شخص کسی مسلمان کی پردہ پوشی کرتا ہے، اللہ دنیا و آخرت میں اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اللہ اس وقت تک بندے کی مدد میں لگا رہتا ہے جب تک وہ اپنے بھائی کی مدد میں لگا رہتا ہے۔ ❷ یہ مضمون ابوداؤد اور ترمذی نے شروع میں اس اضافے کے ساتھ بھی نقل کیا ہے کہ ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے، وہ اس پر ظلم کرتا ہے اور نہ دشمن کے حوالے کرتا ہے..... طبرانی نے معجم اوسط وصغیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی مومن اپنے بھائی میں کوئی عیب دیکھ کر اسے چھپا لیتا ہے تو اللہ اسے اس کی برکت سے جنت میں داخل کر دیتا ہے، ابوداؤد، نسائی ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے کاتب کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں نے حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ ہمارے پڑوس میں کچھ لوگ شراب پیتے ہیں، میں پولیس کو بلانے لگا ہوں تا کہ وہ انہیں پکڑ کر لے جائیں، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ایسا نہ کرو، بلکہ انہیں نصیحت کرو اور انہیں ڈراؤ، میں نے عرض کیا کہ میں انہیں منع کر چکا ہوں لیکن وہ باز نہیں آئے لہٰذا اب میں پولیس کے سپاہیوں کو ضرور بلاؤں گا، حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا ارے کم بخت! ایسا نہ کرو کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی کے عیب کی پردہ پوشی کرے گویا اس نے کسی زندہ درگور کی جانے والی بچی کو بچا لیا۔ ❸

ابوداؤد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت ماعز رضی اللہ عنہ نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر اپنے متعلق چار مرتبہ گناہ کا اقرار کر لیا، نبی علیہ السلام نے انہیں رجم کرنے کا حکم دے دیا اور ہزال سے فرمایا اگر تم نے اسے اپنے کپڑے سے چھپا لیا ہوتا تو یہ تمہارے حق میں زیادہ بہتر ہوتا۔ ❹ دراصل ہزال ہی نے ماعز کو نبی علیہ السلام کے پاس جانے کے لیے کہا تھا، اور جس عورت سے وہ ملوث ہوئے تھے اس کا نام فاطمہ تھا اور وہ بھی ہزال کی باندی تھی۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث سے ثابت ہے کیونکہ کسی کے عیوب تلاش کرنا اور اسے رسوا کرنا دونوں ایسے کام ہیں جن پر وارد ہونے والی وعید کسی سے مخفی نہیں ہے، ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ بدکاری اور ہر اس گناہ کا ارتکاب کرنے والے شخص کے لیے ''جس میں اللہ تعالیٰ کا حق پایا جاتا ہو'' مستحب ہے کہ اپنے آپ پر پردہ ڈالے یعنی اسے ظاہر نہ کرے، کہ اسے حد یا تعزیر کی سزا دی جا سکے، کیونکہ حاکم اور بیہقی نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص سے ان

❶ ابو ذاود، الادب: ۳۷. ❷ ابو داود، الادب: ٦٠۔ ترمذی، الحدود: ٣.
❸ مسند احمد: ٤ / ١٥٣. ❹ مسند احمد: ٥ / ٢١٧.

گندگیوں میں سے کسی گندگی کا ارتکاب ہو جائے تو اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی پردہ پوشی سے پردہ کرے، علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص ہمارے سامنے اپنا نامۂ اعمال ظاہر کرے گا، ہم اس پر حد جاری کریں گے، بخلاف اس شخص کے جس نے کسی کو قتل کیا ہو یا کسی پر ''گناہ'' کی تہمت لگائی ہو، اس پر لازم ہے کہ اس کا اقرار کر لے تاکہ اس سے بندوں کے حقوق وصل کر لیے جائیں، اور بخلاف اس شخص کے جو لذت کی خاطر یا اعلان کرنے کے لیے لوگوں کے سامنے اپنے گناہ بیان کرتا ہے کیونکہ یہ احادیث صحیحہ کی وجہ سے قطعاً حرام ہے، اسی طرح گواہ کے لیے بھی ستر پوشی ہی مسنون ہے اور وہ اس طرح کہ اگر مناسب سمجھے تو گواہی نہ دے اور اگر گواہی دینا مناسب سمجھے تو گواہی دے دے، اور اگر کسی چیز میں بھی مصلحت بھائی نہ دے تو پھر زیادہ بہتر یہ ہے کہ گواہی نہ دے اور اگر اس کے ساتھ غیر کا حق متعلق ہو جائے مثلاً تین آدمیوں نے زنا کی گواہی دے دی، اب اگر چوتھا گواہ اس میں توقف کرتا ہے تو وہ گنہگار ہوگا اور اس پر گواہی دینا لازم ہوگا، باقی رہا امام الحرمین کا یہ قول کہ ہمارے فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ جو شخص کسی ایسے گناہ کا ارتکاب کرے جس سے حد واجب ہوتی ہو تو اس پر لازم ہے کہ اس کا اقرار کر لے، اس کی بنیاد اس ضعیف قول پر ہے کہ توبہ سے حد ساقط نہیں ہوتی، لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے ان کے اس قول کی تردید کی ہے اور فرمایا ہے کہ درست بات یہی ہے کہ اس پر یہ اقرار ضروری نہیں ہے اور توبہ سے حد کا ساقط نہ ہونا ظاہری اعتبار سے ہے، باطنی اعتبار سے توبہ گناہ کو ختم کر دیتی ہے۔

۳۵۶۔جلوت میں نیک لوگوں کا طور طریقہ ظاہر کرنا اور خلوت میں حرمتوں کو پامال کرنا

ابن ماجہ نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں اپنی امت میں ایسی اقوام کو جانتا ہوں جو قیامت کے دن تہامہ کے سفید پہاڑوں کی طرح اعمال لے کر آئیں گے، اور اللہ تعالیٰ انہیں بکھرے ہوئے غبار کی طرح کر دے گا، حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمارے سامنے ان کے اوصاف بیان کر دیجئے تاکہ ہم ناواقفی میں ان جیسے نہ ہو جائیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا آگاہ رہو کہ وہ لوگ تمہارے ہی بھائی ہوں گے، تمہاری جیسی کھال رکھتے ہوں گے، راتوں کو بھی وہ تمہاری طرح عبادت کریں گے، لیکن یہ وہ لوگ ہوں گے کہ جب خلوت میں ہوں گے تو اللہ کی حرمتیں پامال کریں گے۔ [1] بزار اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مہر اللہ تعالیٰ کے عرش کے پائے کے ساتھ لٹکی ہوئی ہے، جب حرمتیں پامال ہونے لگیں، گناہ کے کام کیے جانے لگیں اور انسان اللہ تعالیٰ کے خلاف اپنی جرأت کا مظاہرہ کرنے لگے تو اللہ تعالیٰ مہر لگانے والے کو بھیجتا ہے اور وہ اس کے دل پر مہر لگا دیتا ہے اس کے بعد اسے کچھ سمجھ نہیں آتی۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مثال بیان فرمائی ہے کہ اس راستے کے دونوں جانب دو گھر ہیں، ان دونوں کے دروازے کھلے ہوئے ہیں، دروازوں پر پردے لٹکے ہوئے ہیں، اور ایک دعوت دینے والا اس کے اوپر کھڑا دعوت دے رہا ہے ''اللہ دارالسلام کی طرف دعوت دیتا ہے اور اللہ جسے چاہتے ہیں، سیدھے راستے کی طرف راہنمائی کر دیتے ہیں'' اور وہ دروازے جو راستے کی دونوں جانب ہیں، اللہ کی مقرر کردہ حدود ہیں، اب کوئی آدمی حدود اللہ میں اس وقت تک مبتلا نہیں ہو سکتا جب تک وہ پردہ نہ کھول لے اور اس کے اوپر سے جو شخص دعوت دے رہا ہے، وہ اس کے رب کا واعظ ہے۔ [2]

[1] ابن ماجه، الزهد: ٢٩. [2] مسند احمد: ٤/ ١٨٢.

یہ مضمون رزین نے بھی نقل کیا ہے اور اس کی تفسیر کرتے ہوئے بتایا ہے کہ راستہ تو اسلام ہے، کھلے ہوئے دروازے اللہ تعالیٰ کے محارم ہیں، لٹکے ہوئے پردے اللہ کی حدود ہیں، اور راستے کے سرے پر جو داعی ہے، وہ قرآن ہے اور اس سے اوپر جو داعی ہے وہ ہر مومن کے دل میں اللہ کا واعظ ہے، ابن ماجہ اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کون ہے جو مجھ سے یہ کلمات حاصل کر کے ان پر عمل کرے یا کسی ایسے شخص کو سکھا دے جو ان پر عمل کر لے؟ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے اپنے آپ کو پیش کر دیا، تو نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑ کر پانچ چیزیں شمار کروائیں اور فرمایا حرام کاموں سے بچو تم سب سے بڑے عبادت گزار بن جاؤ گے، اللہ کی تقسیم پر راضی ہو جاؤ تم سب سے زیادہ غنی بن جاؤ گے، اپنے پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرو، تم مومن بن جاؤ گے، لوگوں کے لیے وہی پسند کرو جو اپنے لیے پسند کرتے ہو تم مسلمان بن جاؤ گے، اور کثرت کے ساتھ مت ہنسا کرو کیونکہ زیادہ ہنسنا دل کو مردہ کر دیتا ہے۔ ❶ اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تمہیں تمہاری کمر سے پکڑ کر کھینچ رہا ہوں اور یوں کہہ رہا ہوں کہ اپنے آپ کو جہنم سے بچالو، اور اپنے آپ کو حدود اللہ میں مبتلا ہونے سے بچالو (تین مرتبہ یہ جملے فرمائے) جب میں دنیا سے رخصت ہو کر تمہیں چھوڑ جاؤں گا تو حوض کوثر پر تمہارا انتظار کروں گا، سو جو شخص وہاں پہنچ گیا وہ کامیاب ہو گیا اور شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو بھی غیرت آتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی غیرت یہ ہے کہ انسان وہ کام کرے جو اللہ نے اس پر حرام قرار دے رکھے ہیں۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا پہلی حدیث سے واضح ہے اور بعید از قیاس بھی نہیں ہے گو کہ میں نے کسی کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، کیونکہ جس شخص کی عادت اچھائی کو ظاہر کرنا اور برائی کو چھپانا ہو، اس پر مسلمان کو گمراہ کرنا اور نقصان پہنچانا شاق گزرتا ہے کیونکہ یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس کی گردن سے تقویٰ اور خوف کا قلادہ نکل چکا ہے۔

۳۵۷۔ کسی حد شرعی کو قائم کرنے میں چشم پوشی سے کام لینا

نسائی نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ ایک حد شرعی جو زمین میں قائم کی جائے، وہ زمین والوں کے لیے تیس دن کی بارش سے کہیں بہتر ہے۔ ❸ بہت سی روایات میں چالیس دن کا ذکر بھی ہے، ابن ماجہ نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ قریب اور بعید ہر ایک پر اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو نافذ کیا کرو اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہ کیا کرو۔ ❹ کتب ستہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ قریش نے قبیلہ مخزوم کی اس عورت کے معاملے کو بہت اہمیت دے دی تھی جس نے چوری کی تھی، لوگ آپس میں کہنے لگے کہ اس کے حوالے سے نبی علیہ السلام سے کون بات کر سکتا ہے؟ کچھ لوگوں نے کہا کہ اس کی جرأت صرف اسامہ بن زید ہی کر سکتے ہیں جو

---

❶ ترمذی، الزهد: ۲۔ مسند احمد: ۲/ ۳۱۰۔
❷ صحیح بخاری، النکاح: ۱۰۷۔ صحیح مسلم، التوبة: ۳۶۔
❸ نسائی، السارق: ۷۔
❹ ابن ماجه الحدود: ۵۔

نبی علیہ السلام کے محبوب ہیں، چنانچہ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ نے اس سلسلے میں نبی علیہ السلام سے بات کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اسامہ! کیا تم اللہ کی مقرر کردہ حدود میں سے ایک حد میں سفارش کر رہے ہو؟ پھر نبی علیہ السلام خطبہ دینے کے لیے اٹھے اور فرمایا تم سے پہلے لوگوں کو اسی چیز نے ہلاک کر دیا تھا کہ جب ان میں کوئی معزز آدمی چوری کرتا تھا تو وہ اسے چھوڑ دیتے تھے اور اگر کوئی کمزور آدمی چوری کرتا تو وہ اس پر سزا جاری کر دیتے تھے، خدا کی قسم! اگر فاطمہ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی چوری کرتی تو میں اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتا۔ [1] اور امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی مقرر کردہ سزاؤں کو نافذ کرنے والے اور ان میں چرنے والے کی مثال اس قوم کی سی ہے جنہوں نے کشتی میں منزلوں کی تقسیم کے لیے قرعہ اندازی کی، کچھ لوگوں کے حصے میں بالائی منزل آئی اور کچھ لوگوں کے حصے میں نچلی منزل، وہ لوگ جو نچلی منزل میں رہتے تھے، انہیں پانی لینے کے لیے اوپر جانا پڑتا تھا، وہ سوچنے لگے کہ اگر ہم اپنے حصے میں نیچے سے ایک سوراخ کر لیں تو اوپر والے تکلیف سے بچ جائیں گے، اب اگر کشتی والے انہیں ان کا ارادہ پورا کرنے دیں تو سب ہی ہلاک ہو جائیں گے اور اگر وہ ان کا ہاتھ پکڑ لیں تو سب کے سب نجات پا جائیں گے۔ [2]

تنبیہ

اس آخری اور اس سے پہلے والی حدیث کو دیکھتے ہوئے اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے، گو کہ میں نے کسی کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا، حدود میں سفارش کے حوالے سے جو تفصیل ذکر کی گئی ہے، اگر حاکم محض اسے چشم پوشی اور سستی کی وجہ سے چھوڑ دے گا تو اس میں بھی یہ تفصیل لازماً متوجہ ہوگی۔

۳۵۸۔ زنا، اللہ تعالیٰ اس سے ہماری حفاظت فرمائے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''زنا کے قریب بھی نہ جاؤ، کیونکہ وہ بے حیائی اور بہت برا راستہ ہے۔'' [3] اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ''تمہاری عورتوں میں سے جو عورتیں بے حیائی کا ارتکاب کریں، ان کے خلاف اپنے میں سے چار گواہ لے کر آؤ، اگر چار گواہ اس بات کی گواہی ان کے خلاف دے دیں تو انہیں گھروں میں روک کر رکھو یہاں تک کہ اللہ انہیں موت دے دے یا اللہ تعالیٰ ان کے لیے راستہ نکال دے، اور وہ دو مرد جو تم میں سے بے حیائی کا ارتکاب کریں تو تم انہیں تکلیف پہنچاؤ، اگر وہ توبہ کر لیں اور نیکوکار ہو جائیں تو تم ان سے اعراض کرو، بیشک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا اور نہایت مہربان ہے۔'' [4] اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''ان عورتوں سے نکاح نہ کرو جن سے تمہارے باپوں نے نکاح کیا ہو، البتہ جو واقعات پہلے ہو چکے وہ ہو چکے، بے شک یہ بڑی بے حیائی، ناراضگی کا کام ہے اور بہت برا راستہ ہے۔'' [5]

اس آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے باپ کی منکوحہ (سوتیلی ماں سے) نکاح کرنے کو ''جو کہ درحقیقت زنا ہی ہے'' تین اوصاف (بے حیائی، ناراضگی اور برا راستہ) کے ساتھ موصوف کیا ہے اور پہلی آیت میں زنا کو دو وصفوں کے ساتھ موصوف

---

[1] صحیح بخاری، الحدود: ۱۲۔ صحیح مسلم، الحدود: ۸۔ [2] صحیح بخاری، الشرکۃ: ٦۔ ترمذی، الفتن: ۱۲۔
[3] الاسراء: ۳۲۔ [4] النساء: ۱۵۔۱٦۔
[5] النساء: ۲۲۔

کیا ہے، کیونکہ دوسری صورت کی بے حیائی اور قباحت بہت زیادہ بڑھی ہوئی ہے کیونکہ باپ کی منکوحہ (سوتیلی ماں) بھی حقیقی ماں کے مشابہہ ہوتی ہے، للہٰذا اس سے مباشرت کرنا انتہا درجے کی بے حیائی ہے، کیونکہ ماؤں سے نکاح کرنا تو زمانہ جاہلیت میں بھی پرلے درجے کی بے حیائی شمار ہوتی تھی، چنانچہ اس آیت میں ''فاحشۃ'' کے لفظ سے مراد بدترین نافرمانی ہے اور ''مقت'' سے مراد بغض ہے جو حقارت کے ساتھ ملا ہوا ہو، یہ لفظ ''فاحشۃ'' کے لفظ سے زیادہ خاص ہے اور اگر یہ اللہ کی طرف سے بندے کے حق میں ہو تو نہایت ذلت ورسوائی پر دلالت کرتا ہے، اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی فرمایا گیا کہ یہ بہت برا راستہ ہے کیونکہ اس ممانعت سے پہلے بھی ان کے دلوں میں اس چیز کی نفرت موجود تھی اور وہ خود بھی اسے اچھا نہیں سمجھتے تھے، البتہ عرب کے کچھ قبائل میں یہ رواج تھا کہ انسان اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی منکوحہ (اپنی سوتیلی ماں) کا بھی وارث بن جاتا تھا، انصار میں یہ طریقہ کار لازمی تھا اور قریش میں باہمی رضامندی سے اس کی اجازت تھی، یہ بھی ذہن میں رہے کہ قباحت کے تین درجے ہیں، عقلی، شرعی، اور عادی، لفظ فاحشۃ سے پہلے درجے کی طرف اشارہ ہے، لفظ ''مقتا'' سے دوسرے درجے کی طرف اور ''وساء سبیلا'' سے تیسرے درجے کی طرف اشارہ ہے، اور جس شخص میں یہ تینوں درجے جمع ہو جائیں، وہ قباحت کے آخری درجے تک پہنچ گیا۔

''مگر وہ جو پہلے ہو چکا'' بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ اس سے پہلے جو ہو چکا اس پر کوئی گناہ نہیں، بعض حضرات نے اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ تم ایسے نکاح نہ کرو جیسے دور جاہلیت میں تمہارے آباؤ اجداد نکاح کرتے رہے ہیں، البتہ اس سے پہلے جو تم فاسد عقود کر چکے ہو، تمہیں زمانہ اسلام میں ان پر قائم رہنے کی اجازت ہے بشرطیکہ اسلام اسے تسلیم بھی کرتا ہو، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ حکم آیت تحریم کے نازل ہونے سے پہلے کا ہے کیونکہ یہ بات طے شدہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مدت تک انہیں ان کے نکاح پر برقرار رکھا تھا، بعد میں انہیں اپنی بیویوں سے جدائی اختیار کرنے کا حکم دیا تھا کہ لوگوں کو اس بری عادت سے تدریجاً نکالا جائے، لیکن اس رائے کو بعض حضرات نے مسترد کرتے ہوئے کہا ہے کہ نبی علیہ السلام نے کبھی بھی کسی کو اپنے باپ کی منکوحہ سے نکاح پر قائم نہیں رہنے دیا بلکہ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ تو یہاں تک کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میرے پاس سے میرے ماموں حضرت ابو بردہ بن نیار رضی اللہ عنہ گزرے، ان کے پاس ایک جھنڈا بھی تھا، میں نے ان سے پوچھا کہ آپ کہاں جا رہے ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ مجھے نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کے پاس بھیجا ہے جس نے اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس کی منکوحہ سے شادی کر لی ہے اور مجھے حکم دیا ہے کہ میں اس کا سر اتار کر لے آؤں اور اس کے مال پر قبضہ کر لوں، لیکن یہ تردید محل نظر ہے کیونکہ ممکن ہے کہ یہ واقعہ جدائی کا حکم دینے کے بعد پیش آیا ہو، للہٰذا اس دعویٰ کی نفی کی اس میں کوئی دلیل نہیں ہے، زیادہ بہتر بات یہ ہے کہ یوں کہا جائے کہ اس کا کیا ثبوت ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک مدت تک انہیں اس نکاح پر برقرار رکھا، بعد میں انہیں اپنی بیویوں سے جدائی کرنے کا حکم دیا تھا؟

اس مضمون کے شروع میں جو دوسری آیت ذکر کی گئی ہے، ماقبل کے ساتھ اس کی مناسبت یہ ہے کہ گزشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا تذکرہ فرمایا ہے اور اس آیت میں ان سے بے حیائی کا ارتکاب ہو جانے پر ان

کے ساتھ سختی کرنے کا حکم دیا گیا ہے کیونکہ درحقیقت یہ بھی ان کے ساتھ احسان ہی ہے، نیز یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ساری مخلوق اس کی نگاہوں میں برابر ہے، نیز یہ کہ ان کے ساتھ احسان کرنے کا جو حکم اللہ تعالیٰ نے دیا ہے، اسے حدود اللہ کے قیام میں رکاوٹ نہیں سمجھنا چاہیے، ورنہ اس طرح عورتیں بہت سے مفاسد اور خرابیوں میں مبتلا ہو جائیں گی اور اس بات پر تمام مفسرین کا اجماع ہے کہ اس آیت میں ''بے حیائی'' سے مراد زنا ہے، اور زنا پر بے حیائی کا لفظ اس لیے بولا گیا ہے کہ اس کی قباحت دوسری بہت سی قباحتوں سے بہت زیادہ ہے، یوں نہ کہا جائے کہ اس سے بھی زیادہ قباحت تو کفر میں پائی جاتی ہے اور یہی حال قتل کا ہے لیکن اس کے باوجود ان میں سے کسی ایک کو ''بے حیائی'' نہیں کہا گیا؟ کیونکہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان دونوں گناہوں کو فاحشہ قرار نہ دینا ہمیں تسلیم نہیں، درست بات یہی ہے کہ انہیں بھی فاحشہ کہا جا سکتا ہے، لیکن شریعت میں ان دونوں کو اس نام سے پکارا نہیں گیا ہے، اس صورت میں اس کا جواب یہ ہوگا کہ کافر اپنے کفر کو قبیح نہیں سمجھتا، بلکہ وہ تو اسے درست اور صحیح سمجھتا ہے، یہی حال قتل کا بھی ہے کہ قاتل اس پر فخر کرتا ہے اور اسے اپنی بہادری سمجھتا ہے جبکہ زنا کو اس کا ہر مرتکب بھی بے حیائی اور قباحت سمجھتا ہے۔

اسی طرح انسانی جسم میں تدبیر کرنے والی طاقتیں تین ہیں، ناطقہ، غصبیہ اور شہوانیہ، پہلی طاقت میں فساد کفر اور بدعت وغیرہ سے پیدا ہوتا ہے، دوسری میں قتل وغیرہ کے ذریعے اور ان تینوں قسموں میں سب سے خسیس ترین قسم شہوانیہ ہے لہٰذا اس کا فساد بھی سب سے زیادہ خسیس ہوگا، اسی وجہ سے اسے خصوصیت کے ساتھ فاحشہ کا نام دیا گیا ہے یعنی زنا کو، پھر اللہ تعالیٰ نے زنا کے ثبوت کے لیے گواہوں کی تعداد چار مقرر کی ہے جو کسی اور جرم میں نہیں کی گئی تاکہ مدعی پر سختی ہو اور بندوں کی پردہ پوشی ہو، اور یہ حکم تورات وانجیل میں بھی ثابت ہے، چنانچہ ابوداؤد وغیرہ نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ یہودی لوگ اپنے ایک مرد اور ایک عورت کو لے کر آئے، ان دونوں نے زنا کیا تھا، نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم اپنے سب سے بڑے عالم کو میرے پاس بلا کر لاؤ، وہ دو آدمیوں کو بلا کر لے آئے، نبی علیہ السلام نے انہیں قسم دے کر پوچھا کہ تم تورات میں ان دونوں کے متعلق کیا حکم پاتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ ہمیں تورات میں یہ حکم ملتا ہے کہ جب چار آدمی اس بات کی گواہی دیں کہ انہوں نے مرد کی شرمگاہ کو عورت کی شرمگاہ میں ایسے دیکھا ہے جیسے سرمہ دانی میں سلائی ہوتی ہے، تو ان دونوں کو رجم کر دیا جائے، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر تم انہیں رجم کیوں نہیں کرتے؟ وہ کہنے لگے کہ ہماری بادشاہت ختم ہوگئی ہے، اس لیے اب ہم انہیں قتل کرنے کو اچھا نہیں سمجھتے، اس پر نبی علیہ السلام نے گواہوں کو بلایا اور انہوں نے اسی تشبیہ کے ساتھ گواہی دے دی جس پر نبی علیہ السلام کے حکم پر ان دونوں کو رجم کر دیا گیا۔ [1] بعض حضرات فرماتے ہیں کہ زنا کے معاملے میں گواہوں کی تعداد چار اس لیے مقرر کی گئی ہے کہ زنا کرنے والے مرد و عورت میں سے ہر ایک کے خلاف دو گواہ ہو جائیں، جیسا کہ بقیہ حقوق میں ہوتا ہے کیونکہ یہ ایسا حق ہے جو ان دونوں سے وصول کیا جائے گا، بعض حضرات نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ اس معاملے میں چونکہ قسم کا کوئی عمل دخل نہیں ہے لہٰذا یہ دوسرے حقوق کی طرح نہیں ہے۔

---

[1] ابو داود، الحدود: ٢٠.

جمہور مفسرین کہتے ہیں اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب عورت کی نسبت زنا کی طرف کی جائے اور چار عادل گواہ اس کے خلاف اس بات کی گواہی دیں کہ واقعی اس نے زنا کیا ہے تو اسے اس کے گھر میں قید کر دیا جائے، یہاں تک کہ اس کی موت کا وقت آ جائے، یا اللہ اس کے لیے کوئی راستہ نکال دے، ابو مسلم کہتے ہیں کہ اس آیت میں فاحشہ سے مراد یہ ہے کہ عورت، عورت سے اپنی جنسی خواہش کی تکمیل کرے (اسے عربی میں ''سحاق'' کہتے ہیں اور آئندہ یہی لفظ ذکر کیا جائے گا) اس کا ارتکاب کرنے والی عورت کی سزا یہ ہے کہ اسے موت تک گھر میں قید رکھا جائے اور اس سے اگلی آیت میں مردوں کے جس فعل کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے مراد لواطت ہے اور ان دونوں کی سزا یہ ہے کہ انہیں قول اور فعل سے ایذاء پہنچائی جائے اور سورۂ نور کی آیت میں جس چیز کا ذکر کیا گیا ہے، وہ ایک مرد کا ایک عورت کے ساتھ زنا کرنا ہے، اگر ایسا کرنے والے کنوارے ہوں تو ان کی سزا کوڑے ہیں اور اگر شادی شدہ ہوں تو ان کی سزا رجم ہے اور ابو مسلم نے استدلال اس بات سے کیا ہے کہ سورۂ نساء کی آیت میں ''اللاتی'' کا لفظ عورتوں کے لیے بولا گیا ہے اور ''اللذان'' کا لفظ مردوں کے لیے، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ مردوں کا ذکر تغلیباً کیا گیا ہے کیونکہ قبل ازیں عورتوں کا ذکر الگ سے کیا جا چکا ہے، نیز اس طرح کسی آیت میں نسخ نہیں رہتا جبکہ دوسری صورت میں دونوں آیتوں میں نسخ ماننا لازم آئے گا اور نسخ خلاف اصل ہے، نیز دوسری صورت میں یہ بھی لازم آئے گا کہ ایک ہی چیز ایک ہی جگہ میں دو مرتبہ ذکر کی جائے، فصاحت و بلاغت کے نقطہ نظر سے یہ اچھی چیز نہیں ہے، نیز جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ سورۂ نساء کی یہ آیت زنا ہی کے حوالے سے ہے تو وہ ''راستے'' کی تفسیر کوڑے مارنے، جلاوطن کرنے اور سنگسار کرنے سے کرتے ہیں، یہ چیزیں عورتوں کے خلاف ہیں، عورتوں کے حق میں نہیں ہیں جبکہ ہم اس کی تفسیر نکاح کے ذریعے خواہشات کی تکمیل سے کرتے ہیں ابو مسلم مزید کہتے ہیں کہ اس کی دلیل نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ جب کوئی مرد کسی مرد کے ''پاس'' آتا ہے تو وہ دونوں زانی ہیں اور جب کوئی عورت کسی عورت کے ''پاس'' آتی ہے تو وہ دونوں بھی زانیہ ہوتی ہیں۔

لیکن علماء نے ابو مسلم کی اس رائے کی تردید کی ہے کیونکہ متقدمین مفسرین میں سے اس رائے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، نیز احادیث میں خود ''راستے'' کی تفسیر شادی شدہ کے رجم اور کنوارے کو کوڑے مارنے سے کی گئی ہے لہٰذا یہ اس بات کی دلیل ہے کہ آیتِ نساء زنا کے حوالے سے نازل ہوئی ہے، نیز لواطت کے حکم میں صحابہ رضی اللہ عنہم کے درمیان اختلاف رائے رہا ہے لیکن کسی نے بھی اس آیت سے استدلال نہیں کیا، جو کہ اس بات کی قوی ترین دلیل ہے کہ اس آیت کا تعلق لواطت کے ساتھ نہیں ہے، ابو مسلم نے اس کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ جہاں تک متقدمین مفسرین کا تعلق ہے تو امام تفسیر مجاہد کی بھی یہی رائے ہے اور وہ متقدمین مفسرین میں بھی اکابرین میں سے ہیں، نیز اصول فقہ میں یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ کسی آیت کی کوئی ایسی تفسیر مستنبط کرنا ''جسے مفسرین نے ذکر نہ کیا ہو'' جائز ہے۔ نیز ان علماء کی رائے سے یہ لازم آئے گا کہ قرآن کریم کا حکم خبر واحد سے منسوخ کر دیا جائے حالانکہ یہ ممنوع ہے، نیز صحابہ رضی اللہ عنہم کا مقصد تو یہ تھا کہ آیا لوطی پر سزا جاری کی جائے گی یا نہیں؟ آیت میں چونکہ اس کا تذکرہ نہیں لہٰذا انہوں نے اس کی طرف مراجعت نہیں کی، بعض حضرات نے ابو مسلم کی ان باتوں کا جواب دیتے ہوئے کہا ہے کہ مجاہد سے اس کے برخلاف دوسرا قول بھی منقول ہے۔ نیز یہ کہ خبر واحد سے نسخ قرآن میں کوئی ممانعت والی بات نہیں ہے، کیونکہ نسخ تو

دلالت میں ہوگا اور وہ ان دونوں میں ظنی ہے، نیز یہ تفصیل عنقریب آئے گی کہ اس آیت میں نسخ کا نہ ہونا ہی تحقیقی بات ہے، رہا یہ خیال کہ ''راستے'' کی تفسیر کوڑے یا رجم سے کرنا عورت کے خلاف ہے، اس کے حق میں نہیں ہے، تو یہ اس وجہ سے قابل قبول نہیں کہ خود نبی علیہ السلام نے یہی تفسیر فرمائی ہے، چنانچہ ارشاد ہے ''مجھ سے یہ مسئلہ حاصل کرلو، اللہ نے عورتوں کے لیے راستے'' کی وضاحت فرمادی ہے، شادی شدہ کو شادی شدہ سے بدکاری کرنے کی صورت میں سو کوڑے مارے جائیں اور پتھروں سے رجم کردیا جائے اور کنوارے کو کنواری سے بدکاری کرنے کی صورت میں سو کوڑے مارے جائیں اور ایک سال کے لیے جلاوطن کردیا جائے۔ ❶ اور چونکہ نبی علیہ السلام نے اس کی یہی تفسیر فرمائی ہے لہٰذا اسی کو قبول کرنا واجب ہوگا، علاوہ ازیں لغوی اعتبار سے بھی یہ معنی واضح ہے کیونکہ کسی چیز سے خلاصی حاصل کرنے کا ذریعہ اس کا ''راستہ'' کہلاتا ہے چاہے خفیف ہو یا ثقیل۔

اور تمہاری عورتوں سے مراد بیویاں ہیں، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد شوہر دیدہ عورتیں ہیں اور انہیں ابتداءً قید میں وجوبی طور پر رکھنے کی حکمت یہ ہے کہ عورت زنا میں اسی وقت ملوث ہوتی ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی اور اپنے آپ کو نمایاں کرتی ہے، جب اسے گھر میں قید کردیا جائے گا تو وہ بدکاری پر قادر نہ ہوسکے گی، حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ، حسن اور مجاہد کہتے ہیں کہ یہ حکم ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں اسے ایذاء پہنچانے کے حکم سے منسوخ کردیا گیا اور اس کے بعد شادی شدہ کے مسئلے میں رجم سے تبدیل کردیا گیا، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ پہلے ایذاء پہنچانے کا حکم تھا، بعد میں گھروں میں قید کرنے کا حکم آیا، لیکن تلاوت میں اس کا عکس ہے، ابن فورک کہتے ہیں کہ گھروں میں قید رکھنے کا حکم ابتداء اسلام میں تھا، بعد میں اس مقصد کے لیے جیلیں بنائی گئیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ انہوں نے شراحہ ہمدانیہ کو جمعرات کے دن سو کوڑے مارے، پھر جمعہ کے دن اسے رجم کردیا، اور فرمایا میں نے اسے کتاب اللہ کی روشنی میں کوڑے مارے، اور نبی علیہ السلام کی سنت کی روشنی میں اسے سنگسار کیا، جمہور علماء کی رائے یہ ہے کہ رجم کے ضمن ہی میں کوڑے مارنے کی سزا خودبخود آجاتی ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے ماعز اور غامدیہ کو رجم کیا تھا، انہیں کوڑے نہیں مارے تھے، اور انیس سے فرمایا تھا کہ اس عورت کو لے جاؤ اگر یہ اپنے جرم کا اعتراف کرلے تو اسے رجم کردو، نبی علیہ السلام نے انہیں بھی کوڑے مارنے کا حکم نہیں دیا تھا۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی رائے یہ ہے کہ کنوارے کے حق میں جلاوطنی کی سزا منسوخ ہوچکی ہے (غالباً یہاں مصنف کو اشتباہ پیش آگیا ہے، امام صاحب رحمہ اللہ کی یہ رائے نہیں ہے کہ جلاوطنی کی سزا منسوخ ہوگئی ہے بلکہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ زنا کی اصل سزا تو کنوارے آدمی کو سو کوڑے مارنا ہے، رہی جلاوطنی تو وہ حکمران وقت کی صوابدید اور سیاسی مصلحت پر محمول ہے، اگر وہ اسے جلاوطن کرنے میں مصلحت سمجھے تو اسے جلاوطن کردے ورنہ چھوڑ دے۔ مترجم) جبکہ اکثر علماء اس کے ثبوت کے قائل ہیں کیونکہ نبی علیہ السلام نے کوڑے بھی مارے ہیں اور جلاوطن بھی کیا ہے۔ نیز حضرات شیخین رضی اللہ عنہما نے بھی ایسا ہی کیا ہے، اور جہاں تک گھر میں قید کرنے کا تعلق ہے تو اس میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے، چنانچہ بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ سزا کی دھمکی ہے، سزا نہیں ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن اسے سزا قرار دیتے ہیں، ابن زید نے اس میں یہ اضافہ کیا ہے کہ انہیں

---

❶ صحيح مسلم، الحدود: ١٢ ـ ابو داود، الحدود: ٢٣.

آئندہ کسی سے نکاح بھی نہ کرنے دیا جائے یہاں تک کہ وہ مرجائیں، یہ ان کی سزا ہے، ابن زید کا یہ قول بھی اس پر دلالت کرتا ہے کہ یہ نہ صرف ان کی سزا بلکہ سخت ترین سزا ہے، یہ الگ بات ہے کہ اس کی ایک حد مقرر ہے یعنی ایذاء پہنچانا جس کا ذکر اگلی آیت میں ہے اور اس کی جو دو تاویلیں گزری ہیں ان کی بھی ایک انتہاء ہے یعنی کوڑے مارنا یا رجم کرنا جیسا کہ نبی علیہ السلام کی حدیث گزری، اسی بناء پر متاخرین محققین کے نزدیک اس آیت میں نسخ نہیں ہوا ہے، کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان کہ ''پھر روزہ مکمل کرو رات تک'' مطلب یہ کہ رات آنے پر روزے کا حکم ختم ہو جائے گا، یہ مطلب نہیں کہ رات آنے پر روزے کا حکم منسوخ ہو جائے گا، دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ نسخ کے لیے شرط یہ ہے کہ ناسخ اور منسوخ کو جمع کرنا ممکن نہ ہو، جبکہ یہاں تو ان سب چیزوں کو جمع کرنا ممکن ہے جیسا کہ گزرا، لہٰذا متقدمین کا یہاں نسخ کا اطلاق کرنا مجازی طوری پر ہے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ایذاء پہنچانے اور جلا وطن کرنے کا حکم کوڑے مارنے کے حکم کے ساتھ اب تک باقی ہے کیونکہ ان کے درمیان آپس میں کوئی تعارض نہیں ہے بلکہ یہ دونوں چیزیں ایک ہی شخص پر جاری کی جا سکتی ہیں، البتہ گھر میں قید کرنے کا حکم بالاجماع منسوخ ہو چکا ہے۔

اور ان آیات میں اللذان...... کا تکرار جو کیا گیا ہے تو مجاہد کہتے ہیں کہ پہلی آیت کا تعلق خواتین کے ساتھ ہے اور اس آیت کا تعلق مردوں کے ساتھ ہے اور خصوصیت کے ساتھ مردوں کو جو ایذاء پہنچانے کا حکم دیا گیا ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ عورت سے بدکاری اس وقت ہوتی ہے جب وہ گھر سے باہر نکلتی ہے، جب اسے قید کر دیا گیا تو یہ مادہ ہی ختم ہو گیا اور مرد کو گھر میں قید کر کے رکھنا ناممکن ہے کیونکہ اصلاح معاش کے لیے اس کا گھر سے باہر نکلنا ضروری اور مجبوری ہے، اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایذاء پہنچانے کا حکم مرد اور عورت دونوں کے لیے مشترک ہے اور گھر میں قید رکھنے کا حکم عورت کے ساتھ خاص ہے، سدی کہتے ہیں کہ دوسری آیت میں کنوارے لڑکے اور لڑکی کا حکم ہے جبکہ پہلی آیت میں شادی شدہ کا حکم ہے، عطاء اور قتادہ کہتے ہیں کہ زبان سے ایذاء پہنچانے کا مطلب یہ ہے کہ انہیں عار دلاؤ مثلاً یہ کہہ کر کہ تجھے خدا کا خوف نہیں آیا، مجاہد کہتے ہیں کہ انہیں برا بھلا کہو، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان سے یوں کہو کہ تم نے فسق و فجور کا کام کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ انہیں عار دلا کر ایذاء پہنچاؤ اور انہیں جوتوں سے مارو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے معبود کو نہیں پکارتے، کسی ایسے نفس کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دے دیا ہو، اور نہ ہی وہ زنا کرتے ہیں، جو شخص ایسا کرے گا وہ سزا سے دوچار ہوگا، قیامت کے دن اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس میں رسوا ہو کر ہمیشہ رہے گا، سوائے اس شخص کے جو توبہ کر لے۔'' [1] اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ مشرکین میں کچھ ایسے لوگ بھی تھے جن سے قتل اور زنا جیسے گناہ بکثرت سرزد ہوئے تھے، ایک مرتبہ وہ نبی علیہ السلام سے کہنے لگے اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! آپ جس چیز کی دعوت دیتے ہیں، وہ بہت اچھی ہے، کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ ہم نے اب سے پہلے جو اعمال کیے ہیں، ان کا کیا کفارہ ہے؟ اس پر مذکورہ آیتیں اور یہ آیت نازل ہوئی کہ ''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ فرما دیجئے،

---

[1] الفرقان: ٦٨ـ ٧٠.

اے میرے وہ بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر بڑا ظلم کیا ہے، اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو، یقیناً اللہ سب گناہوں کو معاف فرما سکتا ہے۔'' ❶ روایات میں آتا ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ کے نزدیک سب سے بڑا گناہ کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کہ تم اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہراؤ حالانکہ اللہ ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے، اس نے کہا واقعی یہ بہت بڑا گناہ ہے، اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کہ تم اپنے بچے کو اس اندیشے سے قتل کر دو کہ بڑا ہو کر وہ تمہارے ساتھ کھانا کھائے گا، اس نے پوچھا اس کے بعد؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ کہ تم اپنے ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرو، اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کے اس فرمان کی تصدیق میں یہ آیت نازل فرمادی، عنقریب دیگر احادیث سے بھی اس کی تائید اور موافقت کا بیان آرہا ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''زنا کرنے والا مرد ہو یا عورت، ان میں سے ہر ایک کو سو سو کوڑے مارو، اور ان کے حوالے سے اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں کوئی نرمی نہ آ جائے اگر تم اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہو، اور ان دونوں کو سزا دیتے وقت مومنین کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے۔'' ❷ اس آیت میں کوڑے مارنے کے لیے ''جلد'' کا لفظ استعمال کیا گیا ہے، ضرب کا لفظ نہیں تاکہ یہ بات واضح ہو جائے کہ سزا کا اثر گوشت تک نہیں پہنچنا چاہیے البتہ تکلیف کا احساس ہونا چاہیے، اور زانی کے لیے اپنے دل میں شفقت اور رحمت رکھنے کی جو ممانعت سزا جاری کرتے وقت کی گئی ہے، اس کی وجہ یہ ہے کہ زانی نے اتنے بڑے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو قتل کے بعد اکبر الکبائر میں سے ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے گزشتہ آیت میں شرک اور قتل کے ساتھ ہی زنا کا ذکر فرمایا ہے، اور نبی علیہ السلام کا فرمان ہے لوگو! زنا سے بچو کیونکہ اس میں چھ برائیاں ہیں جن میں سے تین کا تعلق دنیا سے ہے اور تین کا تعلق آخرت سے، دنیا کی برائیاں تو یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ زانی کے چہرے سے رونق کو ختم کر دیتا ہے، اس سے تنگدستی پیدا ہوتی ہے اور عمر گھٹ جاتی ہے اور آخرت میں اس کی برائیاں یہ ہیں کہ اس سے اللہ ناراض ہوتا ہے، حساب کتاب بہت برا ہوتا ہے اور جہنم کا عذاب لازم ہو جاتا ہے۔

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی ایک باندی سے بدکاری کا گناہ سرزد ہو گیا، انہوں نے جلاد سے کوڑے مارنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا اس کی پشت اور ٹانگوں پر کوڑے مارنا، ان کے کسی صاحبزادے نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے تو یہ فرمایا ہے کہ ''اللہ کے دین کے معاملے میں تمہیں کوئی نرمی نہ آئے'' انہوں نے فرمایا بیٹا! اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ حکم نہیں دیا کہ اسے قتل ہی کر دوں اس لیے میں نے اس پر سزا جاری کر دی ہے اور سخت سزا جاری کی ہے، اسی وجہ سے ہمارے علماء کہتے ہیں کہ یہاں بھی اور دیگر سزاؤں میں بھی معتدل کوڑے سے کام لے، جو لوہے کا ہو کہ زخمی ہی کر دے اور نہ ہی اتنا پرانا ہو کہ اس سے کوئی تکلیف نہ ہو، کوڑے مارنے والا شخص کھڑا ہو، عورت بیٹھی ہو، اس کے کپڑے اچھی طرح بندھے ہوئے ہوں تاکہ اس کے جسم کا کوئی حصہ نمایاں نہ ہو، کوڑے جسم کے مختلف اعضاء پر مارے جائیں، صرف ایک ہی عضو پر نہ مارے جائیں، چہرے، گردن، پیٹ اور شرمگاہ وغیرہ نازک اعضاء پر نہ مارے جائیں، اور یہ جو فرمایا گیا ہے کہ مؤمنین کی ایک جماعت موجود ہونی چاہیے تو اس کی تعداد میں بھی مفسرین کی مختلف آراء ہیں، صحیح تر قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ اس جماعت کی تعداد چار

---

❶ الزمر: ۵۳۔ ❷ النور: ۲۔

افراد ہے، زنا کے گواہوں کی تعداد کے برابر اور بعض حضرات نے یہ تعداد دس بھی بیان کی ہے۔ بظاہر اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کی موجودگی واجب ہے لیکن فقہاء اس کے قائل نہیں ہیں، بلکہ وہ اسے استحباب پر محمول کرتے ہیں، کیونکہ اصل مقصد تو یہ ہے کہ حد قائم کرنے کا اعلان ہو، لوگ آئندہ کرنے سے باز آئیں اور بدکاری کرنے والوں سے تہمت دور ہو جائے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس جماعت سے مراد زنا کے گواہ ہیں جن کی موجودگی سزا جاری کرتے وقت مستحب ہے تا کہ اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ اپنی گواہی پر قائم ہیں۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر زنا کا ثبوت گواہوں سے ہوا ہو تو ضروری ہے کہ پتھر مارنے میں پہل وہی کریں، پھر امام پھر عام لوگ ماریں، اور اگر زنا کا ثبوت اقرار سے ہوا ہو تو پھر امام پہل کرے، اس کے بعد عام لوگ ماریں۔ امام شافعی رحمہ اللہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے ماعز اور غامدیہ پر سزا جاری فرمائی تھی لیکن خود اس موقع پر موجود نہ تھے، پھر ظاہر ہے کہ کوڑوں کی جو بات ذکر کی گئی ہے، احادیث سے واضح ہو چکا ہے کہ اس کا تعلق غیر شادی شدہ کے ساتھ ہے، باقی رہا وہ آدمی جو آزاد ہو، مکلف ہو، کسی عورت سے نکاح صحیح کیے ہوئے ہو اور اس کے باوجود بدکاری کرے خواہ ساری زندگی میں ایک مرتبہ ہی کرے تو اس کی سزا رجم ہے یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

علماء فرماتے ہیں کہ جو بدکار اس حال میں مر جائے کہ اس پر سزا جاری ہوئی ہو اور نہ ہی اس نے اس گناہ سے توبہ کی ہو تو اسے جہنم میں آگ کے کوڑوں سے سزا دی جائے گی، زبور میں لکھا ہے کہ بدکاری کرنے والے جہنم میں اپنی شرمگاہوں پر لٹکے ہوئے ہوں گے اور ان پر لوہے کے گرز برسائے جائیں گے، جب ان میں سے کوئی آدمی فریاد کرے گا تو ''زبانیہ'' اسے پکار کر کہیں گے کہ اب یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے، تو دنیا میں تو ہنستا، اتراتا اور خوش ہوتا تھا، اور اس وقت تجھے اللہ کا خوف آتا تھا اور نہ اس سے حیا آتی تھی۔ احادیث میں بھی زانی کے حوالے سے شدید قسم کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں، خصوصیت کے ساتھ پڑوسی کی بیوی سے اور اس عورت سے جس کا شوہر غائب ہو، ان میں سے بہت سی احادیث قبل ازیں گزر بھی چکی ہیں۔ مثلاً امام مسلم، احمد اور نسائی کی یہ حدیث کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ قیامت کے دن ہمکلام ہوگا اور نہ ان کا تزکیہ فرمائے گا اور نہ ان پر نظر کرم فرمائے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا، بوڑھا زانی، جھوٹا بادشاہ اور متکبر فقیر۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ بوڑھے زانی اور بوڑھیا زانی پر نظر کرم نہیں فرمائے گا۔ ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے، ان میں ایک بوڑھا زانی بھی ہے۔

شیخین، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا، جس وقت کوئی چور چوری کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا اور جس وقت کوئی شرابی شراب پیتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا۔ [1] نسائی نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ جب وہ ایسا کر لیتا ہے تو گویا اسلام کا قلادہ اپنی گردن سے نکال پھینکتا ہے، پھر اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے، بزار نے اس میں یہ اضافہ نقل کیا ہے کہ ایمان اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس سے زیادہ معزز چیز ہے۔ شیخین، ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی ایسے مسلمان کا خون حلال نہیں ہے، جو

---

[1] صحیح بخاری، المظالم: ۳۰۔ مسند احمد: ۲/ ۲۴۳.

اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ میں اللہ کا رسول ہوں، سوائے تین میں سے کسی ایک وجہ سے، شادی شدہ بدکاری، قتل کے بدلے قتل اور اپنے دین کو چھوڑ کر جماعت مسلمین سے جدا ہو جانے والا۔ ❶ یہ مضمون دوسرے محدثین نے بھی الفاظ کے معمولی اختلاف کے ساتھ نقل کیا ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے عرب کے ہراول دستو! مجھے تمہارے متعلق سب سے زیادہ اندیشہ زنا اور شہوت خفیہ سے ہے۔ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نصف رات کو آسمان کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں اور ایک منادی پکارتا ہے کہ ہے کوئی دعا کرنے والا کہ اس کی پکار قبول کر لی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا کہ اسے عطا کر دیا جائے؟ ہے کوئی پریشانیوں میں گھرا ہوا کہ اس کی پریشانیاں دور کر دی جائیں؟ اس وقت جو مسلمان بھی جو دعا کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے ضرور قبول فرماتا ہے سوائے اس بدکار عورت کے جو اپنی شرمگاہ سے کمائی کرتی ہے یا ٹیکس وصول کرنے والے کے۔ ❷

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زنا کرنے والوں کے چہرے آگ کے شعلوں میں بھرے ہوں گے، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زنا فقر و فاقہ کو پیدا کرتا ہے، امام بخاری رحمہ اللہ کی وہ طویل روایت گزر چکی ہے جس میں نبی علیہ السلام کے خواب میں ایک سفر کا ذکر ہے، اس میں یہ حصہ بھی ہے کہ ہم لوگ چلتے چلتے ایک تنور جیسے سوراخ پر پہنچے جس کا دہانہ تنگ اور نچلا حصہ بہت کشادہ تھا، اس کے نیچے آگ جل رہی تھی، جب وہ آگ بلند ہوتی تو وہ بھی اوپر آ جاتے حتیٰ کہ نکلنے کے قریب ہو جاتے اور جب آگ کے شعلے نیچے ہو جاتے تو وہ لوگ بھی نیچے ہو جاتے، اس میں ننگے مرد اور عورتیں تھیں، اور اس کے آخر میں یہ وضاحت ہے کہ یہ لوگ بدکاری کرنے والے مرد اور عورتیں ہیں۔ ❸ ابن خزیمہ اور ابن حبان نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ایک مرتبہ میں سو رہا تھا، خواب میں میرے پاس دو آدمی آئے، انہوں نے مجھے بازوؤں سے سہارا دیا اور ایک دشوار گزار پہاڑ پر چڑھ گئے، جب میں پہاڑ کے درمیان میں پہنچا تو مجھے بڑی سخت آوازیں آئیں، میں نے ان سے پوچھا کہ یہ آوازیں کیسی ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ اہل جہنم کا شور و غوغا ہے، پھر وہ مجھے لے کر چلتے ہوئے ایک قوم کے پاس سے گزرے جو اپنی ایڑیوں کے بل لٹکے ہوئے تھے، ان کے کلے چرے ہوئے تھے، اور ان سے خون رس رہا تھا، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو افطار کا وقت آنے سے پہلے روزہ کھول لیتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہود و نصاریٰ ہلاک ہو گئے، پھر وہ مجھے لے کر چلتے ہوئے ایک قوم کے پاس پہنچے جو حد سے زیادہ پھولے ہوئے تھے، ان سے نہایت گندی بدبو آ رہی تھی اور وہ بہت بدترین منظر تھا، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ کافر ہیں جو میدان جنگ میں قتل ہو گئے تھے، پھر وہ مجھے لے کر چلتے ہوئے ایک اور قوم کے پاس سے گزرے، وہ بھی حد سے زیادہ پھولے ہوئے تھے اور ان سے ویسی بدبو آ رہی تھی جیسی بیت الخلاء میں سے آتی ہے، میں نے پوچھا یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ زنا کرنے والے مرد اور زنا کرنے والی عورتیں ہیں۔

---

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ اس کی بھی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ صحیح بخاری، الجنائز: ۹۳۔ مسند أحمد: ۹/۵.

ابوداؤد، ترمذی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص زنا کرتا ہے تو اس میں سے ایمان نکل جاتا ہے، اور سائبان کی طرح ہو جاتا ہے، جب وہ اس گناہ سے رک جاتا ہے تب ایمان اس کی طرف لوٹ آتا ہے۔ [1] حاکم کی روایت میں یوں ہے کہ جو شخص زنا کرتا ہے یا شراب پیتا ہے تو اللہ اس سے ایمان اس طرح چھین لیتا ہے جیسے کوئی انسان اپنے سر سے قمیص اتار دیتا ہے، یہ مضمون بیہقی نے بھی نقل کیا ہے، رزین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کی خدمت میں ایک آدمی کو لایا گیا جس نے شراب پی تھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگو! اب وہ وقت آ گیا ہے کہ تم حدود اللہ سے باز آ جاؤ، جس شخص سے ان گندی چیزوں میں سے کسی ایک چیز کا بھی ارتکاب ہو جائے اسے چاہیے کہ اللہ کے ستر سے اپنی پردہ پوشی کرے، اس لیے اب جس کا نامہ اعمال ہمارے سامنے ظاہر ہوگا تو ہم اس پر کتاب اللہ کا حکم نافذ کریں گے، پھر نبی علیہ السلام نے سورۂ فرقان کی آیت نمبر ۶۸ ''جس کا ترجمہ گزرا'' تلاوت کر کے فرمایا کہ اس میں زنا کو شرک کے قریب ہی ذکر کیا گیا ہے اور فرمایا جس وقت کوئی زانی زنا کرتا ہے، وہ مومن نہیں رہتا۔

ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک عبادت گزار آدمی رہتا تھا، وہ ساٹھ سال تک اپنے گرجے میں اللہ کی عبادت کرتا رہا، ایک دن آسمان سے بارش ہوئی، زمین سرسبز وشاداب ہوئی، اس عابد نے اپنے گرجے سے جھانک کر یہ حسین منظر جب دیکھا تو دل میں خیال آیا کہ اپنے گرجے سے نیچے اتر، زمین پر اللہ کی عبادت کر، تیری نیکی میں اضافہ ہوگا، چنانچہ وہ نیچے اتر آیا، اس کے پاس ایک یا دو روٹیاں بھی تھیں، زمین پر آنے کے بعد اچانک اسے ایک عورت مل گئی، وہ دونوں آپس میں باتیں کرنے لگے، حتیٰ کہ شیطان اس پر حاوی ہو گیا، اور اس نے اس عورت کو ''ڈھانپ'' لیا، اس کے بعد غسل کرنے کے لیے وہ ایک تالاب کی طرف گیا، اسے ایک سائل مل گیا، اس نے اپنی روٹیوں کی طرف اشارہ کر کے کہہ دیا کہ وہ روٹیاں لے لے، کچھ ہی عرصے بعد وہ مرگیا، اس کی ساٹھ سالہ عبادت کا جب اس ایک مرتبہ کی بدکاری سے موازنہ کیا گیا تو اس کی ساری نیکیوں پر وہ ایک مرتبہ کی بدکاری غالب آ گئی، اس کے بعد اس کی نیکیوں کے ساتھ وہ روٹیاں رکھی گئیں تو اس کی نیکیوں کا پلڑا جھک گیا اور اس کی برکت سے اس عابد کی بخشش ہو گئی۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جنت میں کوئی متکبر فقیر، بوڑھا زانی اور اللہ پر اپنے اعمال کا احسان جتانے والا شخص داخل نہ ہوگا۔ طبرانی ہی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے، ہم سب اکٹھے تھے...... نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے آپ کو والدین کی نافرمانی سے بچاؤ، کیونکہ جنت کی مہک ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے، بخدا یہ مہک والدین کا کوئی نافرمان، قطع رحمی کرنے والا، بوڑھا زانی اور تکبر سے اپنا تہبند لٹکانے والا کوئی شخص محسوس نہیں کر سکے گا، اصل کبریائی تو اللہ رب العالمین کے لیے ہے۔ بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ساتوں آسمان اور ساتوں زمینیں بوڑھے زانی پر لعنت کرتی ہیں اور بدکاری کرنے والوں کی شرمگاہوں سے نکلنے والی بدبو، اہل جہنم کو بھی اذیت میں مبتلا کر دے گی، ابن ابی الدنیا اور خرائطی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت

---

[1] ابو داود، السنة: ۱۵۔ ترمذی، الایمان: ۱۱.

کے دن لوگوں پر ایک بدبودار ہوا بھیجی جائے گی جس سے ہر نیک اور بد کو اذیت ہوگی، حتیٰ کہ ایک منادی پکار کر کہے گا جس کی آواز سب لوگ سنیں گے، کیا تم جانتے ہو کہ یہ کیسی ہوا ہے جس نے تمہیں اذیت میں مبتلا کر رکھا ہے؟ وہ کہیں گے کہ بخدا ہم نہیں جانتے البتہ یہ ہم میں سے ہر شخص تک پہنچ رہی ہے، انہیں بتایا جائے گا یاد رکھو! یہ ان بدکاروں کی شرمگاہوں کی بدبو ہے جو اپنے اس عمل کے ساتھ اس حال میں اللہ سے ملے ہیں کہ انہوں نے اس سے توبہ نہیں کی تھی۔ اسی طرح شراب نوشی کے حوالے سے ذکر کی جانے والی احادیث میں یہ روایت بھی آئے گی کہ جو شخص اس حال میں مارا جائے کہ وہ عادی شرابی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے نہر غوطہ سے سیراب کرے گا، کسی نے پوچھا کہ نہر غوطہ سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک نہر ہے جو بدکار عورتوں کی شرمگاہ سے جاری ہوگی اور ان کی شرمگاہوں کی بدبو سے اہل جہنم بھی اذیت میں مبتلا ہوں گے، خرائطی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زنا پر قائم رہنے والا بت پرستی کرنے والے کی طرح ہے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یقیناً شراب نوشی سے زنا بہت بڑا گناہ ہے۔

بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب مجھے معراج پر لے جایا گیا تو میرا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جن کی کھالیں آگ کی قینچیوں سے کاٹی جارہی تھیں، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ جبریل نے بتایا کہ یہ وہ لوگ ہیں جو دکھاوے کے لیے زیبائش کرتے ہیں، پھر میرا گزر ایک بدبودار کنوئیں کے پاس سے ہوا اور مجھے اس میں سے بہت تیز آوازیں آئیں، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ عورتیں ہیں جو دکھاوے کے لیے زیب وزینت کرتی ہیں اور وہ کام کرتی ہیں جو ان کے لیے حلال نہ تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت اس وقت تک خیر پر رہے گی جب تک اس میں زنا عام نہ ہو جائے، جب اس میں زنا عام ہو جائے گا تو پھر قریب ہے کہ اللہ کا عذاب ان سب کو گھیر لے۔ ❶ یہ مضمون ابویعلی نے بھی نقل کیا ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب زنا غالب آجائے گا تو فقر و مسکنت غالب آجائے گی، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے آیت لعان نازل ہونے کے بعد فرمایا جو عورت کسی قوم میں کسی ایسے آدمی کو شامل کرے جو ان میں سے نہ ہو تو اس عورت کا اللہ سے کوئی تعلق نہیں ہے اور اللہ اسے جنت میں ہرگز داخل نہیں کرے گا، اور جو شخص اپنے بچے کے نسب کا انکار کرتا ہے حالانکہ وہ اس کی طرف دیکھ رہا ہو تو اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس سے پردہ فرمائے گا اور اسے اولین و آخرین کے سامنے رسوا کر دے گا۔ ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے پوچھا کہ تم زنا کے متعلق کیا کہتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا کہ وہ حرام ہے، اللہ اور اس کے رسول نے اسے حرام قرار دیا ہے، لہٰذا قیامت تک وہ حرام ہی رہے گا، نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا انسان دس عورتوں سے زنا کر لے، یہ اس سے بہت ہلکا جرم ہے کہ انسان اپنے پڑوسی کی بیوی سے بدکاری کرے۔ ❸

ابن ابی الدنیا اور خرائطی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرنے والے پر اللہ تعالیٰ قیامت کے دن نظر کرم فرمائے گا اور نہ ہی ان کا تزکیہ فرمائے گا اور اس سے فرمائے گا کہ جہنم میں داخل ہونے والوں کے ساتھ

---

❶ مسند احمد: ٦/ ٣٣٣. ❷ ابو داود، الطلاق: ٢٩. ❸ مسند احمد: ٦/ ٨.

داخل ہو جاؤ، طبرانی نے معجم اوسط اور کبیر میں یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی ایسی عورت کے بستر پر بیٹھے جس کا شوہر غائب ہو، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس پر ایک اژدھا مسلط کر دے گا۔ اور امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجاہدین کی عورتوں کی جہاد کے انتظار میں بیٹھنے والوں پر حرمت ایسی ہی ہے جیسے ان کی ماؤں کی حرمت ہے، جہاد کے انتظار میں بیٹھنے والا جو شخص بھی مجاہدین کے اہل خانہ کی جانشینی کرتا ہے اور ان میں خیانت کرتا ہے تو اسے قیامت کے دن کھڑا کیا جائے گا اور اس سے اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی یہاں تک کہ متعلقہ آدمی راضی ہو جائے، پھر نبی علیہ السلام نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا تمہارا کیا خیال ہے۔ [1]

تنبیہ

زنا کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا تمام علماء کے درمیان متفقہ فیصلہ ہے، بلکہ صحیح حدیث کے حوالے سے یہ بھی گزر چکا ہے کہ ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرنا اکبرالکبائر میں سے ہے، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ زنا مطلقاً قتل سے بھی بڑا گناہ ہے اور شرک کے قریب تر ہے، لیکن صحیح تر یہ ہے کہ شرک کے بعد دوسرا درجہ قتل ہے، پھر زنا اور زنا کی اقسام میں سب سے زیادہ فحش ترین قسم ہمسائے کی بیوی سے زنا کرنا ہے، احیاء العلوم میں ہے کہ زنا لواطت سے بڑا گناہ ہے کیونکہ اس میں شہوت دونوں جانبوں سے انسان کو اس پر برانگیختہ کرتی ہے، لہٰذا اس کا وقوع زیادہ ہے اور اسی بناء پر اس کا نقصان بھی زیادہ ہوتا ہے، پھر دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ ان کی وجہ سے نسب نامے مشکوک ہو جاتے ہیں گو کہ اس پر یہ تعارض پیش کیا جا سکتا ہے کہ لوطی کی سزا زانی کی سزا سے زیادہ سخت ہے کیونکہ امام مالک اور احمد رحمہما اللہ فرماتے ہیں کہ لوطی کو رجم کر دیا جائے گا خواہ وہ کنوارہ ہی ہو بخلاف زانی کے نیز یہ کہ دیگر علماء نے بھی لوطی کی سزا میں وہ شدت اختیار کی ہے جو زانی کے معاملے میں نہیں کی، لیکن اس کا جواب یہ دیا جا سکتا ہے کہ بعض اوقات مفضول میں بھی کوئی نہ کوئی اضافی خصوصیت موجود ہوتی ہے، حلیمی کی یہاں دوسری رائے ہے جس کی نظیر گزشتہ صفحات میں کئی مرتبہ گزر چکی ہے، وہ اپنی کتاب ''المنہاج'' میں کہتے ہیں کہ زنا کبیرہ گناہ ہے اگر چہ پڑوسی کی بیوی سے ہو، کسی رشتہ دار سے ہو یا کسی اجنبیہ عورت سے، لیکن اگر وہ ماہ رمضان یا بلد حرام میں ہو تو وہ فاحشہ ہے، اور جو چیز سزا واجب کرنے والے زنا سے کم درجے کی ہو تو وہ صغیرہ گناہوں میں سے ہے، اور اگر وہ باپ کی منکوحہ، بیٹے کی بیوی (بہو) یا کسی اجنبیہ عورت سے زبردستی ہو تو وہ کبیرہ گناہ ہے، جبکہ اذرعی نے حلیمی کے اس کلام کی تردید کرتے ہوئے کہا ہے کہ زنا مطلقاً فاحشہ ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اسے فاحشہ قرار دیا ہے، لہٰذا اسے پڑوسی کی بیوی کے ساتھ محدود کرنا صحیح نہیں ہے۔

یہاں بعض حضرات نے کچھ اور چیزیں بھی ذکر کی ہیں مثلاً عطاء نے جہنم کے سات دروازوں والی آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ان دروازوں میں سب سے زیادہ گرم، بدبودار اور پریشانی میں اضافہ کرنے والا دروازہ زناکاروں کا ہوگا، ابن زید کہتے ہیں کہ وہ دس آیات جو اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے لکھی تھیں، ان میں یہ بھی شامل تھا کہ چوری نہ کرنا اور زنا نہ کرنا ورنہ میں تم سے حجاب کر لوں گا، جب یہ خطاب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے ہو سکتا ہے تو دوسروں کا کیا حال ہوگا؟ اور وہ روایت

[1] صحیح مسلم، الامارة: ١٣٩.

پیچھے گزر چکی ہے کہ شیطان اپنے لشکریوں میں سے اس کے سر پر اپنا تاج رکھتا ہے جو کسی آدمی کو زنا کاری پر لگا دے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ شرک کے بعد اللہ کے نزدیک اس سے بڑا کوئی گناہ نہیں ہے کہ انسان کسی ایسی جگہ پر اپنا نطفہ رکھے جو اس کے لیے حلال نہ ہو، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جہنم میں سانپوں کی ایک وادی ہے، ہر سانپ اونٹ کی گردن کے برابر موٹا ہوگا اور وہ تارک نماز کو ڈس رہا ہوگا، اس کا زہر اس کے جسم میں ستر سال تک کھولتا رہے گا، پھر اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور جہنم میں ایک وادی ہے جس کا نام ''جب الحزن'' ہے، اس میں سانپ اور بچھو ہیں، ہر بچھو خچر کے برابر ہے، اس کے ستر کانٹے ہیں اور ہر کانٹے میں زہر کا الگ زاویہ ہے، وہ زانی کو ڈسے گا اور اس کا زہر اس کے جسم میں سرایت کر جائے گا، ایک ہزار سال تک وہ اس کی تلخی محسوس کرتا رہے گا پھر اس کا گوشت ریزہ ریزہ ہو جائے گا اور اس کی شرمگاہ سے خون اور پیپ جاری ہوگی۔

مروی ہے کہ جو شخص کسی شادی شدہ عورت سے زنا کرے، ان مرد و عورت پر قبر میں اس پوری امت کے نصف عذاب کے برابر عذاب ہوگا، اور قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس عورت کے شوہر کو اس مرد کی نیکیاں عطا فرما دے گا، یہ حکم تو اس صورت میں ہے جبکہ عورت کے شوہر کو اس بات کا علم نہ ہو اور اگر شوہر کو اس بات کا علم تھا اور وہ پھر بھی خاموش رہا تو اللہ تعالیٰ اس پر بھی جنت کو حرام قرار دے گا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جنت کے دروازے پر لکھ دیا ہے کہ تو دیوث پر حرام ہے، دیوث اس آدمی کو کہتے ہین جسے اپنے اہل خانہ کی بے حیائی کا علم ہو اور اس کے باوجود اس پر خاموش رہے، یہ بھی مروی ہے کہ جو شخص اپنا ہاتھ کسی ایسی عورت پر رکھے جو اس کے لیے حلال نہ ہو اور اس میں شہوت کا عنصر شامل ہو، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا ہاتھ اس کی گردن سے بندھا ہوگا، اگر اس نے اس عورت کو بوسہ دیا ہوگا، تو اس کے ہوٹ جہنم میں قینچیوں سے کاٹے جائیں گے، اگر اس نے اس عورت سے زنا کیا ہوگا تو اس کی ران قیامت کے دن اس کے خلاف گواہی دیتے ہوئے کہے گی کہ میں حرام پر سوار ہوئی تھی اس پر اللہ تعالیٰ اس شخص کو غضب کی نظر سے دیکھے گا اور اس کے چہرے کا گوشت جھڑ جائے گا، لیکن وہ اس گناہ سے انکار کرتے ہوئے کہے گا کہ میں نے یہ کام نہیں کیا، اس پر اس کی زبان اس کے خلاف گواہی دے گی کہ میں نے وہ باتیں کہی ہیں جو میرے لیے حلال نہ تھیں، ہاتھ کہیں گے کہ میں نے حرام چیز کو پکڑا تھا، آنکھ کہے گی کہ میں نے حرام چیز کو دیکھا تھا، پاؤں کہیں گے کہ میں حرام کی طرف چلا تھا، شرمگاہ کہے گی کہ میں نے یہ کام کیا تھا، محافظ فرشتہ کہے گا کہ میں نے ان کی باتیں سنی تھیں، دوسرا کہے گا کہ میں نے یہ سارا واقعہ لکھا تھا اور اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں بھی اس واقعے سے مطلع تھا لیکن میں نے اس کی پردہ پوشی کی، پھر اللہ فرمائے گا کہ اے میرے فرشتو! اسے پکڑو اور اسے عذاب کا مزہ چکھا دو کیونکہ اس شخص پر میرا شدید غضب نازل ہوتا ہے جس کی مجھ سے شرم و حیا کم ہوگئی ہو، اس کی تصدیق سورۂ نور کی آیت نمبر ۲۴ سے بھی ہوتی ہے جس میں زبانوں، ہاتھوں اور پاؤں کی گواہی کا تذکرہ موجود ہے، اور زنا کی تمام اقسام میں سب سے بڑی قسم اپنے محرم رشتہ داروں سے زنا کرنا ہے اور حاکم نے اس روایت کو صحیح قرار دیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی محرم رشتہ دار سے زنا کرے اسے قتل کر دو۔

اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ زنا کے نتائج و ثمرات بہت سی قباحتوں پر مشتمل ہیں، مثلاً یہ کہ زنا انسان کو جہنم میں پہنچانے اور شدید عذاب میں مبتلا کرنے کا سبب ہے، اس سے فقر و فاقہ اور تنگدستی پیدا ہوتی ہے اور جیسا کام وہ کسی کی بیٹی کے

ساتھ کرتا ہے، ایسا ہی کام اس کی بیٹی کے ساتھ کوئی دوسرا کرتا ہے، ایک بادشاہ کے سامنے جب یہ بات ذکر کی گئی تو اس نے تجربہ کرنے اور اسے آزمانے کا فیصلہ کیا، اس کی ایک بیٹی نہایت حسین وجمیل تھی، اس نے اپنی بیٹی کو ایک فقیر عورت کے ساتھ باہر بھیجا اور اسے یہ تلقین کر دی کہ اس کے ساتھ جو شخص بھی کسی نوعیت کی چھیڑ خانی کرنا چاہے، وہ اسے نہ روکے، پھر اسے حکم دیا کہ اپنا چہرہ بے نقاب کر لے اور اس فقیر عورت کے ساتھ پورے شہر کا چکر لگائے، شہزادی نے اپنے باپ کے حکم کی تعمیل کی، وہ جس شخص کے پاس سے بھی گزری اس نے شرم وحیا کے مارے اپنا سر جھکا لیا حتیٰ کہ اس نے پورے شہر کا چکر لگا لیا لیکن کسی نے اس کی طرف نظر اٹھا کر بھی نہ دیکھا، جب وہ شاہی محل کے قریب پہنچی تو اچانک ایک آدمی نے اسے روک کر اس کا بوسہ لیا اور چلا گیا، شہزادی نے بادشاہ کے پاس جا کر ساری بات بتا دی، بادشاہ نے سجدہ شکر ادا کیا اور کہنے لگا، الحمد للہ! ساری عمر مجھ سے ایسا کوئی گناہ نہ ہوا تھا البتہ ایک عورت کو میں نے بوسہ دیا تھا جس کا یہ بدلہ ہو گیا، اس تفصیل سے یہ بھی معلوم ہوا کہ زنا کے درجات اور مختلف مراتب ہیں، چنانچہ کسی کنواری لڑکی سے زنا کرنا عظیم گناہ ہے، اس سے بھی بڑا گناہ اس اجنبیہ عورت سے زنا کرنا ہے جو شادی شدہ ہو، اس سے بھی بڑا درجہ کسی محرم رشتہ دار کے ساتھ زنا کرنے کا ہے، شوہر دیدہ سے زنا کرنے کی قباحت کنواری کی نسبت زیادہ ہے کیونکہ ان دونوں کی سزا میں فرق ہے، بوڑھے آدمی کا زنا جوان کی نسبت زیادہ قبیح ہے کیونکہ بوڑھے کی عقل کامل ہوتی ہے، اسی طرح آزاد اور عالم کا زنا غلام اور جاہل سے زیادہ قباحت رکھتا ہے کیونکہ آزاد اور عالم کامل ہوتے ہیں۔

خاتمہ: شرمگاہ کی حفاظت سے متعلق احادیث کا بیان

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سات قسم کے لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ اس دن اپنے عرش کے سائے میں جگہ عطا فرمائے گا جب عرش الٰہی کے سائے کے علاوہ کہیں سایہ نہ ہوگا، ان میں سے ایک آدمی وہ بھی ہوگا، جسے منصب اور حسن وجمال والی کوئی عورت اپنی طرف بلائے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں۔ [1] ترمذی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں ''کفل'' نامی ایک آدمی تھا، وہ کسی گناہ سے نہ بچتا تھا، ایک مرتبہ اس کے پاس ایک عورت آئی، اس نے اسے ساٹھ دینار اس شرط پر دیئے کہ وہ اس سے اپنی خواہش پوری کرے گا، جب وہ اس عورت کے قریب جا کر اس طرح بیٹھا جیسے مرد اپنی بیوی کے پاس جا کر بیٹھتا ہے تو وہ عورت کانپنے اور رونے لگی، کفل نے اس سے رونے کی وجہ پوچھی اور یہ کہ کیا میں نے تجھے اس کام پر مجبور کیا ہے؟ وہ کہنے لگی نہیں، لیکن یہ کام ایسا ہے جو میں نے اس سے پہلے کبھی نہیں کیا اور صرف ضرورت مندی نے مجھے اس کام پر آمادہ کیا ہے، کفل نے کہا کہ تجھے یہ کام کرتے ہوئے اللہ سے ڈر لگتا ہے تو مجھے زیادہ ڈرنا چاہیے، جا میں نے تجھے جو پیسے دے دیئے وہ تیرے ہو گئے اور بخدا آج کے بعد میں اللہ کی نافرمانی کبھی نہیں کروں گا، اسی رات وہ مر گیا، صبح ہوئی تو اس کے دروازے پر لکھا تھا کہ اللہ نے کفل کو معاف کر دیا، جس پر لوگوں کو تعجب ہوا۔ [2] اسی طرح شیخین نے غار میں بند ہو جانے والے تین آدمیوں کا واقعہ بھی نقل کیا ہے جن میں سے ہر ایک نے اپنے عمل صالح کے وسیلے سے اللہ سے نجات کی

---

[1] صحيح بخاري، الزكاة: ١٦ - صحيح مسلم، الزكاة: ٩١.

[2] ترمذي، القيمة: ٤٨.

درخواست کی تھی، ان میں سے ایک آدمی وہ بھی تھا جس نے اپنی چچا زاد بہن سے محبت کا ایسا ہی واقعہ نقل کیا تھا، البتہ اس میں ساٹھ کی بجائے ایک سو بیس دیناروں کا تذکرہ ہے اور دعا کی تھی کہ اے اللہ! اگر میں نے یہ کام تیری رضا حاصل کرنے کے لیے کیا تھا تو ہم سے اس پریشانی کو دور فرما اور چٹان کھل گئی تھی۔

حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے جوانان قریش! اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، زنا مت کرو، یاد رکھو! جو شخص اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے گا، اس کے لیے جنت ہے، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی عورت پانچ وقت کی نماز ادا کرے، اپنی شرمگاہ کی حفاظت کرے اور اپنے شوہر کی اطاعت کرے، تو جنت کے جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہو جائے۔ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مجھے اس چیز کی ضمانت دے دے جو اس کے دو جبڑوں کے درمیان ہے (زبان) اور جو اس کی دونوں ٹانگوں کے درمیان ہے (شرمگاہ) میں اسے جنت کی ضمانت دے دیتا ہوں۔ [1] یہ مضمون ترمذی نے بھی نقل کیا ہے۔ احمد، ابن ابی الدنیا، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم اپنی ذات کے حوالے سے مجھے چھ چیزوں کی ضمانت دے دو، میں تمہیں جنت کی ضمانت دے دوں گا، جب بات کرو تو سچ بولو، جب وعدہ کرو تو پورا کرو، جب امین بنو تو امانت ادا کرو، اپنی شرمگاہوں کی حفاظت کرو، اپنی نگاہیں جھکا کر رکھو، اور اپنے ہاتھ روک کر رکھو۔ [2]

عرب کے ایک آدمی کو کسی عورت سے عشق ہو گیا، اس نے اس پر بہت سا مال و دولت خرچ کیا، حتیٰ کہ اس عورت نے اپنے آپ کو اس کے حوالے کر دیا، جب وہ اس کے دونوں پہلوؤں کے درمیان بیٹھ گیا اور اپنی خواہش پوری کرنے کا ارادہ کر لیا تو اللہ کی طرف سے توفیق نے اس کی دستگیری کی اور کچھ سوچ کر وہ وہاں سے اٹھ گیا، عورت نے اس سے پوچھا کیا ہوا؟ اس نے کہا کہ جو شخص آسمان و زمین کے برابر چوڑی زمین کو اتنی مختصر سی لذت کے لیے بیچ دیتا ہے، اسے پیمائشوں کے متعلق کچھ خبر ہی نہیں ہے، پھر وہ اس عورت کو چھوڑ کر وہاں سے چلا گیا، ایک نیک آدمی کے دل میں گناہ کی خواہش پیدا ہوئی اس نے ایک فتیلے میں آگ لگائی اور اپنے نفس سے کہنے لگا کہ اے نفس! میں اپنی انگلی اس آگ میں ڈالتا ہوں، اگر تو نے اس کی گرمی اور حرارت پر صبر کر لیا تو میں تیری خواہش پوری کر دوں گا، یہ کہہ کر وہ انگلی آگ میں ڈال دی، اسی لمحے یوں محسوس ہوا جیسے روح کھنچ کر حلق میں سمٹ آئی ہو، اور وہ بار بار اپنے نفس سے کہے جا رہا تھا کیا تو اس آگ پر صبر کر سکتا ہے؟ اگر اس معمولی آگ پر تجھ سے صبر نہیں ہو رہا، جسے ستر مرتبہ پانی سے ٹھنڈا کیا گیا ہے اور دنیا والوں کے لیے اس سے فائدہ اٹھانا ممکن ہوا ہے، تو پھر جہنم کی آگ پر تو کیسے صبر کر سکے گا جس کی حرارت اس آگ سے ستر گناہ زیادہ ہے؟ اس پر اس کا نفس اپنی خواہش سے باز آ گیا اور دوبارہ اس خواہش کا اظہار نہیں کیا۔

۳۵۹ تا ۳۶۱۔ لواطت، جانور کے ساتھ بدفعلی، اجنبیہ عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آنا

ابن ماجہ، ترمذی اور حاکم نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنی امت پر سب سے

[1] صحيح بخاري، الرقاق: ٢٣.

[2] مسند احمد: ٥/ ٢٣٣.

زیادہ اندیشہ جس کام کا ہے، وہ قوم لوط جیسا عمل ہے۔ ❶ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی کوئی قوم عہد توڑتی ہے، ان کے درمیان آپس میں قتل وغارت گری شروع ہو جاتی ہے، جس قوم میں بے حیائی غالب آ جائے، اللہ اس پر موت کو مسلط کر دیتا ہے اور جو قوم زکوٰۃ روک لیتی ہے، اللہ اس سے بارش روک لیتا ہے۔ ❷ ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ہماری طرف متوجہ ہو کر فرمایا اے گروہ مہاجرین! پانچ برائیاں ہیں، اگر ان سے تمہاری آزمائش ہو تو ان سے بچنا اور میں اللہ کی پناہ مانگتا ہوں کہ تم انہیں پاؤ، جس قوم میں بے حیائی غالب آ گئی اور وہ علی الاعلان اس کا ارتکاب کرنے لگے تو ان میں طاعون اور ایسی بیماریاں پھیل جاتی ہیں جو ان کے گزشتہ آباؤ اجداد کے زمانے میں نہ تھیں...... ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب ذمیوں پر ظلم ہونے لگے تو وہ حکومت دشمن کی ہو جاتی ہے، جب زنا کی کثرت ہو جائے تو قیدیوں کی کثرت ہو جاتی ہے اور جب لواطت کی کثرت ہو جائے تو اللہ تعالیٰ مخلوق کے اوپر سے اپنا ہاتھ اٹھا لیتا ہے، اور اس بات کی پرواہ نہیں کرتا کہ وہ کس وادی میں ہلاک ہوتے ہیں، طبرانی نے معجم اوسط میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق میں سے سات آدمیوں پر سات آسمانوں کے اوپر سے لعنت فرمائی ہے اور ہر شخص پر تین تین مرتبہ لعنت فرمائی ہے حالانکہ ایک مرتبہ کی لعنت بھی کافی تھی، فرمایا وہ شخص ملعون ہے جو قوم لوط والا عمل کرے (تین مرتبہ) ملعون ہے وہ شخص جو غیر اللہ کے لیے جانور کو ذبح کرے (تین مرتبہ) وہ شخص ملعون ہے جو کسی جانور سے بدفعلی کرے، وہ شخص ملعون ہے جو اپنے والدین کی نافرمانی کرے، وہ شخص ملعون ہے جو کسی عورت اور اس کی بیٹی کو اپنے نکاح میں جمع کر لے، وہ شخص ملعون ہے جو زمین کی حدود کو تبدیل کر دے اور وہ شخص ملعون ہے جو اپنے آقا کے علاوہ کسی اور شخص کی طرف اپنی نسبت کرے، یہ مضمون بیہقی اور ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے البتہ اس میں تین مرتبہ لعنت صرف قوم لوط جیسا عمل کرنے والے پر فرمائی گئی ہے، یہ مضمون نسائی نے بھی نقل کیا ہے۔

طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں جو اللہ کے غضب میں صبح کرتے ہیں اور اس کی ناراضگی میں شام کر دیتے ہیں، راوی کہتے ہیں کہ میں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون لوگ ہیں؟ تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ مرد جو عورتوں کی مشابہت اختیار کریں اور وہ عورتیں جو مردوں کی مشابہت اختیار کریں، وہ شخص جو کسی جانور سے بدفعلی کرے اور وہ شخص جو مردوں سے اپنی خواہش پوری کرے۔ ابوداؤد، ترمذی ابن ماجہ اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم جس شخص کو قوم لوط والا عمل کرتے ہوئے پاؤ تو فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دو۔ ❸ ابوداؤد وغیرہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص کسی جانور سے بدفعلی کرے، اس شخص کو قتل کر دو اور اس کے ساتھ ساتھ اس جانور کو بھی قتل کر دو۔ ❹ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جن کی ''لا الہ الا اللہ'' کی گواہی بھی مقبول نہیں، سوار اور سواری (بدفعلی کرنے والا اور جس کے ساتھ بدفعلی کی جائے) سواری کرنے والی عورت اور جس عورت پر سواری کی جائے، اور ظالم حکمران۔ ترمذی، نسائی اور ابن حبان نے

---

❶ مسند احمد: ۳/ ۳۸۲.
❷ ابن ماجه، الفتن: ۲۲.
❸ ابن ماجه، الحدود: ۱۲.
❹ ابو داود، الحدود: ۱۰۸.

یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص پر نظر کرم نہیں فرمائے گا جو کسی مرد سے اپنی خواہش کی تکمیل کرے یا عورت کی پچھلی شرمگاہ میں آئے۔ ❶ امام احمد اور بزار کی روایت میں اسے لواطت صغریٰ قرار دیا گیا ہے۔

ابو یعلی نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ سے حیا کرو کیونکہ اللہ حق بات سے نہیں شرماتا، عورتوں کے پاس ان کی پچھلی شرمگاہ میں نہ آیا کرو، یہ مضمون ابن ماجہ اور نسائی نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ان لوگوں پر اللہ کی لعنت ہو جو عورتوں کے پاس ان کی پچھلی شرمگاہوں میں آتے ہیں، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص عورتوں کے پاس ان کی پچھلی شرمگاہ میں آتا ہے، وہ کفر کرتا ہے۔ امام احمد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی ایام والی عورت کے پاس جائے، یا اس کی پچھلی شرمگاہ میں آئے یا کسی کاہن کے پاس جائے اور اس کی تصدیق کرے تو اس نے محمد ﷺ پر نازل ہونے والی شریعت کے ساتھ کفر کیا۔ ❷ یہ مضمون ابوداؤد نے بھی نقل کیا ہے، البتہ اس میں شریعت سے بیزار ہونے کا تذکرہ ہے۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں میں سے پہلے گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر تمام علماء کے درمیان اتفاق رائے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اسے فاحشہ اور خبیثہ قرار دیا ہے اور گزشتہ امتوں پر اس گناہ کی وجہ سے سزا اور عذاب کا بھی تذکرہ فرمایا ہے، نیز اسے زنا کا لفظ بھی شامل ہے جیسا کہ شوافع کے نزدیک مشہور ہے، اسی طرح دوسرے اور تیسرے گناہ کو بھی ہمارے علماء نے پہلے گناہ کی طرح کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، جیسا کہ واضح بات ہے اور یہ بھی لواطت کے فعل میں شامل ہے، اور اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں قوم لوط کا قصہ بیان کیا ہے تا کہ ہم ان کے راستے پر چلنے سے بچیں اور ہمیں ان جیسی سزا کا سامنا نہ کرنا پڑے، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جب ہمارا حکم آ پہنچا تو ہم نے ان کے اوپر کو نیچے کر دیا۔ ❸ یعنی اللہ تعالیٰ نے جبریل کو حکم دیا کہ ان کی بستی کو جڑ سے اکھیڑ کر اوپر لے جائیں اور نیچے پٹخ دیں، چنانچہ جبریل علیہ السلام نے اپنے ایک پر سے انہیں اوپر اٹھا لیا حتیٰ کہ آسمان والے ان کے جانوروں کی آوازیں بھی سننے لگے پھر اس بستی کو ان پر الٹا دیا'' اور ہم نے ان پر آگ میں پکائے ہوئے پتھر برسائے جو پے در پے برس رہے تھے اور ان پر ہر شخص کا نام لکھا ہوا تھا، آپ کے رب کے پاس'' یعنی اس کے ان خزانوں میں جن میں اس کے علاوہ کوئی تصرف نہیں کر سکتا، ''اور وہ ظالموں سے دور نہ تھے'' یعنی اس بستی کے لوگ ظالم کافروں سے دور نہ تھے، بعض حضرات نے اس کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ وہ بستی اس امت کے ظالموں سے دور نہیں ہے، اگر وہ بھی ایسی حرکت کریں گے تو بعید نہیں کہ ان پر بھی یہ عذاب آ جائے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے ایسا کرنے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اپنی امت کے متعلق اس کی تشویش ظاہر فرمائی ہے۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''کیا تم دنیا والوں میں سے مردوں کے ''پاس'' آتے ہو اور انہیں چھوڑ دیتے ہو جو

---

❶ ترمذی: ۱۱۶۵. ❷ مسند احمد: ۱/ ۸۶.
❸ هود: ۸۲.

تمہارے رب نے تمہارے جوڑے پیدا کیے ہیں؟ بلکہ تم تو ہو ہی سرکش قوم۔'' ❶ یعنی حلال سے تجاوز کر کے حرام کی طرف بڑھنے والے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''ہم نے لوط کو اس بستی سے نجات دے دی جس میں رہنے والے گندے کام کرتے تھے، بیشک وہ فاسق قوم تھی۔'' ❷ ان کی سب سے بڑی خیانت اور گندگی یہی تھی کہ وہ لوگوں کی موجودگی میں ایک دوسرے سے ہم جنس پرستی میں ملوث ہو جاتے تھے، اسی طرح وہ اپنی مجلسوں میں زور زور سے ہوا خارج کرتے تھے، اپنے ستر برہنہ کر کے چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے تھے، عورتوں کی طرح زیب و زینت اختیار کرتے تھے اور اس کے علاوہ بھی بہت سی خباثتیں سرانجام دیتے تھے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ان کی دس قسم کی خباثتیں بیان کی گئی ہیں، داڑھی کٹوانا، تہبند کھولنا، بندوق سے مارنا، کنکریاں مارنا، کبوتر بازی کرنا، انگلیوں سے سیٹی بجانا، گوند چبانا، اگر تہبند پہن لیں تو اسے ٹخنوں سے نیچے لٹکانا، قباؤں کے بٹن کھلے رکھنا، شراب نوشی کی عادت رکھنا اور مردوں سے اپنی خواہش پوری کرنا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس امت میں ایک چیز کا اضافہ ہوگا یعنی مردوں کی طرح عورتیں بھی ہم جنس پرستی میں مبتلا ہوں گی، نیز ان کے اعمال کے حوالے سے یہ بھی مروی ہے کہ شطرنج کھیلنا، کتوں کو آپس میں لڑانا، مینڈھوں کی سینگوں سے لڑائی کروانا، مرغوں کی لڑائی، حمام میں تہبند کے بغیر جانا، اور ناپ تول میں کمی کرنا، ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو یہ کام کرتا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص کبوتر بازی کرتا ہے، وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک فقر و فاقہ کی تکلیف برداشت نہ کر لے، اللہ تعالیٰ اس امت پر عذاب کی وہ ساری صورتیں جمع نہیں کرے گا جو اس نے قوم لوط پر جمع کر دی تھیں کیونکہ اللہ نے ان کی بینائی سلب کر لی تھی، ان کے چہرے سیاہ کر دیئے تھے، جبریل کو ان کی بستی جڑ سے اکھیڑ کر اسے ان پر پلٹ دینے کا حکم دیا تھا، انہیں زمین میں دھنسا دیا تھا اور ان پر آسمان سے پکے ہوئے پتھروں کی بارش برسائی تھی۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس بات پر اجماع ہے کہ لواطت کرنے والے کو قتل کر دیا جائے، البتہ اس کی کیفیت میں مختلف آراء موجود ہیں جیسا کہ عنقریب آ رہا ہے، مجاہد نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ جو شخص کسی بچے سے بدفعلی کرے، گویا اس نے کفر کیا، ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر لوطی آدمی توبہ کیے بغیر مر جائے تو اس کی قبر میں اس کی شکل خنزیر کی شکل سے مسخ کر دی جاتی ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس امت میں ایک قوم ہوگی جسے لوطی کہا جائے گا، یہ لوگ تین قسموں میں ہوں گے، ایک قسم وہ ہوگی جو صرف دیکھے گی، ایک قسم وہ ہوگی جو مصافحہ کرے گی اور ایک قسم وہ ہوگی جو اس عمل خبیث کا ارتکاب کرے گی، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ شہوت کے ساتھ عورت کو یا بے ریش بچے کو دیکھنا بھی زنا ہے جیسا کہ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ آنکھوں کا زنا دیکھنا ہے..... اسی وجہ سے نیک لوگ بے ریش بچوں سے، انہیں دیکھنے سے اور ان کی ہم نشینی اختیار کرنے سے حد درجہ اعراض کرتے ہیں، حسن بن ذکوان کہتے ہیں کہ مالداروں کے بچوں کے ساتھ مت اٹھا بیٹھا کرو، کیونکہ ان کے چہرے کنواری لڑکیوں کی طرح ہوتے ہیں اور ان کا فتنہ عورتوں سے زیادہ شدید ہوتا ہے، ایک تابعی بزرگ کا کہنا ہے کہ کسی عبادت گزار نوجوان کے متعلق مجھے جتنا اندیشہ اس بے ریش بچے سے ہوتا ہے جو اس کے پاس آ کر بیٹھتا ہے، اتنا کسی درندے

---

❶ الشعراء: ١٦٥ - ١٦٦. ❷ الانبياء: ٧٤.

40

سے نہیں ہوتا، اسی وجہ سے بہت سارے علماء کسی گھر یا کمرے میں بے ریش بچے کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کو اسی طرح حرام قرار دیتے ہیں جیسے عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھنے کو، کیونکہ نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ جب کوئی مرد کسی عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھتا ہے تو ان دونوں کے درمیان شیطان گھس آتا ہے، بلکہ بے ریش بچوں کا حسن تو عورتوں سے بھی زیادہ ہوتا ہے اسی لیے ان کا فتنہ زیادہ سخت ہوتا ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ بچوں کے ساتھ برا کام کرنا عورت کی نسبت زیادہ آسان ہوتا ہے اس لیے یہ حرام قرار دیئے جانے کا زیادہ مستحق ہے۔

اس کام کی برائی اور مذمت پر اسلاف کے اقوال حد شمار سے باہر ہیں اور انہوں نے ان دونوں کو بدبودار لوگ قرار دیا ہے، کیونکہ اس حرکت کا ارتکاب کرنے والے شریعت کی نگاہ میں گندے لوگ ہیں، خواہ انہیں دیکھنا نیکی کی نیت سے ہو یا کسی اور جذبے سے، اور بعض لوگوں نے یہ جو کہا ہے کہ بے ریش بچوں کو دیکھنے کے مختلف اعتبارات اور اسباب ہو سکتے ہیں جن میں سے بعض کی ممانعت نہیں ہے تو یہ ایک شیطانی دھوکہ ہے اور یہ ایک قلمی لغزش ہے، اگر شارع ''جو کہ لوگوں کو سب سے بہتر طریقے سے جاننے والے ہیں'' کو ایسی کوئی صورت معلوم ہوتی تو وہ ضرور اس کی طرف اشارہ کر دیتے، لیکن جب شارع نے اس حکم کو مطلق رکھا ہے اور اس کی کوئی تفصیل بیان نہیں کی تو ہم یہی سمجھیں گے کہ اس میں اعتبارات و اسباب کا کوئی فرق نہیں ہے، یہ شیطانی دھوکہ ہے اور شیطان کا مقصد یہی ہے کہ انسان اس کا شکار ہو جائے۔

سفیان ثوری رحمہ اللہ کا نام علم و معرفت اور زہد و تقویٰ کے لیے تعارف کا محتاج نہیں ہے، وہ ایک مرتبہ حمام میں داخل ہوئے، اسی وقت ایک خوبصورت بچہ بھی حمام میں داخل ہو رہا تھا، انہوں نے فوراً لوگوں سے فرمایا اس بچے کو یہاں سے نکالو، کیونکہ مجھے ہر عورت کے ساتھ ایک شیطان دکھائی دیتا ہے اور ہر بچے کے ساتھ دس سے بھی زائد شیطان نظر آتے ہیں، ایک آدمی امام احمد رحمہ اللہ کے پاس آیا، اس کے ساتھ ایک خوبصورت بچہ بھی تھا، امام احمد رحمہ اللہ نے اس سے پوچھا کہ یہ بچہ تمہارے ساتھ کون ہے؟ اس نے کہا کہ میرا بھانجا ہے، انہوں نے فرمایا آئندہ اسے ہمارے پاس نہ لانا اور اسے راستے میں اپنے ساتھ لے کر نہ چلا کرو، تاکہ تمہارے متعلق کوئی بھی آدمی بدگمانی کا شکار نہ ہو جائے، یہ بھی مروی ہے کہ قبیلہ عبدالقیس کا وفد جب نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا تو ان میں ایک خوبصورت بے ریش بچہ بھی تھا، نبی علیہ السلام نے اسے اپنی پشت کے پیچھے بٹھا لیا اور فرمایا حضرت داؤد علیہ السلام کی آزمائش دیکھنے سے ہی ہوئی تھی۔ شاعر کہتا ہے کہ ہر حادثے کی ابتداء نظر سے ہوتی ہے اور چھوٹی سی چنگاری سے آگ بھڑک اٹھتی ہے اور انسان کی آنکھ جب تک کام کرتی ہے وہ اسے پلٹتا رہتا ہے اور آنکھوں کے دیکھنے میں ہی خطرات پوشیدہ ہیں، کتنی ہی نظریں ہیں جنہوں نے انسان کے دل پر تیر اور کمان کے بغیر وہی اثر کیا جو تیر کرتے ہیں، بعض لوگ یہ تعبیر اختیار کرتے ہیں کہ نظر زنا کا قاصد ہے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ نظر شیطان کے زہریلے تیروں میں سے ایک تیر ہے، جو شخص اسے میرے خوف کی وجہ سے چھوڑے گا، میں اس کے بدلے اسے ایسا ایمان عطا کروں گا جس کی حلاوت وہ اپنے دل میں محسوس کرے گا۔

بیان کیا جاتا ہے کہ سیاحت کے دوران ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا گزر ایک آگ پر ہوا جو ایک آدمی پر بھڑک رہی

تھی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے پانی لے کر اس آگ کو بجھانا چاہا تو وہ آگ بچے کی شکل میں تبدیل ہوگئی اور وہ آدمی آگ کی شکل میں بدل گیا، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اس پر بہت تعجب ہوا، انہوں نے دعا کی کہ پروردگار! ان دونوں کو ان کی دنیوی حالت پر لوٹا دے تا کہ میں ان سے ان کے حالات معلوم کروں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ کر دیا اور وہ ایک بچے اور مرد کی شکل میں آ گئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم دونوں کا کیا معاملہ ہے؟ وہ آدمی کہنے لگا کہ اے روح اللہ! میں دنیا میں اس بچے کی محبت میں مبتلا تھا، شہوت کے ہاتھوں مجبور ہو کر میں نے اس کے ساتھ برا کام کرلیا، جب میں مر گیا اور یہ بچہ بھی مر گیا تو اللہ نے اس بچے کو آگ کی شکل میں تبدیل کر دیا، کبھی یہ مجھے جلاتا ہے اور کبھی میں آگ کی شکل میں آ کر اسے جلاتا ہوں، قیامت تک ہمیں یہی عذاب ہوتا رہے گا۔ نعوذ باللہ من ذلک

دوسری تنبیہ

حدیث کے حوالے سے یہ ہدایت گزر چکی ہے کہ جس جانور کے ساتھ بدفعلی کی گئی ہو، اسے بھی بدفعلی کرنے والے کے ساتھ قتل کر دیا جائے، علامہ خطابی کہتے ہیں کہ اس حدیث کا ایک دوسری حدیث سے تعارض ہوتا ہے جس میں نبی علیہ السلام نے جانور کو قتل کرنے سے منع فرمایا ہے، اور ان کی یہ بات صحیح ہے لہٰذا غیر ماکول کو قتل نہ کیا جائے اور ماکولات کو ذبح نہ کیا جائے، جبکہ بعض لوگوں کی رائے اس کے برخلاف ہے، اس طرح حدیث میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ لواطت میں فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے، امام بغوی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ لوطی کی سزا کے حوالے سے اہل علم میں اختلاف رائے ہے، چنانچہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس میں فاعل کی سزا وہی ہے جو زنا کی سزا ہے، اگر وہ شادی شدہ ہو تو اسے رجم کر دیا جائے اور اگر وہ شادی شدہ نہ ہو تو اسے سو کوڑے مارے جائیں، ابن مسیب، عطاء، حسن، قتادہ اور نخعی کا یہی قول ہے، یہی رائے ثوری اور اوزاعی کی بھی ہے اور امام شافعی رحمہ اللہ کے دو میں سے زیادہ واضح قول بھی یہی ہے، یہی قول امام ابو یوسف اور امام محمد کے حوالے سے بھی نقل کیا جاتا ہے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس قول کے مطابق مفعول پر سو کوڑے اور ایک سال کی جلا وطنی کا حکم ہوگا خواہ وہ مرد ہو یا عورت اور شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ لوطی کو رجم کیا جائے گا خواہ وہ غیر شادی شدہ ہی ہو، سعید بن جبیر اور مجاہد نے یہ قول حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نقل کیا ہے، امام شعبی، زہری، مالک، احمد اور اسحاق کی بھی یہی رائے ہے، جبکہ حماد نے ابراہیم نخعی سے یہ قول نقل کیا ہے کہ اگر کوئی ایک اس بات پر قائم ہو کہ اسے دو مرتبہ رجم کیا جا سکتا ہے تو لوطی کو رجم کر دیا جائے۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ کا دوسرا قول یہ ہے کہ فاعل اور مفعول دونوں کو قتل کر دیا جائے جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ لواطت کا ارتکاب کرنے والے کو چار خلفاء نے آگ میں جلا کر سزا دی ہے، حضرت صدیق اکبر، حضرت علی مرتضیٰ، حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہم اور ہشام بن عبدالملک، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے محمد بن منکدر کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں یہ خط بھیجا کہ انہیں عرب کے کسی نواحی علاقے میں ایک آدمی ملا ہے جو دوسرے مرد سے اسی طرح نکاح کرتا ہے جیسے عورت کے

ساتھ نکاح کیا جاتا ہے، اس پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تمام صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جمع کرنے کا حکم دیا، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ ایک ایسا گناہ ہے جس کا ارتکاب اس سے پہلے صرف ایک امت نے کیا ہے اور آپ لوگوں کے علم میں ہے کہ اللہ نے ان کے ساتھ کیا سلوک کیا، اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ہم اسے آگ میں جلا دیں، چنانچہ حضرت خالد بن ولید رضی اللہ عنہ نے اسے نذر آتش کر دیا، ساری امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ جو شخص اپنے کسی غلام کے ساتھ قوم لوط جیسا عمل کرتا ہے، اس پر اللہ کی، فرشتوں کی اور سارے انسانوں کی لعنت ہوگی، تاجروں اور مالدار لوگوں میں یہ عام بیماری ہوگئی ہے اور انہوں نے خوبصورت غلام اسی مقصد کے لیے رکھ چھوڑے ہیں، اسی وجہ سے آپ دیکھ سکتے ہیں کہ ان میں سے اکثر لوگ اپنے اس جرم کے نتیجے میں فقر و فاقہ کا شکار ہو چکے ہیں اور وہ جانوروں کی طرح ہو چکے ہیں بلکہ ان سے بھی بدتر، کیونکہ ہمیں جانوروں میں بھی ہم جنس پرستی کا کوئی ثبوت نہیں ملتا، اب آپ غور کیجئے کہ جس گندی حرکت سے گدھے جیسا جانور بھی اجتناب کرتا ہے، ایک انسان اور وہ بھی مالدار، رئیس و کبیر آدمی اس کا ارتکاب کیسے کر سکتا ہے؟

۳۶۲۔عورت کا عورت سے اپنی خواہش پوری کرنا

بعض حضرات نے اس گناہ کو بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور اس کے لیے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد سے استدلال کیا ہے کہ سحاق عورتوں کا زنا ہے، اسی طرح نبی علیہ السلام کا یہ فرمان بھی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں، اللہ تعالیٰ جن کی ''لا الٰہ الا اللہ'' کی گواہی بھی قبول نہیں کرے گا، سواری کرنے والا مرد اور سواری بننے والا مرد، سواری کرنے والی عورت اور سواری بننے والی عورت اور ظالم حکمران۔

۳۶۳ تا ۳۶۸۔مشترکہ باندی سے کسی ایک شریک کا ہم بستری کرنا، شوہر کا اپنی مردہ بیوی سے ہم بستری کرنا، بغیر گواہوں اور بغیر ولی کے نکاح میں یا نکاح متعہ میں، یا نوکری پر رکھی گئی عورت سے ہم بستری کرنا اور کسی عورت کو کسی زانی کے لیے روک کر رکھنا

ان پانچ گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میری نظروں سے تو نہیں گزری لیکن یہ ایک واضح بات ہے گو کہ اسے زنا کا نام نہ دینے کو تسلیم کر بھی لیا جائے، کیونکہ بعض ائمہ کے نزدیک ان صورتوں میں کوڑوں یا رجم کی سزا ثابت نہیں ہوتی، جیسا کہ پہلے دو اور چوتھے گناہ کے متعلق شوافع کی رائے ہے اور باقی گناہوں میں دیگر حضرات کی رائے ہے، خلاصہ کلام یہ ہے کہ ہر وہ شبہ جو اباحت کا تقاضا نہ کرتا ہو، وہ صرف سزا اٹھائے جانے کا فائدہ دے سکتا ہے، کبیرہ گناہ کا نام اس سے زائل نہیں ہو سکتا، کیونکہ حرمت مغلظہ کے حوالے سے یہ معنوی طور پر زنا کی طرح ہی ہے، کیونکہ اس پر بے حیائی اور نسب نامے کا اختلاط مرتب ہوتا ہے اور آخری گناہ کو ابن عبدالسلام نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے البتہ انہوں نے شادی شدہ عورت کی قید لگائی ہے، لیکن بظاہر یہ قید مقصود نہیں ہے اسی وجہ سے ہم نے اس قید کو عنوان میں نہیں لیا کیونکہ خرابی اور برائی صرف شادی شدہ عورت کے ساتھ خاص نہیں ہے۔

نیز یاد رکھئے! ہمارے فقہاء نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ زنا اکراہ کی وجہ سے جائز نہیں ہو جاتا گو کہ وہ اس کے تصور میں ہو، کیونکہ شہوت کی چیز دیکھ کر طبیعت میں انتشار کا پیدا ہو جانا ایک طبعی امر ہے اور وہ اختیاری تقاضے پر موقوف نہیں ہوتا اور انہوں نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ اکراہ سے زنا اگر چہ مباح اور جائز نہیں ہوتا مگر یہ ایک ایسا شبہ ضرور ہے جس سے حد ساقط ہو جاتی ہے، رہی یہ بات کہ آیا اس سے اس کا کبیرہ ہونا بھی ساقط ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تو میں نے کسی کو اس کا تذکرہ کرتے ہوئے نہیں دیکھا تاہم اس پر غور ضرور کیا جا سکتا ہے اور کچھ بعید نہیں کہ اس صورت میں اسے صغیرہ گناہ قرار دیا جائے، کیونکہ اس نے یہ کام اپنی خوشی سے نہیں بلکہ دوسرے کے مجبور کرنے سے کیا ہے، یہ مسئلہ زبردستی قتل کرنے جیسا نہیں ہے کیونکہ اس بات پر تمام فقہاء کا اتفاق ہے کہ اگر کسی شخص کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ وہ فلاں آدمی کو قتل کرے تو اس سے اس کے لیے وہ قتل کرنا جائز نہ ہوگا، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہاں شبہ کو ترجیح دینے اور مذکورہ پانچ صورتوں میں ترجیح نہ دینے کی کیا وجہ ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ وہاں شبہ کے عذر ہونے کا قائل کوئی بھی نہیں ہے جو اسے حلال ہونے تک پہنچا دے، پہلے دو اور پانچویں گناہ میں تو یہ بات بالکل واضح ہے، تیسری اور چوتھی صورت میں اس کی اباحت کے قائل یہ شرط لگاتے ہیں کہ وہ اباحت کا قول اختیار کرنے والوں کی تقلید کرتا ہو، اور جو شخص قائلین حرمت کی تقلید کرتا ہے سو اس کے لیے بالاجماع یہ حلال نہیں ہوگا، اور ہماری گفتگو اسی آخری صورت میں ہو رہی ہے، باقی رہا اکراہ تو اسے بہت سے مسائل میں گناہ ساقط کر دینے والا عذر تسلیم کیا گیا ہے، لہٰذا یہ بعید نہیں ہے کہ اسے کبیرہ کا حکم ساقط کرنے میں بھی عذر تسلیم کر لیا جائے۔

۳۶۹۔ چوری کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''چوری کرنے والے مرد اور عورت دونوں کے ہاتھ کاٹ دیئے جائیں، یہ بدلہ ہے اس گناہ کا جو انہوں نے کیا، اور سزا ہے اللہ کی طرف سے، اور اللہ بڑا غالب حکمت والا ہے۔'' ❶ ابن شہاب کہتے ہیں کہ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے لوگوں کا مال چوری کرنے پر ہاتھ کاٹنے کی سزا بیان کی گئی ہے اور فرمایا ہے کہ ''اللہ بڑا غالب ہے'' یعنی چور سے انتقام لینے میں اور ''حکمت والا ہے'' یعنی چوری کی یہ سزا مقرر کرنے میں، اور عنقریب ہی یہ صحیح حدیث گزر چکی ہے کہ جس وقت کوئی چور، چوری کر رہا ہوتا ہے، اس وقت وہ مومن نہیں ہوتا۔ ❷ ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ البتہ اس کے بعد توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے، اسی طرح نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے چور پر اللہ کی لعنت ہو، وہ ایک انڈہ چراتا ہے (اور بعد میں عادی مجرم بننے کی وجہ سے) بالآخر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے اور ایک رسی چراتا ہے بالآخر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جاتا ہے۔ ❸ اس حدیث میں ''بیضہ'' کا لفظ استعمال ہوا ہے جس کا ترجمہ انڈہ کیا گیا ہے، بعض حضرات کے نزدیک اسے ''خود'' کے معنی کے لیے بولا گیا ہے، چنانچہ اعمش کہتے ہیں کہ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اس سے مراد لوہے کا خود ہے اور اس کی قیمت تین درہم کے برابر ہے۔

---

❶ المائدة: ۳۸۔ ❷ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

❸ صحیح بخاری، الحدود: ۷۔ صحیح مسلم، الحدود: ۷۔

تنبیہ

چوری کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے پر تمام علماء کا اتفاق ہے اور یہی ان احادیث کی تصریح بھی ہے، بظاہر اس کے کبیرہ ہونے میں یہ فرق بھی نہیں ہے کہ اس سے حد شرعی واجب ہوتی ہو یا شبہ کی وجہ سے ساقط ہو جاتی ہو، لیکن اس کا یہ تقاضا بھی نہیں ہے کہ وہ شبہ معمولی درجے کا ہو، بلکہ شبہ ایسا ہونا چاہیے جو اس چیز کو لینے کے حلال ہونے کا تقاضا نہ کرتا ہو مثلاً مسجد کی چٹائی چوری کر لینا یا حفاظت نہ ہونے کی وجہ سے چوری کی گئی ہو، پھر اس کی تصریح مجھے ہروی کی عبارت میں بھی مل گئی اور شریح رویانی نے بھی انہی کی پیروی کی ہے۔ (اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے ہروی کی اس عبارت کا حوالہ دیا ہے جو ہم پیچھے بھی کبیرہ گناہ کی تعریف کے حوالے سے ذکر کر آئے ہیں) ابن عبدالسلام کہتے ہیں کہ تمام فقہاء اس بات پر متفق ہیں کہ گندم کا ایک دانہ بھی غصب یا چوری کرنا کبیرہ گناہ ہے، بعض حضرات نے اس دعویٰ کو صحیح تسلیم نہیں کیا، چنانچہ امام بغوی وغیرہ نے غصب شدہ مال میں ربع دینار کی مقدار کا اعتبار کیا ہے، جس کا تقاضا یہ ہے کہ چوری کے مسئلے میں بھی اتنی مقدار شرط ہو، غصب کے بیان میں اس کی مزید تفصیل گزر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کیا جا سکتا ہے۔

حلیمی کہتے ہیں کہ چوری کرنا گناہ کبیرہ ہے، ڈاکے میں مال چھین لینا فاحشہ ہے، یہی حکم ڈاکہ زنی کرتے ہوئے قتل کرنے کا بھی ہے، البتہ کسی معمولی، بے قیمت چیز کو چرا لینا صغیرہ گناہ ہے، پھر جس کی چیز چرائی گئی ہے، اگر وہ مسکین ہو اور اس کے بغیر اس کا کوئی چارہ نہ ہو تو یہ کبیرہ گناہ ہے گو کہ اس پر حد واجب نہ ہوتی ہو، لیکن حلیمی کے اس آخری جملے کو محل نظر قرار دیا گیا ہے، کیونکہ اگر وہ مسکین نہ بھی ہو بلکہ مالدار ہی ہوتا ہم اس چیز کے بغیر اس کے لیے چارۂ کار نہ ہو مثلاً کسی جنگل میں پانی اور روٹی چرا لینا تو یہ بھی کبیرہ گناہ ہے، حلیمی یہ بھی کہتے ہیں کہ لوگوں کا مال ناحق لے لینا گناہ کبیرہ ہے، اب جس کا مال چرایا گیا ہے اگر وہ فقیر ہو، یا وہ لینے والے کی ''اصل'' ہو، یا اس نے اس سے زبردستی لے لیا ہو تو یہ فاحشہ ہے، یہی حکم جوئے کی صورت میں بھی ہے، اگر چرائی جانے والی چیز معمولی ہو اور اس کا مالک اس کا ضرورت مند نہ ہو اور اس سے اسے کوئی واضح نقصان بھی نہ ہوتا ہو تو یہ صغیرہ گناہ ہے، لیکن قابل اعتماد رائے حلیمی کے موافق نہیں ہے۔

فائدہ:

ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے تین درہم قیمت والی چیز چرانے پر ہاتھ کاٹ دیا، اور ایک روایت میں چوتھائی دینار کا تذکرہ آتا ہے، یاد رہے کہ ان دونوں میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ اس زمانے میں چوتھائی دینار تین درہم کے برابر سمجھا جاتا تھا، کیونکہ پورا دینار بارہ درہم کا ہوتا تھا، عبدالرحمٰن بن محیریز کہتے ہیں کہ ہم نے فضالہ بن عبید سے پوچھا کہ کیا چور کا ہاتھ کاٹ کر اس کے گلے میں لٹکانا سنت ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے پاس ایک چور کو لایا گیا، اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا، پھر نبی علیہ السلام کے حکم پر اس کا ہاتھ اس کے گلے میں لٹکا دیا گیا، علماء یہ بھی کہتے ہیں کہ چور اور غاصب کو توبہ کرنے سے اس وقت تک کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ چوری اور غصب کی ہوئی چیز کو واپس نہ لوٹا دے جیسا کہ ان شاء اللہ توبہ

کے بیان میں عنقریب آرہا ہے۔

۳۷۰۔ڈاکہ زنی یعنی راستے میں خوف وہراس پھیلانا خواہ قتل یا مال چھیننے کی نوبت نہ آئے

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''وہ لوگ جو اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتے ہیں اور زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش کرتے ہیں، ان کی سزا صرف یہی ہے کہ انہیں قتل کر دیا جائے یا انہیں سولی پر چڑھا دیا جائے یا ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں یا انہیں زمین سے جلاوطن کر دیا جائے، یہ دنیا میں ان کے لیے رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے بہت بڑا عذاب ہے، سوائے ان لوگوں کے جو توبہ کرلیں قبل اس کے کہ تمہیں ان پر قدرت حاصل ہو، تو جان رکھو کہ اللہ بڑا بخشنے والا مہربان ہے۔'' [1] قبل ازیں اللہ تعالیٰ نے ناحق کسی کو قتل کرنے اور زمین میں فساد پھیلانے کے گناہ کو بیان کیا اور اس آیت میں فساد فی الارض کی ایک قسم کو بیان فرمایا ہے، پھر اس آیت میں اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنے کا جو تذکرہ ہے تو اس سے مراد اولیاء اللہ سے جنگ کرنا ہے جیسا کہ جمہور کی رائے ہے اور زمخشری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مسلمان سے جنگ کرنے کا وہی حکم ہے جو نبی علیہ السلام سے جنگ کرنے کا ہے یعنی اصل مقصد تو نبی علیہ السلام سے جنگ کا تذکرہ کرنا ہے، اللہ تعالیٰ کا نام تعظیماً لے لیا گیا ہے، جیسے اس آیت میں ہے کہ ''جو لوگ آپ سے بیعت کررہے تھے، درحقیقت وہ اللہ سے بیعت کررہے تھے۔'' [2] اور یہ احتمال بھی ممکن ہے کہ جنگ سے مراد ''مخالفت امر'' ہو، اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کی مخالفت کرتے ہیں، اسی طرح زمین میں فساد پھیلانے سے مراد قتل وغارت گری کرنا، لوگوں کا مال چھیننا اور راستے میں خوف وہراس پھیلانا ہے اور ہر وہ شخص جو مسلمانوں کے خلاف اسلحہ بے نیام کرتا ہے، وہ اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرتا ہے۔

بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ آیت اہل کتاب کی اس جماعت کے حوالے سے نازل ہوئی تھی جس نے نبی علیہ السلام کے ساتھ کیا ہوا عہد وپیمان توڑ دیا تھا، انہوں نے راستے میں خوف وہراس پھیلایا اور زمین میں فساد برپا کیا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت ہلال اسلمی کی قوم کے حوالے سے نازل ہوئی تھی، اس کے اور نبی علیہ السلام کے درمیان یہ معاہدہ طے پا گیا تھا کہ وہ نبی علیہ السلام کی مدد کرے گا اور نہ ہی ان کے خلاف کسی کی مدد کرے گا اور جو شخص اس کے پاس سے گزرے گا، وہ مامون ہوگا، اتفاق سے اس کی غیر موجودگی میں اس کی قوم کے پاس سے قبیلہ کنانہ کی ایک جماعت گزری، وہ لوگ اسلام قبول کرنے کے ارادے سے جارہے تھے، ہلال کی قوم نے انہیں قتل کر دیا اور ان کے مال ودولت پر قبضہ کرلیا، اس پر حضرت جبریل علیہ السلام نے آکر نبی علیہ السلام کو اس واقعے سے آگاہ کیا، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت قبیلۂ عکل اور عرینہ کے ان لوگوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام پر بیعت کرلی تھی، لیکن ان کی یہ بیعت صدق دل سے نہ تھی، ادھر مدینہ منورہ کی آب وہوا بھی انہیں موافق نہ آئی، نبی علیہ السلام نے انہیں صدقہ کے اونٹوں میں بھیج دیا تاکہ وہ ان کا دودھ پی کر تندرست

---

[1] المائدة: ٣٣۔٣٤.
[2] الفتح: ١٠.

ہو جائیں، وہ لوگ چراگاہ پہنچ کر مرتد ہو گئے، انہوں نے چرواہے کو قتل کر دیا اور اونٹوں کو ہنکا کر لے گئے، نبی علیہ السلام نے معلوم ہونے پر ان کی تلاش میں کچھ لوگوں کو روانہ کیا، انہیں پکڑ کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا گیا، نبی علیہ السلام نے حکم دیا کہ ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمت سے کاٹ دیئے جائیں، ان کی آنکھوں میں آگ پر تپائی گئی سلائیاں پھیر دی جائیں، اور انہیں گرم ریتلے علاقے میں چھوڑ دیا جائے، چنانچہ ایسا ہی کیا گیا اور وہ لوگ وہیں پر پیاس کی حالت میں مر گئے۔ ابوقلابہ کہتے ہیں کہ ان لوگوں نے قتل بھی کیا تھا، چوری بھی کی تھی اللہ اور اس کے رسول سے جنگ بھی کی تھی، اور زمین میں فساد بھی پھیلایا تھا، پھر یہ آیت نازل ہوئی جس نے نبی علیہ السلام کے اس فعل کو منسوخ کر دیا، گویا یہ سنت کا نسخ قرآن سے ہوا، جو لوگ اس کے قائل نہیں، وہ کہتے ہیں کہ اس سنت کو دوسری سنت نے منسوخ کیا ہے اور یہ آیت اس ناسخ سنت کے مطابق ہے، اور جس سنت کو منسوخ کیا گیا، وہ آنکھوں میں سلائیاں پھیرنا اور مثلہ کرنا ہے، البتہ قتل کا حکم باقی رکھا گیا ہے۔

ابن سیرین رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ واقعہ حدود کے شرعی احکام نازل ہونے سے پہلے کا ہے، ابوالزناد کہتے ہیں کہ اس واقعے کے بعد اللہ تعالیٰ نے سزائیں نازل فرمائیں اور نبی علیہ السلام کو مثلہ کرنے کی ممانعت فرما دی، قتادہ کہتے ہیں کہ ہمیں یہ روایت معلوم ہوئی ہے کہ اس واقعے کے بعد نبی علیہ السلام ہمیشہ صدقہ کی ترغیب دیتے تھے اور مثلہ کرنے کی ممانعت فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ان کی آنکھوں میں سلائیاں پھروانے کی وجہ یہ تھی کہ ان لوگوں نے بھی چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر دی تھیں، اب اگر یہ بات صحیح ہو تو پھر اس میں نسخ کا کوئی معنی نہیں رہتا، بظاہر اس کی سند صحیح نہیں ہے جیسا کہ لیث بن سعد کہتے ہیں کہ اس آیت کے نزول کا مقصد نبی علیہ السلام کو اس بات سے مطلع کرنا تھا کہ ان کی سزا یہ ہے (جو اس آیت میں بیان کی جا رہی ہے) مثلہ نہیں ہے، اسی بناء پر نبی علیہ السلام نے آئندہ جب بھی خطبہ دیا تو اس میں مثلہ کرنے کی ممانعت ضرور فرمائی، بعض حضرات کہتے ہیں کہ یہ آیت ان مسلمانوں کے متعلق نازل ہوئی ہے، جو لوگوں میں خوف و ہراس پھیلاتے ہیں، اکثر فقہاء کی بھی یہی رائے ہے کہ اس آیت کو مرتدین پر محمول کرنا اس لیے صحیح نہیں ہے کہ مرتد کا قتل ''جنگ'' پر موقوف نہیں ہے اور نہ ہی اس کا دارومدار ہمارے علاقوں میں فساد پھیلانے پر ہے، نیز یہ کہ اس میں صرف ہاتھ پاؤں کاٹنے اور جلاوطن کرنے پر اکتفا کرنا بھی صحیح نہیں ہے، نیز یہ کہ توبہ کی وجہ سے اس کے قتل کا حکم ساقط ہو جائے گا، اگرچہ اس پر دسترس حاصل ہو جائے، اور یہ کہ سولی پر چڑھانا ہی اس کے حق میں متعین نہیں ہے۔

پھر ''محاربین'' سے مراد وہ لوگ ہیں جو دوسروں کا مال و دولت وغیرہ چھیننے کے لیے جمع ہو جائیں اور انہیں اس کام پر قدرت بھی ہو اب اگر یہ لوگ صحراء میں ہوں تو بالاتفاق ڈاکو ہیں، اور اگر شہر میں ہوں تو امام اوزاعی، مالک، لیث اور شافعی رحمہم اللہ کے نزدیک پھر بھی یہی رائے ہے اور وہ اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ شہر میں اس کے جرم کی اہمیت مزید بڑھ جاتی ہے، نیز یہ کہ آیت مبارکہ عام ہے اور یہ ایک حد شرعی ہے لہٰذا دوسری حدود کی طرح جگہ بدلنے سے اس میں بھی کوئی تبدیلی نہ ہوگی، جبکہ امام ابوحنیفہ اور محمد کے نزدیک وہ ڈاکو نہیں ہوں گے اور اس آیت کی تفسیر میں ان کے درمیان اختلاف رائے ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہ آیت تخییر و اباحت کے لیے ہے اور حاکم ان کے ساتھ قتل اور اس کے ساتھ ذکر کی جانے والی سزاؤں

میں سے کوئی سزا بھی انہیں دے سکتا ہے، یہی رائے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کی ہے، اور انہی سے دوسری روایت یہ ہے کہ یہ آیت اختلاف احکام اور جرم کی نوعیت کے بدلنے سے سزا کی ترتیب بیان کرنے کے لیے ہے گویا اس آیت میں تنویع ہے، اور وہ اس طرح کہ اگر وہ لوگوں کو قتل بھی کریں اور مال بھی چھین لیں تو انہیں قتل کیا جائے گا اور سولی پر چڑھایا جائے گا، اور اگر وہ قتل کریں، مال نہ چھین سکیں تو انہیں بھی صرف قتل کیا جائے گا اور ان دونوں صورتوں میں قتل کا حکم لازمی اور قطعی ہے، لہٰذا ولی کے معاف کرنے سے بھی یہ حکم ساقط نہیں ہوگا اور اگر وہ صرف مال چھین لیں تو مخالف سمت سے ان کے ہاتھ پاؤں کاٹ دیئے جائیں گے اور اگر وہ راستے میں خوف وہراس پھیلائیں تو انہیں اس علاقے سے جلاوطن کر دیا جائے ۔ یہ قتادہ، اوزاعی، شافعی، احمد اور احناف کا قول ہے، البتہ قتل اور سولی دینے کی کیفیت میں ان حضرات کے درمیان اختلاف رائے ہے، چنانچہ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اسے قتل کر کے غسل دیا جائے، کفن پہنایا جائے، اس کی نماز جنازہ پڑھی جائے، پھر اسے تین دن کے لیے سولی پر لٹکا دیا جائے تاکہ لوگوں کو عبرت ہو، اس کے بعد اسے دفن کر دیا جائے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسے زندہ حالت میں سولی پر چڑھایا جائے اور اس کو نیزے مارے جائیں یہاں تک کہ وہ مر جائے، یہی قول لیث کا ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ تین دن تک اسے سولی پر لٹکا کر زندہ رہنے دیا جائے پھر اسے اتار کر قتل کر دیا جائے، اسی طرح مخالف سمت سے ہاتھ پاؤں کاٹنے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے اس کا داہنا ہاتھ کاٹا جائے پھر اسے داغ دیا جائے تاکہ زخم سے خون بہنا بند ہو جائے، پھر بایاں پاؤں کاٹ کر اسے داغ دیا جائے۔

اسی طرح جلاوطنی کے حوالے سے بھی علماء کے درمیان اختلاف رائے موجود ہے چنانچہ سعید بن جبیر اور عمر بن عبدالعزیز فرماتے ہیں کہ امام اسے طلب کرے اور جہاں مناسب سمجھے اسے جلاوطن کر دے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ امام اسے سزا جاری کرنے کے لیے طلب کرے، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ امام اس کے خون کو رائیگاں قرار دینے کر یہ اعلان کر دے کہ وہ جہاں بھی ملے، اسے قتل کر دیا جائے، یہ حکم تو اس شخص کے متعلق ہے جو قابو میں نہ آ رہا ہو اور جس شخص پر دسترس مل جائے، اسے جلاوطن کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اسے جیل میں قید کر دیا جائے، اکثر اہل لغت نے جلاوطنی کا معنی جیل میں قید کرنا ہی مراد لیا ہے اور وجہ یہ بیان کی ہے کہ روئے زمین سے جلاوطن کرنا تو محال ہے اور ایک اسلامی شہر سے دوسرے اسلامی شہر میں جلاوطن کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ انہیں بھی ایذاء پہنچائے گا اور اگر اسے کافروں کے کسی شہر میں جلاوطن کر دیا جائے تو یہ اسے مرتد ہونے کی ترغیب دینے کے مترادف ہوگا، لہٰذا یہی صورت باقی بچتی ہے کہ اسے قید کر دیا جائے، اور یہ بھی جلاوطنی ہی ہے کیونکہ جس آدمی کو قید کر دیا گیا ہو، وہ دنیا کی لذتوں اور حلال چیزوں سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور اپنے عزیز و اقارب اور دوستوں کے ساتھ اکٹھے بیٹھ نہیں سکتا تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اسے حقیقتاً جلاوطن کر دیا گیا ہو، اسی وجہ سے جب لوگوں نے صالح بن عبدالقدوس کو زندیق ہونے کے الزام میں ایک تنگ کوٹھڑی میں قید کر دیا اور اس قید کا زمانہ بہت طویل ہو گیا تو انہوں نے یہ اشعار کہے کہ ہم دنیا سے نکل گئے، حالانکہ ہم بھی اہل دنیا میں سے ہیں، نہ ہم زندوں میں ہیں اور نہ مردوں میں، جب کسی دن جیل کا داروغہ ہمارے پاس کسی کام سے آتا ہے تو ہمیں تعجب ہوتا ہے اور ہم کہتے ہیں کہ یہ دنیا سے آیا ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح علماء کی ایک جماعت نے کی ہے، لیکن میں نے عنوان میں جس ''غایت'' کا تذکرہ کیا ہے اس کے بغیر، لیکن چونکہ آیت اس سلسلے میں نص ہے لہٰذا اسے ذکر کرنا ہی واضح بات ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سابقہ اقسام میں سے ہر قسم پر دنیا میں رسوائی اور آخرت میں عذاب عظیم کا حکم لگایا ہے جو کہ نہایت شدید وعید ہے، پھر بعد میں بعض حضرات کی تصریحات میں بھی یہ بات نظروں سے گزری کہ انہوں نے مذکورہ آیت کو نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ صرف ڈاکہ ڈالنے اور خوف و ہراس پھیلانے سے ہی اس نے گناہِ کبیرہ کا ارتکاب کرلیا، تو جب وہ مال چھین لے یا کسی کو زخمی اور قتل کر دے تو وہ کبیرہ گناہوں میں سے کیوں نہ ہوگا؟ علاوہ ازیں اکثر ڈاکو بے نمازی ہوتے ہیں اور لوگوں کا جو مال چھین لیتے ہیں، اسے شراب نوشی وغیرہ حرام کاموں میں خرچ کر دیتے ہیں۔

۳۷۱ تا ۳۸۲۔ شراب یا اس کے علاوہ کوئی اور نشہ آور مشروب پینا خواہ ایک قطرہ ہی ہو، ان میں سے کسی ایک کو کشید کرنا یا کشید کروانا، اسے اٹھانا اور اٹھوانا، پینا اور پلانے کا مطالبہ کرنا، بیچنا اور خریدنا یا ان میں سے کسی ایک کا مطالبہ کرنا، اس کی قیمت کھانا اور ان میں سے کسی ایک کو روک کر رکھنا، یہی صورتیں شراب کے علاوہ دوسرے نشہ آور مشروبات میں بھی ہیں

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''لوگ آپ سے شراب اور جوئے کے متعلق پوچھتے ہیں، آپ فرما دیجئے کہ ان دونوں میں بہت بڑا گناہ ہے اور لوگوں کے کچھ فائدے بھی ہیں لیکن ان کا گناہ ان کے فائدے سے زیادہ بڑا ہے۔'' [1] مطلب یہ ہے کہ لوگ آپ سے شراب اور جوئے کا شرعی حکم پوچھتے ہیں، اور ''خمر'' اس مشروب کو کہتے ہیں جو انگور سے کشید کیا جائے اور وہ جوش مارنے لگے اور جھاگ چھوڑنے لگے، یہ لفظ مجازاً بولا جاتا ہے بلکہ حقیقتاً بھی اور اس کی بنیاد احادیث صحیحہ کی تصریحات میں عنقریب آرہی ہیں، یا صحیح تر قول کے مطابق لغت کے اعتبار سے اس کا اطلاق اس کشید کی گئی چیز پر ہوتا ہے جو جھاگ چھوڑنے لگے اور جوش مارنے لگے لیکن وہ انگور نہ ہو، اور اسے ''خمر'' کہنے کی وجہ یہ ہے کہ یہ عقل کو ڈھانپ لیتی ہے، عورت کے دوپٹے کو بھی ''خمار'' اسی لیے کہا جاتا ہے کہ وہ اس کا چہرہ چھپالیتا ہے اور گواہی چھپانے والے کو ''خامر'' کہا جاتا ہے، بعض حضرات یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ یہ عقل کو مغلوب کر دیتی ہے، بعض حضرات یہ وجہ بیان کرتے ہیں کہ اسے پکنے کے لیے کچھ عرصے تک چھوڑ دیا جاتا ہے، بعض حضرات نے ''خمر'' کا لفظ انگور اور دوسری چیزوں سے کشید کیے جانے والے مشروب دونوں پر اطلاق کیا ہے، اور وہ ابوداود کی اس حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ شراب کی حرمت کا حکم نازل ہوا جب نازل ہوا، اس وقت وہ پانچ چیزوں سے کشید کی جاتی تھی انگور، کھجور، گندم جو اور مکئی اور خمر اسے کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے۔ [2] اسی طرح صحیحین کی حدیث میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے نبی علیہ السلام کے منبر پر فرمایا آگاہ رہو، شراب حرام قرار دی گئی

---

[1] البقرة: ٢١٩.
[2] ابو داود، الاشربة: ١.

ہے اور وہ پانچ چیزوں سے بنائی جاتی ہے۔ انگور، کھجور، شہد، گندم اور جو اور خمر اسے کہتے ہیں جو عقل کو ڈھانپ لے۔ ❶ یہ دونوں حدیثیں اس حوالے سے واضح ہیں کہ ان دونوں کی حرمت ان اقسام کی حرمت کو بھی شامل ہے۔

جہاں تک پہلے دعویٰ کا تعلق ہے تو وہ واضح ہے اور رہا دوسرا دعوی تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ ''جو کہ لغت کے عالم تھے'' اسی معنی کی طرف رجوع فرماتے تھے، اور انہوں نے بھی وہی بات فرمائی جو ابوداود کی حدیث کے موافق ہے۔ نیز ابوداود نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ انگور کی بھی شراب ہوتی ہے، کھجور کی بھی شراب ہوتی ہے اور شہد کی بھی شراب ہوتی ہے۔ ❷ یہ حدیث بھی ان اشیاء کے حرام ہونے کے حوالے سے صریح اور واضح حدیث ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام کا مقصد لغت کی تعلیم دینا نہیں تھا، ان کا مقصد تو محض یہ تھا کہ یہ بیان کر دیا جائے کہ جو حکم خمر میں ثابت ہے، وہی حکم ہر نشہ آور مشروب میں بھی ثابت ہے، امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ خمر کی تخصیص ان پانچ چیزوں سے کرنے کی وجہ صرف اتنی ہی ہے کہ اس زمانے میں انہی کا رواج تھا، اور انہی چیزوں سے شراب بنائی جاتی تھی، لہٰذا ہر وہ مشروب جو اسی معنی میں ہو، اس کا بھی یہی حکم ہوگا، جیسا کہ سود کے بیان میں چھ چیزوں کا خصوصیت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے، لیکن دوسری چیزوں میں سود کے ثبوت کے لیے یہ چیز مانع نہیں ہے، ابن ماجہ کے علاوہ کتب خمسہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ ہر نشہ آور چیز ''خمر'' ہے اور ہر نشہ آور چیز حرام ہے۔ ❸ ابوداؤد نے یہ مضمون اس طرح نقل کیا ہے کہ ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے۔ ❹ یہ مضمون امام احمد اور ابو یعلی نے بھی نقل کیا ہے، صحیحین میں یہ روایت ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی علیہ السلام سے شہد کی نبیذ کا حکم پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر وہ مشروب جو نشہ آور ہو، وہ حرام ہے۔ ❺ خطابی کہتے ہیں کہ اس میں دلالت دو وجہوں سے پائی جا رہی ہے۔

پہلی وجہ یہ ہے کہ آیت شراب کی حرمت پر دلالت کرتی ہے اور شراب کا فرد معین لوگوں کو معلوم نہ تھا، لہٰذا شارع کو یہ بات اچھی معلوم ہوئی کہ وہ یہ بات واضح کر دیں کہ اس لفظ سے اللہ تعالیٰ کی یہ مراد ہے اور یہ وضاحت لغوی معنی کے اعتبار سے تھی، جیسا کہ نماز اور روزے میں ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ حرمت میں یہ بھی شراب ہی کی طرح ہے کیونکہ اگر ''ھذا خمر'' کا حقیقی معنی مراد لیا جائے تو مدعا حاصل ہو جاتا ہے اور اگر مجازی معنی مراد لیا جائے تب بھی ایسا ہی ہوگا اور دونوں کا حکم ایک جیسا ہوگا، کیونکہ ہم یہ بات بیان کر چکے ہیں کہ شارع کا مقصد زبان اور لغت کی تعلیم دینا نہیں تھا، بلکہ ان کا مقصد تعلیم احکام تھا اور شہد کی نبیذ کے حوالے سے صحیحین کی جو حدیث گزری ہے، وہ ہر اس تاویل کو باطل کر دیتی ہے جو مختلف نبیذوں کے حلال ہونے کا قول اختیار کرنے والے حضرات نے پیش کی ہے اور ان لوگوں کا قول بھی فاسد کر دیتی ہے جو ان نبیذوں کو حلال سمجھتے ہیں جو نشہ آور نہ ہوں، کیونکہ نبی علیہ السلام سے نبیذ کی ایک قسم کا حکم دریافت کیا گیا اور نبی علیہ السلام نے وہ جواب ارشاد فرمایا جس سے جنس کی حرمت ثابت ہو جاتی ہے جو قلیل و کثیر سب کو شامل ہے، اگر اس کی اقسام اور مقدار میں کوئی تفصیل ہوتی تو نبی علیہ السلام اسے ضرور ذکر فرما دیتے اور اسے مبہم نہ رہنے دیتے، نیز ایک حدیث میں آتا ہے کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ

---

❶ صحیح بخاری، الاشربة: ۲۔ صحیح مسلم، التفسیر: ۳۲.

❷ ابو داود، الاشربة: ٤.

❸ صحیح بخاری، الادب: ۸۰۔ صحیح مسلم، الاشربة: ٦٤.

❹ ابو داؤد، الاشربة: ٥.

❺ صحیح بخاری، الاشربة: ٤۔ صحیح مسلم، الاشربة: ٦٧.

آور ہو، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے۔ ❶ ایک اور حدیث میں ہے کہ جس چیز کا ایک فرق (سولہ رطل کے برابر ایک پیمانہ) نشہ آور ہو، اس کی ایک ہتھیلی بھرنے کی مقدار بھی حرام ہے۔ ❷ ابو داؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہر نشہ آور اور ''مفتر'' کی ممانعت فرمائی ہے۔ ❸ علامہ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ مفتر سے مراد ہر وہ مشروب ہے جو عقل میں فتور اور اعضاء میں سرور پیدا کرتا ہو۔

علماء نے نبیذ کی حرمت پر اشتقاق کے علاوہ قرآن کریم کی اس آیت سے بھی استدلال کیا ہے کہ ''شیطان چاہتا ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے حوالے سے دشمنیاں اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے۔'' ❹ یہ علت تمام نبیذوں میں بھی پائی جاتی ہے، نیز ایک مرتبہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم شراب عقل کو سلب کر لیتی ہے اور مال کو ضائع کر دیتی ہے، باقی رہا اس آیت سے استدلال کرنا ''کھجوروں اور انگوروں کے پھل سے تم ایسی چیز بناتے ہو۔'' ❺ تو وہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ اثبات کے سیاق میں یہ جملہ نکرہ ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سورۂ نحل کی مذکورہ آیت میں جس ''سکر'' کا لفظ آیا ہے، اس سے مراد یہ نبیذ ہی ہے، علاوہ ازیں مفسرین کا اس بات پر اجماع ہے کہ اس آیت کا نزول حرمت شراب پر دلالت کرنے والی آیات سے مقدم ہے، لہٰذا حرمت والی آیات اس آیت کے لیے ناسخ ہوں گی یا اس کی تخصیص کر دیں گی، نیز یہ کہ حجۃ الوداع کے موقع پر نبی علیہ السلام کنوئیں پر تشریف لائے، اس کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے اور فرمایا پانی پلاؤ، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نبیذ کا ایک پیالہ لے کر آ گئے، نبی علیہ السلام نے اسے سونگھا تو چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہوئے اور وہ برتن انہیں واپس دے دیا، حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے اہل مکہ کے ایک مشروب کو ناپسندیدہ قرار دے دیا، (آپ کی ناپسندیدگی کی وجہ سے اب لوگ یہ مشروب نہیں پی سکیں گے) اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ پیالہ میرے پاس دوبارہ لاؤ، اس کے بعد نبی علیہ السلام نے زمزم کا پانی منگوایا، وہ اس نبیذ میں ملایا اور اسے نوش فرما لیا، اور پھر فرمایا جب تمہارے مشروبات سخت ہو جائیں تو ان کی پشت کو پانی سے توڑ دیا کرو۔ ❻ لیکن یہ اعتراض بھی ناقابل قبول ہے، بالفرض اگر اس واقعے کا صحیح ہونا تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ واقعۂ حال ہے جس میں یہ احتمال ہے کہ اس پانی میں کھجوریں بھگو دی گئی ہوں تاکہ ان کا ذائقہ پانی میں جذب ہو کر اس کا ذائقہ تھوڑا سا بدل دے، لیکن چونکہ نبی علیہ السلام کی طبیعت مبارکہ نہایت لطیف تھی، لہٰذا نبی علیہ السلام کی طبیعت نے اسے قبول نہ کیا اور چہرۂ مبارک پر ناگواری کے آثار ظاہر ہو گئے، اور بعد میں اس میں پانی ملانے کی وجہ یہ تھی کہ وہ مہک زائل ہو جائے۔

اسی طرح اس بات سے استدلال کرنا کہ آثار صحابہ رضی اللہ عنہم بھی نبیذ کے حلال ہونے کا تقاضا کرتے ہیں جیسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے کسی گورنر کو خط لکھا کہ مسلمانوں کے رزق میں ''طلاء'' بھی شامل ہے، یہ وہ مشروب ہوتا ہے جس کی دو تہائی مقدار ختم ہو گئی ہو، نیز حضرت ابو عبیدہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما اسے پیتے تھے، لیکن یہ استدلال بھی ناقابل قبول ہے، بالفرض اگر یہ

---

❶ ابو داود، الاشربة: ٥۔ ترمذی: الاشربة: ٣۔ ❷ مسند احمد. ٦/ ٧١.
❸ مسند احمد: ٦/ ٣٠٩. ❹ المائدة: ٩١.
❺ النحل: ٦٧. ❻ نسائی: الاشربة: ٤٨.

واقعات صحیح ہوں تب بھی اس کے مقابلے میں دوسرے آثار موجود ہیں، اس تعارض کی وجہ سے دونوں طرح کے آثار ساقط ہو جائیں گے، اور انہی روایات سے استدلال کیا جا سکے گا جو نبی علیہ السلام سے صحیح سند سے ثابت ہیں کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور نبیذ کے حلال ہونے کا شبہ نہایت کمزور ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اس کی حلت کا اعتقاد رکھنے والے پر سزا جاری کروں گا اور اس کی گواہی کو قبول کرلوں گا، سزا دینے کی وجہ تو یہی ہے کہ حلال ہونے کا شبہ کمزور ہے اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ حاکم کے مذہب کا اعتبار ہے، فریقین کے مذہب کا اعتبار نہیں ہے، (لہٰذا اگر فریقین کا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا نہ ہو تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا) اور اس کی گواہی قبول کرنے کی وجہ یہ ہے کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس نے کسی فسق کا ارتکاب نہیں کیا، پھر یہ بھی سابقہ بیان سے واضح ہے کہ محل اختلاف اس چیز کو پینا ہے جو نشہ آور بالکل نہ ہو، اکثر علماء اس کی حرمت کے قائل ہیں اور یہ کہ شراب کے سارے احکام اس کے لیے ثابت ہوں گے اور انہوں نے اس کے برخلاف دوسری رائے پر تفصیلی رد کیا ہے۔

باقی اگر کوئی آدمی کوئی ایسا مشروب پیئے جو بالفعل نشہ آور ہو تو وہ حرام ہے اور بالاجماع فسق ہے، اسی طرح انگور یا کھجور کا تھوڑا سا شیرہ جو گاڑھا ہو جائے اور آگ پر پکائے بغیر جوش مارنے لگے تو وہ بھی بالاجماع حرام اور نجس ہے، اسے پینے والے پر سزا جاری کی جائے گی، اور اسے فاسق قرار دیا جائے گا بلکہ اگر وہ اسے حلال سمجھتا ہو تو اسے کافر قرار دیا جائے گا، علماء کہتے ہیں کہ شراب کو حرام قرار دینے کے سلسلے میں تدریجاً چار آیات مکہ مکرمہ میں نازل ہوئیں، سب سے پہلے سورۂ نحل کی آیت نمبر ٦٧ جس کا تذکرہ پیچھے بھی گزرا، نازل ہوئی، اس وقت تک لوگ شراب پیتے تھے اور وہ ان کے لیے حلال تھی، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما نے دوسرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ مل کر یہ سوال پوچھا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں شراب کا حکم بتائیے کہ یہ عقل کو زائل کر دیتی اور مال کو ضائع کر دیتی ہے، اس پر سورۂ بقرہ کی آیت ٢١٩ ''جس کا تذکرہ مضمون کے شروع میں گزرا'' نازل ہوئی اور نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ شراب کو حرام قرار دینے کی طرف بڑھ رہا ہے، لہٰذا جس کے پاس شراب ہو، اسے چاہیے کہ اسے بیچ دے، اس وقت تک کچھ لوگوں نے اس جملے ''ان دونوں کا گناہ بہت بڑا ہے'' کی وجہ سے شراب کو چھوڑ دیا تھا اور کچھ لوگ اس جملے ''اور لوگوں کے فائدے بھی ہیں'' کی وجہ سے اسے پیتے رہے، حتیٰ کہ ایک دن حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ نے دعوت کا اہتمام کیا اور کچھ صحابہ رضی اللہ عنہم کو بلایا، کھانے کے بعد انہوں نے شراب بھی پیش کی، لوگوں نے اسے پیا تو وہ اس کے نشے سے مغلوب ہو گئے، اسی اثناء میں نماز مغرب کا وقت ہو گیا، تو انہی میں سے ایک آدمی نے آگے بڑھ کر لوگوں کو نماز پڑھا دی، اور اس میں سورۂ الکفرون کی تلاوت کی اور دوران تلاوت یوں پڑھ گئے ''اعبد ماتعبدون'' اس پر اللہ تعالیٰ نے سورۂ نساء کی آیت نمبر ٤٣ نازل کر دی کہ ''اے اہل ایمان! جب تم نشے کی حالت میں ہو تو نماز کے قریب نہ جایا کرو، یہاں تک کہ تمہیں معلوم ہونے لگے کہ تم کیا کہہ رہے ہو۔'' اس طرح نماز کے اوقات میں نشے کو حرام قرار دے دیا گیا، اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد لوگوں کی ایک جماعت نے شراب کو اپنے اوپر حرام قرار دے لیا اور کہنے لگے کہ اس چیز میں کوئی خیر نہیں ہو سکتی جو ہمارے اور نماز کے درمیان حائل ہو جائے اور بعض لوگوں نے اسے اوقات نماز میں ترک کرنے کا اہتمام شروع کر دیا،

چنانچہ ان میں سے کوئی آدمی عشاء کی نماز کے بعد شراب پی لیتا اور جب صبح ہوتی تو اس وقت تک اس کا نشہ زائل ہو چکا ہوتا تھا، یا فجر کی نماز کے بعد پی لیتا اور ظہر تک اس کا نشہ ٹوٹ چکا ہوتا تھا۔

اسی پس منظر میں ایک مرتبہ عتبان بن مالک رضی اللہ عنہ نے دعوت کا اہتمام کیا اور اس میں بہت سے لوگوں کو بلایا، ان میں حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے، حضرت عتبان رضی اللہ عنہ نے مہمانوں کے لیے اونٹ کی سری بھونی ہوئی تھی، لوگوں نے اسے کھایا اور شراب پی، حتیٰ کہ شراب کا نشہ ان پر چھا گیا اور وہ ایک دوسرے پر فخر کرنے لگے، ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگے اور اشعار پڑھنے لگے، اسی دوران ایک آدمی نے ایک قصیدہ پڑھا جس میں انصار کی ہجو تھی اور اپنی قوم پر فخر تھا، اس پر انصار کے ایک آدمی نے اونٹ کے جبڑے کی ہڈی اٹھائی اور حضرت سعد رضی اللہ عنہ کے سر پر دے ماری، جس سے ان کا سر شدید زخمی ہو گیا، حضرت سعد رضی اللہ عنہ وہاں سے نکل کر سیدھے بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور اس انصاری کی شکایت کی، نبی علیہ السلام نے دعا فرمائی کہ اے اللہ! شراب کے حوالے سے ہمارے سامنے ایک بیان شافی پیش فرما دے، اس پر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرما دی کہ ''اے اہل ایمان! شراب، جوا، نصب شدہ بت اور پانسے کے تیر سب گندی چیزیں ہیں، یہ شیطانی کام ہیں لہٰذا ان سے اجتناب کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان کی تو خواہش ہی یہ ہے کہ تمہارے درمیان شراب اور جوئے کے حوالے سے دشمنی اور بغض پیدا کر دے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، کیا تم اب بھی باز آ ؤ گے۔'' [1] یہ آیت غزوۂ احزاب کے چند دن بعد ہی نازل ہوئی ہے اور اس کے نازل ہونے کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پروردگار! ہم باز آ گئے۔

امام رازی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس ترتیب سے شراب کو حرام قرار دینے کی حکمت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو جانتا تھا کہ یہ لوگ شراب نوشی کے عادی ہیں اور وہ اس سے بہت سے فوائد حاصل کرتے تھے، اگر ان پر شراب کو یکدم حرام قرار دے دیا گیا تو ان کے لیے یہ حکم بڑی مشقت کا سبب بن جائے گا، لہٰذا ان کی سہولت کے لیے اللہ تعالیٰ نے تدریجاً ان پر شراب کو حرام قرار دیا، بعض حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو تو سورۂ بقرہ کی آیت ہی سے حرام قرار دے دیا تھا، پھر سورۂ نساء کی آیت سے اسے پینے کی حرمت بھی ثابت کر دی، اس کے بعد سورۂ مائدہ کی آیت نازل فرما دی جو حرمت کے لیے انتہائی مضبوط الفاظ ہیں، حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جس وقت شراب کو حرام قرار دیا گیا، اس وقت عرب میں اس سے زیادہ عیاشی کا کوئی ذریعہ نہ تھا اور جتنی چیزوں کو مسلمانوں پر حرام کیا گیا، ان میں اس سے زیادہ سخت چیز کوئی نہ تھی۔ وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اس وقت ہماری شراب صرف وہ تھی جسے آج کل تم ''فضیخ'' کہتے ہو، ایک دن میں ابوطلحہ اور فلاں فلاں کو کھڑا شراب پلا رہا تھا، اچانک ایک آدمی آیا اور کہنے لگا کہ شراب حرام قرار دے دی گئی، تو ان سب نے مجھ سے کہا انس! شراب کے یہ سارے مٹکے بہا دو، انہوں نے اس خبر کی تفتیش کی اور نہ ہی کوئی تحقیق کی۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ سورۂ بقرہ کی آیت تو شراب کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی، بلکہ وہ تو اس کے گناہ ہونے پر دلالت کرتی ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ لوگوں نے نبی علیہ السلام سے مطلقاً شراب کا حکم پوچھا تھا، جب اللہ تعالیٰ نے

---

[1] المائدۃ: ۹۰۔ ۹۱.

واضح طور پر فرمایا دیا کہ اس میں گناہ ہے، تو مطلب یہ ہوا کہ ہر صورت میں اس پر گناہ لازم ہوگا، لہٰذا شراب نوشی اس لزومِ محرّم کو مستلزم ہوگی اور جو چیز حرام کو مستلزم ہوتی ہے وہ خود حرام ہوتی ہے لہٰذا شراب حرام ہے، اسی طرح اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ یہ آیت شراب کی حرمت پر دلالت نہیں کرتی، کیونکہ اس آیت سے تو اس کے منافع اور فوائد کا بھی ثبوت ملتا ہے اور جو چیز محرم ہو، وہ اس طرح نہیں ہوتی، اور دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ خود مسلمانوں نے اس آیت کو حرمت پر دلالت کرنے کے لیے کافی نہیں سمجھا جب تک کہ سورۂ نساء اور مائدہ کی آیات نازل نہ ہوگئیں، اور تیسری وجہ یہ بھی ہے کہ یہ آیت ثابت کرتی ہے کہ شراب کے اوصاف میں ایک وصف یہ بھی ہے کہ اس کا گناہ بہت بڑا ہے، اگر یہ حرمت کی دلیل ہوتی تو ہماری شریعت یا کسی بھی دوسری شریعت میں شراب حرام نہیں رہتی حالانکہ یہ بات غلط ہے؟ تو پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ شراب سے نفع حاصل ہونا اس کی حرمت کے لیے مانع نہیں ہے، کیونکہ خاص کا صادق آنا عام کے صادق آنے کو مستلزم ہوتا ہے، اس پر نبی علیہ السلام کے اس فرمان ''اللہ نے اس چیز میں شفا نہیں رکھی جو اس نے میری امت پر حرام قرار دے رکھی ہے'' سے بھی اعتراض نہیں کیا جا سکتا کیونکہ منافع شفا کی نسبت زیادہ عام ہوتے ہیں، لہٰذا شفا کی نفی سے مطلقاً منافع کی نفی لازم نہیں آتی، دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ یہ آیت نازل ہوئی اور شراب حرام ہوگئی اور وہ توقف جس کا دوسرے حضرات نے ذکر کیا ہے، وہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں ہے، یہ بعض لوگوں کی رائے ہے، علاوہ ازیں یہ بھی ممکن ہے کہ اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم شراب کی حرمت کے حوالے سے اس سے بھی زیادہ موکد الفاظ کی خواہش رکھتے ہوں جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے ایمان ویقین میں اضافہ کرنے کے لیے مردوں کو زندہ کرنے کی درخواست بارگاہ الٰہی میں پیش کی تھی، اور تیسری بات کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ''ان دونوں میں گناہ بہت بڑا ہے'' حال کی خبر دے رہا ہے، زمانہ ماضی کی خبر نہیں دے رہا، اور اللہ تعالیٰ یہ تعلیم دے رہا ہے کہ شراب نوشی ان کے لیے بہت بڑی برائی ہے، اور شراب کا سب سے بڑا گناہ اور برائی یہ ہے کہ اس سے عقل زائل ہو جاتی ہے اور عقل انسانی صفات میں سب سے زیادہ معزز ترین صفت ہے، جب شراب اس معزز ترین صفت کی دشمن ہے تو اس سے یہ لازم آتا ہے کہ وہ سب سے گھٹیا ترین چیز ہو، کیونکہ عقل کو عقل کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کا معنی ہے روکنا اور یہ انسان کو ان برائیوں کے ارتکاب سے روکتی ہے جن کی طرف انسان طبعی طور پر مائل ہوتا ہے، اب جب کہ اس نے شراب پی لی تو اس کی وہ عقل زائل ہوگئی، جو اسے برائیوں کے ارتکاب سے روکتی تھی، چنانچہ اس کے دل میں اس کی مانوسیت پیدا ہوگئی اور یہی انسانی طبیعت کا تقاضا تھا لہٰذا انسان پینے اور خوب پینے لگا۔

ابن ابی الدنیا نے ذکر کیا ہے کہ ایک مرتبہ ان کا گزر ایک آدمی پر ہوا جو نشے میں دھت تھا، وہ نشے میں اپنے ہاتھ پر پیشاب کر رہا تھا اور اسی پیشاب سے وضو کر رہا تھا، تو بے اختیار میرے منہ سے نکلا اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام کو نور اور پانی کو پاکیزگی کا ذریعہ بنایا ہے، عباس بن مرداس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ان سے کسی نے زمانہ جاہلیت میں کہا کہ آپ شراب کیوں نہیں پیتے کہ آپ کی حرارت میں اضافہ ہو؟ انہوں نے جواب دیا کہ میں یہ نہیں کر سکتا کہ جہالت میں اپنا ہاتھ پکڑوں اور اپنی شرمگاہ میں داخل کرنا شروع کر دوں، اور میں اس بات پر راضی نہیں ہوں کہ صبح کے وقت میں اپنی قوم کا سردار ہوں اور شام کے وقت

ان میں سب سے بڑا بیوقوف بن جاؤں، شراب کی انہی قباحتوں میں سے ایک قباحت یہ بھی ہے کہ وہ ذکر اللہ اور نماز سے روکتی ہے، اور عداوت اور بغض پیدا کرتی ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورۂ مائدہ میں بھی ذکر کیا ہے، اور اس معصیت کے خواص میں سے ایک خاصیت یہ بھی ہے کہ انسان جب اس سے مانوس ہو جاتا ہے تو اس کی طبیعت کا میلان اس کی طرف بڑھ جاتا ہے اور اس کے لیے دوسرے گناہوں کے برعکس اسے چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے، اسی طرح دوسرے گناہوں کے برخلاف اس کی طبیعت میں اس سے اکتاہٹ بھی پیدا نہیں ہوتی، آپ اس بات پر غور کیجئے کہ زانی ایک وقت میں آ کر اس سے بیزار ہو جاتا ہے اور جوں جوں اس کی بے زاری میں اضافہ ہوتا جاتا ہے، وہ زنا سے پیچھے ہٹتا جاتا ہے لیکن ایک شرابی جوں جوں شراب پیتا جاتا ہے، اس کے نشاط میں اضافہ ہوتا جاتا ہے خباثتیں جمع ہو جاتی ہیں، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ شراب سے بچو کہ یہ ام الخبائث ہے۔ ❶

اور شراب کے جو منافع وفوائد ذکر کیے گئے ہیں، مثال کے طور پر ان میں سے ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ جب وہ لوگ اسے دوسرے علاقوں سے امپورٹ کر کے لاتے تھے تو مہنگے داموں فروخت کرتے تھے، خریدار اگر خریدنے میں کسی قسم کا بھاؤ تاؤ کیے بغیر منہ مانگی قیمت ادا کر دیتا تو وہ اس کے لیے بڑی فضیلت اور عزت کی بات سمجھی جاتی تھی، اس طرح ان کے نفع میں اضافہ ہو جاتا تھا، نیز شراب کمزور آدمی کو طاقتور کر دیتی ہے، کھانے کو ہضم کرتی ہے، قوت باہ کے لیے معاون ہوتی ہے، غمگین آدمی کو تسلی دیتی ہے، بزدل کو بہادر بنا دیتی ہے، رنگت میں نکھار پیدا کرتی ہے، حرارت غریزیہ کو بڑھاتی ہے، ہمت اور بلندی میں اضافے کا سبب بنتی ہے، پھر جب اسے حرام کر دیا گیا تو اس میں سے یہ سارے منافع اور فوائد چھین لیے گئے اور اب وہ محض ضرر اور نقصان کی چیز بن کر رہ گئی ہے اور احادیث میں شراب نوشی اور اس کی خرید وفروخت وغیرہ کے حوالے سے شدید قسم کی وعیدیں وارد ہوئی ہیں اور اسے چھوڑنے اور اس سے توبہ کرنے کی بہت ترغیب آئی ہے، ان میں سے کئی احادیث پیچھے گزر چکی ہیں۔

چنانچہ شیخین وغیرہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس وقت کوئی شخص شراب پیتا ہے، تو وہ اس وقت مومن نہیں رہتا۔ ❷ مسلم اور ابوداود کی ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ ہے کہ البتہ توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے، نسائی کی روایت میں زانی، شرابی اور چور اور ایک چوتھے آدمی کا ذکر کر کے فرمایا گیا ہے کہ جو شخص یہ کام کرے گویا اس نے اپنی گردن سے اسلام کا قلادہ اتار دیا، البتہ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی توبہ کو قبول فرما لیتا ہے، ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو شرابی پر، پینے والے پر، پلانے والے پر، اس کے خریدار پر، بیچنے والے پر، کشید کرنے والے پر، کشید کروانے والے پر، اٹھانے والے پر اور جس کے پاس اٹھا کر لے جائی گئی ہو۔ ❸ ابن ماجہ نے اس میں اس کی قیمت کھانے والے کا بھی اضافہ نقل کیا ہے۔ یہ مضمون ابن ماجہ اور ترمذی کی روایت میں بھی موجود ہے، امام ابوداؤد وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شراب اور اس کی قیمت، مردار اور اس کی قیمت اور خنزیر اور اس کی قیمت کو حرام قرار دیا ہے۔ ❹ امام

---

❶ نسائی، الاشربة: ٤٨. ❷ اس کی تخریج عنقریب گزری ہے۔

❸ ابو داود، الاشربة: ٢. ❹ ابو داود، البیوع: ٦٤.

ابو داؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ یہ جملہ فرمایا یہودیوں پر اللہ کی لعنت ہو، اللہ نے ان پر چربی کو حرام قرار دیا لیکن انہوں نے اسے پگھلا کر بیچنا اور اس کی قیمت کھانا شروع کر دی، حالانکہ اللہ نے جب بھی کسی قوم پر کسی چیز کے کھانے کو حرام قرار دیا، تو ان پر اس کی قیمت کو بھی حرام قرار دیا۔ ❶ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص شراب بیچتا ہے تو اسے چاہیے کہ خنزیر کے بھی پارچے کرلے۔ ❷ امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کا مقصد اس کی حرمت اور ممانعت میں مزید تاکید پیدا کرنا ہے اور مفہوم یہ ہے کہ جو شخص شراب کو بیچنا جائز سمجھتا ہے اسے چاہیے کہ خنزیر کا گوشت کھانا بھی حلال سمجھے کیونکہ حرمت اور گناہ میں یہ دونوں چیزیں برابر ہیں، اب اگر تم خنزیر کھانے کو حلال نہیں سمجھتے تو شراب کی قیمت کو بھی حلال مت سمجھو۔

امام احمد، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ نے شراب پر، اسے کشید کرنے اور کروانے والے پر، اسے پینے، اٹھانے اور اٹھوانے والے پر، بیچنے اور خریدنے والے پر اور پگھلانے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ❸ امام احمد، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس امت میں ایک گروہ ساری رات لہو ولعب اور کھانے پینے میں گزارے گا، جب صبح ہوگی تو ان کی شکلیں مسخ ہو کر بندر اور خنزیر کی شکلیں بن چکی ہوں گی، انہیں زمین میں دھنسنے اور پتھروں کی بارش کا بھی سامنا کرنا ہوگا، اور لوگ آپس میں صبح ہونے کے بعد باتیں کریں گے کہ آج رات فلاں خاندان کو زمین میں دھنسا دیا گیا اور آج رات فلاں خاندان کو، اور ان پر آسمان سے لازماً اسی طرح پتھروں کی بارش ہوگی جیسے قوم لوط پر ان کے قبیلوں اور گھروں میں ہوئی تھی اور ان پر تیز ہوائیں مسلط کر دی جائیں گی جنہوں نے قوم عاد کو ان کے قبائل اور گھروں میں تباہ کر دیا تھا، ان سزاؤں کے اسباب یہ ہوں گے کہ وہ لوگ شراب پیتے ہوں گے، ریشم پہنتے ہوں گے، گلوکارائیں بنا رکھی ہوں گی، سودخوری کرتے ہوں گے اور قطع رحمی کرتے ہوں گے۔ ❹ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب میری امت میں پندرہ برائیاں پیدا ہو جائیں تو ان پر مصیبتیں نازل ہونے لگیں گی، کسی نے پوچھا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! وہ کون سی برائیاں ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب مال غنیمت کو ذاتی دولت بنا لیا جائے، امانت کو غنیمت اور زکوٰۃ کو تاوان سمجھا جانے لگے، مرد اپنی بیوی کا اطاعت گزار اور ماں کا نافرمان ہو جائے، اپنے دوست کے ساتھ حسن سلوک اور باپ کے ساتھ ظلم کرنے لگے، مساجد میں آوازیں بلند ہونے لگیں، قوم کا سردار ان میں سب سے گھٹیا آدمی بن جائے، انسان کی عزت اس کے شر سے بچنے کے لیے کی جانے لگے، شراب پی جانے لگے، ریشمی لباس پہنا جانے لگے، گلوکارائیں اور آلات لہو ولعب اختیار کیے جانے لگیں اور اس امت کے آخری لوگ پہلوں پر لعنت کرنے لگیں تو اس وقت سرخ آندھیوں، یا زمین میں دھنس جانے یا شکلیں مسخ ہو جانے کا انتظار کرو۔ ❺

---

❶ ابو داود، البیوع: ٦٤.
❷ ابو داود، البیوع: ٦٤۔ مسند احمد: ٤ / ٢٥٣.
❸ مسند احمد: ١ / ٣١٦.
❹ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
❺ ترمذی، الفتن: ٣٨.

حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص زنا کرے یا شراب پیئے، اللہ تعالیٰ اس سے ایمان اس طرح چھین لیتا ہے جیسے انسان اپنے سر سے قمیص اتار دیتا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ شراب نہ پیئے اور جو شخص اللہ تعالیٰ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے، وہ کسی ایسے دستر خوان پر نہ بیٹھے جس پر شراب کا دور چل رہا ہو، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب پیتا ہے اور اس کا عادی ہونے کی حالت میں مر جاتا ہے، وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا، بیہقی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب نوشی کرے اور اس سے توبہ نہ کرے، وہ آخرت کی شراب نہیں پی سکے گا خواہ جنت میں داخل ہو ہی جائے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے بھی یہ مضمون اس طرح نقل کیا ہے کہ وہ آخرت کی شراب سے محروم رہے گا، خطابی نے امام بغوی کی شرح السنہ سے اس آخری جملے کا مطلب یہ نقل کیا ہے کہ اس میں اس بات کی وعید ہے کہ ایسا شخص جنت میں داخل نہ ہوگا، کیونکہ اہل جنت کے مشروبات میں شراب بھی شامل ہے، جس سے سر میں درد ہوگا ا . . ہی حواس بہکیں گے اور جو شخص جنت میں داخل ہوگا وہ اس سے محروم نہ رہے گا، لیکن امام بغوی رحمہ اللہ کی یہ بات محل نظر ہے اور بیہقی کی مذکورہ حدیث اس مفہوم کی تردید کرتی ہے، کیونکہ اس میں اس بات کی تصریح ہے کہ وہ جنت میں شراب نہ پی سکے گا خواہ جنت میں داخل ہو ہی جائے۔

امام احمد، ابو یعلی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں جو جنت میں داخل نہ ہوں گے، شراب کا عادی، قطع رحمی کرنے والا، اور جادو کی تصدیق کرنے والا اور جو شخص شراب کا عادی ہونے کی حالت میں مر جائے، اللہ تعالیٰ اسے نہر غوطہ میں سے پلائے گا، کسی نے نہر غوطہ کی وضاحت چاہی تو فرمایا وہ ایک نہر ہے جو بدکار عورتوں کی شرمگاہوں سے جاری ہوگی، اور ان کی شرمگاہوں کی بدبو سے اہل جہنم بھی پریشان ہوں گے، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں شراب کا عادی، جادو پر ایمان رکھنے والا اور قطع رحمی کرنے والا کوئی شخص داخل نہ ہوگا، حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ چار قسم کے لوگ ہیں، اللہ پر حق ہے کہ انہیں جنت میں داخل کرے اور نہ اس کی نعمتیں چکھائے، شراب کا عادی، سود خور، یتیم کا مال ناحق کھانے والا، اور اپنے والدین کا نافرمان، امام احمد رحمہ اللہ کی روایت میں حظیرۃ القدس یا جنت الفردوس میں داخل نہ ہونے کا تذکرہ ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شراب کا جو عادی توبہ کیے بغیر مر جائے، وہ اللہ سے اس شخص کی طرح ملاقات کرے گا جو بتوں کا پجاری ہو۔ یہ مضمون ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے، نسائی نے حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کا یہ قول بھی نقل کیا ہے کہ مجھے کوئی پرواہ نہیں یعنی کوئی فرق نہیں کہ میں شراب پی لوں یا اللہ کو چھوڑ کر اس ستون کی عبادت کرنے لگوں، یعنی دونوں کا گناہ برابر ہے، غالباً انہوں نے یہ نتیجہ نبی علیہ السلام کے مذکورہ ارشاد سے ہی اخذ کیا ہے، طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں شراب کا عادی، والدین کا نافرمان اور احسان جتانے والا شخص داخل نہ ہوگا، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میری طبیعت پر یہ بات بہت بوجھل بنی کیونکہ مومنین ہی سے گناہ ہوتے ہیں حتیٰ کہ مجھے والدین کے نافرمان کے حوالے سے سورۂ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی آیت نمبر ۲۲ مل گئی، احسان جتانے والے کے حوالے سے سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ۲۶۴ اور شراب کے حوالے سے سورۂ مائدہ کی آیت نمبر ۹۰ مل گئی۔

رزین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شراب گناہوں کا مجموعہ ہے، عورتیں شیطان کا جال ہیں، اور دنیا کی محبت ہر گناہ کی جڑ ہے، ابن ماجہ اور بیہقی کی روایت میں حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ کے لیے نبی علیہ السلام کی جن وصیتوں کا ذکر ہے، ان میں یہ بھی ایک وصیت ہے کہ شراب نہ پینا کہ وہ ہر برائی کی کنجی ہے۔ طبرانی اور حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے وصال کے بعد حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کچھ دوسرے حضرات کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے کہ اعظم الکبائر کا تذکرہ چل پڑا، لیکن لوگوں کے پاس اس کا کوئی قطعی علم نہ تھا، چنانچہ انہوں نے مجھے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس یہ پوچھنے کے لیے بھیجا کہ اعظم الکبائر گناہ کون سا ہے؟ انہوں نے فرمایا وہ شراب نوشی ہے، میں نے واپس آ کر لوگوں کو یہ بات بتائی تو انہوں نے اسے تسلیم نہ کیا اور سب مل کر حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ کے پاس ان کے گھر چلے گئے، تو حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے انہیں بتایا کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا بنی اسرائیل کا ایک بادشاہ تھا، اس نے ایک آدمی کو پکڑا اور اسے یہ اختیار دیا کہ شراب پی لے، یا کسی شخص کو قتل کر دے، یا کسی عورت سے زنا کر لے، یا خنزیر کا گوشت کھالے، ورنہ بادشاہ اسے اپنے بندوں سے قتل کروا دے گا، اس نے شراب پینے کو اختیار کر لیا، جوں ہی اس نے شراب پی تو باقی کے کام کرنے سے بھی اس نے انکار نہ کیا اور وہ سارے کام کر گزرا، اور نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ جو شخص بھی شراب پیتا ہے، چالیس دن تک اس کی کوئی نماز قبول نہیں ہوتی اور اگر کوئی شخص اس حال میں مر جائے کہ اس کے مثانے میں تھوڑی سی بھی شراب ہو تو اس پر جنت کو حرام قرار دے دیا جائے گا، اور ان چالیس دنوں میں اگر وہ مر گیا تو وہ زمانہ جاہلیت کی موت مرا۔

ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ ام الخبائث سے اجتناب کرو کیونکہ تم سے پہلے زمانے میں ایک عبادت گزار آدمی تھا جو لوگوں سے الگ تھلگ رہتا تھا، ایک عورت اس پر فریفتہ ہوگئی، اس نے اپنا ایک نوکر اس کے پاس بھیجا کہ ہم آپ کو گواہی کے لیے بلا رہے ہیں، وہ آدمی اس کے گھر چلا گیا، وہ جس کمرے میں داخل ہوتا وہ عورت اسے باہر سے بند کرتی جاتی، حتیٰ کہ وہ چلتے چلتے ایک کمرے میں پہنچا جہاں ایک نہایت حسین وجمیل عورت بیٹھی ہوئی تھی، اس کے پاس ایک چھوٹا بچہ بھی تھا اور ایک برتن میں شراب پڑی تھی، وہ عورت اس عبادت گزار سے کہنے لگی کہ ہم نے تمہیں گواہی کے لیے نہیں بلایا بلکہ اس لیے بلایا ہے کہ تم اس بچے کو قتل کرو، میری خواہش پوری کرو یا شراب کا ایک گلاس پی لو، اگر تم نے انکار کیا تو میں شور مچاؤں گی اور تمہیں رسوا کر دوں گی، جب اس نے دیکھا کہ اس کے بغیر کوئی چارہ کار نہیں ہے تو کہنے لگا کہ مجھے ایک گلاس شراب پلا دو، اس نے اسے شراب پلا دی، پھر وہ مسلسل مانگتا رہا اور وہ اسے پلاتی رہی، حتیٰ کہ نشے میں مدہوش ہو کر اس نے اس عورت سے زنا بھی کیا اور بچے کو بھی قتل کر دیا، اس لیے شراب سے بچو، بخدا ایک آدمی کے سینے میں ایمان اور شراب کی عادت کبھی جمع نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک چیز دوسری کو نکال کر رہتی ہے۔

امام احمد اور ابن حبان نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا تو فرشتے کہنے لگے کہ پروردگار! کیا تو زمین میں ایسی مخلوق کو اپنا خلیفہ بنا رہا ہے، جو اس میں فساد پھیلائے اور خونریزی کرے گی اور ہم تیری حمد کے ساتھ تیری تسبیح و تقدیس بیان کرتے ہیں (اور بنی آدم

سے زیادہ تیرے فرمانبردار ہیں) اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو کچھ میں جانتا ہوں وہ تم نہیں جانتے، پھر فرمایا تم دو فرشتے لے کر آؤ، ہم دیکھیں گے کہ وہ کیسے اعمال کرتے ہیں؟ فرشتوں نے ہاروت اور ماروت کو پیش کیا، اللہ تعالیٰ نے انہیں حکم دیا کہ تم دونوں زمین پر اتر جاؤ، ان کے زمین پر اترنے کے بعد زہرہ ستارہ ایک نہایت حسین عورت کی شکل میں ان کے سامنے آیا، وہ دونوں اس عورت کے پاس آئے اور اس سے اپنے آپ کو حوالے کرنے کا مطالبہ کرنے لگے، اس نے کہا بخدا یہ اس وقت تک نہیں ہوسکتا جب تک تم یہ شرکیہ جملہ نہ بولو گے، وہ دونوں قسم کھا کر کہنے لگے کہ ہم اللہ کے ساتھ کبھی بھی شرک نہیں کریں گے، یہ سن کر وہ عورت چلی گئی اور تھوڑی دیر بعد ایک بچہ اٹھائے ہوئے واپس آئی اور ان سے اسے قتل کرنے کا مطالبہ کیا، انہوں نے پھر انکار کر دیا، اس مرتبہ وہ شراب کا پیالہ لے کر آئی، انہوں نے وہ شراب پی لی، پھر اس عورت سے بدکاری بھی کی اور اس بچے کو بھی قتل کر دیا، جب ان دونوں کو ہوش آیا تو وہ عورت کہنے لگی کہ بخدا تم نے پہلے جس چیز کا انکار کیا تھا، نشے میں مدہوش ہو کر تم وہ سب کچھ کر بیٹھے، بعد میں ان دونوں کو عذاب دنیا و آخرت میں سے کسی ایک کو ترجیح دینے کا اختیار دے دیا گیا اور انہوں نے دنیا کے عذاب کو ترجیح دی۔

طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب شراب کو حرام قرار دیا گیا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایک دوسرے کے پاس جا کر بتایا کہ شراب حرام ہو چکی ہے اور اسے شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص جان بوجھ کر میری طرف کسی بات کی جھوٹی نسبت کرے، اسے چاہیے کہ جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنا لے، راوی کہتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص شراب نوشی کرتا ہے، وہ قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ پیاسا ہوگا، یاد رکھو! ہر نشہ آور چیز شراب ہے اور ہر شراب حرام ہے اور اپنے آپ کو جو کی شراب سے بچاؤ۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص شراب نوشی کرتا ہے، اللہ اسے جہنم کا گرم پانی پلائے گا۔

امام مسلم اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ''جیشان'' سے جو کہ یمن کا ایک علاقہ ہے ایک آدمی آیا اور اس نے نبی علیہ السلام سے اپنے علاقے میں پی جانے والی ایک شراب کا حکم پوچھا، وہ جو سے بنائی جاتی تھی اور اسے ''مزر'' کہا جاتا تھا، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا وہ نشہ آور ہے؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور اللہ نے ہر اس شخص سے ''جو نشہ آور چیز پیتا ہے'' یہ عہد کر رکھا ہے کہ اسے ''طينة الخبال'' میں سے ضرور پلائے گا، لوگوں نے اس کا مطلب پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اہل جہنم کا پسینہ یا زخموں کا نچوڑ۔ [1]

بزار نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں فرشتے جن کے قریب نہیں آتے، جنبی آدمی، نشے میں مدہوش اور خلوق نامی خوشبو سے مہکتا ہوا آدمی۔ طبرانی، ابن خزیمہ، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے لوگ ہیں، اللہ جن کی نماز قبول نہیں کرتا اور ان کی کوئی نیکی آسمان پر نہیں چڑھتی، بھگوڑا غلام یہاں تک کہ اپنے آقا کے پاس واپس آ کر اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر رکھ دے، وہ عورت جس سے اس کا شوہر ناراض ہو یہاں تک کہ وہ اس سے راضی ہو جائے،

---

[1] صحيح مسلم، الاشربة: ٧٠.

اور وہ آدمی جو نشے میں مدہوش ہو یہاں تک کہ ہوش میں آ جائے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے دونوں جہان کے لیے رحمت اور ہدایت بنا کر بھیجا ہے، اور مجھے گانے بجانے کے آلات اور زمانہ جاہلیت میں پوجا کیے جانے والے بتوں کو توڑنے کا حکم دے کر بھیجا ہے، اور میرے رب نے اپنی عزت کی قسم کھا کر فرمایا ہے کہ میرے بندوں میں سے جو بندہ شراب کا ایک گھونٹ بھی پیئے گا، میں اس کے بدلے اسے جہنم کا کھولتا ہوا پانی ضرور پلاؤں گا، بعد میں چاہے اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے یا معاف کر دیا جائے اور میرے بندوں میں سے جو بندہ بھی میرے خوف سے اسے چھوڑے گا، میں اسے حظیرۃ القدس سے ضرور پلاؤں گا۔ ❶ یہ مضمون بزار نے بھی نقل کیا ہے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص کو یہ بات اچھی لگتی ہو کہ اللہ اسے آخرت کی شراب پلائے تو اسے چاہیے کہ دنیا کی شراب چھوڑ دے، اور جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ اللہ اسے آخرت میں ریشمی لباس پہنائے، اسے چاہیے کہ دنیا میں ریشمی لباس ترک کر دے۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ایک چلو کے برابر شراب پیتا ہے، اللہ تعالیٰ تین دن تک اس کا کوئی فرض اور نفل عمل قبول نہیں کرتا اور جو شخص ایک گلاس کے برابر شراب پیتا ہے، اللہ تعالیٰ چالیس دن تک اس کی نماز قبول نہیں فرماتا، اور شراب کے عادی کے حوالے سے اللہ پر حق ہے کہ اسے نہر خبال میں سے پلائے، صحابہ رضی اللہ عنہم کے دریافت کرنے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ نہر ہے جہاں اہل جہنم کی پیپ جمع ہوگی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں کچھ لوگ شراب کو اس کا نام بدل کر پئیں گے اور ان کے سرہانے گانے بجانے کے آلات اور گلوکارائیں ہوں گی، اللہ انہیں زمین میں دھنسا دے گا، اور ان میں سے بعض لوگوں کو بندروں اور خنزیروں کی شکل میں مسخ کر دے گا۔ ❷ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص شراب نوشی کرے، اسے کوڑے مارو، پھر اگر وہ چوتھی مرتبہ بھی شراب پیئے تو اسے قتل کر دو۔ ❸ یہ مضمون امام ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ بھی نقل کیا ہے، علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں چوتھی مرتبہ شراب نوشی کرنے پر شرابی کو قتل کرنے کا جو حکم دیا گیا ہے، وہ منسوخ ہو چکا ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص نشے کی وجہ سے ایک نماز چھوڑتا ہے، گویا اس کے پاس دنیا و ما علیہا کی نعمتیں تھیں، جو اس سے سلب کر لی گئیں، بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب میری امت پانچ چیزوں کو حلال سمجھنے لگے تو اس پر ہلاکت لازم ہوگئی، جب ایک دوسرے پر لعنت کرنے کا غلبہ ہو، لوگ شراب پینے لگیں، ریشم پہننے لگیں، گلوکارائیں رکھنے لگیں اور مرد مردوں پر اور عورتیں عورتوں پر اکتفا کرنے لگیں۔

تنبیہ

ان تمام گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا سابقہ اور آنے والی احادیث صحیحہ کی روشنی میں بالکل واضح امر ہے، جہاں تک شراب نوشی کا تعلق ہے تو اگر وہ ایک قطرہ بھی ہو تو اس کے گناہ کبیرہ ہونے پر اجماع ہے، دوسرے نشہ آور مشروبات بھی اس

---

❶ مسند احمد: ٥ / ٢٥٧.

❷ ابن ماجه، الفتن: ٢٢.

❸ ترمذي: الحدود: ١٥.

حکم میں شامل ہیں، البتہ غیر نشہ آور مشروبات کو ان کے ساتھ شامل کرنے میں اختلاف رائے موجود ہے۔ امام شافعی رحمۃ اللہ کی رائے کے مطابق صحیح تر قول یہی ہے کہ انہیں بھی شامل کیا جائے گا، اور احادیث میں شراب کو اکبرالکبائر بھی قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ تفسیر ابن ابی حاتم میں حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے شراب کے متعلق پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ اکبرالکبائر اور ام الفواحش ہے، جو شخص شراب نوشی کرتا ہے، وہ نماز بھی چھوڑتا ہے اور اپنی ماں، خالہ اور پھوپھی کے ساتھ بدکاری کر گزرتا ہے، باقی رہا رویانی کا وہ کلام جو اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ شراب کے علاوہ کسی دوسرے نشہ آور مشروب کو پینا اس وقت کبیرہ گناہ ہوگا جبکہ وہ نشے میں مبتلا کر دے، تو یہ قابل قبول نہیں ہے کیونکہ شوافع کے نزدیک مشہور بات یہی ہے کہ جتنی مقدار نشہ آور نہ ہو، وہ بھی شراب میں داخل ہے، کیونکہ لغت سے قیاساً یہی بات ثابت ہوتی ہے۔ اور شوافع کے نزدیک اس میں حد بھی ہے، یعنی کسی چیز پر حد شرعی واجب ہونا اس بات کی قطعی علامت ہے کہ وہ کبیرہ گناہ ہے، لہٰذا امام رافعی رحمۃ اللہ کا رویانی کے کلام پر خاموش رہنا باعث تعجب ہے، یہی حال حلیمی کے قول کا ہے کہ اگر کوئی شخص شراب میں اتنا ہی پانی ملا لے اور اس بناء پر اس کی شدت ختم ہو جائے، پھر وہ اسے پی لے تو یہ صغیرہ گناہ ہے، اذرعی نے بھی یہ قول نقل کر کے اسے محل نظر قرار دیا ہے اور یہ کہ دیگر فقہاء بھی ان کی ہمنوائی کرتے ہیں کیونکہ وہ تو یہ کہتے ہیں کہ شراب کا ایک قطرہ پینا بھی گناہ کبیرہ ہے، حالانکہ یہ واضح بات ہے کہ ایک قطرہ کچھ بھی اثر نہیں رکھتا۔

حلیمی کہتے ہیں کہ شراب نوشی کبیرہ گناہ ہے، اگر وہ اتنی زیادہ شراب پیئے کہ مدہوش ہو جائے یا علی الاعلان پینے لگے تو یہ فاحشہ ہے، اور اگر وہ شراب کی مقدار کے برابر اس میں پانی ملا لے اور پانی کی شدت اور نقصان ختم ہو جائے تو یہ صغیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن یہ بھی قابل قبول نہیں ہے، اور صحیح بات وہی ہے جو جلال بلقینی نے کہی ہے کہ دیگر فقہاء بھی اس رائے میں ان کے ہم نوا نہیں ہیں اور یہ یقینی طور پر کبیرہ گناہ ہے، صاحب ''الخادم'' نے کہا ہے کہ وہ نبیذ جس کے حوالے سے علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے، اگر انسان اس میں سے تھوڑی سی نبیذ پی لے اور وہ اس کے حرام ہونے کا معتقد ہو تو اس کے گناہ کبیرہ ہونے میں اختلاف پایا جاتا ہے، رافعی نے اس کے بعد تصریح کی ہے کہ اس میں دو قول ہیں، اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس شخص کی گواہی مقبول نہ ہوگی کیونکہ یہ فسق ہے، اور اگر کوئی آدمی علاج کی غرض سے شراب کو استعمال کرے تو اس کے کبیرہ نہ ہونے کا قول اختیار کیا جا سکتا ہے، جبکہ ہم اس میں وجوب حد کے قائل نہ ہوں، جیسا کہ امام نووی رحمۃ اللہ نے اسی قول کو صحیح قرار دیا ہے اور اس میں دوسری رائے کا بھی احتمال ہے کیونکہ اس نے شراب پینے کی جرأت کی ہے۔

وہ تمام احادیث جو شراب کی مذمت کے حوالے سے ہم ذکر کر چکے ہیں، ان کی روشنی میں ہمارے فقہاء نے عنوان میں ذکر کردہ اکثر چیزوں کی تصریح کر دی ہے، چنانچہ صالح علائی کہتے ہیں کہ فقہاء نے واضح طور پر کہا ہے کہ شراب کی تجارت گناہ کبیرہ ہے اور اس کا معاملہ کرنے والا فاسق قرار دیا جائے گا، یہی حکم اسے خریدنے، اس کی قیمت کھانے، اٹھانے اور پلانے کا ہے، باقی رہا اسے کشید کرنے والا اور کشید کروانے والا تو فقہاء اسے فاسق قرار نہیں دیتے، زیادہ مناسب یہ ہے کہ اس کا حکم کشید کرنے اور کروانے والے کی نیت پر منحصر کیا جائے اگر اس کا مقصد شراب ہو تو وہ بھی حدیث کے حکم میں داخل ہو، اور اگر کوئی

دوسری نیت ہوتو وہ حدیث کے حکم میں داخل نہ ہوگا، ابن صباغ نے نقل کیا ہے کہ محض شراب روک کر رکھنا گناہ کبیرہ نہیں ہے، اسے سرکہ بنانے کے لیے روک رکھنا جائز ہے، ماوردی بھی کہتے ہیں کہ اس مقصد کے لیے اسے روک رکھنا حرام نہیں ہے، اور اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ اسے اسی حال میں ذخیرہ کر کے رکھے گا تو وہ فاسق قرار دیا جائے گا، یہ رائے نیت کے اس معنی کے موافق ہے جس کی طرف ہم اشارہ کر آئے ہیں، جلال بلقینی کہتے ہیں کہ ماوردی کا اشارہ بالکل صحیح اور درست ہے، باقی جو شخص سرکہ کے ارادے سے خالی ہو یا کوئی ارادہ نہ رکھتا ہو تو اس کا یہ حکم نہیں ہے، خلاصہ کلام یہ کہ اگر کوئی شخص ارادۃً تھوڑی سی شراب پیئے یا نبیذ نوش کرے خواہ اسے پکا لیا گیا ہو اور اسے اس کے حرام ہونے کا علم بھی ہو تو یہ گناہ کبیرہ ہے، اسی طرح بلاضرورت اس کی خرید وفروخت کرنا بھی گناہ کبیرہ ہے، ضرورت سے مراد علاج یا سرکہ بنانے کا ارادہ ہے، اسی طرح کشید کرنے اور کروانے وغیرہ تمام چیزوں کا یہی حکم ہے جبکہ مقصداً اسے پینا یا اس میں تعاون کرنا ہو۔

خاتمہ

حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ جو شخص شراب کا عادی ہونے کی حالت میں مر جائے، وہ لات اور عزیٰ کی پوجا کرنے والے کی طرح ہے، کسی نے پوچھا کہ شراب کے عادی سے مراد وہ شخص ہے جو شراب کے نشے میں ہر وقت مدہوش رہے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، بلکہ اس سے مراد وہ شخص ہے کہ اسے جب شراب ملے وہ اسے ضرور پیئے خواہ کئی سالوں کے بعد ہی ہو، ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص شام کو شراب پیئے وہ صبح مشرک ہونے کی حالت میں کرتا ہے اور جو شخص صبح کو شراب پیئے وہ شام مشرک ہونے کی حالت میں کرتا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی شرابی بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت نہ کرو، اور انہیں سلام نہ کیا کرو، نبی علیہ السلام کا فرمان ہے شراب پینے والوں کی ہم نشینی مت اختیار کیا کرو، اور اگر وہ بیمار ہو جائیں تو ان کی عیادت نہ کیا کرو، اور ان کے جنازوں میں شرکت نہ کیا کرو، شرابی آدمی قیامت کے دن اس حال میں آئے گا کہ اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہوگا، زبان سینے پر لٹک رہی ہوگی، اور اس میں سے لعاب بہہ رہا ہوگا اور ہر دیکھنے والے کو اس سے گھن آ رہی ہوگی، بعض علماء فرماتے ہیں کہ شرابی کی عیادت اور اس کے ساتھ سلام دعا کی ممانعت اس وجہ سے کی گئی ہے کہ وہ فاسق اور ملعون آدمی ہے، اللہ نے اس پر لعنت فرمائی ہے، اگر وہ اسے خریدتا اور کشید کرواتا ہے تو یہ لعنت دوگنا ہو جاتی ہے، پھر اگر کسی کو پلاتا ہے تو یہ لعنت تین گنا ہو جاتی ہے، اس لیے اس ملعون کی عیادت اور سلام دعا سے منع فرمایا گیا ہے، الا یہ کہ وہ توبہ کر لے کیونکہ اگر وہ توبہ کر لیتا ہے تو اللہ اس کی توبہ قبول فرما لیتا ہے۔

اس کے ذریعے علاج کرنا بھی جائز نہیں ہے۔ [1] حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میری ایک بیٹی بیمار ہوگئی، میں نے ایک برتن میں اس کے لیے نبیذ بنائی، نبی علیہ السلام میرے یہاں تشریف لائے تو وہ جوش مار رہی تھی، نبی علیہ السلام نے پوچھا ام سلمہ! یہ کیا ہے؟ میں نے عرض کیا کہ اس کے ذریعے اپنی بیٹی کا علاج کروں گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے میری امت کے لیے ان چیزوں میں شفا نہیں رکھی جنہیں اس نے میری امت پر حرام قرار دے رکھا ہے، شراب کے حوالے سے اس کے علاوہ بھی متفرق

[1] فقہاء احناف ضرورت کے وقت بقدر ضرورت استعمال کے ذریعے علاج کو جائز قرار دیتے ہیں۔ مترجم

احادیث منقول ہیں، مثلاً ابونعیم نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک مٹکے میں نبی علیہ السلام کی خدمت میں نبیذ پیش کی گئی، وہ جوش مار رہی تھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ مٹکا اس دیوار پر دے مارو، کیونکہ یہ ان لوگوں کا مشروب ہے جو اللہ تعالیٰ اور آخرت کے دن پر ایمان نہیں رکھتے، اسی طرح نبی علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ جس شخص کے سینے میں کتاب اللہ کی ایک بھی آیت ہو، اور وہ شراب نوشی کرے، اس آیت کا ایک ایک حرف اس کی پیشانی پکڑ کر اسے اللہ کے سامنے لاکر کھڑا کر دے گا، اور اس شخص سے جھگڑا کرے گا اور قرآن جس سے جھگڑا کرے گا اس پر غالب آ جائے گا، ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جس کے ساتھ قیامت کے دن قرآن جھگڑنے والا ہوگا، اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ دنیا میں جو لوگ کسی نشہ آور چیز پر جمع ہوتے ہیں، اللہ انہیں جہنم میں بھی جمع کرے گا، وہ ایک دوسرے کی طرف متوجہ ہو کر آپس میں ایک دوسرے کو ملامت کریں گے، اور ایک آدمی دوسرے سے کہے گا کہ اے فلاں! اللہ تعالیٰ تجھے میری طرف سے اچھا بدلہ نہ دے، تو ہی مجھے اس جگہ لے کر گیا تھا، اور دوسرا بھی یہی کہے گا، اسی طرح ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص دنیا میں شراب نوشی کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اسے سانپوں کا ایسا زہریلا پانی پلائے گا جس کے منہ کے قریب لانے سے ہی اس کے چہرے کا گوشت جھڑ کر برتن میں گر پڑے گا، جب وہ اسے پی لے گا تو اس کے سارے جسم کا گوشت اور کھال جھڑ جائے گی، اور سارے جہنمی اس سے پریشان ہوں گے۔ یاد رکھو! شراب پینے والا، اسے کشید کرنے اور کروانے والا، اسے اٹھانے اور اٹھوانے والا اور اس کی قیمت کھانے والا سب اس کے گناہ میں برابر کے شریک ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی کوئی نماز، روزہ اور حج قبول نہیں کرے گا، یہاں تک کہ وہ توبہ کرلیں، اور اگر وہ توبہ کیے بغیر مر جائیں تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ شراب کے ہر اس گھونٹ کے بدلے "جو انہوں نے دنیا میں پیا ہوگا" انہیں جہنم کی پیپ پلائے، آگاہ رہو کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے اور ہر شراب حرام ہے۔ ایک حدیث میں آتا ہے کہ شرابی لوگ جب پل صراط پر پہنچیں گے تو جہنم کے فرشتے "زبانیہ" اچک کر انہیں نہر خبال پر لے جائیں گے، وہاں انہیں دنیا میں پی جانے والی شراب کے ہر گلاس کے بدلے نہر خبال کا پانی پلایا جائے گا، اس کا ایک قطرہ اگر آسمانوں پر ٹپکا دیا جائے تو اس کی گرمی سے آسمان بھی جل جائیں۔

اس حوالے سے سلف صالحین کے بہت سے آثار بھی منقول ہیں، چنانچہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب کوئی شرابی مر جائے تو تم اسے دفن کر دو، اس کے بعد مجھے ایک تختہ دار پر چڑھا دو، پھر اس کی قبر کھودو، اگر تم اس کا چہرہ قبلہ سے پھرا ہوا نہ دیکھو تو مجھے سولی پر لٹکا رہنے دینا، فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کے حوالے سے منقول ہے کہ وہ اپنے ایک شاگرد کے یہاں "جو نزع کی کیفیت میں تھا" تشریف لے گئے اور اسے کلمہ شہادت کی تلقین کرنے لگے لیکن اس کی زبان پر کلمہ جاری نہ ہوا، انہوں نے کلمہ شہادت کا تکرار شروع کر دیا، اس پر وہ کہنے لگا کہ میں یہ کلمہ نہیں پڑھ سکتا اور میں اس سے بری ہوں، یہ کہتے ہی وہ مر گیا، حضرت فضیل رحمہ اللہ روتے ہوئے اس کے گھر سے چلے گئے، کچھ عرصے بعد انہوں نے اس شخص کو خواب میں دیکھا، اس وقت جہنم میں آگ اسے جھلسا رہی تھی، انہوں نے اس سے پوچھا او مسکین! تجھ سے معرفت الٰہیہ کی نعمت کیسے سلب ہوگئی؟ وہ کہنے لگا کہ اے استاذ! میں ایک بیماری میں مبتلا تھا، میں ایک طبیب کے پاس گیا، اس نے مجھ سے کہا کہ تم ہر سال شراب کا ایک پیالہ پیا کرو،

اگر تم نے ایسا نہ کیا تو تمہاری یہ بیماری ہمیشہ باقی رہے گی، چنانچہ میں علاج کی خاطر ہر سال شراب کا ایک پیالہ پی لیا کرتا تھا۔ اب غور کیجئے کہ یہ اس شخص کا حال ہے جو علاج کی غرض سے شراب پیتا تھا، تو اس شخص کا کیا حال ہوگا، جو محض عیاشی کے لیے شراب پیتا ہے؟

ایک شرابی نے شراب نوشی سے توبہ کر لی، کسی نے اس سے اس کی توبہ کا واقعہ اور سبب پوچھا تو اس نے بتایا کہ میں قبریں کھودا کرتا تھا، میں نے کئی مردوں کو دیکھا کہ ان کے چہروں کا رخ قبلہ کی جانب سے ہٹا ہوا ہے، میں نے ان کے گھر والوں سے اس کے متعلق دریافت کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ یہ دنیا میں شراب پیتے تھے، اور توبہ کیے بغیر مر گئے تھے۔ ایک بزرگ کہتے ہیں کہ میرا ایک بیٹا فوت ہوگیا، اس کی تدفین سے کچھ عرصہ بعد میں نے اسے خواب میں دیکھا، اس کے سر کے سارے بال سفید ہو چکے تھے، میں نے اس سے پوچھا بیٹا! میں نے تجھے بچپن میں دفن کیا تھا، تیرے بال سفید کیسے ہوگئے؟ اس نے کہا کہ ابا جان! میرے پہلو میں ایک ایسے آدمی کو دفن کیا گیا ہے جو شراب نوشی کیا کرتا تھا، اس کی تدفین کے بعد اس کی قبر میں ایسی آگ بھڑکی ہے کہ کوئی بچہ ایسا نہیں رہا جس کے سر کے بال سفید نہ ہوگئے ہوں۔

علماء کہتے ہیں کہ شراب کی طرح بھنگ بھی حرام ہے اور علماء کی ایک جماعت کے قول کے مطابق شرابی کی طرح اس شخص پر بھی حد جاری کی جائے گی بلکہ یہ اس اعتبار سے شراب سے بھی زیادہ گندی چیز ہے کہ عقل اور مزاج میں ایسا فساد پیدا کر دیتی ہے کہ انسان کی طبیعت میں عجیب قسم کا زنانہ پن اور بدترین دیوثیت پیدا ہو جاتی ہے، اس میں مروت نام کی کوئی چیز نہیں رہتی اور شراب اس اعتبار سے زیادہ گندی چیز ہے کہ اسے پینے کے بعد انسان کی طبیعت ہر لمحے دوسرے پر حملہ کرنے، جھگڑنے اور لڑنے مرنے پر آمادہ رہتی ہے اور یہ بات دونوں میں مشترک ہے کہ دونوں ہی انسان کو ذکر اللہ اور نماز سے روکنے والی چیزیں ہیں اور حد جاری کیے جانے کے اس قول کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ بھنگ سے نشہ کرنے والے کو اس کی چاہت شراب ہی کی طرح ہوتی ہے، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور انسان اس کے بغیر رہ نہیں سکتا، دراصل اس کی سزا اور نجاست کے حوالے سے علماء کے درمیان اختلاف رائے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ بھنگ جامد شکل میں ہوتی ہے، مائع شکل میں نہیں ہوتی اور اسے کھایا جاتا ہے۔ پیا نہیں جاتا، اب بعض حضرات تو اسے شراب ہی کی طرح نجس قرار دیتے ہیں، حنابلہ اور بعض شوافع کے نزدیک یہی رائے صحیح ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ خشک ہونے کی وجہ سے یہ طاہر ہے، شوافع کے نزدیک صحیح قول یہی ہے اور بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اگر یہ مائع کی شکل میں ہو تو نجس ہے اور جامد شکل میں ہو تو طاہر ہے، لیکن بہر حال ان چیزوں میں ضرور شامل ہے جنہیں اللہ اور اس کے رسول نے حرام قرار دیا ہے، چنانچہ نبی علیہ السلام کا یہ جامع ترین ارشاد ملاحظہ کیجئے کہ ہر نشہ آور چیز حرام ہے، اور یہ کہ جس چیز کی زیادہ مقدار نشہ آور ہو، اس کی تھوڑی مقدار بھی حرام ہے، نبی علیہ السلام نے اس میں کسی قسم کی کوئی تفریق نہیں فرمائی کہ وہ ماکولات میں سے ہو یا مشروبات میں سے ہو، اس کے علاوہ دوسری بات یہ بھی ہے کہ بعض اوقات شراب کو روٹی کے ساتھ بطور سالن کے استعمال کیا جاتا ہے اور بعض اوقات بھنگ کو پگھلا کر استعمال کر لیا جاتا ہے تو گویا دونوں میں سے ہر ایک کو کھایا بھی جا سکتا ہے اور پیا بھی جا سکتا ہے، قدیم علماء نے اس کا تذکرہ اپنی کتابوں میں اس لیے نہیں کیا

کہ ان کے دور میں اس کا وجود نہیں تھا، تاتاریوں نے جب بلادِ اسلامیہ پر حملہ کیا ہے تو ان کے ساتھ یہ چیز بھی پہنچ گئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک مرتبہ خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس ایک نوجوان آیا، وہ رو رہا تھا اور غمگین دکھائی دے رہا تھا، وہ کہنے لگا کہ امیر المومنین! مجھ سے ایک بہت بڑا گناہ سرزد ہوگیا ہے کیا میری توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ خلیفہ نے پوچھا تجھ سے کیا گناہ سرزد ہوا؟ اس نے کہا کہ میرا گناہ بہت بڑا ہے، اس نے پوچھا وہ کیا گناہ ہے؟ اللہ سے توبہ کر، اللہ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرتا اور گناہوں کو معاف فرماتا ہے، اس نے کہا کہ امیر المومنین! میں قبریں کھودا کرتا تھا، اس دوران مجھے بہت سی عجیب چیزیں نظر آتی تھیں، خلیفہ نے پوچھا مثلاً تم نے کیا دیکھا؟ اس نے کہا کہ امیر المومنین! ایک رات میں نے ایک قبر کھودی تو دیکھا کہ مردے کا چہرہ قبلے کی جانب سے پھرا ہوا ہے، مجھے خوف محسوس ہوا اور میں نے قبر سے باہر نکلنے کا ارادہ کرلیا، اچانک میں نے سنا کہ قبر میں کوئی آدمی کہہ رہا تھا کہ تم اس مردے سے کیوں نہیں پوچھتے کہ اس کا چہرہ قبلے کی جانب سے کیوں پھرا ہوا ہے؟ میں نے اس کی وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ یہ نماز میں سستی کرتا تھا، ایسے شخص کی یہی سزا ہے، اسی طرح میں نے ایک اور قبر کھودی تو میں نے دیکھا کہ اس میں مردے کی شکل خنزیر سے بدل چکی ہے، اسے زنجیروں سے جکڑا ہوا ہے اور اس کی گردن میں طوق پڑے ہیں، میں ڈر کر قبر سے باہر نکلنے لگا تو کسی نے مجھ سے کہا کہ تم اس مردے سے کیوں نہیں پوچھتے کہ اسے کیوں عذاب ہو رہا ہے، اور وہ کیا کرتا تھا؟ میں نے وجہ پوچھی تو اس نے بتایا کہ وہ شراب پیتا تھا اور توبہ کیے بغیر مر گیا تھا۔

اسی طرح میں نے ایک اور قبر کھودی تو میں نے دیکھا کہ مردے کو زمین میں آگ کی کیلوں سے گاڑ دیا گیا ہے اور اس کی زبان گدی کی جانب سے باہر نکلی ہوئی ہے۔ اس مرتبہ بھی مذکورہ سوال جواب کے بعد معلوم ہوا کہ وہ پیشاب کی چھینٹوں سے بچتا نہیں تھا اور لوگوں کی باتیں ایک دوسرے کی طرف منتقل کیا کرتا تھا، ایسے شخص کا یہی بدلہ ہے، پھر میں نے ایک اور قبر کھودی تو میں نے دیکھا کہ مردے کو آگ کے شعلوں نے اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے۔ اس کے بارے پتہ چلا کہ وہ تارک نماز تھا، ایسے شخص کا یہی بدلہ ہے، پھر میں نے ایک اور قبر کھودی تو میں نے دیکھا کہ وہ تا حد نگاہ وسیع ہے اس میں نور کی بارش ہو رہی ہے، مردہ تخت پر سوار ہے، اس کا چہرہ چمک رہا ہے اور اس نے نہایت عمدہ کپڑے پہن رکھے ہیں، مجھ پر رعب طاری ہوگیا، اس مرتبہ پتہ چلا کہ یہ شخص نوجوان تھا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور عبادت میں اس کی نشو و نما ہوئی تھی، اس پر عبدالملک بن مروان نے کہا کہ اس میں گنہگاروں کے لیے بڑی عبرت اور نیکوکاروں کے لیے بڑی خوشخبری ہے۔

حملہ کرنے کا بیان

۳۸۳ تا ۳۸۶۔ کسی معصوم پر قتل، مال چھیننے، عزت پامال کرنے یا اسے ڈرانے کے ارادے سے حملہ کرنا

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی دھاری دار آلے سے اپنے بھائی کی طرف اشارہ کرے تو اس پر فرشتے لعنت کرتے ہیں یہاں تک کہ وہ اس سے رک جائے، اگرچہ وہ اس کا حقیقی بھائی ہی ہو۔ شیخین نے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب دو مسلمان اپنی تلواریں لے کر ایک دوسرے

کے سامنے آجائیں تو قاتل اور مقتول دونوں جہنم میں جائیں گے، کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! قاتل کی بات تو سمجھ میں آجاتی ہے، مقتول کا کیا معاملہ ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا دراصل وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔ ❶ (لیکن اس کا داؤ چل نہیں سکا) امام ابوداؤد رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی مسلمان کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی مسلمان کو خوفزدہ کرے۔ ❷ (یہ حدیث مکمل طور پر پہلے بھی گزر چکی ہے) بزار اور طبرانی کی ایک روایت میں یہ مضمون اس طرح مروی ہے کہ کسی مسلمان کو خوفزدہ مت کیا کرو، کیونکہ کسی مسلمان کو خوف زدہ کرنا ظلم عظیم ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی کھڑا ہوا اور اپنے جوتے بھول گیا، ایک آدمی نے وہ جوتے پکڑے اور خود ان کے اوپر بیٹھ گیا، تھوڑی دیر بعد وہ آدمی اپنے جوتے تلاش کرتا ہوا آیا تو لوگوں نے کہا کہ ہم نے تو نہیں دیکھے، تھوڑی دیر بعد اس آدمی نے بتایا وہ یہ رہے، نبی علیہ السلام نے یہ دیکھ کر فرمایا ایک مومن کو خوفزدہ کر کے تمہیں کیا ملا؟ اس نے کہا یارسول اللہ ﷺ! میں نے تو دل لگی کے لیے ایسا کیا تھا، لیکن نبی علیہ السلام نے پھر وہی جملہ دو تین مرتبہ ارشاد فرمایا۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مومن کو خوف زدہ کرے، اللہ پر حق ہے کہ اسے قیامت کی گھبراہٹ میں امن عطا نہ کرے۔ اسی طرح طبرانی اور ابوالشیخ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو ناحق خوفناک نظروں سے دیکھے، اللہ تعالیٰ اسے قیامت کے دن خوف زدہ کر دے گا۔

تنبیہ

پہلی اور بعد کی احادیث سے آخری گناہ صراحۃً اور باقی گناہ اشارۃً سمجھ میں آرہے ہیں، گو کہ کبیرہ گناہوں میں ان کا تذکرہ میری نظروں سے کہیں نہیں گزرا، لیکن یہ ایک واضح بات ہے، اس کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ہمارے ائمہ نے کسی پر حملہ کرنے والے کا خون رائیگاں قرار دیا ہے، اور بعض صورتوں میں اس شخص کے لیے اسے جائز قرار دیا ہے، جس پر حملہ کیا گیا ہو، اور بعض صورتوں میں دفاع کو واجب قرار دیا ہے، اور دفاع کی صورت میں بھی لازم یہی ہے کہ ہلکے سے ہلکے طریقے کے ذریعے اپنا دفاع کرے اور کوئی ایسا طریقہ اختیار نہ کرے جس سے نچلا طریقہ اس کی کفایت کر سکتا ہو، پھر اگر ان چیزوں کا خیال رکھتے ہوئے وہ اپنا دفاع کرتا ہے اور اس دوران وہ حملہ آور قتل ہو جاتا ہے تو اس کا خون رائیگاں گیا، اس میں کوئی قصاص، دیت اور کفارہ نہیں ہے، لہٰذا اس کا مباح الدم ہونا اس بات کی واضح علامت ہے کہ وہ شخص فاسق ہے، یہ تفصیل تو اس وقت تھی جب کہ اس سلسلے میں کوئی حدیث موجود نہ ہوتی۔

اب جب کہ احادیث بھی موجود ہیں تو پھر اس کا انکار کیونکر کیا جا سکتا ہے؟ اس سلسلے کی واضح ترین دلیل صحیح مسلم کی یہ روایت ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! یہ بتایئے کہ اگر کوئی آدمی میرا مال چھیننے کے لیے آجائے تو کیا کروں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے اپنا مال نہ دو، اس نے کہا اگر وہ مجھ سے لڑنے لگے تو کیا کروں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم بھی اس سے لڑو، اس نے پوچھا اگر وہ مجھے اس دوران قتل کر دے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تو تم شہید ہو گے، اس نے پوچھا اگر میں اسے قتل کر

❶ صحیح مسلم، الفتن: ١٦۔ ابن ماجه، الفتن: ١١.

❷ ابو داود، الادب: ٨٥۔ ترمذی، الفتن: ٣.

دوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جہنم میں جائے گا۔ ❶ نسائی کی روایت میں یوں ہے کہ اسے بار بار اللہ کا واسطہ دو، لیکن اگر وہ نہ مانے اور تم مارے جاؤ تو تم جنت میں ہوگے، اور اگر وہ مارا جائے تو وہ جہنم میں ہوگا۔ ❷ اس طرح صحیح سند سے یہ روایت ثابت ہے کہ جو شخص اپنے مال کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے، وہ شہید ہوتا ہے، جو شخص اپنی جان کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے، جو شخص اپنے دین کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے، وہ شہید ہوتا ہے، جو شخص اپنے اہل خانہ کی حفاظت کرتا ہوا مارا جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے۔ ❸

۳۸۷۔ کسی کے گھر میں بلا اجازت کسی سوراخ سے جھانک کر دیکھنا

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی قوم کے گھر میں ان کی اجازت کے بغیر جھانک کر دیکھے تو ان کے لیے یہ بات حلال ہے کہ وہ اس کی آنکھ پھوڑ دیں۔ ❹ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ اگر انہوں نے اس کی آنکھ پھوڑ دی تو وہ رائیگاں گئی۔ ❺ یعنی اس کا کوئی تاوان واجب نہ ہوگا۔ نسائی کی ایک روایت میں یہ الفاظ موجود ہیں کہ اس کی کوئی دیت اور قصاص نہ ہوگا۔ امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اجازت ملنے سے پہلے کسی کے گھر کا پردہ ہٹا کر اس میں جھانکتا ہے تو وہ ایک ایسا کام کرتا ہے جو اس کے لیے حلال نہیں ہے اور اگر گھر کا مالک اس کی آنکھ پر کچھ مار کر اسے پھوڑ دے تو وہ رائیگاں گئی اور اگر کوئی شخص کسی ایسے دروازے پر گزرے جہاں کوئی پردہ نہ ہو اور وہ اس گھر میں رہنے والوں کی ستر کی کوئی چیز دیکھ لے تو اس پر کوئی گناہ نہیں، گناہ تو گھر والوں پر ہے۔ ❻

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے نبی علیہ السلام سے گھروں میں اجازت طلب کرنے کا مسئلہ دریافت کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کی نگاہیں سلام کرنے اور اجازت لینے سے پہلے گھر میں داخل ہو جائیں تو اس کی اجازت نہ ہوئی اور اس نے اپنے رب کی نافرمانی کی۔ شیخین وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے نبی علیہ السلام کے کسی حجرے میں جھانک کر دیکھا، نبی علیہ السلام کو محسوس ہوا کہ کوئی اندر جھانک رہا ہے تو نبی علیہ السلام کنگھی لے کر کھڑے ہوئے، وہ منظر اب بھی میری نگاہوں کے سامنے ہے، یوں لگ رہا تھا کہ نبی علیہ السلام وہ کنگھی اس کی آنکھوں میں چبھو دیں گے۔ ❼ نسائی کی ایک روایت میں یوں ہے کہ یہ دیکھ کر وہ واپس پیچھے ہٹ گیا اور نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تو اسی طرح جھانکتا رہتا تو میں تیری آنکھ پھوڑ دیتا۔ ❽ اور شیخین کی ایک روایت میں اس کے بعد یہ اضافہ بھی ہے کہ اجازت لینے کا حکم نگاہوں کی وجہ سے تو دیا گیا ہے۔ ❾ امام ابوداود اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں ہیں جنہیں کرنا کسی کے لیے جائز نہیں ہے، جو شخص کسی قوم کی امامت کروائے اور وہ خصوصیت کے ساتھ صرف اپنے لیے دعا کرے، لوگوں کو اس میں شامل نہ کرے، اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اپنے مقتدیوں سے خیانت

---

❶ صحیح مسلم، الایمان: ۲۲۵۔
❷ نسائی، التحریم: ۲۱۔ مسند احمد: ۲/ ۳۳۹۔
❸ ابو داود، السنۃ: ۲۹۔
❹ صحیح مسلم، الادب: ۴۳۔ مسند احمد: ۲/ ۲۶۶۔
❺ نسائی، القسامۃ: ۴۷۔
❻ ترمذی، الاستئذان: ۱۶۔ مسند احمد: ۵/ ۱۸۱۔
❼ صحیح بخاری، الدیات: ۲۳۔ مسند احمد: ۳/ ۲۳۹۔
❽ نسائی، القسامۃ: ۴۶۔
❾ نسائی، القسامۃ: ۴۷۔

کرتا ہے، اور کوئی شخص کسی کے گھر میں اجازت لینے سے پہلے نہ جھانکے اگر اس نے ایسا کیا تو گویا بلا اجازت گھر میں داخل ہوا، اور کوئی شخص قضاء حاجت کا معاملہ حل کیے بغیر نماز نہ پڑھے، یہاں تک کہ وہ ''ہلکا'' ہو جائے۔ ❶ اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ گھروں کے دروازوں پر نہ آیا کرو، بلکہ ایک جانب سے آیا کرو، پھر اجازت طلب کیا کرو، اگر اجازت مل جائے تو گھر میں داخل ہو جایا کرو، ورنہ واپس چلے جایا کرو۔

تنبیہ

کا اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث کی تصریح سے ثابت اور واضح بات ہے، لیکن میں نے اس کا تذکرہ کہیں نہیں دیکھا اور آنکھ کا رائیگاں جانا اس فعل کے فسق ہونے کی واضح دلیل ہے اور یہ بھی ایک سزا کی طرح ہی ہے اور کسی کام پر شرعی سزا کا ہونا اس کے گناہ کبیرہ ہونے کی علامات میں سے ہے، علاوہ ازیں اسے سزا کا نام دینے میں بھی کوئی مانع موجود نہیں ہے کیونکہ شارع نے اس فعل کے جواز کو بلا اجازت دیکھنے پر مرتب کیا ہے، لیکن اسے دوسرے اعضاء کی طرف متعدی نہیں کیا ہے، یہ شان حدود کی ہوتی ہے، تعزیرات کی نہیں، کیونکہ تعزیرات کے لیے جسم کا کوئی حصہ مخصوص نہیں ہوتا اور یہ بات اس کے منافی نہیں ہے کہ گھر کا مالک اسے معاف بھی کرسکتا ہے کیونکہ معافی کے جواز میں یہ حد قذف کی طرح ہے۔

۳۸۸۔ کسی ایسی قوم کی باتیں کان لگا کر سننا جو اس کے مطلع ہونے کو ناپسند کرتے ہوں

امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص لوگوں کے سامنے ایسا خواب بیان کرے جو اس نے نہ دیکھا ہو، قیامت کے دن اسے اس بات پر مجبور کیا جائے گا کہ جَو کے دو دانوں کے درمیان گرہ لگائے لیکن وہ ایسا ہرگز نہیں کر سکے گا، اور جو شخص کسی قوم کی باتیں کان لگا کر سنتا ہے حالانکہ وہ ان باتوں پر اس کے مطلع ہونے کو اچھا نہ سمجھتے ہوں تو قیامت کے دن اس کے کانوں میں پگھلا ہوا تانبا ڈالا جائے گا، اور جو شخص تصویر کشی کرتا ہے اسے عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور اسے اس میں روح پھونکنے پر مجبور کیا جائے گا لیکن وہ روح پھونک نہ سکے گا۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح اس حدیث میں واضح طور پر ثابت ہے کیونکہ کانوں میں پگھلا ہوا تانبا ڈالا جانا نہایت شدید وعید ہے، بعض دوسرے حضرات نے بھی اسے کبائر میں شمار کیا ہے۔ اور غیبت کے بیان میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان گزر چکا ہے کہ تجسس کیا کرو اور نہ تحسس، بعض حضرات کہتے ہیں کہ ان دونوں لفظوں کا ایک ہی معنیٰ ہے یعنی خبروں کی معرفت حاصل کرنا، اور بعض حضرات ان دونوں میں فرق کرتے ہیں، اور وہ یہ کہ حاء کے ساتھ اس لفظ کا معنیٰ ہے خود سن کر کوئی خبر معلوم کرنا اور جیم کے ساتھ اس کا معنیٰ ہے دوسرے سے کھود کرید کر کے کوئی خبر معلوم کرنا، تلاش کرنا، یہیں سے یہ بات بھی

---

❶ ابو داود، الطهارة: ٤٣ـ مسند احمد: ٥/ ٢٨٠.

❷ ابو داود، الادب: ٨٨ـ مسند احمد: ١/ ٢٤٦.

معلوم ہوگئی کہ انسان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ کسی کے گھر کی باتیں چوری چھپے سنے، یا گھر کے بچوں یا پڑوسیوں سے خبریں معلوم کرے، تاکہ گھر کے اندرونی حالات کا جائزہ لے کر اندازہ لگا سکے، البتہ اگر حاکم اور کوئی عادل آدمی اس بات کی خبر دیں کہ فلاں گھر کے لوگ اجتماعی طور پر کوئی گناہ کر رہے ہیں تو وہاں بلا اجازت اچانک چلے جانا جائز ہے جیسا کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے، اس کی مزید تفصیل عن عن المنکر کے بیان میں آئے گی۔ انشاء اللہ

۳۸۹۔ مرد یا عورت کا بلوغت کے بعد تک بھی ختنہ نہ کروانا

بعض حضرات نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، کسی مرد کے ختنہ نہ کرنے میں یہ بات کسی درجے میں قابل قبول ہوسکتی ہے کیونکہ اس پر بہت سے مفاسد مرتب ہوسکتے ہیں مثلاً اکثر حالات میں نماز چھوٹ جانا، کیونکہ غیر مختون آدمی سے صحیح طرح استنجاء نہیں ہو پاتا، جس کی بناء پر وہ ناپاک رہتا ہے اور اس کی نماز صحیح نہیں ہوتی، غالباً اسے گناہ کبیرہ قرار دینے والوں کے سامنے یہی نکتہ رہا ہے، باقی خواتین کے حق میں ختنہ نہ کرنے کا گناہ کبیرہ ہونا ایک ایسی رائے ہے جس کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی، اس لیے اس تمام تر تفصیل کا تعلق مرد کے ساتھ ہے، عورت کے ساتھ نہیں ہے۔

جہاد کا بیان

۳۹۰ تا ۳۹۲۔ فرضِ عین ہونے کے باوجود جہاد نہ کرنا، سرے سے جہاد ہی کو ترک کر دینا اور سرحدوں کی حفاظت نہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اپنے آپ کو ہلاکت میں نہ ڈالو'' [1] اس آیت کی تفسیر میں علماء کی مختلف آراء ہیں، چنانچہ بعض حضرات اسے نفس نفقہ کی طرح راجع قرار دیتے ہیں، جیسا کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہی قول ہے، جمہور مفسرین اور امام بخاری رحمہ اللہ کا میلان بھی اسی طرف ہے، گویا اس آیت میں یوں کہا گیا ہے کہ اگر تم دیندار ہو تو اپنا مال اللہ کے راستے میں خرچ کرو، اور اگر تم دنیا دار ہو تو اپنے آپ سے نقصان اور ہلاکت کو دور کرنے میں اپنا مال خرچ کرو، بعض حضرات نے اس کی تفسیر نفقہ میں اسراف سے کی ہے، کیونکہ بسا اوقات سارے مال کا خرچ کر دینا کھانے پینے اور پہننے کی شدید ضرورت کے وقت انسان کو ہلاکت کے قریب پہنچا دیتا ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد نفقہ کے بغیر سفر جہاد پر روانہ ہو جانا ہے، کچھ لوگوں نے ایسا کیا بھی تھا اور وہ راستے میں بھٹک گئے تھے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد نفقہ کے علاوہ دوسری چیزیں ہیں، اس میں پھر بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ لوگ جہاد کے لیے تنہا رہ جائیں اور ہلاکت یعنی آگ کی سزا کے لیے اپنے آپ کو پیش کرنے لگیں، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس سے مراد جنگ کے شعلے ہیں کہ انسان بلاوجہ کسی کو قتل کرے جس سے دشمنی پیدا ہو کیونکہ یہ ایسے ہی ہے جیسے اپنے آپ کو قتل کرنا، لیکن بعض حضرات نے اس معنی کو مسترد کرتے ہوئے اس واقعے

---

[1] البقرة: ۱۹۵۔

سے استدلال کیا ہے جس کے مطابق مہاجرین میں سے ایک آدمی نے دشمن کی صف پر حملہ کیا، لوگ چیخنے لگے کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال لیا، اس پر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ فرمانے لگے کہ ہم اس آیت کے متعلق زیادہ جانتے ہیں کیونکہ یہ آیت ہمارے متعلق ہی نازل ہوئی ہے، ہم نے نبی علیہ السلام کی ہم نشینی پائی، ان کی مدد کی، ان کے ساتھ غزوات میں شریک ہوئے، جب اسلام مضبوط ہو گیا اور مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تو ہم اپنے اہل خانہ اور مال و دولت کی دیکھ بھال کی طرف لوٹ گئے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی گویا ہلاکت سے مراد اہل خانہ اور مال و دولت میں مگن ہو جانا اور جہاد چھوڑ دینا تھا، اسی وجہ سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ ہمیشہ غزوات میں شریک ہوتے رہے حتیٰ کہ قسطنطنیہ میں جہاد کے موقع پر وہ شہید ہو گئے، اور شہر کی فصیل ہی کے نیچے ان کی تدفین عمل میں آئی اور اب تک وہاں کے لوگ ان کی برکت سے بارش کی دعا کرتے ہیں اور سیراب ہوتے ہیں۔

لیکن اس واقعے سے اس رائے پر کوئی شہادت نہیں ملتی کیونکہ حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے یہ نہیں فرمایا کہ انسان کے لیے اپنے آپ کو بلا وجہ قتل اور ہلاکت میں ڈالنا جائز ہے، حالانکہ اصل دعوی تو یہ ہے جس پر شہادت پیش کی جانی چاہیے، بعض لوگوں نے اس طرح استدلال کیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ایک جماعت نے اپنے آپ کو دشمنوں کے سامنے ڈال دیا جس پر نبی علیہ السلام نے ان کی تعریف کی، اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں ایک آدمی کے ساتھ یہ واقعہ پیش آیا، کسی نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے کہا کہ اس نے اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈال دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو لوگ یہ رائے رکھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بعض لوگ وہ ہیں جو اپنے آپ کو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بیچ دیتے ہیں۔'' ❶ لیکن اس سے بھی اس دعویٰ اور دلیل کے درمیان مطابقت پیدا نہیں ہوتی، کیونکہ ان میں سے کسی ایک واقعے میں بھی یہ نہیں ہے کہ کسی آدمی نے اپنے آپ کو دشمن کے سامنے ڈال دیا ہو حتیٰ کہ اسے دشمن نے قتل کر دیا ہو حالانکہ وہ یہ جانتا بھی ہو کہ اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد جہاد میں ریا کاری اور شہرت کی خاطر پیسہ خرچ کر کے اسے ضائع کرنا ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس ''ہلاکت'' سے مراد ناامیدی ہے، کہ انسان کوئی گناہ کرے اور یہ سمجھے کہ اب کوئی عمل اسے فائدہ نہیں دے گا، اور مزید گناہوں میں مبتلا ہو جائے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس سے مراد حرام مال خرچ کرنا ہے۔ امام طبری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ آیت مذکورہ تمام تفاسیر کو شامل اور عام ہے، کیونکہ الفاظ آیت میں ان سب کا احتمال موجود ہے اور حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے جس واقعے کا ذکر گزرا ہے، اس سے ملتا جلتا مضمون امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

امام ابوداؤد رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم عمدہ عمدہ چیزیں خریدنے لگو، گائے کی دمیں اختیار کرنے لگو، کھیتی باڑی میں دلچسپی لینے لگو اور جہاد چھوڑ دو گے تو اللہ تعالیٰ تم پر ایسی ذلت کو مسلط کر دے گا جو اس وقت تک تم سے جدا نہ ہو گی جب تک تم اپنے دین کی طرف نہ لوٹ آؤ گے۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس حال میں مر

---

❶ البقرة: ۲۰۷.

❷ ابو داود، البیوع: ٥٤ ـ مسند احمد: ٢/ ٨٤.

جائے کہ اس نے جہاد کیا ہو اور نہ کبھی اس کے دل میں جہاد کا خیال آیا ہو، وہ نفاق کے ایک شعبے پر مرا۔ ❶ امام ابوداؤد اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جہاد کرے اور نہ کسی مجاہد کو تیار کرے یا اس کے پیچھے اس کے اہل خانہ کی دیکھ بھال نہ کرے، اللہ تعالیٰ قیامت سے پہلے اسے مصیبتوں میں مبتلا کر دے گا۔ ❷ امام ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جہاد کے اثرات کے بغیر اللہ سے ملے گا، وہ اللہ سے ایک داغ کے ساتھ ملاقات کرے گا ❸ اور طبرانی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس قوم نے بھی جہاد چھوڑا، اللہ تعالیٰ نے عذاب نے اس قوم کو گھیر لیا۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز سے ایسا فساد حاصل ہوتا ہے جس کا اسلام اور اہل اسلام پر ناقابل تلافی اثر ہوتا ہے، آیت مذکورہ اور ان احادیث کو اسی پر محمول کرنا چاہیے، اسے خوب سمجھ لیجئے کیونکہ میں نے اس کا تذکرہ کہیں نہیں دیکھا۔

۳۹۳ تا ۳۹۵۔قدرت کے باوجود امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرنا اور قول وفعل میں تضاد

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”مومن مرد اور مومن عورتیں ایک دوسرے کے اولیاء ہیں، وہ نیکی کا حکم دیتے اور گناہوں سے روکتے ہیں۔“ ❹ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس آیت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ جو شخص یہ کام چھوڑے گا، وہ مومنین کے دائرے سے خارج ہو جائے گا، اور امام قرطبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کاموں کو مومنین اور منافقین کے درمیان امتیازی علامت قرار دیا ہے، اسی طرح ارشاد ربانی ہے ”نیکی اور تقوی کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون کیا کرو، گناہ اور زیادتی کے کاموں پر ایک دوسرے سے تعاون نہ کیا کرو۔“ ❺ اور گناہ کے کام پر انکار نہ کرنا بھی گناہ پر تعاون کرنے کی طرح ہے، اسی طرح ارشاد ربانی ہے ”بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر حضرت داؤد اور عیسیٰ بن مریم علیہما السلام کی زبانی لعنت کی گئی ہے، یہ اس وجہ سے کہ انہوں نے نافرمانی کی اور وہ حد سے گزر جاتے تھے، وہ لوگ اس گناہ سے ایک دوسرے کو نہیں روکتے تھے جس میں وہ مبتلا ہوتے تھے، بہت برا کام تھا جو وہ کرتے تھے۔ ❻ اس آیت میں بھی شدید دھمکی اور وعید ہے، جیسا کہ عنقریب آئے گا، اسی طرح ارشاد ربانی ہے: ”کیا تم لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو اور خود اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب بھی پڑھتے ہو، کیا تم سمجھتے نہیں۔“ ❼ اسی طرح ارشاد ربانی ہے ”اے اہل ایمان! تم وہ کیوں کہتے ہو جو کرتے نہیں ہو، اللہ کے نزدیک یہ بڑی ناراضگی کی بات ہے کہ تم ایسی بات کہو جو تم خود نہ کرو۔“ ❽

---

❶ ابو داود، الجهاد: ١٧.
❷ ابو داود، الجهاد: ١٧ ـ ابن ماجه، الجهاد: ٥.
❸ ترمذی، فضائل الجهاد: ٢٦.
❹ التوبة: ٧١.
❺ المائدة: ٢.
❻ المائدة: ٧٨ ـ ٧٩.
❼ البقرة: ٤٤.
❽ الصف: ٢ـ٣.

امام مسلم رحمۃ اللہ وغیرہ نے حضرت ابومسعود بدری رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ تم میں سے جو شخص کوئی گناہ کا کام ہوتے ہوئے دیکھے، اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھ (طاقت) سے اسے بدل دے، اگر اس کی جرأت نہ ہو تو اپنی زبان سے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو اپنے دل میں ہی اسے برا سمجھ لے اور یہ ایمان کا سب کمزور درجہ ہے۔ ❶ یہ مضمون امام نسائی نے بھی نقل کیا ہے، شیخین نے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم نے اس شرط پر نبی علیہ السلام سے بیعت کی تھی کہ ہر تنگی اور آسانی، چستی اور سستی اور اپنے اوپر کسی دوسرے کو ترجیح دیئے جانے کی صورت میں بھی نبی علیہ السلام کی بات سنیں اور مانیں گے، اور یہ کہ کسی معاملے میں اس کی اہلیت رکھنے والوں سے جھگڑ نہیں کریں گے، الا یہ کہ تم واضح طور پر کفر کی کوئی بات دیکھو جس کی تمہارے پاس اللہ کی جانب سے کوئی دلیل بھی ہو، اور اس بات پر کہ ہم جہاں بھی ہوں گے حق بات کہیں گے اور اللہ کے معاملے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی پرواہ نہیں کریں گے۔ ❷

امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سب سے افضل جہاد ظالم بادشاہ کے سامنے کلمۂ حق کہنا ہے۔ ❸

امام ابوداؤد رحمۃ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بنی اسرائیل میں سب سے پہلی کوتاہی یہ آئی کہ ایک آدمی دوسرے آدمی سے ملتا تو اس سے کہتا کہ اے بھائی! اللہ سے ڈر اور جس گناہ میں تو مبتلا ہے اسے چھوڑ دے، کہ یہ تیرے لیے حلال نہیں ہے، پھر اگلے دن دوبارہ ملاقات ہوتی اور وہ اسی حالت میں ہوتا، تو وہ اس کے ساتھ کھانے پینے اور اٹھنے بیٹھنے میں اس چیز کو رکاوٹ نہیں سمجھتا تھا۔ جب ان لوگوں نے ایسا کرنا شروع کیا تو اللہ نے ان کے دلوں پر مہر لگا دی، اور فرمایا ''بنی اسرائیل میں سے جن لوگوں نے کفر کیا، ان پر لعنت کی گئی ہے پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا آگاہ رہو، تم امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ظالم کا ہاتھ پکڑ کر اسے حق پر محدود رہنے کے لئے مجبور کرتے رہو، ورنہ اللہ تعالیٰ تمہارے دلوں کو ایک دوسرے پر دے مارے گا، اور تم پر اسی طرح لعنت فرمائے گا جیسے بنی اسرائیل پر لعنت فرمائی تھی۔'' ❹ یہ مضمون امام ترمذی رحمۃ اللہ نے بھی معمولی تبدیلی کے ساتھ نقل کیا ہے۔ امام ابوداود، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کسی قوم میں اگر کوئی آدمی گناہوں میں مبتلا ہوتا ہے، وہ لوگ اس بات پر قادر ہوتے ہیں کہ اسے بدل سکیں لیکن اس کے باوجود نہیں بدلتے تو مرنے سے پہلے ان پر اللہ تعالیٰ کا عذاب ضرور اترتا ہے۔ ❺ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک مرتبہ فرمایا لوگو! تم یہ آیت پڑھتے ہو ''اے اہل ایمان! تم پر اپنی فکر لازم ہے۔ اگر تم راہ راست پر ہوئے تو کسی شخص کے گمراہ ہونے سے تمہیں کوئی نقصان نہ ہوگا'' اور میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ لوگ اگر کسی ظالم کو دیکھ کر اس کا ہاتھ نہ پکڑیں گے تو عنقریب اللہ کا عذاب ان سب کو اپنے گھیرے میں لے لے گا۔ ❻ یہ مضمون نسائی نے بھی نقل کیا ہے۔

اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے لوگو! اس سے پہلے ہی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کر لو کہ تم اللہ سے دعا کرو

---

❶ صحیح مسلم، الایمان: ۲۸۔
❷ صحیح بخاری، الفتن: ۲۔ مسند احمد: ۵/ ۳۱۴
❸ ابو داود، الملاحم: ۱۷۔
❹ ابو داود، الملاحم: ۱۷۔
❺ ابو داود، الملاحم: ۱۷۔
❻ ابو داود، الملاحم: ۱۷۔

اور وہ تمہاری دعا قبول نہ کرے، اور تم اس سے اپنے گناہوں کی معافی مانگو اور وہ تمہیں معاف نہ کرے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر سے رزق دور نہیں ہوتا اور موت قریب نہیں آجاتی، یہودی احبار اور عیسائی راہبوں نے جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو ترک کیا تو اللہ نے ان پر اپنے انبیاء کی زبانی لعنت فرمائی اور ان لوگوں پر عمومی مصائب نازل ہونے لگے، اصبہانی نے یہ رویت بھی نقل کی ہے کہ ''لا الٰہ الا اللہ'' اپنے کہنے والوں کو ہمیشہ فائدہ پہنچاتا رہے گا اور ان سے اللہ کے عذاب اور ناراضگی کو ٹالتا رہے گا جب تک کہ وہ اس کے حقوق کی توہین نہ کریں گے، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! اس کے حقوق کی توہین سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کے کام کیے جائیں اور ان پر کوئی نکیر اور تبدیلی نہ کی جائے، اور امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دلوں کے سامنے فتنوں کو پیش کیا جائے گا، جیسے چٹائی ہوتی ہے، جو دل ان سے مانوس ہو جائے گا اس پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جائے گا اور جو دل ان سے نامانوس ہوگا، اس پر سفید نکتہ پڑ جائے گا اور اس وقت دو طرح کے دل ہوں گے، بعض دل چاندی کی طرح سفید ہوں گے اور جب تک آسمان وزمین رہیں گے، کوئی فتنہ انہیں نقصان نہ پہنچا سکے گا، اور بعض دل اس طرح سیاہ ہوں گے جیسے کسی کٹورے کو اوندھا کر کے اس پر ہتھیلی پھیلا دی جائے۔ ❶ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم میرے امتی کو دیکھو کہ وہ ظالم کو ظالم کہنے سے ڈر رہا ہے تو ان سے رخصت ہوگئی۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب زمین میں گناہ کے کام ہونے لگیں اور کوئی شخص دیکھ رہا ہو اور اسے ناپسند سمجھتا ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس موقع پر موجود نہ ہو، اور جو شخص وہاں موجود نہ ہو لیکن اس سے راضی ہو تو وہ اس شخص کی طرح ہے جو اس موقع پر موجود ہو۔ ❷

امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اسلام یہ ہے کہ تم اللہ کی عبادت کرو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، نماز قائم کرو، زکوٰۃ ادا کرو، ماہ رمضان کے روزے رکھو، بیت اللہ کا حج، امر بالمعروف، نہی عن المنکر اور اپنے اہل خانہ کو سلام کرو، جو شخص ان میں سے کوئی ایک چیز چھوڑتا ہے تو وہ اسلام کا ایک حصہ چھوڑتا ہے اور جو شخص ان سب کو چھوڑ دیتا ہے تو وہ اسلام کی جانب سے پشت پھیر لیتا ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اسلام کے آٹھ حصے ہیں، شہادتین ایک حصہ ہے، نماز ایک حصہ ہے، زکوٰۃ ایک حصہ ہے، روزہ ایک حصہ ہے، حج بیت اللہ ایک حصہ ہے، امر بالمعروف ایک حصہ ہے، نہی عن المنکر ایک حصہ ہے، جہاد فی سبیل اللہ ایک حصہ ہے اور وہ شخص خسارے میں پڑ گیا جس کا کوئی حصہ نہ ہو۔ ابن ماجہ اور ابن حبان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام گھر تشریف لائے، میں نے رخ انور دیکھ کر ہی اندازہ لگا لیا کہ کوئی بات ہے، نبی علیہ السلام وضو کر کے باہر چلے گئے اور کسی سے کوئی بات نہیں کی، میں حجرے کے دروازے کے پاس جا کر کھڑی ہوگئی تاکہ نبی علیہ السلام کی بات سن سکوں، نبی علیہ السلام نے منبر پر بیٹھ کر اللہ کی حمد وثنا کرنے کے بعد فرمایا لوگو! اللہ تعالیٰ تم سے فرماتا ہے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، قبل اس کے کہ وہ وقت آئے کہ تم دعا کرو اور میں تمہاری دعا قبول نہ کروں، تم مجھ سے

---

❶ صحيح مسلم، الإيمان: ٢٣١ ـ مسند احمد: ٥/ ٣٨٦.

❷ ابو داؤد، الملاحم: ١٧.

مانگو اور میں تمہیں عطا نہ کروں اور تم مجھ سے مدد مانگو اور میں تمہاری مدد نہ کروں، نبی علیہ السلام نے ان کلمات سے زیادہ کوئی بات نہیں کی اور منبر سے نیچے اتر آئے۔ ❶ امام احمد، ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص ہم میں سے نہیں ہے جو ہمارے چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کی عزت، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہ کرے۔ ❷

رزین نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ یہ بات سنتے تھے کہ ایک آدمی دوسرے آدمی کے ساتھ قیامت کے دن چمٹ جائے گا، وہ اسے پہچانتا نہ ہوگا، وہ اس سے کہے گا کیا بات ہے کہ تو میرے پاس آ رہا ہے، میرے اور تیرے درمیان کوئی جان پہچان ہی نہیں ہے، وہ اسے جواب دے گا کہ تو مجھے غلطی اور گناہ کرتے ہوئے دیکھتا تھا لیکن مجھے اس سے روکتا نہ تھا۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا راستوں میں بیٹھنے سے اجتناب کیا کرو، لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہماری مجبوری ہے، ہم لوگ وہاں بیٹھ کر آپس میں باتیں کرتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم بیٹھے بغیر نہیں مانتے تو پھر راستے کا حق ادا کیا کرو، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! راستے کا حق کیا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نگاہیں جھکانا، تکلیف پہنچانے سے بچنا، سلام کا جواب دینا، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنا۔ ❸ شیخین ہی نے حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ قیامت کے دن ایک آدمی کو لا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، اس کی انتڑیاں باہر نکل آئیں گی اور وہ انہیں لے کر اس طرح گھومے گا جیسے گدھا چکی کے گرد گھومتا ہے، سارے جہنمی اس کے پاس جمع ہو کر کہیں گے کہ اے فلاں! تجھے کیا ہوا؟ تو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر نہیں کرتا تھا؟ وہ کہے گا کیوں نہیں، میں نیکی کا حکم دیتا تھا، لیکن خود اس پر عمل نہیں کرتا تھا، اور گناہوں سے روکتا تھا لیکن خود گناہ کرتا رہتا تھا۔ ❹

ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا شب معراج میرا گزر ایک قوم پر ہوا جن کے ہونٹ آگ کی قینچیوں سے کاٹے جا رہے تھے، میں نے پوچھا جبریل! یہ کون لوگ ہیں؟ انہوں نے بتایا کہ یہ آپ کی امت کے وہ خطباء ہیں جو وہ باتیں کہتے تھے جو خود نہیں کرتے تھے۔ ❺ یہ مضمون ابن ابی الدنیا، ابن حبان اور بیہقی نے بھی نقل کیا ہے۔ نیز ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو بندہ بھی کوئی خطبہ دیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے قیامت کے دن یہ ضرور پوچھے گا کہ اس سے اس کا مقصد کیا تھا؟ راوی کہتے ہیں کہ مالک بن دینار جب یہ حدیث بیان کرتے تھے تو رونے لگتے اور فرماتے کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ تمہارے سامنے تقریر کر کے میری آنکھیں ٹھنڈی ہوتی ہیں حالانکہ مجھے معلوم ہے کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ مجھ سے پوچھے گا کہ میرا اس سے کیا مقصد تھا؟ میں یہی کہوں گا کہ تو میرے دل کے خیالات سے بھی واقف ہے، اگر مجھے یہ معلوم نہ ہوتا کہ یہ چیز تیری

---

❶ مسند احمد: ٦/ ١٥٩.

❷ ترمذی، البر: ١٥ ـ مسند احمد: ١/ ٢٥٧.

❸ صحیح بخاری، المظالم: ٢٢ ـ مسند احمد: ٣/ ٣٦.

❹ صحیح بخاری. بدء الخلق: ١٠.

❺ صحیح مسلم، الزهد: ٥١.

نگاہوں میں محبوب ہے تو میں کبھی دو آدمیوں کے سامنے بھی اسے نہ پڑھتا۔

طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کچھ جنتی جہنم کے کچھ لوگوں کے پاس جا کر ان سے پوچھیں گے کہ تم جہنم میں کیوں داخل ہوئے؟ بخدا ہم لوگ تو جنت میں انہی چیزوں کی وجہ سے داخل ہوئے ہیں جو ہم نے تم سے سیکھی تھیں؟ وہ جواب دیں گے کہ ہم کہتے تھے لیکن کرتے نہیں تھے۔ طبرانی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس شخص کی مثال جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا اور خود کو بھول جاتا ہے، چراغ کی سی ہے جو دوسروں کو روشنی فراہم کر دیتا ہے اور خود جلتا رہتا تھا۔ طبرانی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مجھے اپنے بعد تمہارے متعلق جس چیز کا سب سے زیادہ اندیشہ ہے، وہ ہر اس منافق سے ہے جو زبان دان ہو۔ اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک اس کا دل اور زبان ایک دوسرے کے موافق نہ ہو جائیں، اس کے قول اور عمل میں مخالفت نہ رہے اور اس کا پڑوسی جب تک اس کی تکلیفوں سے مامون نہ ہو جائے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے اپنی امت کے متعلق کسی مومن یا مشرک سے خطرہ نہیں ہے، مومن کی تو اس کا ایمان حفاظت کرے گا، اور مشرک کو اس کا کفر ختم کر دے گا، مجھے تو ان کے متعلق اس منافق سے خطرہ ہے جو زبان دان ہو، کہتا وہ ہو جسے تم اچھا سمجھتے ہو اور کرتا وہ ہو جسے تم برا سمجھتے ہو، ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تمہیں اپنے بھائی کی آنکھ میں تنکا تو نظر آ جاتا ہے لیکن اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہیں آتا، اور ایک بدترین قباحت یہ پیدا ہوگئی ہے کہ بعض جہلاء کے سامنے جب امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے "اپنی فکر کرو" لیکن ایسا آدمی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا فرمان فراموش کر دیتا ہے جس کے مطابق آیت کا معنی یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے بعد اپنی فکر کرو، جیسا کہ سعید بن مسیب رحمہ اللہ نے کہا ہے اور اس میں دوسرے اقوال بھی موجود ہیں، ابوعبیدہ کہتے ہیں کہ ہمیں اس آیت کے علاوہ کوئی ایسی آیت معلوم نہیں ہے جس میں ناسخ اور منسوخ دونوں جمع ہوں یہاں ناسخ کی تعیین بعض حضرات نے "اذا اهتديتم" سے کی ہے کیونکہ یہاں ہدایت سے مراد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہی ہے۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث کی مناسبت سے واضح ہے کیونکہ ان احادیث میں شدید وعید موجود ہے، آخری گناہ کی تصریح تو میری نظروں سے نہیں گزری، لیکن احادیث مذکورہ سے اس کا ثبوت بھی مل جاتا ہے، تاہم اس پر یہ اشکال ہے کہ اگر وہ اپنے قول کے برخلاف ایسا فعل سرانجام دیتا ہو جو کبیرہ گناہ ہے تو اس میں سختی اور وعید کبیرہ گناہ ہونے کی وجہ سے آئی محض قول اور فعل میں تضاد کی وجہ سے نہیں اور اگر وہ کام صغیرہ گناہ ہو تو پھر یہ اشکال اور زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے، کیونکہ اس صورت میں اسے کبیرہ قرار دینے کا کوئی تقاضا موجود نہیں ہے، بعض حضرات نے اس کا یہ جواب دیا ہے کہ ہم پہلی صورت کو ترجیح دیتے ہیں لیکن ہم اس بات کو تسلیم نہیں کرتے کہ اس میں سختی صرف اس گناہ کبیرہ کی وجہ سے آئی ہے، بلکہ اس میں قول و فعل کا تضاد بھی شامل ہے، اور یہ ایک واضح بات ہے، کیونکہ ان دونوں چیزیں کے ملنے سے سزا میں اضافہ ہوگا جو تنہا ہونے کی صورت میں کبھی نہ ہوتا، اور اگر ہم دوسری صورت کو لے لیں تب بھی ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ جب اس صغیرہ گناہ کے

ساتھ اس کے طرز عمل سے لوگوں کو یہ دھوکہ دینا شامل ہو جائے کہ وہ اکابر علماء اور صلحاء کے طریقہ کار پر چل رہا ہے، حالانکہ باطن میں ایسا نہیں ہے، تو یہ عظیم دھوکہ ان مفاسد اور نقصانات تک پہنچا سکتا ہے جس کی کوئی انتہا نہیں اور یہ کبیرہ گناہ ہے بعد میں مجھے اس کی تائید اذرعی کے کلام میں بھی مل گئی جو عنقریب اپنے مقام پر آئے گی۔

باقی رہے پہلے دو تو امام رافعی رحمہ اللہ نے بھی انہیں کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، تاہم بعد میں اس پر توقف کیا ہے۔ امام نووی رحمہ اللہ نے بھی انہیں ان کے توقف پر برقرار رکھا ہے، جلال بلقینی نے ان کی طرف سے یہ عذر بیان کیا ہے کہ دلیل سے اس کی تائید نہیں ہوتی اور یہ کہ ابوداؤد کی سابقہ روایت کی ایک سند میں انقطاع ہے اور دوسری مرسل ہے، اس کی تردید اس بات سے ہو جاتی ہے کہ ترمذی کی روایت جو ابوداؤد کی اس روایت سے پہلے گزری ہے اور دیگر احادیث صحیحہ خصوصیت کے ساتھ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی روایت اس بات کی تصریح کرتی ہے کہ یہ دونوں کبیرہ گناہ ہیں، کیونکہ ان میں شدید وعید موجود ہے، لہٰذا یہ توقف کی وجہ نہیں ہے، بظاہر اس کی صحیح وجہ وہی ہے جس کی تصریح خود جلال بلقینی نے کی ہے کہ بعض متاخرین نے کہا ہے کہ نہی عن المنکر کے مسئلے میں کچھ تفصیل ہونی چاہیے، چنانچہ اگر کوئی آدمی گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہے تو اس پر مدافعت کی قدرت کے باوجود اس کا سکوت کرنا گناہ کبیرہ ہے اور اگر وہ صغیرہ گناہ ہو تو اس پر سکوت بھی صغیرہ گناہ ہوگا، اور اس پر ترک مامور کو بھی قیاس کیا جا سکتا ہے جب کہ ہم واجبات میں تفاوت کا قول اختیار کریں اور یہ ایک واضح بات ہے۔ آپ مطلقاً نہی عن المنکر چھوڑ دینے کے کبیرہ گناہ ہونے کو یوں بھی سمجھ سکتے ہیں کہ غیبت محرمہ کی ممانعت نہ کرنا گناہ کبیرہ ہے، اور اس قول کے قائل یعنی صاحب العدۃ نے مطلقاً غیبت کو صغیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، یعنی یہ کیسے عقل میں آ سکتا ہے کہ غیبت اپنی ذات کے اعتبار سے صغیرہ گناہ ہو اور اس کی ممانعت نہ کرنا کبیرہ گناہ ہو، لہٰذا یہ بات واضح ہوگئی کہ کبیرہ سے نہ روکنا کبیرہ ہے، بخلاف صغیرہ گناہ کے، جلال بلقینی کہتے ہیں کہ اذرعی نے واجبات کے تفاوت کے حوالے سے جو بات بیان کی ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ مثلاً سلام کا جواب دینا واجب ہے اور دعوت قبول کرنا بھی واجب ہے لیکن ان دونوں کا درجہ نماز، روزہ، حج اور زکوٰۃ سے کم تر ہے، لہٰذا قدرت کے باوجود امر بالصلوٰۃ وغیرہ کو ترک کر دینا گناہ کبیرہ ہے، لیکن قدرت کے باوجود سلام کا جواب یا دعوت قبول کرنے کے حکم کو ترک کرنا گناہ کبیرہ نہیں ہے، جلال بلقینی یہ بھی کہتے ہیں کہ مستحبات میں ترک امر کبیرہ گناہ نہیں ہے بلکہ بعض حضرات کی رائے کے مطابق صغیرہ بھی نہیں ہے، اس لیے کہ جس چیز میں امر بالمعروف ضروری ہے، اس کا مکلّف پر واجب ہونا ضروری ہے، اسی طرح مکروہات کا انکار اس طرح واجب نہیں ہے جیسے محرمات کا انکار واجب ہے، بلکہ مندوبات کا حکم اور مکروہات کی ممانعت کرنا مستحب ہے، کتاب ''الروضہ'' میں نماز عید کے حکم دینے کے حوالے سے دو قول نقل کیے گئے ہیں اور وجوب کے قول کی تصحیح کی گئی ہے، اگر چہ ہم نماز عید کے مسنون ہونے کے قائل ہوں (جیسا کہ شوافع کی یہی رائے ہے) کیونکہ یہ اسلام کے واضح شعائر میں سے ہے۔

اس اصول پر بہت سے دیگر مسائل بھی مستنبط کیے جا سکتے ہیں مثلاً اوقات مکروہہ میں نماز کی ممانعت کرنی چاہیے، اگر چہ ہم اس میں کراہت تنزیہی کے ہی قائل ہوں، کیونکہ اگر اسے کراہت تحریمی قرار دیا جائے تو صحیح تر قول کے مطابق نماز ہی باطل

ہوگی، اس صورت میں نماز عید کے حکم سے سکوت کرنے کو کبیرہ گناہوں کے ساتھ شامل نہیں کیا جا سکتا، اور نہ ہی مکروہ اوقات میں نماز کی ممانعت پر سکوت کرنے کو۔ یاد رہے کہ قبل ازیں نماز عید کا حکم دینے کا واجب ہونا جو مذکور ہوا ہے، وہ محتسب کے ساتھ خاص ہے، یہیں سے شیخین کے اس قول میں تطبیق ہو جاتی ہے کہ امر بالمعروف سے مراد واجبات شرع کا حکم اور نہی عن المنکر سے مراد محرمات سے روکنا ہے اور صاحب الروضہ کے اس قول میں کہ نماز عید کا حکم دینا واجب ہے کیونکہ ان دونوں میں تطبیق اس طرح ہوتی ہے کہ دراصل امر بالمعروف سے مراد اطاعت کا حکم دینا ہے بالخصوص جبکہ وہ اسلام کا ظاہری شعار بھی ہو، گویا پہلا قول افراد کے حوالے سے ہے کہ ان کے لیے صرف واجبات اور محرمات ہی میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ضروری ہے اور دوسرا قول محتسب کے حوالے سے ہے کہ محتسب پر امر بالمعروف ظاہری شعار میں واجب ہے گو کہ وہ ظاہری شعار واجب نہ ہو، باقی رہا امام صاحب کا قول ''تو اکثر فقہاء کی رائے یہ ہے کہ مستحب کا امر بھی مستحب ہے'' اس کا محل محتسب کے علاوہ دیگر افراد ہیں، اور ائمہ نے ان دونوں کے درمیان مختلف مواقع پر فرق بیان کیے ہیں مثلاً فقہاء کہتے ہیں کہ اگر امام یا اس کا نائب نمازِ استسقاء یا نفلی روزے کا حکم دے تو وہ رعایا پر واجب ہو جائے گا لیکن اگر یہی حکم کوئی عام آدمی دے تو وہ واجب نہ ہوگا۔

محتسب کے لیے خصوصی احکامات ہونے پر فقہاء کا یہ قول دلالت کرتا ہے کہ امام پر لازم ہے کہ محتسب کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے لیے پابند کرے، اگرچہ یہ کام محتسب کے ساتھ خاص نہیں ہیں لیکن اس کی بات لوگوں پر نافذ بہت جلدی ہوتی ہے اور اس کے لیے جائز نہیں ہے کہ کسی کو اپنے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب کی ترغیب دے کیونکہ لوگوں پر اپنے امام کے مذہب کے علاوہ دوسرے مذہب کی اتباع لازم نہیں ہے اور وہ مسلمانوں کو فرائض وسنن کی پابندی کی ترغیب دے۔ تاہم اول وقت سے تاخیر کرنے پر اعتراض نہ کرے کیونکہ اوقات نماز کے مسئلے میں علماء کے درمیان اختلاف رائے موجود ہے، اور لوگوں کو ایسے کاموں کا حکم دے جن کا نفع عام ہو مثلاً شہر پناہ کی تعمیر اور ضرورت مندوں کی کفالت اور یہ بیت المال سے واجب ہے، اگر بیت المال میں کچھ بھی نہ ہو یا خازن اسے ظلماً کچھ نہ دے تو مالداروں میں سے جسے اس پر قدرت ہو، اس پر یہ لازم ہے، اسی طرح اس شخص پر بھی نکیر کرے جو کسی ویران راستے میں کسی اجنبی عورت کے ساتھ کھڑا ہو اور اس سے یوں کہے کہ اگر یہ خاتون تیری محرم رشتہ دار ہے تو تہمت کی جگہ سے اسے بچا اور اگر یہ عورت اجنبیہ ہے تو اس کے ساتھ تنہائی میں کھڑا ہونے سے اللہ کا خوف کر کہ یہ تیرے لیے حرام ہے، اسی طرح اولیاء کو ہم پلہ رشتوں میں نکاح کر دینے کا حکم دے، عورتوں کو عدت پوری کرنے کا حکم دے، آقاؤں کو غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے، جانوروں کے مالکان کو ان کا خیال رکھنے کا حکم دے، اس شخص پر نکیر کرے جو جہری نماز میں سری قراءت کرے، یا اس کا عکس کرے، یا اذان میں کمی بیشی کر دے، البتہ حقوق العباد میں حقدار کے تعدی کرنے سے پہلے نکیر نہ کرے اور قرض کے لیے اسے قید کرے اور نہ ہی مارے پیٹے اور قاضیوں پر اس وقت نکیر کرے جب وہ انصاف کے لیے آنے والوں کو وقت نہ دیں، یا معاملات کی تفتیش میں کوتاہی کریں، اگر ائمہ مساجد میں نماز لمبی کرنا شروع کر دیں تو مقتدیوں کی خاطر ان پر نکیر کرے اور عورتوں کے معاملے میں خیانت سے روکے۔

ائمہ فرماتے ہیں کہ کبیرہ گناہ کی طرح صغیرہ گناہوں پر بھی نکیر کرنا واجب ہے، بلکہ اگر وہ فعل اس فاعل کی خصوصیت کے

اعتبار سے معصیت نہ ہو تو اس پر بھی نکیر واجب ہے، مثلاً اگر کوئی شخص کسی غیر مکلف کو زنا کرتے ہوئے یا شراب پیتے ہوئے دیکھے تو اس پر لازم ہے کہ اسے بھی منع کرے، اور گناہ پورا ہو جانے کے بعد تو صرف نصیحت ہی رہ جاتی ہے، بلکہ اس میں بھی پردہ پوشی ہی زیادہ بہتر ہے جیسا کہ حدود کے بیان میں تفصیلاً گزر چکا ہے اور شرح مسلم میں ہے کہ جو شخص فساد پھیلانے کے حوالے سے لوگوں کے درمیان مشہور ہو تو اس کی حالت بیان کر دینا اور قاضی کی عدالت میں اسے پیش کرنا مسنون ہے، جبکہ کسی بڑی خرابی کا اندیشہ نہ ہو، اور جس شخص کو زمانۂ مستقبل میں ہونے والے کسی گناہ کے متعلق معلوم ہوا مثلاً یہ کہ فلاں آدمی شراب پینے کا عزم کر رہا ہے، یا بدکاری کا ارادہ کر رہا ہے، تو اسے صرف نصیحت کرے، اور اگر اس نے ایسی کوئی بات اپنے کانوں سے نہیں سنی، محض قرائن سے اس کا ادراک کیا ہے تو اسے سمجھانا حرام ہے کیونکہ یہ ایک مسلمان کے ساتھ بدگمانی ہے، لیکن اسے مطلقاً حرام قرار دینا محل نظر ہے، حرمت اس وقت ہوگی جب کہ وہ اپنی نصیحت میں اس کی طرف اشارۃً فسق کی نسبت کرے، اسی طرح جو شخص کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ تنہائی میں بیٹھا ہو یا کسی اجنبیہ کو دیکھنے کے لیے کسی جگہ پر کھڑا ہو تو اس پر ہاتھ اور زبان سے علی الترتیب نکیر کرے کیونکہ اس سے معصیت کا تحقق ہو چکا ہے، ائمہ یہ بھی فرماتے ہیں کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر صرف سنی ہوئی بات کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ ہر مکلف پر یہ دونوں کام لازم ہیں اگر چہ عادۃً اسے معلوم ہو کہ اس کا کوئی فائدہ نہ ہوگا، اور گو کہ آمر و ناہی خود اس پر عمل کرتا ہو اور نہ ہی حکومت کی جانب سے اس کام پر اسے مقرر کیا گیا ہو، اس پر لازم ہے کہ اپنے آپ کو بھی اور دوسروں کو بھی نیکی کا حکم دے لیکن اگر ان میں سے کسی ایک میں خلل پایا جائے تو اس کی وجہ سے دوسری چیز ساقط نہ ہو جائے گی، دقیق اور باریک مسائل میں عام لوگ امر اور نہی نہ کریں، بلکہ ان معاملات میں علماء کرام اپنی ذمہ داری ادا کریں، اس لیے کہ عوام ان چیزوں سے ناواقف ہوتے ہیں، اسی وجہ سے ظاہری چیزوں میں تمام لوگ (خواہ وہ عالم ہوں یا جاہل) برابر ہیں جیسے نماز، روزہ اور شراب نوشی وغیرہ اور عالم جس چیز پر نکیر کرے، وہ چیز متفق علیہ ہونی چاہیے، یا اس کا مرتکب خود اسے حرام سمجھتا ہو، البتہ اختلاف سے نکلنے کے لیے نصیحت کرنا مستحب ہے۔

سابقہ احادیث سے یہ بات بھی معلوم ہوئی کہ منکر پر نکیر بعض اوقات ہاتھ سے ہوتی ہے، اگر کوئی شخص اس سے عاجز ہو جائے تو زبان سے ہوتی ہے کہ انسان ہر ممکن طریقے سے اس گناہ کو بدل دے، لہٰذا جس چیز کا ازالہ ممکن ہو، اس میں صرف وعظ کافی نہیں ہے، اور زبان سے ممانعت پر قدرت رکھنے والے کے لیے دل کی ناپسندیدگی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، البتہ اس تبدیلی میں بھی جاہل آدمی کے ساتھ یا جس شخص سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، اس کے ساتھ نرمی سے پیش آئے۔ کیونکہ اس طرح وہ اس کی بات ماننے کے لیے آمادہ ہو جائے گا، اور اس گناہ کا ازالہ بھی ہو جائے گا اور اگر فتنہ کا اندیشہ نہ ہو تو دوسری چیزوں مثلاً تیر و تلوار سے بھی مدد لے سکتا ہے اور اگر کوئی شخص ہاتھ اور زبان دونوں سے عاجز آ جائے تو پھر اس کا معاملہ حاکم کے سامنے پیش کر دے اور اگر یہ بھی نہ کر سکے تو پھر دل میں اسے برا سمجھے، لیکن کسی آمر اور ناہی کو اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ تجسس کرے، ٹوہ لینے کی کوشش کرے یا محض گمان کی بناء پر کسی کے گھر چھاپہ مارے، البتہ اگر اسے کوئی قابل اعتماد آدمی یہ خبر دے کہ فلاں شخص تنہائی میں کسی ایسے حرام کام کا ارتکاب کر رہا ہے جس کا تدارک نہیں کیا جا سکتا، مثلاً کسی عورت سے زنا کرنا چاہتا ہے، یا

کسی شخص کو قتل کرنا چاہتا ہے تو اس صورت میں اس پر اس کی جاسوسی کرنا اور اس کے گھر پر چھاپہ مارنا لازم ہے اور اگر وہاں پہنچنے کے بعد اس خبر کا یقین ہو جائے مثلاً اسے گانے بجانے کی آوازیں آئیں یا نشہ آور مشروبات کا پتہ چلے تو اس پر لازم ہے کہ اس کے گھر میں داخل ہو جائے، آلات لہولعب کو توڑ دے اور گلوکاراؤں وغیرہ کو نکال دے اور کسی فاسق کا دامن اٹھانا جائز نہیں ہے جس کے نیچے سے شراب کی بدبو آ رہی ہو، بعض حضرات فرماتے ہیں کہ یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ اس کے نیچے عود وغیرہ کسی لکڑی کا علم ہو۔

لیکن یہ بات محل نظر ہے بلکہ فقہاء کے کلام کا ظاہر اس بات دلالت کرتا ہے کہ اگر اس کے نیچے عود وغیرہ لکڑی کا پتہ چلے تو اسے شرائط پوری ہونے کے بعد باہر نکال کر توڑ دے اور یاد رکھئے! کہ تجسس سے مراد ہر وہ چیز ہے کہ جب آپ اس کی تفتیش کریں تو متعلقہ آدمی کو آپ کے مطلع ہونے سے ناگواری ہو اور یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی ذمہ داری کسی سے ساقط نہیں ہوتی الا یہ کہ اس ذمہ داری کو پورا کرنے کا اندیشہ ہو جو خود اس گناہ کے مفاسد سے بڑھ کر ہوں، یا اس کا غالب گمان یہ ہو کہ اس طرح ضد میں آکر وہ شخص اور بھی زیادہ اس گناہ میں منہمک ہو جائے گا، تب اس سے احتراز نہ کرے۔

فائدہ

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا وجوب ہر مکلّف کو شامل ہے خواہ وہ آزاد ہو یا غلام اور مرد ہو یا عورت لیکن یہ وجوب علی الکفایہ کے درجے میں ہے اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد ہے ''تم میں سے ایک جماعت ایسی ہونی چاہیے۔'' [1] اگر یہ حکم فرض عین کے درجے میں ہوتا تو اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ ''تم سب کو چاہیے'' البتہ اس وقت یہ کام فرض عین ہو جاتا ہے کہ جب کسی دوسرے کو وہ بات معلوم نہ ہو یا کسی دوسرے میں اس کی طاقت نہ ہو، پھر فرض کفایہ وہ ہوتا ہے کہ اگر کوئی آدمی بھی اس کام کو سرانجام دے لے تو اسے ثواب مل جائے اور باقیوں سے گناہ ساقط ہو جائے، اسی وجہ سے بعض حضرات کا کہنا ہے کہ یہ فرض عین سے زیادہ افضل ہے، کیونکہ اس کا نفع متعدی ہے، البتہ دوسروں سے اس کا ساقط ہونا اسی صورت میں صحیح ہوگا، جب کہ معلوم ہو کہ فلاں آدمی نے اس ذمہ داری کو ادا کر دیا ہے ورنہ یہ ذمہ داری ساقط نہ ہوگی اور یہ ایسے ہی ہوگا جیسے اس نے عمداً کسی واجب کو ترک کر دیا ہو، اور گناہ کا دارومدار اسی پر ہے، نفس الامر پر نہیں ہے، آپ اس بات پر غور کیجئے کہ جس شخص نے کسی عورت سے ہم بستری کی، وہ اس عورت کو اجنبیہ ہی سمجھ رہا تھا حالانکہ نفس الامر میں وہ اس کی بیوی تھی، اسے زنا کا گناہ ہوگا، لیکن اگر اس کا عکس ہو جائے تو اس پر کوئی گناہ نہ ہوگا، اسی طرح اگر ایک آدمی ہاتھ سے کسی گناہ کو روکنے پر قادر ہے اور دوسرے لوگ زبان سے روکنے پر، تو یہ ذمہ داری پہلے شخص پر آ جاتی ہے، الا یہ کہ گناہ میں مبتلا ہونے والا آدمی کا میلان اس شخص کی طرف زیادہ ہو جو صرف زبان سے منع کرنے کی طاقت رکھتا ہو، یا اس کی طرف اس کا میلان ظاہری اور باطنی دونوں طرح ہو، اور ہاتھ سے روکنے کی قدرت رکھنے والے کی طرف صرف ظاہری میلان ہو تو اس صورت میں زبان والے پر ہی نکیر کرنا متعین ہوگا، اور جہاں تک تعلق ہے دل سے انکار کرنے کا تو اس کا حکم کسی مکلف سے بھی بھی ساقط نہیں ہوتا، کیونکہ یہ تو گناہ سے نفرت ہے جو کہ

[1] ال عمران: ۱۰۴.

ہر مکلف پر واجب ہے، بلکہ فقہاء کی ایک جماعت ''جس میں امام احمد بھی شامل ہیں'' کا مذہب یہ ہے کہ دل سے انکار کرنے کو چھوڑ دینا کفر ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے دل سے انکار کرنے کو ایمان کا سب سے کمزور درجہ قرار دیا ہے۔

اگر کوئی شخص ناواقفی کی وجہ سے کوئی گناہ کا کام کر بیٹھے، اگر اسے اس کا گناہ معلوم ہوتا تو وہ اس سے فوراً رجوع کر لیتا تو ایسے شخص کو نرمی سے تعلیم دینا ضروری ہے، اور اگر اسے اندازہ ہو کہ کسی دوسرے کو مخاطب بنا کر اسے بات سمجھائی جائے تو اس کے لیے فائدہ مند ہوگی، اسے چاہیے کہ وہ ایسا ہی کرے، اور پہلے اسے نصیحت کرے، اور اسے اس گناہ کی وعید یاد دلائے، پھر اس کے ساتھ نہایت نرمی اور بشاشت کا معاملہ کرے، کیونکہ ہر چیز اللہ کی مقرر کردہ تقدیر سے ہی ہوتی ہے اور اس بات پر اللہ کا شکر ادا کرے کہ اللہ نے اسے اس سے محفوظ رکھا ہے، اگر اللہ چاہتا تو اس کے برعکس ہو جاتا، اس کے بعد اگر وہ زبان سے انکار نہ کر سکے البتہ اس بات پر قادر ہو کہ اپنے چہرے پر ناگواری کے آثار کے ذریعے اس کا اظہار کر سکے تو اس پر یہ لازم ہے اور اس کے لیے صرف دل سے انکار کرنا کافی نہیں ہوگا، پھر بھی اگر وہ آدمی نصیحت قبول نہ کرے بلکہ گناہ پر اصرار ہی جاری رکھے تو اسے سختی کے ساتھ سمجھائے لیکن اس میں بھی فحش کلامی نہ کرے، اور غصے میں آنے سے بھی اجتناب کرے ورنہ اپنا بدلہ لینے کے لیے وہ اس گناہ پر قائم رہے گا، یا محرمات میں مبتلا ہو جائے گا اور ثواب کی بجائے الٹا عذاب لازم آ جائے گا، یہ ساری تفصیل اس صورت میں ہے جب کہ وہ ہاتھ یعنی طاقت سے روکنے کی صلاحیت نہ رکھتا ہو، باقی رہا ان چیزوں کا معاملہ جن پر نکیر ہاتھ کے ذریعے ہی ہو سکتی ہے، مثلاً شراب پینے سے روکنا، آلات لہولعب کو توڑنا، سونے کے زیورات یا ریشم مرد کو پہننے سے روکنا، جنبی آدمی کو باہر نکالنا، کسی بدبودار یا ناپاک چیز کھا کر مسجد آنے والے کو اس سے باہر نکالنا، تو ان میں انکار بالید کے علاوہ کوئی صورت کافی نہیں ہوگی، چنانچہ اسے چاہیے کہ وہ اسے پاؤں سے گھسیٹتا ہوا لے جائے، اگر خود نہ کر سکتا ہو تو کسی سے تعاون حاصل کر لے، اور شراب بہانے اور آلات لہو ولعب توڑنے میں اس چیز کا خیال رکھے کہ اسے بالکل ہی ریزہ ریزہ نہ کر دے، ہاں! اگر اس کے علاوہ کوئی چارۂ کار ہی نہ ہو، یا یہ اندیشہ ہو کہ اگر یہ آلات فساق وفجار کے ہاتھ لگ گئے تو پھر وہ انہیں کاموں میں مبتلا ہو جائیں گے، تو اس صورت میں اسے جلا دینا پانی میں بہا دینا چاہیے، حکمران کو یہ اجازت علی الاطلاق ہے خواہ زجراً ہو یا تعزیراً اور اسے یہ بھی اختیار ہے کہ اگر کوئی شخص سختی کے ساتھ سمجھانے سے بازی نہیں آتا تو اسے ہاتھ وغیرہ سے مار سکتا ہے، اور اگر وہ اسلحہ کے بغیر مانتا ہی نہیں ہے تو عام آدمی یہ کام صحیح قول کے مطابق امام کی اجازت سے ہی کر سکتا ہے لیکن امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام کی اجازت لینا بھی ضروری نہیں ہے، بعض حضرات کے نزدیک قیاس کے زیادہ موافق بھی یہی رائے ہے۔

جیسے اس فاسق آدمی کو قتل کرنا جائز ہے جو اپنے فسق کا دفاع کرتا ہو، اور اگر نہی عن المنکر کرتے ہوئے کوئی شخص ''جو راہ حق پر ہو'' مارا جائے تو وہ شہید ہوتا ہے، اسی طرح بادشاہ کو بھی وعظ ونصیحت کی جائے، پھر اسے سختی کے ساتھ سمجھایا جائے جبکہ اس سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو، گو کہ یہ اس وقت بھی جائز ہے جبکہ بادشاہ اسے قتل ہی کروا دے کیونکہ صحیح حدیث میں آتا ہے کہ تمام شہداء میں سب سے افضل شہید حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ ہیں اور ہر وہ شخص جو کسی ظالم بادشاہ کے سامنے اٹھ کر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرے اور بادشاہ اسے قتل کروا دے، اسی طرح اگر کسی نے دیکھا کہ کوئی جانور کسی کا مال ضائع کر رہا ہے تو اس پر اس

جانور کو روکنا لازم ہے جبکہ اسے کوئی اندیشہ نہ ہو، اسی طرح اگر کوئی آدمی کسی کو اپنے جسم کا کوئی عضو کاٹتے ہوئے دیکھے تو اسے اس سے روکے کیونکہ اصل مقصد تو گناہ کا راستہ روکنا ہے، جسم کو نقصان پہنچانا نہیں، اسی طرح اگر وہ کسی آدمی کو اپنا مال برباد کرتے ہوئے دیکھے تو اسے بھی اس سے روکے، نیز اس عورت پر بھی نکیر کرے جس کے فسق کا اسے علم ہو اور وہ دیکھے کہ رات کے وقت وہ عورت بن سنور کر گھر سے باہر جا رہی ہے، اسی طرح اس شخص پر بھی نکیر کرے جو ڈاکہ ڈالنے کے حوالے سے مشہور ہو۔ اور وہ اسے کسی اسلحے کی دکان پر کھڑا ہوا دیکھے، اسی طرح اولاد کو اپنے والدین کے ساتھ حسن سلوک کا حکم دے اور ان کے ساتھ بدسلوکی کرنے سے پیار سے منع کرے۔

۳۹۶۔ سلام کا جواب نہ دینا

بعض حضرات نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے لیکن یہ محل نظر ہے اور بعض ائمہ نے اس کے صغیرہ ہونے کی تصریح کی ہے، اور یہی قول زیادہ قابل قبول ہے، البتہ اگر اس کے ساتھ کچھ ایسے قرائن شامل ہو جائیں جو سلام کرنے والے کو شدید خوفزدہ کر دیں تو پھر اس کا کبیرہ ہونا کچھ بعید بھی نہیں رہتا کیونکہ اس میں ایذاء مسلم کا پہلو پایا جا رہا ہے۔

۳۹۷۔ انسان کا فخر یا احساس عظمت میں مبتلا ہو کر اس بات کی خواہش رکھنا کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے ہوں

امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کی یہ خواہش ہو کہ لوگ اس کے آنے پر کھڑے ہو جایا کریں، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ [1] ابوداؤد اور ابن ماجہ نے حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام لاٹھی پر سہارا لیتے ہوئے ہمارے پاس باہر تشریف لائے، ہم لوگ نبی علیہ السلام کو دیکھ کر احتراماً کھڑے ہو گئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ اس طرح مت کھڑے ہوا کرو جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں۔ [2]

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا پہلی حدیث کی تصریح ہے لیکن اس کا محل وہی ہے جسے میں نے عنوان میں ذکر کیا ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء کہتے ہیں کہ کسی کے یہاں جانے والے کے لیے اس بات کی خواہش رکھنا حرام ہے کہ لوگ اسے دیکھ کر کھڑے ہوں اور وہ مذکورہ حدیث سے استدلال کرتے ہیں اور حدیث میں جو ''تمثیل قیام'' کا لفظ آیا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ بیٹھ جائے اور لوگ اس کے سامنے ہاتھ باندھے کھڑے رہیں جیسے کہ سرکش لوگوں کی عادت ہوتی ہے، امام بیہقی رحمہ اللہ نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے، غالباً بعض حضرات نے کبیرہ گناہوں کو شمار کرتے ہوئے یہ جو کہا ہے ''کہ انسان کا اس بات کی خواہش کرنا، کہ لوگ اس کے سامنے کھڑے رہیں اور وہ بیٹھا رہے'' اس کا ماخذ یہی ہے، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ وہ فخر کی نیت سے یا اپنے ہم عصر لوگوں کے سامنے اپنی بڑائی ظاہر کرنے کے لیے ایسا کرے، باقی جو شخص محض اکرام کے

---

[1] ابو داود: ۵۲۲۹۔ [2] ابو داود: ۵۲۳۰۔ مسند احمد: ۵/ ۲۵۳۔

ارادے سے اس چیز کو اچھا سمجھتا ہو تو اس کی طرف یہ حرمت متوجہ نہیں ہوتی، کیونکہ اس زمانے میں تو یہ دوستی کا ایک شعار اور علامت بن چکی ہے، جیسا کہ ابن عماد نے اس پر متنبہ کیا ہے اور ہمارے فقہاء کا یہ قول دوسری حدیث کے منافی نہیں ہے کہ اس شخص کی خاطر کھڑا ہونا مستحب ہے، جس میں علم، صلاح، شرف یا ولادت کا تعلق ہو، یا رشتہ داری کا تعلق ہو، کیونکہ فقہاء نے اس میں یہ قید بھی لگائی ہے کہ یہ کھڑا ہونا محض اکرام اور احترام کے لیے ہو، دکھاوے اور احساس عظمت کے لیے نہ ہو، اسی کی نفی نبی علیہ السلام نے بھی یہ کہہ کر فرمائی ہے ''جیسے عجمی لوگ ایک دوسرے کی تعظیم کے لیے کھڑے ہوتے ہیں'' اس کے علاوہ مذکورہ قید کے ساتھ آنے والے کے لیے کھڑے ہونے کے سلسلے میں بہت سی صحیح احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، جنہیں امام نووی رحمہ اللہ نے ایک رسالہ میں جمع فرما دیا ہے جو درحقیقت اس کے استحباب کا انکار کرنے والوں کے رد میں لکھا گیا ہے۔ اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں بلکہ اس زمانے میں تو اس کا واجب ہونا بھی قابل فہم ہے تاکہ عداوتیں اور قطع تعلقی کے معاملات ختم ہوں جیسا کہ ابن عبدالسلام نے بھی اس کی طرف اشارہ کیا ہے، اس صورت میں یہ مفاسد اور خرابیوں سے بچنے کی ایک مثال ہوگی۔

٣٩٨۔ میدان جنگ سے پشت پھیر کر بزدلی سے بھاگ جانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو شخص اس دن اپنی پشت پھیر کر بھاگ جائے، الا یہ کہ وہ لڑائی کی تدبیر کر رہا ہو یا کسی جماعت کی پناہ حاصل کر رہا ہو، تو وہ اللہ کے غضب کے ساتھ واپس لوٹا اور اس کا ٹھکانہ جہنم ہوگا اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔'' ❶ شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا سات مہلک چیزوں سے بچو، ان میں نبی علیہ السلام نے میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانے کا بھی تذکرہ فرمایا اور یہ مکمل حدیث گزشتہ صفحات میں کئی مرتبہ گزر چکی ہے، امام احمد اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام سے کسی نے کبیرہ گناہوں کے متعلق پوچھا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، کسی مسلمان کو قتل کرنا اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا۔ یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کبیرہ گناہ سات ہیں، ان میں نبی علیہ السلام نے میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کا تذکرہ بھی فرمایا، یہ مضمون طبرانی اور بغوی نے بھی نقل کیا ہے، ابن مردویہ اور ابن حبان نے حضرت عمرو بن حزم رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجے جانے اور انہیں خط لکھ کر فرائض اور سنن کی تعلیم دینے کی روایت میں جن کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کیا ہے، ان میں سے ایک گناہ میدان جنگ سے پشت پھیر کر بھاگ جانا بھی ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تین قسم کے کام ہیں جن کے ساتھ کوئی عمل فائدہ نہیں دے سکتا، اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملے کہ کسی کو اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہراتا ہو، اپنے مال کی زکوٰۃ دل کی خوشی اور ثواب کی نیت سے ادا کرتا ہو، بات سنتا اور مانتا ہو تو وہ جنت میں داخل ہوگا، اور پانچ چیزیں ایسی ہیں جن کا کوئی کفارہ نہیں ہے اللہ کے ساتھ شرک، کسی مومن کو قتل کرنا اور وہ بھی ناحق، کسی مومن پر بہتان باندھنا، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا اور جھوٹی قسم جس کے ذریعے انسان کسی کا مال ناحق ہتھیا لے۔

---

❶ الأنفال: ١٦۔

طبرانی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام منبر پر رونق افروز ہوئے اور دو مرتبہ فرمایا میں قسم کھاتا ہوں، پھر نیچے اتر آئے اور فرمایا خوش ہو جاؤ، خوشخبری قبول کرو کہ جو شخص پانچ نمازیں ادا کرے اور کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے تو جنت کے جس دروازے سے چاہے، اس میں داخل ہو جائے، کسی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ کیا آپ نے نبی علیہ السلام کو ان کبیرہ گناہوں کا تذکرہ کرتے ہوئے سنا ہے؟ انہوں نے فرمایا ہاں! والدین کی نافرمانی، اللہ کے ساتھ شرک، کسی کا قتل ناحق، پاکدامن عورتوں پر گناہ کی تہمت، یتیم کا مال کھانا، میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنا، اور سود خوری۔

طبرانی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کے دوست ''نمازی'' ہیں جو پانچ وقت کی نماز پڑھتے ہیں جنہیں اللہ نے ان پر فرض قرار دیا ہے، ماہ رمضان کے روزے رکھتے، اور اس پر ثواب کی نیت رکھتے ہیں، دل کی خوشی سے زکوٰۃ ادا کرتے ہیں، اور ان کبیرہ گناہوں سے بچتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ممنوع قرار دیا ہے، ایک صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کبیرہ گناہ کتنے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ نو ہیں، اور ان میں میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے کا تذکرہ بھی فرمایا، اور پھر آخر میں فرمایا کہ جو شخص اس حال میں مرے کہ ان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب نہ کرتا ہو، نماز اور زکوٰۃ کرتا ہو تو وسط جنت میں اسے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نصیب ہوگی جس کے دروازوں کے کواڑ سونے کے ہوں گے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی متعدد علماء نے تصریح کی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب مسلمان جہاد کے لیے جائیں اور دشمن کے مقابلے میں اپنے آپ کو کمزور سمجھیں تو ان کے لیے پشت پھیرنا حرام ہے الا یہ کہ وہ کوئی جنگی چال چل رہے ہوں یا مسلمانوں کی کسی جماعت کی پناہ لے رہے ہوں، اور اگر مشرکین ان سے کئی گنا زیادہ ہوں تب بھی سب ان کے لیے پشت پھیرنے کو پسند نہیں کرتا، البتہ اس صورت میں میرے نزدیک وہ اللہ کی ناراضگی کے مستحق بھی نہ ہوں گے، یہی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی مشہور مذہب ہے۔

۳۹۹۔ طاعون سے گھبرا کر بھاگنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو اپنے گھروں سے نکلے، وہ ہزاروں کی تعداد میں تھے اور موت سے ڈر گئے تھے، اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا تم سب مر جاؤ، پھر اللہ نے انہیں زندہ کر دیا۔'' [1] اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ احکام بیان کرنے کے بعد قصص اور واقعات کو بیان کرتا ہے، تاکہ سننے والے کو اعتبار کا فائدہ دیں، چنانچہ اکثر مفسرین کی رائے یہ ہے کہ یہ واسط کے قریب ایک بستی کا واقعہ ہے جہاں پر طاعون کی وبا پھیل گئی تھی، اس بستی کے اکثر لوگ وہاں سے نکل گئے اور بہت تھوڑے لوگ رہ گئے، جو اس بیماری میں مبتلا ہو گئے، جب طاعون کی وبا ختم ہوئی تو وہ لوگ جو وہاں سے نکل گئے تھے، صحیح سلامت واپس آ گئے، یہ دیکھ کر وہ بیمار لوگ کہنے لگے کہ ہم سے زیادہ عقلمند تو یہی تھے، اگر ہم بھی ان کی طرح کر لیتے تو ہم بھی بچ

---

[1] البقرة: ٢٤٣.

جاتے، اب اگر دوبارہ کبھی طاعون کی وبا پھیلی تو ہم بھی ایک ایسے علاقے میں چلے جائیں گے جہاں یہ وبا نہ ہوگی، اتفاق سے اگلے ہی سال پھر طاعون کی وبا پھوٹ پڑی اور اس بستی کے اکثر لوگ ''جن کی تعداد تیس یا ستر ہزار تھی اور واحدی کہتے ہیں کہ تین ہزار سے کم اور ستر ہزار سے زیادہ کا قول کسی نے اختیار کیا'' ایک سرسبز وشاداب وادی میں جا اترے، وہ یہ سمجھے کہ اپنی بستی سے نکل کر انہیں موت سے نجات مل گئی، لیکن ایک فرشتے نے نیچے سے اور ایک فرشتے نے اوپر سے پکار کر کہا کہ تم سب مر جاؤ، تو وہ سب کے سب مر گئے اور ان کے اجسام بھی پرانے اور بوسیدہ ہو گئے، کچھ عرصے بعد وہاں سے ایک نبی کا گزر ہوا جن کا نام ''حزقیل'' تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصال کے بعد بنی اسرائیل کے تیسرے خلیفہ تھے، کیونکہ ان کے پہلے اور بڑے خلیفہ تو یوشع تھے، پھر کالب اور پھر حزقیل، ان کا دوسرا نام ابن العجوز بھی تھا کیونکہ ان کی والدہ نے بڑھاپے اور بانجھ پن کی حالت میں اللہ سے بیٹے کی دعا کی تھی جو اللہ نے ان کی شکل میں قبول کر لی، حسن اور مقاتل کہتے ہیں کہ یہی ذوالکفل تھے جنہوں نے ستر انبیاء کرام علیہم السلام کی کفالت کی تھی اور انہیں قتل ہونے سے بچایا تھا، بہر حال! جب حضرت حزقیل علیہ السلام ان مردوں کے پاس سے گزرے تو کافی دیر تعجب کی حالت میں کھڑے رہے، اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف وحی بھیجی کہ کیا آپ یہ چاہتے ہیں کہ میں آپ کو ایک معجزہ دکھاؤں؟ انہوں نے عرض کیا جی ہاں! اللہ تعالیٰ نے ان سے فرمایا کہ یوں پکارو اے ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ ایک دوسرے کے ساتھ جڑ جاؤ، ان کے پکارنے کی دیر تھی کہ ہڈیاں اڑ اڑ کر ایک دوسرے کے ساتھ جڑنے لگیں، یہاں تک کہ یہ عمل مکمل ہو گیا، پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں یہ وحی بھیجی کہ اب یوں پکارو اے ہڈیو! اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ تم پر گوشت اور خون چڑھ جائے، پھر یوں پکارو اللہ تمہیں حکم دیتا ہے کہ کھڑے ہو جاؤ، چنانچہ وہ سب کے سب زندہ ہو کر کھڑے ہو گئے، اس وقت ان کی زبانوں پر یہ جملہ تھا کہ اے ہمارے پروردگار! تو پاک ہے، تو یکتا ہے اور تیرے علاوہ کوئی معبود نہیں، پھر وہ لوگ اپنی قوم کی جانب لوٹ گئے جب کہ ان کے چہروں اور جسموں پر موت کے آثار اور علامات نمایاں تھیں۔

منقول ہے کہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ ملک شام کے لیے روانہ ہوا اور مقام سرغ میں پہنچے تو انہیں خبر ملی کہ شام میں طاعون کی وبا پھیلی ہوئی ہے، انہوں نے اکابر صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا لیکن ان کے پاس سے کوئی معلومات دستیاب نہ ہو سکیں، اتنی دیر میں حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی آ گئے، انہوں نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے یہ روایت بیان کی کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جب تمہیں کسی علاقے میں طاعون کی وبا پھیلنے کی خبر سننے کو ملے تو تم اس علاقے میں مت جاؤ، اور اگر کسی علاقے میں یہ وبا پھیلے اور تم وہاں پہلے سے موجود ہو تو اس سے بھاگ کر وہاں سے مت نکلو، یہ حدیث سن کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ مقام سرغ سے ہی واپس لوٹ گئے۔ [1] قبل ازیں بنی اسرائیل کا جو واقعہ بیان کیا گیا ہے، اس کے متعلق حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مفسرین کی ایک جماعت یہ کہتی ہے کہ ان لوگوں کی موت کا سبب یہ ہوا کہ بنی اسرائیل کے ایک بادشاہ نے اپنی فوج کو جنگ کا حکم دیا، لیکن فوج نے بزدلی دکھائی اور کہنے لگی کہ جس علاقے میں ہم جا رہے ہیں وہاں وبا پھیلی ہوئی ہے، جب تک یہ وبا ختم نہیں ہو جاتی ہم وہاں نہ جائیں گے، اس پر اللہ تعالیٰ نے ان پر موت کو مسلط کر دیا، وہ لوگ

---

[1] صحيح بخاري، الطب: ٣٠ـ صحيح مسلم، السلام: ٩٨.

موت سے بچنے کے لیے اپنے گھروں سے نکل کر بھاگ پڑے، فرشتے نے یہ دیکھ کر عرض کیا اے یعقوب اور موسیٰ کے رب اللہ! تو نے اپنے بندوں کی نافرمانی دیکھی، تو انہیں ان کی ذات کے اندر اپنی قدرت دکھا، تا کہ انہیں اس بات کا یقین ہو جائے کہ وہ تجھ سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتے، چنانچہ جوں ہی وہ لوگ اس بستی سے باہر نکلے، اسی وقت اللہ نے انہیں حکم دے دیا کہ تم سب مر جاؤ، چنانچہ وہ بھی اور ان کے جانور بھی اس طرح مر گئے جیسے ایک آدمی مرا ہو، آٹھ دن اسی حال میں گزر گئے، اور ان کے جسم پھول گئے، بنی اسرائیل کے لوگوں کو ان کی موت کی خبر معلوم ہوئی تو وہ ان کی تدفین کے لیے وہاں پہنچے لیکن ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے وہ بھی عاجز آ گئے، چنانچہ انہوں نے ان کے آس پاس درندوں سے حفاظت کے لیے کچھ رکاوٹیں کھڑی کر دیں اور انہیں یوں ہی چھوڑ دیا، ادھر اللہ تعالیٰ نے آٹھ دن بعد انہیں دوبارہ زندہ کر دیا تاہم ان میں موت کی بدبو باقی رہی جو آج بھی ان کی نسل میں موجود ہے۔

سورۂ بقرہ کی اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ''اللہ نے ان سے فرمایا تم سب مر جاؤ'' تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے کہ ''جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہمارا کہنا یہی ہوتا ہے کہ ہو جا اور وہ چیز ہو جاتی ہے۔'' [1] اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ اتنی تیزی سے پورا ہو جاتا ہے اور یہ کہ اس میں کوئی تخلف نہیں ہوتا، بعض مفسرین یہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے پیغمبر یا فرشتے سے یہ کہنے کا حکم دیا تھا، لیکن پہلا معنی زیادہ واضح ہے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں زندہ کرنے کا جو تذکرہ فرمایا ہے وہ اس بات کی تصریح ہے کہ موت کے بعد زندگی ممکن ہے اور چونکہ ایک سچے مخبر نے اس کی خبر دی ہے لہٰذا اس پر یقین رکھنا واجب ہے، باقی رہا معتزلہ کا یہ کہنا کہ میت کو زندہ کرنا ایک ایسی چیز ہے جو خلاف عادت ہے لہٰذا اس کا اظہار جائز نہیں ہے الا یہ کہ کسی نبی کے معجزے کے طور پر ہو تو اسے اہل سنت والجماعت نے مسترد کر دیا ہے کیونکہ خلاف عادت کام کسی ولی کی کرامت کے طور پر بھی ظاہر ہو سکتا ہے اور اس کا انکار حواس کے انکار کے مترادف ہے جو کہ عقول فاسدہ سے کچھ بعید نہیں، اور ان لوگوں کو زندہ کرنے کا مقصد یہ تھا کہ وہ اپنی مدت عمر پوری کر لیں، اور مذکورہ واقعے سے بھی یہی بات معلوم ہوتی ہے کہ ان پر اچانک موت آ گئی تھی جو نیند کی طرح تھی، لیکن انہیں اس میں کسی شدت اور ہولناک منظر سے سابقہ نہیں پڑا تھا، لہٰذا معتزلہ کا یہ اعتراض ختم ہو گیا کہ موت کے قریب اور ہولناک مناظر دیکھ کر معارف بدیہی ہو جاتے ہیں اس لیے یہ بات ضروری ہو جاتی ہے کہ وہ جب تک زندہ رہیں، اس واقعے کا تذکرہ کرتے رہیں اس لیے کہ کامل عقل کی موجودگی میں بڑی بڑی چیزیں کبھی بھلائی نہیں جا سکتی ہیں گویا اس طرح وہ علوم ان کے لیے باقی رہے اور ان کی موجودگی میں کسی کو مکلّف قرار دینے کا حکم ناممکن ہو جاتا ہے جیسا کہ آخرت میں ہوگا، اس تقریر سے معتزلہ کا یہ اعتراض ختم ہو جاتا ہے، علاوہ ازیں اگر ہم اس بات کو بھی تسلیم کر لیں کہ انہوں نے ان تمام چیزوں کا معاینہ کیا تھا تب بھی معتزلہ کے اعتراض کی کوئی اہمیت نہیں ہے کیونکہ یہ ممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں دوبارہ زندہ کرنے کے بعد وہ ساری چیزیں ان کی آزمائش کے لیے بھلا دی ہوں تا کہ بقیہ زندگی میں انہیں احکامات شرعیہ کا مکلّف بنانا صحیح ہو۔

---

[1] النحل: ٤٠.

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا کہ میری امت نیزہ بازی اور طاعون سے فنا ہوگی، میں نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! نیزہ بازی تو ہم سمجھ گئے، طاعون سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اونٹ کے پھوڑے کی طرح یہ ایک پھوڑا ہوتا ہے جو پیٹ اور بغلوں کے نیچے نکل آتا ہے۔ ❶ علماء کہتے ہیں کہ طاعون کی یہ بیماری اللہ تعالیٰ اپنے نافرمان اور کافر بندوں کے لیے سزا کے طور پر بھیجتا ہے اور اپنے فرمانبردار بندوں کے لیے شہادت اور رحمت بنا کر بھیجتا ہے، کیونکہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے طاعون عمواس میں فرمایا تھا کہ یہ تمہارے لیے شہادت و رحمت اور تمہارے نبی کی دعا ہے، اور وہ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ اے اللہ! معاذ اور ان کے اہل خانہ کو اپنی رحمت میں سے ان کا حصہ عطا فرما، چنانچہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی ہتھیلی میں طاعون کا پھوڑا نکل آیا، حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ روایت میں امام احمد، ابویعلی اور طبرانی نے یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اس میں ثابت قدم رہنے والا شہید کی طرح ہے اور اس سے بھاگنے والا میدان جنگ سے راہ فرار اختیار کرنے والے کی طرح ہے۔ ❷ ابویعلی کی ایک روایت میں ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت پر ان کے دشمن جنات کچوکے لگائیں گے جس سے ان کے جسم میں اونٹ کے پھوڑے کی طرح پھوڑا نکل آئے گا، جو اس میں ثابت قدم رہے گا وہ مجاہد ہوگا، جو شخص موت کا شکار ہو جائے گا وہ شہید ہوگا اور جو اس سے راہ فرار اختیار کرے گا، وہ میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہوگا، بزار کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ طاعون ہر مسلمان کے لیے شہادت ہے۔ امام احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ طاعون سے راہ فرار اختیار کرنے والا میدان جنگ سے بھاگنے والے کی طرح ہے اور جو شخص اس میں ثابت قدم رہے گا، اسے شہید کے برابر اجر و ثواب ملے گا۔ ❸

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا آیت کے ظاہر سے بالکل صراحۃً ثابت ہوتا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین کے حوالے سے گزرا، اور احادیث مذکورہ کا ظاہر بھی یہی ہے کیونکہ اسے میدان جنگ سے فرار ہونے والے شخص کے ساتھ تشبیہ دینا اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ یہ بھی گناہ کبیرہ ہو، گو کہ تشبیہ کا یہ تقاضا نہیں ہے کہ وہ دونوں چیزیں مکمل طور پر ایک دوسرے کے مشابہ ہوں، یہاں بھی ایک خاص چیز میں ہی تشبیہ دی گئی ہے یعنی گناہ کبیرہ ہونا اور اس تشبیہ کا مقصد یہ ہے کہ طاعون سے فرار اختیار کرنے والے کو سختی سے اس کی ممانعت کی جائے تاکہ وہ اس سے رک جائے اور ممانعت میں سختی اسی وقت کامل ہوگی جب کہ وہ گناہ کبیرہ ہو، یہ الگ بات ہے کہ میدان جنگ سے بھاگنے کا گناہ زیادہ ہے کیونکہ اس پر مرتب ہونے والے مفاسد بہت زیادہ ہیں، اور ان کی قباحت بھی بہت زیادہ ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ لوگ طاعون کی وبا کا ذکر کر رہے تھے تو نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک عذاب ہے جس کے ذریعے بعض امتوں کو عذاب دیا گیا تھا، پھر اس کا کچھ حصہ باقی رہا جو کبھی ختم ہو جاتا تھا اور کبھی آ جاتا تھا،

---

❶ مسند احمد: ٦/ ١٤٥. ❷ مسند احمد: ٦/ ٢٥٥.

❸ مسند احمد: ٣/ ٣٦٤.

اب جو شخص کسی علاقے میں طاعون کی خبر سنے تو وہاں نہ جائے اور جو شخص کسی علاقے میں موجود ہو اور وہاں یہ وبا پھیل جائے، تو اس سے فرار ہو کر وہاں سے نہ نکلے۔ ❶ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور دیگر صحابہ رضی اللہ عنہم نے مقام سرغ سے واپس لوٹ کر اسی حدیث کے تقاضے پر عمل کیا تھا، اور یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ انسان پر حادثات آنے سے پہلے ان سے احتیاط کرنا اور خوفناک چیزوں کے حملہ آور ہونے سے پہلے ان سے اجتناب کرنا لازم ہے، یہی حکم مشقت والے تمام کاموں کا ہے، اس کی نظیر نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ دشمن سے آمنا سامنا ہونے کی تمنا نہ کیا کرو، بلکہ اللہ سے عافیت مانگا کرو، اور جب دشمن سے آمنا سامنا ہو جائے تو ثابت قدم رہا کرو۔ ❷ یہی وجہ ہے کہ جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مقام سرغ سے واپس لوٹنے کا ارادہ کیا تو حضرت ابوعبیدہ بن الجراح رضی اللہ عنہ ان سے کہنے لگے کہ کیا آپ اللہ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا ابوعبیدہ! یہ بات تمہارے علاوہ کسی اور کو کہنی چاہیے تھی، ہم اللہ کی تقدیر سے اللہ کی تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں، مطلب یہ کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لیے جو مقدر فرما دیا ہے، وہ اس سے بچ کر بھاگ نہیں سکتا، البتہ اللہ نے ہمیں یہ حکم بھی دے رکھا ہے کہ خوف پیدا کرنے والی اور تباہ کن چیزوں سے اپنے آپ کو بچائیں، اور ناپسندیدہ و ناگوار چیزوں سے بچنے کے لیے اپنی پوری کوشش کریں، پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا یہ بتاؤ کہ اگر تمہارے پاس اونٹ ہوں اور تم ان کی خاطر کسی وادی میں اترو، اس وادی میں دو راستے ہوں، ایک سرسبز و شاداب اور دوسرا بنجر ویران، اگر تم ان میں سے سرسبز و شاداب جگہ میں اپنے جانور چراؤ یا بنجر زمین میں تو کیا وہ اللہ کی تقدیر کے مطابق نہیں ہوگا؟ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ وہیں سے مدینہ منورہ واپس لوٹ گئے۔

طاعون کے شہادت ہونے کے حوالے سے اور بھی بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں جن میں مقتولین کے علاوہ دیگر شہداء کا بھی تذکرہ ہے، مثلاً امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے لوگوں سے پوچھا کہ تم اپنے درمیان شہید کس شخص کو سمجھتے ہو؟ لوگوں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جو شخص اللہ کے راستے میں مارا جائے وہ شہید ہوتا ہے، نبی علیہ السلام نے اس میں اضافہ کرتے ہوئے فرمایا اور جو شخص اللہ کے راستے میں فوت ہو جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے، جو طاعون کے مرض میں مر جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے اور جو شخص پیٹ کی بیماری میں مر جائے وہ بھی شہید ہوتا ہے۔ ❸ امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ کی راہ میں قتل ہو جانا بھی شہادت ہے، طاعون میں مرنا بھی شہادت ہے، پیٹ کی بیماری میں مرنا بھی شہادت ہے، سمندر میں غرق ہو کر مرنا بھی شہادت ہے، نفاس کی حالت میں عورت کا مر جانا بھی شہادت ہے۔ ❹ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کسی انصاری کی عیادت کے لیے تشریف لے گئے، اس کے گھر والے رونے لگے، اس انصاری کے چچا نے ان سے کہا کہ تم لوگ نبی علیہ السلام کو ایذاء نہ پہنچاؤ اور آوازیں بلند نہ کرو، نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تک یہ زندہ ہے، انہیں رو لینے دو، جب یہ مر جائے تو پھر انہیں خاموش ہو جانا چاہیے، ان میں سے ایک آدمی نے اس مریض سے کہا کہ ہم

---

❶ صحیح بخاری، الطب: ۳۰۔ صحیح مسلم، السلام: ۹۲.

❷ صحیح بخاری، الجهاد: ۱۱۲۔ صحیح مسلم، الجهاد: ۱۹.

❸ صحیح مسلم، الامارة: ۱۶۵.　❹ الترغيب والترهيب: ۲/ ۳۳۳.

نہیں سمجھتے کہ تمہاری موت بستر پر آئے گی، بلکہ تم نبی علیہ السلام کے ہمراہ جہاد کرتے ہوئے راہ خدا میں شہید ہوگے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا شہید صرف وہی ہوتا ہے جو اللہ کے راستے میں مارا جائے، اس طرح تو میری امت کے شہداء کی تعداد بہت کم ہوگی، پھر نبی علیہ السلام نے مذکورہ چیزوں کو شہادت میں شمار کیا اور آخر میں یہ بھی فرمایا کہ ذات الجنب کی بیماری میں مرنا بھی شہادت ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے مضبوط راویوں کی سند سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے پاس ایک مرتبہ جبریل بخار اور طاعون کو لے کر آئے، میں نے بخار کو مدینہ میں روک لیا اور طاعون کو شام بھیج دیا، اور طاعون میری امت کے لیے شہادت اور کافر کے لیے عذاب ہے، یہی وجہ ہے کہ جب شام میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ دعا کی کہ اے اللہ! آل معاذ پر اپنی اس رحمت کا حصہ نازل فرما، تو منبر سے اتر کر وہ گھر پہنچے، معلوم ہوا کہ ان کے صاحبزادے عبدالرحمن بن معاذ رضی اللہ عنہ اس وبا کا شکار ہوگئے تھے، عبدالرحمن نے اپنے والد کو دیکھ کر یہ آیت تلاوت کی ''یہ آپ کے رب کی طرف سے برحق ہے لہٰذا آپ شک کرنے والوں میں سے نہ ہوں'' ❶ اس پر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''ان شاء اللہ تم مجھے صبر کرنے والوں میں پاؤ گے۔'' ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے عنقریب تم سرزمین شام کی طرف ہجرت کر کے جاؤ گے، وہ زمین تمہاری ہو جائے گی، اور وہاں تم پر ایک بیماری مسلط ہوگی جو ایک پھوڑے کی طرح ہوگی، وہ انسان کے جسم پر نکلے گا، اللہ اس کے ذریعے ان پر گواہی طلب کرے گا اور ان کے اعمال کا اس سے تزکیہ فرمائے گا، اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ معاذ نے واقعی یہ حدیث نبی علیہ السلام سے سنی ہے تو اسے اور اس کے اہل خانہ کو اس کا وافر حصہ عطا فرما، چنانچہ سب طاعون کا شکار ہوگئے، اور کوئی ایک فرد بھی باقی نہ بچا، پھر حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کی انگشت شہادت میں طاعون کا پھوڑا نمودار ہوا، وہ اسے دیکھ کر فرمایا کرتے تھے مجھے اس پھوڑے کے بدلے سرخ اونٹ لینا بھی پسند نہیں ہے۔

امام نسائی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ طاعون کی وبا میں فوت ہونے والوں کے متعلق شہداء اور بستر پر مرنے والوں کے درمیان جھگڑا ہوگا، شہداء کہتے ہوں گے کہ یہ بھی ہماری طرح شہید ہوئے ہیں، اور بستر پر مرنے والے کہتے ہوں گے کہ یہ ہمارے بھائی ہیں، اور ہماری طرح بستروں پر مرے ہیں، اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کہ ان کے زخموں کو دیکھو، اگر ان کے زخم مقتولین کے مشابہ ہوں تو یہ بھی شہداء میں شمار ہوں گے، اور ان کے ساتھ ہوں گے، غور کرنے پر معلوم ہوگا کہ ان کے زخم شہداء کے زخموں کے مشابہ ہوں گے۔ ❸ طبرانی کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ ان کے زخموں سے جو خون بہہ رہا ہوگا، اس میں سے مشک کی مہک آ رہی ہوگی، اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص پیٹ کی بیماری میں مرجائے، اسے اس کی قبر میں عذاب نہیں دیا جائے گا۔

۴۰۰-۴۰۱۔ مال غنیمت میں خیانت کرنا اور اسے چھپانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''کسی نبی کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ مال غنیمت میں خیانت کرے، جو شخص خیانت کرے گا، وہ

❶ آل عمران: ٦٠۔ ❷ الصافات: ١٠٢۔
❸ مسند احمد: ٥/ ٢٤١۔

قیامت کے دن اس چیز کے ساتھ آئے گا، جس کی اس سے نے خیانت کی ہوگی، پھر ہر نفس کو اس کے کیے کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اوران پر ظلم نہ کیا جائے گا۔'' ❶ امام بخاری رحمہ اللہ نے حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام ''کرکرہ'' نامی ایک آدمی کو مال غنیمت کی حفاظت پر مقرر فرما رکھا تھا، جب وہ مرگیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جہنم میں ہے، لوگ اس کے پاس تحقیق کے لیے گئے تو پتہ چلا کہ اس نے ایک چادر خیانت کر کے لے لی تھی۔ ❷ یہ مضمون امام احمد رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے، امام مالک، احمد، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر نبی علیہ السلام کے صحابہ میں سے ایک آدمی فوت ہوگیا، لوگوں نے نبی علیہ السلام سے اس کا تذکرہ کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے ساتھی کی نماز جنازہ تم خود ہی پڑھ لو، اس پر لوگوں کے چہروں کے رنگ اڑ گئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارے اس ساتھی نے اللہ کے راستے میں بھی خیانت کی ہے، لوگوں نے اس کے سامان کی پڑتال کی تو انہیں اس میں یہودیوں کی ایک لڑی ملی جس کی قیمت دو درہم کے برابر بھی نہ تھی۔ ❸ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ غزوۂ خیبر کے موقع پر چند صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بارگاہ نبوت میں حاضر ہوئے اور کہنے لگے کہ فلاں بھی شہید ہوگیا، فلاں بھی اور فلاں بھی، یہاں تک کہ انہوں نے ایک آدمی کا ذکر کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں، میں نے اسے ایک چادر کی خیانت کے جرم میں جہنم میں دیکھا ہے، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابن خطاب! جا کر لوگوں میں یہ منادی کردو کہ جنت میں صرف مومنین ہی داخل ہوں گے۔ ❹

طبرانی نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر میری امت مال غنیمت میں خیانت نہ کرے تو اس کے سامنے کبھی کوئی دشمن ٹھہر نہ سکے، پھر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے حبیب بن مسلمہ سے پوچھا کیا تمہارے سامنے تمہارا دشمن بکری کا دودھ دوہنے کی مقدار برابر بھی ثابت قدم رہتا ہے؟ حبیب نے کہا جی ہاں! اتنی دیر جس میں تین صحت مند بکریوں کا دودھ دوہا جا سکے، اس پر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نے فرمایا رب کعبہ کی قسم! تم لوگوں میں خیانت کرنے والے لوگ موجود ہیں، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دن نبی علیہ السلام ہمارے درمیان کھڑے ہوئے، اور مال غنیمت میں خیانت کا تذکرہ فرمایا اس چیز کو بہت اہم قرار دیتے ہوئے آگے چل کر نبی علیہ السلام نے فرمایا میں تم میں سے کسی ایسے شخص کو نہ پاؤں جو قیامت کے دن اپنے گردن پر اونٹ اٹھا کر لا رہا ہو، وہ اونٹ بڑبڑا رہا ہو اور وہ مجھ سے کہے کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میری مدد کیجئے، میں اس شخص کو یہی جواب دوں گا کہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کرسکتا، میں نے تم تک پیغام پہنچا دیا تھا، پھر یہی بات نبی علیہ السلام نے گھوڑے، بکری اور سونا چاندی وغیرہ کے متعلق بھی ارشاد فرمائی، یہ پوری حدیث زکوٰۃ کے بیان میں گزر چکی ہے۔ ابوداؤد اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام کے پاس جب کہیں سے مال غنیمت آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیتے، وہ لوگوں میں اعلان کردیتے، لوگوں کے پاس مال غنیمت کی جو بھی چیز ہوتی، وہ سب لے آئے، نبی علیہ السلام اس میں سے خمس نکالتے اور اسے

---

❶ آل عمران: ۱۶۱.   ❷ صحیح بخاری، الجهاد: ۱۹۰.

❸ ابو داود، الجهاد: ۱۳۳ ـ مسند احمد: ٤/ ١١٤.

❹ صحیح مسلم، الایمان: ۱۸۲ ـ مسند احمد: ۱/ ۳۰.

تقسیم کر دیتے تھے، ایک دن حضرت بلال رضی اللہ عنہ کے اعلان کرنے کے بعد ایک آدمی بالوں سے بنی ہوئی ایک لگام لے کر آیا، اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ ہمیں غنیمت میں ملی تھی، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے بلال کی آواز تین مرتبہ سنی تھی؟ اس نے عرض کیا جی ہاں! نبی علیہ السلام نے فرمایا تو پھر اس وقت کیوں نہ لے کر آئے؟ اس نے کوئی عذر بیان کیا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم یہ قیامت کے دن لے کر آتے تو میں اسے تمہاری جانب سے کبھی قبول نہ کرتا۔ ❶

شیخین وغیرہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے ہمراہ خیبر کی جانب روانہ ہوئے، اللہ نے ہمیں اس پر فتح عطا فرمائی، لیکن غنیمت میں ہمیں کوئی سونا چاندی نہ ملا، ہمیں غنیمت میں ساز وسامان، غلہ اور کپڑے ملے، پھر ہم لوگ وادی القری کی جانب روانہ ہوئے، اس وقت نبی علیہ السلام کے ہمراہ ایک غلام تھا جو نبی علیہ السلام کو جزام کے ایک آدمی رفاعہ بن یزید نے ہبہ کیا تھا، جب ہم لوگ وادی میں اترے تو وہ غلام اٹھ کر نبی علیہ السلام کا کجاوہ کھولنے لگا، ناگہانی کہیں سے ایک تیر آیا، اس میں اس غلام کی موت لکھی ہوئی تھی لہٰذا وہ مر گیا، ہم لوگ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اسے شہادت مبارک ہو، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہرگز نہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جان ہے، وہ چادر اس پر آگ کے شعلے برسا رہی ہے جو اسے غنیمت میں ملی تھی لیکن وہ اس کا حصہ نہیں تھی (اس نے مال غنیمت میں جمع نہیں کروائی تھی) اس پر لوگ سخت گھبرا گئے چنانچہ ایک آدمی جا کر ایک یا دو تسمے لے کر آگیا اور کہنے لگا کہ یہ مجھے غزوۂ خیبر کے موقع پر ملے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ آگ کے تسمے ہیں ❷ نسائی اور ابن خزیمہ نے حضرت ابو رافع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے (جو اس سے پہلے بھی کامل طور پر گزر چکی ہے اور اس میں ہے کہ جنت البقیع میں ایک قبر پر گزرتے ہوئے نبی علیہ السلام نے افسوس کا اظہار کیا اور پھر اس کی وضاحت کرتے ہوئے) نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ فلاں آدمی ہے جسے میں نے فلاں قبیلے کے پاس زکوٰۃ وصول کرنے کے لیے بھیجا تھا، اس نے خیانت کر کے اس میں سے ایک اونی چادر چھپالی تھی، اب جہنم میں اسے ویسی ہی آگ کی چادر پہنائی گئی ہے۔ ❸ نسائی، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اس حال میں آئے کہ تین چیزوں سے بری ہو، وہ جنت میں داخل ہوگا۔ تکبر، مال غنیمت میں خیانت اور قرض۔ ❹ امام ابو داود اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کے پاس مال غنیمت میں سے ایک چمڑا لایا گیا، کسی نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ آپ کے لیے ہے، آپ اس کے ذریعے سورج کی دھوپ سے سایہ حاصل کر سکیں گے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم اس بات کو پسند کرو گے کہ تمہارے نبی آگ کے سائبان میں سایہ لیں۔ ❺ امام ابو داؤد رحمہ اللہ نے حضرت سمرہ بن جندب رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام فرمایا کرتے تھے جو شخص مال غنیمت میں خیانت کرنے والے کی پردہ پوشی کرتا ہے، وہ اسی کی طرح ہوتا ہے۔ ❻

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۲۱۳.
❷ صحیح بخاری، المغازی: ۳۸.
❸ نسائی، الامامة: ۵۸، مسند احمد: ۶/ ۳۹۲.
❹ ابن ماجه، الصدقات: ۱۲.
❺ مجمع الزوائد: ۵/ ۳۳۹.
❻ ابو داود، الجهاد: ۱۳۵.

تنبیہ

مالِ غنیمت میں خیانت کرنے کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح متعدد علماء نے فرمائی ہے اور یہ ایک واضح بات ہے اور مستحق وغیر مستحق کا زکوٰۃ میں خیانت کرنے کے حوالے سے کوئی فرق نہیں ہے، کیونکہ اس میں نیت کا ہونا ضروری ہے، اس لیے اس میں مسئلہ الظفر کا اعتبار نہیں ہے، بلکہ اگر مالک اتنی مقدار الگ کر کے زکوٰۃ کی نیت کر لے تب بھی مذکورہ مسئلہ صحیح نہیں کیونکہ زکوٰۃ تو مالک کے دینے پر موقوف ہوتی ہے، جب مالک نے ہی زکوٰۃ نہیں دی تو ملکیت بھی نہ ہوگی، اور طبرانی کی روایت میں کبیرہ گناہوں میں مالِ غنیمت میں خیانت کرنے والے کے مشابہہ قرار دیا ہے، ان احادیث مذکورہ سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ مالِ غنیمت میں خیانت کا مطلب یہ ہے کہ کوئی مجاہد ''خواہ وہ امیر لشکر ہو یا عام سپاہی'' تقسیم غنیمت سے پہلے کوئی چیز اپنے لیے خاص کر لے اور سپہ سالار کے پاس لے کر حاضر نہ ہو کہ وہ اس میں سے خمس نکال سکے، گو کہ اس کی مقدار تھوڑی ہی ہو، البتہ ہمارے نزدیک اسی صورت میں گنجائش ہے جبکہ وہ کوئی کھانے پینے کی چیز ہو یا سواری کا جانور ہو، لیکن اس کی بھی کچھ شرائط ہیں جو اپنے مقام پر مذکور ہیں۔

امان کا بیان

۴۰۲ تا ۴۰۴۔ امان، ذمہ یا عہد رکھنے والے کو قتل کرنا، دھوکہ دینا یا ظلم کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''عہد کو پورا کیا کرو، بیشک عہد کے متعلق پوچھ گچھ کی جائے گی۔'' ❶ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے: ''اے اہل ایمان! عقود یعنی عہود کو پورا کیا کرو۔'' ❷ ان عہود میں وہ عہد اور امان بھی شامل ہے جو ہمارے اور مشرکین کے درمیان طے پا جائے، جیسا کہ بعض مفسرین کی رائے ہے، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا چار چیزیں ہیں، وہ جس شخص میں بھی پائی جائیں گی وہ پکا منافق ہوگا، اور جس میں کوئی ایک خصلت پائی جاتی ہوگی اس میں نفاق کی ایک عادت ہوگی یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو اس میں خیانت کرے، جب عہد کرے تو دھوکہ دے اور جب جھگڑا کرے تو بدزبانی کرے۔ ❸ امام احمد اور بخاری نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تین قسم کے لوگ ہیں جن سے قیامت کے دن میں جھگڑا کروں گا، ایک وہ آدمی جس نے میرے نام پر کوئی ذمہ داری قبول کی، پھر دھوکہ کیا، دوسرا وہ آدمی جس نے کسی آزاد آدمی کو غلام بنا کر بیچا اور اس کی قیمت کھا گیا، اور تیسرا وہ آدمی جس نے کسی شخص کو اجرت پر رکھا، اس سے کام پورا لیا لیکن اسے مزدوری پوری نہیں دی۔ ❹ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن جب اللہ تعالیٰ اولین و آخرین کو جمع کرے گا، تو ہر دھوکہ باز کے لیے ایک جھنڈا بلند کیا جائے گا جس سے اس کی شناخت کی جائے گی اور کہا جائے گا کہ یہ فلاں بن فلاں کا دھوکہ

---

❶ الاسراء: ۳۴۔ ❷ المائدة: ۱۔

❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔ ❹ صحیح بخاری، البیوع: ۱۰۶۔ مسند احمد: ۲/ ۳۵۸۔

ہے۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تمام مسلمانوں کا ذمہ ایک (مشترکہ) ہی ہے، ایک عام آدمی بھی کسی کو پناہ دے سکتا ہے، پھر جو شخص کسی مسلمان کے عہد کو توڑتا ہے، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض یا نفل عمل قبول نہیں کرے گا۔ ❷

امام احمد، بزار اور طبرانی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ہم سے جب بھی خطاب فرمایا تو یہ بات ضرور ارشاد فرمائی کہ اس شخص کا ایمان نہیں جو امانت دار نہ ہو، اور اس شخص کا دین نہیں جو وعدہ پورا نہ کرتا ہو۔ ❸ امام حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب بھی کوئی قوم عہد شکنی کرتی ہے تو ان کے درمیان قتل و غارت گری شروع ہو جاتی ہے، جب بھی کسی قوم میں بے حیائی کا غلبہ ہوتا ہے تو اللہ ان پر موت کو مسلط کر دیتا ہے اور جب بھی کوئی قوم زکوٰۃ روکتی ہے، اللہ ان سے بارش روک لیتا ہے۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی معاہد یعنی ذمی پر ظلم کرے، یا اس کی توہین کرے یا اسے اس کی طاقت سے بڑھ کر کسی کام کا مکلف بنائے یا اس سے اس کی دلی خوشی کے بغیر کوئی چیز لے تو قیامت کے دن میں اس سے جھگڑا کروں گا۔ ❹ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی آدمی کو جان کی امان دے دے، پھر (دھوکے سے) اسے قتل کر دے تو میں قاتل سے بری ہوں، اگرچہ مقتول کافر ہی ہو۔ ابن ماجہ کی روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ قیامت کے دن وہ دھوکے کا جھنڈا اٹھائے ہوئے ہوگا۔ امام ابوداؤد، نسائی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی معاہد کو ناحق قتل کر دے وہ جنت کی مہک بھی نہ پا سکے گا، حالانکہ جنت کی مہک سو سال کی مسافت سے محسوس کی جاسکتی ہے۔ ❺ ایک روایت میں پانچ سو سال کی مسافت کا ذکر ہے، اور ترمذی کی ایک روایت میں ستر سال کا ذکر ہے اور یہ کہ اس نے اللہ کا ذمہ توڑ دیا۔

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ان احادیث صحیحہ کی تصریحات سے واضح ہے، کسی معاہد کو قتل کرنے یا اس کے ساتھ عہد شکنی کے گناہ کبیرہ ہونے کی بعض حضرات نے تصریح کی ہے لیکن انہوں نے اسے امیر کے ساتھ خاص کیا ہے، ظاہر ہے کہ یہ کوئی شرط نہیں ہے، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بھی معاہد کے ساتھ عہد شکنی کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، بلکہ شیخ الاسلام علائی نے تو یہاں تک کہا ہے کہ خود نبی علیہ السلام نے اسے کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، البتہ جلال بلقینی نے اس پر اعتراض کیا ہے کہ سابقہ احادیث میں ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں، البتہ اس گناہ پر شدید وعید ضرور وارد ہوئی ہے، بظاہر ان کی مراد امام احمد اور بخاری کی وہ روایت ہے جو تین آدمیوں کے حوالے سے عنقریب مذکور ہوئی ہے، ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ جو شخص کسی کافر کو امان دے، پھر اس کے ساتھ دھوکہ کرے تو اس نے وہ امان توڑ دی جو اس نے اسے دی تھی، غالباً ''امان'' کو ہی سورۂ مائدہ میں

---

❶ صحیح مسلم، الجهاد: ۸.
❷ صحیح مسلم، الحج: ٤٦٨.
❸ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔
❹ ابو داود، الامارة: ۳۳.
❺ ابو داود، الجهاد: ۱۵۳.

عقد سے تعبیر کیا گیا ہے، کہ یہ عقد بیع کی طرح ہے اور عقد بیع کو ''صفقہ'' بھی کہا جاتا ہے کیونکہ عرب میں جب بھی دو آدمی ایک دوسرے سے بیع کرتے تھے تو ان میں سے ایک دوسرے کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ دیتا تھا، عقد کو مجازاً یہی نام دے دیا گیا۔

۴۰۵۔ مسلمانوں کی کوئی خفیہ بات کسی دشمن کو پہنچانا

اس کی دلیل وہ صحیح حدیث ہے جس کے مطابق حضرت حاطب بن ابی بلتعہ رضی اللہ عنہ نے اہل مکہ کی طرف خط لکھ کر انہیں نبی علیہ السلام کی فوج کشی کی خبر دی تو اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام کو اس سے آگاہ کر دیا، نبی علیہ السلام نے حضرت علی اور حضرت مقداد رضی اللہ عنہما کو خط لے کر جانے والی عورت کے پیچھے روانہ کر دیا، ان دونوں حضرات نے اس سے خط وصول کیا اور نبی علیہ السلام کی خدمت میں لے کر حاضر ہو گئے، جب وہ خط پڑھا گیا، تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کہنے لگے یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اجازت دیجئے کہ اس کی گردن مار دوں، لیکن نبی علیہ السلام نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو ایسا کرنے سے روک دیا کیونکہ حاطب شرکاء بدر میں سے تھے۔ ❶ پھر اگر اس کی رہنمائی کی وجہ سے اسلام یا اہل اسلام کمزور ہو جائیں، یا قتل، قید اور لوٹ مار کا شکار ہو جائیں تو یہ بدترین کبیرہ گناہ ہوگا کیونکہ یہ زمین میں فساد پھیلانے کی کوشش اور کھیت اور فصل اجاڑنے کا ارادہ ہے، سو ایسے شخص کا ٹھکانہ جہنم ہے، بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ ایسی حرکت کا ارتکاب کرنے والے کو بہر حال قتل کیا جائے گا لیکن علی الاطلاق یہ قول اختیار کرنا محل نظر ہے۔

گھڑ دوڑ اور تیر اندازی کے مقابلے کا بیان

۴۰۶ تا ۴۰۸۔ گھوڑے وغیرہ تکبر کے لیے یا گھڑ دوڑ میں جوئے بازی کے لیے رکھنا، اسی مقصد کے لیے تیر اندازی کرنا، اور سیکھنے کے بعد تیر اندازی بھلا دینا

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا گھوڑے تین طرح کے ہوتے ہیں، بعض لوگوں کے لیے باعث وبال، بعض لوگوں کے لیے باعث ستر اور بعض لوگوں کے لیے باعث اجر و ثواب ہوتے ہیں، جو آدمی انہیں ریا کاری، فخر اور اہل اسلام کی دشمنی کے لیے اپنے اصطبل پر باندھتا ہے تو وہ اس کے لیے باعث وبال ہوتے ہیں۔ ❷ امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لیے خیر باندھ دی گئی ہے، اب جو شخص انہیں اللہ کے راستے میں جہاد کی تیاری کے لیے باندھتا ہے اور ثواب کی نیت سے ان پر خرچ کرتا ہے تو اس گھوڑے کی بھوک پیاس، اس کی سیرابی، اس کا گوبر اور پیشاب بھی قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال میں کامیابی کا سبب بنے گا اور جو شخص انہیں دکھاوے، شہرت اور اتراہٹ کے اظہار کے لیے باندھتا ہے تو اس گھوڑے کی بھوک پیاس، اس کی سیرابی اور اس کا گوبر اور پیشاب بھی قیامت کے دن اس کے نامہ اعمال میں خسارے کا سبب ہوگا۔ ❸ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ گھوڑے تین طرح کے

---

❶ صحیح بخاری، المغازی: ۹۔ صحیح مسلم، فضائل الصحابة: ۱٦۱.

❷ صحیح بخاری، الجهاد: ٤٨۔ صحیح مسلم، الزکاة: ٢٤. ❸ مسند احمد: ٦/ ٤٥٥.

ہوتے ہیں، رحمانی، انسانی اور شیطانی۔ رحمانی گھوڑے وہ ہوتے ہیں جو انسان جہاد کے لیے تیار کرے اور اس پر سوار ہو کر اللہ کے دشمنوں کو قتل کرے، انسانی گھوڑے وہ ہوتے ہیں جن پر انسان اپنا سامان لادے، اور شیطانی گھوڑے وہ ہوتے ہیں جن پر شرطیں لگائی جائیں اور جوئے بازی کی جائے، یہ مضمون امام احمد رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے۔

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے آگاہ رہو ''طاقت'' سے مراد تیر اندازی ہے، آگاہ رہو ''طاقت'' سے مراد تیر اندازی ہے۔ ❶ نبی علیہ السلام نے سورۂ انفال کی آیت نمبر ۶۰ کی تفسیر میں یہ بات ارشاد فرمائی تھی جس میں فرمایا گیا ہے کہ ''جہاں تک ممکن ہو، ان کے لیے طاقت مہیا کرو۔'' امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو شخص تیر اندازی سیکھے، پھر اسے چھوڑ دے تو وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ❷ ایک روایت میں ہے کہ اس نے میری نافرمانی کی۔ طبرانی کی روایت میں ہے کہ یہ ایک نعمت تھی جس کا اس نے انکار کیا، امام ابوداؤد، نسائی، حاکم اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک تیر کے ذریعے تین لوگوں کو جنت میں داخل کرے گا، اسے بنانے والا جو اسے بنانے میں ثواب کی نیت رکھتا ہو، اپنے مال سے اسے خرید کر کسی مجاہد کو دینے والا، اور تیر اندازی کرنے والا، لہٰذا تیر اندازی کیا کرو، اور گھڑ سواری کیا کرو، میرے نزدیک گھڑ سواری سے زیادہ پسندیدہ چیز تیر اندازی ہے اور جو شخص تیر اندازی سیکھنے کے بعد اسے بے رغبتی کی وجہ سے چھوڑ دے تو وہ ایک نعمت ہے جس کی اس نے ناشکری کی۔ ❸ ایک صحیح روایت میں آتا ہے کہ تیر اندازی کو اپنے اوپر لازم کر لو کیونکہ یہ تمہارا بہترین کھیل ہے، ایک صحیح روایت میں آتا ہے کہ ہر وہ چیز جو ذکر اللہ نہ ہو، وہ لہو ہے یا سہو، سوائے چار چیزوں کے، آدمی کا دو غرضوں کے درمیان چلنا، نشانہ لگانا اور گھوڑے کی دیکھ بھال، اپنے اہل خانہ کے ساتھ دل لگی اور تیرا کی سیکھنا۔ ایک صحیح روایت میں آتا ہے کہ جو شخص اللہ کے راستے میں تیر چلاتا ہے تو وہ ایک غلام آزاد کرنے کے برابر ہے، اور ایک صحیح روایت میں آتا ہے کہ جس شخص کے بال اسلام کی حالت میں سفید ہوں، وہ اس کے لیے قیامت کے دن نور کا سبب ہوں گے، اور جو شخص اللہ کے راستے میں تیر پھینکے خواہ وہ دشمن کو لگے یا نہ لگے، اس کے لیے وہ ایک غلام آزاد کرنے کی طرح ہے اور جو شخص کسی مومن غلام کو آزاد کرے تو وہ اس کے ایک ایک عضو کے برابر جہنم سے آزادی کا فدیہ بن جائے گا۔ ❹

تنبیہ

ان تینوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح میں نے کہیں نہیں دیکھی تاہم پہلے گناہ کے حوالے سے یہ احادیث ظاہر ہیں، دوسرے گناہ میں احادیث کا قیاس ہے، تیسرے گناہ کے متعلق ''لیس منا'' کا تقاضا یہی بنتا ہے، جیسا کہ بعض حضرات نے اس کی نظیر میں کبیرہ گناہ ہونے کی رائے اختیار کی ہے، کیونکہ نبی علیہ السلام کا براءت ظاہر کرنا شدید وعید ہے،

---

❶ صحیح مسلم، الامارۃ: ۱۶۷۔
❷ صحیح مسلم، الامارۃ: ۱۶۹۔
❸ ابو داود، الجهاد: ۲۳۔
❹ نسائی الجهاد: ۲۶۔ مسند احمد: ۴/ ۳۸۶۔

چونکہ ہمارے فقہاء اس کے گناہ کبیرہ ہونا تو دور کی بات، حرمت کے بھی قائل نہیں اس لیے ہم نے عنوان میں کچھ قیود کا اضافہ کیا ہے جو انہیں کبیرہ گناہوں کے قریب تر کر دیتی ہے۔

قسم کا بیان

۴۰۹ تا ۴۱۱۔ یمین غموس، جھوٹی قسم کھانا اور بکثرت قسمیں کھانا اگرچہ وہ سچا ہی ہو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو لوگ اللہ کے عہد اور اپنی قسموں کو تھوڑی سی قیمت کے عوض بیچ دیتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کا آخرت میں کوئی حصہ نہ ہوگا، اللہ ان سے ہم کلام ہوگا اور نہ ہی قیامت کے دن ان پر نظر کرم فرمائے گا، اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا اور ان کے لیے دردناک عذاب ہوگا۔'' ❶ آنے والی احادیث سے معلوم ہوگا کہ یہ آیت ان دو آدمیوں کے متعلق نازل ہوئی ہے جو زمین کا ایک مقدمہ لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، مدعا علیہ نے قسم کھانے کا اعادہ کر لیا، لیکن جب یہ آیت نازل ہوئی تو وہ پیچھے ہٹ گیا اور مدعی کے لیے اس کے حق کا اقرار کر لیا۔

چنانچہ شیخین وغیرہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص ناحق کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لیے قسم اٹھائے تو وہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا۔ ❷ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے ہمارے سامنے کتاب اللہ میں سے اس کا مصداق بننے والی (سورۂ آل عمران کی مذکورہ) آیت تلاوت فرمائی، ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ اسی اثناء میں حضرت اشعث بن قیس کندی رضی اللہ عنہ آ گئے، انہوں نے لوگوں سے پوچھا کہ ابو عبدالرحمٰن تم سے کیا حدیث بیان کر رہے تھے؟ لوگوں نے بتا دیا، وہ کہنے لگے کہ ابو عبدالرحمٰن نے بالکل سچ کہا، میرے اور ایک آدمی کے درمیان ایک کنوئیں کے معاملے میں جھگڑا چل رہا تھا، ہم دونوں اپنا مقدمہ لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے، نبی علیہ السلام نے مجھ سے فرمایا کہ تم گواہ پیش کر دو، یا پھر وہ قسم کھا لے، میں نے عرض کیا کہ اس طرح تو وہ لاپرواہی سے قسم اٹھا کر میرا مال لے جائے گا، تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی مسلمان کا مال ہتھیانے کے لیے جھوٹی قسم کھا لے اور وہ اس قسم میں گنہگار ہو تو وہ اللہ تعالیٰ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس پر غضب ناک ہوگا، اسی مناسبت سے (مذکورہ) آیت نازل ہوگئی۔ ❸ امام مسلم رحمہ اللہ کی روایت میں زمین کا یہ مقدمہ ایک حضرمی اور کندی کے درمیان متنازعہ تھا، باقی سارا مضمون یہی ہے جو امام ابوداؤد، ابن ماجہ، احمد، ابو یعلی، بزار اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کبیرہ گناہ یہ ہیں اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا۔ ❹ بخاری ہی کی ایک روایت میں ہے کہ ایک دیہاتی آدمی نے نبی علیہ السلام کی خدمت

---

❶ ال عمران: ۷۷۔

❷ صحیح بخاری، الخصومات: ٤۔ صحیح مسلم، الایمان: ۲۲۰

❸ صحیح بخاری، الخصومات: ٤۔ صحیح مسلم، الایمان: ۲۲۰.

❹ صحیح بخاری، الایمان: ١٦۔ نسائی: التحریم: ۳.

میں حاضر ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اکبر الکبائر گناہ کون سا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ جھوٹی قسم جس کے ذریعے انسان کسی مسلمان کا مال ہتھیا لے۔ طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اکبر الکبائر میں سے یہ بھی ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا اور جھوٹی قسم کھانا، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے جب بھی کوئی آدمی ایک مکھی کے پر کے برابر بھی جھوٹی قسم کھاتا ہے، قیامت کے دن وہ اس کے دل پر ایک داغ اور دھبہ ہوگی۔ یہ مضمون امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہم لوگ یمینِ غموس کو ایسا گناہ سمجھتے تھے جس کا کوئی کفارہ نہیں ہے، کسی نے ان سے یمینِ غموس کا معنی پوچھا تو انہوں نے فرمایا جس قسم کے ذریعے انسان کسی کا مال ہتھیا لے۔ امام حاکم نے حضرت حارث رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے'' جبکہ آپ ﷺ ایام حج میں دو جمروں کے درمیان تھے'' جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے اپنے بھائی کا مال ہتھیا لے، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے، پھر دو تین مرتبہ فرمایا تم میں سے جو حاضر ہیں، وہ یہ پیغام غائبین تک پہنچا دیں، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جھوٹی قسم مال کو تباہ و برباد کر دیتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جھوٹی قسم شہروں کو کھنڈر اور ویران بنا دیتی ہے۔ امام احمد رحمہ اللہ کی یہ روایت بھی گزر چکی ہے کہ پانچ چیزوں کا کفارہ کوئی چیز نہیں ہے، ان میں سے ایک چیز جھوٹی قسم بھی ہے جس سے انسان کسی کا مال ناحق ہتھیا لے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص جھوٹی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لے، وہ اس کے دل میں ایک سیاہ داغ بن جاتی ہے، جسے قیامت تک کوئی چیز تبدیل نہیں کر سکے گی۔ طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے اجازت دی ہے کہ اس مرغ کے متعلق بیان کروں جس کے پاؤں زمین میں ہیں اور گردن عرش الٰہی کے نیچے جھکی ہوئی ہے اور وہ یہ کہتا ہے تو پاک ہے اے ہمارے رب! تو کتنا عظیم ہے اور اللہ تعالیٰ جواب میں فرماتا ہے کہ یہ بات وہ شخص نہیں جانتا جو میرے نام کی جھوٹی قسم کھاتا ہے۔ طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنی قسم کے ذریعے کسی مسلمان کا مال ہتھیا لیتا ہے، اللہ تعالیٰ اس پر جنت کو حرام اور جہنم کو واجب قرار دے دیتا ہے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! اگرچہ وہ معمولی چیز ہو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگرچہ وہ ایک تسمہ ہی ہو۔ جبکہ امام مالک، مسلم، نسائی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ کی روایت میں ہے کہ اگرچہ وہ پیلو کا سرکنڈا ہی ہو۔ امام ابن ماجہ نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ اس منبر کے پاس جو غلام اور باندی بھی جھوٹی قسم کھائے خواہ وہ ایک تر مسواک ہی کے لیے ہو تو اس کے لیے جہنم واجب ہوگئی۔ [1] ابن ماجہ اور ابن حبان کی ایک روایت میں یوں ہے کہ اسے اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لینا چاہیے، اس سے یہ معلوم ہوتا ہے'' جیسا کہ ابو عبیدہ اور خطابی نے بھی کہا ہے'' کہ نبی علیہ السلام کے دور باسعادت میں قسم کھانے کا رواج نبی علیہ السلام کے منبر کے پاس تھا۔ طبرانی نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے اپنی قسم کا فدیہ دس ہزار درہم ادا کیا تھا، پھر فرمایا رب کعبہ کی قسم! اگر میں قسم کھاتا تو سچی ہی قسم کھاتا، لیکن اس طرح میں نے اپنی قسم کا فدیہ دے دیا ہے، یہ بھی مروی ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے اپنی قسم کا فدیہ ستر ہزار درہم ادا کیا

---

[1] ابن ماجه، الاحكام: ٩.

تھا، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قسم یا ٹوٹ جاتی ہے یا شرمندگی کا سبب بنتی ہے۔ [1]

تنبیہ

ان میں سے پہلے گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی وجہ مذکورہ احادیث کی تصریح ہے، جن میں سے بعض میں اسے کبیرہ اور بعض میں اکبرالکبائر قرار دیا گیا ہے جو کہ شدید وعید ہے، اسی وجہ سے ہمارے تمام حضرات اس کے گناہ کبیرہ ہونے پر متفق ہیں، اور دوسرے گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس صحیح حدیث کا ظاہری مفہوم ہے جو طبرانی اور حاکم کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کا فرمان گزرا ہے، جس میں شدید وعید موجود ہے، اسی کو ہمارے بعض حضرات مثلاً صاحب ''العدۃ'' وغیرہ نے یمین فاجرہ سے تعبیر کیا ہے، زرکشی نے جس کی وضاحت جھوٹی قسم سے کی ہے اگرچہ وہ یمین غموس نہ ہو، یمین غموس وہ قسم ہوتی ہے جس کے ذریعے انسان باطل پر قسم اٹھاتا ہے یا اس کے ذریعے کسی حق کو باطل کر دیتا ہے، اسے غموس کہنے کی وجہ یہ ہے کہ (غموس کا معنی ہے ڈبکی لگانا اور) یہ قسم، کھانے والے کو آگ میں ڈبو دے گی، باطل پر قسم اٹھانے سے مراد یہ ہے کہ اس کے ذریعے کسی حق کو باطل نہ کیا گیا ہو، اصطلاحی طور پر اسے غموس نہیں کہا جاتا، گو کہ امام زرکشی کے مذکورہ کلام سے اس کا وہم ضرور پیدا ہوتا ہے، اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تائید عبدالرزاق کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس کے مطابق ایک آدمی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کے پاس آکر کہنے لگا کہ بعض اوقات مجھ سے گناہ سرزد ہو جاتے ہیں، میں چاہتا ہوں کہ آپ مجھے کبیرہ گناہوں کے متعلق بتا دیں، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے اس کے سامنے شرک وغیرہ گناہوں کے ساتھ یمین فاجرہ کا بھی ذکر فرمایا، اس کی تائید بلکہ تصریح مسلم کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جس میں تین لوگوں کے متعلق اللہ کی نظر کرم، ہم کلامی اور تزکیہ نہ ہونے کا ذکر ہے، ان میں ایک وہ آدمی بھی ہے جو اپنا سامان جھوٹی قسم کے ذریعے بیچتا ہو۔ اس سے واضح طور پر معلوم ہو گیا کہ جھوٹی قسم کھانا گناہ کبیرہ ہے خواہ وہ یمین غموس نہ ہو۔

باقی رہا تیسرا گناہ تو اس کے متعلق بیان کرتے ہوئے امام زرکشی نے کہا ہے کہ بلاشک اس سے ایک نئی بحث کا دروازہ کھلتا ہے جس کی طرف رافعی نے ان الفاظ سے اشارہ کیا ہے کہ ان میں سے بعض صورتوں میں قسم کو ''فاجرہ'' کی قید سے مقید کرنے میں توقف کی گنجائش ہے اور کہا جا سکتا ہے کہ کثرت سے قسمیں کھانا ''خواہ سچی ہی ہوں'' فسق کا تقاضا کرتا ہے، جیسا کہ بکثرت جھگڑتے رہنے میں علماء کی یہی رائے ہے۔ امام زرکشی کی یہ بات امکانی طور پر صحیح ہے اور اس کے خلاف ہونا بھی ممکن ہے اور وہی زیادہ قریب تر ہے کیونکہ جھگڑے کی کثرت سے انسان ان چیزوں میں مبتلا ہو جاتا ہے جو کسی طور پر مناسب نہیں ہوتیں بخلاف زیر تذکرہ موضوع کے اور یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہو گئی کہ یمین غموس وہ قسم ہوتی ہے جو انسان اپنے ارادے سے اٹھائے اور یہ جانتا ہو کہ وہ جس چیز پر قسم اٹھا رہا ہے حقیقت حال اس کے برخلاف ہے، اور مقصد یہ ہو کہ اس کے ذریعے کسی باطل کو لاحق کر دے، یا حق کو باطل ثابت کر دے، جیسے قسم کے ذریعے کسی بے گناہ کا مال ہتھیا لے خواہ وہ غیر مسلم ہی ہو جیسا کہ واضح بات ہے، اور جن حضرات نے مسلمان کی قید لگائی ہے، انہوں نے اکثریت کا اعتبار کیا ہے۔

---

[1] ابن ماجہ، الكفارات: ٥.

۴۱۲ تا ۴۱۴۔ امانت کی قسم اٹھانا یا کسی بت وغیرہ کی قسم اٹھانا، یا لاپرواہی سے یوں کہہ دینا کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں کافر ہوں گا

ان تینوں گناہوں کی طرف بعض لوگوں نے اشارہ کیا ہے لیکن انہوں نے اس کا دائرہ وسیع کرتے ہوئے کہا ہے کہ یمین غموس میں یہ بھی شامل ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھائی جائے مثلاً پیغمبر کی، خانہ کعبہ، فرشتوں، آسمانوں، آباؤ اجداد، زندگی اور امانت کی قسم کھانا اور اس کی ممانعت سب سے زیادہ ہے، اسی طرح روح، سر، بادشاہ کی زندگی، بادشاہ کے احسانات اور فلاں کی قبر کی قسم کھانا، پھر انہوں نے اس کے دلائل بیان کیے ہیں جن میں اس طرح قسم کھانے کی ممانعت اور اس پر وعید وارد ہوئی ہے جیسے یہ حدیث کہ اللہ تعالیٰ تمہیں اس بات سے منع کرتا ہے کہ تم اپنے آباؤ اجداد کی قسم کھاؤ، اور جس شخص نے قسم کھانی ہی ہو تو اسے چاہیے کہ اللہ کی قسم کھائے ورنہ خاموش رہے۔ ❶ اسی طرح صحیح مسلم کی یہ حدیث کہ بتوں اور اپنے آباؤ اجداد کے نام کی قسمیں نہ کھایا کرو۔ ❷ اسی طرح یہ حدیث کہ جو شخص امانت کی قسم کھائے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ ❸ اسی طرح یہ حدیث کہ جو شخص قسم کھا کر یہ کہے کہ میں اسلام سے بری ہوں تو اگر وہ جھوٹا ہو تو اس نے جیسا کہا، وہ ویسا ہی ہوگا، اور اگر سچا ہو تب بھی وہ اسلام کی طرف صحیح سالم واپس نہ آئے گا۔ ❹ اسی طرح یہ حدیث کہ ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک آدمی کو خانہ کعبہ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا غیر اللہ کی قسم نہ کھایا کرو، کیونکہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص غیر اللہ کی قسم کھاتا ہے، وہ کفر اور شرک کرتا ہے۔ ❺ بعض علماء فرماتے ہیں کہ یہ سختی پر محمول ہے جیسے ایک حدیث میں ریا کو شرک قرار دیا گیا ہے، اسی طرح یہ حدیث کہ جو شخص لات اور عزیٰ کے نام کی قسم کھا بیٹھے، اسے چاہیے کہ لا الہ الا اللہ کہہ لیا کرے۔ ❻ اس حدیث کا پس منظر یہ ہے کہ جماعت صحابہ میں بہت سے لوگ ایسے بھی شامل ہوئے تھے جو نئے نئے مسلمان ہوئے تھے، ایسے لوگوں کی زبان پر غیر اختیاری طور پر لات اور عزیٰ کا نام آجایا کرتا تھا، نبی علیہ السلام نے اس کا کفارہ یہ بیان فرمایا کہ فوراً لا الٰہ الا اللہ کہہ لیا کریں۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ہمارے فقہاء کا کلام اس کی تائید نہیں کرتا، کیونکہ انہوں نے مطلقاً یہ حکم بیان کیا ہے کہ غیر اللہ کی قسم کھانا مکروہ ہے، البتہ اگر غیر اللہ کی قسم کھاتے ہوئے اس کے ذہن میں اس کی اتنی ہی عظمت کا اعتقاد ہو جتنی عظمت کا اعتقاد اللہ کے لیے ہوتا ہے تو اس صورت میں یہ قسم کھانا کفر ہے۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی مذکورہ اور آنے والی احادیث کا یہی مطلب ہے، باقی رہا بتوں کے نام کی قسم کھانا تو اگر اس سے اس کا ارادہ کسی نوعیت کی تعظیم ہو تو یہ کفر ہے، ورنہ نہیں۔ اس صورت میں اسے کبیرہ قرار دینے کی بات سمجھ آجاتی ہے، اس طرح بعض لاپرواہ لوگ جو یوں کہہ دیتے ہیں کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں کافر ہوں گا تو اس پر بھی کبیرہ گناہ ہونے کا حکم لگانا بعید نہیں ہے کیونکہ سابقہ احادیث میں اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے

---

❶ صحيح بخاري، مناقب الانصار: ٢٦.

❷ صحيح بخاري، الأيمان: ٥۔ صحيح مسلم، الأيمان: ٦.

❸ ابو داود، الأيمان: ٥۔ مسند احمد: ٥/ ٣٥٢.

❹ نسائي، الأيمان: ٨۔ ابن ماجه، الكفارات: ٣.

❺ نسائي، الأيمان: ٤۔ ابن ماجه الكفارات: ٢.

❻ مسند احمد: ٢/ ٣٠٩.

(اس کے بعد مصنف رحمہ اللہ نے گزشتہ احادیث دوبارہ ذکر کی ہیں، ہم ان احادیث کا ترجمہ ترک کر کے دیگر احادیث کا ترجمہ نقل کر رہے ہیں تا کہ بے فائدہ تکرار لازم نہ آئے۔ مترجم)

امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے ایک آدمی کو اپنے باپ کی قسم کھاتے ہوئے سنا تو فرمایا اپنے آباؤ اجداد کے نام کی قسم نہ کھایا کرو، جس نے بھی قسم کھانی ہو، اسے چاہیے کہ اللہ کے نام کی قسم کھائے اور جس شخص کے سامنے کوئی آدمی اللہ کے نام کی قسم کھالے تو اسے چاہیے کہ اس پر راضی ہو جائے کیونکہ جو اللہ کے نام پر راضی نہیں ہوتا، وہ اللہ سے کوئی تعلق نہیں رکھتا، حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے یہ روایت منقول ہے کہ میں اللہ کے نام کی جھوٹی قسم کھالوں، میرے نزدیک غیر اللہ کی سچی قسم کھانے سے زیادہ بہتر ہے، ابو یعلی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی بات پر قسم کھائے تو وہ ویسا ہی ہوگا جیسے اس نے کہا، اگر اس نے اپنے آپ کو یہودی کہا تو وہ یہودی ہوگا، اگر اس نے اپنے آپ کو عیسائی کہا تو وہ عیسائی ہوگا، اور اگر اس نے اپنے آپ کو اسلام سے بیزار قرار دیا تو وہ بھی ایسا ہوگا، اور جو شخص زمانہ جاہلیت کی سی پکار لگائے، وہ جہنم میں گھٹنوں کے بل جھکنے والوں میں سے ہوگا، لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اگر چہ وہ نماز روزہ کرتا ہو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر چہ وہ نماز روزہ ہی کرتا ہو۔ امام ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے کسی آدمی کو یہ کہتے ہوئے سنا کہ اس وقت میں یہودی ہوں گا، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کا یہ جملہ ثابت ہو گیا، کتب ستہ میں یہ روایت نقل کی گئی ہے کہ جو شخص دین اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر جھوٹی قسم کھاتا ہے تو وہ ویسے ہی ہو جاتا ہے جیسے کہتا ہے۔ [1]

۴۱۵۔ اسلام کے علاوہ کسی اور دین پر جھوٹی قسم کھانا

بعض حضرات نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے لیکن یہ محل نظر ہے، بظاہر اس سے مراد وہی جملہ ہے جو بعض جاہل کہتے ہیں کہ اگر میں نے فلاں کام کیا تو میں یہودی ہوں گا، لیکن اس کا کبیرہ ہونا کذب پر موقوف نہیں ہے بلکہ اگر یہ جملہ کہنے والا جھوٹا نہ بھی ہو تب بھی وہ فاسق ہوگا، کیونکہ کسی کام کو کسی دوسرے دین پر معلق کرنا کفر کا احتمال رکھتا ہے، بلکہ ایک واضح بات ہے گو کہ اس کی مراد نہ ہو، اذ کار نووی میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے آپ کو یہودی یا عیسائی وغیرہ کہے، اگر اس تعلیق سے اس کا مقصد اسلام سے خروج ہو تو وہ اسی وقت کافر ہو گیا اور اس پر مرتدین کے احکام جاری ہوں گے، اور اگر یہ مقصد نہ ہو تب بھی اس نے ایک حرام کام کا ارتکاب کیا لہٰذا اس پر حقیقتاً توبہ کرنا لازم ہوگا اور وہ اس طرح کہ اس معصیت سے فوراً نکل آئے، اپنے فعل پر نادم ہو، اور آئندہ کبھی اس کا ارتکاب نہ کرنے کا پختہ عزم کرے، اللہ سے استغفار کرے اور کلمہ طیبہ کا ورد کیا کرے۔

منت کا بیان

۴۱۶۔ منت کو پورا نہ کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ یہ اس حق کی ادائیگی سے رکنا ہے جو اس پر علی الفور لازم ہے،

[1] مسند احمد: ٤/ ٣٣۔ صحيح بخاری، الادب: ٤٤.

گویا یہ زکوٰۃ کی ادائیگی سے رکنے کی طرح ہے، کیونکہ ہمارے نزدیک صحیح قول یہی ہے کہ منت کے وہی احکامات ہیں جو کسی بھی واجب شرعی کے احکامات ہوتے ہیں، نیز ترک واجب میں جو گناہ لازم آتے ہیں، وہی اس میں بھی لازم آئیں گے، مثلاً یہ کہ اس کا ترک گناہ کبیرہ ہے اور فسق ہے۔

قضاء کا بیان

۴۱۷ تا ۴۲۱۔ جس شخص کو اپنے متعلق ظلم یا خیانت کا یقین ہو، اس کا قاضی بننا، اسے قاضی بنایا جانا، اس کا عہدۂ قضا کی درخواست کرنا اور جہالت یا ظلم کے ساتھ فیصلہ کرنا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو شخص اللہ تعالیٰ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہیں کرتا تو ایسے ہی لوگ کافر ہیں۔'' [1] اسی طرح آگے انہیں ظالم اور پھر انہیں فاسق قرار دیا ہے۔ امام ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے یہ ارشاد فرمایا جس شخص کو عہدہ قضا ملے یا جس شخص کو لوگوں کے درمیان قاضی بنا دیا جائے، اسے بغیر چھری کے ذبح کر دیا گیا۔ [2] امام خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ چھری کے ذریعے جس جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، اس کی روح جلدی سے نکل جاتی ہے اور اسے سکون مل جاتا ہے اور اگر اسے بغیر چھری کے ذبح کیا جائے تو اس میں اس کے لیے عذاب ہوتا ہے، بعض حضرات اس کا مطلب یہ بیان کرتے ہیں کہ عرف عام میں جانور کو چونکہ چھری کے ذریعے ذبح کیا جاتا ہے اس لیے نبی علیہ السلام نے عرف عام سے اعراض فرمایا تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اس فرمان سے نبی علیہ السلام کا مقصد یہ ہے کہ اس کے دین کی بربادی کا اندیشہ ہے، جسم کی بربادی مراد نہیں ہے اور اس میں دوسرے معانی کا بھی احتمال پایا جاتا ہے، لیکن جو بھی معنی مراد لیا جائے، بہرحال یہ اس بات سے کنایہ ہے کہ قاضی نے عہدہ قضا قبول کر کے ایک ایسی مشقت مول لی ہے عام طور پر لوگ جس کی طاقت نہیں رکھتے یعنی غلط فیصلہ کرنے کی صورت میں اللہ کا عذاب اور اس کا غضب لازم آنا، اسی وجہ سے اکثر اسلاف عہدہ قضا کو قبول کرنے سے حد درجہ متنفر رہتے تھے اور اسے قبول نہ کرنے والے کو فاسق قرار نہیں دیتے تھے، کیونکہ اس خوف اور اندیشے میں وہ ان لوگوں کو معذور سمجھتے تھے۔

امام ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قاضیوں کی تین قسمیں ہیں، ان میں سے ایک جنت میں جائے گا اور دو جہنم میں، وہ قاضی جو جنت میں جائے گا، یہ تو وہ آدمی ہوگا جو حق کو پہچان کر اس کے مطابق فیصلہ کرے، باقی رہا وہ آدمی جو حق کو پہچان کر بھی فیصلہ میں ناانصافی کرے وہ جہنم میں جائے گا اور وہ قاضی جو جہالت سے فیصلہ کرے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔ [3] یہ مضمون الفاظ کی معمولی تبدیلی کے ساتھ ترمذی اور ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے، ابویعلی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو قاضی بننے کی پیشکش کی، انہوں نے عرض کیا

---

[1] المائدۃ: ٤٤.
[2] ابو داود، الاقضیۃ: ١۔ مسند احمد: ٢/ ٢٣٠.
[3] ابو داود، الاقضیۃ: ٢۔ ابن ماجہ، الاحکام: ٣.

امیر المومنین! کیا آپ مجھے معاف نہیں کر دیتے؟ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے فرمایا جا کر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرو، انہوں نے پھر معذرت کی تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے انہیں قسم دے کر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حکم دے دیا، تب حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا جلدی نہ کیجئے، کیا آپ نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص اللہ کی پناہ میں آ جائے تو اس نے ایک پناہ گاہ میں ٹھکانہ حاصل کر لیا؟ انہوں نے فرمایا جی ہاں! ابن عمر رضی اللہ عنہ نے کہا کہ پھر میں اس بات سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں قاضی بنوں، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے ان سے فرمایا کہ تمہیں قاضی بننے میں کیا رکاوٹ ہے جبکہ تمہارے والد بھی قاضی تھے؟ وہ کہنے لگے اس لیے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص قاضی ہو اور جہالت کے ساتھ فیصلہ کرے، وہ اہل جہنم میں سے ہوگا، اور جو شخص قاضی ہو اور ناانصافی کے ساتھ فیصلہ کرے، وہ جہنم میں ہوگا، اور جو شخص قاضی ہو اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرے، وہ بھی برابر برابر چھوٹ جانے کی دعا کرتا ہوگا تو اب اس کے بعد میں کس چیز کی امید رکھوں؟ یہ مضمون امام ترمذی رحمہ اللہ نے بھی اختصار کے ساتھ نقل کیا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عادل قاضی پر بھی قیامت کے دن ایک لمحہ ایسا ضرور آئے گا کہ وہ بھی تمنا کرے گا کاش! اس نے کبھی دو آدمیوں کے درمیان ایک کھجور کے معاملے میں بھی فیصلہ نہ کیا ہوتا۔ (1) یہ مضمون ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص مسلمانوں کے معاملات میں کسی چیز کا ذمہ دار بنے، اسے قیامت کے دن جہنم کے پل پر لا کر کھڑا کر دیا جائے گا اگر وہ نیکوکار رہو تو نجات پا جائے گا اور اگر وہ گنہگار رہا تو پل پھٹے گا اور وہ جہنم میں گر پڑے گا اور ستر سال تک اس میں لڑھکتا رہے گا اور جہنم سیاہ تاریک ہے (پھر مصنف نے وہ روایات دوبارہ ذکر کی ہیں جو امارت کے حوالے سے مصنف خود پیچھے بیان کر آئے ہیں، یہ تکرار محض ہے اس لیے ان چند احادیث کا ترجمہ ترک کیا جا رہا ہے) امام ابوداؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص عہدۂ قضا کی جستجو میں رہتا ہے اور اس کے لیے سفارشی حضرات سے درخواست کرتا ہے تو اسے اس کی ذات کے حوالے کر دیا جاتا ہے اور جس شخص کو اس عہدے پر مجبور کیا جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی رہنمائی کے لیے ایک فرشتہ نازل فرما دیتا ہے۔ (2) یہ مضمون ابن ماجہ نے بھی نقل کیا ہے۔ امام ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص عہدۂ قضا کی طلب کرتا ہے یہاں تک کہ اسے حاصل کرتا ہے تو اگر اس کا عدل اس کے ظلم پر غالب آ گیا تو اس کے لیے جنت ہے اور اگر اس کا ظلم اس کے عدل پر غالب آ گیا تو اس کے لیے جہنم ہے۔ (3)

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس وقت تک قاضی کے ساتھ ہوتا ہے جب تک وہ ظلم نہ کرے اور جب وہ ظلم کرنے لگتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے پاس سے چلا جاتا ہے اور شیطان اس کے ساتھ چمٹ جاتا ہے۔ (4) حاکم کی روایت میں یہ ہے کہ اللہ اس سے بیزار ہو جاتا ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ایک مسلمان اور ایک یہودی آدمی حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنا ایک مقدمہ لے کر آئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے دیکھا کہ یہودی

---

(1) مسند احمد: ٦/ ٧٥.
(2) ابو داؤد، الاقضية: ٣.
(3) ابو داود، الاقضية: ٢.
(4) ترمذی، الأحکام: ٤.

حق پر ہے لہٰذا انہوں نے اس کے حق میں فیصلہ کر دیا، یہودی نے یہ دیکھ کر کہا بخدا آپ نے صحیح فیصلہ کیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اسے ایک درہ مارا اور فرمایا تجھے کیسے پتہ چلا، اس نے کہا بخدا ہم تورات میں یہ بات لکھی ہوئی پاتے ہیں کہ جو قاضی بھی حق کے مطابق فیصلہ کرتا ہے، ایک فرشتہ اس کے دائیں جانب اور ایک فرشتہ بائیں جانب ہوتا ہے اور جب تک وہ حق پر قائم رہتا ہے وہ دونوں فرشتے اس کی رہنمائی کرتے رہتے ہیں اور جب وہ حق کو ترک کر دیتا ہے تو وہ فرشتے بھی اسے چھوڑ کر چلے جاتے ہیں۔ ❶

تنبیہ

ان پانچوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح تو میں نے کہیں نہیں دیکھی البتہ ان احادیث صحیحہ کی تصریحات سے یہ بات ثابت ہو جاتی ہے، دوسرا گناہ تو واضح ہے کیونکہ پہلی حدیث اس حوالے سے صریح ہے اور اس میں بغیر چھری کے ذبح کرنا شدید وعید سے کنایہ ہے، اسی طرح دوسری اور بعد کی احادیث میں بھی یہی تصریح ہے کیونکہ جاہل اور جائر قاضی پر جہنمی ہونے کا حکم لگانا بھی شدید وعید ہے، عہدۂ قضا قبول کرنے میں جب یہ بات ثابت ہو گئی تو اس کے دوسرے لوازم مثلاً اس کی طلب اور درخواست وغیرہ میں بھی ثابت ہو گی اور باقی رہے آخری دو گناہ تو دوسری اور بعد کی احادیث سے ان کا بھی کبیرہ گناہ ہونا واضح ہے۔

فضیل بن عیاض رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قاضی کو چاہیے کہ ایک دن فیصلے کرے اور ایک دن اپنے اوپر آہ و بکا کرے، محمد بن واسع رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ قیامت کے دن سب سے پہلے حساب کتاب کے لیے جسے بلایا جائے گا، وہ قاضی ہوں گے، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ہر قاضی اور والی کو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے لا کر پل صراط پر کھڑا کر دیا جائے گا، پھر اس کا نامہ اعمال کھولا جائے گا اور اسے ساری مخلوق کے سامنے پڑھا جائے گا، اگر وہ عادل ہوا تو اللہ اسے اس کے عدل کی برکت سے نجات دے دے گا اور اگر وہ عادل نہ ہوا تو پل بکھر جائے گا اور اس کے جسم کا ایک ایک عضو دور دور تک بکھر جائے گا، اور وہ شخص جہنم میں جا گرے گا۔ مکحول کہتے ہیں کہ اگر مجھے قاضی بننے اور مرنے کے درمیان اختیار دیا جائے تو میں قاضی بننے کو پسند نہیں کروں گا، گردن اڑائے جانے کو پسند کر لوں گا، ایوب سختیانی کہتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے جو شخص جتنا بڑا عالم ہوتا ہے وہ اتنا ہی اس عہدے سے بھاگتا ہے، مالک بن منذر نے محمد بن واسع کو بصرہ کا قاضی مقرر کرنے کے لیے بلایا تو انہوں نے انکار کر دیا، اس نے انہیں دوبارہ بلایا اور کہنے لگا کہ یا تو آپ اس کرسی پر بیٹھ جائیں، ورنہ میں آپ کو کوڑے ماروں گا، محمد بن واسع نے جواب دیا کہ اگر آپ ایسا کرنا چاہتے ہیں تو آپ بادشاہ ہیں لیکن دنیا میں ذلیل ہو جانا آخرت میں ذلیل ہونے سے بہتر ہے، سفیان ثوری رحمہ اللہ کو بتایا گیا کہ شریح کو قاضی بنا دیا گیا ہے، تو انہوں نے افسوس کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ انہوں نے کیسے آدمی کو ضائع کر دیا؟

خلاصہ کلام یہ ہے کہ یہ منصب انتہائی خطرناک ہے اور اس حوالے سے میں نے ایک مستقل کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام "جمر الغضا لمن تولی القضا" ہے اور میں نے اس میں قاضیوں کے وہ احوال بھی ذکر کیے ہیں جنہیں سننا کانوں پر

---

❶ موطا، الاقضية: ۲.

بھی گوارا نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو عافیت میں رکھے۔

۴۲۲۔ باطل پر قائم آدمی کی اعانت اور مدد کرنا

امام حاکم نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی جھگڑے میں اس آدمی کی مدد کرے جو حق پر نہ ہو، وہ اللہ کی ناراضگی میں رہتا ہے، یہاں تک کہ اسے چھوڑ دے۔ ابوداؤد کی روایت میں یوں ہے کہ وہ اللہ کی ناراضگی لے کر واپس لوٹے گا۔ ❶ امام ابوداود اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اپنی قوم کی خلافِ حق مدد کرتا ہے، اس کی مثال اس اونٹ کی سی ہے جو کسی کنوئیں میں گر پڑے اور پھر اپنی دم کے سہارے اس سے نکلنے کی کوشش کرے۔ ❷ مطلب یہ کہ ایسا شخص ہلاکت اور گناہ میں مبتلا ہو گیا، جیسے کوئی اونٹ کسی کنوئیں میں گر پڑے اور اس سے نکل نہ سکے اور دم کے سہارے نکلنے کی کوشش کرے۔ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان پر ایسے جھگڑے میں شدید غصے کا اظہار کرے جس کے متعلق اسے کچھ علم نہ ہو، تو اس نے اس کے حق میں اللہ سے دشمنی کی، اس کی ناراضگی کا لالچ کیا اور اس پر اللہ کی لعنت ہوگی جو قیامت تک اس پر مسلسل ہوتی رہے گی۔ طبرانی اور اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی ظالم کی باطل پر مدد کرے، تاکہ اس کے ذریعے حق کو مٹادے تو وہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے سے بری ہو گیا، اور جو شخص کسی ظالم کے ساتھ تعاون کے ارادے سے روانہ ہو، حالانکہ اسے معلوم بھی ہو کہ وہ ظالم ہے تو وہ اسلام سے خارج ہو گیا۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا اس مضمون کی احادیث سے واضح ہے۔

۴۲۳۔ قاضی وغیرہ کا لوگوں کو خوش کر کے اللہ کو ناراض کرنا

امام ابن حبان نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص لوگوں کی ناراضگی سے اللہ کی رضا تلاش کرتا ہے، اللہ اس سے راضی ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے راضی کر دیتا ہے، اور جو شخص اللہ کو ناراض کر کے لوگوں کی رضا تلاش کرتا ہے تو اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے اور لوگوں کو بھی اس سے ناراض کر دیتا ہے، یہ مضمون طبرانی نے بھی سند جید سے نقل کیا ہے، امام حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بادشاہ کو ایسے فعل سے راضی کرتا ہے جو فعل اللہ کو ناراض کرتا ہے تو وہ اللہ کے دین سے نکل جاتا ہے، بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص اللہ کی نافرمانی کے ذریعے لوگوں سے تعریف کی خواہش رکھتا ہے تو اس کی تعریف کرنے والے ہی اس کی مذمت کرنے والے بن جاتے ہیں، یہ مضمون امام بیہقی رحمہ اللہ نے بھی نقل کیا ہے اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص ان چیزوں کے ذریعے لوگوں کی محبت حاصل کرنا چاہتا ہے جو لوگوں کو پسند ہوتی ہیں لیکن اس طرح وہ اللہ تعالیٰ کا مقابلہ کر رہا ہوتا ہے، قیامت کے دن جب وہ اللہ سے ملے گا تو اللہ

---

❶ ابو داود، الاقضية: ١٤. ❷ ابو داود، الادب: ١١٢.

اس سے ناراض ہوگا۔

تنبیہ

ان احادیث کی تصریحات سے اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے۔

۴۲۴ تا ۴۲۸۔ رشوت لینا اور دینا، راشی اور مرتشی کے درمیان معاملہ طے کروانا، فیصلہ کروانے کے لیے مال لینا اور دینا جبکہ اس پر قضاء متعین ہو اور نہ ہی مال خرچ کرنا اس پر لازم ہو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اور آپس میں ایک دوسرے کا مال باطل طریقے سے مت کھاؤ اور انہیں حکام کے پاس مت لے جاؤ تا کہ لوگوں کے مال کا ایک حصہ گناہ کے ذریعے کھاجاؤ اور تمہیں اس کا علم بھی ہو۔'' ❶ مفسرین کا کہنا ہے کہ اس آیت میں صرف کھانا ہی مراد نہیں ہے بلکہ مال لینے کی تمام صورتیں مراد ہیں البتہ عرف عام میں چونکہ اسے مال کھانے سے تعبیر کر دیا جاتا ہے اس لیے خصوصیت کے ساتھ اسی کو ذکر کر دیا گیا، اور ''باطل طریقے'' کی جو قید لگائی گئی ہے وہ بھی اس کی تمام صورتوں کو شامل ہے اور اس کا اصول یہ ہے کہ ہر وہ چیز جسے شارع نے منع کیا ہو اس کی ذات میں کسی خرابی کی وجہ سے مثلاً نشہ آور اور ایذاء رساں چیزیں یا اسے کمانے کے طریقے میں کوئی عیب اور خلل ہو مثلاً غصب اور چوری شدہ چیزیں، یا اس کے مصرف میں خرابی ہو، مثلاً معصیت کے کاموں میں اسے خرچ کرنا، اس کے بعد اس آیت میں یہ لفظ استعمال کیا گیا ہے ''وتدلوا بها'' اس لفظ کا لغوی معنی ہے پانی نکالنے کے لیے کنوئیں میں ڈول لٹکانا، یہاں رشوت کو اس کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے یا تو اس وجہ سے کہ جس طرح پانی سے بھرا ہوا ڈول دور سے قریب پہنچ جاتا ہے اسی طرح رشوت کے ذریعے بھی دور کی چیز قریب پہنچ جاتی ہے، یا پھر اس وجہ سے کہ جس طرح کنوئیں میں ڈول لٹکا دیا جاتا ہے اسی طرح رشوت کے ذریعے حاکم اس کا کام بھی بغیر ثبوت کے کر دیتا ہے، پھر اس سے مراد حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور مفسرین کی ایک جماعت کے نزدیک امانتیں اور وہ چیزیں ہیں، جن پر کوئی گواہ موجود نہ ہوں، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس سے مراد یتیم بچے کا وہ مال ہے جو وصی کے قبضے میں ہو، اور وہ اس پر اپنا تصرف برقرار رکھنے کے لیے حاکم کو کچھ پیسے لگا دے، بعض حضرات اس سے جھوٹی گواہی مراد لیتے ہیں۔

حسن بصری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان باطل کو حق ثابت کرنے کے لیے قسم اٹھائے، کیونکہ اس آیت کا شان نزول یہ ہے کہ ربیعہ بن عبدان حضرمی نے نبی علیہ السلام کی خدمت میں امرأ القیس بن عباس کندی کے خلاف زمین کا ایک مقدمہ پیش کیا کہ کندی نے اس پر ناجائز قبضہ کر رکھا ہے، نبی علیہ السلام نے اس سے گواہوں کا مطالبہ کیا لیکن حضرمی گواہ نہ پیش کر سکا، تب نبی علیہ السلام نے کندی سے قسم کھانے کے لیے فرمایا، وہ قسم کھانے لگا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر یہ اس کا مال ظلماً کھانے کے لیے قسم اٹھا رہا ہے تو یہ اللہ سے اس حال میں ملاقات کرے گا کہ اللہ اس سے اعراض فرمائے گا، اسی مناسبت سے یہ آیت نازل

---

❶ البقرة: ۱۸۸.

ہوگئی یعنی ایک دوسرے کا مال اس طریقے سے مت کھاؤ جسے اللہ نے مباح قرار نہیں دیا، بعض حضرات اس کی تفسیر یہ کرتے ہیں کہ اس سے مراد حاکم کو رشوت دینا ہے، بعض مفسرین اسی رائے کو ظاہر آیت کے قریب تر قرار دیتے ہیں اور مطلب یوں بیان کرتے ہیں کہ حکام کے ساتھ اپنے مال کا معاملہ طے نہ کرو، اور انہیں رشوت نہ دو کہ وہ دوسروں کا حق مار کر تمہیں دے دیں، لیکن قبل ازیں جو تفاسیر بیان کی گئی ہیں، ان پر بھی اس آیت کو محمول کرنا غلط اور بعید نہیں ہے اس لیے کہ یہ ساری ہی اکل بالباطل کی صورتیں ہیں۔

امام ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے۔ ❶ امام ابن ماجہ اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رشوت لینے اور دینے والے پر اللہ کی لعنت ہو۔ ❷ طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ رشوت لینے اور دینے والے جہنم میں ہوں گے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس قوم میں رشوت کا غلبہ ہو جائے، انہیں رعب میں پکڑ لیا جائے گا۔ ❸ حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فیصلہ کرنے میں رشوت لینے اور دینے والے پر لعنت فرمائی ہے اور اس شخص پر بھی جو ان دونوں کے درمیان معاملہ طے کروائے، یہ مضمون امام احمد، بزار اور طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص پر دس آدمیوں کی ذمہ داری آئی ہو اور وہ ان کے درمیان فیصلہ کرے جس سے وہ خوش ہوں یا ناراض، تو اسے قیامت کے دن اس حال میں لایا جائے گا، کہ اس کے دونوں ہاتھ بندھے ہوئے ہوں گے، پھر اگر اس نے عدل کیا ہوگا، اور رشوت لی ہوگی اور نہ ہی ظلم کیا ہوگا تو اللہ اس کے ہاتھ کھول دے گا اور اگر اس نے اللہ کی نازل کردہ شریعت کے مطابق فیصلہ نہ کیا ہوگا اور رشوت لی ہوگی اور اس میں ظلم کیا ہوگا تو اس کے بائیں ہاتھ کو سختی کے ساتھ دائیں ہاتھ سے باندھ کر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا اور وہ پانچ سو سال تک اس کی گہرائی میں نہ پہنچ سکے گا، اور طبرانی نے سند صحیح سے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ فیصلے میں رشوت لینا کفر اور لوگوں کے درمیان حرام ہے۔

تنبیہ

پہلے گناہ کو دیگر حضرات نے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور دوسرے اور تیسرے گناہ کو آئندہ آنے والی احادیث کی روشنی میں میں کبیرہ گناہوں سے سمجھتا ہوں، اور آخری دو گناہوں کا تذکرہ مجھے جلال بلقینی کے کلام میں ملا ہے، جس سے دوسرے اور تیسرے گناہ کے بیان میں بھی تقویت ملتی ہے، اور وہ احادیث جو میں ذکر کر چکا ہوں، ان میں سے اکثر احادیث اس کی تصریح کرتی ہیں کہ ان میں رشوت لینے والے، دینے والے اور ان کے درمیان واسطہ بننے والے پر شدید وعید اور لعنت وارد ہوئی ہے، اور دوسرے گناہ میں باطل کی قید لگانے کی وجہ یہ ہے کہ فقہاء کہتے ہیں کہ بعض اوقات دینے والے کے لیے دینا جائز ہوتا ہے لیکن لینے والے کے لیے اسے لینا حرام ہوتا ہے جیسا کہ اس مسئلے میں ہے، اسی طرح شاعر کی ہجو اور مذمت سے

---

❶ ابو داود، الاقضية: ٤۔ ابن ماجه، الاحكام: ٢. ❷ ابن ماجه: الأحكام (٢)

❸ مسند احمد: ٤/ ٢٠٥.

بچنے کے لیے اسے انعام دینا، کہ اس مجبوری کی وجہ سے اس کے لیے دینا تو جائز ہے لیکن لینا حرام ہے کیونکہ ناحق ہے، نیز دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ اس صورت میں دینے والا ایک اعتبار سے دینے پر مجبور ہے، پھر جو شخص قاضی یا حاکم کو رشوت دیتا ہے یا اسے کوئی ہدیہ دیتا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ وہ اس کے لیے غلط فیصلہ دے دے یا وہ اس کے ذریعے اس چیز کو حاصل کرلے جس کا وہ مستحق نہیں ہے، یا کسی مسلمان کو اس سے تکلیف پہنچتی ہو تو رشوت اور ہدیہ دینے والا، رشوت اور ہدیہ لینے والا اور ان دونوں کے درمیان واسطہ بننے والا تینوں لوگوں کو فاسق قرار دیا جائے گا، اگرچہ اس کے بعد اس کے حق میں فیصلہ نہ ہو، اور اگر اس کا مقصد یہ ہو کہ وہ حق کے مطابق اس کے لیے فیصلہ کرے یا اس سے ظلم کو دور کرے، یا کسی ایسی چیز کو حاصل کرے جس کا وہ مستحق ہے تو صرف لینے والے کو فاسق قرار دیا جائے گا، دینے والا گنہگار نہ ہوگا، کیونکہ وہ تو اپنا حق وصول کرنے پر مجبور ہے، باقی رہا اس صورت میں ان دونوں کے درمیان واسطہ بننے والا شخص تو اگر اسے لینے والے کی جانب سے دیکھا جائے تو وہ بھی فاسق بنتا ہے کیونکہ وہ اس کا معین اور مددگار ثابت ہوا اور اگر دینے والے کی جانب سے دیکھا جائے تو جس صورت میں دینے والا فاسق ہوگا، اس صورت میں وہ بھی فاسق ہوگا ورنہ نہیں، بعض دوسرے حضرات سے بھی اس کی تائید ملتی ہے۔

اور رشوت کا جو مال لینے سے انسان فاسق ہو جاتا ہے، اس میں تھوڑے اور زیادہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے، اسی وجہ سے اذرعی نے ''التوسط'' میں کہا ہے کہ شریح رویانی وغیرہ نے یتیم وغیرہ کا مال باطل طریقے سے کھانے کو مطلقاً کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، اس طرح رشوت کو بھی، اور یہ تفریق نہیں کہ رشوت کی مقدار چوتھائی دینار تک پہنچتی ہو یا نہ، صاحب ''العدۃ'' نے بھی اسے مطلق ہی رکھا ہے، نصوص سے بھی اس کی تائید ملتی ہے جو عنقریب آئے گی اور اسی سے غصب شدہ چیز میں چوتھائی دینار کی قید بھی کمزور پڑ جاتی ہے، صاحب کتاب فرماتے ہیں کہ رشوت لینا صرف قاضیوں کے لیے حرام نہیں ہے، سب ہی کے لیے حرام ہے جیسا کہ متعدد علماء نے تصریح کی ہے اور اس کی دلیل وہ روایت ہے جو امام احمد رحمہ اللہ نے حضرت ابوحمید ساعدی رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا عمال کے ہدایا خیانت ہیں۔ [1] اس طرح وہ روایت جو امام ابوداود رحمہ اللہ نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی آدمی کی سفارش کرے اور وہ اسے سفارش کرنے پر کوئی ہدیہ بھیجے تو اس نے سود کا ایک بہت بڑا دروازہ اختیار کیا۔ [2]

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ قرآن کریم میں ایک لفظ آتا ہے ''سحت'' اس کا معنی یہ ہے کہ کوئی آدمی اپنے بھائی سے اپنا کوئی کام کرنے کے لیے کہے وہ اس کا کام کردے تو کام کروانے والا اس کے پاس کوئی ہدیہ بھیج دے اور وہ اسے قبول کرلے، مسروق رحمہ اللہ کے حوالے سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے کسی ظلم کے حوالے سے ابن زیاد سے بات کی، ابن زیاد نے وہ چیز اس کے مالک کو لوٹا دی، مالک نے اس کے شکریئے میں ایک غلام بطور ہدیہ کے مسروق کے پاس بھیجا، انہوں نے اسے رد کردیا، اور قبول نہیں کیا، اور فرمایا کہ میں نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان سے کسی ظلم کو دور کرے اور وہ مسلمان اسے تھوڑا یا زیادہ ہدیہ دے تو یہ ''سحت'' ہے، اس آدمی نے کہا کہ اے ابوعبداللہ! ہم تو یہ

[1] مسند احمد: ٥/ ٤٢٤.
[2] ابو داود، البیوع: ٨٢۔ مسند احمد: ٥/ ٢٦١.

سمجھتے ہیں کہ سحت سے مرد رشوت ہے، انہوں نے فرمایا وہ تو کفر ہے (نعوذ باللہ من ذلک)

ایک عیسائی آدمی امام اذرعی رحمہ اللہ کے پاس آیا، وہ بیروت کا رہائشی تھا، وہ کہنے لگا کہ بعلبک کے والی نے مجھ پر ظلم کیا ہے، میں چاہتا ہوں کہ آپ میرے حوالے سے اس ایک خط لکھ دیں، پھر اسے نے ان کی خدمت میں شہد کا ایک مٹکا پیش کیا، امام اذرعی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر تم چاہو تو میں یہ مٹکا تمہیں واپس کردوں اور حاکم کو خط لکھ دوں اور اگر تم چاہو تو میں یہ مٹکا لے لیتا ہوں اور اسے خط نہیں لکھتا، وہ عیسائی کہنے لگا کہ آپ میرے لیے ایک خط لکھ دیں اور مٹکا واپس کردیں، چنانچہ انہوں نے حاکم بعلبک کے نام خط لکھا کہ اس کا ٹیکس معاف کردیا جائے، حاکم نے ان کی سفارش قبول کی اور اس کے جزیئے میں سے تیس درہم ساقط کردیئے۔

امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جب قاضی اپنے کسی فیصلے پر رشوت لے تو اس کا فیصلہ مسترد کردیا جائے اگرچہ وہ صحیح ہو اور رشوت کا مال واپس لیا جائے اور اس کی ولایت باطل ہوگی لیکن رشوت میں یہ چیز شامل نہیں ہے کہ انسان کسی ایسے شخص پر مال خرچ کرے جو بادشاہ سے مثال کے طور پر اس کے لیے انعام کے سلسلے میں بات کرے تو یہ جائز ہے۔

۴۲۹۔ اپنی سفارش کی وجہ سے ملنے والا ہدیہ قبول کرنا

امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص کسی آدمی کے حق میں سفارش کرے اور وہ آدمی سفارش کرنے پر اسے کوئی ہدیہ بھیجے اور سفارش کرنے والا اسے قبول کرلے تو اس نے کبیرہ گناہوں میں سے ایک بہت بڑے گناہ کا ارتکاب کیا۔ ❶ اور حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے حوالے سے یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ سحت ہے۔

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح ہمارے بعض ائمہ نے کی ہے جو کہ محل نظر ہے، کیونکہ یہ ہمارے اصول وقواعد کے مطابق وموافق نہیں ہے، بلکہ ہمارا مذہب یہ ہے کہ اگر کسی شخص کو قید کردیا گیا، وہ کسی آدمی پر اپنا مال خرچ کرتا ہے تاکہ وہ اس کے حق میں سفارش کرکے اسے چھڑا دے تو یہ جائز ہے، لہٰذا اس رائے کو اس صورت پر محمول کیا جائے گا جبکہ وہ سفارش کسی حرام کام کے لیے کی جارہی ہو۔

۴۳۰ تا ۴۳۴۔ باطل پر یا لاعلمی پر جھگڑا کرنا جیسے قاضی کے وکلاء، یا حق کا مطالبہ کرنا لیکن فریق مخالف کو تنگ کرنے کے لیے اس میں غلط بیانی یا جھوٹ کا سہارا لینا، اس پر تسلط اور محض عناداً جھگڑا کرنا، تاکہ فریق مخالف پر غلبہ حاصل کرلے، اسے توڑنا اور قابل مذمت جھگڑا کرنا:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ”بعض لوگ وہ ہیں جن کی بات دنیا کی زندگی میں آپ کو بہت اچھی لگتی ہے اور وہ اپنے دل کی بات پر اللہ کو گواہ بناتا ہے اور وہ انتہائی جھگڑالو آدمی ہے، اور جب وہ پشت پھیر کر چلا جاتا ہے تو زمین میں فساد پھیلانے، کھیت اور

❶ ابو داود، البیوع: ۸۲۔ مسند احمد: ۵/ ۲۶۱.

نسل کو برباد کرنے کے لیے کوشش کرتا ہے اور اللہ فساد کو پسند نہیں کرتا اور جب اس سے کہا جاتا ہے کہ اللہ سے ڈر تو اسے گناہ کی عزت آ پکڑتی ہے، ایسے شخص کے لیے جہنم ہے اور وہ بدترین ٹھکانہ ہے۔'' ❶

امام ترمذی رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا تمہارے (گنہگار ہونے کے لیے) یہی کافی ہے کہ تم ہمیشہ جھگڑتے رہو۔ ❷ امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام لوگوں میں سب سے زیادہ مبغوض آدمی وہ ہے جو نہایت جھگڑالو ہو۔ ❸ امام شافعی رحمہ اللہ نے کتاب الام میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ انہیں ایک مقدمے میں وکیل بنایا گیا، وہ وہاں موجود تھے اور فرما رہے تھے کہ مقدمے کی ایک شدت ہوتی ہے اور شیطان اس موقع پر موجود ہوتا ہے اور یہ حدیث بھی وارد ہوئی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ جو شخص کسی جھگڑے یعنی مقدمے میں لاعلمی کے ساتھ جھگڑا کرتا ہے تو وہ اللہ کی ناراضگی میں اس وقت تک رہتا ہے جب تک کہ اس سے نکل نہ آئے۔ ❹ اور یہ کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگوں کو جب بھی ہدایت دی گئی، اس پر قائم رہنے کے بعد جب بھی وہ قوم گمراہ ہوئی تو انہیں جنگ وجدل میں مبتلا کر دیا گیا، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''یہ لوگ آپ کے لیے کوئی مثال بیان نہیں کرتے سوائے جھگڑے کے، بلکہ وہ لوگ ہی جھگڑالو ہیں۔'' ❺

تنبیہ

مذکورہ گناہوں میں سے پہلے گناہ کے متعلق تو امام بخاری رحمہ اللہ کی روایت اور اس کے ہم معنی گناہوں کے حوالے سے بعد کی روایات صریح ہیں اور انہیں کبائر میں شمار کرنا واضح بات ہے، بعض حضرات نے مخاصمت میں بدزبانی کو کبیرہ گناہ قرار دیا ہے اور مراء اور جدال کو مطلقاً کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، لیکن یہ محل نظر ہے اسی لیے میں نے ''قابل مذمت'' کی قید لگائی ہے، اسے کبائر میں شمار کرنے کی تائید امام نووی رحمہ اللہ کی اس عبارت سے بھی ہوتی ہے، جس میں انہوں نے کسی کا قول نقل کیا ہے کہ میں نے کوئی ایسی چیز نہیں دیکھی جو دین کو برباد کر دے، مروت کو کم کر دے، لذت کو ضائع کر دے اور دل کو مشغول کر دے سوائے جھگڑے کے، اذکار نووی میں ہے کہ اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اپنے حقوق حاصل کرنے کے لیے بعض اوقات انسان کے لیے جھگڑنا ضروری اور ناگزیر ہو جاتا ہے؟ تو اس کا جواب وہی ہے جو امام غزالی رحمہ اللہ نے دیا ہے کہ مذمت اس جھگڑے کی ہو رہی ہے جو باطل پر ہو یا لاعلمی پر مبنی ہو جیسے قاضی کا وکیل کہ وہ یہ دیکھے بغیر ہی کہ حق کس جانب ہے؟ قاضی کا وکیل بن جاتا ہے اور اس مذمت میں وہ شخص بھی شامل ہے جو مطالبہ تو حق ہی کے لیے کر رہا ہے لیکن حق تک محدود نہ رہے بلکہ فریق مخالف کو ایذاء پہنچانے کے لیے یا اس پر غالب آنے کے لیے اس میں غلط بیانی اور جھوٹ سے بھی کام لے، نیز اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جسے جھگڑا کرنے پر صرف عناد اور دشمنی نے آمادہ کیا ہو تا کہ وہ اس پر غالب آ جائے اور اس کی کمر توڑ دے، نیز

---

❶ البقرة: ٢٠٤ـ ٢٠٦.
❷ ترمذی، البر: ٥٨.
❷ صحیح بخاری، الاحکام: ٣٤.
❹ اتحاف السادة المتقین: ٧/ ٤٧٤.
❺ الزخرف: ٥٨.

اس میں وہ شخص بھی شامل ہے جو اس جھگڑے میں ایسے الفاظ بھی شامل کردے جن کی کوئی ضرورت نہ ہو لیکن فریق مخالف کے لیے وہ ایذاء رسانی کا سبب بنتے ہوں یہ سب صورتیں مذموم ہیں۔

بخلاف اس مظلوم آدمی کے جو اپنی دلیل شریعت کی روشنی میں مضبوطی کے ساتھ بیان کردے اور مذکورہ نقائص اس میں شامل نہ کرے تو اس کا یہ فعل مذموم ہے اور نہ ہی حرام، لیکن پھر بھی جہاں تک ممکن ہو، اسے ترک کردینا ہی زیادہ بہتر ہے، کیونکہ جھگڑے کے دوران انسان کو اپنی زبان پر اتنا قابو ہو کہ وہ حد اعتدال سے باہر نہ نکلے، ناممکن ہے کیونکہ جھگڑا سینوں کو بھڑکاتا ہے اور جوش کو ابھارتا ہے جس کے نتیجے میں کینہ پیدا ہوتا ہے، پھر ان دونوں میں سے ہر ایک دوسرے کی پریشانی سے خوش اور اس کی خوشی سے غمگین ہو جاتا ہے، اور اس کی عزت وآبرو کے حوالے سے زبان درازی کرتا ہے، اور اس کی کم از کم آفت یہ ہوتی ہے کہ انسان کا دل اتنا مشغول ہو جاتا ہے کہ بسا اوقات وہ نماز پڑھ رہا ہوتا ہے اور اس کا دل اسی جھگڑے اور حجت بازی میں مشغول ہوتا ہے، معلوم ہوا کہ خصومت، مراء اور جدال شر کا مبداء ہیں، اس لیے مناسب یہی ہے کہ انسان اپنے اوپر جھگڑے کا دروازہ نہ کھولے، البتہ اگر مجبوری ہو تو اپنی زبان اور دل کو جھگڑے کی آفات سے محفوظ رکھے، بعض متاخرین فرماتے ہیں کہ قاضی کے وکلاء کی گواہی قبول نہ کرنا عجیب وغریب مسئلہ ہے، لیکن آج کل کے اکثر وکلاء کو دیکھا جائے تو اس میں کوئی تعجب نہیں رہتا کیونکہ ان کی وکالتوں میں بڑی قباحتیں بلکہ کبیرہ اور فحش گناہ پائے جاتے ہیں۔

امام غزالی رحمہ اللہ مذکورہ تینوں الفاظ کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ مراء کا معنی ہے کلام میں کوئی خرابی ہونے کی وجہ سے متکلم کو طعنہ دینا جس کا اس کے علاوہ کوئی اور مقصد نہ ہو کہ متکلم کی تحقیر کی جائے اور اپنا بلند درجہ اس کے سامنے پیش کیا جائے، جدال سے مراد وہ جھگڑا ہے جس کا تعلق مختلف مذاہب کے اظہار وتقریر سے ہو، اور خصومت سے مراد وہ جھگڑا ہے جو مال وغیرہ حاصل کرنے کے لیے زبانی طور پر کیا جائے، یہ کبھی ابتداء ہوتا ہے اور کبھی اعتراضا اور مراء ہمیشہ اعتراضاً ہوتا ہے اور رہا جدال تو امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ وہ کبھی برحق ہوتا ہے مثلاً حق سے واقف ہونے، اس کے اظہار اور تقریر کے لیے، اور کبھی باطل ہوتا ہے مثلاً لاعلمی کی بناء پر ہو، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اہل کتاب کے ساتھ صرف اس طریقے سے ''مجادلہ'' کرو جو عمدہ ہو۔'' [1] اسی طرح ارشاد ہے ''آیات قرآنی میں وہی لوگ مجادلہ کرتے ہیں جو کافر ہوں۔'' [2]

فائدہ

شیخین نے صاحب ''العدۃ'' سے نقل کیا ہے کہ کثرت سے جھگڑنا صغیرہ گناہوں میں سے ہے، گو کہ انسان حق پر ہی ہو۔ اذرعی کہتے ہیں کہ شیخین ان کی بات سے یہ سمجھے کہ صغائر سے مراد وہ گناہ ہیں جن کا مرتکب گنہگار رہتا ہے جیسا کہ ذہن میں فوری طور پر یہی معنی آتا ہے، اور اصطلاح فقہاء میں یہی مشہور بھی ہے، لیکن یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ معنی مراد نہ ہو، بلکہ اس سے مراد وہ گناہ ہو جس سے انسان کی گواہی مردود ہو جاتی ہو گو کہ وہ اس سے گنہگار نہ ہو، اس کی تائید عنقریب آئے گی اس لیے کہ حق پر

[1] العنکبوت: ٤٦. [2] غافر: ٤.

ہونے کے باوجود کسی آدمی کو گنہگار قرار دینا بعید از قیاس ہے، زیادہ سے زیادہ اتنا ہی کہا جا سکتا ہے کہ اکثر جھگڑوں میں گناہ ہوتا ہے، ایسی ہی بات اذرعی کے شاگرد نے ''الخادم'' میں کہی ہے کہ بظاہر گناہ سے عام معنی مراد ہے...... اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ پھر صغیرہ کا اطلاق اس چیز پر کرنا جس میں کوئی گناہ نہ ہو، یہ تو اصطلاح سے خارج ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ اس کا حکم صغیرہ گناہ جیسا ہے کہ اگر وہ اس پر اصرار کرے تو اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی۔
امام رافعی رحمہ اللہ نے مروت پر کلام کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص سنن موکدہ اور رکوع وسجود کی تسبیحات چھوڑنے کو عادت بنا لے تو اس کی گواہی مردود ہوگی کیونکہ اس نے سنت کو معمولی سمجھا، یہ قول اس بات کی تصریح کرتا ہے کہ خلاف مسنون کا ہمیشہ ارتکاب کرنا انسان کی گواہی کو مسترد کر دیتا ہے حالانکہ اس میں گناہ نہیں ہے، اسی طرح حلیمی نے مطلقاً یہ کہہ دیا ہے کہ سائل کو خالی ہاتھ لوٹا دینا صغیرہ گناہ ہے، اور احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ بعض اوقات ایک جائز کام بھی مواظبت کی وجہ سے صغیرہ گناہ بن جاتا ہے جیسے شطرنج کھیلنا، تو انہوں نے صغیرہ کا لفظ اس چیز پر بولا ہے جو حرام نہ ہو۔
اس سے یہ بات بھی واضح ہوگئی کہ امام رافعی رحمہ اللہ نے خصومات کے مسئلے میں جو بحث کی ہے اور امام نووی رحمہ اللہ نے جس کی تصویب کی ہے، حقیقت وہ نہیں ہے جو انہوں نے کہی ہے اور یہ کہ صاحب ''العدۃ'' کا کلام اس سے میل نہیں کھاتا، کیونکہ انہوں نے اسے معصیت نہیں کہا ہے جیسا کہ سنتوں کو چھوڑ دینے والا عاصی نہیں ہوتا، البتہ تہاون کی وجہ سے اس کی گواہی مسترد کر دی جاتی ہے۔

تقسیم کا بیان

۴۳۵، ۴۳۶۔ تقسیم کنندہ کا تقسیم میں اور قیمت لگانے والے کا قیمت لگانے میں ظلم کرنا

طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ایک گھر کے دروازے پر آ کر کھڑے ہوئے جس میں کچھ قریشی لوگ بیٹھے ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے دروازے کے دونوں کواڑ پکڑ کر فرمایا کہ کیا اس گھر میں قریشی لوگوں کے علاوہ بھی کوئی ہے؟ انہوں نے عرض کیا نہیں، البتہ ہمارا ایک بھانجا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کسی قوم کا بھانجا ان ہی میں شمار ہوتا ہے، پھر فرمایا یہ معاملہ (خلافت کا) اس وقت تک قریش ہی میں رہے گا کہ جب ان سے رحم مانگا جائے تو وہ رحم کریں، جب فیصلہ کریں تو انصاف سے کام لیں، جب تقسیم کریں تو عدل کریں، اور جو شخص ایسا نہ کرے، اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہو۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح تو میری نظروں سے نہیں گزری، البتہ پہلے گناہ کے متعلق تو یہ حدیث نص صریح ہے اور دوسرا گناہ اسی پر قیاس کر کے ثابت ہو جاتا ہے بلکہ یہ حدیث اس پر بھی صادق آتی ہے کیونکہ تقسیم میں ظلم کرنے پر جس لعنت کی دھمکی دی گئی ہے، وہ ہر قسم کی تقسیم کو شامل ہے۔

گواہی کا بیان

۴۳۷-۴۳۸۔ جھوٹی گواہی دینا اور اسے قبول کر لینا

شیخین نے حضرت ابو بکرہ رضی اللہ عنہ ''جن کا نام نفیع بن حارث تھا'' سے روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے تین مرتبہ فرمایا کیا میں تمہیں اکبر الکبائر کے متعلق نہ بتاؤں؟ اللہ کے ساتھ کسی کو شریک ٹھہرانا، والدین کی نافرمانی کرنا، نبی علیہ السلام ٹیک لگائے ہوئے تھے، اب سیدھے بیٹھ کر فرمانے لگے آگاہ ہو جاؤ، جھوٹی بات اور جھوٹی گواہی، یہ جملہ نبی علیہ السلام بار بار دہرانے لگے، یہاں تک کہ ہم کہنے لگے کاش! نبی علیہ السلام خاموش ہو جائیں۔'' ❶ امام ابو داؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فجر کی نماز پڑھائی، نماز سے فارغ ہو کر نبی علیہ السلام کھڑے ہوئے اور فرمایا جھوٹی گواہی کو اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرانے کے برابر قرار دے دیا گیا ہے، تین مرتبہ یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''بتوں کی گندگی سے بچو اور جھوٹی بات سے بچو، اللہ کے لیے یکسو ہو جاؤ اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ۔'' ❷ طبرانی اور احمد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کے خلاف ایسی گواہی دے جس کا وہ مستحق نہیں ہے، اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنا لے۔ ❸ امام ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جھوٹی گواہی دینے والے کے قدم اپنی جگہ سے ہل نہیں سکیں گے حتی کہ اللہ تعالیٰ اس کے لیے جہنم کو ثابت کر دے، طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پرندہ اپنی چونچ کو حرکت دیتا ہے اور اپنی دم کو ہلاتا رہتا ہے اور اس کا سبب قیامت کے دن کی ہولناکی ہوتا ہے، اور جب بھی کوئی جھوٹا گواہ بات کرتا ہے اس کے قدم زمین سے جدا نہ ہونے پائیں گے یہاں تک کہ اسے آگ میں پھینک دیا جائے گا، طبرانی ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جس شخص کو گواہی کے لیے بلایا جائے اور وہ گواہی کو چھپائے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے جھوٹی گواہی دی۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں میں سے پہلے گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی علماء نے تصریح کی ہے اور دوسرے کو اسی پر قیاس کیا جا سکتا ہے، اور جھوٹی گواہی کی تعریف یہ ہے کہ انسان ایسی چیز کی گواہی دے جو ثابت نہ ہو، عز بن عبد السلام کہتے ہیں کہ اگر یہ جھوٹی گواہی مال کی ایک بڑی مقدار سے متعلق ہو تو اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے اور اگر معمولی مقدار سے ہو تو باعث اشکال ہے جیسے ایک کھجور یا کشمش وغیرہ، اس صورت میں اسے کبائر میں شمار کرنا اس اعتبار سے صحیح ہوگا کہ ان مفاسد سے روکا جا سکے، جیسا کہ شراب کا ایک قطرہ پینا بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا گیا ہے، اگرچہ وہاں کوئی خرابی نہ پائی جاتی ہو، اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس مال کی مقدار کا تعین چوری کے نصاب سے کیا جائے، وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ یتیم کا مال کھانے کا بھی یہی حکم ہے،

---

❶ تخریج گزر چکی ہے۔ ❷ الحج: ۳۰-۳۱

❸ تخریج گزر چکی ہے۔

صاحب الخادم کہتے ہیں کہ دوسری بات کا ثبوت ہروی کے اس قول سے ملتا ہے کہ انہوں نے غصب شدہ چیز کی مقدار چوتھائی دینار کے برابر ہونے کو کبیرہ قرار دینے کے لیے شرط ٹھہرایا ہے لیکن خود ابن عبدالسلام کے حوالے سے ہی یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ انہوں نے ایک دانے کے غصب اور چوری کرنے کو بھی بالاجماع کبیرہ گناہ قرار دیا ہے، اس سے تو پہلی بات کی تائید ہوتی ہے یعنی مال کے تھوڑا یا زیادہ ہونے سے جھوٹی گواہی کے کبیرہ ہونے پر کوئی فرق نہیں پڑتا تاکہ ان مفاسد اور خرابیوں کا راستہ روکا جا سکے، اسی وجہ سے جھوٹی گواہی کو شرک کے برابر قرار دیا گیا ہے اور اسے بار بار ذکر کرکے نبی علیہ السلام نے اپنے جس غصے اور ناراضگی کا اظہار فرمایا ہے، وہ اس سے کہیں زیادہ بڑے گناہوں مثلاً قتل اور زنا میں بھی نہیں ملتا، اس سے بھی اس کی اہمیت نمایاں ہوتی ہے، اور اسی وجہ سے بعض احادیث میں اسے بھی اکبرالکبائر میں شمار کیا گیا ہے۔

شیخ عزالدین یہ بھی کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص جھوٹی گواہی دیتا ہے تو اس سے تین گناہ سرزد ہوتے ہیں معصیت کا گناہ، ظالم کی مدد کا گناہ اور مظلوم کو بے یارومددگار چھوڑنے اور رسوا کرنے کا گناہ اور اگر سچا ہو تب بھی معصیت کا گناہ تو اس سے صادر ہوتا ہی ہے کیونکہ وہ ظالم کی ذمہ داری ختم ہونے اور مظلوم کو اس کا حق نہ ملنے کا سبب بنتا ہے، وہ مزید کہتے ہیں کہ جو شخص حق پر گواہی دے، اگر وہ اس میں سچا ہو تو اسے اس کے ارادے، طاعت، مستحق تک حق پہنچانے اور ظالم کو ظلم سے باز رکھنے کا ثواب ملتا ہے اور اگر وہ جھوٹا ہو تو اسے صرف ارادے کا ثواب ملے گا، گواہی کا ثواب نہ ملے گا کیونکہ اس کی گواہی فریقین کے حق میں نقصان دہ ہے۔

۴۳۹۔ بلا عذر گواہی چھپانا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''جو شخص گواہی چھپاتا ہے، اس کا دل گنہگار رہتا ہے۔'' [1] اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس شخص کو گواہی کے لیے بلایا جائے اور وہ گواہی کو چھپائے تو یہ ایسے ہی ہے جیسے اس نے جھوٹی گواہی دی۔

تنبیہ

متعدد علماء نے اس گناہ کو کبائر میں شمار کرنے کی تصریح کی ہے، البتہ جلال بلقینی نے اس میں یہ قید لگائی ہے کہ ''جب اسے گواہی دینے کے لیے بلایا جائے'' کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''گواہ گواہی دینے سے انکار نہ کریں جب انہیں بلایا جائے'' [2] باقی جس شخص کے پاس کسی آدمی کے حق میں گواہی ہو لیکن اسے معلوم نہ ہو یا وہ کسی ایسے موقع پر موجود ہو جہاں دعویٰ کی ضرورت نہیں بلکہ رضاء الٰہی کے لیے بھی کافی ہے اور پھر بھی وہ گواہی نہ دے اور صاحب حق کو اس سے آگاہ نہ کرے کہ وہ دعویٰ ہی کر سکے تو آیا اسے گواہی چھپانا کہا جا سکتا ہے، تو یہ محل نظر ہے۔ شیخین کا کلام اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ یہ قید نامناسب نہیں ہے، لیکن یہ محل نظر ہے جیسا کہ بعض حضرات نے کہا ہے اور آیت مذکورہ اس قید پر دلالت نہیں کرتی لہٰذا واضح بات یہی ہے کہ ان دونوں میں کوئی فرق نہیں ہے کہ اسے گواہی کے لیے بلایا جائے یا نہ بلایا جائے۔

---

[1] البقرة: ۲۸۳.
[2] البقرة: ۲۸۲.

۴۴۰۔ جھوٹ، جس میں حد شرعی یا ضرر ہو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''آگاہ رہو کہ ظالموں پر اللہ کی لعنت ہے۔'' ❶ امام ابوداؤد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اپنے اوپر سچ بولنے کو لازم کرلو کیونکہ سچ بولنا نیکی کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور نیکی جنت کا راستہ دکھاتی ہے، اور انسان ہمیشہ سچ بولتا اور سچ کی جستجو میں رہتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں اسے ''صدیق'' لکھ دیا جاتا ہے، اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاؤ، کیونکہ جھوٹ بولنا گناہ کی جانب رہنمائی کرتا ہے اور گناہ جہنم کا راستہ دکھاتا ہے اور انسان ہمیشہ جھوٹ بولتا اور جھوٹ کی جستجو میں رہتا ہے حتیٰ کہ اسے اللہ تعالیٰ کے یہاں ''کذاب'' لکھ دیا جاتا ہے۔ ❷ امام ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے اوپر سچ کو لازم کرلو، کیونکہ سچ نیکی کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں جنت میں ہوں گی اور جھوٹ سے اپنے آپ کو بچاؤ کیونکہ جھوٹ گناہ کے ساتھ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں جہنم میں ہوں گی، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! جنت کے اعمال کون سے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب بندہ سچ بولتا ہے تو نیکی کرتا ہے اور جب نیکی کرتا ہے تو ایمان پاتا ہے، اور جب اسے ایمان ملتا ہے تو وہ جنت میں داخل ہو جاتا ہے، اس نے پوچھا: یارسول اللہ ﷺ! جہنم کے اعمال کون سے ہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جھوٹ، جب انسان جھوٹ بولتا ہے تو گناہ کرتا ہے اور جب گناہ کرتا ہے تو کفر کرتا ہے اور جب کفر کرتا ہے تو جہنم میں داخل ہو جاتا ہے۔ ❸ امام بخاری رحمہ اللہ نے شب معراج کی روایت میں نقل کیا ہے کہ آپ نے جس آدمی کو دیکھا تھا کہ اس کے کلے چیرے جا رہے تھے، یہ وہ کذاب آدمی ہے جو جھوٹ بولتا تھا، اس کی جھوٹی بات آگے نقل ہوتی تھی اور پوری دنیا میں مشہور ہو جاتی تھی، اب اس کے ساتھ قیامت تک یہی سلوک ہوتا رہے گا۔ ❹

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ منافق کی تین نشانیاں ہیں، وہ جب بات کرتا ہے تو جھوٹ بولتا ہے، جب وعدہ کرتا ہے تو وعدہ خلافی کرتا ہے اور جب معاہدہ کرتا ہے تو عہد شکنی کرتا ہے، مسلم کی روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ اگرچہ وہ نماز روزہ کرتا ہو اور اپنے آپ کو مسلمان سمجھتا ہو، یہ روایت بھی پیچھے گزر چکی ہے جس میں منافقین کی چار نشانیاں بیان کی گئی ہیں، جب اس کے پاس امانت رکھوائی جائے تو خیانت کرے، جب بات کرے تو جھوٹ بولے، جب معاہدہ کرے تو عہد شکنی کرے اور جب جھگڑا کرے تو گالی گلوچ کرے، امام احمد اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک جھگڑے اور مذاق میں بھی جھوٹ بولنا نہ چھوڑ دے اگرچہ وہ سچا ہی ہو۔ ❺ یہ مضمون ابو یعلی نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان کی ہر خصلت پر مہر لگ سکتی ہے لیکن خیانت اور جھوٹ پر نہیں۔ ❻ طبرانی، بیہقی اور ابو یعلی نے یہ روایت اس طرح نقل کی ہے کہ مومن میں ہر خصلت ہو سکتی ہے سوائے خیانت اور جھوٹ کے، اس کی وضاحت

---

❶ ھود: ۱۸۔
❷ ابوداود، الادب: ۸۰۔ ترمذی البر: ۴٦.
❸ مسند احمد: ۲/ ۱۷٦.
❹ صحیح بخاری، الجنائز: ۹۳.
❺ مسند أحمد: ۲/ ۳۵۲.
❻ مسند احمد: ۵/ ۲۵۲.

امام مالک کی اس روایت سے ہوتی ہے کہ ایک آدمی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا مومن بزدل ہو سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! سائل نے پوچھا کیا مومن بخیل بھی ہو سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں، سائل نے پوچھا کیا مومن جھوٹا ہو سکتا ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں۔ ❶ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک ہی آدمی کے دل میں ایمان اور کفر جمع نہیں ہو سکتے، اسی طرح صدق اور کذب بھی ایک ہی آدمی کے دل میں جمع نہیں ہو سکتے، اسی طرح امانت اور خیانت بھی جمع نہیں ہو سکتے۔ ❷ امام احمد اور ابوداؤد نے یہ روایت نقل کی ہے کہ یہ بہت بڑی خیانت ہے کہ تم اپنے بھائی سے کوئی بات بیان کرو، وہ تمہیں سچا سمجھ رہا ہو حالانکہ تم اس سے جھوٹ بول رہے ہو۔ ❸

امام ابو یعلی، طبرانی، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ آگاہ رہو، جھوٹ بولنا چہرے کو سیاہ کر دیتا ہے اور چغل خوری عذاب قبر کا سبب ہے، اصبہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ والدین کے ساتھ حسن سلوک عمر میں اضافہ کرتا ہے، جھوٹ رزق کم کرتا ہے اور دعا تقدیر کو پلٹ دیتی ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کوئی شخص جھوٹ بولتا ہے تو اس کے جھوٹ کی بدبو سے فرشتہ ایک میل دور چلا جاتا ہے۔ ❹ امام احمد اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی علیہ السلام کو جھوٹ سے زیادہ کسی عادت سے نفرت نہ تھی، نبی علیہ السلام کو جب کسی آدمی کے متعلق معلوم ہوتا کہ وہ جھوٹ بولتا ہے تو یہ بات نبی علیہ السلام کے دل سے اس وقت تک نہیں نکلتی تھی جب تک انہیں یہ معلوم نہ ہو جاتا تھا کہ اس شخص نے توبہ کر لی ہے۔ ❺ یہ مضمون ابن حبان نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد، ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ میں نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اگر ہم میں سے کوئی آدمی کسی چیز کے متعلق کہتا ہے کہ مجھے اس کی خواہش نہیں ہے، حالانکہ اسے اس کی خواہش ہوتی ہے، کیا اسے بھی جھوٹ میں شمار کیا جائے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جھوٹ کو جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے اور چھوٹے جھوٹ کو چھوٹا جھوٹ ہی لکھا جاتا ہے۔ ❻ امام احمد اور ابن ابی الدنیا نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص کسی بچے سے کہے ادھر آؤ، میں تمہیں کچھ دوں گا اور پھر اسے کچھ نہ دے تو یہ بھی جھوٹ ہے۔ ❼

امام ابوداؤد اور بیہقی نے حضرت عبداللہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میری والدہ نے مجھے آواز دے کر بلایا، اس وقت نبی علیہ السلام ہمارے گھر میں تشریف فرما تھے، والدہ نے مجھ سے کہا ادھر آؤ، میں تمہیں کچھ دوں گی، نبی علیہ السلام نے ان سے پوچھا کہ تم اسے کیا دینا چاہتی ہو؟ انہوں نے کہا کہ میں اسے ایک کھجور دوں گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تم اسے کچھ نہ

---

❶ موطا، الکلام: ۱۹.
❷ مسند احمد: ۲/ ۳۴۹.
❸ مسند احمد: ۴/ ۱۸۳.
❹ ترمذی البر: ۴۶.
❺ ترمذی البر: ۴۶ _ مسند احمد: ۶/ ۱۵۲.
❻ مسند احمد: ۶/ ۴۳۸.
❼ مسند احمد: ۲/ ۴۵۲.

دیتیں تو تم پر ایک جھوٹ لکھ دیا جاتا۔ ❶ امام ابوداؤد، ترمذی، نسائی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہلاکت ہے اس شخص کے لیے جو کسی قوم کو ہنسانے کے لیے بات کرتا ہے اور جھوٹ بولتا ہے، اس کے لیے ہلاکت ہے اور اس کے لیے ہلاکت ہے۔ ❷

تنبیہ

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح متعدد علماء نے کی ہے، بعض حضرات نے اس میں ''نقصان کے ساتھ'' کی قید لگائی ہے اور کہا ہے کہ یہ مطلقاً کبیرہ گناہ نہیں ہے، بلکہ بعض اوقات یہ گناہ کبیرہ ہوتا ہے جیسے انبیاء کرام علیہم السلام پر جھوٹ بولنا اور بعض اوقات نہیں ہوتا، لیکن ان کی یہ رائے محل نظر ہے، صحیح بات یہ ہے کہ جہاں اس کا نقصان زیادہ ہو جو عام طور پر قابل برداشت نہ سمجھا جاتا ہو تو وہ گناہ کبیرہ ہوگا بلکہ رویانی نے تو ''البحر'' میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ کذب گناہ کبیرہ ہے، چاہے اس سے کوئی نقصان نہ ہو، کیونکہ جھوٹ بہر صورت حرام ہے اور احادیث مذکورہ سے بھی ان کی اس بات کی تائید و موافقت ہوتی ہے، غالباً علماء نے اس سے اعراض اس لیے کیا ہے کہ لوگوں کی اکثریت ہی اس میں مبتلا ہو چکی ہے اور یہ غیبت کی طرح ہو چکا ہے جیسا کہ قبل ازیں گزر چکا ہے، اذرعی کہتے ہیں کہ بعض اوقات ایک مرتبہ کا جھوٹ بھی گناہ کبیرہ بن جاتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ کتاب الام میں فرماتے ہیں کہ ہر وہ شخص جو علی الاعلان جھوٹ بولتا ہو، اور لوگوں پر اس کا جھوٹا ہونا مخفی نہ ہو، اس کی گواہی قبول نہیں کی جائے گی، پھر اہل سنت والجماعت کے نزدیک کذب کی تعریف ہے کسی چیز کے متعلق خلاف واقعہ خبر دینا خواہ مخبر کو اس کا علم ہو اور وہ قصداً اس طرح خبر دے رہا ہو یا اسے اس کا علم نہ ہو، اس کا مطلب یہ ہے کہ علم ہونا اور ارادہ بھی ہونا گناہ کے لیے دو شرطیں ہیں، جبکہ معتزلہ نے صرف علم ہونے کی قید لگائی ہے، اب اہل سنت والجماعت کے مذہب کے مطابق جو آدمی کسی خلاف واقعہ بات کی خبر دے اور وہ اسے اسی طرح سمجھتا بھی ہو تو وہ جھوٹا ہے لیکن گنہگار نہیں، گویا اس کے صغیرہ اور کبیرہ ہونے کو علم کے ساتھ مقید کیا جائے گا، اور اس صورت میں تھوڑے اور زیادہ کے درمیان کوئی فرق نہیں ہوگا جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے ''الرسالہ'' میں تصریح فرمائی ہے، لیکن ایک مرتبہ کا جھوٹ بولنا جو حد اور ضرر سے خالی ہو، فسق کو ثابت نہیں کرتا، اسی وجہ سے اگر دو آدمی کسی معاملے میں جھگڑا کریں، پھر وہ کسی حادثے کے متعلق گواہی دیں تو ان کی گواہی قبول کر لی جائے گی، اگرچہ ان دونوں میں سے کوئی ایک اس جھگڑے میں جھوٹا ہو۔

یہ بات بھی معلوم کر لیجیے کہ بعض اوقات جھوٹ بولنا مباح اور بعض اوقات واجب ہوتا ہے اور احیاء العلوم کے مطابق اس میں ضابطہ یہ ہے کہ ہر وہ نیک مقصد جسے جھوٹ اور سچ دونوں کے ذریعے حاصل کیا جا سکتا ہو، اس میں جھوٹ بولنا حرام ہے، اور اگر صرف جھوٹ کے ذریعے ہی اس کا حصول ممکن ہو اور اس چیز کو حاصل کرنا مباح ہو تو جھوٹ بولنا بھی مباح ہوگا اور اگر اس کا حصول واجب ہو تو جھوٹ بولنا بھی واجب ہوگا، جیسے ایک آدمی کسی معصوم الدم آدمی کو کہیں چھپتے ہوئے دیکھے جو کسی ظالم سے بچ رہا ہو، وہ ظالم اسے قتل کرنا چاہتا ہو یا ایذاء پہنچانا چاہتا ہو تو اس صورت میں جھوٹ بولنا واجب ہے کیونکہ کسی معصوم

---

❶ مسند احمد: ٣/ ٤٤٧.
❷ مسند احمد: ٥/ ٥.

آدمی کی جان بچانا واجب ہے، اسی طرح اگر کوئی ظالم اس سے امانت کے متعلق باز پرس کرتا ہے اور وہ اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے تو بھی انکار کرنا واجب ہے، بلکہ اگر وہ اس سے قسم اٹھانے کا مطالبہ کرے تو وہ قسم بھی کھالے لیکن اس میں ذومعنی الفاظ اختیار کرلے ورنہ وہ حانث ہو جائے گا، اور اس پر کفارہ قسم لازم ہوگا، اسی طرح دولڑے ہوئے انسانوں کے درمیان صلح کرانے اور ظلم کا شکار آدمی کا دل مائل کرنے کے لیے جھوٹ بولنا جائز ہے اور اگر بادشاہ کسی آدمی سے اس بے حیائی کی تفتیش کرے جو کسی نے خفیہ طور پر کی ہو مثلاً زنا اور شراب نوشی وغیرہ، تو اسے جھوٹ بولنے کی اجازت ہے اور وہ یوں کہہ دے کہ میں نے یہ کام نہیں کیا۔

امام غزالی رحمہ اللہ مزید فرماتے ہیں کہ کذب کے مفاسد اور سچ بولنے کی صورت میں مرتب ہونے والے مفاسد کا آپس میں تقابل کرنا چاہیے، اگر صدق کے مفاسد زیادہ ہوں تو اسے جھوٹ بولنے کی اجازت ہے اور اگر اس کا عکس ہو یا معاملہ مشکوک ہو تو جھوٹ بولنا حرام ہے، پھر اگر اس کا تعلق خود اس کی اپنی ذات سے ہو تو زیادہ بہتر یہی ہے کہ جھوٹ نہ بولے اور اگر اس کا تعلق کسی دوسرے کے ساتھ ہو تو دوسرے کے حقوق میں چشم پوشی کرنا جائز نہیں ہے، احتیاط اس میں ہے کہ جہاں جھوٹ بولنا مباح ہو، وہاں بھی اسے ترک کردے، اور حرام جھوٹ میں وہ صورت شامل نہیں ہے جس میں لوگوں کو مبالغہ آرائی کی عادت ہوتی ہے جیسے لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میں تمہارے پاس صبح سے اب تک ایک ہزار مرتبہ آچکا ہوں، کیونکہ اس جملے کا مقصد مبالغہ ہوتا ہے، عدد نہیں، ہاں! اگر وہ صرف ایک ہی مرتبہ آیا تھا اور پھر یہ جملہ کہتا ہے تو وہ جھوٹا ہے، مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ امام غزالی رحمہ اللہ نے مبالغہ آرائی سے متعلق جو بات کہی ہے اس پر یہ صحیح حدیث دلالت کرتی ہے کہ ''جہاں تک ابوجہم کا تعلق ہے تو وہ اپنے کندھے سے لاٹھی اتارتا ہی نہیں ہے'' حالانکہ ہر آدمی جانتا ہے کہ اکثر اوقات اس کی لاٹھی اس کے کندھے پر نہیں ہوتی ہوگی، البتہ امانت کے مسئلے میں انہوں نے قسم اٹھانے کے وجوب کا جو مسئلہ بیان کیا ہے، وہ ضعیف ہے، صحیح تر قول یہ ہے کہ اس صورت میں قسم اٹھانا واجب نہیں ہے اور مباح کے مسئلے میں انہوں نے جو بات کہی ہے، اس کی تائید حدیث میں وارد ہونے والے استثناء سے بھی ہوتی ہے کہ دو آدمیوں کے رمیان یا میاں بیوی کے درمیان صلح کرانا یا میدان جنگ میں فریقین کے درمیان صلح کرانا، اور وہ اس طرح کہ اپنے کلام میں ذومعنی الفاظ استعمال کر کے اس کا مشہور معنی مراد نہ لے۔

ان استثنائی صورتوں میں اشعار میں جھوٹ بولنا بھی شامل ہے جبکہ اسے مبالغہ پر محمول کرنا ممکن نہ ہو تو اسے گواہی مسترد ہونے کے معاملے میں جھوٹ میں شمار نہیں کیا جائے گا، چنانچہ قفال کہتے ہیں کہ جھوٹ بولنا ہر حال میں حرام ہے الا یہ کہ وہ مبالغہ میں شعراء اور کُتّاب کی طرح ہو، جیسے کوئی آدمی کسی سے یوں کہے کہ میں تو دن رات بس آپ ہی کے لیے دعا کرتا رہتا ہوں اور کسی مجلس میں آپ کا شکریہ ادا کرنے سے نہیں چوکتا، کیونکہ شاعر کا مقصد سچ بولنا نہیں ہوتا، وہ تو محض اپنے فن کا مظاہرہ کر رہا ہوتا ہے، اسی بناء پر قلیل اور کثیر میں کوئی فرق نہیں ہے، دیگر علماء نے اس قول کی تحسین کی ہے، اشعار کے بیان میں اس کے حوالے سے مزید کچھ تفصیلات آئیں گی۔ ان شاء اللہ

صاحب ''الخادم'' کہتے ہیں کہ جن مواقع پر جھوٹ بولنے کی اجازت ہے، آیا وہاں پر توریہ کرنا یعنی ذومعنی لفظ بولنا شرط ہے یا مطلقاً کذب جائز ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال موجود ہیں، جبکہ کسی آدمی کو اس بات پر مجبور کیا جائے کہ اپنی بیوی کو

طلاق دے دے، اور وہ توریہ کرنے پر قادر ہو، آیا اس کی نیت کرنا شرط ہے یا نہیں؟ اصح قول یہی ہے کہ شرط نہیں ہے، لیکن دوسرا احتمال بھی ممکن ہے کیونکہ اس کا مرجع صرف نیت ہے اور اس کا مرجع لفظ ہے یعنی صراحۃً جھوٹ بولنا مباح ہے یا تعریض کی اجازت ہے؟ کیونکہ تعریض ایک ایسی چیز ہے جو کذب سے بچالیتی ہے، مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بظاہر علی الاطلاق اس میں ذو معنی الفاظ بولنا واجب نہیں ہے کیونکہ جو عذر جھوٹ بولنے کو جائز قرار دے دیتا ہے، وہی توریہ نہ کرنے کو بھی جائز قرار دے دیتا ہے کیونکہ اس میں حرج ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی اس کی ان الفاظ میں تصریح کی ہے کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ انسان توریہ کرے یعنی ایک ایسا لفظ بولے جو ایک معنی میں ظاہر ہو اور وہ دوسرا معنی مراد لے اور اس معنی کو بھی وہ لفظ شامل ہو، لیکن خلاف ظاہر ہو جیسا کہ امام نخعی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ اگر کسی آدمی کو آپ کی کہی ہوئی کوئی بات معلوم ہو جائے تو آپ یوں کہہ دیں کہ اللہ جانتا ہے میں نے ایسی کوئی بات نہیں کی، سننے والا اس جملے سے نفی سمجھتا ہے اور آپ کا مقصد جملہ موصولہ ہے، اگر ضرورت ہو تو ایسا کرنا جائز ہے اور اگر ضرورت نہ ہو تو مکروہ ہے، لیکن حرام نہیں الا یہ کہ اس کے ذریعے انسان کسی باطل تک رسائی حاصل کرے، یا حق کو دور کرے۔ امام شافعی رحمہ اللہ ''الرسالہ'' میں فرماتے ہیں کہ کذب کی ایک قسم کذب خفی بھی ہے اور وہ یہ کہ انسان کسی ایسے آدمی سے خبر کی بات نقل کرے جس کے سچ اور جھوٹ میں وہ امتیاز نہ کرسکتا ہو، مذکورہ کتاب کے شارح الصیرفی کہتے ہیں کہ قابل اعتماد آدمی کی خبر پر انسان کو اطمینان ہوتا ہے اس لیے وہ اسے سچا سمجھتا ہے، لیکن وہ خبر جھوٹی ہو تو انسان جھوٹ میں شریک ہو جاتا ہے، اس کی نظیر ریاکاری ہے جو کہ شرک خفی ہے۔

۴۴۱۔ شرابیوں اور دیگر فاسق لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنا

امام اذرعی رحمہ اللہ نے اس کے متعلق صاحب ''العدۃ'' کا یہ قول نقل کیا ہے کہ یہ صغیرہ گناہوں میں سے ہے، لیکن میں یہ سمجھتا ہوں کہ مطلقاً یہ قول اختیار کرنا محل نظر ہے، صحیح بات یہ ہے کہ شرابیوں اور دیگر حرام کاموں میں ملوث فاسق و فاجر لوگوں کی ہم نشینی اختیار کرنا ''باوجودیکہ اسے روکنے کی قدرت حاصل ہو یا وہ اس مجلس کو چھوڑ سکتا ہو'' کبیرہ گناہوں میں سے ہے، بالخصوص اس صورت میں جبکہ ان کے ساتھ بیٹھنے کا مقصد ان کی پیروی کرنا ہو۔

۴۴۲۔ فاسق قراء اور فقہاء کی ہم نشینی اختیار کرنا

بعض حضرات نے اسے بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور بظاہر ان کے نزدیک اس بات میں کوئی فرق نہیں ہے کہ وہ ان کے ساتھ اس وقت بیٹھے جب وہ فسق کا ارتکاب کر رہے ہوں، یا اس وقت اس سے اجتناب کر رہے ہوں، یہ بات خصوصیت کے ساتھ اس وقت قابل توجہ ہو جاتی ہے کہ یہ لوگ اپنی شکل وصورت میں اہل خیر وطاعت معلوم ہوتے ہیں، ان ظاہری صورتوں کے ساتھ جب وہ لوگ فسق باطنی میں مبتلا ہوں تو ان کی ہم نشینی میں بڑا خطرہ ہے کیونکہ ان کے ساتھ بار بار کی ہم نشینی فطری طور پر انسان کو ان کے ساتھ مانوس اور طبیعت کو ان کی طرف مائل کر دیتی ہے اور اس میں ان قراء اور فقہاء کی فسق پر مبنی عادتیں بھی شامل ہیں لہٰذا انسان بھی ان کا ارتکاب کرنے لگتا ہے اس لیے ان کی ہم نشینی میں بڑا نقصان ہے، لیکن اس سے پہلے ہم جو بات

بیان کر چکے ہیں، وہ یہ ہے کہ یہ بات ہمارے فقہی مذہب کے موافق نہیں ہے کیونکہ ہمارے فقہاء نے جب فاسق و فاجر لوگوں کے ساتھ ان کے فسق و فجور کی حالت میں بیٹھنے کو صغیرہ گناہ قرار دیا ہے تو پھر یہ بطرق اولیٰ صغیرہ ہونا چاہیے، باقی امام اذرعی کا جو قول گزرا ہے تو اس میں اور اس میں یہ فرق ہے کہ جو شخص ارتکاب فسق کے وقت موجود ہو اور اس کا ازالہ کرنے پر قدرت رکھتا ہو تو اسے اس فسق پر راضی اور معاون سمجھا جاتا ہے۔ یہ وہ قباحتیں ہیں جن کا مجموعہ اسے کبیرہ گناہ قرار دے دیتا ہے اور یہ کوئی بعید از قیاس بھی نہیں، اس طرح اذرعی کا قول بھی قابل قبول ہو جاتا ہے۔

باقی کسی فاسق قاری یا عالم وغیرہ کے ساتھ محض بیٹھنا جبکہ وہ کسی فسق کا ارتکاب بھی نہ کر رہا ہو تو اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا بعید از قیاس ہے، بلکہ اصولی طور پر تو اس کی حرمت ہی محل نظر ہے، کیونکہ اس کے ساتھ بیٹھنے کا مقصد اس کے فسق یا وصفِ فسق کی وجہ سے اس سے مانوس ہونا نہیں ہے، اس کا مقصد تو محض قرابت داری یا اپنی کسی جائز ضرورت کی تکمیل ہے، ظاہر ہے کہ اس صورت میں حرمت کا کوئی مطلب ہی نہیں بنتا، البتہ اگر اس سے مانوس ہونے کی وجہ اس کا فسق و فجور ہو تو اس کے حرام ہونے میں کوئی شبہ نہیں، امام غزالی رحمہ اللہ کی عبادت میں نے دیکھی تو انہوں نے گناہوں کی فہرست میں فجار کے ساتھ دوستی اور شرابیوں کے ساتھ شراب نوشی کے وقت ہم نشینی کو بھی شمار کیا ہے، اب پہلی بات سے اس کی تصریح ہوتی ہے کہ فجار کے ساتھ مطلقاً دوستی ہی حرام ہے گو کہ ان کے ساتھ ہم نشینی اختیار نہ کرے اور دوسری بات سے اس کی تصریح ہوتی ہے کہ صرف ہم نشینی میں کوئی گناہ نہیں ہے، اس سے اسی بات کی تائید ہوتی ہے جو میں نے ذکر کی ہے۔

۴۴۳۔ جوئے بازی خواہ مستقل طور پر ہو یا کسی مکروہ یا حرام کھیل کے ساتھ ملی ہوئی ہو

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''شراب، جوا، بت اور پانسے کے تیر ناپاک ہیں اور شیطانی عمل ہیں، سو ان سے اجتناب کرو تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ، شیطان تو چاہتا ہی یہی ہے کہ تمہارے درمیان عداوت اور بغض پیدا کر دے، شراب اور جوئے کے حوالے سے اور تمہیں اللہ کے ذکر اور نماز سے روک دے، تو کیا تم باز آؤ گے۔'' [1] اس آیت میں جوئے کا لفظ اس کی تمام اقسام کو شامل ہے، اور اس کی ممانعت اور اس کی اہمیت کا سبب یہ ہے کہ یہ اکل بالباطل میں شامل ہے جس سے اللہ نے منع فرما رکھا ہے، چنانچہ ارشاد ہے کہ ''لوگوں کے مال آپس میں باطل طریقے سے مت کھاؤ۔'' [2] نیز یہ نبی علیہ السلام کے اس فرمان میں بھی شامل ہے کہ بعض لوگ وہ ہیں جو دوسروں کے مال میں ناحق گھستے ہیں، ان کے لیے جہنم ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جو شخص اپنے کسی ساتھی سے کہتا ہے کہ آؤ، جوا کھیلیں اسے چاہیے کہ صرف اتنی بات کہنے پر صدقہ کرے۔ [3] جب صرف اتنی بات کہنے پر کفارے اور صدقے کا مطالبہ کیا جا رہا ہے، تو خود جوئے بازی کے بارے آپ خود سوچ سکتے ہیں۔

---

[1] المائدۃ: ۹۰۔۹۱.

[2] البقرۃ: ۱۸۸.

[3] صحیح بخاری، الادب: ۷۴۔ مسند احمد: ۲/ ۳۰۹.

تنبیہ

سورۂ مائدہ کی آیت سے اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح واضح طور پر ملتی ہے۔

۴۴۴۔نردشیر (بارہ ٹانی) سے کھیلنا

امام ابوداؤد، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ارشاد فرمایا جو شخص نردشیر سے کھیلے، اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص نردشیر کے ساتھ کھیلے، گویا اس نے اپنے ہاتھ خنزیر کے خون میں رنگ لیے۔ ❷ ایک روایت میں خنزیر کے گوشت اور خون کے الفاظ ہیں۔ امام احمد، ابویعلی اور بیہقی وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس شخص کی مثال جو نردشیر سے کھیلتا ہے، پھر کھڑے ہو کر نماز پڑھتا ہے، اس شخص کی سی ہے جو خنزیر کے خون اور پیپ سے وضو کرے، پھر نماز کے لیے کھڑا ہو جائے۔ ❸ مطلب یہ ہے کہ اس کی نماز قبول نہیں ہوگی جیسا کہ ایک دوسری روایت میں اس کی تصریح ہے، امام بیہقی نے یحییٰ بن ابی کثیر سے نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام کا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جو نردشیر سے کھیل رہے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا غافل دل ہیں، ہاتھ مصروف ہیں اور زبانیں بیکار باتیں کہہ رہی ہیں۔ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے آپ کو ان گوٹیوں سے بچاؤ جو نشان زدہ ہوتی ہیں اور زجر کرتی ہیں کیونکہ یہ اہل عجم کا جوا ہے۔ ❹ یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، دیلمی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب تم ان لوگوں کے پاس سے گزرو جو ان تیروں، شطرنج اور نردشیر اور اس جیسے کھیلوں سے کھیل رہے ہوں تو انہیں سلام نہ کیا کرو، اور اگر وہ تمہیں سلام کریں تو تم انہیں جواب نہ دیا کرو۔ امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے اپنی مراسیل میں یہ روایت نقل کی ہے کہ تین چیزیں ہیں جو "میسر" میں شامل ہیں، جوا، گوٹیوں سے کھیلنا اور کبوتروں پر سیٹیاں بجانا۔

تنبیہ

ان احادیث خصوصاً دوسری اور تیسری حدیث کی روشنی میں اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے کیونکہ جس چیز کے ساتھ تشبیہ دی گئی ہے وہ شدید وعید کا فائدہ دیتی ہے، اسی رائے کی تصریح "البیان" میں اکثر فقہاء کے حوالے سے نقل کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس سے کھیلنا حرام ہے، کتاب "الام" میں بھی اسی کی تصریح کی گئی ہے اور اس کی وجہ سے اس شخص کو فاسق قرار دیا جائے گا، اور اس کی گواہی رد کر دی جائے گی، ماوردی نے بھی "الحاوی" میں اسی کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس سلسلے میں صحیح قول "جو اکثر حضرات کا مذہب ہے" یہی ہے کہ نردشیر کے ساتھ کھیلنا حرام ہے اور یہ فسق اور گواہی مردود ہونے کا سبب ہے، رویانی نے اس پر کراہت کا لفظ بولا ہے لیکن اس سے مراد حرمت ہی ہے، البتہ ابواسحٰق نے نردشیر کو شطرنج کی طرح

---

❶ ابو داؤد، الادب: ٥٦۔ مسند احمد: ٤/ ٣٩٤.

❷ صحیح مسلم، الشعر: ١٠.

❸ مسند احمد: ٥/ ٣٧٠.

❹ مسند احمد: ١/ ٤٤٦.

قرار دیا ہے جس کی ہمارے کئی شافعی فقہاء نے تغلیط کی ہے، امام الحرمین نے بھی اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور فرمایا ہے کہ اس کی وجہ ترک مروت نہیں ہے بلکہ ایک شدید ممنوع کام کا ارتکاب کرنا اس کی اصل وجہ ہے۔

جبکہ امام رافعی رحمہ اللہ اور ان سے پہلے ان کے شیخ ابو محمد نے اسے صغیرہ گناہ قرار دیا ہے، اور ان کی عبارت یہ ہے کہ کیا نرد شیر کبیرہ گناہوں میں سے ہے، جس کی وجہ سے صرف ایک مرتبہ ہی یہ کھیل کھیلنے سے اس کی گواہی مردود ہو جائے گی یا صغیرہ گناہوں میں سے ہے، جن میں ''اکثار'' کی تعیین ہوتی ہے؟ اس میں دونوں رائیں ہیں، لیکن امام کا کلام پہلی رائے کو ترجیح دیتا ہے، اور زیادہ درست بات دوسری رائے ہے، اور تہذیب وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے، اسنوی نے بھی اسی پر اعتماد کیا ہے اور کہا ہے کہ صحیح رائے وہی ہے جو شیخ ابو محمد نے اختیار کی ہے، رافعی نے اس فصل کے آخر میں اسی کو ترجیح دی ہے، شرح صغیر میں بھی اسی کو راجح قرار دیا گیا ہے، تاہم بلقینی نے رافعی کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر اس تصحیح کا مورد وہ ہے جسے اکثر حضرات نے صحیح قرار دیا ہے تو محاملی نے ''التجرید'' میں اکثر فقہاء کے حوالے سے امام الحرمین کے قول کی تصحیح نقل کی ہے کہ یہ مطلقاً گناہ کبیرہ ہے، ماوردی نے بھی اس کی تصریح کرتے ہوئے اکثر حضرات کی طرف اس کی نسبت کی ہے، لہٰذا اس صورت میں امام رافعی کا یہ قول اپنی جگہ برقرار نہیں رہتا کہ تہذیب وغیرہ میں بھی یہی مذکور ہے اور اگر اس سے مراد دلیل ہے تو وہ دلیل کہاں ہے جس سے انہوں نے اپنے مدعا پر استدلال کیا ہے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ اس عبارت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس گناہ کے صغیرہ ہونے کا قول اختیار کرنا اس رائے کے برخلاف ہے جس پر اکثر حضرات متفق ہیں اور یہ ایک واضح بات ہے جیسا کہ ان کے اقوال گزر چکے ہیں، نیز یہ کہ احادیث میں بھی اس پر شدید وعید وارد ہوئی ہے اور بعض حضرات نے اس مسئلے کی تفصیل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس میں شہر کے رواج کو دیکھنا چاہیے، جس شہر میں لوگ اسے بڑا گناہ سمجھتے ہوں، وہاں ایک مرتبہ یہ کھیل کھیلنے سے بھی انسان کو مردود الشہادۃ قرار دے دیا جائے گا، ورنہ نہیں، لیکن یہ تفریق کمزور ہے جیسا کہ بلقینی نے کہا ہے اور جہاں تک اس قول کا تعلق ہے جس میں اسے صغیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، تو اس سے مراد وہ مقام ہے جہاں یہ جوئے بازی سے خالی ہو، ورنہ بلا اختلاف یہ کبیرہ گناہ ہے، جیسا کہ امام زرکشی رحمہ اللہ نے اس بات کی طرف اشارہ کیا ہے اور یہ ایک واضح بات ہے، اس تمام تفصیل سے معلوم ہوا کہ نرد شیر کے بارے علماء کی چار مختلف آراء ہیں۔

پہلی رائے یہ ہے کہ یہ مکروہ تنزیہی ہے، ابو اسحاق مروزی اور اسفرائینی کی یہی رائے ہے، یہی قول ابن خیران اور ابو الطیب کا مختار ہے، لیکن یہ بات گزر چکی ہے کہ یہ قول غلط ہے اور عقلی ونقلی ودلائل کی موجودگی میں اس کی کوئی حیثیت نہیں رہتی، باقی رہی یہ بات کہ کتاب الام میں بھی اسی کی تصریح کی گئی ہے تو اس کا بھی کوئی اعتبار نہیں کیونکہ امام شافعی رحمہ اللہ نے بے شمار مقامات پر کراہت کا لفظ بول کر مکروہ تنزیہی مراد نہیں لیا، بلکہ حرمت مراد لی ہے، اسی وجہ سے البیان میں کتاب الام سے اس کی حرمت ہی نقل کی گئی ہے، یہی قول ہمارے اکثر فقہاء کا ہے، رویانی نے بھی ''الحلیہ'' میں اکثر فقہاء سے تحریم کا قول نقل کر کے اسے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب قرار دیا ہے اور کراہت تنزیہی کا قول شرح مسلم میں امام قرطبی رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی کمزور ہو

جاتا ہے جس میں انہوں نے نردشیر سے کھیلنے پر علی الاطلاق حرمت کا اجماعی حکم نقل کیا ہے، موفق حنبلی نے بھی المغنی میں اس کی حرمت پر اجماع نقل کیا ہے، دوسری رائے یہ ہے کہ یہ کھیل حرام ہے لیکن صغیرہ گناہ ہے، امام رافعی رحمہ اللہ وغیرہ اسی کو ترجیح دیتے ہیں، تیسری رائے یہ ہے کہ حرام اور گناہ کبیرہ ہے، امام شافعی رحمہ اللہ اور اکثر فقہاء شافعیہ کی یہی رائے ہے اور حدیث میں بھی اس کی تصریح موجود ہے، اور چوتھی رائے یہ ہے کہ مختلف شہروں کے اعتبار سے اس کا حکم مختلف ہوگا، جس شہر میں اسے بہت بڑا گناہ سمجھا جاتا ہو، وہاں اس کے مرتکب کی گواہی رد کر دی جائے گی اور جہاں اسے کوئی خاص اہمیت حاصل نہ ہو، وہاں اس کے مرتکب کی گواہی مردود نہ ہوگی الا یہ کہ بکثرت اس کا ارتکاب کیا کرے۔

اسے نردشیر کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس کی نسبت فارس کے اس پہلے بادشاہ کی طرح ہے جس نے یہ کھیل ایجاد کیا تھا، المہمات میں اسی طرح مذکور ہے، قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے شرح المصابیح میں کہا ہے کہ سب سے پہلے یہ کھیل ایجاد کرنے والا'' کہا جاتا ہے کہ'' سابور بن اردشیر تھا، جو کہ ملوکِ ساسان میں سے دوسرا بادشاہ تھا، اسی مناسبت سے اسے نردشیر کہا جاتا ہے، امام ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ کھیل بارہ برجوں اور سات ستاروں پر مشتمل ہوتا ہے کیونکہ اس میں برجوں کی تعداد کے برابر خانے ہوتے ہیں اور محل کے دونوں جانب ستاروں کی تعداد کے برابر سات نقطے ہوتے ہیں اور اس سے ستاروں اور برجوں کی تدابیر معلوم کی جاتی ہیں۔

۴۴۵۔شطرنج کھیلنا

ابوبکر اثرم نے اپنی جامع میں حضرت واثلہ بن اسقع رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ روزانہ اپنی مخلوق پر تین سو ساٹھ مرتبہ نظر کرم فرماتا ہے، لیکن صاحبِ شاہ کے لیے اس میں کوئی حصہ نہیں ہوتا، صاحب شاہ کی تفسیر شطرنج کھیلنے والے سے کی گئی ہے کیونکہ وہ بھی شاہ کہتا ہے، ابوبکر آجری نے اپنی سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم ان لوگوں کے پاس سے گزرو جو ان پانسے کے تیروں، نرد، شطرنج، یا کسی بھی لہولعب میں مصروف ہوں تو انہیں سلام نہ کیا کرو، کیونکہ جب یہ لوگ اکٹھے ہوں تو ان کی مثال اس کتے کی سی ہوتی ہے جو کسی مردار پر جائے، اس میں سے کھائے اور جب پیٹ بھر جائے تو اسے چھوڑ کر جدا ہو جائے، یہ بھی مروی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا قیامت کے دن سب سے زیادہ سخت عذاب ''صاحب شاہ'' یعنی شطرنج کھیلنے والے کو ہوگا، تم اسی بات پر غور کرلو کہ وہ کہتا ہے اللہ کی قسم! میں نے مار دیا، اللہ کی قسم! مر گیا، یہ اللہ پر افتراء اور جھوٹ ہوتا ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ شطرنج اہل عجم کا جوا ہے، ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا گزر کچھ لوگوں پر ہوا جو شطرنج کھیل رہے تھے، انہوں نے ان سے فرمایا یہ کیسی مورتیاں ہیں جن پر تم اعتکاف کیے بیٹھے ہو، تم میں سے کوئی آدمی چنگاری کو پکڑ لے حتیٰ کہ وہ اس کے ہاتھ میں ہی بجھ جائے، اسے چھونے سے بہتر ہے، پھر فرمایا بخدا تمہیں اس کام کے علاوہ کسی اور مقصد کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ ہی کا قول ہے کہ شطرنج کھیلنے والا لوگوں میں سب سے زیادہ جھوٹ بولنے والا ہوتا ہے، وہ کہتا ہے کہ میں نے مار دیا، حالانکہ وہ قتل نہیں ہوتا، اور وہ کہتا ہے کہ مر گیا حالانکہ وہ نہیں مرتا۔ حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ شطرنج تو

وہی کھیلتا ہے جو گنہگار ہو، کسی نے اسحٰق بن راہویہ سے پوچھا کہ کیا آپ کو شطرنج کھیلنے میں کوئی حرج معلوم ہوتا ہے؟ انہوں نے فرمایا اس میں حرج ہی حرج ہے، سائل نے ان سے پوچھا کہ سرحدی لوگ شطرنج کھیلتے ہیں جنگ کی وجہ سے، انہوں نے فرمایا یہ عمل فجور ہے۔ محمد بن کعب قرظی سے کسی نے شطرنج کھیلنے کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اس کا کم از کم گناہ یہ ہے کہ شطرنج کھیلنے والے کو قیامت کے دن ان لوگوں کے ساتھ اٹھایا جائے گا، جو باطل پر ہوں گے، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے کسی نے شطرنج کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ وہ تو جوئے سے بھی بدترین چیز ہے، امام مالک رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کا قول منقول ہے کہ وہ نردشیر کا حصہ ہے، اور نردشیر کے متعلق یہ بات گزر چکی ہے کہ وہ اکثر علماء کے نزدیک گناہ کبیرہ ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمیں حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے حوالے سے معلوم ہوا ہے کہ انہیں کسی یتیم کے مال کا سرپرست مقرر کر دیا گیا، انہیں اس یتیم کے والد کے ترکے میں شطرنج ملی تو انہوں نے اسے جلا دیا، اگر اسے کھیلنا جائز ہوتا تو حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے لیے اسے جلانا جائز نہ ہوتا کیونکہ وہ تو اس یتیم کا مال تھا، اس اعتبار سے شطرنج بھی شراب کی جنس میں سے ہوئی جو اگر یتیم کے مال میں پائی جائے تو اسے بہانا واجب ہے، یہ مذہب ہے حبر الامۃ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا۔

کسی نے ابراہیم نخعی رحمہ اللہ سے پوچھا کہ شطرنج کھیلنے کے متعلق آپ کی کیا رائے ہے؟ انہوں نے فرمایا کہ وہ ملعون ہے، وکیع اور سفیان ''پانسے کے تیروں'' سے مراد شطرنج لیتے ہیں، مجاہد کہتے ہیں کہ جب بھی کوئی شخص مرتا ہے تو اس کے سامنے اس کے ان ہم نشینوں کو پیش کیا جاتا ہے جن کے ساتھ وہ اٹھتا بیٹھتا تھا، اسی پس منظر میں شطرنج کھیلنے والے ایک آدمی کی موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے اسے کلمہ کی تلقین کی، لیکن اس کے منہ سے کلمے کی بجائے شاہ، شاہ نکلتا رہا یہاں تک کہ وہ مر گیا، یعنی زندگی میں اس کی زبان پر جس لفظ کی عادت پختہ ہوگئی تھی، مرتے وقت بھی اس کی زبان پر وہی لغویات جاری رہی، حالانکہ اس وقت اس کی زبان پر کلمہ جاری ہونا چاہیے تھا جس کے متعلق نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ دنیا سے رخصتی کے وقت جس شخص کا آخری کلام لا الٰہ الا اللہ ہوا، وہ جنت میں داخل ہوگا یعنی بغیر عذاب کے، مطلقاً یا بعض اعتبارات سے، یہ تاویل ہم نے اس لیے کی ہے کہ ہر مسلمان جنت میں ضرور داخل ہوگا، اگرچہ سزا بھگت کر ہی جائے، لہٰذا اس بات کی خبر دینے میں کوئی فائدہ نہیں ہے کہ کلمہ اخلاص پر زندگی کا اختتام ہونا دخول جنت کا سبب ہے، اس لیے اس فرمان میں اس وقت اس کلمہ کے زبان پر جاری ہونے کی کوئی خاص فضیلت ہونا ضروری ہے، وہ یہ ہے کہ انسان بغیر عذاب کے جنت میں داخل ہو جائے یا وہ جتنے عذاب کا مستحق ہو، اللہ اس میں تخفیف کر دے اور وہ وقت مقررہ سے پہلے جنت میں داخل کر دیا جائے، اس واقعے کی نظیر یہ ہے کہ ایک آدمی شرابیوں کے ساتھ ہمنشینی رکھتا تھا، جب اس کی موت کا وقت قریب آیا تو لوگوں نے اسے کلمے کی تلقین کی، اس پر وہ تلقین کرنے والے سے کہنے لگا کہ پیو اور پلاؤ، اور یہ کہتے ہی وہ مر گیا، یہ اس مشہور حدیث کا مصداق ہے کہ ہر انسان مرتا اس حالت پر ہے جس پر اس نے زندگی گزاری ہوتی ہے اور اٹھے گا اس حالت پر جس پر وہ مرتا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری حفاظت فرمائے۔

فتاویٰ نووی میں ہے کہ شطرنج اکثر علماء کے نزدیک حرام ہے، ہمارے نزدیک بھی اس کا حکم یہی ہے جب کہ اس کی وجہ سے نماز فوت ہو جائے، یا کھیل میں کوئی عوض مقرر کر لیا جائے، جب ان میں سے کوئی چیز بھی نہ پائی جائے تو امام شافعی رحمہ اللہ

اسے مکروہ قرار دیتے ہیں اور دیگر فقہاء اسے حرام قرار دیتے ہیں، اگر آپ یہ کہیں کہ جو لوگ شطرنج کو حرام قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک اس کا گناہ کبیرہ ہونا واضح ہے اگرچہ وہ جوئے اور نماز ضائع ہونے کی شرائط سے خالی ہو، جیسا کہ حضرت ابن عمر، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما اور امام مالک رحمہ اللہ کے حوالے سے گزرا کہ وہ اسے جوا جوئے سے بھی بدتر قرار دیتے ہیں اور آگ میں جلا دیتے ہیں، اور جو حضرات اسے حلال قرار دیتے ہیں، ان کے نزدیک یہ اس وقت گناہ کبیرہ ہوگا جبکہ اس میں مذکورہ شرائط پائی جائیں، اس کا مطلب یہ ہوا کہ اسے گناہ کبیرہ اس کی ذات کے اعتبار سے قرار نہیں دیا جارہا، بلکہ قرینہ کی وجہ سے قرار دیا جا رہا ہے؟ تو میں جواب دوں گا کہ یہ بات صحیح ہے، لیکن کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ قبیح چیز کا مل جانا اس چیز کا فائدہ دیتا ہے جو انفرادی طور پر حاصل نہیں ہوتا، لہٰذا اس انضمام سے اس میں مزید شدت اور نفرت دلانا مقصود ہے، اور اسی وجہ سے اسے کبیرہ گناہ قرار دیا گیا ہے، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اگر کوئی شخص شطرنج کھیلنے میں اتنا مستغرق ہو جائے کہ نماز کا وقت ہی نکل جائے لیکن غیر ارادی طور پر، تو اسے گنہگار قرار دینے کی کیا وجہ ہے حالانکہ وہ تو غافل رہا اور غافل مکلّف نہیں ہوتا؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ مکلّف نہ ہونے کا محل وہ ناسی اور غافل آدمی ہے جس کے نسیان اور غفلت کا منشا خود اس کی اپنی کوتاہی نہ ہو، ورنہ وہ مکلّف بھی ہوگا اور گنہگار بھی ہوگا، چنانچہ غفلت کا جہاں تک تعلق ہے تو فقہاء نے شطرنج کھیلنے کے مسئلے میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس میں یہ عذر قابل قبول نہیں ہے کہ آدمی کھیل میں اتنا مگن ہو گیا کہ اسے نماز کا وقت نکل جانے کا پتہ ہی نہ چلا، کیونکہ اس کی غفلت اس کی اپنی کوتاہی اور اس ناپسندیدہ کام کے ساتھ چمٹے رہنے کی وجہ سے ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اس کا واجب فوت ہو گیا اور جہاں تک جہالت کا تعلق ہے تو فقہاء نے تصریح کی ہے کہ اگر کوئی شخص فوت ہو جائے اور کافی وقت گزر جانے کے باوجود اس کی تجہیز و تکفین اور نماز جنازہ کا انتظام نہ ہو سکے تو اس کا پڑوسی گنہگار ہوگا اگرچہ اسے اس کی موت کا علم نہ ہو، کیونکہ اس کا اپنے پڑوسی کے احوال کی خبر گیری اس حد تک ترک کر دینا بہت بڑی کوتاہی ہے، اس لیے اس کے گنہگار ہونے میں کوئی شبہ نہیں ہونا چاہیے۔

اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ ہمارے شافعی فقہاء کے نزدیک شطرنج اور نردشیر میں فرق کیوں روا رکھا گیا ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ دراصل نردشیر میں جو گوٹیاں استعمال ہوتی ہیں، وہ پانسے کے تیروں کی طرح ہوتی ہیں، جبکہ شطرنج کے کھیل میں غور و فکر کرنا پڑتا ہے اور جنگی تدابیر میں اس کا فائدہ بھی ہوتا ہے۔ امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں ''حزّہ'' اور ''قرق'' کا کھیل مکروہ سمجھتا ہوں، حزہ اس کھیل کو کہتے ہیں جس میں لکڑی کا ایک ٹکڑا لے کر اس میں تین گڑھے کھودے جاتے ہیں اور اس میں چھوٹی چھوٹی کنکریاں ڈال کر ان کے ساتھ کھیلا جاتا ہے، اسے چودہ گوٹیوں والا کھیل بھی کہا جاتا ہے، یہ وہی کھیل ہے جسے مصر میں ''منقلہ'' بھی کہا جاتا ہے، سلیم نے ''التقریب'' میں اس کی تفصیل یہ بیان کی ہے کہ ایک لکڑی کھود کر اس میں اٹھائیس خانے بنائے جاتے ہیں، چودہ ایک طرف اور چودہ دوسری طرف، اور پھر ان کے ساتھ کھیلا جاتا ہے اور قرق ''جسے مغربی لوگوں کی شطرنج بھی کہا جاتا ہے'' کا معنی یہ ہے کہ زمین پر ایک چوکور خط کھینچا جاتا ہے اور اس کے عین بیچ میں دو خط کھینچے جاتے ہیں، جو صلیب کی شکل میں ہوتے ہیں اور ان خطوط کے سروں پر چھوٹی چھوٹی کنکریاں رکھ کر کھیلا جاتا ہے،

امام رافعی رحمہ اللہ ''الشامل'' کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ یہ دونوں کھیل نردشیر کی طرح ہیں' اور تعلیق الشیخ ابو حامد میں اسے شطرنج کی طرح قرار دیا گیا ہے، زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے جس کھیل میں گوٹیوں پر دارومدار ہو وہ نردشیر کی طرح ہے اور جس میں سوچ بچار اور غور وفکر پر دارومدار ہو، وہ شطرنج کی طرح ہے۔

امام اذرعی رحمہ اللہ نے بھی اس کی تصحیح کی ہے لیکن شیخ ابو حامد کے قول سے اختلاف کیا ہے کیونکہ محاملی نے ان کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ''حزہ'' نردشیر کی طرح ہے، اور سلیم سے بھی اختلاف کیا ہے کہ حزہ اور قرق نردشیر کی طرح ہیں، کیونکہ بندنیجی نے بھی اس کی تصریح کی ہے اور یہی تینوں حضرات شیخ ابو حامد سے راوی ہیں، ابن رفعہ نے المطلب میں تحریر کیا ہے کہ اس کی حرمت کا قول اختیار کرنے والے لوگ فقہاء عراق ہیں، اسنوی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام رافعی رحمہ اللہ نے قرق کے حوالے سے جو بحث کی ہے، اس سے ان دونوں کھیلوں کا حلال ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ ان دونوں میں دارومدار فکر ونظر اور سوچ بچار پر ہے، امام اذرعی رحمہ اللہ نے بھی سلیم کے اس قول پر اعتراض کیا ہے کہ یہ دونوں کھیل نردشیر کی طرح ہیں، کیونکہ اگر ان میں دارومدار غور وفکر پر ہے تو یہ دونوں نردشیر کی طرح نہیں ہو سکتے، پھر اذرعی رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ممکن ہے کہ شہروں کی عادتیں بدلنے سے اس کا طریقہ کار بھی بدلتا رہتا ہو، اور حق بات یہ ہے کہ اس میں اختلاف کوئی بہت بڑی بات نہیں ہے کیونکہ جب ضابطہ معلوم ہو جائے تو حکم کا دارومدار اسی پر ہوگا، باقی رہا وہ کھیل جسے عرف عام میں ''طابہ'' اور ''دک'' کہا جاتا ہے تو بعض لوگوں نے اسے حرام قرار دیا ہے کیونکہ اس میں دارومدار گوٹیوں پر ہے لیکن اگر وہ جوئے وغیرہ سے خالی ہو تو اسے حرام قرار دینے میں ذہن مائل نہیں ہوتا۔

۴۴۶ تا ۴۵۱۔ ستار بجانا اور اسے سننا، بانسری بجانا اور اسے سننا، ساز بجانا اور اسے سننا

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''بعض لوگ وہ ہیں جو بیکار باتیں خریدتے ہیں تاکہ اس کے ذریعے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بغیر کسی علم کے بہکا دیں' اور اس کا مذاق بناتے ہیں، یہ وہی لوگ ہیں جن کے لیے رسوا کن عذاب ہے۔'' ❶ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ اور حسن بصری رحمہ اللہ نے ''بیکار باتوں'' کی تفسیر لہو ولعب کی چیزوں سے کی ہے، جس کی وضاحت عنقریب آ رہی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ ''تو ان میں سے جس جس پر قدرت رکھتا ہو، انہیں اپنی آواز کے ذریعے اپنے پاس جمع کر لے۔'' ❷ مجاہد نے اس کی تفسیر گانے اور اس کے آلات سے کی ہے اور عنقریب یہ حدیث آئے گی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر گنہگار کو معاف کر دے گا لیکن گانے بجانے والے کو نہیں۔

تنبیہ

ان میں سے بعض گناہوں کو کبیرہ قرار دینے میں میں نے بعض حضرات کی پیروی کی ہے اور باقی میں قیاس سے کام لیا ہے اور ''الشامل'' میں ان سب کی تصریح موجود ہے۔ شیخ ابو محمد رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ صرف ایک مرتبہ ستار سننے سے گواہی کا مردود ہونا لازم نہیں آتا، البتہ اس پر اصرار کرنے سے ضرور لازم آتا ہے، عراقی فقہاء اور بہت سے دوسرے حضرات نے قطعیت کے

---

❶ لقمان: ٦. ❷ الاسراء: ٦٤.

ساتھ اسے گناہ کبیرہ قرار دیا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ نے بھی انہی کی پیروی کی ہے، یہ دونوں حضرات یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ حکم اس صورت میں ہے جبکہ ایک مرتبہ کا اقدام ہی اس بات کی خبر نہ دیتا ہو کہ وہ اسے حلال سمجھتا ہے، ورنہ صرف ایک مرتبہ سے بھی وہ مردود الشہادۃ ہو جائے گا، امام رافعی رحمہ اللہ نے اس بات کو ہر اس چیز میں مسترد کر دیا ہے جو اس کی ہم جنس ہو، ابن ابی الدم نے اس نسبت میں توقف کیا ہے جو امام نے عراقی فقہاء کی طرف کی ہے، اور کہا ہے کہ میں نے ان میں سے کسی کو اس کی تصریح کرتے ہوئے نہیں دیکھا، جبکہ ماوردی رحمہ اللہ نے جو ''فقہاء عراق ہی میں سے ہیں'' اس کی ضد اور مخالف قول نقل کیا ہے اور اس پر جزم ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر ہم گانے، بجانے اور لہو ولعب کے آلات حرام ہونے کا قول اختیار کریں تب بھی یہ صغیرہ گناہوں میں سے ہیں، کبیرہ گناہوں میں سے نہیں ہیں اور جب تک اس پر اصرار نہ ہو، اس کی وجہ سے انسان کی گواہی بھی مردود نہیں ہوتی اور جب ہم ان میں سے کسی کی کراہت کا قول اختیار کرتے ہیں تو اس میں استغفار بھی واجب نہیں رہتا اور اس کی وجہ سے انسان مردود الشہادۃ بھی نہیں ہوتا، الا یہ کہ کثرت کے ساتھ اس کا ارتکاب کرنے لگے۔

صاحب المہذب اور قاضی حسین نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے، چنانچہ قاضی صاحب اپنی تعلیق میں بعض فقہاء کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ اگر کوئی شخص عقد نکاح کے وقت ریشم پر بیٹھے تو اس کا نکاح ہی منعقد نہ ہوگا، کیونکہ اس میں محل شہادت اداءِ شہادت کی طرح ہے، لیکن اکثر حضرات کی رائے یہ ہے کہ یہ صغیرہ گناہوں میں سے ہے اور جب یہ شاذ و نادر ہو تو اس سے انسان فاسق نہیں ہوتا، فورانی نے ''الانابۃ'' میں اسی کی پیروی کی ہے اور ابن ابی الدم کے امام پر اعتراض کو مسترد کر دیا ہے اور صاحب ''الشامل'' نے کہا ہے کہ جو شخص ان محرمات میں سے کوئی چیز سنتا ہے تو وہ فاسق ہو جائے گا اور اس کی گواہی رد کر دی جائے گی اور اس میں بار بار سننا بھی شرط نہیں ہے، صاحب کتاب کہتے ہیں کہ جو لوگ اس کی حرمت کے قائل ہیں، ان کے کلام کا خلاصہ یہی ہے تاہم یہاں کچھ اور تفصیلات بھی ہیں، جنہیں بیان کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ ہر وہ آلہ جس سے انسان طرب میں آ جائے، اسے بجانا اور سننا دونوں حرام ہیں، جیسے رباب، طنبور اور عود وغیرہ، اگر کچھ لوگوں نے ایک محفل کا انعقاد کیا اور اس میں شراب اور اس کے برتن جمع کیے، ایک ساقی مقرر کیا جو ان سب کو باری باری پلاتا رہے، اور وہ مروجہ جملوں کے ذریعے ایک دوسرے کو جواب دیتے رہیں تو یہ سب حرام ہے، اور صحیح سند سے یہ روایت ثابت ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری امت میں ایک جماعت ایسی ضرور آئے گی کہ وہ لوگ بدکاری، ریشم، شراب اور آلات لہو ولعب کو اپنے اوپر حلال سمجھیں گے۔

شیخین نے نقل کیا ہے کہ عراقی گانے بجانے کے آلات اور جن سے ستار بجایا جاتا ہے، ان کے حرام ہونے میں کوئی اختلاف نہیں ہے اور ان حزم اور ان کے پیروکاروں کا تساہل قابل تعجب ہے، کہ انہوں نے نہ صرف اس حدیث بلکہ زیر تذکرہ موضوع میں وارد ہونے والی ہر حدیث پر موضوع ہونے کا حکم لگا دیا ہے حالانکہ یہ بالکل غلط اور واضح خطا ہے، اس لیے اس مسئلے میں ان کی رائے اختیار کرنا صحیح نہ ہوگا، امام ابو العباس قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ گانے بجانے کے آلات، ستار اور باجے کی آواز سننے کے حرام ہونے میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے، اسلاف اور اخلاف میں سے کسی معتبر آدمی کا قول میں نے نہیں سنا

کہ وہ اسے مباح قرار دیتے ہوں، اور یہ حرام کیوں نہ ہو جبکہ یہ ان لوگوں کا شعار ہے جو شراب نوشی کرتے، فسق وفجور میں مبتلا ہوتے اور اپنی خواہشات نفسانی کی تکمیل میں مصروف رہتے ہیں، جو چیز اس طرح کی ہو، اس کے حرام ہونے اور اس کے مرتکب کے فاسق اور گنہگار ہونے میں کوئی شک نہیں ہے اور منہاج کے بعض شارحین نے کہا ہے کہ گانے بجانے کے آلات کو شرابیوں کا شعار قرار دینا ممنوع ہے، کیونکہ اکثر اوقات تو وہ اس موقع پر موجود ہی نہیں ہوتے کیونکہ اس میں ان کی حالت ظاہر ہو جاتی ہے لیکن امام اذرعی رحمہ اللہ نے ان شارحین کے اس قول کو باطل قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ وہ لوگ اس جگہ موجود ہوتے ہیں جہاں بلند آواز سے گانے بجانے کا کام نہ ہو رہا ہو۔ (یاد رہے کہ یہ ان بزرگوں کے زمانے کی باتیں ہیں، آج کے اس دور کا اس زمانے میں چونکہ تصور تک نہیں تھا، اس لیے وہ آج کی تصویر کشی نہیں کر سکے، یقیناً آج کی تصویر نہایت بھیانک، خطرناک اور گناہوں سے بھرپور ہے)

احیاء العلوم میں ہے کہ ہر قسم کے گانے بجانے کے آلات کی ممانعت تین اسباب کی وجہ سے ہے، یہ آلات انسان کو شراب کی دعوت دیتے ہیں کیونکہ جب انسان کو لذت اور سرور حاصل ہوتا ہے تو اس کا نفس شراب کی خواہش کرتا ہے، اسی وجہ سے تو شراب کی تھوڑی مقدار کو بھی حرام قرار دیا گیا ہے، اور شراب پینے کے دور کا قرب ہونا اسے شراب کی مجلسیں یاد کراتا ہے، یا دہانی فسق کا جذبہ بیدار ہونے کا سبب ہے اور جذبات کا بیدار ہونا اس کے اقدام کا سبب بن جاتا ہے اور اس زمانے میں ستار بجانے کا موقع پر جمع ہونا فاسق لوگوں کی عادت بن چکی ہے، نیز اس میں ان کے ساتھ بھی مشابہت ہے اور جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت اختیار کرتا ہے، وہ ان ہی میں شمار ہوتا ہے۔ امام ماوردی رحمہ اللہ ''جو ہمارے اجلہ فقہاء میں سے ہیں'' کہتے ہیں کہ ستار کی تمام اقسام میں ہمارے بعض فقہاء خصوصیت کے ساتھ لکڑی کی بانسری کو حلال قرار دیتے تھے، وہ اسے حرام نہیں سمجھتے تھے، کیونکہ اس کی وضع اس طرح کے محرکات پر کی گئی ہے کہ اس سے انسان کی پریشانیاں اور غم زائل ہو جاتے ہیں، اس کی ہمت مضبوط ہو جاتی ہے اور اس کے نشاط میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ امام ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں لیکن اس کی کوئی وجہ نہیں ہے، یعنی یہ قول مضبوط معلوم نہیں ہوتا، مصنف فرماتے ہیں کہ امام ماوردی رحمہ اللہ کے اس قول سے اسنوی کا شیخین سے اس بات میں اختلاف کرنا کہ انہوں نے ستار میں اختلاف کی نفی کی ہے، ختم ہو جاتا ہے کیونکہ یہ قول شاذ اور دلائل کے خلاف ہے اور اس قول کی حکایت میں اسنوی کی بات پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا کیونکہ ماوردی اور رویانی نے ''البحر'' میں ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ بانسری خصوصیت کے ساتھ حلال ہے، کیونکہ کہا جاتا ہے کہ یہ بعض امراض میں شفاء کے لیے مفید ہے، تاہم اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ اگر ایسی بات تھی تو یہ قید لگانا ضروری تھا، نیز صرف اسے بیان کرنے پر اکتفا نہیں کرنا چاہیے تھا بلکہ اس کے جواز پر جزم ظاہر کرنا چاہیے تھا جب کہ علاج صرف اس کے ذریعے ممکن ہو، جیسا کہ اس صورت میں نجس چیز سے علاج کرنا بھی جائز ہو جاتا ہے، اس بات پر جزم امام حلیمی نے ''المنہاج'' میں ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ آلات لہو ولعب اگر بعض امراض میں شفاء کے لیے مفید ہوں تو انہیں سننا جائز ہے، ابن عماد نے اسی قول کو متعین قرار دیا ہے، اس صورت میں بھی اس وجہ کی کوئی حقیقت نہیں رہتی۔

باقی رہا ابن طاہر کا صاحب ''التنبیہ'' کے حوالے سے یہ نقل کرنا کہ وہ بانسری کا ساز سننے کو جائز قرار دیتے تھے، اور خود بھی

اسے سنتے تھے اور یہ بات ان کے حوالے سے مشہور بھی ہے اور یہ کہ ان کے زمانے کے علماء میں سے کسی نے بھی ان پر نکیر نہیں کی ہے اور یہ کہ اس کے حلال ہونے پر تمام اہل مدینہ کا اتفاق ہے تو ابن طاہر کی یہ ساری باتیں مردود ہیں، کیونکہ وہ محض اندازے اور تخمین سے بات کرنے والا انسان تھا، وہ کیمونسٹ، کذاب اور گندے عقائد کا حامل تھا، اسی وجہ سے اذرعی نے اس کے بعد کہا ہے کہ یہ محض اندازہ اور تخمینی بات ہے، اور مدینہ میں یہ کام ان لوگوں نے کیا تھا جو باطل اور غلطی پر تھے اور صاحب التنبیہ کی طرف اس کی نسبت قطعی طور پر باطل ہے اور صاحب المہذب نے اس مقام پر بھی اور وصایا کے بیان میں بھی بانسری کے حرام ہونے کی تصریح کی ہے اور جن لوگوں کو صاحب التنبیہ کے احوال معلوم ہیں اور وہ ان کی شدت ورع وتقوی سے واقف ہیں، وہ اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ وہ اس لغو بات سے بہت دور تھے اور ان کا دامن اس سے بالکل پاک صاف ہے، ان کی سوانح حیات پر قلم اٹھانے والوں میں سے بھی کسی نے اس کا تذکرہ نہیں کیا، اس لیے کوئی عقلمند آدمی ان کے متعلق یہ تصور بھی نہیں کر سکتا کہ وہ اللہ کے دین کے حوالے سے کوئی ایسی بات کہیں گے کہ اس کی ضد اور مخالف طریقے پر ان کا عمل ہوگا، نیز ابن طاہر کا گانے اور لہو ولعوب کے جواز پر صحابہ وتابعین کے اجماع کا دعویٰ کرنا اندھی بہری بات ہے۔

دوسری تنبیہ

جھانجھروں کے متعلق امام ماوردی رحمہ اللہ کا کہنا ہے کہ اگر یہ گانے بجانے کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے اور اگر صرف جھانجھر ہی بجائی جارہی ہو تو یہ مکروہ نہیں ہے، کیونکہ یہ مطرب نہیں ہے لیکن امام ماوردی رحمہ اللہ کا یہ قول شاذ ہے، اسی وجہ سے صاحب البحر نے اسے نقل کر کے اسے ضعیف قرار دے دیا ہے، حالانکہ صاحب البحر نے امام ماوردی رحمہ اللہ کی اکثر مقامات پر پیروی کی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے کسی نے اس کے متعلق پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ اسے سب سے پہلے عراق کے کچھ زندیق لوگوں نے ایجاد کیا تھا تاکہ لوگوں کو نماز اور ذکر سے غافل کر دیں، ہم نے جس لفظ کا ترجمہ جھانجر کیا ہے، مصنف نے اس کے لیے ''صنج'' کا لفظ استعمال کیا ہے، جوہری وغیرہ نے اس کی وضاحت کرتے ہیں کہا ہے کہ صنج وہ چیز ہوتی ہے جو پیتل سے بنائی جاتی ہے اور ایک دوسرے پر مار کر اسے بجایا جاتا ہے، یہ شکل خصوصیت کے ساتھ عرب میں پائی جاتی ہے اور اگر اس میں تاریں بھی ہوں تو وہ اہل عجم کے ساتھ خاص ہے، اور یہ دونوں ہی معرب ہیں، اذرعی کہتے ہیں کہ قاضی حماۃ بارزی یہ سمجھ بیٹھے کہ امام رافعی کی مراد دوسری ہے لیکن یہ بڑے تعجب کی بات ہے کیونکہ خود امام رافعی رحمہ اللہ نے اس کے بعد کہا ہے کہ تاروں کے ساتھ بربط بجانا حرام ہے جیسا کہ شیخ ابو محمد وغیرہ نے ذکر کیا ہے اور امام نے اس میں توقف کیا ہے کیونکہ اس کے حوالے سے کوئی حدیث وارد نہیں ہوئی ہے، بخلاف باجوں کے، آگے چل کر اذرعی نے کہا ہے کہ عربی جھانجر بھی تاروں والے بربط کی طرح ہے یا بعینہ وہی ہے، اس کی تائید ابن معین جزری کے اس قول سے بھی ہوتی ہے جو انہوں نے ''التنقیب علی المذہب'' میں اختیار کیا ہے کہ حرام آلات میں سے ایک آلہ جو مطرب بھی ہوتا ہے'' گانے کے بغیر ''صلیل'' بھی ہے اور صلیل دوسرا نام ہے صنج کا، اور وہ لوہے کی آواز کو کہتے ہیں جب ایک کو دوسرے پر مارا جاتا ہے تو یہ آواز پیدا ہوتی ہے، اور ''المحکم'' کی عبارت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صنج کا اطلاق دف پر ہوتا ہے جو کہ عربی ہوتا ہے، اور اس کا اطلاق تاروں والے بربط پر بھی ہوتا ہے، اس اعتبار سے امام رافعی رحمہ اللہ

کے کلام کو دو قسموں پر محمول کیا جا سکتا ہے، لیکن اس طرح نہیں جیسے امام بازری رحمہ اللہ نے گمان کیا ہے۔

''الحاوی'' میں ہے کہ لہو ولعب کی بعض چیزیں حرام ہیں جیسے طنبور، مزامیر یا ہر وہ چیز جو خوشنما آواز میں تنہا ہونے کی صورت میں بھی انسان کو غافل کر دے، بعض چیزیں مکروہ ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جو گانے میں مزید طرب پیدا کرتی ہیں اور تنہا ہونے کی صورت میں اس سے طرب پیدا نہیں ہوتا، جیسے جھانجھر کہ یہ گانے کے ساتھ ہو تو مکروہ ہے ورنہ نہیں، اور بعض چیزیں وہ ہیں جو مباح ہیں، یہ وہ چیزیں ہیں جو آلاتِ لہو ولعب سے خارج ہو کر انسان کو کسی چیز کی طرف متوجہ کرتی ہیں مثلاً بگل، طبل جنگ اور اعلان نکاح کے لیے دف وغیرہ بجانا، پھر امام رافعی رحمہ اللہ نے ماوردی، خطابی، رویانی اور غزالی وغیرہ کے حوالے سے کہا ہے کہ چرواہے کی بانسری حلال ہے کیونکہ اس سے سفر تیز رفتاری کے ساتھ طے ہو جاتا ہے، اس اعتبار سے یہ حدی کے مشابہ ہے، لیکن یہ ایک شاذ قول ہے جیسا کہ اذرعی نے کہا ہے، کیونکہ جمہور فقہاء نے اسے بھی حرام قرار دیا ہے، امام نووی رحمہ اللہ نے بھی اسی کو ترجیح دی ہے، ابن ابی عصرون نے بھی اسی کو درست قرار دیا ہے، اور کہا ہے کہ وہ تمام مزامیر جن کی حرمت متفق علیہ ہے، وہ حرام قرار دیئے جانے کے ہی مستحق ہیں کیونکہ وہ شرابیوں اور فاسق لوگوں کا شعار ہوتے ہیں، نیز چرواہے کی بانسری بھی فن موسیقی کے ماہرین کے نزدیک ایک مکمل آلہ ہے، بعض حضرات معمولی کی بتاتے ہیں، بعض حضرات کہتے ہیں کہ تمام مزامیر میں یہ سب سے اعلیٰ آلہ ہوتا ہے لہٰذا جن چیزوں کی وجہ سے مزامیر کو حرام قرار دیا گیا ہے، وہ تمام اسباب بلکہ کچھ زیادہ ہی اس میں موجود ہیں، اس لیے یہ حرمت کے قریب تر ہے، اور اس میں اختلاف کرنا صرف اور صرف مکابرہ ہے، اس کے علاوہ کچھ نہیں، امام شافعی رحمہ اللہ اور جمہور فقہاء سے اسی کی تصریحات منقول ہیں، اور عراقی فقہاء نے تو بغیر کسی تفصیل کے تمام مزامیر کو حرام قرار دیا ہوا ہے لہٰذا اس کی حرمت پر جمہور فقہاء کا اتفاق ہو گیا۔

البتہ اس سلسلے کی ایک حدیث ہے جس کی وضاحت ضروری ہے اور وہ یہ کہ نافع کہتے ہیں ایک مرتبہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے ایک چرواہے کی بانسری کی آواز سنی تو انہوں نے اپنے کانوں میں انگلیاں ڈال لیں اور راستہ بدل لیا اور نافع سے بار بار پوچھتے رہے کہ کیا اب بھی وہ آواز سنائی دے رہی ہے؟ میں کہہ دیتا جی ہاں! جب میں نے انہیں بتایا کہ اب آواز نہیں آ رہی تو وہ راستے کی طرف لوٹ آئے اور فرمایا کہ میں نے نبی علیہ السلام کو بھی اسی طرح کرتے ہوئے سنا ہے۔ [1] یہ روایت امام ابوداود رحمہ اللہ نے نقل کی ہے اور اسے منکر قرار دیا ہے، ابن حبان نے بھی اسے اپنی صحیح میں نقل کیا ہے، حافظ محمد بن نصر سلامی رحمہ اللہ نے اس حدیث کی تصحیح کی ہے، اور کہا ہے کہ اس وقت حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بالغ تھے اور ان کی عمر سترہ سال تھی، اور نبی علیہ السلام نے یہ کام اس لیے کیا تھا تاکہ اپنی امت کو بتا دیں کہ چرواہے کی بانسری اور مزامیر یا ان جیسی چیزوں کی آواز سننا حرام ہے، اور نبی علیہ السلام نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو یہ آواز سننے کی اجازت اس لیے دی کہ وہ ایک مجبوری کی حالت تھی کیونکہ اس کی آواز بند ہونے کا علم اس کے بغیر ہو ہی نہیں سکتا تھا، اور یہ اصول ہے کہ بعض اوقات مجبوری کی وجہ سے ایک ممنوع چیز بھی مباح ہو جاتی ہے، لیکن اب اس سے رخصت کا پہلو نکالنے والا سنت کی مخالفت کرتا ہے، امام اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے فقہاء اسی

[1] سنن ابی داود، الادب: ۵۳۔

حدیث سے تو مزامیر کی حرمت پر استدلال کرتے ہیں اور اسی پر چرواہے کی بانسری کی حرمت کی بنیاد رکھتے ہیں اور جو لوگ اس کے مباح ہونے پر اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو اپنے کان بند کرنے کا حکم دیا اور نہ ہی چرواہے کو بانسری بجانے سے روکا، یہ اس بات کی دلیل ہے کہ اس میں کراہت تنزیہی ہے، یا یہ کہ نبی علیہ السلام اس وقت ذکر اللہ میں مصروف تھے، اس آواز کی وجہ سے اس میں خلل پیدا ہو رہا تھا، لہٰذا اس وجہ سے نبی علیہ السلام نے اپنے کان بند کر لیے تھے، لیکن علماء نے اس دلیل کو کئی جوابات سے مسترد کر دیا ہے، ان میں سے ایک جواب یہ بھی ہے کہ وہ بانسری ایسی نہیں تھی جسے کسی ماہر فن آدمی نے تراشا ہو، اصل اختلاف تو اس بانسری میں ہے جسے کسی ماہر فن نے خوب تراش کر اپنی مہارت کا ثبوت دیا ہو۔

دوسرا جواب یہ ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کو کان بند کرنے کا حکم اس لیے نہیں دیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے نزدیک یہ بات طے شدہ تھی کہ نبی علیہ السلام کے افعال بھی ان کے اقوال کی طرح حجت ہیں، اب جس وقت نبی علیہ السلام نے ایسا کیا ہوگا تو یقیناً حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ نے بھی اس کی اقتداء کی ہوگی، ان کے متعلق یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ انہوں نے اس موقع پر نبی علیہ السلام کی اقتداء ترک کر دی ہوگی حالانکہ وہ تو تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں نبی علیہ السلام کی اقتداء کے حوالے سے سب سے زیادہ مشہور اور سخت تھے، اسی وجہ سے مجزأة نے کہا ہے کہ کسی ایسے آدمی کے دل میں جو مقام صحابہ رضی اللہ عنہم سے واقف ہو، اس بات کا خیال بھی نہیں آ سکتا اور جہاں تک نبی علیہ السلام کے اس فرمان کا تعلق ہے کہ کیا اب بھی وہ آواز سنائی دے رہی ہے؟ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ذرا کان لگا کر سنو، کیا اب بھی وہ آواز سنائی دے رہی ہے؟ اور یہ جملہ حذف کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس پر کلام کی دلالت موجود ہے کیونکہ جس آدمی نے کانوں میں انگلیاں ٹھونس رکھی ہوں، وہ کچھ نہیں سن رہا ہوتا، اور اتنی مقدار سننے کی اجازت بوجہ مجبوری کے تھی۔

تیسرا جواب یہ ہے کہ جس چیز کی ممانعت ہے، وہ توجہ سے، کان لگا کر اور غور سے سننے کی ممانعت ہے، بلا ارادہ اتفاقاً کان میں آواز پڑ جانے کا یہ حکم نہیں ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ جس شخص کے پڑوس میں محرم آلات کے استعمال کی وجہ سے اس کے کانوں میں بھی گانے بجانے کی آواز پڑ جاتی ہو اور اس کا ازالہ ممکن نہ ہو تو بلا قصد وارادہ اس کی آواز کان میں پڑ جانے سے وہ گنہگار نہیں ہوگا، باقی جہاں تک صوفیاء کرام کے سماع کا تعلق ہے تو امام رافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے نزدیک زیادہ اولیٰ یہی ہے کہ جو شخص اہل ذوق میں سے نہیں ہے، وہ تو اس سے مطلقاً اعراض کرے، کیونکہ اس میں زیادہ سے زیادہ نفسانی لذت کا حصول ہوتا ہے اور یہ لذت شریعت کے مقاصد میں سے نہیں ہے، باقی رہے اہل ذوق تو ان کی حالت ان کے حوالے ہے اور وہ اپنی کیفیات کے مطابق اس پر قائم رہتے ہیں، قاضی حسین نے حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ سماع کے حوالے سے لوگوں کا ایک درجہ عوام کا ہے، ان کے لیے سماع حرام ہے کیونکہ اسی میں ان کے نفوس کی بقاء ہے، دوسرا درجہ زہاد کا ہے، ان کے لیے سماع مباح ہے تا کہ مجاہدہ کا فائدہ انہیں حاصل ہو جائے اور تیسرا درجہ عارفین کا ہے، ان کے لیے سماع مستحب ہے کیونکہ اس سے ان کے دلوں کو حیات تازہ ملتی ہے، ابو طالب مکی نے بھی یہی بات کہی ہے، اور سہروردی رحمہ اللہ نے بھی ''العوارف'' میں اسے صحیح قرار دیا ہے۔

بظاہر حضرت جنید بغدادی رحمہ اللہ کے اس قول میں عوام کے لیے سماع حرام ہونے کا جو ذکر کیا گیا ہے تو اس سے اصطلاحی حرام مراد نہیں ہے، ان کا مطلب یہ ہے کہ عوام کے لیے یہ مناسب نہیں ہے، پھر انہوں نے اپنے والد صاحب کا ایک منظوم فتوی نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ رقص اور دف وغیرہ چیزوں کے جواز اور عدم جواز میں اختلاف ہے، اور کوئی شریعت ایسی نہیں آئی جس نے اسے عبادت اور قرب الٰہی کا سبب بتایا ہو، جن حضرات نے اسے حلال قرار دیا ہے، ان کا مقصد بھی محض اس کی اباحت ہے، اور جو شخص اپنے دین کے لیے اس کو اختیار کر لیتا ہے، وہ حرمت اور نقصان کے ساتھ واپس لوٹتا ہے، اور جب کوئی عارف مشتاق سرور اور وجد میں آ کر مدہوش ہو جاتا ہے تو اس پر ملامت نہیں کی جا سکتی بلکہ اس کی حالت قابل تعریف ہوتی ہے کیونکہ اسے ایک عمدہ لذت حاصل ہوتی ہے، بعض حضرات کہتے ہیں کہ اہل وقت کا سماع حرام ہے اور اس کی حرمت میں کوئی شک نہیں ہے کیونکہ اس میں پائے جانے والے منکرات ''مثلاً مرد وعورت کا اختلاط، فتنے اور آزمائش'' اتنے زیادہ ہیں کہ ان کا کوئی شمار نہیں، اس لیے امام پر واجب ہے کہ فی زمانہ لوگوں کو ان سے روکے، قاضی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ جو شخص سماع بار بار کرتا ہے خواہ وہ کسی بھی مہینے میں ہو، اسے فاسق قرار دیا جائے گا اور اس کی گواہی مسترد کر دی جائے گی، لیکن ایک آدھ مرتبہ کے سماع سے وہ مردود الشہادۃ نہ ہوگا، تاہم امام اذرعی رحمہ اللہ نے ان کی اس بات کی تردید کی ہے کیونکہ یہ فقہاء کے کلام کے برخلاف ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ سماع بعض اوقات محبوب ہوتا ہے جب کہ انسان پر اللہ اور اس سے ملاقات کی محبت غالب آ جائے اور وہ سماع کے ذریعے بہت سے مکاشفات اور لطائف کا استخراج کرے، بعض اوقات یہ مباح ہوتا ہے جبکہ انسان کو اپنی بیوی سے عشق ومحبت ہو، یا اس پر اللہ کی محبت غالب ہو اور نہ ہی خواہشات کی اور بعض اوقات یہ حرام ہوتا ہے جبکہ انسان پر حرام خواہشات کا غلبہ ہو۔

عز بن عبدالسلام سے کسی نے محبت اور رقص کی حالت میں اشعار سننے کا حکم پوچھا تو انہوں نے فرمایا رقص تو بدعت ہے اور یہ وہی کرتا ہے جو ناقص العقل ہو، جبکہ ایسے اشعار سننا جو عمدہ احوال کے لیے محرک اور امور آخرت کی یاد دہانی کراتے ہوں تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ فتور قلب کے وقت ایسے اشعار کا سننا مستحب ہے، لیکن سماع کی مجلس میں کوئی ایسا شخص نہ ہو جس کے دل میں گندے خیالات ہوں ورنہ وہ اپنے دل کے محرک پر عمل کرے گا، ابن عبدالسلام مزید فرماتے ہیں کہ سماع کا حکم سننے والوں پر کلام پڑھنے والوں کے بدلنے سے بدل جاتا ہے، چنانچہ بعض اوقات سماع کرنے والے عارف باللہ لوگ ہوتے ہیں، ان کے احوال کے اختلاف سے ان کا سماع بھی مختلف ہوتا ہے، چنانچہ جن لوگوں پر خوف کا غلبہ ہوتا ہے، ان پر سماع کا اثر اس وقت ہوتا ہے جب ان کے سامنے خوف دلانے والی چیزوں کا ذکر کیا جائے اور وہ غمگین ہو جاتے ہیں، رونے لگتے ہیں اور ان کا رنگ بدل جاتا ہے، یہ خوف بعض اوقات سزا کا ہوتا ہے، بعض اوقات ثواب، انس یا تقرب الٰہی فوت ہونے کا، یہ لوگ ڈرنے اور سننے والوں میں سب سے افضل لوگ ہیں اور ان لوگوں پر قرآن کی تاثیر بہت زیادہ نمایاں ہوتی ہے اور جن لوگوں پر امید کا غلبہ ہوتا ہے، ان پر سماع کا اثر اس وقت ہوتا ہے جبکہ ان کے سامنے امید افزا باتیں کی جائیں، ایسے لوگوں کا سماع جو انس وقرب الٰہی کے امیدوار ہوں، ان لوگوں کے سماع سے افضل ہے جو ثواب کے امیدوار ہوں، اور جن لوگوں پر اللہ کے انعامات کی وجہ

سے اللہ کی محبت کا غلبہ ہوتا ہے، ان پر انعام واکرام کی مناسبت سے سماع اثر کرتا ہے، اسی طرح جس سے کلام سنا جا رہا ہے، اس کی تبدیلی بھی اثر انداز ہوتی ہے چنانچہ اگر کسی ولی سے سماع کیا جائے تو اس کی تاثیر عام آدمی سے سماع کی نسبت بہت زیادہ ہوتی ہے، کسی نبی سے ہو تو اس کی تاثیر ولی کی نسبت زیادہ ہوتی ہے اور پروردگار سے سماع کی تاثیر نبی سے سماع کی نسبت بہت زیادہ ہوگی، اسی وجہ سے انبیاء وصدیقین گانے بجانے اور لہو ولعب کے سماع میں کبھی مشغول نہیں ہوئے، بلکہ وہ تو اپنے رب سے سماع کے طلب گار ہیں، اور جس شخص پر جائز خواہشات کا غلبہ ہو مثلاً وہ اپنی بیوی سے عشق کرتا ہو تو اس پر شوق کے آثار، فراق کا اندیشہ اور ملاقات کی امید کا اثر ہوتا ہے، ایسے شخص کے سماع میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، لیکن جس شخص پر حرام خواہشات کا غلبہ ہو جیسے کسی بے ریش بچے یا اجنبیہ عورت کے عشق میں مبتلا ہونا تو اس پر حرام کی سعی پر مشتمل کلام کا اثر ہوتا ہے اور جو چیز حرام تک پہنچانے کا سبب بن جائے، وہ خود بھی حرام ہوتی ہے اور جس شخص کے دل میں ان چھ میں سے کوئی ایک درجہ بھی نہ ہو، اس کے لیے سماع مکروہ ہے، اور امام غزالی رحمہ اللہ کے حوالے سے گزر چکا ہے کہ وہ اسے جائز قرار دیتے ہیں، اور بعض اوقات سماع میں اپنی فاسد اغراض ومقاصد کے لیے فاسق وفاجر لوگ بھی شریک ہو کر روتے اور چلاتے ہیں اور یہ ظاہر کرتے ہیں کہ وہ بڑے نیک اور پرہیزگار ہیں اور اپنی اچھی حالت کا اظہار کر رہے ہیں حالانکہ یہ سب دکھاوا ہوتا ہے۔

امام اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ ''جو ائمہ شافعیہ میں سے ہیں'' نے سماع کے حوالے سے ایک کتاب لکھی ہے اور اس میں سماع کی شرائط بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انسان کو اسماء وصفات الٰہیہ کی معرفت حاصل ہو، تاکہ صفات ذات اور صفات افعال میں امتیاز کر سکے، اور یہ کہ کس چیز کو اللہ تعالیٰ کی صفت کے طور پر بیان کرنا جائز ہے اور کسی چیز کو ناجائز، اسی طرح اس کے لیے کس نام کا اطلاق صحیح ہے اور کس نام کا اطلاق ممنوع ہے، اور حقائق ومعرفت رکھنے والے حضرات سماع کے لیے یہ شرائط مقرر کرتے ہیں کہ انسان کو فنائے نفس، سچا مجاہدہ، پھر روح مشاہدہ کے ساتھ دل کی حیات حاصل ہو، جس شخص کو یہ صفات حاصل نہ ہوں، اس کا سماع وقت کا ضیاع، اس کا حال طبع آزمائی اور ایک فتنہ ہے جس سے فسق کا غلبہ ہوتا ہے الا یہ کہ انسان میں شہوت نہ ہو اور اس کا دل صاف ہو۔

بعض حضرات نے ''کوبہ'' کو دف کے معنی میں لے کر کہا ہے کہ مجھے اس میں حرمت کا تقاضا کرنے والی کوئی چیز نہیں ملتی، البتہ یہ ضرور ہے کہ عام طور پر اسے بجانے والے مخنث لوگ ہوتے ہیں، لیکن ان کا یہ قول خلاف اجماع ہے اس لیے اس قول کا کوئی اعتبار نہیں، بالخصوص جب کہ انہوں نے خود اپنے والد شیخ ابو محمد جوینی سے نقل کیا ہے کہ میرے شیخ اسے قطعی طور پر حرام سمجھتے تھے، امام قرطبی رحمہ اللہ نے بھی اس کے حرام ہونے پر اجماع نقل کیا ہے، باقی مذکورہ حضرات نے یہ بات بیان کی ہے کہ عام طور پر اسے بجانے والے مخنث ہوتے ہیں، یہ خود اس کے حرام ہونے کی قوی ترین دلیل ہے کیونکہ جو چیز مخنث لوگوں کا شعار ہو، اسے اختیار کرنا حرام ہے کیونکہ ان کی مشابہت حرام ہے، رہی یہ بات کہ ''کوبہ'' سے مراد کیا ہے؟ تو بعض حضرات نے اس کا معنی بیان کیا ہے طبلہ اور یہی معنی صحیح ہے اور بعض حضرات نے اس کا معنی نرد شیر سے کیا ہے۔

۴۵۲ تا ۴۵۵۔اشعار میں کسی لڑکے یا عورت کے ساتھ اپنے عشق کے احوال بیان کرنا، اگر چہ وہ لڑکا غیر معین ہو، عورت معین ہو، اس میں کوئی فحش بات بھی نہ ہو، یا عورت مبہم ہو اور اس میں فحش باتیں کی گئی ہوں اور ان اشعار کو پڑھنا

پہلے گناہ کے کبیرہ ہونے کی تصریح کرتے ہوئے رویانی نے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی لڑکے کے اوصاف ومحاسن اشعار میں بیان کرے اور یہ کہ وہ اس کے ساتھ عشق کرتا تھا تو وہ فاسق ہو جائے گا گو کہ وہ اسے معین نہ کرے، کیونکہ مردوں کی طرف شہوت سے دیکھنا بہر حال حرام ہے، جبکہ ''التھذیب'' وغیرہ میں اس کے گناہ کبیرہ ہونے کے لیے لڑکے کے متعین ہونے کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ عورت میں تعیین کا اعتبار ہے، امام اذرعی نے اسی قول کو صحت کے قریب تر اور پہلے قول کو نہایت ضعیف قرار دیا ہے، کیونکہ تشبیب (اشعار میں کسی کے محاسن کو مزے لے کر بیان کرنا) میں شہوت کے ساتھ دیکھنے پر کوئی دلالت نہیں پائی جاتی اور عام طور پر شاعر ایسے اشعار کے ذریعے اپنے فن کا اظہار کرتا ہے اور اپنے تخیلات کی بلندی نمایاں کرتا ہے، وہ حقیقتاً عاشق نہیں ہوتا، لہٰذا ایک مجہول تشبیب کے ذریعے اسے فاسق قرار دینا صحیح نہیں ہے، پھر انہوں نے امام شافعی رحمہ اللہ کے ایک شعر کا تذکرہ کیا ہے جس کا ترجمہ یہ ہے کہ اگر میری نگاہیں تجھے مسلسل دیکھتی رہیں تو میری موت آ جائے گی لیکن نگاہیں سیراب نہ ہوں گی، اب اس شعر میں لڑکے کی تصریح نہیں ہے، اس لیے ممکن ہے کہ انہوں نے یہ شعر اپنی بیوی یا باندی کے متعلق کہا ہو، اور دوسرے اور تیسرے گناہ کے کبیرہ ہونے کی تصریح بھی شریح رویانی نے روضۃ الحکام میں کرتے ہوئے کہا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی عورت کے حوالے سے تشبیب کرتے ہوئے فحش باتوں کے ساتھ اس کا تذکرہ کرے تو وہ فاسق ہے، اور اگر وہ اسے معین کر دیتا ہے اور وہ معین عورت اس کی بیوی یا باندی ہے تو اسے فاسق نہیں قرار دیا جائے گا، البتہ یہ بیوقوفی ہوگی، اور بعض حضرات کہتے ہیں کہ اس کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہو جائے گی اور اگر وہ عورت اجنبیہ ہو اور متعین بھی ہو تو وہ فاسق ہوگا اور اگر مبہم ہو تو اسے فاسق نہیں کہا جائے گا اور بعض حضرات اسے فاسق قرار دیتے ہیں، شیخین کی عبارت بظاہر اسے فاسق نہیں کہتی اور یہ کہ اگر اسے مردود الشہادۃ قرار دیا جائے تو وہ فسق کی وجہ سے نہ ہوگا بلکہ عدم مروت کی وجہ سے ہوگا۔

''الروضہ'' کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ غیر متعین عورتوں اور لڑکوں کے معاملے میں تشبیب کو عدالت میں مخل قرار نہیں دینا چاہیے گو کہ شاعر بکثرت ایسا ہی کرتا ہو، کیونکہ تشبیب ایک فن ہے اور شاعر کا اس سے مقصد کلام کو مزین اور خوبصورت کرنا ہوتا ہے، مذکورہ تحقیق اس کا مقصد نہیں ہوتی، شیخین کہتے ہیں کہ یہی حکم اس صورت میں بھی ہونا چاہیے جبکہ شاعر کسی ایسی عورت کا نام لے جسے وہ جانتا ہی نہ ہو کہ وہ کون ہے؟ لیکن اگر شاعر فحش باتیں کہے، یا کسی معین عورت کے معاملے میں تشبیب کرے یا اس کے جسمانی پوشیدہ اعضاء کے محاسن بیان کرے تو دیکھا جائے گا کہ اگر وہ عورت اس کی بیوی یا باندی ہو تو اس میں فقہاء کی دو رائیں ہیں، ایک رائے یہ ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے اور اس کی وجہ سے اس کی گواہی مردود نہ ہوگی، اس قول کے قائل کا کہنا ہے کہ اگر عورت معین نہ ہو تب بھی اس کی گواہی مردود نہ ہوگی، کیونکہ ممکن ہے کہ اس کی مراد وہ عورت ہو جو اس کے لیے حلال ہو، لیکن

صحیح قول یہ ہے کہ اگر وہ اپنی بیوی کے حوالے سے ایسی چیزوں کو ذکر کرتا ہے جنہیں مخفی رکھنا ضروری ہوتا ہے تو اس کی گواہی مردود ہوگی کیونکہ اس حرکت سے اس کی مروت ساقط ہوگئی، بعض حضرات نے اس دعویٰ کو تسلیم نہیں کیا کہ ہر وہ چیز جس کو مخفی رکھنا حق ہو، اسے ظاہر کرنے سے مروت ساقط ہو جاتی ہے، نیز 'امام شافعی رحمہ اللہ نے بھی اس بات کی تصریح کی ہے کہ اس سے انسان کی گواہی مردود نہیں ہوتی، لیکن ان میں سے پہلی بات کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ جب اس کے ساتھ ایسی لاپرواہی شامل ہو جائے جس میں اس کے اہل وعیال کی رسوائی ہو، تو کوئی شک نہیں کہ یہ مروت کے خلاف ہے اور دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ گویا امام شافعی رحمہ اللہ سے اس مسئلے میں دو قول منقول ہیں، جن میں سے شیخین نے ایک قول کو ترجیح دی ہے اس لیے ان پر اعتراض نہیں ہوسکتا، گو کہ جمہور فقہاء گواہی مردود نہ ہونے کے قائل ہوں۔

تشبیب کے حرام نہ ہونے کی تائید اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے نبی علیہ السلام کی موجودگی میں سعاد کے ساتھ تشبیب کا معاملہ کیا لیکن نبی علیہ السلام نے ان پر اس حوالے سے کوئی نکیر نہیں فرمائی، بعض حضرات نے اسے اس بات پر محمول کیا ہے کہ سعاد ان کی بیوی کا نام ہے جو ان کی چچازاد بہن بھی تھی اور اس سے جدا ہوئے انہیں لمبا عرصہ گزر چکا تھا، اس کی تائید اذرعی کی اس بات سے بھی ہوتی ہے کہ یہ حکم قطعی طور پر ثابت ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کے معاملے میں تشبیب سے کام لے اور سوائے محبت اور شوق ملاقات کے کسی چیز کا ذکر نہ کرے، یا تشبیہات ظاہرہ میں سے کوئی چیز ذکر کرے تو یہ نقصان دہ نہیں ہے، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ وہ کسی غیر متعین عورت کا تذکرہ کرے لیکن برائی کے ساتھ اس کا ذکر نہ کرے، ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں کہ یہ بات یقینی ہے کہ اگر شاعر کسی ایسی عورت کا نام لے جس کے متعلق اسے معلوم نہ ہو کہ وہ کون عورت ہے اور اس کے ظاہری محاسن، اس سے محبت اور ملاقات کے شوق کا ذکر کرے جس میں کوئی بیہودگی اور بے حیائی نہ ہو تو قائل کے لیے اس کی وجہ سے کوئی معیوب بات نہ ہوگی اور اس میں کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ شعراء کے یہاں لیلیٰ، سعدیٰ، دعد، ہند، سلمیٰ اور لبنیٰ وغیرہ ناموں کا اشعار میں ذکر کرنا ایک معمول کی بات ہے، یہی وجہ ہے کہ نبی علیہ السلام کی موجودگی میں حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ نے جو قصیدہ کہا تھا، اس کا مطلع یہ تھا۔

بانت سعاد فقلبی الیوم مبتول

نبی علیہ السلام ان کے اشعار سن رہے تھے لیکن اس پر کوئی نکیر نہیں فرمائی۔

علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اچھے اشعار پر اہل علم و دانش میں سے کسی نے بھی کوئی نکیر نہیں فرمائی، کبار صحابہ اور اہل علم وفضل میں سے کوئی ایسا نہیں ہے جس نے خود کوئی شعر نہ کہا ہو، یا کسی کا شعر پڑھا یا سنا ہو، جبکہ اس میں حکمت اور دانائی کی باتیں ہوں، جس میں کوئی بے حیائی، بیہودگی یا ایذاء مسلم کی کوئی بات نہ ہو، چنانچہ عبیداللہ بن عتبہ بن مسعود'' جو مدینہ منورہ کے دس مشہور فقہاء میں سے تھے اور مشائخ سبعہ میں شمار ہوتے تھے'' نہایت عمدہ شاعر تھے، احیاء العلوم میں ہے کہ اگر اشعار میں رخساروں، کنپٹیوں اور عورتوں کے دیگر محاسن کے ساتھ تشبیب کی گئی ہو تو اس کا حلال ہونا محل نظر ہے، صحیح بات یہ ہے کہ اشعار میں انہیں نظم کرنا اور پڑھنا حرام تو نہیں ہے لیکن سننے والے پر لازم ہے کہ اسے کسی معین عورت پر محمول نہ کرے، اگر وہ اسے اپنی

بیوی پر محمول کرے تو جائز ہے اور اگر کسی دوسری عورت پر محمول کرے تو اس محمول کرنے میں وہ گنہگار ہوگا، اور جس شخص کی یہ حالت ہو، اسے سماع سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔

۴۵۶ تا ۴۵۹۔ وہ شعر جو کسی مسلمان کی ہجو پر مشتمل ہو، گو کہ سچا ہی ہو، یا بیہودگی یا واضح جھوٹ پر مشتمل ہو اور ایسے اشعار کو پھیلانا

ان گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح جرجانی نے اپنی کتاب ''الشافی'' میں کی ہے کہ اشعار کہنے والے کی گواہی مردود نہیں ہوتی، بشرطیکہ اس میں کسی مسلمان کی ہجو، بے حیائی یا واضح جھوٹ نہ ہو، مطلب یہ ہے کہ اگر اس میں کسی مسلمان کی ہجو، بے حیائی یا واضح جھوٹ ہو تو اس کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہوگی، اور جہاں مروت یا تہمت نہ ہونے کی وجہ سے گواہی مردود قرار دے دی جائے، اس کی وجہ فسق ہوتا ہے اور جن لوگوں نے کسی مسلمان کی ہجو کرنے کو فسق قرار دیا ہے، ان میں عمرانی بھی شامل ہیں، وہ اپنی کتاب البیان میں کہتے ہیں کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان کی ہجو بیان کرے تو وہ فاسق قرار دیا جائے گا اور اگر کسی ذمی کی ہجو کرے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، رویانی نے بھی ''البحر'' میں کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اشعار کی وجہ سے کسی کو ایذاء پہنچاتا ہے مثلاً مسلمانوں کی یا کسی ایک مسلمان کی ہجو بیان کرتے ہوئے اشعار کہتا ہے تو اس وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جائے گا، کیونکہ ایذاء مسلم حرام ہے، غالباً شیخین نے بھی انہی کی پیروی کرتے ہوئے ہجو گوئی کی بناء پر گواہی مردود ہونے کا قول علی الاطلاق اختیار کرلیا ہے خواہ وہ سچا ہو یا جھوٹا، باقی رہا امام بلقینی رحمہ اللہ کا تصحیح المنہاج میں یہ کہنا کہ ''گواہی مردود ہونے سے حرمت لازم نہیں آتی کیونکہ بعض اوقات گواہی تو عدم مروت کی وجہ سے بھی مردود ہو جاتی ہے، تو اس کی تردید ان کے شاگرد ابوزرعہ نے کردی ہے اور کہا ہے کہ یہ چیز خلاف مروت نہیں ہے، یہاں گواہی مردود ہونے کا سبب حرمت ہی ہے، اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ یہ گناہ کبیرہ ہو، کیونکہ صغیرہ گناہ گواہی مردود ہونے کا تقاضا نہیں کرتا۔

ابوزرعہ کے اس قول کو ہمارے شیخ، شیخ الاسلام زکریا رحمہ اللہ کے اس قول کی نظیر میں پیش کیا جاسکتا ہے کہ شیخین نے یہ جو کہا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے اشعار میں ہجو گوئی کرے تو اس کی گواہی مردود ہو جائے گی، اسے اس ہجو گوئی پر محمول کیا جائے گا، جو انسان کو فاسق کردے، مثلاً انسان بکثرت دوسروں کی ہجو گوئی کرے اور اس کی نیکیاں غالب نہ ہوں، اور اس کا قرینہ وہ بات ہے جو شیخین نے اس کے بعد ذکر کی ہے اور اس کی نظیر قرار دینے کی وجہ کثرت کے ساتھ اس عمل کو دہرانا ہے، اور یہ فسق کی وجہ ہے جیسا کہ رویانی کے حوالے سے پیچھے گزرا، اور یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ وہ بکثرت اس کا ارتکاب نہ کرے جیسا کہ رویانی نے اسی کو ترجیح دی ہے، جب ''اکثار'' کی وجہ سے اسے فاسق قرار دیا جائے گا تو لازم آئے گا کہ یہ گناہ کبیرہ بھی ہو، گو کہ اس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب ہوں، کیونکہ نیکیوں اور گناہوں کے غالب آنے کی تفصیل صغیرہ گناہوں کا ارتکاب کرنے کے وقت معتبر ہوتی ہے، لیکن جو شخص گناہ کبیرہ کا ارتکاب کرتا ہو، اسے فاسق قرار دیا جائے گا اور علی الاطلاق اس کی گواہی مردود ہوگی، تاہم امام زرکشی نے کثرت کی قید کو درست اور صحیح قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ شیخین کے کلام کا تقاضا یہی ہے کہ

ہجو یہ کلام میں تھوڑے اور زیادہ کا کوئی فرق نہیں اور اس کی گواہی مردود ہوگی لیکن دارمی نے معمولی ہجو سے چشم پوشی کی ہے اور کتاب ''الام'' میں اکثار کی قید کا بھی یہی تقاضا ہے۔ امام اذرعی رحمہ اللہ نے بھی یہی تفصیل بیان کی ہے اور اس کے بعد فرمایا ہے کہ اسی بناء پر یوں کہنا چاہیے کہ اگر شاعر کثرت کے ساتھ ہجو یہ کلام کہتا ہو، یا اس حوالے سے وہ مشہور ہو، یا ایسے الفاظ سے ہجو کہے، جو اسے فاسق قرار دیتے ہوں کہ ان کا تلفظ کرنا گناہ کبیرہ ہو تو اس صورت میں یقیناً اس کی گواہی کو رد کر دیا جائے گا، بصورت دیگر اس کی گواہی مردود نہ ہوگی، البتہ یہ ضرور کہا جا سکتا ہے کہ غیبت گناہ کبیرہ ہے، یا ان اشعار میں ایسے الفاظ شامل ہوں جن سے کسی کو اذیت ہو، اور لوگ اسے یاد کر کے متعلقہ آدمی کو وقت بے وقت ستانے لگیں تو اس صورت میں اسے گواہی مردود ہونے کا سبب قرار دینے کا احتمال موجود ہے۔

لیکن یہ حکم نثر کا نہیں ہے کیونکہ نظم تو یاد ہو جاتی ہے بلکہ بعض اوقات ذہن کے ساتھ اس کے الفاظ چپک جاتے ہیں اور لوگ انہیں بار بار دہراتے ہیں، چنانچہ صاحب ''البحر'' کہتے ہیں کہ شعر کے الفاظ یاد رہتے ہیں اور وہ زمانہ دراز تک محفوظ رہتے ہیں بخلاف نثر کے، اور اس کا تعلق اگر کہنے والے کے ساتھ ہو تو شیخ موفق کہتے ہیں کہ اس کا حرام ہونا صحیح ہے لیکن جہاں تک اسے نقل کرنے والوں کا تعلق ہے تو اس کی حرمت کا قول صحیح نہیں ہے، کیونکہ مغازی کے واقعات میں بہت سے ایسے قصیدے نقل کیے گئے ہیں جن میں کفار نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی ہجو کی ہے لیکن کسی نے بھی اس نقل پر نکیر نہیں کی، خود نبی علیہ السلام نے بھی ان اشعار کی اجازت دے دی تھی، جو شعراء نے یوم بدر و احد کے موقع پر کہے تھے، سوائے ابن ابی الصلت کے قصیدے کے، اسی طرح نبی علیہ السلام نے حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ کا قصیدہ بھی سنا تھا، اور لوگ ہمیشہ اس جیسے قصائد و اشعار کو نقل کرتے آئے ہیں اور کسی نے اس پر نکیر نہیں کی، امام اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شیخ موفق نے جو بات کہی ہے، اس میں کوئی شک نہیں جبکہ اشعار میں کوئی بے حیائی والی بات یا کسی زندہ اور فوت شدہ مسلمان کی دل آزاری نہ ہو، اور اس کی کوئی ضرورت بھی نہ ہو، یہی وجہ ہے کہ علماء نے ہجو گوئی کی بنیاد پر جریر اور فرزدق کی مذمت کی ہے لیکن ان کے اشعار سے اعراب وغیرہ پر استشہاد کرنے والوں کی کوئی مذمت نہیں کی، اس لیے ائمہ کے کلام کو ان لوگوں کی عادات پر محمول کرنا چاہیے جو اہل باطل اور لہو و لعب میں مبتلا ہوتے ہیں، اور اشعار کہنے کو شعراء زمانہ پر محمول کرنا چاہیے جبکہ اس کی انشاء حرام ہو، کیونکہ اس میں زندوں کے حوالے سے کوئی ایذاء رسانی یا ان کی بے حرمتی نہیں ہے، یا مردوں کے عیوب ذکر کر کے زندوں کو ایذاء پہنچانا نہیں ہے، اور یہ ان لوگوں میں سے نہیں ہے جن سے لغت یا کسی اور مسئلے میں حجت پکڑی جا سکتی ہو۔

امام رافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ''تعریض'' بھی تصریح کی طرح ہجو میں شمار ہوتی ہے بلکہ بعض اوقات اس سے بھی بڑھ جاتی ہے، شرح الصغیر میں اسی پر اعتماد کیا گیا ہے، امام اذرعی رحمہ اللہ نے بھی اس قول کی تحسین کی ہے، لہٰذا ابن کج کا تعریض کو ہجو تسلیم نہ کرنا ضعیف ہے، اس کی تائید امام حلیمی رحمہ اللہ کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ ہر وہ چیز جس کی تصریح اپنی ذات کی وجہ سے حرام ہو، اس کی تعریض بھی حرام ہوتی ہے، اور جس چیز میں حرمت اس کی ذات کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کسی عارض کی وجہ سے ہو تو اس میں تعریض جائز ہوتی ہے جیسے عدت گزارنے والی عورت کے سامنے نکاح کی پیشکش تعریض یعنی اشارے سے کرنا، امام

زرکشی رحمہ اللہ نے ابن کج کے قول کو قیاس کے قریب تر قرار دیا ہے اور دلیل یہ دی ہے کہ فقہاء نے حد قذف کے معاملے میں تعریض کو کنایہ کے ساتھ شامل نہیں کیا ہے، تو تصریح کے ساتھ کیسے شامل ہو جائے گی؟ لیکن امام زرکشی رحمہ اللہ کا یہ قول تسلیم نہیں کیا گیا، کیونکہ زیر تذکرہ موضوع کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، کیونکہ فقہاء کے اس کلام کا تعلق حد شرعی کے ساتھ ہے اور ہمارے اس کلام کا تعلق حرمت کے ساتھ ہے، ان دونوں میں سے ہر ایک کا مقام دوسرے سے جدا ہے اس لیے ایک کو دوسرے پر قیاس نہیں کیا جا سکتا، نیز حد قذف کے بیان میں یہ بات بھی گزر چکی ہے کہ کسی پر گناہ کی تہمت لگانا مطلقاً گناہ کبیرہ ہے خواہ اس سے کسی وجہ سے حد واجب نہ ہوتی ہو۔ امام رافعی رحمہ اللہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہجو بیان کرنے والے کا گناہ ہجو یہ اشعار کہنے والے کی طرح نہیں ہے، امام زرکشی رحمہ اللہ نے بھی یہی رائے اختیار کی ہے اور اذرعی نے اس کی تصحیح کی ہے، البتہ اگر کسی شخص نے ہجو گوئی کی لیکن اس کی اشاعت نہیں کی، اور بیان کرنے والے نے اسے سب جگہ پھیلا دیا تو بے شک اس کا گناہ زیادہ ہوگا۔

مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے عنوان میں مسلمان کی قید لگا کر کافر کو اس حکم سے خارج کیا ہے کیونکہ کافر کے معاملے میں فقہاء کے درمیان اختلاف اور اس میں تفصیلی آراء ہیں، اور تفصیل تو بلکہ مسلمان کے حوالے سے بھی ہے، خلاصہ اس کا یہ ہے کہ بہت سے فقہاء نے مطلقاً کافر کی ہجو کو جائز قرار دیا ہے، ان میں رویانی، صیدلانی، ابن صباغ، جرجانی اور محاملی وغیرہ بھی ہیں اور یہ حضرات اس بات سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو کافر و مشرک لوگوں کی ہجو کہنے کا حکم دیا تھا اور نبی علیہ السلام ان کے حق میں یہ دعا فرمایا کرتے تھے کہ اے اللہ! روح القدس کے ذریعے اس کی تائید فرما۔ [1] اس پر حضرت حسان رضی اللہ عنہ قریش کی ہجو کہتے تھے اور نبی علیہ السلام فرماتے کہ یہ اشعار ان پر تیروں سے بھی زیادہ شدید ہوتے ہیں، اس لیے عمومی طور پر اس کا محل تمام کفار ہیں، یہی حکم اہل حرب کا بھی ہے خواہ وہ زندہ ہوں یا مردہ، جبکہ اس کا کوئی ایسا قریبی رشتہ دار نہ ہو جو مسلمان ہو اور اسے اس سے ایذاء پہنچتی ہو، باقی رہا ذمی یا وہ حربی جس کا کوئی قریبی رشتہ دار مسلمان ہو اور اسے اس سے تکلیف ہوتی ہو تو اس کی ہجو گوئی جائز نہیں ہے جیسا کہ متاخرین کی ایک جماعت کی رائے ہے، ان میں اذرعی اور ابن عماد بھی شامل ہیں، جہاں تک حضرت حسان رضی اللہ عنہ کے مشرکین کی ہجو گوئی کا تعلق ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگر چہ وہ ہجو متعین لوگوں کی ہوتی تھی لیکن وہ لوگ حربی تھے، علاوہ ازیں وہ تو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا دفاع کرتے تھے جو کہ مباحات میں سے نہیں بلکہ عبادات میں سے ہے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام انہیں حکم دیا کرتے اور ان کے حق میں دعا فرماتے تھے۔ اور امام غزالی رحمہ اللہ اور متاخرین کی ایک جماعت نے حربی کے ضمن میں بدعتی آدمی کو بھی شامل کر لیا ہے، اور کہا ہے کہ بدعتی آدمی کی ہجو گوئی اس کی بدعت کی وجہ سے جائز ہے، لیکن شرعی مقصد کے لیے مثلاً اسے اس کی بدعت سے روکنا مقصود ہو، ابن عماد کہتے ہیں کہ مرتد کی ہجو بھی جائز ہے لیکن تارک نماز اور شادی شدہ زانی کی نہیں، ابن عماد کا مرتد کے حوالے سے یہ قول بالکل واضح بات ہے کیونکہ وہ بھی حربی کی طرح ہے بلکہ اس سے بھی بدتر ہے، جبکہ تارک نماز اور زانی کا یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ علی الاعلان یہ کام نہ کرتے ہوں اور اگر وہ علی الاعلان یہ کام کرتے ہوں تو ان کی ہجو گوئی اس حد تک جائز ہے، بلقینی نے اس حوالے سے یہ کہا ہے کہ اگر اس

[1] صحيح بخاری، الصلوٰۃ: ٦٨۔ مسند احمد: ٥/ ٢٢٢.

کا مقصد اسے گناہ سے روکنا ہو تو اس کی ہجو گوئی جائز ہے، ورنہ حرام ہے۔

۴۶۰ تا ۴۶۱۔ اشعار میں خلاف معمول مبالغہ آرائی سے کام لینا اور زیادہ تر وقت اسی میں صرف کر کے اسے کمائی کا ذریعہ بنالینا:

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی دلیل امام ماوردی رحمہ اللہ کے کلام سے حاصل ہوتی ہے، امام فورانی رحمہ اللہ نے بھی ''العمدۃ'' میں کہا ہے کہ اگر شاعر کسی شخص کی تعریف میں اتنی مبالغہ آرائی سے کام لینے لگے جو خلاف معمول اور خلاف رواج وعادت ہو تو یہ صریح جھوٹ اور بیوقوفی ہے جس سے اس کی گواہی مردود ہو جاتی ہے، امام اذرعی نے ''عادت'' کی قید لگانے کی تحسین کی ہے، شیخ ابو محمد کہتے ہیں کہ اگر شاعر بکثرت خالص جھوٹ نہ بولتا ہو تو اس کی گواہی قبول ہوگی، پھر ''العمدۃ'' میں کہا ہے کہ مرد کو شیر یا چودھویں کے چاند کے ساتھ تشبیہ دینا کوئی معیوب بات نہیں ہے، یا جیسے کوئی آدمی دوسرے سے کہے کہ میں تو دن رات آپ ہی کو یاد کرتا رہتا ہوں، کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی جس میں مجھے آپ یاد نہ آئیں اور یہ کہ آپ مجھے میری جان سے بھی زیادہ محبوب ہیں تو اس سے بھی انسان کی عدالت متاثر نہیں ہوتی کیونکہ کہنے والے کا اس سے مقصد جھوٹ بولنا نہیں ہوتا بلکہ کلام کو مزین کرنا ہوتا ہے، لہٰذا یہ یمین لغو کے مرتبے میں ہوتا ہے، یہ بھی ممکن ہے کہ ممدوح اور ممدوح میں فرق ہوتا ہے، اب اگر کوئی شاعر اپنے ممدوح کے کسی وصف مثلاً سخاوت علم اور شجاعت وغیرہ میں سے ایسے وصف میں مبالغہ کرتا ہے جو کسی نہ کسی درجے میں اس میں موجود ہوتا ہو تو یہ مبالغہ نقصان دہ نہیں، اور اگر وہ ممدوح اس وصف سے بالکل عاری ہو مثلاً شاعر کسی جاہل، فاسق یا کنجوس کو سب سے بڑا عالم، یا سخی وغیرہ قرار دینا شروع کر دے جس کے جھوٹا ہونے کا خود اس کو بھی یقین ہو تو یہ حیاء اور مروت کی چادر کو تار تار کرنے کے مترادف ہے، اس طرح جو شخص کسی کی مدح سرائی کو اپنا پیشہ ہی بنالے اور اپنے اوقات کا زیادہ تر حصہ اسی میں خرچ کرنے لگے تو اس کا بھی یہی حکم ہے، البتہ اگر کوئی شخص کسی کے احسان کے بدلے بعض اوقات اس کی تعریف کر دیا کرے تو اس سے چشم پوشی ہی برتی جاتی ہے۔

امام ماوردی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اشعار کے ذریعے کمائی کرنے والا شخص ایسا ہو کہ اگر ممدوح اسے کچھ دے دے تو اس کی تعریف کرے، کچھ نہ دے تو اس کی مذمت نہ کرے اور جو بھی مل جائے اسے چپکے سے قبول کرلے تو ایسا شاعر اپنی عدالت پر برقرار رہے گا اور اس کی گواہی بھی مقبول ہوگی، یہ بات بھی معلوم رہے کہ ادباء وغیرہ کا اس بات میں اختلاف رائے ہے کہ شعر میں مبالغہ زیادہ اولیٰ ہے یا کسی چیز کو اس کی حقیقت کے مطابق ذکر کرنا زیادہ اولیٰ ہے، چنانچہ بعض حضرات کی رائے یہ ہے کہ اس میں مبالغہ زیادہ اولیٰ ہے اور بعض حضرات دوسری رائے کو ترجیح دیتے ہیں تاکہ انسان جھوٹ بولنے سے محفوظ رہے، یہی رائے حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ کی بھی ہے، اور بعض حضرات یہ کہتے ہیں کہ اگر یہ مبالغہ کسی ناممکن چیز تک پہنچانے والا ہو تو اسے ترک کر دیا جائے، ورنہ مبالغہ ہی زیادہ اولیٰ ہے، نیز اگر اشعار میں کوئی بیہودگی یا جھوٹ وغیرہ نہ ہو تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں ہے، چنانچہ بہت سے شعراء تھے جن کا کلام نبی علیہ السلام سنتے تھے، مثلاً حضرت حسان، حضرت عبداللہ بن رواحہ اور حضرت کعب

بن مالک رضی اللہ عنہم ، اسی طرح نبی علیہ السلام نے ایک مرتبہ امیہ بن ابی الصلت کے سو اشعار سنے تھے، بہت سے صحابہ وتابعین نے بھی اشعار سنے اور کہے ہیں، اصمعی کہتے ہیں کہ میں نے ہذلیین کے اشعار امام شافعی رحمہ اللہ کے سامنے پڑھے ہیں، اہل عرب کے مختلف دواوین یاد کر لینے سے کتاب وسنت کی معرفت میں بہت مدد ملتی ہے، اور امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ بعض اشعار حکمت پر مبنی ہوتے ہیں۔ ❶ اسی طرح امام شافعی رحمہ اللہ نے مرسلاً یہ روایت نقل کی ہے کہ شعر بھی ایک کلام ہوتا ہے، کلام اچھا ہو تو شعر بھی اچھا ہوتا ہے، اور کلام قبیح ہو تو شعر بھی قبیح ہوتا ہے، مطلب یہ ہے کہ اصل قباحت کلام میں ہوتی ہے، شعر میں نہیں۔

امام رافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کتاب وسنت کی معرفت کے لیے جن اشعار کی ضرورت پڑتی ہو، انہیں یاد کرنے کا حکم موکد ہے کیونکہ نیکی کے کام میں جو چیز معاون ہو، وہ بھی نیکی ہوتی ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اشعار کو نثر پر یہ فضیلت حاصل ہے کہ ان میں کسی قسم کی تبدیلی نہیں ہوتی، یہ اپنے الفاظ میں ہی منتقل ہوتے ہیں جبکہ نثر کے الفاظ بدل جاتے ہیں، امام اذرعی کہتے ہیں کہ ماوردی کی یہ بات بہت عمدہ ہے کہ کلام عرب میں جو اشعار پائے جاتے ہیں، ان میں سے بعض مستحب، بعض مباح اور بعض ممنوع ہیں، مستحب تو وہ اشعار ہیں جن میں دنیا سے بے رغبتی اور آخرت کی طرف رغبت دلائی گئی ہو، یا اچھے اخلاق کی ترغیب ہو، مباح اشعار وہ ہیں جو فحش کلامی اور جھوٹ سے محفوظ ہوں اور ممنوع وہ اشعار ہیں جن میں دو چیزیں ہوں جھوٹ اور بے حیائی، ایسے اشعار کہنے والے کے لیے یہ دونوں چیزیں عیب ہیں، اور اسے بیان کرنے والا اگر مجبور ہو تو یہ عیب نہیں، ورنہ اس کے حق میں بھی عیب ہے، رویانی نے بھی ان کی اتباع کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ جو چیز اللہ کی اطاعت، اتباع سنت اور اجتناب بدعت کی ترغیب دیتی ہو، وہ عبادت ہی ہوگی، یہی حکم ان اشعار کا بھی ہے جو نبی علیہ السلام کی مدح سرائی پر مشتمل ہوں اور کچھ شک نہیں کہ شاعر کا ہجو یہ کلام کہنا حرام ہے خواہ وہ اس میں سچا ہو یا جھوٹا، اور اس کی وجہ سے اس کی گواہی مردود ہو جائے گی، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جبکہ اس کے کلام میں بے حیائی یا کسی پر گناہ کی تہمت پائی جاتی ہو، امام شافعی رحمہ اللہ نے شعراء کی مذمت میں وارد حدیث کو اسی معنی پر محمول کیا ہے، اور اکثر حضرات نے اسے اس صورت پر محمول کیا ہے جبکہ شاعر پر شعر وشاعری کا اس قدر غلبہ ہو جائے کہ وہ قرآن وسنت سے غافل ہو جائے۔

۴۶۲۔ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا جس کی وجہ سے اس کے گناہ نیکیوں پر غالب آ جائیں

اس گناہ کے کبیرہ ہونے کی تصریح متعدد علماء نے کی ہے چنانچہ امام رافعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ فقہاء نے کہا ہے کہ عدالت کے لیے کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنا شرط ہے اس لیے جو شخص کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرتا ہے، وہ فاسق اور مردود الشہادۃ ہو جاتا ہے، رہے صغیرہ گناہ تو ان سے مکمل اجتناب تو شرط نہیں ہے، تاہم یہ شرط ضرور ہے کہ انسان اس پر اصرار نہ کرے، کیونکہ صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنا کبیرہ گناہوں کے ارتکاب کی طرح ہے، باقی رہا وہ اصرار جو انسان کی عدالت کو سلب کر لیتا ہے آیا وہ کسی خاص صغیرہ گناہ پر اصرار کرنا ہے یا مطلقاً صغیرہ گناہوں کی کثرت کرنا ہے خواہ ان کا تعلق کسی بھی نوع سے ہو؟ تو بعض

---

❶ صحیح بخاری، الادب: ۹۰۔ مسند احمد: ۳/ ۴۵۶.

فقہاء کے کلام سے پہلی بات سمجھ میں آتی ہے اور بعض حضرات کے کلام سے دوسری بات اور جمہور کا یہ قول اسی کی تائید کرتا ہے کہ جس شخص کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب ہوں، اس شخص کو عادل کہا جائے گا اور جس شخص کے گناہ نیکیوں پر غالب ہوں وہ مردود الشہادۃ ہوگا، امام شافعی رحمہ اللہ کے الفاظ بھی ''المختصر'' میں اسی کے قریب تر ہیں، ''الروضہ'' میں بھی یہی رائے اختیار کی گئی ہے اور ان دونوں حضرات کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ دوسری رائے کو ترجیح دی جائے۔

خلاصہ کلام یہ کہ اکثر متاخرین مثلاً اذرعی، بلقینی اور زرکشی وغیرہ کا اعتماد اسی بات پر ہے کہ صغیرہ گناہوں کی کسی خاص قسم یا مختلف اقسام پر مداومت کبیرہ کی طرح نقصان دہ نہیں ہے خواہ وہ اس صغیرہ پر قائم ہو، یا بکثرت اس کا ارتکاب کرتا ہو جبکہ اس کی نیکیاں اس کے گناہوں پر غالب ہوں، بصورت دیگر یہ مداومت نقصان دہ ہوگی، یہی مطلب ہے شیخین کی اس عبارت کا کہ صغیرہ گناہ پر مداومت اسے مردود الشہادۃ بنا دیتی ہے اگر اس میں یہ پہلو ہو کہ اس کی نیکیاں گناہوں پر غالب نہ ہوں، اس لیے امام شافعی رحمہ اللہ کا مذہب یہی قرار پاتا ہے کہ جس شخص کی نیکی اور مروت غالب ہو، اس کی گواہی مقبول ہوگی اور جس شخص کے گناہ اور خلاف مروت کام غالب ہوں، اس کی گواہی مردود ہوگی، اور ''فسق'' کی تعریف کرتے ہوئے عبادی نے کہا ہے کہ انسان کبیرہ گناہوں کا ارتکاب کرے یا اس کے صغیرہ گناہ اس کی نیکیوں پر غالب آجائیں، اور ''مروت'' کی تعریف یہ ہے کہ انسان کوئی ایسا کام نہ کرے کہ اس جیسے انسان سے لوگ اس کا ارتکاب کرنے کو ناپسند سمجھتے ہوں، مثلاً کھانے پینے اور پہننے میں، اس تعریف میں اس بات کی دلیل موجود ہے کہ اگر کوئی شخص اپنے کھانے پینے میں حد سے زیادہ کنجوسی کرے یا لباس کے معاملے میں اپنے اوپر تنگی کرے تو اس کی گواہی رد کر دی جائے گی، اس موقع پر اسنوی نے امام رافعی رحمہ اللہ کی طرف ایک عبارت کی نسبت کی ہے، ابن عماد اس کی تردید کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ امام رافعی رحمہ اللہ نے یہ نہیں کہا ہے کہ صغیرہ گناہ پر اصرار اسے کبیرہ بنا دیتا ہے، انہوں نے تو یہ کہا ہے کہ اس کی گواہی دینے والے کو فاسق قرار دیا جائے گا، اور کسی کو فاسق قرار دینے اور مردود الشہادۃ کہنے سے ان کاموں کا گناہ کبیرہ ہونا لازم نہیں آتا، کیونکہ یہ دونوں چیزیں تو صغیرہ گناہوں پر اصرار کرنے کی وجہ سے بھی لازم آجاتی ہیں، بلکہ صرف ایک صغیرہ گناہ سے بھی جس کا خطرہ بہت زیادہ ہو جیسے لوگوں کی موجودگی میں کسی اجنبیہ عورت کو بوسہ دینا۔

مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ کسی کو فاسق قرار دینے کے حوالے سے یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے کیونکہ کسی کو فاسق صرف کبیرہ گناہ کی بنیاد پر ہی قرار دیا جا سکتا ہے، بخلاف گواہی مردود ہونے کے کہ انسان کی گواہی تو خلاف مروت کام کرنے کی وجہ سے بھی رد کر دی جاتی ہے جیسا کہ امام رافعی رحمہ اللہ نے بوسہ دینے کا ذکر کیا ہے، لیکن یہ مثال ان لوگوں کے قول کے مطابق ہے جو بوسہ دینے کو کبیرہ گناہ نہیں سمجھتے، لیکن اسے مذکورہ اصرار کی مثال میں پیش کرنا ایک اختلافی بات ہے لہٰذا اسے دلیل نہیں بنایا جا سکتا، امام بلقینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ نیکیوں اور گناہوں کے غلبے میں دارومدار عرف پر ہے کیونکہ اس سے ساری زندگی کی نیکیاں اور گناہ مراد لینا ممکن ہی نہیں ہے کیونکہ اس میں مستقبل بھی داخل نہیں ہوسکتا اور وہ گناہ بھی جو توبہ وغیرہ سے زائل ہو گئے ہوں، اسی وجہ سے امام شافعی رحمہ اللہ نے ''المختصر'' میں کہا ہے کہ ہم کسی آدمی کے متعلق یقینی طور پر نہیں جانتے کہ اس کی نیکیاں اور مروت

خالص ہے، اس میں گناہ کی آمیزش نہیں ہے، سوائے چند افراد کے، اس لیے اگر کسی شخص کے حالات میں نیکیوں اور مروت کا غلبہ ہو تو اس کی گواہی قبول کر لی جائے گی اور اگر اس کے حالات میں گناہوں اور خلاف مروت کاموں کا غلبہ ہو تو اس کی گواہی رد کر دی جائے گی، امام بلقینی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ہمارے حضرات اس بات پر متفق ہیں کہ یہاں صغیرہ گناہ مراد ہیں کیونکہ کبیرہ گناہ انسان کو ''عدالت'' سے خارج کر دیتے ہیں، اس لیے یوں کہنا چاہیے کہ عدالت کی شرط یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کیا جائے اور صغیرہ گناہ اس کی نیکیوں پر غالب نہ آ جائیں، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر کسی آدمی کے صغیرہ گناہ اور نیکیاں دونوں برابر ہوں تو اس کی عدالت باقی رہے گی، یہ ایک امکان ہے اور اس کی نفی کا بھی امکان ہے جیسے کسی جگہ پر حلال اور حرام دونوں جمع ہو جائیں تو حرام کی گندگی کی وجہ سے غلبہ حرام کا ہوگا، اسی طرح یہاں بھی معاصی کا غلبہ ہوگا۔

اس مضمون میں ''اصرار'' کا لفظ بار بار آیا ہے اور سورۂ آل عمران کی آیت نمبر ۱۳۵ میں بھی یہ لفظ آیا ہے، اس کی تفسیر کرتے ہوئے قاضی ماوردی اور طبری نے کہا ہے کہ کسی کام کو بار بار کرنے کا عزم کرنا، ابن صلاح کا یہ قول اسی کی تائید کرتا ہے کہ اصرار توبہ کی ضد کے ساتھ چمٹ جانا ہے اس طرح کہ انسان اس فعل کو دہرانے کے لیے ہمیشہ پر عزم ہو اور ہمیشہ اس کا ارتکاب کرتا ہو، اور اس کی وجہ سے انسان کبیرہ گناہوں کی حدود میں داخل ہو جائے، ابن عبدالسلام کہتے ہیں اصرار کا معنی یہ ہے کہ انسان کسی کبیرہ گناہ کا ارتکاب بار بار اس طرح کرے جس سے اس بات کا پتہ چلتا ہو کہ اس کی نگاہوں میں اس کی کوئی اہمیت نہیں ہے اور اہل ایمان کی خوبی یہ ہے کہ وہ اپنے گناہوں پر اصرار نہیں کرتے۔

۴۶۳۔ کبیرہ گناہوں سے توبہ نہ کرنا

اس گناہ کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا ایک واضح بات ہے گو کہ میری نظروں سے اس کی تصریح کہیں نہیں گزری لیکن عنقریب جو احادیث مذکور ہوں گی، ان سے اس کی تصریح ہو جاتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان بھی اسی بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ ''اے مومنو! تم سب کے سب اکٹھے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو تا کہ تم کامیاب ہو جاؤ'' ❶ اس سے معلوم ہوا کہ انسان کا اپنے گناہوں سے توبہ نہ کرنا نقصان ہی نقصان ہے، اسی وجہ سے کتاب وسنت کی نصوص اور اجماع امت کی روشنی میں کبیرہ گناہ سرزد ہو جانے پر فوری طور پر توبہ کرنا واجب ہے، قاضی باقلانی کہتے ہیں کہ توبہ میں تاخیر پر بھی توبہ کرنا واجب ہے، اور صغیرہ گناہ سے بھی توبہ کرنا کبیرہ گناہ کی طرح فوری طور پر واجب ہے، یہ رائے ہے امام اہل سنت والجماعت شیخ ابوالحسن اشعری رحمہ اللہ کی اور اس میں جبائی معتزلی کے علاوہ کسی سے اختلافی رائے منقول نہیں ہے، ہمارے فقہاء کی رائے بھی امام اشعری رحمہ اللہ کے موافق ہے بلکہ امام الحرمین نے تو اس پر اجماع نقل کیا ہے اور جبائی کے اختلاف کو کوئی اہمیت ہی نہیں دی ہے، معتزلہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرے تو صغیرہ خود معاف ہو جاتے ہیں اور وہ ان کے ارتکاب پر توبہ کے وجوب میں اہل سنت والجماعت سے اختلاف کرتے ہیں۔

لیکن کبیرہ گناہوں کے اجتناب سے صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہو جانا وجوب توبہ پر ہونے والے اجماع کو ختم نہیں کر سکتا

---

❶ النور: ۳۱.

کیونکہ کفارہ زیادہ سے زیادہ پردہ پوشی کا کام کرتا ہے اور جب ان کی پردہ پوشی ہوگئی تو امید ہوگئی کہ ان کا اثر بھی زائل ہو جائے گا، لیکن یہ ایک ایسی چیز ہے جو کبھی واقع ہو جاتی ہے اور کبھی نہیں ہوتی، کیونکہ اللہ پر تو کچھ واجب نہیں ہے اس لیے اس سے بھی توبہ کرنا واجب ٹھہرا، تاکہ توبہ کرنے کی وجہ سے اس پر مخالفت کا لگ جانے والا داغ زائل ہو جائے، یہیں سے امام سبکی کے اس قول کا جواب بھی ہو گیا کہ صغیرہ گناہوں میں یہ احتمال ہے کہ چونکہ نماز کی ادائیگی اور کبائر سے اجتناب کرنا ان کا کفارہ بن جاتا ہے لہٰذا یوں کہا جا سکتا ہے کہ ان سے توبہ کرنا واجب نہیں ہے، چونکہ اس اعتراض کا جواب نہایت واضح ہے اس لیے ان کے صاحبزادے تاج سبکی نے بھی ان کی موافقت نہیں کی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ ہر گناہ سے فوری طور پر توبہ کرنا واجب ہے، البتہ اگر کوئی شخص صغیرہ گناہ سے توبہ نہیں کرتا اور کچھ دیر بعد کوئی ایسا عمل کرتا ہے جو اس کا کفارہ بن جاتا ہے تو وہ دونوں گناہوں کی طرف سے کفارہ بن جاتا ہے، معصیت سے بھی اور توبہ میں تاخیر کرنے سے بھی۔ امام صاحب رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ کفارہ کا معنی ہے پردہ پوشی، لہٰذا نماز وغیرہ کے کفارہ ہونے کا مطلب یہ ہے کہ نماز کے ثواب نے اس گناہ کی سزا کو ڈھانپ لیا اور اس کی پردہ پوشی کر لی، رہی یہ بات کہ آیا کفارے سے وہ گناہ بالکل ختم ہو جاتا ہے یا نہیں؟ تو وہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔

اس کے بعد انہوں نے یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ جب آپ توبہ کی قبولیت کا یقینی فیصلہ نہیں کرتے اور آپ یہ بھی کہتے ہیں کہ توبہ سے سزا معاف نہیں ہو جاتی تو پھر اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا کیا مطلب ہے ''اگر تم ان کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرو جن سے تمہیں منع کیا گیا ہے، تو ہم تمہارے گناہوں کا کفارہ کر دیں گے۔'' [1] نیز نبی علیہ السلام کے ان فرامین کا کیا مطلب ہے کہ پانچوں نمازیں اپنے درمیانی وقت کے لیے کفارہ ہوتی ہیں، اور یہ کہ ایک جمعہ دوسرے جمعہ تک درمیان میں ہونے والے گناہوں کا کفارہ ہوتا ہے اور یہ کہ عرفہ کے دن کا روزہ دو سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور یہ کہ عاشوراء کے دن کا روزہ ایک سال کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے اور یہ کہ اللہ تعالیٰ ایک رات کے بخار سے مومن کے سارے گناہوں کا کفارہ کر دیتا ہے؟ تو ہم اس کا یہ جواب دیں گے کہ گناہ ہونے پر توبہ کرنا دوسرے واجبات کی ادائیگی کی طرح واجب اور ضروری ہے اور یہ توبہ اپنی ذات کے اعتبار سے نیکی ہے جس پر اللہ نے ثواب کا وعدہ بھی فرما رکھا ہے اور جہاں تک تعلق ہے سزا کے زائل ہونے کا تو وہ اللہ تعالیٰ کے حوالے ہے، اور اس سے بہتر امید کی جانی چاہیے، معتزلہ کہتے ہیں کہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب کرنے کی وجہ سے صغیرہ گناہ خود معاف ہو جاتے ہیں اور ان کا دعویٰ یہ ہے کہ عقلی طور پر یہ چیز واجب ہے، لیکن ان سے کہا جا سکتا ہے کہ اگر صرف کبیرہ سے اجتناب کرنا ہی گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے تو پھر عرفہ کا روزہ وغیرہ رکھنے کی مشقت برداشت کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ پھر اس بات میں بھی کوئی شک نہیں کہ توبہ سے حقوق العباد کا کفارہ نہیں ہوتا بلکہ انہیں راضی کرنا ضروری ہے اور ہمارے اصول وضوابط کے مطابق کوئی گناہ عقلی طور پر ایسا نہیں ہے جو دوسرے گناہوں کا کفارہ بن سکے اور شریعت میں جو غیر متعین الفاظ وارد ہوئے ہیں، ان کی صحیح تاویل اور حقیقی علم اللہ کے پاس ہے۔

ابو القاسم انصاری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہ بھی ممکن ہے کہ کفارہ ان صغیرہ گناہوں کا ہو جو انسان بھول گیا ہو گو کہ دوسروں کا

[1] النساء: ۳۱

حق اس کے ساتھ متعلق ہو کیونکہ اس سے معذرت کرنا مشکل ہے اور بعض اوقات ان کا اظہار ممکن بھی نہیں ہوتا، اسی کا ایک فرد نیکیوں میں کوتاہی کرنا بھی ہے کیونکہ اس کی تلافی اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی نہیں کرسکتا اور اس کا کفارہ صرف یہی ہے کہ کثرت سے نوافل پڑھے جائیں اور استغفار کیا جائے، امام زرکشی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ امام صاحب کی اس بات کی بنیاد اس کا لغوی معنی ہے کیونکہ کفارہ ستر پوشی کے معنی سے آگے نہیں بڑھتا، البتہ ہم یہ کہتے ہیں کہ جب گناہوں کو چھپالیا جاتا ہے تو گویا ان کی معافی کا اعلان ہوجاتا ہے اور توبہ کے واجب ہونے پر علماء کا اجماع اس کے منافی نہیں، تاہم انصاری صاحب نے جو تفصیل بیان کی ہے، دوسرے حضرات نے اسے تسلیم نہیں کیا بلکہ کبیرہ گناہوں سے اجتناب تمام صغیرہ گناہوں کو مٹادیتا ہے، جیسا کہ احادیث بھی اس پر دلالت کرتی ہیں اور اس تخصیص کی کوئی دلیل نہیں ہے جو انہوں نے کی ہے، البتہ یہ صحیح ہے کہ حقوق العباد کو توبہ کے علاوہ دوسرے فریق سے راضی نامے کے ذریعے ہی معاف کیا جاسکتا ہے جبکہ یہ ممکن بھی ہو، اور حق بات یہ ہے کہ ہر گناہ سے توبہ کرنا واجب ہے، ابن الصلاح اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ اگر کسی آدمی سے صغیرہ گناہ سرزد نہ ہوں یا موجود نہ ہوں تو نماز وغیرہ چیزیں کبیرہ گناہوں کا بھی کفارہ بن جاتی ہیں۔

اس بات میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ توبہ کی قبولیت یقینی ہے یا ظنی؟ صحیح بات ''جیسا کہ علامہ نووی رحمہ اللہ نے کہا ہے'' یہ ہے کہ کافر جب اسلام لاکر توبہ کرتا ہے تو اس کی توبہ کی قبولیت یقینی ہے اور دوسرے لوگوں کی توبہ ''جب کہ اس کی شرائط بھی موجود ہوں'' کی قبولیت ظنی ہے، ہمارے متقدمین فقہاء کی رائے اس سے مختلف ہے، چنانچہ الامام کہتے ہیں کہ جب کوئی شخص اسلام قبول کرتا ہے تو اس کا اسلام کفر سے توبہ نہیں ہوتا، اس کی توبہ تو اپنے کفر پر ندامت ہے، اور یہ ممکن نہیں ہے کہ ایک آدمی ایمان لے آئے اور اسے اپنے کفر پر ندامت نہ ہو، بلکہ ایمان قبول کرنا اور کفر پر ندامت ظاہر کرنا ان دونوں کا ایک دوسرے کے ساتھ ملا ہوا ہونا ضروری ہے، پھر کفر کا وبال ایمان لانے اور کفر پر نادم ہونے کی وجہ سے بالاجماع ساقط ہوجاتا ہے، یہ بات یقینی ہے، لیکن اس کے علاوہ توبہ کی جو اقسام ہیں ان کی قبولیت ظنی اور غیر یقینی ہے، اور ساری امت کا اس بات پر اجماع ہے کہ اگر کوئی کافر توبہ کرکے مسلمان ہوجاتا ہے تو اس کی توبہ صحیح ہے گوکہ وہ دوسرے معاصی میں مبتلا رہے، امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ حکم کفر کے حوالے سے ہے، باقی جو دوسرے گناہ ہیں، ان کا کفارہ ان سے توبہ کرنا ہی ہے جیسا کہ امام بیہقی نے بھی ذکر کیا ہے اور استدلال نبی علیہ السلام کے اس ارشاد سے کیا ہے کہ اگر اس نے اسلام قبول کرنے کے بعد نیکی کے کام اختیار کیے تو اس کے پچھلے اعمال پر مواخذہ ہوگا اور نہ بعد والے اعمال پر اور اگر اسلام قبول کرنے کے بعد بھی وہ گناہوں میں مبتلا رہا تو اس کے پہلے اور بعد کے تمام اعمال پر مواخذہ ہوگا، اگر اسلام تمام گناہوں کا کفارہ بن جاتا تو نبی علیہ السلام یہ کبھی نہ فرماتے کہ اسلام قبول کرنے کے بعد بھی اس کا مواخذہ ہوگا۔

امام بیہقی رحمہ اللہ شعب الایمان میں فرماتے ہیں کہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ شرعی حدود گناہوں کا کفارہ بن جاتی ہیں جب کہ وہ توبہ بھی کرے، کیونکہ نبی علیہ السلام نے ایک چور کا ہاتھ کاٹنے کے بعد فرمایا تھا کہ اللہ سے توبہ کرو، شیخین کا یہ قول بھی اسی کی تائید کرتا ہے کہ کسی کو ناحق قتل کرنے سے اخروی عذاب کے علاوہ بھی بہت سے مواخذات لازم ہوجاتے ہیں جن کا تعلق

دنیا سے ہوتا ہے مثلاً قصاص، دیت اور کفارہ، اس سے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ آخرت میں بھی سزا باقی رہے گی گو کہ دنیا میں اس سے قصاص یا بدل قصاص وصول کرلیا جائے ،لیکن امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مسلم اور فتاویٰ میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ دنیا میں قصاص وغیرہ کی وصولی سے گناہ اور اخروی مطالبہ ساقط ہو جاتا ہے، امام زرکشی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کا تقاضا تو یہ بنتا ہے کہ پھر توبہ کی بھی ضرورت نہ رہے، مصنف رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس سلسلے میں یہ بات قابل توجہ ہے کہ قصاص وغیرہ کی وصولی سے بندے کا حق ساقط ہو جاتا ہے، امام نووی رحمہ اللہ کے کلام کا مطلب یہی ہے اور اللہ تعالیٰ کا حق باقی رہ جاتا ہے اگر وہ توبہ کر لے تو وہ بھی ساقط ہو جاتا ہے ورنہ نہیں۔ ''الروضہ'' کی عبارت کو اس پر محمول کرلیا جائے اس طرح مختلف احادیث اور متضاد آراء کے درمیان تطبیق ہو جاتی ہے۔

یہ بات بھی جان لیجئے کہ توبہ ''جس سے گناہ مٹ جاتے ہیں'' دو قسم پر ہے کیونکہ جس گناہ سے توبہ کی جا رہی ہے، بعض اوقات اس کا حقوق العباد سے کوئی تعلق نہیں ہوتا اور بعض اوقات اس کا حقوق العباد سے بھی تعلق ہوتا ہے جیسے کسی اجنبیہ عورت سے شرمگاہ کے علاوہ میں ہم بستری کرنا، اور شراب پینا تو اس سے توبہ کی جو شرائط وارکان ہیں، ان میں اختلافِ رائے ہے، لیکن حقیقت میں وہ کوئی اختلاف نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ توبہ سے اس کا لغوی معنیٰ ''رجوع'' مراد لیتے ہیں، وہ ان چیزوں کو شرائط قرار دے دیتے ہیں، اور جو حضرات اس کا معنیٰ شرعی مراد لیتے ہیں وہ ان چیزوں کو توبہ کے ارکان قرار دے دیتے ہیں، اصولیین کی یہی رائے ہے اور توبہ تو دراصل صرف ندامت کا نام ہے کیونکہ ایک حدیث میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ندامت ہی توبہ ہے۔ ❶ باقی رہا حال میں اس گناہ کو چھوڑ دینا اور مستقبل میں اسے نہ کرنے کا عزم کرنا تو وہ توبہ کا ثمرہ ہے، اس کی شرطیں نہیں ہیں، بعض حضرات نے پہلی بات کا جواب یہ دیا ہے کہ حدیث میں خصوصیت کے ساتھ ندامت کا ذکر اس لیے کیا گیا ہے کہ وہ اس کا اہم ترین رکن ہے جیسا کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ حج تو وقوف عرفہ کا نام ہے۔ ❷ تاج سبکی نے اصولیین اور فقہاء دونوں کے قول کو جمع کرتے ہوئے توبہ کی تعریف ندامت سے کی ہے اور کہا ہے کہ ندامت ان امور کے بغیر متحقق نہیں ہو سکتی جن کا اعتبار فقہاء نے کیا ہے اور وہ تین ہیں یا پانچ یا اس سے بھی زیادہ، تفصیل عنقریب آ رہی ہے۔

چنانچہ پہلی شرط یہ ہے کہ ماضی پر ندامت ہو، اس شرط کا اعتبار اس لیے کیا گیا ہے کہ اگر اس سے اللہ تعالیٰ کا کوئی حق فوت ہوا ہے اور کوئی گناہ سرزد ہوا ہے تو اللہ تعالیٰ سے حیا اور اس کے حقوق کا خیال نہ رکھنے پر افسوس کا اظہار کرے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کسی دنیوی سبب سے نادم ہو مثلاً کسی نے اسے عار دلائی ہو یا اس کا مال ضائع ہو گیا ہو، یا جسم میں تھکن پیدا ہو گئی ہو یا مقتول اس کی اپنی اولاد تھا تو اس ندامت کا کوئی اعتبار نہیں، جیسا کہ اصولیین نے ذکر کیا ہے اور فقہاء کے کلام میں بھی اس کی طرف اشارہ موجود ہے، صراحتاً انہوں نے اس لیے بیان نہیں کیا کہ دراصل توبہ عبادت ہے اور عبادت صرف اللہ کی ہی ہو سکتی ہے اور اگر وہ عبادت کسی اور مقصد کے لیے ہو تو اس کا اعتبار ہی نہیں ہوتا، اگرچہ یہ بھی کہا جائے کہ توبہ کی خصوصیت یہ ہے کہ شیطان کا اس پر کوئی زور نہیں چلتا کیونکہ یہ ایک باطنی معاملہ ہے لہٰذا اس کے مقبول ہونے کے لیے اخلاص بھی ضروری نہیں اور

---

❶ ابن ماجہ، الزهد: ٣٠۔ مسند احمد: ١/ ٣٧٦۔ ❷ ابن ماجہ، المناسك: ٥٧

اس میں عجب وریاء کا بھی کوئی دخل نہیں ہے، امام ابونصر قشیری رحمہ اللہ نے اپنے والد امام ابوالقاسم قشیری رحمہ اللہ سے نقل کیا ہے کہ توبہ کی شرط یہ ہے کہ انسان سے جو لغزش سرزد ہوگئی، اسے یاد کرے اور اس پر ندامت کا اظہار کرے، اور اگر کسی آدمی سے کوئی گناہ سرزد ہوا اور وہ اسے بھول گیا تو اس کا مجموعی طور پر توبہ کر لینا اور اس بات کا عزم کر لینا کہ آئندہ کسی گناہ کا بھی ارتکاب نہ کرے گا، اس بھولے ہوئے گناہ کی طرف سے بھی توبہ بن جائے گا اور جو شخص ہمیشہ بھولا ہی رہے تو اس سے بھول چوک پر توبہ کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا، تاہم جب اللہ سے وہ ملاقات کرے گا تو اس لغزش پر اس سے باز پرس ہوگی، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی آدمی پر دوسرے کا قرض ہو اور وہ اسے بھول جائے یا ادائیگی پر قادر نہ ہو تو زمانہ حال میں اس سے نسیان یا تنگدستی کی وجہ سے اس کا مطالبہ نہیں کیا جائے گا لیکن جب وہ اللہ سے ملے گا تو اللہ اس سے ضرور باز پرس کرے گا، اور ہمارے نزدیک توبہ صرف ایک گناہ سے کی جائے تو صحیح ہے، سارے گناہوں سے توبہ کرنا اور اس کی تفصیلات کو ذکر نہ کرنا صحیح نہیں ہے۔ امام زرکشی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ایک واضح بات ہے کیونکہ توبہ نام ہے ندامت کا اور ندامت اس وقت تک متحقق نہیں ہو سکتی جب تک انسان کو اپنی کرتوت یاد نہ ہو، قاضی ابوبکر رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر انسان کو اپنے گناہوں کی تفصیل یاد نہ ہو تو اسے یوں کہنا چاہیے کہ اگر میرے کچھ گناہ ایسے بھی ہوں جو مجھے یاد نہیں تو میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں ان سے بھی توبہ کرتا ہوں، غالباً انہوں نے یہ بات اس شخص کے متعلق فرمائی ہے جسے یہ تو معلوم ہے کہ اس سے گناہ سرزد ہوئے ہیں لیکن اسے ان کی تفصیل یاد نہیں ہے کیونکہ جب انسان کو اپنے گناہوں کے متعلق ہی معلوم نہ ہو تو ایک غیر موجود چیز پر نادم ہونا محال ہے۔

اور قاضی صاحب کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی شخص سے ایک یا کئی گناہ سرزد ہوئے اور وہ انہیں جانتا بھی ہے یا یہ کہ وہ اسے یاد بھی ہیں تو وہ یوں کہے کہ اگر میرا کوئی ایسا گناہ ہے جو میں نہیں جانتا تو میں اللہ تعالیٰ سے اس پر بھی توبہ کرتا ہوں، اور اسے چاہیے کہ اللہ کی سزا سے پناہ مانگے، لیکن اس صورت میں توبہ واجب نہیں ہے جبکہ اسے اپنے کسی گناہ کا علم نہ ہو، یا علم تو ہو لیکن وہ اسے گناہ نہ سمجھتا ہو بلکہ اس صورت میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، شیخ عزالدین کہتے ہیں کہ انسان اپنے سابقہ گناہوں کو یاد کرے جہاں تک ممکن ہو، لیکن جہاں ناممکن ہو تو اس پر وہ چیز لازم نہ ہوگی جس کا اس نے اقرار نہ کیا ہو۔

دوسری شرط یہ ہے کہ انسان اس بات کا عزم کرے کہ مستقبل میں وہ گناہ یا اس جیسا گناہ کبھی نہیں کرے گا، یہ شرط اس شخص کے حوالے سے تصور کی جا سکتی ہے جسے دوبارہ ویسا ہی کام کرنے پر قدرت بھی ہو، اب اگر کسی شخص سے بدکاری کا گناہ سرزد ہوا اور اس کے بعد اس کی مردانہ شرمگاہ ہی کاٹ دی گئی یا کسی پر تہمت لگانے کے بعد اس کی زبان کاٹ دی گئی ہو تو ایسے شخص کے حق میں یہ شرط اس طرح ہوگی کہ اگر اسے گناہ پر قدرت دوبارہ حاصل ہوگئی تب بھی وہ اسے چھوڑنے کا عزم کرے، یہیں سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ دوبارہ اس گناہ سے عاجز آجانے والے شخص کی توبہ بھی صحیح ہے اور سوائے جبائی معتزلی کے اس میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، اور یہ بات شرح ارشاد کی اس بات کے منافی نہیں ہے کہ یہ عزم اسی شخص کی جانب سے صحیح ہو سکتا ہے جو اس جیسے گناہ پر دوبارہ قدرت رکھتا ہو جو اس سے پہلے سرزد ہوا ہو، لہٰذا مقطوع الذکر آدمی کی جانب سے ترک زنا کا عزم صحیح نہ ہوگا، ترک زنا کا عزم وہ اس وقت کرے گا اگر اس کی مردانہ شرمگاہ واپس آجائے، امام قشیری رحمہ اللہ نے استاذ

ابواسحاق کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ ایک گناہ سے توبہ کرنا صحیح ہے اگر چہ اس جیسے گناہ پر وہ اصرار ہی کرتا ہو مثلاً کسی عورت سے زنا کرنے سے توبہ کرنا صحیح ہے گو کہ وہ اس جیسی دوسری عورت سے زنا پر قائم ہو، اور اگر کسی شخص نے کسی عورت سے دو مرتبہ بدکاری کی تو صرف ایک مرتبہ کی بدکاری سے توبہ کرنا بھی صحیح ہے، لیکن ہمارے فقہاء اس کا انکار کرتے ہیں کیونکہ اس جیسے گناہ پر اصرار کے ساتھ توبہ صحیح ہونا محال ہے۔

امام حلیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ ایک کبیرہ گناہ سے توبہ کرنا اور دوسرے سے نہ کرنا جو اس کی جنس میں سے نہ ہو، صحیح ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اس کی جنس میں سے ہو تو صحیح نہیں ہے جیسا کہ استاذ ابوبکر نے اس کی تصریح کی ہے اور استاذ ابواسحٰق نے اس کی مخالفت کی ہے قاضی صاحب کہتے ہیں کہ اسلاف امت کے درمیان اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ بعض گناہوں سے توبہ کرنا صحیح ہے اگر چہ بعض دوسرے گناہوں پر وہ قائم ہو، الامام کہتے ہیں کہ توبہ کا اپنے دواعی کے ساتھ ایسا ربط ہے کہ ان دواعی کے بغیر توبہ صحیح نہیں ہوتی، وہ دواعی مختلف ہو سکتے ہیں مثلاً کثرت زواجر کے ساتھ حقوق العباد، اب اگر دونوں کے دواعی برابر ہوں تو اس جیسے گناہ پر اصرار کرتے ہوئے صرف اس گناہ سے توبہ کرنا صحیح نہ ہوگا، اور اگر ان دونوں کی جنس مختلف ہو مثلاً قتل اور شراب نوشی اور ان کے دواعی بھی برابر ہوں تو یہ دونوں ایک جیسے ہوئے لہٰذا دوسرے پر اصرار کرتے ہوئے پہلے سے توبہ کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ ندامت کی وجہ بننے میں دونوں برابر ہیں، مثلاً اسے توبہ کی طرف متوجہ کرنے والی چیز اس کا یہ احساس ہو کہ یہ اللہ کی مخالفت اور اس کی نافرمانی ہے اور اگر اسے توبہ کی طرف راغب کرنے والی چیز سزا کی اہمیت کا احساس ہو اور دوسرے گناہ کے حوالے سے اس کا یہ احساس نہ ہو تو ندامت کی تقسیم صحیح ہوگی، وہ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ جو شخص عارف وذاکر ہو اور اسے کسی گناہ پر آنے والی وعید کا علم بھی ہو، وہ اگر گناہ کرتا ہے تو کسی نہ کسی تاویل کی وجہ سے ہی کرتا ہے اور جب اسے یہ احساس ہو کہ اللہ اسے دیکھ رہا ہے تو وہ گناہ کا ارادہ کرتا ہی نہیں ہے، اگر یہ دونوں چیزیں خلط ملط ہو جائیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کی خواہش اس پر غالب آ گئی ہے، اور اس کی بصیرت پر تاریکی اور غفلت کا پردہ آ گیا ہے تب ہی وہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے اور جب اس کی غفلت دور اور شہوت ختم ہوتی ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اپنے سارے گناہوں سے توبہ کرتا ہے، ایسی حالت میں ندامت کی تقسیم کا تصور بھی نہیں ہو سکتا، چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے ''بیشک وہ لوگ جو متقی ہیں، اگر انہیں شیطان کا کوئی فرد چھو لیتا ہے تو اسی وقت انہیں اللہ کی یاد آ جاتی ہے اور وہ دیکھنے والے ہو جاتے ہیں۔'' [1] امام اذرعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت والجماعت کا مشہور مذہب یہی ہے کہ بعض گناہوں پر اصرار کی حالت میں بھی بعض دوسرے گناہوں سے توبہ کر لینا صحیح ہے۔

تیسری شرط یہ ہے کہ زمانہ حال میں اس گناہ کو فوراً ترک کر دے، امام رافعی رحمہ اللہ نے دیگر فقہاء کے حوالے سے اسے شرائط توبہ میں شمار کیا ہے لیکن بعض لوگوں نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ جمہور نے تو یہ شرط نہیں لگائی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جن حضرات نے یہ شرط نہیں لگائی، انہوں نے اس شخص پر نظر کی جو اس کام میں توبہ کے وقت ملوث یا اس پر مصر نہ تھا، ظاہر ہے کہ ایسے شخص سے ترک کرنے کا مطالبہ درست نہیں ہے اور جن حضرات نے اس شخص کو دیکھا جو اس میں ملوث یا مصر تھا انہوں نے

[1] الأعراف: ٢٠١

یہ شرط لگا دی کیونکہ کسی چیز پر حقیقی ندامت کا پیدا ہونا اس وقت تک ناممکن ہے جب تک زمانہ حال میں انسان اسی کام کو کر رہا ہو یا آئندہ کرنے کا عزم رکھتا ہو، کیونکہ ندامت کا لازمی نتیجہ غمگینی ہے اور وہ اس صورت میں موجود نہیں۔

چوتھی شرط یہ ہے کہ زبان سے بھی استغفار کرے، علماء کی ایک جماعت کی یہی رائے ہے ''الوسیط'' کے کلام سے بھی یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ فاسق آدمی کا توبہ کرتے وقت ''میں توبہ کرتا ہوں'' کہنا ضروری ہے، قاضی حسین نے بھی یہی کہا ہے، تصحیح المنہاج میں امام بلقینی نے کہا ہے کہ ''المنہاج'' کے کلام کا تقاضا یہ ہے کہ کسی ایسی معصیت میں ''جو قولی نہ ہو جیسے کسی پر تہمت لگانا'' توبہ کے لئے زبان سے کہنا ضروری نہیں ہے، حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ اس میں زبان سے استغفار کرنے کا اعتبار کیا گیا ہے، اسی پر قاضی ابوالطیب، حسین اور ماوردی وغیرہ نے یقین ظاہر کیا ہے، اور کتاب وسنت سے یہ بات سمجھ میں آتی ہے کہ انسان سے سرزد ہونے والا گناہ اگرچہ باطنی گناہ ہو، اس کیلئے زبان سے ایسی بات کا اظہار ضروری ہے جس سے اس گناہ پر اس کی ندامت وشرمندگی کا احساس ہوتا ہو۔

اس کے بعد امام بلقینی نے اس کی مزید تفصیل بیان کی ہے لیکن یہ بات محل نظر ہے کیونکہ ابن الرفعہ نے یہ بات بیان کی ہے کہ جن حضرات نے استغفار کا ذکر کیا ہے، اس تعبیر سے ان کی مراد بھی ندامت ہی ہے، استغفار کے الفاظ کا تلفظ وہ مراد نہیں لیتے، چنانچہ ابن الرفعہ کے الفاظ یہ ہیں کہ توبہ ''جس سے گناہوں کی معافی وغیرہ کا نتیجہ حاصل ہوتا ہے'' اس جگہ پائی جاتی ہے جہاں معصیت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی سزا، مال یا حقوق العباد متعلق نہ ہوں، جیسے کسی اجنبیہ عورت کو بوسہ دینا، اور استمناء بالید وغیرہ، لیکن اس کے لئے دو چیزوں کا ہونا ضروری ہے، جو ہو چکا اس پر ندامت اور آئندہ اس کام کو نہ کرنے کا عزم، یہ بات ان الفاظ میں بھی کہی جا سکتی ہے کہ جو ہو چکا اس پر انسان اللہ سے معافی مانگے اور مستقبل میں اس پر اصرار ترک کردے، مصنف رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اگر آپ اس پر غور کریں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ ان دونوں عبارتوں کا ایک ہی مقصد ہے اور یہ کہ جن حضرات نے استغفار کا ذکر کیا ہے، انہوں نے استغفار کے الفاظ مراد نہیں لیے بلکہ ندامت مراد لی ہے، اس اعتبار سے دیکھا جائے تو ان ائمہ میں سے کوئی بھی استغفار کا تلفظ شرط ہونے کا قائل نہیں۔

پانچویں شرط یہ ہے کہ توبہ اپنے وقت میں کی جائے اور توبہ کا وقت نزع کی کیفیت طاری ہونے اور عذاب کے فرشتے دکھائی دینے سے پہلے تک ہے، چھٹی شرط یہ ہے کہ علامات قیامت کے ظہور کے وقت وہ کسی اضطراری کیفیت میں نہ ہو، چنانچہ بعض حضرات نے ذکر کیا ہے کہ جس وقت سورج مغرب سے طلوع ہو تو کوئی آدمی مجنون ہو، جب اسے افاقہ ہو تو وہ توبہ کر لے، اس کی توبہ صحیح ہے کیونکہ اس کا عذر یعنی جنون پہلے سے موجود تھا، لیکن یہ شرط غریب ہے، ساتویں شرط یہ ہے کہ گناہ کی جگہ کو چھوڑ دے جیسا کہ علامہ زمخشری رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے لیکن یہ شرط بھی شاذ ہے اور صاحب التنبیہ نے اسے مستحب قرار دیتے ہوئے کہا ہے کہ حاجی کے لیے بہتر یہ ہے کہ جس جگہ اس نے اپنی بیوی سے ہم بستری کی ہو، اس جگہ سے جدا ہو جائے، کیونکہ اس کا نفس اسے اس کی یاد دلائے گا اور ممکن ہے کہ وہ دوبارہ اس کام میں پڑ جائے، چنانچہ ہمارے ہی زمانے کا واقعہ بیان کیا جاتا ہے کہ ایک آدمی اپنی بیوی کے ساتھ انتہائی مغربی ممالک سے حج کرنے کے لیے آیا، جب وہ دونوں مزدلفہ آئے تو وہ اپنی بیوی سے

ہم بستری کر بیٹھا، پھر اپنے حج کی قضا کے لیے اگلے سال وہ دونوں دوبارہ آئے اور اسی جگہ ٹھہرے، شیطان نے پھر ان دونوں کو اسی حرکت میں مبتلا کر دیا، تین سال تک اسی طرح ہوتا رہا، بالآخر تنگ آکر چوتھے حج میں اس نے اپنی بیوی کو اپنے ساتھ نہ رکھا تب کہیں جا کر ان کا حج محفوظ رہا۔

آٹھویں شرط یہ ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے کے بعد جب بھی گناہ کا خیال ذہن میں آئے تو اپنی توبہ کی تجدید کر لے، جیسا کہ قاضی ابوبکر باقلانی کی رائے ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر وہ اپنی توبہ کی تجدید نہیں کرتا تو اس نے ایک نیا گناہ کیا جس سے توبہ کرنا ضروری ہے، تاہم پہلی توبہ بھی صحیح رہے گی کیونکہ وہ عبادت جسے انسان ایک مرتبہ سرانجام دے دے، اسے کوئی چیز ختم نہیں کر سکتی، امام الحرمین کہتے ہیں کہ تجدید توبہ واجب تو نہیں البتہ مستحب ضرور ہے، امام اذرعی رحمہ اللہ ''التوسط'' میں فرماتے ہیں کہ زیادہ بہتر یہ ہے کہ یوں کہا جائے اگر گناہ کا خیال ذہن میں آنے کے بعد نفس چونچ مارتا ہے اور اس سے نفس اپنی نفرت کا اظہار کرتا ہے تو امام الحرمین کی رائے زیادہ واضح اور راجح ہے اور اگر نفس کو اس سے نفرت نہیں ہوتی بلکہ اسے لذت محسوس ہوتی ہے تو یہ ایک نئی معصیت ہے جس سے توبہ کرنا واجب ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ سچی توبہ انسان کو اپنے سے سرزد ہونے والے گناہوں پر افسوس اور اللہ سے شرم وحیاء کا تقاضا کرتی ہے، آثار واحادیث کا تتبع اور تلاش کرنے والے کو اس میں بہت سے شواہد ملیں گے، غالباً ان کا ماخذ بھی ''الامام'' کا یہ قول ہے کہ یہ بات بعید نہیں ہے کہ انسان اپنے گناہ پر نادم ہو اور اس کی توبہ صحیح ہو، پھر جب اسے گناہ کی یاد آئے تو اس سے اعراض کرے اور خوش نہ ہو، اور اس بات میں دورائیں نہیں ہیں کہ توبہ کرنے والے پر ہمیشہ ندامت کا غلبہ رہنا اور اپنی محنت کو یاد کرنا ضروری نہیں ہے، ایک دوسری جگہ پر فرماتے ہیں کہ انسان پر لازم ہے کہ گناہ پر اصرار نہ کرے، ''الشامل'' میں ہے کہ وجوب کی کوئی حقیقت نہیں ہے، کیونکہ جو لوگ عہد نبوت میں مسلمان ہو گئے تھے، وہ زمانہ جاہلیت کی باتوں کو یاد کرتے رہتے تھے، انہوں نے اسلام کی تجدید کی اور نہ ہی انہیں اس کا حکم دیا گیا، پھر یہ اختلاف تو وجوب میں ہے، استحباب میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، صحیح بخاری میں ہے کہ مومن اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے جیسے وہ کسی پہاڑ کے نیچے بیٹھا ہو اور اسے یہ اندیشہ ہو کہ وہ پہاڑ اس پر آ گرے گا، اور گنہگار آدمی اپنے گناہوں کو یوں سمجھتا ہے جیسے کوئی مکھی اڑتی ہوئی اس کی ناک پر بیٹھ جائے اور وہ اشارے سے اسے اڑا دے۔ [1]

نویں شرط یہ ہے کہ توبہ کرنے والا آئندہ گناہ نہ کرے جیسا کہ امام باقلانی رحمہ اللہ ہی کا خیال ہے، وہ کہتے ہیں کہ اگر کوئی توبہ کرنے والا اپنی توبہ کو توڑتا ہے تو عین ممکن ہے کہ گناہ پھر اس کی طرف لوٹ کر آنے لگیں، کیونکہ اس نے اپنی توبہ کے ساتھ وفا نہیں کی، تاہم اس کا گناہ اس شخص سے بہر حال کم ہوگا، جو توبہ بالکل ہی نہیں کرتا، امام اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ شرائط توبہ میں یہ بھی شامل ہے کہ انسان دوبارہ گناہ نہ کرے، اگر اس نے دوبارہ گناہ کیا تو یہ پہلی توبہ کو توڑنے کے مترادف ہوگا، اس کا ثمرہ اس فاسق آدمی میں ظاہر ہوگا، جس نے اپنے گناہوں سے توبہ کر لی اور اس توبہ پر اس نے کسی عورت سے نکاح کر لیا، کچھ عرصہ بعد وہ پھر اس فسق کی طرف لوٹ گیا تو قاضی صاحب کے قول کے مطابق اس کا نکاح صحیح نہ ہونا، ایک واضح بات ہے، دسویں شرط یہ

[1] صحيح بخاري، الدعوات: ٤.

ہے کہ اگر اس پر کوئی حد شرعی قائم کرنے کا فیصلہ کیا جاتا ہے تو وہ اپنے اوپر اس سزا کو جاری ہونے دے، کیونکہ اس کی توبہ اس پر موقوف ہوگی، لیکن اگر اس نے اپنے آپ کو سزا کے لیے پیش کر دیا اور امام یا اس کے نائب نے اس پر سزا جاری نہ کی تو وہ دونوں گنہگار ہوں گے، یہ شخص گنہگار نہ ہوگا۔

ابن الصباح کے کلام کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ جو چیز لوگوں کے درمیان مشہور ہو، وہ اس چیز کی طرح ہوتی ہے جو حاکم کے نزدیک ثابت شدہ ہو، وہ کہتے ہیں کہ اگر لوگوں کے درمیان یہ بات مشہور ہو کہ فلاں آدمی نے ایک ایسے گناہ کا ارتکاب کیا ہے جو اس پر حد شرعی کو ثابت کرتا ہے لیکن حاکم کے یہاں وہ ثابت نہ ہو سکے تو اس شخص کی توبہ صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ وہ اپنے آپ کو سزا کے لیے خود ہی پیش کر دے، جبکہ اسے طویل عرصہ نہ گزر چکا ہو، ورنہ اس کے ساقط ہونے میں دونوں رائیں موجود ہیں، اگر گناہ قاضی کے پاس ثابت بھی نہ ہو سکے اور لوگوں کے درمیان مشہور بھی نہ ہو تو قاضی ابوالطیب کہتے ہیں کہ اس کے حق میں افضل یہی ہے کہ اپنے اوپر پردہ پڑا رہنے دے، قاضی حسین کہتے ہیں کہ اس کا اظہار مکروہ تنزیہی ہے۔

گیارہویں شرط یہ ہے کہ انسان تدارک کرے، یعنی اگر اس کی معصیت کی نوعیت یہ ہو کہ وہ عبادت چھوڑتا ہے مثلاً نماز اور روزہ وغیرہ چھوڑتا رہا ہے تو اس کی توبہ کی صحت اس کی قضاء پر موقوف ہے کیونکہ عبادت اس پر علی الفور واجب ہے اور وہ اسے چھوڑنے کی وجہ سے فاسق قرار پاتا ہے، اب اگر کسی آدمی کو یہی معلوم نہ ہو کہ اس کے ذمے مثلاً کتنی نمازیں بطور قضا کے واجب ہیں تو اس کے متعلق امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایسا شخص خوب سوچ بچار کرے کہ بالغ ہونے سے لے کر اب تک اس کی کتنی نمازیں چھوٹی ہوں گی اور جس رائے پر اس کا دل ٹھک جائے اتنی مقدار میں نمازیں قضا کر لے، اور زکوۃ، کفارہ اور نذر وغیرہ کے معاملے میں امکان پر عمل کرے کیونکہ اس کی توبہ کا صحیح ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ حقدار تک اس کا حق پہنچ جائے، واسطی کہتے ہیں کہ بنی اسرائیل میں توبہ کا طریقہ اپنے آپ کو قتل کرنا تھا، یعنی اپنے نفوس کی فناء ان کی توبہ تھی لیکن اس امت کی توبہ ان سے زیادہ سخت ہے اور وہ یہ کہ انسانی شخص کو باقی رکھتے ہوئے اپنے نفس کی خواہش کو فنا کرنا، لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ جس کے حق میں چاہتا ہے، اسے آسان کر دیتا ہے۔

دوسری قسم وہ ہے جس کا تعلق کسی انسان کے حق سے ہو

ایسے گناہوں سے توبہ کرنے کے لیے بھی مذکورہ تمام شرائط کا لحاظ رکھنا ضروری ہے اور ان میں اس شرط کا اضافہ بھی ہے کہ اس آدمی کا حق بھی ادا کرے، مثلاً اگر اس کے ذمے کسی کا مال باقی ہے تو اسے واپس لوٹائے، اگر وہ مال ضائع ہوگیا ہے تو اس کا بدل مالک کو ادا کرے، اگر مالک فوت ہوگیا ہے تو اس کے نائب یا وارث کو ادا کرے اور وارث یا نائب کو دیتے وقت اسے بتانا بھی ضروری نہیں ہے، اگر اس شخص کا کوئی وارث نہ ہو یا اس کی خبر ہی نہ ملے تو پھر وہ مال امام کے حوالے کر دے تاکہ وہ اسے بیت المال میں داخل کر دے، اگر یہ نہ کر سکتا ہو تو عبادی اور غزالی کہتے ہیں کہ مالک کی طرف سے عزم کے ارادے سے اس مال کو صدقہ کر دے۔

اور امام رافعی رحمہ اللہ نے فرائض کو صدقات کے ساتھ شامل کیا ہے، اگر اس علاقے میں شرائط کے مطابق کوئی قاضی موجود

نہ ہو تو امین خود ہی اسے مصلحت کی جگہوں میں خرچ کر دے، اور اگر وہاں شرائط کے مطابق قاضی تو موجود ہو لیکن اسے مال مصالح میں تصرف کرنے کی اجازت نہ ہو تو اس میں مختلف صورتیں ہیں، اسے چاہیے کہ اگر وہ شخص مال مصالح میں امین ہو تو قاضی وہ مال اسی کے پاس رہنے دے تا کہ وہ اسے خود خرچ کرے، بصورت دیگر وہ اسے قاضی کے حوالے کر دے، جو اسے بیت المال میں شامل کر لے یا شرائط کے مطابق قاضی کے قائمقام کے حوالے کر دے۔ امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یہ تیسری صورت ضعیف ہے اور پہلی دو صورتیں اچھی ہیں اور ان میں سے بھی صحیح تر پہلی صورت ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ اسے دونوں کے درمیان اختیار ہے تو یہ بھی صحیح ہے بلکہ میرے نزدیک یہی راجح ہے۔

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ اعتراض ہو کہ ایک اہلیت رکھنے والے قاضی کو اگر حاکم کی طرف سے اجازت نہ ہو تو اس مال میں تصرف کرنے کا اختیار نہیں ہے تو ایک عام آدمی کو یہ اجازت کیسے مل گئی؟ لیکن ماقبل پر غور کرنے سے اس اعتراض کا فاسد ہونا واضح ہو جاتا ہے اور جو شخص بادشاہ سے ناجائز طور پر کوئی ایسی چیز لے لے جس کا کوئی مالک معلوم نہ ہو تو بعض فقہاء کی رائے یہ ہے کہ وہ اسے صدقہ نہ کرے، بلکہ بادشاہ کو واپس لوٹا دے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اسے اس کے مالک کی طرف سے صدقہ کر دے، امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ راجح قول یہی ہے کہ اگر اسے یقین یا پختہ گمان ہو کہ وہ اسے باطل کاموں میں خرچ کرے گا تو اس پر لازم ہے کہ اسے مصالح عامہ کے کاموں مثلاً پلوں کی تعمیر وغیرہ پر خرچ کر دے، اگر یہ مشکل ہو تو درجہ بدرجہ ضرورت مندوں پر خرچ کر دے اور اگر اس کا یہ گمان نہ ہو کہ قاضی یا اس کا نائب اسے باطل کاموں میں خرچ کرے گا تو وہ مال اس کے حوالے کر دے، ورنہ اگر خود محتاج ہو تو اپنے اوپر بھی خرچ کر سکتا ہے، امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جن مقامات میں اس مال کو فقراء پر خرچ کرنا جائز ہے اور وہ اسے فقراء پر خرچ کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ ان پر کھلے ہاتھ سے خرچ کرے اور اگر اپنے اوپر خرچ کر رہا ہو تو حتی الامکان ناپ تول کر خرچ کرے اور اگر اپنے اہل وعیال پر خرچ کر رہا ہو تو درمیانی راہ اختیار کرے، لیکن کسی مالدار آدمی کو اس میں سے نہ کھلائے، الا یہ کہ وہ ایسی جگہ مثلاً جنگل ہو جہاں مالدار آدمی کے علاوہ کوئی دوسرا آدمی موجود نہ ہو، تو پھر مالدار آدمی کو بھی اس سے کھلایا جا سکتا ہے۔

اور اگر وہ آدمی ''جس کے ذمے کسی کا مال لازم ہے'' تنگدست ہو گیا ہو تو امام ماوردی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ اس کے مالدار ہونے کا انتظار کیا جائے گا اور اس کا توبہ کرنا صحیح ہوگا، ''الجواہر'' میں ہے کہ اگر کوئی مستحق فوت ہو جائے اور ایک کے بعد دوسرا وارث اس کا مستحق بن جائے تو آخرت میں اس چیز کا جس کے درجہ بدرجہ کئی مستحقین بنتے گئے، اصل مستحق کون ہوگا؟ اس میں چار قول ہیں، پہلا قول یہ ہے کہ سب سے آخری وارث اس کا مستحق ہوگا اور چوتھا قول یہ ہے کہ اگر مستحق مطالبہ کرے اور متعلقہ آدمی اس کا انکار کر دے اور قسم کھالے تو وہ اس کا ہوگا، ورنہ اس کے ورثاء کی طرف یہ حق منتقل ہو جائے گا، اور قاضی صاحب نے یہ دعویٰ کیا ہے کہ اس صورت میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر وہ اس پر قسم کھالیتا ہے تو یہ حق پہلے آدمی کا ہوگا، لیکن ''الروضہ'' میں پہلے قول کو زیادہ راجح قرار دیا گیا ہے، اور حناطی نے بھی یہی فتویٰ دیا ہے، قاضی حسین نے بھی اسی کی تصحیح کی ہے اور انہوں نے ایک قول یہ بھی نقل کیا ہے کہ آخرت میں سارے ہی اس کے مستحق ہوں گے، امام رافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر اس نے

آخری مستحق کو اس کا حق ادا کر دیا تو وہ سب پر ظلم کرنے کے بوجھ سے نکل آئے گا، البتہ تاخیر اور ٹال مٹول کا وبال اس پر ہوگا، وہ مزید یہ بھی کہتے ہیں کہ اس بات میں کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اگر کسی وارث نے اپنا حق معاف کر دیا، یا وصول کر لیا تو اس شخص کی ذمہ داری پوری ہوگئی، پھر اگر وہ ٹال مٹول سے کام لیتا رہا ہے تو اس پر اللہ سے توبہ کرے اور اگر من علیہ الحق تنگدستی کا شکار ہو جائے تو وہ یہ نیت کر لے کہ جب بھی اسے قدرت ملی وہ اس کی ادائیگی ضرور کرے گا، قاضی صاحب کہتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ سے استغفار بھی کرے، پھر اگر قدرت حاصل ہونے سے پہلے ہی وہ مر گیا تو اللہ کے فضل سے اس کی بخشش کی امید کی جاسکتی ہے۔

''الروضہ'' میں ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی کسی جائز ضرورت کے لیے جس میں اسراف شامل نہ ہو، قرض لے اور ظاہری اسباب کو دیکھتے ہوئے اسے اس کی ادائیگی کی امید بھی ہو لیکن موت تک وہ اس کی ادائیگی نہ کر سکے، یا کوئی آدمی غلطی سے کسی چیز کو ضائع کر بیٹھے اور مرنے سے پہلے تک اس کا تاوان نہ کر سکے تو بظاہر ایسے شخص سے آخرت میں اس کا مطالبہ نہیں ہوگا اور اللہ کے فضل سے امید کی جاسکتی ہے کہ اللہ تعالیٰ حقدار کو اس کا عوض اور بدلہ اپنی جانب سے عطا کر دے گا، امام سبکی کے قول سے بھی اس کی موافقت ملتی ہے اور امام زرکشی رحمہ اللہ نے بھی احیاء العلوم سے اس کی تائید نقل کیا ہے اور ان کی عبارت یہ ہے کہ جس شخص کا مقصد لوگوں کے ساتھ حسن سلوک اور طلب ثواب ہو، اسے اللہ تعالیٰ کے ساتھ حسن ظن کی بنیاد پر قرض لینے کی اجازت ہے، لیکن بادشاہوں اور ظالموں پر اعتماد کر کے نہیں، پھر اگر اللہ تعالیٰ اسے رزق حلال عطا فرما دے تو وہ اس سے اپنے قرض کی ادائیگی کر دے، اور اگر وہ قرض کی ادائیگی سے پہلے مر جائے تو اللہ تعالیٰ اس کی طرف سے اس کا قرض ادا کر دے گا اور اس کے قرض خواہوں کو اس سے راضی کر دے گا، لیکن اس میں شرط یہ ہے کہ قرض دینے والے کو اس کے حالات کی خبر ہو، اور قرض لینے والا اسے دھوکہ دے اور نہ ہی اس سے جھوٹے وعدے کرے، تاکہ قرض دینے والا سوچ سمجھ کر قرض دے اور ایسے آدمی کا قرض بیت المال اور زکوٰۃ کے پیسے سے ادا کرنا واجب ہے۔

امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ یقیناً اسراف حرام ہے اور اس کی حرمت پر اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد دلالت کرتا ہے ''کھاؤ پیو، لیکن اسراف نہ کرو، کیونکہ اللہ تعالیٰ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں فرماتا۔'' ❶ اسی طرح ارشاد ربانی ہے ''فضول خرچی بالکل نہ کیا کرو، کیونکہ فضول خرچی کرنے والے لوگ شیطان کے بھائی ہوتے ہیں۔'' ❷ اور فضول خرچی اور اسراف دونوں کا ایک ہی معنی ہے لیکن فقہاء کا یہ قول اس کے منافی ہے کہ کھانے پینے، عمدہ لباس اور سواری کے لیے پیسے خرچ کرنا فضول خرچی نہیں ہے، ان دونوں میں تطبیق یہ ہے کہ فقہاء کا یہ قول اس صورت کے حوالے سے ہے جبکہ انسان اپنا مال خرچ کر رہا ہو اور پہلے قول کا تعلق اس صورت سے ہے جبکہ انسان قرض کے مال سے خرچ کر رہا ہو، اور اس کے پاس اس کی ادائیگی کے لیے کوئی ظاہری اسباب بھی موجود نہ ہوں، رہی یہ بات کہ بقدر امکان انسان کے حق کی ادائیگی سے نکل جانے پر توبہ کے موقوف ہونے کی دلیل کیا ہے تو وہ نبی علیہ السلام کا یہ فرمان ہے کہ جس شخص کے پاس اس کے بھائی کی عزت و آبرو یا اس کے مال کے حوالے سے کوئی ظلم کی بات ہو تو اسے چاہیے کہ آج ہی اس سے معاف کروا لے قبل اس کے کہ وہ دن آ جائے جہاں کوئی دینار ہوگا اور نہ ہی درہم، اگر اس

---

❶ الاعراف: ۳۱۔ ❷ الاسراء: ۲۶۔ ۲۷۔

کے پاس اعمال ہوئے تو اس ظلم کے تناسب سے اس کے اعمال لے لیے جائیں گے، ورنہ حقدار کے گناہ لے کر اس کے اوپر لاد دیئے جائیں گے، یہ مضمون امام بخاری رحمہ اللہ اور ترمذی نے بھی نقل کیا ہے، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت میں حقیقی مفلس وہ آدمی ہے جو قیامت کے دن بہت سی نمازیں، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا، لیکن کسی کو گالی دی ہوگی، کسی پر تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مارا ہوگا تو اس کی نیکیاں ان لوگوں میں تقسیم کر دی جائیں گی اور اگر تمام لوگوں کے حقوق کی ادائیگی سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس پر لاد کر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا۔

ابن عبدالسلام کہتے ہیں کہ اگر کسی آدمی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ اس شخص کا کیا حکم ہے جس کی نیکیاں ختم ہونے کے بعد بھی اس کے ذمے کچھ قرض باقی رہ گیا ہو؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ اس شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے، اگر وہ چاہے گا تو قرض خواہ کو اپنے پاس سے اس کا بدلہ عطا کر دے گا اور اگر چاہے گا تو اس کا بدلہ نہیں دے گا، دراصل یہ معاملہ کسی صحیح حدیث پر موقوف ہے، تاہم یہ بات طے شدہ ہے کہ اس کے ایمان واجب کا ثواب اس سے لے کر کسی کو نہیں دیا جائے گا جیسا کہ دنیا میں جسم کے کپڑے نہیں دیئے جاتے اور ایمان مندوب کے ثواب میں اشکال ہے، صاحب ''الخادم'' کہتے ہیں کہ اس سلسلے میں تحقیقی بات وہی ہے جس کی طرف امام رافعی رحمہ اللہ اور نووی رحمہ اللہ کا میلان ہے اور وہی اللہ تعالیٰ کے احکام کے مناسب بھی ہے کہ ان قرضوں کے معاملے میں دنیوی احکام کی نسبت ہی معتبر ہوگی، جب شریعت نے قرض کے حوالے سے ''جو کسی جائز سبب کی وجہ سے لیا گیا ہو'' یہ حکم دیا ہے کہ اس کی ادائیگی سے عاجز ہونے کی صورت میں اس کے سارے قرضے بیت المال کے اس حصے سے ادا کیے جائیں گے جو مقروضوں کے مصارف کے لیے مختص کیے گئے ہوں تو امید ہے کہ جو شخص اپنی موت تک اپنے قرضے ادا نہ کر سکے تو اللہ تعالیٰ اس کی جانب سے اس کے قرض خواہوں کو راضی کر دے گا اور اپنے خزانوں سے اس کا قرض ادا کر دے گا جیسا کہ دنیا میں اس نے خلفاء کو بیت المال یعنی سرکاری خزانے سے اس کے قرضوں کی ادائیگی کا حکم دیا ہے، وہ مزید کہتے ہیں کہ جن فقہاء نے اس بات پر یقین ظاہر کیا ہے کہ دنیا میں اس سے طلب کو منقطع کر لیا جائے، یہ صحیح نہیں ہے کیونکہ جب بیت المال میں اتنی رقم موجود ہو کہ جس سے اس کے قرضے ادا ہو سکتے ہوں تو ان کی ادائیگی بیت المال سے ضروری ہے، یہ ایک دقیق فروعی مسئلہ ہے جو ان ائمہ اور قضاۃ کے علم میں ہونا چاہیے جن کے اختیارات میں زکوٰۃ وغیرہ کا پیسہ آتا ہو۔

اس مسئلے پر علامہ ابن عبدالبر نے ''الاستذکار'' میں متنبہ کیا ہے اور انہوں نے قرض کی اہمیت کے حوالے سے بیان کرنے کے بعد اور یہ کہ قرض اگر شہید پر ہو تو بھی معاف نہیں ہوگا، کہا ہے کہ نبی علیہ السلام کا یہ ارشاد فتوحات کا دروازہ کھلنے سے پہلے کا ہے، کیونکہ اس کے بعد نبی علیہ السلام نے فرما دیا تھا کہ جو شخص مال چھوڑ کر جاتا ہے، وہ اس کے ورثاء کا ہوگا اور جو شخص قرض یا اہل وعیال کو چھوڑ کر جاتا ہے تو اس کی ذمہ داری مجھ پر ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر وہ شخص جو اس حال میں فوت ہو کہ اس نے کسی جائز کام کے لیے قرض لیا تھا جس کی ادائیگی سے وہ عاجز آ گیا تو مقروضوں کے حصے میں سے یا زکوٰۃ یا مال غنیمت سے امام اس سے

قرضے ادا کر دے، نیز یہ بات بھی ثابت ہوئی کہ فوت ہو جانے والے مسلمان کے کچھ حقوق بیت المال کے ذمے واجب ہوتے ہیں اس لیے امام پر لازم ہے کہ ان میں سے اس کا قرض ادا کرے اور اگر مرنے والا کچھ مال چھوڑ گیا ہو تو وہ اس کے ورثاء کے لیے رہنے دے کیونکہ بظاہر نبی علیہ السلام کی اس ذمہ داری والے جملے میں یہ فرق نہیں ہے کہ اس نے مال چھوڑا ہو یا نہ چھوڑا ہو۔

خصائص میں یہ بات گزر چکی ہے کہ مرنے والے تنگدست مقروض کا قرض ادا کرنا نبی علیہ السلام پر واجب تھا، رہی یہ بات کہ ان کے بعد آنے والے خلفاء پر بھی مال مصالح میں سے ایسے آدمی کا قرض ادا کرنا واجب ہے یا نہیں؟ اس میں دونوں رائیں موجود ہیں، اور اگر وہ قصاص یا حد قذف کا معاملہ ہو تو اس میں گزشتہ تمام شرائط پوری کرنے کے بعد اس کے ورثاء کو بتا دے کہ اسی نے مقتول کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے تھے اور ان سے کہہ دے کہ اگر آپ چاہیں تو مجھ سے قصاص لے لیں اور چاہیں تو مجھے معاف کر دیں، اگر ورثاء ان دونوں میں سے کوئی بھی کام نہ کریں تو اس کی توبہ صحیح ہو جائے گی، اور اگر فوری طور پر مستحق تک پہنچنا ممکن نہ ہو تو یہ نیت کر لے کہ جب ممکن ہوا، اسے اپنے اوپر قابو دے دے گا، اور اللہ سے استغفار کرتا رہے، الامام اور ان ہی کی پیروی میں ابن عبد السلام کہتے ہیں کہ اس کی توبہ تو اس وقت بھی صحیح ہوگی، جب کہ وہ اپنے آپ کو مستحق کے حوالے نہ کرے لیکن اللہ تعالیٰ کے حقوق کی طرف نسبت کے اعتبار سے، اور اسے اپنے اوپر دسترس نہ دینا ایک نئی معصیت ہے جو ایک اور توبہ کا تقاضا کرتی ہے، بلقینی نے اس پر یہ اعتراض کیا ہے کہ پھر مال و دولت میں بھی امام صاحب رحمہ اللہ کو یہی قول اختیار کرنا چاہیے حالانکہ اس کا کوئی بھی قائل نہیں ہے، صاحب ''الخادم'' نے ان دونوں میں یہ فرق بیان کیا ہے کہ وہ مال جسے لینے سے گناہ لازم آتا ہو، اسے یا اس کے بدل کو واپس لوٹانا ممکن ہوتا ہے اور وہ نفس جو قتل کی وجہ سے ضائع ہو جائے، دنیا میں اسے یا اس کے بدل کو واپس لوٹانا ممکن نہیں ہے، لہٰذا ہم نے معافی کی امید کی صورت میں توبہ کے جائز ہونے کا قول اختیار کر لیا تاکہ لوگوں کو قتل سے بچایا جا سکے۔

الامام نے باقلانی کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ قاتل کے لیے جائز ہے کہ چند دن کے لیے روپوش ہو جائے تاکہ مقتول کے ورثاء کا غصہ ٹھنڈا ہو جائے لیکن یہ نیت رکھے کہ اپنے آپ کو ان کے حوالے کر دے گا اور اس روپوشی کی زیادہ سے زیادہ مدت تین دن ہے اور یہ دعویٰ کرنا کہ اگر وہ اپنے آپ کو ان کے حوالے نہیں کرتا تو اس میں ندامت پائے جانے کا امکان ہی نہیں ہے، یہ ناقابل قبول ہے، یہی حکم حد قذف کا بھی ہے کہ اس میں بھی اپنے آپ کو مستحق کے حوالے کر دینا اور اسے مطلع کر دینا واجب ہے۔ امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی شخص نے اشارۃً اور کنایۃً کسی پر تہمت لگائی تاہم مراد وہی تھا، تو اپنی توبہ کو مکمل کرنے کے لیے اسے بھی یہ بات بتانا ضروری ہے کیونکہ باطنی طور پر اس میں بھی حد واجب ہوتی ہے، یہ بھی احتمال ہے کہ اس صورت میں متعلقہ آدمی کو مطلع کرنا واجب نہ ہو، کیونکہ اس سے متعلقہ آدمی کو ایذاء پہنچے گی اس لیے اسے مخفی رکھنا ہی بہتر ہے، اس کی تائید عبادی اور بغوی کے اس قول سے بھی ہوتی ہے کہ وہ اسے صریح تہمت کے حوالے سے پوشیدہ طور پر بتا دے جیسا کہ حق قصاص میں ہوتا ہے، امام اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میرے ذہن میں اس حوالے سے تفصیل آتی ہے کہ جس پر تہمت لگائی گئی ہے، اسے کب مطلع کرنا واجب ہے؟ وہ تفصیل یہ ہے کہ اگر اطلاع دینے کی صورت میں تہمت لگانے والے کو اپنی جان

مال محفوظ رہنے کا اطمینان ہو تو پھر یقینی بات ہے کہ اسے مطلع کرنا واجب اور لازم ہوگا اور اگر اسے اس چیز کا اطمینان نہ ہو مثلاً اسے اندیشہ ہو کہ وہ آدمی جس پر تہمت لگائی گئی ہے، اسے حد سے زیادہ نقصان پہنچائے گا تو اس صورت میں اسے آگاہ کرنا اس پر لازم نہ ہوگا بلکہ اسے چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرے اور اس کے حق میں دعا کرے، امام اذرعی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ یہی تفصیل جان یا کسی عضو کے قصاص میں بھی ہے کہ اگر ظلم کا اندیشہ ہو تو مطلع نہ کرے اور اگر نہ ہو تو مطلع کردے۔

اسی طرح اگر کسی شخص نے دوسرے کی غیبت کی ہو تو اس کا طریقہ یہ ہے کہ مغتاب (جس کی غیبت کی گئی ہو) کے پاس جا کر اس سے معافی مانگ لے اور اگر معافی مانگنا ممکن نہ ہو مثلاً مغتاب فوت ہو گیا ہو تو اس کے حق میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرے، حناطی وغیرہ نے اس کے ورثاء سے معافی مانگنے کا بھی اعتبار کیا ہے، صاحب ''الروضہ'' نے بھی اس قول کو تسلیم کیا ہے اور انہوں نے کہا ہے کہ اگر غیبت کا علم مغتاب کو نہ ہوا ہو تو اس کے لیے ندامت اور استغفار بھی کافی ہے، ابن الصباغ نے بھی اس پر جزم ظاہر کرتے ہوئے کہا ہے کہ مغتاب سے معافی مانگنے کی ضرورت اس وقت ہوتی ہے جبکہ اسے اپنی غیبت کے متعلق معلوم ہو جائے کیونکہ اس سے اسے تکلیف اور غم ہوتا ہے، بخلاف اس کے کہ اگر اسے اس کا علم نہ ہو تو اسے بتانے کا کوئی فائدہ نہیں کیونکہ اس صورت میں اسے بتانے سے تکلیف ہوگی، اسے چاہیے کہ توبہ کرلے، جب وہ توبہ کرلے گا تو اس کی ضرورت ہی نہ رہے گی، البتہ اگر اس نے کچھ لوگوں کے سامنے اس کی شان میں توہین کی تھی، تو انہیں بتا دے کہ یہ بات حقیقت پر مبنی نہ تھی، ان دونوں کی پیروی بہت سے حضرات نے کی ہے جن میں امام نووی رحمہ اللہ بھی شامل ہیں، ابن الصلاح نے بھی اپنے فتاوی میں اسی کو اختیار کیا ہے، یہی قول ابن عبدالبر نے عبداللہ بن مبارک رحمہ اللہ کے حوالے سے بھی نقل کیا ہے اور یہ کہ انہوں نے اس سلسلے میں سفیان سے مناظرہ بھی کیا تھا اور ان کے انکار پر ان سے کہا تھا کہ اسے دو مرتبہ ایذاء مت دیجئے، اور اس سلسلے میں یہ حدیث پیش کرنا کہ غیبت کا کفارہ یہ ہے کہ تم نے جس کی غیبت کی ہے، اس کے حق میں بخشش کی دعا کردو کہ اے اللہ! ہمیں اور اس بخش دے، تو یہ ضعیف ہے جیسا کہ امام بیہقی نے کہا ہے، ابن الصلاح کہتے ہیں کہ اگرچہ اس حدیث کی سند تو معروف نہیں ہے تاہم کتاب وسنت سے اس کا مضمون ثابت ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' ❶ اور نبی علیہ السلام کا فرمان ہے کہ اگر گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کرلیا کرو جو اس گناہ کو مٹا دے، اسی طرح جب حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے اپنی زبان کی سختی کی شکایت کی تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا کہ تم استغفار سے کہاں غافل ہو؟'' ❷

اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے کہ صحیح احادیث میں اس کے برخلاف دوسری بات پائی جاتی ہے چنانچہ نبی علیہ السلام نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا تھا کہ تم نے اس عورت کی غیبت کی ہے، اٹھ کر اس سے معافی مانگو۔ ❸ اسی طرح نبی علیہ السلام کا یہ فرمان کہ جس شخص کا اپنے بھائی پر کوئی ظلم ہو تو اسے چاہیے کہ آج ہی اس سے معافی مانگ لے، عقلی دلیل یہ ہے کہ اگر یہاں استغفار کفایت کرسکتا ہے، تو مالی معاملات میں بھی کافی ہو جائے گا؟ اس معارضہ کا جواب یہ دیا گیا ہے کہ نبی علیہ السلام نے جس پہلو کو

---

❶ هود: ١١٤. ❷ ابن ماجه، الادب: ٥٧ـ مسند احمد: ٥/ ٣٩٤.

❸ مسند احمد: ٦/ ١٣٦.

اختیار کرنے کا حکم دیا، وہ افضل ہے یا یہ کہ گناہ کا اثر فوری طور پر بالکل ہی ختم کر دیتا ہے، بخلاف پہلے قول کے کہ اس میں محض جواز کا پہلو بیان کیا گیا ہے، نیز غیبت میں اور کسی کا مال لینے میں واضح فرق بھی تو موجود ہے، اسی وجہ سے بعض فقہاء نے اسے صغیرہ گناہ قرار دیا ہے، حالانکہ اس میں جو وعید وارد ہوئی ہے، وہ بہت بڑی ہے لیکن عمومی طور پر لوگوں کا اس میں مبتلا ہونا چشم پوشی کا تقاضا کرتا ہے، تاکہ سارے انسانوں کا ہی فاسق ہونا لازم نہ آ جائے، اسی وجہ سے اس کے حکم میں تخفیف روا رکھی گئی ہے، معلوم ہوا کہ غیبت کرنا کسی کا مال لینے کی طرح نہیں ہے کہ ایک کو دوسرے پر قیاس کرنا صحیح ہو۔

ابن قشیری نے قاضی صاحب کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ اگر انسان زبانی طور پر مغتاب سے معذرت کر لے حتیٰ کہ اس کا دل اس کی طرف سے صاف ہو جائے تو زبانی معذرت بھی کافی ہو گی، ہاشم اسے کافی نہیں سمجھتے لیکن حق بات یہ ہے کہ اگر اس معذرت میں وہ مخلص نہ ہو تو یہ اللہ اور اس کے درمیان گناہ ہو گا، اور بظاہر مغتاب اس سے آخرت میں مطالبہ کر سکے گا، کیونکہ اگر اسے دنیا میں ہی اس کے مخلص نہ ہونے کا علم ہو جائے تو اسے اذیت ہو، الامام نے بھی اسی کی تصریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ انسان کو معذرت کرنے میں مخلص ہونا چاہیے کیونکہ ہمارے فقہاء کے نزدیک معذرت قول النفس کا نام ہے، اور زبان سے اسے تعبیر کرنا اس کی ترجمانی ہے، اگر وہ اس میں مخلص نہ ہوا تو یہ اس کے اور اللہ تعالیٰ کے درمیان گناہ ہوا۔ اور ممکن ہے کہ اس کے فریق مخالف کو آخرت میں اس پر مطالبے کا حق برقرار رہے۔

اس تمام تفصیل کا تعلق تو زبان کی غیبت سے ہے، دل کی غیبت کے متعلق مغتاب کو مطلع کرنے کی ضرورت نہیں ہے جیسا کہ حسد کے معاملے میں امام نووی رحمہ اللہ نے اسی رائے کو صحیح قرار دیا ہے، تاہم امام اذرعی رحمہ اللہ کو اس پر اشکال ہے، قاضی صاحب نے بعض قدریہ سے نقل کیا ہے کہ مقذوف (جس پر تہمت لگائی گئی ہو) سے معذرت کرنا'' جبکہ اس طرح اس کا غم دور ہو جانے کا گمان غالب ہو'' واجب ہے ورنہ نہیں کیونکہ معذرت کا مقصد تو غم کا ازالہ ہے اور اس طرح تو اس میں مزید اضافہ ہوتا ہے، قاضی صاحب نے اس قول کو نقل کر کے اسے باطل قرار دیا ہے کیونکہ گناہ سے معذرت کے ضروری ہونے کی علت اس کا برائی ہونا ہے، موجب غم ہونا نہیں ہے کیونکہ اگر کسی شخص نے بادشاہ کے مال میں سے ایک درہم چرا لیا اور اسے معلوم ہے کہ بادشاہ کو ایک درہم کی چوری سے کیا غم ہو گا لیکن پھر بھی اس سے معذرت کرنا ضروری ہے کیونکہ چوری کرنا ایک برائی ہے، جیسے یہ معذرت کرنا اس وقت ضروری ہوتا جبکہ اس نے یہ درہم کسی فقیر سے چرایا ہوتا اور اسے اس کے گم ہونے کا شدید افسوس ہوتا، ہاں! یہ ضرور ہے کہ معذرت کے وجوب کی شدت کم و بیش ہو سکتی ہے، اسی طرح اگر کسی شخص نے کسی کا مال چرایا، پھر اسے اسی جگہ پر واپس لوٹا دیا، اور مالک کو اس کی خبر بھی نہ ہوئی تو اس سے بھی معذرت کرنا ضروری ہے کیونکہ یہ برائی اور ظلم ہے، اگر مذکورہ قدری حضرات کی بات صحیح تسلیم کر لی جائے تو پھر ان میں سے کسی صورت میں بھی'' خواہ وہ کتنی ہی بڑی برائی ہو'' معذرت کرنا ضروری نہ ہو گا تاکہ متعلقہ آدمی غمگین نہ ہو جائے۔

قاضی صاحب نے چوری کے حوالے سے جو مسئلہ بیان کیا ہے، دوسرے حضرات نے اس سے اختلاف کرتے ہوئے کہا ہے کہ جو شخص کسی کا مال چوری کرے اور پھر اسے اسی جگہ پر واپس لوٹا دے تو اس کے لیے مالک کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے، بلکہ

بہتر یہی ہے کہ اپنا پردہ رکھے اور حناطی وغیرہ کے حوالے سے یہ بات پیچھے گزر چکی ہے کہ ورثاء کی معافی کا کوئی اعتبار نہیں ہے، قاضی حسین نے بھی ''التعلیق'' میں انہی کی موافقت کی ہے اور اس کے ساتھ ہر اس چیز کو شامل کر لیا ہے جس میں کوئی حد شرعی نہ ہو، اگر اس میں کوئی حد شرعی واجب ہوتی ہو مثلاً کسی پر تہمت لگانا تو اس میں معافی کا اعتبار کرنا ہوگا، جہاں تک غیبت مجہولہ کا تعلق ہے تو ''الروضہ'' میں اس کی معافی کے حوالے سے دو قول نقل کیے گئے ہیں، الاذکار میں جس قول کو راجح قرار دیا گیا ہے وہ یہ ہے کہ اس کی معرفت حاصل ہونا ضروری ہے کیونکہ انسان بعض غیبتوں کو معاف کر دیتا ہے اور بعض کو نہیں کرتا، اور امام حلیمی رحمہ اللہ کا قول اس بات کا تقاضا کرتا ہے کہ اسے صحیح ہونے کا یقین حاصل ہو، کیونکہ جو شخص بغیر کسی تفصیل کے اپنی غیبت کو معاف کر دیتا ہے وہ اپنے نفس کو اس پر دسترس دے دیتا ہے، باقی رہی یہ حدیث کہ کیا تم میں سے کوئی آدمی اس بات سے بھی عاجز ہو سکتا ہے کہ وہ ابوضمضم کی طرح ہو جائے، وہ جب بھی اپنے گھر سے باہر نکلتا تھا تو کہہ دیتا تھا کہ میں نے اپنی عزت و آبرو لوگوں پر صدقہ کر دی، تو اس کا مطلب یہ ہے کہ میں اپنے اوپر ہونے والے ظلم کا دنیا یا آخرت کہیں بھی مطالبہ نہ کروں گا، ظاہر ہے کہ اس جملے سے وہ ظلم تو ساقط ہو جائے گا، جو اس کے معاف کرنے سے پہلے موجود تھا، لیکن جو بعد میں پیدا ہوگا، اس کے لیے نئے سرے سے معاف کرنا ضروری ہوگا۔

اس عبارت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ اگر انسان کو ان چیزوں کا علم نہ ہو جنہیں وہ معاف کر رہا ہے، تب بھی اس کے معاف کرنے سے وہ ساقط ہو جاتی ہیں، اس طرح امام حلیمی رحمہ اللہ کے کلام سے بھی ہم آہنگی ہو جاتی ہے، احیاء العلوم میں امام غزالی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ انسان ہر اس شخص سے معافی مانگے جسے اس نے اپنی زبان یا دل سے ایذاء پہنچائی ہو، اگر وہ شخص غائب ہو یا فوت ہو گیا ہو تو اس کا معاملہ ہاتھ سے نکل گیا، اب اسے پانے کی یہی صورت ہے کہ کثرت سے نیکیاں کرے تاکہ قیامت کے دن اس کا بدلہ دے سکے اور متعلقہ آدمی کے سامنے اس کی تفصیل بیان کرنا بھی ضروری ہے الا یہ کہ اس سے نقصان پہنچنے کا اندیشہ ہو، تو اس سے مبہم طور پر معافی مانگ لے، عبادی نے حسد کی صورت میں محسود کو مطلع کرنا غیبت کی طرح ضروری قرار دیا ہے، امام رافعی رحمہ اللہ اس قول کو مستبعد سمجھتے ہیں، امام نووی رحمہ اللہ بھی اسی بات کو درست سمجھتے ہیں کہ محسود کو مطلع کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ مستحب بھی نہیں ہے، البتہ مکروہ قرار دیا جا سکتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ سے بھی اسی طرح کی نص منقول ہے، امام زرکشی رحمہ اللہ نے یہاں یہ سوال اٹھایا ہے کہ اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ بے شمار احادیث میں حسد کی مذمت کی گئی ہے اور حسد دل کے اعمال میں سے ہے، لہٰذا اس سے توبہ کرنا واجب ہے اور اس سے توبہ کرنے کا طریقہ یہی ہے کہ محسود کو مطلع کر دے تو اس سے عبادی کے قول کی تائید ہوتی ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ لیکن نبی علیہ السلام کے اس فرمان ''اللہ تعالیٰ نے میری امت کے دلوں میں پیدا ہونے والے خیالات سے درگزر کا وعدہ فرمایا ہے جب تک وہ اسے اپنی زبان پر نہ لائے یا اس پر عمل نہ کرے۔'' [1] کا ظاہری مفہوم اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ انسان سے اس کا گناہ معاف کر دیا گیا ہے، محب طبری نے بھی اسی کو ترجیح دیتے ہوئے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی وسیع رحمت کو دیکھتے ہوئے ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ دل میں آنے والے

[1] صحيح بخاري، العتق: ٦ـ مسند احمد: ٢ / ٣٩٨.

خیالات پر بہر حال مؤاخذہ نہیں ہوگا، اور جن احادیث میں مواخذہ کا ذکر آتا ہے، انہیں اس صورت پر محمول کیا جائے گا کہ جب انسان اس وسوسے اور خیال کو اپنی زبان پر لے آئے یا اپنے اعضاء سے اس پر عمل کرلے اور اس سے صرف کفر خارج ہوتا ہے کیونکہ وہ بالاجماع اعمال قلب میں سے ہے۔

باقی رہی وہ احادیث جن میں حسد کی مذمت وارد ہوئی ہے تو وہ صحیح ہیں اور ہر برا عمل قابل مذمت ہے خواہ وہ ظاہری عمل ہو یا باطنی، لیکن جہاں تک اس کے مواخذے کا تعلق ہے تو اس کے حوالے سے ہمیں کوئی صحیح حدیث معلوم نہیں ہے اور اگر اس حوالے سے کوئی صحیح حدیث مل بھی جائے تو ہم اسے احادیث میں تطبیق دینے کے لیے اس حسد پر محمول کریں گے جس کا قول یا فعل سے اظہار ہوتا ہو، اور عبادی کا جو قول پیچھے گزرا ہے، وہ بعید ہے جیسا کہ امام رافعی رحمہ اللہ نے بھی کہا ہے اور وہ اس شخص کی طرح ہے جو کسی گناہ کا ارادہ کرے لیکن اس پر عمل نہ کرے، خاص طور پر جب کہ اس پر اپنی فطرت کی وجہ سے اس کی خواہش غالب آجائے لیکن وہ اس پر راضی اور خوش نہ ہو، بلکہ میں تو اس بات کی امید رکھتا ہوں کہ ایسے شخص کے لیے ایک نیکی کا ثواب لکھا جائے گا کیونکہ یہ اللہ کے خوف سے گناہ چھوڑنا ہے، پھر امام رافعی رحمہ اللہ نے اس کی مناسبت سے تین حدیثیں ذکر کر کے فرمایا ہے کہ وہ معصیت جس کا ارتکاب دل نے کیا ہو، اور کسی امر خارجی کے ساتھ اس کا کوئی تعلق نہ ہو تو اس پر مواخذہ نہ ہوگا، باقی رہا حسد جسے خود سے دور کرنا ممکن ہو لیکن انسان اسے دور نہ کرے تو اس میں ایک احتمال تو یہ ہے کہ اس کا بھی یہی حکم ہے اور ایک احتمال یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق ہے، یہی قول راجح ہے کیونکہ حسد کا معنی ہے دوسروں کی نعمتوں کے زائل ہونے کی تمنا کرنا، لہٰذا اس میں مواخذہ مسبب پر موقوف ہوگا بخلاف بدگمانی کے کہ اس کا کسی خارجی فعل کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے کہ اس کا وجود اس کے ساتھ ہو سکے، وہ مزید کہتے ہیں کہ جن حضرات نے شرک اور اس کے ملحقات کے علاوہ تمام گناہوں کو برابر قرار دیا ہے، ان کی بات بالکل صحیح ہے کیونکہ گناہوں کا ایک دوسرے کے ساتھ تعلق ہوتا ہے۔

اس مقام پر امام زرکشی رحمہ اللہ کا ردعمل تعجب خیز ہے کیونکہ انہوں نے یہ قول نقل کر کے اس پر اعتماد بھی کرلیا ہے، حالانکہ یہ قول ضعیف بھی ہے اور محققین نے ہاجس، واجس، حدیث النفس، ہم اور عزم کے درمیان جو فرق بیان کیا ہے، اس کے بھی خلاف ہے، اس کی مکمل تفصیل میں نے شرح اربعین نووی کے آخر میں درج کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ دل کے افعال پر مواخذہ ہونے اور نہ ہونے کے حوالے سے مختلف احادیث منقول ہیں، امام غزالی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ دل میں آنے والے خیالات بعض اوقات ''خاطر'' کے درجے میں ہوتے ہیں، اسی کو حدیث النفس بھی کہا جاتا ہے، اس کے بعد دوسرا درجہ ''میلان قلب'' کا ہے، ان دونوں پر کوئی مواخذہ نہ ہوگا، اس کے بعد تیسرا درجہ ''اعتقاد'' کا ہے جو اگر اختیاری ہو تو اس پر مواخذہ ہوگا، اضطراری پر نہ ہوگا، اس کے بعد چوتھا درجہ ''عزم'' کا ہے اور اس پر یقیناً مواخذہ ہوگا، بعض اوقات ان چاروں کو ''ہاجس'' بھی کہہ دیا جاتا ہے، جس کا معنی ہے دل میں آنے والا برائی کا خیال، بالاجماع اس خیال پر کوئی مواخذہ نہیں ہوگا، کیونکہ یہ بندے کے افعال میں سے نہیں ہے، بلکہ یہ تو ایک وارد ہے جسے دور کرنا انسان کے بس میں نہیں، بعض حضرات نے ''خاطر'' کا معنی بیان کیا ہے کسی خیال کا نفس میں جاری ہو جانا، اور حدیث النفس کا معنی تردد بیان کیا ہے کہ آیا وہ کام کرے یا نہ کرے، البتہ عزم

پر مواخذہ کا جو حکم یقینی طور پر انہوں نے لگایا ہے، محققین سے اسی طرح منقول ہے کیونکہ ایک حدیث میں قاتل اور مقتول دونوں کو جہنمی قرار دیا گیا ہے اور مقتول کے جہنم میں جانے کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ بھی اپنے ساتھی کو قتل کرنا چاہتا تھا۔

بعض حضرات کہتے ہیں کہ عزم پر بھی مواخذہ نہیں ہوگا، اور جمع الجوامع میں ہے کہ حدیث النفس ''جب تک اسے بولا یا عمل نہ کیا جائے'' اور ہم دونوں کو بخش دیا جائے گا، مطلب یہ ہے کہ ان دونوں کا مواخذہ نہ ہونے کا حکم مطلق نہیں ہے بلکہ اس شرط ہے کہ اسے زبان یا عمل پر نہ لایا جائے، لیکن اگر وہ اس پر عمل کر لیتا ہے تو دو وجہوں سے اس کا مواخذہ ہوگا، ایک ارادے کی وجہ سے اور دوسرے عمل کی وجہ سے، رہی یہ بات کہ اگر انسان کے ذہن میں کسی معصیت کا خیال آئے اور وہ اس کے علاوہ کوئی اور کام گزرے تو کیا اس پر مواخذہ ہوگا یا نہیں؟ تو اس میں غور وفکر کی ضرورت ہے امام سبکی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بظاہر اس پر بھی مواخذہ ہوگا کیونکہ نبی علیہ السلام نے عمل کو مطلق رکھا ہے، اس کی مثال یہ ہے کہ کسی شخص کے دل میں کسی عورت سے بدکاری کی خواہش پیدا ہوئی اور وہ اس کی طرف چل پڑا، لیکن پھر راستے ہی سے واپس آ گیا، اس سے معلوم ہوا کہ معصیت کے لیے چل کر جانا بھی حرام ہے، اگرچہ اپنی ذات کے اعتبار سے پاؤں کے بل چلنا مباح ہے، لیکن جب اس میں حرام کا ارادہ شامل ہوا تو چلنا اور ارادہ کرنا دونوں حرام ہو گئے اور یہ دونوں کام انفرادی طور پر بھی حرام نہیں، لیکن جب دونوں جمع ہو جائیں تو حرام ہیں، کیونکہ ارادے کے ساتھ عمل بھی شامل ہو گیا۔

قاضی حسین کی ''التعلیق'' میں ہے کہ جس طرح حرام کام کرنا حرام ہے، اسی طرح حرام کی سوچ وفکر رکھنا بھی حرام ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ ''اس چیز کی تمنا مت کرو جس کے ذریعے اللہ نے تم میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔'' [1] اس آیت میں اس چیز کی تمنا کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے جو انسان کے لیے حلال نہ ہو، جیسے کسی حرام چیز کی طرف دیکھنے کی ممانعت ہے مثلاً ارشاد باری تعالیٰ ہے ''اے نبی! (صلی اللہ علیہ وسلم) آپ مومنین سے کہہ دیجئے کہ اپنی نگاہیں جھکا کر رکھا کرو۔'' [2] اور اگر کوئی شخص یہ نیت کرے کہ کل وہ کافر ہو جائے گا تو اصول کے مطابق وہ اسی وقت کافر ہو جائے گا، بلکہ درست بھی یہی ہے کیونکہ یہ بہت خطرناک چیز ہے، عز بن عبد السلام کہتے ہیں کہ بعض اوقات ظاہر میں ایک چیز گناہ ہوتی ہے، لیکن اس کے ساتھ صالح نیت شامل ہو جائے تو وہ اسے معصیت ہونے سے نکال کر عبادت بنا دیتی ہے۔

امام زرکشی رحمہ اللہ نے محب طبری کا قول نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ جہاں تک چغل خوری کا تعلق ہے تو اس میں بھی یہی تفصیل ہونی چاہیے اور یہ تفصیل بھی کی جا سکتی ہے کہ بعض اوقات چغل خوری سے متعلقہ آدمی کو شدید ایذاء پہنچتی ہے اور بعض اوقات یہ تکلیف معمولی ہوتی ہے تو جو تکلیف معمولی ہو، اسے عام طور پر نظر انداز کر دیا جاتا ہے، لیکن ان کی یہ بات محل نظر ہے بلکہ یہاں اس تفصیل کا موقع ہی نہیں ہے کیونکہ بالاجماع غیبت کا گناہ چغل خوری سے کم ہے، اس کے باوجود علماء نے اس میں کوئی تفصیل بیان نہیں کی ہے تو چغل خوری میں بطریق اولیٰ اس تفصیل کا اعتبار نہیں ہوگا۔

امام غزالی رحمہ اللہ ''منہاج العابدین'' میں فرماتے ہیں کہ وہ گناہ جن کا تعلق بندوں کے ساتھ ہے، اگر وہ چیز مال ہو تو

---

[1] النساء: ۳۲۔ [2] النور: ۳۰۔

قدرت ہونے کی صورت میں اسے لوٹانا اور عاجز ہونے کی صورت میں اس سے معاف کرانا واجب ہے، اگر معاف کرانا ممکن نہ ہو، مثلاً وہ غائب ہو یا فوت ہو گیا ہو اور اس کی طرف سے صدقہ خیرات کرنا اس کے لیے ممکن ہو تو ایسا ہی کرے، ورنہ کثرت سے نیکی کرے اور اللہ تعالیٰ سے عاجزی کے ساتھ دعا مانگے کہ قیامت کے دن اسے اس سے راضی کر دے، اگر اس کا تعلق جان کے ساتھ ہے تو اس کے ولی کو قصاص لینے کے لیے خود پر دسترس دے دے، اگر یہ نہ کر سکے تو عاجزی کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مقتول کو راضی کرنے کی دعا مانگے، اگر اس کا تعلق کسی کی عزت و آبرو کے ساتھ ہو مثلاً اس کی غیبت کی ہو، گالی دی ہو یا بہتان باندھا ہو تو اس کا حق یہ ہے کہ جس شخص کے سامنے یہ کام کیے ہوں، اپنے آپ کو اس کے سامنے جھوٹا کہہ دے جبکہ اس کے اظہار میں فتنہ پھیلنے یا ظلم کا اندیشہ نہ ہو، اگر اس کا اندیشہ ہو تو اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے، اور اگر اس کا تعلق انسان کے اہل خانہ کے ساتھ ہو مثلاً اس کی بیوی یا بچوں کو فتنے میں مبتلا کیا ہو، تو اس کی معافی مانگنے اور اسے ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ نہیں بلکہ اس سے مزید فتنہ پیدا ہوگا اس لیے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگے اور اس کے بدلے میں اس کے ساتھ خیر کا سلوک کرے اور اگر فتنے کا اندیشہ نہ ہو ''جو شاذ و نادر ہی ہو سکتا ہے'' تو معافی بھی مانگ لے اور اگر اس کا تعلق دین کے ساتھ ہو مثلاً کسی کو کافر، بدعتی یا گمراہ کہہ دیا ہو تو یہ بڑا مشکل پہلو ہے، اس میں ضرورت اس بات کی ہے کہ جن لوگوں کے سامنے اسے کافر وغیرہ کہا ہو، انہی کے سامنے اپنی تکذیب کرے اور ممکن ہو تو متعلقہ آدمی سے معافی بھی مانگے، ورنہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرے اور اپنے فعل پر نادم ہو، امام اذرعی رحمہ اللہ نے امام غزالی رحمہ اللہ کی اس تحقیق و تفصیل کی بے حد تعریف کی ہے۔

امام غزالی رحمہ اللہ نے اہل خانہ کے حوالے سے جو بات بیان کی ہے، اس کا تقاضا یہ ہے کہ اس میں بیوی اور دیگر محارم بھی شامل ہوں، چنانچہ فقہاء نے اس بات کی تصریح کی ہے کہ ان دونوں کے حوالے سے زنا اور لواطت انسانوں کے حقوق میں سے ہے لہٰذا ان سے توبہ کرنا اس بات پر موقوف ہوگا کہ جس سے زنا یا لواطت کی گئی ہے، اس کے قریبی رشتہ داروں سے بھی معافی مانگی جائے، اور اس عورت کے شوہر سے بھی معافی مانگی جائے جبکہ فتنے کا اندیشہ نہ ہو، ورنہ اللہ سے دعا مانگے اور یہ بات اس اعتبار سے مزید قابل توجہ ہو جاتی ہے کہ لواطت اور زنا میں رشتہ داروں کو شرمندہ اور شوہر کے بستر کو گندا کرنا لازم آتا ہے، لہٰذا جہاں کوئی عذر نہ ہو، ان سے بھی معافی مانگنا ضروری ہوگا، اگر آپ کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ بعض حضرات نے ان گناہوں میں ''جن کے ساتھ کسی انسان کا حق متعلق نہیں ہوتا'' کسی اجنبیہ عورت کے ساتھ شرمگاہ کے علاوہ میں ہم بستری کرنا اور اسے بوسہ دینا صغیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے اور شراب نوشی اور زنا کو کبیرہ گناہوں میں شمار کیا ہے، جبکہ یہ عبارت اس بات کی تصریح کر رہی ہے کہ زنا انسان کا حق نہیں ہے لہٰذا اس میں معافی مانگنا ضروری نہیں ہے؟ تو میں اس کا جواب یہ دوں گا کہ یہ سوال امام غزالی رحمہ اللہ کے کلام پر وارد نہیں ہوتا لہٰذا اعتبار انہی کی بات کا ہے، دوسروں کا نہیں، علاوہ ازیں ان دونوں کو جمع کرنا بھی ممکن ہے اور وہ اس طرح کہ پہلے قول کو اس عورت کے ساتھ زنا پر محمول کر لیا جائے جس کا شوہر ہو اور نہ ہی کوئی قریبی رشتہ دار، اس صورت میں معافی مانگنے کا حکم ساقط ہو جائے گا، اور دوسرے قول کو اس عورت پر محمول کیا جائے گا، جس کے یہ رشتہ دار ہوں، اور یہ تطبیق بھی دی جا سکتی ہے کہ زنا ایک اعتبار سے حقوق اللہ میں سے ہے کیونکہ کسی کے جائز قرار دینے سے وہ جائز نہیں

ہو جاتا، اور ایک اعتبار سے حقوق العباد میں سے ہے، سو جن لوگوں نے حق اللہ ہونے کے پہلو پر نظر کی انہوں نے معافی مانگنے کو ضروری نہیں کہا، اور جن حضرات نے حقوق العباد کے پہلو پر نظر کی، انہوں نے معافی مانگنے کو واجب کہہ دیا، ابن عبد السلام کے قول سے بھی اسی کی تائید ہوتی ہے۔

امام حلیمی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جو شخص کسی مسلمان کو کوئی نقصان پہنچائے اور اسے خبر بھی نہ ہو تو اسے چاہیے کہ اولاً اس نقصان کا ازالہ کرے، پھر اس سے معافی مانگے، پھر اس سے اپنے حق میں استغفار کی درخواست کرے کیونکہ جب حضرت یعقوب علیہ السلام کے بیٹے ان کے پاس توبہ کر کے آئے تھے تو انہوں نے حضرت یعقوب علیہ السلام سے اپنے حق میں استغفار کی درخواست بھی کی تھی، معلوم ہوا کہ احتیاط اس میں ہے کہ مظلوم سے اپنے گناہ کی معافی بھی مانگی جائے اور اس سے اپنے حق میں بخشش کی دعا بھی کروائی جائے، صاحب ''الخادم'' نے ظالمانہ افعال واقدامات کو حلال کرنے کے حوالے سے تین مذاہب نقل کیے ہیں۔

پہلا مذہب امام شافعی رحمہ اللہ کا ہے کہ ترک معافی زیادہ اولیٰ ہے کیونکہ قیامت کے دن ظالم سے اس کی نیکیاں لے لی جائیں گی اور مظلوم کے گناہ اس پر ڈال دیئے جائیں گے جیسا کہ احادیث میں موجود ہے، دوسرا مذہب یہ ہے کہ ظالم کو معاف کرنا ہی افضل ہے کیونکہ یہ ایک احسان عظیم ہے، جس پر بارگاہ الٰہی سے اسے بدلہ ضرور ملے گا، اور اللہ تعالیٰ کی ذات بڑی کریم ہے، اس کے احسان کا بدلہ تھوڑا نہیں دے گی، خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''اگر تم اللہ کو قرض حسنہ دو گے تو وہ تمہیں کئی گنا بڑھا کر دے گا۔'' ❶ یہ قول زیادہ واضح ہے اور تیسرا مذہب ''جو کہ امام مالک رحمہ اللہ کا قول بھی ہے'' یہ ہے کہ ظلم اور نقصان میں فرق کر لیا جائے اور نقصان کو معاف کر دیا جائے، کیونکہ ظلم تو خود ظالم کے لیے سزا ہے، اور اس کی دلیل اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے کہ ''اصل جرم تو ان لوگوں کا ہے، جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں۔'' ❷ اور دنیا میں ظالم کو معاف کر دینا قصاص لینے سے زیادہ بہتر ہے۔ لیکن صاحب ''الخادم'' نے امام شافعی اور امام ملک رحمہما اللہ کا جو قول نقل کیا ہے وہ محل نظر ہے، حضرت ابو ضمضم رضی اللہ عنہ کی سابقہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ معاف کر دینا مطلقاً افضل ہے، کہ نبی علیہ السلام نے خود اس میں لوگوں کو ابو ضمضم کا طرز عمل اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے۔

۴۶۴-۴۶۵۔ انصاری صحابہ رضی اللہ عنہم سے بغض رکھنا یا کسی ایک صحابی رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہنا

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایمان کی علامت انصار کی محبت ہے اور نفاق کی علامت انصار سے بغض ہے۔ ❸ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے انصار کے متعلق ارشاد فرمایا ہے کہ ان سے وہی شخص محبت کرے گا جو مومن ہوگا، اور وہی شخص نفرت کرے گا جو منافق ہوگا، جو شخص ان سے محبت کرے گا اللہ اس سے محبت کرے گا اور جو ان سے بغض رکھے گا اللہ اس سے بغض رکھے گا۔'' ❹ امام مسلم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ وہ شخص انصار سے بغض نہیں رکھ سکتا جو اللہ تعالیٰ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو۔ ❺ بعض حنابلہ کہتے ہیں کہ انصار سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اللہ، اس

---

❶ التغابن: ۱۷. ❷ الشوری: ۴۲.

❸ صحیح بخاری، الایمان: ۱۰. ❹ صحیح مسلم، الایمان: ۱۲۹ _ مسند احمد: ۴/ ۲۹۲.

❺ صحیح مسلم، الایمان: ۱۳۰.

کے رسول اور اس کے دین کی مدد کی، ایسے لوگ چونکہ قیامت تک رہیں گے لہٰذا ان کے ساتھ دشمنی کرنا اکبر الکبائر میں سے ہے، لیکن ان کا یہ دعویٰ اگر کسی خارجی دلیل کی وجہ سے ہے تو وہ واضح ہے، ورنہ ''انصار'' کا مصداق نبی علیہ السلام کے ذہن میں متعین تھا اور یہ وصف اوس وخزرج کے انصار کے علاوہ کسی کا نہ تھا، اس طرح شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلامت کہا کرو، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے اگر تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر بھی سونا خرچ کردے تو ان میں سے کسی کے مد یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں پہنچ سکتا۔ ❶ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں اللہ سے ڈرتے رہو، ڈرتے رہو، میرے بعد انہیں اپنا نشانہ مت بنالینا، کیونکہ جو شخص ان سے محبت کرے گا وہ میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کرے گا اور جو ان سے نفرت کرے گا، وہ مجھ سے نفرت کی وجہ سے ان سے نفرت کرے گا، اور جو شخص انہیں ایذاء پہنچائے گویا اس نے مجھے ایذاء پہنچائی اور جس نے مجھے ایذاء پہنچائی اس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی، اور جس نے اللہ کو ایذاء پہنچائی، عنقریب اللہ تعالیٰ اسے اپنی گرفت میں لے لے گا۔ ❷ اس سلسلے کی احادیث بہت زیادہ ہیں، جنہیں مکمل تفصیل کے ساتھ میں نے اپنی ایک جامع کتاب ''میرے خیال میں اس موضوع پر ایسی کتاب اب تک نہیں لکھی گئی'' میں جمع کردیا ہے اور میں نے اس کا نام رکھا ہے ''الصواعق المحرقة لاخوان الشياطين اهل الابتداع والضلال والزندقة'' اس لیے اس کی تفصیلات اس کتاب میں ملاحظہ کیجئے۔

تنبیہ

ان دونوں گناہوں کو کبیرہ گناہوں میں شمار کرنے کی تصریح متعدد علماء نے کی ہے اور یہ ایک واضح بات ہے، شیخین وغیرہ نے تصریح کی ہے کہ سبِ صحابہ رضی اللہ عنہم گناہ کبیرہ ہے، جلال بلقینی کہتے ہیں کہ یہ ''جماعت'' سے جدائی اختیار کرنے کے ضمن میں شامل ہے اور یہ وہ بدعت ہے جس پر ترک سنت سے دلالت ہوتی ہے، اس لیے جو شخص صحابہ رضی اللہ عنہم کو برا بھلا کہتا ہے، بلا اختلاف وہ کبیرہ گناہ کا ارتکاب کرتا ہے، اس کی تائید مذکورہ احادیث کی تصریحات سے بھی ہوتی ہے اور اس حدیث سے بھی کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے مجھے چنا ہے، اور میرے لیے میرے صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی چنا ہے اور ان میں سے کچھ کو میرے وزراء کچھ کو انصار اور کچھ کو سسرالی رشتہ دار بنادیا، اب جو شخص انہیں برا بھلا کہے گا اس پر اللہ کی، فرشتوں اور تمام لوگوں کی لعنت ہوگی اور اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کا کوئی فرض یا نفل قبول نہیں کرے گا، ایک حدیث میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ عنقریب ان کے بعد ایک قوم آئے گی، وہ لوگ صحابہ میں بھی عیب نکالیں گے اور ان سے بغض رکھیں گے، تم ان کے ساتھ مت کھانا پینا، ان کے ساتھ شادی بیاہ نہ کرنا، ان کے ساتھ نماز نہ پڑھنا اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھنا، اسی طرح یہ حدیث کہ جب میرے صحابہ کا ذکر آئے تو اپنی زبانوں کو قابو میں رکھا کرو۔ ❸

---

❶ صحیح مسلم، فضائل الصحابہ: ۲۲۱ ۔ مسند احمد: ۳/ ۱۱

❷ ترمذی، المناقب: ۳۸۶۲ ۔ مسند احمد: ۵/ ۸۷

❸ معجم الکبیر: ۲/ ۹۳

بعض حضرات نے نقل کیا ہے کہ اکثر علماء کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت صدیق اکبر، یا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا ہے، وہ کافر ہو جاتا ہے اور وہ اس روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اے ابوبکر! جس نے تمہیں برا بھلا کہا، اس نے کفر کیا۔ اور ایک حدیث میں آتا ہے کہ جو شخص اپنے کسی بھائی کو کافر کہتا ہے تو ان دونوں میں سے کوئی ایک تو کافر ہو کر ہی لوٹتا ہے۔ ❶ لہٰذا جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور ان کی اولاد کے متعلق یہ کہتا ہے، یقیناً وہی کافر ہوگا، نیز اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں اس بات کی تصریح کی ہے کہ وہ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین سے راضی ہو چکا، اب جو شخص انہیں یا ان میں سے کسی کو برا بھلا کہتا ہے، وہ اللہ کے ساتھ جنگ کے ذریعے مقابلہ کرتا ہے اور ایسے شخص کو اللہ تعالیٰ ہلاک کر دیتا ہے، اسی وجہ سے علماء کہتے ہیں کہ جب کسی مجلس میں صحابہ رضی اللہ عنہم کا تذکرہ برائی کے ساتھ ہونے لگے مثلاً کسی عیب کی نسبت ان کی طرف کی جانے لگے تو اس میں بحث کا سلسلہ روک دینا واجب ہے، بلکہ حسب استطاعت اپنے ہاتھ، زبان اور دل سے اس پر نکیر بھی واجب ہے کیونکہ یہ بھی منکرات کی طرح بلکہ اس سے زیادہ قبیح ہے، اسی وجہ سے نبی علیہ السلام نے بار بار تاکید کرتے ہوئے فرمایا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے معاملے میں اللہ کی سزا سے ڈرتے رہنا۔

آپ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اس عظیم فضیلت پر غور کیجئے کہ نبی علیہ السلام نے ان کی محبت کو اپنی محبت اور ان کے ساتھ بغض کو اپنے ساتھ بغض قرار دیا، چنانچہ حب صحابہ رضی اللہ عنہم، حب نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان ہے اور بغض صحابہ رضی اللہ عنہم بغضِ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا عنوان ہے، اسی طرح انصار سے محبت ایمان کی علامت اور ان سے بغض نفاق کی علامت اس لیے ہے کہ انہوں نے اپنی جان اور مال نبی علیہ السلام کی محبت اور نصرت کے لیے نچھاور کر دیئے، یہاں سے فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم معلوم کیے جا سکتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائے، انہوں نے مجاہدہ اور جہاد کا حق ادا کر دیا، انہوں نے دین کو پھیلایا اور شرائع اسلام کو عام کیا، اگر یہ حضرات ان خدمات میں مصروف نہ ہوتے تو ہم تک قرآن پہنچتا اور نہ سنت، کوئی اصل نہ کوئی فرع، اس لیے جو شخص ان پر طعنہ زنی کرتا ہے وہ ملت اسلامیہ سے نکلنے کے قریب تر ہو جاتا ہے کیونکہ ان پر طعنہ زنی کرنا دین اسلام کا نور بجھانے کی کوشش ہے۔ ''اور اللہ تعالیٰ اس بات سے انکار کرتا ہے، الا یہ کہ وہ اپنے دین کے نور کو مکمل کرے گا، اگرچہ کافروں کو ناگوار ہی گزرے۔'' ❷ نیز یہ اس بات کی علامت ہے کہ اس شخص کو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے ان کی تعریف کیے جانے پر اطمینان اور یقین نہیں ہے، اس طرح یہ اللہ اور اس کے رسول پر بھی طعنہ زنی ہے کیونکہ ہمارے اور نبی علیہ السلام کے درمیان تو صحابہ رضی اللہ عنہم ہی واسطہ ہیں اور واسطہ پر طعنہ زنی اصل پر طعنہ زنی کے مترادف ہوتی ہے اور ناقل کو حقیر سمجھنا منقول عنہ کو حقیر سمجھنے کے مترادف ہے اور یہ بات ہر اس شخص کے سامنے واضح ہے جو غور و فکر کرتا ہو، اور اس کے عقائد نفاق اور زندقہ سے محفوظ ہوں، اس لیے جو شخص اللہ اور اس کے رسول سے محبت کرتا ہو، اس پر لازم ہے کہ ان لوگوں سے بھی محبت کرے جو اللہ اور اس کے رسول کے احکامات پر قائم رہے ہوں، اور صحابہ رضی اللہ عنہم ہی ان پر پوری طرح قائم رہے ہیں لہٰذا ان سے محبت واجب ہے۔

ایوب سختیانی ''جو بڑے درجے کے اسلاف میں سے ہیں'' کہتے ہیں کہ جو شخص حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا

❶ مسند احمد: ۲: ۱۱۲. ❷ التوبة: ۳۲.

ہے، وہ دین کی حدود قائم کرتا ہے، جو شخص حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، وہ واضح راستہ اختیار کرتا ہے، جو شخص حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، وہ اللہ کے نور سے روشنی حاصل کرتا ہے، جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت کرتا ہے، وہ مضبوط رسی کو تھام لیتا ہے اور جو شخص تمام صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق اچھی رائے رکھتا ہے وہ نفاق سے بری ہو جاتا ہے اور ان کے فضائل ومناقب حد شمار سے زیادہ ہیں، تمام اہل سنت والجماعت اس بات پر متفق ہیں کہ تمام صحابہ رضی اللہ عنہم میں سب سے افضل وہ دس حضرات ہیں جنہیں ایک ہی موقع پر نبی علیہ السلام نے جنت کی بشارت دے دی تھی اور ان میں بھی سب سے افضل حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور ان کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں، پھر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں' ان میں سے کسی ایک پر بھی طعنہ زنی کرنے والا بدعتی، منافق اور خبیث آدمی ہے، خود نبی علیہ السلام نے ان چاروں حضرات کے طریقہ کار کی پیروی کرنے کی ہدایت دیتے ہوئے فرمایا تھا تم اپنے اوپر میری، اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت کی پیروی اپنے اوپر لازم کرلو، اور اسے اپنے دانتوں سے مضبوطی کے ساتھ تھام لو۔ ❶ اور خلفاء راشدین سے مراد بالا جماع یہی چار حضرات ہیں اور ان حضرات کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے ایسے عبرت ناک واقعات مشاہدے میں آئے ہیں جو ان کے خبث باطن اور شدید سزاؤں کی علامت ہیں۔

چنانچہ کمال بن قدیم نے تاریخ حلب میں یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ جب ابن منیر مر گیا تو حلب کے بہت سے نوجوان اپنے گھروں سے نکل آئے اور ایک دوسرے سے کہنے لگے کہ ہم نے سنا ہے کہ جو شخص بھی اس حال میں مرتا ہے کہ وہ اپنی زندگی میں حضرت صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کو برا بھلا کہتا تھا، اللہ تعالیٰ اس کی شکل قبر میں مسخ کر کے اسے خنزیر بنا دیتا ہے اور اس بات میں کسی کو شک نہیں ہے کہ ابن منیر ان دونوں حضرات کو برا بھلا کہتا تھا، پھر ان لوگوں نے طے کیا کہ اس کی قبر کے پاس چلتے ہیں چنانچہ وہ لوگ اس کی قبر کے پاس پہنچے، اسے کھودا تو دیکھا کہ واقعتاً اس کی شکل خنزیر کی شکل سے بدل چکی تھی اور اس کا چہرہ قبلہ کی جانب سے پھر چکا تھا، ان لوگوں نے اسے نکال کر قبر کے دہانے پر لا کر لوگوں کو دکھایا، اس کے بعد انہوں نے اسے آگ میں جلا دیا اور دوبارہ اس کی قبر میں پھینک کر اس پر مٹی ڈال دی اور واپس چلے گئے۔

کمال ہی نے شیخ صالح عمر العینی سے یہ واقعہ نقل کیا ہے جس میں وہ کہتے ہیں کہ میں مدینہ منورہ کے پڑوس میں رہتا تھا، ایک مرتبہ میں عاشوراء کے دن ''جبکہ اہل تشیع قبہ عباس میں جمع ہوتے ہیں'' اپنے گھر سے نکلا اس وقت بھی وہ لوگ اس قبے میں جمع تھے، میں نے اس کے دروازے پر کھڑے ہو کر کہا کہ میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت میں کچھ چاہتا ہوں، اس پر ان میں سے ایک بوڑھا آدمی نکل کر میرے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم یہیں بیٹھو، ہم فارغ ہو کر تمہیں کچھ دیں گے، چنانچہ میں بیٹھ گیا حتیٰ کہ وہ لوگ فارغ ہو گئے، تھوڑی دیر بعد وہی آدمی باہر نکل کر میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر کی جانب لے چلا، وہاں لے جا کر اس نے مجھے ایک کمرے میں بٹھایا اور باہر سے دروازہ بند کر دیا اور مجھ پر دو غلام مسلط کر دیئے، ان دونوں نے مجھے باندھ کر خوب مارا، پھر اس بوڑھے نے انہیں حکم دیا کہ میری زبان کاٹ دیں، چنانچہ انہوں نے میری زبان کاٹ دی،

❶ ابو داود، السنة: ٥ـ مسند احمد: ٤/ ١٢٦.

پھر اس کے حکم پر مجھے رسیوں سے آزاد کر دیا، اور اس بوڑھے نے مجھ سے کہا کہ جس کی محبت میں تو مانگ رہا تھا، اب اس کے پاس جا کہ وہ تیری زبان لوٹا دے، میں وہاں سے نکل کر حجرۂ مبارکہ کی طرف چل پڑا، اس وقت میں درد اور تکلیف کی شدت سے رو رہا تھا، میں نے اپنے دل میں کہا یا رسول اللہ ﷺ! آپ جانتے ہیں کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے محبت کی مجھے کیا سزا دی گئی ہے، اگر آپ کے ساتھی برحق ہیں تو میں چاہتا ہوں کہ میری زبان مجھے واپس لوٹا دی جائے، میں نے وہ رات حجرۂ مبارکہ کے قریب ہی شدید بے چینی میں روتے ہوئے گزار دی، رات کے کسی پہر مجھ پر نیند کا غلبہ ہوا تو میں نے خواب میں دیکھا کہ میری زبان پہلے کی طرح ہو چکی ہے، اسی وقت میری آنکھ کھلی تو میں نے دیکھا کہ واقعی میری زبان صحیح ہو چکی ہے اور میں اس سے بول سکتا ہوں، میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس نے مجھے میری زبان واپس لوٹا دی، اور میرے دل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت میں مزید اضافہ ہو گیا۔

اگلے سال عاشوراء کے دن وہ لوگ پھر اسی جگہ پر جمع ہوئے، میں بھی دوبارہ اس دروازے پر پہنچ گیا اور میں نے صدا لگائی کہ مجھے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی محبت میں ایک دینار درکار ہے، اس پر حاضرین میں سے ایک نوجوان اٹھ کر میرے پاس آیا اور مجھ سے کہنے لگا کہ تم یہیں بیٹھو، ہم فارغ ہو جائیں (تو تمہیں کچھ دیں گے) جب وہ لوگ فارغ ہو گئے تو وہی نوجوان باہر نکل کر میرے پاس آیا اور میرا ہاتھ پکڑ کر مجھے اپنے گھر کی جانب لے چلا، یہ وہی گھر تھا، اس نے مجھے ایک کمرے میں بٹھایا اور میرے سامنے کھانا لا کر رکھا، ہم نے مل کر کھانا کھایا، کھانے سے جب فارغ ہوئے، تو اس نوجوان نے اٹھ کر ایک کمرے کا دروازہ کھولا اور رونا شروع کر دیا، یہ دیکھنے کے لیے کہ وہ کیوں رو رہا ہے؟ میں بھی اٹھا تو میں نے دیکھا کہ اس کمرے میں ایک بندر بندھا ہوا ہے، میں نے اس نوجوان سے اس بندر کے متعلق پوچھا تو اس کے رونے دھونے میں اور اضافہ ہو گیا، میں اسے تسلی دینے لگا، جب وہ کچھ پر سکون ہوا تو میں نے اسے قسم دے کر کہا کہ مجھے اپنے متعلق کچھ بتاؤ، اس نے کہا کہ اگر آپ اس بات کی قسم کھائیں کہ اہل مدینہ میں سے کسی کو اس کے متعلق نہیں بتائیں گے تو میں آپ کو بتا دیتا ہوں، میں نے قسم کھالی، تب اس نے بتایا کہ گزشتہ سال ایک آدمی آیا تھا، پھر اس نے وہ سارا واقعہ دہرایا، جو میرے ساتھ پیش آیا تھا اور کہنے لگا کہ اب تک ہمیں اس کی کچھ خبر معلوم نہیں ہے، اس دن جب رات ہوئی اور ہم سب سو گئے تو اچانک میرے باپ نے زور سے چیخ ماری، ہم لوگ اس آواز کی شدت سے گھبرا کر اٹھ بیٹھے، ہم نے جب انہیں دیکھا تو اللہ نے ان کی شکل بندر سے مسخ کر دی تھی، ہم گھبرا گئے اور انہیں اس کمرے میں رسی سے باندھ دیا اور لوگوں میں ان کی موت کا اعلان کر دیا، اور اس وقت سے میں صبح شام رو رہا ہوں، میں نے اس سے کہا کہ اگر تم اس شخص کو دیکھ لو جس کی زبان تمہارے باپ نے کاٹی تھی تو کیا تم اسے پہچان لو گے؟ اس نے کہا بخدا نہیں، میں نے اس سے کہا کہ بخدا وہ آدمی میں ہی ہوں جس کی زبان تمہارے باپ نے کاٹی تھی، پھر میں نے اسے سارا واقعہ سنایا اس پر وہ میرے سر اور ہاتھوں کو بوسے دینے لگا پھر اس نے مجھے کپڑے اور دینار دیئے اور مجھے عزت کے ساتھ رخصت کیا۔

اسی وجہ سے امام شعبی رحمہ اللہ ''جو اکابر تابعین میں سے ہیں'' کہتے ہیں کہ روافض اس امت کے یہودی ہیں، کیونکہ وہ

اسلام سے یہودیوں کی طرح ہی نفرت کرتے ہیں، اور اسلام میں کسی رغبت یا جہنم کے خوف سے داخل نہیں ہوئے، بلکہ اہل اسلام سے اپنی دشمنی اور حسد نکالنے کے لیے اسلام میں داخل ہوئے ہیں...... یہودی کہتے ہیں کہ حکومت وسلطنت صرف آل داؤد علیہ السلام میں رہے گی اور اس وقت تک جہاد نہیں ہوگا جب تک مسیح دجال کا خروج نہیں ہو جاتا، یہ لوگ نمازِ مغرب کو ستارے نمایاں ہونے تک مؤخر کر دیتے ہیں، تین طلاقوں کے قائل نہیں ہیں، خانہ کعبہ سے دور رہتے ہیں، دوسروں کا مال اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امیین کے معاملے میں ہم پر کوئی گناہ نہیں ہے، تورات میں تحریف کرتے ہیں، جبریل امین علیہ السلام سے دشمنی رکھتے ہیں، اور انہیں ملائکہ میں اپنا دشمن قرار دیتے ہوئے کہتے ہیں کہ ان سے نبی علیہ السلام کے پاس وحی لانے میں غلطی ہوئی ہے، اور وہ اونٹ کا گوشت بھی نہیں کھاتے، یہی حال روافض کا بھی ہے، وہ بھی تقریباً یہ سب ہی کہتے ہیں مثلاً یہ کہ حکومت وسلطنت صرف آل علی رضی اللہ عنہ میں رہے گی، امام مہدی رضی اللہ عنہ کے خروج تک جہاد نہ ہوگا، یہ بھی مغرب کو موخر کر دیتے ہیں، یہ لوگ بھی تین طلاقوں کے قائل نہیں، خانہ کعبہ سے دور بھاگتے ہیں، مسلمانوں کا مال اپنے لیے حلال سمجھتے ہیں، قرآن میں تحریف کرتے ہیں، جبریل سے نفرت کرتے اور کہتے ہیں کہ ان سے نبی علیہ السلام کے پاس وحی لانے میں غلطی ہوئی ہے، اصل پیغام وحی تو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس بھیجا گیا تھا، اس کے بعد امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ان سب کے باوجود یہود ونصاریٰ کو دو چیزوں کے حوالے سے روافض پر بھی فضیلت حاصل ہے (یعنی ان سے اچھے تو یہود ونصاریٰ ہیں) پہلی یہ کہ جب یہودیوں سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے دین میں سب سے بہترین لوگ کون تھے؟ وہ جواب دیتے ہیں کہ اصحاب موسیٰ علیہ السلام، عیسائیوں سے یہی سوال پوچھا جائے تو وہ کہتے ہیں کہ ہمارے دین میں سب سے بہترین لوگ اصحاب عیسیٰ تھے، اور جب روافض سے پوچھا جاتا ہے کہ تمہارے دین میں سب سے بدترین لوگ کون تھے؟ تو وہ کہتے ہیں کہ اصحاب محمد صلی اللہ علیہ وسلم (معاذ اللہ) اور دوسری بات یہ کہ یہود ونصاریٰ اپنے متقدمین کے حق میں بخشش کی دعائیں کرتے ہیں اور روافض کو جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے لیے استغفار کا حکم دیا گیا تو وہ انہیں برا بھلا کہنے لگے، اس لیے قیامت تک ان کے درمیان تلوار بے نیام رہے گی، یہ لوگ ثابت قدم رہیں گے اور نہ ان کی کوئی دلیل ٹھہر سکے گی۔

ایک نیک آدمی کا کہنا ہے کہ ایک مرتبہ میں لوگوں کی ایک جماعت کے ساتھ حضرت علی کرم اللہ وجہہ رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک کی زیارت کے لیے روانہ ہوا، ہم ایک معزز علوی نقیب کے یہاں مہمان بنے، اس نقیب کا ایک خادم تھا جو یہودی تھا اور اندر باہر کے سب کام وہی کرتا تھا، ہمارے اور اس نقیب کے درمیان میرے ایک ہاشمی دوست نے تعارف کروایا تو اس نے ہمارا بڑا اکرام کیا اور ہمارے ساتھ بہت اچھے برتاؤ سے پیش آیا، میرے اس ہاشمی دوست نے ایک دن اس نقیب سے کہا کہ آپ کے سارے معاملات بہت اچھے ہیں، آپ میں شرافت، مروت اور حسن اخلاق سب چیزیں جمع ہیں، لیکن ہمیں اس یہودی کے معاملے میں آپ پر تعجب ہوتا ہے کہ آپ اس سے اپنی خدمت لیتے ہیں حالانکہ یہ آپ کے اور آپ کے نانا کے دین کی مخالفت کرتا ہے؟ اس نقیب نے جواب دیا کہ ایک مرتبہ میں نے بہت سے غلام اور باندیاں خریدیں، لیکن مجھے ان میں سے کوئی ایک بھی ایسا نہیں ملا جو مجھے موافق آتا اور میں نے اس یہودی سے زیادہ ان میں سے کسی کو امانت دار اور خیر خواہ بھی نہیں پایا، اور یہ

میرے گھر کے اندر باہر کے سارے کام کرتا ہے اور اس میں امانت اور کفایت شعاری دونوں چیزیں ہیں، یہ ساری باتیں سن کر حاضرین میں سے کسی نے کہا کہ جب اس میں یہ صفات موجود ہیں تو آپ اسے اسلام کی دعوت دیجئے، شاید اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعے اسے ہدایت دے دے۔

چنانچہ اس نقیب نے اس خادم کو بلا بھیجا، وہ آیا اور کہنے لگا کہ مجھے معلوم ہے، آپ لوگوں نے مجھے کیوں بلایا ہے؟ حاضرین میں سے ایک آدمی نے اس سے کہا کہ جس نقیب کی تم خدمت کر رہے ہو، تم ان کی فضیلت اور مقام ومرتبہ سے واقف ہو، یہ تم سے محبت بھی کرتے ہیں اور تمہاری امانت داری اور بہترین دیکھ بھال کی تعریف بھی کرتے ہیں، اس یہودی نے کہا کہ میں بھی ان سے بہت محبت کرتا ہوں، ہم نے اس سے کہا کہ پھر تم ان کے دین کی پیروی کر کے مسلمان کیوں نہیں ہو جاتے؟ اس نے کہا حاضرین! میں اس بات کا عقیدہ رکھتا ہوں کہ حضرت عزیر علیہ السلام ایک معزز نبی تھے، یہی حال حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ہے، اگر مجھے پتہ چل جائے کہ یہودیوں میں کوئی آدمی ایسا بھی ہے جو اپنے نبی کی بیوی پر تہمت لگاتا ہے یا بیوی کے باپ کو برا بھلا کہتا ہے، یا ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہتا ہے تو میں کبھی ان کے دین کی پیروی نہ کروں' اگر میں اسلام قبول کرتا ہوں تو میں کس کی اتباع کروں؟ ہم نے اس سے کہا کہ تم ان کی ہی پیروی کرو جن کی خدمت میں تم رہ رہے ہو، اس یہودی نے کہا کہ میرا دل اس پر راضی نہیں ہوتا، ہم نے اس سے وجہ پوچھی تو وہ کہنے لگا کہ یہ نقیب حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی شان میں گستاخی کرتا ہے، ان کے والد کو برا بھلا کہتا ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو برا بھلا کہتا ہے، میں تو اپنے دل کو اس پر راضی نہیں کر سکتا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا دین قبول کر لوں، اور ان کی بیوی پر تہمت لگاتا رہوں اور ان کے صحابہ کو برابر بھلا کہتا رہوں، اس لیے میں سمجھتا ہوں کہ میں جس دین پر قائم ہوں وہ اس دین سے بہتر ہے جس پر یہ نقیب قائم ہے، یہ ساری باتیں سن کر ایک لمحے کے لیے تو نقیب سناٹے میں آ گیا، پھر اسے احساس ہوا کہ وہ یہودی واقعی سچ کہہ رہا ہے چنانچہ تھوڑی دیر تک اس نے سر جھکائے رکھا، پھر کہنے لگا کہ تو نے سچ کہا، میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور یہ کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور پیغمبر ہیں، اور میں اب تک جو کچھ کہتا اور اعتقاد رکھتا رہا ہوں، اس سے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرتا ہوں، اسی وقت اس یہودی نے بھی کلمہ پڑھ لیا اور کہنے لگا کہ اسلام کے علاوہ ہر دین باطل ہے۔

اس نقیب نے دوبارہ اسلام اس لیے قبول کیا کہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر بے حیائی کی تہمت لگانا بالاجماع کفر ہے، کیونکہ اس طرح قرآن کریم کی ان آیات کی تکذیب لازم آتی ہے جن میں ان کی براءت نازل کی گئی ہے، اسی طرح ان کے والد گرامی قدر کی صحابیت سے انکار کرنا بھی بالاجماع کفر ہے کیونکہ اس میں بھی تکذیبِ قرآن کا پہلو موجود ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے خود حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے ''صاحب'' کا لفظ استعمال کیا ہے بمعنی صحابی جیسا کہ سورۂ توبہ کی آیت نمبر ۴۰ میں ہے ''اس وقت کو یاد کیجئے جب آپ اپنے ساتھی سے کہہ رہے تھے کہ غم نہ کرو، اللہ بے شک ہمارے ساتھ ہے۔'' اور کئی علماء نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر گناہ کی تہمت لگانے والے کو قتل کرنے کا فتویٰ دیا ہے، اسی وجہ سے عبداللہ ہمدانی کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حسن بن یزید مبلغ طبرستان کی خدمت میں حاضر تھا، یہ حسن اونی لباس پہنتے تھے، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے

تھے، اور ہر سال بیس ہزار دینار بغداد روانہ کرتے تھے اور اس رقم کو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی اولاد کے درمیان تقسیم کر دیا جاتا تھا، ایک مرتبہ ان کے پاس ایک آدمی آیا، اور نازیبا الفاظ میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر گناہ کا الزام لگایا، حسن نے اپنے غلام سے کہا کہ اے غلام! اٹھ کر اس کی گردن ماردو، اس پر بہت سے علوی لوگ کھڑے ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ تو ہماری جماعت میں شامل ہے، حسن نے کہا معاذ اللہ! یہ شخص نبی علیہ السلام پر طعنہ زنی کر رہا ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''گندی عورتیں گندے مردوں کے لیے ہیں اور گندے مرد گندی عورتوں کے لیے ہیں۔'' ❶ اب اگر (معاذ اللہ) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا گندی تھیں تو ان کے شوہر بھی گندے ہوئے اور یہ ممکن نہیں، وہ تو تمام مخلوق میں سب سے زیادہ پاکیزہ اور قابل عزت وتکریم ہیں، لہٰذا ان کی اہلیہ بھی سب سے زیادہ پاکیزہ ہوئیں، اے غلام! اٹھ کر اس کافر کی گردن اڑا دے، چنانچہ اس نے اس کی گردن اڑا دی۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے فضائل ومناقب کا باب بہت وسیع ہے، نبی علیہ السلام کی زوجیت میں آنے سے پہلے جبریل امین علیہ السلام ان کی تصویر لے کر نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے، نبی علیہ السلام نے ان کے علاوہ کسی کنواری عورت سے شادی نہیں فرمائی، نبی علیہ السلام نے ان کے علاوہ کسی ایسی عوت سے شادی نہیں فرمائی جس کے والدین نے ہجرت کی ہو، یعنی ماں باپ دونوں نے، وہ نبی علیہ السلام کو اپنی تمام ازواج مطہرات میں سب سے زیادہ محبوب تھیں، ان کے لحاف کے علاوہ کسی کے بستر میں نبی علیہ السلام پر وحی نہیں آتی تھی، ان کی براءت کا اعلان آسمان سے نازل ہوا جس نے ان پر الزام لگانے والوں کی تردید کر دی، حضرت سودہ رضی اللہ عنہا نے اپنی باری انہیں ہبہ کر دی تھی، لہٰذا ان کی باری دو مرتبہ آتی تھی، دیگر امہات المومنین کی باری ایک مرتبہ آتی تھی، جب وہ ناراض ہوتیں تو نبی علیہ السلام انہیں مناتے تھے، نبی علیہ السلام کا وصال ان کے سینے اور حلق کے درمیان ہوا، اس دن حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا ہی کی باری تھی، نبی علیہ السلام کے آخری سانسوں میں حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کا لعاب دہن ان کے لعاب دہن میں شامل ہوا، نبی علیہ السلام کا روضہ مبارکہ ان کے حجرے ہی میں بنا، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا سے زیادہ کسی عورت سے احادیث منقول نہیں، تمام عورتوں کے علوم مل کر بھی ان کے علوم کا ایک قطرہ نہیں بن سکتے، وہ پاکیزہ پیدا ہوئیں، پاکیزہ ترین ہستی کے پاس رہیں اور پاکیزگی کے ساتھ دنیا سے رخصت ہوگئیں۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم صحابہ رضی اللہ عنہم کو جب بھی کسی حدیث میں اشکال پیش آتا، ہم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے اس کے متعلق دریافت کرتے تو ہمیں ان سے اس کا صحیح علم حاصل ہو جاتا تھا، حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نہایت فصیح وبلیغ تھیں، بلا تکلف سخاوت فرمایا کرتی تھیں، ایک مرتبہ ستر ہزار درہم ضرورت مندوں میں تقسیم کر دیئے اور اپنے جسم پر پیوند لگی ہوئی قمیص تھی، نبی علیہ السلام کی ان کے ساتھ محبت کا سب کو پتہ تھا، اسی وجہ سے لوگ اپنے ہدایا اور تحائف پیش کرنے کے لیے ان کی باری کا انتظار کرتے تھے، جب دیگر ازواج مطہرات کے کہنے پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے نبی علیہ السلام سے اس سلسلے میں بات کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا عائشہ کے معاملے میں مجھے ایذاء نہ دیا کرو، بخدا اس کے علاوہ تم میں سے کسی عورت کے لحاف میں مجھ پر وحی نہیں آتی۔ ❷ اسی وجہ سے ایک اور موقع پر فرمایا تھا کہ دوسری عورتوں پر عائشہ کی فضیلت اسی طرح ہے جیسے دوسرے کھانوں پر

---

❶ النور: ٢٦.   ❷ صحيح بخاري، فضائل اصحاب النبي ﷺ ٣٠.

ثرید کی فضیلت ہے۔ [1] ایک شاعر نے بڑی عمدہ بات کہی ہے کہ اگر ساری عورتیں ایسی ہو جائیں جیسے ہم نے ذکر کیا تو عورتیں مردوں پر فضیلت حاصل کر لیں، کیونکہ مونث ہونا سورج کے لفظ کے لیے عیب نہیں اور ہلال کیلئے مذکر ہونے میں کوئی فخر نہیں۔

دعوی کا بیان

۴۶۶۔انسان کا دوسرے کے خلاف ایسی چیز کے متعلق دعویٰ کرنا جس کے متعلق وہ جانتا ہو کہ وہ اس کی نہیں ہے

اس سلسلے میں یہ حدیث نقل کی گئی ہے کہ جو شخص کسی ایسی چیز کا دعویٰ کرے جو اس کی نہ ہو، تو اسے چاہیے کہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے، یہ شدید وعید ہے جس کی بناء پر اسے کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا صحیح ہو جاتا ہے گو کہ اس کی تصریح میری نظروں سے نہیں گزری۔

آزادی کا بیان

۴۶۷۔کسی آزاد آدمی کو بغیر کسی شرعی وجہ کے اپنا خادم بنائے رکھنا

اس گناہ کو بھی کبیرہ گناہوں میں شمار کرنا واضح بات ہے اور وہ تمام احادیث جن میں کسی آزاد آدمی کو غلام بنانے پر شدید وعید وارد ہوئی ہے، ان کا مضمون اسے بھی شامل ہے گو کہ اس کی تصریح بھی میری نظروں سے نہیں گزری۔

❀❀❀

[1] صحیح بخاری، فضائل اصحاب النبی ﷺ ۳۰.

خاتمہ: چار چیزوں کے بیان میں

امر اول: توبہ کے فضائل اور اس کے متعلقات کا بیان

توبہ کے حوالے سے بہت سی آیات وارد ہوئی ہیں جو کہ مشہور بھی ہیں، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے ''اے مومنو! تم سب اکٹھے ہو کر اللہ کی بارگاہ میں توبہ کرو، تاکہ تم کامیاب ہو جاؤ۔'' ❶ اسی طرح ارشاد باری تعالیٰ ہے ''وہ لوگ جو اللہ کے ساتھ کسی دوسرے خدا کو نہیں پکارتے اور کسی ایسے شخص کو ناحق قتل نہیں کرتے جسے قتل کرنا اللہ نے حرام قرار دے رکھا ہو، اور بدکاری نہیں کرتے، جو شخص یہ کام کرے گا وہ سزا سے دوچار ہوگا، قیامت کے دن اسے دوگنا عذاب دیا جائے گا، اور وہ اس میں ہمیشہ ذلیل ہو کر رہے گا، سوائے اس آدمی کے جو توبہ کرلے، ایمان لے آئے اور نیک اعمال کرلے تو یہی وہ لوگ ہیں جن کے گناہوں کو اللہ تعالیٰ نیکیوں سے تبدیل کر دے گا، اور اللہ تعالیٰ بڑا بخشنے والا، نہایت مہربان ہے اور جو شخص توبہ کرلے اور نیک اعمال کرنے لگے تو وہ اللہ کی طرف کامل رجوع کرنے والا ہوتا ہے۔'' ❷

اسی طرح اس سلسلے کی احادیث بھی بہت زیادہ ہیں مثلاً امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ رات کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ دن کا گنہگار توبہ کرلے اور دن کے وقت اپنا ہاتھ پھیلاتا ہے تاکہ رات کا گنہگار توبہ کرلے، یہ سلسلہ چلتا رہے گا یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ ❸ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ مغرب کی جانب ایک دروازہ ہے جس کی چوڑائی چالیس یا ستر سال کی مسافت پر پھیلی ہوئی ہے، اللہ تعالیٰ نے جس دن آسمان وزمین کو پیدا کیا تھا، اسی دن اسے توبہ کے لیے کھول دیا تھا، اب اللہ تعالیٰ اسے بند نہیں کرے گا حتیٰ کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے۔ ❹ طبرانی نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کے آٹھ دروازے ہیں جن میں سے سات دروازے بند ہیں اور ایک دروازہ توبہ کے لیے کھلا ہوا ہے یہاں تک کہ سورج مغرب سے طلوع ہو جائے، امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر تم اتنے گناہ کرو کہ تمہارے گناہ آسمان تک پہنچ جائیں، پھر تم توبہ کرلو تو اللہ تعالیٰ تمہاری توبہ کو پھر بھی قبول فرمالے گا۔ ❺ امام حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ انسان کی سعادت مندی ہے کہ اسے لمبی عمر ملے اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف رجوع کرنے کی توفیق عطا فرمادے۔ امام ترمذی، ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر انسان خطاکار ہے اور بہترین خطاکار وہ لوگ ہوتے ہیں جو توبہ کرلیں۔ ❻

---

❶ النور: ٣١.

❷ الفرقان: ٦٨۔ ٧١.

❸ صحیح مسلم، التوبة: ٣١۔ مسند احمد: ٤/ ٣٩٥.

❹ ترمذی، الدعوات: ٩٨۔ مسند احمد: ٤/ ٢٤٠.

❺ ابن ماجه: ٤٢٤٨.

❻ ابن ماجه، الزهد: ٣٠۔ مسند احمد: ٣/ ١٩٨.

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی سے گناہ سرزد ہو جاتا ہے، وہ کہتا ہے کہ پروردگار! مجھ سے گناہ سرزد ہو گیا ہے تو مجھے معاف کر دے، اس پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا بندہ جانتا ہے کہ اس کا ایک رب بھی ہے جو گناہ کو معاف کرتا اور اس پر مواخذہ فرماتا ہے، پھر اللہ تعالیٰ اسے معاف فرما دیتا ہے، کچھ عرصہ بعد بندے سے پھر گناہ سرزد ہو جاتا ہے اور یہی مرحلہ ہوتا ہے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ فرما دیتا ہے کہ میں نے اپنے بندے کو معاف کر دیا، اب وہ جو چاہے عمل کرے۔ (1) محدثین کی ایک جماعت نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب کسی مومن سے کوئی گناہ سرزد ہوتا ہے تو اس کے دل پر ایک سیاہ دھبہ پڑ جاتا ہے، اگر وہ توبہ کر لیتا اور باز آ جاتا ہے اور استغفار کر لیتا ہے تو اس کا دل پھر سے روشن ہو جاتا ہے، اور اگر وہ مزید گناہ کرتا جاتا ہے تو وہ دھبہ بھی بڑھتا جاتا ہے، حتیٰ کہ پورے دل پر چھا جاتا ہے، یہی وہ ''زنگ'' ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں اس طرح کیا ہے ''ہرگز نہیں، بلکہ ان کے دلوں پر ان کاموں کا زنگ چڑھ گیا ہے جو یہ کرتے رہے ہیں۔'' (2) امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ بندے کی توبہ کو قبول کرتا رہے گا، جب تک اس پر نزع کی کیفیت طاری نہ ہو جائے۔ (3) امام طبرانی نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے میرا ہاتھ پکڑا اور ایک میل تک پیدل چلتے گئے، پھر فرمایا میں تمہیں وصیت کرتا ہوں اللہ سے ڈرنے کی، سچی بات کہنے کی، عہد نبھانے کی، امانت ادا کرنے کی، خیانت چھوڑنے کی، یتیم پر شفقت کرنے کی، پڑوسی کا خیال رکھنے کی، غصہ پی جانے کی، بات میں نرمی پیدا کرنے کی، سلام پھیلانے کی، امام کے ساتھ چمٹے رہنے کی، قرآن کی سمجھ بوجھ حاصل کرنے کی، آخرت کی محبت کی، حساب کتاب سے ڈرنے کی، امیدیں مختصر رکھنے کی اور حسن عمل کی، اور میں تمہیں اس بات سے منع کرتا ہوں، کہ تم کسی مسلمان کو برا بھلا کہو، یا کسی جھوٹے کو سچا کہو، یا سچے کو جھوٹا کہو، یا عادل حکمران کی نافرمانی کرو، یا زمین میں فساد پھیلاؤ، اے معاذ! ہر درخت اور پتھر کے پاس اللہ کا ذکر کیا کرو، اور ہر گناہ کے لیے نئے سرے سے توبہ کیا کرو، پوشیدہ گناہ کی توبہ بھی پوشیدہ اور علانیہ کی توبہ بھی علانیہ کیا کرو۔

اصفہانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب انسان اپنے گناہوں سے توبہ کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ محافظ فرشتوں کو اس کے گناہ بھلا دیتا ہے، اس کے اعضاء و جوارح اور زمین کی نشانیوں کو بھی اس کے وہ گناہ بھلا دیتا ہے حتیٰ کہ جب قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ سے ملاقات کرے گا تو اس کے گناہوں کے خلاف گواہی دینے والا کوئی نہ ہوگا، اصفہانی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ نادم اللہ کی رحمت کا منتظر ہوتا ہے اور خود پسند ناراضگی کا انتظار کرتا ہے اور اللہ کے بندو! یاد رکھو! ہر عامل اپنے اعمال کے پاس پہنچے گا اور دنیا سے اس وقت تک نہیں نکلے گا، جب تک اپنے اچھے اور برے اعمال نہ دیکھ لے، اور اعمال کا دارومدار خاتمے پر ہے، اور دن اور رات دو سواریاں ہیں، ان پر عمدگی کے ساتھ آخرت کی طرف سفر کرو، اور ٹال مٹول سے بچو کیونکہ موت اچانک آ جائے گی، اور تم میں سے کسی کو اللہ تعالیٰ کے حلم اور بردباری سے دھوکہ نہ ہو جائے کیونکہ جہنم کی آگ تمہارے جوتے کے تسمے سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، پھر نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''جو شخص ذرہ برابر نیکی کرے گا، وہ اسے بھی دیکھ لے گا

---

(1) صحیح بخاری، التوحید: ۳۵۔ مسند احمد: ۲/ ۲۹۶۔ (2) المطففین: ۱۴۔

(3) ترمذی، الدعوات: ۹۸۔

اور جو شخص ذرہ برابر گناہ کرے گا، وہ اسے بھی دیکھ لے گا۔'' ❶ اور طبرانی نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کی طرح ہوتا ہے جس نے گناہ کیا ہی نہ ہو، بیہقی نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ گناہ سے استغفار کر کے اس پر قائم رہنے والا اپنے رب کے ساتھ مذاق کرنے والا ہوتا ہے، امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کو اپنے بندے میں گناہ ہونے پر ندامت کا علم ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے استغفار کرنے سے پہلے ہی معاف کر دیتا ہے۔

ملحوظہ:

اس کے بعد حضرت مصنف رحمہ اللہ نے قبیلہ جہینہ کی ایک عورت سے گناہ سرزد ہونے اور اس کے توبہ کرنے اور اپنے اوپر سزا جاری کرنے کا اصرار کرنے والی روایت، بنی اسرائیل کے ایک آدمی ''کفل'' کا واقعہ اور ننانوے آدمیوں کے قاتل کا واقعہ اور توبہ کرنے والے آدمی سے اللہ تعالیٰ کے خوش ہونے کی مثال دوبارہ بیان کی ہے، چونکہ اس سے پہلے یہ تمام روایات نہایت تفصیل کے ساتھ گزر چکی ہیں، اس لیے تکرار محض سے بچنے کے لیے ہم ان کا ترجمہ دوبارہ اس مقام پر نہیں دے رہے۔ (مترجم)

امام احمد اور طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص گناہ کرتا ہے پھر نیکیاں کرتا ہے اس کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے ایک تنگ قمیص پہن رکھی ہو جس سے اس کا گلا گھٹ رہا ہو، پھر وہ نیکی کرے تو اس کا ایک حلقہ کھل جائے، دوسری نیکی کرے تو دوسرا حلقہ کھل جائے یہاں تک کہ اس کی تنگی دور ہو جائے۔ ❷ امام ابن حبان، حاکم اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ نے سفر کا ارادہ کیا، تو روانہ ہونے سے پہلے نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے کوئی وصیت کیجئے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، انہوں نے مزید اضافے کی درخواست کی تو نبی علیہ السلام نے فرمایا جب تم سے کوئی گناہ سرزد ہو جائے تو نیکی کر لیا کرو اور اپنے اخلاق کو اچھا کر لو، امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ سے ڈرو خواہ کہیں بھی ہو، گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو جو اسے مٹا دے اور لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آیا کرو۔ ❸ امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے فرمایا چھ دن تک انتظار کرو، اس کے بعد اے ابوذر! تم سے جو کچھ کہا جائے گا اسے اچھی طرح سمجھ لینا، جب ساتواں دن آیا تو نبی علیہ السلام نے ان سے فرمایا میں تمہیں ظاہر اور باطن میں اللہ سے ڈرنے کی وصیت کرتا ہوں اور یہ کہ جب تم سے کوئی گناہ ہو جائے تو اس کے بعد نیکی کر لیا کرو، اور کبھی کسی سے کچھ نہ مانگنا اگرچہ تمہارا کوڑا ہی گر جائے اور کسی کی امانت اپنے پاس نہ رکھنا۔ ❹

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نبی علیہ السلام کے پاس آیا اور کہنے لگا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مدینہ منورہ کے آخری کونے میں ایک عورت سے میرا آمنا سامنا ہو گیا، میں نے اسے صرف چھوا ہے اس سے ہم بستری نہیں کی ہے، اب میں آپ کے سامنے موجود ہوں، میرے متعلق جو فیصلہ مناسب سمجھیں فرما دیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس سے فرمایا اللہ نے

---

❶ الزلزال: ۷۔۸. ❷ مسند احمد: ٤/ ١٤٥.
❸ ترمذی، البر: ٥٥. ❹ مسند احمد: ٥/ ١٨١.

تمہاری پردہ پوشی کی تھی، کاش! تم بھی اپنا پردہ رکھتے، لیکن نبی علیہ السلام نے اسے کوئی جواب نہ دیا، اور وہ آدمی واپس چلا گیا، نبی علیہ السلام نے ایک آدمی اس کے پیچھے بھیج کر اسے بلایا اور اس کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی ''دن کے دونوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں نماز قائم کیا کرو، بیشک نیکیاں گناہوں کو مٹا دیتی ہیں۔'' (1) حاضرین میں سے ایک آدمی نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ حکم اس کے ساتھ خاص ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نہیں، بلکہ سب لوگوں کے لیے عام ہے۔ (2) امام بزار اور طبرانی نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہ نبوت میں حاضر ہو کر عرض کیا یہ بتایئے کہ اگر کوئی آدمی سارے گناہ کرتا ہو، اور کوئی گناہ نہ چھوڑتا ہو، اور اس دوران اس نے آتے جاتے حاجیوں کو بھی نہ چھوڑا ہو تو کیا اس کی توبہ قبول ہو سکتی ہے؟ نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تم مسلمان ہو گئے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ میں تو اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور آپ اللہ کے پیغمبر ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا تم نیکیاں کرتے رہو اور گناہ چھوڑتے رہو، اللہ تعالیٰ ان سب کو نیکیوں سے تبدیل کر دے گا، اس نے پوچھا میرے دھوکے اور گناہ بھی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اس پر اس آدمی نے اللہ اکبر کہا اور مسلسل کہتا رہا حتیٰ کہ نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

تتمہ

امام بزار نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تمہارے آگے ایک سخت دشوار گزار گھاٹی ہے، اس سے وہی شخص نجات پا سکے گا جس کا بوجھ ہلکا ہوگا۔ طبرانی کی روایت میں یوں ہے کہ زیادہ بوجھل لوگ اس سے گزر نہ پائیں گے، طبرانی کی ایک روایت کے مطابق ایک آدمی نے نبی علیہ السلام سے اپنے متعلق پوچھا کہ میں ہلکے بوجھ والوں میں سے ہوں گا یا زیادہ بوجھل لوگوں میں سے؟ نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا کیا تمہارے پاس ایک دن کا کھانا ہے؟ اس نے کہا جی ہاں! اور اگلے دن کا بھی، نبی علیہ السلام نے اس سے پوچھا پرسوں آئندہ کا بھی؟ اس نے کہا نہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر تمہارے پاس تین دن کا کھانا موجود ہوتا تو تم بوجھل لوگوں میں سے ہوتے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ عقلمند ہے وہ آدمی جو اپنے نفس کا محاسبہ کر لے اور موت کے بعد والی زندگی کے لیے عمل کر لے اور بیوقوف ہے وہ شخص جو اپنے آپ کو نفس کی خواہشات کے پیچھے لگا دے اور اللہ تعالیٰ پر امیدیں باندھے۔ (3) امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت تمہارے جوتوں کے تسمے سے بھی زیادہ تمہارے قریب ہے، یہی حال جہنم کا ہے۔ (4) امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت آ چکی ہے، اور لوگوں کی دنیاوی حرص بڑھتی جا رہی ہے، اور وہ اللہ سے مزید دور ہوتے جا رہے ہیں، امام ابن حبان اور ابن ماجہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے لوگو! مرنے سے پہلے اللہ کی بارگاہ میں توبہ کر لو، مصروف ہونے سے پہلے اعمال صالحہ کی طرف سبقت کر لو، اور اپنے رب کا کثرت سے ذکر کر کے اس کے ساتھ اپنا تعلق جوڑ لو، اور خفیہ اور علانیہ طور پر کثرت سے صدقہ کیا کرو، اس کی

---

(1) هود: ١١٤.
(2) صحيح مسلم، التوبة: ٤٢.
(3) ترمذي، القيمة: ٢٥ـ مسند احمد: ٤/ ١٢٤.
(4) صحيح بخاري، الرقائق: ٢٩.

برکت سے تمہیں رزق دیا جائے گا، تمہاری مدد کی جائے گی اور تمہارے بگڑے ہوئے کام سنور جائیں گے۔

امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ پانچ چیزوں کو پانچ چیزوں سے پہلے غنیمت سمجھ لو، اپنی جوانی کو اپنے بڑھاپے سے پہلے، اپنی صحت کو اپنی بیماری سے پہلے، اپنی مالداری کو اپنے فقر و فاقہ سے پہلے، اپنی فرصت کو مصروفیت سے پہلے اور اپنی زندگی کو اپنی موت سے پہلے، امام ترمذی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جو شخص بھی مرجاتا ہے وہ نادم ضرور ہوتا ہے، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! ندامت سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر وہ نیکوکار رہو تو اس بات پر نادم ہوتا ہے کہ اس نے زیادہ نیکیاں کیوں نہ کیں؟ اور اگر گنہگار رہو تو اس بات پر نادم ہوتا ہے کہ گناہوں سے باز کیوں نہ آیا؟ ❶ امام ابن حبان، بیہقی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے سے محبت کرتا ہے تو اسے ''شہد'' بنا دیتا ہے، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ ﷺ! شہد بنانے سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے نیک اعمال کی توفیق دے دیتا ہے حتیٰ کہ اس کے پڑوسی بھی اس سے راضی ہوتے ہیں، امام ترمذی وغیرہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک آدمی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! سب سے بہترین انسان کون ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور عمل اچھا ہو، سائل نے پوچھا اور سب سے بدترین انسان کون ہے؟ فرمایا جس کی عمر لمبی ہو اور اس کے عمل برے ہوں۔ ❷ امام طبرانی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ قتل ہونے سے بچاتا ہے، اچھے اعمال میں ان کی زندگی لمبی کر دیتا ہے، ان کا رزق عمدہ کر دیتا ہے، انہیں عافیت والی زندگی عطا فرماتا ہے اور عافیت ہی کی حالت میں ان کی ارواح کو قبض کر لیتا ہے، انہیں موت بستر پر آتی ہے اور مرتبہ انہیں شہداء کا نصیب ہوتا ہے۔

امام احمد رحمہ اللہ نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ موت کی تمنا نہ کیا کرو، کیونکہ موت کی ہولناکی بہت شدید ہوتی ہے اور انسان کے لیے سعادت کی بات ہے کہ اس کی عمر لمبی ہو اور اللہ تعالیٰ اسے اپنی طرف رجوع کی توفیق عطا فرما دے۔ ❸ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم میں سے کوئی شخص موت کی تمنا نہ کرے کیونکہ اگر وہ نیکوکار رہا تو ہوسکتا ہے کہ وہ اپنی نیکیوں میں مزید اضافہ کرلے اور اگر گنہگار رہا تو ہوسکتا ہے کہ توبہ کرلے۔ ❹ اور امام حاکم رحمہ اللہ نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی علیہ السلام پر یہ آیت نازل فرمائی ''اے اہل ایمان! اپنے آپ اور اپنے اہل خانہ کو جہنم کی اس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔'' ❺ تو نبی علیہ السلام نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کے سامنے یہ آیت تلاوت فرمائی، ایک نوجوان یہ آیت سن کر بیہوش ہو کر گر پڑا، نبی علیہ السلام نے اس کے دل پر ہاتھ رکھا تو وہ دھڑک رہا تھا، نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا اے نوجوان! ''لا الٰہ الا اللہ'' کہہ لو، اس نے کلمہ پڑھ لیا، تو نبی علیہ السلام نے اسے جنت کی بشارت دے دی، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ! کیا ہمارے درمیان؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نہیں سنا ''یہ اس شخص کے لیے ہے جو میرے سامنے کھڑے ہونے سے ڈر جائے اور میری وعید سے خوف زدہ ہو جائے۔'' ❻

---

❶ ترمذی، الزهد: ٥٩.
❷ ترمذی، الزهد: ٢١.
❸ مسند احمد: ٣/ ٣٣٢.
❹ صحیح بخاری، المرضی ١٩.
❺ التحریم: ٦.
❻ ابراهیم: ١٤.

امر ثانی: حشر ونشر، حساب وشفاعت اور پل صراط وغیرہ کا بیان، اس میں چند فصلیں ہیں

فصل اول، حشر وغیرہ کا بیان

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا تم لوگ اللہ سے ملاقات کرو گے اس حال میں کہ تم برہنہ پا، برہنہ جسم اور غیر مختون ہو گے۔ ❶ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے عرض کیا مرد اور عورت ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے (شرم نہ آئے گی) نبی علیہ السلام نے فرمایا معاملہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگا کہ لوگ اس کی طرف متوجہ ہوں، ایک صحیح روایت میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے عرض کیا کتنے افسوس کی بات ہے کہ ہم ایک دوسرے کو دیکھ رہے ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگ اپنی مصروفیت میں ہوں گے، میں نے عرض کیا کہ ان کی کیا مصروفیت ہوگی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا نامہ اعمال پھیلائے جائیں گے، جس میں ایک ذرے اور رائی کے دانے کے برابر بھی سب کچھ لکھا ہوگا۔ ایک صحیح روایت میں ہے کہ آنکھیں پتھرا جائیں گی، نبی علیہ السلام نے آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھا، ایک عورت نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ سے دعا کر دیجئے کہ وہ اس دن میری پردہ پوشی فرمائے، نبی علیہ السلام نے دعا کر دی کہ اے اللہ! اس کی پردہ پوشی فرما۔ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو ایسی زمین پر جمع کیا جائے گا جو سفید ہوگی، جس طرح سفید روٹی ہوتی ہے، اس میں کوئی نشانی نہ ہوگی۔ ❷

شیخین ہی کی روایت میں ہے کہ ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "وہ لوگ جنہیں ان کے چہروں کے بل جہنم میں جمع کیا جائے گا۔" ❸ کیا کافر کو اس کے چہرے کے بل جہنم میں لے جایا جائے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا وہ ذات جو انسان کو دنیا میں پاؤں کے بل چلاتی ہے، اس بات پر قادر نہیں ہے کہ وہ اسے قیامت کے دن اس کے چہرے کے بل چلائے؟ ❹ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم سب پیدل اور سوار ہونے کی حالت میں جمع کیے جاؤ گے اور تم سب چہروں کے بل چلائے جاؤ گے۔ ❺ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو تین حالتوں میں جمع کیا جائے گا، کچھ لوگ پر امید ہوں گے، کچھ لوگ خوفزدہ ہوں گے، کسی اونٹ پر دو آدمی، کسی پر تین، کسی پر چار اور کسی پر دس آدمی سوار ہوں گے اور بقیہ لوگوں کو جہنم کی آگ گھیر لے گی، جہاں وہ قیلولہ کریں گے آگ بھی ان کے ساتھ وہیں پر قیلولہ کرے گی، اور جہاں وہ رات گزاریں گے وہیں وہ بھی ان کے ساتھ رات گزارے گی، جہاں وہ صبح کریں گے وہیں وہ بھی صبح کرے گی اور جہاں وہ شام کریں گے وہ بھی وہیں شام کرے گی۔ ❻

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن لوگوں کو اتنا پسینہ آئے گا کہ ان کا پسینہ زمین میں ستر گز تک چلا جائے

---

❶ صحيح مسلم، التوبة: ٢٣.

❷ صحيح مسلم، المنافقين: ٢٨.

❸ الفرقان: ٣٤.

❹ صحيح مسلم، المنافقين: ٥٤.

❺ ترمذي، القيامة: ٣.

❻ صحيح بخاري، الرقاق: ٤٥ ـ صحيح مسلم، الجنة: ٥٩.

گا ، اوران کے منہ میں لگام بن کران کے کانوں تک پہنچ جائے گا۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن سورج مخلوق سے اتنا قریب آ جائے گا کہ وہ ان سے صرف ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا ، (سلیم بن عامر کہتے ہیں کہ مجھے معلوم نہیں کہ اس ''میل'' کے لفظ سے زمین کی مسافت مراد ہے یا سرمہ دانی کی سلائی مراد ہے کیونکہ عربی میں سلائی کو بھی میل کہا جاتا ہے) اور لوگ اپنے اعمال کے حساب سے پسینے میں ہوں گے ، چنانچہ بعض لوگوں کا پسینہ ان کے ٹخنوں کے برابر ہوگا ، بعض لوگوں کا پسینہ ان کے گھٹنوں تک ہوگا ، بعض لوگوں کا پسینہ ان کی پسلیوں تک ہوگا اور بعض لوگوں کا پسینہ ان کے منہ میں لگام کی طرح ہوگا ، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام نے اپنے منہ کی طرف اشارہ فرمایا۔ ❷ بعض روایات میں آدھی پنڈلی ، کمر ، کوکھ ، کندھے اور گردن کا بھی ذکر ہے۔ امام احمد اور طبرانی رحمہما اللہ نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ نے جب سے ابن آدم کو پیدا کیا ہے ، ابن آدم کا سامنا موت سے زیادہ کسی سخت چیز سے نہیں ہوا ، پھر موت بعد میں آنے والے حالات سے زیادہ آسان ہے اور بنی آدم قیامت کے دن شدید ہولناکی کا سامنا کریں گے تو ان کے منہ میں پسینہ لگام کی طرح ہوگا ، حتیٰ کہ اگر اس میں کشتیاں چلائی جائیں تو کشتیاں چل پڑیں۔ ❸

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند جید کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن پسینہ انسان کے منہ میں لگام کی طرح ہوگا اور انسان کہے گا کہ پروردگار ! مجھے اس سے نجات دے دے ، خواہ مجھے جہنم ہی میں بھیج دے ، امام ابو یعلیٰ رحمہ اللہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ ''اس دن لوگ رب العالمین کے سامنے کھڑے ہوں گے۔'' ❹ اس کے آدھے دن کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی ، لیکن مومن کے لیے یہ وقت اتنا آسان ہوگا جیسے سورج غروب ہونے کا وقت ہوتا ہے ، امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے ، مومن کے لیے وہ دن بڑا ہلکا پھلکا ہوگا ، حتیٰ کہ وہ اس کے لیے ایک فرض نماز کے وقت سے بھی ہلکا ہوگا۔ امام طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تم لوگ قیامت کے دن جمع کیے جاؤ گے ، پھر اعلان کیا جائے گا کہ اس امت کے فقراء و مساکین کہاں ہیں ؟ وہ کھڑے ہو جائیں گے ، ان سے پوچھا جائے گا کہ تم نے کیا عمل کیا ؟ وہ عرض کریں گے کہ پروردگار ! تو نے ہماری آزمائش کی سو ہم نے صبر کیا اور تو نے مال و دولت اور سلطنت ہمارے علاوہ دوسروں کو دے دی ، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم نے سچ کہا ، پھر وہ لوگ جنت میں دوسرے لوگوں سے پہلے داخل ہو جائیں گے اور حساب کتاب کی شدت مال و سلطنت والوں کے لیے رہ جائے گی ، لوگوں نے عرض کیا اس دن مومنین کہاں ہوں گے ؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کے لیے نور کی کرسیاں رکھی جائیں گی اور بادل ان پر سایہ فگن ہو جائیں گے اور وہ دن مومنین کے لیے دن کے ایک مختصر حصے سے بھی چھوٹا ہوگا اور صحیح حدیث سے ثابت ہے کہ فقراء جنت میں مالداروں سے پانچ سو سال پہلے داخل ہوں گے۔ ❺

---

❶ صحيح بخاری، الرقاق: ٤٧. صحيح مسلم، الجنة: ٥٩.
❷ صحيح مسلم، الجنة: (٦٢).
❸ مسند احمد: ١/ ٤.
❹ المطففين: ٦.
❺ ترمذی، الزهد: ٣٧.

ابن ابی الدنیا، طبرانی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میدان حشر میں لوگوں کو ان کے اعمال کی مناسبت سے نور عطا فرمایا جائے گا، بعض لوگوں کو بڑے پہاڑ کے برابر نور عطا کیا جائے گا، جو ان کے آگے آگے دوڑ رہا ہوگا، بعض لوگوں کو اس سے کچھ کم، بعض لوگوں کو ہاتھ میں پکڑی کھجور کی ٹہنی کی طرح اور بعض کو اس سے کم دیا جائے گا حتیٰ کہ ان میں سب سے کم درجہ آدمی وہ ہوگا جسے اس کے پاؤں کے انگوٹھے کے پاس نور عطا کیا جائے گا، جو کبھی جلتا ہوگا اور کبھی بجھتا ہوگا، جب وہ روشن ہوگا تو وہ قدم آگے بڑھالیا کرے گا، اور جب بجھ جائے گا، تو وہ کھڑا رہ جایا کرے گا، اسی طرح ایک روایت میں آتا ہے کہ لوگ پل صراط سے اپنے نور کے تناسب سے گزریں گے، بعض لوگ تو پلک جھپکنے کی تیزی سے گزر جائیں گے، بعض لوگ بجلی کی طرح، بعض لوگ بادل کی طرح، بعض لوگ ستاروں کی طرح، بعض لوگ ہواؤں کی طرح، اور بعض لوگ تیز رفتار گھوڑوں کی طرح اس پر سے گزر جائیں گے اور بعض لوگ وہ ہوں گے جو پیدل تیزی کے ساتھ دوڑتے ہوئے گزر جائیں گے حتیٰ کہ وہ آدمی آئے گا جسے اس کے پاؤں کے پاس نور دیا گیا ہوگا، وہ اپنے چہرے، ہاتھوں اور پاؤں کے بل گھس کر چل رہا ہوگا، وہ ایک ہاتھ چلاتا ہوگا اور دوسرا ہاتھ اٹھالیتا ہوگا، اسی طرح ایک پاؤں چلاتا ہوگا اور دوسرا پاؤں اٹھالیتا ہوگا، اور اس کے پہلوؤں کو آگ کی گرمی محسوس ہو رہی ہوگی، اس طرح مسلسل چلتے چلتے بالآخر وہ بھی نجات پا ہی جائے گا، جب وہ اس پل کو عبور کرلے گا تو تھوڑی دیر وہاں رکے گا اور کہے گا کہ اللہ کا شکر ہے کہ اس نے مجھے ایسی نعمت عطا فرمائی جو کسی اور کو عطا نہیں فرمائی کیونکہ اس نے مجھے اس سے نجات عطا فرمادی بعد اس کے کہ میں نے اسے دیکھ لیا تھا، پھر وہ چلتا ہوا ایک کنوئیں پر پہنچے گا جو جنت کے دروازے پر ہوگا، وہ اس میں غسل کرے گا تو اس میں اہل جنت کی مہک اور رنگ پیدا ہو جائے گا اور وہ دروازے کی درزوں سے جنت کو دیکھنے لگے گا۔

پھر عرض کرے گا کہ پروردگار! مجھے جنت میں داخل کردے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تو جنت کا سوال کر رہا ہے حالانکہ میں نے تجھے جہنم سے نجات عطا فرمادی ہے، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میرے اور اس کے درمیان تو کوئی ایسی آڑ قائم کردے کہ میں اس کی آہٹ بھی نہ سن سکوں، بہرحال! پھر اسے جنت میں داخل کردیا جائے گا، وہاں اسے سامنے ہی ایک محل نظر آئے گا اس کی نگاہوں میں وہ نہایت عظیم الشان ہوگا، اس لیے وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! یہ محل مجھے دے دے، اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کہ ہوسکتا ہے میں تجھے یہ دے دوں تو تو مجھ سے کچھ اور بھی مانگے، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! تیری عزت کی قسم! میں اس کے علاوہ کچھ نہیں مانگوں گا، اس سے زیادہ بہترین گھر کون سا ہوگا؟ چنانچہ اسے وہ محل دے دیا جائے گا اور وہ اس میں رہنے لگے گا، کچھ عرصے بعد اسے اپنے سامنے ایک اور عالی شان محل نظر آئے گا اور حسب سابق مکالمے کے بعد وہ وہاں منتقل ہو جائے گا، پھر کچھ عرصے کے لیے خاموشی اختیار کرلے گا، تو اللہ تعالیٰ اس سے فرمائے گا کیا بات ہے؟ تو مجھ سے کچھ مانگ نہیں رہا؟ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میں تجھ سے اتنی مرتبہ مانگ چکا ہوں کہ اب شرم آتی ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ کیا تو اس بات پر راضی نہیں ہے کہ میں تجھے پوری دنیا ''جو اس کی تخلیق کے دن سے لے کر اس کی فناء تک کو شامل ہو'' اور اس سے دس گنا زیادہ دے دوں؟ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! تو رب العزت ہو کر مجھ سے مذاق کرتا ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا نہیں، لیکن میں اس پر قدرت رکھتا ہوں، اب تو مانگ، وہ عرض کرے گا کہ مجھے لوگوں کی آبادی میں پہنچادے، اللہ تعالیٰ اسے لوگوں کی آبادی

میں جانے کی اجازت دے دے گا، وہ چلتا ہوا جنت میں داخل ہو جائے گا، جب وہ لوگوں کے قریب پہنچے گا تو اچانک اس کے سامنے موتیوں کا بنا ہوا ایک محل آ جائے گا، وہ اسے دیکھتے ہی سجدے میں گر پڑے گا، اس سے کہا جائے گا سر اٹھا تجھے کیا ہوا؟ وہ عرض کرے گا کہ میں نے اپنے رب کو دیکھا ہے (اس لیے اس کے سامنے سجدہ ریز ہوا ہوں) اسے بتایا جائے گا کہ یہ تیرے محلات میں سے ایک محل ہے۔

اس کے بعد اسے ایک آدمی ملے گا، وہ اس کے سامنے جھکنا چاہے گا تو وہ اسے روک دے گا، وہ شخص کہے گا کہ میں یہ سمجھا کہ تم کوئی فرشتہ ہو، وہ کہے گا کہ میں تو آپ کے خزانوں کے خزانچیوں میں سے ایک ہوں، اور آپ کے غلاموں میں سے ایک غلام ہوں، میری ماتحتی میں میری طرح کے ایک ہزار داروغے ہیں، پھر وہ آگے کی طرف روانہ ہوگا تو اس کے محل کا دروازہ کھل جائے گا، وہ محل جوف دار موتی سے بنا ہوگا، اس کی چھتیں، دروازے، تالے اور کنجیاں سب موتی کی ہوں گی اور اس کے سامنے سرخ رنگ کی آمیزش لیے ایک سبز موتی ہوگا، جس میں ستر دروازے ہوں گے، ہر دروازہ اسے ایسے ہی موتی تک پہنچا دے گا، ان میں سے ہر موتی کا رنگ دوسرے سے مختلف ہوگا، ہر موتی میں تخت بچھے ہوں گے، بیویاں ہوں گی، کنیزیں ہوں گی اور ان میں سب سے ادنیٰ وہ حور عین ہوگی جس کے جسم پر ستر قیمتی ریشمی جوڑے ہوں گے لیکن ان جوڑوں کے پیچھے سے اس کی پنڈلیوں کا گودا تک نظر آ رہا ہوگا، اس حور کا سینہ اس شخص کے لیے آئینہ اور اس شخص کا سینہ اس حور کے لیے آئینہ ہوگا، ایک لمحے کے لیے بھی جب اس شخص کی نگاہ اس حور سے ہٹے گی تو اس کے حسن میں پہلے سے ستر گنا اضافہ ہو جائے گا، چنانچہ وہ اس سے اس کا اظہار کرے گا تو وہ بھی یہی کہے گی کہ بخدا میری آنکھوں میں تمہارا حسن بھی ستر گنا زیادہ ہو گیا ہے، اس کے بعد اس سے کہا جائے گا کہ نگاہیں اٹھا کر دیکھ جب وہ حکم کی تعمیل کرے گا تو اسے بتایا جائے گا کہ تیری حکومت حد نگاہ کے اعتبار سے ایک سو سال کی مسافت پر پھیلی ہوئی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے جب یہ حدیث حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے سنی تو کعب احبار سے فرمایا کیا تم نے وہ حدیث سنی، جو ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے بیان کی ہے؟ کعب! جب ادنی درجے کے جنتی کا یہ مقام ہے تو اعلیٰ درجے کے جنتی کا کیا حال ہوگا؟ انہوں نے عرض کیا امیر المومنین! وہ چیزیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں۔

فصل ثانی: حساب کتاب کا بیان

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن کسی انسان کے قدم اپنی جگہ سے آگے نہ بڑھ سکیں گے یہاں تک کہ اس سے چار چیزوں کے متعلق باز پرس کر لی جائے، اس کی عمر کے متعلق کہ اسے کہاں فنا کیا؟ اس کے علم کے متعلق کہ اس پر کیا عمل کیا؟ اس کے مال کے متعلق کہ کہاں سے کمایا اور کہاں خرچ کیا؟ اور اپنے جسم کے متعلق کہ اسے کن کاموں میں لگائے رکھا؟ ❶ طبرانی کی روایت میں جسم کی بجائے جوانی کا ذکر ہے، امام بزار اور طبرانی نے سند صحیح کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ جس شخص سے حساب کتاب میں کھود کرید کی گئی، وہ ہلاک ہو گیا، امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر کوئی آدمی اپنی پیدائش کے دن سے لے کر اپنی موت کے دن تک اللہ کی اطاعت میں اپنے چہرے کے بل سجدے میں گرا رہے تب

❶ اس کی تخریج گزر چکی ہے۔

بھی قیامت کے دن وہ اسے بہت کم سمجھے گا اور تمنا کرے گا کہ کاش! اسے دنیا کی طرف واپس لوٹا دیا جائے تاکہ وہ مزید اجر و ثواب حاصل کر سکے۔ ❶ امام بزار رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن انسان کے تین رجسٹر نکالے جائیں گے، ایک رجسٹر میں اس کے نیک اعمال لکھے ہوں گے، ایک میں اس کے گناہ اور ایک میں اللہ کی طرف سے اس پر ہونے والے انعامات لکھے ہوں گے، اللہ تعالیٰ اس تیسرے رجسٹر میں سے اپنی سب سے چھوٹی نعمت سے فرمائے گا کہ اس شخص کے نیک اعمال میں سے اپنی قیمت وصول کر لے، اس پر وہ نعمت اس کے سارے اعمال صالحہ کا احاطہ کر لے گی اور عرض کرے گی کہ تیری عزت کی قسم! میں نے ابھی اپنا پورا حق وصول نہیں کیا، اب بندے کے پاس گناہ اور اللہ کی نعمتیں رہ جائیں گی کیونکہ نیک اعمال تو ختم ہو چکے، اگر اللہ نے بندے پر رحم کا ارادہ فرمالیا تو کہہ دے گا کہ بندے! میں نے تیرے لیے تیری نیکیوں کو دوگنا کر دیا اور تیرے گناہوں کو معاف کر دیا اور اپنی نعمتیں تجھے ہبہ کر دیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حبشہ کا ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو ہم پر مختلف جہات اور نبوت کی وجہ سے فضیلت عطا فرمائی گئی ہے، یہ بتایئے کہ اگر میں اسی طرح ایمان لے آؤں جیسے آپ لائے اور اس طرح عمل کروں جیسے آپ نے کیا تو کیا میں جنت میں آپ کے ہمراہ ہو سکتا ہوں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! پھر فرمایا جو شخص ''لا الٰہ الا اللہ'' کا اقرار کر لیتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے ایک عہد فرمالیتا ہے (کہ اسے جہنم میں داخل نہیں فرمائے گا) اور جو شخص ایک مرتبہ سبحان اللہ کہتا ہے، اس کے لیے ایک لاکھ نیکیاں لکھی جاتی ہیں، ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اس کے بعد ہم کس طرح ہلاک ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، قیامت کے دن انسان اتنے اعمال لے کر آئے گا کہ اگر انہیں پہاڑ پر رکھ دیا جائے تو وہ بھی ان کا وزن برداشت نہ کر سکے، لیکن اللہ کی نعمتوں میں سے صرف ایک نعمت اٹھے گی اور ان تمام اعمال کو ختم کر دے گی الا یہ کہ اللہ تعالیٰ اپنی مہربانی سے کسی پر فضل فرما دے، اس کے بعد یہ آیت نازل ہوگئی ''کیا انسان پر ایسا وقت نہیں آیا کہ وہ اس وقت کوئی قابل ذکر چیز نہ تھا۔'' ❷ پھر اس حبشی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! کیا میری آنکھیں بھی جنت میں وہ سب کچھ دیکھ سکیں گی جو آپ کی آنکھیں دیکھیں گی، نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اس پر وہ حبشی اتنا رویا کہ اس کی جان نکل گئی، حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے خود نبی علیہ السلام کو اسے اس کی قبر میں اتارتے ہوئے دیکھا۔

امام حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام ہمارے پاس تشریف لائے اور فرمایا کہ ابھی ابھی میرے پاس سے میرے خلیل جبریل امین اٹھ کر گئے ہیں، انہوں نے مجھے بتایا کہ اے محمد! (ﷺ) اس ذات کی قسم جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے ایک بندے نے سمندر کے بیچ میں ایک پہاڑ کی چوٹی پر پانچ سو سال تک اس کی عبادت کی، اس پہاڑ کی چوٹی کی لمبائی چوڑائی تیس تیس گز تھی، اور اس کے ہر کونے سے سمندر نے اسے چار ہزار فرسخ کی مسافت پر احاطہ کیا ہوا تھا، اللہ نے اس شخص کے لیے میٹھے پانی کا ایک چشمہ جاری کر رکھا تھا، جو پہاڑ کے نیچے بہتا تھا، اور انار کا

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۵۲۶.   ❷ الدھر: ۱.

ایک درخت پیدا کر دیا تھا جس پر روزانہ ایک انار آجاتا تھا، سارا دن کی عبادت کرنے کے بعد شام کو وہ نیچے اترتا، وہ پانی پیتا، انار کھاتا اور نماز کے لیے کھڑا ہو جاتا، اس نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی کہ اس کی موت سجدے کی حالت میں آئے، اور زمین یا کسی دوسری چیز کو اس کا جسم خراب نہ کرنے دیا جائے تاکہ جب اسے دوبارہ اٹھایا جائے تو وہ سجدے ہی کی حالت میں ہو، اللہ نے اس کی دعا قبول کر لی، اب ہم آسمان پر چڑھتے اترتے اس کے پاس سے گزرتے ہیں تو ہم یہی جانتے ہیں کہ اسے قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائے گا، اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں جب اسے پیش کیا گیا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا میرے بندے کو میری رحمت سے جنت میں داخل کر دو، اس نے عرض کیا پروردگار! بلکہ میرے عمل کی وجہ سے، یہ تکرار دو مرتبہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اس بندے کا اور اس پر کی جانے والی نعمتوں کا حساب لگاؤ، چنانچہ حساب لگایا گیا، تو صرف صبر ہی کی نعمت نے اس کی پانچ سو سالہ عبادت کا احاطہ کر لیا اور جسم کی نعمت پھر اس میں زائد رہی، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے اس بندے کو جہنم میں داخل کر دو، جب اسے گھسیٹ کر جہنم کی طرف لے جایا گیا تو وہ زور سے پکارنے لگا کہ پروردگار! مجھے اپنی رحمت کی وجہ سے جنت میں داخل کر دے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے واپس میرے پاس لاؤ، چنانچہ اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے لاکر پیش کر دیا گیا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے میرے بندے! تجھے کس نے پیدا کیا جبکہ تو کچھ بھی نہ تھا؟ اس نے عرض کیا پروردگار! تو نے، اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ تجھے پانچ سو سال تک عبادت کے لیے طاقت کس نے دی؟ اس نے عرض کیا پروردگار! تو نے، اللہ تعالیٰ نے پوچھا کہ سمندر کے بیچوں بیچ تجھے پہاڑ کی چوٹی پر پہنچا کر تیرے لیے نمکین میں سے میٹھا پانی اور انار کا درخت کس نے لگایا؟ حالانکہ اس کا پھل سال میں ایک مرتبہ آتا ہے، پھر تو نے کس سے دعا کی کہ تیری روح سجدے کی حالت میں قبض کی جائے اور کس نے تیری دعا قبول کی؟ اس نے عرض کیا پروردگار! تو نے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ سب بھی میری رحمت تھی، اور اپنی رحمت ہی سے میں تجھے جنت میں داخل کر رہا ہوں، فرشتو! میرے اس بندے کو جنت میں داخل کر دو، پھر جبریل نے یہ واقعہ سنا کر عرض کیا کہ اے محمد! ﷺ سب چیزیں اللہ کی رحمت سے ہی ہوتی ہیں۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ سیدھے راستے پر رہو، نیکی کے قریب رہو اور خوشخبری پھیلاؤ، کسی شخص کو اس کے اعمال جنت میں ہرگز داخل نہ کر سکیں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! آپ کو بھی نہیں؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا مجھے بھی نہیں، الا یہ کہ اللہ مجھے اپنی رحمت میں ڈھانپ لے۔ ❶ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن حقداروں کو ان کے حقوق ضرور ادا کیے جائیں گے، حتیٰ کہ بے سینگ بکری کو سینگ والی بکری سے قصاص اور بدلہ دلوایا جائے گا۔ ❷ اور یہ صحیح حدیث پیچھے گزر چکی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ایک باندی کو بلایا، اس نے آواز نہ سنی، جب پتہ چلا تو فوراً حاضر ہوئی، اس وقت نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر قصاص کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں تمہیں اس مسواک سے مارتا، امام احمد رحمہ اللہ کی وہ روایت جس میں لوگوں کو برہنہ پا، برہنہ جسم وغیرہ حالتوں میں اٹھائے جانے کا ذکر ہے، اس کی ایک روایت میں یہ اضافہ بھی ہے کہ پھر انہیں ایک ایسی آواز میں پکارا جائے گا جسے دور اور قریب والے یکساں سنیں گے، کہ میں ہوں دیان اور میں ہوں حقیقی بادشاہ، کوئی ایسا جہنمی اس

---

❶ صحیح بخاری، الرقاق: ۱۸. ❷ صحیح مسلم، البر: ۶۱.

وقت تک جہنم میں نہ جائے گا، جس پر اہل جنت میں سے کسی کا کوئی حق ہو، جب تک میں اس سے قصاص نہ لے لوں، اور کوئی ایسا جنتی اس وقت تک جنت میں نہ جائے گا، جس پر اہل جہنم میں سے کسی کا کوئی حق ہو، جب تک میں اس سے قصاص نہ لے لوں، حتیٰ کہ ایک طمانچے کا بھی۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! کیا قیامت کے دن ہم اپنے رب کا دیدار کرسکیں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا، ہاں! کیا تمہیں عین دوپہر کے وقت سورج کو دیکھنے میں کوئی مشقت ہوتی ہے جبکہ کوئی بادل بھی نہ چھایا ہوا ہو؟ اور کیا تمہیں چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی دشواری ہوتی ہے جبکہ کوئی بادل بھی نہ چھایا ہوا ہو؟ لوگوں نے عرض کیا نہیں یا رسول اللہ ﷺ! نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر جس طرح تمہیں ان دونوں چیزوں کو دیکھنے میں کوئی دشواری نہیں ہوتی، قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کو دیکھنے میں بھی کوئی دشواری نہ ہوگی۔

جب قیامت کا دن آئے گا تو ایک منادی کرنے والا پکارے گا کہ ہر امت اس کے پیچھے چلی جائے جس کی وہ عبادت کرتی تھی، چنانچہ غیر اللہ یعنی بتوں کی پوجا کرنے والا کوئی شخص ایسا نہ رہے گا، جو جہنم میں نہ گر جائے، پھر جب اللہ کی عبادت کرنے والوں کے علاوہ جن میں نیک اور گنہگار سب ہی ہوں گے، کوئی باقی نہ بچے گا اور کچھ اہل کتاب رہ جائیں گے تو یہودیوں کو بلا کر ان سے پوچھا جائے گا کہ تم کس کی عبادت کرتے تھے؟ وہ کہیں گے کہ ہم اللہ کے بیٹے عزیر کی عبادت کرتے تھے، ان سے کہا جائے گا کہ تم جھوٹ بولتے ہو، اللہ نے اپنی کوئی بیوی بنائی اور نہ اولاد، اب تم کیا چاہتے ہو؟ وہ کہیں گے کہ پروردگار! ہمیں پیاس لگ رہی ہے، ہمیں پانی پلا دے، انہیں ایک جانب اشارہ کر کے پانی کے گھاٹ پر بھیج دیا جائے گا، اس طرح چلتے چلتے وہ سب جہنم کے پاس پہنچ جائیں گے، گویا وہ سراب کے پیچھے چلتے رہے ہوں گے، اس جہنم میں لوگ ایک دوسرے پر چڑھے ہوئے ہوں گے، پھر وہ لوگ بھی جہنم میں گر پڑیں گے، یہی حال عیسائیوں کا ہوگا، پھر جب اللہ کی عبادت کرنے والے نیکوں اور گنہگاروں کے علاوہ کوئی باقی نہ بچے گا تو اللہ تعالیٰ ان کے پاس اس صورت میں آئے گا جس پر وہ اللہ کو پہچان لیں گے، اور ان سے فرمائے گا کہ اب تم کس کا انتظار کر رہے ہو؟ ہر امت تو اپنے معبود کے پیچھے چلی گئی ہے، وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم دنیا میں ضرورت مند ہونے کے باوجود لوگوں سے جدا رہے اور ان کے ساتھ شریک نہیں ہوئے، تب اللہ تعالیٰ اپنی پنڈلی کو بے نقاب کردے گا اور ہر وہ شخص جو اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لیے دنیا میں سجدہ کرتا تھا اسے سجدہ کرنے کی اجازت مل جائے گی اور جو شخص محض ریاکاری کی وجہ سے سجدہ کرتا تھا، اس کی پشت کو ایک تختے کی طرح کر دیا جائے گا اور وہ جب بھی سجدہ کرنا چاہے گا، گدی کے بل گر پڑے گا، اس کے بعد جہنم پر پل قائم کردیا جائے گا، اور سفارش کی اجازت دے دی جائے گی اور لوگ "اللھم سلم سلم" کہہ رہے ہوں گے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ ﷺ! پل سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک ایسا پل جس پر پاؤں ٹکتے نہ ہوں گے، اس میں کانٹے، آنکڑے اور رکاوٹیں ہوں گی، مومنین اس پر سے پلک جھپکنے کی طرح، بجلی کی چمک، ہواؤں، پرندوں اور تیز رفتار گھوڑوں اور سواروں کی طرح گزر جائیں گے، ان میں سے کچھ تو صحیح سالم نجات پا جائیں گے اور کچھ زخمی ہو کر چھوٹ جائیں گے، حتیٰ کہ جب مومنین جہنم سے نجات پا جائیں گے تو اس ذات کی

قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، تم میں سے کوئی آدمی اتنے اعتماد کے ساتھ کسی سے اصرار نہیں کرتا ہوگا جتنا اس دن مومنین اللہ تعالیٰ سے اپنے ان بھائیوں کے متعلق اصرار کریں گے جنہیں جہنم میں داخل کر دیا گیا ہوگا۔ ❶

ایک روایت میں اس کی تفصیل یوں آئی ہے کہ وہ عرض کریں گے پروردگار! وہ ہمارے ساتھ روزے رکھتے، نمازیں پڑھتے اور حج کرتے تھے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تم ان میں سے جن لوگوں کو ان کی شکلوں سے پہچانتے ہو، انہیں جہنم سے نکال لو، چنانچہ وہ ایک بہت بڑی مخلوق کو جہنم سے نکال لیں گے، جنہیں نصف پنڈلی اور گھٹنوں تک آگ نے پکڑ رکھا ہوگا، پھر وہ کہیں گے کہ پروردگار! جن لوگوں کے متعلق تو نے حکم دیا تھا، ان میں سے کوئی آدمی بھی جہنم میں باقی نہیں بچا، اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم دوبارہ جاؤ اور جس شخص کے دل میں ایک دینار کے برابر ایمان پاؤ تو اسے بھی جہنم سے نکال لو، چنانچہ اس مرتبہ بھی وہ ایک بہت بڑی مخلوق کو نکال لیں گے، پھر نصف دینار والوں کے متعلق حکم ہوگا، پھر ایک ذرے کے برابر خیر رکھنے والوں کے متعلق حکم ہوگا، حتیٰ کہ وہ کہیں گے پروردگار! ہم نے اب جہنم میں کوئی بھلائی نہیں چھوڑی ہے، حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ ''جو اس حدیث کے راوی ہیں'' کہا کرتے تھے کہ اگر تم اس بات کو سچا نہ سمجھو تو یہ آیت پڑھ لو ''بیشک اللہ کسی پر ذرہ برابر بھی ظلم نہیں کرتا، اگر کوئی نیکی ہوئی تو اللہ اسے دوگنا کر دے گا اور اپنے پاس سے اس پر اجر عظیم عطا فرمائے گا۔'' ❷ اس کے بعد اللہ تعالیٰ فرمائے گا فرشتوں، نبیوں اور مومنوں سب نے سفارش کر لی، اب ارحم الراحمین کے علاوہ کوئی باقی نہیں بچا، چنانچہ اللہ تعالیٰ ایک مٹھی بھر کر لوگوں کو جہنم سے نکال لے گا، جو جل کر کوئلہ ہو چکے ہوں گے، پھر انہیں جہنم کے دہانے پر ایک نہر میں غوطہ دے گا، ''جسے نہر حیات کہا جاتا ہے'' وہ اس میں سے اس طرح نکل آئیں گے جیسے سیلاب کے بہاؤ میں جھاڑ جھنکار اگ آتا ہے، کیا تم اس بات پر غور نہیں کرتے کہ اگر وہ سورج کے رخ پر ہو تو اس کا رنگ پیلا اور سبز ہوتا ہے اور جس کا رخ سائے کی طرف ہو تو اس کا رنگ سفید ہوتا ہے، لوگوں نے یہ سن کر عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یوں محسوس ہوتا ہے جیسے آپ جنگل میں بھی رہے ہوں، نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر وہ لوگ موتیوں کی طرح نکل آئیں گے، البتہ ان کی گردن میں مہر ہوگی جس سے اہل جنت ان کی شناخت کیا کریں گے، اور کہیں گے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے آزاد کردہ لوگ ہیں، جنہیں اللہ نے ان کے کسی عمل کے بغیر ہی جنت میں داخل کر دیا ہے جبکہ انہوں نے خیر کا کوئی کام بھی آگے نہ بھیجا تھا، پھر اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ تم جنت میں داخل ہو جاؤ، تم جو دیکھو گے وہ تمہارا ہوگا، وہ عرض کریں گے پروردگار! تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا جو دو جہان میں کسی کو عطا نہ فرمایا ہوگا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا میرے پاس تمہارے لیے اس سے افضل بھی ایک چیز ہے، وہ عرض کریں گے پروردگار! اس سے زیادہ افضل کیا چیز ہوگی؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میری رضا، آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر تھے کہ نبی علیہ السلام مسکرانے لگے، پھر فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ میں کیوں مسکرا رہا ہوں؟ ہم نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا بندے کے اپنے رب کے ساتھ مکالمے کی وجہ سے، کہ بندہ عرض کرتا ہے پروردگار! کیا تو نے مجھے ظلم سے نہیں بچایا

---

❶ صحیح بخاری، التوحید: ٢٤۔ مسند احمد: ٣/ ١٧۔ ❷ النساء: ٤٠۔

تھا؟ اللہ فرماتا ہے کیوں نہیں، بندہ عرض کرتا ہے پھر آج میں اپنے نفس پر اپنے علاوہ کسی کو گواہ نہیں بناتا، اللہ فرماتا ہے کہ آج تیرا حساب کرنے کے لیے تیرا نفس اور معزز لکھنے والے محافظ فرشتے ہی گواہی کے لیے کافی ہیں، اس کے بعد اس کے منہ پر مہر لگا دی جائے گی اور اس کے اعضاء کو بولنے کا حکم دیا جائے گا، وہ اس کے اعمال بیان کریں گے، اس کے بعد اس شخص کو دوبارہ بولنے کی اجازت دی جائے گی تو وہ اپنے اعضاء پر لعنت کرے گا کہ تمہاری وجہ سے تو میں جھگڑتا اور دفاع کرتا تھا۔ ❶ امام ابن حبان رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے یہ آیت تلاوت فرمائی ''جس دن زمین اپنی خبریں بیان کرے گی۔'' ❷ اور فرمایا کیا تم جانتے ہو کہ زمین کی خبروں سے کیا مراد ہے؟ لوگوں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ زمین ہر مرد و عورت کے خلاف گواہی دے گی کہ وہ زمین کی پشت پر کیا کرتا رہا ہے؟ چنانچہ وہ بتائے گی کہ اس نے فلاں دن فلاں عمل کیا تھا۔

امام ترمذی، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان ''جس دن ہم تمام لوگوں کو ان کے امام کے ساتھ پکاریں گے۔'' ❸ کی وضاحت میں فرمایا ایک آدمی کو بلا کر اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا جسم ساٹھ گز تک بڑھا دیا جائے گا، اس کے چہرے کو روشن کر دیا جائے گا، اور اس کے سر پر موتیوں کا چمکتا ہوا تاج رکھا جائے گا، پھر وہ اپنے ساتھیوں کی طرف روانہ ہوگا، وہ اسے دور سے دیکھ کر کہیں گے کہ اے اللہ! اسے ہمارے پاس لے آ اور اس کے معاملے میں ہمیں برکت عطا فرما حتیٰ کہ وہ ان کے پاس آپہنچے گا اور کہے گا کہ خوشخبری قبول کرو، تم میں سے ہر آدمی کو ایسا ہی بدلہ ملے گا، اور جو کافر ہوگا تو اسے اس کا نامہ اعمال اس کے بائیں ہاتھ میں دیا جائے گا، اس کا چہرہ سیاہ ہو چکا ہوگا، اس کا جسم ساٹھ گز پھیلا دیا جائے گا اور اس کے سر پر آگ کا تاج رکھا جائے گا، اس کے ساتھ اسے دیکھ کر کہیں گے کہ اس کے شر سے ہم اللہ کی پناہ مانگتے ہیں، اے اللہ! تو اسے ہمارے پاس نہ لانا، لیکن وہ ان کے پاس پہنچ جائے گا، وہ کہیں گے کہ اللہ اسے رسوا کرے، وہ کہے گا کہ اللہ تمہیں اپنی رحمت سے دور کرے، تم میں سے ہر شخص کو ایسا ہی بدلہ ملے گا۔ ❹

فصل ثالث: حوض کوثر، میزان عمل اور پل صراط کا بیان

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے حوض کی مسافت ایک مہینے پر پھیلی ہوئی ہے اور اس کے چاروں کونے برابر ہیں، اور اس کا پانی چاندی سے زیادہ سفید ہے، دوسری روایات میں ہے کہ شہد سے زیادہ میٹھا ہے، اس کی مہک مشک سے زیادہ عمدہ ہے، اور اس کے برتن آسمان کے ستاروں جتنے ہیں، جو ایک مرتبہ اس کا پانی پی لے گا وہ کبھی پیاسا نہ ہوگا، اور اس کا چہرہ کبھی سیاہ نہ ہوگا۔ ❺ قاضی عیاض رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اس حدیث کے ظاہری الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ حوض کوثر کا پانی پینے کا سلسلہ حساب کتاب اور پل صراط سے گزرنے کے بعد ہوگا، کیونکہ ایسا شخص ہی پیاس سے مامون ہوسکتا

---

❶ صحيح مسلم، الزهد: ١٧.
❷ الزلزال: ٤.
❸ الاسراء: ٧١.
❹ ترمذي: تفسير سورة ١٧، باب: ٦.
❺ صحيح مسلم، الفضائل: ٢٧ ـ مسند احمد: ٣/ ٣٨٤.

ہے، اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس حوض کا پانی وہی آدمی پی سکے گا، جس کے لیے جہنم سے بچاؤ کا فیصلہ کرلیا گیا ہو اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس امت میں سے جو شخص اس حوض کا پانی پیئے اور اس کے لیے جہنم میں جانے کا فیصلہ کرلیا گیا ہو تو اس جہنم میں پیاس کے علاوہ کوئی دوسرا عذاب دیا جائے کیونکہ دوسری احادیث کے ظاہر سے معلوم ہوتا ہے کہ ساری امت اس حوض کا پانی پیئے گی سوائے ان لوگوں کے جو مرتد ہو گئے ہوں اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ تمام امتوں کے مومنین اپنے نامہائے اعمال اپنے دائیں ہاتھ میں وصول کریں گے، پھر اللہ ان میں سے نافرمانوں کو عذاب دے گا اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ اس بات میں علماء کے درمیان اختلاف رائے ہے کہ کیا میدان حشر میں حوض کوثر پل صراط کو عبور کرنے سے پہلے لگایا جائے گا یا یہ حوض سرزمین جنت میں ہوگا، جس تک رسائی پل صراط کو عبور کر کے ہی حاصل ہو سکے گی؟ دونوں رائیں موجود ہیں۔

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھ سے وعدہ فرما رکھا ہے کہ وہ جنت میں میری امت میں سے ستر ہزار آدمی بغیر حساب کتاب کے داخل کرے گا، اس پر یزید بن اخنس کہنے لگے کہ بخدا یہ تعداد تو آپ کی امت میں صرف اتنی ہی ہوگی جتنی مقدار عام مکھیوں میں سرخ وسفید مکھی کی ہوتی ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ نے میرے ساتھ ستر ہزار آدمیوں کا اس طرح وعدہ فرمایا ہے کہ ہر ہزار کے ساتھ مزید ستر ہزار آدمی ہوں گے، اور تین مٹھیوں کا مجھ سے اس کے علاوہ بھی وعدہ فرمایا ہے، انہوں نے پوچھا اے اللہ کے نبی! آپ کے حوض کی وسعت کتنی ہوگی؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا جیسے عدن سے لے کر عمان تک کا فاصلہ ہے اور اس میں سونے چاندی کے دو پرنالے ہوں گے۔ ❶ ایک روایت میں آتا ہے کہ حوض کوثر پر سب سے پہلے آنے والے لوگ وہ فقراء مہاجرین ہوں گے جن کے بال (دنیا میں) بکھرے رہتے اور کپڑے میلے رہتے تھے، وہ ناز ونعم میں پلی ہوئی عورتوں سے نکاح نہیں کر سکتے تھے اور ان کے لیے بند دروازے نہیں کھولے جاتے تھے، مسند احمد کی ایک روایت میں اس پر یہ اضافہ بھی ہے کہ وہ لوگ اپنی ساری ذمہ داریاں پوری کرتے تھے لیکن اپنے حقوق وصول نہیں کر سکتے تھے، ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ میں اپنے حوض کے پچھلے حصے پر ہوں گا اور اہل یمن کے لیے لوگوں کی بھیڑ میں سے جگہ بناؤں گا تا کہ ان پر پانی بہایا جا سکے، امام ابوداؤد رحمہ اللہ نے حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رو رہی تھیں، نبی علیہ السلام نے ان سے رونے کی وجہ پوچھی، انہوں نے عرض کیا کہ مجھے جہنم کا خیال آیا تو رو پڑی، کیا آپ قیامت کے دن اپنے گھر والوں کو یاد رکھیں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا تین جگہیں تو ایسی ہیں جہاں کوئی کسی کو یاد نہیں رکھے گا، میزان عمل کے پاس یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا میزان ہلکا رہا یا بھاری، نامہائے اعمال اڑائے جانے کے وقت یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ اس کا نامہ اعمال اس کے دائیں ہاتھ میں آیا، بائیں ہاتھ میں آیا، یا پیٹھ کے پیچھے سے دیا گیا اور پل صراط کے پاس جب کہ اسے جہنم پر قائم کیا جائے گا، یہاں تک کہ اسے معلوم ہو جائے کہ وہ اسے عبور کرلے گا یا نہیں؟ ❷ امام حاکم اور ترمذی نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ میں نے نبی علیہ السلام سے درخواست کی کہ قیامت کے دن میری شفاعت فرمائیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا ان شاء اللہ میں تمہاری سفارش کردوں گا، میں نے عرض کیا کہ میں آپ کو کہاں تلاش کروں؟

---

❶ مسند احمد: ۵/ ۲۵۰۔ ❷ ابو داود، السنة: ۲۵۔

نبی علیہ السلام نے فرمایا سب سے پہلے تم مجھے پل صراط پر تلاش کرنا، میں نے عرض کیا کہ اگر میں آپ کو وہاں نہ پاؤں تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر مجھے میزان عمل کے پاس تلاش کرنا، میں نے عرض کیا کہ اگر وہاں بھی آپ نہ ملے تو؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا پھر مجھے حوض کوثر کے پاس تلاش کرنا، میں ان تین جگہوں کے علاوہ کہیں اور نہ ہوں گا۔ ❶

امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن نامہائے اعمال کو تولنے کے لیے ترازو رکھا جائے گا، وہ ترازو اتنا بڑا ہوگا کہ اگر اس میں آسمان وزمین کو رکھنا چاہیں تو رکھ سکیں گے، فرشتے اس ترازو کو دیکھ کر عرض کریں گے کہ اس میں پروردگار! کس کے لیے وزن ہوگا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا میں اپنی مخلوق میں سے جس کے لیے چاہوں گا، اس پر فرشتے عرض کریں گے کہ تو پاک ہے، ہم نے تیری عبادت کا حق ادا نہیں کیا، پھر پل صراط قائم کیا جائے گا جو استرے کی طرح تیز ہوگا، فرشتے پوچھیں گے کہ پروردگار! اس سے کون گزر سکے گا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں اپنی مخلوق میں سے جسے چاہوں گا، وہ اس پر سے گزر جائے گا، اس پر فرشتے دوبارہ کہیں گے کہ تو پاک ہے، ہم تیری عبادت کا حق ادا نہیں کر سکے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ام مبشر انصاریہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام کو حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے یہاں یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ ان شاء اللہ اصحاب الشجرہ میں سے کوئی ایک آدمی بھی ''جس نے اس درخت کے نیچے بیعت کی تھی'' جہنم میں نہیں جائے گا، حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی کہ ''تم میں سے ہر شخص جہنم میں وارد ہوگا'' تو نبی علیہ السلام نے فرمایا اس سے آگے اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ ''پھر ہم ان لوگوں کو نجات دے دیں گے جنہوں نے تقویٰ اختیار کیا ہوگا اور ظالموں کو اس میں گھٹنوں کے بل جھکا ہوا چھوڑ دیں گے۔'' ❷

امام احمد اور بیہقی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کچھ لوگوں کے درمیان ''جہنم میں ورود'' کے حوالے سے اختلاف ہوگیا، بعض لوگوں کی رائے یہ تھی کہ جہنم میں مومن داخل نہیں ہوگا اور بعض لوگوں کی یہ رائے تھی کہ جہنم میں داخل تو سب ہی لوگ ہوں گے، بعد میں اللہ تعالیٰ متقیوں کو اس سے نجات عطا فرما دے گا، کچھ لوگوں نے یہ بات حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے پوچھی تو انہوں نے فرمایا سب لوگ ہی جہنم میں داخل ہوں گے، پھر اپنی انگلیوں سے اپنے کانوں کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ بہرے ہو جائیں اگر میں نے نبی علیہ السلام کو یہ فرماتے ہوئے نہ سنا ہو کہ ''ورود'' سے مراد ''دخول'' ہے، اور کوئی نیک و بد ایسا نہیں رہے گا جو جہنم میں داخل نہ ہو، پھر وہ آگ مومنین کے لیے اسی طرح ٹھنڈی اور سلامتی والی ہو جائے گی جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے لیے ہوگئی تھی، حتیٰ کہ مومنین کی ٹھنڈک کی وجہ سے جہنم چیخنے لگے گی۔ ❸ امام حاکم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن ایک شخص اپنے باپ سے ملے گا اور کہے گا ابا جان! میں آپ کا کیسا بیٹا تھا؟ وہ کہے گا بہترین بیٹا، وہ کہے گا کہ کیا آج آپ میری بات مانیں گے؟ باپ کہے گا ہاں! بیٹا کہے گا کہ پھر میرا تہبند پکڑ لیجیے، وہ اس کا تہبند پکڑ لے گا اور وہ روانہ ہو جائے گا، پھر اللہ اس بندے کی طرف متوجہ ہو کر فرمائے گا، اے میرے بندے! جنت کے جس دروازے سے چاہے، تو جنت میں

❶ ترمذی، القیمة: ۹.
❷ صحیح مسلم، فضائل الصحابة: ۱۶۳.
❸ مسند احمد: ۳/ ۳۲۸.

داخل ہوجا، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میرا باپ بھی میرے ساتھ ہے اور تو نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ مجھے رسوا نہیں کرے گا اسی دوران اس کے باپ کی شکل کو مسخ کر کے بجو بنا دیا جائے گا، پھر اسے جہنم میں پھینک دیا جائے گا، بیٹا اس بجو کو دیکھ کر کراہت سے اپنی ناک پکڑ لے گا، تب اللہ تعالیٰ اس سے پوچھے گا کہ کیا یہ تیرا باپ ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں! تیری عزت کی قسم! بخاری میں یہ واقعہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے والد آزر کی مناسبت سے مذکور ہے۔

فصل رابع: شفاعت کی اجازت کا بیان

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر نبی کی ایک دعا تھی جو انہوں نے اپنی امت کے حق میں مانگی (اور وہ قبول ہوگئی) اور میں نے اپنی دعا قیامت کے دن اپنی امت کے حق میں سفارش کرنے کے لیے ذخیرہ کر رکھی ہے۔ ❶ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میرے بعد میری امت کو جن چیزوں سے سابقہ پڑے گا اور وہ ایک دوسرے کا خون بہائے گی، میں نے یہ سب چیزیں دیکھیں تو مجھے بڑا غم ہوا، لیکن سابقہ امتوں کی طرح اس امت کے لیے بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے پہلے ہی اس کا فیصلہ ہو چکا ہے، اس لیے میں نے اللہ سے درخواست کی کہ وہ مجھے قیامت کے دن ان کی سفارش کرنے کی اجازت دے دے، سو اللہ نے مجھے اس کی اجازت دے دی، امام احمد رحمہ اللہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ آج رات مجھے پانچ ایسی چیزیں عطا کی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی کو نہیں دی گئیں...... پانچویں چیز یہ ہے کہ مجھ سے کہا گیا آپ مانگیں، کیونکہ ہر نبی نے مانگا ہے، تو میں نے اپنے سوال کو قیامت کے دن کے لیے موخر کر دیا ہے اور وہ تمہارے اور ہر اس شخص کے لیے ہے جو لا الٰہ الا اللہ کی گواہی دیتا ہو۔ ❷ امام بزار اور طبرانی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ کسی نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! آپ نے حضرت سلیمان علیہ السلام کی طرح اللہ تعالیٰ سے حکومت و سلطنت کیوں نہ مانگ لی؟ اس پر نبی علیہ السلام مسکرائے، پھر فرمایا ہو سکتا ہے کہ تمہارے ساتھی اور اللہ کے بندے (مراد خود نبی علیہ السلام) کے لیے حضرت سلیمان علیہ السلام کی حکومت سے بھی افضل چیز ہو، اللہ تعالیٰ نے جس نبی کو بھی مبعوث فرمایا، اسے ایک دعا کی قبولیت کا تحفہ ضرور عطا فرمایا، ان میں سے بعض حضرات نے دنیا میں ہی اس کی درخواست کی سو انہیں وہ مل گئی' اور بعض نے اپنی قوم کی نافرمانی سے تنگ آ کر اس کے خلاف بددعا کر دی تو اللہ نے ان سب کو اس کی وجہ سے ہلاک کر دیا، اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی ایک دعا کا اختیار دیا ہے لیکن میں نے اسے قیامت کے دن اپنی امت کے حق میں سفارش کے لیے ذخیرہ کر لیا ہے، اس سلسلے کی احادیث صحیحہ بکثرت موجود ہیں۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے مجھے اختیار دیا ہے کہ میری دو تہائی امت کو بغیر کسی حساب کتاب اور عذاب کے جنت میں داخل کر دیا جائے، یا آپ سفارش کا حق رکھ لیں؟ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! پھر آپ نے کس چیز کو اختیار کیا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا شفاعت کو، تب ہم سب نے ایک ساتھ عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ہمیں بھی ان لوگوں میں شامل فرمایئے گا جن کی آپ سفارش فرمائیں گے، تب نبی علیہ السلام نے فرمایا میری شفاعت ہر

---

❶ صحیح بخاری، التوحید: ۳۱۔ ❷ مسند احمد: ۲/ ۲۲۲۔

مسلمان کے لیے ہے۔ امام طبرانی رحمہ اللہ ہی نے سند حسن کے ساتھ یہ روایت نقل کی ہے کہ اس قبلے کی جانب رخ کر کے نماز پڑھنے والوں کی اتنی بڑی تعداد جہنم میں داخل ہوگی جس کا کوئی شمار نہ ہوگا، اور سوائے اللہ تعالیٰ کے ان کی گنتی کوئی نہ جانتا ہوگا، اس کی وجہ یہ ہوگی کہ ان لوگوں نے اللہ کی نافرمانی کی، اس کی معصیت پر جرأت کی، اور اس کی عبادت وطاعت کی مخالفت کی تھی، پھر مجھے سفارش کی اجازت مل جائے گی، چنانچہ میں سجدے کی حالت میں بھی اللہ کی ثناء کروں گا اور قیام کی حالت میں بھی، پھر مجھ سے کہا جائے گا کہ سر اٹھایئے، درخواست کیجئے، آپ کو عطا کیا جائے گا، اور سفارش کیجئے کہ آپ کی سفارش کو قبول کیا جائے گا۔

امام احمد، ابویعلی، بزار اور ابن حبان نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام فجر کی نماز پڑھ کر اپنی جائے نماز پر ہی بیٹھے رہے، چاشت کے وقت اچانک نبی علیہ السلام مسکرانے لگے اور اسی جگہ پر بیٹھے رہے حتیٰ کہ عشاء تک ساری نمازیں پڑھیں لیکن درمیان میں کسی سے کوئی بات نہ کی، پھر اٹھ کر گھر تشریف لے گئے، لوگوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے درخواست کی کہ آپ نبی علیہ السلام سے آج کی اس کیفیت کے متعلق پوچھئے کیونکہ نبی علیہ السلام کا آج سے پہلے کبھی یہ معمول نہ تھا؟ چنانچہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے دریافت کیا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا میرے سامنے دنیا وآخرت میں ہونے والے تمام امور کو پیش کیا گیا، قیامت کے دن اولین وآخرین کو ایک ٹیلے پر جمع کیا جائے گا، وہ سب اس حال میں کہ ان کا پسینہ ان کے منہ میں لگام کی طرح ہوگا، حضرت آدم علیہ السلام کے پاس جائیں گے، اور عرض کریں گے کہ اے آدم! آپ ابوالبشر ہیں، اللہ نے آپ کا انتخاب فرمایا تھا، ہماری سفارش اپنے رب کی بارگاہ میں کر دیجئے، وہ فرمائیں گے کہ میری بھی وہی کیفیت ہے جو تمہاری ہے، تم اپنے جد ثانی نوح کے پاس چلے جاؤ، چنانچہ وہ سب حضرت نوح علیہ السلام کے پاس جا کر سفارش کی درخواست کریں گے اور کہیں گے کہ اللہ نے آپ کا انتخاب کیا تھا، اللہ نے آپ کی دعا قبول کر کے زمین پر کسی کافر کو نہ چھوڑا تھا، وہ فرمائیں گے کہ میں تمہارا کام نہیں کر سکتا، تم ابراہیم کے پاس چلے جاؤ، اللہ نے انہیں اپنا خلیل بنایا ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں موسیٰ کلیم اللہ کے پاس بھیج دیں گے وہ انہیں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس بھیج دیں گے اور وہ انہیں حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیج دیں گے، نبی علیہ السلام اپنے رب کی طرف روانہ ہوں گے، جبریل امین باریابی کی اجازت طلب کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ انہیں اجازت دے دو اور جنت کی خوشخبری بھی دے دو، چنانچہ جبریل امین نبی علیہ السلام کو اپنے ساتھ لے کر چلیں گے، نبی علیہ السلام مقررہ جگہ پر پہنچ کر سجدہ ریز ہو جائیں گے اور ایک ہفتہ تک سربسجود رہیں گے، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! سر اٹھایئے اور بات کیجئے، آپ کی بات سنی جائے گی اور سفارش کیجئے، آپ کی سفارش قبول کی جائے گی، نبی علیہ السلام سر اٹھائیں گے لیکن جیسے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات پر نظر پڑے گی تو دوبارہ سجدے میں گر پڑیں گے اور مزید ایک ہفتہ تک سربسجود رہیں گے، تیسری مرتبہ پھر ایسا ہونے لگے گا تو جبریل امین نبی علیہ السلام کو کندھوں سے پکڑ لیں گے اور اللہ تعالیٰ نبی علیہ السلام پر دعاؤں کے ایسے الفاظ کھولے گا جو اس سے پہلے اس نے کسی بشر پر نہ کھولے ہوں گے، اور نبی علیہ السلام بارگاہ قدسی میں یہ بھی عرض کریں گے کہ پروردگار! تو نے مجھے تمام اولاد آدم کا سردار بنایا اور میں اس پر فخر نہیں کرتا، سب سے پہلے میری قبر کھولی گئی لیکن میں اس پر بھی فخر نہیں کرتا، حتیٰ کہ

میرے حوض پر صنعاء اور ایلہ کی درمیانی مسافت سے زیادہ لوگ پانی پینے کے لیے آئیں گے۔

جب نبی علیہ السلام سفارش فرمائیں گے تو کہا جائے گا کہ اب صدیقین کو بلاؤ، وہ بھی سفارش کریں گے، پھر انبیاء کو بلایا جائے گا، ان میں سے بعض انبیاء کے ساتھ لوگوں کی ایک جماعت ہوگی، بعض کے ساتھ پانچ چھ آدمی ہوں گے، اور بعض کے ساتھ کوئی بھی نہ ہوگا، پھر شہداء کو بلایا جائے گا، اور اللہ جس کی چاہے گا وہ اس کے حق میں سفارش کریں گے، جب وہ بھی سفارش کر چکیں گے تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں ارحم الراحمین ہوں، ہر اس شخص کو میری جنت میں داخل کر دو جو میرے ساتھ کسی کو شریک نہیں ٹھہراتا تھا، چنانچہ ایسے تمام لوگوں کو جنت میں داخل کر دیا جائے گا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ جہنم میں دیکھو، کیا کوئی ایسا آدمی بھی ہے جس نے کبھی کوئی نیک کام کیا ہو، تو انہیں جہنم میں ایک آدمی ملے گا، اس سے پوچھا جائے گا کہ تو نے کبھی کوئی نیکی بھی کی تھی؟ وہ کہے گا نہیں، البتہ اتنی بات ضرور تھی کہ میں تجارتی معاملات میں لوگوں سے درگزر کیا کرتا تھا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میرے بندے سے درگزر کرو جیسے یہ میرے بندوں سے درگزر کرتا تھا، پھر ایک اور آدمی کو جہنم سے نکال کر لایا جائے گا اور اس سے بھی وہی سوال پوچھا جائے گا، وہ کہے گا نہیں، البتہ اتنی بات ضرور ہے کہ میں نے مرتے وقت اپنی اولاد کو وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد مجھے آگ میں جلانا، پھر اس کی راکھ پیسنا، جب میں سرمہ کی طرح ہو جاؤں تو سمندر کی طرف لے جا کر مجھے ہواؤں میں بکھیر دینا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا تو نے ایسا کیوں کیا؟ وہ عرض کرے گا تیرے خوف کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ سب سے بڑا ملک دیکھو، تمہیں وہ اور اس کا دس گنا مزید دے دیا جاتا ہے، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار تو بادشاہ ہو کر میرے ساتھ مذاق کرتا ہے؟ یہی وہ بات ہے جس پر میں چاشت کے وقت ہنسا تھا۔

یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی الفاظ کی معمولی تبدیلی اور کمی بیشی کے ساتھ نقل کیا ہے چنانچہ بعض روایات میں یہ بھی ہے کہ ہر نبی اپنا عذر پیش کریں گے اور فرمائیں گے کہ آج میرا رب جتنا غضبناک ہے، اس سے پہلے کبھی ہوا ہے اور نہ اس کے بعد کبھی ہوگا، اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ میں جنت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گا، اور یہ کہ میں جب سفارش کروں گا تو یہی وہ مقام ہوگا جسے قرآن نے مقام محمود کہا ہے۔ امام ابوداؤد، طبرانی، ابن حبان اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا میری شفاعت میری امت کے ان لوگوں کے لیے ہے جن سے کبیرہ گناہوں کا ارتکاب ہوا ہوگا۔ [1]

امر ثالث: جہنم اور اس کے متعلقات کا بیان

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام اکثر یہ دعا مانگا کرتے تھے ''اے ہمارے پروردگار! ہمیں دنیا میں بھی بھلائی عطا فرما اور آخرت میں بھی بھلائی عطا فرما اور ہمیں عذاب جہنم سے محفوظ فرما'' [2] امام ابویعلی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے خطبہ دیتے ہوئے ارشاد فرمایا دو عظیم چیزوں کو بھول نہ جانا، وہ دو چیزیں جنت اور جہنم ہیں، یہ کہہ کر نبی علیہ السلام اتنا روئے کہ داڑھی مبارک سے آنسوؤں کے قطرے ٹپکنے لگے، پھر فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست

---

[1] ابو داود، السنة: ٢١۔ مسند احمد: ٣/ ٢١٣.

[2] صحيح بخاري، تفسير سورة ٢۔ باب: ٣٦.

قدرت میں میری جان ہے، اگر تمہیں آخرت کے حوالے سے وہ باتیں معلوم ہو جائیں جو مجھے معلوم ہیں تو تم ٹیلوں پر چڑھ کر اپنے سروں پر مٹھیاں بھر بھر کر مٹی پھینکا کرتے۔ امام طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ جبریل امین خلاف معمول ایسے وقت میں نبی علیہ السلام کے پاس آئے جس وقت وہ عام طور پر نہیں آتے تھے، نبی علیہ السلام نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور فرمایا جبریل! کیا بات ہے، تمہارا رنگ اڑا ہوا کیوں دکھائی دے رہا ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میرے آپ کے پاس آنے سے پہلے اللہ نے جہنم کو بھڑکانے کا حکم دے دیا ہے، نبی علیہ السلام نے فرمایا جبریل! میرے سامنے جہنم کے احوال بیان کرو، انہوں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کے متعلق حکم دیا تو اس میں ایک ہزار سال تک آگ جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سفید ہو گئی پھر حکم دیا تو مزید ایک ہزار سال تک اس میں آگ جلائی گئی، یہاں تک کہ وہ سرخ ہو گئی، پھر حکم دیا تو ایک ہزار سال تک مزید آگ جلائی گئی حتیٰ کہ وہ سیاہ ہو گئی اور وہ اب انتہائی سیاہ تاریک ہے، اس کے شعلے روشنی نہیں دیتے اور اس کی لپٹ بجھتی نہیں ہے، اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے اگر ایک سوئی کے ناکے کے برابر حصہ جہنم سے کھول دیا جائے تو اس کی گرمی سے زمین میں موجود ساری مخلوق مر جائے اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے، اگر جہنم کا کوئی ایک داروغہ اہل دنیا کے سامنے آ جائے تو اس کے خوفناک چہرے اور بدبو کی وجہ سے روئے زمین پر موجود ساری مخلوق مر جائے اور اس ذات کی قسم جس نے آپ کو برحق نبی بنا کر بھیجا ہے، اگر جہنم کی اس زنجیر ''جس کا اللہ نے قرآن کریم میں تذکرہ کیا ہے'' کا ایک حلقہ دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو کوئی ایک پہاڑ بھی اپنی جگہ پر نہ ٹھہر سکے اور زمین کے ساتویں طبقے تک پہنچ جائے۔

اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا جبریل! بس کرو، ورنہ میرا سینہ پھٹ جائے گا اور میں مر جاؤں گا، پھر نبی علیہ السلام کی نظر جبریل پر پڑی تو وہ رو رہے تھے، نبی علیہ السلام نے جبریل سے فرمایا کہ جبریل تم بھی رو رہے ہو حالانکہ اللہ تعالیٰ کے یہاں تو تمہارا بہت اونچا مقام ہے؟ انہوں نے عرض کیا کہ میں کیوں نہ روؤں؟ بلکہ مجھے تو زیادہ رونا چاہیے کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اللہ کے علم میں میں اس حال میں نہ ہوں، اور کچھ خبر نہیں کہ کہیں ابلیس کی طرح میری بھی آزمائش نہ ہو جائے، کیونکہ وہ بھی فرشتوں میں سے تھا، اور کچھ خبر نہیں کہ کہیں ہاروت اور ماروت کی طرح میری بھی آزمائش نہ ہو جائے، اس پر نبی علیہ السلام بھی رونے لگے، یہ دونوں کافی دیر تک مسلسل اسی طرح روتے رہے، حتیٰ کہ غیب سے ایک آواز آئی کہ اے جبریل اور اے محمد! صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ نے تم دونوں کو اپنی نافرمانی سے بچا لیا ہے، اس کے بعد جبریل امین آسمان پر چلے گئے اور نبی علیہ السلام باہر نکل آئے، راستے میں انصار کی ایک جماعت پر گزر رہوا، وہ ہنس رہے تھے، اور تفریح کر رہے تھے، نبی علیہ السلام نے فرمایا کیا تم ہنس رہے ہو حالانکہ تمہارے پیچھے جہنم ہے؟ اگر تمہیں وہ باتیں معلوم ہوتیں جو میں جانتا ہوں تو تم بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے، تم لوگ سیراب ہو کر کھانا نہ کھا سکتے اور تم لوگ اللہ کی پناہ حاصل کرنے کے لیے پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف نکل جاتے، اچانک ایک آواز آئی کہ اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! میرے بندوں کو ناامید نہ ہونے دیجئے گا، میں نے آپ کو خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا ہے، تنگی کرنے والا بنا کر نہیں بھیجا، اس پر نبی علیہ السلام نے فرمایا لوگو! راہ راست پر رہو اور نیکی کے قریب تر رہو۔

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے جبریل امین سے پوچھا کیا بات ہے کہ میں نے میکائیل

کو کبھی ہنستے ہوئے نہیں دیکھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب سے جہنم کو پیدا کیا گیا ہے، اس وقت سے میکائیل کبھی نہیں ہنسے۔ ❶
امام ابن ماجہ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تمہاری یہ دنیا کی آگ جہنم کی آگ کا سترواں جزو ہے، اگر اسے دو مرتبہ آگ سے بجھایا نہ گیا ہوتا تو تم کبھی بھی آگ سے فائدہ نہ اٹھا سکتے اور یہ دنیا کی آگ اللہ سے دعا کرتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اسے دوبارہ جہنم میں نہ لوٹائے۔ ❷ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ قیامت کے دن جہنم کو لایا جائے گا، اس کی ستر ہزار لگامیں ہوں گی اور ہر لگام پر ستر ہزار فرشتے مقرر ہوں گے، جو اسے کھینچ رہے ہوں گے۔ ❸ امام ابو یعلی رحمہ اللہ نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر اس مسجد میں ایک لاکھ یا اس سے بھی زیادہ آدمی ہوں' اور ان میں جہنم کا ایک آدمی شامل ہو جائے اور سانس لے اور اس کا سانس لوگ محسوس کریں تو یہ مسجد اور اس میں موجود سارے لوگ جل جائیں۔ امام ابوداؤد، ترمذی اور نسائی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے جنت اور جہنم کو پیدا کیا تو جبریل امین کو جنت کی جانب بھیجتے ہوئے فرمایا جا کر اسے اور اس میں رہنے والوں کے لیے میری تیار کردہ نعمتوں کا معائنہ کرو، وہ آئے، جنت کو دیکھا اور اللہ نے اس میں اہل جنت کے لیے جو نعمتیں پیدا کی ہیں، وہ دیکھیں اور واپس آ کر بارگاہ خداوندی میں عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم! جو آدمی بھی اس کے متعلق سنے گا اس میں ضرور داخل ہونا چاہے گا، پھر اللہ کے حکم سے جنت کو مشقت والے کاموں سے ڈھانپ دیا گیا، اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے جبریل کو دوبارہ بھیجا اس مرتبہ واپس آ کر انہوں نے عرض کیا تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اب اس میں کوئی بھی داخل نہیں ہو سکے گا، پھر اللہ تعالیٰ نے جبریل کو جہنم کی طرف بھیجا، وہاں سے واپس آ کر انہوں نے عرض کیا تیری عزت کی قسم کوئی آدمی بھی اس کے متعلق سن کر اس میں داخل نہ ہونا چاہے گا، اللہ کے حکم پر اسے خواہشات سے ڈھانپ دیا گیا، اس مرتبہ جبریل علیہ السلام نے واپس آ کر عرض کیا کہ تیری عزت کی قسم! مجھے اندیشہ ہے کہ اب کوئی آدمی بھی اس میں داخل ہونے سے بچ نہ سکے گا۔ ❹ امام بیہقی رحمہ اللہ نے حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے یہ جو فرمایا ہے کہ اس کے شعلے بھڑک رہے ہوں گے، تو میں یہ نہیں کہتا کہ وہ درختوں کی طرح ہوں گے بلکہ وہ شہروں اور قلعوں کی طرح ہوں گے۔

امام احمد، ابن ماجہ، ابن حبان اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ''ویل'' جہنم کی ایک وادی کا نام ہے، جس میں کافر اس کی گہرائی یعنی جڑ تک پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک لڑھکتا رہے گا۔ ❺ ترمذی کی روایت میں ستر سال کا ذکر ہے، امام ابن ماجہ اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے فرمایا ''جب الحزن'' سے اللہ کی پناہ مانگا کرو، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! جب الحزن سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ جہنم کی ایک وادی ہے جس سے خود جہنم بھی روزانہ چار سو مرتبہ اللہ کی پناہ مانگتی ہے، کسی نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! اس میں کون لوگ داخل ہوں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اسے ان قراء کے لیے تیار کیا گیا ہے جو اپنے اعمال میں ریاکاری کرتے ہیں' اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک قراء میں سب سے زیادہ مبغوض وہ آدمی ہے جو ظالم امراء کے پاس جاتا ہے۔ ❻ یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، ابن ابی الدنیا

---

❶ مسند احمد: ٣/ ٣٢٤.
❷ ابن ماجه، الزهد: ٣٨.
❸ صحيح مسلم، الجنة: ٢٩.
❹ ابو داود، السنة: ٢٢.
❺ مسند احمد: ٣/ ٧٥.
❻ ترمذى، الزهد: ٤٨.

نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم میں ستر ہزار وادیاں ہیں، ہر وادی میں ستر ہزار گھاٹیاں ہیں، ہر گھاٹی میں ستر ہزار بل ہیں اور ہر بل میں ایک سانپ ہے، یہ سانپ اہل جہنم کے چہروں کو کھائے گا۔ امام بخاری رحمہ اللہ کی تاریخ میں بھی یہ مضمون قدرے تفصیل کے ساتھ آیا ہے۔ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک بہت بڑی چٹان جہنم کے دہانے سے لڑھکائی جائے اور وہ اس میں ستر سال تک لڑھکتی رہے تب بھی اس کی جڑ تک نہ پہنچ سکے گی۔ ❶ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ فرمایا کرتے تھے جہنم کا ذکر کثرت سے کیا کرو، کیونکہ اس کی گرمی شدید ہے، اس کی گہرائی بہت دور ہے، اور اس کے گرز لوہے کے ہیں۔

امام مسلم رحمہ اللہ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم لوگ نبی علیہ السلام کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم نے ایک دھماکے کی آواز سنی، نبی علیہ السلام نے پوچھا کیا تم جانتے ہو کہ یہ آواز کیسی ہے؟ ہم نے عرض کیا کہ اللہ اور اس کے رسول ہی زیادہ جانتے ہیں، نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ ایک پتھر ہے جسے اللہ نے ستر سال قبل جہنم میں لڑھکا دیا تھا، اب جا کر وہ اس کی جڑ میں پہنچا ہے۔ ❷ یہ مضمون طبرانی نے بھی نقل کیا ہے، امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ نبی علیہ السلام نے کسی کھوپڑی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ اگر اتنا سا پتھر آسمان سے زمین کی طرف پھینکا جائے ''جو کہ پانچ سو سال کی مسافت بنتی ہے'' تو وہ رات ہونے سے پہلے زمین پر پہنچ جائے اور اگر اسے زنجیر کے سرے سے (جہنم میں) پھینکا جائے تو وہ اس کی تہہ میں پہنچنے سے پہلے چالیس سال تک دن رات لڑھکتا رہے۔ ❸

امام احمد، ابو یعلی اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر جہنم کا ایک گرز زمین پر رکھ دیا جائے اور اسے اٹھانے کے لیے سارے جن وانس اکٹھے ہو جائیں تو اسے محض ہلا بھی نہیں سکیں گے۔ ❹ اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر جہنم کا ایک گرز بھی کسی پہاڑ پر مار دیا جائے تو اسے ریزہ ریزہ کر دے۔ ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر جہنم کا ایک پتھر دنیا کے پہاڑوں پر رکھ دیا جائے تو وہ سب پگھل جائیں اور اہل جہنم میں سے ہر شخص کے ساتھ ایک ایک پتھر اور شیطان ہوگا، امام حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ زمینوں کی تعداد سات ہے اور ہر زمین کا اگلی زمین سے پانچ سو سال کا فاصلہ ہے اور اس میں سے جو زمین سب سے اوپر ہے، وہ ایک مچھلی کی پشت پر قائم ہے جس کے دونوں پہلو آسمان میں ہیں' اور وہ مچھلی ایک بڑی چٹان پر ہے، اور وہ چٹان ایک فرشتے کے ہاتھ میں ہے، دوسری زمین ہوا کا قید خانہ ہے، جب اللہ تعالیٰ نے قوم عاد کو ہلاک کرنے کا حکم دیا تھا تو اس کے نگران فرشتے کو ان پر تباہ کن ہوا بھیجنے کا حکم دے دیا تھا، اس وقت نگران نے پوچھا تھا کہ پروردگار! ان پر بیل کے نتھنے کے برابر ہوا بھیج دوں؟ اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا اس طرح تو زمین اور اس پر رہنے والے سب ملیا میٹ ہو جائیں گے، بلکہ تم ان پر انگوٹھی کے سوراخ کے بقدر ہوا بھیج دو، یہ وہ ہوا تھی جس کا تذکرہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اس طرح کیا ہے کہ ''وہ ہوا جس چیز پر بھی گزرتی تھی، اسے راکھ بنا دیتی تھی۔'' ❺ تیسری زمین میں جہنم کے پتھر ہیں، چوتھی میں جہنم کا سرخ سونا

---

❶ ترمذی، جهنم: ٢. ❷ صحيح مسلم، الجنة: ٣١.

❸ مسند احمد: ٢/ ١٩٧. ❹ مسند احمد: ٣/ ٢٩.

❺ الذاريات: ٤٢.

ہے، لوگوں نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا جہنم میں بھی سرخ سونا ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، اس میں سرخ سونے کی کئی وادیاں ہیں، اگر اس میں بڑے مضبوط پہاڑ چھوڑ دیئے جائیں تو وہ بھی بہہ جائیں، پانچویں میں جہنم کے سانپ ہیں، ان کے منہ وادیوں جیسے ہیں، وہ کافر کو ایک مرتبہ ڈسیں گے تو ان کی ہڈی پر کوئی بوٹی نہ رہے گی، چھٹی میں جہنم کے بچھو ہیں، جن میں سے ادنیٰ ترین بچھو خچر کے برابر ہوگا، وہ کافر کو ایک مرتبہ ڈنک مارے گا تو وہ جہنم کی گرمی کو بھول جائے گا اور ساتویں زمین میں ابلیس ہے جو لوہے میں اس طرح جکڑا ہوا ہے کہ اس کا ایک ہاتھ آگے ہے اور ایک ہاتھ پیچھے، جب اللہ تعالیٰ اسے اپنے کسی بندے کے لیے چھوڑنا چاہتا ہے تو چھوڑ دیتا ہے۔

جہنم کے سانپوں اور بچھوؤں کے حوالے سے تقریباً یہی الفاظ امام احمد، طبرانی، ابن حبان اور حاکم نے بھی نقل کیے ہیں، امام ترمذی رحمہ اللہ وغیرہ کی روایت میں اہل جہنم کو پلائے جانے والے پانی کے متعلق کہا گیا ہے کہ وہ زیتون کے تلچھٹ کی طرح ہوگا، جب وہ اسے پینے کے لیے اپنے چہرے کے قریب کرے گا تو اس کے چہرے کی کھال اتر کر اسی پانی میں گر پڑے گی۔ ❶

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کھولتا ہوا گرم پانی اہل جہنم کے سروں پر انڈیلا جائے گا، جو جسم میں سرایت کرتے ہوئے پیٹ تک جا پہنچے گا اور پیٹ میں جو کچھ ہوگا سب نکال باہر پھینکے گا اور پھر پاؤں سے ہوتا ہوا باہر نکل آئے گا، کچھ عرصے بعد وہ جہنمی پھر ٹھیک ہو جائے گا۔ ❷ امام احمد اور حاکم نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اگر غساق کا ایک ڈول بھی دنیا میں بہا دیا جائے تو ساری دنیا والوں کو بدبودار کر دے۔ ❸ ''غساق'' کے معنی میں مختلف اقوال بیان کیے گئے ہیں، چنانچہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جو کافر کے جسم سے بہے گی، بعض حضرات اس سے ''پیپ'' مراد لیتے ہیں، کعب کہتے ہیں کہ یہ جہنم کا ایک چشمہ ہے جس میں ہر زہریلی چیز مثلاً سانپ اور بچھو وغیرہ کا زہر جمع ہوگا، جہنمی جب پانی مانگے گا تو اسے لا کر اس چشمے میں ایک غوطہ دلایا جائے گا، جب وہ باہر نکلے گا تو اس کی کھال اور ہڈیوں سے گوشت سب جھڑ چکا ہوگا، اور وہ کھال اور اس کا گوشت اس کی ایڑیوں اور ٹخنوں میں چپک جائے گا، جسے وہ گھسیٹے پھرے گا جیسے کوئی شخص کپڑا گھسیٹے پھرتا ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اگر ''زقوم'' کا ایک قطرہ دنیا میں ٹپکا دیا جائے تو اہل دنیا کی ساری معیشت کو تباہ و برباد کر دے، اب سوچو کہ جس آدمی کی غذا وہی ہوگی اس کا کیا حال ہوگا؟ ❹

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے آیت قرآنی ''**وطعاما ذاغصة**'' کی تفسیر میں صحیح سند سے ثابت ہے کہ اس سے مراد کانٹا ہے جو حلق میں جا کر پھنس جائے گا جسے وہ نگل سکے گا اور نہ اگل سکے گا، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کافر کے دونوں کندھوں کے درمیان تیز رفتار سوار کے حساب سے تین دن کی مسافت ہوگی۔ ❺ امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ کافر کی ایک ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر اور اس کی ایک ران بیضاء نامی پہاڑ کے برابر ہوگی، اور جہنم میں اس کے بیٹھنے کی جگہ اتنی بڑی ہوگی جیسے قدید اور مکہ مکرمہ کا درمیانی فاصلہ ہے (جو تین دن کی مدت میں طے ہوتا ہے) اور اس کی کھال کی موٹائی ''جبار کے گزوں''

---

❶ ترمذی، جهنم ٤. ❷ ایضاً ❸ ایضاً

❹ ترمذی، جهنم: ٤ ❺ صحيح بخاری، الرقاق: ٥١.

کے حساب سے بیالیس گز ہوگی۔ ❶ یہ یمن کی ایک حکومت تھی جس کا گز مشہور تھا جیسا کہ ابن حبان کی رائے ہے اور بعض حضرات اسے عجم کے کسی ملک اور حکومت کا نام قرار دیتے ہیں، یہ مضمون دیگر محدثین نے بھی نقل کیا ہے۔ امام احمد، طبرانی اور ترمذی نے فضیل بن یزید سے نقل کیا ہے کہ کافر کی زبان ایک دو فرسخ تک زمین پر گھسٹتی چلی جائے گی اور لوگ اسے اپنے پاؤں تلے روندتے ہوں گے۔ ❷ ایک روایت میں آتا ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا اہل جہنم کا جسم بڑھا دیا جائے گا، حتیٰ کہ ان کے کانوں کی لو سے کندھے تک کی درمیانی مسافت سات سو سال پر پھیلی ہوگی، اس کی کھال کی موٹائی ستر ہاتھ ہوگی، اور اس کی ڈاڑھ احد پہاڑ کے برابر ہوگی۔

امام احمد اور حاکم نے مجاہد سے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کا یہ قول نقل کیا ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تم جہنم کی وسعت جانتے ہو؟ میں نے عرض کیا نہیں، انہوں نے فرمایا ٹھیک ہے۔ بخدا ہم نہیں جانتے، کیونکہ صرف ایک جہنمی کے کان اور کندھے کے درمیان ستر سال کا فاصلہ ہوگا جس میں پیپ اور خون کی وادیاں بہہ رہی ہوں گی، میں نے عرض کیا نہریں؟ فرمایا نہیں، بلکہ وادیاں۔ ❸ امام احمد، ترمذی اور حاکم نے ”وھم فیھا کالحون“ کی تفسیر میں نبی علیہ السلام کا یہ فرمان نقل کیا ہے کہ جہنم کی آگ انہیں بھون دے گی، چنانچہ جہنمی کا اوپر والا ہونٹ ورم آلود ہو کر وسط سر تک پہنچ جائے گا، اور نچلا ہونٹ لٹک کر ناف تک پہنچ جائے گا۔ ❹ ایک صحیح حدیث میں آتا ہے کہ میری امت میں ایک آدمی ایسا بھی ہوگا کہ جس کی سفارش سے جنت میں داخل ہونے والے لوگوں کی تعداد قبیلہ ربیعہ اور مضر کی تعداد سے بھی زیادہ ہوگی، اور میری امت میں ایک آدمی ایسا بھی ہوگا جو جہنم میں اتنا بڑھ جائے گا کہ جہنم کا ایک کونا گھیر لے گا، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم میں سب سے ہلکا عذاب اس شخص کو ہوگا جس کے جوتے اور ان کے تسمے آگ کے ہوں گے، جس کی وجہ سے اس کا دماغ ہنڈیا کی طرح ابل رہا ہوگا اور وہ یہ سمجھے گا کہ اس سے زیادہ سخت عذاب کسی اور کو نہیں ہو رہا حالانکہ اسے سب سے ہلکا عذاب دیا جا رہا ہوگا۔ ❺

امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جہنم میں بعض لوگ ایسے ہوں گے کہ آگ جن کے ٹخنوں تک کو اپنی لپیٹ میں لیے ہوگی، بعض ایسے ہوں گے کہ انہیں گھٹنوں تک، بعض کو کمر بند تک اور بعض کو ہنسلی کی ہڈی تک گھیرے ہوئے ہوگی۔ ❻ امام طبرانی اور بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب اہل جہنم کو ہانک کر جہنم کی طرف لے جایا جائے گا تو انہیں آگ کی ایک لپٹ محسوس ہوگی جس کی وجہ سے ان کی ہڈیوں پر گوشت کی کوئی بوٹی نہ رہے گی بلکہ وہ اس کی ایڑیوں میں آ گرے گا۔ امام بیہقی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے یہ آیت ”**کلما نضجت جلودھم بدلنھم**“ تلاوت کر کے فرمایا کعب! میرے سامنے اس کی تفسیر بیان کرو، اگر تم نے صحیح تفسیر بیان کی تو میں تمہاری تصدیق کر دوں گا ورنہ تصحیح کر دوں گا، کعب نے عرض کیا کہ ابن آدم کی کھال جل جائے گی، پھر اسے نئی کھال عطا کی جائے گی اور روزانہ یہ کام چھ ہزار مرتبہ ہوگا۔ حضرت

---

❶ مسند احمد: ۲/ ۳۲۸.
❷ ترمذی، جھنم: ۳۔ مسند احمد: ۲/ ۹۲.
❸ مسند احمد: ۲/ ۲٦.
❹ ترمذی، جھنم: ۵.
❺ صحیح بخاری، الرقاق: ۵۱.
❻ صحیح مسلم، الجنة: ۳۳۔ مسند احمد: ۵/ ۱۰.

عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ حسن بصری رحمہ اللہ اسی آیت کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ جہنم کی آگ اہل جہنم کو روزانہ ستر ہزار مرتبہ کھائے گی، اور ہر مرتبہ انہیں پہلی حالت پر لوٹا دیا جائے گا۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جہنم میں سے قیامت کے دن ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا، جس نے دنیا میں بڑی نعمتوں کی زندگی گزاری ہوگی، اسے جہنم میں ایک چکر لگوا کر پوچھا جائے گا، اے ابن آدم! کیا تو نے کبھی کوئی خیر دیکھی ہے؟ کیا کبھی تجھ پر نعمتوں کا گزر ہوا ہے؟ وہ عرض کرے گا نہیں، بخدا! اے پروردگار! پھر اہل جنت میں سے ایک ایسے آدمی کو لایا جائے گا، جس نے دنیا میں بڑی مشقتیں برداشت کی ہوں گی، اسے جنت کا ایک چکر لگوا کر پوچھا جائے گا، اے ابن ادم! کیا تجھ پر کبھی کوئی مشقت آئی تھی؟ وہ عرض کرے گا نہیں، بخدا اے پروردگار! مجھ پر کبھی کوئی تنگی نہیں آئی اور میں نے کبھی کوئی سختی نہیں دیکھی۔ ❶ امام ابن ماجہ رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جہنم کو رونے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا، وہ اتنا روئیں گے کہ ان کے آنسو ختم ہو جائیں گے، پھر وہ خون کے آنسو روئیں گے، حتیٰ کہ ان کے چہروں پر گڑھے پڑ جائیں گے کہ اگر ان میں کشتیاں چلائی جائیں تو وہ بھی چل پڑیں۔ ❷ امام ابویعلی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اے لوگو! رولو، اگر رو نہ سکو تو بتکلف رونے کی کوشش کرو، کیونکہ جہنمی جہنم میں روئیں گے حتیٰ کہ ان کے آنسو ان کے رخساروں پر نالیوں کی طرح بہنے لگیں گے اور جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو وہ خون کے آنسو روئیں گے جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں چھل جائیں گی۔

امر رابع: جنت، اس کی نعمتوں اور متعلقات کا بیان

امام طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کی مہک ایک ہزار سال کی مسافت سے محسوس کی جا سکتی ہے، لیکن یہ مہک والدین کا کوئی نافرمان اور کوئی قطع رحمی کرنے والا محسوس نہ کر سکے گا، ابن ابی الدنیا اور بیہقی وغیرہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ انہوں نے نبی علیہ السلام سے اس آیت ''یوم نحشر المتقین الی الرحمن وفدا'' کی تفسیر کے متعلق پوچھا کہ یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! ''وفد'' کا لفظ تو سوار لوگوں پر بولا جاتا ہے (تو کیا متقیوں کو سوار ہونے کی حالت میں اللہ کی بارگاہ میں جمع کیا جائے گا؟) نبی علیہ السلام نے فرمایا اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، متقی لوگ جب اپنی قبروں سے باہر نکلیں گے تو انہیں اپنے سامنے سفید رنگ کی اونٹنیاں ملیں گی جن کے پر لگے ہوں گے، ان پر سونے کے کجاوے ہوں گے، ان کے نعلوں کے تسمے چمکتے ہوئے نور کے ہوں گے، اس کا ہر قدم تا حد نگاہ پڑتا ہوگا، اور وہ اونٹنی جنت کے دروازے پر پہنچ کر رک جائے گی، اس کا ایک حلقہ سونے کی پلیٹوں پر سرخ یاقوت کا بنا ہوا ہوگا، اور جنت کے دروازے پر ایک درخت ہوگا جس کی جڑ سے دو چشمے جاری ہوں گے، جنتی جب ان میں سے ایک چشمے کا پانی پئیں گے تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی تروتازگی آجائے گی اور جب دوسرے چشمے سے وضو کریں گے تو کبھی پراگندہ بال نہ ہوں گے۔

پھر وہ بابِ جنت کا حلقہ بجائیں گے اے علی! کاش، تم نے اس کی آواز سنی ہوتی، یہ آواز سن کر ہر حور کو معلوم ہو جائے گا کہ اس کا شوہر آپہنچا ہے، وہ جلدی سے داروغہ کو بھیجے گی تا کہ وہ اس کے لیے دروازہ کھول دے، اگر اللہ تعالیٰ نے اس جنتی کو

❶ صحیح مسلم، المنافقین: ۵۵. ❷ ابن ماجه، الزهد: ۳۸.

اپنی ذات کی معرفت نہ عطا فرمائی ہوتی تو وہ اس کا نور اور رونق دیکھ کر سجدے میں گر پڑتا، وہ داروغہ اس کے پاس پہنچ کر کہے گا کہ میں آپ کا محافظ ہوں، آپ کے تمام معاملات بجالانا میری ذمہ داری ہے، چنانچہ وہ جنتی اس کے پیچھے چلتا ہوا اپنی بیوی کے پاس پہنچ جائے گا، وہ جلدی سے اپنے خیمے سے باہر نکلے گی اور اس سے معانقہ کر کے کہے گی کہ تم میرے محبوب ہو اور میں تمہاری محبوبہ ہوں، میں ہمیشہ راضی رہوں گی اور کبھی ناراض نہ ہوں گی، میں ناز و نعمت میں رہنے والی ہوں لہٰذا کبھی تنگ نہ ہوں گی اور میں ہمیشہ رہنے والی ہوں لہٰذا کبھی نہ مروں گی، پھر وہ اپنے کمرے میں داخل ہوگا، اس کی بنیاد سے لے کر چھت تک ایک لاکھ گز کا فاصلہ ہوگا، اس کی تعمیر لولو اور یاقوت سے ہوئی ہوگی جن میں سے بعض سرخ، بعض زرد اور بعض سبز ہوں گے اور ان میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے ہم شکل نہ ہوگا، پھر وہ اپنے تخت پر پہنچے گا، اس پر ستر بستر ہوں گے، ہر بستر پر ستر بیویاں ہوں گی اور ہر بیوی کے جسم پر قیمتی ریشمی جوڑے ہوں گے لیکن اس کے باوجود ان کے پاؤں کی پنڈلی کا گودا تک اسے نظر آرہا ہوگا، وہ ان سب سے ایک رات کی مقدار میں ہم بستری کر سکے گا، ان کے نیچے صاف ستھری نہریں بہتی ہوں گی، جن میں سے پانی کی ایک نہر ہوگی، وہ پانی بالکل صاف ہوگا، اس میں کوئی گدلا پن نہ ہوگا، کچھ نہریں دودھ کی ہوں گی جن کا ذائقہ کبھی نہ بدلے گا اور نہ وہ دودھ جانوروں کے پیٹ سے حاصل کیا گیا ہوگا، اور کچھ نہریں شہد کی ہوں گی، وہ خالص شہد ہوگا، جو شہد کی مکھیوں سے حاصل نہ ہوا ہوگا، اور کچھ نہریں ایسی شراب کی ہوں گی، جو پینے والوں کے لیے باعث لذت ہوں گی، لیکن اس شراب کو لوگوں کے پاؤں سے کشید نہ کیا گیا ہوگا، جب انہیں کھانے کی خواہش ہوگی تو سفید رنگ کا پرندہ اڑتا ہوا آئے گا اور اپنے پر اوپر اٹھالے گا، وہ اس کے جسم کا جو حصہ کھانا چاہیں گے، کھائیں گے اور اس کے بعد وہ پرندہ پھر اڑ جائے گا، جنت میں لٹکے ہوئی شاخوں پر پھل ہوں گے، جب انہیں اس کی خواہش ہوگی تو وہ ٹہنی ان کی طرف جھک آئے گی، وہ جو پھل چاہیں گے، کھائیں گے، خواہ کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر یا ٹیک لگا کر۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ دونوں نفخوں (صور پھونکنے) کے درمیان چالیس سال کا وقفہ ہوگا، پھر آسمان سے پانی برسے گا اور وہ لوگ سبزی کی طرح اگ آئیں گے، انسان کے جسم کا کوئی حصہ ایسا نہیں ہے جو بوسیدہ نہ ہو چکا ہوگا، سوائے ریڑھ کی ہڈی کے، اسی سے قیامت کے دن مخلوق کو دوبارہ جوڑ کر کھڑا کر دیا جائے گا۔ [1] امام ابوداؤد اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میت کو انہی کپڑوں میں اٹھایا جائے گا جن میں وہ مرا ہوگا، حافظ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے جس لغت دان سے بھی اس حدیث کا معنی پوچھا تو اس نے کپڑوں کی تشریح اعمال سے کی۔ امام ہروی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ جن لوگوں نے اس سے کفن مراد لیا ہے، ان کا قول معتبر نہیں ہے کیونکہ میت کو کفن اس کے مرنے کے بعد پہنایا جاتا ہے، امام ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اپنے رب سے ڈرنے والوں کو جنت کی طرف گروہ در گروہ لے جایا جائے گا، جب وہ اس کے ایک دروازے پر پہنچیں گے تو وہاں انہیں ایک درخت نظر آئے گا جس کی جڑ سے دو چشمے جاری ہوں گے، ایک چشمے کے پاس سے گزرتے ہوئے وہ اس کا پانی پئیں گے تو ان کے پیٹوں میں جو گندگی اور تکلیف دہ چیزیں ہوں گی سب ختم ہو جائیں گی، پھر

---

[1] صحيح مسلم، الفتن: ١٤١.

دوسرے چشمے سے وضو کریں گے تو ان کے چہروں پر نعمتوں کی تروتازگی دوڑنے لگے گی اور اس کے بعد کبھی ان کی کھال میں تبدیلی ہوگی اور نہ ان کے بال پراگندہ ہوں گے، یوں محسوس ہوگا جیسے ان پر تیل لگا ہوا ہو، پھر وہ جنت کے داروغوں کے پاس پہنچیں گے، وہ انہیں سلام کریں گے اور جنت میں داخل ہونے کی اجازت و بشارت دیں گے، پھر ان کے پاس چھوٹے چھوٹے بچے آئیں گے اور یوں گھومتے پھریں گے جیسے گرمجوش دوست کے آنے پر دنیا میں بچے گھومتے پھرتے ہیں اور کہتے ہوں گے کہ آپ کو خوشخبری ہو ان چیزوں کی جو اللہ نے آپ کے اعزاز میں تیار کر رکھی ہیں۔

پھر ان میں سے ایک بچہ حورعین میں سے اس کی بیوی کی طرف جائے گا اور اس کا نام لے کر کہے گا کہ فلاں آدمی آ گیا ہے، اس کی بیوی بچے سے پوچھے گی کہ کیا تم نے انہیں دیکھا ہے، وہ کہے گا جی ہاں! اور وہ میرے پیچھے چلے آ رہے ہیں، اس کے بعد راوی نے مذکورہ حدیث سے ملتے جلتے الفاظ ذکر کیے ہیں، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ میری امت کے ستر ہزار ایسے آدمی ضرور جنت میں داخل ہوں گے جنہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ پکڑے ہوں گے اور ان کا پہلا ساتھی اس وقت تک جنت میں داخل نہ ہوگا جب تک کہ آخری ساتھی بھی داخل نہ ہو جائے اور ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے۔ ❶ شیخین ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جو گروہ جنت میں سب سے پہلے داخل ہوگا، ان کے چہرے چودھویں رات کے چاند کی طرح ہوں گے، اور ان کے بعد جو لوگ جنت میں داخل ہوں گے، وہ آسمان کے سب سے زیادہ روشن ستارے کی طرح ہوں گے، وہ پیشاب پائخانہ کریں گے، نہ ہی ناک صاف کریں گے اور نہ تھوک پھینکیں گے، ان کی کنگھیاں سونے کی ہوں گی، ان کی خوشبو مشک ہوگی، اور آسمان میں ساٹھ گز ان کا قد ہوگا۔ ❷ شیخین ہی کی ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ ان میں سے ہر ایک کی دو بیویاں ہوں گی، ان کی پنڈلیوں کا گودا گوشت کے پیچھے سے نظر آ رہا ہوگا، ان کے درمیان کوئی اختلاف ہوگا اور نہ ہی کوئی بغض، ان سب کے دل ایک جیسے ہوں گے اور وہ صبح و شام اللہ کی تسبیح بیان کرتے ہوں گے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنتی جنت میں داخل ہوں گے تو ان کے جسم بالوں سے خالی ہوں گے، وہ بے ریش ہوں گے، ان کے چہروں کا رنگ سفید ہوگا، ان کے بال گھنگریالے ہوں گے، ان کی آنکھیں سرگیں ہوں گی، ان کی عمر تینتیس برس کی ہوگی، اور وہ سب حضرت آدم علیہ السلام کی صورت پر ہوں گے، ساٹھ گز لمبا ان کا قد ہوگا، اور نو گز چوڑائی ہوگی۔ ❸ اہل جنت کی عمر ۳۳ برس ہونے کا تذکرہ بیہقی کی ایک روایت میں بھی آتا ہے۔ امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے پوچھا کہ پروردگار! سب سے ادنیٰ مرتبے کا جنتی کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ ایک آدمی ہوگا جو جنت میں اہل جنت کے داخل ہونے کے بعد آئے گا، اس سے کہا جائے گا کہ جنت میں داخل ہو جا، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! اب یہ کیسے ہوگا جبکہ سب لوگ اپنے ٹھکانوں میں پہنچ چکے اور اپنے اپنے انعامات وصول کر چکے؟

---

❶ صحيح بخاري، الرقاق: ٥٠۔ صحيح مسلم، الايمان: ٣٧٣.

❷ صحيح بخاري، بدء الخلق: ٧۔ صحيح مسلم، الجنة: ١٥.

❸ ترمذي، الجنة: ٨۔ مسند احمد: ٢/ ٢٩٥.

اس سے کہا جائے گا کہ کیا تو اس بات پر راضی ہے کہ تجھے دنیا کے بادشاہوں میں سے ایک بادشاہ کی سلطنت کے برابر مل جائے؟ وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! میں راضی ہوں، اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ تجھے یہ اور اس سے دس گناہ زیادہ دیا جاتا ہے، اور وہ بھی جس کی خواہش تیرے دل میں پیدا ہو اور تیری آنکھیں ٹھنڈی ہوں، حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پوچھا کہ پھران میں سب سے اعلیٰ مرتبے والا کون ہوگا؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ وہ لوگ ہوں گے جن کے اعزاز کے لیے میں نے اپنے دست قدرت سے پودے لگائے اور ان پر مہر لگادی، سو انہیں کسی آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا اور نہ ہی کسی انسانی دل میں ان کا خیال بھی آیا۔ ❶

امام احمد رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں سب سے ادنیٰ مرتبے کا آدمی اپنی حکومت ایک ہزار سال کی مسافت پر پھیلی ہوئی دیکھے گا اور اسے دور کی جگہ بھی قریب کی طرح نظر آئے گی اور وہ اپنی سب بیویوں اور خادموں کو دیکھتا ہوگا۔ ❷ امام بیہقی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جنت میں سب سے افضل مرتبے والا آدمی وہ ہوگا جو روزانہ اللہ تعالیٰ کا دیدار دو مرتبہ کرے گا۔ امام ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں سب سے ادنیٰ درجے کا آدمی وہ ہوگا جس کے نوکروں کی تعداد اسی ہزار ہوگی، اس کی بہتر بیویاں ہوں گی، اور اس کے لیے لؤلؤ، زبرجد اور یاقوت کا ایک خیمہ قائم کیا جائے گا، جو جابیہ اور صنعاء کے درمیانی فاصلے جتنا بڑا ہوگا۔ ❸ ابن ابی الدنیا اور طبرانی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ تمام اہل جنت میں سب سے نچلے درجے کا آدمی وہ ہوگا جس کے سرہانے دس ہزار خادم کھڑے ہوں گے، ہر خادم کے ہاتھ میں دو پلیٹیں ہوں گی، جن میں سے ایک چاندی کی ہوگی اور دوسری سونے کی، ان میں سے ہر ایک میں ایسا رنگ ہوگا جو دوسری میں نہ ہوگا، وہ اس کے آخری حصے میں سے بھی پہلے حصے کی طرح کھائے گا، اور آخری حصے میں بھی پہلے حصے جیسی لذت اور خوشبو پائے گا، پھر اسے خالص مشک کی مہک جیسی ڈکار آئے گی (اور کھانا ہضم ہو جائے گا) یہ لوگ پیشاب پائخانہ کریں گے اور نہ ہی ناک صاف کریں گے، سب آپس میں بھائی بھائی اور تختوں پر آمنے سامنے بیٹھے ہوں گے۔

حافظ منذری رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ بعض احادیث میں ادنیٰ درجے کے جنتی کے لیے اسی ہزار خادموں کا، بعض میں دس ہزار کا اور بعض میں صبح وشام پندرہ پندرہ ہزار خادموں کا جو تذکرہ آتا ہے تو اس میں کوئی تعارض نہیں ہے، صاحب کتاب کہتے ہیں کہ ''ادنیٰ'' کے بھی مختلف درجات ہوتے ہیں، ہر وہ شخص جو اپنی قوم یا امت کی طرف نسبت کر کے ادنیٰ ہو، اس کی صفات دوسرے سے مختلف ہوسکتی ہیں' اس طرح اس موضوع کی مختلف روایات میں تطبیق دی جاسکتی ہے، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جنت اپنے سے اوپر بالا خانوں میں رہنے والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے مشرق اور مغرب کے افق میں روشن ستارے کو دیکھتے ہیں، کیونکہ ان کے درجات آپس میں کم وبیش ہوں گے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے پوچھا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا یہ مراتب انبیاء کرام علیہم السلام کے ہوں گے جن کے علاوہ کوئی انہیں حاصل نہ کر سکے گا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا کیوں نہیں، اس ذات کی قسم جس کے دست قدرت میں میری جان ہے، یہ درجات وہ لوگ بھی حاصل کر سکتے ہیں جو اللہ پر ایمان لائیں اور پیغمبروں کی تصدیق کریں۔ ❹ اسی طرح

---

❶ صحیح مسلم، الایمان: ۳۱۲۔ ❷ مسند احمد: ۲/ ۱۳۔
❸ مسند احمد: ۳/ ۷۶۔ ❹ مسند احمد: ۲/ ۳۳۵۔

یہ روایت بھی صحیح سند سے ثابت ہے کہ جنت میں ایک بالا خانہ ایسا بھی ہے جس کا ظاہر اندر سے اور باطن باہر سے دکھائی دیتا ہے، اللہ نے یہ بالا خانہ اس شخص کے لیے تیار کر رکھا ہے جو کھانا کھلائے، سلام پھیلائے اور رات کو جب لوگ سو رہے ہوں تو نماز پڑھے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں، جو اللہ تعالیٰ نے جہاد فی سبیل اللہ کرنے والوں کے لیے تیار کر رکھے ہیں اور ہر دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان جتنا فاصلہ ہے۔ ❶ امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں سو درجے ہیں، اور ہر دو درجوں کے درمیان سو سال کا فاصلہ ہے۔ ❷ امام طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ ہم نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! ہمیں جنت کے متعلق بتایئے کہ اس کی تعمیر کس چیز سے ہوئی ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا اس کی ایک اینٹ سونے کی ہے اور ایک اینٹ چاندی کی، اس کا گارا مشک ہے، اس کے کنکر موتی اور یاقوت ہیں، اور اس کی مٹی زعفران ہے، جو شخص جنت میں داخل ہو جائے گا، وہ ہمیشہ نعمتوں میں رہے گا، کبھی تنگ نہ ہوگا، وہاں ہمیشہ رہے گا، اور کبھی نہ مرے گا، اس کے کپڑے پرانے ہوں گے اور نہ ہی اس کی جوانی کبھی فنا ہوگی۔ امام طبرانی نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت عدن کو اپنے دست قدرت سے پیدا کیا ہے، اس میں پھل لٹکائے اور نہریں بہائی ہیں، پھر اللہ تعالیٰ نے اس کی طرف دیکھ کر فرمایا بول! اس پر جنت نے کہا کہ مومنین کامیاب ہو گئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا میری عزت اور میرے جلال کی قسم! تجھ میں میرا کوئی پڑوسی بخیل نہ ہوگا، ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کی زمین سفید ہے، اس کا صحن کافور کے پتھر ہیں اور اس کا احاطہ ریت کے ٹیلوں کی طرح مشک نے کر رکھا ہے۔ اس میں صاف ستھری نہریں ہیں، اس میں پہلے اور پچھلے سب اہل جنت جمع ہوں گے اور ایک دوسرے کا تعارف حاصل کریں گے، پھر اللہ تعالیٰ ان پر رحمت کی ہوائیں چلائے گا جن سے مشک کی مہک آئے گی، اس کے بعد جنتی جب اپنی بیوی کے پاس جائے گا تو اس کے حسن اور مہک میں مزید اضافہ ہو چکا ہوگا، اور وہ اس سے کہے گی کہ جب تم میرے پاس سے نکل کر گئے تھے تب ہی تم مجھے بہت اچھے لگتے تھے، اب اور بھی زیادہ اچھے لگنے لگے ہو۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند جید سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جس طرح دنیا میں تمہارے جانوروں کے لوٹنے کی جگہ ہوتی ہے، جنت میں بھی ایسی ہی جگہ ہوگی جو مشک سے بنی ہوگی، شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں مومن کا ایک خیمہ ہوگا جو صرف ایک جوف دار موتی سے بنا ہوگا، اس کی لمبائی آسمان میں ساٹھ میل پر پھیلی ہوگی، اس مومن کے اس خیمے میں اہل خانہ بھی ہوں گے، وہ ان کے پاس "چکر" بھی لگائے گا، لیکن کوئی دوسرے کو نہ دیکھ سکے گا۔ ❸ اور ایک روایت میں چوڑائی بھی ساٹھ میل بیان کی گئی ہے۔ ابن ابی الدنیا اور بیہقی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے موقوعاً نقل کیا ہے کہ جنت میں ایک خیمہ جوف دار موتی کا بنا ہوگا اس کی لمبائی اور چوڑائی ایک ایک فرسخ کے برابر ہوگی اور اس کے سونے سے بنے ہوئے چار ہزار کواڑ ہوں گے

---

❶ صحيح بخاري، الجهاد: ٤.
❷ ترمذي، الجنة: ٤.
❸ ترمذي، الجنة: ٣.

اور ایک روایت میں ہے کہ ہر دروازے سے ایک فرشتہ اللہ کی بارگاہ سے اس کے لیے ہدیہ لے کر آئے گا۔

امام ترمذی رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ "کوثر" جنت کی ایک نہر کا نام ہے جس کے دونوں کنارے سونے کے ہیں اور وہ نہر موتیوں اور یاقوت پر بہتی ہے، اس کی مٹی مشک سے زیادہ مہکتی ہے، اس کا پانی شہد سے زیادہ میٹھا اور اولوں سے زیادہ سفید ہے۔ [1] امام ترمذی رحمہ اللہ ہی نے اس میں یہ اضافہ بھی نقل کیا ہے کہ اس میں جو پرندے ہوں گے ان کی گردنیں بختی اونٹوں کی گردنوں جیسی ہوں گی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا وہ تو بڑے تروتازہ ہوں گے، نبی علیہ السلام نے فرمایا انہیں کھانے والے ان سے بھی زیادہ تروتازہ یا نازونعم میں ہوں گے، امام ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کی نہریں مشک کے پہاڑوں کے نیچے سے نکلتی ہیں، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے جنت کی زمین کو آئینے سے تشبیہ دی ہے، امام احمد اور ترمذی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک سمندر پانی کا ہے، ایک سمندر شہد کا ہے، اور ایک سمندر شراب کا ہے، پھر اس میں سے نہریں نکالی گئی ہیں۔ [2] ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شاید تم یہ سمجھتے ہو کہ جنت کی نہریں زمین میں گڑھے ہوں گے، نہیں بخدا وہ سطح زمین پر بہتی ہوں گی اس کے ایک کنارے پر موتی اور دوسرے پر یاقوت ہوں گے، اور اس کی مٹی خالص مشک کی ہے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے، سوار جس کے سائے میں سو سال بھی چلتا رہے تو اس کا سایہ ختم نہ ہو، اگر تم چاہو تو (سورۂ واقعہ کی آیت نمبر ۳۰) پڑھ لے "لمبے لمبے سایوں میں" [3] اور ایک دوسری روایت میں تیز رفتار گھوڑے پر تیز رفتار سوار کا ذکر ہے۔ طبرانی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ شجر طوبی کی جڑ اخروٹ کے درخت کی جڑ سے مشابہہ ہے، جو ایک ہی پنڈلی پر کھڑا ہوتا ہے پھر وہ اوپر سے پھیلتا ہے، اور اس کی جڑ اتنی بڑی ہے کہ اگر پوری عمر کا جوان اونٹ سفر کرے تو وہ اسے قطع نہ کر سکے گا اور بڑھاپے کی وجہ سے اس کی ہنسلی کی ہڈی ٹوٹ جائے گی اور اس کے انگوروں کا ایک گچھا اتنا بڑا ہوگا کہ ایک مہینے تک چتکبرا کوا اس پر اڑتا رہے، درمیان میں رکے، نہ گرے اور نہ مڑے، اور اس کا ایک دانہ اتنا بڑا ہوگا، جیسے بڑا ڈول ہوتا ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ یہ روایت مروی ہے کہ جنت کے درختوں کی شاخیں سبز زمرد کی ہوں گی، اور ان جڑیں سرخ سونے کی ہوں گی، ان کی شاخوں سے ان کا لباس تیار کیا جائے گا، اور ان کے پھل مٹکوں اور ڈولوں کے برابر ہوں گے، جو دودھ سے زیادہ سفید، شہد سے زیادہ شیریں اور مکھن سے زائد ملائم ہوں گے اور ان میں کوئی گٹھلی نہ ہوگی، یہ روایت بھی سند صحیح سے ثابت ہے کہ ایک جنتی آدمی کو کھانے پینے اور ہم بستری کرنے میں سو آدمیوں کے برابر قوت عطا کی جائے گی، ان کی قضاء حاجت پسینے کی شکل میں ہوگی جو ان کے جسم سے نکلے گا اور اس کی مہک مشک جیسی ہوگی اور بس ان کا پیٹ ہلکا ہو جائے گا۔

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جنت میں سے کوئی آدمی جب کسی پرندے کو کھانے کی خواہش کرے گا تو اسی وقت وہ پرندہ اس کے سامنے پکا پکایا آ جائے گا، ایک اور روایت میں ہے کہ اسے پکانے کے لیے کوئی آگ اور دھواں نہ

---

[1] ترمذی، تفسیر سورۂ ۱۰۸، باب: ۳. [2] مسند احمد: ۵/۵.

[3] صحیح بخاری، بدء الخلق: ۸.

ہوگا، وہ جنتی اسے کھائے گا اور جب سیراب ہو جائے گا تو وہ پرندہ پھر سے اڑ جائے گا، ابن ابی الدنیا ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ جنت میں ایک پرندہ ہے جس کے ستر ہزار پر ہوں گے، وہ ایک آدمی کی پلیٹ میں آ جائے گا، اس کے ہر پر سے ایسی چیز گرے گی جس کا رنگ برف سے زیادہ سفید ہوگا، مکھن سے زیادہ ملائم اور شہد سے زیادہ شیریں اس کا ذائقہ ہوگا، اور ان میں سے کوئی رنگ دوسرے رنگ جیسا نہ ہوگا، اس کے بعد وہ پرندہ اڑ جائے گا، ابن ابی الدنیا ہی نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک دیہاتی آدمی کو یہ غلط فہمی ہوگئی کہ بیری کا درخت تو تکلیف دہ ہوگا، اس لیے کہ اس کے کانٹے بھی ہوں گے تو نبی علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ کیا اللہ تعالیٰ نے (سورۂ واقعہ کی آیت نمبر ۲۸ میں) یہ نہیں فرمایا ''فی سدر مخضود'' اللہ نے اس کے کانٹے جدا کر دیئے ہیں اور کانٹوں کی جگہ بھی پھل لگا دیئے ہیں اور اس کے پھلوں میں بہتر قسم کے ذائقے رکھے ہیں جن میں سے کوئی ایک بھی دوسرے سے نہیں ملتا۔

امام طبرانی رحمہ اللہ نے سند حسن سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ہر جنتی کو حور عین میں سے دو بیویاں ملیں گی، ہر بیوی کے جسم پر ستر ریشمی قیمتی جوڑے ہوں گے اس کے باوجود اس کے گوشت اور جوڑوں کے پیچھے اس کی پنڈلیوں کا گودا اس طرح نظر آ رہا ہوگا جیسے سرخ شراب سفید شیشے میں نظر آتی ہے۔ امام بیہقی رحمہ اللہ نے سند صحیح سے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جنت میں سے ایک آدمی پانچ سو حوروں، چار ہزار کنواری لڑکیوں اور آٹھ ہزار ثیبہ عورتوں سے شادی کرے گا اور ان میں سے ہر ایک سے اپنی دنیوی زندگی کی عمر کے برابر عرصے تک معانقہ کرے گا، امام ابو یعلی اور بیہقی رحمہما اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اس ذات کی قسم جس نے مجھے حق کے ساتھ بھیجا ہے، تم دنیا میں اپنی بیویوں اور رہائش گاہوں کو اتنا نہیں پہچانتے جتنا جنتی اپنی بیویوں اور رہائش گاہوں کو پہچانتے ہوں گے، ان میں سے ایک آدمی اپنی بہتر بیویوں کے پاس جائے گا جنہیں اللہ تعالیٰ نے خاص جنت میں پیدا کیا ہوگا اور اس کی دو بیویاں اولاد آدم میں سے ہوں گی جو دنیا میں اپنی عبادت گزاری کی وجہ سے ان بہتر بیویوں سے افضل ہوں گی، وہ ان دونوں بیویوں میں سے ایک کے پاس جائے گا، وہ کمرہ یاقوت کا بنا ہوگا، اس کا تخت سونے کا ہوگا، جس کے پائے موتیوں کے ہوں گے، اس پر سندس اور استبرق کی ستر قسمیں ہوں گی، پھر وہ اپنی بیوی کے کندھے پر ہاتھ رکھے گا تو اس کے کپڑوں، کھال اور گوشت کے پیچھے سے اس کے سینے میں اسے اپنا ہاتھ نظر آئے گا، اور اسے اپنی بیوی کی پنڈلی کا گودا اسی طرح نظر آئے گا جیسے تم میں سے کسی کو یاقوت کی لڑی میں دھاگہ نظر آتا ہے، اس کا جگر اس کی بیوی کے لیے آئینہ ہوگا اور اس کی بیوی کا جگر اس کے لیے آئینہ ہوگا، اس دوران نہ وہ اس سے اکتائے گا اور نہ وہ اس سے اکتائے گی اور وہ جب بھی اس کے پاس آئے گا اسے کنواری دوشیزہ ہی پائے گا، اسی دوران ایک غیبی آواز کے ذریعے اسے بتایا جائے گا کہ تیری اس کے علاوہ اور بیویاں بھی ہیں، چنانچہ وہ وہاں سے نکلے گا اور ہر ایک کے پاس یکے بعد دیگرے جائے گا، وہ ان میں سے جس کے پاس بھی جائے گا وہ یہی کہے گی کہ بخدا جنت میں تجھ سے زیادہ حسین یا محبوب کوئی نہیں ہے۔

صاحب کتاب کہتے ہیں کہ بیویوں کی تعداد کے حوالے سے یہ مختلف روایات جو آئی ہیں، ان میں کوئی تعارض نہیں ہے کیونکہ مذکورہ اوصاف وکمالات دو بیویوں میں ہوں گے، باقیوں میں نہیں، یا اس وجہ سے کہ پہلے نبی علیہ السلام کو تھوڑی مقدار کا علم

دیا گیا، نبی علیہ السلام نے لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیا، بعد میں زیادہ مقدار کا علم دیا گیا تو نبی علیہ السلام نے لوگوں کو اس سے آگاہ کر دیا، یہ ایسے ہی ہے جیسے جماعت کے ساتھ نماز کی فضیلت بعض روایات میں پچیس درجے زیادہ اور بعض میں ستائیس درجے زیادہ بتائی گئی ہے اور علماء نے اس کی یہی توجیہ کی ہے، امام ترمذی اور ابن حبان نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے ''وفرش مرفوعه'' کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ ان کی اتنی بلندی ہوگی جیسے آسمان اور زمین کا درمیانی فاصلہ ہے یعنی پانچ سو سال، امام طبرانی رحمہ اللہ نے حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''وحور عین'' کے متعلق بتایئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ''حور'' کا معنی ہے سفید اور ''عین'' کا معنی ہے بڑی بڑی آنکھوں والی، حور کی پلکیں گدھ کے پروں برابر ہوں گی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کا ''کانهن الیاقوت والمرجان'' کے متعلق بتایئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا وہ ایسی صاف ستھری ہوں گی جیسے سیپی میں ایسے موتی ہوتے ہیں جنہیں کسی ہاتھ نے چھوا نہ ہو، میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''فیهن خیرات حسان'' کے متعلق بتایئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کے اخلاق عمدہ ہوں گے اور ان کے چہرے خوبصورت ہوں گے (خوبصورت بھی ہوں گی اور خوب سیرت بھی ہوں گی) میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''کانهن بیض مکنون'' کے متعلق بتایئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کی نرمی انڈے کی اندرونی جھلی کی نرمی جیسی ہوگی، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد ''عربا اترابا'' کے متعلق بتایئے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا یہ وہ عورتیں ہوں گی جنہیں دنیا میں بڑھاپے کی حالت میں موت آئی تھی، اور وہ پراگندہ حال اور کھچڑی بال رہتی تھیں، اللہ تعالیٰ نے انہیں اس بڑھاپے کے بعد دوبارہ کنواریاں بنا دیا، اور ''عرب'' کا معنی ہے اپنے خاوند سے عشق و محبت کرنے والی خواتین اور ''اترابا'' کا معنی ہے ہم عمر، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا دنیا کی عورتیں افضل ہیں یا حور عین؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا دنیا کی عورتیں حور عین سے اس طرح افضل ہوں گی جیسے ظاہری لباس کو باطنی لباس پر فضیلت حاصل ہوتی ہے، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! یہ کس وجہ سے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ان کی نماز، روزے اور اللہ کی عبادت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ ان کے چہروں کو نور پہنا دے گا، اور ان کے جسموں کو ریشم، ان کے رنگ سفید، کپڑے سبز، زیورات پیلے، بخارات موتی، اور کنگھیاں سونے کی ہوں گی اور وہ کہہ رہی ہوں گی کہ ہم ہمیشہ رہیں گی، کبھی نہ مریں گی، ہم ناز و نعم میں رہنے والی ہیں کبھی تنگ نہ ہوں گی، ہم ہمیشہ مقیم رہنے والی ہیں کبھی سفر نہ کریں گی اور ہم راضی رہنے والی ہیں، کبھی ناراض نہ ہوں گی، خوشخبری ہے اسے جس کے لیے ہم ہیں اور جو ہمارے لیے ہیں، میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! بعض اوقات ہم میں سے ایک عورت دو، تین اور چار شوہروں سے یکے بعد دیگرے نکاح کرتی ہے، پھر مر کر وہ بھی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کے شوہر بھی سب جنت میں چلے جاتے ہیں تو ان میں سے اس عورت کا شوہر کون ہوگا؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ام سلمہ! اس عورت کو اختیار دیا جائے گا اور وہ عورت ان میں سے اس شوہر کو ترجیح دے گی جس کے اخلاق سب سے اچھے رہے ہوں گے، اور عرض کرے گی کہ پروردگار! دنیا میں ان سب سے زیادہ اچھے اخلاق والا آدمی یہ تھا لہٰذا اسی کے ساتھ میرا نکاح کر دیا جائے، اے ام سلمہ! اچھے اخلاق دنیا

وآخرت کی بھلائی لے اڑے۔

ہمارے بعض ائمہ نے یہ جو فرمایا ہے کہ ایسی عورت اپنے سب سے آخری شوہر کے ساتھ ہوگی، یہ قول اس حدیث کے منافی نہیں ہے کیونکہ حدیث میں جس عورت کا تذکرہ کیا گیا ہے، اس سے مراد وہ عورت ہے جو کسی کے نکاح میں نہ رہی ہو اور مذکورہ قول اس عورت کے حوالے سے ہے جو مرتے وقت کسی کے نکاح میں ہو، امام مسلم رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک بازار ہے جہاں اہل جنت ہر جمعہ کو آیا کریں گے، وہاں شمال کی جانب سے ایک ہوا چلے گی جو ان کے کپڑوں اور چہروں میں بھر جائے گی، اس کی وجہ سے ان کے حسن و جمال میں مزید اضافہ ہو جائے گا، جب وہ اپنے گھر والوں کے پاس لوٹ کر آئیں گے تو وہ ان سے کہیں گے کہ بخدا ہم سے رخصت ہو کر جانے کے بعد تو تمہارے حسن و جمال میں اور بھی اضافہ ہو گیا ہے، اس پر جنتی کہیں گے کہ بخدا ہمارے پیچھے تمہارے حسن و جمال میں بھی اضافہ ہو گیا ہے۔

امام ترمذی، ابن ماجہ اور ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے سعید بن مسیّب رحمہ اللہ سے فرمایا میں اللہ سے دعا کرتا ہوں کہ مجھے اور تمہیں جنت کے بازار میں جمع کرے، سعید رحمہ اللہ کہنے لگے کہ کیا جنت میں بھی بازار ہوگا؟ انہوں نے فرمایا ہاں! مجھے نبی علیہ السلام نے بتایا ہے کہ جنتی جب اس میں داخل ہو جائیں گے تو اپنے اعمال کی مناسبت سے جنت کی رہائش گاہوں میں اقامت پذیر ہو جائیں گے، ایام دنیا کی مقدار کے اعتبار سے جمعہ کے دن انہیں اجازت ملے گی اور وہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے، اللہ تعالیٰ ان کے سامنے اپنا عرش ظاہر فرمائے گا، اور جنت کے ایک باغ میں انہیں اپنی زیارت سے شادکام فرمائے گا، اہل جنت کے لیے مختلف منبر رکھے جائیں گے، جن میں سے بعض نور کے ہوں گے، بعض لؤلؤ کے، بعض یاقوت کے، بعض زبرجد کے، بعض سونے کے اور بعض چاندی کے ہوں گے اور سب سے ادنیٰ درجے کے جنتی ''ان میں کوئی بھی دنی اور گھٹیا نہ ہوگا'' مشک اور کافور کے ٹیلوں پر ہوں گے، اور وہ کرسی والوں کو اپنے سے افضل نہ سمجھتے ہوں گے (کہ ان سے حسد کریں)

میں نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم اپنے رب کا دیدار کر سکیں گے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ہاں! کیا تمہیں سورج اور چودھویں رات کا چاند دیکھنے میں کوئی شک ہوتا ہے؟ ہم نے عرض کیا نہیں نبی علیہ السلام نے فرمایا بس اسی طرح تمہیں اپنے رب کو دیکھنے میں کوئی شک نہ ہوگا، اور اس مجلس میں ایک آدمی بھی ایسا نہ رہے گا جس سے اللہ تعالیٰ بلا واسطہ کلام نہ فرمائے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ایک آدمی سے فرمائے گا اے فلاں! کیا تجھے فلاں دن یاد ہے جب تو نے فلاں فلاں عمل کیا تھا؟ اللہ تعالیٰ اسے دنیا میں اس کی عہد شکنی یاد دلائے گا، وہ عرض کرے گا کہ پروردگار! کیا تو نے مجھے بخش نہیں دیا؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیوں نہیں، میری مغفرت کی وسعت ہی سے تو اس مرتبے تک پہنچا ہے، اسی اثناء میں ایک بادل اوپر سے آ کر انہیں ڈھانپ لے گا، اور ان پر ایسی خوشبو برسائے گا کہ انہوں نے کبھی ایسی خوشبو نہ سونگھی ہوگی، پھر پروردگار فرمائے گا اب اٹھ کر ان چیزوں کی طرف چلو جو میں نے تمہارے اعزاز میں تیار کر رکھی ہیں، اور جس چیز کی خواہش ہو، وہ لے لو، چنانچہ ہم ایک بازار میں پہنچیں گے جس میں فرشتوں نے ایسی چیزیں ڈھانپ رکھی ہوں گی کہ ان جیسی چیزیں کسی آنکھ نے دیکھی ہوں گی، نہ کسی کان نے سنی ہوں گی اور نہ

دلوں میں کبھی ان کا خیال آیا ہوگا، ان میں سے جس چیز کی ہمیں خواہش ہوگی وہ ہمیں دے دی جائے گی، اس بازار میں کوئی خرید وفروخت نہ ہوگی، نیز اس بازار میں جنتی ایک دوسرے سے ملاقات کریں گے، چنانچہ ایک بلند رتبہ جنتی درجے کے اعتبار سے نیچے والے آدمی سے ملاقات کرے گا تو اسے اوپر والے کا لباس عمدہ لگے گا، ان کی گفتگو ختم نہ ہونے پائے گی کہ اسے اپنا لباس اس کے لباس سے زیادہ عمدہ لگنے لگے گا اور اس کی وجہ یہ ہوگی کہ جنت میں کوئی آدمی غمگین نہ ہوگا، پھر ہم اپنے گھروں کو واپس لوٹیں گے، اپنی بیویوں سے جب ملاقات ہوگی تو وہ ہمیں خوش آمدید کہیں گی اور تعجب کا اظہار کریں گی کہ ہم سے جدا ہونے کے بعد تو آپ اور بھی زیادہ حسن وجمال کے ساتھ واپس آئے ہیں، اس کا شوہر انہیں جواب دے گا کہ آج ہم اپنے رب کی مجلس میں بیٹھے ہیں اس لیے یہ تبدیلی ہمارا حق ہے۔ [1] امام ترمذی، طبرانی اور ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک بازار ہوگا جہاں خرید وفروخت نہیں ہوگی بلکہ اس بازار میں صرف تصویریں ہوں گی، انسان کو جو تصویر بھی اچھی لگے گی وہ اس میں داخل ہو جائے گا۔ [2]

ابن ابی الدنیا نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت کی نعمتوں میں سے ایک نعمت یہ بھی ہے کہ جنتی لوگ مختلف سواریوں اور اونٹنیوں پر سوار ہو کر ایک دوسرے سے ملاقات کے لیے آئیں گے، انہیں زین اور لگام کسے ہوئے گھوڑوں پر ''جو لید کریں گے اور نہ پیشاب'' جنت کی جانب لایا جائے گا، وہ اس پر سوار ہوں گے اور جہاں اللہ تعالیٰ چاہے گا، پہنچ جائیں گے، پھر ان پر ایک بادل جیسی چیز آئے گی، اس میں وہ ہوگا جو کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا نہ کسی کان نے سنا ہوگا، جنتی اس بادل سے برسنے کے لیے کہیں گے، چنانچہ اس سے بارش برستی رہے گی جو ان کی تمنا سے بھی بڑھ کر ہوگی، پھر اللہ تعالیٰ ایسی ہوا بھیجے گا جو تکلیف دہ نہ ہوگی، اور وہ ان کے دائیں بائیں مشک کے ٹیلے بکھیر دے گی، وہ لوگ اس مشک کو اپنے گھوڑوں کی پیشانی پر اور اپنے سروں پر لگائیں گے، ان کے سروں کے بال ان کی خواہش کے مطابق گھنے ہوں گے، اسی حال میں وہ لوگ آگے کی جانب روانہ ہوں گے حتیٰ کہ وہاں پہنچیں گے جہاں اللہ کو منظور ہوگا، اچانک ایک عورت ان میں سے ایک آدمی کو آواز دے کر بلائے گی کہ اے بندہ خدا! کیا تمہیں ہماری کوئی ضرورت نہیں؟ وہ کہے گا کہ تو کون ہے؟ اور تیری حقیقت کیا ہے؟ وہ جواب دے گی کہ میں تمہاری بیوی اور محبوبہ ہوں، وہ کہے گا کہ مجھے تو تمہارے اس ٹھکانے کا پتہ ہی نہ تھا، وہ جواب دے گی کہ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ''کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کی کون کون سی چیزیں چھپائی گئی ہیں، یہ بدلہ ہوگا ان اعمال کا جو وہ کرتے تھے۔'' [3] وہ کہے گا کیوں نہیں، میرے رب کی قسم! پھر وہ چالیس سال تک اسی جگہ کھڑے رہے گا، دائیں بائیں دیکھے گا اور نہ واپس پلٹے گا اور اس عورت کی طرف اس کے متوجہ نہ ہونے کا سبب وہ نعمتیں اور عزتیں ہوں گی جن میں وہ گھرا ہوا ہوگا۔

ابن ابی الدنیا اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اہل جنت جب جنت میں داخل ہو جائیں گے تو انہیں ایک دوسرے

---

[1] ترمذی، الجنة: ١٥۔ ابن ماجه، الزهد: ٣٩.   [2] ترمذی، الجنة: ١٥.

[3] السجدة: ١٧.

سے ملاقات کا اشتیاق پیدا ہوگا، چنانچہ دونوں ایک دوسرے کی طرف اپنا تخت اڑاتے ہوئے روانہ ہوں گے، جب وہ ایک مقام پر اکٹھے ہوں گے تو ٹیک لگا کر بیٹھ جائیں گے (اور باتیں کریں گے) ان میں سے ایک دوسرے سے کہے گا تمہیں معلوم ہے کہ اللہ نے ہمیں کس دن معاف فرمایا تھا؟ وہ کہے گا ہاں! جس دن ہم نے فلاں فلاں مقام پر اللہ سے دعا کی تھی تو اس نے ہمیں معاف کر دیا تھا، ابن ابی الدنیا ہی نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جنت میں ایک درخت ہے جس کے اوپر سے ایک گھوڑا نکلے گا، اور ایک گھوڑا اس کے نیچے سے نکلے گا، وہ سونے کا بنا ہوگا، اس پر موتیوں اور یاقوت کی زین اور لگام کسی ہوگی، وہ لید کرے گا اور نہ ہی پیشاب، اس کے لیے اڑنے کے پر ہوں گے، اس کا ایک ایک قدم تا حد نگاہ پڑتا ہوگا، اس پر اہل جنت سواری کریں گے، اور وہ جہاں چاہیں گے وہ گھوڑا انہیں لیے اڑ پھرے گا، ان سے نچلے درجے کے لوگ پوچھیں گے کہ پروردگار! آپ کے یہ سارے بندے اس کرامت وعزت تک کیسے پہنچے؟ ان سے کہا جائے گا کہ یہ اس وقت نماز پڑھتے تھے جب تم سوتے تھے، یہ اس وقت روزہ رکھتے تھے جب تم کھاتے تھے، یہ خرچ کرتے تھے اور تم بخل کرتے تھے، یہ لوگ میدان جہاد میں لڑتے تھے اور تم بزدلی دکھاتے تھے۔

امام ابونعیم رحمہ اللہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب جنتی جنت میں سکونت اختیار کرلیں گے تو ایک فرشتہ ان کے پاس آ کر کہے گا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں حکم دیتا ہے کہ اس کے دیدار کے لیے آؤ، چنانچہ وہ سب ایک جگہ اکٹھے ہو جائیں گے، پھر اللہ تعالیٰ حضرت داؤد علیہ السلام کو حکم دے گا، وہ اپنی خوبصورت آواز میں اللہ کی تسبیح وتہلیل بیان کریں گے، پھر ''مائدۃ الخلد'' رکھا جائے گا، لوگوں نے پوچھا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! مائدۃ الخلد سے کیا مراد ہے؟ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایسا دسترخوان جس کا ایک کونا مشرق ومغرب کی درمیانی جگہ سے زیادہ وسیع ہے، وہ کھائیں پئیں اور پہنیں گے اور کہیں گے کہ اب ہمارے پروردگار کے دیدار کے علاوہ کوئی کام باقی نہیں بچا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ ان کے سامنے تجلی فرمائے گا اور وہ سب کے سب سجدے میں گر پڑیں گے، تو ان سے کہا جائے گا کہ اب تم دار العمل میں نہیں ہو بلکہ دار الجزاء میں ہو۔

امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو اللہ تعالیٰ ان سے پوچھے گا کہ تمہیں مزید کچھ اور درکار ہے کہ میں تمہیں عطا کر دوں؟ وہ عرض کریں گے کہ کیا تو نے ہمارے چہروں کو روشن نہیں کیا؟ کیا تو نے ہمیں جنت میں داخل نہیں کیا اور جہنم سے نجات نہیں دی؟ اس پر اللہ تعالیٰ اپنے چہرے سے نقاب ہٹا دے گا، اور اہل جنت کو جتنی چیزیں عطا کی جائیں گی، ان کی نگاہوں میں اللہ تعالیٰ کے دیدار سے زیادہ کوئی چیز محبوب نہ ہوگی، پھر نبی علیہ السلام نے (سورۂ یونس کی آیت نمبر ۲۶) تلاوت فرمائی، ''جن لوگوں نے نیکی کی، انہیں نیکی اور اس میں مزید اضافہ بھی ملے گا۔''

ابن ابی الدنیا، طبرانی، ابویعلی اور بزار نے یہ روایت نقل کی ہے کہ نبی علیہ السلام نے فرمایا ایک مرتبہ میرے پاس جبریل آئے اور ان کے ہاتھ میں ایک سفید آئینہ تھا جس میں ایک سیاہ دھبہ پڑا ہوا تھا، میں نے پوچھا جبریل! یہ کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ جمعہ ہے جو آپ کے سامنے آپ کا رب پیش کرے گا، تا کہ وہ آپ اور آپ کے بعد آپ کی امت کے لیے عید بن جائے، میں نے پوچھا کہ ہمارے لیے اس میں کیا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ اس دن میں آپ کے لیے خیر ہی خیر ہے، اس دن میں ایک

گھڑی ایسی ہے کہ جو شخص بھی اس میں اپنے رب سے خیر کی کوئی دعا بھی مانگے گا جو اس کی قسمت میں لکھی ہوئی ہو تو اللہ تعالیٰ اسے وہ ضرور عطا فرمائے گا اور اگر اس کی قسمت میں نہ ہوئی تو اللہ تعالیٰ اسے اس کے حق میں اس سے بڑا ذخیرہ بنا دے گا، یا کسی بڑے شر سے ''جس کا اس کے حوالے سے فیصلہ ہو چکا:'' اسے بچا لیا جائے گا، میں نے جبریل سے پوچھا کہ اس میں یہ سیاہ دھبہ کیسا ہے؟ انہوں نے بتایا کہ یہ وہ گھڑی ہے جو جمعہ کے دن آتی ہے، ہمارے یہاں جمعہ تمام دنوں کا سردار ہے اور ہم آخرت میں اسے ''یوم مزید'' کے نام سے پکارتے ہیں؟ میں نے پوچھا کہ اس نام کی کیا وجہ ہے؟ تو انہوں نے بتایا کہ آپ کے رب نے جنت میں خالص مشک سے ایک وادی تیار کی ہے جس کا رنگ سفید ہے، اللہ تعالیٰ اس میں جمعہ کے دن اہل جنت کے سامنے تجلی فرمائے گا، جبکہ انبیاء کرام علیہم السلام نور کے منبروں پر بیٹھے ہوں گے، جن کا احاطہ صدیقین اور شہداء کی سونے کی کرسیوں نے کر رکھا ہوگا، اور باقی اہل جنت مشک کے ٹیلوں پر ہوں گے۔

اہل جنت اللہ تعالیٰ کا دیدار کریں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے فرمائے گا کہ میں ہی وہ ہوں جس نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا، اور تم پر اپنی نعمتیں تمام کی تھیں، یہ میری عزت کی جگہ ہے لہٰذا تم مجھ سے سوال کرو، جنتی اللہ تعالیٰ سے اس کی رضا کا سوال کریں گے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ یہ میری رضا ہی ہے کہ میں نے تمہیں اپنے اس گھر میں اتارا، اور تم نے میری عزت کو حاصل کیا، لہٰذا اب مجھ سے کچھ اور مانگو، چنانچہ جنتی اللہ تعالیٰ سے سوال کریں گے حتیٰ کہ ان کی خواہشات ختم ہو جائیں گی، پھر اس وقت اللہ تعالیٰ ان کے سامنے ایسی چیزیں کھولے گا جنہیں کسی آنکھ نے دیکھا ہوگا اور نہ کان نے سنا ہوگا، اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال بھی آیا ہوگا، یہاں تک کہ لوگ واپس آ جائیں گے، پھر نبی علیہ السلام نے فرمایا اہل جنت کو جمعہ کے دن سے زیادہ کسی چیز کی شدید ضرورت محسوس نہ ہوگی تاکہ ان کے اعزاز میں بھی اضافہ ہو اور وہ زیادہ سے زیادہ اللہ تعالیٰ کا دیدار کر سکیں، اسی وجہ سے اس دن کو ''یوم مزید'' کہا جاتا ہے، یہ مضمون بزار نے زیادہ تفصیل کے ساتھ بھی نقل کیا ہے۔

شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اہل جنت سے فرمائے گا کہ اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم حاضر ہیں، اور تیری خدمت میں ہیں اور ہر خیر تیرے ہاتھ میں ہے، اللہ تعالیٰ فرمائے گا کیا تم راضی ہو گئے؟ وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! ہم کیوں راضی نہ ہوں گے جب کہ تو نے ہمیں وہ کچھ عطا فرمایا ہے جو تو نے اپنی مخلوق میں سے کسی کو بھی عطا نہیں فرمایا، اللہ تعالیٰ فرمائے گا، کیا میں تمہیں اس سے بھی زیادہ افضل چیز عطا نہ کروں؟ وہ عرض کریں گے کہ پروردگار! اس سے بھی زیادہ افضل چیز کیا ہو سکتی ہے؟ اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ آج میں تم پر اپنی رضامندی نازل کرتا ہوں اور آج کے بعد میں تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا۔ ❶ شیخین ہی نے یہ روایت بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میں نے اپنے نیک بندوں کے لیے ایسی چیزیں تیار کر رکھی ہیں جو کسی آنکھ نے دیکھی ہیں اور نہ کسی کان نے سنی ہیں اور نہ ہی کسی انسان کے دل میں ان کا خیال آیا۔ اگر تم چاہو تو یہ آیت پڑھ لو ''کوئی نفس نہیں جانتا کہ اس کے لیے آنکھوں کی ٹھنڈک کی کیا چیزیں چھپائی گئی ہیں۔'' ❷ اسی طرح

❶ صحیح بخاری، التوحید: ۳۷۔ صحیح مسلم، الایمان: ۳۰۲۔ مسند احمد: ۳/ ۸۸.

❷ صحیح بخاری، التوحید: ۳۵۔ صحیح مسلم، الایمان: ۳۱۲۔

صحیح سند سے مروی ہے کہ جنت میں ایک کوڑا رکھنے کی جگہ بھی دنیا اور اس جیسی چیزوں سے کہیں بہتر ہے، اور تم میں سے کسی کے کمان رکھنے کی جنت میں جگہ دنیا و مافیہا سے بہتر ہے اور جنت کی ایک عورت کا دوپٹہ بھی دنیا و مافیہا سے کہیں بہتر ہے۔ ❶

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے سند صحیح کے ساتھ مروی ہے کہ جنت میں دنیا کی کوئی چیز بھی نہ ہوگی، البتہ صرف نام اس جیسے ہوں گے، امام مسلم رحمہ اللہ وغیرہ نے یہ روایت نقل کی ہے کہ جب جنتی جنت میں داخل ہو جائیں گے تو ایک منادی پکار کر کہے گا اب تمہارے لیے وہ وقت آ گیا ہے کہ تم تندرست رہو، لہٰذا اب تم کبھی بیمار نہ ہو گے اور وہ وقت آ گیا ہے کہ تم زندہ رہو، لہٰذا اب تم کبھی نہ مرو گے، اور وہ وقت آ گیا ہے کہ تم جوان رہو، لہٰذا اب تم کبھی بوڑھے نہ ہو گے اور وہ وقت آ گیا ہے کہ تم نعمتوں میں رہو، لہٰذا اب تم کبھی پریشان نہ ہو گے، یہی مطلب ہے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کا (جو سورۂ اعراف کی آیت ۴۳ میں وارد ہے) ''اور انہیں آواز دے کر کہا جائے گا یہ وہی جنت ہے جس کا تمہیں وارث بنا دیا گیا ہے، یہ بدلہ ہے ان اعمال کا جو تم کرتے تھے۔'' ❷ شیخین نے یہ روایت نقل کی ہے کہ موت کو ایک چتکبرے مینڈھے کی شکل میں لایا جائے گا، اور ایک منادی اہل جنت کو پکارے گا، وہ اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے، پھر ایک منادی اہل جہنم کو پکارے گا، وہ بھی اپنی گردنیں اٹھا کر دیکھیں گے، ان سے اس مینڈھے کی طرف اشارہ کر کے پوچھا جائے گا کہ کیا تم اسے پہچانتے ہو؟ وہ کہیں گے ہاں! یہ موت ہے، پھر سب کی آنکھوں کے سامنے اسے جنت اور جہنم کے درمیان ذبح کر دیا جائے گا، پھر منادی کہے گا کہ اے اہل جنت! اب تم جنت میں ہمیشہ رہو گے، اور کبھی موت نہ آئے گی اور اے اہل جہنم! اب تم جہنم میں ہمیشہ رہو گے اور کبھی موت نہ آئے گی، پھر نبی علیہ السلام نے (سورۂ مریم کی آیت نمبر ۳۹) تلاوت فرمائی ''اور انہیں حسرت کے دن سے ڈرا دیجیے، جب کہ معاملات کا فیصلہ کیا جائے گا، وہ لوگ غفلت میں ہیں اور ایمان نہیں لا رہے'' اور نبی علیہ السلام نے اپنے دست مبارک سے دنیا کی طرف اشارہ فرمایا۔ ❸

الحمد للہ! آج مورخہ ۲۵ مئی ۲۰۱۱ء بروز بدھ اس کتاب کا ترجمہ مکمل ہوا۔

اس دعاء پر اس ترجمے کا اختتام کرتا ہوں کہ پروردگار! ہر صغیرہ اور کبیرہ گناہ سے ہماری حفاظت فرما، جو گناہ سرزد ہو چکے ''جان بوجھ کر یا غلطی سے، دن کے اجالے میں یا رات کے سناٹے میں، سردی کی یخ بستہ ہواؤں میں یا گرمی کی حبس زدہ ہواؤں کے تھپیڑوں میں، بازاروں میں یا گھروں میں، خلوت میں یا جلوت میں'' سب کو معاف فرما، کیونکہ تیرے علاوہ کوئی معاف کرنے والا نہیں ہے، عذاب جہنم سے نجات عطا فرما اور جنت میں بلا حساب کتاب داخلہ عطا فرما اور اے پروردگار! اپنا استحقاق تو نہیں لیکن تیرا کرم ہوگا کہ اپنی رضا کا پروانہ عطا فرما اور اپنے دیدار سے شاد کام فرما کہ یہ تیرے علاوہ کسی کی قدرت میں نہیں۔ آمین یارب العالمین

---

❶ صحیح بخاری، الجهاد: ٦.
❷ صحیح مسلم، الجنة: ٢٢.
❸ صحیح بخاری، الرقاق: ٥٠۔ صحیح مسلم، الجنة: ٤٠۔ مسند احمد: ٢/ ١١٨.